ہندوستان کی مکمل تاریخ

سوم-چہارم

تاریخ فرشتہ

محمد قاسم فرشتہ

ترجمہ
عبدالحئی خواجہ (مشفق خواجہ)

المیزان

ہندوستان کی مکمل تاریخ

تاریخ فرشتہ

محمد قاسم فرشتہ

سوم

ترجمہ: عبدالحیٔ خواجہ (مشفق خواجہ)

المیزان ناشران و تاجران کتب

الکریم مارکیٹ اُردو بازار، لاہور پاکستان فون: ۷۲۱۲۷۶۲، ۷۱۲۲۹۸۱-۰۴۲

marfat.com

Marfat.com

المیزان

عصر حاضر کے تقاضوں سے ہم آہنگ

کاپی رائٹ رجسٹریشن

تاریخ فرشتہ (مکمل چار حصے) کے ترجمہ وکمپوزنگ' طباعت واشاعت کے جملہ حقوق خواجہ عبدالرحمٰن طارق سے ایک معاہدہ کے تحت "المیزان" کے نام محفوظ ہیں۔

سلسلہ مطبوعات۔ ۰۲۲/۲

سن اشاعت ۲۰۰۸ء

محمد شاہد عادل نے

حاجی حنیف پرنٹرز سے چھپوا کر

المیزان اُردو بازار لاہور سے شائع کی۔

marfat.com
Marfat.com

فہرست جلد سوم

تذکرہ سلاطین بیجاپور یعنی سلطان عادل شاہ 29

یوسف عادل شاہ 30

1 ابتدائی حالات 30
2 سلطان محمد 30
3 شہزادہ یوسف کے قتل کا حکم 30
4 ملکہ کی التجا 30
5 ملکہ کی تدبیر 30
6 شہزادہ یوسف کی بلاد عجم کو روانگی 31
7 شہزادہ یوسف کی تعلیم و تربیت 31
8 افشائے راز 31
9 حضرت خضر علیہ السلام کی زیارت 32
10 یوسف کا عزم ہندوستان 32
11 احمد آباد بیدر کو روانگی 32
12 یوسف شاہی ترکی غلاموں کے گروہ میں 32
13 جواہر نامی ضعیفہ کی روایت 33
14 یوسف عادل شاہ کے نسب کی تحقیق 33
15 لفظ "رسوائی" کی تحقیق 33
16 یوسف کا امیر آخور مقرر ہونا 34
17 نظام الملک سے وابستگی 34
18 منصب امارت 34
19 طرفداری بیجاپور 34
20 یوسف کی خودمختاری 34
21 قاسم برید کا حسد 35
22 قاسم برید کی سازشیں 35
23 تمراج اور بہادر گیلانی کے ہنگامے 35
24 قاسم برید کی سرزنش کا خیال 35
25 معرکہ آرائی 36
26 مولوی عالی کا بیان 36
27 بزم عیش و عشرت 36
28 یوسف عادل کی بیماری 36
29 تمراج کی رائے چور پر لشکرکشی 37
30 یوسف عادل کی صحت یابی 37
31 تمراج سے مقابلے کی تیاری 37
32 معرکہ آرائی 37
33 تمراج کی شکست 38
34 مدگل اور رائچور کی فتح 39
35 بہادر گیلانی کی ہنگامہ خیزی 39
36 محمود شاہ بہمنی کی مدد 39
37 بہادر گیلانی کا فرار 39
38 جام کھنڈی پر عادل شاہی حکومت 39
39 بہادر گیلانی کی موت 39
40 محمود بہمنی کی بیجاپور میں آمد 40
41 قاسم برید کی شکایت 40
42 محمود شاہ کی روانگی 40
43 دستور دینار حبشی خواجہ سرا کے ارادے 40
44 دستور کی خودمختاری 40
45 دستور کی سرزنش کے لئے یوسف عادل کی روانگی 41
46 معرکہ آرائی 41
47 شہزادہ احمد کی شادی کا ارادہ 41
48 دستور کی جاگیر پر یوسف کا قبضہ 41
49 قاسم برید کا فرار 42
50 قاسم برید کی شکست 42
51 دستور دینار پر حملہ 42
52 یوسف عادل اور نظام الملک میں دوستی 42

marfat.com
Marfat.com

53	دکن میں انتشار	42
54	گیارہ خودمختار حاکم	42
55	عین الملک کی طلبی	43
56	دستور دینار کی تشویش	43
57	دستور کی جنگ کی تیاریاں	43
58	یوسف عادل کا مقابلے کے لئے نکلنا	44
59	یوسف کی حکمت عملی	44
60	غضنفر آقا کی روانگی	44
61	دستور دینار کی شکست	44
62	دستور اور یوسف کی جنگی تیاریاں	44
63	دستور دینار کا قتل اور یوسف عادل کی فتح	45
64	فتح کی خوشی	45
65	غضنفر بیگ کا انتقال	45
66	مجلس جشن	45
67	شیعہ مذہب کو رواج دینے کا عہد	45
68	محتاط گروہ کی رائے	46
69	شاہ ایران کی مثال	46
70	شیعہ مذہب کا خطبہ	46
71	عادل شاہ کی احتیاط	46
72	مذہبی اتحاد	46
73	ایک عجیب و غریب قصہ	46
74	امراء کی ناراضگی	47
75	یوسف عادل کا نقطہ نظر	47
76	عین الملک کی معزولی	47
77	مذہبی آزادی	47
78	نظام الملک اور قاسم برید کا حملہ	48
79	محمود شاہ کا ارادہ جنگ	48
80	یوسف کی پریشانی	48
81	یوسف عادل کی روانگی بیر	48
82	مذہب شیعہ سے یوسف عادل کی توبہ	48
83	یوسف کی برہان پور کو روانگی	49
84	عماد الملک کا پیغام نظام الملک کے نام	49
85	احمد نظام اور قطب الملک کی برید سے علیحدگی	49
86	یوسف کا دوبارہ مذہب شیعہ کو رواج دینا	49
87	شاہ ایران کو مبارک باد	49
88	اندرا پور کا سفر	50
89	عیسائیوں کی سرزنش	50
90	یوسف کا انتقال	50
91	شاہ طاہر کا بیان	50
92	یوسف کا کردار	51
93	علم دوستی	51
94	حسن و جمال' رعب و دبدبہ	51
95	اہل علم کی قدردانی	51
96	مکٹ وراؤ مرہٹہ پر لشکر کشی	51
97	اولاد	52

اسماعیل عادل شاہ بن یوسف عادل شاہ 53

1	نظام حکومت	53
2	امراء کے عہدوں میں تبدیلیاں	55
3	تخت نشینی کے لئے کمال خاں کا تیار ہونا	55
4	قلعہ ارک میں کمال خاں کا قیام	55
5	کمال خاں کو قتل کرنے کی تیاری	55
6	یوسف ترک کا عزم قتل	56
7	مساۃ پونجی کی تدبیر	56
8	کمال خاں کو قتل کرنے کا منصوبہ	56
9	بوڑھی عورت کے ہمراہ یوسف ترک کی روانگی	56

marfat.com
Marfat.com

نمبر	عنوان	صفحہ
10	شرف یابی کمال خاں	57
11	یوسف ترک کا کارگر حملہ	57
12	کمال خاں کی موت کا انتقام	57
13	صفدر خاں کی بدلہ لینے کی تیاری	57
14	پونجی خاتون کی تدبیریں	58
15	پونجی خاتون کا امرائے دربار سے مدد حاصل کرنا	58
16	محل میں قیامت کا نمونہ	58
17	صفدر خاں کے قتل کی تفصیل	59
18	شہر کے مشہور امراء کی فراری	59
19	یوسف ترک کی میت	59
20	اسماعیل عادل شاہ کا نظام حکومت	59
21	پونجی خاتون کے فیصلے	59
22	حبشیوں اور مغلوں کا تقرر	60
23	امیر قاسم برید اور اسماعیل عادل شاہ کا مقابلہ	60
24	اسمٰعیل عادل شاہ اور سلطان محمود کی	
25	گلبرگہ کو روانگی	61
26	بادشاہ سلطان محمود کی احمد آباد کو روانگی	61
27	امیر قاسم برید کا حملہ	61
28	ایرانی ایلچیوں کی خاطر مدارات اور روانگی	61
29	اسمٰعیل عادل شاہ اور ایرانی ایلچیوں کا استقبال	62
30	ایرانی ایلچیوں کے استقبال کی تفصیل	62
31	تاریخ نویسوں کا خیال	62
32	جنگ کنہڑ کا حال	62
33	تمراج کی جنگی تیاریاں	63
34	اسماعیل شاہ کا ارادہ التوائے جنگ	63
35	بادشاہ کی شراب نوشی اور بزم عشرت	63
36	دریا کے کنارے بادشاہ کا گشت	63
37	دریا کے پار معرکہ جنگ	64
38	اسمٰعیل عادل شاہ اور اسد خاں لاری	
39	کے مابین صلاح مشورہ	64
40	اسد خاں لاری کا ایک اہم مشورہ	64
41	اسد خاں لاری کے مشورے پر عمل	65
42	عادل اور نظامی خاندانوں میں دوستی کا آغاز	65
43	شاہ طاہر کا استقبال	65
44	شادی کی رسم	65
45	دشمنی کا آغاز	65
46	اسماعیل عادل شاہ پر فوج کشی	66
47	اسماعیل عادل شاہ کی جنگی تربیت و تنظیم	66
48	معرکہ آرائی	66
49	اسمٰعیل عادل کا جشن کامرانی	66
50	نظام اور عادل شاہی خاندانوں کے	
51	درمیان دوسری جنگ	67
52	اسماعیل عادل شاہ اور والی برار کا اتحاد	67
53	برہان نظام شاہ پر چڑھائی اور عادل شاہی امداد	67
54	امیر قاسم برید کی سازش	67
55	اسمٰعیل عادل شاہ کی انتقامی کاروائیاں	67
56	برہان نظام شاہ کی رضامندی	68
57	امیر قاسم برید پر چڑھائی	68
58	امیر قاسم برید کی جنگی تدبیریں	68
59	بریدیوں کا غرور	68
60	اسمٰعیل عادل شاہ کی فتح	68
61	قطب شاہی فوج سے مقابلہ	68
62	امیر قاسم برید کی والی برار سے مدد کی درخواست	69
63	اسمٰعیل عادل شاہ سے عماد شاہ کی ملاقات	69
64	امیر قاسم برید کی عماد شاہ سے ملاقات	69
65	امیر قاسم برید کی شراب نوشی اور عیش و عشرت	69

marfat.com
Marfat.com

66 اسمٰعیل عادل شاہ کا حکم شبخون 70
67 اسد خاں لاری کی مزید ہدایات 70
68 امیر قاسم برید کی قیام گاہ 70
69 امیر قاسم برید کی گرفتاری 70
70 اسد خاں لاری کا مشورہ 70
71 امیر قاسم برید کا بیدار ہونا 71
72 دربار اسمٰعیل عادل شاہ میں امیر قاسم برید کی حاضری 71
73 امیر قاسم برید کے قتل کا حکم 71
74 قلعہ احمد آباد کی پیش کش 71
75 امیر قاسم برید کے فرزندوں کا قلعہ دینے سے انکار 71
76 قاصد کی روانگی 72
77 امیر قاسم برید کے قتل کا دوبارہ حکم 72
78 امیر قاسم برید کے فرزندوں کی شرطیں 72
79 شرائط پر عمل 72
80 دربار اسمٰعیل عادل شاہ 72
81 جواہرات کی تقسیم 73
82 زائرین اور دیگر امراء کو انعامات 73
83 مولانا شہید شاعر قتی کے لئے رقم 73
84 امیر قاسم برید کے قصور کی معافی 73
85 قلعہ رائچور کی فتح 73
86 جشن فتح و نصرت 74
87 اسماعیل عادل شاہ کی مہمان نوازی 74
88 عماد شاہ بہ حیثیت مہمان 74
89 امیر برید کی سرکشی 74
90 برہان نظام شاہ کا مشورہ 75
91 اسمٰعیل عادل شاہ کا کوچ 75
92 برہان نظام شاہ کی جنگی تیاریاں 75
93 نظام اور عادل شاہی جنگ 75
94 عادل اور نظام شاہی خاندانوں میں دوستی 75
95 تلنگانہ پر عادل شاہی حملہ 76
96 اسمٰعیل عادل شاہ کی دوسری جگہ منتقلی 76
97 اسمٰعیل عادل شاہ کا انتقال 76
98 جانشین کا انتخاب 76
99 امیر سید ہروی کا بیان 77

ملو عادل شاہ بن اسمٰعیل عادل شاہ 78

1 ملوخاں کی تخت نشینی اور اسد خاں لاری کی روانگی 78
2 ملوخاں کی رنگ رلیاں 78
3 ایک نیا شوق امرد پرستی 78
4 امرد پرستی اور ملوخاں کا ظلم و ستم 78
5 ملوخاں کے خلاف سازشیں 78
6 ملو عادل شاہ کی معزولی 79

ابراہیم عادل شاہ بن اسمٰعیل عادل شاہ 80

1 شجاعت اور بہادری 80
2 تبدیلی مذہب 80
3 نئے احکامات 80
4 پرانے قوانین کا اخراج 80
5 بیجاپور کی فتح 80
6 بیجاپور کا حال 81
7 رام راج کا عروج 81
8 رام راج کی سرگرمیاں 81
9 رام راج اور بھوج نرمل کے درمیان معاہدہ 81
10 بھوج نرمل کے خلاف رعایا کا اقدام 82
11 ابراہیم عادل شاہ سے مدد کی درخواست 82
12 رام راج کی عیاری 82
13 بھوج نرمل کا فریب کھانا 82

marfat.com
Marfat.com

14	رام راج کی چڑھائی	82
15	ابراہیم عادل شاہ کا حملہ کرنے کا حکم	83
16	اسد خاں لاری کا شب خون مارنا	83
17	رام راج کا مشورہ	83
18	یوسف شحنہ کی سازش	83
19	ابراہیم عادل شاہ اور یوسف شحنہ کی باہم گفتگو	83
20	اسد خاں لاری کو مار ڈالنے کی تدبیر	84
21	اسد خاں لاری اور یوسف شحنہ کے درمیان جنگ	84
22	اسد خاں لاری کی فتح	84
23	ابراہیم عادل شاہ کی نئی چال	84
24	برہان نظام شاہ کا انکشاف	84
25	اسد خاں لاری کی تدبیریں	84
26	اسد خاں لاری کی وفاداری	85
27	اسد خاں لاری کی عماد شاہ سے ملاقات	85
28	ابراہیم عادل شاہ اور اسد خاں لاری کی صلح	85
29	برہان نظام شاہ اور عادل شاہ کی جنگ	85
30	امیر قاسم برید کا انتقال اور دونوں خاندانوں میں صلح	85
31	برہان نظام شاہ کا حملہ	86
32	ابراہیم عادل شاہ کی شکست اور پریشانیاں	86
33	اسد خاں لاری کی طلبی	86
34	اسد خاں کا مشورہ	86
35	قلی قطب شاہ پر حملہ	86
36	اسد خاں لاری کی دیگر فتوحات	87
37	برہان نظام شاہ کی شکست	87
38	ابراہیم عادل شاہ کا غرور	87
39	ابراہیم عادل شاہ کی شکست	87
40	ابراہیم عادل شاہ کے خلاف سازشیں	87
41	اسد خاں لاری سے ابراہیم عادل شاہ کی بدگمانی	88
42	اسد خاں لاری کا خط	88
43	ابراہیم عادل شاہ کا ارادہ	88
44	شہزادہ عبداللہ کے قصے کی تفصیل	88
45	اسد خاں لاری سے درخواست	88
46	اسد خاں لاری کی وفاداری اور برہان وغیرہ کی مایوسی	89
47	اسد خاں لاری کا خط بادشاہ کے نام	89
48	اسد خاں لاری کا انتقال	89
49	اسد خاں لاری کی خوبیاں	89
50	برہان نظام شاہ اور رام راج کی دوستی	89
51	رام راج کی چال	90
52	ابراہیم عادل شاہ کی لشکرکشی	90
53	ابراہیم عادل شاہ کی شکست	90
54	قلعہ پرندہ کی فتح	90
55	دکنی باشندے کا فرار	90
56	شاہ جمال الدین الجو کا بیان	91
57	برہان نظام شاہ اور رام راج کا معاہدہ	91
58	رام راج اور نظام شاہ کا عروج	91
59	برہان نظام کی موت کے بعد عادل اور	
60	نظام شاہی خاندانوں کی دوستی	91
61	سیف عین الملک کا تقرر	91
62	شہزادہ علی اور قلعہ شولا پور	92
63	ابراہیم عادل شاہ کے خطوط امراء کے نام	92
64	حسین نظام شاہ اور ابراہیم عادل شاہ کی جنگی تیاریاں	92
65	طرفین کی فوجی تنظیم	92
66	سیف عین الملک کا غلبہ	92
67	نظام شاہی فوج کی تازہ کمک	92
68	ابراہیم عادل شاہ کی بدگمانی	93
69	ابراہیم عادل اور سیف عین الملک کی روانگی	93

marfat.com
Marfat.com

70	ابراہیم عادل شاہ کی مزید غلط فہمی	93
71	سیف عین الملک کا پیغام بادشاہ کے نام	93
72	ابراہیم عادل شاہ کا جواب اور سیف الملک کی وفاداری	93
73	سیف عین الملک کا دیگر لوگوں سے مشورہ	94
74	عادل شاہی لشکر اور صلابت خاں میں جنگ	94
75	سیف الملک کی فتوحات	94
76	ابراہیم عادل شاہ کا ارادہ جنگ	94
77	ابراہیم عادل پر عین الملک کا حملہ	95
78	عادل شاہی شہروں پر عین الملک کا قبضہ	95
79	رام راج کی مدد	95
80	شب خون	95
81	سیف الملک کی پریشانی	96
82	عین الملک کا فرار	96
83	ابراہیم عادل شاہ کی بیماری	96
84	انتقال	96
85	اولاد	96

ابوالمظفر علی عادل شاہ بن ابراہیم عادل شاہ 97

1	شوخی طبیعت	97
2	مذہبی رجحان	97
3	ابراہیم عادل شاہ کے خلاف سازش	97
4	شہزادہ عبداللہ کا فرار	97
5	احتیاطی تدابیر	97
6	علی عادل کی شیعیت پسندی	98
7	شہزادہ طہماسپ کی شیعیت	98
8	علی عادل شاہ کی تخت نشینی کی تیاریاں	98
9	علی عادل شاہ کی قلعہ مرچ سے روانگی	98
10	لشکروں کی آمد	98
11	علی عادل شاہ کی تخت نشینی	98
12	قصبہ شاہ پور کی بنا	99
13	علماء اور فضلاء کی عزت افزائی	99
14	سخاوت	99
15	عدل و انصاف اور وسعت سلطنت	99
16	علم و فن سے دلچسپی	99
17	عشق پیشگی	99
18	رام راج سے دوستی	100
19	حسین نظام شاہ کی ناراضگی	100
20	رام راج کے بیٹے کی وفات اور علی عادل شاہ کی تعزیت	100
21	رام راج کی بدتہذیبی	100
22	حسین نظام شاہ کے نام علی عادل شاہ کا پیغام	100
23	کلیان اور شولا پور کے قلعوں کی واپسی کا مطالبہ	101
24	حسین نظام شاہ اور علی عادل شاہ کی ناچاقی	101
25	علی عادل شاہ کا عزم احمد نگر	101
26	فتنہ و فساد	101
27	حسین نظام شاہ پر لشکر کشی	101
28	قطب شاہ کا فرار	101
29	احمد نگر کا محاصرہ	102
30	قتل و غارت گری	102
31	کشور خاں کا مشورہ	102
32	قلعہ شاہ درک کی تعمیر	102
33	رام راج کی عاقبت نااندیشی	102
34	معاہدے کی خلاف ورزی	103
35	رام راج کا تعصب اور غرور	103

marfat.com
Marfat.com

36	علی عادل شاہ اور قطب شاہ پر رام راج کی لشکر کشی	103
37	قلعہ پورکل میں بغاوت	103
38	ہندوؤں پر لشکر کشی کا ارادہ	103
39	کشور اور شیرازی کی رائے	104
40	حسین نظام شاہ اور علی عادل شاہ کے	
40	تعلقات کو بہتر بنانے کی کوشش	104
41	مصطفیٰ خاں اردستانی کی حسین نظام شاہ سے ملاقات	104
42	شاہی خاندانوں میں شادی کی تجویز	104
43	چاند بی بی اور شہزادی ہدیہ سلطان کی شادیاں	105
44	رام راج کی تباہی کا ارادہ	105
45	مسلمان حکمرانوں کی بیجانگر پر لشکر کشی	105
46	رام راج کی جنگی تیاریاں	105
47	دریائی راستے کی تلاش	105
48	ایک قابل عمل تجویز	105
49	ہندوؤں کی بے احتیاطی	106
50	مسلمان لشکر کا دریا کو عبور کرنا	106
51	مسلمان لشکر کی ترتیب	106
52	ہندو لشکر کی ترتیب	106
53	معرکہ آرائی	106
54	رام راج کی دریا دلی	107
55	ہندوؤں کا جوش و خروش	107
56	حسین نظام شاہ کی بہادری	107
57	ہندوؤں کے لشکر کا انتشار	107
58	رام راج کا قتل	107
59	ہندوؤں کا قتل	108
60	مال غنیمت	108
61	تمراج کا حاکم اناگندی مقرر کرنا	108
62	ہندوؤں کی خستہ حالی	108
63	علی عادل شاہ کی فتوحات	108
64	مرتضیٰ نظام شاہ کا بیجاپور پر حملہ	109
65	علی عادل کا نظام شاہی سلطنت پر حملہ	109
66	مرتضیٰ نظام شاہ کی جنگی تیاریاں	109
67	کشور خاں کے ساتھیوں کا فرار	110
68	کشور خاں اور مرتضیٰ میں جنگ	110
69	کشور خاں کی موت	110
70	عین الملک اور نور خاں کا تعاقب	110
71	علی عادل شاہ کا کودہ پر حملہ	110
72	قلعہ اودنی کی تسخیر کا خیال	110
73	حاکم اودنی کی پریشانی	111
74	قلعہ اودنی کی فتح	111
75	علی عادل شاہ اور مرتضیٰ نظام شاہ میں معاہدہ	111
76	قلعہ طورکل کا محاصرہ	111
77	قلعہ طورکل کی تسخیر	111
78	قلعہ داروا کی فتح	112
79	قلعہ بنکاپور پر لشکر کشی	112
80	بلب کا خط تنکناوری کے نام	112
81	تنکناوری کا جواب	112
82	ہندوؤں کی مخاصمانہ کاروائی	112
83	ہندوؤں کا دستور جنگ	113
84	جادوگری	113
85	مسلمانوں کی حفاظتی تدابیر	113
86	معرکہ آرائیاں	113
87	اہل قلعہ کی اطاعت	114
88	قلعہ بنکاپور پر عادل شاہی قبضہ	114
89	مصطفیٰ خاں کی عزت افزائی	114
90	جرہ اور چندر کوٹی کے قلعوں کی تسخیر کا ارادہ	114

marfat.com
Marfat.com

91	حاکم جرہ کی اطاعت	114
92	قلعہ چندر کونی کی فتح	114
93	علی عادل شاہ کی واپسی بیجاپور	115
94	مصطفیٰ خاں کا خط علی عادل شاہ کے نام	115
95	چندر کونی میں نئے قلعے کی تعمیر	115
96	علی عادل شاہ کا عزم کرور	115
97	حاکم کرور کی اطاعت	115
98	دوسرے راجاؤں کی اطاعت	116
99	سالانہ رقم کی ادائیگی	116
100	بہادر رانیاں	116
101	علی عادل شاہ کی واپسی بیجاپور	116
102	تلنگنڈہ کی تسخیر کا ارادہ	116
103	تنکنادری کا فرار	117
104	اہل شہر کی خستہ حالی	117
105	برکی امراء کی غداری	117
106	برکیوں سے جنگ	117
107	علی عادل شاہ تدبیر	118
108	ہنڈیا نایک کے خیالات	118
109	باغیوں کی بیجاپور میں آمد	118
110	باغیوں کا قتل	118
111	شہزادہ ابراہیم کی تخت نشینی	118
112	علی عادل شاہ کا کردار	118
113	جمال دوستی	119
114	وفات	119
115	تجہیز و تکفین	119
116	علی عادل شاہ کی سخاوت	119
117	شہنشاہ اکبر کے سفیر	119
	ابراہیم عادل شاہ ثانی	120
1	تخت نشینی	120
2	کامل خاں دکنی	120
3	کامل خاں کا اقتدار	120
4	غرور کا نشہ	120
5	کشور خاں کا ہنگامہ	120
6	کامل خاں کی پریشانی	121
7	گھر کا راستہ	121
8	کامل خاں دکنی کا قتل	121
9	کشور خاں کا اقتدار	121
10	عادل شاہی اور نظام شاہی لشکروں میں جنگ	121
11	عادل شاہی لشکر کی فتح	122
12	ہاتھیوں کی واپسی کا معاملہ	122
13	امراء کے مشورے	122
14	مصطفیٰ خاں کے خلاف سازش	122
15	مرزا نور الدین کی احسان فراموشی	122
16	مصطفیٰ خاں کا قتل	122
17	ایک قابل نجومی	123
18	پیشین گوئی	123
19	کشور خاں کی تباہی کی داستان	123
20	چاند بی بی کے خلاف سازش	123
21	چاند بی بی کی نظربندی	123
22	میاں بدو کی سپہ سالاری	124
23	کشور خاں کی تجویز	124
24	بدو میاں کا منصوبہ	124
25	بدو میاں کی گرفتاری	124
26	امراء کا عزم بیجاپور	124
27	کشور خاں پر لعنت ملامت	124
28	کشور خاں کا قتل	125

marfat.com
Marfat.com

29	اخلاص خاں کا اقتدار	125	57	شہزادی خدیجہ سلطان کی شادی	131
30	اخلاص خاں کی گرفتاری	125	58	ابراہیم عادل شاہ کی شادی کی تیاریاں	131
31	رہائی	126	59	جشن عشرت	132
32	طوائف الملوکی	126	60	رنگ میں بھنگ	132
33	قلعہ شاہ درک پر نظام شاہی قبضہ	126	61	نظام شاہیوں پر لشکرکشی	132
34	بیجاپور پر دشمن کی یورش	127	62	صلابت خاں کی معزولی و گرفتاری	132
35	معرکہ آرائیاں	127	63	قطب شاہیوں کا راہ راست پر آنا	132
36	عین الملک کا سیدنا مرتضیٰ سے مل جانا	127	64	جشن عروسی	132
37	حبشیوں کی حکوت سے علیحدگی	127	65	انعام و اکرام	133
38	شاہ ابوالحسن کا میر جملہ مقرر ہونا	127	66	احمد نگر کی حالت	133
39	شاہ ابوالحسن کا خط سید مرتضیٰ کے نام	127	67	رذیلوں کی خوش طالعی	133
40	سید مرتضیٰ کی عادل شاہیوں کی طرفداری	128	68	باپ بیٹوں کی دشمنی	133
41	عادل شاہی سلطنت کا استحکام	128	69	مرتضیٰ نظام شاہ کے خاتمے کی تیاریاں	133
42	دشمن کی واپسی	128	70	ابراہیم کا سفر احمد نگر	133
43	قطب شاہیوں کی شکست	129	71	میراں حسین شاہ کی تخت نشینی	134
44	ابراہیم عادل شاہ کی اقبال مندی	129	72	مرتضیٰ نظام شاہ کا قتل	134
45	دلاور خاں کا خواب	129	73	ابراہیم عادل شاہ کا پیغام میراں حسین شاہ کے نام	134
46	اخلاص خاں کی غفلت	129	74	مالابار کے راجاؤں کی نافرمانی	134
47	دلاور خاں کا فتنہ	129	75	میراں حسین شاہ کا قتل	134
48	دلاور خاں اور اخلاص خاں میں جنگ	129	76	بادشاہ کا عزم احمد نگر	135
49	قلعے کا محاصرہ	130	77	جمال خاں مہدوی کا سامنا	135
50	خانہ جنگی	130	78	جمال خاں اور ابراہیم عادل شاہ میں صلح	135
51	دلاور خاں کا غلبہ	130	79	بلبل خاں کی بہادری	135
52	دلاور خاں کے بیٹے	130	80	بلبل خاں کی توہین	135
53	ظلم و ستم	130	81	دلاور اور بلبل خان کی چپقلش	135
54	مذہب اہل سنت کا رواج	131	82	بلبل خاں کا بیان صفائی	136
55	راجگان مالا بار کی سرزنش	131	83	بلبل خاں کی عزت افزائی	136
56	نظام شاہی سے اچھے تعلقات	131	84	بلبل خاں کی نظربندی	136

marfat.com
Marfat.com

85 احمد نگر کی حالت 137
86 برہان شاہ کا ارادہ 137
87 برہان نظام شاہ کی احمد نگر پر قبضہ کرنے کی تیاریاں 137
88 جہانگیر خاں اور برہان شاہ کی جنگ 137
89 برہان شاہ اور راجہ علی خاں میں خط و کتابت 137
90 برہان شاہ کے خطوط ابراہیم عادل شاہ کے نام 138
91 برہان شاہ کا خط فرشتہ کے نام 138
92 ابراہیم عادل شاہ کا برہان شاہ کی مدد کے لئے
آمادہ ہونا 138
93 شاہ درک کو روانگی 138
94 راجہ علی خاں اور برہان نظام شاہ کے
قاصدوں کی آمد 138
95 ابراہیم عادل شاہ کی داراسنگ کو روانگی 139
96 جمال خاں مہدوی کی تدابیر 139
97 جمال خاں کی داراسنگ کو روانگی 139
97 صلح کی ناکام کوشش 139
98 جمال خاں کی پریشانی 140
100 دلاور خاں کی عاقبت نااندیشی 140
101 احساس ندامت 140
102 دلاور خاں کی ہٹ دھرمی 140
103 جنگ کی تیاریاں 140
104 جنگ کا آغاز 140
105 دلاور خاں کا فرار 141
106 ابراہیم شاہ کی روانگی شاہ درک 141
107 جمال خاں کا تعاقب 141
108 ترکی لشکریوں کی روانگی 141
109 دلاور کی تباہی کا ارادہ 142
110 عین الملک کا مشورہ 142
111 تجویز پر عمل 142
112 دلاور خاں کی عیش پرستی 142
113 عین الملک کی زمانہ سازی 143
114 دلاور شاہ پر قاتلانہ حملہ 143
115 دلاور خاں کا فرار 143
116 مذہب کا معاملہ 143
117 برہان نظام شاہ کی فتح اور جمال خاں کا قتل 144
118 ابراہیم عادل شاہ ثانی کے ابتدائی حالات 144
119 بادشاہ کا پیغام شہزادہ اسمٰعیل کے نام 144
120 شہزادہ اسماعیل کا خیال 144
121 بھائی کی محبت 144
122 شہزادہ اسمٰعیل کی بغاوت 145
123 بادشاہ کا خط اسمٰعیل کے نام 145
124 برہان شاہ نظام اور اسمٰعیل میں سازباز 145
125 عین الملک اور اسمٰعیل میں مراسم 145
126 ابراہیم عادل شاہ کا اسماعیل کی سرزنش
کے لئے فوج روانہ کرنا 146
127 قلعہ بلگوان کا محاصرہ 146
128 عین الملک کی طلبی کا فرمان 146
129 عین الملک کا بیجاپور پہنچنا 146
130 بادشاہ کا نقطہ نظر 146
131 عین الملک شاہی دربار میں 146
132 شاہی عنایات عین الملک پر 146
133 عین الملک کی روش 147
134 حیات خاں اور عین الملک میں سخت کلامی 147
135 حیات خاں کی گرفتاری 147
136 عین الملک کی علانیہ بغاوت 147
137 عین الملک کا خط برہان نظام شاہ کے نام 147

marfat.com
Marfat.com

138	عین الملک کی خوشی	148
139	ملابار کے ہندوؤں کا فتنہ	148
140	الیاس خاں اور محمد خاں رومی کی گرفتاری	148
141	اسمٰعیل چترشاہی کے سائے میں	148
142	باغیوں کی سرزنش کا انتظام	148
143	عین الملک کا قتل	149
144	شہزادہ اسمٰعیل کی گرفتاری	149
145	شہزادے کا قتل	149
146	نمک حراموں کا قتل	149
147	انعام و اکرام	149
148	برہان نظام شاہ کی پریشانی	150
149	شاہ نواز خاں کے حالات	150
150	علم و فضل	150
151	زیارت مقامات مقدسہ	150
152	مورخ فرشتہ کی بادشاہ سے ملاقات	151
153	شاہ نواز خاں کا وکیل مطلق مقرر ہونا	151
154	ملک کے حالات سے بادشاہ کی آگاہی	151
155	بادشاہ کی فارسی دانی	151
156	شاہی محل کی تعمیر	152
157	میرزا علاؤ الدین دیسہ کی پیدائش	152
158	شاہانہ سواری	152
159	بادشاہ شاہنواز کے گھر میں	152
160	جشن عیش و عشرت	153
161	خواجہ معین الدین محمد	153
162	مفسدوں کی بیخ کنی	153
163	رائے کرناٹک کی پریشانی	153
164	عالی شاہ کا مشورہ	154
165	برہان نظام شاہ کے نام پیغام	154
166	عادل شاہی مقبوضات پر برہان کا حملہ	154
167	اوزبک کا قتل	154
168	نظام شاہی لشکر میں انتشار	154
169	برہان نظام شاہ کی وفات	155
170	امرائے نظام شاہی کی عاقبت نااندیشی	155
171	ابراہیم عادل شاہ کی لشکر کشی	155
172	نظام شاہی امراء کی جنگ کی تیاریاں	155
173	عادل شاہی لشکر کی ترتیب	156
174	عادل شاہی فوج کی ظاہری شکست	156
175	سنبل خاں خواجہ سرا اور ابراہیم نظام شاہ میں مقابلہ	156
176	ابراہیم نظام شاہ کا قتل	157
177	ایک عجیب و غریب واقعہ	157
178	بادشاہ کا استقبال	157
179	حسن اتفاق	157
180	ابراہیم عادل شاہ کا حسن اخلاق	157
181	انعام و اکرام	158
182	حضرت محمدؐ کے موئے مبارک کی زیارت	158
183	میر محمد صالح کی تعظیم و تکریم	158
184	میر صاحب کی خواہش	158
185	احمد نگر کی حالت	159
186	شہزادہ مراد کا ورود احمد نگر	159
187	شہزادہ مراد کا قلعے کو حاصل کرنے کا ارادہ	159
188	امرائے احمد نگر کے اختلافات	159
189	اختلافات کا خاتمہ	160
190	نظام شاہی امراء کی حمایت	160
191	دکنی فوج کا متحدہ لشکر	160
192	امرائے اکبری کے مشورے	160
193	نقب کی تیاری	161

marfat.com
Marfat.com

194 اہل قلعہ کی مستعدی 161

195 خان خاناں کا مشورہ 161

196 صلح 152

197 حبشی اور دکنی امراء کی علیحدگی 162

فرمانروایان احمد نگر یعنی سلاطین نظام شاہی 163

احمد نظام شاہ 164

1 ملک نائب کے آبا واجداد 164

2 ملک حسن بحری 164

3 اقتدار میں اضافہ 164

4 طرفداری تلنگانہ 164

5 ملک احمد کا تقرر 164

6 مرہٹوں کی نافرمانی 164

7 قلعہ بثیر کی فتح 165

8 کوکن کے علاقے پر قبضہ 165

9 ملک احمد کی بہادری 165

10 یوسف عادل شاہ اور احمد نظام شاہ میں دوستانہ مراسم 165

11 زین الدین علی تالش کے نام پیغام 154

12 شیخ مودی کا جنیر پر حملہ 166

13 زین الدین علی پر احمد کا حملہ 166

14 قلعہ جالنہ کی فتح 166

15 شیخ مودی اور نصیر الملک میں لڑائی 166

16 نصیر الملک کی شکست 166

17 احمد نظام شاہ کی فتح 167

18 احمد نظام شاہ کا بیدر پر حملہ 167

19 نامزد امراء کے متعلقین کار کی گرفتاری 167

20 نامزد امراء کا پیغام 167

21 سلطان محمود شاہ کا پیغام اپنے امراء کے نام 167

22 امراء کا جواب 168

23 جہانگیر خاں کی نامزدگی 168

24 جہانگیر کا پٹکاپور پہنچنا 168

25 شاہی فوج کی غفلت 168

26 شاہی لشکر کی تباہی 168

27 باغ نظام 169

28 احمد نظام شاہ کے نام کا خطبہ و سکہ 169

29 خطبے کی منسوخی 169

30 چتر کا عام استعمال 169

31 احمد نظام کے نام کے خطبے کا دوبارہ راج 169

32 قلعہ وندا راجپوری پر قبضہ 170

33 قلعہ دولت آباد کی تسخیر کا خیال 170

34 ملک وجیہ اور ملک اشرف 170

35 ملک وجیہ سے احمد نظام شاہ کی بہن کی شادی 170

36 ملک وجیہ کا قتل 170

37 ملک اشرف کی حکمرانی 170

38 دولت آباد کی طرف احمد نظام شاہ کی روانگی 171

39 امیر قاسم برید کا پیغام 171

40 قلعہ بیدر کا محاصرہ 171

41 احمد نگر کی بنیاد 171

42 دولت آباد پر حملے 171

43 حاکم برہان پور سے تعلقات 171

44 سلطان محمود گجراتی کا ملک اشرف کی مدد کے

45 لئے آمادہ ہونا 172

46 احمد نظام شاہ کا عزم برہان پور 172

47 نصیر الملک کا خط محمود شاہ گجراتی کے نام 172

marfat.com
Marfat.com

48	احمد نظام شاہ کی چال	172
49	نظام شاہی لشکر کا گجراتیوں پر حملہ	173
50	گجراتیوں کی حالت	173
51	محمود گجراتی کی پریشانی	173
52	دکنی لشکر کی واپسی	173
53	فریقین میں صلح	174
54	ملک اشرف کا خط محمود گجراتی کے نام	174
55	محمود گجراتی کی دولت آباد کو روانگی	174
56	احمد نظام شاہ کی احمد نگر کو واپسی	174
57	دولت آباد کے شہریوں کی درخواستیں	
	نظام شاہ کے نام	174
58	ملک اشرف کی موت	175
59	قلعہ دولت آباد پر قبضہ	175
60	قلعہ شورا وغیرہ کی فتح	175
61	برہان پور میں ہنگامہ	175
62	محمود گجراتی کی خواہش	175
63	احمد نظام شاہ کا خط محمود گجراتی کے نام	176
64	محمود گجراتی کا جواب	176
65	نصیر الملک کی وفات	176
66	احمد نظام شاہ کی موت	176
67	احمد نظام شاہ کا کردار	176
68	طہارت نفس	176
69	سپاہیوں کی ہمت افزائی	177
70	شمشیر زنی کا رواج	177
71	ایک چشم دید واقعہ	178
	برہان نظام شاہ بن احمد نظام شاہ بحری	179
1	تخت نشینی	179
2	عزیز الملک کی بے اعتدالیاں	179
3	امراء کی تدبیر	179
4	شہزادہ جیو کی گم شدگی	179
5	قلعے میں واپسی	179
6	برہان نظام شاہ کی تعلیم و تربیت	179
7	مخالف امراء کا فرار	180
8	عماد الملک اور تکمل خاں میں مقابلہ	180
9	عماد الملک کی شکست	180
10	عماد الملک کا تعاقب	180
11	قصبہ پاتری کا قضیہ	180
12	عماد الملک کی ہٹ دھرمی	181
13	پاتری کی فتح	181
14	جوانی کی دیوانگی	181
15	تکمل خان کی سبکدوشی	181
16	تکمل خاں کا انتقال	181
17	شاہ طاہر کی آمد	181
18	برہان نظام شاہ اور بی بی مریم کی شادی	182
19	قلعہ شولاپور کی فتح کی تیاریاں	182
20	معرکہ آرائی	182
21	نظام شاہیوں کی ناکامی	182
22	پاتری کا قضیہ	182
23	پاتری کے برہمن	183
24	قلعہ ماہور کی فتح	183
25	عماد الملک اور محمد شاہ فاروقی کی پسپائی	183
26	حاکم گجرات کا عزم دکن	183
27	برہان نظام شاہ کا خط بابر کے نام	183
28	سلطان قلی قطب شاہ اور اسمٰعیل عادل شاہ	
29	سے مدد کی درخواست	184

marfat.com
Marfat.com

30 سلطان بہادر سے عماد الملک کی درخواست 184
31 امیر برید کا ہنگامہ 184
32 سلطان بہادر کا غصہ 184
33 گجراتیوں اور دکنیوں میں معرکہ 184
34 برہان نظام شاہ کی والدہ کا انتقال 184
35 سلطان بہادر احمد نگر میں 185
36 گجراتی لشکر میں زبردست قحط 185
37 سلطان بہادر کا بھیانک خواب 185
38 روحوں کا اثر 185
39 سلطان بہادر کا دولت آباد پہنچنا 185
40 برہان نظام شاہ کے لئے اسمٰعیل عادل شاہ کی امداد 185
41 شیخ جعفر کی معزولی اور کانو نوسی کا تقرر 186
42 برہان نظام شاہ دولت آباد میں 186
43 گجراتیوں سے لڑائی 186
44 برہان نظام شاہ اور امیر برید کا فرار 186
45 میراں محمد شاہ اور عماد الملک سے دوستانہ مراسم 186
46 سلطان بہادر کی شکایت 186
47 خداوند خاں کا جواب 187
48 گجراتیوں کی رائے 187
49 سلطان بہادر کی واپسی 187
50 سلطان بہادر کی خفگی 187
51 سلطان بہادر شاہ طاہر کی ملاقات 187
52 شاہ صاحب کی تعظیم و تکریم 188
53 عالمانہ صحبت 188
54 سلطان بہادر کی عظمت و شوکت 188
55 میراں محمد شاہ کی خوش اسلوبی 188
56 برہان نظام شاہ کی برہان پور کو روانگی 188
57 موضع جا نکدیوی میں قیام 188
58 شاہ طاہر سے مشورہ 189
59 ایک موزوں تدبیر 189
60 برہان نظام اور سلطان بہادر کی ملاقات 189
61 آغاز گفتگو 189
62 شاہ طاہر کی تعظیم 189
63 سوال و جواب 190
64 اظہار مسرت 190
65 محبت کا برتاؤ 190
66 گھوڑے کی سواری 190
67 انعام و اکرام 190
68 چوگان بازی 190
69 مزید التفات 191
70 برہان نظام شاہ کی واپسی اور دولت آباد میں قیام 191
71 تازہ فتوحات 191
72 قلعہ کلیان اور قندھار پر اسمٰعیل عادل شاہ کا حملہ 191
73 اسمٰعیل عادل شاہ کا خط برہان نظام شاہ کے نام 191
74 عادل شاہی سرحد کی طرف روانگی 192
75 نظام شاہیوں اور عادل شاہیوں میں جنگ 192
76 اسمٰعیل عادل شاہ اور برہان نظام شاہ کی ملاقات 192
77 اسمٰعیل عادل شاہ کا انتقال 192
78 برہان نظام شاہ کا شیعہ مذہب اختیار کرنا 192
79 شاہ طاہر کا مشورہ 192
80 علماء کا بحث و مباحثہ 193
81 برہان نظام شاہ کا اظہار تعجب 193
82 شاہ طاہر کا مذہب 193
83 مذہب شیعہ کا عام رواج 193
84 اماموں کے نام خطبہ 193
85 اہل سنت میں غم و غصہ کی لہر 193

marfat.com
Marfat.com

86 برہان نظام کے خلاف سازش 193
87 احمد نگر میں ہنگامہ 194
88 برہان نظام شاہ کی پریشانی 194
89 باغیوں کی سرکوبی 194
90 ملا پیر محمد کی گرفتاری 194
91 ملا کی رہائی اور بحالی 194
92 لنگر خانہ دروازہ امام 194
93 فاضل عالموں کا احمد نگر میں اجتماع 195
94 احمد نگر--- علم کی جنت 195
95 مذہبی تعصب 195
96 برہان نظام شاہ کی درخواست ہمایوں کے نام 195
97 عادل شاہیوں سے جنگ اور برہان نظام شاہ کی فتح 195
98 برہان نظام شاہ اور ابراہیم عادل شاہ کے
99 درمیان مزید معرکہ آرائیاں 196
100 بیجاپور پر نظام شاہ کا حملہ 196
101 مرج و کلہر وغیرہ کی تباہی 196
102 ابراہیم عادل شاہ کا فرار 196
103 برہان کی احمد نگر کو واپسی 196
104 شاہ طاہر کا گولکنڈہ جانا 196
105 ابراہیم عادل شاہ کی مصالحانہ روش 197
106 شہنشاہ ایران کے قاصدوں کی آمد 197
107 ایرانی قاصد کی گستاخی 197
108 عادل شاہیوں سے جنگ 197
109 علی برید کی طرف مایوسی 197
110 قلعہ اوسہ کا محاصرہ 198
111 دشمن سے مقابلہ اور قلعے کی فتح 198
112 مزید فتوحات 198
113 عادل شاہی امراء کا خط برہان نظام شاہ کے نام 198
114 بیجانگر کو روانگی 198
115 شاہ طاہر کا انتقال 198
116 قلعہ کلیان پر لشکر کشی 198
117 برکی امراء کی شورشیں 199
118 ابراہیم عادل شاہ کی آمد 199
119 برہان نظام شاہ کی پریشانی 199
120 شاہ جعفر اور قاسم بیگ کی رائے 199
121 دیوپال سے مشورہ 199
122 دیوپال اور عین الملک کی گفتگو 199
123 دیوپال کی تدبیر 200
124 سپاہیوں میں روپے کی تقسیم 200
125 عادل شاہیوں پر حملہ 200
126 برہان نظام شاہ کی فتح 200
127 قلعہ کلیان پر نظام شاہ کا قبضہ 200
128 برہان نظام شاہ کی روانگی 201
129 قلعہ پرندہ پر نظام شاہی قبضہ 201
130 رام راج اور برہان نظام شاہ میں دوستانہ مراسم 201
131 شولا پور کی فتح 201
132 گلبرگہ کی فتح کا ارادہ 201
133 بیجاپور کو روانگی 201
134 برہان نظام شاہ کی بیماری 202
135 وفات 202
136 تاریخ وفات 202
137 اولاد 202

حسین نظام شاہ بن برہان نظام شاہ 203

1 تخت نشینی اور شہزادہ عبدالقادر کی مخالفت 203
2 بھائیوں میں اختلافات 203

marfat.com
Marfat.com

3 دکنی امراء کی عبدالقادر سے علیحدگی 203
4 شہزادہ عبدالقادر کا فرار اور انتقال 203
5 امن و اطمینان کا دور دورہ 203
6 سیف عین الملک کا فرار 203
7 خواجہ جہاں کا ارادہ 204
8 حسین نظام شاہ کا محبت نامہ خواجہ جہان کے نام 204
9 حسین نظام شاہ کا عزم پرندہ 204
10 قلعہ پرندہ پر قبضہ 204
11 ابراہیم عادل شاہ کا ارادہ 204
12 عماد الملک سے مدد کی درخواست 204
13 حسین نظام شاہ کی شولا پور کو روانگی 204
14 خونریزی 205
15 نظام شاہیوں کی بہادری 205
16 سیف عین الملک کی بہادری 205
17 حسین نظام شاہ کی اولو العزمی 205
18 ایک من گھڑت خبر 205
19 سیف عین الملک کی جنگ سے دستبرداری 205
20 حسین نظام شاہ کی احمد نگر کو واپسی 205
21 عین الملک نظام شاہی حدود میں 206
22 حسین نظام شاہ کا خط عین الملک کے نام 206
23 عین الملک کی شرائط 206
24 قاسم بیگ کی بیماری 206
25 حسین نظام کا پیغام عین الملک کے نام 206
26 بادشاہ سے ملاقات کے لئے روانگی 207
27 قبول خان کی دانش مندی 207
28 عین الملک کا استقبال 207
29 عین الملک کی گرفتاری 207
30 عین الملک اور صلابت خاں کا قتل 207
31 قبول خاں کی روانگی 207
32 قبول خاں کے معرکے 208
33 قبول خاں کے مقبولیت 208
34 خوش اعتقادی 208
35 عین الملک کے حالات 208
36 لشکر کی فراہمی 208
37 کردار کی بلندی 208
38 کامیاب زندگی 209
39 شاہ حیدر کی احمد نگر میں آمد 209
40 گلبرگہ کی فتح کیلئے حسین نظام شاہ کی کوشش 209
41 حسین نظام شاہ اور ابراہیم قطب شاہ گلبرگہ میں 209
42 قلعے کا محاصرہ 209
43 ابراہیم قطب شاہ کی علیحدگی 209
44 حسین نظام شاہ کی ناکامی 209
45 ملا عنایت کا فرار 210
46 قاسم بیگ کی معزولی، نظربندی اور بحالی 210
47 علی عادل شاہ کا ارادہ 210
48 قلعہ ریگ و ندہ کی مہم 210
49 قلعہ جالنہ پر قبضہ 210
50 علی عادل شاہ کی احمد نگر کی طرف آمد 210
51 شاہ حسن انجو سے مشورہ 210
52 شاہ حسن کی صاف گوئی 211
53 دشمن کا نواح احمد نگر میں پہنچنا 211
54 حسین نظام شاہ کی پٹن کو روانگی 211
55 خاں جہاں کا فتنہ 211
56 خاں جہاں کی شکست 211
57 احمد نگر میں ہنگامہ 211
58 قطب شاہ کا احترام 211

imarfat.com
Marfat.com

59 ملا عنایت کی عاقبت اندیشی 211
60 جہاں گیر خاں دکنی کی کارروائی 212
61 رام راج اور عادل شاہ کا منصوبہ 212
62 رام راج کی شرائط 212
63 جہانگیر خاں دکنی کا قتل 212
64 رام راج کا تکبر 212
65 نفرت کا اظہار 213
66 چپقلش کا خاتمہ 213
67 قلعہ احمد نگر کی تعمیر 213
68 بی بی خدیجہ کی شادی 213
69 حسین نظام شاہ اور قطب شاہ میں اتحاد 213
70 قلعہ کلیان کی فتح کا خیال 213
71 ابراہیم قطب شاہ کی بی بی جمال سے شادی 213
72 قلعہ کلیان کا محاصرہ 214
73 قلعے کے محاصرہ سے دست برداری 214
74 جنگ کی تیاریاں 214
75 خوفناک بارش 214
76 حسین نظام شاہ کی اپنی قیام گاہ پر واپسی 214
77 قطب شاہ پر دشمن کا حملہ 214
78 مصطفیٰ خاں اردستانی کی بہادری 214
79 حسین نظام شاہ کا اپنے امراء سے مشورہ 215
80 امراء کی رائے 215
81 احمد نگر کو واپسی 215
82 حسین نظام شاہ کا تعاقب 215
83 پابندی نماز 215
84 اہل تعاقب کی واپسی 215
85 جنیر کو روانگی 216
86 احمد نگر میں دشمن کی آمد 216
87 حسین نظام شاہ کا تعاقب 216
88 حسین نظام شاہ کی جنیر سے روانگی 216
89 زبردست سیلاب 216
90 رام راج کے لشکر کی تباہی 217
91 رام راج کی واپسی 217
92 رام راج کی ہوس 217
93 مرتضیٰ خاں انجو کی حرکت 217
94 مرتضیٰ خاں اور نظام شاہیوں میں جنگ 217
95 نظام شاہیوں کی شکست 217
96 ایک حبشی غلام کا واقعہ 217
97 مرتضیٰ خاں کی گرفتاری 218
98 حسین نظام شاہ کی شولا پور کو روانگی اور واپسی 218
99 قیدیوں کی رہائی 218
100 جنگ سے کنارہ کشی 218
101 فرمانرواؤں کی باہمی دوستی 218
102 رام راج کی تباہی کی تیاریاں 218
103 رام راج کا جاہ و جلال 219
104 رام راج کے لشکر کی تیاری 219
105 لشکر کی ترتیب 219
106 مسلمانوں کا لشکر 219
107 آغاز جنگ 219
108 رام راج اور لشکر کی دلداری 219
109 رام راج کا حملہ 220
110 دوبارہ گولہ باری 220
111 ہاتھیوں کی لڑائی 220
112 رام راج کی گرفتاری 220
113 رام راج کا قتل 220
114 مسلمانوں کی عظیم الشان فتح 220

marfat.com
Marfat.com

115 بیجا نگر کی تباہی 221
116 مسلمان بادشاہوں کی واپسی 221
117 حسین نظام شاہ کا انتقال 221
118 اولاد 221

مرتضٰی نظام شاہ بن حسین نظام شاہ المشہور بہ دیوانہ 222

1 تخت نشینی اور شیعہ مذہب کی ترقی 222
2 خلل دماغ 222
3 امن و اطمینان 222
4 مرتضٰی نظام شاہ کی والدہ کے اختیارات 222
5 مرتضٰی نظام شاہ کی بے فکری 222
6 علی عادل شاہ کا ارادہ 222
7 مرتضٰی نظام شاہ کی روانگی بیجا نگر 223
8 علی عادل شاہ سے صلح 223
9 برار پر حملہ 223
10 قلعہ کندالہ پر عادل شاہی قبضہ 223
11 کشور خاں کا اقتدار 223
12 ملکہ کی شکایت 223
13 مصاحبوں کی رائے 223
14 ملکہ کی گرفتاری کا منصوبہ 224
15 انکشافِ راز 224
16 شاہ جمال کی گرفتاری 224
17 غیر ملکی امراء کا فرار 224
18 ملکہ کا پیغام 224
19 قاسم بیگ کی حبشی امراء سے ملاقات 224
20 حبشی امراء کی گجرات کو روانگی 225
21 تعاقب 225
22 کمال الدین کی گرفتاری 225
23 قاسم بیگ کی وفات 225
24 ملا عنایت اللہ کی نظر بندی 225
25 ملکہ کی گرفتاری کی سازش 225
26 شکار کا ارادہ 226
27 روانگی 226
28 گردشِ تقدیر 226
29 حبشی خاں اور ملکہ کی ملاقات 226
30 ملکہ کی گرفتاری 226
31 شاہانہ نوازشیں 226
32 عین الملک اور تاج خاں کا تعاقب 227
33 کشور خاں کی تباہی 227
34 قلعہ دارور کی فتح کا تفصیلی بیان 227
35 امراء کا مشورہ 227
36 بادشاہ کا دلاورانہ جواب 227
37 قلعے کی طرف پیش قدمی 227
38 آتش بازی 228
39 اہل قلعہ کی خاموشی 228
40 کشور کی موت 228
41 عادل شاہی امیروں کی لشکر کشی 228
42 معرکہ جنگ اور دشمن کی شکست 228
43 بیجا پور کی فتح 228
44 مرتضٰی نظام شاہ اور شاہ ابو الحسن کی ملاقات 229
45 قطب شاہ کی منافقت کی کیفیت 229
46 قطب شاہ کا فرار 229
47 شہزادہ عبد القادر کی تجویز 229
48 شہزادہ عبد القادر کی موت 228
49 ملا عنایت اللہ کا قتل 230
50 ابراہیم قطب شاہ کی ناراضگی 230

marfat.com
Marfat.com

51 خان خاناں کی معزولی 230

52 قلعہ ریکندہ پر حملہ 230

53 محاصرے کی طوالت 230

54 دکنی امیروں کی نادانی 230

55 اہل قلعہ کی پریشانی 231

56 عیسائیوں کی تدبیر 231

57 حبشی امراء کی غداری 231

58 شاہ جمال حسین کی غفلت 231

59 مسلمانوں کی کشتی پر عیسائیوں کا قبضہ 231

60 دو قیدی نوجوان 231

61 عیسائیوں کی مجلس مشاورت 232

62 رستم اور شمشیر کی رہائی 232

63 مرتضیٰ نظام شاہ کو اصل حقائق سے واقفیت 232

64 شاہ جمال سے بادشاہ کی ناراضگی 232

65 ترک محاصرہ 232

66 امرائے کبار کی گرفتاری 232

67 خواجہ میرک کی عزت افزائی 232

68 چنگیز خاں کی قابلیت 233

69 عادل شاہ اور مرتضیٰ نظام شاہ میں ملاقات 233

70 برار پر لشکر کشی 233

71 شمشیر الملک کی رائے 233

72 جنگ کی تیاریاں 233

73 نظام شاہی مقدمۃ الجیش کی پسپائی 234

74 چنگیز خاں کی کارروائی 234

75 معرکہ آرائی 234

76 تفال خاں کی شکست 234

77 برار کی رعایا کی اطاعت 234

78 تفال خاں کا تعاقب 234

79 میر موسیٰ مازندرانی سے ملاقات 234

80 بارہ ہزار ہون کا مطالبہ 235

81 چنگیز خاں کی درخواست 235

82 سید صاحب کا اصرار 235

83 دشمن کی موقع شناسی 235

84 مرتضیٰ نظام شاہ کا خط حاکم خاندیش کے نام 235

85 تفال خاں کا خط شہنشاہ اکبر کے نام 235

86 قلعہ پرتالہ کا محاصرہ 236

87 شہنشاہ اکبر کا پیغام مرتضیٰ نظام شاہ کے نام 236

88 شہنشاہ اکبر کے قاصد سے بدسلوکی 236

89 تسخیر قلعہ کی کوشش 236

90 شہزادہ حسین کی پیدائش 236

91 احمد نگر کو واپسی کا ارادہ 236

92 ایک ہندوستانی تاجر 236

93 چنگیز خاں کی ہندوستانی تاجر سے شرط 237

94 چنگیز خاں کی تجویز 237

95 قلعے کے محافظوں سے ساز باز کا خیال 237

96 قلعے میں نظام شاہیوں کا داخلہ 237

97 تفال خاں کا فرار 237

98 چنگیز خاں کا اعزاز 237

99 گرفتاریاں 237

100 فتح بیدر کا خیال 238

101 محمد شاہ فاروقی کی برار کو روانگی 238

102 مرتضیٰ نظام شاہ کے نام خطوط 238

103 بادشاہ کی برار کو روانگی 238

104 چنگیز خاں قلعہ اسیر کی طرف 238

105 دشمن سے جنگ اور کامیابی 238

106 برہان پور کی تباہی 238

marfat.com

Marfat.com

107	میرزا اصفہانی کی آمد	239
108	چنگیز خاں کی خواہش	239
109	صاحب خاں سے ساز باز	239
110	صاحب خاں اور چنگیز خاں کی مخالفت	239
111	بادشاہ سے چنگیز خاں کی شکایت	239
112	صاحب خاں کی نئی چال	239
113	چنگیز خاں سے بادشاہ کی برگشتگی	240
114	چنگیز خاں کا امتحان	240
115	چنگیز خاں کے خلاف سازش	240
116	عالم نزع میں بادشاہ کے نام خطوط	240
117	چنگیز خاں کی ہلاکت	240
118	بادشاہ کی پشیمانی	241
119	نئے تقرر	241
120	بادشاہ کی ایک اہم تقریر	241
121	مکمل علیحدگی	241
122	قہر الٰہی کا خوف	241
123	گوشہ نشینی	241
124	شاہ قلی کا تقرر	242
125	اکبر بادشاہ سرحد مالوہ پر	242
126	مرتضیٰ نظام شاہ کا اکبر بادشاہ سے جنگ کرنے کا ارادہ	242
127	امراء کی درخواست	242
128	مرتضیٰ نظام شاہ کا جواب	242
129	احمد نگر کو واپسی	242
130	صاحب خاں کا اقتدار	243
131	امام رضا کے آستانے کی زیارت کا شوق	243
132	وضع فقیرانہ	243
133	دنیائے فانی سے نفرت	243
134	احمد نگر کو واپسی	243
135	صاحب خاں کی بے اعتدالیاں	243
136	میر مہدی کے گھر پر حملہ	243
137	میر مہدی کا قتل	244
138	سید مرتضیٰ سبزواری کی آمد	244
139	صاحب خاں کی خود سری	244
140	صاحب خاں اور حسین خاں کی لڑائی	244
141	غریبوں کے قتل کا حکم	244
142	معرکہ آرائی	244
143	بادشاہ کو اطلاع	244
144	غریبوں سے جنگ کا حکم	245
145	غریب امراء کی روانگی	245
146	غریبوں کا قتل عام	245
147	اراکین سلطنت کا عریضہ	245
148	بادشاہ کی اصل حقیقت سے آگاہی	245
149	صلابت خاں کا فرار	245
150	صلابت خاں کی عزت افزائی	246
151	قاضی بیگ کی گرفتاری	246
152	قاضی بیگ کے بارے میں بادشاہ کی رائے	246
153	صلابت خاں کا اقتدار	246
154	صاحب خاں بیدر میں	246
155	مرتضیٰ نظام شاہ اور صاحب خاں کی ملاقات	246
156	بیدر کا محاصرہ	247
157	نظام شاہ کی احمد نگر کو واپسی	247
158	شہزادہ برہان احمد نگر میں	247
159	صاحب خاں کی پٹن کو روانگی	247
160	شہزادہ برہان کی شکست اور فرار	247
161	صاحب خاں کی طلبی	247

marfat.com
Marfat.com

162 صاحب خاں کا قلعہ ونجی پر حملہ 247
163 بحری خاں کا فرار 248
164 صاحب خاں کے خلاف کارروائی 248
165 صاحب خاں سے امیروں کی ملاقات 248
166 صاحب خاں کا قتل 248
167 بادشاہ کے نام سید مرتضٰی کا عریضہ 248
168 صلابت خاں کی خوش انتظامی 249
169 عمارات کی تعمیر کا شوق 249
170 "فرح بخش" کی تعمیر نو 249
171 عادل شاہی علاقوں پر قبضہ کا خیال 249
172 فریقین کا آمنا سامنا 249
173 عادل شاہیوں کا حملہ 249
174 سید مرتضٰی کا خط صلابت خاں کے نام 250
175 سید مرتضٰی کی سپہ سالاری 250
176 قلعہ شاہ ورک کا محاصرہ 250
177 محمد آقا ترکمان کی ثابت قدمی 250
178 بیجا پور کی فتح کا خیال 250
179 بیجا پور کا محاصرہ اور ناکامی 250
180 شہزادہ حسین کی شادی کی بات چیت 251
181 جمشید خاں کو بیجا پور جانے کا حکم 251
182 سید مرتضٰی اور صلابت خاں کے اختلافات 251
183 نئی دوستی 251
184 صلابت خان اور سید مرتضٰی میں جنگ 251
185 مرتضٰی نظام شاہ کو معزول اور صلابت خاں کو قتل کرنے کی کوششیں 251
186 میراں حسین کی شادی 252
187 بادشاہ اکبر کا تسخیر دکن کا ارادہ 252
188 چاند بی بی کی احمد نگر میں آمد 252
189 قلعہ شولا پور کی واپسی کا مطالبہ 252
190 میرزا نظیری سپہ سالار کے عہدے پر 252
191 مقابلے کی تیاریاں 252
192 عزیز کوکہ کی واپسی 252
193 معاملے کا خاتمہ 252
194 فتحی شاہ کا اقتدار 253
195 ملاؤں کا قصہ 253
196 نقلی ملائیں 253
197 جواہرات کا معائنہ 253
198 جواہرات نذر آتش 253
199 "بادشاہ کا لقب "دیوانہ" 253
200 شہزادہ میراں حسین کے قتل کا ارادہ 253
201 ابراہیم عادل شاہ سرحد نظام شاہی پر 254
202 صلابت خاں سے خفگی 254
203 قید کے لئے قلعے کا تعین 254
204 صلابت خاں کی نظر بندی 254
205 قاسم بیگ اور میرزا محمد تقی کا تقرر 254
206 جشن مسرت 254
207 بیٹے کے قتل کا دوبارہ ارادہ 254
208 آتش زدگی 255
209 شہزادے کا بچ نکلنا 255
210 فتحی خاں سے باز پرس 255
211 قاسم بیگ اور محمد تقی کی گرفتاری 255
212 سلطان حسین شیرازی کا تقرر 255
213 سلطان حسین کا پیغام دلاور خاں کے نام 255
214 میرزا خاں کا تقرر 255
215 میرزا خاں کا دانورہ میں قیام 256
216 مورخ فرشتہ نظام شاہی لشکر میں 256

marfat.com
Marfat.com

217 بادشاہ کا نیا فرمان 256
218 مورخ فرشتہ کا فرار اور اس کا تعاقب 256
219 مورخ فرشتہ بارگاہ شاہی میں 256
220 مورخ فرشتہ کے بیان کی تصدیق 256
221 مورخ فرشتہ کی رائے ۔۔ پہلا طریقہ 256
222 بادشاہ کی ناسازی طبیعت 257
223 دوسرا طریقہ 257
224 امراء کی طلبی کا حکم 257
225 مورخ فرشتہ سے بادشاہ کی ملاقات 257
226 قلعے میں قیام کا فیصلہ 257
227 احمد نگر میں میرزا خاں کی آمد 257
228 قتل و غارت گری 258
229 شہزادے کی باپ سے گستاخی 258
230 میراں نظام شاہ کا سفاکانہ حکم 258
231 مرتضیٰ نظام شاہ کا انتقال 258

میراں حسین بن مرتضیٰ نظام شاہ 259

1 میرزا خاں کا اقتدار 259
2 میراں حسین کی بری عادتیں 259
3 میرزا خاں کی گرفتاری 259
4 رہائی اور عزت افزائی 259
5 شاہ قاسم اور اس کے متعلقین کا قتل 259
6 میرزا خاں کی شکائتیں 259
7 میرزا کے قتل کی سازش 260
8 آقا میر شیروانی 260
9 بیماری کا بہانہ 260
10 میراں حسین کی گرفتاری 260
11 شہزادہ اسمٰعیل کی تخت نشینی 260
12 جمال خاں مہدوی کا ہنگامہ 260
13 جمال خاں کی منادی 261
14 اہل دکن کا اشتعال 261
15 جمال خاں کے قلعے پر دھاوا 261
16 معرکہ آرائی 261
17 میراں حسین کا قتل 261
18 جمال خاں کی تقریر 261
19 اہل قلعہ کے نام پیغام 262
20 تجاہل عارفانہ 262
21 آتش زدگی 262
22 میرزا خان کا فرار 262
23 غریبوں کا قتل 262
24 لاشوں کی بے حرمتی 262
25 غریبوں پر مزید مظالم 262
26 میرزا خان کی گرفتاری اور قتل 263
27 جمشید خاں شیرازی وغیرہ کا قتل 263
28 مصیبت کا خاتمہ 263
29 میراں حسین کی مدت حکومت 263
30 برا انجام 263

اسمٰعیل نظام شاہ بن برہان نظام شاہ 264

1 برہان نظام شاہ اور اس کے بیٹے 264
2 اسمٰعیل کی تخت نشینی 264
3 مہدوی مذہب اور اسمٰعیل 264
4 مہدویوں کی جاں نثاری 264
5 صلابت خاں اور دلاور خاں کا عزم احمد نگر 264
6 صلابت خان اور جمال خان میں جنگ 264
7 عادل شاہیوں سے صلاح 265
8 غریبوں کا خروج 265
9 مورخ فرشتہ بیجاپور میں 265

marfat.com
Marfat.com

10 صلابت خان کا انتقال 265
11 برہان شاہ کو اکبر کا مشورہ 265
12 برہان شاہ کا جواب 265
13 دکن کو روانگی 266
14 برہان شاہ اور جہانگیر خاں حبشی کا معرکہ 266
15 فراہمی لشکر 266
16 مہدیوں کا فیصلہ 266
17 عادل شاہی لشکر کی شکست 266
18 جمال خاں کی برار کو روانگی 266
19 عادل شاہ کی کارروائی 266
20 مہدوی لشکری کی پریشانی 266
21 پانی کی نایابی 267
22 پانی کی فراہمی 267
23 فریقین کا آمنا سامنا 267
24 اسمٰعیل نظام شاہ کا فرار 267
25 برہان نظام شاہ کی فتح 267

برہان نظام شاہ بن حسین نظام شاہ 268

1 ایام اسیری 268
2 برہان نظام شاہ احمد نگر میں 268
3 مرتضیٰ نظام شاہ کی آمد 268
4 دوا فروش سے گفتگو 268
5 برہان نظام شاہ سے اسکے ساتھیوں کی علیحدگی 268
6 جنگ میں برہان نظام شاہ کی شکست اور فرار 269
7 برہان نظام شاہ کی احمد نگر میں دوبارہ آمد 269
8 واپسی 269
9 برہان اکبر بادشاہ کی خدمت میں 269
10 دکن کو واپسی اور حکمرانی 269
11 مہدوی مذہب کی بیخ کنی 269
12 شیعہ مذہب کا رواج 269
13 عادل شاہ کا پیغام 270
14 پیغام کا نازیبا جواب 270
15 ہاتھیوں کی واپسی کا مطالبہ 270
16 عادل شاہی علاقے پر لشکر کشی 270
17 بلند عزائم 270
18 نئے قلعہ کی تعمیر کا کام 270
19 برسات کا موسم 270
20 دلاور خاں کی خام خیالی 271
21 دلاور کی بیجاپور کو روانگی 271
22 عادل شاہی لشکر کی روانگی 271
23 برہان نظام شاہ کا اقدام 271
24 دریا میں طغیانی 271
25 برگی امراء کی یورش 271
26 عادل شاہیوں کے حوصلے 271
27 نظام شاہیوں کی شکست 272
28 امراء کا ارادہ 272
29 یوسف خواجہ سرا کا خطرناک ارادہ 272
30 بادشاہ کی چشم پوشی 272
31 صلح کی کوشش 272
32 صلح کی شرط کے ایفا کا اقرار 272
33 برہان نظام شاہ کی احمد نگر کو واپسی 272
34 ریکندہ پر لشکر کشی 273
35 قلعہ کھوالہ کی تعمیر 273
36 قلعہ کھوالہ کے لئے مزید لشکر 273
37 رویسائی اور دمن پر لشکر کشی 273
38 فرنگیوں اور نصرانیوں کا قتل 273
39 عظیم الشان جشن مسرت 273

marfat.com
Marfat.com

40	خان خاناں کی مالوہ پر لشکر کشی	273
41	ایک زبردست حادثہ	274
42	برہان نظام شاہ کی بو الہوسی	274
43	شجاعت خاں کی خودکشی	274
44	کھوالہ کے امیروں کا ارادہ	274
45	فرنگیوں کی لشکر کشی	274
46	مسلمانوں کا قتل	274
47	شکست یا حقیقی فتح	275
48	غریبوں پر التفات	275
49	عادل شاہ کے بھائی کی مدد	275
50	بیماری	275
51	عادل شاہ کا ہنگامہ	275
52	نظام شاہی لشکر کی روانگی	275
53	ازبک بہادر کا قتل	275
54	بادشاہ کی لا علاج بیماری	275
55	ابراہیم کا ولی عہد مقرر ہونا	276
56	اخلاص خاں کا ہنگامہ	276
57	عبدالسلام عرب کا قتل	276
58	اخلاص کی احمد نگر کو روانگی	276
59	بادشاہ کا قلعے سے باہر آنا	276
60	اخلاص خاں کی شکست	276
61	برہان نظام شاہ کی وفات	276
	ابراہیم نظام شاہ بن برہان نظام شاہ	**277**
1	میاں منجوی کا تقرر	277
2	طوائف الملوکی	277
3	عادل شاہی سفیر سے بے ادبی	277
4	عادل شاہ کی آمد اور امراء کی رائے	277
5	نظام شاہ کی شاہ درک کو روانگی	277
6	میاں منجوی کی رائے	277
7	ابراہیم نظام شاہ عادل شاہی سرحد پر	278
8	میاں منجوی کا پیغام حمید خاں کے نام	278
9	حمید خاں کی جنگ سے کنارہ کشی	278
10	ابراہیم نظام شاہ کی کج فہمی	278
11	معرکہ آرائی	278
12	خوش فہمیاں	278
13	مخلص ساتھیوں کا مشورہ	278
14	ابراہیم نظام شاہ کا قتل	279
15	نظام شاہی امراء کا فرار	279
16	احمد شاہ کی تخت نشینی	279
	احمد شاہ بن طاہر شاہ	**280**
1	تخت نشینی کے مشورے	280
2	میاں منجوی کی رائے	280
3	احمد شاہ کی تخت نشینی	280
4	شہزادہ بہادر کی نظربندی	280
5	حسین شاہ کے بھائی	280
6	شاہ طاہر	280
7	تحقیق حق	280
8	برہان شاہ ثانی کے نام پیغام	281
9	برہان شاہ ثانی کا جواب	281
10	شاہ طاہر کی نظربندی اور وفات	281
11	امراء کی باہمی چپقلش	281
12	معرکہ آرائی	281
13	قلعے کا محاصرہ	281
14	حبشی امراء کے اقدامات	281
15	شہزادہ مراد کو احمد نگر آنے کی دعوت	282
16	حبشیوں میں پھوٹ	282

marfat.com
Marfat.com

17	حبشیوں کی شکست	282
18	شہزادہ مراد کی آمد	282
19	میاں منجوی کی پریشانی	282
20	چاند بی بی کا عزم	282
21	بہادر شاہ بن ابراہیم شاہ کے نام کا خطبہ	282
22	معرکہ آرائی	283
23	رعایا کی دلجوئی	283
24	قلعے کا محاصرہ	283
25	لوٹ مار	283
26	رعایا کی جلا وطنی	283
27	نظام شاہی امراء کے مختلف گروہ	283
28	اخلاص خاں کی آمد	283
29	دکنیوں کی شکست	284
30	پٹن کی تباہی	284
31	چاند بی بی کا پیغام آہنگ خاں کے نام	284
32	آہنگ خاں احمد نگر میں	284
33	مغلوں پر حملہ	284
34	جنگ و جدل	284
35	شاہ علی کی واپسی	284
36	عادل شاہی امداد	284
37	دکنی لشکر کا جمع ہونا	285
38	مغلوں کے مشورے	285
39	نقب کی تیاری	285
40	اہل قلعہ کی آگاہی	285
41	حفاظتی اقدامات	285
42	مغلوں کا ارادہ	285
43	قلعے کی دیوار گرنا	285
44	چاند بی بی کا پردے سے باہر آنا	286
45	معرکہ آرائی	286
46	آتش بازی	286
47	چاند بی بی کی بہادری	286
48	قلعے کے شگاف کی تعمیر	286
49	دکنی امراء کے نام خطوط	286
50	سہیل خاں کا عزم احمد نگر	287
51	صلح	287
52	مغلوں کی واپسی	287
53	بہادر شاہ کی تخت نشینی	287
54	عادل شاہ کا پیغام میاں منجوی کے نام	287
55	احمد شاہ بیجاپور میں	287

بہادر شاہ بن ابراہیم نظام شاہ ثانی 288

1	محمد خاں کا اقتدار	288
2	نامی گرامی امراء کی گرفتاری	288
3	عادل شاہ کے نام چاند بی بی کا پیغام	288
4	سہیل خاں کی آمد	288
5	محمد خاں کی گرفتاری اور آہنگ خاں کا تقرر	288
6	مغلوں کا قصبہ پاتری پر قبضہ	288
7	چاند بی بی کا اصرار	288
8	دکن کے مختلف لشکروں کا اجتماع	289
9	خان خاناں کی تیاری	289
10	دکنی لشکریوں کے مقابلے کے لئے روانگی	289
11	فریقین کا آمنا سامنا	289
12	معرکہ آرائی	289
13	مغلوں کا فرار	289
14	شہزادہ مراد کی روانگی	289
15	دکنیوں کی لوٹ مار	290
16	ایک عجیب اتفاق	290

marfat.com

Marfat.com

17 جنگ اور خان خاناں کی فتح 290
18 کاویل و پرنالہ کا محاصرہ 290
19 مراد خاں کا پیغام خان خاناں کے نام 290
20 جواب 290
21 خان خاناں کی دکن سے روانگی 290
22 آہنگ کے خطرناک ارادے 290
23 قلعہ احمد نگر کا محاصرہ 291
24 آہنگ خاں کا بیڑ پر لشکر کشی کا ارادہ 291
25 حاکم بیڑ سے معرکہ 291
26 اکبر کے نام شیر خواجہ کا عریضہ 291
27 شہزادہ مراد کا انتقال 291
28 اکبر کی دکن میں آمد 291
29 آہنگ خاں کی جنیر کو روانگی 291
30 قلعہ احمد نگر کا محاصرہ 292
31 چاند بی بی اور جیتہ خاں میں گفتگو 292
32 چاند بی بی کا قتل 292
33 مغلوں کا قلعے میں داخلہ 292
34 قلعہ احمد نگر پر مغلوں کا قبضہ 292
35 قلعہ اسیر کی فتح 292
36 بہادر شاہ کی نظر بندی 292

مرتضیٰ نظام شاہ بن شاہ علی برہان شاہ اول 293

1 دو مقتدر امراء 293
2 عنبر حبشی 293
3 راجو دکنی 293
4 راجو اور عنبر کی دشمنی 293
5 ملک عنبر کی تلکانہ کو روانگی 293
6 عنبر حبشی اور ایرج مرزا میں جنگ 293
7 عنبر حبشی کا زخمی ہونا 293
8 دوبارہ جنگ کی تیاری 294
9 صلح 294
10 عنبر اور مرتضیٰ نظام شاہ میں دشمنی 294
11 بادشاہ کی شکست 294
12 قلعہ پرندہ کی فتح کا خیال 294
13 عنبر کی وضاحت 294
14 نظام شاہ کی گرفتاری 295
15 منجھن خاں کی مدافعت 295
16 منجھن خاں کا فرار 295
17 قلعہ پرندہ پر قبضہ 295
18 راجو دکنی کے نام دانیال کا پیغام 295
19 راجو اور دانیال میں معرکہ 295
20 راجو کا فرار 295
21 عنبر اور راجو کی لڑائیاں 296
22 دانیال کی وفات 296
23 خان خاناں دولت آباد میں 296
24 عنبر اور راجو میں صلح 296
25 عنبر کا ارادہ 296
26 بادشاہ اور عنبر میں صلح 296
27 راجو کی گرفتاری 296
28 نظام شاہی حکومت کی موجودہ حالت 297

marfat.com
Marfat.com

تذکرہ

سلاطین بیجاپور

یعنی

سلاطین عادل شاہ

marfat.com
Marfat.com

یوسف عادل شاہ

ابتدائی حالات

مورخین کا بیان ہے کہ عادل شاہی خاندان کا بانی ابوالمظفر سلطان یوسف عادل شاہ سلاطین روم یعنی آل عثمان کی نسل سے تھا۔ اس فرمانروا کے حالات یوں بیان کیے جاتے ہیں کہ قسطنطنیہ کے فرمانروا امراء کا ۸۵۴ھ میں انتقال ہو گیا۔ اور سلطان کا بڑا بیٹا سلطان محمد باپ کا جانشین ہوا۔ سلطان محمد کی علم دوستی اور ہنرپروری تمام دنیا میں ضرب المثل کی طرح مشہور ہے۔ فارسی کے مشہور شاعر مولانا عبدالرحمن جامی نے بھی اس عظیم المرتبت بادشاہ کی تعریف میں چند قصیدے لکھے تھے۔

سلطان محمد

سلطان محمد کی تخت نشینی کے بعد ارکان دولت نے بادشاہ سے عرض کیا۔ سلطان مراد مرحوم کے عہد حکومت میں ایک شخص گزرا ہے جو سلطنت کا دعویدار تھا۔ وہ اپنے آپ کو یلدرم بایزید کا بیٹا بتا کر ملک میں فتنہ و فساد کا بازار گرم کرنے کا خواہاں تھا۔ سلطنت کے اس جھوٹے دعویدار کی وجہ سے حکومت کی بنیادیں کھوکھلی ہو گئیں آخر کار بڑی مشکلوں سے اس فتنے کو فرو کیا گیا۔ اس لیے اب مناسب یہی ہے کہ ولی عہد کے علاوہ تمام عثمانی شہزادوں کو تہ تیغ کر دیا جائے' تاکہ ملک میں کوئی فتنہ و فساد برپا نہ ہو۔

شہزادہ یوسف کے قتل کا حکم

سلطان محمد کو اراکین دولت کا یہ مشورہ معقول و مناسب معلوم ہوا' لہٰذا اس نے اپنے چھوٹے بھائی شہزادہ یوسف کے قتل کی اجازت دے دی۔ درباری امراء شاہی حرم سرا کے دروازے پر آئے تاکہ بے گناہ یوسف کو قتل کر کے اس کی لاش کو باہر لائیں اور رعایا کو یہ بتائیں کہ شاہ وقت کے بعد ولی عہد کے علاوہ کوئی ایسا شخص موجود نہیں رہا کہ جس کی رگوں میں عثمانی خون دوڑ رہا ہو اور جو سلطنت کا دعویدار ہو سکے۔

ملکہ کی التجا

سلطان محمد کی ماں کو اپنے چھوٹے بیٹے یوسف سے بہت محبت تھی' بیگم کو جب اس واقعہ کی اطلاع ہوئی تو وہ حرم سرا کے دروازے پر آئی۔ اس نے بڑی عاجزی اور منت سماجت سے امراء سے کہا اس معصوم اور کمسن شہزادے کو قتل کرنے سے کوئی فائدہ نہیں اگر مصلحت اسی میں ہے تو ایک دن کی مہلت دی جائے تاکہ میں رات بھر ہمیشہ کے لیے جدا ہونے والے جگر گوشے کو دیکھتی رہوں" امیروں نے ملکہ کی درخواست کو منظور کرنے میں کوئی قباحت نہ دیکھی اور شہزادہ یوسف کے قتل کو اس دن کی بجائے دوسرے دن پر اٹھا رکھا اور حرم سرا کے دروازے سے لوٹ آئے۔

ملکہ کی تدبیر

امیروں کے چلے جانے کے بعد ملکہ نے خواجہ عماد الدین محمود گرجستھانی ساکن ساوہ کو بلایا۔ خواجہ عماد ایک مشہور سوداگر تھا جو ایران سے بیش قیمت اشیاء لا کر عثمانی حرم سرا میں فروخت کیا کرتا تھا۔ ملکہ نے اس سے کہا۔ "اگر تمہارے پاس چند ایسے غلام ہوں جو قابل فروخت ہوں تو انہیں میرے پاس لے آؤ۔" خواجہ عماد نے پانچ گرجی اور دو چرکسی غلام ملکہ کی خدمت میں پیش کیے۔ چرکسی غلاموں میں سے ایک شہزادہ یوسف سے بڑی مشابہت رکھتا تھا ملکہ نے چوری چھپے اس غلام کو خرید لیا۔

marfat.com
Marfat.com

شہزادہ یوسف کی بلاد عجم کو روانگی

اس کے بعد ملکہ نے خواجہ عماد کو تمام واقعہ سنایا اور کہا اگر تمہیں حقوق نمک کا کچھ احساس ہے تو تم میری مدد کرو۔ شہزادے یوسف کو غلاموں کے گروہ میں شامل کر کے اسے جلد از جلد بلاد عجم میں پہنچا دو۔ میں اس خدمت کے صلہ میں تمہیں مالا مال کر دوں گی۔ خواجہ عماد نے حق نمک یا مال و دولت کے خیال سے اس خدمت کو انجام دینے کی ہامی بھرلی۔ اس نے شہزادہ یوسف کو اپنے ہمراہ لیا اور راتوں رات ایک قافلے کے ساتھ بغداد کی طرف روانہ ہو گیا۔

خواجہ عماد نے یہ منت مانی کہ اگر وہ شہزادہ یوسف کو لے کر صحیح و سلامت بلاد عجم کی سرحد تک پہنچ جائے گا تو اپنے مال کا پانچواں حصہ حضرت شیخ صفیؒ کے مزار اور خانقاہ کے مصارف کے لیے نذر کر دے گا۔ دوسرے روز دولت عثمانیہ کے امیر وعدے کے مطابق شاہی حرم سرا کے دروازے پر آئے اور انہوں نے ملکہ سے شہزادہ یوسف کو طلب کیا۔ ملکہ نے ان امیروں میں سے ایک کو انعام و اکرام دینے کی نیت سے اپنا بنا کر حرم سرا کے اندر بلایا۔ اس امیر نے اس غلام کو جسے ملکہ نے خواجہ عماد سے خریدا تھا یوسف کی جگہ قتل کیا۔ لاش کو شاہی رسوم کے مطابق کفنا کر حرام سرا سے باہر لایا گیا۔ جس امیر نے فرضی شہزادہ یوسف کو قتل کیا تھا چونکہ وہ قابل اعتبار اور بلند پایہ امیر تھا اس لیے باقی امراء نے اصل صورت حال کی تحقیق کی ضرورت نہ سمجھی اور غلام کی لاش کو شہزادے کی لاش سمجھ کر دفن کر دیا۔

شہزادہ یوسف کی تعلیم و تربیت

خواجہ عماد شہزادہ یوسف کو ہمراہ لے کر اردبیل پہنچا' اس نے یہاں اپنی منت پوری کی شہزادہ یوسف کو بھی ہمیشہ کے لیے شیخ صفیؒ کا معتقد بنایا اور اس مقام سے ساوہ آیا۔ خواجہ نے شہزادہ یوسف کو اخفائے راز کی سختی سے تاکید کی اور اپنے بیٹوں کے ساتھ اسے بھی مکتب میں داخل کروا دیا۔ دوسرے سال ملکہ جب بیٹے کی جدائی سے بہت بے قرار ہوئی تو اس نے اپنے ایک قابل اعتبار ملازم کو شہزادے کے حالات سے باخبر ہونے کے لیے ساوہ روانہ کیا۔

ملکہ کا ملازم ساوہ پہنچا اس نے شہزادہ کو آرام و اطمینان کے ساتھ زندگی بسر کرتے ہوئے دیکھا۔ شہزادے کی تعلیم و تربیت اور صحت کی عمدگی کے بارے میں ملکہ کو خوشخبری سنانے کے لیے واپس روانہ ہوا۔ جب یہ ملازم اسکندریہ پہنچا تو وہاں ایک مرض میں مبتلا ہو کر صاحب فراش ہو گیا وہ تقریباً ڈیڑھ سال تک اسکندریہ میں رہا۔ تیسرے سال یہ قاصد قسطنطنیہ پہنچا اور ملکہ کو اس نے شہزادہ یوسف کے حالات سے باخبر کیا ملکہ اپنے جگرگوشے کے حالات سن کر بے انتہا خوش ہوئی اس نے بارگاہ خداوندی میں نیاز مندانہ سجدہ ریزی کی اور مستحقین اور بزرگوں کو صدقے اور نذریں روانہ کیں۔

افشائے راز

اس کے بعد ملکہ نے شہزادہ یوسف کی دائی' اس کے بیٹے غضنفر آقا اور بیٹی دلشاد آقا کو گراں قدر ساز و سامان اور اعلیٰ و نفیس تحفے تحائف کے ساتھ چوری چھپے اپنے بیٹے کے پاس ساوہ کی طرف روانہ کیا۔ ان دنوں خواجہ اپنے تاجرانہ کاروبار کے سلسلے میں ہندوستان گیا تھا اس لیے "راز" کی پوری طرح حفاظت نہ ہو سکتی تھی۔ عماد کے گھر والوں نے غضنفر آقا اور اس کی بہن کی باتوں اور اعمال سے اصل معاملے کو بھانپ لیا اور اتنے عرصے کا پوشیدہ راز لمحوں میں فاش ہو گیا۔ ہوتے ہوتے یہ خبر ساوہ کے حاکم تک پہنچی جس کا نام آقا تولیو تر کمانی تھا۔

حاکم ساوہ نے مال و دولت کے لالچ میں غضنفر آقا وغیرہ سے چار سو تومان حاصل کیے اس واقعہ سے کچھ دنوں پہلے شہزادہ یوسف اور ساوہ کے حاکم کے ایک رشتہ دار میں ایک سنار کے لڑکے کی وجہ سے کچھ رنجش پیدا ہو گئی تھی۔ ان دونوں وجوہات کی بنا پر شہزادہ یوسف نے بلدہ میں رہنا مناسب نہ سمجھا اور "قم" نامی شہر میں چلا گیا۔ اس نے یہ عہد کیا کہ ساوہ میں جب تک موجودہ حکمران صاحب اقتدار

marfat.com
Marfat.com

رہے گا وہ اس شہر میں نہ جائے گا۔ شہزادہ یوسف کاشان اور اصفہان کی سیر کرتا ہوا شیراز پہنچا۔ کچھ دنوں تک اس نے شیراز کے فطری مناظر سے دل بہلایا' اسی دوران میں اسے خبر ملی کہ ساوہ کا حکمران معزول کر دیا گیا ہے یہ خبر سن کر شہزادے نے ساوہ جانے کا ارادہ کیا ہی تھا کہ ایک رات اس نے خواب میں حضرت خضر علیہ السلام کو دیکھا۔

حضرت خضر علیہ السلام کی زیارت

حضرت خضر علیہ السلام نے شہزادے سے خواب میں فرمایا کہ تم اپنے وطن جانے کا خیال نکال دو اور ابھی کچھ روز اور غریب الوطنی میں بسر کرو۔ عزیزوں اور دوستوں کی جدائی کا صدمہ برداشت کرو' خدا کی رحمت اور مدد پر بھروسہ کر کے ہندوستان کا سفر اختیار کرو' ہندوستان پہنچ کر تمہارے اچھے دن آئیں گے اور تم قعر مذلت سے نکل کر تخت حکومت پر جلوہ افروز ہو گے۔

یوسف کا عزم ہندوستان

شہزادے کی جب آنکھ کھلی تو اس نے وطن جانے کا ارادہ ترک کیا اور ۸۶۴ھ میں بحری راستے سے ہندوستان کی طرف روانہ ہوا۔ جہاز مصطفیٰ آباد لوابل میں لنگر انداز ہوا' شہزادہ جہاز سے اترا اور بندرگاہ میں قیام پذیر ہوا۔ وہ روزانہ بندرگاہ کے باغات اور سبزہ زاروں میں گھوم پھر کر وقت گزارنے لگا۔ ایک روز اتفاقاً اس کی ملاقات ایک بوڑھے شخص سے ہوئی اس بزرگ نے اس کی احوال پرسی کی' شہزادے نے اپنی تمام سرگزشت اسے سنائی۔ بوڑھے نے شربت کا ایک پیالہ شہزادے کو عنایت کیا' شکریہ ادا کر کے شہزادے نے پیالہ لے لیا اور شربت پینے لگا۔

احمد آباد بیدر کو روانگی

جونہی شہزادے نے شربت کے پیالے کو منہ لگایا وہ بوڑھا شخص ایک دم غائب ہو گیا شہزادہ سمجھ گیا کہ ہو نہ ہو یہ بزرگ خضر علیہ السلام ہی تھے۔ الغرض خواب اور بیداری' دونوں عالم میں خضر علیہ السلام کی زیارت سے فیض یاب ہو کر شہزادہ خواجہ عماد کے ہمراہ احمد آباد بیدر کی طرف روانہ ہوا۔

گرجستھان چونکہ گیلان کے مضافات میں ہے اس لیے خواجہ عماد اور خواجہ محمود گاواں کی دیرینہ شناسائی تھی۔ یہ دونوں ایک دوسرے سے بڑی محبت کرتے تھے' جب شہزادہ یوسف احمد آباد بیدر پہنچا تو اس وقت اس کی عمر سترہ برس کی تھی ابھی اس کے چہرے پر داڑھی کے بال نکلے نہ تھے' بیدر پہنچنے کے بعد شہزادے کو معلوم ہوا کہ بادشاہ پر ترکی غلاموں کا بہت زیادہ اثر ہے اور سلطنت کے تمام امور انہیں کے ہاتھوں انجام پاتے ہیں۔ یوسف نے خواجہ عماد سے درخواست کی کہ اسے بھی بادشاہ کے ترکی غلاموں کے گروہ میں داخل کروا دیا جائے۔ خواجہ نے پہلے تو یوسف کی اس درخواست کو نامنظور کیا' لیکن جب اس کا اصرار حد سے زیادہ بڑھ گیا تو خواجہ عماد نے ساری بات محمود گاواں کے گوش گذار کی۔

یوسف شاہی ترکی غلاموں کے گروہ میں

محمود گاواں نے شہزادہ یوسف کو اپنے پاس بلوایا اور اس کے حسن صورت و سیرت' مہارت موسیقی اور کمال فن سپاہ گری کو دیکھتے ہوئے اس نے نظام شاہ بہمنی اور اس کی والدہ مخدومہ جہاں سے یوسف کا ذکر کیا۔ اس کے بعد شہزادہ یوسف کو خواجہ عماد سے خریدا گیا اور یوں یوسف شاہی ترکی غلاموں کے گروہ میں شامل ہو گیا۔

مندرجہ بالا واقعات مرزا محمد ساوہ نے یوں بیان کیے ہیں۔ اس نے یہ سب کچھ اپنے باپ اور یوسف عادل شاہ کے وزیر غیاث الدین محمد سے سنا تھا' شاہ جمال الدین حسین بن شاہ حسن انجو نے یوسف عادل شاہ کے جو حالات لکھے ہیں ان سے بھی متذکرہ بالا روداد کی تصدیق ہوتی ہے۔

marfat.com
Marfat.com

جواہر نامی ضعیفہ کی روایت

شاہ حسین نے تحریر کیا ہے کہ جواہر نامی ایک بوڑھی عورت (جو ماں کی طرف سے سلاطین بہمنیہ اور باپ کی طرف سے شاہ نعمت اللہ ولی کی نسل سے ہیں) نے بیان کیا ہے۔ کہ "میں اپنی جوانی کے زمانے میں ایک مرتبہ احمد آباد بیدر میں یوسف عادل شاہ کی بیٹی بی بی ستی کی مجلس میں حاضر تھی، بی بی ستی احمد شاہ بہمنی کی بیوی تھی۔ اور ملکہ جہاں کے نام سے پکاری جاتی تھی اس مجلس میں بہت بڑا جشن ہوا تھا اور بہمنیہ خاندان کی تمام شہزادیاں موجود تھیں۔ اس خاندان میں یہ رواج تھا کہ بادشاہ کی بیوی جو ملکہ جہاں کے نام سے مخاطب کی جاتی تھی وہ عیدین اور دیگر تہواروں کے موقعوں پر ایک خاص قسم کا زیور پہنا کرتی تھی۔

اس زیور کی ہیئت یہ تھی کہ موتیوں کی چند لڑیوں کو یک جا کر کے ان پر سونے کا ایک قبہ جس میں گراں قدر جواہرات جڑے ہوتے تھے نصب کیا جاتا تھا۔ ملکہ جہان دیگر شہزادیوں اور حرم سرا کی عورتوں میں اپنے آپ کو ممتاز اور نمایاں کرنے کے لیے اس زیور کو اس طرح پہنتی تھی کہ قبہ تو سر پر نصب ہو جاتا تھا اور موتیوں کی لڑیاں ماتھے اور سر کی دونوں اطراف میں لٹکا کرتی تھیں۔ بی بی ستی نے بھی حسب دستور یہ زیور پہنا اور جشن کی مجلس میں آکر دوسری عورتوں سے ممتاز جگہ پر بیٹھ گئی حاضرین مجلس میں سے ایک بہمنی شہزادی بی بی ستی کو اس نمایاں طریقے سے بیٹھی دیکھ کر جل گئی اور کہنے لگی۔ "یہ بھی خدا کی شاہ ہے کہ یوسف عادل شاہ کی بیٹی کو ایسا بلند مرتبہ ملا اور وہ بہمنی شہزادیوں میں سب سے اعلیٰ و برتر منصب پر فائز ہوئی۔"

بی بی ستی نے شہزادی کی یہ بات سنی اور یوں جواب دیا۔ "یہ طنز، یہ گفتگو بالکل بے معنی ہے اگر تم سب شہزادیاں ہو تو میں تم سے بڑھ کر شہزادی ہوں یہ مانا کہ تم سلطان دکن کی بیٹیاں ہو، لیکن میں بھی تو فرماں روائے روم کی پوتی ہوں۔" یہ کہنے کے بعد بی بی ستی نے اپنے باپ یوسف عادل شاہ کا سارا قصہ بیان کیا۔ یہ قصہ وہی تھا جو سطور بالا میں رقم کیا جا چکا ہے، بی بی ستی کی یہ گفتگو امیر قاسم برید نے بھی سنی یہ امیر عادل شاہی خاندان سے بہت حسد کرتا تھا اور اس خاندان کی مخالفت کو اس نے اپنی فطرت ثانی بنا رکھا تھا۔ بی بی ستی کی گفتگو سن کر اس نے کہا "ملکہ جہاں نے اپنے نسب کے بارے میں جو کچھ بیان کیا ہے اس کی تحقیق کرنا بہت آسان ہے۔

یوسف عادل شاہ کے نسب کی تحقیق

امیر قاسم برید نے اپنے ایک قابل اعتبار شخص کو تجارت کے بہانے سے روم روانہ کیا تاکہ وہ ملکہ جہاں کے بیان کی تحقیق کرے۔ یہ شخص قسطنطنیہ پہنچا اور اس نے شاہی حرم سرا کی ضعیف العمر عورتوں سے سلطان محمد کے بھائیوں کے بارے میں پوچھا۔ ان تمام عورتوں نے جو کچھ کہا اس سے بی بی ستی کے بیان کی لفظ بہ لفظ تصدیق ہوتی تھی اس طرح یہ بات ثابت ہو گئی کہ یوسف عادل شاہ سلطان مراد کا بیٹا ہے۔ ان تمام روایتوں کے علاوہ یوسف کے رومی النسل ہونے کا اس امر سے بھی اندازہ ہوتا ہے کہ وہ اور اس کا بیٹا اسمٰعیل دونوں رومیوں کو بہت پسند کرتے تھے۔ اپنے اپنے عہد حکومت میں انہوں نے رومیوں کو بڑے بڑے عہدوں پر سرفراز کیا۔

لفظ "سوائی" کی تحقیق

یوسف عادل شاہ کا لقب "سوائی" تھا اس کی اصل "ساوی" ہے۔ چونکہ یوسف نے ساوہ نامی شہر میں تعلیم و تربیت حاصل کی تھی اس نسبت سے اسے "ساوی" کہا جاتا تھا۔ جاہل لوگوں نے "ساوی" سے "سوائی" بنا لیا۔ بعض مورخین کا خیال ہے "سوائی" (۱۱/۴) سے بنا ہے۔ چونکہ یوسف عادل اور اس کے ہم عصر دکنی فرماں رواؤں کی سلطنت میں ایک اور ۱۱/۴ کی نسبت تھی۔ اس لیے یوسف "سوائی" کے لقب سے مشہور ہوا راقم "فرشتہ" کے نزدیک یہ توجیہ غلط ہے، پہلی روایت زیادہ قرین قیاس اور صحیح ہے۔ جس طرح شاہ "بحروی" کو عوام نے "بحری" بنا لیا اسی طرح "ساوی" سے "سوائی" بن گیا۔

marfat.com
Marfat.com

یوسف کا امیر آخور مقرر ہونا

الغرض جب یوسف شاہی ترکی غلاموں کی جماعت میں شامل ہو گیا تو محمود کاواں نے دو تین ماہ کے بعد مخدومہ جہاں کے مشورے سے اسے عبد العزیز خاں امیر آخور کے سپرد کیا۔ عبد العزیز بھمنی بارگاہ کے ترکوں میں بڑا اعلیٰ مرتبہ رکھتا تھا وہ شاہی اصطبل کا داروغہ تھا۔ محمود کاواں نے عبد العزیز سے یوسف کی بہت تعریف اور سفارش کی اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ عبد العزیز نے اپنی ضعیف العمری کی وجہ سے امیر آخوری کے تمام فرائض یوسف کے سپرد کر دیئے اور خود آرام و اطمینان کے ساتھ زندگی کے دن بسر کرنے لگا۔ یوسف عادل نے اپنے اس مربی کی زندگی ہی میں شاہی مزاج میں بہت دخل حاصل کر لیا اور اصطبل کے معاملات کے سلسلے میں عبد العزیز کے بغیر وہ خود براہ راست محمد شاہ سے ملنے جلنے لگا۔ اسی زمانے میں عبد العزیز نے داعی اجل کو لبیک کہا' محمد کاواں کی سفارش سے یوسف کو سہ صدی منصب دار اور عبد العزیز کا جانشین یعنی امیر آخور مقرر کیا گیا۔

نظام الملک سے وابستگی

اس خدمت کو انجام دیتے ہوئے ابھی تھوڑا عرصہ ہی گزرا تھا کہ یوسف کی بہمن نامی ایک شخص سے جو امیر آخوری کا عہدیدار تھا شکر رنجی ہو گئی۔ یوسف نے اس خدمت سے استعفیٰ دے دیا اور ترکوں کے سب سے بڑے امیر نظام الملک سے وابستہ ہو گیا۔ یوسف عادل نے اپنے حسن سلوک سے نظام الملک پر ایسا جادو کیا کہ وہ اسے اپنا بھائی کہنے لگا اور ہر وقت اسے اپنے ساتھ رکھتا تھا اسی زمانے میں نظام الملک کو برار کا طرف دار مقرر کیا گیا۔ اس نے یوسف کے مرتبے میں اضافہ کر دیا اور اس کی سفارش سے یوسف کو "عادل خاں" کا خطاب شاہی بارگاہ سے عنایت ہوا۔ نظام الملک جب برار روانہ ہوا تو یوسف اس کے ساتھ ہی روانہ ہوا۔

منصب امارت

نظام الملک نے برار پہنچ کر قلعہ کھرکہ کا محاصرہ کر لیا اور ایک سال کی پیہم کوششوں کے بعد اس قلعہ کو ہندو راجہ کے قبضے سے نکال لیا۔ جس روز فتح ہوئی اسی روز ایک راجپوت سپاہی کے ہاتھوں نظام الملک مارا گیا نظام الملک کی موت کی وجہ سے بھمنی لشکر میں سخت بے چینی پھیل گئی' لیکن یوسف عادل نے ہمت نہ ہاری اور حالات کا مردانہ وار مقابلہ کیا اس نے ہندوؤں کے گروہ کو تہس نہس کر دیا۔ قلعے کو مضبوط اور مستحکم کیا اور تمام مال غنیمت ہاتھی اور گھوڑے وغیرہ لے کر بادشاہ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ محمد شاہ نے یوسف عادل کی بڑی عزت افزائی کی اور منصب یک ہزاری پر سرفراز کر کے بھمنی امراء کی جماعت میں شامل کر لیا۔

طرف داری بیجاپور

اس کے بعد یوسف عادل کی قسمت کا ستارہ روز بروز درخشاں ہوتا چلا گیا یہاں تک کہ اس کا شمار خاص الخاص اراکین سلطنت میں ہونے لگا اور اسے بیجاپور کا طرفدار مقرر کیا گیا۔ اس عہدے پر فائز ہونے کے بعد یوسف نے ملک کا انتظام بڑی عمدگی سے کیا اس نے اپنے گرد ایک لشکر جرار جمع کر لیا۔ اس زمانے میں محمد شاہ بھمنی نے رحلت کی اور پایہ تخت میں سخت انتشار پیدا ہو گیا اور فتنہ و فساد کا بازار گرم ہوا۔ یوسف عادل نے اس موقع سے فائدہ اٹھا کر اپنے لشکر کو پہلے سے کہیں زیادہ منظم و مرتب کیا۔ سپاہیوں کی تعداد میں اضافہ کیا' بہت سے ترک اور مغل امراء کو عہدوں اور آئندہ ترقی کے وعدوں پر احمد آباد و بیدر سے اپنے پاس بیجاپور بلا لیا۔

یوسف کی خود مختاری

الغرض یوسف عادل نے فوجی قوت میں بہت حد تک اضافہ کر لیا مثل مشہور ہے کہ "جو مارے اسی کی تلوار اور جو غالب ہو اسی کا ملک" کے مطابق ۸۹۵ھ یا ۸۹۶ھ میں اس نے بیجاپور میں خود مختار حکومت قائم کر لی۔ اس نے اپنے نام کا خطبہ پڑھوایا اور چتر شاہی سر پر رکھا' تقریباً پانچ ہزار ترکی اور آفاقی اشخاص نے اس کی بادشاہت کو تسلیم کر لیا۔ یوسف نے بہت سے ایسے قلعوں کو جو سلطان محمد کے قبضے

marfat.com
Marfat.com

میں تھے اپنے قبضے میں کر لیا' نیز دریائے بھورہ سے بیجاپور اور دریائے کشتہ سے رائچور تک کا علاقہ اس کی تحویل میں آ گیا۔ یوسف نے اپنے لقب میں "خان" کی جگہ "شاہ" کا لفظ رکھا اور اپنے آپ کو "یوسف عادل شاہ" کے نام سے مشہور کیا۔ یہی وجہ ہے کہ اس خاندان کا ہر بادشاہ "عادل شاہ" کے لقب سے پکارا جاتا تھا۔

قاسم برید کا حسد

یوسف عادل شاہ کے اعلان بادشاہت کے بعد احمد پور بیدر سے اکثر نامی گرامی امراء اس کے پاس آ گئے اور اس کے دربار کی رونق بڑھ گئی۔ یوسف کا یہ بلند مرتبہ دیکھ کر امیر قاسم برید حسد کی آگ میں جلنے لگا۔ قاسم خود بیجاپور میں حکومت قائم کرنے کے خواب دیکھ رہا تھا' لیکن اس کی یہ آرزو پوری نہ ہوئی' بلکہ اس کا حریف کامیاب ہو گیا یہ امیر قاسم کے لیے انتہائی تکلیف دہ تھا۔ اس لیے وہ یوسف عادل شاہ کی تباہی' بربادی کی تجویزیں سوچنے لگا۔

قاسم برید کی سازشیں

قاسم برید نے یہ چال چلی کہ رام راج کے باپ تمراج نو (جس نے قاسم ہی کی طرح' اپنے آقا شیو رائے کے فرزند کو برائے نام راجہ بنا رکھا تھا اور تمام اختیارات اپنے ہاتھ میں لے لیے تھے) ایک خط لکھا جس کا مضمون یہ تھا "سلطان محمود شاہ بہمنی نے رائچور اور مدگل کا قلعہ مع اس کے مضافات کے تمہارے حوالے کر رکھا تھا۔ اب یوسف عادل نے ان پر قبضہ کر لیا ہے اس لیے تمہارا فرض ہے کہ تم فوج کشی کرو اور ان علاقوں کو دوبارہ قبضے میں لے آؤ۔"

تمراج اور بہادر گیلانی کے ہنگامے

قاسم نے تمراج کے علاوہ بہادر گیلانی کو بھی یوسف عادل کے خلاف بھڑکایا۔ بہادر ان دنوں بندر گوہ اور دریا پار کے علاقے پر جسے اہل دکن "کوکن" کہتے ہیں حکمران تھا۔ تمراج کو جب قاسم برید کا خط ملا تو اس نے فوراً اپنا لشکر اکٹھا کیا اور شیو رائے کے لڑکے کو ساتھ لے کر آگے بڑھا۔ اس نے تمندرہ کو عبور کر کے رائچور اور مدگل کے قلعوں پر قبضہ کر لیا اور بڑی بے رحمی اور سفاکی سے ان علاقوں کو تباہ و برباد کیا۔ بہادر گیلانی نے بھی موقع سے فائدہ اٹھایا اور جام کھنڈی کے قلعے پر قابض ہو گیا۔

تمراج اور بہادر گیلانی کے ان ہنگاموں اور دست درازیوں کی اطلاع بیجاپور پہنچی درباریوں کی ایک جماعت نے بادشاہ کو دشمن کے ناپاک ارادوں سے باخبر کیا۔ یوسف عادل شاہ نے ان درباریوں سے کہا۔ "میں ہر معاملے میں بزرگان دین کی مقدس ارواح سے مدد کا طالب ہوتا ہوں۔ مجھے پوری پوری امید ہے کہ آئمہ دین اور حضرت شیخ صفیؒ کی برکات سے میں دشمنوں کی دستبرد سے محفوظ رہوں گا۔" یوسف نے اسی وقت یہ عہد بھی کیا کہ میں اپنے دشمنوں پر غالب آ گیا تو بارہ اماموں کے اسمائے گرامی خطبے میں داخل کر کے انہیں حضرات کا کلمہ پڑھوں گا اور شیعہ مذہب کو اپنے ملک میں رائج کرا دوں گا۔

قاسم برید کی سرزنش کا خیال

یوسف عادل شاہ نے ایک عجیب چال یہ چلی کہ اس نے مدگل اور رائچور کے قلعوں کا خیال کچھ عرصے کے لیے ترک کیا اور تمراج اور رائے زادہ سے صلح کر لی۔ تمراج جب واپس چلا گیا تو یوسف بہادر گیلانی کو اپنے علاقے سے باہر نکال دیا لیکن مصلحت وقت کے پیش نظر جام کھنڈی کے قلعے کی واپسی کے لیے جدوجہد نہ کی بلکہ اس نے سب سے پہلے امیر قاسم برید کی سرکوبی کا بیڑا اٹھایا تاکہ اس دشمن کو اپنی راہ سے ہٹا دے۔ یوسف آٹھ ہزار ترکی اور مغل سپاہیوں کا ایک لشکر لے کر احمد آباد بیدر کی طرف روانہ ہوا' قاسم برید کو جب اس کی اطلاع ہوئی تو اس نے بہت ہی عاجزی سے احمد نظام الملک بحری سے مدد چاہی۔

احمد نظام الملک نے قاسم برید کی درخواست منظور کی اور پرندہ کے حاکم خواجہ جہاں کو ہمراہ لے کر احمد آباد بیدر کی طرف روانہ ہوا۔

marfat.com

Marfat.com

قاسم برید، محمود شاہ کے ساتھ شہر سے باہر نکلا اور اپنے مددگاروں سے جا ملا۔ اس نے احمد نظام اور خواجہ جہاں کے ساتھ مل کر اپنے لشکر کا میمنہ اور میسرہ درست کیا اور یوسف عادل شاہ کی طرف پیش قدمی کی جو احمد آباد بیدر سے پانچ کوس کے فاصلے پر مقیم تھا۔ یوسف عادل شاہ نے بھی اپنی فوج کو منظم و مرتب کیا، میمنہ اور میسرہ پر بالترتیب دریا خاں اور فخر الملک ترک کو مقرر کیا اور خود قلب لشکر میں مقیم ہوا۔ نیز اپنے رضاعی بھائی غضنفر آقا کو جو حال ہی میں شہر ساوہ سے وارد ہوا تھا ایک ہزار مغل تیراندازوں کا سردار مقرر کیا اور اسے حکم دیا کہ لشکر کا جو حصہ دشمن سے مقابلہ کرتے وقت کمزور نظر آئے وہ فوراً اس کی مدد کو پہنچ جائے۔

معرکہ آرائی

فریقین کے لشکر آمنے سامنے آئے اور جنگ شروع ہو گئی۔ یوسف عادل شاہ نے دشمن کے میسرہ اور قلب کے لشکر کو تہس نہس کر دیا۔ احمد نظام الملک نے عادل کے میسرہ کو پریشان کیا، فخر الملک زخمی ہوا اور میدان جنگ سے باہر نکل گیا، یوسف عادل شاہ نے اپنی فوج کا یہ حال دیکھا تو اس نے احمد نظام الملک سے معرکہ آرا ہونے کا ارادہ کیا لیکن غضنفر نے اس سے کہا۔ "جنگ کا اصل سبب قاسم برید ہے اس وقت وہ یہاں موجود نہیں ہے اس لیے خواہ مخواہ لڑائی کر کے اپنی طاقت کو کم کرنا کسی طرح مناسب نہیں ہے۔ میری رائے تو یہ ہے کہ اس وقت جنگ ملتوی کر دی جائے اور جس طرح بھی ہو صلح کر لی جائے۔" یوسف نے غضنفر کی رائے پر عمل کیا اور فریقین میں صلح ہو گئی۔

مولوی عالی کا بیان

مولوی عالی نے اپنی مشہور مثنوی "عادل نامہ" میں یوسف عادل شاہ کے حالات بیان کیے ہیں۔ اس نے لکھا ہے کہ "نلدرک" کے قریب یہ لڑائی ہوئی اور ملک نظام اس لڑائی میں موجود نہ تھا نیز اس لڑائی میں قاسم برید کو فتح حاصل ہوئی۔ یوسف عادل شاہ بیجاپور کی طرف روانہ ہو گیا اور اس نے احمد نظام اور بہادر گیلانی سے صلح کر لی۔ اس صلح کی اصل وجہ بیجانگر کے پایہ تخت کے ہنگامے اور طوائف الملوکی تھی جس کے پیش نظر یوسف عادل شاہ ہر طرف سے بے نیاز ہو کر تمراج کی طرف متوجہ ہو گیا تھا۔

بزم عیش و عشرت

یوسف عادل شاہ نے جلد از جلد اپنی فوج تیار کی اور انتقام کی خاطر بیجانگر کی طرف روانہ ہوا۔ راستے میں اس نے تقریباً دس روز سیر و شکار میں بسر کیے آخر کار دریائے کشنہ کے کنارے اس نے اپنے خیمے گاڑھے اور دن رات داد عیش دینے لگا۔ شراب نوشی اور نغمہ نوازی سے جی بہلانے لگا۔ اس محفل عیش و عشرت میں گانے بجانے والے دو مشہور اور مستند استاد گیلانی اور حسین قزوینی بھی موجود تھے۔ ان استادوں نے فارسی کی ایک غزل بڑے اعلیٰ انداز سے گا کر سنائی جس کا ایک شعر یہ ہے۔

بوئے پیراہن یوسف زجہاں گم شدہ بود
عاقبت سرز گریباں تو بیروں آورد

یوسف عادل کی بیماری

یوسف عادل شاہ نے اس غزل کو بہت پسند کیا اور گانے والے استادوں کو چھ ہزار ہون (جو تین سو سات عراقی تومان کے برابر ہوتے ہیں) شاہی خزانے سے انعام دیئے۔ بادشاہ نے اس حد تک عیش پرستی کی کہ اس کی صحت پر برا اثر پڑا۔ اس بے اعتدالی کی وجہ سے اسے کھانسی اور بخار بھی رہنے لگا اس بیماری نے طول کھینچا اور یوسف عادل پورے دو ماہ تک اسی جگہ یعنی دریائے کشنہ کے کنارے صاحب فراش رہا۔ وہ خود تو سراپردۂ شاہی کے اندر رہتا اور غضنفر آقا دیوان خانہ میں بیٹھ کر امور سلطنت کو انجام دیتا۔

marfat.com
Marfat.com

تمراج کی رائچور کی لشکر کشی

بادشاہ کے صاحب فراش ہونے کی وجہ سے بدخواہوں کو انتشار پھیلانے کا موقع مل گیا اور ساری فوج میں یوسف عادل کی موت کی خبر پھیل گئی۔ یہ افواہ تمراج تک بھی پہنچی اور وہ اس کی تحقیق کیے بغیر ہی خوشی کے شادیانے بجانے لگا' اس نے دیگر حاکموں کے صلاح مشورے سے رائے زادہ کو ساتھ لے کر رائچور کا سفر اختیار کیا۔ یہ واقعہ ۸۹۸ھ کا ہے اس کے ہمراہ بیس ہزار سوار اور پیادے اور بیس ہزار ہاتھیوں کا لشکر جرار تھا۔

یوسف عادل کی صحت یابی

تمام مسلمان امراء اور فوجی سردار جن میں غضنفر بیگ آقا بھی شامل تھا یہ خبر سن کر بہت پریشان ہوئے' سب لوگوں نے سچے دل سے بادشاہ کی صحت یابی کے لیے دعا کی۔ بارگاہ خداوندی میں یہ دعا قبول ہوئی اور کچھ ہی دنوں میں یوسف عادل شاہ پوری طرح صحت یاب ہو گیا۔ اس نے خداوند تعالیٰ کا شکریہ ادا کیا اور شاہی خزانے کے دروازے کھول دیے۔ اس نے مدینہ منورہ' کربلائے معلی اور نجف اشرف کے ان علماء اور سادات کو جو شاہی لشکر میں مقیم تھے اور اس کے لیے دعاگو تھے' بیس ہزار ہون عنایت کیے۔ خواجہ عبدالعزیز ہروی کو بھی بیس ہزار ہون عطا کیے گئے۔ خواجہ عبد اللہ' یوسف عادل شاہ کے ساتھ ایک ہی کشتی میں سوار ہو کر سادہ سے دکن آیا تھا۔ یوسف نے عبد اللہ کو فوراً سادہ جانے کا حکم دیا تاکہ وہاں جا کر وہ شہر میں ایک مسجد اور مینار تعمیر کروائے' نیز شہر کے بیچوں بیچ ایک نہر کھدوائے۔

تمراج سے مقابلے کی تیاری

یوسف عادل شاہ ابھی روانہ بھی نہ ہوا تھا کہ مخبروں نے یہ اطلاع دی کہ تمراج دریائے تمندرا کو عبور کر کے شاہی لشکر گاہ کی طرف آ رہا ہے تاکہ بادشاہ سے مقابلہ کرے۔ یہ خبر سن کر یوسف عادل نے فوج کے افسروں کو حکم دیا کہ وہ مسلح ہو کر ایک جگہ جمع ہو جائیں۔ فوراً شاہی حکم کی تعمیل کی گئی جب لشکر میدان میں یکجا ہوا تو یوسف عادل کو معلوم ہوا کہ فوج آٹھ ہزار دو اسپہ اور سہ اسپہ سواروں اور دو سو ہاتھیوں پر مشتمل ہے۔ یوسف نے غضنفر بیگ آقا' مرزا جہانگیر' حیدر بیگ' داؤد خاں اور دیگر بہادروں سے کہا۔ "میرا خیال ہے کہ موجودہ لشکر دشمن پر غلبہ حاصل کرنے کے لیے کافی ہے۔" ان لوگوں نے بادشاہ کے خیال کی تائید کی اور شاہی لشکر دشمن سے مقابلہ کرنے کے لیے روانہ ہو گیا۔

معرکہ آرائی

یوسف عادل شاہ نے دشمن کے لشکر سے کچھ فاصلے پر اپنے خیمے گاڑھے اور میدان جنگ کو اپنے امیروں میں تقسیم کر دیا تاکہ خندق کھودنے میں آسانی رہے۔ تمام لشکریوں نے بڑی احتیاط اور خوش اسلوبی کے ساتھ بارہ روز اسی جگہ قیام کیا' لیکن جب لڑائی کا موقع آیا تو یہ احتیاط اور خوش اسلوبی باقی نہ رہی۔ ہوا یوں کہ ماہ رجب ۸۹۸ھ کو ہفتے کے روز جب فریقین میں جنگ شروع ہوئی تو پہلے ہی حملے میں بجائے ہندوؤں کے مسلمان لشکری میدان جنگ سے منہ موڑنے لگے۔

مسلمانوں کے تقریباً پانچ سو سپاہی مارے گئے' یوسف عادل شاہ نے اپنے لشکر کی یہ حالت دیکھی تو اس نے حکم دیا کہ نقارہ بجا کر منتشر سپاہیوں کو ایک جگہ جمع کیا جائے۔ اس حکم کی تعمیل کی گئی نقارے کی آواز سنتے ہی سب سے پہلے مرزا جہانگیر قمی پانچ سو مغل سواروں کے ساتھ بادشاہ کے پاس پہنچ گیا۔ اس کے بعد داؤد خاں بھی سات ہزار افغان اور راجپوت لشکریوں کے ساتھ آ پہنچا۔ ان لشکریوں کے آ جانے سے یوسف عادل شاہ کو بڑی تقویت پہنچی اور وہ آئندہ کے لیے لائحہ عمل بنانے میں مصروف ہو گیا۔ وہ ابھی سوچ ہی رہا تھا کہ سلاحداروں کا سردار جس کا نام سوئے چک تھا اس کے پاس آیا اور کہا۔

"میں لڑائی کے دوران میں دشمنوں کے ہاتھوں گرفتار ہو گیا تھا دشمنوں نے میرا تمام مال و اسباب' ہتھیار اور گھوڑا وغیرہ

marfat.com

Marfat.com

چھین لیے۔ میں پیادہ پا ہی ادھر ادھر گھوم رہا تھا کہ دفعتاً میرے قریب ہی دشمن کا ایک سپاہی اپنے گھوڑے سے گر پڑا۔ میں نے فوراً گھوڑا اپنے قابو میں کر لیا اور اس پر سوار ہو کر آپ کے پاس پہنچ گیا۔ میں نے جو کچھ دیکھا ہے اس کے پیش نظر عرض ہے کہ دشمن اس وقت اپنے آپ کو فاتح سمجھ کر غارت گری میں مصروف ہے' مناسب یہی ہے کہ ہمیں اس موقع سے فائدہ اٹھانا چاہیے اور خداوند تعالیٰ پر بھروسا کر کے ایک اور حملہ کرنا چاہیے۔ مجھے پوری پوری امید ہے کہ اس بار کامیابی ہمارے قدم چومے گی۔"

تمراج کی شکست

یوسف عادل شاہ نے سوئے چک کی گفتگو کو بہت غور سے سنا اور اس کی رائے سے اتفاق کیا۔ اس کے بعد اس نے ساڑھے تین ہزار (۳۵۰۰) تجربہ کار سواروں کو ساتھ لے کر دشمن پر حملہ کر دیا۔ تمراج کا لشکر اس وقت غارت گری میں مصروف تھا اسے فوج کو جمع کرنے کی فرصت ہی نہ ملی۔ وہ سات آٹھ ہزار سواروں' کچھ پیادوں' بندوق چلانے والوں اور تین سو (۳۰۰) ہاتھیوں کے لشکر کے ساتھ یوسف عادل شاہ کے مقابلے پر آ گیا فریقین میں معرکہ آرائی شروع ہو گئی۔ یوسف نے جی کھول کر بہادری کے جوہر دکھائے' مسلمانوں لشکریوں نے بھی مردانہ وار جنگ کی' ہندو بھی اگرچہ جی توڑ کر لڑے' لیکن وہ میدان جنگ میں جم نہ سکے اور یوسف عادل شاہ کو فتح نصیب ہوئی۔

اس لڑائی میں مسلمانوں کے ہاتھ بہت سا مال غنیمت آیا جو دو سو ہاتھیوں' ایک ہزار گھوڑوں' تین کروڑ ہون' جواہرات اور بہت سی دوسری گراں قدر اشیاء پر مشتمل تھا۔ رائے زادہ انتہائی پریشانی اور خستہ حالی کے عالم میں بیجانگر کی طرف چلا گیا۔ میدان کارزار میں اسے ایک کاری زخم لگا تھا وہ اس زخم سے جانبر نہ ہو سکا اور راستے ہی میں مر گیا۔ تمراج نے بیجانگر پر قبضہ کر لیا مگر وہاں کے امراء نے اس کی حکومت کو تسلیم نہ کیا اور اس کے خلاف علم بغاوت بلند کر دیا۔

یوسف عادل شاہ نے بیجانگر کی خانہ جنگی سے پورا پورا فائدہ اٹھایا اور تھوڑے سے عرصے میں رائچور اور مدگل کے قلعوں کو ہندوؤں کے قبضے سے نکال لیا۔ ان قلعوں کو فتح کرنے کے بعد' یوسف عادل' کامران و کامیاب واپس آیا۔ راقم الحروف مورخ فرشتہ نے ایک ضعیف العمر امیر شاہ میر دستور خاں' جو اسمعٰیل عادل شاہ کا مشیر تھا۔ سنا ہے کہ جب یوسف عادل شاہ نے رائے بیجانگر سے شکست کھائی تو اس نے میدان جنگ کے قریب ہی ایک ٹیلے پر چڑھ کر طبل جنگ بجایا۔ نقارے کی آواز سنتے ہی تین ہزار ترکی اور دوسرے سوار بادشاہ کے پاس پہنچ گئے۔

اس کے بعد یوسف عادل شاہ نے ایک چال چلی اور تمراج کو یہ پیغام بھجوایا۔ فرمانروائے بیجاپور کی عظمت مسلم ہے' میں اپنی نادانی اور حماقت پر بے حد پریشان ہوں۔ اگر میرا قصور معاف کر دیا جائے اور راجہ مجھے اپنے بہی خواہی میں شمار کر کے یہ علاقہ میرے سپرد کر دے تو میں ہمیشہ اس کا مطیع و فرماں بردار رہوں گا۔ تمراج' یوسف عادل شاہ کے فریب میں آ گیا اور اس نے یہ درخواست منظور کر لی۔ صلح اور عہد و پیمان کے بعد تمراج' رائے زادہ کو لے کر مع تین ہزار سواروں کے لشکر سے جدا ہوا اور دریا کے کنارے ایک جگہ خیمہ زن ہو گیا۔

یوسف عادل شاہ چار سو تجربہ کار اور جنگجو سواروں کو ساتھ لے کر تمراج سے ملنے کے لیے گیا وہاں اس سے صلح کی گفتگو کی اور تھوڑی دیر اس کے پاس بیٹھ کر اٹھا' اس کے بعد اس نے طبل جنگ بجوا دیا' یہ آواز سن کر اس کے سواروں نے نیاموں سے تلواریں نکال لیں اور تمراج کے لشکر پر حملہ کر دیا۔ تمراج کی طرح بیجانگر کے دیگر امراء بھی یوسف عادل شاہ کی نیت اور کارروائی سے قطعاً بے خبر تھے۔ ان امراء نے تمراج اور رائے زادہ کو وہاں سے بھاگ جانے کا مشورہ دیا اور خود لڑائی میں مصروف ہو گئے۔ چونکہ ہر امیر کے ساتھ گنتی کے سپاہی تھے اس لیے یوسف عادل شاہ کا پلہ بھاری رہا اس نے دشمن کے ستر امیروں کو تہ تیغ کیا۔ عادل شاہ کے سواروں نے ہمت و مردانگی کا شاندار مظاہرہ کیا۔

marfat.com
Marfat.com

چھین لیے۔ میں پیادہ پا ہی ادھر ادھر گھوم رہا تھا کہ دفعتاً میرے قریب ہی دشمن کا ایک سپاہی اپنے گھوڑے سے گر پڑا۔ میں نے فوراً گھوڑا اپنے قابو میں کر لیا اور اس پر سوار ہو کر آپ کے پاس پہنچ گیا۔ میں نے جو کچھ دیکھا ہے اس کے پیش نظر عرض ہے کہ دشمن اس وقت اپنے آپ کو فاتح سمجھ کر غارت گری میں مصروف ہے' مناسب یہی ہے کہ ہمیں اس موقع سے فائدہ اٹھانا چاہیے اور خداوند تعالیٰ پر بھروسا کر کے ایک اور حملہ کرنا چاہیے۔ مجھے پوری پوری امید ہے کہ اس بار کامیابی ہمارے قدم چومے گی۔"

تمراج کی شکست

یوسف عادل شاہ نے سوئے چک کی گفتگو کو بہت غور سے سنا اور اس کی رائے سے اتفاق کیا۔ اس کے بعد اس نے ساڑھے تین ہزار (۳۵۰۰) تجربہ کار سواروں کو ساتھ لے کر دشمن پر حملہ کر دیا۔ تمراج کا لشکر اس وقت غارت گری میں مصروف تھا اسے فوج کو جمع کرنے کی فرصت ہی نہ ملی۔ وہ سات آٹھ ہزار سواروں' کچھ پیادوں' بندوق چلانے والوں اور تین سو (۳۰۰) ہاتھیوں کے لشکر کے ساتھ یوسف عادل شاہ کے مقابلے پر آ گیا فریقین میں معرکہ آرائی شروع ہو گئی۔ یوسف نے جی کھول کر بہادری کے جوہر دکھائے' مسلمانوں لشکریوں نے بھی مردانہ وار جنگ کی' ہندو بھی اگرچہ جی توڑ کر لڑے' لیکن وہ میدان جنگ میں جم نہ سکے اور یوسف عادل شاہ کو فتح نصیب ہوئی۔

اس لڑائی میں مسلمانوں کے ہاتھ بہت سا مال غنیمت آیا جو دو سو ہاتھیوں' ایک ہزار گھوڑوں' تین کروڑ ہون' جواہرات اور بہت سی دوسری گراں قدر اشیاء پر مشتمل تھا۔ رائے زادہ انتہائی پریشانی اور خستہ حالی کے عالم میں بیجانگر کی طرف چلا گیا۔ میدان کارزار میں اسے ایک کاری زخم لگا تھا وہ اس زخم سے جانبر نہ ہو سکا اور راستے ہی میں مر گیا۔ تمراج نے بیجانگر پر قبضہ کر لیا مگر وہاں کے امراء نے اس کی حکومت کو تسلیم نہ کیا اور اس کے خلاف علم بغاوت بلند کر دیا۔

یوسف عادل شاہ نے بیجانگر کی خانہ جنگی سے پورا پورا فائدہ اٹھایا اور تھوڑے سے عرصے میں رائچور اور مدگل کے قلعوں کو ہندوؤں کے قبضے سے نکال لیا۔ ان قلعوں کو فتح کرنے کے بعد' یوسف عادل' کامران و کامیاب واپس آیا۔ راقم الحروف مورخ فرشتہ نے ایک ضعیف العمر امیر شاہ میر دستور خاں' جو اسمعٰیل عادل شاہ کا مشیر تھا۔ سنا ہے کہ جب یوسف عادل شاہ نے رائے بیجانگر سے شکست کھائی تو اس نے میدان جنگ کے قریب ہی ایک ٹیلے پر چڑھ کر طبل جنگ بجایا۔ نقارے کی آواز سنتے ہی تین ہزار ترکی اور دوسرے سوار بادشاہ کے پاس پہنچ گئے۔

اس کے بعد یوسف عادل شاہ نے ایک چال چلی اور تمراج کو یہ پیغام بھجوایا۔ فرمانروائے بیجاپور کی عظمت مسلم ہے' میں اپنی نادانی اور حماقت پر بے حد پریشان ہوں۔ اگر میرا قصور معاف کر دیا جائے اور راجہ مجھے اپنے بہی خواہی میں شمار کر کے یہ علاقہ میرے سپرد کر دے تو میں ہمیشہ اس کا مطیع و فرماں بردار رہوں گا۔ تمراج' یوسف عادل شاہ کے فریب میں آ گیا اور اس نے یہ درخواست منظور کر لی۔ صلح اور عہد و پیمان کے بعد تمراج' رائے زادہ کو لے کر مع تین ہزار سواروں کے لشکر سے جدا ہوا اور دریا کے کنارے ایک جگہ خیمہ زن ہو گیا۔

یوسف عادل شاہ چار سو تجربہ کار اور جنگجو سواروں کو ساتھ لے کر تمراج سے ملنے کے لیے گیا وہاں اس سے صلح کی گفتگو کی اور تھوڑی دیر اس کے پاس بیٹھ کر اٹھا' اس کے بعد اس نے طبل جنگ بجوا دیا' یہ آواز سن کر اس کے سواروں نے نیاموں سے تلواریں نکال لیں اور تمراج کے لشکر پر حملہ کر دیا۔ تمراج کی طرح بیجانگر کے دیگر امراء بھی یوسف عادل شاہ کی نیت اور کارروائی سے قطعاً بے خبر تھے۔ ان امراء نے تمراج اور رائے زادہ کو وہاں سے بھاگ جانے کا مشورہ دیا اور خود لڑائی میں مصروف ہو گئے۔ چونکہ ہر امیر کے ساتھ گنتی کے سپاہی تھے اس لیے یوسف عادل شاہ کا پلہ بھاری رہا اس نے دشمن کے ستر امیروں کو تہ تیغ کیا۔ عادل شاہ کے سواروں نے ہمت و مردانگی کا شاندار مظاہرہ کیا۔

marfat.com
Marfat.com

مدگل اور رائچور کی فتح

ہندوؤں کو شکست ہوئی اور ان کا تمام مال و اسباب اور ہاتھی گھوڑے وغیرہ یوسف عادل شاہ کے ہاتھ آ گئے اس نے اسی دن سوئے چک کو درجہ امارت پر فائز کر کے "بہادر خاں" کا خطاب دیا اور پچاس ہاتھی اور ایک لاکھ ہون اسے عطا کیے۔ سوئے چک کو رائچور اور مدگل کے قلعے کی فتح کے لیے روانہ کیا گیا۔ سوئے چک نے بڑی عمدگی سے چالیس دن کے اندر اندر قلعہ فتح کر لیا' یوسف عادل شاہ ان واقعات کے بعد اپنے ملک میں واپس آ گیا۔

بہادر گیلانی کی ہنگامہ خیزی

یوسف عادل شاہ نے مال غنیمت میں سے چند تحفے (ایک زربفت کا مرصع حاشیوں والا ٹکڑہ' چار گھوڑے اور دیگر سامان) سلطان محمود شاہ بہمنی کی خدمت میں روانہ کیے۔ بیجانگر کی فتح کے بعد یوسف عادل شاہ نے بہادر گیلانی کی سرزنش اور قلعہ جام کھنڈی قبضہ کرنے کا ارادہ کیا۔ یوسف اس مہم پر روانہ ہونے ہی والا تھا کہ محمود شاہ گجراتی کا ایک قاصد بہادر گیلانی کی شکایت لے کر محمود شاہ بہمنی کی بارگاہ میں حاضر ہوا۔ شکایت یہ تھی کہ بہادر گیلانی کے ملازموں نے گجرات کے ایک جہاز کو جو مکہ معظمہ کی طرف جا رہا تھا لوٹ لیا۔

محمود شاہ بہمنی کی مدد

محمود گجراتی نے اپنے ہم نام بہمنی فرماں روا کو یہ پیغام بھجوایا "اگر تم ان لٹیروں کو راہ راست پر نہیں لا سکتے ہو تو پھر ہم سب سے درخواست کرو ہم اپنے ایک سردار کو بھیج کر ان لٹیروں کا نام و نشان تک مٹا دیں گے۔ محمود بہمنی نے قاسم برید ترک کے مشورے سے امیر عبد الملک شستری کو یوسف عادل شاہ کے پاس بھیجا اور بہادر گیلانی کی سرزنش کے لیے اس سے مدد کی درخواست کی۔ یوسف عادل تو یہی چاہتا تھا اس نے فوراً اس درخواست کو منظور کر لیا' اس کے دو فائدے تھے ایک تو یہی کہ بہادر گیلانی کا خاتمہ ہو جائے جس کا وہ پہلے ہی خواہاں تھا' دوسرے یہ کہ محمود بہمنی اس کا ممنون کرم ہوتا' یوسف نے پانچ ہزار تجربہ کار سواروں کو سردار کمال خاں دکنی کی نگرانی میں محمود بہمنی کی مدد کے لیے روانہ کیا۔

بہادر گیلانی کا فرار

بہادر گیلانی یوسف عادل شاہ کے ارادوں سے باخبر تھا اس لیے وہ جام کھنڈی کے قریب ہی اپنے لشکر کے ساتھ قیام پذیر تھا۔ محمود بہمنی نے دریا کو پار کر کے اس پر حملہ کر دیا بہادر گیلانی بادشاہ کا مقابلہ نہ کر سکا اور نلگواں کی طرف بھاگ گیا' محمود نے جام کھنڈی کے قلعے کا محاصرہ کر لیا۔ اس محاصرہ کو جب دو تین ماہ گزر گئے تو اہل قلعہ نے تنگ آ کر پناہ مانگی اور اس طرح یہ قلعہ بہمنی حکومت کے قبضے میں آ گیا۔

جام کھنڈی پر عادل شاہی حکومت

محمود بہمنی نے اس قلعے کو قطب الملک خواجہ جہاں ہمدانی کے سپرد کرنے کا ارادہ کیا لیکن قاسم برید نے بادشاہ کی اس رائے سے اختلاف کرتے ہوئے عرض کیا۔ "یہ قلعہ ہمیشہ یوسف عادل شاہ سے متعلق رہا ہے اس لیے بہتر یہی ہے کہ اس کی دل جوئی کے لیے اس قلعہ کو عادل شاہی حکمرانوں کے حوالے کر دیا جائے۔" محمود شاہ نے قاسم برید کی اس رائے کو بہت پسند کیا اور جام کھنڈی کا قلعہ کمال خاں دکنی کے حوالے کر دیا۔

بہادر گیلانی کی موت

بہادر گیلانی کو یہ خطرہ لاحق ہوا کہ کہیں یوسف عادل شاہ دوسری طرف سے اس کے علاقے پر حملہ آور نہ ہو لہٰذا اس نے قصبہ کلکنر

marfat.com

Marfat.com

میں قیام کیا' لیکن جب اسے معلوم ہوا کہ محمود بہمنی اس کی سرکوبی کے لیے آ رہا ہے تو وہ مجبوراً کلبر اور پنالہ کی طرف چلا گیا اور لڑائی کی تیاریاں کرنے لگا۔ محمود شاہ بہادر گیلانی کے صدر مقام پہنچا اور وہاں لڑائی شروع کر دی۔ گیلانی کے بہت سے امیروں نے محمود شاہ کی اطاعت کا دم بھرا اور اپنے آقا سے منہ موڑ کر محمود سے مل گئے۔ اسی دوران میں بہادر گیلانی جو بارہ سال سے اپنی بہادری کا ڈنکا بجا رہا تھا راہی ملک عدم ہوا۔

محمود بہمنی کی بیجاپور میں آمد

محمود بہمنی دریا کے کنارے کنارے سیر کرتا ہوا بیجاپور کی حدود میں پہنچا' یوسف عادل شاہ نے غضنفر بیگ اور دیگر امراء کے گروہ کو محمود کے پاس بھیجا اور اس سے بیجاپور آنے کی درخواست کی' محمود نے یہ درخواست منظور کر لی۔ اس نے قاسم برید کے مشورے سے اپنے لشکر کو تو احمد آباد بیدر روانہ کر دیا اور خود مخصوص اراکین سلطنت کے ساتھ بیجاپور روانہ ہوا۔ یوسف عادل شاہ نے محمود کا استقبال کیا اور اسے بڑی عزت و احترام کے ساتھ شہر میں لایا۔

قاسم برید کی شکایت

محمود شاہ نے ارک کے قلعے میں جو حال ہی میں بنایا گیا تھا قیام کیا' یوسف عادل شاہ نے دس روز تک بڑے شاہانہ طریقے سے محمود کی مہمان نوازی کی۔ نیز بیس ہاتھی' پچاس گھوڑے اور بہت سے دوسرے قیمتی تحفے اس کی خدمت میں پیش کیے۔ محمود نے صرف ایک ہاتھی قبول کیا اور باقی تمام چیزیں واپس کر دیں۔ محمود نے خفیہ طور پر یوسف عادل شاہ کو کہلا بھیجا "میں تمہارے تحائف قبول کرتا ہوں لیکن ان کو میں اپنے ساتھ نہیں لے جا سکتا۔ کیونکہ مجھے معلوم ہے کہ بیدر پہنچتے ہی قاسم برید ان پر قبضہ کرے گا لہٰذا بہتر یہی ہے کہ تم فی الحال ان تحفوں کو اپنے پاس ہی رکھو اور مجھے قاسم برید کے پنجے سے نجات دلانے کی کوشش کرو اس کے بعد یہ چیزیں میں تم سے لے لوں گا۔"

محمود شاہ کی روانگی

یوسف عادل شاہ کو یہ پیغام ملا اگر وہ چاہتا تو اسی وقت قاسم برید کو ختم کر سکتا تھا کیونکہ وہ اس وقت اس کے علاقے میں تھا لیکن یوسف نے سیاسی مصلحتوں کے پیش نظر ایسا کرنا مناسب نہ سمجھا اس نے محمود شاہ کو یہ جواب بھیجا۔ "قاسم برید کو ختم کرنا بغیر فتح اللہ عماد الملک اور احمد نظام بحری کی مدد کے مشکل ہے' میں تنہا کچھ نہیں کر سکتا۔ آپ اس وقت تو اپنے پایہ تخت کو تشریف لے جائیں میں ان دونوں امراء کو ہموار کر کے بیدر میں جلد ہی حاضر ہوں گا۔" یوسف عادل شاہ نے خفیہ طور پر پچاس ہزار ہون محمود کو بھجوا دیئے نیز قاسم برید اور قطب الملک ہمدانی کو بیش قیمت تحفوں سے سرفراز کیا۔ اس کے بعد محمود اپنے پایہ تخت کی طرف روانہ ہو گیا۔

دستور دینار حبشی خواجہ سرا کے ارادے

۹۰۱ھ میں دستور دینار حبشی خواجہ سرا نے بھی حکمرانی کے خواب دیکھنے شروع کر دیئے' اس نے حسن آباد' گلبرگہ' ساغر' میسکر' الند اور کنجوتی وغیرہ تمام قلعوں اور پرگنوں پر جو اس کے زیر اثر تھے مستقل طور پر قبضہ کر لیا اور خود مختار حکومت کرنے کا ارادہ کر لیا۔ دستور دینار کی اصل خواہش یہ تھی کہ دکن کے سکہ اشرفی پر حبش کی سیاہی چڑھائی جائے اور وہ صاحب سکہ ہو جائے' اس مقصد کو حاصل کرنے کے لیے اس نے نظام الملک بحری سے دوستانہ مراسم پیدا کیے اور اسے یہ پیغام بھیجا۔

دستور کی خود مختاری

فتح اللہ عماد الملک نے یوسف عادل شاہ کی مدد سے برار پر قبضہ کر لیا ہے اور وہاں خود مختار حکومت قائم کر لی ہے۔ اسی طرح اگر میں بھی آپ کی عنایت سے شاہانہ حکومت قائم کر لوں تو کوئی تعجب کی بات نہ ہو گی۔" نظام الملک دستور دینار حبشی کو منہ بولا بیٹا بنا چکا تھا اس لیے مجبوراً اس نے دستور کا خیال کیا اور اسے ملک میں اپنا سکہ اور خطبہ جاری کرنے کی اجازت دے دی۔ دستور نے اپنے نام کا خطبہ و

marfat.com
Marfat.com

سکہ جاری کرنے کے بعد قاسم برید کے عاملوں کو ملک سے نکال دیا اور بہت سے ایسے حصوں پر بھی قبضہ کر لیا جو بیدر کے زیر حکومت تھے۔

یہ عالم دیکھ کر قاسم برید بہت پریشان ہوا اس نے محمود شاہ کو یوسف عادل شاہ سے مدد حاصل کرنے کے لیے مجبور کیا' محمود شاہ نے اس رائے پر عمل کیا اور یوسف عادل کو مدد کے لیے پیغام بھجوایا۔ یوسف عادل نے محمود کی درخواست پر ہمدردانہ غور کیا اور غضنفر بیگ کو اپنے چند معتمد امراء کے ساتھ اس کے ساتھ بھیجا اور یہ کہلوایا۔ "اگر میں خود آیا تو میری آمد کی خبر سن کر نظام الملک بھی دستور کی مدد کے لیے میدان میں آ جائے گا اور یوں سارا معاملہ بگڑ جائے گا۔ اس لیے آپ میری غیر حاضری کو نافرمانی یا سرکشی پر محمول نہ کریں۔"

دستور کی سرزنش کے لیے یوسف عادل کی روانگی

اس کے فوراً بعد ہی یہ اطلاع ملی کہ خواجہ جہاں دکنی کو جو بہادری میں سارے ملک میں مشہور تھا' نظام الملک نے دستور کی مدد کے لیے روانہ کیا ہے۔ اور وہ بہت تیزی سے اس طرف آ رہا ہے' یہ بھی معلوم ہوا کہ خواجہ جہاں کے ساتھ احمد نگر کی فوج کا بہترین حصہ ہے نیز یہ بھی اطلاع ملی کہ خود نظام الملک بھی پابہ رکاب ہے اور موقع کا منتظر ہے۔ اس صورت حال کے پیش نظر یوسف عادل شاہ اپنی روانگی کو بھی ضروری سمجھ کر فوراً چل دیا اور اپنے لشکر سے جا ملا' یوسف نے قاسم برید کو بھی طلب کیا اور دونوں مل کر دستور دینار کی سرزنش کے لیے روانہ ہوئے۔

معرکہ آرائی

دستور دینار اپنے خاصہ کے آٹھ ہزار اور بارہ ہزار ملک احمد نظام الملک بحری کے فرستادہ سواروں کو ساتھ لے کر خواجہ جہاں کے ہمراہ دشمن سے مقابلہ کرنے کے لیے آگے بڑھا' فریقین میں زبردست جنگ ہوئی۔ اگرچہ دستور دینار نے بڑی جرات اور بہادری سے کام لیا' لیکن قسمت نے اس کا ساتھ نہ دیا اور وہ دشمن کے ہاتھ گرفتار ہو گیا۔ قاسم برید نے محمود شاہ سے دستور دینار کے قتل کا فرمان لے کر اس بدترین دشمن کو قتل کرنا چاہا' لیکن یوسف عادل شاہ نے محمود شاہ سے دستور کی سفارش کر کے اس کی جان بخشی کروا دی نیز اس کی جاگیر حسن آباد گلبرگہ پر اسے بحال کروا دیا۔ یوسف عادل شاہ محمود سے ملاقات کیے بغیر ہی عازم بیجاپور ہوا اور دستور دینار نے بھی اپنی جاگیر کی راہ لی۔

شہزادہ احمد کی شادی کا ارادہ

۹۰۳ھ میں محمود شاہ نے اپنے بیٹے شہزادہ احمد کی شادی یوسف عادل شاہ کی شیر خوار لڑکی بی بی ستی سے کرنے کا ارادہ کیا' اس تقریب کے انعقاد کے لیے گلبرگہ کا انتخاب کیا گیا۔ محمود شاہ اور یوسف عادل دونوں اپنے اپنے علاقوں سے گلبرگہ کی طرف روانہ ہوئے۔ ان فرمانرواؤں کی آمد کی وجہ سے دستور دینار خوفزدہ ہوا۔

دستور کی جاگیر پر یوسف کا قبضہ

انہیں دنوں یوسف عادل نے محمود شاہ سے یہ درخواست کی۔ "چونکہ میرے اور آپ کے مقبوضات کے درمیان دستور دینار کی جاگیر کا علاقہ حائل ہے اس لیے میں قاسم برید کا خاتمہ کرنے سے معذور ہوں۔ اگر آپ قاسم کے جال سے باہر نکلنا چاہتے ہیں تو اس کا واحد علاج یہی ہے کہ آپ دستور دینار کی جاگیر بھی میرے حوالے کر دیں۔ تاکہ میں وہاں لائق اور تجربہ کار سرداروں کو متعین کر کے کسی وقت حملہ کروں اور قاسم برید کو عین بے خبری کے عالم میں گرفتار کر لوں۔ یہ سب کچھ اتنی سرعت سے ہو سکتا ہے کہ نظام الملک بحری کو اس کی اطلاع بعد میں ہو گی اور اس وقت وہ قاسم برید کی مدد کرنے سے معذور ہو گا۔ محمود شاہ نے یوسف عادل کی درخواست منظور کر لی اور یوں دستور دینار کی جاگیر اور خزانے وغیرہ پر یوسف عادل کا قبضہ ہو گیا۔

marfat.com

Marfat.com

قاسم برید کا فرار

دستور نے قاسم برید کے دامن میں پناہ لی' اس موقع پر قطب الملک ہمدانی نے بھی یوسف عادل کا ساتھ دیا- قطب الملک کی مخالفت کی وجہ سے قاسم برید بہت زیادہ خائف ہوا وہ دستور دینار' خواجہ جہاں دکنی اور دیگر دکنی امراء کو ساتھ لے کر محمود شاہ سے علیحدہ ہو گیا اور بیدر سے فرار ہو کر الندر میں پناہ گزین ہوا- یوسف عادل شاہ' قطب الملک کو ساتھ لے کر دشمنوں کی سرکوبی کے لیے روانہ ہو گیا-

قاسم برید کی شکست

فریقین میں زبردست لڑائی ہوئی جس کے نتیجے میں عادل شاہی لشکر کو فتح نصیب ہوئی- دشمنوں کے لشکر کا ہر امیر شکست کھا کر کسی نہ کسی طرف بھاگ گیا- لڑائی کے بعد میدان جنگ ہی میں ایک غالیچہ بچھایا گیا اور اس پر محمود بہمنی اور یوسف عادل شاہ نے بیٹھ کر ادھر ادھر کی باتیں کیں- دونوں فرماں رواؤں میں یہ طے پایا کہ دوسرے سال احمد نظام الملک بحری اور فتح اللہ عمادی پر حملہ کر کے قاسم برید کو ہمیشہ کے لیے ختم کر دیا جائے-

چونکہ اس معرکہ آرائی میں ملک الیاس مارا گیا تھا اس لیے یوسف عادل شاہ نے اس کی جاگیر اور منصب اس کے بیٹے میاں محمد کو بخش دی اور "عین الملک" کے خطاب سے سرفراز کیا- اس کے بعد یوسف عادل' محمود شاہ سے رخصت ہو کر بیجاپور واپس آ گیا-

دستور دینار پر حملہ

دوسرے سال یوسف عادل شاہ نے دستور دینار کو تباہ و برباد کرنے کا ارادہ کیا اور اس پر حملہ کر دیا- احمد نظام الملک جلد از جلد دستور کی مدد کے لیے آ گیا- یوسف بیدر کے نواح میں پہنچا اور قطب الملک ہمدانی اور فتح اللہ عمادی سے مدد کا طالب ہوا- احمد نظام الملک نے جب دیکھا کہ معاملہ طول پکڑ رہا ہے تو وہ خوف زدہ ہو کر احمد نگر واپس آ گیا-

یوسف عادل اور نظام الملک میں دوستی

اس واقعہ کے دوسرے سال یوسف عادل شاہ نے بڑی دانش مندی اور دور اندیشی سے کام لیا اور احمد نظام الملک سے دوستانہ مراسم پیدا کر کے اپنی مملکت کو وسیع کرنے کا ارادہ کیا- یوسف نے نظام الملک کو یہ پیغام بھیجا "اس وقت موقع ہے کہ تمام فرماں روا دکن کے مختلف حصوں پر قبضہ کر کے اپنی خود مختار حکومتیں قائم کریں- تمہیں چاہیے کہ جلد از جلد دولت آباد' رہور' کالنہ' پونہ اور چھاکیہ پر قبضہ کر لو- میں دستور دینار اور عین الملک کے پرگنوں کو اپنی تحویل میں لے لوں گا- خداوند جہاں حبشی کی جاگیر پر عماد الملک قابض ہو جائے- قطب الملک تلنگانہ کو فتح کر لے' بیدر کا علاقہ مع اس کے مضافات کے قاسم برید کے قبضہ میں رہے اس کے بعد ہم لوگوں کو باہمی اتحاد و اتفاق سے رہنا چاہیے اور آپس میں کسی کی مخالفت نہیں کرنی چاہیے-

دکن میں انتشار

راقم الحروف مورخ "فرشتہ" عرض کرتا ہے کہ جس شخص نے دکن کی تاریخ کا مطالعہ کیا ہے اسے اچھی طرح معلوم ہے کہ سلطنت بہمنی کی بنیادیں جب کمزور ہوئیں تو ملک کے صوبہ داروں نے خود مختاری کے لیے کوششیں شروع کر دیں- جو شخص جس جگہ تھا وہیں اپنے آپ کو سب کچھ سمجھ کر خود مختاری کا دم بھرنے لگا- اس صورت حال کا نتیجہ یہ ہوا کہ دکن میں گیارہ خود مختار حاکم پیدا ہو گئے اس اجمال کی تفصیل سطور ذیل میں پیش کی جاتی ہے-

گیارہ خود مختار حاکم

۱- یوسف عادل شاہ — بیجاپور میں
۲- احمد نظام الملک — خسیر میں

marfat.com
Marfat.com

۳- فتح اللہ عماد الملک — برار میں
۴- قطب الملک ہمدانی — تلنگانہ میں
۵- بہادر گیلانی — اس نے بیجاپور کے مشرق میں دریائے شور کے کنارے تک کے مشہور پرگنوں مرج و کلہر وغیرہ پر قبضہ کر رکھا تھا نیز پنالہ اور کودہ وغیرہ مضبوط قلعوں کا مالک تھا- اس کی وفات کے بعد اس کا بیٹا ملک الیاس اور الیاس کی وفات کے بعد میاں محمد بن الیاس ان علاقوں کا حاکم ہوا-
۶- دستور دینار — بیجاپور کے جنوب میں نہر مجسوارہ اور بیدر کے درمیانی پرگنوں گنجوئی' الندرا اور حسن آباد گلبرگہ وغیرہ پر قابض تھا-
۷- خواجہ جہاں دکنی — یہ پرندہ اور شولاپور کے قلعوں اور اس علاقے کے دیہاتوں اور پرگنوں پر قابض تھا-
۸- زین الدین علی ناس — پونہ' جھاکیہ' مجاد کوندہ اور قلعہ وندراجپوری کا حاکم تھا-
۹- ملک وجیہ ملک اشرف — یہ دونوں حقیقی بھائی تھے اور دولت آباد کے قلعے کو سنبھالے بیٹھے تھے-
۱۰- خداوند خاں حبشی — برار میں فتح اللہ عمادی کا دشمن تھا اور کلم اور قلعہ مالیور پر حاکم تھا-
۱۱- قاسم برید ترک — پایہ تخت بیدر پر حاکم تھا-

عین الملک کی طلبی

قصہ مختصر یہ کہ نظام الملک سے دوستانہ مراسم پیدا کرنے کے ساتھ ساتھ یوسف عادل شاہ نے سب سے پہلے میاں محمد عین الملک کو بلانے کے لیے فرمان ارسال کیا- یہ فرمان دیکھتے ہی عین الملک کی خوشی کی کوئی انتہا نہ رہی اور اس کے گھر میں گھی کے چراغ جلنے لگے- اس نے یوسف عادل کو لکھا "میرے لیے اس سے بڑھ کر کوئی خوشی نہیں ہو سکتی کہ فرماں روائے بیجاپور مجھے اپنے دوستوں میں شمار کرے-" عین الملک نے ایک ہفتے تک اپنے مستقر قلعہ کودہ میں عیش و عشرت کا جشن منعقد کیا اور اس کے بعد چھ ہزار سواروں کا لشکر لے کر بیجاپور روانہ ہو گیا-

دستور دینار کی تشویش

عین الملک یوسف عادل شاہ کے پایہ تخت پہنچا- عادل شاہ نے عین الملک کی بہت آؤ بھگت کی اور اسے تازی گھوڑے تحفتا دیئے نیز گراں بہا خلعت سے سرفراز کیا- عین الملک سے یوسف عادل کے اس سلوک کو دیکھ کر دستور دینار حبشی نے بھانپ لیا کہ دکن میں پھر کوئی سیاسی انقلاب آنے والا ہے- دستور نے امیر برید کو جو کچھ ہی دنوں سے اپنے باپ کا جانشین ہوا تھا لکھا- "تمہیں چاہیے کہ اپنے باپ کے نقش قدم پر چلو اور میری اعانت کو اپنا فرض سمجھو-"

امیر برید کو جب دستور دینار کا خط ملا تو اس نے اسی وقت دینار کی مدد کے لیے تین ہزار سوار روانہ کر دیئے- دستور نے دشمن کا قلع قمع کرنے کا پورا پورا ارادہ کر لیا اور نہر بھیورہ کے کنارے اپنے لشکر کے ساتھ مقیم ہوا- خواجہ جہاں دکنی بھی دستور دینار کی طرح حکمرانی کے خواب دیکھ رہا تھا- اسے یوسف عادل شاہ اور احمد نظام الملک کے دوستانہ مراسم کا علم ہوا اور پتہ چلا کہ ان دونوں نے اس کے خلاف مشورے کیے ہیں لہٰذا وہ ان دونوں سے ناراض ہو کر دستور دینار کا حلیف ہو گیا اور اس کی مدد کرنے پر آمادہ ہو گیا-

دستور کی جنگی تیاریاں

ان دنوں احمد نظام الملک دولت آباد کی فتح میں مصروف تھا اور سلطان محمود گجراتی کی طرف سے ہنگامہ خیزی کا خطرہ تھا خواجہ جہاں نے اس موقع سے پورا پورا فائدہ اٹھایا اور پانچ ہزار کا لشکر لے کر دستور دینار سے جا ملا- دستور کی قوت پہلے سے کہیں زیادہ تھی اور وہ خوب بڑھ چڑھ کر باتیں کرنے لگا- یوسف عادل شاہ کو جب ان حالات کا علم ہوا تو اس نے آئندہ کا لائحہ عمل بنانا شروع کیا- اگرچہ دشمن کی

marfat.com
Marfat.com

عسکری قوت یوسف عادل شاہ سے کہیں زیادہ تھی' لیکن اس نے جنگ کی تیاریاں کرنی شروع کر دیں اور اس لڑائی کو آئندہ کی فتوحات کا پیش خیمہ سمجھا۔

یوسف عادل کا مقابلے کے لیے نکلنا

یوسف عادل نے اپنے خزانے کے دروازے کھول دیئے اور بڑی فراخ دلی سے لشکریوں میں بیجاپور کا مال غنیمت تقسیم کرنا شروع کر دیا اور وہ تزک و احتشام کے ساتھ اپنا لشکر لے کر دستور دینار کے مقابلے پر نکلا۔ یوسف نے دشمن سے پانچ کوس کے فاصلے پر اپنے خیمے نصب کیے ایک دن تو اس نے اپنی لشکر گاہ میں قیام کیا اور دوسرے دن لشکر کو تیار کر کے یوسف خود بھی گھوڑے پر سوار ہو کر میدان جنگ میں آیا' یوسف نے دو ہزار تیر اندازوں اور اتنے ہی نیزہ بازوں کو منتخب کیا اور ان میں ہر ایک کو شاہانہ نوازشات سے سرفراز کیا۔ غضنفر آقا کو اس جماعت کا سردار بنا کر ان لوگوں کو بطور مقدمہ لشکر آگے آگے روانہ کیا۔

یوسف کی حکمت عملی

یوسف عادل شاہ نے اپنے مقدمہ لشکر کو جنگ کرنے میں عجلت اور پہل سے منع کر دیا اور ہدایت کی کہ دشمن کے قریب پہنچ کر پہلے صلح کا پیغام دیا جائے۔ یوسف نے غضنفر آقا کو یہ کہا "سب سے پہلے تم کسی معتمد امیر کو دستور دینار کے پاس بھیج کر اسے عادل شاہی حکومت کے حلقہ اطاعت میں آنے کا پیغام دینا اور اسے یقین دلانا کہ اگر عین الملک کی طرح وہ بھی عادل شاہی حکومت کا حلیف ہو جائے گا تو بڑے آرام اور چین سے زندگی بسر کرے گا۔

غضنفر آقا کی روانگی

یوسف نے یہ تاکید بھی کی کہ اگر اس پیغام کو سن کر دستور دینار راہ راست پر آ جائے تو اچھا ہے ورنہ اس کی تباہی و بربادی میں کسی قسم کی کمی نہ کی جائے۔ غضنفر نے یوسف عادل شاہ کے فرمان کے مطابق عمل کیا وہ دشمن سے ایک کوس کے فاصلے پر مقیم ہوا اور اس نے دستور دینار کو اطاعت و فرماں برداری کی تلقین کی۔ دستور کی قسمت میں در در کی گدائی لکھی تھی اس لیے اس نے غضنفر آقا کی نصیحت پر کوئی توجہ نہ دی اور غضنفر سے مقابلہ کرنے کے لیے چھ ہزار سواروں کے ساتھ آگے بڑھا۔ غضنفر نے جان لیا کہ یہ حبشی صلح و آشتی سے سیدھے راستے پر نہ آئے گا اس کا علاج کچھ اور ہی ہے۔ لہٰذا وہ بھی فوج کو لے کر دستور کے مقابلے پر آگے بڑھا۔

دستور دینار کی شکست

دونوں فریق ایک دوسرے کے سامنے آئے اور جنگ کا بازار گرم ہو گیا' ایک زبردست جنگ کے بعد دستور دینار کو شکست ہوئی اور غضنفر آقا کامیاب و کامران ہوا۔ قاصدوں نے اس فتح کی خبر جلد از جلد یوسف عادل تک پہنچائی۔ یوسف نے یہ خوشخبری سن کر خداوند تعالیٰ کا شکر ادا کیا اور اس کامیابی کو آئندہ کی فتوحات کا پیش خیمہ سمجھ کر اور دستور دینار کو ہمیشہ کے لیے ختم کرنے کے ارادہ سے روانہ ہوا اور جلد ہی اپنے مقدمہ لشکر سے جا ملا۔

دستور اور یوسف کی جنگی تیاریاں

یوسف عادل نے اپنے مقدمہ لشکر کے پاس پہنچ کر اپنی فوج کو از سر نو مرتب کیا۔ میمنہ پر غضنفر آقا' میسرہ پر حیدر بیگ ترمذی اور قلب لشکر پر مرزا جہانگیر بیگ قمی کو متعین کیا گیا۔ اس کے بعد یوسف خود قلب لشکر میں کھڑا ہوا اور اپنے لشکر کی کثرت پر مغرور ہو کر سپاہیوں میں سامان جنگ تقسیم کرنے لگا۔ دستور نے میدان جنگ میں جگہ جگہ مست ہاتھی کھڑے کیے اور توپ و تفنگ کے آلات اپنی فوج کے سامنے نصب کر کے ہندوستانی دستور کے مطابق فوج کو ترتیب دیا۔

marfat.com
Marfat.com

دستور دینار کا قتل اور یوسف عادل کی فتح

طرفین جب اچھی طرح تیار ہو گئے تو معرکہ آرائی شروع ہو گئی۔ دونوں طرف کے بہادروں نے بڑی جرات و دلیری سے کام لیا اور میدان جنگ کو میدان حشر بنا کر رکھ دیا۔ سب سے پہلے مرزا جہانگیر بیگ قمی قلب لشکر سے نکلا اور دشمن پر حملہ آور ہوا۔ اس نے دشمن کے بے شمار سپاہیوں کو تہ تیغ کیا اس کے بعد غضنفر بیگ اور حیدر بیگ میمنہ اور میسرہ سے نکل کر دشمن کی طرف بڑھے' ایک ساتھ ہو کر دشمن کو جنگ کا مزہ چکھاتے رہے۔ آخر کار یوسف عادل کی قسمت کا ستارہ چمکا اور دستور اس لڑائی میں کام آیا۔ دستور کی فوج حواس باختہ ہو کر میدان جنگ سے بھاگ نکلی اور یوں یوسف عادل کو شاندار کامیابی نصیب ہوئی۔

فتح کی خوشی

غضنفر بیگ کے ماتھے پر ایک پتھر لگا جس کی وجہ سے کاری زخم آیا اس نے اس زخم کی کوئی پروانہ کی اور امراء کو ساتھ لے کر یوسف عادل شاہ کو مبارک باد دینے کے لیے اس کی خدمت میں حاضر ہوا۔ تمام امراء اور لشکری فتح کی خوشی میں یوسف عادل شاہ پر دولت اور زروجواہر نثار کرنے لگے۔ اور اس کی عمر و اقبال کی ترقی کی دعائیں مانگنے لگے' یوسف نے اپنے بھائی غضنفر آقا کو گلے سے لگایا اور خود اپنے ہاتھ سے اس کی مرہم پٹی کی۔ غضنفر کو بہت مہلک زخم آیا تھا۔ اگرچہ اس کے علاج میں کوئی کسرباقی نہ رکھی لیکن کوئی تجویز کارگر نہ ہوئی اور تیسرے روز اس کا انتقال ہو گیا۔

غضنفر بیگ کا انتقال

غضنفر بیگ کی موت یوسف عادل شاہ کے لیے ایک بہت بڑا سانحہ تھی' اسے عزیز بھائی کی دائمی مفارقت کا بے انتہا غم ہوا۔ بعض مورخین کا بیان ہے کہ یوسف اور غضنفر حقیقی بھائی تھے۔ بعض انہیں رضاعی بھائی بتاتے ہیں اور کہتے ہیں کہ غضنفر' یوسف عادل کی جلاوطنی کے بعد روم سے ساوہ آیا اور پھر ساوہ سے ہندوستان میں وارد ہوا۔ قصہ مختصر یوسف کو غضنفر کی موت کا بڑا صدمہ ہوا اور کئی روز تک ماتم کرتا رہا جب ذرا طبیعت بحلی تو وہ امور سلطنت کی طرف متوجہ ہوا۔

یوسف نے دستور کے پرگنوں حسن آباد' گلبرگہ' ساغر اور آہنکر وغیرہ پر قبضہ کر لیا' ان پرگنوں کو اس نے اپنے معتمد امراء کے سپرد کیا اور خود بیجاپور کی طرف واپس ہوا۔ وہاں پہنچ کر یوسف نے اپنے امراء و اراکین سلطنت کو شاہانہ نوازشوں سے سرفراز کیا۔ مرزا جہانگیر قمی اور حیدر بیگ کو جنہوں نے دستور سے جنگ کرنے میں بڑی سرفروشی سے کام لیا تھا اعلیٰ ترین مناصب پر فائز کیا گیا۔

مجلس جشن

۹۰۸ھ میں یوسف عادل شاہ نے ایک مجلس جشن منعقد کی اس مجلس میں سید احمد ہروی اور دیگر شیعی علماء کو مدعو کیا گیا۔ ان سب کے سامنے یوسف نے کہا: "اپنی زندگی کے ابتدائی زمانے میں جب کہ میں جلا وطن ہو کر بازاروں میں بکتا پھر رہا تھا تو حضرت خضر علیہ السلام نے خواب میں مجھے یہ بشارت دی تھی کہ خدا تعالیٰ مجھے قعر مذلت سے نکال کر تخت سلطنت پر بٹھائے گا۔ حضرت خضرؑ نے مجھے یہ نصیحت کی تھی کہ میں عنان اقتدار ہاتھ میں لے کر اپنے خدا کو فراموش نہ کروں' ہمیشہ سادات کرام اور محبان اہل بیت کی عزت و توقیر کروں اور شیعہ مذہب کو دنیا میں پھیلانے کی زندگی بھر کوشش کرتا رہوں؟

شیعہ مذہب کو رواج دینے کا عہد

میں نے اس خواب کی وجہ سے خداوند تعالیٰ سے یہ عہد کیا تھا کہ بادشاہت کے درجے پر پہنچ کر بارہ اماموں کے اسمائے گرامی خطبے میں داخل کروں گا اور شیعہ مذہب کو رواج دوں گا۔ اس کے علاوہ تمراج کی شورشوں اور ہنگاموں کے زمانے میں جب کہ ملک اور سلطنت میرے ہاتھوں سے نکلے جا رہے تھے' میں نے دوبارہ اللہ تعالیٰ سے یہ عہد کیا کہ اگر میں دشمن پر غالب آگیا تو ملک میں شیعہ مذہب کو

marfat.com
Marfat.com

رواج دینے کی پوری پوری کوشش کروں گا۔

محتاط گروہ کی رائے

یہ تقریر کرنے کے بعد یوسف عادل شاہ نے اہل دربار سے ان کی رائے پوچھی' بعضوں نے بادشاہ کے خیال کو درست اور مبارک کہہ کر پوری پوری تائید کی' لیکن ایک گروہ نے احتیاط اور دور اندیشی کو مدنظر رکھتے ہوئے عرض کیا کہ۔ "ابھی حضور کو حکومت قائم کیے ہوئے تھوڑا سا زمانہ ہی گزرا ہے۔ سلطنت کے اصل وارث محمود شاہ بہمنی کو ابھی برائے نام بادشاہ تسلیم کیا جاتا ہے' مزید برآں احمد نظام الملک بحری اور فتح اللہ عمادی جیسے نامی گرامی امراء سنی مذہب کے پیرو ہیں' خود حضور کے بہت سے عسکری سردار چار خلفاء کو مانتے اور حنفی عقیدہ رکھتے ہیں' کہیں ایسا نہ ہو کہ تبدیلی مذہب کے اعلان سے ملک میں کوئی نیا ہنگامہ کھڑا ہو جائے۔

شاہ ایران کی مثال

یوسف عادل شاہ نے اس دور اندیش جماعت کی رائے کو بہت غور سے سنا' تھوڑی دیر تک سوچا اور پھر کہا۔ "چونکہ میں خداوند سے عہد کر چکا ہوں اس لیے میں بد عہدی کو اپنا شعار نہ بنا سکوں گا' اس سلسلے میں جو مشکلات پیش آئیں گی ان کو حل کرنے میں خدا ہی میری مدد کرے گا۔" اتفاق سے اسی زمانے میں ایران میں شاہ اسمٰعیل صفوی بارہ اماموں کے اسمائے گرامی کا خطبہ جاری کر کے ملک میں شیعہ مذہب کو رواج دینے کی کوشش کر رہا تھا۔ یوسف عادل شاہ' یہ خبر سن کر بہت خوش ہوا اور اپنے ارادے پر اور زیادہ پختہ ہو گیا۔

شیعہ مذہب کا خطبہ

اسی سال ذی الحجہ کے مہینے میں بروز جمعہ یوسف عادل شاہ قلعہ ارک کی جامع مسجد میں آیا۔ مدینہ منورہ کا ایک صحیح النسب سید خطبہ پڑھنے کے لیے منبر پر گیا' سب سے پہلے تو آذان میں کلمہ "علیا ولی اللہ" کا اضافہ کیا گیا۔ اس کے بعد بارہ اماموں کے اسمائے گرامی خطبے میں داخل کر کے باقی صحابہ کرام کے اسماء نکال دیئے گئے۔

عادل شاہ کی احتیاط

مورخین نے تحریر کیا ہے کہ یوسف عادل شاہ پہلا بادشاہ ہے کہ جس نے ہندوستان میں بارہ اماموں کے نام کا خطبہ پڑھوا کر ملک میں شیعہ مذہب کو رائج کیا' لیکن ان حالات میں بھی شیعوں کی یہ ہمت نہ تھی کہ وہ صحابہ کرام کی شان میں کسی قسم کی گستاخی کرتے۔ یوسف عادل نے بڑی احتیاط سے کام لیا اس وجہ سے تعصب کو فروغ نہ ہو سکا اور شیعہ اور سنی ایک دوسرے سے گھل مل کر رہنے لگے۔

مذہبی اتحاد

یوسف کے عہد حکومت میں شیعہ مذہب کے رواج کے بعد شیعی' حنفی اور شافعی علماء ایک دوسرے سے بڑی محبت اور خلوص سے پیش آتے تھے۔ اور آپس میں کسی قسم کا بغض اور کینہ نہیں رکھتے تھے۔ ہر مذہب کے لوگ اپنے اپنے عقیدہ کے مطابق اپنی اپنی عبادت گاہوں میں خداوند تعالیٰ کی بندگی کرتے تھے۔ کوئی شخص اپنے فرقے کی فضیلت اور دوسرے کے فرقے کی توہین کرنے کی ہمت نہ رکھتا تھا۔ علماء اور مشائخ اس اتحاد و یک جہتی کو دیکھ دیکھ کر حیران ہوتے تھے اور اس مذہبی اتحاد کو یوسف عادل شاہ کی حکمت عملی کا بہترین نتیجہ سمجھتے تھے۔

ایک عجیب و غریب قصہ

راقم الحروف مورخ فرشتہ کو اس موقع پر ایک عجیب و غریب اور معنی خیز قصہ یاد آ گیا ہے' قارئین کرام کی تفریح طبع کے لیے درج ذیل کیا جاتا ہے۔

marfat.com
Marfat.com

بعض مورخین نے تحریر کیا ہے کہ مولانا غیاث الدین نامی ایک بزرگ گزرے ہیں جو فارس کے رہنے والے تھے وہ بہت ہی عقل مند اور فاضل شخص تھے۔ فن تاریخ اور شاعری سے انہیں طبعی لگاؤ تھا۔ شاعری میں تو وہ مسلم الثبوت استاد تھے' مناقب اہل بیت میں ان کے بہت سے قصائد ایران میں مشہور ہیں۔ مولانا غیاث الدین اگرچہ شیعہ مذہب رکھتے تھے لیکن تعصب سے انہیں کوئی کام نہ تھا وہ بہت حق گو اور حق پسند تھے' ان کا یہ دستور تھا کہ عصر کے وقت وہ شیراز کے بازار میں بیٹھ کر مرکب دوائیں فروخت کیا کرتے تھے۔ اور اچھے اشعار اور سحر آفریں جملوں اور لطائف سے اپنے خریداروں اور ملنے جلنے والوں کو خوش رکھتے تھے۔

اہل فارس کو ان کی بزرگی حق گوئی اور ان کے اعتقاد پر پورا بھروسہ تھا۔ اور حتی الامکان ان کی پوری تعمیل کرتے تھے۔ ایک روز سلطان ابراہیم نے مولانا غیاث کو طلب کیا اور ان سے پوچھا کہ "موجودہ مذہبوں میں سے سب سے بہتر اور عمدہ مذہب کون سا ہے؟"
مولانا نے جواباً فرمایا۔ "بادشاہ ایک گھر کے اندر رہتا ہے اور اس گھر کے بہت سے دروازے ہیں' جو شخص جس دروازے سے بھی اندر داخل ہو گا' وہ بادشاہ کی زیارت سے محفوظ ہو گا' جو شخص بادشاہ سے ملاقات کرنا چاہے اسے سب سے پہلے بادشاہ کی خدمت گزاری او رباریابی کی اہلیت پیدا کرنا چاہیے' یہ مسئلہ بعد کا ہے کہ اسے کس دروازے سے بادشاہ کے گھر میں داخل ہونا چاہیے۔"
اس کے بعد سلطان ابراہیم نے مولانا سے ایک اور سوال کیا۔ "ہر مذہب اور ہر فرقے کے لوگوں میں کون سا طبقہ سب سے بہتر ہے؟"
مولانا نے جواب دیا۔ "اچھے کردار کا انسان' خواہ کسی طبقے سے تعلق رکھتا ہو' خدا کا مقبول بندہ ہوتا ہے۔" بادشاہ کو مولانا کی یہ گفتگو بہت پسند آئی اور انہیں خلعت و انعام سے سرفراز کیا گیا۔ شیخ فرید الدین عطار نے بھی اپنی مثنوی میں اس بات کی طرف اشارہ کیا ہے۔

امراء کی ناراضگی

الغرض یوسف عادل شاہ نے جب خطبہ پڑھا اور شیعہ مذہب کو جاری کیا تو مشہور مثل "الناس علی دین ملوکھم" کے مصداق بہت سے امیروں نے یہ مذہب اختیار کر لیا' لیکن امراء کا ایک گروہ جو بہت پکا سنی اور حنفی المذہب تھا اپنے آبائی دین پر قائم رہا۔ میاں محمد عین الملک' دلاور خاں حبشی اور محمد خاں سیستانی وغیرہ بادشاہ کی اس تبدیلی مذہب سے بہت ناراض ہوئے۔ عین ممکن تھا کہ یہ لوگ کھلے بندوں یوسف عادل شاہ کی مخالفت کر کے ملک میں فتنہ و فساد کا بازار گرم کرتے کہ یوسف نے بلا کر انہیں اچھی طرح سمجھایا اور کہا:

یوسف عادل کا نقطۂ نظر

"مذہب کا معاملہ ہر شخص کا ذاتی معاملہ ہے جس شخص کا جو رجحان ہوتا ہے وہ وہی مذہب اختیار کرتا ہے۔ بہتر یہی ہے کہ تم لوگ ہمیں ہمارے مذہب پر رہنے دو اور تم خود اپنے مذہب کے والہ و شیدا رہو۔ مذہب کے اختلاف کو سیاسی مخالفت کی بنیاد نہ بناؤ۔" الغرض ان امراء کو یوسف نے اچھی طرح سمجھا سمجھا کر رخصت کر دیا۔

عین الملک کی معزولی

جو امراء یوسف عادل شاہ سے ناراض ہو چکے تھے ان میں میاں محمد عین الملک بہت قوی اور صاحب اقتدار تھا۔ یوسف عادل کو اس امیر سے کچھ خوف پیدا ہوا لہٰذا از راہ احتیاط اس نے عین الملک کو سپہ سالاری کے عہدہ سے معزول کر دیا' اس کی جاگیر جو بہادر گیلانی کے بعد اسے عطا ہوئی تھی ضبط کر لی گئی اور اس کی بجائے اسکری اور بلگوان کے پرگنے عطا کیے گئے۔

مذہبی آزادی

یوسف عادل نے تمام حنفی المذہب امراء کو یہ ہدایت کی کہ وہ اپنی جاگیروں میں اپنے عقیدوں کے مطابق اذان دیں۔ اس کے علاوہ یوسف نے تمام حکام کو یہ فرمان بھجوا دیا کہ وہ اہل سنت کے طریقہ عبادت میں کسی قسم کی رکاوٹ پیدا نہ کریں۔ اس سلسلے میں بادشاہ نے

marfat.com
Marfat.com

بڑی احتیاط سے کام لیا جگہ جگہ ہرکارے مقرر کیے جو ذرا ذرا سی باتوں کی بادشاہ کو اطلاع کرتے۔

نظام الملک اور قاسم برید کا حملہ

اسی دوران میں احمد نظام الملک بحری اور قاسم برید جو بڑے پکے حنفی المذہب تھے یوسف عادل شاہ سے ناراض ہو گئے۔ ان دونوں نے مل کر بیجاپور پر حملہ کیا۔ سب سے پہلے قاسم برید نے گنجوئی کا پرگنہ اور دوسرے قصبوں پر (جو عادل شاہ کے قبضے میں آنے سے پہلے دستور دینار کی تحویل میں تھے) قبضہ کر لیا۔ اس کے بعد احمد نظام الملک نے ایک قاصد بیجاپور روانہ کیا اور یوسف عادل شاہ سے نلدرک کا قلعہ طلب کیا جو پہلے دستور دینار کے قبضے میں تھا۔ یوسف اگرچہ اپنے متعدد عسکری امراء سے مطمئن نہ تھا' لیکن اس نے نظام الملک کے قاصد کو بہت سخت جواب دیا۔ نظام الملک کے بارے میں نازیبا باتیں کہیں اور گنجوئی کے نواح پر حملہ کر کے اس پرگنہ کے قرب و جوار کو اپنے قبضے میں لے آیا۔

محمود شاہ کا ارادۂ جنگ

محمود شاہ بہمنی نے امیر برید کے مشورے سے گرد و نواح کے فرماں رواؤں کے پاس قاصد بھیج کر مدد کی درخواست کی۔ ان فرماں رواؤں میں قطب الملک' فتح اللہ عماد الملک' خداوند خاں حبشی اور ملک احمد نظام الملک بحری تھے۔ ان لوگوں سے یوسف عادل کا مقابلہ کرنے کی درخواست کی گئی۔ فتح اللہ عماد الملک اور خداوند خاں حبشی ایک دوسرے سے رنجیدہ اور خائف تھے اس لیے انہوں نے محمود شاہ سے معذرت طلب کی اور اپنے علاقوں سے باہر نہ نکلے۔

قطب الملک ہمدانی اگرچہ بباطن شیعہ تھا اور اس مذہب کی اشاعت و ترویج کا دل و جان سے خواہاں تھا' لیکن مصلحت وقت سے مجبو ہو کر تلنگانہ کے امراء کے ساتھ محمود شاہ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ ملک احمد نظام الملک بحری بھی خواجہ جہاں دکنی حاکم پرندہ اور زین خاں حاکم شولا پور کو ساتھ لے کر بارہ ہزار سواروں اور ان گنت توپ خانوں کے ساتھ احمد آباد بیدر پہنچ گیا۔

یوسف کی پریشانی

محمود شاہ بہمنی بھی تلنگانہ کی فوج کو تیار کر کے امیر برید کے ساتھ پایہ تخت سے روانہ ہوا اور احمد نگر کی فوج سے دو کوس کے فاصلے پر قیام پذیر ہوا۔ محمود شاہ کے ساتھ اتنا بڑا لشکر دیکھ کر یوسف عادل شاہ قدرے پریشان ہوا۔ اس نے اپنے پانچ سالہ بیٹے شہزادہ اسمٰعیل کو کمال خاں دکنی اور دیگر قابل اعتبار امراء کے ساتھ بیجاپور روانہ کر دیا۔ اور اس کے ساتھ تمام ساز و سامان اور خزانہ بھی بیجاپور بھجوا دیا۔

یوسف عادل کی روانگی بٹیر

یوسف نے دریا خاں اور فخر الملک کو حسن آباد گلبرگہ کی مہم پر نامزد کیا۔ اور خود عین الملک کے ساتھ چھ ہزار تجربہ کار سواروں کو لے کر بٹیر کی طرف روانہ ہوا۔ اس پرگنے میں پہنچ کر یوسف نے دیہاتوں اور قصبوں کو نذر آتش کرنا شروع کر دیا۔ احمد نظام الملک بحری نے جب اپنی جاگیر کو اس طرح تباہ و برباد ہوتے دیکھا تو وہ محمود شاہ کو اپنے ساتھ لے کر جلد از جلد یوسف شاہ کے تعاقب میں روانہ ہوا۔

مذہب شیعہ سے یوسف عادل کی توبہ

یوسف عادل شاہ دشمن کی سرگرمیوں کی وجہ سے سخت تنگ آیا۔ اور بٹیر سے دولت آباد پہنچا اس صوبے کو تباہ و برباد کر کے وہ برار کی طرف روانہ ہو گیا۔ فتح اللہ عمادی' محمود شاہ اور احمد نظام الملک بحری کے تعاقب کی وجہ سے بے حد پریشان ہوا۔ عمادی نے عادل شاہ سے کہا "احمد نظام الملک اور محمود شاہ دونوں ہی کٹر حنفی ہیں اور مذہب کا بہانہ کر کے تمہیں تباہ و برباد کرنا چاہتے ہیں اس وقت مجھ میں اتنی قوت نہیں ہے کہ دشمن کا مقابلہ بھی کروں اور تمہاری دوستی کا دم بھی بھروں۔ اس لیے میری رائے یہ ہے کہ تم بظاہر شیعہ مذہب سے توبہ کر کے اور مجھ سے ناراض ہو کر برہان پور چلے جاؤ۔ میں' قطب الملک سے مشورہ کر کے اس معاملے کو سلجھا لوں گا۔"

marfat.com
Marfat.com

یوسف کی برہان پور کو روانگی

یوسف عادل نے عماد الملک کی رائے پر عمل کیا اور اسی وقت ایک فرمان اس مضمون کا بیجاپور روانہ کیا کہ ملک میں بارہ اماموں کی بجائے چاروں خلفاء کا خطبہ پڑھا جائے۔ اس کے بعد یوسف عادل' عماد الملک سے ظاہری جنگ کر کے برہان پور چلا گیا۔

عماد الملک کا پیغام نظام الملک کے نام

یوسف عادل کے چلے جانے کے بعد عماد الملک نے اپنے ایک عزیز کو ملک احمد نظام الملک کے پاس بھیجا اور یہ پیغام دیا "امیر برید کی اصل خواہش یہ ہے کہ یوسف عادل کو ختم کر کے بیجاپور پر خود قابض ہو جائے۔ اگرچہ ہمارے نزدیک عادل اور برید ایک ہی جیسے ہیں' لیکن برید کا کردار ہم پر پوری طرح واضح ہو چکا ہے وہ پانچ کوس علاقے کا مالک ہے' لیکن اس نے محمود شاہ کو شاہ شطرنج بنا کر بہمنی خزانہ پر قبضہ کر رکھا ہے۔ وہ ہمارے خلاف جو چاہتا ہے کرتا ہے لیکن ہم اس کے سامنے کچھ نہیں کر سکتے۔ اگر بیجاپور جیسے وسیع ملک پر برید کا قبضہ ہو گیا تو پھر ہمارا اور ہماری اولاد کا دکن میں رہنا مشکل ہو جائے گا۔"

"دوسری بات یہ ہے کہ لوگوں کی زندگی سپاہیانہ انداز سے گزرتی ہے۔ دوسروں کے مذاہب اور عقائد سے ہمارا کوئی واسطہ نہیں' قیامت کے روز ہر شخص اپنے عقیدے کا جواب دہ ہو گا' یوسف عادل شاہ نے میرے سامنے شیعہ مذہب کو ترک کر کے اہل سنت کا عقیدہ اختیار کر لیا ہے اور ایک فرمان کے ذریعہ اہل بیجاپور کو شیعہ مذہب اختیار کرنے سے منع کر دیا ہے۔ اس صورت حال میں میرے نزدیک یہ نامناسب ہے کہ سب مل کر یوسف عادل شاہ پر حملہ کریں اور محمود شاہ کے پردے میں امیر برید کی خواہش کو پورا کریں۔ بہتر یہی ہے کہ ہم سب اس معاملے سے الگ ہو جائیں اور اپنے اپنے ملک واپس چلے جائیں۔"

احمد نظام اور قطب الملک کی برید سے علیحدگی

ملک احمد نظام الملک اور قطب الملک ہمدانی سیاسی امور میں فتح اللہ عمادی کی رائے کو بڑی اہمیت دیتے تھے۔ ان دونوں نے عمادی کے مشورے پر عمل کیا اور راتوں رات اپنے ملک کو روانہ ہو گئے' دوسرے روز صبح میدان جنگ خالی نظر آیا۔ محمود شاہ اور امیر برید نے زمانے کے انقلاب کو حیرت کی نظروں سے دیکھا۔ ان دونوں نے بیجاپور کی مہم کے لیے فتح اللہ عمادی سے مدد مانگی اور اس کے پاس ایک قاصد روانہ کیا۔ عمادی ادھر ادھر کی باتوں سے محمود اور برید کے قاصد کو ٹالتا رہا اور خود ایک قاصد یوسف عادل شاہ کے پاس بھیج کر اسے بلوایا۔ یوسف آیا دونوں سرداروں نے فوج کو ترتیب دیا اور برید و محمود سے معرکہ آرا ہونے کے لیے روانہ ہو گئے۔

یوسف کا دوبارہ شیعہ مذہب کو رواج دینا

محمود شاہ اور امیر برید نے جو ان لوگوں کے آنے کی خبر سنی تو وہ دونوں سخت پریشان ہوئے۔ انہوں نے اپنا تمام ساز و سامان میدان جنگ ہی میں چھوڑا اور احمد آباد بیدر کی طرف روانہ ہو گئے۔ یوسف عادل شاہ نے دشمن کے لشکر کو تباہ و برباد کیا اور فتح اللہ عمادی سے رخصت ہو کر بیجاپور واپس آیا۔ اور یہاں اس نے دوبارہ مذہب شیعہ کو رواج دیا اور بارہ اماموں کے نام کا خطبہ جاری کیا۔

شاہ ایران کو مبارک باد

یوسف عادل شاہ نے مشہور امراء عین الملک کنعانی' کمال خاں دکنی اور فخر الملک ترک کو شاہانہ عطیات سے سرفراز کیا۔ سید احمد ہروی کو ایران کے فرمانروا شاہ اسمٰعیل صفوی کی خدمت میں روانہ کیا۔ یوسف نے شاہ ایران کو بہت سے بیش قیمت اور نادر تحفے بھیجے اور اسے ایران میں شیعہ مذہب کو رواج دینے پر خلوص دل سے مبارک باد دی۔ نیز اپنے شیعہ ہونے اور بیجاپور میں بارہ اماموں کے نام کا خطبہ جاری کرنے کی اسے خوشخبری سنائی۔

marfat.com
Marfat.com

اندرا پور کا سفر

اس کے بعد یوسف عادل شاہ نے اپنی تمام زندگی ملک کی بہبودی اور رعایا پر عدل و انصاف سے حکومت کرنے میں صرف کر دی۔ اس نے صرف دو مرتبہ پایہ تخت بیجاپور سے سفر کیا۔ پہلا سفر تو سیر و تفریح اور شکار کی غرض سے تھا' یوسف عادل شاہ شکار کے لیے اندرا پور گیا۔ دو تین مہینے وہاں عیش و عشرت سے بسر کیے اور واپس بیجاپور آ گیا۔

عیسائیوں کی سرزنش

دوسرا سفر اس نے بندر گوده کا کیا اس کا مقصد غیر مسلموں کی سرزنش تھی۔ ۹۱۵ھ کے آخر میں کچھ عیسائی اچانک بندر گوده پہنچ گئے۔ انہوں نے بندرگاہ کے حاکم کو غافل پا کر وہاں کے بے شمار مسلمانوں کو موت کے گھاٹ اتارا اور بندرگاہ پر قبضہ کر لیا۔ یوسف کو جب اس واقعہ کو اطلاع ہوئی تو اس نے خاصہ کے دو ہزار سوار جن میں دکنی بھی تھے اور غیر ملکی بھی ساتھ لیے اور بندر گوده پر لشکر کشی کی' پانچ روز بعد عادل شاہی لشکر بندر گوده پہنچ گیا۔ یوسف نے عیسائیوں کو غافل پا کر قلعے پر حملہ کر دیا اور دربانوں کو قتل کر کے قلعے کے اندر داخل ہو گیا۔

اہل قلعہ اس آفت ناگہانی سے قطعاً بے خبر تھے۔ عادل شاہی لشکر کو اپنے سر پر موجود پا کر وہ حواس باختہ ہو گئے۔ عیسائیوں نے جان بچانے کی بہت کوشش کی' لیکن ان میں اکثر مسلمانوں کے ہاتھوں مارے گئے۔ جو موقع پا کر بچ نکلے وہ کشتیوں کے ذریعہ مسلمانوں کی دسترس سے بھاگ گئے' یوسف عادل شاہ نے قلعے پر قبضہ کر لیا۔ یہ قلعہ آج تک مسلمانوں کی تحویل میں ہے یوسف نے یہ قلعہ اپنے معتمد امراء کے سپرد کیا اور خود بیجاپور واپس آ گیا۔

یوسف کا انتقال

یہ مہم یوسف عادل شاہ کی زندگی کی آخری مہم تھی' اس کے بعد پھر کبھی بادیہ پیمائی کی نوبت نہ آئی۔ یوسف نے بیس برس اور دو مہینے تک بڑی خوش اسلوبی اور استقلال سے حکومت کی ۹۱۶ھ میں ایک مرض میں مبتلا ہو کر اس نے داعیٔ اجل کو لبیک کہا۔ اس کی وصیت کے مطابق لاش کو قصبہ کرگی میں شیخ جلال المشہور بہ شیخ چندا کے پہلو میں دفن کیا گیا۔ یوسف کو اس بزرگ سے بے انتہا عقیدت تھی۔ یوسف نے پچھتر سال کی عمر میں دنیا کو خیرباد کہا۔ ذیل کے مصرعہ سے تاریخ وفات برآمد ہوتی ہے ؎

"بگفتا نماندہ شہنشاہ عادل"

نظام الدین احمد الحسینی نے اپنی تاریخ میں لکھا ہے کہ یوسف عادل شاہ نے ۹۰۶ھ میں داعیٔ اجل کو لبیک کہا' لیکن یہ روایت غلط معلوم ہوتی ہے ہمارے نزدیک یہ واقعہ ۹۱۶ھ کا ہے اور یہی سال ہم نے اوپر درج کیا ہے واللہ اعلم بالصواب۔

شیخ چندا کا سلسلہ نسب حضرت امام زین العابدینؑ تک پہنچتا ہے۔ وہ اس طرح کہ جلال الدین چندا ابن جہاں بن خضر بن محمد بن احمد بن یحییٰ بن زید بن حسین بن سراج الدین بن شرف الدین بن زید ابو الحسن بن عبد اللہ بن محمد بن عمر بن یحییٰ بن حسین بن زید ابو الحسن بن علی بن حسین اصغر بن امام زین العابدینؑ' چونکہ شیخ چندا شیعہ تھے اس لیے یوسف عادل شاہ ان سے بہت زیادہ محبت کرتا تھا۔ یہ محبت پیری اور مریدی کے رشتہ میں ڈھل گئی' تو یوسف کو شیخ صاحب سے پہلے سے کہیں زیادہ عقیدت ہو گئی۔ شیخ صاحب کی اولاد اب بھی دکن میں موجود ہے' ان کی نسل کے بعض لوگ شیعہ ہیں اور بعض سنی۔

شاہ طاہرؒ کا بیان

راقم الحروف "فرشتہ" نے نظام شاہیوں کے پایہ تخت احمد نگر میں شاہ طاہرؒ کا ایک مجموعہ خود انہیں کے قلم سے لکھا ہوا دیکھا ہے اس میں شاہ صاحبؒ فرماتے ہیں۔ "میں عتاب شاہی سے خوفزدہ ہو کر جلا وطن ہوا اور دریا کی راہ سے ہندوستان کی طرف روانہ ہوا جہاز بندر

marfat.com
Marfat.com

کودہ پر لنگر انداز ہوا اور میں کچھ دنوں تک اس بندرگاہ میں رہا۔ یہیں میری ملاقات سید احمد ہروی سے ہوئی' سید صاحب ؒ ایک ضعیف العمر بزرگ تھے۔ ان کی زندگی کا بڑا حصہ یوسف عادل شاہ اور اسمٰعیل عادل شاہ کی ملازمت اور دربار داری میں گزرا تھا۔"

سید صاحب کی گفتگو شیریں اور صورت بہت اچھی تھی جس پر تقدیس کا نور برستا تھا وہ علوم و فنون میں بڑی اچھی مہارت رکھتے تھے۔ وہ یوسف و اسمٰعیل دونوں ہی کے زمانہ ہائے اقتدار میں منصب صدارت پر فائز رہ چکے ہیں میں جب تک بندر کودہ میں رہا سید احمد صاحب ؒ سے برابر ملاقات کرتا رہا۔ وہ دلچسپ قصوں اور رنگین لطائف سے میری دل جوئی کیا کرتے تھے اور رنج و الم کو میرے پاس نہ آنے دیتے تھے۔

یوسف کا کردار

سید احمد صاحب ؒ نے گفتگو کے دوران میں اکثر یہ کہا ہے کہ یوسف عادل شاہ بہت ہی تجربہ کار اور دور اندیش بادشاہ تھا۔ وہ بہادری' دلیری' سخاوت عدل و انصاف اور علم و بردباری میں اپنی مثال آپ تھا۔ ذاتی اوصاف کے علاوہ علمی کمالات سے بھی وہ بہرہ مند تھا۔ خوش خطی' علم عروض اور شاعری میں اسے بڑی خاصی مہارت حاصل تھی' طنبور و عود کو بڑی اچھی طرح بجاتا تھا اور اس فن کے استادوں کی بہت قدر کرتا تھا۔"

علم دوستی

یوسف کی محافل میں ہمیشہ شعرائے قدیم کے اشعار پڑھے جاتے تھے۔ وہ خود بھی کبھی کبھار شعر کہا کرتا تھا یوسف اگرچہ عیش و عشرت پر جان چھڑکتا تھا لیکن وہ ہمیشہ ایسے ہی مشاغل میں کھویا نہ رہتا تھا بلکہ امور سلطنت اور حکمرانی کے فرائض انجام دینے میں بھی بڑی محنت اور توجہ سے کام لیتا تھا۔ اس کی دانش مندی اور احتیاط کا یہ عالم تھا کہ ایک لمحے کے لیے بھی رعایا کی حالت سے بے خبر نہ ہوتا تھا۔ وہ ہمیشہ اپنے اہل دربار اور اراکین سلطنت سے دیانت' سخاوت' ایمان داری اور عدل و انصاف کی خوبیاں بیان کیا کرتا تھا اور اپنے ماتحتوں کو یہ صفات اختیار کرنے کی ترغیب دیا کرتا تھا۔

حسن و جمال' رعب و دبدبہ

یوسف عادل شاہ کے تزک و احتشام اور ظاہری دبدبے کا یہ عالم تھا کہ کسی شخص کو اس کے سامنے بات کرنے کی ہمت نہ ہوتی تھی۔ صورت کے حسن نے اس کے رعب کو اور زیادہ باوقار بنا دیا تھا۔ بڑھاپے کے زمانے میں بھی لوگ اس کے حسن و جمال کا نظارہ کرنے کے لیے دور دور سے آیا کرتے تھے' جس روز یوسف کی سواری نکلتی تھی تو ان گنت لوگ سر راہ کھڑے ہو جاتے تھے تاکہ بادشاہ کے حسن و جمال سے محظوظ ہوں۔

اہل علم کی قدردانی

یوسف عادل شاہ نے اپنے زمانہ اقتدار میں ایران' توران' عرب اور روم جیسے ممالک میں خطوط بھیج کر وہاں کے فضلا' علماء' اہل ہنر' اہل سیف اور اعلیٰ قابلیتوں کے لوگوں کو بیجاپور میں بلوایا اور ان کی ایسی خاطر داری کی کہ ان سب نے اپنے وطنوں کو خیرباد کہہ کر ساری زندگی یوسف کے سایہ لطف و کرم میں گزار دی۔

مکٹ و راؤ مرہٹہ پر لشکر کشی

یوسف نے قلعہ ارک کو از سر نو چونے اور اینٹ سے تعمیر کروایا۔ شاہ طاہر ؒ نے لکھا ہے کہ یوسف نے اپنے عہد حکومت میں ایک بار پرگنہ اندرا پور کا دورہ کیا' یہاں پہنچ کر اسے معلوم ہوا کہ مکٹ راؤ مرہٹہ اور اس کا بھائی امرائے محمود شاہی کے گروہ میں شامل ہیں۔ اور عادل شاہ کی دست برد سے بچنے کے لیے ایک گروہ کے ہمراہ پہاڑی علاقے میں پناہ گزیں ہیں۔ یوسف نے دو ہزار سپاہیوں کی ایک جمعیت

marfat.com
Marfat.com

مکٹ راؤ اور اس کے ساتھیوں کی سرزنش کے لیے روانہ کی۔ ہندوؤں نے عادل شاہ کی اطاعت سے انکار کیا۔ عادل شاہی لشکر نے دشمن کا ساز و سامان خوب جی کھول کر لوٹا اور ان کی بیوی بچوں کو گرفتار کر لیا۔

اولاد

ان قیدیوں میں مکٹ راؤ کی ایک سولہ سالہ بہن بھی تھی' جو عقل و خرد اور حسن و جمال میں اپنی مثال آپ تھی۔ یوسف نے اس لڑکی کو اپنے حرم میں داخل کیا اسے مسلمان کر کے اس سے نکاح پڑھوا لیا اور پونجی خاتون نام رکھا۔ اس عورت کے بطن سے یوسف کے چار بچے ہوئے۔ ایک بیٹا اسماعیل جو یوسف کے بعد تخت نشین ہوا اور تین بیٹیاں۔

۱۔ مریم سلطان جو برہان نظام شاہ سے بیاہی گئی۔

۲۔ خدیجہ سلطان' جس کی شادی شیخ علاؤ الدین عماد الملک سے ہوئی اور

۳۔ بی بی ستی زوجہ احمد شاہ بہمنی۔

marfat.com
Marfat.com

اسمٰعیل عادل شاہ بن یوسف عادل شاہ

یوسف عادل شاہ کا جب انتقال ہوا تو عنان حکومت اس کے فرزند اسمٰعیل عادل شاہ کے بجائے کمال خاں سرنوبت نے سنبھالی' کیونکہ اسمٰعیل عادل شاہ ابھی سن بلوغ کو نہیں پہنچا تھا اور حکومت کا نظام اور سلطنت کا کاروبار اس کے بس کی بات نہ تھی۔ کمال خاں سلطان محمود بھمنی کے امراء میں کافی شہرت کا حامل تھا۔ یوسف عادل شاہ نے کمال خاں کو طلب کر کے اسے کافی اطمینان دلایا اور سرنوبت کے عہدے پر مقرر کیا۔ تمراج کی جنگ میں کمال خاں نے جس بہادری اور شجاعت و کمالات کا مظاہرہ کیا تھا اس نے دربار عادل شاہی میں کمال خاں کی عزت کو اور بڑھا دیا تھا۔ یوسف عادل شاہ نے اپنی زندگی کے آخری ایام میں کمال خاں کو سرنوبت کے عہدہ کے علاوہ وکیل سلطنت بھی مقرر کر دیا تھا۔ ساتھ ہی حیدر بیگ' فخرالملک' میرزا جہانگیر' دریاخاں اور دیگر امراء و روءساء کو یہ تاکید بھی کی تھی کہ وہ سب کمال خاں کے ساتھ مل جل کر کام کریں اور اس کے ساتھ رواداری اور اخلاص کو برقرار رکھیں۔ یوسف عادل شاہ کے انتقال کے بعد ان تمام امراء و روءساء نے اپنے مرحوم بادشاہ کی وصیت اور ہدایت کو پیش نظر رکھتے ہوئے کمال خاں کے ساتھ تعاون اور اتحاد رکھا' یہاں تک کہ ملک کے تمام مالی اور سیاسی اختیارات اس کے ہاتھ میں آ گئے اور وہ اس لحاظ سے ایک خود مختار اور آزاد حاکم بن گیا۔

نظام حکومت

کمال خاں نے اپنی حکومت کا آغاز بڑی اچھی طرح سے کیا امور سلطنت کی انجام دہی میں اپنی پوری کارکردگی' نفاست اور ذہانت کا ثبوت دیا۔ تمام ریاست میں خلفائے راشدین کا خطبہ پڑھوایا اور شیعہ مذہب کے تمام رواج' طور طریقے اور رسوم کو ریاست میں جاری رکھنے کی اجازت نہیں دی۔ کمال خاں نے دربار عادل شاہی سے وابستہ تمام امراء اور روءساء کی عزت اور احترام میں کوئی کسر نہ چھوڑی' غرض کہ ہر چھوٹے بڑے' ادنیٰ و اعلیٰ اور ہر خورد و کلاں کو اپنا دلدادہ بنا لیا۔ انتظام سلطنت کو اعلیٰ پیمانہ پر چلانے اور نظام حکومت کو بہتر بنانے کے لیے اس نے عماد شاہی' قطب شاہی' نظام شاہی اور برید شاہی' جیسی ریاستوں کے امراء و روءساء کے ساتھ دوستی کی' ان کا تعاون حاصل کیا اور ان سے نہایت مفید اور کارآمد مشورے لیے۔ فرنگیوں نے قلعہ گووہ کے قلعہ دار کو رشوت دی اور یوسف عادل جب واپس آیا تو انہوں نے اس قلعہ کو اپنی حراست میں لے لیا' یہاں تک کہ اسمٰعیل عادل شاہ کے آغاز عہد میں اس قلعہ پر فرنگیوں کا قبضہ ہو گیا۔ کمال خاں اور فرنگیوں کے درمیان ایک معاہدہ ہوا اور وہ یہ کہ فرنگی کسی صورت میں بھی اپنی سلطنت کی توسیع کے لیے کوشش نہیں کریں گے' نہ ہی انہیں عادل شاہی حکومت کے قرب و جوار میں کسی قسم کا خوف و ہراس یا اپنا اثر و رسوخ پیدا کرنے کی اجازت ہو گی۔ وہ صرف قلعہ پر قابض رہیں گے یہی وجہ ہے کہ ابھی تک اس قلعہ پر عیسائیوں کا قبضہ ہے۔ عیسائیوں کی اس صلح اور قرب و جوار کے امراء کے تعاون نے کمال خاں کو امور سلطنت کی انجام دہی میں بڑی مدد دی اور وہ نہایت اطمینان کے ساتھ اپنے فرائض ادا کرنے لگا۔ ایک ہی سال گزرا تھا کہ فخرالملک اور دریا خاں نے داعیٔ اجل کو لبیک کہی۔ کمال خاں نے ان امراء کی جائیداد کو اپنے اعزاء اور اقرباء نیز اپنے فرزندوں میں منقسم کیا۔ اس طرح ان میں سے ہر ایک کا ایک علیحدہ دربار بن گیا۔ علاوہ ازیں ان لوگوں کو میرزا جہانگیر اور حیدر بیگ کی جائیداد کے چند پرگنے بھی تفویض کیے گئے۔ یہاں تک کہ وہ تمام جائیداد اور جاگیریں جو براہ راست عادل شاہی امراء سے تعلق رکھتی تھیں' ان کی وفات کے بعد یا ان میں سے کسی جرم کے ارتکاب پر کمال خاں اپنے خیر خواہوں کو تفویض کر دیتا۔ اس طرح کمال خاں نے اپنے مختصر عرصہ حکومت میں ملک میں اچھی خاصی حیثیت حاصل کر لی' اب وہ ایک طاقت ور حکمران بن چکا تھا۔ اس نے

marfat.com
Marfat.com

توسیع سلطنت کے لیے مختلف ذرائع پر غور کیا۔

کمال خاں پر خود مختار ہونے کا ایسا نشہ چڑھا کہ اب وہ ہروقت اس فکر میں لگا رہتا کہ کسی نہ کسی طرح سے ملک کے تمام زرو مال پر قابض ہو جائے۔ یہ وہ زمانہ تھا جب امرائے دکن کے نزدیک یہ بات قابل ستائش تھی۔ بلکہ وہ اس عمل کو دکن کے حکمرانوں کے لیے ایک نیک فال سمجھتے تھے۔ ایسی مثالیں بکثرت ہیں جہاں محکوم حاکم پر غالب آ گئے ہیں اس کا آغاز تمراج کے ذریعہ ہوا۔

سیورائے راجہ بیجانگر کا فرزند جب سن بلوغ کو پہنچا تو تمراج نے اسے زہر کے ذریعہ قتل کروا دیا۔ اور اس کے بجائے اس کے چھوٹے بھائی نے عنان حکومت سنبھالی۔ پھر یوسف عادل شاہ کی شکست کے موقع پر خود بھی ختم ہو گیا۔ اس طرح تمراج نے بہت سے امراء کو اپنا خیر خواہ اور مدد گار بنایا اور خود بادشاہ بن بیٹھا جیسا کہ سطور بالا میں تحریر کیا گیا۔ اسی طرح سے محمود شاہ بہمنی کو قتل کر کے قاسم برید ترک اور دیگر امراء ملک پر قابض ہو گئے اور اپنی حکمرانی کا اعلان کر دیا۔

کمال خاں چونکہ انہیں اساتذہ کا شاگرد رہ چکا تھا اور ان تمام حالات اور واردات کو بخوبی جانتا تھا لہٰذا اس نے بھی دولت و عزت کی تمنا میں قاسم برید کی راہ کو اپنایا۔ اس نے قاسم برید کو اطلاع کرائی کہ اس کے پاس ہر طرح سے سامان شاہی موجود ہے۔ اس وقت احمد نگر کا والی بھی کمسن ہے اور والی برار فتح اللہ عمادی بھی اپنے ایام شباب میں رنگ رلیاں منانے میں مصروف ہے یہ موقع بڑا بہترین موقع ہے اس کو ہاتھ سے نہ جانے دیا جائے۔ آپ مجھے اپنا ہی خواہ اور مخلص سمجھ کر حکام دکن میں میرا شمار کرائیں اور اس طرح سلطنت کو پھیلانے میں کوشش کریں۔ امیر قاسم برید جو ایک عرصہ سے اس قسم کا موقع تلاش کر رہا تھا فوراً راضی ہو گیا اور اس طرح دونوں طرف سے ایک معاہدہ عمل میں آیا اور وہ یہ کہ قاسم برید ترک دستور دینار کی جاگیر اپنے قبضہ میں رکھے اور اس طرح بیجاپور کا جو حصہ بچ جائے اس پر کمال خاں اپنا تسلط جمالے۔ گرم سلائی کے ذریعہ اسمٰعیل عادل شاہ کی آنکھیں پھوڑ دی جائیں اور ممکن ہو تو اسے قبر میں اتار دیا جائے۔ نیز خواجہ جہان کا بھائی جو قلعہ شولا پور پر قابض ہے اسے کمال خان سرنوبت اپنی حراست میں لے لے۔ ان تمام کاروائیوں' شرطوں اور پیام کے بعد مقصد براری کا آغاز ہوا۔ محمود شاہ بہمنی کو اس کے مکان میں مقید کر دیا گیا اور قاسم برید نے فوج کو منظم کر کے حسن آباد گلبرگہ کا رخ کیا۔ ادھر بیجاپور کے قلعہ ارک میں کمال خاں نے اسمٰعیل عادل شاہ کو مع اس کی والدہ مسماۃ پونجی خاتون کے مقید کر دیا اور اپنے فرزندوں کو ان کی حفاظت پر معمور کر کے بڑے جاہ و جلال کے ساتھ شولا پور کا رخ کیا۔ تین ماہ تک کمال خاں شولا پور کو اپنی حراست میں لیے رہا۔ جب زین خاں کو ملک احمد نظام الملک بحری اور خواجہ جہاں کی طرف سے مایوسی کا سامنا کرنا پڑا تو اس نے اپنی جان اور مال کی حفاظت کے لیے کمال خاں سے درخواست کی اور قلعے کو مع ساڑھے پانچ پرگنوں کے اس کی تحویل میں دے دیا۔

ان ساڑھے پانچ پرگنوں کے اجمال کی تفصیل یہ ہے کہ جب امرائے دکن والی احمد آباد بیدر کا معاملہ صاف کر چکے تو ان میں سے قریب قریب ہر امیر نے ایک ریاست کو اپنے قبضہ میں لے لیا۔ اس طرح خواجہ جہاں دکنی حاکم پرندہ کو گیارہ پرگنے ملے' اس کا بھائی جو اس وقت قلعہ شولا پور کا وارث تھا اور جس کو زین خاں کے نام سے یاد کیا جاتا تھا' اس نے احمد آباد بیدر کا رخ کیا اور سلطان محمود بہمنی سے ایک اس قسم کا حکم جاری کرانے کی سعی کی کہ قلعہ شولا پور اور خواجہ جہاں کی جائیداد کے آدھے رقبے کا اسے حکمران بنایا جائے' لیکن احمد نظام شاہ بحری کے تعاون اور اس کی کوشش سے خواجہ جہاں دکنی نے زین خاں کو صرف قلعہ شولا پور کا حاکم بنائے رکھا۔ اور سلطان کے فرمان اور حکم سے مستفید ہونے کا موقع نہیں دیا' اس طرح اس کی آدھی جائیداد پر زین خاں قابض نہ ہو سکا۔

جب احمد شاہ نظام کا انتقال ہو گیا اور والی ریاست یوسف عادل شاہ ہوئے تو انہوں نے مرحوم شاہ کے فرمان کے مطابق زین خاں کی ہمت افزائی کے طور پر خواجہ جہاں دکنی کو ساڑھے پانچ پرگنے تفویض کر دیئے۔ دراصل یہی پرگنے نظام شاہی اور عادل شاہی حکومتوں کے مابین نزاعی مسائل بن کر کھڑے ہو گئے کیونکہ ان کے محاصل کی رقم تین لاکھ ہون تھی آگے اس کا ذکر آئے گا۔ الغرض قلعہ نصرت آباد'

marfat.com
Marfat.com

ساغر اور اتیکر پر امیر قاسم برید کا قبضہ ہو گیا۔ اس طرح نہر بھورہ کے دوسری جانب کے سب دیہات اور قصبوں پر عادل شاہی حکومت کا تسلط ختم ہو گیا اور ان تمام علاقوں پر امیر قاسم برید ترک کی حکومت قائم ہو گئی' ساتھ ہی اس نے گلبرگہ کو اپنی حراست میں لے لیا۔ اس عرصہ میں اسے خبر ملی کہ شولا پور بھی فتح ہو چکا ہے' لہٰذا اس نے کمال خاں کو مبارک باد کا پیغام بھیجا' اس سے کمال خاں کے حوصلے اور بلند ہو گئے۔ اور اس کے عزائم کو بڑی تقویت پہنچی وہ نہایت متکبرانہ انداز میں بیجاپور پہنچا اور اسمٰعیل عادل شاہ کو بھی موقع دیا کہ وہ رعایا کا سلام لے اس طرح کمال خاں نے از سرنو اپنی حکومت کو مضبوط بنیادوں پر استوار کرنے کی کوشش کی۔

امراء کے عہدوں میں تبدیلیاں

کمال خاں نے مغل امراء کی برطرفی کا حکم جاری کیا پہلے پہل مغلوں کی تعداد تین ہزار پر مشتمل تھی اب صرف تین سو رہ گئی۔ جن مغلوں کو برطرف کیا گیا تھا ان کے متعلق کمال خاں نے ایک اور حکم نامہ جاری کیا اور وہ یہ تھا کہ کوئی برطرف یا معطل مغل اس کی ریاست میں نہ پایا جائے۔ اگر ایسا ہوا تو اس کی جان و مال کی ضبطی ہو جائے گی اور اس کی خیر بھی نہیں۔ اس حکم کے اجراء نے مغلوں میں خوف و حراس پیدا کر دیا وہ بہت زیادہ بے اطمینان اور اپنے آپ کو غیر محفوظ سمجھنے لگے' بلکہ جگہ بہ جگہ منتقل ہو گئے۔ کمال خاں کے اس اقدام نے اسے بڑی حد تک سکون بخشا اور جب اسے کسی شخص سے کوئی خطرہ نہ رہا تو اس نے نظام شاہی خاندان کے اصولوں کو شمع راہ بنایا اور توسیع سلطنت کے پیش نظر ہر شخص کے عہدوں میں اضافہ کرنا شروع کیا۔ اس طرح جن امراء کے پاس کم جاگیریں تھیں انہیں زیادہ اور جن کے عہدے کم تھے انہیں عہدوں میں ترقی دی گئی۔ کورہ راوت کی جب ۹۱۷ ہجری میں مردم شماری کرائی گئی تو اس سے یہ اندازہ ہوا کہ فوج میں دکنیوں اور حبشیوں کی کل تعداد بیس ہزار ہے۔

تخت نشینی کے لیے کمال خاں کا تیار ہونا

مردم شماری کے بعد کمال خاں نے اپنے ہمدرد مونس اور غمخوار احباب و اقربا سے اپنی تخت نشینی کی بابت مشورہ طلب کیا سب نے یہی مشورہ دیا کہ کمال خاں کی راہ میں کوئی رکاوٹ نہیں ہے لہٰذا اسے جتنی جلد ممکن ہو تخت نشین ہو جانا چاہیے۔ غرض نجومیوں کو طلب کیا گیا تخت نشینی کا وقت معلوم کیا گیا۔ نجومیوں نے کمال خاں دکنی سرنوبت کو بتایا کہ اسے مہینے کے تقریباً پندرہ یوم تک اپنا تحفظ کرنا چاہیے کیونکہ سیاروں کی گردش کمال خاں کے حق میں مفید نہیں ہے۔ اس طرح کمال خاں کو مشورہ دیا گیا کہ وہ سولہوے دن تخت سلطنت پر بیٹھیں اور جلوس نکالیں۔

قلعہ ارک میں کمال خاں کا قیام

نجومیوں کی پیش گوئی نے کمال خاں کو بہت زیادہ خوف و ہراس میں مبتلا کر دیا۔ لہٰذا اس نے قلعہ ارک کو اپنی جان کی حفاظت کے لیے منتخب کیا اور دوسری تمام جگہوں سے اسے بہتر سمجھا۔ اس نے تہیہ کیا کہ وہ اپنے خراب ایام کو اسی قلعہ ارک میں بسر کرے گا۔ غرض اس نے بیجاپور کے تمام معاملات کو ان لوگوں کے حوالے کیا جن پر اسے پورا پورا اعتماد تھا۔ اس نے سوچا کہ انسانی تدبیریں خدا کے لکھے ہوئے کو مٹا سکتی ہیں لہٰذا قلعہ ارک کے ایک نہایت اطمینان بخش مقام کو اپنا مسکن ٹھہرایا۔ اس نے تمام لوگوں کو حکم دیا کہ وہ اس کی غیر موجودگی میں اس کے فرزند صفدر خاں سے رجوع کریں۔ درد سر اور بخار کے بہانے سے لوگوں کو ملنے سے روکا اس عرصہ میں کسی شخص سے اس نے کوئی تعلق نہ رکھا۔

کمال خاں کو قتل کرنے کی تیاری

عادل شاہی محل میں کمال خاں کے سولہوے دن تخت سلطنت کے جلوس کی خبر پہنچتے ہی بیگمات کو بہت صدمہ ہوا۔ اللہ تعالیٰ کو اس معزز خاندان کا چراغ روشن رکھنا مقصود تھا مسماۃ پونجی خاتون والدہ اسمٰعیل عادل شاہ کو ایک ترکیب سوجھی۔ اس نے یوسف ترک کو جو

marfat.com
Marfat.com

اس کے بیٹے کا اتالیق تھا بلا کر بے ثباتی عالم کا سبق پڑھایا۔ اس نے یوسف ترک کو بتایا کہ انسان بہر حال خدا کا بندہ ہے وہ کسی نہ کسی طرح اپنے آپ کو خدا کے حوالے کرتا ہے تم بھی اپنی عزیز جان کی پروانہ کرتے ہوئے اس موذی کمال خاں کو موت کے گھاٹ اتار دو۔ یوسف ترک نے قسم کھائی اور اس کام کی تکمیل کو اپنے حق میں باعث صد افتخار سمجھا اس نے کہا کہ اگر وہ تنہا کسی کے کام آ سکتا ہے اور اس سے ہزاروں کا فائدہ ہو سکتا ہے تو اس سے بڑھ کر اور کیا بات ہو سکتی ہے۔ ساتھ ہی اس نے مسماۃ پونجی خاتون سے استفسار کیا کہ وہ تنہا بیس ہزار دکنی اور حبشی فوجوں کا کیا بگاڑ سکتا ہے اور کس طرح ان پر قابو پا سکتا ہے لیکن پونجی خاتون نے اسے مشورہ دیا کہ اگر وہ دل لگا کر اور ڈٹ کر مقابلہ کرے اور اپنی جان کو خدا کے حضور میں پیش کرنے کی ہمت کرے تو یقیناً وہ بڑی آسانی کے ساتھ بہت اچھی طرح سے کمال خاں کی جان لے سکتا ہے۔

یوسف ترک کا عزم قتل

پونجی خاتون کی باتیں سن کر یوسف ترک یوں گویا ہوا کہ میں اس پر پورا یقین رکھتا ہوں کہ کمال خاں بادشاہ بنتے ہی مجھے مار ڈالے گا لہٰذا کیوں نہ میں اپنے خدا کے حضور میں جان کا نذرانہ پیش کر کے وفاداروں میں اپنا نام لکھواؤں اور حیات جاوید پاؤں۔ تم دشمن کی پسپائی کی راہ بتاؤ تاکہ میں اپنی جان کا نذرانہ پیش کروں اور بجائے اسمٰعیل کے اپنا سر کٹواؤں۔

مسماۃ پونجی کی تدبیر

پونجی خاتون نے یوسف ترک کو بتایا کہ وہ شاہی محل کی ایک عورت کو جو کمال خاں کی خیر خواہ ہے' کمال خاں کے پاس اس کی خیریت دریافت کرانے کے لیے بھیجی گی اور اسی کے ساتھ یوسف ترک کو کر دے گی۔ یہ عورت چونکہ کمال خاں کی طرف سے شاہی محل کے تمام پوشیدہ راز معلوم کرنے کی غرض سے متعین تھی۔ لہٰذا اس کو کمال خاں کے پاس بڑی آسانی سے روانہ کیا جا سکتا ہے اور ایک ایسی ترکیب سے کام لیا جا سکتا ہے کہ حریف یوسف ترک کا استقبال بھی کرے اور خود پان بھی پیش کرے' لیکن یوسف ترک کو بڑی ہمت اور جرات سے کام لے کر اپنے لہو سے چہرے کا رنگ سرخ بھی کرنا ہو گا اور خنجر کے ذریعہ حریف کا خاتمہ بھی' یوسف ترک نے اس رائے سے اتفاق کیا۔ بوڑھی عورت کو بلا کر پونجی خاتون نے کمال خاں کی تعریف و توصیف کی۔

کمال خاں کو قتل کرنے کا منصوبہ

پونجی خاتون نے سلسلہ کلام جاری رکھتے ہوئے بوڑھی عورت کو بتایا کہ جب سے یوسف عادل شاہ کا انتقال ہوا ہے اسے ہمیشہ یہ خیال رہا کہ اس کا فرزند اسماعیل ابھی سن بلوغ کو نہیں پہنچا ہے۔ دنیا کے اونچ نیچ سے نابلد ہے' کہیں ملک پر احمد شاہ بحری کا قبضہ نہ ہو جائے' لیکن خدا کا شکر ہے کہ عنان حکومت کمال خاں نے سنبھال لی ہے اور اب کسی قسم کا کوئی خطرہ نہیں ہے' ورنہ عادل شاہی امراء میں کسی امیر میں اتنی جرات نہیں تھی کہ حکومت کی باگ ڈور اپنے ہاتھ میں لے کر دولت خانہ شاہی کا تحفظ کرتا ادھر دو تین یوم سے کمال خاں کی علالت کی خبر سن کر دل کو از حد فکر ہے کیونکہ کمال خاں پونجی خاتون کو اپنے فرزند سے زیادہ پیارا ہے۔ پونجی خاتون نے بوڑھی عورت کو بارہ ہزار ہون دے کر کہا کہ ان کو کمال خاں کے سر سے اتار کر فقراء میں تقسیم کر دو۔

بوڑھی عورت کے ہمراہ یوسف ترک کی روانگی

بوڑھی عورت تھوڑی دور جانے ہی پائی تھی کہ پونجی خاتون نے اسے بلا کر کہا کہ یوسف ترک کو بھی ہمراہ لیتی جاؤ کیونکہ یہ حج کا ارادہ کر چکا ہے مگر اسے ڈر ہے کہ اس کا حج اس وقت تک قبول نہ ہو گا جب تک کہ کمال خاں اس کو خوشی کے ساتھ اجازت نہ دے دیں۔ تمہیں چاہیے کہ اس بات کی کوشش کرو کہ کمال خاں اس کو اپنے ہاتھ سے بیڑا کھلا کر اسے رخصت ہونے کی اجازت دیں اور اپنے دست مبارک سے ایک رقعہ تحریر فرما کر اس کے حوالہ کریں۔ اس رقعہ سے بندر مصطفیٰ آباد کے دابل کا حاکم اسے نہیں روک سکے گا اور

marfat.com
Marfat.com

اس طرح اس کے مقاصد کی تکمیل بہ آسانی ہو سکے گی۔ انعام کے طور پر ایک بیش بہا رقم بوڑھی عورت کے سپرد کی گئی اور اس طرح یوسف ترک اس کے ساتھ ہو لیا۔

شرف یابی کمال خاں

بوڑھی عورت کمال خاں کی خدمت میں حاضر ہوئی اور نہایت خوش اسلوبی کے ساتھ پونجی خاتون کی گفتگو سنائی۔ یوسف ترک کے فریضہ حج کے ارادے سے آگاہ کیا اور جس رقم کو لے کر آئی تھی اسے کمال خاں کے سر سے اتارا۔ کمال خاں کو پونجی خاتون کی یہ ادا بہت پسند آئی اور اسے اس کی طرف سے غداری کا کوئی شبہ نہ رہا۔ لہٰذا کمال خاں نے یوسف ترک کو پونجی خاتون کی خوشنودی کی خاطر گوشہ تنہائی میں طلب کر کے اس کے نیک ارادۂ حج اور اپنی ہمدردی کا اظہار کیا لیکن یوسف ترک کو جلد واپس آنے کی ہدایت بھی کی تاکہ وہ اسے مشہور امراء میں نمایاں مقام دے سکے۔

یوسف ترک کا کارگر حملہ

یوسف ترک نے بڑے غور سے کمال خاں کی باتیں سنیں اور بڑی دلچسپی کا اظہار کیا۔ کمال خاں اس کے اس عمل سے اتنا متاثر ہوا کہ اس نے یوسف ترک کو نہایت مشفقانہ انداز میں اپنے قریب طلب کیا اور پان پیش کرنے کا ارادہ کیا۔ دکن میں پان چادر پھیلا کر لیا جاتا ہے اور یہ طریقہ اس ملک میں خاصی مقبولیت رکھتا ہے' یوسف ترک نے بھی اسی روش کو اختیار کیا۔ اپنے دونوں بازوؤں کو چادر کے نچلے حصے میں چھپا کر کمال خاں سے پان لینے کے لیے بڑھا۔ عین اس وقت جب کمال خاں پان چادر میں رکھ رہا تھا' یوسف ترک نے نہایت جرات کے ساتھ ایک خنجر اس کے سینہ میں گھونپ دیا جو دوسری طرف پار ہو گیا اس طرح کمال خاں کا کام تمام ہو گیا۔

کمال خاں کی موت کا انتقام

اس حادثہ کی خبر جب کمال خاں کی والدہ کو ملی تو اس نے بوڑھی عورت کو قتل کا سبب گردان کر اسے اور یوسف ترک کو قصاص میں قتل کرا دیا اور اپنے متعلقین کو ہر قسم کے رونے دھونے اور شور شغف سے روکا۔ روزن محل پر جو تخت تھا اس پر زندہ آدمی کی طرح کمال خاں کو بٹھا دیا گیا اور مقامی رسم کو ملحوظ رکھتے ہوئے تمام فوج اور دوسرے نوکروں کو محل کے نچلے حصے میں بلا لیا۔ نیز ایک راز دار کے ذریعہ صفدر خاں کو طلب کیا جو وہاں پہنچتے ہی باپ کے مردہ جسم کو دیکھ کر شور کرنا چاہتا تھا کہ والدہ کمال خاں نے اسے روک دیا اور سمجھایا کہ اس وقت چیخنے چلانے یا رونے دھونے کے بجائے بازوؤں میں قوت پیدا کرو۔ دل میں عزم بیدار کرو اور ہاتھ میں شمشیر لے کر اسمٰعیل عادل شاہ اور اس کی والدہ سے اپنے باپ کا انتقام لو تاکہ بعد ازاں شاہی تخت پر بیٹھ سکو اور قلعہ خارزان عادل شاہی کی اینٹ سے اینٹ بجا دو۔

صفدر خاں کی بدلہ لینے کے لیے تیاری

صفدر خاں کی اس وقت پچیس سال کی عمر تھی پھر بھی وہ بہت زیادہ خوف محسوس کر رہا تھا۔ اس کا خیال تھا قتل کے واقعہ کی اطلاع ہوتے ہی لوگ منتشر ہونے لگیں گے اور دشمن سے انتقام لینا مشکل ہو جائے گا لہٰذا وہ اس نتیجہ پر پہنچا کہ اسے اس واقعہ کے مشتہر ہونے سے پہلے قلعہ چھوڑ کر کسی اور سمت چلا جانا چاہیے اس کی والدہ نے اس کی رائے سے اتفاق نہیں کیا۔ والدہ کے نزدیک قلعہ میں مقیم لوگ حریف کا مقابلہ کرنے کے لیے کافی تھے' لہٰذا اس نے صفدر خاں کو باب قلعہ بند کرانے کا مشورہ دیا اور اس سے کہا کہ وہ اپنے خیر خواہوں' ہمدردوں اور ملازمین کو یہ بتائے کہ وہ سب خان والا نشان کے حکم کی تعمیل میں اسمٰعیل عادل کا سر کاٹ کر حاضر کریں اور خود بھی ان کے ہمراہ جائے اور اپنے والد کا انتقام لے' اس منصوبے کے پیش نظر باب قلعہ بند ہوا اور سب کو اس حکم کی اطلاع دے دی گئی کہ اسمٰعیل عادل شاہ کو مار ڈالا جائے۔

marfat.com
Marfat.com

پونجی خاتون کی تدبیریں

پونجی خاتون کو اگرچہ اس بات کا علم تھا کہ یوسف ترک اپنے کام کو پوری طرح انجام نہیں دے سکا اور کمال خاں پر بھی ساری باتیں روشن ہو گئی ہیں اور اب اس کے متعلقین شاہی خاندان سے انتقام لینے پر تلے ہوئے ہیں خود مقابلہ کرنے پر تیار ہو گئی- اس نے صندل خواجہ سرا کے ذریعہ دیوان خانے اور چوکی پر متعین لوگوں کو مکان کے دروازے پر پہنچوا دیا- خدا کا کرنا ایسا ہوا کہ جن محافظین کے متعلق پہلے لکھا جا چکا ہے وہی تین سو کی تعداد میں مغل یہاں حفاظت کر رہے تھے' علاوہ ازیں تین سو بیس حبشی اور دکنی بھی تھے- امراء اور عہدہ داروں میں تقریباً ہر ایک پر کمال خاں کا اعتماد تھا اور وہ سب کے سب اس کی بڑی عزت کرتے تھے وہ حقیقی معنوں میں اس کے خادم اور معاون تھے- صفدر خاں ان کی طرف سے قطعاً پر امید رہا اس نے ان کی فرماں برداری اور خلوص پر بالکل شبہ نہیں کیا اور انہیں اپنا رفیق و ہمدرد ہی سمجھا-

پونجی خاتون کا امرائے دربار سے مدد حاصل کرنا

الغرض پونجی خاتون نے نقاب کے اندر سے ہر شخص کو یہ باور کرایا کہ کمال خاں دکنی اسمٰعیل عادل شاہ کے خون کا پیاسا ہے اور وہ ان کے قتل کرانے کے بعد حکومت کے خواب دیکھ رہا ہے- لہٰذا جن لوگوں نے عادل شاہی نمک کھایا ہے اور جو باوفا ہیں انہیں حریفوں سے نبٹنے میں ذرا بھی پس و پیش نہیں کرنا چاہیے' البتہ جو شخص نمک حلالی اور وفاداری کا مظاہرہ کرنے کے قابل نہیں ہے وہ اپنا راستہ لے- پونجی خاتون کے اس کلام کا یہ اثر ہوا کہ دو سو مغلوں اور سترہ دکنیوں اور حبشیوں نے اپنی خدمات بڑی دلیری کے ساتھ پیش کر دیں اور نہایت مخلصانہ انداز میں شاہی انداز میں شاہی محل میں در آئے' جو لوگ بچ گئے انہوں نے وفاداری کا ثبوت نہیں دیا- اس طرح پونجی خاتون اور اسمٰعیل عادل کی پھوپھی دلشاد آغا دونوں نے مردوں کے سے کپڑے پہنے اور مع تیر کمان لگن محل کی ڈیوڑھی پر آ گئے- دلشاد آغا یوسف عادل شاہ کے آخری عہد میں یہاں آ چکی تھیں- اب شہزادے کو بھی ساتھ لے کر کوٹھے پر چڑھیں یہ محل کافی بلندی پر واقع تھا- ان عورتوں نے مغلوں کو شاہی مراعات کا لالچ دے کر اپنے پاس کوٹھے پر بلا لیا- صفدر بھی وہاں آ چکا تھا اس نے دروازہ توڑنے کا حکم دیا- مغلوں نے اپنے تیروں اور عورتوں نے سنگ باری کے ذریعہ سارے قلعہ میں ہلچل مچا دی- قلعہ کے برج بارہ کا محافظ مصطفیٰ فاروقی بھی اس موقع پر آ گیا- کمال خاں دکنی ہمیشہ اس مور ضعیف کو نظر انداز کرتا رہا تھا اس نے کبھی اس طرف دھیان تک نہ دیا تھا' مگر اس وقت یہ بھی محل کے پچھلے حصہ کی طرف پچاس تفنگچیوں سے لیس کھڑا تھا- خواتین انہیں دیکھ کر بہت خوش ہوئیں اور رسول کے ذریعہ ان کو اوپر بلا لیا-

محل میں قیامت کا نمونہ

صدائے تفنگ اور شور و غل نے سارے محل کو قیامت کا نمونہ بنا دیا کافی دیر تک جنگ جاری رہی- صفدر خاں کی والدہ صدائے تفنگ سے چونک اٹھی اسے فوراً صفدر خاں کے ڈر جانے کا خیال پیدا ہوا' لہٰذا اس نے لشکر کو بڑی توپیں لانے اور محل کو ڈھانے کا حکم دیا تاکہ فوج کے زیادہ سپاہی موت کے گھاٹ نہ اتر جائیں صفدر خاں نے اپنی والدہ کی رائے سے اتفاق کیا- اس نے قلعہ کو مسمار کرانے اور حریفوں کو مار ڈالنے کی غرض سے لڑائی بند کرنے کا حکم دیا اور لشکر کے جانباز سپاہیوں کو بڑی توپیں لانے کا حکم جاری کیا- شہر کے سپاہیوں کو قلعہ کا محاصرہ کرنے کا حکم دیا تاکہ باہر سے کوئی مدد عادل شاہی نوجوانوں کو نہ پہنچ سکے- عادل شاہی عورتوں پر حریفوں کا یہ راز کھل گیا انہوں نے ایک نئی ترکیب سوچی اور وہ یہ کہ بڑی توپوں کے پہنچنے سے پہلے مغل سپاہیوں کو کوٹھے کے پچھلے حصہ میں روپوش کر دیا جائے تاکہ صفدر خاں کو مغلوں کے بھاگ جانے کا دھوکہ ہو اور وہ پھر پیش قدمی کرے اور بڑی توپوں کے پہنچنے کا منتظر نہ رہے اس طرح اس مکار کو زک پہنچے- شاہی عورتوں کا یہ آلہ کار آمد ثابت ہوا- صفدر خاں بہ آسانی موت کے گھاٹ اتار دیا گیا-

marfat.com
Marfat.com

صفدر خاں کے قتل کی تفصیل

مغلوں کے کوٹھے کے پیچھے روپوش ہونے کا صفدر خاں اور اس کے ساتھیوں کو علم نہ تھا وہ سب یہ سمجھے کہ مغل سپاہی بھاگ گئے۔ لہٰذا انہوں نے لکن محل کی جانب پیش قدمی کی کسی شخص نے انہیں قطعاً نہیں روکا۔ یہاں تک شاہی محل کی خواتین چپ چاپ ان کا تماشہ دیکھتی رہیں۔ حریفوں نے بڑے اطمینان سے قلعہ کا دروازہ توڑا اور اندر وارد ہوئے۔ اس کے بعد ان لوگوں نے اندرونی دروازہ کو مسمار کرنا شروع کیا اتنے میں مغل سپاہیوں نے عورتوں کے ایماء سے ان پر حملہ کر دیا۔ ہر طرف سے پتھروں اور تیروں کی بارش ہونے لگی' جگہ کافی محدود تھی۔ حریفوں کے بہادر سپاہی جان بحق ہوئے اور اسی عرصہ میں صفدر خاں کی آنکھ کو تیر کا نشانہ بنایا گیا۔ وہ بھاگا اور نہایت سراسیمگی اور پریشانی کے عالم میں اسی دیوار کی طرف آیا جہاں اسمٰعیل عادل شاہ موجود تھا وہ بڑے اطمینان کے ساتھ یہ تمام مناظر دیکھ رہا تھا اسمٰعیل عادل شاہ کی والدہ پونجی خاتون نے دوسری جانب سے کھڑے ہو کر صفدر خاں کو پہچان لیا اور بیٹے کو سامنے پڑے ہوئے پتھر کو گرانے کا اشارہ کیا' اسمٰعیل عادل شاہ نے والدہ کا اشارہ پاتے ہی وہ پتھر نیچے گرا دیا اور اس طرح صفدر خاں کا دماغ پھٹ کر ٹکڑے ٹکڑے ہو گیا۔ حریفوں نے سردار کی لاش دیکھی اور کمال خاں کے دولت خانے کی طرف روانہ ہوئے۔ یہاں پہنچ کر انہوں نے اسے بھی مردہ پایا پھر معاً وہ لوگ قلعہ سے بھاگ نکلے مغل سپاہیوں نے بھی قلعہ سے باہر آ کر دونوں حریفوں یعنی صفدر اور کمال خاں کے سروں کو ان کے جسم سے علیحدہ کیا اور نیزوں پر رکھ کر سارے شہر میں جلوس نکالا۔

شہر کے مشہور امراء کی فراری

خان جہاں اور عمدۃ الملک وغیرہ شہر کے مشہور امیروں میں شمار ہوتے تھے' انہیں کمال خاں سے بڑا لگاؤ تھا۔ انہیں اس قسم کے حادثہ کا کبھی خیال بھی نہ آیا تھا' اب اس حادثہ کی خبر سن کر ان کے ہوش و حواس جاتے رہے اور وہ اسی پریشانی کے عالم میں اپنی ساری دھن دولت چھوڑ کر ملک سے کوچ کر گئے۔

یوسف ترک کی میت

اسی دن اسمٰعیل عادل شاہ نے اپنے بہادر شہید کی میت بڑے جاہ و جلال کے ساتھ اٹھائی اور خود میت کے ساتھ رہا پھر پونجی خاتون کے دیئے ہوئے دس ہزار ہون' دیگر عورتوں کے بارہ ہزار ہون عادل شاہ نے یوسف ترک کے نام پر خیرات کے طور پر تقسیم کیے۔ اس نے یوسف کا مقبرہ مع ایک گنبد تعمیر کرایا اور خدام کا تقرر کر کے شام کے وقت قلعہ میں پہنچا' اس نے زندگی بھر خیرات تقسیم کی اور برسی کے دن وہ خود یوسف ترک کے مقبرے پر جایا کرتا تھا۔

اسمٰعیل عادل شاہ کا نظام حکومت

تاریخ نویسوں کے قول کے مطابق مذکورہ بالا حادثہ کے دوسرے روز اسمٰعیل عادل شاہ نے عنان حکومت سنبھالی اور دیوان عام میں رعایا کو بلایا۔ رعایا نے اپنے بادشاہ پر خیرات اتار کر تقسیم کی' فضلا اور علماء کے سرغنہ غیاث الدین شیرازی نے اپنے خاصہ سحر نگار سے حریفوں اور ان کے خیر خواہوں کی شکست' بربادی اور پریشانی کا سارا حال بڑے عمدہ پیرایہ میں بیان کیا اور برق رو پیغمبران نوشتوں کو لے کر دکن کے شاہی درباروں میں پہنچے اس طرح حریف اور اس کے ساتھیوں کی تباہی کا حال ملک کے گوشہ گوشہ میں پہنچ گیا۔

پونجی خاتون کے فیصلے

کمال خاں اور اس کے بیٹے کے خیر خواہوں اور دوسرے باغی قیدیوں کو پونجی خاتون کے سامنے پیش کیا گیا تاکہ وہ لوگ اپنے کیے کی سزا پا سکیں۔ اس عورت کو پونجی خاتون نے صرف ملک بدر ہونے کی سزا دی اور دوسرے لوگوں کو معاف کیا بلکہ راستے کی حفاظت کے لیے کچھ لوگوں کو اس کے ہمراہ بھی کر دیا۔ ان نجومیوں کی بھی مال و دولت اور کئی مراعات عطا کی گئیں جنھوں نے کمال خاں کی بابت پیش گوئی

marfat.com
Marfat.com

کی تھی- ان اشخاص کو بھی جاگیریں اور عہدے دیئے گئے جنہوں نے اس موقعہ میں عادل شاہی خاندان کا ساتھ دیا تھا- خوش کلامی آقا سکندر' آقا رومی' مصطفیٰ آقا مقرب خاں کرد' مظفر خاں رودباری' خواجہ عنایت کاشی اور محمد حسین طہرانی جو پہلے سلح داری تھے اب عہدہ ہائے امارت سے سرفراز کیے گئے- اس طرح انہیں کافی اختیارات و حقوق کا حامل بنا دیا گیا- ملکہ نے ان سلح داروں کو بھی واپس بلانے کی کوشش کی جو کمال خاں کے جو روستم سے گھبرا کر تلنگانہ' برار' گجرات' خاندیش اور احمد نگر چلے گئے تھے- ان میں میرزا جہانگیر قمی' حیدر بیگ سوبجنگ بہادر وغیرہ شامل تھے' پونجی خاتون نے ان کی ڈھارس بندھائی اور انہیں کافی اطمینان دلا کر بلانا چاہا-

حبشیوں اور مغلوں کا تقرر

جولاری الاصل خسرو ترک نے وقت کی نزاکت کو پیش نظر رکھتے ہوئے خود کو غلام مشہور کر رکھا تھا- پونجی خاتون نے بلگواں اور اس کے قرب و جوار کے علاقے اس کے سپرد کیے اور اسے اسد خاں کے خطاب سے نوازا' غلامان کرخی سے تعلق رکھنے والے یوسف کو شحنہ دیوان مقرر کیا گیا- پونجی خاتون نے اپنے اس ارادے کو عملی جامہ پہنایا جو اس نے حادثہ کے دوران میں کیا تھا کہ وہ صرف مغل اور حبشیوں کو ملازمت نہ دے گی- اس نے تمام امراء اور روساء کو حکم دیا کہ مغل اور حبشیوں کو فوج میں کسی عہدے پر فائز نہ کیا جائے کیونکہ عادل شاہی خاندان اور سلطنت کے احیاء کے پیش نظر یہ امر ضروری اور لابدی ہے- تقریباً بارہ برس تک بغیر کسی رد و بدل کے یہ قانون ملک میں نافذ رہا اس کے باوجود مغل اور حبشیوں نے درخواست کی کہ کم از کم ان کے فرزندوں ہی کو نوکر رکھنے کی اجازت دی جائے- لیکن پونجی خاتون نے ان کی یہ درخواست مسترد کر دی' البتہ افغان اور راجپوتوں کو نوکری کی اجازت دے دی یہ سلسلہ ابراہیم عادل شاہ کے عہد تک جاری رہا اور اس میں کسی قسم کی ترمیم نہیں کی گئی- کوئی مغل یا حبشی فوج میں نوکر نہیں رکھا گیا نہ کسی نے ایسا کرنے کی جرات کی-

ان فوجوں کی مدد سے بادشاہ نے بارہا راجاؤں پر حملے کیے اور قرب و جوار کے جاگیرداروں کو پسپا کیا یہاں تک کہ امیر برید اور سلطان بہمنی جن کی پچیس ہزار نفوس پر مشتمل فوج نے بیجاپور پر حملہ کیا تھا- بادشاہ سے شکست کھا چکے تھے اس کی تشریح اس طرح کی جا سکتی ہے کہ کمال خان کی حیات ہی کے دوران امیر برید نے بیجاپور کے اکثر شہروں کو اپنے قبضہ میں لے لیا تھا جیسا کہ اس سے پیشتر لکھا جا چکا ہے- کمال خاں کے مرنے پر مرزا جہاں گیر حسن آباد اور اس کے پرگنوں کا مالک بن گیا تھا کیونکہ وہ احمد نگر کی ملازمت سے مستعفی ہو چکا تھا- اور بیجاپور میں ملازمت اختیار کر چکا تھا اس نے نصرت آباد' ساغر اور اکبر کے قلعہ حریفوں سے چھین لیے امیر برید کے چار سو سے زائد بہی خواہوں کو موت کے گھاٹ اتار کر تمام نواحی بستیوں کو دوبارہ سلطنت میں شامل کیا- یہ سب کچھ اس نے امیر برید کے بہادر اور جان باز بھائیوں کو قتل کر کے کیا- اس عظیم حادثہ نے امیر قاسم برید کو ماہی بے آب کی طرح بے تاب کر دیا- محمود بہمنی کی ذاتی سفارش اور اپنی تحریر سے حکام دکن کو اتنا متاثر کیا کہ سلطان قلی علی شاہ اور علاؤالدین کماد شاہ نیز برہان نظام شاہ نے اس کی امداد کے لیے فوراً فوج روانہ کر دی-

امیر قاسم برید اور اسمٰعیل عادل شاہ کا مقابلہ

اس فوجی کمک کو لے کر امیر قاسم برید ۸۵۷ھ میں بیجاپور پر حملہ آور ہوا- اور اس نے اس شہر کی اینٹ سے اینٹ بجانے میں کوئی کسر باقی نہ رکھی- اس لشکر میں محمود شاہ بہمنی بھی موجود تھا مصلحت وقت کے پیش نظر اسمٰعیل عادل شاہ نے پیش قدمی نہ کی اور وہ تماشائی کی حیثیت سے یہ سب کچھ دیکھتا رہا' لیکن امیر برید کے فوجی بیجاپور کے قریب امیہ پور پہنچے اس امیہ پور کی بنیاد یوسف عادل شاہ ہی نے ڈالی تھی- حریف اس کو حراست میں لینا ہی چاہتے تھے کہ اسمٰعیل عادل شاہ بارہ ہزار نفوس پر مشتمل ایک لشکر کے ہمراہ شہر چھوڑ کر حریفوں پر حملہ آور ہوا- اس لشکر میں زیادہ تر مغل تھے' لہٰذا بڑی گھمسان کی لڑائی ہوئی اور ڈٹ کر مقابلہ کیا گیا- خون ریزی کے بعد امیر برید مع اپنی

marfat.com
Marfat.com

فوج کے میدان جنگ سے بھاگ گیا' لیکن محمود شاہ بہمنی اور اس کا بیٹا احمد شاہ دوران جنگ میں گھوڑے سے زمین پر گر پڑے تھے لہٰذا انہیں قید کر لیا گیا۔

اسمٰعیل عادل شاہ اور سلطان محمود کی گلبرگہ کو روانگی

اسمٰعیل عادل شاہ نے چاہا کہ سلطان محمود اور شہزادہ دونوں کو بیجاپور لایا جائے جس کے لیے اس نے گھوڑے مع زین اور لگام پیش کیے اس نے یہ بھی چاہا کہ سلطان محمود کو امیر برید سے رہائی حاصل ہو جائے۔ لیکن بادشاہ نے اسمٰعیل عادل شاہ کی رائے سے اتفاق نہیں کیا بلکہ اس نے بیجاپور آنے کی بجائے اسی جگہ پر اپنے جسم کے زخموں کا علاج کیا۔ یہ زخم میدان جنگ میں گھوڑے سے گرنے پر لگے تھے زخموں کے بھرنے کے بعد سلطان محمود نے اسمٰعیل عادل سے استدعا کی کہ شہزادہ احمد کی منکوحہ بی بی ستی نوشتہ کو دی جائے اور جشن عشرت بھی منایا جائے اسمٰعیل عادل شاہ اس بات پر راضی ہو گیا لہٰذا دونوں نے متفقہ فیصلہ کیا کہ خواب گاہ حضرت خواجہ محمد گیسو دراز گلبرگہ میں یہ اہتمام کیا جائے لہٰذا دونوں گلبرگہ پہنچے جہاں جشن عشرت بڑے جاہ و جلال اور شان و شوکت کے ساتھ منایا گیا اور بی بی ستی کو شہزادہ احمد کی تحویل میں دے دیا گیا۔

بادشاہ سلطان محمود کی احمد آباد کو روانگی

سلطان محمود کو اسمٰعیل عادل شاہ نے احمد آباد بیدر روانہ کرتے وقت پانچ ہزار مغل بھی ساتھ کر دیئے۔ امیر قاسم برید کو جب یہ خبر موصول ہوئی کہ اسمٰعیل عادل شاہ اور سلطان محمود دونوں اس کی جان لینے کے لیے وہاں پہنچ رہے ہیں تو وہ بہت پریشان ہوا اور اس نے مال و دولت چھوڑ کر خود کو قلعہ میں محبوس کر لیا۔ سلطان محمود بغیر کسی خوف و ہراس کے کچھ عرصہ سے نوشی اور رنگ رلیوں میں مصروف رہا۔ اس نے چوکیداروں اور حفاظت کرنے والوں تک کا خیال نہیں کیا۔ شراب پینے' گانا سننے اور ناچ دیکھنے میں کئی دنوں تک خود کو غافل رکھا۔

امیر قاسم برید کا حملہ

اسمٰعیل عادل شاہ کے احمد آباد بیدر کے قرب و جوار رخصت ہوتے ہی امیر قاسم برید تقریباً تین چار ہزار ہی خواہوں کے ہمراہ شہر پر چڑھ آیا۔ بڑی آسانی کے ساتھ سحر کے وقت دروازہ تک پہنچا۔ محافظین اور پہرہ داروں نے ان کو بخوشی اندرون شہر میں داخل ہونے کی اجازت دے دی اور ان کی راہ میں کسی قسم کی مزاحمت نہیں کی۔ کیونکہ ان محافظوں اور دروازہ کے پہرہ داروں کو یقین ہو گیا تھا کہ سلطان محمود اور شہزادہ احمد نہ تو اس قابل ہیں کہ ان کی عزت کی جائے اور ان کے حکم کی تابعداری کی جائے اور نہ ہی ان میں اس عظیم ترین ذمہ داری سے عہدہ برآ ہونے کی اہلیت یا استطاعت ہے۔ ہمیشہ کی طرح اس مرتبہ بھی امیر قاسم برید نے چاروں طرف اپنے محافظین کو مقرر کیا اور مددگاروں سے کام لے کر سابقہ عہدے پر جلوہ افروز ہوا۔ صبح کو جب بادشاہ کی آنکھ کھلی تو اس نے الٹا ہی معاملہ دیکھا لیکن اسے اس کا نہ صدمہ ہوا نہ تعجب' کیونکہ وہ امراء سے مرعوب تھا اور وہ ان کی ہر قسم کی بات گوارا کر لینے کا عادی بن چکا تھا اس کو امیر قاسم برید سے جو سامان عیش و طرب اور ناؤ نوش مل گیا اسی کو اس نے غنیمت سمجھا۔

ایرانی ایلچیوں کی خاطر مدارات اور روانگی

ہندوستان میں چند برس قبل والی ایران شاہ اسمٰعیل صفوی کے ایلچی آئے تھے۔ ان ایلچیوں کی آؤ بھگت' استقبال اور توقیر کرنے میں تمراج رائے بیجانگر اور شاہ گجرات پہلے ہی ایک اچھی مثال پیش کر چکے تھے۔ اور انہیں شاہی تحائف اور ہدیہ وغیرہ سے نواز چکے تھے۔ محمود بہمنی نے اپنے ملک میں انہیں بڑے احترام' وقار اور گرم جوشی کے ساتھ بلایا اور حسب مراتب شاہانہ ان کی رخصت چاہتا تھا اس کے برعکس امیر برید اختلاف مذہبی کے سبب شاہ سے متفق نہیں تھا بلکہ وہ شاہ کو اس کے ارادہ کی تکمیل میں روڑا اٹکاتا تھا نتیجہ یہ ہوا کہ دو

marfat.com
Marfat.com

سال تک ایلچی اپنے ملک ایران واپس نہ جا سکے۔ مجبوراً انہوں نے ایک نوشتہ اسمٰعیل عادل شاہ کو روانہ کیا جس کے جواب میں امیر قاسم برید اور محمود بہمنی دونوں کو حکم ملا کہ ایرانی ایلچیوں کی رخصت میں مزید تاخیر کی ضرورت نہیں ان کی خاطر مدارات کے فوراً بعد روانہ ہی کر دینا بہتر ہے۔ امیر برید نے اسماعیل عادل شاہ کے جواب کو نہایت سخت سمجھ کر ایلچیوں کو فوراً رخصت کر دیا۔

اسمٰعیل عادل شاہ اور ایرانی ایلچیوں کا استقبال

اسمٰعیل عادل شاہ نے ان ایرانی ایلچیوں کا نہایت گرم جوشی اور تعظیم و تکریم کے ساتھ استقبال کیا اور ایلیہ پور میں شرف باریابی بخشا۔ چونکہ ایلچی اور اسمٰعیل عادل شاہ ایک مذہب کے ماننے والے تھے لہٰذا اس نے ان کو بڑے شاہانہ ٹھاٹ باٹ سے ایران رخصت کیا روانگی کے وقت بندر مصطفیٰ آباد کے مقام پر ان کی بڑی عزت کی گئی۔ جب والی ایران کو ان تمام باتوں کا علم ہوا تو اس نے اسمٰعیل عادل شاہ کی خدمت میں اپنا ایک مددگار روانہ کیا جس کے ہمراہ بادشاہ کے لیے نہایت قیمتی شاہانہ تحائف' ایک تلوار اور مرصع کمر بند تھے۔ اس مددگار کا نام امیر ابراہیم بیگ ترکمان تھا۔ اپنے نوشتہ میں والی ایران نے عادل شاہ کے لیے مجد السلطنت والحشمتہ والشوکہ والا اقبال جیسے القاب اور آداب تحریر کیے۔ فارسی زبان میں لکھے ہوئے یہ خطابات اور القاب و آداب اسمٰعیل عادل شاہ کے لیے مسرت کا باعث بنے اور اب اس نے اپنے آپ کو شاہانہ جملوں کا متحمل سمجھا۔

ایرانی ایلچیوں کے استقبال کی تفصیل

بیجاپور میں جس شان و شوکت اور عزت و احترام کے ساتھ ایلچیوں کی آؤ بھگت کی گئی اس کو بہ تفصیل بیان کرنا بڑا مشکل ہے۔ چاروں طرف شادیانے بجوائے گئے۔ ایرانی ایلچیوں کی پوشاک کا خیال رکھتے ہوئے حکم جاری کیا گیا کہ تمام مغل سپاہیوں کو چاہیے کہ وہ سر پر دروازدہ شعبہ سرخ پہنیں ورنہ کسی مغل سپاہی کو شرف باریابی نہیں بخشا جائے گا۔ علاوہ ازیں خلاف ورزی کرنے والے یا حکم نہ ماننے والے سے بارہ بکریاں حاصل کی جائیں نیز اس کے سر سے پگڑی اتار کر اسے برہنہ سر بازار میں پھرایا جائے گا۔ تاکہ لوگ اس پر لعنت ملامت کریں اور دوبارہ اس قسم کی حرکت سرزد کرنے سے باز رہے' نتیجہ یہ ہوا کہ اس حکم کی پوری تعمیل میں شہر کے اندر کوئی شخص بغیر دروازدہ شعبہ سرخ سر پر رکھے نظر نہیں آیا۔ علاوہ ازیں یہ حکم بھی جاری ہوا کہ عید' بقر عید اور دیگر مذہبی تہواروں پر عبادت کرتے وقت خطبات میں والی ایران کی خوش حالی اور درازی عمر کی دعائیں مانگی جائیں۔ یہ سلسلہ سلطنت بیجاپور میں علی عادل شاہ کے عہد کے اواخر تک تقریباً ستر سال تک جاری رہا۔

تاریخ نویسوں کا خیال

تقریباً ہر تاریخ نویس اس امر سے اتفاق کرتا نظر آتا ہے کہ اسمٰعیل عادل شاہ بڑا عقل مند' دور اندیش' مردم شناس وقت شناس اور باوقار بادشاہ تھا وہ قریب قریب ہر کام کی تکمیل میں اپنی تمام صلاحیتوں کو بروئے کار لاتا اسی لیے حریفوں پر جلد غالب آ جاتا تھا۔ اس نے تقریباً تمام لڑائیوں میں دشمن کو شکست دی غالباً ایک مرتبہ جنگ کنہڑ میں جو غیر مسلموں کے درمیان تھی' اپنی مے نوشی کے سبب فریب میں مبتلا ہو گیا اور دھوکا کھا گیا اور اپنے ہوش و حواس کھو دینے کی وجہ سے ان پر غلبہ حاصل نہ کر سکا۔

جنگ کنہڑ کا حال

دکنی تاریخ نویسوں کا خیال اس جنگ کے متعلق یہ ہے کہ کنہڑ میں جتنے غیر مسلم حکمران تھے ان کے ظلم و تشدد کو یوسف عادل شاہ نے اپنی بہادری اور شجاعت کے زور سے ختم کیا۔ بت پرستوں کے قبضہ سے اوزدواب ملک کو نکالا اور اس طرح کنہڑ اور مدگل ورایچور کے قلعے اپنی سلطنت میں شامل کر لیے۔ بیجاپور کے حکمران کے ظلم و ستم سے اہل ملک پریشان تھے اب انہیں نجات مل گئی۔ جب یوسف عادل شاہ نے انتقال کیا تو تمام ملک میں قاسم برید اور کمال خاں کی تخریبی کارروائیوں کی خبر عام ہو گئی۔ اس طرح تمراج' مدگل اور رائے

marfat.com
Marfat.com

چور کے قلعوں پر قابض ہو گیا۔ جیسا کہ اس سے پہلے عرض کیا جا چکا ہے غرض تمراج نے معاہدوں کے ذریعہ مدگل اور رائے چور کے قلعے اپنی حراست میں لے لیے ان قلعوں پر تمراج کا قبضہ ۹۲۷ھ تک رہا' کیونکہ اس عرصہ میں اسمٰعیل عادل شاہ کو دکن میں کمال خاں کی سرکشی کی وجہ سے اتنی مہلت ہی نہ مل سکی کہ وہ اس طرف دھیان دیتا اور تمراج سے قلعوں کے متعلق باز پرس کرتا۔ دوسرے عادل شاہ کے پاس کوئی امیر بھی ایسا نہ تھا جس کی مدد سے وہ اس کام کی تکمیل کرا سکتا۔ جب شاہی خاندان کے بہی خواہوں نے امیر قاسم برید کو ملک بدر کیا اور قرب و جوار کے امراء و روساء اسمٰعیل عادل شاہ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو اس نے نزاکت وقت کے پیش نظر مدگل اور رائے چور کے قلعوں کی واپسی کا مطالبہ تمراج سے کیا جس کے لیے وہ خود بیجاپور کی طرف روانہ ہوا۔

تمراج کی جنگی تیاریاں

جب تمراج کو اسمٰعیل عادل کی نیت کا پتہ چلا تو اس نے کچھ فوج کے ساتھ بیجاپور کا رخ کیا اور جلد ہی کرشنا دریا کے کنارے خیمہ زن ہو گیا۔ مختصر سے عرصہ ہی میں کنٹرہ اور اس کے قرب و جوار بلکہ دور دور کے علاقوں کے امراء و حکمران بھی جنہوں نے غائبانہ طور پر تمراج کو اپنا سردار تسلیم کر رکھا تھا اس وقت تمام اختلافات کو ختم کر کے متحد ہو گئے۔ ان سب نے تمراج کو اپنی وفاداری' فرمانروائی' مدد اور تابعداری کا یقین دلایا نتیجہ میں تمراج ایک طاقتور فریق بن گیا اور اب اس کی پوری فوج کی تعداد پچاس ہزار سواروں اور چھ لاکھ پیادوں پر مشتمل تھی۔

اسماعیل عادل شاہ کا ارادہ التوائے جنگ

مجمل طور پر یوں کہا جا سکتا ہے کہ اسمٰعیل عادل نے جب یہ دیکھا کہ تمراج بہت جلد بیجاپور پہنچ گیا اس نے تمام پانی کے چشموں پر بھی قبضہ کر لیا ہے اور ان کے علاوہ وہ تمام امراء اور حکام جو کبھی دور دراز علاقوں کو چھوڑ کر اس کے پاس نہیں آئے تھے' اب متحد ہو کر اس کے ساتھ ہو گئے تو اس (اسمٰعیل عادل شاہ) نے تمراج کے ساتھ معرکہ آرائی کا خیال ترک کر دینا چاہا۔ اور اپنے اس ارادہ کی تکمیل میں کسی دوسرے مناسب وقت کا منتظر رہنا پسند کیا لیکن وہ کر بھی کیا سکتا تھا۔ جنگ کی تیاریاں مکمل طور پر ہو چکی تھیں' شاہی آلات باہر آ چکے تھے اس کے علاوہ کچھ امیروں نے بھی بادشاہ کو جنگ کرنے کے لیے اکسایا لہٰذا اب وہ دشمن سے مقابلہ کرنے پر مجبور تھا۔ اسمٰعیل عادل شاہ کی فوج میں اس مرتبہ سات ہزار تا جپوش سوار تھے جن میں اکثریت ان سپاہیوں کی تھی جن کا تعلق دوسرے ملکوں سے تھا۔ بہرحال دریا کے کنارے سب کے خیمے نصب کر دیئے۔

بادشاہ کی شراب نوشی اور بزم عشرت

دریا کے کنارے خیمہ زن ہونے کے بعد اسمٰعیل عادل شاہ شاہی خیمہ میں مقیم ہوا اور بغیر کسی خوف و ہراس کے جنگ میں تاخیر کرتا رہا۔ یہاں تک کہ بارش شروع ہوتے ہی شراب نوشی میں مصروف ہو گیا۔ اس عرصہ میں اس کے ایک ہم پیالہ نے شراب نوشی کے لطف کو دوبالا کرنے کے لیے پس پردۂ شاہی ایک عمدہ سا شعر نہایت سریلی آواز میں سنایا اس شعر کا سننا تھا کہ بادشاہ پردہ سے باہر آیا اس نے فوراً ایک بزم عشرت منعقد کرانے کا فیصلہ کیا غرض مجلس منعقد ہوئی۔ بادشاہ کے حکم کی تعمیل میں خوبصورت اور خوب رو معشوق حاضر کیے گئے۔ جن کا حسن انسان کے ہوش و حواس باختہ کر دے علاوہ ازیں باذوق اور شوخ طبع احباب ادھر ادھر تشریف فرما ہوئے۔

دریا کے کنارے بادشاہ کا گشت

جب شراب اپنا پورا اثر کر گئی اور محفل اپنے شباب کو پہنچ گئی تو اسمٰعیل عادل شاہ نے دریا پار کرنے کی طرف دھیان دیا۔ ارکان دولت کو طلب کر کے قصبے کے متعلق دریافت کیا۔ جواب ملا کہ چمڑے کے خول چڑھے ہوئے قفوں کی تعداد سو ہے باقی کچھ دنوں میں تیار ہو جائیں گے بادشاہ نشہ میں چور تھا ایک ہاتھی پر بیٹھا اور سیاحت کا بہانہ کر کے دریا کے کنارے گھومنے لگا لیکن اپنے دل کی بات کسی

marfat.com
Marfat.com

شخص کو نہیں بتائی' یہ دیکھ کر مسلم لشکر بڑا حیران ہوا کیونکہ بادشاہ جنگ کے دوران میں بیشتر اسی ہاتھی پر سوار ہوا کرتا تھا بادشاہ ابھی مشکل سے ایک کوس ہی جانے پایا تھا کہ اس نے تمام سپاہیوں کو سواری کا مقصد ظاہر کیا۔ ساتھ ہی سارے فوجیوں کو حکم دیا کہ وہ ہاتھیوں پر بیٹھ کر دریا پار آئیں اور چرمی قفوں پر گھوڑوں کو دریا کے پار لے آئیں' لوگ اس حکم کو سن کر بڑے پریشان ہوئے اس لیے کہ اس زبردست دریا کو پار کرنا ہاتھیوں کے بس کی بات نہ تھی اور یہ قریب قریب ناممکن العمل تھا بایں سبب ہر شخص کنارے کھڑا دریا کو تک رہا تھا بادشاہ تو چونکہ نشہ میں چور تھا اس کی عقل اس وقت قطعاً کام نہیں کر رہی تھی۔ لہٰذا اس نے اس کام کا آغاز کیا اور دریا میں مع ہاتھی کود پڑا۔ لیکن اپنے جاہ و جلال شاہانہ کے سبب وہ بغیر کسی قسم کے نقصان یا ایذا کے دریا عبور کر کے دوسرے کنارے پر پہنچ گیا۔

دریا کے پار معرکہ جنگ

بادشاہ کے پیچھے دو سو ہاتھیوں پر سوار بھی دریا پار کر گئے اور دو مرتبہ گھوڑوں کو قفوں میں دریا پار لے گئے۔ کچھ بقیہ فوجی دریا میں داخل ہونے والے ہی تھے کہ حریفوں کا لشکر مقابلہ کے لیے آ پہنچا جو مغل سپاہی اور دوسرے فوجی دریا عبور کر چکے تھے انہوں نے گھوڑوں کی لگامیں ہاتھ میں لیں اور دشمن سے مقابلہ کے لیے بڑھے۔ اس جنگ میں مسلمانوں کی تعداد غیر مسلموں کے مقابلے میں بہت ہی کم تھی اول الذکر دو ہزار اور آخر الذکر دو لاکھ پیادوں اور اسی ہزار سواروں کی شکل میں تھے تاہم اسمٰعیل عادل شاہ معرکہ آرائی میں نہایت عقل مندی اور ہوشیاری سے فوجوں کی تنظیم کر رہا تھا۔ مسلمانوں نے متحد ہو کر یلغار شروع کی اور تقریباً دشمن کے ایک ہزار سپاہیوں کو موت کے گھاٹ اتار دیا۔ بیجانگر کے راجہ کا سپہ سالار مغل سپاہیوں کی تلوار کا نشانہ بنا اس میں شک نہیں کہ اس جنگ میں مغل سپاہی بڑی بہادری اور شجاعت کے ساتھ صف آرا ہو کر لڑے لیکن آخر وقت ان کے پاس آلات جنگ ختم ہو گئے۔ جس کے سبب ڈیڑھ ہزار مسلمان میدان میں کام آئے جو فوج بچ گئی وہ جان بچا کر بھاگ گئی' کسی پل کے نہ ہونے کی وجہ سے دریا کے دوسرے کنارے تک پہنچنا بڑا مشکل تھا' نتیجہ یہ ہوا کہ جو مسلمان سپاہی جان بچا کر بھاگے انہوں نے دریا میں گھوڑے ڈالے اور اس طرح خود بادشاہ کے ہاتھی کو ترسول بہادر اور ابراہیم بیگ میدان جنگ سے نکال کر اپنے آگے آگے لے آئے اور دریا کی طرف چل دیئے' نتیجہ یہ ہوا کہ بادشاہ اور اس کا ہاتھی نیز سات تاجپوش سوار دوسرے کنارے تک پہنچ گئے' باقی تمام ہاتھی اور گھوڑ سوار دریا میں ڈوب گئے۔

اسمٰعیل عادل شاہ اور اسد خاں لاری کے بین صلاح مشورہ

تاریخ میں غالباً یہ پہلا زبردست واقعہ ملتا ہے جب کہ ایک حاکم وقت فوج کی طرف سے غافل رہ کر حریفوں سے برسرپیکار ہوا ہو۔ اور اپنے خیر خواہوں اور متعلقین کو موت کے گھاٹ اتروا کر اکیلا بہ وقت تمام دریا پار پہنچا ہو۔ جس اسد خاں لاری کا تذکرہ اوپر کیا جا چکا ہے اس سے اسمٰعیل عادل شاہ نے صلاح مشورہ کیا اور تقاضائے وقت کو ملحوظ رکھتے ہوئے اس سے سوالات کیے۔ اسد خاں لاری نے نہایت مودبانہ انداز میں اس اہم حادثہ کی اہمیت پر روشنی ڈالی اور بادشاہ کو مشورہ دیا کہ اب دارالحکومت بیجاپور کو روانہ ہونا چاہیے۔ اور یہ بات سب پر روشن ہے کہ تمام ہندوستان کے راجاؤں میں بیجانگر کا راجہ فوجی اور سیاسی اعتبار سے اہمیت رکھتا ہے اور کبھی بھی کسی بہمنی بادشاہ نے اس حقیقت سے انکار نہیں کیا اور وسیع ریاست کے پیش نظر اس راجہ کی فوج سے لڑنے کا ارادہ نہیں کیا۔

اسد خاں لاری کا ایک اور اہم مشورہ

علاوہ متذکرہ مشورہ کے ایک اور مشورہ اسد خاں لاری نے یہ دیا کہ اب تمام بہی خواہوں اور خیر اندیش لوگوں کی رضا یہی ہے کہ برہان نظام شاہ بحری کی طرف دوستی کا ہاتھ بڑھایا جائے اور تعلقات کو استوار کیا جائے۔ جس کے لیے شادی وغیرہ کا سلسلہ جاری ہو تاکہ دلوں میں گنجائش اور سینوں میں دوستی کا عزم بیدار ہو۔ بعد ازاں مشترکہ اتحاد و تنظیم کے ساتھ بانی فتنہ امیر قاسم برید سے باز پرس کی جائے اور اس کو خوب مزہ چکھایا جائے۔ تاکہ قلعہ مدگل اور رائے چور پر قبضہ کرنے میں آسانی ہو' اس طرح بغیر پریشانی اور تکلیف کے

marfat.com
Marfat.com

حریفوں دھوکے بازوں اور فریب دینے والوں سے نمٹا جا سکے گا۔ قصہ مختصر بادشاہ نے عزم کیا کہ تاوقتیکہ قلعہ مدگل اور رائے چور پر اس کا قبضہ نہیں ہو تا وہ تمام عیش و عشرت اور آرائش وغیرہ سے بے تعلق رہے گا۔

اسد خاں لاری کے مشورے پر عمل

اس حادثہ کے بعد سے اسمٰعیل عادل شاہ نے اسد خاں لاری کے ساتھ جو وعدہ کیا تھا اس کو پورا کیا اور مدگل اور رائے چور کو حراست میں لینے کے وقت تک شراب کو ہاتھ نہیں لگایا بلکہ تا مرگ شراب کی زیادتی سے احتراز برتا کبھی اتنی شراب نوشی نہیں کی کہ ہوش و حواس سے کام نہ لیا جا سکے۔

عادل اور نظامی خاندانوں میں دوستی کا آغاز

اسمٰعیل عادل شاہ نے اسد خاں کی رائے پر عمل کرتے ہوئے نظام شاہی خاندان کی طرف دوستی کا ہاتھ بڑھایا اس خدمت کو انجام دینے کے لیے سید احمد ہروی کا انتخاب کیا گیا جو ایران میں اس سے پہلے سفیر کی حیثیت سے خدمات انجام دے چکا تھا۔ سید احمد ہروی اور شاہ طاہر میں پہلے سے کوئی مغائرت نہ تھی' ان دونوں میں کافی اتحاد' میل ملاپ اور محبت تھی' لہٰذا ہروی کا نہایت شاندار استقبال کیا گیا۔ نظام شاہی کے رسم و رواج کے مطابق تمام اراکین ریاست کے ہمراہ سید احمد ہروی کو خوش آمدید کہا گیا اور اس طرح برہان الملک اور سید احمد ہروی کا تعارف دیگر امراء کی طرح کرایا گیا اور ایک مخصوص ملاقات میں دونوں کی بات چیت ہوئی' کافی عرصہ تک پیام و سلام کا سلسلہ جاری رہا۔ آخر شاہ طاہر اور سید احمد ہروی دونوں کی مشترکہ کوششوں سے سدلا پور کے مقام پر دونوں حکمرانوں نے ایک دوسرے کو پہچانا۔ اب صدلا پور قصبہ کو شولا پور کے نام سے پکارا جاتا ہے اس ملاقات میں دونوں فریقین نے ایک دوسرے سے تعاون اور دوستی کی طرف قدم بڑھایا۔

شاہ طاہر کا استقبال

۹۳۰ھ رجب کی چوتھی شب کو اسمٰعیل عادل شاہ کے مکان پر شاہ طاہر جلوہ افروز ہوئے۔ شاہ طاہر کی آمد سے گھر میں چہل پہل اس کی آرائش و زینت اور بزم کی رونق میں بڑا اضافہ ہوا اسمٰعیل عادل شاہ اپنے بڑے فرزند کو ساتھ لے کر گھر سے نکلا اور کچھ فاصلہ پر دونوں نے شاہ طاہر کا شاندار استقبال کیا۔ علاوہ ازیں اس بادشاہ کی آؤ بھگت اور تعظیم و تکریم میں کسی طرح کی کسر باقی نہ رکھی' ہر طرح ان کی دل جوئی اور عزت افزائی کی گئی۔ اسماعیل عادل شاہ نے یہاں تک کہا کہ وہ ایک فقیر کے گھر میں خلیفہ یا پیغمبر کی کیا خاطر تواضع کر سکتا ہے۔ اس نے بڑے عاجزانہ انداز میں شاہ طاہر کو بتایا کہ وہ اس قابل نہیں ہے کہ ایک مہمان کی اچھی طرح خاطر کر سکے تاکہ محبت اور خلوص میں اضافہ ہو' لیکن شاہ طاہر نے بڑی خوش اسلوبی کے ساتھ بادشاہ کے اہتمام کا شکریہ ادا کیا جس سے اس کی بہت ہمت افزائی ہوئی۔

شادی کی رسم

اس صحبت میں عقد اور شادی کی بات بھی چھڑ گئی۔ اسمٰعیل عادل شاہ پہلے ہی سے اس کا خواہاں تھا لہٰذا اس نے شاہ طاہر کی درخواست قبول کر لی اس طرح عقد کی رسم ادا ہوئی بزم طرب منعقد ہوئی یوسف عادل شاہ کی لڑکی مریم سلطان کی شادی برہان نظام شاہ بحری سے کر دی گئی۔ دونوں جانب سے ایک دوسرے کو مبارک باد' تحفہ' نذرانہ وغیرہ دیا۔ دوستی' محبت اور اخلاص کے رشتہ کو استوار کیا گیا اور اس کے بعد دونوں اپنے اپنے ملکوں کی طرف روانہ ہو گئے۔

دشمنی کا آغاز

اس مشروط نکاح میں ایک شق یہ بھی تھی کہ خواجہ جہاں دکنی کے بھائی رتن خاں سے لیے ہوئے کمال خاں سرنوبت کے ساڑھے پانچ چے اور شولا پور کا علاقہ مریم سلطان کے جہیز میں شاہ طاہر کو دیا گیا مگر اسمٰعیل عادل شاہ نے اس سلسلہ میں لاپروائی برتی' نتیجہ یہ ہوا کہ

marfat.com
Marfat.com

جس خلوص، ہمدردی محبت اور اتحاد ویگانگت کا مظاہرہ نکاح کے وقت کیا گیا تھا' بیکار ثابت ہوا اور اس رشتہ نے دونوں خاندانوں کے درمیان نفرت کی ایک بنیاد ڈال دی جو پہلے سے زیادہ مستحکم اور مضبوط تھی۔

اسمٰعیل عادل شاہ پر فوج کشی

ایک ہی سال بعد برہان نظام شاہ والی برار علاؤالدین عماد شاہ کی مدد حاصل کر کے اسمٰعیل عادل شاہ پر چڑھ آیا۔ والی برار کی تائید اور مدد نے حریف کو شولا پور اور قلعہ کی حراست میں کامیابی عطا کی' ساتھ ہی ایک پیامبر کے ذریعہ امیر قاسم برید کی حمایت بھی حاصل کر لی۔ اسمٰعیل عادل شاہ کو علم تھا کہ اب تمام حریفوں کی تعداد چالیس ہزار سواروں پر مشتمل ہے لیکن وہ خود کو خدا کے سپرد کر کے بارہ ہزار مضبوط اور بہادر سپاہیوں کو لے کر حریفوں پر ٹوٹ پڑا۔ پھر بھی جنگ کا آغاز نہ ہو سکا بایں خیال اسمٰعیل عادل شاہ حریفوں سے تقریباً دو کوس ادھر قیام پذیر ہوا۔ جنگ چالیس یوم جاری رہی لیکن اکتالیسویں دن حریفوں کی مدد کے لیے امیر قاسم برید بھی آدھمکا۔ اب جنگی محاذ بنانے کے لیے برہان نظام شاہ نے سارے لشکر کو ترتیب دیا فوج کے درمیان اپنے آپ کو رکھا۔ امیر قاسم برید اور علاؤالدین عماد شاہ کو بالترتیب میسرہ اور میمنہ حوالہ کر دیا۔

اسمٰعیل عادل شاہ کی جنگی ترتیب و تنظیم

اسمٰعیل عادل شاہ نے بھی لڑائی کے میدان کا رخ کیا اس نے بھی اپنے آپ کو فوج کے بیچوں بیچ رکھا۔ علاؤالدین عماد شاہ کے مقابلہ کے لیے اسد خاں لاری کو مقرر کیا اور امیر قاسم برید کے جواب میں ترسوں بہادر کو علاوہ ازیں میسرہ پر فوج کشی کے لیے مصطفیٰ آقا کے ہمراہ ایک ہزار سپاہی اور میمنہ کے لیے خوش کلامی آقا کے ہمراہ ایک ہزار نیزہ باز سپاہیوں کو مقرر کیا یہ اس وجہ سے کیا کہ حریفوں کا محاصرہ ہونے سے پہلے ان مقامات کا تحفظ کر لیا جائے۔

معرکہ آرائی

بعد ازاں دونوں فوجوں میں جنگ کا آغاز ہوا نیزہ بازوں نے میدان جنگ کو میدان قیامت بنا دیا۔ دیکھتے ہی دیکھتے خون کے دریا بہہ گئے امیر قاسم برید' ترسوں بہادر اور علاؤالدین عماد شاہ اسد خاں لاری کے حملوں کی تاب نہ لا سکے اور دونوں بالترتیب ہند اور برار کی طرف جا نکلے۔ ادھر برہان نظام شاہ اور اسمٰعیل شاہ کے درمیان معرکہ آرائی جاری تھی کہ خوش کلامی آقا اور مصطفیٰ آقا نے پیش قدمی شروع کی دوسرے نیزہ بازوں کے ہمراہ نظام شاہ بحری اور اس کے ساتھیوں پر حملہ کیا۔ نظام شاہ بحری کے چھکے چھوٹ گئے اور وہ سپاہیوں کو چھوڑ کر میدان جنگ سے فرار ہو گیا۔ اسد خاں لاری اس کے تعاقب میں تھا کہ نظام شاہی کے پھریرے پر اسمٰعیل عادل شاہ کا قبضہ ہو گیا' علاوہ ازیں نظام شاہی فوج کا بہت سا سامان جنگ اور جنگی آلات مع زر و مال عادل شاہی لشکروں کے ہاتھ آ گیا۔

اسمٰعیل عادل شاہ کا جشن کامرانی

تاریخ میں عادل اور نظام شاہی خاندانوں کے درمیان یہ سب سے پہلی جنگ تھی' اس جنگ کی بناء شولا پور اور ساڑھے پانچ پتے تھے' دشمن کے لشکر کو تاراج کرنے کے بعد عادل شاہ نے بیجاپور کا رخ کیا جہاں پہنچ کر اس نے ایک محفل جشن طرب کا انعقاد کیا۔ یہ مجلس تقریباً تیس روز تک جشن فتح مناتی رہی۔ اس کے بعد مختلف امراء اور معزز عہدہ داروں کو عمدہ عمدہ پوشاک انعام و اکرام عمدہ کمر بند اور خوبصورت گھوڑے بہادری کے صلہ میں دیئے گئے علاوہ ازیں اسد خاں لاری کو پانچ کلاں اور چھ خورد نظام شاہی فیل دیئے۔ بقیہ ہر خاص و عام اور ہر خورد و کلاں کو حسب مراتب مشاہرہ اور وظیفہ وغیرہ کی رقوم میں اضافہ کر کے ان کی ہمت افزائی کی۔ نیز فوج میں خالصے محلات کی ساری تنخواہ تقسیم کرنے کا حکم بھی جاری کیا۔

marfat.com
Marfat.com

نظام اور عادل شاہی خاندان کے درمیان دوسری جنگ

برہان نظام شاہ نہایت غیور اور حساس حکمران تھا۔ ۹۳۹ھ میں علاؤالدین عماد شاہ سے میدان جیت کر ایک سال کے بعد ہی اسماعیل عادل شاہ سے بدلہ لینے کے لیے بیجاپور کا رخ کیا اور ساتھ ہی امیر قاسم برید کو بھی اکسایا اور اسے بھی اپنے لشکر کے ساتھ کر لیا۔ اسمٰعیل عادل شاہ بھی خاموش نہیں بیٹھا اس نے بھی دشمن کے حملہ کا جواب دیا۔ تقریباً تین کوس چل کر دونوں فوجیں ایک دوسرے پر ٹوٹ پڑیں اور اس طرح خوب گھمسان کی جنگ ہوئی۔ بدقسمتی سے برہان نظام شاہ کا وار خالی گیا اور وہ پھر شکست خوردہ ہو کر فرار ہو گیا۔ خواجہ جہاں دکنی چندے نظام شاہی امراء کے ہمراہ حراست میں لے لیے گئے۔ حریف کا پیچھا کرنے کے لیے اسد خاں لاری نے قلعہ پرندہ تک دوڑ لگائی اور حریفوں کے بیس ہاتھیوں کو قبضہ میں لے لیا ان ہاتھیوں میں ایک فیل تخت بھی تھا جس پر برہان نظام شاہ سوار ہوتا تھا۔

اسمٰعیل عادل شاہ اور والی برار کا اتحاد

جتنے ہاتھی مال غنیمت میں ہاتھ لگے تھے وہ سب کے سب اسمٰعیل عادل شاہ نے اسد خاں لاری کو عطا کیے صرف ایک ہاتھی فیل تخت (مذکورہ بالا) اپنے پاس رکھا۔ اس کا نام اللہ بخش تھا اسمٰعیل عادل شاہ نے اسد خاں لاری کو فرزند کا خطاب بھی دیا۔ یہ سال ختم بھی نہ ہوا تھا کہ اسمٰعیل عادل نے والی برار سے اور جان کے قصبہ میں اسد خاں لاری کے ایما پر شرف نیاز حاصل کیا۔ اور اپنی چھوٹی ہمشیرہ خدیجہ کا عقد والی برار علاؤالدین عماد شاہ کے ساتھ کیا۔ اس کے بعد اسمٰعیل عادل شاہ اور علاؤالدین عماد شاہ نے دوستی خلوص' اتحاد اور تنظیم کے معاہدے کیے اور دونوں اپنے اپنے ملکوں کو سدھارے۔

برہان نظام شاہ پر چڑھائی اور عادل شاہی امداد

دوسرے سال یعنی ۹۳۵ھ میں برہان نظام شاہ پر بہادر شاہ گجراتی نے چڑھائی کر دی' برہان نظام شاہ نے اسمٰعیل عادل شاہ سے مدد مانگی جو منظور ہوئی۔ اسمٰعیل عادل شاہ کے چھ ہزار سپاہی اور دس لاکھ ہون امیر قاسم برید کی رہنمائی میں نظام کی مدد کے لیے پہنچے بہادر شاہ گجراتی ڈر کر بھاگ گیا۔

امیر قاسم برید کی سازش

امیر قاسم برید نے عادل شاہی امدادی لشکر سے بہادر شاہ کے مقابلے کے دوران میں سازش کی کہ اگر بیجاپور پہنچ کر عادل شاہی لشکر اپنے بادشاہ اسمٰعیل عادل شاہ کو گرفتار کر لے تو اس کا ملک سب لوگ برابر تقسیم کر لیں گے۔ عادل شاہی لشکر نے بیجاپور پہنچ کر اس کی خبر اسمٰعیل عادل شاہ کو دی اور امیر قاسم برید کی بدنیتی کا سارا پول کھول دیا۔ اسمٰعیل عادل شاہ بے حد برہم ہوا اور اس نے مصمم ارادہ کیا کہ وہ امیر قاسم برید سے اس کی باز پرس کرے گا اور اس کو سخت سزا دے گا۔

اسمٰعیل عادل شاہ کی انتقامی کارروائیاں

اسمٰعیل عادل شاہ نے ۹۳۶ھ میں ایک کہنہ سال قاصد کے ذریعہ برہان نظام شاہ کو سارے حالات سے آگاہ کیا اور امیر قاسم برید کی ناپاک سازش اور مکروہ عزائم سے اپنی گہری نفرت کا اظہار کیا اس نے صاف صاف برہان نظام شاہ کو بتایا کہ امیر قاسم برید کی گستاخیاں حد سے تجاوز کر چکی ہیں وہ اکثر و بیشتر راجاؤں اور سلطان قلی قطب شاہ سے امداد حاصل کر کے عادل شاہی سلطنت کو نقصان پہنچاتا رہا ہے لیکن اس کے باوجود عادل شاہی خاندان ہمیشہ اس کو معاف کرتا رہا ہے اور اس کی غلطیوں کو نظر انداز کیا ہے اسمٰعیل عادل شاہ نے نظام شاہ کو یہ بھی بتایا کہ وہ اس مرتبہ مصمم ارادہ کر چکا ہے کہ امیر قاسم برید کی حرکتوں کو ہمیشہ کے لیے ختم کر دیا جائے گا اور اس کو ایسا مزہ چکھایا جائے کہ وہ آئندہ غلط قدم اٹھانے سے باز رہے۔ مکاروں اور عیاروں کے ساتھ شفقت سے پیش آنا دانشمندی نہیں ہے' اگر برہان نظام شاہ اس رائے سے اتفاق کریں تو امیر قاسم برید کی گستاخی کا پھل اس کو دیا جائے۔

marfat.com

Marfat.com

برہان نظام شاہ کی رضامندی

اسمٰعیل عادل شاہ نے بہادر شاہ گجراتی کے حملے کے وقت نظام شاہی خاندان کے احیاء کے لیے جو مدد کی تھی' اس نے برہان نظام شاہ کو بڑی حد تک عادل شاہ کا ممنون و مشکور بنا دیا تھا۔ دوسرے بہادر شاہ گجراتی کے حملوں کا خطرہ ابھی لاحق ہی تھا اس کی طرف سے نظام شاہ کو اطمینان نہیں تھا۔ لٰہذا برہان نظام نے اسمٰعیل عادل شاہ کی رائے سے قطعی طور پر اتفاق کیا اس نے قاصد سے کہا کہ اسمٰعیل عادل شاہ کی دل جوئی کے لیے جو کچھ ہو سکتا ہے کرنے کو تیار ہے۔ قاصد کو یہ سن کر بڑی خوشی ہوئی اس کے بعد قاصد کو نہایت تعظیم و تکریم کے ساتھ واپس کیا گیا۔

امیر قاسم برید پر چڑھائی

وقت کی نزاکت کے پیش نظر اسمٰعیل عادل شاہ نے بارہ ہزار بہادر اور نڈر سپاہیوں کو ہمراہ لے کر احمد آباد بیدر کا رخ کیا امیر قاسم برید خود اپنی کم بینائی اور ضعیف العمری کے سبب کسی دوسری سمت روانہ ہوا لیکن وزیر تمراج بہمنی کی رضامندی سے اپنے بڑے فرزند علی برید اور دوسرے بیٹوں کو قلعہ کا محافظ بنا دیا گیا۔ احمد آباد بیدر پہنچتے ہی اسمٰعیل عادل شاہ نے قلعہ کو حراست میں لے کر فتح کرنے کی سعی کی اب اسمٰعیل عادل شاہ نے قلعہ میں داخل ہونے اور مختلف سمتوں کی طرف بڑھنے کی تدبیریں سوچیں' اس طرح اندر داخل ہونے کا انتظام کیا گیا۔

امیر قاسم برید کی جنگی تدبیریں

یہ وہ زمانہ تھا جب سارے ملک میں امیر قاسم برید کے متعلقین اور اس کے خیر خواہ سپاہیوں کی بہادری اور جاں بازی کا چاروں طرف شہرہ تھا یہ لوگ شہر سے نکلے اور جنگ کرنے میں مصروف ہو گئے۔ کئی مرتبہ ایسا ہوا کہ جنگ کے نتیجہ کے بغیر یہ لوگ پلٹ گئے کیونکہ قلعہ کو انہوں نے اپنا مسکن بنا رکھا تھا' چند لمحوں کے بعد معلوم ہوا کہ سلطان قلی قطب شاہ کی فوج بریدیوں کی مدد کے لیے پہنچ رہی ہے علی برید نے فوراً ہی پانچ ہزار دکنی فوج بنائی اور تمام آلات و سامان جنگ سے لیس کیا۔ پھر حریف کے مقابلے کے لیے میدان میں کود پڑا۔

بریدیوں کا غرور

علی برید کی والدہ اور امیر قاسم برید کی بیوی کے تین بہادر بھائی تھے ہر بھائی اپنے آپ کو ایک لشکر کے برابر سمجھتا تھا اتفاق سے ایک بھائی کی جب میرزا جہانگیر قلی سے جنگ ہو رہی تھی۔ وہ حسن آباد گلبرگہ کے مقام پر جاں بحق ہو گیا تھا اس طرح دو بھائی رہ گئے تھے آج یہ دونوں بھائی اسمٰعیل عادل شاہ سے نمٹنا چاہتے تھے دونوں نے یک زبان ہو کر دشمن کو للکارا گویا ان کا یہ نعرہ تھا کہ آج اگر کسی میں طاقت ہو تو ان جیسے نڈر جوانوں کے سامنے آئے اور تنہا مقابلہ کرے۔ اسمٰعیل عادل شاہ سے نہ رہا گیا اور اس نے زور آزمائی کا تہیہ کیا۔

اسمٰعیل عادل شاہ کی فتح

اسمٰعیل عادل شاہ نے مذکورہ دونوں بھائیوں کا دعوٰی سنتے ہی لڑنے کا ارادہ کر لیا تھا اب وہ ان سے مقابلہ کے لیے آگے بڑھا اسد خاں لاری اور دیگر امراء نے بادشاہ کو ہر چند منع کیا لیکن اسمٰعیل عادل شاہ نے کسی کی کوئی پروانہ کی اور میدان جنگ میں کود پڑا دونوں فریقین میں خونریز جنگ ہوئی' نتیجہ میں دونوں بھائی مارے گئے۔ ہر شخص نے داد تحسین کے نعرے بلند کیے۔ اسمٰعیل عادل شاہ نہایت فاتحانہ انداز میں پلٹا۔

قطب شاہی فوج سے مقابلہ

اسمٰعیل عادل شاہ جب دشمن پر فتح حاصل کر کے واپس آیا تو دیگر امراء و روساء اور اسد خاں لاری نے اس کے گھوڑے کی رکاب کو

marfat.com
Marfat.com

چوما اور بادشاہ کے سر سے خیرات اتار کر تقسیم کی۔ اسی عرصہ میں قلی قطب شاہ کا لشکر بھی آ پہنچا جس سے مقابلہ کرنے کے لیے اسمٰعیل عادل شاہ نے اسد خاں لاری کو مقرر کیا تھا اور بریدیوں کی فوج سے نمٹنے کے لیے سید حسن عرب کو حکم دیا۔ اسد خاں لاری ڈیڑھ ہزار مغل نیزہ بازوں کے ہمراہ قطب شاہی لشکر پر ٹوٹ پڑا اور انہیں میدان جنگ سے مار بھگایا اس کے بعد وہ سید حسن عرب کی جانب رجوع ہوا جو بریدیوں سے برسرپیکار تھا اور دشمنوں کو موت کے گھاٹ اتار کر تہ تیغ کیا اور باقی جو بچ گئے تھے ان کا قلعہ کے دروازہ تک تعاقب کیا۔

امیر قاسم برید کی والی برار سے مدد کی درخواست

اب اسمٰعیل عادل شاہ' اسد خاں لاری پر اتنا مہربان تھا کہ اسے زیادہ قربت حاصل ہوگئی۔ بادشاہ نے قلعہ کو حراست میں لینے کا ارادہ مستحکم کر لیا اور پوری کوشش جاری رکھی اس نے تمام راہوں پر ناکہ بندی کی امیر برید بے حد پریشان ہوا اور اپنی اس گھبراہٹ میں اس نے والی برار علاؤالدین شاہ سے فوجی امداد طلب کی۔ عادل شاہ کو جب اس کی خبر ہوئی تو اس نے محمود خاں کو جو اس کے بھائی کا لڑکا تھا قاصد بنا کر عماد شاہ کی طرف بھیجا خود امیر قاسم برید کے اگلے پچھلے گناہوں اور گستاخیوں کی معافی کی درخواست کو ذریعہ ملاقات سمجھ کر فوراً احمد آباد بیدر کی جانب روانہ ہوا۔

اسمٰعیل عادل شاہ سے عماد شاہ کی ملاقات

عماد شاہ اور اودیگر کے قلعہ کا رخ کرنے کے بجائے عادل شاہؒ کی قیام گاہ کا رخ کیا اور تقریباً ایک کوس دور ٹھہرا' کیونکہ اسے بہرحال اسمٰعیل عادل شاہ کی رضا مندی اور خوشی مد نظر تھی۔ جب اسماعیل عادل شاہ کو عماد شاہ کی آمد کا پتہ چلا تو وہ بے حد ممنون ہوا۔ اپنے چند متعلقین اور احباب کو ساتھ لے کر اس کے خیمہ میں بطور میزبان کے گیا اور اس کی خوب آؤ بھگت کی۔ علاؤالدین عماد شاہ نے بھی بادشاہ سے کہا کہ میرے حاضر ہونے کی غرض و غایت دراصل فتح کی مبارک باد پیش کرنا ہے' البتہ امیر قاسم برید نے جو گستاخیاں کی ہیں وہ شمار میں نہیں آ سکتیں۔ اسمٰعیل عادل شاہ نے معذوری کا اظہار کیا اور عماد شاہ سے کہا کہ بہتر ہے کہ جب تک جنگ کے دوران میں امیر قاسم سے انتقام نہ لیا جائے وہ قابل معافی نہیں ہو سکتا۔ جب عماد شاہ نے اسمٰعیل عادل شاہ کو امیر قاسم برید کے سلسلے میں اس قدر برہم پایا تو اس نے مصلحتاً دوبارہ اس بات کو نہیں چھیڑا۔

امیر قاسم برید کی عماد شاہ سے ملاقات

سات یوم تک علاؤالدین عماد شاہ نے اپنے خیمہ میں اسمٰعیل عادل شاہ کو ٹھہرایا اور میزبانی کے فرائض انجام دیئے۔ علاوہ ازیں اس نے اسمٰعیل عادل شاہ کے اعزاز میں ایک جلسہ کیا جس میں اسے شاہانہ تحائف اور ہدیہ وغیرہ پیش کیے۔ جب اس بات کی خبر امیر قاسم برید کو پہنچی اور اسے معلوم ہوا کہ اسمٰعیل عادل شاہ عماد شاہ پر اتنا مہربان ہے تو اس نے عماد شاہ کی خدمت میں پیش ہونے کا قصد کیا۔ اور حاضر ہو کر اپنے آپ کو اس کے حوالہ کر دیا' مدد کی درخواست کی اور نہایت ملتجانہ لہجہ میں عماد شاہ سے کہا کہ وہ اسے اور اس کے بیٹوں کو جتنی جلد ہو سکے قلعہ کے ظلم و ستم اور پریشانیوں سے نجات دلائے۔ علاؤالدین عماد شاہ نے امیر قاسم کو نجات کا صرف ایک راستہ بتایا اور وہ یہ کہ اسمٰعیل عادل شاہ کے حوالہ بیدر کا قلعہ کر دیا جائے۔ عماد شاہ کی اس رائے سے امیر قاسم برید نے اتفاق نہیں کیا اور وہ برہم ہو کر اپنی قیام گاہ کی طرف گیا جو عماد شاہ کے خیمہ سے تقریباً ایک کوس پر واقع تھا۔

امیر قاسم برید کی شراب نوشی اور عیش و عشرت

امیر قاسم برید جانتا تھا کہ اس کا حریف نہایت مضبوط ' دانا اور طاقتور ہے' لیکن اس کے باوجود اس نے بغیر کسی پریشانی اور فکر کے رنگ رلیاں منانا شروع کیں۔ اس کے علاوہ لشکر کے دوسرے سپاہی اور امراء بھی متواتر سفر کرنے اور چوکنے رہنے کی وجہ سے تھک گئے تھے لہٰذا انہوں نے بھی ان لمحات کو غنیمت جان کر آرام کرنا شروع کیا۔ گنتی کے کچھ سپاہی محافظ کے فرائض انجام دینے کے لیے مقرر

marfat.com
Marfat.com

ہوئے بلکہ ان سپاہیوں نے بھی رنگ رلیاں منائیں۔

اسمٰعیل عادل کا حکم شب خون

اسمٰعیل عادل شاہ کو جب امیر قاسم برید کے قیام کا حال معلوم ہوا تو اسی دن تاریک شب کو اسد خاں لاری کی رہنمائی میں چند مخلص سپاہیوں کو سپاہ حریف پر شب خون مارنے کا حکم جاری کیا۔ بادشاہ کے حکم کی تعمیل میں اسد خاں لاری امیر قاسم برید کی قیام گاہ کی طرف بڑھا اور اس جگہ کو ساکت و خاموش پا کر اپنے سپاہیوں کو پیش قدمی کرنے اور شب خون مارنے کا ارادہ ترک کرنے کا حکم دیا۔ چند نڈر اور بہادر سپاہیوں کو امیر برید کی فوج کا جائزہ لینے کے لیے متعین کیا۔

اسد خاں لاری کی مزید ہدایات

جاسوسوں نے اطلاع دی کہ امیر قاسم برید اور اس کے جملہ متعلقین مست اور دنیا و مافیہا سے بے خبر ہیں جس کا اندازہ اس بات سے کیا جا سکتا ہے کہ یہ چند نیزے اور شمشیریں اور کچھ پگڑیاں بغیر کسی مزاحمت کے حاصل کر لی گئی ہیں۔ اس کے بعد اسد خاں لاری مورچہ بندی کی طرف مائل ہوا' سپاہیوں کو حریف کی فوج کے ارد گرد لگایا اور خاموش' بے جان' ساکت اور بے آواز رہنے کی ہدایت کی تاکہ دشمن کو خبر نہ ہو۔ بعد ازاں اسد خاں لاری نے امیر قاسم برید کے خیمہ کا رخ کیا وہاں پہنچ کر دیکھتا کیا ہے کہ چاروں طرف ایک عجیب منظر ہے' ادھر ادھر شراب کے برتن بکھرے پڑے ہیں اور حریف کا ہر محافظ اور ہر پاسبان مے کے نشہ میں بدمست تمام افکار و حادثات سے بے پروا۔ سکون سے خراٹے لے رہے ہیں اسد خاں لاری نے ان لوگوں کو چند محافظین کے حوالہ کیا اور ان کو بغیر قتل کیے ہوئے حکم جاری کیا کہ اگر کوئی شخص ان میں سے ہوشیار و بیدار ہو کر غل کرنے کی کوشش کرے اسے تہ تیغ کر دو۔ اس کے بعد چند سپاہیوں کے ہمراہ امیر قاسم برید کو زندہ قید کرنے یا پھر قتل کرنے کے ارادے سے آگے بڑھا۔

امیر قاسم برید کی قیام گاہ

اسد خاں لاری نے امیر قاسم برید کی قیام گاہ کے اندر بیرون خیمہ سے زیادہ عجیب اور مختلف منظر دیکھا کہ اندرونی سپاہی بیرونی لوگوں سے زیادہ خستہ حالت میں ہیں۔ امیر قاسم برید خیمہ کے اندر ایک گوشہ میں پلنگ پر بدمست ہاتھی کی طرح پڑا ہے اسے کسی قسم کا ہوش نہیں ہے۔ گویے اور رقص کرنے والے یا تو الٹیاں کر رہے ہیں یا اپنی ہر چیز سے بے پروا اور بدمست پڑے ہیں۔

امیر قاسم برید کی گرفتاری

اس حالت میں سب کا خون بہانا نہایت آسان تھا' لیکن اسد خاں نے اپنی بہی خواہوں سے مشورہ کر کے کسی کو قتل نہیں کیا بلکہ یہ طے پایا کہ حریف کو زندہ حالت میں مع چارپائی کے لے جائیں۔ لہٰذا اس کام کی تکمیل کے لئے چالاک اور بوڑھے حریف امیر قاسم برید کا پلنگ اس کے خیمہ سے باہر لایا گیا۔ اسی اثناء میں ایک محافظ کی آنکھ کھل گئی وہ چیخا' لیکن اسد خاں لاری کی تلوار کے ایک ہی وار نے اس کا کام تمام کر دیا۔ دکنی اس شخص کو پوٹی والہ کے نام سے یاد کرتے تھے اور اس کے ذمہ حفاظت کرنے اور ہوشیار رہنے کا کام تھا۔

اسد خاں لاری کا مشورہ

اپنے لشکر میں پہنچ کر اسد خاں لاری نے اس پورے واقعہ کو بیان کیا نیز یہ خیال بھی ظاہر کیا کہ ابھی آدھی رات باقی ہے اگر شب خون مارا گیا تو غیر مسلمانوں کے ساتھ مسلمان بھی مارے جائیں گے۔ اور نہ معلوم سحر ہونے تک کتنے مسلمانوں کا خون ناحق بہہ جائے۔ جہاں تک مقصد کے پورا ہونے کا تعلق ہے وہ پورا ہو چکا' حریف کو گرفتار کیا جا چکا ہے۔ دوسروں کو قتل کرنے کے بجائے اسی شخص کو اسمٰعیل عادل شاہ کے حضور میں پیش کر دیا جائے تو زیادہ بہتر ہوگا۔ اسد خان لاری کی یہ بات تمام متعلقین کو پسند آئی اور انہوں نے امیر قاسم برید کے پلنگ کو لے جانے کے لئے کاندھوں پر اٹھالیا۔

marfat.com
Marfat.com

امیر قاسم برید کا بیدار ہونا

آدھی دور چلے تھے کہ امیر قاسم برید ہوش میں آگیا اور اس نے خود کو عجیب حالت میں پایا اسے معاً خیال آیا کہ اس کا پلنگ بھوت پریت اٹھائے کہیں دور لئے جا رہے ہیں۔ لہٰذا اس بدبخت نے نالہ وفریاد اور رونا شروع کر دیا' لیکن فوراً ہی اسد خاں لاری نے اپنی شکل دکھا کر اس پر ثابت کر دیا کہ اس کا پلنگ جنوں کے قبضہ میں نہیں بلکہ اس کے حریف کے قبضہ میں ہے۔ اسد خاں لاری نے اس کی گرفتاری سے متعلق تمام باتیں اس کو بتائیں اور اس کو نہایت شرمندہ کیا۔ اس نے امیر برید سے کہا کہ اس ضعیف العمری میں دشمن کے قریب خیمہ زن ہو کر مے نوشی کی یہ کثرت بے وقوفی نہیں تو اور کیا ہے؟ امیر قاسم برید اتنا شرمندہ ہوا کہ اس نے زبان سے ایک لفظ کہنا بھی مناسب نہ سمجھا وہ اپنی اس بے وقوفی پر سخت نادم اور شرمندہ تھا۔

دربار اسمٰعیل عادل شاہ میں امیر قاسم برید کی حاضری

رات کے گذرتے ہی اسد خاں لاری اسمٰعیل عادل شاہ کے پاس پہنچ گیا۔ بادشاہ اسد خاں کے اس عظیم کارنامہ سے بہت متاثر ہوا اور اس نے اسد خاں کی شان میں داد تحسین کے بڑے خوبصورت الفاظ استعمال کئے۔ جس سے اسد خاں کی ہمت افزائی ہوئی اور اس نے اپنے آپ کو اب کسی قابل محسوس کیا۔ امیر قاسم برید سے اسمٰعیل عادل شاہ نے بازپرس کی اور اس سے اس کی عیاری' مکاری اور اس ڈھونگ کا سبب پوچھا جس کے جواب میں امیر قاسم برید نے سر تسلیم ختم کر دیا اور زبان سے ایک حرف بھی نہیں نکلا۔ بعدازاں امیر قاسم برید کو اسد خاں لاری کی حراست میں دے دیا گیا۔ تاکہ بادشاہ جس وقت بلائے اس وقت امیر قاسم برید کو حاضر کرنے میں کسی قسم کی دقت پیش نہ آئے۔ اسمٰعیل عادل شاہ کے حکم سے دوسرے دن دربار میں امیر قاسم برید کو ہاتھ پاؤں باندھ کر پیش کیا گیا اور کافی دیر تک امیر قاسم برید کو اسد خاں نے بادشاہ کے روبرو دھوپ میں کھڑا کیا۔

امیر قاسم برید کے قتل کا حکم

غالباً کسی قدیم جدید تاریخ میں اس قسم کا عظیم واقع نہ ہوا جب کہ ایک بہادر صاحب عزت وجلال تخت کا مالک اپنے خیمہ شاہی سے اتنی بری طرح سے اٹھوالیا جائے۔ اور اس کے متعلقہ بہی خواہ' خیر خواہ اور قرب وجوار کے لوگ بہ آسانی اسے آنے دیں اور اپنے عیش وعشرت میں چور ہو کر اپنے بادشاہ کو نکل جانے دیں۔ چونکہ اسمٰعیل عادل شاہ امیر قاسم برید سے بہت بری طرح نالاں تھا لہٰذا اس نے امیر قاسم برید کے قتل کا حکم جاری کر دیا۔

قلعہ احمد آباد کی پیش کش

ابھی قتل کرنے والے نے تلوار میان سے باہر نکالی ہی تھی اور حریف کے دو ٹکڑے کرنے ہی والا تھا کہ ملزم نے نہایت ملتجیانہ انداز میں گریہ وزاری اور نالہ وفریاد کرنی شروع کر دی۔ اور یوسف عادل شاہ سے لے کر اب تک کے اپنے تمام گناہوں کو دہرایا اور پھر ان بادشاہوں کی معافی کی تعریف کی۔ اسمٰعیل عادل شاہ سے بھی اس مرتبہ اپنی گستاخیوں کی معافی چاہی اور وعدہ کیا کہ احمد آباد بیدر کا قلعہ جسے آج تک کوئی بادشاہ فتح نہ کر سکا۔ عادل شاہی خاندان کے قبضہ میں آ جائے گا۔ ساتھ ہی تمام مال وزر اور ذخیرہ سیم وطلاء بھی اسمٰعیل عادل شاہ کی نذر کر دیئے جائیں گے۔ اسمٰعیل عادل نے اس وعدہ کو قبولیت کا شرف بخشا اور اسے اپنی فتح کا مال غنیمت سمجھا۔

امیر قاسم برید کے فرزندوں کا قلعہ دینے سے انکار

ایک پیغامبر کے ذریعہ امیر قاسم برید نے اپنے فرزندوں سے درخواست کی کہ وہ قلعہ کو عادل شاہی خاندان کے حوالے کر دینے کے لئے تیار رہیں' لیکن اس کے فرزندوں نے امیر قاسم کو ضعیف العمر' بزدل سپہ سالار' بے وقوف اور قریب المرگ جیسے کلمات کہے اور جواب دیا کہ اس عظیم قلعہ کو حریف کی تحویل میں دینا بے وقوفی ہے۔

marfat.com

Marfat.com

قاصد کی روانگی

فرزندوں کا دراصل اپنے باپ کو اس قسم کے جواب دینے سے یہ مقصد تھا کہ وہ جس طرح سے بھی ہو اسیری کے دن گزارے۔ بعدازاں فرزندوں نے ایک مخلص شخص کو اپنے باپ کے پاس روانہ کیا اور اسے یہ اختیار دیا کہ وہ باپ سے پوچھے کہ "اگر بغیر قلعہ حوالہ کئے ہوئے دشمن کی قید سے رہائی ممکن ہے تو ٹھیک ہے۔"

پیغامبر بیٹوں کا پیغام لے کر آنا" فانا" امیر قاسم برید کے پاس پہنچا اور اس کے بیٹوں اور علی برید کی پریشانی' اضطراب اور قلعہ حوالہ کرنے کی بابت ساری باتیں اس سے بیان کیں۔

امیر قاسم برید کے قتل کا دوبارہ حکم

ان تمام باتوں نے امیر قاسم برید کو اطمینان دلا دیا اور اس نے بادشاہ سے اپنے بیٹوں کے قلعہ حوالہ نہ کرنے کا ارادہ ظاہر کیا' لیکن اسمٰعیل عادل شاہ نے قتل کا دوبارہ حکم جاری کیا۔ ایک آزاد فیل کو اس کے مار ڈالنے اور کچلنے کے لئے تیار کیا گیا جسے دیکھ کر امیر قاسم برید بے حد رویا اور چیخا۔ اور اس نے بادشاہ سے درخواست کی کہ اسے اپنے فرزندوں کی اس برج کے قریب مارا جائے۔ جہاں وہ رہتے ہیں تاکہ وہ خود قلعہ کی سپردگی اور اپنی رہائی کے سلسلہ میں فرزندوں سے بات چیت کر۔کے کوئی آخری فیصلہ کر سکے۔ بادشاہ نے اس کی رائے سے اتفاق کیا اور اس کو برج کے قریب پہنچا دیا گیا۔

امیر قاسم برید کے فرزندوں کی شرطیں

امیر قاسم برید کے فرزندوں نے جب باپ کو برہنہ حالت میں ہاتھی کی پیٹھ پر بندھا ہوا دیکھا تو ان فرزندوں نے قلعہ اسمٰعیل عادل شاہ کے حوالے کرنے کی چند شرطیں پیش کیں۔ پہلی یہ کہ اسد خاں لاری کو جس جگہ تجویز کیا جائے خاموش کھڑا رہنا ہوگا۔ اور بریدی خواتین واطفال سے کسی قسم کی کوئی بات چیت کرنے کی اجازت نہیں ہوگی۔ دوسرے یہ کہ خواجہ سراؤں اور خواتین سے سامان اور مال وغیرہ کے سلسلہ میں بھی کوئی بازپرس نہیں کی جائے گی۔ کہ یہ فلاں سامان یا اسباب قلعہ سے کیوں لے جا رہی ہیں۔ اور آخری شرط یہ کہ جس قسم کی پوشاک وہ زیب تن کئے ہوں وہ مع زیورات قلعہ سے نکل جانے کی اجازت ہوگی۔ اسمٰعیل عادل شاہ نے امیر قاسم برید کے فرزندوں اور علی برید کی ان شرطوں کو سن کر قبول کیا۔

شرائط پر عمل

اسمٰعیل عادل شاہ کے حکم کی تعمیل میں اسد خاں لاری دروازہ قلعہ پر مقرر ہوا۔ اور اس بات کا محافظ ٹھہرایا گیا کہ بریدی خواتین' خواجہ سرا اور اطفال جب قلعہ سے باہر نکلیں تو انہیں کوئی شخص کسی قسم کی ایذا نہ پہنچائے۔ اس طرح علی برید نے اپنی خواتین اور خواجہ سراؤں کو بیش بہا اور گراں قدر زیورات' جواہرات اور بہمنیہ بادشاہوں کے زمانہ کے منقش اور دریا سامان جنگ' مال وزر اور اشرفیاں وغیرہ دیں اور ہدایت کی کہ وہ ان تمام چیزوں کو نقاب کے اندرونی حصہ میں رکھ کر قلعہ سے نکلیں۔

دربار اسمٰعیل عادل شاہ

اسمٰعیل عادل شاہ کے حوالہ جب قلعہ کر دیا گیا تو وہ اسی روز قلعہ میں بڑے جاہ وجلال کے ساتھ داخل ہوا۔ خدا کا شکر ادا کیا کہ وہ خاندان بہمینہ کے تخت وتاج پر جلوہ افروز ہوا۔ بعدازاں علاؤالدین عماد شاہ کو اسد خاں لاری اور شہزادہ ملوخاں کے ذریعہ مدعو کیا۔ کچھ دیر بعد پھر اس کو بلانے کے لئے شہزادہ علی اور عبداللہ کی روانگی کا حکم دیا۔ شہزادوں کے پہنچتے ہی عماد شاہ نے اسمٰعیل عادل شاہ کی دعوت قبول کی اور وہ ان کے ہمراہ روانہ ہوگیا۔ وہ عادل شاہی خیمہ کے قریب پہنچنے ہی والا تھا کہ خود بادشاہ نے اسے باب قلعہ تک خوش آمدید کہا اور اس کی آمد سے بزم کی زینت میں اضافہ کیا۔

marfat.com

Marfat.com

جواہرات کی تقسیم

بعدازاں اسمٰعیل عادل شاہ نے قلعہ کے تمام بیش بہا ذخائر سیم وطلا، گراں قدر طلائی ظروف، عمدہ ہیرے، جواہر، موتی، بہترین پوشاک لباس اور بقدر بارہ لاکھ ہون علاؤالدین عماد شاہ کی خدمت میں پیش کئے تاکہ وہ اپنی طبیعت کی چیزیں ان میں سے منتخب کرے۔ لیکن علاؤالدین عماد شاہ نے صرف ایک منقش عنبرچہ کا انتخاب کیا اور ہاتھ بڑھا کر اٹھالیا۔ بعدازاں اسمٰعیل عادل شاہ کے حکم سے اسد خان لاری نے تین لاکھ ہون علاؤالدین عماد شاہ کے نوکروں کو بانٹ دیئے۔ علاوہ ازیں ملوخاں، انوخاں، عبداللہ و ابراہیم شہزادوں کو بھی ایک لاکھ ہون تقسیم کئے گئے۔ ان میں سے جتنا ایک کے حصہ میں آیا تقریباً اتنے ہی ہون بادشاہ کے حکم سے اسد خاں لاری نے بھی لئے۔

زائرین اور دیگر امراء کو انعامات

سید علی عقیل کو پچاس ہزار ہون کربلائے معلیٰ اور دوسرے مقدس مزارات کے زائرین کو تقسیم کرنے کے لئے دیئے گئے۔ بیجاپور اور فوج کے دیگر علماء وفضلاء کے لئے سید احمد ہروی کو پچاس ہزار ہون کا عطیہ دیا۔ اس کے بعد فقراء وغرباء کی امداد کے لئے بارہ ہزار کی رقم صرف کی گئی۔ پھر بھی جو رقم بچ گئی وہ سب کی سب سپاہیوں اور فوج کے لوگوں میں تقسیم کر دی گئی۔ اس طرح اسمٰعیل عادل شاہ نے اپنے خرچ کے لئے ایک کوڑی بھی نہیں بچائی۔ ساری رقم تقسیم کر دی اور خود خالی ہاتھ بزم سے اٹھ گیا۔

مولانا شہید شاعر قمی کے لئے رقم

اس عرصہ میں گجرات میں اپنے وقت کے مشہور ومعروف عالم وفاضل شاعر مولانا شہید قمی تشریف فرما تھے۔ اپنے کلام کے سبب شاہی دربار میں ان کی بڑی توقیر وتعظیم ہوا کرتی تھی۔ لہٰذا اس مرتبہ بھی اسمٰعیل عادل شاہ نے مولانا سے جس قدر رقم وہ اٹھا سکیں اٹھا لینے کو کہا، لیکن مولانا مسافت طے کر کے آئے تھے لہٰذا تھکان کی وجہ سے ان میں پہلی جیسی جان نہیں تھی۔ بادشاہ سے مولانا نے فرمایا کہ وہ یہاں آ کر آدھے رہ گئے۔ جب گھر سے گجرات کے لئے روانہ ہوئے تھے اس وقت آج سے دوگنی طاقت ان کے جسم میں موجود تھی۔ اگر اس وقت بندہ پرور خزانے میں سے رقم اٹھالینے کا حکم جاری کرتے تو کیا بات تھی۔ اسمٰعیل عادل شاہ مولانا کی ان باتوں کو سن کر مسکرایا اور اس نے مولانا سے کہا کہ جتنی دولت آپ اٹھا سکیں لے جانے کی اجازت ہے۔ قمی شاعر کی مرضی اور دلی خواہش بھی یہی تھی لہٰذا انہوں نے زمین کو چوما اور بڑی خوشی کے ساتھ دو دفعہ پچیس ہزار طلائی ہون حاصل کر لئے۔

امیر قاسم برید کے قصور کی معافی

مذکورہ واقعہ دراصل دلیل ہے اس بات کی کہ اسمٰعیل عادل شاہ کس قدر فیاض، نازک مزاج اور خوش اخلاق وخوش گفتار واقع ہوا تھا۔ اس بزم میں اسمٰعیل عادل شاہ کی عنایتیں اور نوازشیں اپنے پورے شباب پر تھیں لہٰذا اسمٰعیل عادل شاہ نے علاؤالدین عماد شاہ کی سفارش پر امیر قاسم برید کی ساری غلطیوں کو معاف کر دیا۔ نیز دربار میں امراء کی صف میں اس کو نمایاں جگہ مرحمت فرمائی۔ احمد آباد بیدر کے علاوہ ساری جائیداد جن میں اودگیر، کیماں اور دیرنیہ پرگنے بھی شامل ہیں امیر قاسم برید کو دوبارہ عطا کیں۔ ساتھ یہ شرط لگائی کہ وہ بادشاہ کے تین ہزار سپاہیوں کے ہمراہ رہے گا اور بیجانگر کے غیر مسلم حاکم کے قبضہ میں جو مدگل اور رائچور کے قلعے ہیں ان کو عادل شاہی فوج کی مدد سے فتح کرے۔ اسی طرح قلعہ ماہور کو قبضہ میں لے کر علاؤالدین عماد شاہ کے حوالے کر دے۔

قلعہ رائچور کی فتح

بعدازاں دونوں حکمران علیحدہ ہوئے۔ اسد خاں لاری کے مشورہ سے احمد آباد بیدر کو مصطفیٰ خاں شیرازی کے حوالے کر دیا گیا۔ جس کو اسمٰعیل عادل شاہ نے منظور کر لیا۔ چونکہ تمراج کا انتقال ہو چکا تھا اور اس کے فرزند رام راج سے بیجانگر کے والی اور اس کے قرب وجوار کے امراء ناخوش تھے اور رام راجہ کی حکومت کو تسلیم نہیں کرتے تھے۔ جس کے سبب بیجانگر اوز اس کے قرب و جوار کا علاقہ کارزار

marfat.com

Marfat.com

جنگ وجدل بنا رہتا تھا۔ مسلمان حکمرانوں کے لئے یہ اچھا موقع تھا لہٰذا انہوں نے متحد ہو کر رایچور کے قلعہ پر چڑھائی کر دی۔ کرشنا دریا کو بڑی آسانی سے پار کیا اور قلعہ پر قابض ہو گئے۔ اس قلعہ کو ستره برس سے غیر مسلم اپنی حراست میں لئے ہوئے تھے۔

جشن فتح و نصرت

اس جشن کو منعقد کرنے کا وعدہ پہلے ہی سے اسمٰعیل عادل شاہ نے کیا تھا۔ اب قلعہ فتح ہو جانے کے بعد ایک خاص تقریب کا اہتمام کیا گیا اور شراب نوشی شروع ہوئی۔ اس بزم میں اسد خاں لاری کو بھی اسمٰعیل عادل شاہ نے خود اپنے ہاتھ سے تین جام بھر کر پیش کئے اور اپنے پاس بٹھایا۔ اسمٰعیل عادل شاہ سے علاؤالدین عماد شاہ اور اسد خاں لاری نے امیر قاسم برید کی سفارش کی اور درخواست کی کہ حضور اس کو بھی بزم میں شریک کرتے تو اچھا ہوتا۔ بادشاہ نے ان لوگوں کی درخواست قبول کی اور امیر قاسم برید کو طلب کیا گیا۔ پھر اسے بھی اس محفل میں خاص جگہ دی گئی اور شراب پیش کی گئی' بادشاہ نے اس پر کہا "رابعھم کلبھم" (ان میں سے چوتھا کتا ہے) کا محل یہی ہے۔ بادشاہ کے جملے کو سن کر عماد شاہ لطف اندوز ہوا کیونکہ وہ صاحب فہم شخص تھا۔ البتہ امیر قاسم برید کی سمجھ میں بادشاہ کا یہ لطیفہ نہ آسکا اور وہ عماد شاہ کے تبسم پر رنجیدہ ہوا بلکہ رونے لگا۔ امیر قاسم برید کے رونے نے اسمٰعیل عادل شاہ کو بہت زیادہ متاثر کیا اور اس نے امیر قاسم برید سے مشفقانہ لہجہ میں کہا کہ جب وہ بیجاپور جائے گا تو احمد آباد بیدر اس کی تحویل میں دے دے گا۔

اسمٰعیل عادل شاہ کی مہمان نوازی

اس علاقہ میں اسمٰعیل عادل شاہ تقریباً تیس یوم تک رہا اور تمام امور سے فارغ ہو کر دوسری جگہ کا قصد کیا۔ اپنے قیام کے دوران میں اسے کئی مرتبہ یہ خبر موصول ہوئی کہ بہادر شاہ گجراتی دکن کے علاقہ پر چڑھائی کرنا چاہتا تھا۔ لہٰذا اسمٰعیل عادل شاہ نے ماہور پر حملہ کرنے کا خیال ترک کر دیا۔ اس طرح وہ بیجاپور کی طرف چلا اور عماد شاہ نے برار کی راہ لی۔ لوگوں کا بیان ہے کہ راستے میں اسمٰعیل عادل شاہ علاؤالدین عماد شاہ کے دولت خانے پر جلوہ افروز ہوا۔ میزبان نے نہایت خندہ پیشانی سے مہمان کا استقبال کیا اور ہیرے اور جواہرات کی کشتیاں اس کی خدمت میں پیش کیں۔

عماد شاہ بحیثیت مہمان

کچھ ہی عرصہ گزرا تھا کہ اسمٰعیل عادل شاہ کے یہاں عماد شاہ نے قیام کیا۔ مہمان کی خاطر تواضع کے لئے بادشاہ نے ایک مجلس منعقد کی۔ دو ہزار مغلوں کی فوج نے مع تمام آلات جنگ عماد شاہ کو سلامی دی۔ پھر اسمٰعیل عادل شاہ نے عماد شاہ کو بتایا کہ اسے جو حصہ اپنے والدین سے حاصل ہوا ہے یا حکومت کے دوران پایا ہے یہی فوج کے جوان ہیں۔ ان میں ہر سپاہی اپنے وقت کا رستم اور اسفندیار سے زیادہ بہادر اور شجاع ہے۔ علاؤالدین عماد شاہ اس فوج کو دیکھ کر بہت خوش ہوا اور اسمٰعیل عادل شاہ سے اس نوجوان اور بہادر فوج کی بے حد تعریف و توصیف کی اور کہا کہ اگر اس کے پاس بھی اس طرح کے سپاہی ہوتے تو وہ کاہے کو ماہور کا قلعہ نکل جانے دیتا۔

امیر برید کی سرکشی

جب امیر برید نے ۹۸۳ھ میں گھروں اور قلعہ کی چابی اسمٰعیل عادل شاہ کو ارسال نہیں کی تو اس نے قلعہ قندھار اور کلیان پر چڑھائی کرنے کا خیال ظاہر کیا اور اس طرح سراپردہ شاہی اور دہلیز کو بیجاپور سے باہر روانہ کر دیا۔ ادھر برہان نظام شاہ کے پاس امیر قاسم برید کا قاصد پہنچا تاکہ وہ اس کو مدد کے لئے اکسائے۔ برہان نظام شاہ نے ایک پیغامبر کے ذریعہ اسمٰعیل عادل شاہ سے سفارش کی کہ وہ بیجاپور ہی میں رہے اور چونکہ امیر قاسم برید نے مسافت کے درمیان اسے بہت آرام دیا ہے لہٰذا اس پر چڑھائی کرنے کا ارادہ ملتوی کر دے اس سے شاید ممنون و مشکور ہونے کی راہ ہموار ہو سکے۔

اسمٰعیل عادل شاہ نے اپنے جواب میں برہان نظام شاہ کو صاف صاف لکھا کہ اس نے فتح قلعہ ماہور کے دوران کبھی نظام سے اس قسم

marfat.com
Marfat.com

کی استدعا نہیں کی' مگر اب مجھے تمہاری بات منظور ہے۔ لہٰذا اس طرح سے اسمٰعیل عادل شاہ نے اپنے خیال کو ملتوی کر دیا۔ پھر بھی اتنا ضرور لکھا کہ ان دنوں موسم سرما کا آغاز ہے۔ گھر میں طبیعت گھبراتی ہے' سلطنت کی سرحدیں ملاحظہ کرنے کا خیال پختہ ہے' خاص طور پر شولا پور اور تلارگ۔ لہٰذا ایسی صورت میں کوئی سرحد پر متعین تمہارا رئیس یا ملازم اپنے دل میں کسی قسم کا کوئی شک' کوئی شبہ' کوئی تردد یا کوئی خوف پیدا نہ کرے۔

برہان نظام شاہ کا مشورہ

بہادر شاہ گجراتی کی جانب سے برہان نظام شاہ کو کسی قسم کا کوئی خوف نہیں تھا بلکہ وہ بڑی حد تک مطمئن ہو چکا تھا۔ اسی لئے وہ اپنے آپ کو صاحب چتر کہلواتا تھا۔ برہان نظام شاہ نے اسمٰعیل عادل شاہ کو جواب دیا کہ اسے اس کے حکم کی خلاف ورزی نہیں کرنی چاہئے اور بیجاپور میں آرام کرنا بہتر ہے۔ کیونکہ برار اور احمد آباد بیدر کے علاقے بہادر شاہ گجراتی نے برہان نظام شاہ کے حوالے کر ہی دیئے ہیں۔ لہٰذا اسمٰعیل عادل شاہ کو حال اور مستقبل کو ماضی کی طرح سمجھنا بیکار ہے۔ لہٰذا تمام باتوں پر قیام اور آرام کو ترجیح دینا ضروری ہے۔

اسمٰعیل عادل شاہ کا کوچ

اسمٰعیل عادل شاہ کو برہان نظام شاہ کا جواب بہمن علی میں ملا کیونکہ وہ بیجاپور چھوڑ چکا تھا۔ اس جواب کو پڑھتے ہی وہ بعد ادائیگی نماز روانہ ہو گیا۔ اگلے روز بعد دوپہر اسمٰعیل عادل شاہ نے اپنے ہمراہ چالیس پیادے اور چار سو مغل سپاہی لئے اور نلدرگ دریا کے کنارے قیام پذیر ہوا یہ دریا قریب ہی بہتا ہے۔ بعدازاں برہان نظام شاہ کے قاصد کو واپس جانے کی اجازت دے دی گئی نیز اس سے تاکید کی گئی کہ تمام گذری ہوئی باتیں نظام شاہ سے دہرائے تاکہ اسمٰعیل عادل شاہ اب کے پھر دلاوری کے مقام جنگ کی طرح اس جنگ میں اپنی نیزہ بازی' تلوار اور تیروں کر کرشمے ظاہر کرے۔

برہان نظام کی جنگ کی تیاریاں

پچھلی شکست کا انتقام لینے کے خیال سے برہان نظام شاہ نے اپنی دولت کا بیشتر حصہ آلات جنگ خریدنے پر صرف کیا اور امیر قاسم برید کی حمایت حاصل کی۔ یہاں تک اسے اپنا شریک کار بنا کر اسمٰعیل عادل شاہ کی مملکت کی سرحد کا رخ کیا۔

نظام اور عادل شاہی جنگ

ادھر اسمٰعیل عادل شاہ بارہ ہزار سپاہیوں کے ہمراہ نظام شاہ کی فوج کا مقابلہ کرنے کے لئے تیار کھڑا تھا۔ اسد خاں لاری کی رہنمائی میں اسمٰعیل عادل شاہ نے اپنے تمام سپاہیوں کو مقرر کیا۔ اور اس کے بعد میدان جنگ فریقین کی آزمائش گاہ بن گیا غالباً اس سے پیشتر تاریخ میں کبھی ایسی لڑائی نہیں ہوئی۔ جب تک سپاہیوں کے پاس سامان جنگ اور دلوں میں عزم' لڑائی برابر جاری رہی اور کشت و خون کا بازار گرم رہا آخرکار ایک حکمران جیتا اور دوسرا ہارا۔ یہی دستور کائنات ہے' نظام شاہی خاندان کا نامی گرامی امیر میدان جنگ میں موت کے گھاٹ اتار دیا گیا۔ اس کا نام خورشید خاں تھا اور عادل شاہی خاندان کو فتح نصیب ہوئی۔ برہان نظام شاہ سارا سامان جنگ جو کام آنے سے بچ رہا تھا' وہیں چھوڑ کر بھاگ گیا۔ اور اس نے اس نازک وقت میں احمد نگر کا رخ کیا' اس کی فوج کے ہاتھی اور توپ خانہ وغیرہ اسمٰعیل عادل کے بہی خواہوں کے ساتھ لگا۔

عادل اور نظام شاہی خاندانوں میں دوستی

یہ جنگ دونوں خاندانوں کے درمیان آخری آزمائش کی حیثیت رکھتی ہے۔ بعدازاں دونوں فریقوں میں کوئی جنگ یا کسی قسم کا مقابلہ نہیں ہوا۔ یہاں تک کہ ملک کے بعض بارسوخ اشخاص نے دونوں خاندانوں کے درمیان دوستی کا ہاتھ ملوا دیا۔ اور اس طرح دونوں حکمران سرحد پر ایک دوسرے سے بغل گیر ہوئے۔ اور عہد کیا کہ علاؤالدین عماد شاہ' قلی قطب شاہ کے علاقوں کو فتح کر کے ہمیشہ کے لئے عادل

marfat.com

Marfat.com

شاہی اور نظام شاہی خاندان ایک دوسرے سے ممد و معاون' شریک کار اور ہمدرد ہو جائیں۔

نلگنڈہ پر عادل شاہی حملہ

۹۴۰ھ میں اسمٰعیل عادل شاہ اور امیر قاسم برید نے باہم مل کر تلنگانہ کا رخ کیا' تلنگانہ کا مشہور قلعہ جس کا نام نلگنڈہ ہے۔ سب سے پہلے اسمٰعیل عادل شاہ کی حراست میں آیا۔ ادھر سلطان قلی قطب شاہ نے نزاکت وقت کے پیش نظر گولکنڈہ کو نہیں چھوڑا وہ اگرچہ جنگ کے میدان میں نہیں آیا' لیکن قلعہ کے لوگوں کی حفاظت اور ان کی مدد کے لئے اس نے سواروں اور پیادوں کی ایک اچھی تعداد روانہ کر دی۔ اس کے باوجود اسد خاں لاری قلعہ کے محافظوں اور رہنے والوں سے جنگ کرتا اور ہر دفعہ فتح حاصل کرتا رہا۔

اسمٰعیل عادل شاہ کی دوسری جگہ منتقلی

جنگ کرتے کرتے محافظین قلعہ نلگنڈہ بے حد پریشان ہوئے' ممکن تھا کہ چند روز میں قلعہ عادل شاہی فوج کے اختیار میں ہوتا' لیکن بدقسمتی سے یا پھر حکم الٰہی سے اسمٰعیل عادل شاہ کی طبیعت کچھ ناساز ہوگی یہ سلسلہ کافی دنوں تک جاری رہا۔ یہاں تک کہ اسمٰعیل عادل شاہ چلنے پھرنے کے قابل نہ رہا۔ مجبور ہو کر اس نے امیر برید اور اسد خاں لاری دونوں کو طلب کیا۔ چونکہ دونوں اس کے ساتھ قلعہ فتح کرنے میں مصروف تھے۔ لہٰذا ان دونوں سے بادشاہ نے اپنی طویل علالت' کمزوری اور وہاں کی موسمی خرابی کے سلسلہ میں گفت و شنید کی۔ اور طے کیا کہ مذکورہ دونوں امراء تلنگانہ کی جنگ میں مصروف رہیں اور بادشاہ خود حسن آباد گلبرگہ کا رخ کرے تاکہ وہاں طبیعت ٹھیک ہو جائے تو پھر دوبارہ تلنگانہ کا ارادہ کرے۔

اسمٰعیل عادل شاہ کا انتقال

مزید برآں امراء نے بادشاہ کو پالکی میں بٹھا کر حسن آباد گلبرگہ روانہ کرنے کا فیصلہ کیا' مگر صفر کی سولہ تاریخ ۹۴۱ھ بروز بدھ اسمٰعیل عادل شاہ کا انتقال ہوگیا اور اس کے ساتھ ہی لڑائیوں کا سلسلہ بھی ہمیشہ کے لئے ختم ہوگیا۔ اسمٰعیل عادل شاہ کے انتقال کی خبر اسد خاں لاری نے کسی کو نہ ہونے دی اور اس کی موت کو صیغہ راز میں رکھا۔ بادشاہ کے مردہ جسم کو پالکی میں رکھ کر اس پر نقاب ڈال دی۔ جب دن کا اجالا ختم ہوا اور چاروں طرف تاریکی چھاگئی تو اسد خاں لاری نے اس کی لاش کو قصبہ کوکی بھیج دیا۔ جہاں وہ اپنے والد مرحوم کی قبر کے برابر جگہ پا سکے۔ بعدازاں اسد خاں لاری نے پرانے کہنہ مشق اور تجربہ رکھنے والے امراء خاص طور پر امیر قاسم برید وغیرہ کو طلب کیا اور دو یوم کے بعد ان پر سارا راز افشا کیا۔

جانشین کا انتخاب

اسمٰعیل عادل شاہ کی موت کے بعد شہزادہ ملوخاں سے اس کا بھائی شہزادہ ابراہیم بہت برہم تھا اس کے علاوہ دیگر امراء روساء کی اکثریت اس کی ہم نوا تھی۔ اسد خاں لاری نے غیر علاقہ میں کسی جانشین کا انتخاب مناسب نہ سمجھا لہٰذا اس نے وقت کی نزاکت کو ملحوظ رکھتے ہوئے انفرادی طور پر ہر شخص کو علیحدہ علیحدہ بتایا کہ یہ وقت بڑا نازک ہے اور یہاں فیصلہ کرنا دانش مندی نہیں۔ بہتر ہوگا کہ حسن آباد گلبرگہ جہاں حضرت خواجہ سید گیسو بندہ نواز کا مزار ہے' پہنچ کر ان سے کوئی فیض حاصل کریں اور جانشینی کا معاملہ صاف کریں۔ تمام شہزادے اس بات سے متفق ہوئے اور گولکنڈہ کے قلعہ کو خیرباد کہا۔ ہر شہزادے کو اپنی عقل مندی سے کام لے کر حسن آباد گلبرگہ روانہ کیا۔ جہاں سارے شہزادے پہنچ گئے' حالانکہ اسد خاں لاری شہزادہ ابراہیم کے بادشاہ بنانے کے حق میں تھا' مگر وقت یہ تھی کہ شہزادہ ملوخاں اسمٰعیل عادل شاہ کا بڑا فرزند تھا۔ اور خود اپنی حیات میں اسمٰعیل عادل شاہ نے اسے نامزد کر دیا تھا۔ اس بات سے مجبور ہو کر اسد خاں لاری نے ملوخاں کو اسمٰعیل عادل شاہ کا جانشین مقرر کیا اور مرج کے قلعہ میں شہزادہ ابراہیم کو نظربند کر دیا گیا تاکہ کسی قسم کا کوئی فتنہ نہ پیدا ہو

marfat.com

Marfat.com

امیر سید ہروی کا بیان

اسمٰعیل عادل شاہ کی سخاوت، رحم دلی، فیاضی اور جواں سالی کی بابت امیر سید ہروی نے لکھا ہے کہ اسمٰعیل عادل شاہ اپنی مذکورہ صفات کے سبب اس قابل نہ تھا کہ وہ آمد و خرچ میں توازن برقرار رکھ سکتا۔ اسمٰعیل عادل شاہ اپنے حریفوں، سرکشوں، قصور کرنے والوں کے ساتھ ہمیشہ نرمی کا برتاؤ کرتا تھا اور ان کی مکاریوں، عیاریوں حیلوں، بہانوں اور گستاخیوں کو عام طور پر نظرانداز کرنے کا قائل تھا۔ بہترین لباس اور عمدہ غذا کھانے کی عادت تھی گھٹیا لچر اور فحش باتوں سے نفرت کرتا اور کوشش کرتا کہ اس کی صحبت میں علماء وفضلاء زیادہ رہیں۔ وہ اہل فن اور اہل علم کی قدر کرتا تھا، موسیقی اور شاعری کے فن کو بہت پسند کرتا، خود شعر کہتا۔ اس کا تخلص وفائی تھا۔ حقیقت یہ ہے کہ دکنی بادشاہوں میں کوئی بادشاہ شاعری کے اعتبار سے اس کے مرتبہ کو نہیں پہنچتا۔ اسمٰعیل عادل شاہ کا کلام جتنا پاکیزہ اور دلچسپ ہے اس کی مثال دوسرے دکنی بادشاہوں کے کلام میں نہیں ملتی۔

marfat.com

Marfat.com

ملو عادل شاہ بن اسمٰعیل عادل شاہ

ملوخاں کی تخت نشینی اور اسد خاں لاری کی روانگی

مرنے سے پیشتر اسمٰعیل عادل شاہ نے اس کا اظہار کر دیا تھا کہ اس کی موت کے بعد ملوخاں کو بادشاہ تسلیم کر لیا جائے۔ اسمٰعیل عادل شاہ کے مرنے کے بعد اس کی اس خواہش کو اسد خاں لاری نے پورا کیا اور ملوعادل شاہ کو بادشاہ بنایا۔ ملو عادل شاہ کے بادشاہ بن جانے کے بعد اسد خاں لاری اپنے علاقہ کو روانہ ہوا۔ اور بادشاہ کی حفاظت کے لیے ملکہ پونجی خاتون یعنی اسمٰعیل عادل شاہ کی والدہ کو چھوڑا۔

ملوخاں کی رنگ رلیاں

اسد خاں لاری کے جانے کے بعد ملوخان نے اپنے آپ کو آزاد پایا لہٰذا اس نے جی کھول کر مے نوشی اور رقص کی محفلوں کا انعقاد شروع کیا۔ چونکہ ملو خاں نوجوان تھا' دنیا کی اونچ نیچ اور نشیب و فراز سے ناواقف تھا لہٰذا بہت جلد جوانی کی غلط حرکتوں اور بری عادتوں کا شکار ہو گیا۔ اس نے شب و روز نازیبا حرکات سرزد کرنی شروع کیں اور بعض ایسے کام کیے جو بادشاہوں کو زیب نہیں دیتے۔ کسی ایسی کام کی جانب توجہ مبذول نہیں کی جسے قدر کی نگاہوں سے دیکھا جا سکے۔ نتیجہ یہ ہوا کہ رعایا بہت جلد اس سے بدظن اور برہم ہو گئی۔

ایک نیا شوق امرد پرستی

علاوہ دیگر نازیبا حرکتوں کے ملوخاں نے ایک ایسی حرکت بھی شروع کی جو اس کے لیے بالکل نئی تھی یعنی وہ اپنی کم سنی کے شوق میں خود کو ایک آمر بادشاہ سمجھنے لگا اور خوبصورت لڑکوں کا اجتماع اس کے لیے تسکین کا باعث ہوا۔ اس کو یہ عادت اس حد تک بڑھی کہ علاقے کے شریف باعزت اور مشہور خاندانوں کے لڑکے اس کی صحبت میں طاقت کے زور سے پہنچنے لگے اور ان کے والدین کو ان سے زبردستی چھڑایا جانے لگا۔

امرد پرستی اور ملوخاں کا ظلم و ستم

یہ سلسلہ جاری ہی تھا کہ ملو خاں کو عادل شاہی تاج پوش دیوان یوسف ترک کا لڑکا پسند آ گیا۔ اور اس نے اس لڑکے کو طلب کیا لیکن شحنہ دیوان نے مزاحمت کی۔ اس کے باوجود ملوخاں نے حکم جاری کیا کہ سرکاری سپاہی زبردستی اس لڑکے کو حاضر کریں اور کوئی شخص بھی جو اس حکم کی مخالفت کرے یا اس کی تعمیل میں روڑے اٹکائے اس کو موت کے گھاٹ اتار دیا جائے۔ شحنہ دیوان بھی ان امراء میں تھا جنہیں عادل شاہی خاندان نے تاج پہنایا تھا' لہٰذا اس نے بادشاہ کے ملازمین اور سپاہیوں کو بادشاہ کے خلاف اکسایا اور بغیر کسی خوف یا خطرے کے اپنے متعلقین کو لے کر شہر سے نکلا اور اپنے علاقہ قصبہ گھورہ کا رخ کیا۔ یوسف ترک کے لڑکے کے معاملہ نے اتنا طول کھینچا کہ کاوہ آہنگر کی کہانی تازہ ہو گئی۔ علاقہ کے دوسرے باعزت اور شریف اشخاص نے اس کی حمایت کی۔

ملوخاں کے خلاف سازشیں

ملوعادل شاہ کی دادی پونجی خاتون کو اپنے نوجوان پوتے کی بری عادات کا بڑا افسوس ہوا۔ اور اسے سخت تکلیف پہنچی' لہٰذا پونجی خاتون نے مصمم ارادہ کیا کہ کسی طرح ملو عادل شاہ کا تختہ الٹ کر اس کی بادشاہت کا خاتمہ کیا جائے۔ اور اس کی جگہ شہزادہ ابراہیم کو بادشاہ بنایا جائے' اس طرح اسد خاں لاری کو ملو خاں کی تمام حرکتوں سے آگاہ کیا گیا۔ یوسف شحنہ نے ایک معتبر اور مخلص دوست کے ذریعہ نلگون اسد خاں لاری کی جاگیر تک یہ خبر پہنچائی گئی۔ اسد خاں لاری پہلے ہی تمام حالات سے واقف تھا اس نے جواب دیا کہ اس نے قصداً بیجاپور

marfat.com
Marfat.com

میں رہنا پسند نہیں کیا' کیونکہ بادشاہ کے اعمال کو وہ بری نظر سے دیکھتا تھا۔ لہٰذا تلگوان کو قیام گاہ بنایا اس نے یوسف شحنہ کو یہ بھی لکھا کہ وہ پونجی خاتون کا کہا پورا کرے اور عادل شاہی خاندان کی عزت' آبرو اور اس کے وقار کو صدمہ نہ پہنچنے دے۔ اسد خاں لاری سے اتفاق کرتے ہوئے یوسف شحنہ نے شہر کا رخ کیا۔

ملو عادل شاہ کی معزولی

پونجی خاتون کے فرمان کے مطابق یوسف شحنہ نے دو سو سپاہی ہمراہ لئے اور بیجاپور کا رخ کیا وہاں پہنچ کر اس نے بے دھڑک قلعہ ارک میں قدم رکھ دیا۔ چوکیدار مانع آیا' لیکن یوسف شحنہ کی تلوار کے ایک ہی وار نے اس کا کام تمام کر دیا اور اس طرح یوسف شحنہ نے ملو خاں کو گرفتار کر لیا۔ اور پونجی خاتون کی رضا کے مطابق بادشاہ اور اس کے برادر انو خاں کی آنکھوں میں گرم گرم سلائیں پھروا دیں اس طرح شہزادہ ابراہیم کو عادل شاہی تخت پر بٹھایا گیا اور وہ بادشاہ بن گیا۔ ملو خاں کی حکمرانی کا عرصہ صرف چھ ماہ اور چند یوم ہے۔

marfat.com

Marfat.com

ابراہیم عادل شاہ بن اسمٰعیل عادل شاہ

شجاعت اور بہادری

تاریخ نویسوں کا خیال ہے کہ ابراہیم عادل شاہ بڑا دلیر اور جاں باز بادشاہ تھا وہ اپنی طاقت' بہادر اور دلیری کے باعث کسی شخص کو نظر میں نہیں لاتا تھا اور طوفان کی مانند تمام ناہموار موجوں سے ٹکراتا ہوا آگے بڑھتا رہتا تھا اس کا غصہ اور عتاب بھی اس کی دلیری' بہادری اور طاقت کی مانند کونے کونے میں مشہور تھا۔ عنان حکومت سنبھالنے کے وقت سے تادم مرگ جنگوں' معرکہ آرائیوں اور حریفوں پر چڑھائیوں میں مصروف رہا۔

تبدیلی مذہب

غیر مصدقہ طور پر اس بات کا پتہ چلا ہے کہ نظام شاہی لشکروں سے اسمٰعیل عادل شاہ نے اپنے عہد میں دس مرتبہ جنگ کی۔ کسی دفعہ بھی اس نے فوج کو میدان جنگ میں تنہا روانہ نہیں کیا' خود فوج کے ہمراہ لڑتا اور اپنی بہادری اور دلیری کا مظاہرہ کرتا۔ اس کے باوجود بدقسمتی سے وہ صرف دو مرتبہ نظام شاہی فوج کو شکست دے سکا۔ ایک دفعہ قصبہ میں اور دوسری مرتبہ خان کے مقام پر۔ ابراہیم عادل شاہ اپنے خاندان کا پہلا فرد تھا جس نے اپنے والدین اور خاندان کے مذہب کو چھوڑا اور دوازدہ امام کے بجائے امام ابوحنیفہؒ کی پیروی اختیار کی۔

نئے احکامات

بادشاہ نے امامیہ فرقہ کے سارے رسوم اور اطوار بدل دیے اور ایک ایسا حکم جاری کیا جس کی رو سے کوئی شخص تاج سرخ دوازدہ گوشہ سر پر نہیں پہن سکتا تھا۔ اس وقت فرقہ امامیہ کے افراد اس کو پہننا باعث صد افتخار سمجھتے تھے' خوش کلامی آقا' شجاعت خاں کرد اور اسد خاں لاری کے علاوہ تمام باہر کے علاقوں سے تعلق رکھنے والے امراء کو معزول کر دیا۔ اور ان کے بجائے دکنیوں اور حبشیوں کا تقرر عمل میں لایا گیا۔ عماد شاہی اور نظام شاہی کنبوں کی روش اختیار کی گئی اور کورہ روایت کا تقرر ہوا۔ اس طرح سلطنت کے اراکین نے صرف چار سو ملازمین کو بحال رکھا اور باہر کے علاقوں سے تعلق رکھنے والے تین ہزار خواص ملازمین کی تعداد صرف چار سو رہ گئی۔ اس سے پہلے ہمیشہ ان کی تعداد تین ہزار رہی تھی۔

پرانے قوانین کا اخراج

جن ملازموں کو برطرف کیا گیا ان لوگوں نے مجبوراً احمد نگر اور گجرات دکن کا رخ کیا' علاوہ ازیں ابراہیم عادل نے فارسی کی بجائے ہندی کو سرکاری زبان کے طور پر رائج کیا۔ اسمٰعیل عادل شاہ اور یوسف عادل شاہ کے زمانے کے سارے قوانین ختم کیے اور برہمنوں کا مرتبہ بڑھایا۔ علاوہ ازیں راجہ رام راج سے سفارتی تعلقات قائم کرنے کے لیے پیغامبر کو تمام لوگوں سے پوشیدہ رکھ کر روانہ کیا۔ مزید برآں مغل سرداروں کی خاصی تعداد اس کی ہمت افزائی اور ہمدردی سے متاثر ہو کر اس کے پاس آ گئی۔ بیجانگر کی مسجد تعمیر کرانے کا مقصد ہی یہ تھا کہ اس کے ذریعہ ان مغل سرداروں کی دل جوئی اور ہمت افزائی ہو سکے۔

بیجاپور کی فتح

بیجاپور کا حکمران ایک کرسی پر قرآن پاک کو رکھ کر مغلوں کو اس کا واسطہ دلاتا اور اپنی فرماں روائی کے خیال سے اس کی عزت کراتا۔

marfat.com

Marfat.com

تخت نشینی کے ایک سال بعد ہی ابراہیم عادل شاہ بیجاپور پر چڑھ آیا اور اس کو فتح کر کے دم لیا۔

بیجاپور کا حال

اس واقعہ کی تفصیل یہ ہے کہ بیجاپور کا حاکم جس کا خاندان تقریباً پچھلی سات صدیوں سے اس پر حکومت کرتا رہا تھا انتقال کر گیا۔ تو اس کے فرزند نے عنان حکومت سنبھالی' جوانی ہی کے دنوں میں وہ بھی انتقال کر گیا۔ بعد ازاں اس کے چھوٹے بھائی نے اس کی جگہ لی' لیکن بدقسمتی سے وہ بھی زیادہ دن زندہ نہ رہ سکا اور اس دنیا سے کوچ کر گیا۔ اس کے بعد اس کے تین ماہ کے فرزند کو تخت پر بٹھایا گیا اس عرصہ میں بیجانگر کے راجہ کا مددگار تمراج نامی ایک امیر کا اقتدار بہت بڑھ گیا۔ لہٰذا جب وارث سلطنت سن شعور کو پہنچا تو تمراج نے اسے بھی زہر دے کر مار ڈالا۔ ایک اور لڑکے کو وارث بنا کر سلطنت کا حاکم مقرر کیا' کچھ ہی دن گزرے تھے کہ تمراج دنیائے فانی سے رخصت ہو گیا۔

رام راج کا عروج

تمراج کی خالی جگہ اس کے فرزند ارجمند رام راج نے پر کی۔ اس کا ازدواجی رشتہ سیو رائے کے فرزند کی بیٹی کے ساتھ قائم ہوا۔ اب چونکہ اس کی شادی ہو چکی تھی اور بڑی حد تک اس کا تعلق شاہی خاندان سے ہو چکا تھا' لہٰذا اس نے اس عرصہ میں بڑا اقتدار حاصل کر لیا۔ اور اپنے مزاج میں ایک انقلاب عظیم پیدا کر لیا' اب وہ آزاد ہونے کی جستجو میں منہمک رہتا۔ امراء اور رؤساء نے اس کی آمرانہ حکومت کے آگے سر تسلیم خم کرنے سے احتراز کیا' اس طرح اس کی خود مختار ریاست قائم نہ ہو سکی۔ تنگ آ کر رام راج نے شاہی خاندان کے ایک فرزند کو راجہ بنایا اور مسمی بھوج نرمل راج کو وزیر اعظم کے عہدے پر فائز کیا۔ رشتہ میں یہ شخص فرزند کا خالو تھا اور اس کا دماغی توازن بھی برقرار نہیں تھا۔ حقیقت میں وہ اسم بامسمی تھا اس طرح رام راج نے کمسن راجہ کی تربیت' دیکھ بھال اور اس کی نگرانی کا سارا کام بھوج نرمل کے ایما پر اسی کے حوالے کر دیا۔ اس طرح سے تمام جابر اور مکار امراء و رؤساء کا خاتمہ ہو گیا اور رام راج نے اپنی ہوشیاری اور عقل مندی سے یہ سارا کام کیا۔

رام راج کی سرگرمیاں

اب رام راج نے اپنے ایک غلام کو عزت بخش کر کمسن راجہ اور سلطنت بیجاپور کا تحفظ اس کے حوالے کیا اور خود ان راجاؤں پر چڑھائی کرنے کے خیال سے روانہ ہوا جو اس کے بڑھتے ہوئے اقتدار کو کم کرنے پر تلے ہوئے تھے۔ کچھ راجہ اس کا نشانہ بن گئے' یہاں تک کہ ایک قلعہ کی حراست میں اتنا مصروف ہوا کہ کافی عرصہ تک اس کو فتح کرنے کی غرض سے سارا مال و زر پانی کی طرح بہاتا رہا۔ اس نے غلام کو پچاس ہزار ہون ارسال کرنے کا حکم جاری کیا۔ غلام حکم کی تعمیل میں قلعہ کے دروازہ کو کھول بیٹھا۔ رام راج کی آنکھیں قلعہ میں دولت کے انبار دیکھ کر چندھیا گئیں وہ خود پر قابو نہ پا سکا اور علی الاعلان راجہ کا مخالف اور باغی ظاہر کر دیا۔ غلام نے بھوج نرمل کو اپنا شریک کار اور راز دار بنایا اور تخت و تاج نیز مال و دولت پر قبضہ کرنے کی خاطر تدبیریں سوچنے لگا۔ رام راج کے تمام مخالفین جو اس سے ڈرتے تھے کمسن راجہ کے معاون بن گئے۔ اس طرح بیجانگر میں ایک عظیم اجتماع ہو گیا' لیکن بھوج نرمل نے غلام کو ناقابل اعتماد اور رام راج کا رفیق سمجھ کو قتل کر دیا اور خود حاکم بن بیٹھا۔

رام راج اور بھوج نرمل کے درمیان معاہدہ

جب رام راج نے معاملہ کو طول ہوتے ہوئے پایا تو اس نے چاہا کہ بھوج نرمل کے ساتھ جھگڑوں کو ختم ہی کر دیا جائے۔ اس غرض سے اس نے کچھ بااثر اشخاص کو صلح کرانے کے لیے منتخب کیا۔ جنہوں نے یہ شرط پیش کی کہ اپنے مقبوضہ علاقوں پر رام راج قابض رہے گا اور دارالخلافہ بیجانگر رائے زادہ ہی کے پاس رہے گا۔ رام راج اس فیصلہ سے انکار نہیں کر سکتا تھا لہٰذا اس نے کچھ نہ کہا اس طرح تمام

marfat.com

Marfat.com

راجاؤں نے اپنے اپنے علاقوں کی راہ لی۔

بھوج نرمل کے خلاف رعایا کا اقدام

رائے زادہ کا سر پھرا اور وہ خود مختاری کا خواب دیکھنے لگا اور اس نے ظلم کا پیشہ اختیار کیا اس نے بھانجے کو موت کے گھاٹ اتارا اور خود مختاری کا اعلان کر دیا۔ نرمل نہایت مغرور ہو گیا اور علاقہ کے ہر خاص و عام' ہر خورد و کلاں کے ساتھ برا برتاؤ کرنے لگا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ ہر شخص اس سے نالاں ہو کر رام راج کا دم بھرنے لگا' یہاں تک کہ رام راج کو چڑھائی کرنے پر اکسایا۔

ابراہیم عادل شاہ سے مدد کی درخواست

بھوج نرمل کو جب ان تمام باتوں کی خبر پہنچی تو اس نے عمدہ تحائف اور چھ لاکھ ہون ایک ایلچی کی وساطت سے ابراہیم عادل شاہ کی بارگاہ میں پہنچائے۔ تاکہ وہ اس کی درخواست قبول کرے اور مدد دے۔ ادھر رام راج نے بھی قصد کیا کہ وہ ایک ایک لاکھ ہون قدم قدم پر بچھا دے گا اور بادشاہ کو راضی کرے گا۔ ۹۴۲ھ میں ابراہیم نے بیجانگر کا رخ کیا۔

رام راج کی عیاری

جب رام راج کو یہ معلوم ہوا کہ ابراہیم عادل شاہ چڑھائی کرنے والا ہے تو اس نے ایک چال چلی۔ اور وہ یہ کہ اپنے ایک نوشتہ میں اس نے بھوج نرمل کو اپنی آئندہ وفاداری کا یقین دلایا اور اپنے کیے پر شرمندگی کا اظہار کیا' نیز یہ بھی تحریر کیا کہ مسلمانوں کے اس علاقہ میں آ جانے سے ہندوؤں کی ساری عبادت گاہیں اور مکانات ان کے گھوڑوں کی ٹاپوں سے تباہ و برباد ہو جائیں گے۔ اور ہمارے اطفال خواہ کسی بھی فرقہ سے تعلق رکھتے ہوں اس وقت بھی اسی طرح مسلمانوں کے ہاتھ لگ جائیں گے جس طرح شاہان بہمنیہ کے دور میں لگ گئے تھے لہٰذا بہتری اسی میں ہے کہ ایک تجربہ کار ضعیف العمر ایلچی ابراہیم عادل شاہ کی خدمت میں روانہ کیا جائے۔ تاکہ وہ بادشاہ کی واپسی کے لیے کوشش کر سکے پھر سدا میں آپ کا فرمانبردار اور خادم رہنے کا اقرار کرتا ہوں۔

بھوج نرمل کا فریب کھانا

چونکہ بھوج نرمل ایک کم فہم انسان تھا بڑی آسانی سے رام راج کی چالوں میں پھنس گیا۔ قصہ مختصر یہ کہ ہندو مذہب کی رسوم کے مطابق معاہدے ہوئے اور ابراہیم عادل شاہ سے واپسی کی درخواست گزاری۔ ساتھ ہی بھوج نرمل نے چالیس لاکھ ہون بادشاہ کو بھیجے۔ ابراہیم عادل شاہ کی مقصد براری میں کیا کمی رہ گئی تھی جو وہ واپس نہ ہوتا۔ وہ بھوج نرمل کی مدد کے لیے اور رقم وصول کرنے کے لیے آیا تھا دونوں کی تکمیل پر واپس ہو گیا۔

رام راج کی چڑھائی

ابراہیم عادل شاہ دریائے کرشنا کو پار بھی نہ کر پایا تھا کہ اپنے تمام معاہدوں کو بالائے طاق رکھ رام راج نے مثل برق وباد بیجانگر کا رخ کیا۔ شہر میں جو محافظین' سپاہی اور نوکر چاکر تھے انہیں یا تو خوف زدہ کیا یا پھر کوئی فائدہ پہنچانے کا وعدہ کر کے انہیں بھوج نرمل کے خلاف کر دیا۔ ان کو مشورہ دیا کہ کسی نہ کسی صورت سے بھوج نرمل کو قید کر کے اس کے حوالے کر دیا جائے اس سے اس کا مقصد یہ تھا کہ بھوج نرمل کو تہ تیغ کر کے رائے زادہ کا بدلہ لے۔ بھوج نرمل نے اپنے آپ کو ہر لحاظ سے مجبور اور تنہا پا کر گھوڑوں کے پیر کاٹ دینے کا فرمان جاری کیا اور فیل کی آنکھیں پھوڑنے کا حکم دیا۔ اور حکم دیا کہ صدیوں پرانے شاہی مال و دولت کے ذخیروں کو راکھ بنا دیا جائے۔ راجہ کے ان احکامات کی پوری پابندی کی گئی۔ محافظین نے جیسے ہی باب الشہر وا کیا بھوج نرمل نے اپنی تلوار سے خودکشی کر لی۔ اس طرح رام راج نے نہایت اطمینان کے ساتھ بیجانگر کی گدی سنبھالی اور اس کا کوئی سد راہ نہ ہوا۔

marfat.com
Marfat.com

ابراہیم عادل شاہ کا حملہ کرنے کا حکم

جب ان تمام واقعات کی اطلاع ابراہیم عادل شاہ کو پہنچی تو اس نے قلعہ اودنی پر چڑھائی کرنے کے لیے اسد خاں لاری کا انتخاب کیا اور ساری فوج کو اس کے اشارہ پر چلنے کا حکم دیا۔ اسی عرصہ میں رام راج کے بھائی ٹیکناوری نے کافی تعداد میں سوار اور پیادے جمع کیے اور اسد خاں لاری سے مقابلہ کرنے کے لیے سامنے آیا۔ اسد خاں لاری نے حریفوں کو حراست میں لینے کے بجائے ان سے ملنا چاہا' آخر ایک سخت قسم کی جنگ ہوئی اور اسد خاں لاری کو میدان چھوڑ کر بھاگنا پڑا۔ حریفوں نے سات کوس تک اسے نہیں بخشا برابر تعاقب کرتے رہے۔

اسد خاں لاری کا شب خون مارنا

جب رات ہوئی اور اجالا بالکل ختم ہو گیا تو ٹیکناوری' اسد خاں لاری کی فوج سے ایک کوس دور خیمہ زن ہوا اور یہ سمجھ کر کہ دشمن شکست کھا چکا ہے' آرام کی نیند سو گیا۔ اسد خاں لاری نے چار ہزار مسلح بہادر سپاہیوں کے ہمراہ دشمن کے لشکر پر شب خون مارا' کافی دیر تک ہندو اپنا بچاؤ کرتے رہے لیکن مجبوراً مسلمانوں کے زبردست حملے سے بچنے کے لیے بھاگ نکلے۔ اسد خاں لاری نے حریف کے تمام ہاتھیوں اور اس کے بال بچوں کو گرفتار کر لیا' بعد ازاں اسد خاں لاری اس میدان میں قیام پذیر ہوا اور ٹیکناوری اس کے لشکر سے چھ کوس دور خیمہ زن ہوا اس کے بعد ٹیکناوری نے ایک نوشتہ جنگ کے تمام واقعات رام راج کو تحریر کیے تاکہ وہ اس کی امداد کر سکے۔

رام راج کا مشورہ

رام راج نے ٹیکناوری کو اس کے خط کے جواب میں لکھا کہ اسے بہرصورت اسد خاں لاری کی اطاعت قبول کر لینی چاہیے یا پھر دوستی کا ہاتھ بڑھانا بہتر ہے تاکہ اس کے قبضہ سے بال بچوں کو نکالا جا سکے۔ ٹیکناوری نے رام راج کی رائے سے اتفاق کیا اور ایک پیغام بر کے ذریعہ اسد خاں لاری سے دوستی کرنے کی پیش کش کی۔ اسد خاں لاری نے ان تمام واقعات کی خبر ابراہیم عادل شاہ کو دی اور اس کی رضا کے مطابق ٹیکناوری سے صلح کر لی بعد ازاں وہ نہایت اطمینان کے ساتھ بیجاپور روانہ ہو گیا۔

یوسف شحنہ کی سازش

ٹیکناوری کے جو گھوڑے اور ہاتھی اسد خاں لاری کے قبضہ میں آ گئے تھے' ابراہیم عادل شاہ نے ان سب کو اسد خاں لاری کو تفویض کیا اور اس طرح اس کی عزت و آبرو میں اضافہ ہوا۔ یوسف شحنہ وکیل سلطنت کے علاوہ دوسرے فرائض بھی انجام دیتا تھا' لہٰذا اس سے اسد خاں لاری کی قدر و منزلت اور عزت و آبرو نہ دیکھی گئی اور دل ہی دل میں کڑھنے لگا' لہٰذا اس نے تنہائی میں ابراہیم عادل شاہ کو اسد خاں لاری کے خلاف اکسایا اور اس کی برائیاں کرنے لگا۔ ادھر بادشاہ کو بھی اسد خاں لاری کی وفاداری اور نیک نیتی پر شبہ ہوا' اس کے خیال میں اسد خاں لاری شیعہ مذہب سے تعلق رکھنے کی وجہ سے نظام شاہی خاندان سے ہمدردی اور عقیدت رکھتا تھا۔ بادشاہ کو یہ بھی بدگمانی ہوئی کہ کہیں اسد خاں لاری قلعہ تنگوان کو نظام شاہ کے حوالے نہ کر دے اور اس کا غلام ہو جائے۔

ابراہیم عادل شاہ اور یوسف شحنہ کی باہم گفتگو

ابراہیم عادل شاہ نے کسی قسم کی کوئی تحقیق نہیں کی اور یوسف شحنہ کے اقوال و اطوار کو دل و جان سے قبول کر لیا۔ دونوں میں مشورہ ہوا کہ اسد خاں لاری کو کس طرح علیحدہ کیا جائے۔ یوسف شحنہ نے بادشاہ کو مشورہ دیا کہ اسد خاں لاری کو علی شہزادہ کے ختنہ کی تقریب میں مدعو کیا جائے اور جیسے ہی وہ یہاں پہنچے فوراً گرفتار کر لیا جائے۔ یہی ایک تدبیر ہے جو اس سے چھٹکارا دلا سکتی ہے۔ اتفاق سے یہ بھید کھل گیا اور اسد خاں لاری پہلے سے زیادہ چوکنا ہو گیا۔ جب ابراہیم عادل نے اسد خاں لاری کو حاضر ہونے کا حکم دیا تو اس نے بیماری کا بہانہ کر کے عدم شرکت اختیار کی۔

marfat.com
Marfat.com

اسد خاں لاری کو مار ڈالنے کی تدبیر

بعد ازاں ابراہیم عادل شاہ نے پھر یوسف شحنہ سے صلاح مشورہ کیا اور طے پایا کہ اسد خاں لاری کو اسی کے احباب اور ہمدردوں کے ذریعہ زہر دے دیا جائے۔ اس کے ساتھیوں کو اکسایا جائے کہ وہ اسے زہر دے کر ہلاک کر دیں۔ اتفاق سے بادشاہ کی یہ تدبیر بھی ناکام ہو گئی اب دوسری تدبیر یہ اختیار کی گئی کہ نلگوان کے قرب و جوار کے علاقہ میں یوسف ترک کو جاگیر دی جائے اور وکیل سلطنت کے عہدے سے ہٹا کر جاگیردار بنا دیا جائے۔ اسی طرح سے یوسف ترک کو اسد خاں لاری کے زندہ گرفتار کرنے میں آسانی ہو جائے گی۔ اسد خاں لاری بڑا ہوشیار' باشعور اور تجربہ کار انسان تھا اس نے بہت زیادہ محتاط رہنا اختیار کیا' ایک روز اسد خاں لاری نے باغ کی تفریح کرنے کا ارادہ کیا یہ مقام نلگوان سے چھ میل دور واقع ہوا تھا' اسد خاں لاری نے اپنے ہمراہ گنتی کے سپاہی لیے اور باغ کی سیر کرنے کو روانہ ہوا۔

اسد خاں لاری اور یوسف شحنہ کے درمیان جنگ

روانگی کے وقت اسد خاں لاری نے ایک حبشی غلام کے سپرد یہ کام کیا کہ وہ چار سو نوجوانوں کو ساتھ لے کر اس کے پاس پہنچے' جب یوسف شحنہ کے بہی خواہوں نے اسے خبر دی کہ اسد خاں لاری اکیلا باغ کی سیر کو گیا ہے تو اس نے اپنے ہمراہ دو ہزار کا لشکر لیا اور اسد خاں پر چڑھائی کر دی۔ اس طرح باغ کا صحن جنگ کا میدان بنا اور دونوں طرف سے لڑائی شروع ہو گئی' اسد خاں لاری نہایت ہوشیاری سے حریف کو کچلنے کی سعی کر رہا تھا' بڑے گھمسان کی جنگ ہو رہی تھی۔

اسد خاں لاری کی فتح

اسد خاں لاری حریف کے لشکر سے بڑی دلیری کے ساتھ لڑتا رہا اور اپنی مستقل مزاجی کا ثبوت دیتا رہا۔ یہ لڑائی اتنے زبردست پیمانہ پر ہوئی کہ بہت سے سپاہی کام آئے۔ پھر بھی میدان اسد خاں لاری کے ہاتھ رہا اور اسے فتح حاصل ہوئی' یوسف شحنہ جان بچا کر میدان جنگ سے فرار ہو گیا۔

ابراہیم عادل شاہ کی نئی چال

ابراہیم عادل شاہ نے حالات کو بگڑتے دیکھ کر اسد خاں لاری کی دل جوئی شروع کی اس نے یوسف ترک کو گرفتار کر کے اسد خاں لاری کے حوالے کیا اور کہا یوسف ترک کو اس کی گستاخی کی جو سزا اسد خاں لاری چاہے دے سکتا ہے۔ اسد خاں لاری بادشاہ کی چالاکی سمجھ گیا اس نے بادشاہ کو مطلع کیا یوسف ترک کو معاف کیا جائے۔ بعد ازاں یوسف ترک کو اسد خاں نے گھوڑے اور پوشاک وغیرہ مرحمت فرما کر روانہ کیا۔

برہان نظام شاہ کا انکشاف

جب اس معاملہ کی خبر برہان نظام شاہ کو ملی تو اس نے بھرے دربار میں پھبتی فرمایا کہ اسد خاں لاری کا یہ خیال تھا کہ وہ عادل شاہی علاقے فتح کر کے نظام شاہی سلطنت میں شامل کر دے گا۔ لہٰذا یہ وقت چڑھائی کرنے کے لیے بہت غنیمت ہے اسی عرصہ میں برہان نظام شاہ ۹۴۷ھ میں امیر قاسم برید کا شریک کار بن گیا۔ اور احمد نگر کا رخ کیا ادھر خواجہ جہان دکنی اور امیر قاسم برید پرندہ کے قریب پہنچ گئے اور پیش قدمی شروع کر دی۔

اسد خاں لاری کی تدبیریں

نظام شاہی بہی خواہوں نے شولاپور کے ساڑھے پانچ پرگنے جن پر زین خاں قابض تھا اور جو عادل شاہی سلطنت میں شامل تھے اپنے قبضہ میں لے کر خواجہ جہان دکنی کے غلاموں کے حوالے کر دیئے۔ ادھر برہان نظام شاہ نے نلگوان پر چڑھائی کر دی اسد خاں لاری کو اس

marfat.com
Marfat.com

کی خبر نہیں تھی- برہان نظام شاہ کے مددگار چھ ہزار سپاہیوں کے ہمراہ وہاں پہنچ گئے جس سے برہان نظام شاہ کے حوصلے بہت بلند ہو گئے- اب اس نے عادل شاہی سلطنت کو نیست و نابود کرنا اپنا شعار بنا لیا- ابراہیم عادل شاہ میں حریفوں سے مقابلہ کرنے کی طاقت نہ تھی لہذا وہ حسن آباد گلبرگہ کی سمت روانہ ہو گیا-

اسد خاں لاری کی وفاداری

علی محمد بدخشی کو اسد خاں نے قاصد بنا کر والئی برار علاؤ الدین عماد کے پاس بھیجا تاکہ وہ تمام حالات سے عماد شاہ کو آگاہ کرے اور اسے ابراہیم عادل شاہ کی مدد کرنے کے لیے مجبور کرے- اگر وہ راضی ہو تو اسد خاں لاری بھی اس سے بادشاہ کی بدگمانی دور کرانے کے لیے درخواست کرے گا- ابھی یہ خط پہنچا ہی تھا کہ خود بادشاہ بھی عماد شاہ کے دولت خانہ پر آ گیا اس کے بعد ہی عماد شاہ روانہ ہو گیا-

اسد خاں لاری کی عماد شاہ سے ملاقات

برہان نظام شاہ نے ارک کے سارے مکانوں کو نذر آتش کر دیا کیونکہ وہ قلعہ ارک بیجاپور کو حراست میں لیے ہوئے تھا- برہان نظام شاہ نے اپنے ہمراہ امیر قاسم برید کو لیا اور حسن آباد گلبرگہ کا رخ کیا- کچھ دور ہی گیا تھا کہ اسد خاں لاری اس سے بچھڑ کر عماد شاہ کے لشکر میں پہنچ گیا اور عماد شاہ سے یوسف شحنہ کی برائیاں کرنے کی عادت اور اپنے خلاف اکسانے کی حقیقت بیان کی یعنی یوسف شحنہ نے بادشاہ سے کہا کہ اسد خاں لاری گستاخ ہے اور وہ دشمن سے جا ملا ہے ظاہر ہے بادشاہ بدگمان ہوا اب موقع ملا ہے کہ عماد شاہ اسد خاں کی صفائی بادشاہ سے کرائے اور حقیقت حال سے آگاہ کرے بادشاہ کو بدگمانی اس وجہ سے ہوئی تھی کہ امیر قاسم برید اور نظام شاہ کے نگلوان کے قریب پہنچنے سے بادشاہ نے یوسف شحنہ کا بیان صحیح سمجھا کہ حریف اسد خاں لاری کے ایما سے حملہ آور ہوئے' ان تمام وجوہات نے اسد خاں لاری کی پریشانیوں میں اضافہ کیا اور وہ کچھ عرصہ کے لیے حریفوں کی صف میں جا کھڑا ہوا تاکہ اس کی جاگیر برقرار رہے' یہ صحیح بیان اسد خاں کی نیک نیتی پر مبنی تھا-

ابراہیم عادل شاہ اور اسد خاں لاری کی صلح

اجمالاً یوں سمجھئے کہ علاؤ الدین عماد شاہ بے تکلف اسد خان لاری کے ہمراہ ابراہیم عادل شاہ کی خدمت میں حاضر ہوا- اور اس سے اسد خاں لاری کا پورا بیان اسی طرح سنا دیا جس طرح اسد خاں سے اس نے خود سنا تھا- نتیجہ یہ ہوا کہ اسد خاں لاری کو بادشاہ نے معاف کر دیا اس طرح اسد خاں لاری کی برائیاں کرنے والوں کا سارا راز بادشاہ پر افشا ہو گیا- بعد ازاں ابراہیم عادل شاہ اسد خاں لاری سے بغل گیر ہوا اور اس کی عزت و جاہ میں مزید اضافہ کیا-

برہان نظام شاہ اور ابراہیم عادل شاہ کی جنگ

بادشاہ نے دونوں ہی خواہوں یعنی عماد شاہ اور اسد خاں لاری کے مشورے سے برہان نظام شاہ اور اس کے ہمدرد امیر قاسم برید پر چڑھائی کرنے کا ارادہ کیا دونوں حریفوں نے عادل شاہی لشکر سے جان بچا کر پرگنہ بیڑ کی راہ لی- اس کے بعد ہی عماد شاہ اور ابراہیم عادل شاہ نے بالا گھاٹ دولت آباد کا رخ کیا کیونکہ وہاں ٹھہرنا ان کے نزدیک سود مند نہ تھا- عادل شاہی فوج اور عماد شاہ نے اس علاقہ کو ہر طرح سے تباہ و برباد کیا-

امیر قاسم برید کا انتقال اور دونوں خاندانوں میں صلح

اسی عرصہ میں امیر قاسم برید بیمار ہوا اور مر گیا' بالا گھاٹ اور دولت آباد میں اس کا مقبرہ تعمیر ہوا- اس کے بعد شاہ طاہر نے بیچ میں پڑ کر دونوں خاندانوں کے درمیان مشروط طور پر صلح کرا دی شرط یہ تھی کہ ابراہیم عادل شاہ کو شولاپور کے ساڑھے پانچ پرگنے نظام شاہ سے واپس ملیں گے اور مستقبل میں آپس میں کوئی جنگ نہ ہو گی غرض دوستی کے بعد فریقین نے اپنے اپنے ملکوں کی راہ لی-

marfat.com

Marfat.com

برہان نظام شاہ کا حملہ

ایک سال کے بعد ۹۵۰ھ میں ابراہیم عادل شاہ کی شادی علاؤ الدین عماد شاہ کی لڑکی راجہ سلطان کے ساتھ ہو گئی۔ ساڑھے پانچ رتن خانی پرگنوں کے نکل جانے سے برہان نظام شاہ کے سینے پر سانپ لوٹنے لگا اس کی زندگی شب و روز اجیرن ہو گئی۔ اسی عرصہ میں ابراہیم عادل شاہ اور علاؤ الدین عماد شاہ کے درمیان تعلقات کچھ کشیدہ ہو گئے نظام شاہ کو ابراہیم عادل شاہ کے حریفوں کو اکسانے کا اچھا موقع ملا۔ اس نے جمشید قلی قطب شاہ اور رام راج کو اپنا راز دار بنایا ان کے علاوہ اپنی عیاری اور مکاری سے اس نے خواجہ جہاں دکنی اور علی برید کی حمایت بھی حاصل کر لی۔ بلکہ دونوں کے ہمراہ ابراہیم عادل شاہ کے علاقہ پر چڑھائی کرنے کے خیال سے روانہ ہوا۔

ابراہیم عادل شاہ کی شکست اور پریشانیاں

برہان نظام شاہ نے قلعہ شولاپور کو حراست میں لے لیا۔ پانچ پرگنوں اور سرحدی علاقوں پر قابض ہوا اور خوب لوٹا۔ ابراہیم عادل شاہ کی فوج نے مقابلہ کیا مگر شکست پر شکست کھائی۔ ادھر نظام شاہ کے ایماء پر قلی قطب شاہ بیجاپور پر چڑھ آیا اور پرگنہ کاکسی کو مرکز بنا کر گلبرگہ پر قابض ہونے کی کوشش کرنے لگا۔ دوسری طرف رام راج قلعہ ہنگر کو گھیرے ہوئے تھا اس کا برادر ٹیکناوری ایک بھاری فوج کے ساتھ قلعہ رائچور کے محاصرہ کے لیے روانہ ہوا' یہ سب کچھ نظام شاہ کے اشارے پر ہو رہا تھا۔

اسد خاں لاری کی طلبی

ابراہیم عادل شاہ نے اپنے آپ کو جب چاروں طرف سے گھرا ہوا پایا اور اسے اپنے بے دست و پا ہونے کا احساس ہوا تو بے حد متفکر اور مضطرب ہوا۔ فوراً ہی نلگوان سے اسد خاں لاری کو طلب کیا تاکہ اس سے صلاح و مشورہ کیا جائے۔ اسد خاں لاری نے تمام واقعات حاضرہ پر غور کیا اور اس نتیجہ پر پہنچا کہ یہ سب کچھ صرف ایک حریف برہان نظام شاہ کی وجہ سے ہوا ہے۔ دراصل عادل شاہی خاندان کا سب سے بڑا حریف وہی ہے' بقیہ امراء تو اس کے اشاروں پر ناچتے ہیں' ان کی علیحدہ کوئی حیثیت نہیں ہے لہٰذا برہان نظام شاہ کا کام تمام کیا جائے تاکہ تمام ذیلی امراء سے بھی چھٹکارا مل سکے۔

اسد خاں کا مشورہ

اسد خاں لاری نے مشورہ دیا کہ برہان نظام شاہ کی مخالفت کو ختم کرنے کے لیے ضروری ہے کہ ان پانچ پرگنوں کو اس کے حوالے کر دیا جائے' جن کی وجہ سے لڑائی جھگڑا رہتا ہے۔ بعد ازاں رام راج کو ایک ہمدردی اور پیار بھرا خط تحریر کیا جائے اور اس کے علاوہ قرب و جوار کے دوسرے راجاؤں کو شاہانہ تحائف اور خوبصورت ہدیہ وغیرہ پیش کیے جائیں۔ اس نوشتہ اور تحائف و ہدیہ کو لسان قاصدوں کے حوالے کیا جائے جو متعلقہ اشخاص تک پہنچائیں۔ رام راج کا اس وقت ہر طرف طوطی بول رہا ہے اور دوسرے راجا تھوڑی سی پیش کش پر عادل شاہی حکومت کے طرف دار ہو جائیں گے۔ خاص طور پر رام راج کو اپنے حریفوں کی جانب سے ابھی ہر طرف سے کھٹکا لگا ہوا ہے وہ بہت جلد بادشاہ کا معاون و مددگار بن جائے گا۔ ان لوگوں سے اطمینان ہو جانے پر جمشید قلی قطب شاہ سے نمٹنا آسان ہے۔

قلی قطب شاہ پر حملہ

اسد خاں لاری کے مذکورہ مشورے سے ابراہیم عادل شاہ نے پورا پورا اتفاق کیا اور اسی کی بتائی ہوئی باتوں پر عمل کرنا شروع کیا۔ ابراہیم عادل شاہ کے حق میں اسد خاں لاری کی تدبیر کارگر ثابت ہوئی۔ اور اس نے ایک بہادر اور جان باز لشکر کو اسد خاں لاری کے سپرد کیا اور حکم دیا کہ قلی قطب شاہ کی سرکشی کو کچل دیا جائے۔ موسم سرما کے آغاز سے قبل ہی اسد خاں لاری نے قلعہ کاکنی کو گھیر لیا اور جب سرما کے دن آئے تو اس کو فتح کر کے اس کی اینٹ سے اینٹ بجا دی۔

marfat.com

Marfat.com

اسد خاں لاری کی دیگر فتوحات

اب اسد خاں لاری انکر کی طرف بڑھا۔ قلی قطب شاہ شکست کے خوف سے تلنگانہ بھاگ گیا' اس کا پیچھا کرنے کے لیے اسد خاں نے گھوڑے دوڑائے' دو مرتبہ قطب شاہی لشکر پر فتح حاصل کی۔ مجبوراً قلی قطب شاہ کو گولکنڈہ کے قلعہ کے قرب و جوار میں اپنی فوج کی ترتیب و تنظیم کی۔ اس کے باوجود جنگ کا فیصلہ قطب شاہی لشکر کے حق میں نہ ہو سکا' قطب شاہیوں کو شکست کا منہ دیکھنا پڑا۔ اس جنگ میں دونوں فریقوں کو ایک دوسرے سے لڑنے کا موقع ملا۔ اسد خاں لاری اور جمشید قلی قطب شاہ نے ایک دوسرے پر تلواروں اور نیزوں سے وار کیے' اول الذکر غالب آیا آخر الذکر نے سخت چوٹ کھائی وہ بری طرح مجروح ہوا' تادم مرگ اس کو اس چوٹ کا ملال رہا' وہ اٹھتے بیٹھتے' سوتے جاگتے اس کی تکلیف میں مبتلا رہا۔ کامرانی حاصل کرنے کے بعد اسد خاں لاری نے بیجاپور کا رخ کیا اور اپنی طبیعت کے مطابق تمام امور انجام دیئے۔

برہان نظام شاہ کی شکست

جنگ کے بعد ابراہیم عادل شاہ نے اطمینان کا سانس لیا اور چاروں طرف سے خود کو محفوظ پاکر امراء کو ان کی جائیداد کی دیکھ بھال کے لیے واپس کر دیا۔ ۹۵۱ھ میں رام راج کے ایماء پر برہان نظام شاہ حسن آباد گلبرگہ پر حملہ آور ہوا۔ حصار کو چاروں طرف سے گھیر لیا' ابراہیم بھی اپنی فوج کے ہمراہ جوابی کارروائی کرنے کی غرض سے بیورہ نہر کے کنارے خیمہ زن ہوا۔ دریا کے کنارے کا علاقہ برہان نظام شاہ کے تصرف میں تھا' لہٰذا دو تین مہینہ تک ابراہیم عادل شاہ کی فوج دوسرے کنارے نہ پہنچ سکی۔ مجبوراً ابراہیم عادل شاہ نے برکھارت میں دریا عبور کیا۔ اور دونوں طرف سپاہیوں کی ترتیب و تنظیم ہونے لگی' نہایت گھمسان کی لڑائی ہوئی گذشتہ جنگوں کے برخلاف عادل شاہی لشکر کو فتح اور کامرانی حاصل ہوئی اور مال غنیمت میں فیل اور اسپ ہاتھ لگے۔

ابراہیم عادل شاہ کا غرور

بادشاہ کو فتح کیا حاصل ہوئی اس نے لوگوں سے بدسلوکی شروع کر دی' اس کا دماغ عرش معلی پر پہنچ گیا۔ ایک شب مے نوشی کے عالم میں بدمست برہان نظام شاہ کے قاصدوں کے ساتھ بدسلوکی سے پیش آیا' اسے برا بھلا کہا اور نہایت تلخ کلامی کی۔ علاوہ ازیں معمولی معمولی باتوں پر اس نے امراء اور معزز ارکان سلطنت کو معزول اور برطرف کرنا شروع کیا۔

ابراہیم عادل شاہ کی شکست

برہان نظام شاہ ۹۵۲ھ میں علی برید کے علاقوں پر حملہ آور ہوا' اودگیر اور قندھار' اوسہ کے قلعوں کو فتح کرنے کے لیے پیش قدمی شروع کی۔ علی برید کلیان کا قلعہ ابراہیم عادل شاہ کے حوالے کرنے پر رضامند ہوا مگر شرط لگائی کہ وہ اس کی مدد کرے۔ ابراہیم عادل شاہ نے علی برید کی پیش کش قبول کی اور نہایت فخریہ انداز میں علی برید کو کمک پہنچانے کے لیے سوار ہوا۔ آدھا سال گذر گیا صرف دو دفعہ جنگ کی' مگر حریفوں کو کامیابی حاصل ہوئی' ابراہیم عادل شاہ کے غرور نے اس کے سارے آلات جنگ دشمن کے حوالے کر دیئے۔ ابراہیم عادل شاہ کو اپنی شکست کا سبب امراء اور اراکین سلطنت کی باہمی دشمنی میں نظر آیا اس طرح اس نے ستر مسلمانوں اور چالیس ہندو برہمنوں کو موت کے گھاٹ اتار دیا۔

ابراہیم عادل شاہ کے خلاف سازشیں

رعایا ابراہیم عادل شاہ کی بے جا حرکتوں سفاکانہ اعمال اور ظلم و استبداد سے تنگ آ گئی۔ اکثر لوگوں نے اس کے برادر شاہزادہ عبد اللہ کو بادشاہ بنانے کا ارادہ کیا لیکن اس کام کی تکمیل سے پیشتر یہ راز ابراہیم عادل شاہ پر فاش ہو گیا۔ اب اس نے عیاری اور مکاری سے کام لیا اور اس طرح ایک بڑی تعداد اس کے ظلم کا شکار ہو گئی۔ شاہزادہ عبد اللہ بڑی پریشانیوں سے نجات حاصل کر کے بیجاپور کو چھوڑ کر بندر گوہ

marfat.com

Marfat.com

پہنچا یہاں اس نے نصرانیوں کے ذریعہ بادشاہ سے جان بچائی عیسائیوں نے بڑے چاؤ اور رکھ رکھاؤ کے ساتھ شہزادہ عبد اللہ کی ناز برداریاں کیں۔

اسد خاں لاری سے ابراہیم عادل شاہ کی بدگمانی

تقریباً انہی دنوں ابراہیم عادل شاہ بغیر کسی خاص وجہ کے اسد خاں لاری کی طرف سے پھر مشکوک ہو گیا اور اسے اپنی تمام ناکامیوں کی جڑ قرار دیا۔ یہاں تک کہ اسد خاں لاری سے اس نے خط و کتابت تک بند کر دی اور موسمی پھل وغیرہ جو تحفہ کے طور پر اسے ارسال کرتا تھا وہ بھی بند کر دیئے۔ اس وقت اسد خاں لاری نے تلگوان سے بڑی کوشش کی کہ کسی طرح وہ اپنی نیک نیتی اور نمک خواری کی حقیقت بادشاہ پر واضح کر سکے اور اپنے آقا کو خوش دیکھ سکے۔

اسد خاں لاری کا خط

اسد خاں لاری نے بادشاہ کو ایک خط تحریر کیا۔ اس خط کے ساتھ مختلف قسم کے بیش بہا اور گراں قدر تحائف اور ہدیہ نوفیل اور نو گھوڑے ارسال کیے۔ نوشتہ چونکہ اسد خاں لاری نے خود اپنے قلم سے تحریر کیا تھا لہٰذا اس کا لب لباب یہ تھا کہ چند مکار، عیار اور فریب خوردہ اور خود غرض لوگوں نے میری جانب سے حضور کو جو بدگمان کیا ہے۔ اس سلسلہ میں عرض یہ ہے کہ اگر ان کی خطائیں شمار کی جائیں تو کئی گنی ہوں گی مگر جو قصور مجھ سے وابستہ کیے گئے ہیں وہ قطعاً بے بنیاد اور مضحکہ خیز ہیں۔ ان سے میرا دور کا تعلق بھی نہیں ہے۔ بادشاہ کی شان میں زبان و لب اس قسم کی جنبش نہیں کر سکتے۔ تلگوان میں کافی عرصہ قیام کرنے اور حضور کی ریاست میں قدم نہ رکھنے کا مقصد حریفوں، مکاروں اور خود غرض انسانوں کی یورش سے بچنا تھا۔ میرا یہ اقدام عیاروں کو پسند نہیں آیا انہوں نے اس کو طرح طرح کے معنی پہنائے۔ اور میری دور اندیشی کو نمک حرامی کے مترادف ٹھہرایا۔ اگر حضور کی رضا ہو تو ابھی قدم بوسی کے لیے خدمت میں حاضر ہو سکتا ہوں۔ اور حریفوں اور خود غرضوں کو ندامت اور شرمندگی کا سامنا کرا سکتا ہوں۔

ابراہیم عادل شاہ کا ارادہ

مذکورہ بالا خط کو پڑھ کر بادشاہ اسد خاں لاری کو از سر نو بحال کرنا چاہتا تھا اور اس کی طرف سے بدگمانی کو ختم کرنے کا متمنی تھا۔ اس کی خواہش تھی کہ وہ اسد خاں لاری کے بہی خواہوں اور ہمدردوں کو تلگوان پہنچائے لیکن فوراً شہزادہ عبد اللہ کی سرکشی ظہور پذیر ہوئی اور اس طرح ابراہیم عادل شاہ اپنے ارادہ کی تکمیل نہ کر سکا۔

شہزادہ عبد اللہ کے قصے کی تفصیل

اپنے برادر کے ظلم و ستم اور اس کے عتاب سے خوفزدہ ہو کر شہزادہ عبد اللہ بندر گوہ پہنچا جہاں اس کی پشت پناہی کے لیے عیسائیوں نے کافی اہتمام کیا اور اس کا شاندار استقبال کیا۔ بیجاپور کے رہنے والوں کے اشارے پر شہزادہ نے قلی قطب شاہ اور برہان نظام شاہ سے تعلقات استوار کیے اور بھائی سے بدلہ لینے کے لیے ان سے مدد چاہی۔ ان حکمرانوں کو اسد خاں لاری اور ابراہیم عادل شاہ کی شکلوں سے پہلے ہی سے نفرت تھی۔ لہٰذا دونوں ابراہیم عادل شاہ کو تخت سے اتارنے اور شہزادہ عبد اللہ کو اس کا جانشین بنانے کے لیے راضی ہو گئے، لہٰذا دونوں نے اپنے علاقوں سے بیجاپور کا رخ کیا ان حکمرانوں نے عیسائیوں کو ایک پیغامبر کے ذریعہ آگاہ کیا کہ فوراً شہزادہ عبد اللہ کو روانہ کریں تاکہ اسے ابراہیم عادل شاہ کا جانشین بنایا جا سکے۔ عیسائیوں نے ان کے حکم کے مطابق عمل کیا۔

اسد خاں لاری سے درخواست

قلی قطب شاہ اور برہان نظام شاہ دونوں نے بالاتفاق ایک قاصد اسد خاں لاری کی خدمت میں روانہ کیا تاکہ وہ ان حکمرانوں کے ارادے سے اسے آگاہ کرے۔ نیز یہ بھی بتائے کہ ابراہیم عادل شاہ اب حد سے تجاوز کرنے لگا ہے۔ خود اسد خاں لاری اس سے بیزار ہے

marfat.com
Marfat.com

ایسی صورت میں اسد خاں لاری کو ابراہیم عادل شاہ کی معزولی اور شہزادہ عبد اللہ کی تخت نشینی کے ارادے سے اتفاق کرنا چاہیے۔ کیونکہ ایسا ہونے پر اسد خاں لاری کو بادشاہ کا اتالیق مقرر کیا جائے گا۔

اسد خاں لاری کی وفاداری اور برہان وغیرہ کی مایوسی

اسد خاں لاری پیغامبر کی زبانی حالات سے آگاہ ہوا تو اسے اس پر سخت غصہ آیا مگر کیا کرتا۔ قاصد کو قتل کرنا خلاف فطرت تھا۔ غرض برہان نظام شاہ کو یقین ہو گیا کہ اسد خاں لاری کی حمایت حاصل کرنا ناممکن ہے۔ اس عرصہ میں اسد خاں کی علالت کا حال عام ہوا برہان نظام شاہ نے ایک ہندو برہمن تیجا کو خفیہ طور پر کافی روپیہ دیا اور تلکوان روانہ کیا۔ تاکہ وہ قلعہ داروں کو اکسائے اور اسد خاں کے انتقال کے بعد قلعہ بہ آسانی نظام شاہ کے تصرف میں آ جائے۔ اسد خاں کو دوران علالت ہی میں اس بات کی خبر ہو گئی' اس نے اس برہمن کو مع ستر راشی اور غدار لوگوں کے موت کے گھاٹ اتار دیا۔

اسد خاں لاری کا خط بادشاہ کے نام

اسد خاں لاری کی اس وفاداری کی خبر تقریباً ہر شخص کو گوش گذار ہوئی' للذا کچھ اشخاص نے شاہ زادہ عبد اللہ کی حمایت کرنے کا خیال دل سے نکال دیا۔ اسد خاں لاری جب اپنی صحت یابی اور علاج سے مایوس ہو گیا تو اس نے ایک نوشتہ کے ذریعہ ابراہیم عادل شاہ کو بلانے کی درخواست کی۔

اسد خاں لاری کا انتقال

ابراہیم عادل شاہ نے اسد خاں لاری کی درخواست قبول کی' وہ ۹۵۶ھ میں اسد خاں کی طرف چلا' وہاں پہنچنے بھی نہ پایا تھا کہ اسد خاں لاری کا انتقال ہو گیا۔ پھر بھی تلکوان جا کر بادشاہ نے مرحوم کے متعلقین کو تلقین' تسلی اور تشفی دی اور بہت سی عنایتوں سے نوازا البتہ اس کا سارا مال و زر خود اپنے قبضہ میں لے لیا۔ عیسائیوں نے شہزادہ عبد اللہ کے بہی خواہوں کے دل شکستگی اور پریشان حال دیکھ کر راست بندر کوہ بھیجا۔ قطب شاہ اور نظام شاہ اور ان کے بہی خواہ اپنے علاقوں کی طرف چل پڑے۔

اسد خاں لاری کی خوبیاں

اسد خاں لاری بڑا ذہین و متین اور تجربہ کار اور کہنہ مشق آدمی تھا۔ اسے امرائے سلطنت اور امور حکومت کی انجام دہی پر بڑی قدرت حاصل تھی۔ اس میدان کا وہ تنہا پہلوان تھا' دیگر علاقوں کے حکمرانوں کے علاوہ بیجانگر کے حاکم تک نے اس سے راہ و رسم رکھی اور دعا سلام کے ساتھ ساتھ خط و کتابت اور تحائف کا سلسلہ قائم کیا۔ اس کی عزت' شہرت' ملکیت' رقم اور قیمتی اشیاء کا تخمینہ شمار سے باہر ہے۔ اس کے روزانہ کھانے کا خرچ سو مرغوں پچاس بکروں اور سو من چاول پر مشتمل تھا۔ دکن میں آج بھی اس کی ایجاد کردہ چیزیں مثلاً قبا اور زریں' خنجر شہرت عام رکھتی ہیں۔ سوائے اسد خاں کے کسی شخص نے اس سے قبل ہاتھی کی پشت پر زین نہیں رکھی اور نہ گھوڑے کی طرح منہ میں لگام دے کر ہاتھی کو قابو میں کیا' لیکن یہ جانور اتنا سرکش ہے کہ بغیر لوہا استعمال کیے ہوئے نہیں دیتا' للذا اسد خاں کی یہ اختراع نہ عام ہو سکی اور نہ زیادہ عرصہ چل سکی۔

برہان نظام شاہ اور رام راج کی دوستی

تاریخ نویسوں کا خیال ہے کہ برابر کا دوست بنانے کی غرض سے ابراہیم عادل شاہ نے اپنی دختر مسماۃ مانی بی بی کی شادی علی برید سے کر دی تھی۔ ادھر برہان نظام شاہ اور رام راج کے درمیان چند خوش گفتار قاصدوں نے دوستی کرا دی۔ دونوں نے ایک دوسرے کو تحائف اور ہدیہ وغیرہ ارسال کر کے محبت اور رواداری کا مظاہرہ کیا۔

marfat.com

Marfat.com

رام راج کی چال

جب اس کی خبر ابراہیم عادل شاہ کو پہنچی تو اس نے بیجاپور میں مقیم نظام شاہی قاصدوں سے باز پرس کی انہوں نے ڈر کر بیجانگر کا رخ کیا۔ رام راج سے شکایت کی کہ ابراہیم عادل شاہ انہیں قتل کرنے پر تلا ہوا ہے اس لیے کہ وہ بیجانگر کے غیر مسلموں کو متحد کر رہے تھے لہٰذا بڑی پریشانیوں سے یہ شہر نصیب ہوا ہے۔ رام راج بڑا حساس انسان تھا اس بات کو سنتے ہی طیش میں آگیا فوراً برہان نظام شاہ کو خبر دی کہ علی برید نے اپنے والد کے افعال کے مخالف چل کر ابراہیم عادل شاہ سے دوستی کی' لہٰذا اس سے اس کی باز پرس کے لیے تیار رہنا چاہیے۔ اور قلعہ کلیان پر قبضہ کرنا چاہیے اس مقصد کی تکمیل کرنے کے لیے ایک عظیم لشکر کو ہمراہ لے کر برہان نظام شاہ نے قلعہ کلیان کو گھیر لیا۔

ابراہیم عادل شاہ کی لشکر کشی

ابراہیم عادل شاہ بھی اہالی قلعہ کی حفاظت کے لیے بیجاپور سے نکل کر نظام شاہی فوج سے تقریباً دو کوس دور قیام پذیر ہوا۔ برہان نظام شاہ نے صرف قلعہ کی حراست کو کافی جانا' جنگ کا آغاز نہیں کیا۔ ابراہیم عادل نے قیام گاہ کے چاروں اطراف میں ایک دیوار تعمیر کرائی اور ترکی امراء کو نظام شاہ کی فوج کے جواب میں ترتیب دیا۔ ترکی امراء دنیا کے ہر گوشہ میں اپنی جواں مردی اور بہادری کے لیے شہرت رکھتے ہیں' نظام شاہی فوج بیماری اور قحط میں مبتلا ہو گئی' وہ یہاں تک پریشان ہو گئی کہ احمد نگر کا رخ کرنا مناسب اور غنیمت سمجھا۔

ابراہیم عادل شاہ کی شکست

نظام شاہی حکومت کے متعلق جو تحریریں معرض وجود میں آئی ہیں ان کے مطابق معلوم ہوا ہے کہ عید الفطر کے دن ابراہیم عادل شاہ کے متعلقین عید کے خرید و فروخت میں مصروف تھے۔ انہیں حریفوں کی طرف سے بالکل اطمینان تھا معاً دشمن کے امراء خاص طور پر سیف عین الملک وغیرہ نے ان پر چڑھائی کر دی اور تباہ بربادی میں منہمک ہو گئے۔ دشمن کے حملہ نے عادل شاہی لشکر کے حوصلے پست کر دیئے وہ میدان چھوڑ کر بھاگ نکلے۔ بادشاہ عید کا غسل کر رہا تھا کپڑے زیب تن کرنے سے پیشتر سراپردہ کے باہر آگیا۔ اسی روز برہان نظام شاہ نے سپاہیوں کو ترتیب و تنظیم کی اور کلیان کے حصار کی جانب بڑھا اس مرتبہ اس نے مصمم ارادہ کیا کہ اگر حصار والوں نے اپنے آپ کو اس کے حوالے نہ کر دیا تو وہ تمام لوگوں کو قتل کر دے گا۔ قلعہ کے لوگ پہلے ہی سے ابراہیم عادل شاہ کی شکست سے دل شکستہ ہو گئے تھے۔ انہوں نے قلعہ کو نظام شاہ کے حوالے کر دیا' اس طرح برہان شاہ کی عید کی خوشیاں تین گنا بڑھ گئیں۔

قلعہ پرندہ کی فتح

ابراہیم عادل شاہ نے ہاتھیوں اور توپ خانوں کو حریف کے حوالے کر کے اس کے ملک کا رخ کیا' وہاں پہنچ کر اس نے لوگوں سے چار لاکھ ہون وصول کیے اور ملک کو خوب لوٹا۔ بعد ازاں وہ قلعہ پرندہ گیا' وہاں اس نے قلعہ کا پھاٹک کھلا پایا' فوراً قلعہ میں قدم رکھا' خواجہ جہاں دکنی کے بہی خواہوں کو مار بھگایا' خود قلعہ پر قابض ہو گیا۔ اس کے بعد ابراہیم عادل نے ایک مشہور و معروف جواں سال بہادر باشندہ دکن کو قلعہ کا محافظ مقرر کیا اور خود بیجاپور پہنچا۔

دکنی باشندے کا فرار

مذکورہ قصہ کا حال جب خواجہ جہاں دکنی اور برہان نظام شاہ پر آشکارا ہوا تو انہوں نے قلعہ کا رخ کیا' ابھی قلعہ کا پھاٹک بیس کوس دور تھا کہ بہادر دکنی باشندہ ڈر کے مارے قلعہ چھوڑ کر فرار ہو گیا۔ اور سیدھا بیجاپور پہنچا جہاں اس نے اطمینان کا سانس لیا۔

marfat.com

Marfat.com

شاہ جمال الدین الجو کا بیان

برہان نظام شاہ کے عہد کے واقعہ نویس شاہ جمال الدین الجو نے اس واقعہ کی تفصیل یوں بیان کی ہے۔ کہ جب باشندہ دکن کو برہان نظام شاہ اور خواجہ جہاں دکنی کی آمد کا حال معلوم ہوا تو وہ بے حد پریشان اور مغموم ہوا۔ اس نے فرار کی راہ اختیار کرنی چاہی۔ اپنی گھبراہٹ اور پریشانی کی خبر کسی شخص کو نہ ہونے دی۔ ایک شب قیام گاہ میں آرام کر رہا تھا کہ کانوں میں مچھروں کی بھن بھن کی صدا گونجی۔ وہ اس کو نظام شاہی فوجی باجے کی صدا سمجھ بیٹھا اور اس طرح فرار ہوا کہ اس نے پیچھے مڑ کر نہ دیکھا یہاں تک کہ دروازہ تک کھلا رہ گیا۔

برہان نظام شاہ اور رام راج کا معاہدہ

ابراہیم عادل شاہ نے ڈرپوک باشندہ دکن کو موت کے گھاٹ اتارا اور خود قلعہ پر دوبارہ تسلط جمانے کی تدبیریں سوچنے لگا۔ بادشاہ کا یہ راز برہان نظام شاہ پر ظاہر ہو گیا اس نے رام راج کو مطلع کرنے کے لیے اپنے ایک ہم پیالہ و ہم نوالہ کی خدمت حاصل کی۔ اس کے ذریعہ رام راج کو اطلاع دی۔ دونوں میں بات چیت کے بعد طے ہوا کہ رائچور میں آئندہ پروگرام بنایا جائے۔ ۹۵۹ھ میں رام راج نے اپنے ہمراہ ایک جفاکش اور بہادر سپاہیوں کا گروہ لیا۔ اور رائچور کی طرف بڑھا' ادھر برہان نظام شاہ بھی اپنے بہی خواہوں سپاہیوں اور مال و اسباب کے ساتھ ابراہیم عادل کے علاقہ کو پار کرتا ہوا بیجاپور پہنچا اور اس کے راجہ سے ملاقات کی۔ دونوں نے فیصلہ کیا کہ مدگل اور رائچور کو فتح کر کے شولاپور کو حراست میں لے لیا جائے۔

رام راج اور نظام شاہ کا عروج

رام راج اور نظام شاہ دونوں نے قلعہ رائچور کے چاروں طرف گھیرا ڈال دیا اور بڑی آسانی سے قبضہ کر لیا۔ مدگل کے قلعہ کے لوگوں نے خود خوف زدہ ہو کر قلعہ کی چابی رام راج کے پاس بھجوا دی۔ بعد ازاں اس قلعہ کو رام راج نے چند معتمد اشخاص کے حوالے کیا۔ خود اپنے برادر کے ساتھ سپاہیوں کی بہت کافی تعداد کی اور حکم دیا کہ وہ برہان نظام شاہ کا ہاتھ قلعہ شولاپور کی فتح میں بٹائے۔ بلکہ فتح کر کے اس کے حوالے کر دے' بعد ازاں وہ اپنے علاقہ کی سمت روانہ ہو گیا' برہان نظام شاہ نے رام راج اور اس کے سپاہیوں کی معاونت سے قلعہ کو گھیرے میں لے لیا اس کے بعد برہان نظام شاہ نے بھاری اور جنگی توپوں کے استعمال سے قلعہ کی اینٹ سے اینٹ بجا دی۔ دوبارہ قلعہ کی چار دیواری کھنچوائی اور ضروری مرمت کرا کے اسے معتمد امیر کے تصرف میں دے کر خود احمد نگر پہنچا۔

برہان نظام کی موت کے بعد عادل اور نظام شاہی خاندانوں کی دوستی

برہان نظام شاہ کے انتقال کے بعد امراء کی کوششوں نے پھر نظام اور عادل شاہی خاندانوں میں صلح کرا دی۔ ابراہیم عادل شاہ اور حسین نظام شاہ دونوں سرحد پر ایک دوسرے سے بغل گیر ہوئے۔ اور باہمی مشوروں اور معاہدوں کے بعد اپنے اپنے علاقوں کی طرف چلے گئے۔

سیف عین الملک کا تقرر

کچھ ہی عرصہ کے بعد دونوں خاندانوں میں پھر حریفانہ چشمک شروع ہو گئی۔ خواجہ جہاں دکنی جس نے حسین نظام شاہ کے خوف سے بیجاپور میں ابراہیم عادل شاہ کی پشت پناہی اختیار کر لی تھی۔ قلعہ شولاپور کی فتح کے خواب دیکھنے لگا۔ رام راج اور ابراہیم عادل شاہ نے ایک دوسرے سے دوستی پیدا کر لی۔ ابراہیم عادل شاہ نے بڑی ہوشیاری اور چالاکی سے برہان نظام شاہ کے سپہ سالار عین الملک کو طلب کیا اور اس سے چند وعدے کیے۔ یہ سپہ سالار ان دنوں برہان عماد شاہ والی برار کا مہمان تھا اور نظام کے خوف اور ڈر سے بھاگ کر وہاں روپوش ہو گیا تھا۔ ابراہیم عادل شاہ نے اسد خاں لاری کا عہدہ سیف عین الملک کو بخشا اور اس کو سیف الدولہ القاہرہ عضدا السلطنتہ الباہرہ امیر الامراء سیف عین الملک کا خطاب عطا کیا۔ نیز بان' مائن تنکری اور رائے باغ کی جائیداد اس کے نام کی۔

marfat.com
Marfat.com

شہزادہ علی اور قلعہ شولاپور

ابراہیم عادل شاہ نے دیگر عطیات کے علاوہ سیف الملک کو نقدی سے بھی مستفیض کیا- اسی عرصہ میں بادشاہ کو خیال آیا کہ شہزادہ علی کو جو ان دنوں اسی کا مہمان تھا خواجہ جہاں دکنی کے ارادے کے مطابق کیوں نہ احمد نگر کا حاکم مقرر کرے تاکہ شوالا پور کا حصار بہ آسانی فتح ہو سکے- غرض بہادر جواں مرد سپاہیوں کا لشکر تیار کیا گیا- نظام شاہ کے دو ہزار سپاہی جو جان بچا کر حسین نظام شاہ کے ہاں سے ہجرت کر آئے تھے- شہزادہ علی کے ہمراہ کیے گئے اور اس طرح یہ جرار لشکر بیجاپور سے روانہ ہو کر سرحد کی طرف بڑھا-

ابراہیم عادل شاہ کے خطوط امراء کے نام

ابراہیم عادل شاہ نے برہان نظام شاہی امراء و وزراء اور روؤساء کو چند نوشتوں کے ذریعہ حسین نظام شاہ کے خلاف اکسایا' انہیں بڑے بڑے سبز باغ دکھائے تاکہ وہ سب علی بن برہان نظام شاہ کو اپنا حاکم مان لیں- لیکن ابراہیم عادل شاہ کی یہ تمام کوششیں بے کار گئیں اور اس کے نوشتوں نے ایک بھی امیر یا رکن سلطنت کو حسین نظام شاہ کے خلاف نہیں اکسایا-

حسین نظام شاہ اور ابراہیم عادل شاہ کی جنگی تیاریاں

جب حسین نظام شاہ تمام حالات حاضرہ سے آگاہ ہوا تو اس نے برہان عماد شاہ سے مدد کی درخواست کی- بعد ازاں اس کے سپاہیوں کے ہمراہ ابراہیم عادل شاہ کے علاقہ پر چڑھ آیا- اس دفعہ ابراہیم عادل شاہ پچھلی روایات کو نظرانداز کر کے فیاضی کی طرف مائل ہوا اس نے جی کھول کر چھ لاکھ ہون تمام سپاہیوں میں بانٹ دیئے- تنہا سیف عین الملک کے سہارے جنگ کرنے پر مائل ہوا- بعد ازاں سرحد کا رخ کیا دونوں طرف کی فوجیں شولاپور کے میدان میں خیمہ زن ہوئیں اس مقام کو جنگ کے لیے منتخب کیا گیا-

طرفین کی فوجی تنظیم

ابراہیم عادل شاہ نے فوج کی اس طرح تنظیم کی کہ عین الملک کنعانی اور انکس خاں کو میمنہ اور پور خاں اور امام الملک کو میسرہ حوالے کیا' خود خاصہ خیل کے لشکر کے ساتھ بیچوں بیچ میں کھڑا ہوا سیف الملک کو ہراول لشکر بنایا' ادھر حسین نظام شاہ نے بھی فوجی تنظیم کی ہراول میں خاں زماں بحری خاں اور خلاص خاں کے نام آتے ہیں جن کا تعلق عماد شاہی لشکر سے رہا- علاوہ ازیں فوج کے آگے آتش بازی کا سامان لگایا گیا-

سیف عین الملک کا غلبہ

سیف عین الملک نے اپنی دلیری اور جوانمردی کا مظاہرہ کرنے کے لیے معاً حریفوں کا رخ کیا تاکہ وہ بادشاہ کی عنایات کا کچھ بوجھ ہلکا کر سکے اس طرح اس نے ایک ہی وار میں توپ خانہ نظام شاہی کو قبضہ میں کر لیا اور ہراول لشکر جس کی بہادری اور شجاعت کا دور دور چرچا تھا کو کچلتا ہوا فوج کے درمیان پہنچ گیا- حسین نظام شاہ فیل مست نامی ہاتھ پر سوار تھا اس نے آگے بڑھ کر سیف عین الملک پر دھاوا بول دیا- بس دیکھتے ہی دیکھتے وہ گھمسان کی جنگ ہوئی کہ تاریخ میں کم ہی نظر آتی ہے اس خون ریز معرکہ میں ایک فریق کا جانی نقصان شمار سے باہر ہے-

نظام شاہی فوج کی تازہ کمک

نظام شاہی فوج کے تمام سپاہی میدان جنگ چھوڑ کر بھاگنے والے تھے کہ نظام حسین شاہ کے کچھ امراء جن میں رستم خاں دکنی' جہانگیر خاں حبشی اور غضنفر خاں شیرازی قابل ذکر ہیں' وہاں آ گئے یہ تمام امراء میسرہ میں جنگ کر رہے تھے لیکن وہاں سے شکست کھا کر یہاں آئے تھے- نظام شاہی فوج کی تازہ کمک نے نظام شاہیوں کے حوصلے بڑھا دیئے ادھر ابراہیم عادل شاہ کی مدد کے لیے کسی طرف سے کوئی

marfat.com

Marfat.com

آواز نہیں آئی۔ سیف عین الملک نے تنہا جب یہ منظر دیکھا تو اس کے قدم ڈگمگانے لگے اس کی ہمیشہ یہ عادت تھی کہ جب وہ دشمن کو فتح یاب ہوتا دیکھتا تو خود میدان جنگ میں کھڑا ہو جاتا اس مرتبہ بھی اس نے یہی کیا وہ گھوڑے سے زمین پر کودا اور کھڑا ہو گیا۔

ابراہیم عادل شاہ کی بدگمانی

سیف الملک دشمنوں کو دکھا دینا چاہتا تھا کہ یا تو عادل شاہی فوج فتح حاصل کرے گی یا سب کی سب قتل ہو جائے گی۔ گویا اس کا قصد کھڑے ہونے سے "مارو یا مرجاؤ" کے مصداق کے مطابق تھا۔ ایک بدخواہ نے ابراہیم عادل شاہ کے سیف کے جنگ کے میدان میں کھڑے ہونے کے خلاف کان بھرے اور ایک قصہ گھڑ کر سنایا۔ وہ یہ کہ سیف عین الملک نے گھوڑے سے اتر کر دشمن کے ہاتھ سے پان کھایا گویا دشمن سے اس نے وعدہ کیا کہ ابراہیم عادل شاہ کو قید کر کے اس کے حوالے کرے گا۔

ابراہیم عادل شاہ اور سیف عین الملک کی روانگی

ابراہیم عادل شاہ نے بجائے اس کے معاملہ کی تہہ تک پہنچنے کی کوشش کرتا اپنا رخ بیجاپور کی طرف کیا اور میدان جنگ چھوڑ دیا۔ سیف عین الملک تنہا دشمن کے لشکر سے لڑ رہا تھا اور بہت جلد ان پر فتح حاصل کرنے والا تھا کہ اسے بادشاہ کے بھاگ جانے کا حال معلوم ہوا۔ اس نے بھی میدان جنگ کو یونہی چھوڑ دیا بعد ازاں اس نے صلابت خاں کو ایک کپڑے میں لپیٹا' صلابت خاں اس کا بھانجا تھا اور اس نے ایک گہرا زخم کھایا تھا اس کے بعد سیف الملک نے بادشاہ کا تعاقب کیا۔

ابراہیم عادل شاہ کی مزید غلط فہمی

سیف عین الملک بادشاہ کا تعاقب اس لیے کر رہا تھا کہ وہ بادشاہ کو بھاگنے سے روکے اور دشمنوں پر غلبہ حاصل کرنے کے لیے اسے آمادہ کرے' سیف عین الملک کے ہاتھ میں پرچم دیکھ کر ابراہیم عادل شاہ کو مزید غلط فہمی پیدا ہوئی اسے یقین ہو گیا کہ سیف اسے قید کرنے کے لیے تعاقب کر رہا ہے۔ لہٰذا اس نے چلنے کی رفتار اور زیادہ بڑھائی یہاں تک کہ بیجاپور پہنچ گیا جہاں اس نے اطمینان کا سانس لیا۔

سیف عین الملک کا پیغام بادشاہ کے نام

ابراہیم عادل شاہ کے چند لمحوں بعد ہی سیف بھی شہر میں داخل ہو گیا۔ پھر اس نے ایک معتمد شخص کے ذریعہ بادشاہ تک اپنی بے دست و پائی اور وفاداری کا حال پہنچایا اور درخواست کی کہ حضور کچھ نقد روپیہ خرچ کے لیے مرحمت کریں۔ کیونکہ خادم سرکار ن ڈیوڑھی کو نہیں چھوڑ سکتا۔

ابراہیم عادل شاہ کا جواب اور سیف کی وفاداری

ابراہیم عادل شاہ اپنی تباہ و بربادی اور بدنامی کا سبب سیف عین الملک ہی کو سمجھتا تھا۔ لہٰذا بادشاہ نے اسے دربار میں آنے کی اجازت نہیں دی' جواب میں لکھ دیا کہ بادشاہ کو سیف جیسے ناکارہ ملازم کی ضرورت نہیں' کہیں اور تشریف لے جائیں۔ چونکہ سیف عین الملک کی کوئی خطا نہ تھی' اس کا جرم صرف یہی تھا کہ اس نے میدان جنگ میں عادل شاہی فوج کی کمان سنبھالی اور آخری لمحہ جنگ تک وفادار رہا۔ بادشاہ کا جواب پا کر بے حد متحیر ہوا اس نے دوبارہ بادشاہ سے اپنی وفاداری چھ سو اعزا کی قربانی اور تمام مال و زر کی بربادی کا یقین دلایا نیز دوسری جگہ جانے اور کسی دوسرے ملک میں ملازمت کرنے کے بارے میں بھی اس نے اپنا فیصلہ بادشاہ تک پہنچایا۔ سیف الملک کی مذکورہ بالا تمام باتیں حقیقت پر مبنی تھیں۔ اس کے باوجود ابراہیم عادل شاہ کو ان کا یقین نہیں آیا اور اب بھی وہ سیف الملک کی کوئی تازہ چال سمجھا' بایں سبب اس نے قاصد کے گالوں پر تھپڑ رسید کیا اور دربار سے نکال دیا۔

marfat.com

Marfat.com

سیف عین الملک کا دیگر لوگوں سے مشورہ

مجبوراً سیف عین الملک نے دوسرے لوگوں کی طرف رجوع کیا۔ بعض باشعور، عقل مند اور تجربہ کار اشخاص سے مشورے کیے۔ فتح اللہ خاں، مرزا بیگ شیبانی، عالم خاں اور میر تقی خاں انجو وغیرہ نے یہی کہا کہ بادشاہ سے اب کسی قسم کی امید رکھنا عقل مندی نہیں۔ بہتر یہ ہے کہ ولایت مان کے لوگوں سے خریف کا لگان وصول کیا جائے اور اس سے اشیائے ضروری خرید کی جائیں۔ بادشاہ کی جانب سے جب کوئی مزاحمت ہوگی تو آئندہ کوئی دوسری راہ اختیار کی جائے گی۔ سیف الملک نے ان آرا سے اتفاق کیا اور بیجاپور کے قریب پہنچا۔ ابراہیم عادل شاہ کو حقیقت سے آگاہی ہوئی، ایک امیر کے ہمراہ پانچ ہزار سپاہی لیے تاکہ وہ سیف کی سرکشی کچل دیں۔

عادل شاہی لشکر اور صلابت خاں میں جنگ

شاہی امیر سپاہیوں کو ساتھ لے کر نہرمان کے ایک کنارے ہی پر آیا تھا کہ صلابت خاں نے عین الملک سے مشورہ کیے بغیر اس پر حملہ کر دیا۔ شاہی امیر اور اس کے متعلقین صلابت خاں کے وار نہ سہ سکے، لہٰذا میدان چھوڑ کر بھاگ گئے۔ اس طرح صلابت خاں کے ہاتھ گھوڑے اور شاہی ہاتھی لگ گئے۔ اس واقعہ نے سیف عین الملک کے حوصلے اور بڑھا دیے اب وہ خریف ہی نہیں ربیع کی فصل کا لگان بھی رعایا سے وصول کرتا اور خرچ کر لیتا۔

سیف الملک کی فتوحات

مقبوضہ علاقوں کے علاوہ سیف الملک نے کلر و مرج وغیرہ کے علاقے بھی اپنے قبضہ میں کر لیے۔ اس مرتبہ ابراہیم عادل شاہ نے دس ہزار سواروں اور پیادوں پر مشتمل ایک فوجی لشکر کی کمان دلاور خاں حبشی کے ہاتھ میں دی اور کافی آلات جنگ سے لیس کیا۔ یہی وہ دلاور خاں حبشی ہے جسے بعد میں وکیل السلطنت کے عہدے سے سرفراز کیا گیا تھا۔ صلابت خاں اور سیف عین الملک دونوں نے طے کیا کہ حوالی حسن آباد گلبرگہ کو جنگ کا میدان بنایا جائے۔ یہی ہوا اسی مقام پر ابراہیم عادل شاہ کی فوج نے بری طرح شکست کھائی۔ دلاور خاں حبشی جو بری طرح مجروح ہوا تھا، چار کوس تک پیچھا کیا گیا علاوہ ازیں عادل شاہی سپاہیوں کی کثیر تعداد موت کے گھاٹ اتار دی گئی، گھوڑوں اور ہاتھیوں کی خاصی تعداد ہاتھ آئی، آلات اور دیگر سامان جنگ بھی قبضہ میں آیا۔ غرض سیف الملک اور صلابت نے جتنی تکلیف اور پریشانیاں اور صعوبتیں برداشت کی تھیں۔ ان سب کا معاوضہ انہیں دشمنوں کے سامان مال و زر اور گھوڑوں اور ہاتھیوں کی شکل میں مل گیا۔ ابراہیم عادل شاہ کو از سرنو اپنی فوج تنظیم کرنی پڑی، انہیں اپنی عزت، دولت اور طاقت کو دوبارہ حاصل کرنے کے لیے مصروف کار ہونا پڑا۔ سیف عین الملک اور اس کے ساتھیوں کو دو اسپہ، سہ اسپہ توپ خانہ اور پانچ ہزار بہترین سوار ہاتھ لگے۔

ابراہیم عادل شاہ کا ارادۂ جنگ

اب کے ابراہیم عادل شاہ نے توپ خانہ بہت سے ہاتھی اور پچیس ہزار سواروں پر اپنا فوجی لشکر ترتیب دیا، بعد ازاں خود سیف عین الملک کی سرکشی کو کچلنے کے لیے نہرمان کے قریب خیمہ زن ہوا۔ یہاں پہنچ کر اسے سیف عین الملک کے ساتھیوں کا علم ہوا، جو قصبہ مان میں قیام پذیر تھے کسی دوسری جگہ کا ارادہ بھی نہیں کرتے تھے۔ بادشاہ کچھ عرصہ نہرمان کے قریب ٹھہرا سیف عین الملک جو بادشاہ سے آنکھیں نہیں ملانا چاہتا تھا بلکہ متمنی تھا کہ اپنے ساتھیوں کو مرتب کر کے فرار ہو جائے۔ ابراہیم عادل شاہ نے اس بات سے غلط اندازہ لگایا وہ سمجھا کہ سیف الملک مغلوب ہو گیا۔ ادھر سیف الملک نے جنگ کی تیاری شروع کی اور اپنے پہلے ارادہ کو بدل کر سپاہیوں کی ترتیب و تنظیم کے ذریعہ جنگ کا نعرہ لگاتا رہا۔ دشمنوں کے خیموں کے قریب جائے اور بغیر کسی لڑائی کیے پلٹ آئے۔ تین دن تک برابر یہ سلسلہ جاری رہا عادل شاہی سپاہی پورے پورے دن یونہی مسلح گھوڑوں پر سوار رہتے اور رات کو دن کی تکان سے چور قیام گاہوں کی طرف پلٹ آتے۔ چوتھے روز سیف عین الملک نے حسب معمول اپنے سپاہیوں کی صف آرائی کی اور دشمنوں کی جانب پیش قدمی شروع کی۔ ابراہیم

marfat.com

Marfat.com

عادل شاہ کے سپاہی اس روز بھی روزانہ کی طرح عین الملک کی چہل قدمی سمجھ بیٹھے' ہراول' فوج کو دشمن کے قریب آنے کی اطلاع دے رہے تھے۔ عین الملک کے حملہ کی پیشگوئی کر کے عادل شاہی لشکر کو ہوشیار کر رہے تھے' مگر ایک سپاہی نے بھی ان کی بات نہیں سنی اور نہ ہی مسلح ہوئے۔ تھوڑی ہی دیر بعد سیف عین الملک اور اس کے ساتھیوں کے حملے کا یقین عادل شاہی فوج کو آگیا۔ بادشاہ بغیر کسی فوجی ترتیب و تنظیم کے سیف الملک سے مقابلہ کرنے کے لیے میدان میں آگیا۔

ابراہیم عادل پر عین الملک کا حملہ

سیف عین الملک مقابلہ کرنے اور معرکہ آرائی کے خیال سے قدرے خوف زدہ ہوا۔ اس نے اپنے ساتھیوں سے اس سلسلے میں مشورہ کیا' ان لوگوں نے کہا۔ "جس لشکر کے ساتھ چتر شاہی ہو اس سے معرکہ آرائی نہ کرنی چاہیے۔" اس موقع پر مرتضیٰ خاں انجو نے (جو ایک باوقار سید تھا اور سیف عین الملک جس کا بہت عقیدت مند تھا) کہا۔ "چتر شاہی کوئی ایسی چیز تو ہے نہیں کہ جو جنگ میں حصہ لے کر دشمن کو تباہ و برباد کرے۔ ایسی بے جان چیز کا احترام کرنا بالکل بے معنی ہے۔" عین الملک کے لشکریوں نے اس کو فال نیک تصور کیا اور حریف سے لڑنے کے لیے تیار ہو گئے۔ عین الملک کے پانچ ہزار سوار ایک جگہ جمع ہوئے' انہوں نے عادل شاہی میمنہ اور میسرہ پر نگاہ دوڑائی۔ جس جگہ چتر شاہی موجود تھا' انہوں نے وہیں حملہ کر دیا' راقم الحروف مولف کتاب ہذا نے میرزا بیگ نامی ایک لشکری سے جو اس جنگ میں شریک تھا سنا ہے کہ عین الملک نے گھوڑا دوڑایا اور پانچ ہزار سپاہیوں کو ساتھ لے کر ابراہیم عادل شاہ کے لشکر پر حملہ کر دیا۔ عادل شاہی فوج کے سپاہی اس حملہ سے حواس باختہ ہو گئے۔ اور بغیر کچھ سوچے سمجھے میدان جنگ سے فرار ہونے لگے۔

عادل شاہی شہروں پر عین الملک کا قبضہ

ابراہیم عادل شاہ بیجاپور پہنچا اور وہاں قلعہ بند ہو گیا۔ اس کے شاہی چتر' ہاتھی' توپ خانہ اور تمام شاہی ساز و سامان پر عین الملک کا قبضہ ہو گیا۔ عادل شاہی حکومت میں سخت انتشار ہوا۔ عین الملک نے تودہ میں' جو بیجاپور سے دو کوس کے فاصلے پر ہے قیام کر کے ابراہیم عادل کے اکثر شہروں پر قبضہ کر لیا۔ عین الملک کے لشکری روزانہ شہر کے باہر جاتے اور لوگوں کو طرح طرح کی تکالیف پہنچاتے۔ یہ لشکری غلے اور چارے پر قبضہ کر لیتے اور اسے شہر میں نہ جانے دیتے۔

رام راج کی مدد

ابراہیم عادل شاہ نے مجبور ہو کر رام راج کی طرف امید وارانہ نگاہوں سے دیکھا تاکہ دشمن کی چیرہ دستیوں سے اپنے آپ کو محفوظ رکھ سکے۔ اس نے سات لاکھ ہون رام راج کے پاس بھیجے۔ رام راج نے اپنے بھائی تنکناوری کی نگرانی میں ایک لشکر جرار کو ابراہیم عادل شاہ کی مدد کے لیے روانہ کیا۔ سیف عین الملک نے اسد خاں لاری کی تقلید میں بیجاپور پر شب خون مارنے کا ارادہ کیا۔ تنکناوری کو اس ارادے کی اطلاع ہو گئی' اس نے اپنے لشکر کے ہر فرد کو احتیاط اور دور اندیشی سے کام لینے کی تلقین کی۔

شب خون

تنکناوری نے ہر لشکری کو حکم دیا کہ ڈھائی گز لمبی لکڑ پر کپڑا لپیٹ کر رکھے اور اسے تیل سے بھگوئے۔ جب شور و غوغا بلند ہو تو اس وقت تمام مشعلیں روشن کر دی جائیں۔ سیف عین الملک کو اس امر کی بالکل اطلاع نہ ہوئی۔ اس نے اپنے لشکر سے دو ہزار چیدہ سپاہیوں کو ہمراہ لیا اور صلابت خاں کے ساتھ شب خون مارنے کی تیاری کرنے لگا۔ بیجانگر کی فوج بیجاپور سے تین کوس کے فاصلہ پر پہنچی اور عین الملک نے شب خون مارا۔ جب وہ آہستہ آہستہ دشمن کے لشکر کے درمیان پہنچا تو تمام لشکریوں نے پہلے سے سوچی ہوئی تجویز کے مطابق مشعلیں روشن کر دیں اور رات کو دن بنا دیا۔

marfat.com
Marfat.com

سیف الملک کی پریشانی

بیجانگر کے سپاہیوں نے دشمن کو چاروں طرف سے گھیر کر حملہ کر دیا اور پتھر لکڑی تیر و تفنگ وغیرہ سے کام لے کر کچھ ہی دیر میں دشمن کے ان گنت سپاہیوں کو موت سے ہم کنار کر دیا۔ سیف عین الملک اور صلابت خاں بہت پریشان ہوئے وہ بڑی مشکلوں سے اس مصیبت سے نکلے اور سر پر پاؤں رکھ کر بھاگے۔ اس افراتفری کے عالم میں وہ اپنی لشکر گاہ کا راستہ بھول گئے اور ایک دوسری طرف جا نکلے۔ عین الملک کے لشکر کے باقی ماندہ سپاہیوں کا بھی یہی حشر ہوا اور وہ راستہ بھول کر ادھر ادھر بکھر گئے۔

عین الملک کا فرار

جب تین پہر رات گزر گئی اور عین الملک کی کوئی خبر نہ ملی تو اس کے مارے جانے کی خبر مشہور ہو گئی۔ اس کے تمام لشکری بڑے پریشان ہوئے اور مایوس ہو کر ادھر ادھر چلے گئے۔ جب صبح ہوئی تو عین الملک اپنی لشکر گاہ میں پہنچا لیکن وہاں کیا رکھا تھا؟ تمام لشکری جا چکے تھے' مجبوراً عین الملک نے راہ فرار اختیار کی اور مان کے راستے سے نظام شاہی ملک کی طرف روانہ ہو گیا۔ اس کے ساتھ دو سو سپاہی تھے جو کسی نہ کسی طرح اس سے آ ملے تھے' عین الملک کے تفصیلی حالات' نظام شاہی واقعات کے ساتھ بیان کیے جائیں گے۔

ابراہیم عادل شاہ کی بیماری

اس زمانے میں ابراہیم عادل شاہ مختلف بیماریوں میں مبتلا ہوا۔ بواسیر' انتڑیوں کی خرابی اور دوران سر جیسے امراض اسے لاحق ہوئے۔ بادشاہ نے بہت علاج معالجہ کیا لیکن کوئی نتیجہ برآمد نہ ہوا' مایوس ہو کر اس نے اپنے قابل طبیبوں اور حکیموں کو قتل کروا دیا۔ نوبت یہاں تک پہنچی کہ بیجاپور کے تمام طبیب جلا وطن ہو گئے اور دوا فروشوں نے اپنی دکانیں بڑھا دیں۔

انتقال

ابراہیم عادل شاہ متواتر دو سال تک بیمار رہا۔ اس کی صحت کی دیوار آہستہ آہستہ گرتی چلی گئی اور آخرکار ۹۵۶ھ میں اس نے سفر آخرت اختیار کیا۔ اسے قصبہ کوکی میں شیخ حبیب حیدر پہلوی کے احاطے میں اس کے باپ اور دادا کے پہلو میں دفن کیا گیا۔

اولاد

ابراہیم کی اولاد کچھ زیادہ نہ تھی اس نے صرف دو لڑکے اور دو لڑکیاں اپنی یادگار چھوڑیں۔ بیٹوں کے نام شہزادہ علی اور شہزادہ طہماسپ تھے۔ علی باپ کا جانشین ہوا' اور طہماسپ مشہور عادل شاہی فرماں روا ابراہیم عادل شاہ ثانی کا باپ ہے۔ بیٹیوں کے نام بانی بی بی اور ہدیہ سلطانہ تھے اول الذکر کی شادی علی برید سے ہوئی اور دوسری مرتضیٰ نظام شاہ سے بیاہی گئی۔

ابراہیم عادل شاہ نے چوبیس سال سے کچھ زیادہ عرصے تک حکومت کی۔

marfat.com
Marfat.com

ابوالمظفر علی عادل شاہ بن ابراہیم عادل شاہ

شوخی طبیعت

مورخین کا بیان ہے کہ علی عادل شاہ بچپن ہی کے زمانے سے ذہین و فہیم تھا اس کی طبیعت میں شوخی اور تیزی کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی تھی۔ جب وہ سن شعور کو پہنچا تو ایک روز اس کے باپ ابراہیم عادل شاہ نے ایک مجلس میں اس بات پر خداوند تعالیٰ کا شکر ادا کیا کہ خدا نے مجھے اتنی توفیق دی کہ میں نے باپ اداد کے مذہب کو ترک کر کے حضرت امام اعظمؒ کا مذہب حق اختیار کیا۔ اور شیعہ مذہب کی تمام رسوم کو اس طرح مٹایا کہ اب ان کا نام و نشان تک بھی باقی نہیں رہا۔

مذہبی رجحان

علی عادل شاہ بھی اس مجلس میں موجود تھا باپ کی بات سن کر اس کی چلبلی طبیعت باز نہ رہ سکی اس نے فوراً کہا "اگر اسلاف کا مذہب ترک کرنا اچھا ہے۔ تو پھر تمام بیٹوں کو ایسا ہی کرنا چاہیے۔" ابراہیم کو شہزادے کے اس جواب پر بہت غصہ آیا۔ اور پوچھا "تمہارا مذہب کیا ہے؟" علی نے جواب دیا۔ "اس وقت تو میرا وہی مذہب ہے جو آپ کا اس کے بعد خدا ہی جانے کیا صورت پیش آئے۔" ابراہیم نے اس گفتگو سے یہ نتیجہ نکالا کہ علی مذہب شیعہ رکھتا ہے اور اس کا یہ اعتقاد اس کے استاد خواجہ عنایت اللہ شیرازی کی تعلیم کا اثر ہے۔ ابراہیم نے علماء سے فتویٰ لے کر خواجہ شیرازی کو قتل کروا دیا۔

شہزادہ علی جب جوان ہوا تو اس وقت ملا فتح اللہ شیرازی المعروف "بنجار" اس کا استاد تھا۔ اتفاق سے فتح اللہ امامیہ مذہب کا پیرو تھا لیکن وقتی مصلحتوں کے پیش نظر حنفی المذہب بن گیا تھا۔ اس وجہ سے علی عادل شیرازی کو بہت پسند کرتا تھا اور اس کی بے انتہا عزت کرتا تھا۔

ابراہیم عادل شاہ کے خلاف سازش

اتفاق کی بات کہ اسی زمانے میں ابراہیم عادل شاہ کے ملازموں کے ایک گروہ نے اپنے آقا کے خلاف خفیہ طور پر سازش کی اور چاشنی گیر کے ذریعہ ابراہیم کو زہر کھلانے اور اس کی جگہ اس کے بھائی شہزادہ عبداللہ کو تخت پر بٹھا کر شیعہ مذہب کو رواج دینے کا ارادہ کیا۔ چاشنی گیر پکا سنی المذہب تھا اس نے اس سازش میں شرکت نہ کی۔ ابراہیم کو اس سازش کی اطلاع ہو گئی اس نے تمام مجرموں کو مناسب سزائیں دیں۔

شہزادہ عبداللہ کا فرار

ابراہیم عادل شاہ کو یہ اچھی طرح معلوم تھا کہ اس کا بھائی شہزادہ عبداللہ بالکل بے گناہ ہے، لیکن پھر بھی وہ اس کی طرف سے بدگمان رہا۔ عبداللہ نے اس بدگمانی کو اپنے لیے ایک بہت بڑا خطرہ سمجھا ایک بار جب کہ ابراہیم قلعہ پنالہ کی سیر و تفریح میں مشغول تھا عبداللہ ایک بہت بڑی رقم لے کر بندر کووہ کی طرف فرار ہو گیا۔

احتیاطی تدابیر

یہ علی عادل شاہ کی جوانی کے آغاز کا زمانہ تھا ابراہیم کو اس کی طرف سے بھی کچھ بدگمانی ہوئی لہٰذا اسے مع اس کے استاد کے قلعہ مرج میں بھیج دیا۔ بادشاہ نے قلعہ کے نگران سکندر خاں کو یہ ہدایت کہ وہ شہزادہ کی پوری طرح حفاظت کرے اور اسے شیعوں سے ملنے جلنے نہ دے۔ حسن اتفاق سے سکندر خاں اور اس کا داماد کامل خاں دکنی (جو اسمٰعیل عادل شاہ کا پروردہ تھا) دونوں ہی شیعہ مذہب کے پیرو تھے۔ ان

marfat.com
Marfat.com

دونوں نے علی عادل کی بہت خدمت کی اور اس کو ہر ممکن طریقے سے خوش رکھنے کی کوشش کرنے لگے۔

علی عادل کی شیعیت پسندی

جس زمانے میں ابراہیم عادل شاہ بیمار ہوا اور سب لوگوں پر یہ واضح ہو گیا کہ یہ مرض بادشاہ کی جان لیے بغیر نہ چھوڑے گا اس زمانے میں علی عادل شاہ نماز کے وقت خود منبر پر جاتا اور شیعوں کے عقیدے کے مطابق اذان دیتا۔ جب کبھی کسی وجہ سے شہزادہ خود منبر پر نہ جاتا تو وہ کامل خاں کو اس کام پر مقرر کرتا کہ وہ شیعہ مذہب کے مطابق اذان دے۔

شہزادہ طہماسپ کی شیعیت

ابراہیم عادل شاہ کو بیماری کے زمانے ہی میں ان واقعات کا علم ہوا۔ شہزادہ علی کی طرف سے اس کا دل مکدر ہو گیا اور اس نے شہزادہ طہماسپ کو اپنا جانشین بنانے کا فیصلہ کر لیا' لیکن ابراہیم کو یہ اطلاع بھی ملی کہ طہماسپ بھی اپنے بھائی علی کی طرح شیعہ مذہب کا قائل ہے۔ یہ جان کر اسے اور بھی صدمہ ہوا اور بے حد رنجیدگی کے عالم میں اس کی زبان سے نکلا۔ "میں جان بوجھ کر ایک شیعہ کے ہاتھ میں خلق خدا کی باگ کس طرح دے سکتا ہوں۔"

علی عادل شاہ کی تخت نشینی کی تیاریاں

ابراہیم عادل شاہ نے علی کی طرح طہماسپ کو بھی نلگوان کے قلعے میں قید کر دیا۔ اور امور سلطنت کو خدا پر چھوڑ دیا' جب ابراہیم کی زندگی کی کوئی امید نہ رہی تو معتبر اور دانش مند اراکین سلطنت نے محمد کشور خاں کو جو بعض پرگنوں کا لگان وصول کرتا تھا کثیر رقم کے ساتھ علی عادل کے پاس روانہ کیا کشور نے قلعہ مرچ کے قلعہ دار سکندر خاں کو لکھا۔ "ابراہیم عادل شاہ کی زندگی اب آخری منزل پر آ گئی ہے اور آج کل ہی میں اس کا خاتمہ ہونے والا ہے۔ اس بات کا خطرہ ہے کہ بادشاہ نے خانگی ملازم اور قلعہ نلگوان کے آس پاس کے جاگیردار شہزادے طہماسپ سے ساز باز کر کے کوئی ہنگامہ بپا نہ کریں' بہتر یہی ہے کہ علی عادل شاہ کو چتر شاہی کے ساتھ روانہ کر دیا جائے۔ تاکہ وہ قلعہ مرچ میں قیام کرے اور وہاں کے لوگ اس کے ارد گرد جمع ہو جائیں۔ جب ابراہیم عادل شاہ کا انتقال ہو جائے تو شہزادہ شاہی تزک و احتشام کے ساتھ پایہ تخت کی طرف روانہ ہو جائے۔

علی عادل شاہ کی قلعہ مرچ سے روانگی

سکندر خاں کو کشور خاں کا یہ مشورہ بہت پسند آیا۔ اس نے شہزادہ علی کو اپنے داماد کامل خاں دکنی کے ساتھ مع تمام لوازم شاہی کے قلعہ سے روانہ کر دیا۔ کشور خاں جلد از جلد شہزادہ علی کی خدمت میں پہنچا اور وہ روپیہ جو وہ اپنے ساتھ لایا تھا اسے شہزادے کے حوالے کر دیا۔ علی عادل نے کشور خاں کو سپہ سالاری کے عہدے پر فائز کیا۔ کشور بڑی احتیاط اور دانش مندی سے لوگوں کو شہزادے کے گرد جمع کرنے میں مصروف ہو گیا۔

لشکروں کی آمد

علی عادل نے کمال خاں دکنی کو امیر الامراء کے عہد پر سرفراز کیا۔ علی عادل کی روانگی کی خبر ملک میں چاروں طرف پھیل گئی اور اطراف و نواح کے لشکر یکے بعد دیگرے علی عادل کے گرد جمع ہونے لگے۔ پایہ تخت سے بھی مجلسی اور خاصہ خیل وغیرہ کے ان گنت سپاہی علی عادل کی خدمت میں پہنچ گئے۔ اسی دوران میں ابراہیم عادل شاہ نے داعی اجل کو لبیک کہا اور علی عادل شاہ جلد از جلد بیجاپور پہنچا۔

علی عادل شاہ کی تخت نشینی

علی عادل شاہ کے بیجاپور پہنچتے ہی تمام امراء اور اراکین دولت جلد از جلد اس کی خدمت میں حاضر ہوئے اور اس پر سے صدقے

marfat.com

Marfat.com

اتارے گئے۔ کشور خاں کے باغ میں جو بیجاپور سے ایک کوس کے فاصلے پر ہے' علی عادل کی تاجپوشی کی رسم عمل میں آئی۔ شہر کے باشندوں' سیدوں اور قاضیوں وغیرہ نے بادشاہ کی خدمت میں حاضر ہو کر مبارک باد پیش کی۔

قصبہ شاہ پور کی بناء

علی عادل نجومیوں کی مقرر کردہ مبارک گھڑی میں بیجاپور میں داخل ہوا اور تخت حکومت پر جلوہ افروز ہوا۔ شہر کے باہر جس جگہ علی عادل کی تاج پوشی کی رسم عمل میں آئی تھی' وہاں اس نے قصبہ آباد کیا اور اس کا نام "شاہ پور" رکھا۔ علی نے مذہب کے معاملہ میں اپنے اجداد یوسف عادل شاہ اور اسمٰعیل عادل شاہ کی تقلید کی اور تخت نشینی کے روز بارہ اماموں کے اسمائے گرامی کا خطبہ پڑھا' مسجدوں میں جو اذانیں دی جاتی تھیں ان میں "علی ولی اللہ" کے الفاظ کا اضافہ کیا۔

علماء اور فضلاء کی عزت افزائی

علی عادل شاہ نے ایرانیوں کو وظائف دے کر انہیں حکم دیا کہ مسجدوں اور بازاروں میں بغیر کسی اندیشے اور روک ٹوک کے اپنا کام جاری رکھیں۔ عالموں اور فاضلوں وغیرہ کی بہت قدر دانی کی اور انہیں اعلیٰ عہدوں سے نوازا۔ اس نے قابل اور اعلیٰ صلاحیتوں کے لوگوں کو اپنے دربار میں جمع کرنے کی طرف بہت توجہ کی۔ اس طرز عمل کا یہ نتیجہ ہوا کہ بہت ہی جلد بیجاپور میں ایران و توران اور دیگر ممالک کے اعلیٰ لوگ بہت بڑی تعداد میں آ کر جمع ہو گئے اور شہر جنت کا نمونہ بن گیا۔

سخاوت

علی عادل کو جو خزانہ ترکے میں ملا تھا اس میں ڈیڑھ کروڑ ہون تھے۔ اس نے یہ تمام رقم کچھ ہی عرصہ میں لوگوں میں تقسیم کر دی۔ علی عادل کی سخاوت اور دریا دلی کا یہ عالم تھا کہ اس کے خوان نعمت سے ہر چھوٹا بڑا اور امیر و غریب فیض یاب ہوتا تھا۔ اہل شہر کی ما ضروریات کو اس نے بہ حسن و خوبی پورا کیا کوئی حاجت مند کہیں نظر نہیں آتا تھا۔

عدل و انصاف اور وسعت سلطنت

اس دور سعید میں ظلم و ستم کا نشان تک نہ رہا۔ چاروں طرف عدل و انصاف کا ڈنکا بجنے لگا۔ علی نے رعایا کے دل کو اس طرح قابو میں کیا کہ ممالک مقبوضہ کے محاصل پہلے سے کہیں زیادہ ہو گئے۔ علی جنگ و جدل کے بہت خلاف تھا' وہ اس قسم کی حرکتوں کو انسان اور انسانیت کی تباہی کا سبب سمجھتا تھا' اس نے کبھی کسی سے لڑنا مناسب نہ سمجھا اور دکن کے فرماں رواؤں اور رعایا کے ساتھ ہمیشہ اچھا سلوک کیا۔ اس نے بڑی خوش اسلوبی سے رائچور' ورنگل' مدگل' کلیانی' شولاپور' ادونی' دھارور اور چندر کونی کے قلعے مع پرگنات کے اپنے قبضے میں کر لیے۔ ان قلعوں پر قبضہ کرنے کے لیے اس نے کسی سے جنگ نہ کی اور نہ ہی کوئی ہنگامہ و شورش بپا ہوئی یہ سب اس کے حسن سیاست کا فیض تھا' واضح رہے کہ علی عادل سے پہلے یہ قلعے کسی مسلمان بادشاہ سے فتح نہ ہوئے تھے۔

علم و فن سے دلچسپی

علی عادل نے اپنے استاد سے کافیہ' متوسط اور علم کلام کی چند کتابیں پڑھیں۔ دیگر علوم میں بھی اس نے کافی مہارت حاصل کی۔ خوش نویسی سے بھی اسے طبعی لگاؤ تھا۔ خط ثلث' نسخ اور رقاع میں وہ بہت اچھی طرح لکھتا تھا' اپنے کتبوں کے نیچے اپنا نام وہ اس طرح لکھتا تھا "کتبہ علی صوفی قلندر" علی عادل طبعاً درویش صفت' صوفی منش' صاحب ذوق اور خوش نظر تھا۔

عشق پیشگی

اسے عشق و محبت سے بھی گہری دلچسپی تھی اہل علم کے ساتھ ساتھ اس کی محفل میں حسینان دلربا اور پری وشان قیامت انداز کا جمگھٹا

marfat.com

Marfat.com

بھی رہتا تھا۔ اس کو یہ شعر بہت پسند تھا اور اکثر پڑھتا رہتا تھا؛

مائیم و ہمیں زمزمہ عشق فضائی
پیداست کہ دیگر بچہ خورسند تو آں بود

رام راج سے دوستی

تخت نشینی کے پہلے ہی سال علی عادل شاہ کی خواہش تھی کہ شولا پور اور کلیان کے قلعوں کو نظام شاہی عاملوں سے آزاد کروا لے۔ علی نے رام راج کے پاس کشور خاں اور شاہ ابو تراب شیرازی کو اپنا سفیر بنا کر بھیجا اور اس سے دوستانہ مراسم پیدا کیے۔ محمد حسین اصفہانی کو احمد نگر روانہ کر کے وہاں کے فرمانروا سے اچھے مراسم پیدا کرنے کی کوشش کی۔ رام راج نے علی عادل شاہ کے سفیروں کی بہت آؤ بھگت کی۔ اور جب یہ سفیر واپس ہوئے تو ان کے ساتھ اپنے ایک معتبر شخص کو بھیجا تاکہ وہ اس کی طرف سے علی عادل شاہ کو تخت نشینی کی مبارک باد پیش کرے۔

حسین نظام شاہ کی ناراضگی

حسین نظام شاہ نے علی عادل شاہ کے سفیر محمد حسین اصفہانی سے اچھا برتاؤ نہ کیا' نہ تو اسے خوش آمدید ہی کیا اور نہ ہی اس کی آؤ بھگت کی نیز اس نے علی عادل کو تخت نشینی کی مبارک باد دینے کے لیے اپنا کوئی آدمی بھی نہ بھیجا۔ اس نے رام راج اور علی عادل کے مراسم کی خوشگواری کو پسند نہ کیا اور اس معاملے میں ناراضگی اور رنجیدگی کا اظہار کیا۔

رام راج کے بیٹے کی وفات اور علی عادل شاہ کی تعزیت

علی عادل شاہ نے اس امر کی پوری کوشش کی کہ اس کے باپ کے عہد حکومت میں جو بدعنوانیاں ہوئی تھیں ان کا مناسب طریقے پر تدارک کیا جائے۔ علی نے رام راج سے دوستانہ مراسم میں بڑی وسیع القلبی سے کام لیا۔ جب رام راج کا ایک چہیتا بیٹا فوت ہوا تو علی عادل نے کشور خاں کی رائے پر عمل کیا اور جرات و دلیری سے کام لے کر سو سواروں کے ساتھ جن میں کشور خاں بھی شامل تھا تعزیت کے لیے بیجانگر روانہ ہوا۔ رام راج کے دربار میں پہنچ کر علی عادل نے راجہ سے اس کے بیٹے کی موت پر اظہار افسوس کیا۔ رام راج کے بدن سے ماتمی لباس اتارا اور وہ لباس جو علی اپنے ہمراہ لے گیا اسے پہنا دیا۔

رام راج کی بدتہذیبی

رام راج کی بیوی جو اجیرائے کی نسل سے تھی' اس نے علی عادل سے پردہ نہیں کیا اور اسے اپنا منہ بولا بیٹا کہا۔ رام راج نے تین دن تک علی عادل کی مہمان داری کی اور اس کی مدد کا وعدہ کیا۔ جب علی عادل رخصت ہونے لگا تو راجہ نے بڑی بدتہذیبی کا مظاہرہ کیا اور اس کے ساتھ چند قدم چلنے کی زحمت گوارا نہ کی۔ یہ کام اپنے بھائیوں اور عزیزوں کے سپرد کیا' علی عادل کو یہ بات بہت بری معلوم ہوئی' اس نے رام راج سے بدلہ لینے کا ارادہ کر لیا' لیکن مصلحتاً اس وقت خاموش ہو رہا اور کسی مناسب موقع کا منتظر رہا۔

حسین نظام شاہ کے نام علی عادل کا پیغام

۹۷۲ھ میں علی عادل شاہ بیجاپور واپس آیا اور حسین نظام شاہ کو پیغام بھیجا۔ "یہ بات سبھی جانتے ہیں کہ کلیان اور شولا پور کے قلعے عادل شاہی خاندان سے متعلق ہیں۔ یہ اتفاق کی بات ہے کہ ابراہیم عادل شاہ کے عہد حکومت میں سلطنت میں خرابی پیدا ہوئی۔ اور یہ قلعے نظام شاہیوں کے قبضے میں آ گئے' اگر آپ نظام شاہی اور عادل شاہی خاندانوں میں دوستی اور اچھے مراسم کے خواہاں ہیں تو یہ دونوں قلعے مجھے واپس کر دیجئے۔ اگر دونوں قلعوں کی واپسی ممکن نہ ہو تو صرف کلیان کا قلعہ ہی واپس کر دیں بے حد ممنون ہوں گا۔"

marfat.com

Marfat.com

کلیان اور شولاپور کے قلعوں کی واپسی کا مطالبہ

شاہ حسین انجو نے جو حسین نظام شاہ کا مصاحب تھا۔ اس بات کی بہت کوشش کی کہ کلیان کا قلعہ ابراہیم عادل شاہ کو واپس کر دیا جائے۔ لیکن اس کی بات نہ مانی گئی' یہ معاملہ طول کھینچتا گیا' نوبت یہاں تک پہنچی کہ عادل شاہ نے سید علی نامی ایک شخص کو قاصد بنا کر حسین نظام شاہ کے پاس بھیجا اور اس مضمون کا ایک خط لکھا:

ایسے اہم اور ضروری امور میں جنگ یا غفلت سے کام لینا کسی طرح بھی مناسب نہیں ہے۔ اگر آپ عاقبت اندیشی اور انجام بینی کو مدنظر رکھ کر یہ دونوں قلعے مجھے واپس کر دیں تو ہم میں خوشگوار دوستانہ مراسم پیدا ہو جائیں گے۔ بصورت دیگر آپ یقین کیجئے' کہ میرا لشکر آپ کی رعایا اور آپ کے ملک کا برا حال کر دے گا اور ایک فتنہ عظیم پیدا ہو جائے گا۔"

حسین نظام شاہ اور علی عادل شاہ کی ناچاقی

حسین نظام شاہ یہ خط پڑھ کر بہت غصے میں آیا اور اس نے علی عادل کے بارے میں ایسی باتیں زبان سے نکالیں کہ جن کا بیان کرنا تہذیب و متانت کے منافی ہے۔ یہ جواب پا کر علی عادل کو بھی بہت تاؤ آیا' اس نے اپنے جھنڈے کا رنگ بدل دیا پہلے زرد تھا اب نظام شاہیوں کی طرح سبز رنگ اختیار کر لیا۔ اور حسین نظام شاہ کو یہ پیغام دیا "اگر تم میں ہمت ہے تو اپنا نشان مجھ سے چھین لو۔"

علی عادل شاہ کا عزم احمد نگر

بات یہ ہے کہ دکن میں یہ رسم ہے کہ ایک فرمان روا کا نشان دوسرا اختیار نہیں کر سکتا اور جو ایسا کرتا ہے اس کا مقصد فتنہ و فساد برپا کرنا ہوتا ہے۔ حسین نظام شاہ علی عادل شاہ کی اس کارروائی سے بہت پریشان ہوا اور جنگ کرنے کے لیے لشکر جمع کرنے لگا۔ علی عادل شاہ نے ۹۷۶ھ میں رام راج کو مدد کے لیے طلب کیا اور اس کے ہمراہ احمد نگر کی طرف روانہ ہوا۔

فتنہ و فساد

پرندہ سے جنیر تک اور احمد نگر سے دولت آباد تک تباہی و بربادی کا بازار گرم ہو گیا۔ بیجانگر کے ہندو ایک عرصے سے ایسے موقع کی تلاش میں تھے' خوب جی کھول کر ظلم و ستم کیے اور اس شہر کے لوگوں کی خوشیوں کو مٹی میں ملا دیا۔ ان لوگوں نے مسجدوں اور قرآنوں تک کو نذر آتش کر دیا۔ حسین نظام شاہ کو اس فتنے کو فرو کرنے کی ہمت نہ ہوئی۔ اس نے قاسم بیگ حکیم شاہ جعفر اور دیگر امراء سے مشورہ کرنے کے بعد قلعہ کلیان علی عادل شاہ کے حوالے کر دیا۔ جنگ ملتوی ہو گئی اور رام راج اور علی عادل اپنے اپنے ملک کو واپس آ گئے۔

حسین نظام شاہ پر لشکر کشی

حسین نظام شاہ نے بی بی جمال کی شادی قطب شاہ کے ساتھ کر دی۔ علی عادل شاہ نے یہ خبر سن کر محمد کشور خاں اور شاہ ابو تراب شیرازی کو بیجانگر بھیجا اور رام راج سے مدد طلب کی۔ رام راج فوراً پچاس ہزار سواروں اور دو لاکھ پیادوں کا لشکر جرار لے کر بیجاپور کی طرف روانہ ہوئے۔

قطب شاہ کا فرار

قطب شاہ نے بڑی ہمت و مردانگی سے کام لیا اور نظام حسین شاہ سے قول و قرار کے باوجود اس کے لشکر سے آدھی رات کے وقت بھاگ نکلا۔ اور علی عادل سے آ ملا جب صلح ہوئی تو حسین نظام شاہ قطب شاہ کو اپنے لشکر میں نہ پا کر بہت حیران و پریشان ہوا۔ اب اس نے زیادہ دیر اس مقام پر ٹھہرنا مناسب نہ سمجھا اور جلد از جلد احمد نگر کی طرف روانہ ہو گیا۔

marfat.com

Marfat.com

احمد نگر کا محاصرہ

علی عادل شاہ نے حسین نظام شاہ کا تعاقب کیا اور ملک کو تباہ و برباد کرتا ہوا احمد نگر کے قریب پہنچ گیا۔ حسین نظام شاہ نے پایہ تخت اور قلعے کو مضبوط و مستحکم کیا اور خود جنیر کی طرف روانہ ہو گیا۔ علی عادل شاہ نے احمد نگر کا محاصرہ کر لیا اور اپنے کئی امراء کو شہر کے اطراف میں روانہ کیا ان امراء نے آس پاس کے تمام دیہاتوں کو تہس نہس کر دیا اور کہیں آبادی و خوشحالی کا نام و نشان نہ رہا۔

قتل و غارت گری

بیجانگر کے ہندوؤں نے بھی کچھ کم ظلم نہ ڈھائے انہوں نے آبادی کو قتل کیا عمارتوں کو آگ لگا دی' مسجدوں میں گھس کر ان کی بے حرمتی کی انہیں اصطبلوں میں تبدیل کر دیا' مسجدوں کی چھتیں اور دیگر اشیاء جو لکڑی کی بنی ہوئی تھیں انہیں نذر آتش کر دیا اسی دوران میں بارش ہو گئی۔ راستے کیچڑ اور دلدل سے بھر گئے اس وجہ سے غلے کے آنے میں تاخیر ہو گئی۔ لشکر میں غلہ ضروریات کے مطابق موجود نہ رہا۔ قطب شاہ چوری چھپے حسین نظام شاہ کی طرف داری کرتا تھا۔ وہ غلہ اور ضروریات کا دیگر سامان اہل قلعہ کو پہنچا دیتا تھا اور اہل قلعہ کے حوصلوں کو پست نہ ہونے دیتا تھا۔

کشور خاں کا مشورہ

علی عادل شاہ نے ان تمام باتوں کو اچھی طرح سمجھ لیا اس نے رام راج کو بھی متعدد خطروں سے آگاہ کیا۔ ان دونوں فرماں رواؤں نے باہمی مشورے کے بعد یہاں سے کوچ کرنا ہی مناسب سمجھا۔ علی عادل شاہ اور رام راج یہاں سے روانہ ہوئے ابھی دونوں نے سفر کی پانچ چھ منزلیں ہی طے کی تھیں کہ کشور خاں نے علی عادل سے علیحدگی میں کہا۔ "یہ قوت شولا پور کے قلعے کے محاصرے کے لیے مناسب نہیں ہے۔ اگر اب قلعہ فتح ہو گیا تو رام راج قلعے پر قابض ہونے کی خواہش کرے گا ایسے عالم میں تم کچھ نہ کر سکو گے۔ رام راج قلعہ شولا پور کو حاصل کرنے کے بعد دوسرے علاقوں کو بھی لالچ کی نظر سے دیکھے گا۔ اس وقت ہمیں قلعہ شولا پور کی فتح کا خیال ترک کر دینا چاہیے۔ اور رام راج کی مدد سے نلدرک میں ایک الگ قلعہ تعمیر کرنا چاہیے۔ اور پھر رفتہ رفتہ اس قلعہ کی وجہ سے شولا پور کو تسخیر کر لینا چاہیے۔

قلعہ شاہ درک کی تعمیر

علی عادل شاہ نے کشور خاں کے اس مشورے کو بہت پسند کیا اس نے رام راج کو نلدرک کی طرف چلنے پر مجبور کیا' اور یہ دونوں فرمانروا وہاں جا پہنچے۔ نلدرک میں پرانے زمانے میں مندو کے راجہ نل نے اپنے بیٹے کے لیے جس جگہ محل بنوایا تھا وہ جگہ قلعہ کی تعمیر کے لیے منتخب کی گئی۔ اس جگہ قدیم محل کے آثار اس وقت تک باقی تھے' موسم برسات ہی میں اس قلعے کی دیواریں اینٹ اور پتھر سے بنائی گئیں اور اس کا نام "قلعہ شاہ درک" رکھا گیا۔ اس قلعے کی تعمیر کے بعد تینوں فرماں روا رام راج' قطب شاہ اور علی عادل شاہ اپنے اپنے ملک کو روانہ ہو گئے' علی عادل بیجاپور واپس آیا۔

رام راج کی عاقبت نااندیشی

اسی سال رام راج نے بہت عاقبت نااندیشی سے کام لے کر چند ایسی باتیں کیں جن کی وجہ سے علی عادل شاہ کا دل اس کی طرف سے بدظن ہو گیا۔ رام راج کے برے اعمال اس کی سلطنت کی تباہی کا باعث ہوئے اور اسے اپنے گناہوں کی بہت بڑی سزا ملی۔ تھوڑے ہی عرصہ میں رام راج اور اس کے ہم مذہبوں کی حالت دگرگوں ہو گئی اور ان کے خون سے زمین سرخ ہو گئی اس اجمال کی تفصیل ذیل کی سطور میں پیش کی جاتی ہے۔

marfat.com

Marfat.com

معاہدے کی خلاف ورزی

پہلی مرتبہ جب علی عادل شاہ' حسین نظام شاہ کی ہنگامہ آرائیوں سے پریشان ہوا تو اس نے رام راج سے مدد طلب کی تھی۔ علی عادل اور رام راج میں یہ معاہدہ ہوا تھا کہ بیجانگر کے ہندو اپنی پرانی دشمنی کی وجہ سے مسلمانوں کو کسی قسم کا کوئی نقصان نہ پہنچائیں گے۔ رعایا کے جان و مال پر دست درازی نہ کریں گے اور مسلمانوں کی عزت پر کوئی حملہ نہ کریں گے' لیکن ہندوؤں نے اس وعدہ کو فراموش کر کے احمد نگر میں مسلمانوں پر ہر طرح کے مظالم ڈھائے قتل کیا' مال و اسباب کو لوٹا اور جیسا کہ اوپر بیان کیا گیا ہے' مسجدوں کی بے حرمتی کی' علی عادل شاہ یہ سب کچھ دیکھ سن کر بہت رنجیدہ ہوا' لیکن اس وقت کچھ نہ بولا کیونکہ اس موقع پر خاموش رہنا ہی بہتر تھا۔

رام راج کا تعصب اور غرور

اس سفر سے واپسی کے بعد رام راج کا غرور اور تعصب اپنے کمال کا پہنچ گیا۔ وہ مذہب اسلام سے سخت نفرت کرنے لگا۔ اس کے تعصب کا یہ عالم ہوا کہ وہ اپنے دربار میں کسی مسلمان سفیر کو داخل نہیں ہونے دیتا تھا۔ اگر کبھی وہ کسی مسلمان سفیر کو اپنے دربار میں آنے کی اجازت دیتا تو پھر اس کو کھڑا رکھتا تھا۔ اس بے چارے کو بیٹھنے کی اجازت نہ ہوتی تھی' سواری کے وقت مسلمان سفیروں کو وہ اپنے ساتھ بہت دور تک دوڑاتا تھا اور کافی دیر کے بعد ان کو سوار ہونے کی اجازت دیتا تھا۔

دوسری بات یہ تھی کہ جب رام راج' علی عادل شاہ کے ساتھ احمد نگر سے نلدرک کی طرف روانہ ہوا تو اس وقت ہندو لشکری مسلمانوں کا مذاق اڑاتے اور ان کی طرف نفرت کی نظر سے دیکھتے تھے۔

علی عادل شاہ اور قطب شاہ پر رام راج کی لشکر کشی

رام راج کی حرص و ہوس میں اضافہ ہوتا گیا وہ ان کے علاقے میں پہنچا اور مسلمانوں کے مقبوضات پر دست درازی کا ارادہ کیا۔ اس نے تنکناوری کو ایک لشکر عظیم کے ساتھ علی عادل شاہ اور قطب شاہ کے ممالک پر حملہ کرنے کے لیے روانہ کیا۔ یہ دونوں فرمانروا اس سال حسین نظام شاہ کو اپنا دشمن سمجھ کر اس سے خائف تھے۔ اس لیے انہوں نے اپنے اپنے ممالک کے کچھ حصے رام راج کے حوالے کیے اور بڑی عاجزی و انکساری کے ساتھ اس سے صلح کر لی۔

قلعہ پور کل میں بغاوت

علی عادل شاہ نے اتکر اور ناگری کوپ کے علاقے اور قطب شاہ نے قلعہ کوپل کندہ' پانگل اور دکنوز کے علاقے رام راج کی تحویل میں دے کر اپنے آپ کو بچایا۔ اسی زمانے میں ڈیسائی نے قلعہ پور کل المعروف بہ پونکتی میں علم سرکشی بلند کیا ڈیسائی کا گھر قلعے کے اندر تھا' وہ دعوت اور جشن کے بہانے سے اپنے بہت سے حواریوں کو قلعے کے اندر لے گیا۔ ان حواریوں اور بعض اہل قلعہ کی اعانت سے ڈیسائی نے قلعہ دار کو قتل کر دیا اور قلعے پر قبضہ کر لیا۔ علی عادل شاہ نے بیجانگر کی قربت اور رام راج کے خوف سے اس قلعے کو ڈیسائی کے قبضے سے واپس لینے میں قدرے تاخیر سے کام لیا اور مناسب موقع کا انتظار کرتا رہا۔

ہندوؤں پر لشکر کشی کا ارادہ

دوسرے سال جب قصبہ تورکل میں قلعہ شاہ درک (نلدرک) پوری طرح مضبوط و مستحکم ہو گیا۔ تو علی عادل شاہ نے ہندوؤں سے جنگ کرنے کا ارادہ کیا اس سلسلے میں مشورہ کرنے کے لیے علی نے اپنے امراء اور اراکین سلطنت کو طلب کیا۔ ملک کے دانشور اور صاحب فہم امراء محمد کشور خاں اور ابو تراب شیرازی نے جو ہر معاملے میں بادشاہ کے راز دار تھے عرض کیا۔

marfat.com

Marfat.com

کشور اور شیرازی کی رائے

"حضور کی رائے ٹھوس، جامع اور مناسب ہے اس پر مزید غور و فکر کی قطعاً ضرورت نہیں ہے۔ تاہم چونکہ حضور نے ہم سے مشورہ طلب کیا ہے اور اپنا خیال ظاہر کرنے کا حکم فرمایا ہے، اس لیے بصد ادب گذارش ہے کہ اس قدم کے اٹھانے کے لیے ضروری ہے کہ تمام مسلمان فرمانروا باہمی اتحاد و اتفاق سے کام لیں۔ رام راج کے لشکر کی کثرت اور اس کی روز افزوں قوت روز روشن کی طرح واضح ہے اس کا ملک چھ بندرگاہوں ان گنت قلعوں اور شہروں پر مشتمل ہے اس کا محصول بارہ کروڑ ہون ہے، اسکے جاہ و جلال کا سکہ ہر دل پر بیٹھا ہوا ہے، ایسے راجہ سے تنہا جنگ کرنا کسی طرح مناسب نہیں۔ ہماری رائے میں اس وقت حضور کو حسین نظام شاہ سے دوستانہ مراسم پیدا کرنے چاہیں اور اس سے دشمنی ترک کرنا چاہیے۔"

حسین نظام شاہ اور علی عادل شاہ کے تعلقات کو بہتر بنانے کی کوشش

علی عادل شاہ کو اپنے مشیروں کی یہ رائے بہت پسند آئی اور اس نے ان دونوں کی قوت فیصلہ کی بہت تعریف کی نیز محمد کشور خاں کو اس معاملے میں مختار کل بنا دیا۔ کشور نے سب سے پہلے ایک قاصد علی عادل شاہ کی طرف سے ابراہیم قطب شاہ کے پاس بھیجا اور اس پر اپنا مدعا ظاہر کیا۔ ابراہیم تو پہلے ہی سے بیجانگر والوں سے جلا بھنا بیٹھا تھا اس نے علی عادل اور حسین نظام شاہ میں دوستانہ مراسم پیدا کرنے اور قلعہ شوالا پور جو بنائے فساد تھا حسین نظام شاہ سے علی عادل کو واپس دلوانے کا وعدہ کیا۔

مصطفیٰ خاں اردستانی کی حسین نظام شاہ سے ملاقات

ابراہیم قطب شاہ نے مصطفیٰ خاں اردستانی کو جو صحیح النسب سید اور ایک عظیم المرتبت فرد تھا۔ بیجاپور بھیجا تاکہ اردستانی علی عادل شاہ سے ملے اور پھر وہاں سے احمد نگر جا کر صلح اور میل جول کی گفتگو کرے۔ اردستانی بیجاپور پہنچا، علی عادل شاہ سے ملاقات کی، اسے اپنے ارادے پر پختہ پا کر، اردستانی احمد نگر روانہ ہو گیا۔ وہاں پہنچ کر اس نے حسین نظام شاہ سے ملاقات کی اور تنہائی میں اس سے کہا:

"سلاطین بہمنیہ کے عہد حکومت میں جب کہ تمام ملک دکن پر ان کی حکومت تھی کبھی مسلمان ہندوؤں کے مقابلے میں فتح حاصل کرتے تھے اور کبھی بیجانگر کے ہندو، مسلمانوں پر غالب آتے تھے۔ بہمنی سلاطین عام طور پر بغیر کسی نتیجے کے ہی جنگ موقوف کر دیتے تھے اور بیجانگر کے ہندوؤں کے ساتھ بہت اچھا برتاؤ کرتے تھے۔ اب دکن کا ملک کسی ایک حکمران کے تابع نہیں ہے بلکہ چند حکمرانوں میں تقسیم ہو چکا ہے، اس لیے دانش مندی اسی میں ہے کہ تمام مسلمان فرمانروا ایک دوسرے کے دوست بن کر رہیں، باہمی اتحاد و اتفاق سے کام لیں تاکہ زبردست دشمن کے شر سے محفوظ رہ سکیں۔ رام راج کی روز افزوں قوت سے آپ اچھی طرح واقف ہیں نیز آپ کو یہ بھی معلوم ہے کہ کرناٹک کے تمام فرمانروا اس کے تابعدار ہیں۔ ایسی صورت میں مسلمان فرمانرواؤں کا ایک دوسرے سے کشیدہ رہنا بالکل بے جا ہے۔"

شاہی خاندانوں میں شادیوں کی تجویز

حسین نظام شاہ، سید اردستانی کی حق گوئی اور بے باکی سے بہت خوش ہوا اور اس کی معقول رائے کی بے حد تعریف کی۔ سید اردستانی نے احمد نگر کے امراء قاسم بیگ حکیم تبریزی، ملا عنایت اللہ قزوینی کے ساتھ بات چیت کی اور دونوں سلطنتوں میں قربت کے مسئلے کا جائزہ لیا، ان لوگوں نے آپس میں مل کر یہ طے کیا۔ حسین نظام شاہ اپنی بیٹی چاند بی بی کی شادی سلطان علی شاہ سے کر دے اور اپنی بیٹی کو جہیز میں شوالا پور کا قلعہ دے دے۔ اسی طرح علی عادل شاہ اپنی بہن ہدیہ سلطان کو حسین نظام شاہ کے بڑے بیٹے شہزادہ مرتضیٰ سے بیاہ دے اس طرح دونوں فرمانرواؤں کے تعلقات بہتر ہو جائیں گے۔ اس کے بعد یہ تینوں حکمران آپس میں مل کر رام راج پر حملہ کریں اور اسے اس کی بداعمالیوں کی سخت سزا دیں۔

marfat.com

Marfat.com

چاند بی بی اور شہزادی ہدیہ سلطان کی شادیاں

مصطفیٰ خاں اردستانی کے ساتھ ملا عنایت اللہ ایلچی بن کر بیجاپور آیا۔ احمد نگر میں جو عہد و پیمان ہوئے تھے انہیں مضبوط و مستحکم کیا گیا۔ ایک ہی دن دونوں طرف شادی کی محفلیں آراستہ کی گئیں۔ چاند بی بی بیجاپور آ گئی اور ہدیہ سلطان کو احمد نگر روانہ کر دیا گیا' یہ شادیاں بڑی دھوم دھام سے ہوئیں طرفین نے خوب جی کھول کر جشن مسرت منعقد کیے۔

رام راج کی تباہی کا ارادہ

ان امور سے فراغت حاصل کرنے کے بعد علی عادل شاہ نے رائچور اور مدگل کے قلعوں اور اہنگر اور یاکری کے پرگنوں کو دشمن کے قبضے سے نکالنے کا ارادہ کیا۔ اس مقصد کے لیے علی عادل نے رام راج کے پاس اپنا قاصد بھیجا' لیکن رام راج قاصد سے بہت بری طرح پیش آیا اور اسے بیجانگر سے باہر نکال دیا۔ یہ رنگ دیکھ کر علی عادل شاہ کو بہت طیش آیا اور اس نے حسین نظام شاہ ابراہیم قطب شاہ اور علی برید کے ہمراہ اس راجہ کو تباہ و برباد کرنے کا مصمم ارادہ کر لیا۔

مسلمان حکمرانوں کی بیجانگر پر لشکر کشی

۹۷۲ھ میں یہ چاروں فرمانروا بیجاپور کے قریب ایک جگہ جمع ہوئے اور ۳/ جمادی الاول ۹۷۲ھ کو بیجانگر کی طرف روانہ ہوئے۔ سفر کی منزلیں طے کرتے ہوئے یہ لوگ دریائے کرشنا کے کنارے بالنکوتھ کے مقام پر پہنچے۔ یہ علاقہ علی عادل شاہ کے قبضے میں تھا' یہاں اس نے اپنے ہمراہی فرماں رواؤں کی دوبارہ دعوت کی' علی عادل شاہ نے تمام ممالک محروسہ میں پیغام بھیج کر غلہ اور ضرورت کی دوسری تمام اشیاء منگوالیں تاکہ مسلمانوں کے لشکر کو کسی قسم کی تکلیف نہ ہو۔

رام راج کی جنگی تیاریاں

بیجانگر کے راجہ کو جب مسلمان بادشاہوں کی آمد کی خبر ملی تو وہ بالکل پریشان نہ ہوا۔ اس نے ان حکمرانوں سے جنگ کرنا ایک آسان کام سمجھا اور اپنے بھائی تمراج کو بیس ہزار سواروں' پانچ سو ہاتھیوں اور ایک لاکھ پیادوں کے لشکر جرار کے ساتھ دریا کے تمام گھاٹوں کا راستہ بند کرنے کے لیے جلد از جلد روانہ کیا۔ تمراج کے بعد رام راج نے اپنے منجھلے بھائی تنکناوری کو بڑے تزک و احتشام اور مال و اسباب کے ساتھ روانہ کیا۔ ان لوگوں نے ساحل دریا پر قبضہ کر لیا اس وجہ سے مسلمانوں کے لیے دریا کے پار اترنا مشکل ہو گیا۔ آخر میں رام راج خود بھی آس پاس کے راجاؤں اور ایک لشکر عظیم کے ساتھ دشمن کی طرف روانہ ہوا۔

دریائی راستے کی تلاش

مسلمان بادشاہوں نے ایک جماعت کو دریا کی گہرائی کا اندازہ کرنے کے لیے پانی میں اتارا' ان لوگوں نے تیس چالیس کوس تک دریا میں چلنے کے بعد دو تین راستے ایسے دریافت کیے' جہاں دریا کم گہرا تھا۔ ان لوگوں نے بتایا جس جگہ دریا کا پانی کم ہے اور جہاں سے ہمارا لشکر دریا کو پار کر سکتا ہے اس کے بالکل سامنے دوسرے کنارے پر ہندوؤں کی فوج کھڑی ہوئی ہے' ہندوؤں نے ایک دیوار بنا کر اس میں انواع و اقسام کی آتش بازیاں لگا رکھی ہیں۔"

ایک قابل عمل تجویز

اس صورت حال کے پیش نظر مسلمان فرماں رواؤں کو بہت تشویش ہوئی انہوں نے اس مشکل کا حل ڈھونڈھنے کے لیے آپس میں صلاح و مشورہ کیے آخر کار انہوں نے یہ طے کیا۔ ہمیں یہ خبر اڑانی چاہی کہ ہم نے ایک اور گھاٹ دریافت کر لیا ہے اس جگہ سے ہمارے لشکر کے دو تین گروہ باری باری کوچ کریں' یہ دیکھ کر دشمن دھوکے میں آ جائے گا اور ہمیں سر راہ گرفتار کرنے کا ارادہ کرے گا وہ اس

marfat.com

Marfat.com

مقصد کو حاصل کرنے کے لیے اپنی جگہ سے کوچ کر جائے گا اور اصل گھاٹ کو خالی کر دے گا۔ اس کے بعد ہم اپنی اصلی جگہ پر آ کر جلد از جلد دریا کو عبور کر لیں گے۔

ہندوؤں کی بے احتیاطی

مسلمانوں نے اسی تجویز پر عمل کیا اور دریا کے کنارے کنارے سفر کرنے لگے۔ دشمن نے یہ سمجھا کہ مسلمانوں کو کسی اور گھاٹ کا سراغ مل گیا ہے وہ بطور احتیاط اپنی جگہ چھوڑ کر دریا کے کنارے' مسلمانوں کے مقابل چلنے لگے۔ چونکہ خداوند تعالیٰ کی رضا یہی تھی کہ رام راج کا خاندان تباہ و برباد ہو اور حکومت اس کے خاندان سے ہمیشہ ہمیشہ کے لیے رخصت ہو جائے۔ اس لیے ہندوؤں نے احتیاط اور عاقبت اندیشی سے کام نہ لیا اور اپنی فوج کا کوئی حصہ اصل گھاٹ پر مسلمانوں کو روکنے کے لیے نہ چھوڑا۔

مسلمانوں کے لشکر کا دریا کو عبور کرنا

مسلمانوں نے جب اپنی تجویز کو کامیاب دیکھا تو انہوں نے اصل گزر گاہ کا رخ کیا اور دو تین روز کے راستے کو صرف بارہ گھنٹے میں طے کر کے گھاٹ پر پہنچ گئے۔ دشمن کی فوج ابھی تک نہ پہنچی تھی مسلمانوں کی ایک جماعت بڑے سکون کے ساتھ گھاٹ سے اتری' اس کے بعد مسلمانوں کا سارا لشکر گھاٹ کو عبور کر کے میدان میں آ گیا۔ صبح ہوتے ہی یہ لشکر رام راج کی فوج کی طرف روانہ ہوا۔ جو یہاں سے پانچ کوس کے فاصلے پر مقیم تھی اگرچہ اس صورت حال سے ہندوؤں کو پریشانی ہوئی' لیکن انہوں نے ہمت نہ ہاری اور ساری رات جنگ کی تیاری کرتے رہے۔

مسلمان لشکر کی ترتیب

دوسرے روز مسلمان بادشاہوں نے بھی بارہ اماموں کے علم بلند کیے۔ اور اپنے لشکر کو درست کرنے لگے علی برید اور ابراہیم قطب شاہ کو میسرہ دیا گیا۔ میمنہ اور قلب بالترتیب علی عادل شاہ اور حسین نظام شاہ کو دیئے گئے جنگی ہاتھیوں کو جابجا متعین کیا گیا۔ اس کے بعد مسلمانوں نے دشمن پر ایک زبردست حملہ کیا۔ راجہ بیجانگر نے اپنے لشکر کو درست کیا اور لشکریوں کو آئندہ کے انعامات اور دل خوش وعدوں سے بہلا پھسلا کر لڑنے پر آمادہ کیا۔

ہندو لشکر کی ترتیب

ہندو لشکر کا میمنہ تمراج کے سپرد تھا اور ابراہیم قطب شاہ کے مقابلے پر کھڑا ہوا۔ تنکناوری میسرہ پر متعین تھا' لہٰذا وہ عادل شاہ کے بالمقابل کھڑا ہوا' رام راج قلب لشکر کو سنبھالتے ہوئے تھا اس لیے وہ حسین نظام شاہ کے سامنے آیا۔ راجہ اپنے ساتھ دو ہزار ہاتھی اور ایک ہزار راہ توپ خانہ لے کر میدان جنگ میں آیا تھا۔ دوپہر کے وقت وہ اپنے سنگھاسن پر بیٹھ کر لڑنے کے لیے نکلا۔ راجہ کے ساتھیوں نے اسے ہر چند سنگھاسن پر سوار ہونے سے بہت روکا' لیکن وہ نہ مانا اور کہا۔ "یہ تو لڑکوں کی لڑائی ہے بھلا اس میں گھوڑے پر سوار ہونے کی کیا ضرورت ہے دشمن ابھی سامنے سے فرار ہو جائے گا۔"

معرکہ آرائی

فریقین میں زبردست لڑائی شروع ہو گئی' ہندو اور مسلمان ایک دوسرے کے خون کے پیاسے ہو کر تلوار آزمائی کرنے لگے۔ لڑائی کا انداز کچھ ایسا تھا کہ کبھی ہندوؤں کا پلہ بھاری ہو جاتا اور کبھی مسلمانوں کا۔ بیجانگر کے سپاہی بار بار پچاس ہزار بان اور تفنگ مسلمانوں پر چلاتے۔ اور ہندو سوار پوری طاقت سے مسلمانوں کو نیچا دکھانے کی کوشش کرتے رہے۔ عین ممکن تھا کہ مسلمان شکست کھا کر میدان جنگ سے فرار ہو جاتے۔ کہ دفعتاً حسین نظام شاہ کے حسن تدبیر سے رام راج کو گرفتار کر لیا گیا۔ اس اجمال کی تفصیل یہ ہے:

marfat.com

Marfat.com

رام راج کی دریا دلی

رام راج کا خیال تھا کہ مسلمان جنگ سے پہلو تہی کر کے میدان جنگ سے فرار ہو جائیں گے لیکن جب معاملہ اس کے برعکس نکلا تو وہ خوفزدہ ہو کر سنگھاسن سے نیچے اترا اور ایک مرصع کرسی پر بیٹھ گیا۔ راجہ کے حکم کے مطابق اس کے چاروں طرف روپے' اشرفیوں اور موتیوں کے انبار لگا دیے گئے۔ راجہ نے دوران جنگ میں یہ روپے اور اشرفیاں بغیر کسی حساب کے اپنے امراء اور لشکریوں میں تقسیم کرنا شروع کیں۔

ہندوؤں کا جوش و خروش

رام راج نے اعلان کر دیا کہ جو سپاہی کامیاب و کامران ہو کر میرے پاس آئے گا وہ مال و دولت سے سرفراز کیا جائے گا۔ دکن کے سپاہی یہ اعلان سن کر بہت خوش ہوئے اور انعام کے لالچ میں پہلے سے کہیں زیادہ جوش و خروش سے لڑنے لگے۔ تمراج اور تنلناوری وغیرہ نے مسلمانوں پر ایک شدید حملہ کیا۔ اس حملے سے مسلمانوں کے میمنہ اور میسرہ میں پریشانی پھیل گئی' میدان جنگ میدان حشر بن کر رہ گیا۔

حسین نظام شاہ کی بہادری

یہ کیفیت دیکھ کر مسلمان بادشاہوں پر مایوسی نے غلبہ کر لیا اور ان کے ارادے متزلزل ہونے لگے مگر حسین نظام شاہ نے اپنے آپ کو سنبھالے رکھا اور بڑی جرات و بہادری کا مظاہرہ کیا۔ اگرچہ چاروں طرف دشمن کا غلبہ تھا اور اس کی طرف سے ہزاروں بان اور تفنگ چھوٹ رہے تھے۔ لیکن حسین نظام شاہ بغیر کسی خوف و خطر کے آگے بڑھا تاکہ دشمن پر حملہ کرے۔ مسلمانوں کے مایوس سپاہیوں نے نظام شاہی علم کو بلند دیکھا تو وہ فوراً نظام شاہ کے پاس پہنچ گئے۔ حسین نظام شاہ نے حکم دیا کہ توپ میں پیسے بھر کر دشمن کی طرف گرائے جائیں۔ اور وہ خود شہادت کے جذبے سے سرشار ہو کر بڑے وقار کے ساتھ دشمن کی طرف بڑھا۔

ہندوؤں کے لشکر کا انتشار

حسین نظام شاہ کے حملے سے رام راج کے لشکر میں سخت پریشانی پھیل گئی۔ رام راج جو اسی برس کا بوڑھا تھا حواس باختہ ہو کر دوبارہ سنگھاسن پر بیٹھ گیا۔ اسی دوران میں حسین نظام شاہ کا ایک ہاتھی جس کا نام "غلام علی" تھا' سنگھاسن کے پاس پہنچ کر لوگوں کو پامال کرنے لگا۔ وہ کہار جنھوں نے سنگھاسن کو اٹھا رکھا تھا ایسے خوفزدہ ہوئے سنگھاسن کو مع رام راج کے زمین پر پھینک کر بھاگ گئے۔ رام راج میدان جنگ میں بے یار و مددگار پڑا رہا۔ کچھ لمحوں بعد فیل بان کی نظر سنگھاسن پر پڑی ایسا خوبصورت سنگھاسن دیکھ کر اس کے منہ میں پانی بھر آیا اور اس نے سنگھاسن کو حاصل کرنے کے لیے ہاتھی کو اس طرف بڑھایا۔

رام راج کا قتل

قریب ہی ایک برہمن کھڑا تھا وہ رام راج کا قدیم نمک خوار تھا اس نے فیل بان سے درخواست کی۔ "اس سنگھاسن پر راجہ رام راج سوار ہے' تم اس کے لیے گھوڑا لا دو تو راجہ تمہیں بہت انعام و اکرم دے گا۔" فیل بان نے جونہی راجہ کا نام سنا خوشی سے اس کا دل اچھلنے لگا۔ اس نے فوراً راجہ کو اپنے ہاتھی کی سونڈ میں لپیٹ لیا اور جلد از جلد حسین نظام شاہ کے توپ خانہ کے افسر رومی خاں کے پاس پہنچ گیا۔ رومی خاں نے رام راج کو گرفتار کر لیا اور حسین نظام شاہ کی خدمت میں پیش کیا۔ نظام شاہ نے اسی وقت راجہ کو قتل کر دیا اور اس کا سر جسم سے علیحدہ کر کے میدان جنگ میں پھینک دیا۔

marfat.com

Marfat.com

ہندوؤں کا قتل

ہندو لشکریوں نے جب راجہ کے سر کو دیکھا تو ان کی ہمت جواب دے گئی اور وہ سر پر پاؤں رکھ کر میدان جنگ سے بھاگ نکلے۔ مسلمانوں نے ان کا پیچھا کیا اور ان گنت ہندوؤں کو تلوار کے گھاٹ اتارا۔ ایک روایت یہ بیان کی جاتی ہے کہ اس جنگ میں تین لاکھ ہندوؤں کی جانیں تلف ہوئیں لیکن صحیح روایت کے مطابق یہ تعداد ایک لاکھ ہے۔ میدان جنگ سے لے کر اناگندی کے مقام تک جو بیجانگر سے دس کوس کے فاصلے پر ہے سارا میدان ہندوؤں کی لاشوں سے بھر گیا۔ مسلمانوں کے ہاتھ بے شمار مال غنیمت آیا۔

مال غنیمت

مسلمانوں فرماں رواؤں نے اس فتح پر خداوند تعالیٰ کا شکر ادا کیا اور یہ حکم دیا کہ سوائے ہاتھیوں کے مال غنیمت میں سے کوئی چیز' سپاہیوں سے نہ لی جائے۔ جو چیز جس سپاہی کے ہاتھ آئی ہو اسی کو عطا کر دی جائے۔ اور اس سلسلے میں اس سے کوئی پوچھ گچھ نہ کی جائے۔ اس فتح کی اطلاعیں چاروں طرف بھجوا دیں گئیں۔ مسلمانوں نے بیجانگر کے نواح تک کی تمام عمارتوں کو مسمار کر دیا اور اکثر قصبوں اور دیہاتوں کو تباہ و برباد کر دیا۔ یہ عالم دیکھ کر رام راج کے بھائی تنکنادری نے جو میدان جنگ سے فرار ہو کر ایک جگہ روپوش تھا۔ مسلمانوں کے پاس اپنے قاصد بھیجے اور بڑی عاجزی سے جان کی امان کا طلب گار ہوا۔ اس نے عادل شاہی اور قطب شاہی پرگنے اور قلعے واپس کر دیئے اور حسین نظام شاہ کو بھی راضی کر لیا۔ مسلمانوں نے اس کے بعد قتل و غارت گری سے ہاتھ اٹھالیا اور اپنے ملک کو روانہ ہو گئے۔

تمراج کا حاکم اناگندی مقرر کرنا

دوران جنگ ہی میں تمراج نے علی عادل شاہ کے دامن لطف و کرم میں پناہ لی اور یہ عرض کیا "تنکنادری نے اس قدر قوت اور اقتدار حاصل کر لیا ہے کہ اب وہ رام راج کا جانشین ہو گیا ہے۔ تمام ملکی امراء اس کی حمایت کرنے لگے ہیں' اس صورت حال کے پیش نظر یہ مناسب ہے کہ اناگندی اور اس کے مضافات کی حکومت مجھے عطا کی جائے۔ علی عادل شاہ نے تمراج کی درخواست منظور کر لی اور اسے اناگندی کا حاکم مقرر کر کے روانہ کر دیا۔ نیز تنکنادری کو لکھا "تمراج میرے حکم کے مطابا اناگندی پر حکومت کرنے کے لیے آ رہا ہے لہٰذا تم اس سلسلہ میں کسی قسم کی رکاوٹ پیدا نہ کرنا اور اس علاقے کی حکومت اس کے حوالے کر دو۔

ہندوؤں کی خستہ حالی

تنکنادری میں اتنی ہمت نہ تھی کہ وہ علی عادل شاہ کے حکم کے خلاف ورزی کرتا' لہٰذا مجبوراً اس نے اناگندی کا علاقہ تمراج کے سپرد کر دیا اور یوں تمراج بھی صاحب تخت ہو گیا۔ اس وقت سے لے کر اب تک یہ علاقہ تمراج کے خاندان کے زیر حکومت ہے۔ بیجانگر کا علاقہ تنکنادری کی اولاد کے قبضے میں ہے۔ چونکہ ان دونوں خاندانوں کے پاس اب بہت تھوڑا ملک باقی رہ گیا ہے اس لیے لوازم حکمرانی ذرا مشکل ہی سے انجام پاتے ہیں۔ کرناٹک کے دوسرے حصوں پر امراء نے قبضہ کر رکھا ہے' الغرض پورے ملک میں طوائف الملوکی کا دور دورہ ہے۔

علی عادل شاہ کی فتوحات

متذکرہ بالا جنگ کے بعد پھر کبھی ہندوؤں نے مسلمانوں کو نقصان پہنچانے کی کوشش نہیں کی۔ اس کی وجہ وہی طوائف الملوکی اور ہندوؤں کی بدحالی ہے جس کا تذکرہ ہم کر چکے ہیں۔ علی عادل شاہ نے بنکاپور کے قلعے کو مع حصار چندر کونی کے اپنے آخری زمانے میں فتح کیا۔ یہ قلعہ سلاطین بہمنیہ کے زمانے میں بھی فتح ہو چکا تھا۔ ادونی کا قلعہ بھی علی عادل شاہ نے اپنی حکمت عملی سے تسخیر کر لیا' ان کے علاوہ اس نے جو دیگر ممالک فتح کیے ان کا بیان کسی مناسب جگہ پر کیا جائے گا۔

شہر بیجانگر اس وقت تک (یعنی ۱۰۲۳ھ تک) ویران اور برباد پڑا ہوا ہے تنکنادری کی اولاد نے مصلحتاً اس کو آباد کرنے کی طرف توجہ

marfat.com

Marfat.com

نہیں کی اور تلنگنڈہ کو اپنا پایۂ تخت بنا رکھا ہے۔

رام راج کو ۹۷۲ھ میں قتل کیا گیا تھا راقم الحروف فرشتہ کے والد ماجد مولانا غلام علی استر آبادی نے اس کے قتل کا مصرع تاریخ بطریق معمیہ اس طرح موزوں کیا ہے

"نہایت خوب واقع گشت قتل رام راج"

کہا جاتا ہے کہ اسی زمانے میں حسین نظام شاہ بحری نے داعی اجل کو لبیک کہا اور اس کی جگہ اس کا بیٹا مرتضیٰ اس کا جانشین ہوا۔ علی عادل شاہ نے موقع سے فائدہ اٹھایا اور اناگندی پر حملہ کر دیا۔ اس حملے کا مقصد یہ تھا کہ تمراج کی قوت میں اضافہ ہو اور وہ تلنگنڈہ پر مستقل حکومت قائم کرے۔ اور اس کے بعد علی عادل شاہ تمراج کی مدد سے بیجانگر کو فتح کرلے۔

تنکناوری کو علی عادل شاہ کے اس ارادے کا علم ہوگیا۔ اس نے مرتضیٰ نظام شاہ اور اس کی والدہ خونزہ ہمایوں کو لکھا "حسین نظام شاہ نے یہ علاقہ مجھے عطا کیا تھا' اب علی عادل شاہ اسے میرے قبضے سے نکال کر خود اس پر قابض ہونا چاہتا ہے۔ مجھے امید ہے کہ آپ لوگ مجھے اپنا بہی خواہ سمجھ کر میری مدد فرمائیں گے اور مجھے علی عادل شاہ کے فتنے سے نجات دلائیں گے۔"

مرتضیٰ نظام شاہ کا بیجاپور پر حملہ

خونزہ ہمایوں نے ملا عنایت اللہ کے مشورے سے مرتضیٰ نظام شاہ کو اپنے ساتھ لیا اور بیجاپور پر حملہ کر کے شہر کا محاصرہ کر لیا۔ علی عادل شاہ نے اناگندی کا خیال ترک کیا اور واپس بیجاپور آیا کچھ دنوں تک شہر کے آس پاس علی عادل اور مرتضیٰ نظام میں لڑائی ہوتی رہی اور پھر مرتضیٰ واپس احمد نگر آیا۔

برار پر حملہ

۹۷۴ھ میں خونزہ ہمایوں کی خواہش کے مطابق علی عادل شاہ اور مرتضیٰ نظام شاہ نے باہمی اتحاد و اتفاق سے برار پر حملہ کیا یہ حملہ موسم برسات میں کیا گیا۔ علی عادل برار کی حدود کو تباہ برباد کر کے واپس آیا۔ اس نے بیجاپور میں ایک قلعے کی تعمیر کا کام شروع کروایا۔ یہ قلعہ محمد کشور خاں کی زیر نگرانی تین سال کے عرصے میں مکمل ہوگیا۔

علی عادل اور نظام شاہی سلطنت

خونزہ ہمایوں کی حکمرانی اور مرتضیٰ نظام شاہ کے لشکر کے انتشار و مخالفت کی وجہ سے نظام شاہی حکومت کی شان و شوکت باقی نہ رہی تھی۔ علی عادل نے یہ صورت حال دیکھ کر احمد نگر کے بعض علاقوں پر قبضہ کرنے کا ارادہ کیا اس نے اسد خاں لاری اور محمد کشور خاں کو منصب و علم عنایت کیا۔ اس علم پر شیر کی تصویر بنی ہوئی تھی ۹۷۵ھ میں علی عادل نے کشور خاں کو بیس ہزار سواروں کے لشکر کے ساتھ نظام شاہی سلطنت کی طرف روانہ کیا۔ کشور خاں نے جرات و مردانگی سے کام لے کر کئی نظام شاہی پرگنوں پر قبضہ کر لیا۔ اس نے پرگنہ بیسر کے قصبہ کج تک کے علاقے کو فتح کیا اور جو نظام شاہی امراء کے سامنے آئے شکست دی۔

مرتضیٰ نظام شاہ کی جنگ کی تیاری

کشور خاں نے بیسر کے پرگنے میں ایک مستحکم و مضبوط قلعہ تعمیر کروایا تاکہ دوسرے علاقوں کو آسانی سے فتح کیا جا سکے۔ اس نے اس قلعہ کا نام "دارور" رکھا۔ کشور خاں نے اس قلعے کو اسلحہ اور دیگر سامان سے آراستہ کیا۔ اس نواح کے باشندوں سے دو سال کا لگان وصول کیا اور پھر دیگر علاقوں کو فتح کرنے کی غرض سے تیاری کرنے لگا۔ اسی دوران میں مرتضیٰ نظام شاہ نے اپنی والدہ خونزہ ہمایوں کے پنجے سے چھٹکارا حاصل کیا اور کشور خاں سے مقابلہ کرنے کی تیاری کرنے لگا۔

marfat.com

Marfat.com

کشور خاں کے ساتھیوں کا فرار

۹۷۷ھ میں مرتضٰی نظام شاہ کشور خاں کی طرف بڑھا۔ کشور خاں کو جب یہ معلوم ہوا تو اس نے قلعے کو پوری طرح مستحکم اور فوج کو مرتب کیا۔ عین الملک انکس خاں اور نور خاں (جنہیں علی عادل شاہ نے کشور خاں کی مدد کے لیے بھیجا تھا) کو کشور خاں نے ساتھ لیا اور مرتضٰی نظام شاہ کا انتظار کرنے لگا۔ یہ امراء کم ہمتی و بزدلی یا کشور خاں کی مخالفت کی وجہ سے بغیر لڑائی کیے ہوئے بھاگ گئے اور کشور خاں کو یہ پیغام دیا۔ "ہم میں اتنی قوت نہیں ہے کہ مرتضٰی نظام شاہ سے جنگ کریں۔ اس لیے ہم لوگ تم سے جدا ہو کر پایہ تخت احمد نگر میں فتنہ و فساد پیدا کرنے کے لیے جا رہے ہیں۔ اس اقدام سے ہمارا مقصد یہ ہے کہ مرتضٰی نظام شاہ اس طرف نہ آئے اور ہمارے تعاقب میں احمد نگر کی طرف نہ روانہ ہو۔"

کشور خاں اور مرتضٰی میں جنگ

مرتضٰی نظام شاہ کشور خاں کی سرکوبی کو سب سے اولین اور ضروری فرض سمجھتا تھا' لہٰذا اس نے کشور خاں ہی کی طرف رخ کیا' کشور خاں نے اپنے چند ساتھیوں کے ساتھ مرتضٰی کا مقابلہ کیا' مرتضٰی نے یہ قسم کھا رکھی تھی کہ جب تک وہ قلعہ کو فتح نہ کرے گا رکاب سے پاؤں نہ اتارے گا' قلعہ سے مرتضٰی کے لشکر پر بہت آتش بازی کی گئی' لیکن اس جواں سال حکمران کی ہمت پست نہ ہوئی اور اس نے قلعہ کا محاصرہ جاری رکھا۔

کشور خاں کی موت

مرتضٰی نظام شاہ کے مغل سپاہی اہل قلعہ پر تیر برساتے رہے۔ کشور خاں جنگ کا تماشہ دیکھ رہا تھا' اتفاق سے ایک تیر اسے لگا اور وہ وہیں ختم ہو گیا۔ کشور کے ساتھیوں نے جب اپنے سردار کو مرتے دیکھا تو انہوں نے فوراً قلعے کا دروازہ کھول دیا اور بھاگ گئے۔ مرتضٰی نے قلعہ پر قبضہ کر لیا اور پھر اسی طرح وہ تمام پرگنے بھی جو علی عادل کی حکومت میں شامل ہو گئے تھے مرتضٰی نے واپس لے لیے۔

عین الملک اور نور خاں کا تعاقب

خواجہ میرک دبیر اصفہانی جو نظام شاہی افواج کا سردار اور آخر میں "چنگیز خاں" کے لقب سے مشہور ہوا۔ اس نے عین الملک اور نور خاں کا تعاقب کیا اور احمد نگر کی طرف روانہ ہوا۔ احمد نگر کے نواح میں طرفین میں زبردست جنگ ہوئی جس کے نتیجے میں خواجہ میرک اصفہانی کامیاب و کامران ہوا عین الملک قتل اور نور خاں گرفتار ہوا اور ان کا آدھا لشکر پریشان اور خستہ حال ہو کر بیجاپور واپس آیا۔

علی عادل شاہ کا کودہ پر حملہ

اس سے عادل شاہی لشکر کو بہت نقصان پہنچا اور اس کی تمام کوششیں ناکام ہوئیں۔ اور انہیں دنوں علی عادل شاہ کو کودہ کی فتح اور نصاریٰ کی تباہی و بربادی کا خیال پیدا ہوا اور وہ اس طرف روانہ ہوا۔ اس مہم پر بھی اسے کامیابی نہ ہوئی اور اس کے بے شمار سپاہی مارے گئے۔

قلعہ ادونی کی تسخیر کا خیال

علی عادل نے پھر شاہ ابوالحسن بن شاہ طاہر کے مشورے اور ہدایت کے مطابق قلعہ ادونی کو فتح کرنے کا ارادہ کیا۔ یہ قلعہ بڑا مستحکم اور مضبوط تھا یہاں تک کہ سلاطین بہمنیہ بھی اسے کبھی فتح نہ کر سکے تھے۔ علی عادل شاہ نے انکش خاں کو آٹھ ہزار سواروں اور پیادوں اور بہت بڑے توپ خانے کے ساتھ قلعہ ادونی کی طرف روانہ کیا۔ اس قلعے پر رام راج کے امیر کا قبضہ تھا جس نے اپنے مالک سے غداری کر کے اپنے نام کا سکہ جاری کر رکھا تھا۔

marfat.com

Marfat.com

حاکم اودونی کی پریشانی

قلعہ اودونی کے حاکم نے انکش خاں کا مقابلہ کیا۔ اس نے دشمن سے کئی بار لڑائی کی' لیکن ہر بار شکست کھائی اس وجہ سے وہ غلہ اور دیگر سامان بہم پہنچا کر قلعہ بند ہو گیا۔ انکش خاں نے محاصرہ کر لیا' یہ محاصرہ ایک عرصے تک جاری رہا اور اس کا کوئی نتیجہ نہ نکلا۔ آخر کار حاکم قلعہ اس صورت حال کا مقابلہ نہ کر سکا' اس نے پریشان ہو کر انکش خاں سے جان کی امان طلب کی اور قلعہ اس کے سپرد کر دیا۔

قلعہ اودونی کی فتح

قلعہ اودونی ایک پہاڑ کی چوٹی پر بنا ہوا ہے اس کا حصار بہت ہی وسیع اور عظیم الشان ہے اس میں کئی خوبصورت چشمے اور بلند عمارات ہیں۔ ہندو راجاؤں نے مسلمانوں کے خوف کی وجہ سے ہر زمانے میں اس قلعے کے استحکام کی طرف بہت توجہ کی۔ شیورائے کے اسلاف میں سے ہر راجہ نے اپنے عہد حکومت میں یہاں ایک حصار کا اضافہ کیا' یہاں تک کہ جب قلعہ فتح ہوا تو اس وقت اس کے گیارہ حصار تھے۔ اس وجہ سے قلعہ کو ساباط نقب اور توپ وغیرہ سے فتح کرنا مشکل ہی نہیں' ناممکن تھا۔ صرف ایک ترکیب تھی یعنی طویل محاصرہ' انکش خاں نے اسی پر عمل کیا اور قلعہ فتح کر لیا۔ اس قلعہ کی تسخیر ایک عظیم الشان کامیابی تھی علی عادل شاہ کو جب اس کی اطلاع ملی تو وہ بہت خوش ہوا۔

علی عادل شاہ اور مرتضیٰ نظام شاہ میں معاہدہ

اس کے بعد علی عادل شاہ نے دوسرے قلعوں اور پرگنوں کو فتح کرنے کا ارادہ کیا۔ ابو الحسن اور خواجہ میرک دبیر اصفہانی کی کوششوں سے علی عادل اور مرتضیٰ نظام الملک نے سرحد پر ملاقات کی۔ ان دونوں حکمرانوں میں یہ طے پایا کہ مرتضیٰ نظام شاہ برار پر قابض ہو جائے اور علی عادل شاہ بیجانگر کے ان پرگنوں پر قبضہ کرے جو وسعت کے لحاظ سے برار کے برابر ہوں' اس اقدام سے مقصد یہ تھا کہ ایک بادشاہ دوسرے سے زیادہ علاقے پر حکمران نہ ہو۔

قلعہ طور کل کا محاصرہ

۹۸۱ھ میں علی عادل شاہ نے طور کل کے قلعے پر قبضہ کرنے کا خیال کیا۔ مختلف معرکہ آرائیوں میں یہ قلعہ رام راج کے قبضے سے نکل کر ایک معمولی لشکری کے قبضہ میں آ گیا تھا۔ علی عادل شاہ نے اس قلعے کا محاصرہ کر لیا۔ تقریباً پانچ چھ ماہ تک یہ محاصرہ قائم رہا اس وجہ سے اہل قلعہ بہت پریشان ہوئے۔ اسی زمانے میں علی عادل شاہ کے لشکر کی ایک توپ ٹوٹ گئی اہل قلعہ بہت خوش ہوئے اور انہوں نے سمجھا کہ اب کچھ عرصے کے لیے قلعہ محفوظ ہو گیا۔ علی عادل شاہ نے اس واقع کی تحقیقات کی تو معلوم ہوا کہ یہ سب کچھ شاہ ابوالحسن کی غفلت کا نتیجہ ہے لہٰذا ابوالحسن کو معزول کر کے مصطفیٰ خاں اردستانی کو (جو رام راج کے قتل کے بعد ملازمت میں آ گیا تھا) میر جملہ اور وکیل السلطنت بنایا گیا اور تمام اہم امور اس کے سپرد کر دیئے گئے۔

قلعہ طور کل کا محاصرہ

مصطفیٰ خاں اور اردستانی نے قلعہ طور کل کو فتح کرنے کی بے انتہا کوشش کی اور دو ماہ کے اندر اندر اہل قلعہ کا ناطقہ بند کر دیا۔ ان لوگوں نے جب دیکھا کہ اب سوائے اطاعت کے کوئی اور چارۂ کار نہیں ہے تو وہ امان کے طالب ہوئے۔ مصطفیٰ خاں نے یہ شرط پیش کی کہ اگر اہل قلعہ دینکتی' بسانی اور ان کے بیٹوں اور رشتہ داروں کو قید کر کے عادل شاہی لشکر کے سپرد کر دیں تو انہیں امان دے دی جائے گی' اہل قلعہ نے یہ شرط منظور کر لی اور اس کے رشتہ داروں کو گرفتار کر کے مصطفیٰ خاں کے سپرد کر دیا۔ اور خود مع اپنے مال و اسباب و اہل و عیال کے قلعے سے باہر چلے گئے۔ بادشاہ نے ان قیدیوں کو طرح طرح کے مظالم سے قتل کیا اور قلعے کی حکومت اپنے معتبر لوگوں کے سپرد کر دی۔

marfat.com

Marfat.com

قلعہ داروا کی فتح

اس کے بعد علی عادل شاہ نے مصطفیٰ خاں کے مشورے کے مطابق قلعہ داروا پر چڑھائی کی۔ یہ کرناٹک کا ایک مشہور قلعہ ہے جو اس زمانے میں رام راج کے امیر کے قبضہ میں تھا۔ یہ امیر ہر سال کچھ رقم اور چند ہاتھی تنکناوری اور بھیم راج کو بھیجا کرتا تھا اور اس طرح اس نے اچھی خاصی قوت حاصل کر لی تھی۔ علی عادل شاہ نے پورے چھ ماہ تک اس قلعے کا محاصرہ جاری رکھا۔ مصطفیٰ خاں کی تدبیروں سے یہ قلعہ بھی مسخر ہوا اور اہل قلعہ طالب امان ہوئے۔

قلعہ بنکاپور پر لشکر کشی

علی عادل شاہ نے سات ماہ تک اس علاقے میں قیام کیا اور یہاں کے باغیوں اور مفسدوں کو ٹھکانے لگایا۔ اس کے بعد قلعہ بنکاپور کی فتح کے ارادے سے سفر اختیار کیا گیا۔ اس قلعے کا حاکم بلب وزیر تھا' جو رام راج کا تنبول بردار تھا اور اس کے قتل کے بعد اس قلعے پر قبضہ کر بیٹھا تھا۔ چندر کوئی اور قلعہ جرہ کے راجہ اس کے باج گزار تھے۔ بلب کو جب علی عادل شاہ کی آمد کی اطلاع ملی تو وہ قلعہ بند ہو کر بیٹھ رہا' اس نے اپنے بیٹے کو ایک ہزار سواروں اور دس ہزار پیادوں کے ساتھ جنگل کی طرف روانہ کیا تاکہ یہ لشکر مسلمانوں کو تنگ کرے اور آگے نہ بڑھنے دے۔

بلب کا خط تنکناوری کے نام

بلب نے رام راج کے بیٹے تنکناوری کے نام ایک خط لکھا جس کا مضمون یہ تھا کہ۔ "میں اپنے آقا کی وفاداری سے منحرف ہو کر سخت پریشان ہوں۔ مجھے اپنے اس فعل پر بڑی ندامت ہے اس لیے معافی کا خواست گار ہوں۔ اس وقت میری حالت سخت تشویش ناک ہے۔ علی عادل شاہ قلعہ بنکاپور کو فتح کرنے کے لیے آ رہا ہے خدارا آپ میری پچھلی غلطیاں معاف فرمائیں اور خود ادھر تشریف لائیں یا اپنے کسی فوجی افسر کو بھیج کر میری مدد کریں تاکہ میں مسلمانوں کے دست ظلم سے محفوظ رہوں۔ میں وعدہ کرتا ہوں کہ ہر سال خراج کی رقم داخل خزانہ کرتا رہوں گا۔ اور آپ کے حلقہ اطاعت سے قدم باہر نہ رکھوں گا۔"

تنکناوری کا جواب

تنکناوری نے بلب کو یہ جواب لکھا "تیری بغاوت اور نمک حرامی نے دوسرے لوگوں کو بھی سرکشی اور مخالفت پر ابھارا اور تیری ہی وجہ سے سارا ملک ہمارے قبضہ سے نکل گیا۔ اس وقت میرے پاس صرف بلکندری اور چنداکری کے شہر ہیں' باقی تمام علاقے مسلمانوں کے پاس ہیں۔ میری حالت یہ ہے کہ میں خود اپنی حفاظت بھی بڑی مشکل سے کرتا ہوں۔ ایسی صورت میں تیری مدد کرنا میرے امکان سے باہر ہے۔ تجھے میں یہ مشورہ دوں گا کہ تو اپنی زر پرستی اور کنجوسی سے کنارہ کشی کر اور زر و جواہر کو کام میں لا ہو سکتا ہے کہ دولت کی وجہ سے مسلمان تجھ سے صلح کر لیں۔"

"اگر دولت کی وجہ سے صلح نہ ہو سکے تو پاس کے راجاؤں سے مراسم پیدا کر اور ان کو خوش کر تاکہ یہ راجے تیرے بیٹے کے ساتھ مل کر مسلمانوں کے لشکر کو پریشان کریں۔ یہ انتظام بھی کر کہ تیرے سپاہی مسلمانوں کے لشکر میں خفیہ طور پر گھس جائیں اور قتل عام کریں۔ میں اس سلسلے میں دوسرے راجاؤں کے نام احکام جاری کر رہا ہوں اور انہیں تیری مدد کے لیے تاکید کر رہا ہوں۔ اگر انہوں نے تیرے ساتھ مل کر مسلمانوں کا مقابلہ کیا تو بہتر ہے۔ ورنہ بنکاپور کے قلعے کے بعد باقی تمام قلعے باسانی مسلمانوں کے قبضے میں آ جائیں گے۔"

ہندوؤں کی مخاصمانہ کارروائیاں

یہ جواب پا کر بلب قدرے مایوس ہو گیا تاہم اس نے تنکناوری کے مشورے پر عمل کرنے کا ارادہ کر لیا۔ اس نے بیرہ اور چندر کوئی کے راجاؤں کے ساتھ تعلقات پیدا کر کے انہیں اپنا ہم خیال بنایا تاکہ وہ اس کے بیٹے کے ساتھ مل کر مسلمانوں کے لشکر کو تہس نہس

marfat.com

Marfat.com

کریں۔ ہندوؤں نے اپنی مخاصمانہ کارروائی شروع کر دی اس وجہ سے علی عادل شاہ کے لشکر میں غلے اور چارے کی کمی ہو گئی۔ ہر روز رات کے وقت فوج کے کسی نہ کسی حصے پر ہندو چوروں کی طرح حملہ کرتے اور مسلمانوں کو تہ تیغ کرتے۔

ہندوؤں کا دستور جنگ

اس سلسلے میں ہندوؤں کو خاصی کامیابی ہوئی اس کی وجہ یہ تھی کہ کرناٹک کے سپاہی ذرا سی چیز کے لالچ میں جان تک کی بازی لگا دیتے تھے۔ ان لوگوں کو اپنے آپ کو دشمن سے بچانے کا طریقہ بھی خوب آتا تھا یہ اپنے جسم پر ایک قسم کا تیل مل لیتے تھے اس وجہ سے دشمن با آسانی ان پر غالب نہیں آ سکتا تھا۔ یہ لوگ موقع پا کر دشمن کے سپاہیوں اور گھوڑوں کو کنار سے موت کے دامن میں سلا دیتے تھے۔

جادوگری

یہ بھی کہا جاتا ہے کہ کرناٹک کے باشندے جادوگری میں بھی بڑے ماہر ہیں۔ ان کا سب سے مشہور جادو یہ ہے کہ جس جگہ اپنے مردوں کو نذر آتش کرتے ہیں وہاں کی راکھ اپنے پاس رکھ لیتے ہیں جب ضرورت پڑتی ہے تو اس راکھ پر منتر پڑھ کر کسی گھر یا خیمے میں ڈال دیتے ہیں اس سے اہل مکان یا اہل خیمہ بالکل غافل ہو جاتے ہیں۔ ان کو کسی چیز کی خبر نہیں رہتی جن لوگوں پر یہ جادو کیا جائے اگر وہ کسی وجہ سے بیدار ہو جائیں اور جادو کرنے والوں کو دیکھ بھی لیں تو بھی ان کی حالت عجیب و غریب ہوتی ہے۔ وہ نہ کوئی بات زبان سے نکال سکتے ہیں اور نہ اپنی جگہ سے حرکت کر سکتے ہیں۔

مسلمانوں کی حفاظتی تدابیر

قصہ مختصر علی عادل شاہ کے لشکر میں سخت انتشار پھیل گیا۔ عین ممکن تھا کہ مسلمان مراجعت کرتے کہ مصطفیٰ خاں نے انہیں ہمت دلائی اور بھاگنے سے منع کیا نیز چوروں اور قحط کو روکنے کی تدابیر اختیار کیں۔ مسلمانوں کے لشکر میں برکی امیر بھی تھے یہ لوگ غیر مسلم تھے اور ہمت و جرات میں اپنی مثال آپ تھے۔ ابراہیم عادل شاہ کے زمانے سے لے کر علی عادل شاہ کے عہد حکومت تک یہ لوگ امیرانہ زندگی بسر کر رہے تھے ان کی تعداد چھ ہزار تھی۔ ان لوگوں کو ہندوؤں کے مقابلے پر متعین کیا گیا تاکہ دشمن غلہ اور دیگر سامان کی آمد کا راستہ بند نہ کر سکے۔

اس کے علاوہ آٹھ ہزار پیادوں کو بھی اسی خدمت پر متعین کیا گیا کہ وہ لشکر کی حفاظت کریں۔ ان کو حکم دیا کہ دشمن کے چور جب مسلمانوں کے لشکر میں آئیں اور جس حصے پر حملہ کریں' یہ وہاں پہنچ جائیں نیز لشکر کے باہر جو شخص بھی نظر آئے اسے تہ تیغ کر دیں۔ اس حکم کی وجہ سے مسلمانوں کے لشکر کے سپاہیوں نے اپنے لشکر سے باہر نکلنا بند کر دیا۔

دشمن کے سپاہیوں نے اپنے معمول کے مطابق مسلمانوں کے لشکر پر شب خون مارنا شروع کیا۔ جب یہ چور لشکر میں آتے تو مسلمان پیادے فوراً ان کے پاس پہنچ جاتے چور انہیں دیکھ کر بھاگ نکلتے تب مسلمان سپاہی انہیں قتل کر دیتے۔ مصطفیٰ خاں کی یہ تدبیر بہت کارگر ثابت ہوئی اور مسلمانوں کو چوروں سے نجات ملی۔ وہ راستے جو پہلے ان چوروں کی وجہ سے بند تھے اب کھل گئے اور مسلمانوں کو غلہ اور ضروریات کا دیگر سامان بہ آسانی ملنے لگا۔

معرکہ آرائیاں

قصہ مختصر یہ کہ ایک سال تک برکی امراء اور بلب کے بیٹے کے درمیان معرکہ آرائی ہوتی رہی۔ روزانہ میدان کارزار گرم ہوتا اور طرفین کے بہت سے سپاہی کام آئے۔ مسلمان بڑے اطمینان کے ساتھ قلعہ کا محاصرہ کیے ہوئے تھے اور خوب جی کھول کر لڑائی میں حصہ لیتے تھے ہندو بھی جرات و بہادری کا مظاہرہ کرنے میں کم نہ تھے' وہ بھی آتش بازی اور دیگر طریقوں سے مدافعت کرتے رہے۔

marfat.com

Marfat.com

اہل قلعہ کی اطاعت

اسی دوران بلب وزیر کے بیٹے کا اس کی طبعی موت سے انتقال ہو گیا۔ اس وجہ سے اہل قلعہ بڑے پریشان ہوئے' بلب کی حالت بھی دگرگوں ہو گئی۔ جب محاصرے کو ایک سال تین مہینے گزر گئے تو آس پاس کے راجہ جو بلب کی مدد کے لیے آئے ہوئے تھے وہ بھی پریشان ہوئے اور اپنے اپنے علاقوں کی طرف چلے گئے۔ اس صورت حال کے پیش نظر اہل قلعہ نے علی عادل شاہ سے جان کی امان طلب کی۔ بادشاہ نے ان کا معروضہ قبول کیا اور ان کی خواہش کے مطابق ایک عہد نامہ لکھ کر انہیں بھجوا دیا۔

قلعہ بنکاپور پر عادل شاہی قبضہ

جس روز اہل قلعہ اپنے اہل و عیال کے ساتھ قلعہ خالی کر کے رخصت ہونے والے تھے مصطفیٰ خاں احتیاطاً اپنے خاصہ کے لشکر کو ساتھ لے کر قلعے کے پاس ہی کھڑا ہو گیا۔ بلب وزیر اور اس کے لشکری اپنے مال و اسباب اور بال بچوں کے ساتھ قلعے سے نکل گئے اور کرناٹک کے ادھر ادھر بکھر گئے۔ علی عادل شاہ اپنے چند خاص امراء کے ساتھ قلعے میں داخل ہوا۔ موذن نے شیعہ مذہب کے مطابق اذان دی اور ایک بڑے مندر کو مسمار کر کے مسجد میں تبدیل کیا گیا۔ حصول ثواب کی خاطر علی عادل شاہ اور مصطفیٰ خاں نے مسجد کے بنیادی پتھر اپنے ہاتھوں سے رکھے۔

مصطفیٰ خاں کی عزت افزائی

اس فتح کے بعد مصطفیٰ خاں کا اقتدار پہلے سے کہیں زیادہ ہو گیا علی عادل شاہ نے اسے خلعت خاص عطا کیا۔ یہ وہ خلعت تھا جو اس سے پہلے اسد خاں اور کشور خاں کے علاوہ اور کسی کو نہ ملا تھا۔ اس علاقے کے بہت سے گاؤں اور دیہات مصطفیٰ خاں کی جاگیر میں شامل کر دیئے مصطفیٰ خاں نے رفتہ رفتہ بادشاہ کو اپنا ایسا والہ و شیدا بنا لیا کہ علی عادل شاہ نے سلطنت کے تمام امور اسی کے سپرد کر دیئے۔ یہاں تک کہ اپنی انگوٹھی بھی اسی کو دے دی نیز اسے حکم دیا گیا کہ وہ ہر معاملے میں اپنی رائے سے کام لے' بادشاہ کی ہدایت کا انتظار نہ کرے۔

جرہ اور چندر کونی کے قلعوں کی تسخیر کا ارادہ

چار ماہ کے عرصہ میں قلعہ بنکاپور پورے طور پر علی عادل شاہ کے قبضے میں آ گیا وہاں کی تمام رعایا بخوشی اس کے حلقہ اطاعت میں آ گئی۔ علی عادل نے خود اسی قلعہ میں قیام کیا اور مصطفیٰ خاں کو بیس ہزار سوار' خزانہ' توپ خانہ اور دیگر لوازم لشکر کشی عطا کر کے جرہ اور چندر کونی کے قلعوں کو فتح کرنے کا حکم دیا۔

حاکم جرہ کی اطاعت

مصطفیٰ خاں قلعہ جرہ کے قریب پہنچا قلعے کے حاکم ورسپ نایک نے بڑی عاجزی اور نیاز مندی کا اظہار کیا اور سالانہ خراج ادا کرنے کا وعدہ لیا۔ یہ راجہ بنکاپور کی لڑائی کے دوران مصطفیٰ خاں کو تحفے اور ہدیے وغیرہ بھیج کر اپنی نیاز مندی کا اظہار پہلے بھی کر چکا تھا اس لیے مصطفیٰ خاں نے اس سے کسی قسم کی باز پرس نہ کی۔ اس کی صلح کی درخواست منظور کی اور خراج کی رقم وصول کر کے آگے بڑھا۔ یہاں سے مصطفیٰ خاں نے چندر کونی کی طرف رخ کیا۔

قلعہ چندر کونی کی فتح

چندر کونی کے راجہ نے عاقبت نا اندیشی سے کام لیا وہ صلح پر راضی نہ ہوا اسے اپنی قوت' قلعہ کی مضبوطی اور جنگلوں کی کثرت پر بڑا ناز تھا اس لیے اس نے مصطفیٰ خاں سے مقابلہ کرنے کا ارادہ کر لیا۔ مصطفیٰ خاں نے قلعے کا محاصرہ کر لیا اور برگی امیروں کو ان غیر مسلموں

marfat.com
Marfat.com

کے مقابلے کے لیے نامزد کیا گیا جو آس پاس کے علاقوں سے چندر کوٹی کے باشندوں کی مدد کے لیے آئے ہوئے تھے' مسلمانوں نے دس ماہ تک قلعے کا محاصرہ جاری رکھا' قلعے میں غلہ اور دیگر سامان ضروریات کی رسد بند کر دی' آخر کار ۹۸۳ھ میں یہ قلعہ فتح ہو گیا واضح رہے کہ اس سے پہلے یہ قلعہ کبھی مسلمانوں سے مسخر نہ ہوا تھا۔

علی عادل شاہ کی واپسی بیجاپور

مصطفیٰ خاں نے قلعہ پر قبضہ کرنے کے بعد علی عادل شاہ کی خدمت میں فتح نامہ روانہ کیا۔ علی عادل بہت خوش ہوا اور اس نے اس قلعے کی سیر کا ارادہ کیا۔ بنکاپور سے وہ چندر کوٹی پہنچا اور کچھ دن قلعے میں بڑے عیش و عشرت سے گزارے اور یہاں کے لوگوں کو بہت پسند کیا۔ تین سال اور کچھ مہینوں کے بعد علی عادل شاہ بیجاپور واپس آیا اس نے اپنی مہر مصطفیٰ خاں کے حوالے کی اور اسے چندر کوٹی اور اس کے نواح کی حفاظت کا حکم دیا۔ علی عادل شاہ نے مصطفیٰ خاں کو یہ ذہن نشین کرا دیا کہ اگر بیجاپور سے اہل دیوانی کوئی فرمان اطاعت تمہارے پاس چندر کوٹی میں بھیجیں تو تم اپنی ذاتی رائے سے کام لینا اگر تم اس فرمان کو واجب التعمیل سمجھو تو میری مہر لگا دینا ورنہ پھاڑ کر پھینک دینا۔

مصطفیٰ خاں کا خط علی عادل شاہ کے نام

دوسرے سال مصطفیٰ خاں نے علی عادل شاہ کو ایک خط لکھا۔ جس کا مضمون یہ تھا۔ "پرانے زمانے میں چندر کوٹی کا قلعہ ایک پہاڑ پر واقع تھا جب یہ قلعہ حوادث زمانہ سے مسمار ہو گیا تو بعد کے راجاؤں نے قلعے کی تعمیر کے لئے پہاڑ کے دامن میں جگہ منتخب کی اور یہیں پر قلعہ تعمیر کیا۔ میری رائے یہ ہے کہ قلعے کی تعمیر کے لئے مناسب جگہ پہاڑ کے اوپر ہی ہے۔ اس لئے اگر حضور یہاں تشریف لا کر بذات خود معائنہ فرمائیں اور میری رائے کو پسند کریں تو پھر نیچے کا قلعہ مسمار کر کے پہاڑ کے اوپر ہی قلعہ بنایا جائے۔

چندر کوٹی میں نئے قلعے کی تعمیر

یہ خط وصول کرنے کے بعد علی عادل شاہ اپنے چند خاص درباریوں کے ہمراہ چندر کوٹی پہنچا۔ اس نے مصطفیٰ خاں کی رائے سے اتفاق کیا اور پہاڑ کے اوپر قلعہ کی تعمیر کا حکم دے کر نلکوان کی راہ سے واپس بیجاپور آ گیا۔ مصطفیٰ خاں نے ایک سال کے اندر اندر نیا قلعہ تیار کر لیا۔ علی عادل شاہ نے مصطفیٰ خاں کی التماس پر دوبارہ چندر کوٹی کا سفر اختیار کیا۔ نئے قلعے کو اس نے ملاحظہ کیا اور مصطفیٰ خاں کی محنت اور جفاکشی سے بہت خوش ہوا۔

علی عادل شاہ کا عزم کرور

اسی زمانے میں مصطفیٰ خاں نے چندر کوٹی کے قریبی قلعے کرور کے راجہ شنکر نایک کے پاس اپنا ایک سفیر بھیجا اور اسے اطاعت قبول کرنے کا پیغام دیا۔ شنکر نایک نے اس پیغام کو قبول کیا اور علی عادل شاہ کی قدم بوسی کے لئے چندر کوٹی میں حاضر ہوا۔ اس نے بادشاہ کو اپنے ملک کی سیر کی دعوت دی۔ بادشاہ نے یہ دعوت قبول کی۔ اس نے اپنا لشکر تو چندر کوٹی میں چھوڑا اور خود مصطفیٰ خاں اور اس کے پانچ چھ ہزار سواروں کے ساتھ کرور کی طرف روانہ ہوا۔

حاکم کرور کی اطاعت

کرور کا قلعہ ایک ایسے پہاڑی علاقے میں واقعہ ہے جہاں ہر چہار طرف درخت ہی درخت ہیں۔ راستہ بہت ہی تنگ ہے' کہیں کہیں تو یہ عالم ہے کہ ایک وقت میں ایک سوار سے زیادہ گزرنے کا راستہ نہیں۔ یہ صورت دیکھ کر بادشاہ کے بہت سے ساتھی خوفزدہ ہوئے اور انہوں نے واپسی کا ارادہ کر لیا۔ علی عادل شاہ نے اپنے ارا کین سلطنت سے مشورہ کرنے کے بعد کرور کی حکومت شنکر نایک کے سپرد کی اور خود چندر کوٹی واپس آ گیا۔

marfat.com

Marfat.com

مصطفیٰ خاں نے بڑی دانش مندی سے کام لیا اور شنکر نایک سے کہا۔ "بادشاہ نے یہ ارادہ کیا ہے کہ تمہارے اور اس علاقے کے دوسرے قلعوں پر قبضہ کرلے۔ میں نے بڑی منت سماجت سے اسے تمہارے علاقے سے واپس کیا ہے۔ اگر تم اپنی خیریت چاہتے ہو تو فوراً خراج دینا قبول کرلو نیز دوسرے راجاؤں کو بھی اس کے لئے راضی کرلو تاکہ میں بادشاہ کو سمجھا کر لشکر کشی کے ارادے سے باز رکھوں۔"

دوسرے راجاؤں کی اطاعت

شنکر نایک نے فوراً بادشاہ کی اطاعت قبول کرلی اور دوسرے حکمرانوں یعنی ارسب نایک حاکم قلعہ چند جیرہ، بہرہ دیوی حاکم قلعہ کنار آب، جلوی حاکم قلعہ ساحل ممان اور بندر باسلور، باکلو اور بادکلا کے راجوں کو علی عادل شاہ کی اطاعت قبول کرنے اور خراج ادا کرنے کی نصیحت کی۔ ان سب لوگوں نے شنکر نایک کی نصیحت پر عمل کیا اور بادشاہ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ انہوں نے ساٹھ لاکھ پچاس ہزار ہون علی عادل شاہ کو بطور نذرانہ پیش کیے۔ اور یہ وعدہ کیا کہ اس نواح کے تمام راجہ مشترکہ طور پر ہر سال ساڑھے تین لاکھ ہون شاہی خزانے میں داخل کرتے رہیں گے۔

سالانہ رقم کی ادائیگی

علی عادل شاہ نے ان تمام راجاؤں کو شاہانہ خلعت سے سرفراز کیا۔ اور وہ خوشی خوشی اپنے اپنے علاقوں کی طرف چلے گئے۔ علی عادل شاہ کے عہد حکومت میں ان راجاؤں نے بڑی باقاعدگی کے ساتھ مقررہ رقم ساڑھے تین لاکھ ہون ہر سال ادا کی، اس کے علاوہ یہ راجہ پوشیدہ طور پر مصطفیٰ خاں کی بھی خدمت کرتے رہے اور اسے ہر سال تیس ہزار ہون اور موتی، یاقوت اور زبرجد وغیرہ پیش کرتے رہے۔

بہادر رانیاں

کہا جاتا ہے کہ اس علاقے کے تمام راجے اور رانیاں علی عادل کی خدمت میں حاضر ہوئیں۔ اور بادشاہ نے ان سب کو شاہانہ خلعت سے سرفراز کیا تاو دیول اور جلوی نامی رانیوں کو زنانہ خلعت پیش کیے گئے۔ ان بہادر عورتوں نے زنانہ خلعت قبول کرنے سے انکار کردیا اور کہا۔ "اگرچہ ہماری ظاہری صورت عورتوں کی سی ہے لیکن ہم اپنی تلوار کے سہارے جو جوہر مردانگی سمجھا جاتا ہے۔ اپنے اپنے ملک پر حکمرانی کرتی ہیں۔" علی عادل شاہ کو ان رانیوں کی گفتگو بہت پسند آئی اور انہیں مرصع تلواریں۔ تازی گھوڑوں اور مردانہ خلعت سے نوازا گیا۔

ان دونوں عورتوں نے ایک عرصے تک اپنے اپنے ملک پر حکمرانی کی۔ ان علاقوں میں یہ دستور ہے کہ عنان حکومت عورتوں ہی کے ہاتھ میں ہوتی ہے، ان رانیوں کے شوہر طبقہ امراء میں سے ہوتے ہیں اور وہ دیگر امراء کی طرح رانیوں کی خدمت کرتے ہیں، ان شوہروں کو حکومت وسلطنت کے نظم ونسق سے کوئی تعلق نہیں ہوتا۔

علی عادل شاہ کی واپسی بیجاپور

الغرض جب اس علاقے کے تمام حکمرانوں نے بادشاہ کی اطاعت کرلی تو علی عادل شاہ نے بندری پنڈت کو جو قوم کا برہمن اور خاندان عادل شاہی کا قدیم اور وفادار نمک خوار تھا، ان علاقوں کا دیوان مقرر کیا۔ مصطفیٰ خاں کو ان ممالک کا بااختیار حاکم مقرر کیا گیا، وکالت کا منصب اور میر جملگی کا عہدہ افضل خاں شیرازی کو ملا اور پھر علی عادل شاہ بیجاپور واپس آگیا۔

تلنگنڈہ کی تسخیر کا ارادہ

مصطفیٰ خاں کی سرشت میں وفاداری کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی تھی۔ اس کی ہمیشہ یہی خواہش رہی تھی کہ اس کے آقا کی سلطنت میں روز بروز وسعت پیدا ہوتی جائے اس مقصد کے پیش نظر اس نے اپنے معتبر امیر علی خاں نامی کو علی عادل شاہ کی خدمت میں بھیجا اور اس سے تلنگنڈہ کو فتح کرنے کی اجازت طلب کی۔ تلنگنڈہ، کرناٹک کا پایہ تخت تھا جب مصطفیٰ خاں کا قاصد بادشاہ کے پاس پہنچا تو وہ بہت خوش ہوا

marfat.com
Marfat.com

کیونکہ اس کی خود اپنی بھی یہی خواہش تھی۔ لہٰذا اس نے فوراً لشکر کو تیاری کا حکم دے دیا۔

تنکناوری کا فرار

علی عادل شاہ بڑی شان و شوکت سے بیجاپور سے روانہ ہوا۔ راستے میں اس نے قلعہ ادونی کا معائنہ کیا اور پھر آگے بڑھا۔ جب بادشاہ بیجاپور کے قریب پہنچا تو مصطفیٰ خاں اپنے لشکر اور ترکی امراء کے ساتھ بادشاہ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ یہاں سے عادل شاہی لشکر نلکنڈہ کی طرف روانہ ہوا۔ تنکناوری میں اتنی ہمت نہ تھی کہ مسلمانوں کا مقابلہ کرتا لہٰذا اسے جب عادل شاہی لشکر کی آمد کی خبر ملی تو وہ اپنے مال و دولت ہاتھیوں اور دیگر قیمتی سامان کو ساتھ لے کر چندر کیری کی طرف فرار ہوگیا۔ اس نے قلعے کو اپنے ایک خاص مقرب کے حوالے کر دیا۔

اہل شہر کی خستہ حالی

علی عادل شاہ نلکنڈہ پہنچا اس نے پہلے تو شہر کے مختلف حصوں اور قلعے کو اپنے امراء میں تقسیم کیا اور پھر ہرایہ کے لئے علیحدہ علیحدہ مورچل مقرر کیا' تین مہینے تک عادل شاہی لشکر سرگرم عمل رہا' اہل شہر تک غلہ پہنچنے کے تمام راستے بند تھے عین ممکن تھا کہ شہر والے بادشاہ سے امان کے طالب ہو کر قلعہ کو عادل شاہ کے سپرد کر دیتے کہ تنکناوری کو ان حالات کا علم ہوگیا اس نے آٹھ لاکھ ہون اور پانچ ہاتھی ہندیاہتم نایک کے پاس بھیجے۔ ہندیاہتم عادل شاہ کے برکی امراء کا ایک بڑا سردار تھا۔ یہ رشوت اس لئے بھیجی گئی تھی کہ ہندیاہتم اپنے آقا سے غداری کرے اپنے چار ہزار سپاہیوں کے ساتھ مورچل سے فرار ہو جائے۔

برکی امرء کی غداری

ہندیاہتم نے تنکناوری کی خواہش کے مطابق علی عادل شاہ سے غداری کی اپنے چار ہزار سواروں کے ساتھ شاہی لشکر کو نقصان پہنچا کر علیحدہ ہوگیا۔ دوسرے روز چار دیگر برکی امرء نے بھی ہندیا کے اکسانے پر بادشاہ کی مخالفت کی اور اپنے پانچ ہزار سواروں کے ساتھ ہندیا سے جا ملے۔ یہ لوگ چوری اور ڈاکہ زنی میں اپنی مثال آپ تھے۔ انہوں نے اپنے اس فن کا مظاہرہ کیا اور عادل شاہی لشکر کو پریشان کرنے لگے' غلہ اور چارہ چرانے میں ان لوگوں نے بڑی مستعدی دکھائی۔ اس صورت حال کے پیش نظر علی عادل اور مصطفیٰ خاں محاصرہ سے دستبردار ہوگئے اور بیکانگر کے قریب جا پہنچے۔

علی عادل شاہ نے مصطفیٰ خاں کو بیکاپور ہی میں اس نواح کے انتظامات کے لئے چھوڑا اور خود بیجاپور واپس آگیا۔ بادشاہ کو جب یہ معلوم ہوا کہ برکی امراء نے علم بغاوت بلند کر کے اپنے اپنے پرگنوں پر قبضہ کر لیا ہے۔ جو بیجانگر کی سرحد پر واقع ہیں تو اس نے مرتضیٰ خاں انجو کو ان پرگنوں کا جاگیردار مقرر کر دیا نیز اسے تین ہزار تیرانداز سواروں اور دکنی و حبشی امراء کے ساتھ برکیوں کی بغاوت کو کچلنے کے لئے روانہ کیا۔

برکیوں سے جنگ

سیف عین الملک کے قتل کے بعد مرتضیٰ خاں علی عادل شاہ کے عہد حکومت میں امراء کے طبقے میں شامل ہوگیا تھا۔ مرتضیٰ اور برکی غداروں کے درمیان کئی بار لڑائی ہوئی' ان لڑائیوں میں طرفین کے بے شمار سپاہی کام آئے۔ ایسا گھمسان کا رن پڑا کہ غالب و مغلوب میں تمیز کرنا دشوار ہوگیا۔ اس صورت حال دیکھ کر مصطفیٰ خاں نے جو بیجاپور میں مقیم تھا' علی خاں کو علی عادل شاہ خاندان کے پاس روانہ کیا اور یہ پیغام دیا۔ "اپنے لشکر کو چوروں کے مقابلے پر بھیجنا' دانش مندی سے دور ہے بہتر یہی ہے کہ باغیوں کو کسی بہانے سے بیجاپور میں طلب کیا جائے اور پھر ان کے ساتھ مناسب سلوک کیا جائے۔

marfat.com

Marfat.com

علی عادل شاہ کی تدبیر

علی عادل شاہ کو یہ رائے پسند آئی اور اس نے اسی پر عمل کیا۔ بادشاہ نے راسوپنڈت کو جو ایک برہمن تھا اپنے چند قابل اعتبار اشخاص کے ہمراہ باغیوں کے پاس بھیجا۔ تاکہ وہ باغیوں کو سمجھا بجھا کر کسی طرح بیجاپور لے آئیں۔ ہندیاناتیک نے اپنے گروہ کا بیجاپور جانا خلاف دانش مندی سمجھا اس نے ایک مجلس مشاورت منعقد کی، جس میں تمام برکی سرداروں، سروپ نایک، رائے بھوج مل دیونایک اور تم نایک وغیرہ نے شرکت کی۔

ہندیاناتیک کے خیالات

ہندیاناتیک نے برکی امراء کو خطاب کیا اور کہا جب سارا کرناٹک بادشاہ کے قبضے میں آنے والا تھا اور واقعات وحالات کے پیش نظر پورے یقین سے یہ کہا جاتا تھا کہ کرناٹک کی حکومت رام راج کے خاندان سے نکل کر علی عادل شاہ میں منعقد ہو جائے گی تو ہم نے اس وقت عادل شاہ کی مخالفت کی اور علم بغاوت بلند کیا۔ ہم نے بادشاہ کے راستے کا سنگ گراں بن کر اس کو اپنے مقاصد میں کامیاب ہونے سے روکا ہے۔ بادشاہ کی نظر میں ہمارا یہ فعل ایک بہت بڑا جرم ہے۔ اس لئے مجھے یقین نہیں ہے کہ بادشاہ ہمیں معاف کر دے گا۔ اس کے برعکس میرا خیال ہے کہ مسلمان ہمیں دھوکا دے کر بیجاپور لے جانا چاہتے ہیں اور پھر وہاں ہم کو قتل کر ڈالیں گے۔

باغیوں کی بیجاپور میں آمد

برکی امیروں نے ہندیاناتیک کی باتوں کو قابل التفات نہ سمجھا اور جلد از جلد تیار ہو کر بیجاپور کی طرف روانہ ہوگئے۔ ہندیاناتیک نے ان کا ساتھ نہ دیا اور نلکنڈہ چلا گیا۔ اور وہاں تنکناوری کی ملازمت اختیار کر لی، بیجاپور میں سب سے پہلے جو اترائے پہنچا، بادشاہ نے اسے خلعت اور منصب امارت سے سرفراز کیا۔ یہ خبر چاروں طرف پھیل گئی اور تمام باغی یکے بعد دیگرے بیجاپور میں آنے لگے۔

باغیوں کا قتل

جب تمام باغی بیجاپور میں جمع ہوگئے تو علی عادل شاہ کی آتش انتقام بھی بھڑک اٹھی۔ اس نے جوترائے کی آنکھوں میں سلائیاں پھروا دیں۔ بھوج مل نایک دیونایک اور تم نایک کو طرح طرح کی تکلیفیں دے کر قتل کیا گیا۔ ان کی لاشوں کو تختوں پر ڈال کر سارے شہر میں پھرایا گیا، الغرض اس طرح مصطفیٰ خاں کے مشورے سے علی عادل شاہ نے باغیوں کو ختم کیا۔

شہزادہ ابراہیم کی تخت نشینی

علی عادل شاہ کے گھر میں کوئی بیٹا پیدا نہ ہوا تھا اس لئے اس نے اپنے بھائی کے بیٹے شہزادہ ابراہیم بن طہماسپ کو ماہ شوال ۹۸۷ھ میں اپنا ولی عہد مقرر کیا۔ اسی مہینے شہزادہ ابراہیم کی رسم ختنہ عمل میں آئی اور ایک بہت بڑا جشن مسرت منعقد ہوا۔ کہا جاتا ہے کہ جس روز شہزادہ کا ختنہ ہوا تھا۔ اس رات رسم کے مطابق شہزادے کو سرخ لباس پہنا کر شہر میں پھرایا گیا۔ شہر کی سڑکوں پر دونوں طرف آتش بازی کے درخت اور گولے وغیرہ آویزاں کئے گئے اتفاق سے بارود میں آگ لگ گئی اس وجہ سے تقریباً سات سو آدمی مارے گئے، لیکن خداوند تعالیٰ کے کرم سے شہزادہ ابراہیم کو کوئی نقصان نہ پہنچا۔

علی عادل شاہ کا کردار

علی عادل شاہ بہت ہی عالی ظرف انسان تھا۔ وہ ہر خاص و عام کو اپنے لطف وکرم سے خوش رکھتا۔ اس کا عہد حکومت سبھی کے لئے موجب خیر وبرکت تھا۔ ملکوں اور قلعوں کی تسخیر اور حبشی و برکی امیروں کی سرزنش کے بعد وہ کبھی تو خلوت میں آرام و آسائش کے ساتھ زندگی بسر کرتا اور کبھی تخت حکومت پر جلوہ افروز ہو کر رعایا کی فلاح وبہبود کے بارے میں سوچتا۔ وہ تمام اچھی اور اعلیٰ عادات وخصائل کا

marfat.com

Marfat.com

مجموعہ تھا' ان سب کے ساتھ حسن پرستی اور جمال دوستی اس کا شیوہ تھا۔

جمال دوستی

اسے خوبصورت خواجہ سراؤں اور غلاموں کو جمع کرنے کا بہت شوق تھا' ایک مرتبہ علی عادل شاہ نے اپنا ایک قاصد امیر برید کے پاس بھیجا اور یہ پیغام دیا۔ "مجھے معلوم ہوا ہے کہ تمہارے پاس دو نہایت ہی حسین اور خوبصورت خواجہ سرا ہیں' تم فوراً ان خواجہ سراؤں کو میرے پاس روانہ کر دو۔" امیر برید نے چند دن تک ٹال مٹول کی اور خواجہ سراؤں کو علی عادل شاہ کے پاس روانہ نہ کیا۔

انہیں دنوں مرتضیٰ نظام شاہ بحری نے امیر علی برید پر حملہ کر دیا۔ برید' علی عادل شاہ سے مدد کا طالب ہوا۔ علی عادل شاہ نے دو ہزار سوار اس کی مدد کے لئے روانہ کئے۔ برید اس سے متاثر ہوا اور اس نے وہ دونوں حسین خواجہ سرا جن کو علی عادل نے طلب کیا تھا۔ بیدرت بیجاپور بھیج دیئے۔

وفات

یہ دونوں خواجہ سرا جب بیجاپور پہنچے ان کو اپنے یہاں آنے کی وجہ معلوم ہوئی تو ایک خواجہ سرا کو بہت ناگوار گزرا۔ اس نے علی عادل شاہ کا کام تمام کرنے کا ارادہ کر لیا' جس روز یہ دونوں خواجہ سرا شاہی حضور میں پیش ہوئے۔ اسی رات متذکرہ بالا خواجہ سرا نے علی عادل شاہ کو چاقو سے قتل کر دیا۔ یہ حادثہ ۲۳ صفر ۹۸۹ھ کو وقوع پذیر ہوا۔ اس کا مادہ تاریخ "ظلم دید" سے برآمد ہوتا ہے' ملا رضائی مشہدی نے علی عادل شاہ کا بہت ہی غم انگیز اور جان گداز مرثیہ لکھا۔ ملک کے تمام امیر اور جملہ اراکین سلطنت اس سانحہ دل شکن سے بے حد افسردہ ہوئے۔

تجہیز و تکفین

بادشاہ کے مصاحبوں اور ندیموں مثلاً مرتضیٰ خاں' شاہ فتح اللہ شیرازی' شاہ ابوالقاسم انجو وغیرہ اور سادات وعلماء جن میں میر شمس الدین اصفہانی بھی شامل تھے۔ بادشاہ کی تجہیز و تکفین میں مشغول ہوئے۔ بادشاہ کو شہر کے اندر ایک نمایاں جگہ پر دفن کیا گیا اس کا مزار اب "روضہ علی" کے نام سے مشہور ہے۔

علی عادل شاہ کی سخاوت

علی عادل شاہ کے قتل کے دوسرے روز ابراہیم عادل شاہ ثانی نے (جو علی عادل شاہ کا جانشین ہوا) دونوں خواجہ سراؤں کو قتل کروا دیا۔ علی عادل کے عہد حکومت کی کئی عمارتیں اب بھی باقی ہیں (مثلاً بیجاپور کی جامع مسجد' شاہ پور کا تالاب) علی عادل بہت ہی سخی اور وسیع القلب انسان تھا۔ اس کے باپ ابراہیم عادل اول نے اپنے پیچھے ایک کروڑ طلائی ہون بے شمار قیمتی جواہرات اور قیمتی ہیرے چھوڑے تھے۔ علی عادل نے یہ تمام خزانہ نیز اپنے عہد کی تمام دولت ایران' توران' عرب' روم اور دوسرے ملکوں کے عالموں فاضلوں اور مستحقین میں تقسیم کر دی۔

شہنشاہ اکبر کے سفیر

جس وقت علی عادل شاہ کا انتقال ہوا اس وقت شاہی خزانے میں صرف وہی رقم تھی جو آخر زمانے میں مصطفیٰ خاں کی کوشش سے کرناٹک سے حاصل ہوئی تھی۔ اور کچھ نہ تھا بلکہ اس رقم کا بڑا حصہ مستحقین میں تقسیم کیا جا چکا تھا۔ علی عادل شاہ کے عہد حکومت میں شہنشاہ اکبر کے دو سفیر مختلف اوقات میں بیجاپور آئے۔ علی عادل نے ان دونوں کی بے حد تعظیم و تکریم کی۔ اکبر کا پہلا سفیر حکیم علی گیلانی تھا جو بہت سے گراں قدر تحفے تحائف لے کر واپس ہوا' دوسرا حکیم عین الملک تھا یہ ان دنوں بیجاپور ہی میں مقیم تھا جب بادشاہ کے قتل کا واقعہ پیش آیا اس لئے عین الملک بغیر کسی تحفے ہی کے واپس اکبر کے پاس چلا گیا۔

marfat.com
Marfat.com

ابراہیم عادل شاہ ثانی

تخت نشینی

علی عادل شاہ کی وفات کے بعد ابراہیم عادل شاہ ثانی مسند حکومت پر جلوہ افروز ہوا۔ اگرچہ تخت نشینی کے وقت اس کی عمر صرف دس سال کی تھی، لیکن اس کی ذہنی صلاحیت عمر کے لحاظ سے کہیں زیادہ تھی۔ یہی وجہ ہے کہ اس نے تمام اراکین سلطنت کو بڑی خوش اسلوبی سے اپنا بنالیا۔ درباریوں نے بادشاہ پر روپے اور اشرفیاں نچھاور کیں اور بادشاہ کے نام کا خطبہ پڑھا گیا۔ دکانداروں نے اپنی دکانوں کو طرح طرح کے ریشمی کپڑوں سے آراستہ کیا۔ ہندوستان کے دستور کے مطابق مٹی کے برتنوں میں روپے بھر بھر کر بادشاہ پر نچھاور کیے گئے۔

ابراہیم نے ابتدائی عمر ہی میں سپہ گری کے فن میں کمال حاصل کیا۔ قرآن ختم کیا اور دیگر علوم وفنون کی تعلیم حاصل کی۔ الغرض اس نے اپنی نو عمری کے زمانے کو عام نو عمروں کی طرح فضولیات میں صرف نہ کیا۔

کامل خاں دکنی

ابراہیم کی حکومت کے ابتدائی زمانے میں چند درباریوں نے اقتدار حاصل کر کے سلطنت کے تمام امور کو اپنے ہاتھ میں لے لیا۔ چونکہ امراء کا تذکرہ اس قابل ہے کہ اس کتاب میں درج کیا جائے۔ للذا مختصر بیان کیا جاتا ہے کہ مشہور عادل شاہی امیر کامل خان دکنی علی عادل شاہ کے عہد حکومت میں برسراقتدار آیا۔ اس نے قلعہ مرچ کی تسخیر کے سلسلے میں نمایاں خدمات انجام دیں اور تمام ملکی وسیاسی امور کا مختار ہو گیا۔

کامل خاں کا اقتدار

کامل خاں دکنی نے اپنے اعتباری مقربین کو ابراہیم عادل شاہ ثانی کے گرد مقرر کیا۔ قلعے کے تھانیدار کو بھی اپنے ساتھ ملا لیا اس نے بادشاہ کی تعلیم وتربیت کا فریضہ علی عادل شاہ کی بیوی چاند بی بی کو سونپا۔ بدھ اور جمعہ کے علاوہ ہر روز وہ ابراہیم کو شاہی محل سے نکال کر دربار میں لاتا اور تمام لوگوں کو بادشاہ کے حضور میں آنے کا موقع دیتا۔ اور بڑی خوش اسلوبی اور دیانتداری کے ساتھ تمام امور سلطنت کو انجام دیتا۔

غرور کا نشہ

دو ماہ تک تو کامل خاں دکنی کا یہی انداز رہا، لیکن بعد میں نشہ اقتدار جادو کی طرح سر پر چڑھ کر بولا۔ وہ اپنی قوت پر نازاں ہو کر عجیب وغریب حرکتیں کرنے لگا۔ یہاں تک کہ اس نے چاند بی بی سے بھی بے ادبی کی۔ چاند بی بی، کامل خاں کی اس حرکت کو برداشت نہ کر سکی اور اس نے غصہ میں آ کر حاجی کشور ولد کمال خاں کو یہ پیغام بھیجا۔ "کامل خاں دکنی اب منصب وکالت کے قابل نہیں رہا میری خواہش ہے کہ یہ خدمت اب تم سنبھال لو، للذا جس طرح بھی ممکن ہو کامل خاں کو ٹھکانے لگاؤ۔ اس معاملے میں عجلت سے کام لینا اگر ذرا بھی تاخیر ہوئی تو پھر کامل خاں کی قوت پہلے سے کہیں زیادہ بڑھ جائے گی۔ اور اس سے چھٹکارا حاصل کرنا مشکل ہو جائے گا۔"

کشور خاں کا ہنگامہ

حاجی کشور خاں کو جب یہ پیغام ملا تو وہ بے انتہا خوش ہوا، اس نے چار سو مسلح آدمیوں کو ساتھ لیا اور سبز محل کی طرف روانہ ہوا، جہاں کامل خاں دیوان داری کے فرائض انجام دے رہا تھا۔ کشور خاں نے قلعے کے اندر پہنچ کر قلعے کا دروازہ اندر کی طرف سے بند کر لیا

marfat.com

Marfat.com

اور تھانیدار کو قید کر لیا۔ بعدازاں وہ سبز محل کی طرف بڑھا' کامل خاں کو ان تمام حالات کی خبر نہ تھی۔ اسے جب کشور خاں کی آمد کی اطلاع ہوئی تو وہ اپنی جان بچانے کے لئے شاہی حرم سرا کی طرف بھاگا اسے خیال تھا کہ چاند بی بی اس کی جان کی حفاظت کرے گی۔ کامل خاں کو اس کے چند وفاداروں نے بتایا کہ یہ سب کچھ چاند بی بی کے اشارے سے ہو رہا ہے۔ لہٰذا اس سے مدد کی توقع رکھنا بے کار ہے۔

کامل خاں کی پریشانی

کامل خاں کو یہ سن کو بہت حیرت ہوئی لہٰذا اس نے چاند بی بی سے مدد طلب کرنے کا خیال ترک دیا اور دشمن سے چھٹکارا حاصل کرنے کی تدبیر سوچنے لگا۔ اسے جب یہ معلوم ہوا کہ قلعے کے دروازے پر حاجی کشور خاں نے قبضہ کر رکھا ہے تو وہ شاہی محل کے پیچھے کی قلعہ کی دیوار پر چڑھ گیا اور نیچے چھلانگ دی۔ وہ پانی سے بھری ہوئی خندق میں گرا اور تیرتا ہوا پار اتر گیا یہاں سے وہ شہر میں چلا گیا' چونکہ ابھی اس کی زندگی کے کچھ دن باقی تھے لہٰذا اہل شہر نے اسے نہ پہچانا۔

گھر کا راستہ

کامل خاں دکنی قلعہ ارک کی خندق کے قریب باغ دروازہ امام تک گیا پھر درختوں کے بیچ میں سے ہوتا ہوا حصار شہر پر جا پہنچا یہ حصار بارہ گز اونچا تھا۔ حصار سے نیچے اترنے کے لئے اس نے یہ اہتمام کیا کہ اپنی پگڑی' شال اور کمربند کو ایک دوسرے سے باندھ کر ایک کمندسی بنالی اور اس کا ایک سرا دیوار کے کنگرے سے باندھ کے نیچے اتر گیا اور اسی پریشانی اور بدحواسی کے عالم میں اپنے گھر میں جو شہر سے باہر تھا جا پہنچا۔ سبز محل سے لے کر گھر تک پہنچنے میں کسی شخص نے اس کی مدد نہ کی گھر پہنچ کر کامل خان دکنی یہاں سے فرار ہو جانے کی تیاری کرنے لگا۔

کامل خاں دکنی کا قتل

حاجی کشور خاں اور اس کے ساتھیوں کو یہ وہم بھی نہ تھا کہ کامل خاں دکنی ایسی برق رفتاری سے کام لے کر محل سے فرار ہو جائے گا۔ پہلے تو انہوں نے کچھ دیر تک اسے قلعے ہی میں تلاش کیا آخر کار انہیں معلوم ہوگیا کہ وہ حصار سے نیچے اتر کر اپنے گھر جا چکا ہے۔ ان لوگوں نے ایک جماعت کو کامل خاں کے گھر کی طرف بھیجا کہ اس کو گرفتار کر کے لایا جائے۔ کامل کو اس کی اطلاع ہوگئی اس نے اپنی تمام دولت اور نقد رقم کو ساتھ لیا اور سات آٹھ ساتھیوں کے ہمراہ احمد نگر کی طرف روانہ ہوگیا لیکن ابھی وہ کچھ دور ہی پہنچا ہوگا کہ کشور خاں کے آدمیوں نے اس کو گرفتار کر لیا۔ اور اس خوف سے کہ کہیں اس کے ساتھی اسے بچانے کی کوشش نہ کریں اس کا سرتن سے جدا کر دیا اور اس کے تمام مال واسباب اور دولت وغیرہ کو لوٹ لیا۔

کشور خاں کا اقتدار

اس واقعہ کے بعد حاجی کشور خاں نے تمام امور سلطنت کو اپنے ہاتھ میں لیا اور چاند بی بی کے مشورے کے مطابق بڑی مستقل مزاجی سے اپنے فرائض انجام دینے لگا۔ اسی زمانے میں یہ اطلاع ملی کہ مرتضیٰ نظام شاہ کا سرنوبت بہزاد ملک ترک پندرہ ہزار سواروں کا لشکر لے کر عادل شاہی سرحد کے بعض پرگنوں کو فتح کرنے کے لئے آ رہا ہے۔ کشور خاں نے فوراً بادشاہ کو اس خبر سے آگاہ کیا۔ ابراہیم عادل شاہ کے حکم کے مطابق عین الملک' آتش خاں اور دوسرے حبشی امراء اخلاص خاں اور دلاور خاں وغیرہ کو ایک زبردست لشکر کے ساتھ بہزاد ملک ترک کے مقابلے کے لئے روانہ کیا گیا۔

عادل شاہی اور نظام شاہی لشکروں میں جنگ

یہ تمام امراء شاہ درک کے قریب پہنچے اور چند روز اس جگہ قیام کیا۔ بعدازاں نظام شاہی لشکر پر حملہ کرنے کے لئے جو پانچ کوس کے فاصلے پر مقیم تھا' آگے بڑھے۔ جب بہزاد ملک کو عادل شاہی لشکر کی آمد کا علم ہوا تو اس نے اپنی فوج کو منظم و مرتب کیا اور جنگ کی

marfat.com

Marfat.com

تیاریاں کرنے لگا طرفین میں زبردست جنگ ہوئی جس کے نتیجے میں عادل شاہی لشکر کو کامیابی ہوئی اور نظام شاہی فوج میدان جنگ سے فرار ہوگئی۔

عادل شاہی لشکر کی فتح

جو امراء شریک جنگ تھے انہوں نے فتح نامہ بادشاہ کی خدمت میں روانہ کیا۔ سارے شہر میں فتح کی خوشی منائی گئی' تمام کوچوں اور بازاروں میں شربت تقسیم کیا گیا۔ کشور خاں نے اس خوشی میں چاند بی بی کے حکم کے مطابق تمام امیروں کو خلعت عطا کیا' الغرض عادل شاہی لشکر کی کامیابی سبھی کے لئے مبارک ثابت ہوئی۔

ہاتھیوں کی واپسی کا معاملہ

اس کے بعد کشور خاں نے چاند بی بی کے مشورے اور ہدایت کے مطابق امراء کے نام احکام جاری کئے کہ نظام شاہی لشکر کے جو ہاتھی انہیں ہاتھ لگے ہوں وہ شاہی اصطبل میں داخل کر دیئے جائیں۔ امراء نے اس حکم کی تعمیل سے انکار کیا اور آپس میں صلاح و مشورہ کرنے لگے۔ بعضوں نے یہ رائے دی کہ چاند بی بی کی خدمت میں ایک عریضہ ارسال کیا جائے جس میں اصل حقیقت بیان کی جائے نیز چاند بی بی سے یہ درخواست کی جائے کہ کشور خاں کو معزول کر کے اس کی جگہ مصطفیٰ خاں کو مقرر کیا جائے۔

امراء کے مشورے

بعض امراء نے یہ مشورہ دیا کہ چونکہ اس وقت ملک بہزاد کی شکست کی خبر سن کر مرتضیٰ نظام شاہ بذات خود لڑنے کے لئے اس طرف آ رہا ہے۔ اس لئے بہتر یہی ہے کہ ہم لوگ فی الحال خاموش رہیں اور نظام شاہ کے فتنے کو دبا کر خود پایہ تخت میں حاضر ہوں اور چاند بی بی کی رائے کے مطابق اس معاملے کو طے کریں۔

مصطفیٰ خاں کے خلاف سازش

کشور خاں کو کسی نہ کسی طرح امراء کے ارادے کی اطلاع ہوگئی۔ اس نے چاند بی بی کے توسط سے مصطفیٰ خاں کے قتل کا فرمان حاصل کر لیا اور اس پر شاہی مہر لگا کر ایک شخص محمد امین نامی کے ہاتھ مرزا نور الدین محمد کے پاس روانہ کر دیا۔ مرزا نور الدین محمد مشہدی سید تھا' ایک لڑائی میں وہ گرفتار ہوا اور پھر مصطفیٰ خاں کی عنایت سے شاہی امراء کے گروہ میں داخل ہو گیا تھا۔ کشور خاں نے مرزا نور الدین کو پیغام دیا کہ۔ ''مصطفیٰ خاں کو فوراً قتل کر دو۔ اس کے بعد مصطفیٰ خاں کی تمام جاگیر اور مال و دولت کا مالک تمہیں بنا دیا جائے گا۔''

مرزا نور الدین کی احسان فراموشی

مرزا نور الدین نے کشور خاں کا پیغام سنتے ہی مصطفیٰ خاں کے تمام احسانات کو فراموش کر دیا۔ اور محمد امین کو قلعہ کی طرف روانہ کیا اور اس کے ہاتھ اہل قلعہ کو پیغام بھیجا۔ مجھے معتبر ذرائع سے یہ معلوم ہوا ہے کہ مصطفیٰ خاں نے اہل قلعہ کو قتل کر کے قلعہ کو نایک کے سپرد کر دینے کا ارادہ کیا ہے۔ نیز اس کی خواہش ہے کہ بغاوت و سرکشی سے کام لے کر جاگیر پر قبضہ کر لے۔ اس وقت تمہارا یہ فرض ہے کہ تمام شاہی فرمان کے مطابق عمل کرو اور مصطفیٰ خاں سے بالکل نہ ڈرو۔ اس کے صلے میں تمہیں انعام و اکرام سے نوازا جائے گا۔

مصطفیٰ کا قتل

محمد امین شام کے وقت قلعہ میں داخل ہوا اور اس نے مصطفیٰ خاں کو یہ اطلاع دی کہ میں ایک انتہائی ضروری فرمان لے کر حاضر ہوا ہوں۔ مصطفیٰ خان نے محمد امین کی بات کا اعتبار کر لیا اور اسے ایک عمدہ اور آرام دہ مکان میں ٹھہرایا۔ محمد امین نے مصطفیٰ خاں کو کہلوایا چونکہ۔ اس وقت رات ہے اس لئے میں شاہی فرمان صبح کے وقت دیوان عام میں پڑھ کر سناؤں گا۔ رات کو جب سب لوگ سو گئے تو امین

marfat.com

Marfat.com

نے نائک اور دوسرے تمام راجاؤں کو مصطفیٰ خان کے قتل کے لئے راضی کر لیا۔ صبح کو جب مصطفیٰ خاں نماز اور تلاوت قرآن سے فارغ ہوا تو ان ظالموں نے اسے قتل کر دیا۔

ایک قابل نجومی

کہا جاتا ہے کہ بنکاپور میں ایک بوڑھا نجومی تھا جو ہمیشہ صحیح پیشین گوئیاں کیا کرتا تھا۔ وہ آئندہ وقوع پذیر ہونے والے واقعات دو تین سال پہلے ہی بتا دیا کرتا تھا۔ بنکاپور کے قلعے کے بارے میں بھی اس نے بہت پہلے یہ کہا تھا کہ ایک وقت ایسا آئے گا کہ جب یہ قلعہ مصطفیٰ خاں نامی ایک امیر کے ہاتھوں فتح ہوگا۔ مصطفیٰ کو جب اس نجومی کے بارے میں معلوم ہوا تو اس نے نجومی کو بلوا کر اس سے اپنا زائچہ بنوایا اور اپنے آئندہ حالات کے بارے میں استفسار کیا۔

پیشین گوئی

پہلے تو نجومی نے کچھ بتانے سے انکار کیا' لیکن جب مصطفیٰ خاں نے بے حد اصرار کیا تو اس نے کہا۔ "ستاروں کی چال سے یہ ثابت ہے کہ فلاں سال میں پایہ تخت کا ایک مشہور امیر سازش کر کے تمہیں اسی محل میں قتل کر دے گا' لیکن وہ امیر خود بھی چین نہ پائے گا اور پایہ تخت سے فرار ہو کر تلنگانہ میں پناہ گزیں ہوگا اور وہاں ایک شخص کے ہاتھوں مارا جائے گا' نجومی کی یہ پیشین گوئی حرف بہ حرف صحیح نکلی اور تمام لوگ اس کے کمال کے قائل ہو گئے۔

کشور خاں کی تباہی کی داستان

کشور خاں کی تباہی و بربادی کی داستان یہ ہے کہ جب مصطفیٰ خاں کے قتل کی خبر بیجاپور پہنچی تو چاند بی بی کو اس کا بہت ملال ہوا کیونکہ مصطفیٰ خان سید زادہ تھا اور چاند بی بی سید زادوں کا بہت احترام کرتی تھی۔ اس وجہ سے چاند بی بی کو اس کا بہت ملال ہوا' اور چاند بی بی کو کشور خاں سے نفرت ہو گئی اور اسے نہایت سخت الفاظ میں یاد کرنے لگی۔ کشور خاں کو جب اس کا علم ہوا تو اس نے پہلے تو چشم پوشی کی اور بعد ازاں چاند بی بی پر یہ الزام لگایا کہ وہ اپنے بھائی مرتضیٰ نظام شاہ کو سلطنت کے تمام رازوں سے آگاہ کرتی رہتی ہے۔ اور اسے عادل شاہی سرحد پر قبضہ کرنے کے لئے اکساتی رہتی ہے۔

چاند بی بی کے خلاف سازش

کشور خاں نے ابراہیم عادل شاہ ثانی کو چاند بی بی کے خلاف بھڑکایا اور یہ مشورہ دیا کہ چاند بی بی کو کچھ عرصہ کے لئے قلعہ ستارا میں قید کر دینا چاہئے۔ جب نظام شاہی جھگڑوں سے چھٹکارا حاصل ہو جائے تو اسے شاہی محل میں واپس بلایا لیا جائے۔ ابراہیم اپنی کم عمری کی وجہ سے بالکل مجبور تھا' سلطنت کی معاملات میں اس کی رائے کی کوئی خاص وقعت نہ تھی' کشور خاں اپنی تجویز کو عملی جامہ پہنانے کے لئے سخت بے قرار تھا۔ چاند بی بی شاہی حرم سے باہر نکلنے کا نام نہ لیتی تھی اس کے علاوہ محل کی بوڑھی عورتیں اور قدیم خواجہ سرا بھی چاند بی بی کو زبردستی باہر لے جانے میں مانع آتے تھے۔

چاند بی بی کی نظربندی

کشور خاں نے جب یہ دیکھا کہ چاند بی بی کسی طرح قابو میں نہیں آتی تو اس نے خواجہ سراؤں اور عورتوں کو شاہی محل میں بھیجا اور انہیں حکم دیا کہ چاند بی بی کو زبردستی اٹھا لائیں۔ ان لوگوں نے کشور خان کے حکم کی تعمیل کی اور چاند بی بی کو بہ جبر شاہی محل سے نکال کر ایک پالکی میں بٹھا دیا اور یوں وہ قلعہ ستارا میں لے جا کر نظربند کر دی گئی۔

marfat.com
Marfat.com

میاں بدو کی سپہ سالاری

کشور خاں نے اپنی اس ناشائستہ حرکت کو اپنی بہت بڑی کامیابی گردانا اور پہلے سے بھی زیادہ غرور و تعصب سے کام لینے لگا۔ اس نے میاں بدو نامی ایک شاہی امیر کو' جو اس کا مقرب خاص تھا' امرائے سرحد کا سپہ سالار مقرر کیا اور اسے ایک بہت بڑے لشکر' ہاتھیوں اور گھوڑوں کے ساتھ شاہ درک کی طرف روانہ کیا۔ دکنی اور حبشی امراء نے جب میاں بدو کی آمد کی خبر سنی تو وہ اس کے استقبال کے لئے آئے اور اسے بڑی عزت کے ساتھ لشکر گاہ میں لائے۔

کشور خاں کی تجویز

میاں بدو ایک سمجھدار' دانش مند' تجربہ کار اور جہاں دیدہ تھا۔ اس نے آنکش خاں اور عین الملک سے بہت سے وعدے وعید کئے اور انہیں کشور خاں کا بہی خواہ بنالیا۔ اس کے بعد وہ دیگر امرائے لشکر کو مغلوب کرنے کی تجویزیں سوچنے لگا۔ کشور خاں نے میاں بدو کے نام اس مضمون کا ایک فرمان روانہ کیا کہ "مجھے معلوم ہوا ہے کہ لشکر کے امراء اپنی قوت پر بہت نازاں ہیں اور بادشاہ کی اطاعت سے کسی حد تک منحرف ہیں' جس طرح بھی ہو سکے تم انہیں قید کر لو۔ اور شاہ درک کے قلعے میں نظر بند کردو اور ان کے گھوڑے اور ہاتھی بارگاہ شاہی میں روانہ کردو۔ ان تمام امور کے سلسلے میں انتہائی احتیاط سے عمل کرنا۔

بدو میاں کا منصوبہ

بدو میاں خود کسی حد تک حریص انسان تھا اور وہ سپہ سالاری کے منصب پر فائز ہونے کا خواہاں تھا۔ اس نے کشور خاں کے حکم کی تعمیل کا ارادہ کر لیا اور حمید خاں اور اخلاص خاں کو تباہ و برباد کرنے کے منصوبے بنانے لگا۔ اس نے ان لوگوں کو اپنے گھر پر دعوت کے بہانے بلا کر گرفتار کرنے کی تجویز سوچی۔ امراء کے گروہ کو بدو میاں کے ارادے کا علم ہوگیا انہوں نے آپس میں صلاح مشورہ کر کے یہ طے کیا' پہلے تو بدو میاں کو ہی دعوت کے بہانے قید کیا جائے۔ اور پھر پایہ تخت میں پہنچ کر کشور خاں کا خاتمہ کیا جائے' بعدازاں نظام شاہیوں سے مقابلہ کر کے ان کے ہنگامے کو ختم کیا جائے۔

بدو میاں کی گرفتاری

اخلاص خاں نے یہ مشہور کیا کہ بیجاپور سے خبر آئی ہے کہ اس کے گھر لڑکا پیدا ہوا ہے۔ اسی خوشی میں اس نے ایک جشن عیش و عشرت منعقد کیا۔ اور بدو میاں کو اپنے گھر پر مدعو کیا' اس نے چند ہاتھی بھی فراہم کر دیئے اور یہ ظاہر کیا کہ وہ ان کو بدو میاں کی خدمت میں بطور تحفہ پیش کرے گا۔ بدو میاں' اخلاص خاں کے جال میں پھنس گیا اور اپنے چند مخصوص ساتھیوں کے ہمراہ اس کے گھر آیا۔ اخلاص خاں نے بھی اس کے ساتھ وہی کچھ کیا جو اس نے دیگر امراء کے لئے سوچ رکھا تھا۔

امراء کا عزم بیجاپور

میاں بدو کو گرفتار کرنے کے بعد ان حبشی امراء نے بیجاپور کو سفر اختیار کیا یہ سب کچھ چونکہ انتہائی عجلت میں ہوا تھا۔ اس لئے امراء کے لشکر میں انتشار پیدا ہوگیا۔ عین الملک اور آنکش خاں ایک دوسرے راستے سے اپنی جاگیروں کی طرف روانہ ہوگئے' کشور خاں کو یہ خبر معلوم ہوئی' اگرچہ وہ ان حبشی امراء سے مقابلہ کرنے کی ہمت نہ رکھتا تھا' تاہم ظاہری طور پر اس نے مقابلے کے لئے تیاری شروع کر دی۔

کشور پر لعنت ملامت

کشور خاں نے بادشاہ کی دلجوئی کے لئے ایک بہت بڑا جشن عیش و عشرت اپنے مکان پر منعقد کیا اور بادشاہ کو بھی وہاں لے کر آیا۔ اس

marfat.com

Marfat.com

نے بادشاہ کی خدمت میں طرح طرح کے گراں قدر تحفے پیش کئے' لیکن اس طریق کار کا کوئی فائدہ نہ ہوا۔ وہ جب شہر میں نکلتا تو عام لوگ یہاں تک کہ عورتیں بھی اس کو لعنت ملامت کرتیں اور یہ کہتیں "یہی وہ بدبخت کشور خاں ہے جس نے مصطفیٰ خاں کے سے عالی نسب انسان کو قتل کروایا' یہی وہ سیاہ کار ہے جس نے انتہائی بے ادبی کے ساتھ چاند بی بی کی قید کر رکھا ہے۔"

کشور خاں کو اس بات کا پورا پورا اندازہ ہوگیا کہ ساری رعایا اس سے نفرت کرتی ہے۔ جب اسے یہ علم ہوا کہ حبشی امراء بیجاپور سے صرف ایک منزل کے فاصلے پر ہیں تو وہ بادشاہ کو شکار کے بہانے شہر سے باہر لے گیا۔ کالا باغ میں تھوڑی دیر قیام کیا گیا' پھر کشور خاں نے بادشاہ سے کہا آج بڑی گرمی ہے اس لئے بہتر یہی ہے کہ آج شکار کا ارادہ ملتوی کیا جائے۔ حضور تو شہر میں تشریف لے جائیں' میں ذرا شاہ پور کے بازاروں میں گھوم پھر آؤں اور سیر کے بعد آپ کی خدمت میں حاضر ہو جاؤں گا۔

کشور خاں کا قتل

بادشاہ قلعہ ارک میں چلا آیا۔ کشور خاں چار سو سواروں اور بے شمار دولت ساتھ لے کر اپنے بال بچوں سے علیحدہ ہو کر احمد نگر کی طرف بھاگ گیا۔ اس نے بڑی برق رفتاری سے سفر کی منزلیں طے کیں اور نظام شاہی سرحد تک راستے میں کہیں قیام نہ کیا۔ اس طرح حبشی امیروں کے ہاتھ سے نجات پائی نظام شاہی امراء کشور خاں کے حالات سے واقف تھے اور وہ اس کو اچھا آدمی نہ سمجھتے تھے' اس وجہ سے وہ احمد نگر میں قیام نہ کر سکا اور قطب شاہی پایہ تخت گولکنڈہ کی طرف روانہ ہوگیا' یہیں ایک شخص نے اس سے مصطفیٰ خاں کا انتقام لیا۔ کشور خاں مارا گیا اور اس طرح بخوبی متذکرہ بالا کی پیشین گوئی حرف بہ حرف صحیح ثابت ہوئی۔

اخلاص خاں کا اقتدار

سرحدی فوج کے تینوں امراء بیجاپور پہنچے انہوں نے شاہی ملازمت اختیار کی اور خلعت فاخرہ سے نوازے گئے۔ ان میں اخلاص خاں حبشی کو وکیل السلطنت مقرر کیا گیا' ملکی ومالی امور اس کی نگرانی میں آگئے۔ اسی دوران میں چاند بی بی شاہی فرمان کے مطابق قلعہ ستارا سے محل میں واپس آگئی۔ اخلاص خاں نے حسب دستور بادشاہ کی تعلیم و تربیت کا فریضہ چاند بی بی کے سپرد کیا۔ افضل خاں شیرازی کو پیشوائی کا منصب عطا کیا گیا۔ وہ اس سے پہلے بھی علی عادل شاہ کے عہد حکومت میں اسی عہدے پر فائز تھا۔ پنڈت برہمن کو صدر محاسب بنایا گیا۔

اخلاص خاں نے رفتہ رفتہ چاند بی بی کے دل میں اپنے لئے جگہ پیدا کرلی اور غریبوں کو شک وشبہ کی نظر سے دیکھنے لگا۔ کشور خاں کی طرح اس نے بھی غریبوں پر ظلم ڈھانے شروع کئے۔ اس کو یہ وہم پیدا ہوا کہ غیر ملکی امراء کی وجہ سے اس کا اقتدار خطرے میں ہے۔ اس خیال کے پیش نظر اس نے سب سے پہلے افضل خاں شیرازی اور راسو پنڈت کو قتل کیا اور فتح اللہ شیرازی۔ ابوالقاسم اور شاہ مرتضیٰ خاں انجو وغیرہ کو بیجاپور سے خارج البلد کر دیا۔ اس کے بعد اس نے حمید خاں اور دلاور خاں کی مدد سے سلطنت کی مہمات کو انجام دینا شروع کر دیا۔

اخلاص خاں کی گرفتاری

اخلاص خاں نے عین الملک کو پایہ تخت میں طلبی کا شاہی فرمان بھجوایا۔ بادشاہ کے حکم کی تعمیل میں عین الملک بیجاپور کی طرف روانہ ہوگیا۔ اخلاص خاں نے چند مقربین کے ساتھ اس کا استقبال کیا۔ عین الملک نے جب یہ دیکھا کہ اخلاص خاں کے ساتھ صرف گنتی کے چند لوگ آئے ہیں تو اس نے ان سب کو گرفتار کرلیا اور پابہ زنجیر کر کے انہیں ساتھ لے کر بادشاہ سے ملنے کے لئے قلعے کی طرف روانہ ہوا۔ ابھی وہ دروازہ اللہ پور تک ہی پہنچا تھا کہ اسے اطلاع ملی کہ بعض شاہی ملازمین نے دستور خاں تھانیدار کو اس جرم میں قتل کر دیا ہے کہ وہ عین الملک سے ملا ہوا ہے۔

marfat.com

Marfat.com

رہائی

یہ سن کر عین الملک بہت پریشان ہوا اس نے گرفتار شدہ امراء کی طرف کوئی توجہ نہ کی اور فوراً واپس ہوگیا۔ مقصود خاں نامی ایک شاہی غلام نے ایک جماعت کے ساتھ ان لوگوں کا مقابلہ کیا۔ یہ لوگ ابھی شہر سے باہر بھی نہ نکلے تھے کہ مقصود خاں کے ہاتھ وہ ہاتھی لگ گئے جن پر اخلاص خاں اور اس کے ساتھیوں کو عین الملک نے پابہ زنجیر کر کے بٹھا رکھا تھا مقصود خاں نے ان ہاتھیوں کو روک لیا اور شہر سے باہر نہ جانے دیا۔ اس نے فوراً مقید امراء کو ہاتھیوں سے اتارا اور ان کی زنجیروں کو کاٹ دیا یہ لوگ بادشاہ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عین الملک اپنی جاگیر کی طرف روانہ ہوگیا۔

طوائف الملوکی

عین الملک نے بہت سے امیروں کو اپنے ساتھ ملا لیا اور انہیں حبشیوں کی اطاعت کرنے سے منع کر دیا جو دوبارہ برسر اقتدار آ گئے تھے۔ اس وجہ سے پایہ تخت میں سخت انتشار پھیل گیا۔ نظام شاہی حکام جو موقع کے منتظر تھے انہوں نے اس طوائف الملوکی سے پورا پورا فائدہ اٹھایا اور عادل شاہی علاقے کو فتح کرنے کے خواب دیکھنے لگے۔

بہزاد ملک جو شکست کھا کر' عادل شاہی علاقے سے کچھ فاصلے پر مقیم تھا۔ اس نے اس طوائف الملوکی اور انتشار کی خبر سنی اس نے برار کے امیر امراء' مرتضیٰ خاں کو ساتھ لیا اور پھر معرکہ آرائی کے لئے آیا۔ ۹۸۹ھ میں فرمان روائے تلنگ ابراہیم قطب شاہ نے داعی اجل کو لبیک کہا اور اس کا بیٹا محمد علی شاہ بہت چھوٹی عمر میں اس کا جانشین ہوا۔ محمد علی قطب شاہ نے اپنے امراء کے مشورے سے نظام شاہیوں سے مل کر ابراہیم عادل شاہ ثانی کے پرگنوں پر قبضہ کرنے کا ارادہ کر لیا۔

قلعہ شاہ درک پر نظام شاہی قبضہ

مرتضیٰ نظام نے سب سے پہلے بہزاد ملک اور سید مرتضیٰ کی معاونت میں شاہ درک کا قلعہ فتح کیا۔ بعدازاں اس نے قلعہ گلبرگہ پر قبضہ کرنے کا ارادہ کر لیا۔ بادشاہ جلد از جلد گولکنڈہ سے شاہ درک پہنچ گیا اور بہزاد الملک اور سید مرتضیٰ نے اس قلعے کا محاصرہ کر لیا۔ دشمن نے تین اطراف سے قلعے پر توپیں اور منجنیقیں نصب کیں۔ صبح سے لے کر شام تک جنگ ہوتی رہی اور یہ لوگ قلعے کو فتح کرنے کی کوشش کرتے رہے۔

اس قلعے کے تھانیدار محمد آقا نے بڑی بہادری اور جرات کا ثبوت دیا۔ اس نے ہر ممکن طریقے سے دشمن کی مدافعت کی اسے یہ معلوم تھا کہ بیجاپور میں طوائف الملوکی کا دور دورہ ہے۔ اس لئے وہاں سے کسی قسم کی مدد لینا مشکل ہے' لیکن اس نے پھر ہمت سے کام لے کر دشمن کو اپنے آپ پر غالب نہ آنے دیا وہ روزانہ آلات آتش بازی سے نظام شاہی اور قطب شاہی افواج کے سپاہیوں کو ہلاک کرتا۔

قطب شاہ اور نظام شاہ نے محمد آقا کو بہلانے پھسلانے کی بہت کوشش کی اس سے آئندہ کی ترقی کے وعدے کئے اور اپنے آقا سے غداری کرنے کے لئے کہا' مگر اس نمک حلال نے جواب دیا کہ "میرے آقا نے مجھ پر بھروسہ کر کے یہ قلعہ میرے حوالے کیا ہے' میں اس کی عنایت سے بہت خوش ہوں اگر آج میں بددیانتی سے کام لے کر یہ قلعہ آپ کے حوالے کر دوں تو کل خدا اور خلق کے سامنے میری جو تذلیل ہوگی وہ بیان سے باہر ہے' میں آپ سے درخواست کرتا ہوں کہ مجھ سے اس قسم کی کوئی توقع نہ کی جائے اور مجھے اپنے آقا کا سچا وفادار سمجھا جائے۔

قطب شاہ نے جب تھانیدار کی یہ مستقل مزاجی دیکھی تو بہت حیران ہوا۔ محاصرے کے چار مہینے گزر گئے جب اس کا کوئی نتیجہ نہ نکلا تو بادشاہ نے مرزا اصفہانی کو بہت برا بھلا کہا۔ کیونکہ اسی نے بادشاہ کو اس طرف آنے کی ترغیب دی تھی۔ بہزاد ملک اور سید مرتضیٰ کو جب یہ بات معلوم ہوئی تو محاصرے کی طوالت سے گھبرا کر وہ بھی قطب شاہ کے ہم آواز بن گئے اور یہ کہا "ہمیں محاصرے سے دست بردار ہو کر

marfat.com

Marfat.com

یہاں سے کوچ کر دینا چاہئے۔ اس وقت بیجاپور میں طوائف الملوکی کا دور دورہ ہے اگر ہم لوگ وہاں پہنچ کر کوئی ہنگامہ بپا کریں تو اس سے بہت فائدہ ہو گا۔

بیجاپور پر دشمن کی یورش

قلی قطب شاہ تو یہاں سے رخصت ہونے کا بہانہ ڈھونڈھ ہی رہا تھا اس نے جب دوسروں کو اپنا ہم خیال پایا تو دوسرے ہی روز وہ دوسرے تمام لوگوں کے ساتھ شاہ درک سے بیجاپور کی طرف روانہ ہوگیا۔ ان لوگوں نے چالیس ہزار لشکریوں کی زبردست جمعیت کے ساتھ بیجاپور کے پاس پہنچ کر شہر کا محاصرہ کر لیا۔ پایہ تخت میں اس وقت صرف دو تین ہزار لشکر خاصہ کے سوار موجود تھے۔ دشمنوں نے اپنے خیمے نصب کر دیئے اور شہر کو فتح کرنے کی کوشش شروع کر دیں۔

معرکہ آرائیاں

کبھی کبھی ایسا بھی ہوتا تھا کہ عادل شاہی سپاہیوں اور قطب شاہی و نظام شاہی لشکر میں لڑائی بھی ہوا چاہتی تھی۔ حبشیوں نے قلعے میں پناہ لی اور اسے مضبوط و مستحکم کیا۔ حریف کی تعداد چونکہ زیادہ تھی اس لئے اس کا پلہ بھاری ہوتا رہا۔ اسی دوران میں بارش ہوگئی اور قلعے کی دیوار بیس گز کے قریب گر گئی۔ بادشاہ نے فرمان بھیج کر عین الملک کنعانی اور آنکش خاں کو طلب کیا یہ دونوں چھ ہزار سواروں کے ساتھ بیجاپور آئے اور دروازہ اللہ پور کی طرف مقیم ہوگئے۔

عین الملک کا سید مرتضیٰ سے مل جانا

چونکہ عین الملک اور آنکش خاں حبشیوں کی طرف سے خطرہ تھا اس لئے وہ سید مرتضیٰ سے مل گئے۔ قلی قطب شاہ اور بہزاد الملک نے صبح کے وقت قلعے پر حملہ کرنے کا ارادہ کیا' لیکن سید مرتضیٰ نے ایسا نہ کرنے دیا۔ وجہ یہ تھی کہ وہ بہزاد الملک سے آزردہ خاطر تھا اس سے عادل شاہیوں نے فائدہ اٹھایا اور جلد از جلد قلعے کی دیوار کے شکستہ حصے کو از سر نو تعمیر کر لیا۔ سلطنت کے اکثر امراء اور ارکین حبشیوں سے ناراض تھے اور ان کی کسی بات پر کسی عمل پر اعتماد نہ کرتے تھے۔

حبشیوں کی حکومت سے علیحدگی

حبشیوں کو اس صورت حال کا علم ہوگیا انہوں نے چاند بی بی سے کہا کہ "ہم لوگ غلام ہیں' اس لئے ارکین دربار اور اشراف ملک ہم سے آزردہ خاطر ہیں۔ اور ہماری حکومت ناپسند کرتے ہیں اس وقت دشمن ہمارے سر پر کھڑا ہوا ہے اس لئے عادل شاہی خاندان کی بہی خواہی اسی میں ہے کہ عنان حکومت اشراف اور عالی خاندان امراء کے سپرد کر دی جائے تاکہ باہمی چپقلش اور فتنہ و فساد کا دروازہ بند ہو جائے۔

شاہ ابوالحسن کا امیر جملہ مقرر ہونا

چاند بی بی نے حبشیوں کی رائے سے اتفاق کیا اور انہیں کے مشورے کے مطابق شاہ ابوالحسن ولد شاہ طاہر کو میر جملہ مقرر کیا گیا۔ سید ابوالحسن نے اپنا عہدہ سنبھالتے ہی دشمنوں کے دفع کی تدابیر کو عمل میں لانا شروع کیا۔ سب سے پہلے اس نے برکیوں کے نام فرامین بھیج کر انہیں بیجاپور میں طلب کیا۔

سید ابوالحسن کا خط سید مرتضیٰ کے نام

سید مرتضیٰ' شاہ ابوالحسن کے خاندان سے عقیدت رکھتا تھا۔ ابوالحسن نے اس تعلق کا فائدہ اٹھا کر سید مرتضیٰ کو اس مضمون کا ایک خط لکھا۔ "ابراہیم عادل شاہ اپنی قوت عسکری طاقت اور اقبال کے لحاظ سے دشمنوں سے بہت آگے ہے اسے مغلوب کرنا کوئی آسان کام نہیں

marfat.com

Marfat.com

ہے، تم قطب شاہ اور بہزاد الملک کو یہ اچھی طرح سمجھا دو کہ وہ بادشاہ کی مختصر سی فوج کو دیکھ کر کسی غلط فہمی میں مبتلا نہ ہوں۔ ابھی تھوڑے ہی عرصے میں ممالک محروسہ سے بے شمار لشکری پایہ تخت کے آس پاس جمع ہونے کے لئے یہاں چلے آئیں گے۔"

شاہ ابوالحسن نے سید مرتضٰی کو یہ بھی لکھا "برگی امراء جو علی عادل شاہ کے عہد حکومت میں خوف کی وجہ سے پایہ تخت میں آتے ہوئے گھبراتے تھے اور بیجانگر چلے گئے تھے انہیں طلبی کا شاہی فرمان بھجوایا جا چکا ہے۔ اور وہ اس طرف آنے ہی والے ہیں، ایسی صورت میں تمہارے لئے یہاں رہنا تو کیا یہاں سے فرار ہو جانا بھی انتہائی مشکل ہو جائے گا۔

سید مرتضٰی کی عادل شاہیوں کی طرف داری

سید مرتضٰی اپنی ماتحتی کی وجہ سے دل ہی دل میں اپنے ساتھیوں سے کبیدہ خاطر تھا اور اس کی یہ خواہش تھی کہ قلی قطب شاہ اور بہزاد الملک اپنے ارادوں میں کامیاب نہ ہوں۔ شاہ ابوالحسن کا خط ملنے کے بعد وہ عادل شاہیوں کا طرفدار ہو گیا اور اس نے اس سلسلے میں عملی اقدامات بھی اٹھانے شروع کئے۔ سب سے پہلے تو اس نے عین الملک اور آنکس خان کو سمجھایا اور ان سے کہا۔ "اپنے برابر کے لوگوں سے ناراض ہو کر اپنے آقائے ولی نعمت کے ساتھ غداری اور نمک حرامی کرنا شرفاء کا کام نہیں ہے۔ تمہیں یہ زیب نہیں دیتا کہ تم اپنے بادشاہ کی مخالفت کرو اور اس کے دشمنوں کے ملازمین میں داخل ہو جاؤ۔ اس وقت بیجاپور میں حبشیوں کے ہاتھ اقتدار نہیں رہا، اب شاہ ابوالحسن تمام سیاہ و سفید کا مالک ہے۔ تمہیں چاہئے کہ اس پر اعتماد کرو اپنے آقا کی اطاعت کا دم بھرو۔"

عادل شاہی سلطنت کا استحکام

عین الملک اور آنکس خاں نے اس مشورے کو مناسب و موزوں سمجھا اور رات کے وقت چپکے سے کوچ کر کے دروازہ اللہ پور کے قریب اپنی پہلی جگہ پر مقیم ہو گئے۔ انہوں نے پورے خلوص کے ساتھ بادشاہ کی اطاعت اور وفاداری کا اظہار کیا۔ اسی طرح دوسرے امراء بھی اس خبر کو سن کر بیجاپور میں جمع ہونے لگے۔ برگی امراء بھی جوق در جوق اس طرف آنے لگے، الغرض شاہ ابوالحسن کی خوش اسلوبی اور حسن اخلاق سے تھوڑے سے عرصے ہی میں بیجاپور میں بیس ہزار سوار جمع ہو گئے اور سلطنت کی بنیادیں ازسرنو مضبوط و مستحکم ہو گئیں۔

دشمن کی واپسی

بادشاہ کے حکم کے مطابق سب سے پہلے برگی امراء نے دشمن کو سیدھے راستے پر لانا شروع کیا۔ ان لوگوں نے بڑی جرات و بہادری کا مظاہرہ کیا اور دشمن کو ایسا تباہ و برباد کیا کہ اس کے لشکر میں قحط پڑ گیا۔ دشمن نے قلعہ شاہ درک کی طرح بیجاپور کے محاصرے سے بھی خفت اٹھائی۔ ابراہیم عادل شاہ صلح کے لئے راضی نہ ہوا۔ دشمن نے جب یہ صورت حال دیکھی تو واپسی کا ارادہ کر لیا۔

قطب شاہ اپنے لشکر کے ساتھ حسن آباد گلبرگہ کی طرف روانہ ہوا تاکہ وہاں فتح و شادمانی کا ڈنکہ بجائے۔ بہزاد الملک اور سید مرتضٰی نے دوبارہ شاہ درک کی طرف جانے کی سوچی تاکہ اس علاقے کو فتح کر کے نظام شاہی سلطنت میں داخل کر لیں لیکن ان لوگوں کو جیسا کہ آگے چل کر بیان کیا جائے گا۔ شاہ درک جانا اور وہاں قیام کرنا نصیب نہ ہوا اور کلہر اور مرج کے راستے سے آبادیوں کو ویران و برباد کرتے ہوئے احمد نگر چلے گئے۔

قطب شاہ نے اثنائے راہ میں اپنے ایک امیر شاہ سید زنبیل استرآبادی کو مصطفٰی خاں کو خطاب سے نوازا اور اسے ایک زبردست لشکر دے کہ ابراہیم عادل شاہ کے ملک کے ایک حصے کو فتح کرنے کے لئے روانہ کیا۔ اس کے بعد قطب شاہ گولکنڈہ واپس آگیا۔ ابراہیم عادل شاہ گولکنڈہ واپس آگیا۔ ابراہیم عادل شاہ کو جب ان حالات کا علم ہوا تو اس نے اخلاص خاں کے مشورے سے دلاور خاں حبشی کو ایک زبردست لشکر کے ہمراہ دشمنوں کے مرکزی مقام گلبرگہ کی طرف روانہ کیا۔

marfat.com

Marfat.com

قطب شاہیوں کی شکست

دلاور خاں بڑی تیز رفتاری سے سفر کی منزلیں طے کرتا ہوا حریف کے سر پر پہنچ گیا۔ اس نے دشمن کے مقابلے پر اپنی فوج کو آراستہ کر کے بازار جنگ گرم کر دیا۔ طرفین میں تلواریں چلنے لگیں عادل شاہیوں نے بہت ہی جرات واستقلال کا مظاہرہ کیا قطب شاہی شکست خوردہ باختہ ہو کر میدان جنگ سے بھاگ گیا اور دلاور خاں حبشی فتح یاب ہوا۔

ابراہیم عادل شاہ کی اقبال مندی

اس معرکے میں دلاور خاں کے ہاتھ بہت مال غنیمت آیا۔ قطب شاہیوں کے ایک سو پندرہ بڑے ہاتھی' نظام شاہیوں کے ہاتھ لگے۔ جو لوگ دنیا کے واقعات پر گہری نظر رکھتے ہیں ان سے یہ حقیقت پوشیدہ نہیں ہے کہ جو واقعات ظہور میں آئے ان کی وجہ بادشاہ کی اقبال مندی کے سوا کچھ اور نہیں ہے۔ دشمن کے چالیس ہزار تجربہ کار سپاہیوں کا قلعہ بیجانگر کا محاصرہ کرنا' شہر میں ان کے مقابلے میں صرف دو تین ہزار سپاہیوں کا ہونا' ایک سال تک محاصرہ قائم رکھنے کے بعد دشمن کا ناکام و نامراد لوٹنا' قطب شاہی ہاتھیوں اور دیگر سامان کا ابراہیم عادل شاہ کے ہاتھ لگنا۔ یہ سب کچھ بادشاہ کے اقبال کی برکت نہیں تو اور کیا ہے۔

دلاور خاں کا خواب

متذکرہ بالا کامیابی کے بعد دلاور خاں کا دماغ عرش پر چڑھ گیا اور وہ میر جملگی کے منصب پر فائز ہونے کے خواب دیکھنے لگا' اس نے قلعہ ارک کے تھانیدار حیدر خان پر چوری چھپے یہ ارادہ ظاہر کر دیا۔ اسے آئندہ کی ترقیات اور وعدوں سے اپنا بنایا اور اپنا مقصد حاصل کرنے کے لئے جلد از جلد بیجاپور کی طرف روانہ ہو گیا۔

اخلاص خاں کی غفلت

دلاور خاں جلد از جلد راستہ طے کرتا ہوا بیجاپور کی طرف روانہ ہوا وہاں پہنچ کر اس نے دروازہ اللہ پور میں قیام کیا' یہاں سے اس نے اپنے مخصوص مقربین کو اخلاص خاں کے پاس بھیجا اور ان کے توسط سے اخلاص خاں کی خوب خوشامد کی۔ اخلاص خاں نے غفلت سے کام لیا اور دلاور خاں کو کمزور سمجھ کر قلعے کی کوئی حفاظت نہ کی اور اسے پیغام بھیجا۔ "مجھے جب بھی موقع ملے گا میں بادشاہ سے تمہارے متعلق گفتگو کروں گا اور پھر اجازت لے کر بارگاہ سلطانی میں پیش کروں گا۔"

دلاور خاں کا فتنہ

یہ پیغام سن کر دلاور خاں کو اپنے مقصد میں کامیابی کی پہلے سے کہیں زیادہ امید ہو گئی۔ ایک روز اخلاص خان سلطنت کے کاموں سے فارغ ہو کر آرام کے لئے بستر پر لیٹا تھا۔ دلاور خاں کو اس کے مخبروں نے اطلاع دی اس نے موقع کو غنیمت جانا اور اپنے بیٹوں' سات سو سواروں اور پندرہ ہاتھیوں کے ساتھ شہر میں داخل ہو گیا۔ وہ جلد از جلد قلعہ ارک میں پہنچا جہاں بادشاہ مقیم تھا۔ اس نے بادشاہ کی خدمت میں حاضری دی اور بعد ازاں اخلاص خاں سے مقابلہ کرنے کی تیاریاں کرنے لگا۔ اس نے جلد از جلد قلعے میں اپنے ہی خواہوں اور ساتھیوں کو مناسب جگہوں پر متعین کر دیا۔

دلاور خاں اور اخلاص خاں میں جنگ

اسی اثناء میں اخلاص خاں کی آنکھ کھلی اور اسے تمام حالات کا علم ہوا۔ اس نے فوراً تین چار ہزار سواروں کا لشکر ساتھ لیا اور قلعے کی طرف روانہ ہوا۔ دلاور خاں کو جب اس کا علم ہوا تو اس نے اپنے بیٹوں اور حیدر خاں کی مدد سے قلعے کے دروازے بند کر لئے اور دشمن کی مدافعت کی تیاریاں کرنے لگا۔ طرفین میں زبردست معرکہ آرائی ہوئی یہ لڑائی کچھ اس قسم کی تھی کہ کبھی تو اخلاص خاں کا پلہ بھاری

marfat.com

Marfat.com

ہوتا اور کبھی دلاور خاں کا' لیکن جانی نقصان زیادہ اخلاص خاں کا ہی ہوا۔ شام تک اس کے تقریباً پچاس ساٹھ سپاہی مارے گئے' اس کے برعکس اہل قلعہ کا صرف ایک ہی سپاہی کام آیا۔

قلعے کا محاصرہ

سورج ڈوبنے کے بعد اخلاص خاں اپنے گھر چلا آیا۔ اس نے بلبل خاں کو قلعے کے محاصرے اور اہل قلعہ کے لئے غلہ لے جانے کی راہوں کو مسدود کرنے پر مقرر کیا۔ بلبل خاں پہلے مصطفیٰ خاں کا ملازم تھا اور اب اخلاص خاں کے خدمت گاروں میں شامل ہو گیا تھا۔ اس نے قلعے کا محاصرہ قائم رکھنے میں بڑی جانفشانی سے کام لیا' تقریباً ایک ماہ تک یہی عالم رہا اور دوست دشمن سبھی نے بلبل کی جرات و ہمت کی تعریف کی۔

دلاور خاں نے چوری چھپے اپنا ایک آدمی بلبل خاں کے پاس بھیجا اور اسے خوبصورت وعدوں سے بہلا پھسلا کر اپنا حلیف بنالیا۔ اخلاص خاں کو جب اس کی اطلاع ہوئی تو اس نے بلبل خاں کی جگہ ایک دوسرے حبشی کو مقرر کیا اور خود حسب سابق اپنے گھر میں بیٹھا رہا۔ بلبل خاں کا دلاور خاں سے مل جانا خاصے کے لشکر کے بہت سے سپاہیوں کو پسند آیا اور وہ بھی اخلاص خاں کا ساتھ چھوڑ کر دلاور خاں سے جا ملے۔

اس وجہ سے دلاور خاں کی قوت پہلے سے کہیں زیادہ بڑھ گئی۔ نوبت یہاں تک پہنچی کہ اہل قلعہ کا لشکر بلبل خاں کی سرکردگی میں قلعے سے باہر نکل کر اخلاص خاں کے لشکر کا مقابلہ کرتا اور انہیں پسپا کر کے غلہ اور دیگر سامان ضرورت قلعے کے اندر لے آتا۔ الغرض اس طریق کار پر عمل کر کے اہل قلعہ نے محاصرے کی تکالیف سے نجات حاصل کی اور ان کو قدرے سکون نصیب ہوا۔

خانہ جنگی

پورے چار ماہ تک یہی افراتفری کا عالم رہا۔ شہر کے کوچہ و بازار میں خانہ جنگی ہوتی' طرفین کے سپاہی مارے جاتے لیکن کوئی خاص نتیجہ نہ نکلتا۔ اس صورت حال سے تمام امراء اور ساری رعیت تنگ آگئی۔ بلبل خاں نے بڑی دانشمندی سے کام لیا۔ اس نے بہت سے امراء کو اخلاص خاں کا ساتھ چھوڑ دینے پر آمادہ کر لیا اور یہ امیر اپنی اپنی جاگیروں کی طرف چلے گئے۔ اب اخلاص خاں اکیلا رہ گیا۔ لیکن پھر بھی اس کے پائے استقلال کو لغزش نہ ہوئی۔ اس نے بیجاپور سے چلے جانے کو اپنی توہین سمجھا اور اپنے گھر میں مقیم رہا۔

دلاور خاں کا غلبہ

آخر کار دلاور خاں نے اپنے قابل اعتبار سپاہیوں کو اخلاص خاں کے گھر بھیجا یہ سپاہی اسے گرفتار کر کے لے آئے۔ دلاور خاں نے اخلاص خاں کی قدیم عنایات کو بالکل فراموش کر دیا اور اس کی دونوں آنکھیں نکال لیں۔ دلاور خاں نے نامی گرامی امراء سے مراسم پیدا کئے اور ان کو اپنا ہمدرد اور دوست بنالیا۔ اس نے اپنی اولاد کو زیور تعلیم و تربیت سے آراستہ کر کے بادشاہ کے مصاحبین میں شامل کیا۔

دلاور خاں کے بیٹے

دلاور خاں کا بڑا لڑکا معزز امراء کے گروہ میں شامل ہوا اور بادشاہ کو قرآن پاک' گلستان سعدی اور بوستان سعدی کی تعلیم دینے پر مقرر کیا گیا' دوسرے لڑکے کمال خاں کو سرنوبت کا منصب ملا۔ وہ چوگان بازی میں بادشاہ کا شریک کار رہا' تیسرا لڑکا خاں بھی امرائے شاہی میں شامل ہوا اور بادشاہ کا پاسبان خاص مقرر ہوا' چوتھا لڑکا عبدالقادر قلعہ ارک کا تھانیدار بنایا گیا چونکہ عبدالقادر کی عمر بہت تھوڑی تھی للذا اس کی طرف سے یہ فریضہ رومی خاں کو سونپا گیا۔

ظلم و ستم

دلاور خاں نے بلبل خاں کو منہ بولا بیٹا بنا کر طبقہ امراء میں شامل کر لیا۔ دلاور خاں نے اپنے اقتدار کو مضبوط کرنے کے لئے ایک لاکھ

marfat.com

Marfat.com

غیر ملکی باشندوں اور ساٹھ ہزار حبشیوں کے علاوہ باقی تمام لوگوں کو جن سے اسے خطرہ تھا خارج البلد کر دیا- اخلاص خاں نے اپنے زمانہ اقتدار میں شاہ ابوالحسن کو ایک قلعہ میں نظربند کر رکھا تھا- دلاور خاں کو اس سے خطرہ پیدا ہوا لہٰذا اس نے اسی عالم اسیری میں شاہ صاحب کی آنکھوں میں سلائیاں پھروا دیں- اسی پر اکتفانہ کی بلکہ بعد میں ان کو شہید بھی کروا دیا-

حاجی نور معززین شہر میں سے تھا- وہ علی عادل شاہ کا رازدار بھی تھا- دلاور خاں کو اس سے بھی خطرہ پیدا ہوا- لہٰذا اسے معزول کر دیا گیا اور اس کا درجہ ایک معمولی لشکری کے برابر کر دیا- دلاور خان نے چاند بی بی کو بھی ظلم کا نشانہ بنایا- اور اس کی قوت کو پہلے سے کہیں کم کر دیا اور ایسا انتظام کیا کہ کوئی خیر خواہ یا ہمدرد اس کے پاس پھٹکنے نہ پائے- دلاور خاں نے قلعہ اردنی کے تھانیدار پر بھی ظلم ڈھایا اسے تھانیداری کے عہدے سے معزول نہیں کیا بلکہ اس کی آنکھیں نکلوادیں-

مذہب اہل سنت کا رواج

دلاور خاں نے ملک سے شیعہ مذہب کے اقتدار کو ختم کر دیا اور اہل سنت کے مذہبی احکامات کو صادر کیا- ان تمام وجوہات کی بنا پر وہ ہر لحاظ سے خودمختار ہوگیا اور بغیر کسی کی مخالفت کے خطرے کے بڑے امن و اطمینان کے ساتھ حکومت کے امور سرانجام دینے لگا-

راجگان مالابار کی سرزنش

مالابار کی راجاؤں نے مصطفیٰ خان کے بعد عادل شاہی حکومت کو خراج دینا بند کر دیا تھا- اس وجہ سے دلاور خاں نے ۹۹۸ھ میں بلبل خاں کو ان راجاؤں کے مقابلے پر روانہ کیا- اسی سال مرتضیٰ نظام شاہ کے وکیل السلطنت صلابت خاں ترک سے بات چیت کر کے دلاور خاں نے نظام شاہی حکومت سے اچھے تعلقات پیدا کئے-

نظام شاہی سے اچھے تعلقات

مرتضیٰ نظام شاہ نے ابراہیم عادل کو محبت آمیز خطوط روانہ کئے اور اپنے بیٹے میراں شاہ حسین کی شادی بادشاہ کی بہن خدیجہ سلطان المعروف بہ "راجہ جیو" سے کرنے کی درخواست کی- اسی سال احمد نگر کے معزز امراء و اراکین سلطنت قاسم بیگ ولد قاسم بزرگ اور میرزا احمد نقی وغیرہ میراں حسین شاہ کی شادی کے لئے بیجاپور آئے- خدیجہ سلطان کی شادی کر دی گئی اور اسے احمد نگر روانہ کر دیا گیا-

شہزادی خدیجہ سلطان کی شادی

چاند بی بی اپنے بھائی مرتضیٰ نظام شاہ سے ملاقات کی بے حد خواہاں تھی- لہٰذا وہ شہزادی خدیجہ کے ساتھ احمد نگر روانہ ہوگئی- جب قاسم بیگ' میرزا محمد نقی اور دیگر امرائے احمد نگر' ابراہیم عادل شاہ سے انعامات و خلعت وغیرہ حاصل کر کے شاہ پور روانہ ہوگئے تو ۹۹۳ھ کے آخر میں خدیجہ سلطان بھی احمد نگر پہنچ گئی- اور اسے میراں حسین شاہ کے محل میں داخل کیا گیا- شہزادی کے بیجاپور سے جو امراء (شیخ قاسم عرب نجفی' اور غیاث بیگ قزدینی الخاطب بہ چنگیز خاں وغیرہ) آئے تھے- احمد نگر سے کامیاب و کامران واپس ہوئے-

ابراہیم عادل شاہ کی شادی کی تیاریاں

اسی زمانے میں ابراہیم عادل شاہ کو بھی شادی کرنے کا خیال پیدا ہوا- اس نے امرائے بیجاپور کی ایک جماعت کو اس مقصد کے لئے حیدر آباد جو بھاگ نگر کے نام مشہور ہے روانہ کیا- ابراہیم عادل شاہ سلطان ابراہیم قطب شاہ کی بیٹی' چاند بی بی سے جو اپنے بھائی محمد قلی قطب شاہ کے سایہ عاطفت میں پرورش پا رہی تھی شادی کرنا چاہتا تھا- امرائے بیجاپور کا گروہ' جو خواجہ علی ملک التجار شیرازی کی ماتحتی میں روانہ ہوا تھا- جب قطب شاہی علاقے میں پہنچا تو اس کا بہت شاندار طریقے سے استقبال کیا گیا-

marfat.com

Marfat.com

جشن عشرت

امرائے بیجاپور جب حیدر آباد کے قریب پہنچے تو قطب شاہی امراء ان کو بہت تعظیم و تکریم کے ساتھ شہر میں لائے۔ اور بہت اعلیٰ درجے کے مکانات میں ان کی رہائش کا انتظام کیا۔ شادی کی بات چیت شروع ہوئی قطب شاہیوں نے ابراہیم کا پیغام قبول کر لیا اور جشن عشرت منعقد کر کے شہزادی کا عقد کر دیا گیا۔

رنگ میں بھنگ

مرتضیٰ نظام شاہ اور شاہ قلی صلابت خاں کو اس واقعہ کی اطلاع ہوئی چونکہ یہ عقد ان کے مشورے کے بغیر کیا گیا تھا۔ اس لئے ان دونوں نے محمد قلی قطب شاہ کی شکایت کی، قلی قطب شاہ اپنے باپ کی نصیحت کے مطابق خاندان نظام شاہی کا بہت ادب و لحاظ کرتا تھا لہٰذا اس نے اپنی بہن کو رخصت کرنے میں تامل کیا۔ ابراہیم عادل شاہ کو جب اس صورت حال سے آگاہی ہوئی تو وہ بہت غصے میں آیا اور اس فتنے کو دبانے کی تیاریاں کرنے لگا۔

نظام شاہیوں پر لشکر کشی

ابراہیم نے فوراً اپنے لشکر کو جمع ہونے کا حکم دیا جب تمام لشکری اور امراء جمع ہو گئے تو بادشاہ ۹۹۵ھ میں شہر سے روانہ ہوا۔ چونکہ یہ بادشاہ کی پہلی لشکر کشی تھی اس لئے اراکین سلطنت اور امرائے دربار نے بادشاہ پر اشرفیاں نچھاور کیں۔ دلاور خاں کی رائے کے مطابق، عالم خاں نے نظام شاہی سرحد میں قدم رکھا۔

صلابت خاں کی معزولی و گرفتاری

عالم خاں قلعہ دنیر کے نواح میں قیام پذیر ہوا۔ عادل شاہی لشکر نے قلعے کو فتح کرنے کی تیاریاں شروع کر دیں اور شولاپور کلیان اور شاہ درک سے لڑائی کا سامان منگوایا۔ مرتضیٰ نظام شاہ کو جب معلوم ہوا کہ اس ہنگامے کا سبب صلابت خاں ہے تو وہ بہت برا فروختہ ہوا۔ پہلے بھی صلابت خاں، مرتضیٰ نظام شاہ کی مرضی کے خلاف بہت سی باتیں کر چکا تھا۔ اس بار مرتضیٰ کو بہت زیادہ غصہ آیا اور اس نے صلابت خاں کو قید کر دیا اور اس کی جگہ قاسم بیگ کو منصب پیشوائی عطا کیا۔

قطب شاہیوں کا راہ راست پر آنا

ابراہیم عادل شاہ نے جب دیکھا کہ مرتضیٰ نظام شاہ کا رویہ بہت شریفانہ اور ہمدردانہ ہے۔ نیز قاسم بیگ نے بھی کئی پرخلوص خطوط ابراہیم کی خدمت میں روانہ کئے تو بادشاہ نے نظام شاہی سلطنت پر لشکر کشی کے خیال کو ترک کر دیا اور قطب شاہی ملک کی طرف واپس ہو گیا۔ قطب شاہیوں کو جب اس کی اطلاع ہوئی تو وہ بہت پریشان ہوئے۔ محمد قلی قطب شاہ کو جب ابراہیم کی آمد کا مقصد معلوم ہوا تو اس نے جلد از جلد اپنی بہن کو ۹۹۶ھ میں مع سامان جہیز اور دیگر گراں قدر تحفوں کے ابراہیم عادل شاہ کی خدمت میں پہنچا دیا۔ مصطفیٰ خاں استر آبادی، مرتضیٰ نظام شاہ کی طرف سے شہزادی کے ساتھ آیا۔

جشن عروسی

ابراہیم عادل شاہ نے اپنے تمام امراء اور درباریوں کو ملک جہاں ہمشیرہ قلی قطب شاہ کے استقبال کے لئے روانہ کیا اور اس کے بعد خود بھی روانہ ہوا اور ملکہ کو اپنے لشکر میں لے آیا۔ چار روز تک لشکر میں عیش و عشرت کا ہنگامہ بپا رہا اس کے بعد بادشاہ نے درک کا رخ کیا یہاں شاہی خدمت گاروں نے جشن عروسی کا اہتمام کیا اور پورے ایک مہینے تک عیش و عشرت کی مجالس گرم رہیں۔

marfat.com

Marfat.com

انعام و اکرام

اسی زمانے میں بادشاہ نے ملکہ جہاں سے ملاقات کی اور تمام خدمت گزاروں کو انعام و اکرام سے مالا مال کیا۔ اس کے بعد بادشاہ پایہ تخت میں آیا اور مصطفیٰ خاں استر آبادی کو بہت سے گراں قدر تحفے اور ہدیے (دو بڑے ہاتھی' چودہ چھوٹے ہاتھی' بارہ ہزار ہون' ایک کمربند' ایک دستار مرصع اور بہت سا دیگر قیمتی سامان) دے کر رخصت کیا۔ زیر نظر کتاب کی تالیف کے زمانے تک ملکہ جہاں کے بطن سے تین لڑکے اور دو لڑکیاں پیدا ہو چکی تھیں۔ جن میں دونوں لڑکیاں اور ایک لڑکا خدا کے فضل و کرم سے بقید حیات ہے۔

احمد نگر کی حالت

سطور بالا میں لکھا جا چکا ہے کہ مرتضیٰ نظام شاہ نے صلابت خاں کو معزول کر کے اس کی جگہ قاسم بیگ کو منصب پیشوائی پر فائز کیا۔ قاسم بیگ بہت ہی نیک طبع اور اعلیٰ کردار کا انسان تھا۔ وہ کبھی کسی کو پریشان نہ کرتا تھا اور ہر شخص سے محبت اور خلوص سے پیش آتا تھا۔ اس طرز عمل کا نتیجہ یہ ہوا کہ اکثر کم عقل اور پست مزاج لوگ سلطنت کے معاملات میں دخل دینے لگے اور صاحب اقتدار بن گئے۔ ان لوگوں نے امراء اور اراکین سلطنت پر طرح طرح کے الزامات لگائے۔ ان میں سے کچھ لوگوں کو قید کیا اور باقی جو امراء رہ گئے انہیں شہر بدر کر دیا۔

رذیلوں کی خوش طالعی

مرتضیٰ نظام شاہ سلطنت کے کاموں سے دلچسپی نہ لیتا تھا اس پر تو ہر لحہ دیوانگی و جنون کا غلبہ رہتا تھا۔ اس لئے اس نے ان رذیلوں کو راہ راست پر لانے کی کوشش نہ کی۔ بادشاہ کی اس غفلت اور بے خبری سے ان موقع پرستوں نے فائدہ اٹھا کر بڑے بڑے عہدے آپس میں تقسیم کر لئے۔ اس سبب سے خاندان نظام شاہی کی تمام رونق رخصت ہو گئی سارا وقار خاک میں مل گیا۔

باپ بیٹوں کی دشمنی

مرتضیٰ نظام شاہ اپنے بیٹے میراں حسین شاہ کا جانی دشمن تھا۔ ان دنوں وہ اس کی دشمنی میں اور زیادہ سرگرم ہو گیا اس کو قتل کرنے کی کوششیں کرنے لگا۔ مرتضیٰ نے اپنے ایک قابل اعتبار امیر اسمٰعیل خاں دکنی کو میراں حسین شاہ کے قتل کے لئے مقرر کیا۔ سلطان حسین شیرازی کے بیٹے میرزا خاں کو جو ان دنوں قاسم بیگ کا قائم مقام تھا۔ ان حالات کا علم ہوا اس نے شاہی اطاعت کا خیال دل سے نکال کر مرتضیٰ نظام شاہ کو معزول کر کے میراں حسین شاہ کو بادشاہ بنانے کا ارادہ کر لیا۔

مرتضیٰ نظام شاہ کے خاتمے کی تیاریاں

چونکہ یہ کام بڑی ذمہ داری کا تھا اور بڑی حد تک مشکل تھا۔ اس لئے میرزا خاں کو عادل شاہی امراء اور اراکین سلطنت کے مشورے کی ضرورت پڑی۔ میرزا خاں نے اس مقصد کے پیش نظر اپنا ایک قابل اعتماد قاصد دلاور خاں کے پاس روانہ کیا اور اسے اپنے ارادوں سے آگاہ کیا۔ چونکہ میرزا خاں کا پیغام میراں حسین شاہ اور خاندان نظام شاہی دونوں ہی کی بقا سے وابستہ تھا۔ اس لئے بادشاہ نے اس کی مدد کرنے کا وعدہ کر لیا اس کے بعد دلاور خاں سفر کی تیاریاں کرنے لگا۔

ابراہیم کا سفر احمد نگر

۹۹۶ھ میں ابراہیم عادل شاہ نے احمد نگر کا سفر اختیار کیا۔ وہ آہستہ خرامی سے سفر کی منزلیں طے کرتا ہوا احمد نگر کے قریب پہنچا۔ میرزا خاں کو جب اس کا علم ہوا تو اس نے احمد نگر کے امراء کو اپنا ہم خیال بنا کر بادشاہ سے تمام تعلقات منقطع کر لئے اور دولت آباد کی طرف روانہ ہو گیا۔ جہاں شہزادہ میراں حسین شاہ مرتضیٰ نظام کے حکم سے قید و بند کی سختیاں جھیل رہا تھا۔

marfat.com

Marfat.com

میراں حسین شاہ کی تخت نشینی

میرزا خاں نے شہزادہ میراں حسین شاہ کو قلعے سے نکالا اور اپنے ساتھ لے کر احمد نگر روانہ ہوا- ادھر ابراہیم عادل شاہ ثانی بھی شہر کی طرف روانہ ہوا تاکہ لوگ مرتضٰی نظام شاہ کے ساتھ مل کر شہزادہ میراں حسین شاہ کی تخت نشینی میں کوئی رکاوٹ پیدا نہ کریں- جس روز ابراہیم نے احمد نگر سے پانچ کوس کے فاصلے پر بمقام ماتور قیام کیا اسی روز میراں حسین شاہ نے احمد نگر میں داخل ہو کر اپنے باپ کو قید کر لیا اور خود اس کی جگہ تخت نشین ہو گیا-

مرتضٰی نظام شاہ کا قتل

ابراہیم نے میراں حسین شاہ کو مبارکباد دی اور اس سے نیز اپنی بہن سے ملاقات کا ارادہ کیا- اسی دوران میں اچانک یہ اطلاع ملی کہ میراں حسین شاہ نے کم عقلی اور نادانی کا مظاہرہ کرتے ہوئے اپنے باپ مرتضٰی نظام شاہ کو سخت مصائب و آلام میں جھونکا اور بعد میں اسے قتل کر دیا گیا-

اس قتل کا سبب یہ تھا کہ میرزا خاں نے جو اس تمام ہنگامے کی بنیاد تھا- میراں حسین شاہ سے کہا تمہارے باپ نے ایک عرصے تک حکومت کی ہے اور بہت سے ممالک کو فتح کیا ہے- اس لئے جب تک مرتضٰی زندہ رہے گا تمہیں بادشاہت راس نہ آئے گی- میراں حسین شاہ' میرزا خاں کے دام فریب میں آگیا اور اس نے ابراہیم عادل شاہ سے جو اس کا بہی خواہ تھا مشورہ کئے بغیر ہی اپنے باپ کو تلوار کے گھاٹ اتار دیا- ابراہیم کو یہ خبر سن کر بہت دکھ ہوا اور اس نے میراں حسین شاہ سے ملاقات کا ارادہ ترک کر دیا-

ابراہیم عادل شاہ کا پیغام میراں حسین کے نام

اس کے بعد ابراہیم عادل شاہ نے حسین کرد کو میراں حسین کے پاس روانہ کیا اور یہ پیغام بھیجا- "میں لشکر لے کر اس طرف اس مقصد سے آیا تھا کہ حکومت کی باگ ڈور تمہارے سپرد کر دوں اور تمہارے باپ مرتضٰی نظام شاہ کو کسی قلعہ میں نظربند کر دوں تاکہ تم پورے اطمینان کے ساتھ امور سلطنت انجام دے سکو مجھے معلوم ہوا ہے کہ تم نے خدا کا خوف دل سے نکال کر اپنے باپ کو تہہ تیغ کر دیا ہے اگر ایسا ہی کرنا تھا تو مرتضٰی نظام کو میرے سپرد کر دیا ہوتا یا اس بیچارے کو اندھا کر کے اس کے خوف سے نجات حاصل کر لی ہوتی- مجھے یقین ہے کہ اس مظلوم کا خون رنگ لائے گا اور تم خدا کے عذاب میں مبتلا ہو کر اپنے اعمال کی سزا پاؤ گے- خیر جو ہوا سو ہوا میں اس وقت تم سے کوئی باز پرس نہیں کرنا چاہتا اور معاملے کو خدا پر چھوڑتا ہوں- تاکہ کہیں لوگ یہ نہ سمجھیں کہ میں تمہارے ملک پر قبضہ کرنا چاہتا ہوں-"

مالابار کے راجاؤں کی نافرمانی

اس کے بعد ابراہیم عادل شاہ اپنے ملک کو واپس آگیا- بیجاپور پہنچ کر ابراہیم عادل شاہ کو معلوم ہوا کہ مالابار کے راجے خراج کی رقم ادا کرنے میں ٹال مٹول سے کام لے رہے تھے- اور عادل شاہ کے عہد حکومت میں مصطفٰی خاں اردستانی کے توسط سے جو رقم مقرر ہوئی تھی- اس کی ادائیگی سے انکار کر رہے ہیں- ابراہیم نے بلبل خاں حبشی کو دو ہزار سواروں کے ساتھ اس علاقے کی طرف روانہ کیا تاکہ وہ ان نافرمان راجاؤں کو راہ راست پر لائے- اور تین سال کا خراج اکیس لاکھ پچاس ہزار ہون وصول کرے-

میراں حسین شاہ کا قتل

یہ بھی عجیب اتفاق ہے کہ میراں شاہ حسین' نظام شاہ کے بارے میں ابراہیم عادل شاہ ثانی نے جو کچھ کہا تھا ایک سال بعد ہی پیش آیا- جمال خاں مہدوی نے اتنا اقتدار حاصل کر لیا کہ اس نے حسین نظام کو قتل کرا دیا اور سارے ملک میں مہدوی مذہب جاری کر دیا- اس نے غیر ملکی باشندوں سے بڑی نرمی اور محبت کا برتاؤ کیا- جب ان امور کی خبریں بیجاپور میں پہنچیں تو ابراہیم عادل شاہ نے نظام شاہی خاندان

marfat.com

Marfat.com

کی اصلاح اور دوسرے ضروری کاموں کی تکمیل کا ارادہ کیا۔

بادشاہ کا عزم احمد نگر

۹۹۷ھ میں ابراہیم' دلاور خاں کی رائے سے احمد نگر روانہ ہوا۔ بادشاہ نے بلبل خاں اور فوج کے دوسری افسروں کے نام طلبی کے احکامات جاری کئے اور انہیں تاکید کی کہ اس سے پہلے کہ بادشاہ نظام شاہی حدود میں داخل ہو۔ تمام امراء اپنے لشکروں کے ساتھ بادشاہ کی خدمت میں حاضر ہو جائیں۔ جب شاہی سواری قلعہ شاہ ورک کے قریب پہنچی تو بادشاہ نے دلاور خاں کے مشورے سے تقریباً ایک مہینے تک اس علاقے میں قیام کیا۔ اس دوران میں بلبل خاں حبشی کا لشکر بادشاہ کی خدمت میں حاضر نہ ہوا۔ دلاور خاں نے یہ سوچا کہ اگر بلبل خاں کا زیادہ انتظار کیا گیا تو جمال خاں مہدوی اس دوران میں اور زیادہ قوت حاصل کرے گا۔ لہٰذا وہ احمد نگر کی طرف روانہ ہو گیا۔

جمال خاں مہدوی کا سامنا

جمال خاں کو جب ابراہیم عادل شاہ کی آمد کی خبر ہوئی تو وہ پندرہ ہزار سواروں کا لشکر جرار لے کر مع اسمٰعیل نظام شاہ کے قصبہ اشٹی کے قریب بادشاہ کے مقابلے پر آیا۔ اس زمانے میں برسات کی جھڑی لگی ہوئی تھی اس وجہ سے طرفین میں سے کسی نے بھی جنگ کی ابتدا نہ کی' بیس دن اسی عالم میں گزر گئے۔ جمال خاں مہدوی سخت پریشان ہوا اور اس نے صلح کا ارادہ کیا۔ اس مقصد سے اس نے چند آدمیوں کے توسط سے بادشاہ سے صلح کی درخواست کی اور اس سے اپنے ملک کو واپس چلے جانے کے لئے کہا۔ جمال خاں نے اس سلسلے میں بڑی منت وزاری سے کام لیا اس لئے بادشاہ نے اس کی درخواست منظور کرلی۔

جمال خاں اور ابراہیم عادل شاہ میں صلح

بادشاہ نے جمال خاں سے کہا کہ اگر میری بہن کی پالکی مع حسین نظام شاہ کے بغل بہا کے میرے پاس پہنچ جائے تو میں واپس چلا جاؤں گا۔ جمال نے یہ شرط تسلیم کرلی اور فوراً خدیجہ سلطان کی پالکی مع پچھتر ہزار ہون کے ابراہیم کی خدمت میں روانہ کر دی۔ جس روز بادشاہ وہاں سے کوچ کرنے والا تھا اسی روز بلبل خاں حبشی بھی اپنے لشکر کے ساتھ بادشاہ کی خدمت میں پہنچ گیا اس موقع پر بلبل کا آنا بے کار تھا کیونکہ طرفین میں صلح ہو چکی تھی۔

بلبل خاں کی بہادری

بلبل خاں کی بہادری اور جرات کی سارے ملک میں شہرت ہو رہی تھی اس نے وہ تمام نقد رقم اور غلہ جو راجگان مالابار سے بطور لگان اور خراج وصول کیا تھا۔ بادشاہ کی خدمت میں ملاحظہ کے لئے پیش کیا۔ بلبل خاں نے تھوڑے ہی عرصے میں مالابار کے راجاؤں سے بہت کچھ حاصل کر لیا تھا اور اس کے لئے وہ بادشاہ کی زبان سے تحسین و آفرین کا کلمات سننا چاہتا تھا' لیکن دلاور خاں کی مخالفت کی وجہ سے وہ بادشاہ کی خدمت میں حاضر نہ ہوا اور اس کی تمنا تشنہ تکمیل رہی۔

بلبل خاں کی توہین

بلبل خاں اپنے ساتھ جو چیزیں لے کر آیا تھا۔ جوہریوں نے دلاور خاں کے اشارے پر ان کا بہت کم اندازہ لگایا جو چیز دس ہزار ہون کی تھی۔ اس کی قیمت ایک ہزار ہون بتائی گئی۔ اس طرح تمام اشیاء کی قیمتوں کا تعین اصل سے بہت کم کیا گیا اور پھر مالابار کے راجاؤں سے جو بلبل خاں کے ساتھ آئے تھے' بقیہ رقم کا تقاضا کیا گیا۔ اس ساری کارروائی کا یہ مقصد تھا کہ بلبل خاں کی توہین کی جائے۔

دلاور اور بلبل خاں کی چپقلش

ایک روز کا ذکر ہے کہ دلاور خاں بادشاہ کی خدمت میں بیٹھا ہوا دیوان داری کے فرائض انجام دے رہا تھا کہ بلبل خاں آیا۔ بلبل

marfat.com

Marfat.com

خاں کے ہاتھ میں رومال تھا وہ بادشاہ کے قریب آ کر کھڑا ہو گیا اور رومال سے مکھیاں ہٹانے لگا۔ دلاور خاں نے بڑی نفرت سے اس کی طرف دیکھا اور پھر انتہائی اہانت آمیز لہجے میں کہا۔ "جس بادشاہ کے حکم کے خلاف عمل کرنے کی آسمان کو بھی مجال نہیں ہے تم نے کس طرح بادشاہ کے فرمان کو ٹالا۔ جب بادشاہ نے تمہیں طلب کیا تھا کہ تمہیں چاہئے تھا کہ تمام کام چھوڑ کر فوراً شاہی بارگاہ میں حاضر ہوتے۔"

بلبل خاں کا بیان صفائی

بلبل خاں کو اچھی طرح معلوم تھا کہ بادشاہ اس پر مہربان ہے۔ لہٰذا اس نے جواب دیا۔ "بادشاہ کے قدموں کی خاک کی قسم! میں نے حکم شاہی کی سرمو خلاف ورزی نہیں کی۔ میں نے اپنی مرضی سے مالابار میں قیام نہیں کیا میری کیا بساط ہے جو میں شاہی فرمان کی تعمیل نہ کروں۔ اصل واقعہ یہ ہے کہ جب مجھے شاہی فرمان ملا اس وقت میں کرناٹک میں تھا اور وہاں کے راجاؤں کو زیر کر کے خراج کی رقم وصول کرنے میں مصروف تھا۔ اگر میں خالی ہاتھ وہاں سے روانہ ہو جاتا یا وہ راجے فرمان کے مضمون سے واقف ہو جاتے تو میری ساری محنت ضائع ہو جاتی اور اتنی بڑی رقم شاہی خزانے میں داخل نہ ہوتی۔"

"اس کے علاوہ تمام لوگ اس حقیقت سے واقف ہیں کہ اس علاقے کے جنگلوں میں ہمارے لشکر کو بے انتہا مشکلات و مصائب کا سامنا کرنا پڑا۔ ان وجوہ کی بنا پر کچھ عرصے تک وہاں قیام کرنا ناگزیر تھا' مگر دلاور خاں! تم اپنی تو کہو' تم نے کیوں بلاوجہ بادشاہ کو تلنگانہ کے سفر کی زحمت دی جب کہ تمہیں اچھی طرح معلوم تھا کہ مالابار کے لشکر کے بغیر گوہر مقصود ہاتھ نہ آئے گا' اگر تم پندرہ روز تک اور ہمارا انتظار کر لیتے اور ہم سب مل کر نظام شاہی علاقے پر حملہ کرتے تو مجھے یقین ہے کہ احمد نگر کے بہت سے قلعے اور پرگنے عادل شاہی قبضے میں آ جاتے۔ اگرچہ شاہی بارگاہ میں میرا تاخیر سے پہنچنا بغیر معقول وجہ کے نہیں ہے مگر میں پھر بھی اپنے جرم کا اقرار کرتا ہوں اور اپنے نیک دل آقا سے یہ درخواست کرتا ہوں کہ وہ اپنے قدیم نمک خوار اور غلام کی خطا معاف کر دے۔

بلبل خاں کی عزت افزائی

بلبل خاں کا یہ مدلل اور طویل جواب سن کر دلاور خاں غصہ سے آگ بگولہ ہو گیا وہ دل ہی دل میں کڑھا اگر اس کے بس میں ہوتا تو بلبل خاں کو وہیں قتل کر دیتا' لیکن وہ اس وقت شاہی مجلس میں تھا اور شاہی مجلس کے آداب ایسی بدتمیزی کی اجازت نہ دیتے تھے۔ دلاور نے اپنے غصہ کو کسی پر ظاہر نہ ہونے دیا اور بڑی نرمی سے بلبل کا ہاتھ پکڑ کر بادشاہ سے درخواست کی' "بلبل خاں حضور کے خاندان کا پرانا نمک خوار ہے اس لئے اس کی خطا معاف کی جائے۔" بادشاہ نے دلاور خاں کی درخواست قبول کی اور بلبل کو خلعت فاخرہ سے نوازا۔

جب شاہی مجلس برخاست ہو گئی تو دلاور خاں' بلبل کو اپنے ساتھ گھر لایا وہاں اس کی بہت خاطر تواضع کی اور کہا کہ "میں ایک بار تمہیں اپنی زبان سے اپنا بیٹا کہہ چکا ہوں اگر سیاسی و ملکی امور میں' میں تم سے سختی کے ساتھ پیش نہ آؤں گا تو لوگ یہ کہیں گے میں اپنے بیٹے کی رعایت کرتا ہوں۔" الغرض اس طریقے سے دلاور خاں نے بلبل خاں کو مطمئن کر دیا۔ بعد ازاں اس نے راجگان مالابار کے متعلقین کو جو بلبل خاں کے ساتھ آئے تھے' طرح طرح کے انعامات سے سرفراز کر کے واپس بھیجا۔

بلبل خاں کی نظر بندی

ابراہیم عادل شاہ ثانی سفر کی منزلیں طے کرتا ہوا برہان پور پہنچا۔ دلاور خاں اپنے مدمقابل بلبل خاں کی عظمت و شہرت سے دل ہی دل میں بہت زیادہ خائف ہوا اور چند بے بنیاد الزامات کی بناء پر اسے نظربند کر دیا۔ پانچ چھ مہینوں کے بعد دلاور خاں نے اخلاص خان کو سبز باغ دکھا کر اپنا ہم راز بنا لیا۔ بلبل خاں کی آنکھوں میں سلائیاں پھروا دیں۔ دلاور کی یہ حرکت بادشاہ کو سخت ناگوار گزری آخر کار ایک وقت ایسا بھی آیا کہ وہ بھی اپنے انجام کو پہنچ گیا۔

marfat.com

Marfat.com

احمد نگر کی حالت

قارئین کرام اچھی طرح جانتے ہیں کہ میراں حسین شاہ نے اپنے باپ کو قتل کیا اور پھر اس جرم کی سزا میں اسے خود بھی جان سے ہاتھ دھونا پڑے۔ اس کے بعد اسمٰعیل برہان شاہ بن حسین نظام شاہ تخت نشین ہوا۔ اس کے عہد میں ملک میں چاروں طرف سے اٹھتے ہوئے اور فتنہ و فساد کا ایسا بازار گرم ہوا کہ الاماں والحفیظ۔ ایسا انقلاب آیا کہ شریف اور ذلیل میں کوئی فرق نہ رہا ملک کی حالت تباہی کے کنارے تک پہنچ گئی۔ جمال مہدوی نے بدمعاشوں کو اپنا رفیق بنایا اور سارے ملک پر قابض ہو گیا۔

برہان شاہ کا ارادہ

برہان شاہ ولد اسمٰعیل شاہ کو (جو اس سے پہلے اپنے بھائی مرتضیٰ نظام شاہ کی قید سے فرار ہو کر شہنشاہ اکبر کی خدمت میں پہنچ گیا) یہ معلوم ہوا کہ احمد نگر کے تخت پر ایک کمسن بچہ بٹھایا گیا ہے۔ برہان شاہ نے اس موقع سے فائدہ اٹھانا چاہا اور دہلی کی فوج کو ساتھ لے کر دکن پر حملہ کرنے کا ارادہ کیا۔ بعد ازاں اس نے اپنی رائے بدل دی اور اکبر اعظم سے عرض کیا۔ "میں اگر دہلی کی فوج کو اپنے ساتھ لے جاؤں گا تو احمد نگر کے امراء میرے خلاف ہو جائیں گے اس لئے یہی بہتر ہے کہ میں اکیلا ہی احمد نگر جاؤں اور امراء سے سازباز کر کے اپنے موروثی ملک پر قبضہ کر لوں۔

اکبر نے برہان شاہ کی درخواست قبول کر لی اور کہا اگر تم اپنے ملک پر قبضہ کر لو تو پھر برار کا علاقہ ہمارے حوالے کر دینا بالکل اسی طرح جس طرح ۹۸۱ھ میں تفال خاں نے یہ علاقہ ہمارے حوالے کر دیا تھا۔ برہان شاہ نے یہ شرط مجبوراً منظور کر لی اور دکن کی طرف روانہ ہو گیا۔ برہان نے دکن کی سرحد پر پرگنہ ہنڈیا میں کچھ دنوں تک قیام کیا۔ وہ اکبر کی طرف سے اس پرگنے کا جاگیردار تھا۔

برہان نظام شاہ کی احمد نگر پر قبضہ کرنے کی تیاریاں

برہان شاہ نے سب سے پہلے برہان پور اور اسیر کے حکمران علی خاں کے مشورے سے خواجہ نظام استر آبادی کو احمد نگر کے امراء کے پاس بھیجا۔ خواجہ استر آبادی لباس تبدیل کر کے قلندروں کا سا حلیہ بنا کر روانہ ہوا۔ تاکہ احمد نگر کے امراء اور سرداران لشکر سے برہان نظام شاہ کی مدد کا وعدہ لے۔ خواجہ ان لوگوں کے پاس پہنچا اور اپنی آمد کا مقصد ظاہر کیا۔ احمد نگر کے امراء میں سے بعض نے برہان کی مدد کا وعدہ کیا اور بعض نے انکار کیا۔ جن امیروں نے مدد کا وعدہ کیا۔ ان میں جہانگیر خاں حبشی بھی تھا۔ وہ برار اور خاندیس کے قرب وجوار کے پرگنوں کا جاگیردار تھا اور مذہب مہدویہ کے مروج ہونے کے بعد جمال خاں کا جانی دشمن ہو گیا تھا۔

جہانگیر خاں حبشی' خواجہ نظام استر آبادی سے بے حد خوش اخلاقی سے پیش آیا اور اس کی بہت عزت کی۔ اس نے برہان نظام شاہ کے نام ایک خط لکھا اور اسے احمد نگر آنے کی دعوت دی۔ خواجہ استر آبادی کے چلے جانے کے بعد جہانگیر خاں نے اپنے ایک رشتہ دار کو بہت سے قیمتی تحفے تحائف دے کر برہان نظام شاہ کے پاس بھیجا اور اس کو جلد از جلد احمد نگر آنے کا پیغام دیا۔

جہانگیر خاں اور برہان شاہ کی جنگ

برہان نظام بڑے امن واطمینان سے برار کی سرحد میں داخل ہوا اور جہانگیر خاں کی قیام گاہ کے قریب پہنچا۔ اتفاق کی بات کہ جب برہان اور جہانگیر میں ملاقات ہوئی تو دونوں میں جنگ چھڑ گئی۔ برہان شاہ کو شکست ہوئی اور وہ پریشان و خستہ حال ہو کر جس راستے سے برار میں آیا تھا اسی راستے سے واپس ہنڈیا چلا گیا۔

برہان اور راجہ علی خاں میں خط و کتابت

برہان شاہ نے راجہ علی خان کے نام ایک خط لکھ کر اسے تمام حالات سے آگاہ کیا اور جمال خاں کے ذریعے اور اپنے موروثی ملک پر قبضہ کرنے کے بارے میں اس سے مشورہ طلب کیا۔ علی خاں نے جواب دیا کہ اگر تم شہنشاہ اکبر سے عسکری مدد حاصل کرو گے تو دکن

marfat.com

Marfat.com

کے تمام فرماں روا تمہارے خلاف ہو جائیں گے اور جمال خاں مہدوی کی مدد کریں گے۔ اس صورت میں معاملہ طول پکڑ جائے گا اور کون کہہ سکتا ہے کہ دس یا بیس برس یا اس سے بھی زیادہ مدت درکار ہو۔ میرے پاس اتنی فوج نہیں ہے کہ میں جمال خاں سے جنگ کروں۔ میرا خیال یہ ہے کہ تمہیں ابراہیم عادل شاہ ثانی سے رجوع کرنا چاہئے۔ مجھے یقین ہے کہ وہ تمہاری ضرور مدد کرے گا۔

برہان شاہ کے خطوط ابراہیم عادل شاہ کے نام

برہان نظام شاہ نے راجہ علی خاں کی نصیحت پر عمل کیا اور ابراہیم عادل شاہ ثانی کو چند خطوط لکھے اور چند تیز رفتار قاصدوں کے ہاتھ یہ خطوط روانہ کئے۔ یہ نامہ بر ۹۹۸ھ میں ربیع الاول کے آخر میں بیجاپور پہنچے اور راقم الحروف "فرشتہ" کے مکان پر قیام پذیر ہوئے۔ راقم الحروف اسی ماہ کے شروع میں ابراہیم عادل شاہ کے ملازموں میں داخل ہوا تھا۔ ان خطوط میں سے ایک خط میرے نام تھا جس کا مضمون یہ تھا۔

برہان شاہ کا خط فرشتہ کے نام

تمام راہیں مسدود ہیں اور سارے راستوں پر دشمن کا قبضہ ہے اس لئے میں نے اپنے قاصدوں کو اس راستے سے روانہ کیا ہے تم میرے وفادار مخلص اور ہمدرد ہو جس طرح بھی ممکن ہو یہ خط ابراہیم عادل شاہ کے ملاحظے کے لئے پیش کرنا اور اس کا جواب جلد از جلد لے کر روانہ کرنا' راقم الحروف ان قاصدوں کو ساتھ لے کر دلاور خاں کے پاس گیا اور اس سے تمام داستان بیان کی۔

ابراہیم عادل شاہ کا برہان شاہ کی مدد کے لئے آمادہ ہونا

دلاور خاں نے وہ خطوط بادشاہ کی خدمت میں پیش کئے' بادشاہ نے ان خطوں کو پڑھا اور برہان شاہ کی مدد کرنے پر آمادگی کا اظہار کیا۔ اس نے اسی وقت ان خطوں کا جواب لکھ کر قاصدوں کے حوالے کیا اور ان کو واپسی کی اجازت دی۔ دو تین روز کے بعد ہی بادشاہ نے ملک میں تیز رفتار قاصدوں کو دوڑایا اور جب برار کی فوج جمع ہو گئی تو شاہی جلوس نکالا گیا اور بیجاپور سے چھ کوس کے فاصلے پر بہمن علی کے مقام پر لنگر انداز ہوا۔

شاہ ورک کو روانگی

بادشاہ نے ربیع الثانی ۹۹۸ھ میں جمعرات کے روز برہان نظام کی مدد اور جمال خاں مہدوی کا قلع قمع کرنے کے لئے شاہ ورک کا سفر اختیار کیا۔ اس مقام پر پہنچ کر بادشاہ نے چند روز سیر و تفریح میں گزارے' بعدازاں برار کے امراء اور شرفاء کے نام بڑے پر خلوص خطوط لکھے' جن کا نفس مضمون یہ تھا۔

"میں نے خداوند تعالیٰ کی فضل و کرم پر بھروسہ کرتے ہوئے اس بات کا تہیہ کیا ہے کہ احمد نگر کے تخت پر اسمٰعیل کی بجائے برہان نظام شاہ کو بٹھاؤں۔ اگرچہ ان دونوں میں باپ بیٹے کا رشتہ ہے' لیکن اسمٰعیل شاہ کمسن ہے' دوسرے باپ کی موجودگی میں بیٹے کا تخت پر بیٹھنا کچھ عجیب سی بات ہے اس لئے تم سب پر لازم ہے کہ میری رائے کی مخالفت نہ کرنا اور برہان نظام شاہ کی وفاداری و اطاعت کا دم بھرنا۔"

راجہ علی خاں اور برہان نظام شاہ کے قاصدوں کی آمد

راجہ علی خاں اور برہان نظام شاہ کے چند قاصد ابراہیم عادل شاہ ثانی کی خدمت میں حاضر ہوئے اور انہوں نے بادشاہ کو چند خطوط دیئے۔ ان خطوط میں لکھا تھا کہ حضور کی آمد سے ہمیں جس قدر خوشی ہوئی ہے دشمنوں کو اس بات کا اتنا ہی غم ہے۔ حضور کی لشکر کشی سے جو فوری نتیجہ برآمد ہوا ہے وہ یہ ہے کہ برار کے امراء خصوصاً جہانگیر خاں حبشی اور اس کے ساتھی جلد از جلد ہم تک پہنچنے کی کوشش میں مصروف ہیں۔ احمد نگر سے چند قاصد آئے ہیں اور انہوں نے یہ اطلاع دی ہے کہ جمال خاں مہدوی سفر کی تیاری کر چکا ہے اور

marfat.com

Marfat.com

اسمٰعیل نظام شاہ کو ساتھ لے کر برار کی طرف روانہ ہونے والا ہے۔ اس وجہ سے امرائے برار' اپنے علاقے کو خطرے میں چھوڑ کر حضور کی خدمت میں پہنچنے سے معذور ہیں اگر آپ دو تین منزل اور آگے بڑھیں تو جمال خاں آپ کے ڈر سے احمد نگر سے نکلنے اور برار پر حملہ کرنے کا خیال ترک کر دے گا اور پھر امرائے برار آپ کی خدمت میں پہنچ جائیں گے۔

ابراہیم عادل شاہ کی وارا سنگ کو روانگی

ابراہیم شاہ نے اس مشورے کو معقول اور مناسب سمجھا اور اسی پر عمل کرتے ہوئے شاہ درک سے رخصت ہوا اور برار کے سرحدی مقام وارا سنگ کی طرف روانہ ہوا۔ اس نے برہان نظام شاہ اور راجہ علی خاں کو پیغام بھیجا کہ میں نے تمہاری رائے کے مطابق پیش قدمی کی ہے اور برار کے امیروں کے نام خطوط روانہ کر دیئے ہیں کہ وہ برہان نظام شاہ کی اطاعت اور فرماں برداری کو اپنا شعار بنائیں۔ اب تم لوگوں کا یہ فرض ہے کہ فوراً برار کی سرحد پر پہنچ جاؤ اور ان امیروں کو اپنے پاس بلاؤ میں بھی جمال مہدوی کی سرزنش کے بعد تم سے آملوں گا۔

جمال خاں مہدوی کی تدابیر

جمال خاں مہدوی کو ان تمام حالات سے آگاہی ہوگئی وہ بڑا جری اور دانش مند تھا۔ اس نے دشمن کی دونوں جماعتوں کی تباہی کا منصوبہ بنایا اور برار کے سپہ سالار سید احمد الملک مہدوی کو خط لکھا کہ "آس پاس کے تمام فرماں روا دو وجوہ کی بناء پر مجھے تباہ و برباد کرنے پر تلے ہوئے ہیں۔ ایک سبب تو مہمات ملکی ہیں۔ جو خالص دنیاوی امر ہے اور دوسرا سبب مہدوی مذہب کی نشرو اشاعت ہے۔ یہ لوگ چاہتے ہیں کہ مہدوی مذہب کو جسے میں نے بے حد محنت سے رائج کیا ہے دنیا میں باقی نہ رہنے دیں اور اس کا نام و نشان تک مٹا دیں۔ اس صورت حال کے پیش نظر مردانگی اور ہم مذہبی کا یہ تقاضا ہے کہ تم امرائے برار کو سنبھالے رکھو اور انہیں برہان سے سازباز نہ کرنے دو نیز برہان کو برار میں داخل نہ ہونے دو۔ راجہ علی خاں تمہاری مخالفت کرے گا تم اس کی پروانہ کرنا۔ تم اس کے ساتھ باقاعدہ جنگ کر کے اسمٰعیل نظام شاہ کی وفاداری و بہی خواہی کا ثبوت دینا۔ اس کے بعد عنقریب ہی دلاور خاں سے صلح کر کے میں بھی تمہاری طرف آؤں گا۔"

جمال خاں کی وارا سنگ کو روانگی

اس کے بعد جمال خاں مہدوی نے دلاور خاں کے نام ایک خط لکھا اور اس سے صلح کی درخواست کی۔ اگرچہ اس سلسلے میں اس نے بہت پر زور انداز بیان اختیار کیا لیکن کوئی نتیجہ نہ ہوا۔ جمال خاں نے شاہی خزانے کے دروازے کھول دیئے اور روپے کی مدد سے اس نے ایک زبردست لشکر تیار کیا۔ اس نے اسمٰعیل کو ساتھ لیا اور جنگ کے ارادے سے احمد نگر سے وارا سنگ کی طرف روانہ ہوا۔

صلح کی ناکام کوشش

جمال خاں' عادل شاہی لشکر سے سات کوس کے فاصلے پر ٹھہرا۔ اس نے صلح کی بات چیت کے لئے دوبارہ دلاور خاں کے پاس قاصد روانہ کئے۔ دلاور خاں نے پہلی بار کی طرح اس مرتبہ بھی اس سلسلے میں گفتگو کرنے سے انکار کر دیا۔ اس صورت حال کے پیش نظر جمال خاں اپنے انجام کا تصور کر کے کانپ کانپ گیا۔

اسی دوران میں دلاور خاں کے چند ساتھیوں نے عاقبت نااندیشی سے کام لے کر اس سے کہا۔ جمال خاں کا یہ ارادہ ہے کہ وہ مہدویوں کا ایک گروہ ساتھ لے کر میدان جنگ سے فرار ہو جائے۔ اور ایک جنگل میں چھپ جائے۔ دلاور خاں کی بدنصیبی کہ اس نے اس بات کا یقین کر لیا اور جمال خاں کو گرفتار کرنے کا ارادہ کیا۔ جتنک نامی ایک امیر' اتفاقاً جمال خاں سے ناراض ہو کر عادل شاہی لشکر سے آملا۔ وہ بیٹر کے راستے سے روانہ ہو کر برہان نظام شاہ کے پاس پہنچ گیا۔ جمال خاں کو جب یہ بات معلوم ہوئی تو اس نے سمجھا کہ اب اس کے تمام امیر اسی طرح ایک ایک کر کے دشمن سے جا ملیں گے۔

marfat.com

Marfat.com

جمال خاں کی پریشانی

اس خیال سے جمال خاں بہت پریشان ہوا اس نے فوراً اپنی قیام گاہ سے کوچ کیا اور ایک ایسی جگہ چلا گیا جو پانی اور پہاڑوں سے گھری ہوئی تھی۔ یہ جگہ فوجی نقطہ نظر سے بہترین تھی۔ دلاور خاں کو اس کے جاسوسوں نے اس امر کی اطلاع دی دلاور خاں یہ سمجھ کر کہ جمال خاں نے بھاگنے کے ارادے سے کوچ کیا ہے۔ بیس ہزار سواروں کو ساتھ لے کر جمال خاں کی طرف روانہ ہوگیا۔ اس نے یہ قدم بادشاہ کی اجازت کے بغیر اٹھایا۔

دلاور خاں کی عاقبت نااندیشی

دلاور خاں نے اپنی قوت کے نشے میں سرشار ہو کر یہ بھی نہ سوچا کہ اس کے پاس سامان جنگ کافی ہے کہ نہیں۔ جب وہ اپنے دشمن سے دو تین کوس کے فاصلے پر رہ گیا تو اسے دور سے ہی خیمے دکھائی دیئے۔ اس نے اپنے ساتھیوں سے پوچھا کہ یہ خیمے کس کے ہیں؟ کسی نے جواب دیا کہ یہاں نظام شاہی لشکر مقیم ہے اور کسی نے کہا یہ عادل شاہی فوج کے خیمے ہیں۔ دلاور خاں اسی شش وپنج میں تھا کہ مخبروں نے آکر اطلاع دی کہ نظام شاہی فوج فلاں جگہ پر مقیم ہے اور یہ خیمے اسی کے ہیں۔

احساس ندامت

یہ سن کر دلاور خاں ٹھٹھک گیا۔ اس نے فوراً آگے بڑھنے کا ارادہ ترک کر دیا۔ اور اپنے سفر پر بہت نادم ہوا وہ چاہتا تو باسانی واپس ہو سکتا تھا لیکن اپنے غرور کی وجہ سے اس نے ایسا نہ کیا اور اسی جگہ لنگر انداز ہوا۔ دلاور نے یہ منصوبہ بنایا کہ جب وہ لشکر جو اس کے پیچھے پیچھے روانہ ہوا تھا۔ اس کے پاس پہنچ جائے تو وہ دشمن سے جنگ کرے۔ اسی اثناء میں بادشاہ کا ایک قاصد دلاور خاں کے پاس آیا اور اسے ابراہیم عادل شاہ ثانی کا پیغام دیا چونکہ تم نے جنگ کی تیاری پوری طرح نہیں کی ہے۔ اس لئے آج کے دن جنگ نہ کرنا۔ جب تم اچھی طرح تیاری کر لو پھر دشمن کو چھیڑنا' اگر تم نے ایسا نہ کیا تو نقصان کا اندیشہ ہے۔

دلاور خاں کی ہٹ دھرمی

دلاور خاں نے بادشاہ کی ہدایت پر عمل نہ کیا اسے تو ہاتھیوں اور سپاہیوں کی کثرت کی وجہ سے اپنی قوت کا بڑا غرور تھا۔ اس نے بادشاہ کے قاصد سے کہا۔ "تم میری طرف سے بادشاہ کی خدمت میں عرض کرنا کہ میں بہت جلد جمال خاں کو گرفتار کر کے حضور کی خدمت میں لا رہا ہوں۔" اس کے بعد دلاور خاں جنگ کی تیاریاں کرنے لگا اس نے بڑی مشکل سے اپنے خستہ حال اور بے ترتیب لشکر کو اس جگہ سے ہٹایا اور دشمن کے سامنے ڈٹ گیا۔

جنگ کی تیاریاں

دلاور خاں نے پانچ چھ ہزار ترک سپاہیوں کو دشمن کی فوج کے پیچھے متعین کر دیا تاکہ نظام شاہی امراء اپنے ہاتھیوں اور خزانے کو میدان جنگ سے باہر نہ لے جا سکے۔ نیز مہدوی جماعت کے افراد کو زیادہ سے زیادہ تعداد میں قتل کرنے کی کوشش کی جا سکے۔ جمال خاں نے جب یہ دیکھا کہ فرار کے تمام راستے بند ہیں تو اس نے بھی لڑائی کا ارادہ کیا۔ ۵ جمادی الاول کو جمال خاں' دلاور خاں کے سامنے ڈٹ گیا

جنگ کا آغاز

طرفین ایک دوسرے سے گتھم گتھا ہوگئے اور بڑے زور وشور سے لڑائی شروع ہوگئی۔ عادل شاہی امراء عالم خاں اور عین الملک کنعانی وغیرہ نے اس موقع پر میدان جنگ سے چلے جانے کا ارادہ کیا۔ انہیں اچھی طرح معلوم تھا کہ بادشاہ دلاور خاں سے بہت زیادہ ناراض ہے

marfat.com
Marfat.com

کیونکہ ایک تو اس نے بلبل خاں کو اندھا کر دیا تھا۔ دوسرے بادشاہ کی اجازت کے بغیر جنگ شروع کر دی تھی۔ یہ امراء اس بہانے سے کہ اب شکست یقینی ہے میدان جنگ سے بھاگ کر بادشاہ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔

دلاور خاں کا فرار

ان امیروں کے چلے جانے کے بعد دلاور بے سہارا ہو گیا۔ اس موقع پر جمال خاں اور خداوند خاں حبشی نے دلاور خاں پر حملہ کیا جس کے پاس اس وقت دو سو سواروں سے زیادہ کی جمعیت نہ تھی۔ اس صورت حال کے پیش نظر دلاور خاں نے میدان جنگ میں ٹھہرنا مناسب نہ سمجھا اور سات اشخاص کے ہمراہ جن میں سے ایک راقم الحروف فرشتہ بھی تھا راہ فرار اختیار کی۔

دلاور خاں کو اپنے جاسوسوں سے معلوم ہوا کہ عالم خاں اور عین الملک جیسے بہادر شکست کا بہانہ بنا کر میدان جنگ سے فرار ہوئے ہیں۔ اور اب بادشاہ کے پاس وارانسگ کی طرف جا رہے ہیں تاکہ دلاور خاں کی تباہی و بربادی کا سامان کریں۔ دلاور خاں یہ سن کر بہت پریشان ہوا اور بڑی تیز رفتاری سے سفر کی منزلیں طے کرنے لگا۔ اس سے قبل کہ متذکرہ بالا امراء بادشاہ کے پاس پہنچتے دلاور خاں وارانسگ پہنچ گیا۔ چونکہ دشمن کے تعاقب کا خوف تھا اس لئے دلاور خاں نے بادشاہ کو ساتھ لیا اور شاہ ورک کی طرف روانہ ہو گیا تمام رات سفر کرنے کے بعد صبح کے وقت وہ منزل مقصود پر پہنچ گیا۔

ابراہیم شاہ کی روانگی شاہ ورک

جمال خاں کامیاب و کامران ہوا ایسی فتح اس کے خواب و خیال میں بھی نہ تھی۔ اس نے دلاور خاں اور اس کے لشکر کے تین سو ہاتھی گرفتار کئے اور بڑی شان و شوکت سے دارانسگ پہنچا اور وہیں ٹھہرا۔ راقم الحروف فرشتہ جو اس معرکے میں شریک تھا زخم کھانے کی وجہ سے سفر کے قابل نہ تھا۔ لہٰذا وہ دارانسگ ہی میں مقیم رہا۔ اور بادشاہ کے ساتھ شاہ ورک نہ گیا اسے مہدویوں نے گرفتار کر لیا اس فقیر بے نوا نے بڑی منت و سماجت کے بعد ان لوگوں سے چھٹکارا حاصل کیا۔

تمام عادل شاہی امراء اور فوجی سردار شاہ ورک میں جمع ہوئے وہاں یہ خبر گرم ہوئی کہ راجہ علی خاں برہان نظام شاہ کا حلیف ہو گیا ہے۔ اور برار کے امراء بھی' ابراہیم عادل شاہ ثانی کے حکم کے مطابق برہان نظام شاہ کے گرد جمع ہو کر احمد نگر پر لشکر کشی کرنے والے ہیں۔ جمال خاں کو جب ان حالات کا علم ہوا تو اس نے دارانسگ میں قیام کرنا مناسب نہ سمجھا اور یہاں سے برار کی طرف روانہ ہو گیا۔ اس نے طے کیا کہ برار پہنچ کر راجہ علی خاں سے جنگ کرے گا۔ علی خاں کو جب اس کی خبر ملی تو وہ بہت پریشان ہوا اس نے سید امجد الملک اور دوسرے مہدوی امراء کو قلعہ اسیر میں قید کر دیا۔ اور ابراہیم عادل شاہ کو خطوط لکھ کر جمال خاں کو تباہ و برباد کرنے پر رضامند کر لیا۔

جمال خاں کا تعاقب

بادشاہ نے جمال خاں کا قلع قمع کرنے کا مصمم ارادہ کر لیا اس نے لشکر اور سامان جنگ کی دیکھ بھال کے بعد جمال خاں کے تعاقب میں شاہ ورک کا سفر اختیار کیا۔ اسی کوس کا فاصلہ طے کرنے کے بعد بادشاہ جلد از جلد قصبہ پاتری میں پہنچ گیا۔ اسی مقام سے جمال خاں کے لشکر تک صرف آٹھ روز کی مسافت تھی۔ جمال خاں بادشاہ کے تعاقب سے خوف زدہ ہو کر بے تماشا بھاگتا چلا گیا۔ اس نے راستے میں کہیں قیام نہ کیا۔

ترکی لشکریوں کی روانگی

ابراہیم شاہ نے آٹھ ہزار ترکی سپاہیوں کو اپنے لشکر سے علیحدہ کر کے جمال خاں کے تعاقب میں روانہ کیا تاکہ یہ لشکر جلد از جلد دشمن کے پاس پہنچ کر تمام راستوں کو مسدود کر دے۔ اور کوئی ضرورت کی چیز' مثلاً غلہ اور چارہ وغیرہ اس کے پاس پہنچنے نہ دے۔ نیز دشمن کو اس انداز سے تنگ کرے کہ برہان نظام اور راجہ علی خاں بڑی آسانی سے اسے مغلوب کر سکیں۔

marfat.com
Marfat.com

دلاور کی تباہی کا ارادہ

ان لشکریوں کو روانہ کرنے کے بعد بادشاہ نے ایک دریا کے کنارے خیمے لگائے' یہ بہت ہی پر فضا اور دلکش مقام تھا۔ اس لئے بادشاہ نے یہاں چند روز تک قیام کر کے آگے بڑھنے کا فیصلہ کیا۔ دلاور خاں کو بادشاہ کے اس فیصلے سے اختلاف تھا وہ یہ چاہتا تھا کہ بادشاہ اس مقام سے کوچ کرے اور کات رونیکر تک کسی جگہ نہ ٹھہرے۔ بادشاہ کو دلاور خاں کی بے ادبی ناگوار گزری اور اس نے دلاور کو تباہ کرنے کا پکا ارادہ کر لیا۔ تمام امراء دلاور خاں کے تابع فرمان تھے اس لئے بادشاہ اس سلسلے میں ان سے کوئی مدد نہ لے سکتا تھا۔ لہٰذا اس نے اس کام کو خود اپنے ہاتھوں انجام دینے کا ارادہ کیا۔

عین الملک کا مشورہ

ابراہیم عادل شاہ ثانی نے دو ہندوؤں کو (جو ایک عرصے تک اس کی والدہ کی ملازمت میں رہ چکے تھے اور جنہیں کوئی نہ پہچانتا تھا) چوری چھپے عین الملک کنعانی کے پاس روانہ کیا اور اسے دلاور خاں سے اپنی بیزاری کی تفصیل بیان کی۔ عین الملک بہت ہی عقل مند اور مدبر امیر تھا۔ اس نے جواب میں کہا کہ اگر حضور دلاور خاں سے اس قدر تنگ آ گئے ہیں تو ہم جان نثاروں کو حکم دیا جائے کہ اسے جلد از جلد ٹھکانے لگا دیا جائے۔ انہیں دونوں ہندوؤں کی معرفت بادشاہ اور عین الملک میں یہ طے ہوا کہ آدھی رات کے وقت جبکہ دلاور خاں سو رہا ہو عین الملک لشکر میں چلا جائے۔ اس کے بعد عین الملک' دو امیروں' آنکس خاں اور علی خاں کو ساتھ لے کر دلاور خاں پر حملہ کر دے۔

تجویز پر عمل

بادشاہ نے اس تجویز کو بہت ہی موزوں اور مناسب خیال کیا۔ ۱۴۔ رجب ۹۹۸ھ کو آدھی رات کے وقت بادشاہ اپنی قیام گاہ سے باہر نکلا اس نے اپنے دل کی بات کسی سے بیان نہ کی اور کنش دار خاں نامی ایک غلام کو حکم دیا کہ وہ خاصہ کا ایک گھوڑا جلد از جلد لے آئے۔ یہ غلام گھوڑا لینے کے لئے گیا۔ جلوداروں کے سردار نے گھوڑا دینے سے انکار کیا اور کہا کہ دلاور خاں کے حکم کے بغیر گھوڑا نہیں دیا جا سکتا۔ غلام نے یہ جواب سنتے ہی جلودار کے منہ پر تھپڑ مارا وہ سہم گیا اور سمجھ گیا کہ معاملہ دگرگوں ہے' اس نے فوراً کئی گھوڑے لا کر حاضر کر دیئے۔

بادشاہ اور اس کے غلام ان گھوڑوں پر سوار ہوئے۔ بادشاہ کی دایہ کا بیٹا الیاس خاں اس رات سرنوبت تھا۔ اس نے جو بادشاہ کو آدھی رات کے وقت ایسے عالم میں دیکھا تو وہ فوراً دوڑا ہوا آیا۔ اور عرض کیا "حضورا یہ وقت باہر جانے کا نہیں ہے آخر اس تیاری کی وجہ کیا ہے؟" بادشاہ نے جواب دیا۔ یہ موقع گفتگو کا نہیں ہے تم اس وقت فوراً میرے ساتھ چلو معاملہ خود بخود تمہاری سمجھ میں آ جائے گا۔ الیاس خاں اسی وقت اپنے سپاہیوں کے ساتھ جو تعداد میں سو سے بھی کم تھے بادشاہ کے ساتھ ہو لیا۔

بادشاہ بڑے لشکر سے علیحدہ ہو کر عین الملک کی قیام گاہ پر پہنچ گیا۔ جس وقت بادشاہ کے سراپردہ سے باہر آنے کی خبر مشہور ہوئی تو لشکر خاصہ کے سپاہی اور بادشاہ کے اہل مجلس فوراً مسلح ہو گئے۔ ان میں راقم الحروف فرشتہ بھی شامل تھا یہ لوگ بادشاہ کی خدمت میں حاضر ہوئے ان لوگوں کی تعداد تین ہزار تھی۔

دلاور خاں کی عیش پرستی

دلاور خاں جس کی عمر اسی سال سے زیادہ تھی وہ ایک دکنی لڑکی کے حسن و جمال کا فریفتہ ہو چکا تھا اس وقت وہ اپنے خیمے میں اسی ماہ جبین کے ساتھ مصروف عیش و نشاط تھا۔ جب بادشاہ رات گئے عین الملک کے لشکر کی طرف جانے لگا تو دلاور خاں کے مخبروں نے اسے حالات سے مطلع کیا۔ دلاور اور اس کا بیٹا اسی وقت جنگ کے ارادے سے تیار ہوئے اور سورج نکلنے کے وقت تک پانچ یا چھ ہزار سواروں

marfat.com

Marfat.com

کے ہمراہ بادشاہ کی طرف روانہ ہوگئے۔ ان لوگوں کو یہ توقع تھی کہ لشکر خاصہ کے سپاہی اور دیگر امراء پہلے کی طرح بادشاہ کی اطاعت سے منحرف ہو کر دلاور خاں کے ساتھ مل جائیں گے۔ اور اسی کے احکام پر عمل کریں گے اور یوں دلاور خاں تمام سیاہ و سفید کا مالک ہو جائے گا۔

عین الملک کی زمانہ سازی

جب دلاور خاں بادشاہ کے پاس پہنچا تو بادشاہ نے اپنے مقرب خاص کو عین الملک کے پاس بھیجا اور اسے دلاور خاں کی مدافعت کا حکم دیا۔ عین الملک نے بظاہر تو بادشاہ کے فرمان کی اطاعت کی لیکن چوری چھپے دلاور خاں کو یہ پیغام دیا۔ "بادشاہ اچانک ہمارے پاس آ گیا ہے اور ہم لوگ مجبوراً اس کی اطاعت کا دم بھر رہے ہیں۔ تم بے فکر ہو کر بادشاہ کو اپنے ساتھ لو اور اپنی جگہ واپس جاؤ ہم تمہاری راہ میں حائل نہ ہوں گے۔"

دلاور خاں پر قاتلانہ حملہ

یہ پیغام سن کر دلاور خاں نے اپنی فوج اور لڑکے کو کچھ فاصلے پر چھوڑا اور خود پانچ سو سواروں اور ہاتھیوں کے ساتھ بادشاہ کے سامنے آیا اور اس سے کہا۔ "آپ کے لئے یہ مناسب نہ تھا کہ رات کے وقت سراپردہ شاہی سے نکلتے خیر جو ہوا سو ہوا۔ اس وقت یہی بہتر ہے کہ آپ میرے ساتھ واپس روانہ ہوں۔" بادشاہ نے انتہائی غصے میں کہا۔ "اس گستاخ کو کون سزا دینے کے لئے تیار ہے؟" یہ سنتے ہی اوز بک خاں نامی لشکر خاصہ کا ایک سپاہی آگے بڑھا' اس نے دلاور خاں پر تلوار کا ایک وار کیا اگرچہ یہ ضرب کاری نہ تھی تاہم دلاور خاں نے گھبرا کر اپنا گھوڑا پیچھے ہٹا لیا۔

دلاور خاں کا فرار

اوزبک خاں نے تلوار کا ایک اور وار کرنا چاہا' دفعتاً دلاور خاں کا گھوڑا بدک اٹھا اور وہ زمین پر گر گیا دلاور کے لشکر کے ایک مہابت نے فوراً اپنا ہاتھی دلاور اور شاہی لشکر کے درمیان کھڑا کر دیا تاکہ دلاور موقع پا کر کسی دوسرے گھوڑے پر سوار ہو جائے۔ دلاور خاں کے لشکر پر بادشاہی رعب و جلال کا کچھ ایسا اثر ہوا کہ بے شمار سپاہی خوف زدہ ہو کر اس سے علیحدہ ہونے لگے۔ دلاور نے جب یہ صورت دیکھی تو وہ خود بھی میدان جنگ سے بھاگ گیا۔ بادشاہ کے لشکر نے اس کا تعاقب کیا لہٰذا وہ راستے میں کسی جگہ قیام کئے بغیر ہی احمد آباد بیدر پہنچ گیا۔

الغرض اس طرح بادشاہ نے دلاور خاں کی چیرہ دستیوں سے نجات حاصل کی اس نے عین الملک اور دیگر امراء کو باوجود ان کے متذکرہ بالا جرم کے خلعت فاخرہ سے نوازا اور آئندہ کے انعام و اکرام کا وعدہ کیا۔ اس کے بعد بادشاہ اپنی مجلس میں آیا۔ جہاں ایک عجیب و غریب واقعہ پیش آیا۔ یہ واقعہ ذیل میں درج کیا جاتا ہے۔

مذہب کا معاملہ

دلاور خاں حنفی المذہب تھا۔ اس ملک میں مذہب شیعہ کے تمام طریقوں کو متروک قرار دے کر اہل سنت والجماعت کے طریقوں کو رواج دیا اور چار یاروں کا خطبہ جاری کیا۔ کچھ لوگوں کا خیال ہے کہ بادشاہ بھی حنفی المذہب تھا' مگر بعضوں کا کہنا ہے ابراہیم اپنے باپ اور چچا طہماسپ شاہ اور علی عادل کی طرح شیعہ تھا۔ ابراہیم کا شیعہ ہونا زیادہ صحیح معلوم ہوتا تھا۔ اس لئے لوگ تبدیلی مذہب کر کے شیعہ ہوگئے اور مسجدوں میں شیعوں کے دستور کے مطابق اذانیں ہونے لگیں۔

حنفی مشرب ابراہیم کو جب یہ معلوم ہوا تو اس نے حکم دیا کہ جو لوگ میری تقلید کے خیال سے شیعہ ہوئے ہوں۔ انہیں سخت سزا دی جائے' لیکن بعد میں ایسے لوگوں کو معاف کر دیا گیا' لیکن بادشاہ انہیں شرمندہ کرنے کے لئے "شیعان مصلحی" کے لقب سے یاد کیا کرتا تھا۔

marfat.com

Marfat.com

برہان نظام شاہ کی فتح اور جمال خاں کا قتل

آج تک بیجاپور میں چاروں خلفاء کے نام کا خطبہ پڑھا جاتا ہے۔ یوسف عادل شاہ کے عہد حکومت کی طرح بارہ اماموں کے نام بھی خطبے میں شامل ہیں۔ اسی زمانے میں جبکہ بادشاہ مذہبی معاملات میں گھرا ہوا تھا اور خطاکاروں کو سزا دینے کے درپے تھا اسے برہان نظام شاہ کی فتح اور جمال خاں مہدوی کے قتل کی خبر ملی۔ تمام لوگ یہ خبر سن کر بہت خوش ہوئے۔ برہان نظام شاہ کو تہنیت نامہ بھیجا گیا۔ اس کے بعد بادشاہ نے واپسی کا ارادہ کیا اور سفر کی منزلیں طے کرتا ہوا بیجاپور آگیا۔ یہاں اس نے حکومت کا انتظام اس طریقے سے کیا کہ سبھی لوگ اس کی قابلیت کے معترف ہو گئے۔

ابراہیم عادل شاہ ثانی کے ابتدائی حالات

اب ابراہیم عادل شاہ ثانی کے تفصیلی حالات بیان کئے جاتے ہیں جو اسپ شاہ بن ابراہیم عادل شاہ اول کی چار اولادیں تھیں۔ دو لڑکیاں اور دو لڑکے' بیٹے ابراہیم اور اسمٰعیل تھے اور بیٹی خدیجہ سلطان (میراں حسین نظام شاہ کی بیوی) اور ثانی بی بی (محمد برید شاہ کی بیوی) تھیں۔ شہزادہ ابراہیم اپنے چچا علی عادل شاہ کی وصیت کے مطابق تخت و سلطنت کا وارث ہوا اور سارے ملک میں اس کے نام کا خطبہ اور سکہ جاری ہو گیا۔

بادشاہ کا پیغام شہزادہ اسمٰعیل کے نام

ابراہیم کے تخت نشینی کے وقت شہزادہ اسمٰعیل کی عمر تین سال کی تھی وہ اپنے بھائی کے زیر سایہ پرورش پاتا رہا۔ جب وہ سن بلوغ کو پہنچا تو دلاور خاں حبشی نے جو ان دنوں وزیر سلطنت کے عہدے پر فائز تھا اسے بلگوان کے قلعہ میں قید کر دیا حبشیوں کا ہنگامہ اور دلاور خاں کا اقتدار جب ختم ہوا تو بادشاہ نے اپنے ایک خاص درباری کو شہزادہ اسمٰعیل کے پاس بھیجا اور اسے یہ پیغام دیا۔ ''میں اب تک تمہارے دیدار سے محروم ہوں۔ اگرچہ تمہیں دیکھنے کی تمنا میرے دل میں ہر وقت چٹکیاں لیتی رہتی تھی۔ مگر میں کچھ ایسا مجبور ہوا کہ اس تمنا کو پورا نہ کر سکا۔ تم اصل حالات سے پوری طرح باخبر ہو۔ اس لئے مجھے کچھ بیان کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔''

اب اس وقت تم یہ کرو کہ اس قلعے میں عیش و عشرت سے زندگی گزارو۔ ساقی اور شراب کے ساتھ علوم فنون سے بھی دلچسپی لو' خاص طور پر علم تاریخ اور فن شاعری کے مطالعے سے اپنی نظر میں وسعت اور اپنے ذہن میں کشادگی پیدا کرو۔ سواری اور چوگان بازی کی بھی عادت ڈالو۔ الغرض غم و الم کو کسی طرح اپنے پاس نہ آنے دو۔ جب سلطنت کے چند اہم اور ضروری کام طے پا جائیں گے تو میں تمہیں اپنے پاس بلاؤں گا۔

شہزادہ اسمٰعیل کا خیال

اس کے بعد بادشاہ نے قلعہ بلگوان کے کوتوال اور تھانیدار کے نام بھی احکام جاری کئے کہ شہزادہ اسمٰعیل کے پاؤں کی زنجیر کاٹ دی جائے۔ بادشاہ کے احکامات کی تعمیل کی گئی شہزادے کو آزاد کر دیا گیا اس قلعے میں ہر چہار طرف گھومنے پھرنے کی آزادی تھی۔ پابندی اگر تھی تو صرف اتنی کہ وہ قلعے سے باہر نہیں نکل سکتا تھا۔ بادشاہ ہر مہینے ایک ہزار ہون شہزادے کے اخراجات کے لئے روانہ کرتا۔ نیز گراں قدر تحفے تحائف اور انواع واقسام کے پھل بھی بھیجتا تاکہ شہزادے کی دلجوئی ہوتی رہے' عیدوں اور دیگر تقریبات مسرت کے موقع پر بادشاہ شہزادے کو ضرور یاد کرتا۔

بھائی کی محبت

راقم الحروف مورخ فرشتہ نے بارگاہ شاہی کے مقرب خاص اور خزینہ دار احمد خاں سے یہ روایت سنی ہے کہ ایک مرتبہ بادشاہ کی خدمت میں قلعہ بلگوان کے بہترین آم پیش کئے گئے۔ ان آموں کو دیکھ کر بادشاہ نے پوچھا۔ ''کیا یہ آم شہزادہ اسمٰعیل کے پاس بھی بھیجے

marfat.com
Marfat.com

گئے ہیں؟" اس جواب میں عرض کیا گیا۔ "چونکہ درختوں میں پہلی مرتبہ پھل آیا ہے اس لئے فی الحال حضور کی خدمت میں تحفہ پیش کیا گیا ہے۔ بعدازاں شہزادے کی خدمت میں بھی ارسال کئے جائیں گے۔"

بادشاہ نے اس جواب کو معقول نہ سمجھا اور فوراً وہ آم شہزادے کے پاس بلگوان بھجوادیئے اور یہ کہلا بھیجا "بلگوان میں جو پھل پیدا ہوں ان پر پہلے تمہارا حق ہے اس لئے یہ آم تمہیں بھیجتا ہوں۔ اس کے بعد جب اور آم درختوں سے اتریں تو مجھے بھجوا دینا۔ نیز بادشاہ نے قلعہ بلگوان کے تھانیدار کو حکم دیا کہ "جو پھل پیدا ہو وہ پہلے شہزادے کی خدمت میں پیش کیا جائے اور بعد میرے پاس روانہ کیا جائے۔ الغرض بادشاہ نے ہمیشہ اپنے بھائی سے محبت اور اخلاص کا مظاہرہ کیا۔ شہزادہ اسمٰعیل بڑے عیش و عشرت سے قلعہ بلگوان میں زندگی بسر کرتا رہا اور اسے کبھی کوئی تکلیف نہ اٹھانا پڑی۔

شہزادہ اسمٰعیل کی بغاوت

شہزادہ اسمٰعیل کو خدا جانے کیا ہوا کہ اس نے اپنے بھائی کی محبت کی قدر نہ کی اور مفسدوں اور ہنگامہ پروروں کی ترغیب سے بادشاہ کی مخالفت پر اتر آیا۔ اس نے ۷۔ رمضان المبارک ۱۰۰۲ھ کو بادشاہ کے خلاف علم سرکشی بلند کیا اور کھلم کھلا مخالفانہ کارروائیاں کرنے لگا۔ بادشاہ کو جب ان حالات کا علم ہوا اور ہنگامہ پروروں کی سازش کا بھید کھلا تو اس نے سب سے پہلے شہزادہ اسمٰعیل کو ایک نصیحت آمیز خط لکھا۔

بادشاہ کا خط اسمٰعیل کے نام

ابراہیم نے اسمٰعیل کو لکھا "مجھے تمہاری مخالفانہ کارروائیوں کا علم ہوا ہے' تم اگر یہ روش چھوڑ دو تو تمہارے حق میں بہتر ہوگا ورنہ تمہیں سخت سزا دی جائے گی۔ خداوند تعالیٰ جس کو سلطنت و تخت سے سرفراز کرتا ہے وہ ایسے ہنگاموں سے کبھی نہیں ڈرتا۔ تمہیں معلوم ہے کہ ملک دکن کا بہترین حصہ میرے قبضے میں ہے۔ اور یہاں کے تمام باشندے اور امراء دل وجان سے میرے فرماں بردار ہیں۔ تم اپنے ارادے سے باز آ جاؤ' مجھے خوف ہے کہ کہیں معرکہ آرائی میں تمہیں نقصان اٹھانا پڑے اور تمہاری بدقسمتی تمہیں ناکام و نامراد بنائے۔"

بادشاہ نے یہ خط اپنے ایک قابل اعتماد امیر شاہ نور عالم کے ہاتھ روانہ کیا جو شیخ المشائخ حضرت قطب عالم جنید بغدادیؒ کی اولاد میں سے تھا۔

برہان نظام شاہ اور اسمٰعیل میں سازباز

شاہ نور عالم بادشاہ کا خط لے کر بلگوان پہنچا۔ شہزادہ اسمٰعیل خط پڑھ کر سیدھے راستے پر نہ آیا اس نے نور عالم کو گرفتار کر کے بادشاہ کو بہت برا جواب لکھ بھیجا اور پھر بغاوت اور خروج کی تیاریوں میں مشغول ہوگیا۔ اسمٰعیل نے پہلے تو برہان نظام شاہ کے پاس ایک قاصد روانہ کیا اور اس سے مدد کا طالب ہوا۔ برہان نظام شاہ تو پہلے ہی وقت اور موقع کا منتظر تھا اس نے فوراً مدد کا وعدہ کر لیا اور جواب دیا۔ "اگر تمہارا کام مناسب اور ٹھیک طریقے سے انجام پائے تو تم بیجاپور کے بڑے بڑے امیروں کو آئندہ کے دل خوش کن وعدوں سے اپنا بنا لو خصوصاً عین الملک کنعانی سے گہرے مراسم پیدا کرو۔ کیونکہ وہ امیر الامراء اور بلگوان کے قریبی علاقے کا جاگیردار ہے اگر یہ امیر تمہارا حلیف ہوگیا تو پھر دوسرے امراء بھی تمہارا ساتھ دیں گے۔"

عین الملک اور اسمٰعیل میں مراسم

شہزادہ اسمٰعیل' برہان نظام شاہ کے اس جواب سے بہت خوش ہوا۔ عین الملک کنعانی ان دنوں قصبہ ہیکری میں مقیم تھا۔ شہزادے نے اس سے اور اس کے منہ بولے بیٹے آنکس سے تعلقات پیدا کئے اور ان دونوں کو اپنا ساتھی بنا لیا۔ عین الملک یہ چاہتا تھا کہ معاملہ طول کھینچے اور اسمٰعیل بلگوان کو اپنا دارالسلطنت بنا کر اپنے نام کا خطبہ و سکہ جاری کرے۔ تاکہ ایک ہی سلطنت میں دو حکمرانوں کی حکومت قائم ہو جائے۔

marfat.com

Marfat.com

ابراہیم عادل شاہ کا اسمٰعیل کی سرزنش کے لئے فوج روانہ کرنا

عین الملک بظاہر تو ابراہیم عادل شاہ ثانی کی رفاقت کا دم بھرتا تھا' لیکن بباطن اس کی تمام ہمدردیاں شہزادہ اسمٰعیل کے ساتھ تھیں۔ اس نے اسمٰعیل کو یہ پیغام بھیجا کہ "جب سلطنت کی تمام مہمات انجام پا جائیں گی تو میں چند امراء کے ساتھ آپ کی خدمت میں حاضر ہو جاؤں گا۔ اسی اثناء میں ابراہیم عادل شاہ کو شاہ نور عالم کی گرفتاری کی خبر ملی وہ بہت طیش میں آیا اور فوراً الیاس خاں سرنوبت کو ایک زبردست فوج کے ہمراہ بلگوان کی طرف روانہ کیا تاکہ شہزادہ اسمٰعیل کے ہنگامے کو فرو کیا جا سکے۔

قلعہ بلگوان کا محاصرہ

الیاس خاں نے بلگوان پہنچ کر قلعے کا محاصرہ کر لیا' اسمٰعیل میں مقابلے کی ہمت نہ تھی لہٰذا وہ قلعہ بند ہوگیا۔ الیاس نے قلعے کے آنے جانے کے تمام راستے مسدود کر دیئے۔ عین الملک بھی بادشاہ کے حکم کے مطابق بلگوان پہنچا اور ظاہری طور پر اس نے بھی قلعے کا محاصرہ کر لیا۔ وہ چوری چھپے اہل قلعہ کو غلہ اور ضرورت کا دیگر سامان پہنچاتا رہا۔ بادشاہ کو اس کا علم ہوگیا اور اس نے عین الملک کی طلبی کا فرمان جاری کر دیا۔

عین الملک کی طلبی کا فرمان

اس فرمان میں لکھا تھا کہ جیسا کہ تمہیں معلوم ہے ان دنوں سب سے اہم مسئلہ قلعہ بلگوان کی فتح ہے۔ تم چونکہ سپہ سالار ہو اس لئے اس سلسلے میں تم سے مشورہ کرنا ضروری ہے۔ لہٰذا تم جلد از جلد شاہی بارگاہ میں پہنچ جاؤ تم جو تدبیر بتاؤ گے اسی پر عمل کیا جائے گا۔ اس کے علاوہ کچھ اور امور کے متعلق بھی تم سے بات چیت کرنی ہے۔

عین الملک کا بیجاپور پہنچنا

عین الملک نے بڑی خندہ پیشانی سے شاہی فرمان کا استقبال کیا اور جلد از جلد پایہ تخت کی طرف روانہ ہوگیا تاکہ بادشاہ کو اپنی طرف سے مطمئن رکھے۔ عین الملک اپنے چند خاص الخاص رفیقوں کے ہمراہ شاہی بارگاہ میں پہنچ گیا اور اس نے چند غیر مسلم مقربین شاہی کو روپیہ پیسہ دے کر اس کام پر نامزد کیا کہ وہ ہر وقت بادشاہ کے سامنے اس کی تعریف کرتے رہیں۔

بادشاہ کا نقطہ نظر

ابراہیم عادل شاہ ثانی اگرچہ عین الملک کی حرکات اور اس کی مکاریوں سے پوری طرح واقف تھا' لیکن اس نے کوئی ایسی بات نہ کی جس سے غصے کا اظہار ہوتا۔ زمانہ ماضی میں عین الملک نے بادشاہ کی جو خدمت کی تھی' ابراہیم کے دل میں اس کی بہت قدر تھی۔ اس وجہ سے بادشاہ نے نرمی اور لطف و کرم سے کام لے کر عین الملک کو راہ راست پر لانے کی کوشش کی۔ بادشاہ کا خیال تھا کہ اس قسم کے سلوک سے عین الملک نادم ہو کر اپنے دل سے نمک حرامی اور غداری کے خیالات کو دور کر دے گا۔

عین الملک شاہی دربار میں

عین الملک کی آمد کے بعد بادشاہ نے اپنا دربار وسیع پیمانے پر آراستہ کیا' تمام امراء اور عسکری سردار کے دائیں بائیں کھڑے ہوئے۔ شان و شوکت کا یہ عالم دیکھ کر عین الملک قدرے سہم گیا اور اس نے تین چار جگہ زمین خدمت کو بوسہ دیا اور بعد ازاں شاہی خدمت میں حاضر ہوا۔ اور تخت شاہی کے پایوں کو چوم کر بادشاہ کے حکم کے مطابق اپنی جگہ پر بیٹھ گیا۔

شاہی عنایات عین الملک پر

بادشاہ کی نگاہوں نے عین الملک کے خوف و ہراس کو بھانپ لیا لہٰذا کچھ دیر تک دوسروں سے باتیں کرتا رہا۔ اور پھر عین الملک کی

marfat.com

Marfat.com

طرف متوجہ ہوا' بادشاہ نے اس سے بڑی میٹھی میٹھی باتیں کیں اور اسے خلعت فاخرہ کمربند' خنجر مرصع' اسپ تازی اور ایک چابک سے سرفراز کیا۔ جس میں جواہرات جڑے ہوئے تھے اس کے بعد عین الملک کو اپنی جاگیر میں واپس جانے کی اجازت مل گئی۔ اور دوسرے روز صبح کے وقت وہ اپنے پرگنہ بکری کی طرف روانہ ہو گیا۔

عین الملک کی روش

عین الملک نے بادشاہ کے لطف و کرم اور اس کے بہترین سلوک کا کوئی خیال نہ کیا اور حسب سابق اسمٰعیل کی دوستی کا دم بھرتا رہا اور اہل قلعہ کو چوری چھپے غلہ اور دیگر سامان ضرورت پہنچاتا رہا' عین الملک کی یہ حرکت سب پر ظاہر ہو گئی۔ اتفاق سے انہیں دنوں بیجاپور کا کوتوال حیات خاں (جو کہ دکن کے ایک ادنیٰ طبقے سے تعلق رکھتا تھا) الیاس خاں کو بارود اور ضرورت کی دوسری اشیاء پہنچانے کے لئے بلگوان گیا ہوا تھا۔ واپسی پر وہ قصبہ بکری میں مقیم ہوا اور اس نے عین الملک کی دعوت کی۔

حیات خاں اور عین الملک میں سخت کلامی

حیات خاں کی زندگی گھٹیا قسم کے لوگوں میں گزری تھی اور وہ ان سے بازاری باتیں کرتا رہتا تھا۔ عین الملک کو اس نے ایسا ہی شخص سمجھا اور اس سے بہت ہی سطحی قسم کی گفتگو شروع کی۔ عین الملک کو اس رذیل کی اس ناشائستہ حرکت پر سخت غصہ آیا اور اسے سخت سست کہا۔ حیات خاں بھی آپے سے باہر ہو گیا اور اس نے عین الملک کو کھلے لفظوں میں غدار اور حرام خور کہا۔

حیات خاں کی گرفتاری

حیات خاں نے عین الملک کو اس طرح مخاطب کیا۔ "میں ایک ضروری کام کے لئے بلگوان گیا تھا اور اسی سلسلے میں یہاں آیا ہوں مجھے بہت سی ایسی باتیں معلوم ہوئی ہیں کہ جن سے تمہاری غداری اور نمک حرامی کا ثبوت ملتا ہے۔" حیات خاں نے یہ بات اس لئے کہی تھی کہ عین الملک خوفزدہ ہو۔ اس کو روپیہ پیسہ دے دلا کر خوش کرے لیکن عین الملک اب اس مرحلے سے بہت آگے نکل چکا تھا۔ اس کو معلوم ہو چکا تھا کہ اس کی غداری اب کوئی راز نہیں رہی۔ لہٰذا اس نے نرمی اور ملائمت کو بالائے طاق رکھ کر حیات خاں کو گرفتار کر لیا۔

عین الملک کی علانیہ بغاوت

اس کے بعد عین الملک نے برسرعام بادشاہ کی مخالفت کرنی شروع کر دی اور اپنی طاقت پر ناز کرنے لگا۔ اس نے فوراً قرب وجوار کے حاکموں کو خطوط لکھے اور انہیں شہزادہ اسمٰعیل کی اطاعت کی ہدایت کی۔ ان حاکموں میں سے اکثر نے خفیہ طور پر اطاعت کا وعدہ کیا۔ قلعہ مرج کے باشندوں نے بسرایک نامی تھانیدار قلعہ کو معزول کر دیا اور اسمٰعیل کی اطاعت کا کھلے بندوں اعلان کیا۔

عین الملک کا خط برہان نظام شاہ کے نام

عین الملک نے برہان نظام شاہ کے نام ایک خط لکھا جس میں ابراہیم عادل شاہ ثانی کی شکایت کی گئی تھی اور یہ پیغام دیا گیا تھا کہ "تمام قلعے اور قصبے شہزادہ اسمٰعیل کے قبضے میں آ گئے ہیں اور اس علاقے کے تمام امراء اور پایہ تخت کے سارے معزز اشخاص نے شہزادے کی وفاداری کا عہد کر لیا ہے سب لوگوں کی یہ خواہش ہے کہ شہزادے کے سر پر چتر شاہی رکھ کر بیجاپور کا سفر اختیار کیا جائے۔ لیکن یہ عظیم اقدام آپ کی اعانت کے بغیر نہیں کیا جا سکتا۔ اگر حضور اپنے کرم سے کام لیں تو یہ کام بڑی عمدگی سے انجام دیا جا سکتا ہے۔ شہزادے کے ہاتھ میں حکومت آ گئی تو وہ سب کے لئے باعث رحمت ہو گا۔ کامیابی کے بعد ہم بطور شکریہ کے شاہ درک اور شولاپور کے قلعے اور تمام سرحدی پرگنے آپ کے نذر کریں گے۔

marfat.com

Marfat.com

عین الملک کی خوشی

برہان نظام شاہ کے پاس جب خط پہنچا تو اس نے ابراہیم عادل شاہ ثانی کے تمام احسانات کو فراموش کر کے شہزادے کی مدد کا وعدہ کر لیا۔ اور اپنی فوج کو جمع ہونے کا حکم دیا' عین الملک کو جب یہ معلوم ہوا تو وہ بے انتہا خوش ہوا' اس نے فوراً وہ لشکر جو الیاس خاں کی مدد کے لئے بلگوان بھیجا تھا واپس بلا لیا۔

ملابار کے ہندوؤں کا فتنہ

اسی دوران میں ملابار کے ہندوؤں نے ایک ہنگامہ بپا کیا۔ انہوں نے قلعہ چند کوئی کو جسے علی عادل شاہ نے تسخیر کیا تھا' اپنے قبضے میں کر لیا۔ ان غیر مسلموں کے حوصلے یہاں تک بڑھے کہ انہوں نے بنکاپور میں بھی تباہی و بربادی کا بازار گرم کیا۔

الیاس خاں اور محمد خاں رومی کی گرفتاری

الیاس خاں قلعہ بلگوان کا محاصرہ کئے ہوئے تھا وہ بھی دوسرے امراء کی طرح بادشاہ کا مخالف تھا۔ اس کے جی میں خدا جانے کیا آئی کہ سوچے سمجھے بغیر ہی بیجاپور چلا آیا۔ پایہ تخت میں اس کی آمد سے سخت کہرام مچا' ہر شخص خوفزدہ ہو گیا عین ممکن تھا کہ پایہ تخت میں بھی ایک طوفان بدتمیزی بپا ہوتا کہ بادشاہ نے دانش مندی اور فراست سے کام لے کر الیاس خاں اور محمد خاں رومی کو جو دشمن سے ملے ہوئے تھے' گرفتار کر لیا۔ اور انہیں ایک تنگ و تاریک قید خانے میں ڈال دیا۔

بادشاہ نے چاروں طرف امراء کے نام فرمان روانہ کئے اور انہیں بارگاہ شاہی میں حاضر ہونے کا حکم دیا۔ کچھ ہی عرصے میں پایہ تخت میں بے شمار سپاہی جمع ہو گئے۔ بڑے امراء میں عالم خاں دکنی جو ابھی تک بادشاہ کا مخلص وفادار تھا۔ پچاس سواروں کے ساتھ سب سے پہلے بادشاہ کی خدمت میں پہنچا۔ عین الملک نے بلگوان کے قرب وجوار کے امراء کو جب ان جگہوں پر موجود نہ پایا تو اس نے آنکس خاں کی ساتھ مل کر اپنے منصوبے کو عملی جامہ پہنانے کی تیاریاں تیز تر کر دیں۔

اسمٰعیل چتر شاہی کے سائے میں

آنکس خاں نے ان گنت روپیہ صرف کر کے دس ہزار سواروں اور بیس ہزار پیادوں کا ایک زبردست لشکر جمع کر لیا اور اپنی قوت کے نشے میں سرشار ہو کر برہان نظام شاہ کی آمد کا انتظار کئے بغیر بلگوان کی طرف روانہ ہو گیا۔ آنکس خاں نے شہزادہ اسمٰعیل سے ملاقات کی اور برہان نظام شاہ کی آمد کی امید میں شہزادے کے سر پر چتر شاہی سایہ فگن کر دیا۔

باغیوں کی سرزنش کا انتظام

ابراہیم عادل شاہ ثانی کو جب ان حالات کی خبریں پہنچیں تو اس نے فوراً حمید خاں حبشی کو سر لشکر مقرر کیا اور اسے ربیع الثانی کے مہینے میں امراء اور منصب داروں کے ساتھ باغیوں اور سرکشوں کی سرکوبی کے لئے روانہ کیا۔ جب حمید خاں عساپور پہنچا تو عین الملک اور اس کے ساتھیوں نے اسے شہزادہ اسمٰعیل کی اطاعت کرنے کی دعوت دی۔ حمید خاں نے ویسا ہی کیا جیسا کہ ابراہیم عادل شاہ ثانی نے کہا تھا۔ حمید خاں نے باغیوں کی بڑی عزت کی اور عین الملک کو کہلا بھیجا کہ میں تم لوگوں سے لڑائی کرنے کے لئے نہیں آیا ہوں۔ میرا ارادہ شہزادہ اسمٰعیل کی اطاعت و وفاداری کا اظہار کرنا ہے۔ اگر شہزادہ برہان نظام شاہ کی آمد سے پہلے ہی قلعے سے باہر نکل کر چتر شاہی کو اپنے سر پر سایہ فگن کرے تو میں اس کی خدمت میں حاضر ہو کر اپنی اطاعت کا اظہار کروں گا۔

عین الملک کی آنکھوں پر پردے پڑ گئے۔ اس نے حمید خاں کی بات مان لی اور برہان نظام شاہ کی آمد کا انتظار کئے بغیر (جو قلعہ پرندہ کے قرب وجوار میں پہنچ چکا تھا) شہزادے کو ساتھ لے کر قلعے سے باہر نکل آیا۔ عین الملک اور حمید خاں نے ایک بہت بڑے میدان میں ملاقات کی۔ حمید خاں اور اس کے ساتھیوں نے عین الملک اور شہزادے کے استقبال میں بڑے تکلف اور خوش اسلوبی سے کام لیا۔

marfat.com
Marfat.com

عین الملک کا بڑا بیٹا عالی خاں بہت سمجھ دار اور عاقبت اندیش تھا۔ وہ اپنے باپ کو ہمیشہ بادشاہ کی مخالفت سے منع کیا کرتا تھا اس نے حمید خاں اور اس کے ساتھیوں کی نیت کو بھانپ لیا۔ اسے اچھی طرح معلوم ہوگیا کہ ان لوگوں کے ظاہری خلوص کی تہہ میں کتنا زہر بھرا ہوا ہے۔ عالی خاں نے عین الملک کو حمید خاں کے فریب سے آگاہ کرنے کی کوشش کی' لیکن عین الملک کو یقین نہ آیا اور اس نے عالی خاں کے بیان کو خود غرضی و مطلب پرستی پر محمول کیا۔

عین الملک کا قتل

ربیع الثانی کی ۱۲ تاریخ کو جمعہ کے روز ہیکری میں دونوں لشکر ایک دوسرے کے سامنے آئے۔ عین الملک کے حکم کے مطابق فرش اور قالین بچھا کر مجلس کو سجایا گیا۔ شہزادہ اسمٰعیل' حمید خاں کے بارے میں تحقیق حال کئے بغیر ہی شراب نوشی اور گانا سننے میں مشغول ہو گیا۔ حمید خاں کچھ اور ہی سوچے ہوئے تھا۔ اس نے اپنے توپچیوں کو اشارہ کیا اور شہزادے کے لشکر پر گولہ باری ہونے لگی۔ عین الملک نے اس موقع پر فرار ہو جانے کی کوشش کی لیکن سہیل خاں خواجہ سرا کے حملے نے اس کے لشکر کو تہس نہس کر دیا' عین الملک زخمی ہو کر گھوڑے سے گر پڑا۔ سہیل خاں نے اس کا سر تن سے جدا کر دیا۔

شہزادہ اسمٰعیل کی گرفتاری

اس کے بعد سہیل خاں نے شہزادے کے لشکر کی طرف رخ کیا۔ شہزادے نے عالی خاں اور آنکس خاں کے پاس پہنچ جانے کا ارادہ کیا تاکہ ان دونوں کے ساتھ برہان نظام شاہ کی خدمت میں حاضر ہو اور بعد میں جنگ کی باقاعدہ تیاری کر کے میدان جنگ میں آئے۔ شہزادہ اسمٰعیل پر شراب کا نشہ طاری تھا اس لئے گھوڑے کو دوڑاتے وقت وہ زمین پر گر گیا۔ سہیل خاں کے سپاہیوں نے فوراً اسے گرفتار کر لیا۔

شہزادے کا قتل

شاہی ملازموں نے عین الملک کا سر بایہ تخت بیجاپور روانہ کیا اس کو رسی سے باندھ کر لٹکا دیا گیا۔ تمام لوگ اسے دیکھنے کے لئے دور دور سے آئے الغرض ایک ہفتے تک یہی عالم رہا۔ شہزادہ اسمٰعیل کو سلحداروں کے سردار خانجی بن شجاعت خاں نے موت کے گھاٹ اتار دیا۔ بعد ازاں سہیل خاں اور اعتماد خاں وغیرہ امرائے عادل شاہی بیجاپور پہنچے اور انہوں نے بارگاہ شاہی میں حاضری دی۔ اسی روز عین الملک کے سر کو ایک توپ کے دہانے پر رکھ کر اڑا دیا گیا۔

نمک حراموں کا قتل

ابراہیم عادل شاہ ثانی نے قلعہ مرج کے تھانیدار مسمی مالک کے نام ایک فرمان روانہ کیا کہ تمہارے قلعے میں سترہ عدد غدار اور نمک حرام نظربند ہیں انہیں جلد از جلد قتل کر دیا جائے۔ اور ان کے سر بایہ تخت روانہ کر دیئے جائیں۔ قلعے کے تھانیدار نے شاہی حکم کی تعمیل کی اور سترہ قیدیوں کو ایک قطار میں کھڑا کر کے تہہ تیغ کر دیا اور ان کے سر بایہ تخت بیجاپور روانہ کر دیئے۔

انعام و اکرام

جب سرکشوں اور باغیوں کو خوب اچھی طرح نیست و نابود کر دیا تو پھر بادشاہ نے ہر چہار طرف سے مطمئن ہو کر اپنے وفادار اور جاں نثار امراء اور ملازمین کو انعام و اکرام سے مالا مال کیا۔ عالم خاں کو مصطفیٰ خاں کا خطاب دیا گیا اور اسے دو ہزاری امراء کے طبقے میں داخل کیا گیا۔ سہیل خاں کو (جس نے اپنی بہادری کا بروقت مظاہرہ کر کے دشمن کو پامال کیا تھا خلعت عطا کیا گیا۔ نیز اس کے عہدے میں اضافہ کیا گیا۔

marfat.com

Marfat.com

برہان نظام شاہ کی پریشانی

یہ تمام واقعات دشمنوں کے لئے بڑی اذیت دہ تھے خاص طور پر برہان نظام شاہ بہت پریشان تھا کیونکہ اس نے عادل شاہی خاندان کو تباہ و برباد کرنے کا ارادہ کیا تھا وہ قلعہ ہرندہ کے نواح سے احمد نگر واپس آگیا۔

شاہ نواز خان کے حالات

قارئین کرام کو معلوم ہونا چاہئے کہ راقم الحروف فرشتہ پر خان والا شان شاہ نواز خاں کے لئے بے پناہ احسانات ہیں۔ اس تاریخ کی تالیف کے زمانے میں اس نے جس طرح راقم الحروف پر احسانات کئے ان کا تقاضا ہے کہ ہندوستان کے فرماں رواؤں کا تذکرہ کرتے ہوئے شاہ نواز خاں کے حالات بھی درج کئے جائیں۔

خواجہ علاؤ الدین محمد شیرازی اپنے زمانے کے ایک مشہور بزرگ تھے۔ شیراز کے حاکم اور معززین شہران سے بہت لگاؤ رکھتے تھے اور ان کا بہت احترام کرتے تھے۔ خواجہ صاحب کے تین بیٹے تھے۔ خواجہ معین الدین' خواجہ معزالدین عنایت اللہ اور خواجہ ہدایت اللہ' یہ تینوں علم و فضل کے اعتبار سے اپنے معاصرین میں ممتاز حیثیت کے مالک تھے۔

علم و فضل

خواجہ شیرازی کو علم منطق و حکمت سے بہت دلچسپی تھی انہوں نے اس سلسلے میں بہت کمال حاصل کیا۔ کئی کتابیں لکھیں جو آج بھی شائقین علم کے لئے بہترین رہنما ہیں۔ جن دنوں خواجہ فتح اللہ شیرازی کو علی عادل شاہ نے ہندوستان آنے کی دعوت دی' خواجہ شیرازی نے سفر ہندوستان کا ارادہ کیا' وہ سمندر کے راستے بیجاپور آئے کچھ دنوں یہاں قیام کرنے کے بعد ہندوستان کے مشہور شہروں برہان پور' مندو' اجین' آگرہ' دہلی اور لاہور وغیرہ کی سیر کے لئے تشریف لے گئے۔

زیارات مقامات مقدسہ

اس کے بعد ہندوستان کے تحفے تحائف لے کر وہ شیراز واپس گئے۔ کچھ مدت بعد انہوں نے حج کا ارادہ کیا اور شیراز سے حرمین شریفین کی زیارت کے لئے روانہ ہوگئے۔ راستے میں بغداد میں قیام کر کے حضرت امام موسیٰ کاظم اور امام محمد تقی کے روضہ مبارک کی زیارت کی پھر سامرہ پہنچے۔ اور حضرت امام نقیؒ اور امام حسن عسکریؒ کے روضوں کی زیارت کر کے یہاں کے مجاوروں کو انعام واکرام سے مالا مال کیا۔ اس کے بعد خواجہ صاحب نجف اشرف میں پہنچے اور حضرت علیؓ کے روضہ پاک پر جبہ سائی کی اور مکہ معظمہ کا رخ کیا۔ حج بیت اللہ سے فارغ ہو کر مدینہ منورہ کی راہ لی۔ حضرت محمد صلعم کے آستانہ مبارک پر حاضری دینے کے بعد اپنے وطن شیراز میں واپس آگئے۔ کچھ دنوں کے بعد خواجہ صاحب کو پھر شوق سیاحت نے وطن سے نکلنے پر مجبور کر دیا۔ ۹۹۷ھ میں ملا ٹکیبی شاعر اور خواجہ عنایت اللہ کے ہمراہ براستہ بندر خروان بذریعہ کشتی بند چیول پہنچے۔ کچھ دنوں تک یہاں کے عالموں اور فاضلوں کا فیض صحبت اٹھا کر بیجاپور پہنچے۔

ان دنوں بیجاپور میں دلاور خاں وکیل السلطنت تھا۔ خواجہ صاحب اس کے توسط سے بادشاہ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ بادشاہ ان سے بڑی مہربانی سے پیش آیا اور انہیں اپنے خاص ندیموں میں شامل کر لیا۔ ۱۰۰۰ھ میں انہیں عادل شاہی قاصد کی حیثیت سے برہان نظام شاہ کے پاس بھیجا گیا۔ انہوں نے بڑی عمدگی اور خوش اسلوبی سے اپنے فرائض انجام دیئے۔ بادشاہ ان کی خدمات سے بہت خوش ہوا اور ان کے عہدے میں ترقی دی گئی۔

۱۰۰۲ھ میں انہیں بادشاہ کی طرف سے محمد قلی شاہ کے پاس حیدر آباد میں جو کہ بھاگ نگر کے نام سے مشہور ہے بھیجا گیا کہ کچھ اہم سیاسی امور کے بارے میں گفتگو کی جائے۔ خواجہ صاحب نے اس کام کو بھی بڑی اچھی طرح انجام دیا انہیں دنوں بلگوان کا فتنہ اٹھا اور شہزادہ اسمٰعیل نے علم بغاوت بلند کیا اس زمانے میں جبلہ عین الملک جیسے بڑے امیر نے بادشاہ کی کھلم کھلا مخالفت کی اور دوسرے امراء

marfat.com

Marfat.com

نے خفیہ طور پر بادشاہ کے مخالفین کا ساتھ دیا۔ خواجہ صاحب نے بادشاہ کی بڑی خدمات انجام دیں۔

مورخ فرشتہ کی بادشاہ سے ملاقات

انہوں نے اس ہنگامہ خیز زمانے میں بادشاہ کی بہی خواہوں کو بڑے بڑے عہدے اور انعامات اور مخالفین کو سخت ترین سزائیں دلوائیں۔ اسی زمانے میں انہوں نے راقم الحروف فرشتہ، مصنف کتاب ہذا کو اپنی عنایات کا مرکز بنایا اور بادشاہ کی مجلس میں حاضری کا موقع دیا۔ ابراہیم عادل شاہ ثانی نے مجھ سے بات چیت کی اور مشہور تاریخ "روضۃ الصفا" کا ایک نسخہ جو بہت اعلیٰ خط میں لکھا ہوا تھا عطا کیا۔ خلعت سے سرفراز کیا نیز عہدے اور جاگیر میں اضافہ کیا۔ بادشاہ نے راقم سے فرمایا "اب تک ہندوستانی حکمرانوں کے حالات میں کوئی مفصل کتاب نہیں لکھی گئی۔ اگرچہ نظام الدین احمد بخشی کی کتاب موجود ہے لیکن یہ بہت ہی مختصر ہے۔ نیز اس میں فرماں روایان دکن کے حالات سرسری طور پر ہیں نہ ان میں تحقیق ملتی ہے اور نہ تفصیل، اب تم ہمت کرو اور ایک ایسی تاریخ مرتب کرو جو ہر لحاظ سے قابل قدر ہو اور جس میں ہمارے عہد حکومت کے حالات تفصیل سے درج ہوں۔ عبارات منشیانہ، تصنع اور تکلف، نیز جھوٹ اور بے سروپا باتوں سے بالکل عاری ہو۔

راقم الحروف بارگاہ شاہی میں آداب بجالایا اور اس کام کو انجام دینے کا وعدہ کیا میں نے اسی ہفتے چند واقعات لکھے اور سب سے پہلے شاہ نواز خاں کی خدمت میں پیش کئے۔ خان موصوف نے ان اوراق کو دیکھا اور تصحیح کی اور پھر انہیں شاہی خدمت میں ارسال کیا۔

شاہنواز خاں کا وکیل مطلق مقرر ہونا

شہزادہ اسمٰعیل کے ہنگامے کو ختم کرنے کے بعد ابراہیم عادل شاہ ثانی نے یہ ارادہ کیا کہ برہمنوں کی جماعت جس کے ہاتھ میں تمام ملکی مہمات کی باگ ڈور رہتی تھی، معزول کر دیا جائے اور اس کی جگہ ایسے مدبر اور صاحب دانش شخص کا تقرر کیا جو ان معاملات میں خوش اسلوبی سے طے کر سکے، بادشاہ کی نظر انتخاب شاہنواز پر پڑی ۱۰۰۳ھ میں خان صاحب موصوف کو سب سے بڑا عہدہ دیا گیا یعنی وکیل مطلق مقرر کیا گیا۔

شاہنواز خاں نے سلطنت و حکومت کے کاموں کو اس خوش اسلوبی اور عمدگی سے انجام دیا کہ زبان قلم تعریف کرنے سے قاصر ہے۔ یہ خان صاحب ہی کی کوششوں کا نتیجہ ہے کہ آج ملک بڑی تیزی سے ترقی کی منزلیں طے کر رہا ہے۔ راقم الحروف مورخ فرشتہ خان صاحب کی تعریف کرنے سے قاصر ہے لہٰذا مدح وثنا سے گریز کر کے مزید حالات سپرد قلم کئے جاتے ہیں۔

ملک کے حالات سے بادشاہ کی آگاہی

وکیل مطلق کے عہدے پر سرفراز ہونے کے بعد شاہنواز خاں نے طے کیا کہ بادشاہ کو ملک کے حالات سے پوری طرح باخبر رکھنا ملک اور بادشاہ دونوں ہی کے لئے بہتر ہے لہٰذا اس نے یہ طریقہ اختیار کیا کہ پرچہ نویسوں کی بھیجی ہوئی خبروں کو خود پڑھنے کے بعد بادشاہ کی خدمت میں بھجوا دیتا۔ بادشاہ ان تحریروں کو پڑھ کر نہ صرف یہ کہ ملک کے حالات سے باخبر رہتا بلکہ اسے خط شکستہ کے پڑھنے میں بھی مہارت حاصل ہوگئی۔

بادشاہ کی فارسی دانی

اس کے بعد شاہنواز نے بادشاہ کی خدمت میں فارسی نظم ونثر کی کتابیں پیش کرنی شروع کیں۔ بادشاہ نے ان کتابوں کو پڑھا اور زبان فارسی میں اتنا کمال حاصل کیا کہ اہل زبان حضرات کی طرح گفتگو کرتا۔ جس وقت بادشاہ فارسی میں بات چیت کر رہا ہوتا تو کوئی شخص یہ نہیں کہہ سکتا تھا کہ بادشاہ نے اپنی زندگی میں کبھی کسی دوسری زبان میں بات چیت بھی کی ہے۔

اگرچہ شاہنواز خاں بادشاہ کا استاد تھا لیکن اس خیال سے کہ اس نے اکثر دنیاوی معاملات میں بادشاہ سے بہت کچھ سیکھا ہے۔ بادشاہ کو

marfat.com

Marfat.com

اپنا استاد کہتا تھا۔ شاہنواز نے ایک گراں قدر یاقوت پر یہ عبارت نقش کروائی "شاگرد ابراہیم عادل شاہ' شاہنواز خاں" اور پھر اس یاقوت کو انگشتری میں جڑوا کر بادشاہ کی خدمت میں پیش کیا۔ اس کے بعد بادشاہ نے شاہنواز کو انعام واکرام سے مالا مال کیا۔

شاہی محل کی تعمیر

ایک روز ابراہیم عادل شاہ ثانی نے شاہنواز خاں سے کہا۔ "ملک میں ہمارا مرتبہ سب سے اونچا ہے اور ہر شخص پر ہمیں برتری حاصل ہے اور تمہیں ہم سے قربت حاصل ہے۔ اسی مناسبت سے تمہارا محل بھی انتہائی عظیم الشان ہونا چاہئے لہٰذا تم ایک ایسا عالیشان محل تعمیر کرواؤ جو ہر لحاظ سے رشک فردوس ہو۔ شاہنواز خاں نے فوراً حکم کی تعمیل کی اور معماروں کو کام پر لگا دیا کچھ عرصہ میں ایک عظیم الشان محل تیار ہو گیا۔

اس محل کی تفصیل یہ ہے چار دیواریں ہیں جن کا ضلع تقریباً چار سو گز ہے شمال کی طرف دو دروازے ہیں' ان میں سے ایک دروازہ بہت ہی بلند ہے جو اس بازار کی طرف کھلتا ہے جو بازار شاہ نواز کے نام سے مشہور ہے۔ دوسرا دروازہ بادشاہ کے دربار کی طرف واقع ہے اس دروازے کے اوپر ایک ہشت پہلو عمارت بنی ہوئی ہے جس کا نام "نورس بہشت" ہے' اس عمارت کی دیواروں پر اندر اور باہر دونوں طرف سنہرے نقوش بنائے گئے ہیں جو لوگ شاہی محل میں داخل ہوتے ہیں وہ پہلے ان نقوش کو دیکھ کر انگشت بدنداں ہوتے ہیں تب قدم آگے بڑھاتے ہیں۔

شاہنواز خاں اکثر اس عمارت میں اپنی مجلس آراستہ کرتا ہے اور حاجت مندوں کی ضروریات پوری کرتا ہے۔ چار دیواری کے درمیان میں ایک اور خوبصورت عمارت بھی ہے جس کے دونوں طرف کمرے بنائے گئے ہیں۔ اس عمارت کا رخ شمال کی طرف ہے اور اس کا عقبی حصہ خس پوش ہے۔ اس عمارت کے پیچھے دوسرے بلند ترین مکانات ہیں جن پر چڑھ کر سارے شہر کا نظارہ کیا جا سکتا ہے۔ شمالی ایوان کے سامنے پختہ چبوترہ ہے اور عمارت کے بالکل درمیان میں ایک تالاب ہے جس کا پانی بہت ہی صاف وشفاف ہے۔ عمارت کے چاروں طرف ایک خوبصورت باغ ہے۔

میرزا علاؤالدین دلیسہ کی پیدائش

یہ محل بہت ہی مبارک ثابت ہوا اس کی تکمیل کے بعد ۳ ربیع الثانی ۱۰۱۰ھ کو شاہنواز کے گھر بیٹا پیدا ہوا جس کا نام میرزا علاؤالدین دلیسہ رکھا گیا۔ شہر کے اکابر نے شاہنواز خاں کو مبارکباد دی۔ مولانا فہمی نے مبارکباد کا قصیدہ پیش کر کے انعام واکرام حاصل کیا۔ اس محل کے مسعود ہونے کی دوسری اور بڑی وجہ یہ ہے کہ بادشاہ کو شاہنواز کے گھر بیٹا ہونے کی اطلاع ملی تو اس نے خاں موصوف کو مبارکباد دینے کے لئے اس محل میں تشریف لانے کا ارادہ کیا۔

شاہانہ سواری

شاہ نواز خاں کو شاہی ارادے کی اطلاع ہوئی تو اس نے شاہانہ سواری کے استقبال کی تیاریاں شروع کر دیں' اس نے ایک بہت بڑا جشن منعقد کیا۔ محل کے صحن میں ایک قیمتی فرش بچھایا گیا اور اس پر زریں شامیانہ لگایا گیا۔ مقررہ دن کو صبح کے وقت بادشاہ کی سواری شاہ نواز کے محل کی طرف روانہ ہوئی۔ سارا راستہ دلہن کی طرح سجایا گیا طرح طرح کی رنگین جھنڈیاں بازار شاہ نواز کی دونوں جانب لگائی گئیں بڑے بوڑھوں کا بیان ہے کہ انہوں نے اپنی عمر میں بازار کو کبھی ایسا آراستہ نہیں دیکھا۔

بادشاہ' شاہ نواز کے گھر میں

بادشاہ جب شاہ نواز کے محل پر پہنچا تو بڑے اعلیٰ طریقے سے اس کا استقبال کیا گیا۔ سب سے پہلے بادشاہ نے منقش دہلیز کا نظارہ کیا اور پھر آگے بڑھا۔ اس کے بعد نورس بہشت کو دیکھا' اس عمارت کی خوبصورتی اور دلکشی سے بادشاہ اس قدر متاثر ہوا کہ وہیں اپنی بزم نشاط

marfat.com
Marfat.com

منعقد کی۔ پانچ مجمر روشن کئے گئے' عطر کی خوشبو سے ساری فضا مہکنے لگی۔ بادشاہ نے اپنے بعض مقربین' شعراء اور درباریوں کو طلبی کا حکم دیا اور اخلاص خاں وغیرہ حاضر خدمت شاہی ہوئے۔ امرائے شاہی ادب سے آداب کے ساتھ بادشاہ کے سامنے دست بستہ کھڑے ہوئے اور مولانا فیضی اور مولانا ظہوری نے موقع و محل کی مناسبت سے کچھ بہترین اشعار سنا کر محفل کو گرم کیا بادشاہ نے کلام کی تعریف کر کے دونوں کی ہمت افزائی کی۔

جشن عیش و عشرت

اس کے بعد ملازمین نے چاروں طرف اعلیٰ درجے کے کھانے اور انواع واقسام کے پھل ترتیب سے لا کر رکھ دیئے۔ جب بادشاہ کھانے سے فارغ ہوا تو شاہ نواز نے تازی گھوڑے' گران قدر کپڑے اور حبشی غلام بادشاہ کی خدمت میں پیش کئے اور امراء واراکین سلطنت کو خلعتوں سے نوازا' جشن مسرت کے اختتام پر بادشاہ نے شاہ نواز خاں کو خلعت فاخرہ سے سرفراز کیا نیز ایک ہزار ہون نقد ر' دو مرصع پٹکے اور چند تازی گھوڑے عطا کئے اس کے بعد بادشاہ واپس اپنے محل میں آ گیا۔

خواجہ معین الدین محمد

اس موقع پر شاہ نواز خاں کے سب سے بڑے بھائی خواجہ معین الدین محمد کا تذکرہ کرنا بھی مناسب ہوگا۔ خواجہ معین کی ذات خوبیوں کا مرکز تھی۔ فصاحت بیان' خوش خلقی اور انسان دوستی ہیں وہ اپنی مثال آپ تھا۔ شاہ نواز جب مقربین شاہی میں شامل ہوا تو خواجہ معین بھی بادشاہ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ بادشاہ نے اسے عمدہ جاگیر عنایت فرمائی' لیکن کچھ ہی عرصے بعد ۱۰۱۰ھ میں خواجہ معین کا انتقال ہو گیا۔ خواجہ معین کی وفات کے وقت اس کے عالم نزع میں راقم الحروف فرشتہ اس کی بالیں پر موجود تھا۔ اس کی وفات کے بعد بہت زور شور سے بارش ہوئی حالانکہ وہ برسات کا زمانہ نہ تھا۔

خواجہ معین کی وفات کے بعد اس کے بڑے بیٹے محمد ظریف کو جو اس وقت چار سال کا تھا باپ کی جاگیر اور املاک کا مالک بنایا گیا۔ محمد ظریف نے اپنے چچا کے زیر سایہ پرورش پائی اور علوم وفنون میں کمال حاصل کیا۔ شاہ نواز کا سب سے چھوٹا بھائی خواجہ ہدایت اللہ اپنے بھائی کی وفات کی خبر سن کر شیراز سے بیجاپور آیا اور بڑے بھائی (شاہ نواز خاں) سے تعزیت کر کے واپس شیراز چلا گیا۔

خواجہ ہدایت اللہ ان دنوں شیراز ہی میں ہیں اور بڑے بھائی کی طرف سے ایک مسجد تعمیر کروا رہے ہیں۔ بیجاپور سے ہر سال اس مقصد کے لئے ایک بڑی رقم شیراز بھیجی جاتی ہے۔

مفسدوں کی بیخ کنی

ابراہیم عادل شاہ ثانی نے قلعہ بلگوان کو باغیوں اور سرکشوں کے قبضے سے نکالنے کے بعد مفسدوں کی طرف توجہ کی۔ ایسے تمام امراء کو جو باغیانہ خیالات رکھتے تھے' معزول کر کے نظر بند کر دیا گیا۔ برہان نظام شاہ کی طرف سے بھی بادشاہ کا دل مکدر تھا لہٰذا اس کی سرزنش کا بھی ارادہ کیا۔

رائے کرناٹک کی پریشانی

جیسا کہ پہلے بیان کیا جا چکا ہے۔ برہان نظام شاہ' شہزادہ اسمٰعیل کی مدد کے لئے بلگوان روانہ ہوا تھا اور قلعہ پرندہ کے قرب وجوار ہی میں اس نے عین الملک کے قتل اور شہزادے کی گرفتاری کی خبر سن لی تھی' اس وجہ سے اس نے آگے بڑھنا مناسب خیال نہ کیا اور واپس احمد نگر جانے کا خیال کیا۔ اس ہنگامے اور شورش کے درمیان میں چندر کوٹی کا قلعہ جو عادل شاہی حکومت کی ملکیت تھا کرناٹک کے غیر مسلم ہندوؤں کے قبضے میں چلا گیا۔ کرناٹک کا راجہ بڑا سمجھ دار تھا اس نے اندازہ کر لیا کہ ابراہیم عادل شاہ اس طرف ضرور توجہ کرے گا اور اگر اس نے چندر کوٹی کے قلعے پر دوبارہ قبضہ کر لیا تو کرناٹک کو بہت نقصان پہنچے گا۔

marfat.com
Marfat.com

عالی شاہ کا مشورہ

راجہ یہ سوچ کر بہت پریشان ہوا۔ ان دنوں عین الملک کا بیٹا عالی شاہ راجہ کے پاس ہی مقیم تھا اس نے راجہ کو یہ مشورہ دیا کہ برہان نظام شاہ سے دوستانہ مراسم پیدا کرنے چاہئیں۔ تاکہ عادل شاہی مقبوضات پر ایک طرف سے برہان لشکر کشی کرے اور دوسری طرف سے رائے کرناٹک۔ رائے کرناٹک کو یہ مشورہ بہت پسند آیا اور اس نے برہان نظام شاہ کو یہ پیغام دیا۔

برہان نظام شاہ کے نام پیغام

"ابراہیم عادل شاہ کا اقتدار بہت بڑھ گیا ہے اور اندیشہ ہے کہ اس کی ہوس اور بڑھے اور وہ دکن کے دوسرے فرمانرواؤں کو زیر کرنے کی کوشش کرے۔ ایسی صورت میں ہمیں اطمینان سے نہ بیٹھنا چاہئے بلکہ اس اندیشے کا قلع قمع کرنا چاہئے۔" اور برہان نظام شاہ تو خود ہی یہی چاہتا تھا لہٰذا وہ فوراً راجہ سے مل گیا اور یہ طے کیا گیا کہ رام راج مدگل اور ٹیکاپور کے قلعوں پر قبضہ کرے اور برہان شولاپور اور شاہ ورک کے قلعوں کو تسخیر کرے۔

عادل شاہی مقبوضات پر برہان کا حملہ

قصہ مختصر یہ کہ برہان نظام شاہ نے کچھ کئے بغیر قلعہ پرندہ کے قرب وجوار سے واپس جانے کا ارادہ ترک کر دیا اور لڑائی کی تیاریوں میں مصروف ہوگیا۔ اس نے مرتضیٰ خاں انجو کو سپہ سالار بنا کر دس بارہ ہزار سپاہیوں کے ساتھ عادل شاہی ملک کی طرف روانہ کیا۔ اس کارروائی سے اس کا مقصد شاہ ورک اور شولاپور کے قلعوں کو سر کرنا تھا۔

رام راج نے بھی ہنگامہ بپا کیا اور کرناٹک کے بعض شہروں کو عادل شاہی قبضے سے نکال لیا۔ برہان نظام شاہ کے امراء مرتضیٰ خاں وغیرہ قلعہ پرندہ کے قریب پہنچے تو انہیں معلوم ہوا کہ رام راج ابراہیم عادل شاہ کے خوف سے پریشان ہے۔ ان امیروں نے خود تو اسی جگہ قیام کیا اور اپنے سپاہیوں کی مختلف جماعتوں کو عادل شاہی قصبوں اور دیہاتوں کی بربادی' تاراجی کے لئے روانہ کیا۔ ان سپاہیوں نے بڑا فتنہ اٹھایا اور رعایا کو بہت تنگ کیا۔ ابراہیم عادل شاہ کو جب ان حالات کی اطلاع ہوئی تو اس نے سرحدی امیروں کو باغیوں کی سرزنش کے لئے حکم دیا۔

اوزبک خاں کا قتل

اسی دوران میں مشہور نظام شاہی امیر اوزبک خاں' جس نے عادل شاہی علاقے میں بڑی ہنگامہ خیزی کی تھی' عادل شاہی امراء کے ہاتھوں مارا گیا۔ اس کی موت نے تمام شاہی امیروں کے دل ہلا دیئے۔ احمد نگر کے باشندے بھی یہ خبر سن کر بہت پریشان ہوئے۔ اس کے ساتھ ساتھ ایک اور مصیبت ٹوٹی وہ یہ کہ ماہ جمادی الاخر کے آخری دنوں میں برہان نظام شاہ تپ محرقہ میں مبتلا ہوا اور ۹ رجب کو خونی اسہال شروع ہوگئے۔ اس کی بیماری کی خبر جب عام ہوئی تو نظام شاہی لشکر میں جو قلعہ پرندہ کے قریب کھڑا تھا سخت بے چینی اور اضطراب پیدا ہوا۔

نظام شاہی لشکر میں انتشار

اس لشکر میں اخلاص خاں حبشی سے زیادہ کوئی صاحب اقتدار امیر نہ تھا وہ نظام شاہی غلاموں کے گروہ سے تعلق رکھتا تھا۔ اس نے دوسرے حبشی اور دکنی امراء کے ساتھ مل کر مرتضیٰ خاں اور دوسرے غریب یا غیر ملکی امرا کو تباہ و برباد کرنے کا ارادہ کیا۔ غیر ملکی امراء کو اس کی اطلاع ہوگئی اور وہ فوراً لشکر سے علیحدہ ہوگئے علیحدگی اختیار کرنے والے امراء میں مرتضیٰ خاں' احمد خاں قزلباش اپنے عزیزوں کے ہمراہ احمد نگر کی طرف چلے گئے۔ خلیفہ عرب اور قزلباش خاں نے ایک بہت بڑی جماعت کے ساتھ عادل شاہ کی بارگاہ میں پناہ لی۔

marfat.com

Marfat.com

برہان نظام کی وفات

نظام شاہ کو یہ تمام حالات معلوم ہوئے یہ سب کچھ سن کر اس کو بہت صدمہ ہوا۔ اس کی بیماری پہلے سے بہیں زیادہ مہلک ہوگئی اور آخر کار (جیسا کہ کسی مناسب و موزوں مقام پر تفصیل سے لکھا جائے گا) اس نے داعی اجل کو لبیک کہا۔

برہان نظام شاہ کی وفات کے بعد اس کا بیٹا ابراہیم نظام تخت پر بیٹھا میاں منجدی دکنی وکیل سلطنت کے عہدے پر فائز ہوا چونکہ ابراہیم نظام کی ماں حبشیہ تھی اس لئے تمام مفسد اور فتنہ پرداز حبشی بادشاہ کے مقربین اور ندیمان خاص میں شامل ہوگئے۔ میاں منجدی دکنی مجبوراً خاموش رہا۔

امرائے نظام شاہی کی عاقبت نااندیشی

اسی دوران میں دکنیوں، حبشیوں اور مخلوط النسل امراء نے انتہائی عاقبت نااندیشی کا مظاہرہ کیا اور پے در پے ایسے واقعات ظہور میں آئے کہ ملک کی حالت تباہ ہوگئی۔ ان امراء نے اس علاقے کی عادل شاہی ایلچیوں کا ساتھ بہت برا سلوک کیا۔ عادل شاہی کی ہمسری کا دعویٰ کرنے لگے اس صورت حال کے پیش نظر ابراہیم عادل نے بذات خود ان نافرمان اور بدکردار امیروں کا قلع قمع کرنے کا ارادہ کیا اور ایک جرار لشکر ساتھ لے کر روانہ ہوگیا۔

ابراہیم عادل کی لشکر کشی

۲۰ شعبان کو ابراہیم عادل شاہ بہمن علی نامی مقام پر پہنچا۔ بادشاہ نے کچھ دنوں یہاں قیام کیا اور پھر امراء کو انعام و اکرام سے مالا مال کر کے شاہ ورک کی طرف روانہ ہوا۔ ابراہیم کا خیال تھا کہ اگر احمد آباد کے باشندوں نے سلامت روی سے کام لیا اور لڑائی نہ کی تو ان کی خطاؤں کو معاف کر کے دوستانہ مراسم از سرنو پیدا کر لئے جائیں گے۔ اس خیال کے پیش نظر ابراہیم نے ایک جماعت کو ابراہیم نظام شاہ کے پاس روانہ کیا۔ ابراہیم چونکہ صلح جو تھا اس لئے وہ روزانہ صرف ایک میل کا فاصلہ طے کرتا تھا۔ کبھی یہ بھی ہوتا کہ کسی مقام پر پانچ پانچ، چھ چھ دن ٹھہر جاتا تھا۔ اس تاخیر سے یہ مقصد تھا کہ نظام شاہیوں کو سوچنے اور غور کرنے کی مہلت مل جائے اور وہ اپنی غلطیوں کا خیال کر کے راہ راست پر آ جائیں۔ اور ابراہیم عادل شاہ سے معذرت طلب کریں لیکن ایسا نہ ہوا، نظام شاہی امراء اپنی سابقہ روش پر چلتے رہے۔

نظام شاہی امراء کی جنگ کی تیاریاں

ابراہیم عادل شاہ، شاہ ورک پہنچا۔ یہ مقام اپنی آب و ہوا کے لحاظ سے بہت پر فضا اور دلکش ہے۔ اس لئے بادشاہ نے چند روز یہاں قیام کیا اور مجالس ہائے عیش و نشاط منعقد کیں۔ اسی دوران میں اخلاص خاں اور دیگر امراء نے جو ابراہیم نظام شاہ پر پوری طرح چھائے ہوئے تھے جنگ کی تیاریاں شروع کر دیں۔ یہ امیر بیس ہزار سواروں کے ساتھ ابراہیم عادل سے مقابلہ کرنے کے لئے عادل شاہی سرحد کے قریب پہنچ گئے۔

ان امیروں نے برہان نظام شاہ کی پیروی کرتے ہوئے ان راجاؤں کو جو عادل شاہی حکومت کے اطاعت گزار اور فرماں بردار تھے۔ عادل شاہی قصبوں اور دیہاتوں کو تباہ و بربادی کے لئے اکسایا۔ ابراہیم عادل شاہ کو جب یہ معلوم ہوا تو بہت غصے میں آیا اس نے کہا۔ "یہ سچ ہے کہ عالی نسب اور شرافت ہی دنیا کے تمام اچھے کاموں کے پس پردہ ہوتی ہے۔ ہم لاکھ نرمی اور ملائمت سے کام لیتے ہیں لیکن حبشی اور دکنی غلاموں کی فطرت انہیں راہ راست پر آنے سے روکتی ہے۔ لہٰذا اب یہ ضروری ہے کہ ہم لوگ ان عاقبت نااندیشوں اور مفسدوں کو راہ راست پر لانے کے لئے تلواریں سونپ لیں اس کے علاوہ دوسرا طریقہ اب باقی نہیں رہا۔

اس کے بعد ابراہیم عادل شاہ نے فوج کے تمام سرداروں اور افسروں کو حکم دیا کہ فوراً لشکر کو تیار کر کے دشمن کے مقابلے پر آ جائیں۔

marfat.com

Marfat.com

۱۸ ذیقعدہ کو صبح کے وقت بادشاہ نے شاک ورک کے محل میں قیام کیا اور تمام خاص و عام لوگ بادشاہ کی خدمت میں سلام کے لئے حاضر ہوئے۔ اس کے بعد بادشاہ نے اپنی قوت کا اندازہ کرنے کے لئے لشکر کا معائنہ کیا اور مجید خاں اور شجاعت خاں کو تیس ہزار سواروں کے ساتھ نظام شاہی فوج سے لڑنے کے لیے روانہ کیا۔

ابراہیم عادل شاہ نے اپنے متذکرہ بالا سرداروں کو یہ نصیحت کی۔ "تم بہرصورت یہ کوشش کرنا کہ جنگ کی بجائے صلح سے مقصد پورا کیا جائے۔ اور نظام شاہ کے لشکر کو کسی قسم کا نقصان نہ پہنچایا جائے' لیکن اس کے ساتھ ساتھ یہ بھی خیال رکھنا کہ اگر دشمن اپنی حد سے آگے بڑھے اور ہمارے علاقے میں داخل ہونے کی کوشش کرے تو اسے پوری جواں مردی اور بہادری کے ساتھ تباہ و برباد کر دینا۔"

عادل شاہی لشکر کی ترتیب

نظام شاہی امراء جنگ پر تلے بیٹھے تھے انہوں نے صلح کی بات چیت کی طرف کوئی توجہ نہ کی۔ یکم ذی الحجہ کو ان لوگوں نے عادل شاہی علاقے میں قدم رکھا اور لڑائی کے لئے تیار ہوگئے۔ حمید خاں نے اپنی فوج کو بڑی خوش اسلوبی سے ترتیب دیا۔ میمنہ پر سہیل خاں خواجہ سرا اور عنبر خاں حبشی کو مقرر کیا گیا' میسرہ پر شجاعت خاں اور ترزہ خاں متعین ہوئے۔ قلب لشکر کو حمید خاں نے خود سنبھالا' مقصود خاں شاہی ہاتھیوں کے ساتھ قول کے سامنے کھڑا ہوا۔

عادل شاہی فوج کی ظاہری شکست

الغرض عادل شاہی لشکر اچھی طرح منظم ہو کر دشمن کی طرف بڑھا اور لڑائی شروع ہوگئی۔ فریقین نے بڑی بہادری کا مظاہرہ کیا' زمین خون سے لالہ زار ہوگئی۔ ایک زبردست جنگ کے بعد عادل شاہ میسرہ اور قلب دشمن سے مغلوب ہوگیا۔ بہت سے عادل شاہی سپاہی میدان جنگ میں مارے گئے اور بہت سے زخمی ہو کر بھاگ نکلے...... لیکن یہ شکست' ظاہری شکست تھی اس کو فتح و کامرانی کا پیش خیمہ سمجھنا چاہئے۔ کیونکہ عادل شاہی لشکر جلد ہی کامیاب ہوا اس اجمال کی تفصیل ذیل میں درج کی جاتی ہے:-

میدان جنگ میں بہت آتش بازی کی گئی تھی' اس لئے دھوئیں کی وجہ سے زمین و آسمان تاریک ہو گئے تھے' ہوا کا رخ عادل شاہی فوج کی طرف تھا۔ شاہی میسرہ اس دھوئیں میں بری طرح گھر گیا۔ ایسی صورت میں سپاہیوں کا اپنی جگہ ٹھہرے رہنا مشکل ہی نہیں تھا بلکہ ناممکن تھا۔ لہٰذا وہ یکے بعد دیگرے میدان سے بھاگنے لگے۔ نظام شاہی امراء نے اس واقعہ کو اپنی فتح پر محمول کیا اور یک دم عادل شاہی لشکر پر حملہ کر دیا۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ عادل شاہی میسرہ کی طرح میمنہ اور قلب لشکر میں بھی انتشار پیدا ہوگیا۔ نظام شاہی لشکر نے مفرور سپاہیوں کا تعاقب کیا۔

ابراہیم نظام شاہ اپنے تحفظ کے خیال سے اپنی فوج کے پیچھے چھپا ہوا تھا۔ اس نے جب عادل شاہی لشکر کو منتشر دیکھا تو وہ بہت خوش ہوا اور اپنے چند ساتھیوں کے ساتھ آگے بڑھا۔ چند عادل شاہی امراء نے جن میں سنبل خاں اور عنبر خاں بھی شامل تھے۔ ایک طرف کھڑے ہوئے تھے انہوں نے ابھی تک لڑائی میں حصہ نہ لیا تھا اور کسی موقع کے انتظار میں تھے۔ انہوں نے جب نظام شاہی چتر و علم کو دیکھا تو اس کی طرف بڑھے۔ نظام شاہی ہمراہیوں نے جب دشمن کو دیکھا تو انہوں نے ابراہیم نظام سے کہا۔ "ہم لوگ تعداد میں پانچ سو سے زیادہ نہیں ہیں۔ اس کے برعکس دشمن کے سپاہی ایک ہزار سے زیادہ ہیں اس لئے مناسب یہی ہے کہ ہم لوگ اس وقت جنگ نہ کریں اور کسی محفوظ جگہ پر مقیم ہو جائیں۔ اور اس وقت تک خاموش رہیں' جب تک ہمارے امراء ہمارے پاس جمع نہ ہو جائیں بصورت دیگر نقصان کا اندیشہ ہے۔

سنبل خاں خواجہ سرا اور ابراہیم نظام شاہ میں مقابلہ

ابراہیم نظام شاہ پر جوانی کا نشہ تو چھایا ہوا تھا ہی لیکن وہ اس وقت شراب کے نشے میں بھی غرق تھا اس نے اپنے ہمراہیوں کی نصیحت کو

marfat.com

Marfat.com

قابل التفات نہ سمجھا اور کہا۔ "میرے چھوٹے بھائی اسمٰعیل نے دلاور خاں کے مقابلے پر بہادری اور ثابت قدمی کا مظاہرہ کیا ہے میں کیسے بزدلی دکھاؤں' سنبل خاں خواجہ سرا کے سامنے بھاگ جانا میرے شایان شان نہیں ہے۔" یہ کہہ کر ابراہیم نظام شاہ نے تلوار نیام سے نکالی اور دشمن پر حملہ آور ہوا۔ اس میں کوئی شبہ نہیں کہ اس نے بہادری کا بہت شاندار مظاہرہ کیا لیکن تقدیر کے سامنے اس کی ایک نہ چلی۔

ابراہیم نظام کا قتل

دوران جنگ میں ایک تیر ابراہیم نظام شاہ کو آ کر لگا وہ اس کی تاب نہ لا سکا اور وہیں ٹھنڈا ہو گیا۔ اس کے ہمراہیوں نے بڑی مشکل سے اس کی لاش کو میدان جنگ سے باہر نکالا۔ نظام شاہ اپنے حبشی غلاموں کی عاقبت نااندیشی کی وجہ سے عین عالم شباب میں راہی ملک عدم ہوا۔ تمام سپاہ اور رعیت اس کے غم سے نڈھال ہو کر احمد نگر کی طرف روانہ ہوئی۔

جو دکنی اور حبشی امراء غارت گری میں مصروف تھے انہوں نے اپنے بادشاہ کے قتل کی خبر سنی وہ ایسے پریشان ہوئے کہ سب کچھ بھول کر ادھر ادھر بھاگ گئے۔ اس طرح انہوں نے اپنے مالک کے خاندان کو پوری طرح تباہ کر دیا۔

ایک عجیب و غریب واقعہ

اس معرکے میں ایک عجیب و غریب واقعہ پیش آیا' قارئین کرام کی دلچسپی کے لئے اس کو یہاں درج کیا جاتا ہے۔ جنگ کے دوران میں جب عادل شاہی میسرہ پریشان ہوا اور اس کے سپاہی میدان جنگ سے فرار ہوئے تو ان میں سے کچھ ایسے حواس باختہ ہو کر بھاگے کہ شاہ ورک جا پہنچے۔ ان لوگوں نے شاہ نوار خاں سے کہا۔ دونوں لشکروں نے عصر کے وقت تک ایک دوسرے کا مقابلہ کیا' لیکن بعد میں عادل شاہی لشکر کی بہت بری حالت ہوئی۔ تقریباً سارے امراء کو دشمن نے تلوار کے گھاٹ اتار دیا۔ صرف گنتی کے چند جان بچا کر میدان جنگ سے بھاگ سکے اس طرح دشمن نے سارے فیل خانے پر قبضہ کر لیا۔ صرف ایک ہاتھی جس کا نام "رضوان" ہے' ایک ترکی غلام کی بہادری سے محفوظ رہا۔

بادشاہ کا استقبال

اسی اثناء میں چند مخبر بھی شاہی بارگاہ میں پہنچے اور انہوں نے متذکرہ بیان کی تصدیق کی۔ ان اطلاعات کے پہنچنے سے عادل شاہی لشکر میں بڑی بے چینی پھیل گئی' لیکن بادشاہ قطعاً پریشان نہ ہوا اور ہر وقت خداوند تعالیٰ سے فتح و نصرت کی دعائیں مانگتا رہتا۔ اس نے عوام و خواص سبھی سے بار بار کہا کہ "یہ خبریں قطعاً بے بنیاد ہیں۔"

حسن اتفاق

ایک روز بھرے دربار میں بادشاہ نے حاضرین سے کہا۔ "مجھے اس بات کا پورا پورا یقین ہے کہ ہم لوگ اپنی کامیابی اور دشمن کی ناکامی و بربادی سن کر بہت مسرور و شاداں ہوں گے۔" ابھی یہ گفتگو جاری ہی تھی کہ شاہ نواز خاں دربار میں آیا اور اس نے بادشاہ کی خدمت میں عرض کیا۔ "حضور! مبارک ہو کہ ہمارا لشکر کامیاب و کامران ہوا دشمن کو شکست فاش ہوئی اور ابراہیم شاہ میدان جنگ میں مارا گیا۔ ہمارے لشکر نے نظام شاہی فیل خانے اور توپ خانے پر قبضہ کر لیا ہے۔" یہ سن کر تمام حاضرین بے انتہا خوش ہوئے۔

ابراہیم عادل شاہ کا حسن اخلاق

اگرچہ ابراہیم نظام شاہ نے بڑی عاقبت نااندیشی سے کام لیا تھا تاہم ابراہیم عادل شاہ کو اس کی موت کا بہت افسوس ہوا۔ اور اس نے اسی وقت اپنی فوج کے سرداروں کے نام یہ حکم جاری کیا کہ وہ اس بات کا پورا پورا خیال رکھیں کہ نظام شاہی ملک تباہ و برباد نہ ہو اور نہ ہی وہاں کی رعایا کو کسی قسم کی تکلیف پہنچے۔ نیز تمام اراکین دولت اور سرداران لشکر اس علاقے سے بیجاپور کی طرف چلے جائیں۔ کیونکہ اب یہاں عادل شاہی لشکر کا قیام حریف کے لئے باعث پریشانی ہو گا۔

marfat.com

Marfat.com

انعام واکرام

اسی ماہ کے آخری دنوں میں تمام اراکین سلطنت اور امرائے عادل شاہی شاہ ورک میں ابراہیم عادل شاہ ثانی کے گرد جمع ہوگئے۔ بادشاہ نے ہرایک کو انعام واکرام سے مالا مال کیا۔ سہیل خاں عنبر خاں نے چونکہ بہادری اور جرات کا بے مثال مظاہرہ کیا تھا۔ اس لئے ان دونوں کو دوسروں سے زیادہ نوازا گیا اس کے بعد بادشاہ اپنے پایہ تخت میں آگیا اور ذی الحجہ کی ۲۰ تاریخ سے شہید کربلا کی عزاداری میں مصروف ہوگیا۔

اسی دوران میں بادشاہ کو یہ اطلاع ملی بیجانگر کے وہ غیر مسلم جنہوں نے مفسدوں کو ترغیب سے ہنگامہ خیزی کو اپنا شعار بنایا ہوا تھا۔ امرائے عادل شاہی کی آمد کی خبر سنتے ہی اپنے اپنے علاقوں میں واپس چلے گئے ہیں۔ جو غیر مسلم مسلمان سپاہیوں کے ہاتھ گرفتار ہوئے انہیں تلوار کے گھاٹ اتار دیا گیا۔

حضرت صلعم کے موئے مبارک کی زیارت

یکم محرم ۱۰۰۵ھ کو میر محمد صالح ہمدانی کی آمد کی خبر ملی اور یہ معلوم ہوا کہ وہ اپنے ساتھ سرکار دو عالم صلعم کے چند موئے مبارک بھی لائے ہیں۔ یہ سن کر بادشاہ بہت خوش ہوا اور بارگاہ خداوندی میں سجدہ شکر بجالایا۔ اس نے بڑی تعظیم و تکریم کے ساتھ محمد صالح سے ملاقات کی اور موئے مبارک کی زیارت سے فیض یاب ہوا۔ اس واقعہ سے بادشاہ کی دینی عقیدت مندی لوگوں پر واضح ہوگئی۔ ابراہیم عادل شاہ کے اکثر فرماں رواؤں نے ان موئے مبارک کی زیارت کرنی چاہی لیکن ان کی یہ خواہش پوری نہ ہوئی تھی۔ ابراہیم کی یہ خوش قسمتی تھی کہ اسے یہ سعادت نصیب ہوئی۔

بادشاہ جب ان موئے مبارک کی زیارت کے لئے تیار ہوا تو شاہی ملازموں نے طلائی اور نقرئی مجمر میں عود روشن کیا اور سرکار دو عالم پر درود بھیجا۔ ہجرت نبوی کے پورے ایک ہزار پانچ سال بعد یہ معجزہ رونما ہوا کہ آنحضرت صلعم کا موئے مبارک ایک ایسی ڈبیہ سے جس میں کوئی سوراخ نہ تھا روشنی کی کرن کی طرح چمکتا ہوا برآمد ہوا۔

میر محمد صالح کی تعظیم و تکریم

بادشاہ نے میر محمد صالح کو انعام واکرام سے مالا مال کیا۔ یکم محرم سے بادشاہ عزاداری میں مشغول ہوا اور میر محمد صالح کو یہ پیغام بھجوایا۔ "میں نے آپ کے جد محترم کا تعزیہ رکھا ہے اگر آپ تشریف لاسکیں تو بڑا احسان ہوگا۔" میر محمد صالح نے شاہی حکم کی تعمیل کی اور مع موئے مبارک کے شاہی محل میں قیام پذیر ہوئے۔ بادشاہ نے میر صاحب کی بہت تعظیم و تکریم اور امرائے شاہی واراکین سلطنت کو ان کی خدمت کا حکم دیا اور کہا کہ انہیں کسی قسم کی تکلیف نہ ہونے پائے اور ان کے آرام کا پورا خیال رکھا جائے۔ ان کو جس چیز کی ضرورت ہو فوراً بہم پہنچائی جائے اور ان کی کسی فرمائش کو ٹالا نہ جائے۔

میر صاحب کی خواہش

میر محمد صالح سے بادشاہ خود بھی کبھی کبھی ملاقات کرتا اور انہیں شاہی عطیات سے نوازتا۔ جب محرم کا مہینہ ختم ہوگیا اور ماہ صفر کا آغاز ہوا تو بادشاہ نے میر صاحب کو پھر اپنی مہربانیوں سے نوازا' انہیں دس بارہ ہزار ہون نقد اور گراں قدر کپڑوں کی چند گٹھڑیاں عنایت کی گئیں بعدازاں بادشاہ نے ان سے پوچھا "اگر حضور کے دل میں کوئی بات ہو تو بلاتکلف ارشاد فرمائیں فوراً تعمیل کی جائے گی۔" میر صاحب نے جواب دیا۔ "آپ کی عنایت سے مجھے سب کچھ حاصل ہوگیا اب اور مجھے کسی چیز کی ضرورت نہیں رہی۔ صرف ایک خواہش ہے کہ میں بیت اللہ شریف کا طواف اور آستانہ رسول اکرم صلعم کی زیارت کرنا چاہتا ہوں نیز دوسرے مقدس مقامات کی زیارت کی بھی خواہش ہے اور چاہتا ہوں کہ اب جب کہ میری عمر اسی سال کی ہو چلی ہے انہیں مقدس مقامات میں سے کسی ایک مقام پر اپنی زندگی کے

marfat.com

Marfat.com

باقی دن گزار دوں۔"

بادشاہ نے فوراً جہاز کے عملے کو حکم دیا کہ میر صاحب کے سفر کی تیاری کی جائے چند دنوں میں جب سارے انتظامات مکمل ہوگئے۔ تو میر صاحب مکہ معظمہ کی طرف روانہ ہوئے بوقت رخصت میر صاحب نے دو عدد موئے مبارک بادشاہ کو دیئے۔ یہ مبارک یادگار ایک سونے کی ڈبیہ میں رکھی ہوئی ہے اور ہر جمعہ کی رات اور دیگر متبرک راتوں کو اس کی زیارت کی جاتی ہے۔ اس مقدس تحفے کی وجہ سے بادشاہ طرح طرح کی برکتیں نازل ہوتی ہیں اور اس کا اقبال روز بروز ترقی کر رہا ہے۔

احمد نگر کی حالت

قارئین کرام کو اچھی طرح معلوم ہے کہ نظام شاہی امیروں نے اپنی کوتاہ بینی کی وجہ سے ابراہیم نظام شاہ کو موت سے ہم کنار کیا اور پھر خود میدان جنگ سے جلد از جلد احمد نگر کی طرف روانہ ہوگئے۔ شہر میں پہنچ کر مشہور دکنی امیر منجوی خاں بیگی نے قلعہ اور خزانہ شاہی پر قبضہ کر لیا۔ اس نے تمام اقتدار اپنے ہاتھ میں لے لیا اور سلطنت کے امور کو حسب منشاء طے کرنے لگا۔ بڑے بحث مباحثے کے بعد (جیسا کہ آگے چل کر تفصیل سے بیان کیا جائے گا) منجوی خاں نے ۱۰ ذی الحجہ ۱۰۰۳ھ کو احمد شاہ بن طاہر شاہ کو تخت پر بٹھایا' تمام امراء میں از سرنو عہدے اور منصب تقسیم کئے گئے۔ منجوی خاں حسب معمول سب سے بڑے عہدے یعنی وکیل السلطنت اور نائب کے منصب پر فائز رہا۔

دس پندرہ روز کے بعد احمد نگر کے امراء کو معلوم ہوا کہ احمد شاہ نظام شاہی نسل سے تعلق نہیں رکھتا۔ لہٰذا انہوں نے اس شخص کو معزول کر کے بہادر شاہ کو بادشاہ بنانے کا ارادہ کیا' لیکن منجوی نے اس رائے سے اختلاف کیا۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ دکنی اور حبشی امراء میں جنگ شروع ہوگئی۔ منجوی خاں قلعہ بند ہو کر بیٹھ رہا' حبشیوں اور مخلوط النسل امیروں نے قلعے کو گھیر لیا اور اہل قلعہ پر ظلم کرنے لگے۔ منجوی خاں جب بہت زیادہ پریشان ہوا اور اسے بچاؤ کی کوئی صورت نظر نہ آئی تو اس نے مجبور ہو کر اپنے قاصدوں کو گجرات روانہ کیا اور شہنشاہ اکبر کے بیٹے شہزادہ مراد سے مدد کا طالب ہوا اور اسے احمد نگر آنے کی دعوت دی۔

شہزادہ مراد کا ورود احمد نگر

شہزادہ مراد کو شہنشاہ اکبر کی طرف سے احمد نگر کو فتح کرنے کی اجازت مل چکی تھی اور وہ موقع و محل کا انتظار کر رہا تھا۔ اتنے میں منجوی خاں کی طرف سے جو دعوت ملی تو وہ بغیر کسی قسم کی تاخیر کے فوراً تیار ہوگیا وہ خان خاناں کے ساتھ بیس ہزار سپاہیوں کا لشکر جرار لے کر سلطان پور ندر کے راستے سے احمد نگر پہنچا۔

شہزادہ مراد کا قلعے کو حاصل کرنے کا ارادہ

شہزادہ مراد سے احمد نگر پہنچنے سے پہلے ہی منجوی خاں حریف پر غالب آچکا تھا لہٰذا اب اسے مراد کی قطعاً ضرورت نہ رہی تھی۔ ادھر مراد کے ارادے کچھ اور تھے اس نے منجوی خاں سے قلعہ احمد نگر طلب کیا۔ منجوی خاں اپنے کئے پر بہت پچھتایا اسے اس بات پر بہت افسوس ہوا کہ اس نے خواہ مخواہ شہزادہ مراد کو احمد نگر آنے کی دعوت دی۔ منجوی خاں نے قلعے میں غلہ اور دیگر سامان ضرورت کا مناسب و معقول انتظام کیا اور اپنے ایک قابل اعتماد امیر انصار خاں کو اس کا نگران مقرر کر کے خود احمد شاہ کے ساتھ آٹھ ہزار سواروں کا لشکر لے کر بیٹر کی طرف روانہ ہوگیا۔

امرائے احمد نگر کے اختلافات

اس کارروائی سے منجوی خاں کا مقصد یہ تھا کہ موجودہ صورت حال کے پیش نظر لشکر میں اضافہ کرے اور ابراہیم علی عادل شاہ سے مدد کا خواستگار ہو۔ میاں منجوی کو یہ خبر ملی کہ مغلوں نے قلعہ احمد نگر کا محاصرہ کر لیا ہے اور چاند بی بی دشمن کی مدافعت کر رہی ہے۔ منجوی

marfat.com

Marfat.com

نے لشکر جمع کرنے کی کوشش کی' لیکن اسے کامیابی نہ ہوئی' اس کی وجہ یہ تھی کہ امرائے احمد نگر اس وقت تین جماعتوں میں تقسیم ہو چکے تھے۔ ایک جماعت آہنگ خاں حبشی کی تھی جس نے شاہ علی بن برہان شاہ بن احمد نظام شاہ کو بادشاہ بنا رکھا تھا' دوسری جماعت اخلاص خاں حبشی کی تھی جس نے موتی نامی ایک مجہول النسب شخص کی بادشاہت کا سکہ جاری کر رکھا تھا' تیسری جماعت منجوی خاں کی تھی جس نے احمد شاہ کے نام کا خطبہ و سکہ جاری کیا تھا۔

مغلوں کی آمد کے بعد امرائے احمد نگر کی مختلف جماعتوں میں سے ہر ایک کی یہی خواہش تھی کہ اس وقت محاصرے سے علیحدگی اختیار کرے' اپنے حریف کو تباہ و برباد کر کے کسی ایک شخص کو سارے ملک کا بادشاہ اور پھر مغلوں کے ساتھ معرکہ آرائی کرے' لیکن یہ طریق کار بہت نقصان دہ تھا اول تو اس کے لئے بہت وقت درکار تھا' دوسرے یہ اندیشہ تھا کہ جو جماعت مغلوب ہو گی وہ مغلوں سے مل جائے اور اس طرح ملک پر مغلوں کا قبضہ ہو جائے گا۔

اختلافات کا خاتمہ

ابراہیم عادل شاہ ثانی نے احمد نگر کی امراء کی متذکرہ بالا تینوں جماعتوں کو یہ پیغام دیا "اس وقت یہی بہتر ہے کہ تم لوگ آپس کے اختلاف کو مٹا کر متفقہ طور پر دشمن کا مقابلہ کرو' اس کے بعد جو شخص حکومت کے قابل ہو گا عنان اقتدار اسی کے ہاتھ دے دی جائے گی۔" تینوں فرماں رواؤں نے ابراہیم عادل شاہ کے پیغام کی معقولیت کو سمجھا اور باہمی اختلافات کو ختم کر کے دشمن کے دفعیے کی تدبیر کرنے لگے۔

نظام شاہی امراء کی حمایت

میاں منجوی نے اپنے بیٹے میاں حسن اور مرتضیٰ خاں انجو کو ابراہیم عادل شاہ ثانی کی خدمت میں روانہ کیا اور اس سے مدد کا طالب ہوا۔ جب یہ قاصد شاہی بارگاہ میں حاضر ہوئے تو ابراہیم نے فوراً لشکر کی طلبی کا حکم دیا۔ اسی اثنا میں چاند بی بی نے بھی ابراہیم کے نام ایک درخواست لکھی اور اس سے بصد منت مدد کی خواستگار ہوئی' شاہ نواز خاں نے یہ خطوط بادشاہ کی خدمت میں ملاحظے کے لئے پیش کئے۔ بادشاہ نے ہمسائیگی اور قرابت کا لحاظ کیا اور خواجہ سہیل خاں خواجہ سرا کو بیس ہزار سپاہیوں کے ساتھ نظام شاہیوں کی مدد کے لئے روانہ کیا۔

دکنی فوج کا متحدہ لشکر

ابراہیم عادل شاہ ثانی نے نظام شاہی امراء منجوی خاں اور اخلاص وغیرہ کو یہ ہدایت کی کہ وہ اپنی ساری فوج کو ساتھ لے کر سہیل خاں کے ساتھ شاہ ورک میں ملاقات کریں اور پھر سب مل کر دشمن کا مقابلہ کرنے کے لئے روانہ ہوں۔ نظام شاہی امیروں نے ابراہیم کی ہدایت پر عمل کیا اور سہیل خاں کے ساتھ مل کر ایک زبردست فوج لے کر آگے بڑھے۔ محمد قلی قطب شاہ نے مہدی قلی سلطان ترکمانی کی نگرانی میں تلنگانہ کا لشکر بھی روانہ کیا جو سہیل خاں سے آ ملا۔

امرائے اکبری کے مشورے

شہزادہ مراد کو یہ تمام خبریں معلوم ہوئیں اس نے اکبری امراء خان خاناں اور محمد صادق وغیرہ سے مشورہ کیا' ان امراء نے کہا "ہمارے لئے یہ بہت مشکل ہے کہ سرکوب تیار کر کے خندق کھود کر قلعے کو فتح کر لیں کیونکہ دشمن ہمارے ہر سرکوب کے مقابلے پر ایک نیا برج تیار کر لیتا ہے اور ہماری ساری محنت بے کار چلی جاتی ہے۔ کوئی ایسی تدبیر کرنی چاہئے کہ دکنی افواج کی آمد سے پہلے ہی ہم قلعے کو فتح کر لیں۔" سب امراء نے بہت دیر تک غور و خوض کیا اور آخر کار اس نتیجے پر پہنچے کہ نقب زنی کے علاوہ کسی اور تدبیر سے قلعے کو تسخیر نہیں کیا جا سکتا شہزادہ مراد نے امراء کے اس مشورے کو پسند کیا۔

marfat.com

Marfat.com

نقب کی تیاری

اس تجویز پر عمل شروع ہو گیا' اہل قلعہ کو اس ارادے سے بے خبر رکھنے کے لئے آنے جانے کا راستہ بند کر دیا گیا اور نقب کھودنے کا کام پوری مستعدی سے شروع کر دیا گیا- شہزادے مراد نے مورچل کی طرف سے حصار کی دیوار میں پانچ مقامات پر شگاف کروایا- یکم رجب کو نقب زنی کا کام مکمل ہو گیا اور ان نقبوں میں بارود رکھ کر پتھر اور چونے سے انہیں مضبوط کر دیا گیا- ان لوگوں نے یہ سوچا کہ دوسرے روز نماز جمعہ کے بعد نقبوں میں آگ لگا دی جائے گی اور یوں برجوں کو مسمار کر دیا جائے گا-

شہزادے کے لشکر میں خواجہ محمد خاں شیرازی بھی تھا- اس نے چوری چھپے اہل قلعہ کو نقبوں کی تیاری کی اطلاع دے دی' اہل قلعہ اس اطلاع سے بہت خوش ہوئے- انہوں نے دو نقبوں کا سراغ تو فوراً لگا لیا اور ان میں سے بارود نکال لیا' اس کے بعد وہ باقی نقبوں کو تلاش کرنے لگے وقت مقررہ پر شہزادہ مراد اور دیگر امرائے اکبری جن میں محمد صادق بھی شامل تھا- خان خاناں سے مشورہ کئے بغیر ہی تیار ہو گئے- ان کا مقصد یہ تھا کہ جب بارود کو آگ لگنے سے حصار کی دیوار میں شگاف پیدا ہو تو وہ فوراً اندر داخل ہو جائیں اور قلعے پر قبضہ کر لیں' خان خاناں کو انہوں نے اس لئے اپنا شریک راز نہ بنایا تھا تاکہ فتح میں اس کا کوئی حصہ نہ ہو اور کامیابی کا سہرا شہزادہ مراد اور دیگر امرائے اکبری کے سر رہے-

قصہ مختصر یہ کہ نقبوں میں آگ لگائی گئی' تین تھیں جن میں بارود بھرا ہوا تھا' وہ تو فوراً اڑ گئیں اور تقریباً پچاس گز دیوار مسمار ہو گئی لیکن باقی دو نقبیں نہ اڑیں- شہزادہ مراد اور محمد صادق وغیرہ کو اصل معاملے کا علم نہ تھا وہ یہ سمجھے کہ باقی دونوں نقبوں میں بھی بارود بھرا ہوا ہے- لہٰذا وہ ان کے اڑنے کا انتظار کرنے لگے تاکہ بعد میں قلعے داخل ہو کر تباہی و بربادی کا بازار گرم کریں-

اہل قلعہ کی مستعدی

شہزادہ اور محمد صادق کے لشکر کا انتظار کرنا اہل قلعے کے لئے ایک نعمت ثابت ہوا- ان لوگوں کو ایک نادر موقع مل گیا اور انہوں نے (جیسا کہ آگے چل کر تفصیل سے لکھا گیا ہے) شگافوں میں توپ اور ضرب زن رکھ کر دشمن کا مقابلہ کرنے کا پورا پورا انتظام کر لیا- اس کارروائی کا یہ نتیجہ ہوا کہ رات تک کوئی مغل سپاہی قلعے کے اندر داخل نہ ہو سکا- اہل قلعہ نے شکستہ دیوار کی تعمیر کی طرف بھی توجہ کی' رات کے وقت تمام بڑے چھوٹے یہاں تک کہ عورتیں بھی دیوار بناتی رہیں اور تین گز بلند دیوار چن دی گئی-

شہزادہ مراد اور محمد صادق یہ توقع لگائے بیٹھے تھے کہ قلعہ جلد فتح ہو جائے گا' لیکن یہ صورت حال دیکھ وہ مایوس ہو گئے- اسی دوران میں سہیل خان دکنی لشکر کو ساتھ لے کر احمد نگر کی طرف روانہ ہوا- شہزادے کے لشکر میں قحط کے آثار پیدا ہوئے اس لئے اس نے جنگ ترک کر کے خان خاناں سے مشورہ کیا- خان خاناں کو اس بات کا خیال تھا کہ شہزادے نے پہلے ہی اس سلسلے میں بات کیوں نہیں کی- لہٰذا اس نے محمد صادق کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا- "جو حضور کے امراء کی رائے ہو وہی مناسب ہو گی-"

خان خاناں کا مشورہ

یہ جواب سن کر سبھی لوگ نادم ہوئے انہوں نے خاں خاناں سے معذرت کا اظہار کیا- اس پر اس نے شہنشاہ اکبر کی خیر خواہی کے خیال سے کہا کہ دکنی فرماں رواؤں کے لشکر بڑی تیز رفتاری سے اس طرف آ رہے ہیں- ہماری فوج میں غلے کی کمی ہے اس وجہ سے تمام لشکر اور جانوروں کی بہت بری حالت ہے- ایسی صورت میں معرکہ کارزار بپا کرنا کسی طرح بھی مناسب نہیں ہے- اس لئے میری رائے یہ ہے کہ ہم اس مقام سے کوچ کر جائیں- اور برار میں قیام کریں سب سے پہلے ہمیں برار اور اس کے گرد و نواح کا علاقہ فتح کرنا چاہئے- جب ہم اپنے مقصد میں کامیاب ہو جائیں اور برار کی رعایا کو پوری طرح اپنا مطیع و فرماں بردار بنا لیں تو پھر ہمیں احمد نگر کی طرف توجہ کرنی چاہئے- اس وقت ہم یقیناً اس قابل ہوں گے کہ اس قلعے کو فتح کر سکیں-

marfat.com

Marfat.com

شہزادہ مراد غلے اور دیگر امراء اور دیگر سامان ضرورت کی کمی کی وجہ سے سخت پریشان ہو رہے تھے ایسے عالم میں خان خاناں کا مشورہ انہیں بہت پسند آیا۔ ان لوگوں نے اسے اپنا راہنما بنایا اور اس کے مشورے پر عمل کرنے کا ارادہ کر لیا۔ خاں خاناں اور سید مرتضیٰ خاں سبزواری (جو ممتاز امرائے اکبری میں شامل تھے اور اس سے پہلے مرتضیٰ نظام شاہ کے عہد میں برار کا سر لشکر رہ چکا تھا) نے خفیہ طور پر ایسی تدبیریں کیں کہ چاند بی بی خود صلح کا پیغام دے۔

صلح

قصہ مختصر یہ کہ شہزادہ مراد کے لشکر اور اہل قلعہ دونوں ہی کی طرف سے کچھ آدمی درمیان میں پڑے اور طرفین میں اس شرط پر صلح ہوگئی کہ "برار کا وہ حصہ جو تفال خاں کے قبضے میں تھا شہزادہ مراد کے حوالے کر دیا جائے۔ اور باقی تمام حصہ (قلعہ ہور سے لے کر بندر جیول تک اور پرندہ سے لے کر دولت آباد اور سرحد گجرات تک) احمد نگر کے حاکم کے قبضے میں رہے۔"

اس معاہدے پر سختی سے پابند رہنے کے لئے طرفین نے آپس میں ایک دوسرے کو بہت یقین دلایا قسمیں کھائی گئیں۔ معاہدے نامہ پر دونوں طرف سے معززین اور اکابر امراء نے اپنی مہریں ثبت کیں۔

حبشی اور دکنی امراء کی علیحدگی

اسی دوران میں سہیل خاں بھی اپنے لشکر جرار کے ساتھ احمد نگر سے چھ کوس کے فاصلے پر پہنچ گیا۔ سہیل کو جب مغلوں کے لشکر اور اہل قلعہ میں صلح کا حال معلوم ہوا تو دکنی اور حبشی امراء نے میاں منجوی اور احمد شاہ سے علیحدگی اختیار کر لی اور خود احمد نگر کی طرف روانہ ہوگئے۔ ان لوگوں نے احمد نگر پہنچ کر چاند بی بی سلطانہ کے مشورے اور ہدایت کے مطابق بہادر شاہ کو اپنا بادشاہ تسلیم کر لیا۔ بہادر شاہ کی عمر اس وقت تین یا چار سال کی تھی اسی دوران میں چند دنوں کے بعد سہیل خاں' میاں منجو اور احمد شاہ کو ساتھ لے کر بیجاپور کی طرف روانہ ہوا۔

marfat.com

Marfat.com

فرمانروایان احمد نگر

یعنی

سلاطین نظام شاہی

marfat.com

Marfat.com

احمد نظام شاہ

ملک نائب کے آباؤ اجداد

مورخین کا بیان ہے کہ احمد شاہ بحری' ملک نائب نظام الملک بحری کا بیٹا ہے اس کا جد اعلیٰ بیجا نگر کا ایک برہمن تھا۔ جس کا نام "تیمابہت" اور اس کے باپ کا نام "بھر" تھا۔ تیمابہت احمد شاہ بہمنی کے عہد حکومت میں مسلمانوں کے ہاتھوں گرفتار ہوا اور اس نے مشرف بہ اسلام ہو کر اپنا نام ملک حسن رکھ لیا۔ ملک حسن اپنی ذاتی صلاحیتوں کی وجہ سے شاہی غلاموں کے گروہ میں شامل ہو گیا۔ سلطان احمد شاہ نے جب دیکھا کہ ملک حسن بہت ہی دانش مند اور صاحب عقل ہے نیز ہندی زبان کا زبردست ماہر ہے تو اس نے یہ غلام اپنے بیٹے محمد شاہ کو عطا کیا۔

ملک حسن بحری

ملک حسن' محمد شاہ کے ساتھ مکتب میں جانے لگا' کچھ ہی عرصے میں اس نے فارسی خط و کتابت میں بڑی مہارت حاصل کر لی اور وہ ملک حسن برلو کے نام سے مشہور ہوا۔ سلطان محمد شاہ اپنے بچپن کے زمانے میں ملک حسن کو "برلو" کی جگہ "بحری" کہا کرتا تھا' لہٰذا بعد ازاں یہی لقب خواص و عام میں مشہور ہو گیا۔

اقتدار میں اضافہ

محمد شاہ نے اپنے عہد حکومت میں ملک حسن پر بڑی مہربانیاں کیں اور اسے اپنے مقربین خاص میں شامل کر لیا۔ اسے قوش بیگی یعنی شکاری جانوروں کا عہدہ عطا کیا' رفتہ رفتہ ملک حسن کے اقتدار اور عزت میں اضافہ ہوتا گیا۔ یہاں تک کہ اسے "اشرف ہمایوں نظام الملک" کے خطاب سے سرفراز کیا گیا۔

طرف داری تلنگانہ

خواجہ جہاں گاواں نے بھی ملک حسن پر بڑی مہربانی کی اور اسے تلنگانہ کا طرف دار مقرر کیا نیز راجندری اور کنہ بیل مع مضافات کے اس کی جاگیر میں شامل کر دیئے۔ اس اقتدار کا یہ نتیجہ ہوا کہ ملک حسن تلنگانہ کے تمام ملکی و مالی معاملات پر حاوی ہو گیا۔ خواجہ جہاں کے قتل کے بعد ملک حسن اس کا جانشین مقرر ہوا اور اسے ملک نائب کا خطاب دے کر سرلشکر بنایا گیا۔

ملک احمد کا تقرر

سلطان محمد شاہ کے انتقال کے بعد اس کی وصیت کے مطابق محمود شاہ بن محمد شاہ نے ملک حسن کو وکیل السلطنت کے منصب جلیلہ پر فائز کیا۔ ملک حسن نے دولت آباد کے ماتحت پرگنوں بیر وغیرہ کو صوبہ جنیر میں داخل کیا اور یہ پرگنے اپنے بیٹے ملک احمد کو عطا کیے۔ حسن نے خواجہ جہاں دکنی کی رائے کے مطابق جیسا کہ ذکر کیا جا چکا ہے ملک احمد کو جنیر کی طرف روانہ کیا' احمد وہاں قیام پذیر ہوا اور ملکی و مالی معاملات طے کرنے لگا۔

مرہٹوں کی نافرمانی

ملک حسن نے مرہٹوں کے نام اس مضمون کے خطوط کئی بار روانہ کیے کہ بیر اور جونہ کے قلعے ملک احمد کے حوالے کر دیئے جائیں۔ لیکن مرہٹوں کے ایک گروہ نے (جس پر خواجہ جہاں نے اعتماد کر کے یہ قلعے اس کے حوالے کر دیئے تھے) ان خطوں پر عمل نہ کیا اور یہ

marfat.com

Marfat.com

جواب دیا۔ "جب تک ہمارا بادشاہ محمود شاہ بالغ نہ ہو گا ہم بادشاہ کے مطیع و فرمانبردار رہتے ہوئے یہ قلعے اپنے قبضہ میں رکھیں گے اور جب بادشاہ سن بلوغ کو پہنچے گا تو اس کے حوالے کر دیں گے۔"

قلعہ بٹیر کی فتح

ملک احمد نے اس جواب کا برا مانا اور قلعوں کو بزور قوت حاصل کرنے کی کوشش کرنے لگا' اس نے سب سے پہلے قلعہ بٹیر پر حملہ کیا اور اس کا محاصرہ کر لیا۔ یہ قلعہ پہاڑ کی ایک بہت بلند چوٹی پر واقع ہے' اہل قلعہ محاصرہ کی طوالت کی وجہ سے بہت پریشان ہوئے آخر کار جب چھ مہینے گزر گئے تو صبر کا دامن ان کے ہاتھ سے چھوٹ گیا اور وہ مجبوراً تلوار اور کفن سے آراستہ ہو کر بیز قلعہ کے دروازے کی چابی ہاتھ میں لے کر ملک احمد کے پاس آئے' ملک احمد کے لشکر نے قلعے پر حملہ کر دیا' سپاہی جب اندر گئے تو انہیں معلوم ہوا کہ خواجہ جہاں کے قتل کے بعد سے پانچ سال کی مرہٹوں کی لگان کی رقم قلعہ میں موجود ہے۔ سپاہیوں نے یہ رقم اپنے قبضے میں لی اور ملک احمد کے پاس پہنچا دی۔

کوکن کے علاقے پر قبضہ

یہ روپیہ مل جانے سے ملک احمد بہت خوش ہوا' اس نے اپنے سپاہیوں اور امراء میں یہ روپیہ تقسیم کر کے انہیں شاد کام کیا۔ ملک احمد نے اسی زمانے میں چونہ بہا کر تنگی تروئی' کندھاپور' پورند' پورب' چندول' گرورک' مرنجن' ماہولی اور مالی کے مقامات کو فتح کیا اور اس طرح کوکن کے تمام علاقے پر قابض ہو گیا۔

جن دنوں ملک احمد نظام قلعہ ندراج پوری کو فتح کرنے میں سرگرداں تھا ان دنوں اسے اپنے باپ کے خطاب اور "احمد نظام الملک بحری" کے لقب سے مشہور کیا اگرچہ ملک احمد نے کبھی اپنے آپ کو "شاہ" کے لقب سے مشہور نہیں کیا' لیکن دکن میں اس کا نام "احمد نظام شاہ" مشہور ہے۔ اس لیے راقم الحروف "مورخ فرشتہ" اپنی اس کتاب میں اسے "احمد نظام شاہ بحری" کے نام سے یاد کرے گا۔

ملک احمد کی بہادری

ملک احمد جنیر پہنچا باپ کی رسوم تعزیت ادا کرنے کے بعد اس نے رعایا اور لشکر کو انعام و اکرام دے کر مطمئن کیا اور پھر قصبہ بیر کو (کانوا اور پٹن کی حدود تک) اپنے قبضہ میں کر لیا۔ ملک احمد نے آغاز شباب ہی میں کندبیل اور راجمندری کے ہندو راجاؤں سے معرکہ آراء ہو کر اپنی جرات و بہادری کے جھنڈے گاڑ دیئے تھے' اس لیے سلطان محمود شاہ جب بھی کبھی اپنے امیروں اور لشکریوں کو ملک سے مقابلہ کرنے کے لیے روانہ کرتا تو یہ لوگ خوف کے مارے جنگ کا نام تک نہ لیتے تھے۔

یوسف عادل شاہ اور احمد نظام شاہ میں دوستانہ مراسم

سلطان محمود نے قاسم برید کے کہنے پر یوسف عادل شاہ کے نام ایک فرمان روانہ کیا جس کا مضمون یہ تھا کہ "تم خواجہ جہاں دکنی اور حاکم جالنہ زین الدین علی طاش کے ساتھ جنیر جاؤ اور احمد نظام الملک کو راہ راست پر لاؤ۔" یوسف عادل شاہ نے معذرت کا اظہار کیا اور خفیہ طور پر اپنا ایک قاصد احمد نظام الملک کے پاس بھیجا اور اسے یہ پیغام دیا۔ "اس علاقے کا انتظام اچھی طرح کرو اور دوسرے علاقوں کو بھی اپنے قبضے میں لانے کی کوشش کرو۔" اس کے علاوہ یوسف نے احمد کی فوجی مدد بھی کی اور اس [illegible] میں اضافہ کیا۔

زین الدین علی تاش کے نام پیغام

احمد نظام شاہ نے امیر الامراء کا عہدہ ظریف الملک افغان کو اور میر جملہ کا منصب [illegible] زین [illegible] علی تاش کے نام احمد نے یہ پیغام بھیجا "چونکہ ہم اور تم دونوں ہمسائے ہیں اس لیے ہم دونوں پر کچھ حقوق [illegible] میں تمہاری بہادری اور شجاعت کا دل و جان سے قائل ہوں میری خواہش ہے کہ ہم دونوں ایک دوسرے کے لیے اجنبی نہ رہیں [illegible]

marfat.com

Marfat.com

علاقے میں دوستوں کی طرح رہیں اور سب کو مغلوب کریں۔"

شیخ مودی کا جنیر پر حملہ

انہیں دنوں شیخ مودی عرب نے احمد نظام شاہ کی تباہی و بربادی پر کمر باندھی' وہ بہادری اور شجاعت میں بڑا اونچا درجہ رکھتا تھا۔ اور اسی وجہ سے اسے "بہادر الزمان" کا خطاب ملا تھا۔ شیخ مودی بارہ ہزار سواروں کو ساتھ لے کر قلعہ جنیر کی طرف بڑھا' پہلے اس نے قلعہ پرندہ کے دامن میں پناہ لی زین الدین علی کی نیت بھی بدل گئی اور اس نے شیخ مودی کا ساتھ دینے کی غرض سے اس کے لشکر سے مل جانے کا ارادہ کر لیا۔ احمد نظام کو جب اس کا علم ہوا تو اس نے اپنے بال بچوں کو قلعہ سبز میں بھیج دیا اور خود شیخ مودی کا مقابلہ کرنے کے لیے آگے بڑھا۔

زین الدین علی پر احمد کا حملہ

احمد نظام الملک جب دشمن کے لشکر کے قریب پہنچا تو اس نے اپنی اور دشمن کی قوت کا اندازہ کر کے جنگ سے کنارہ کش رہنے کا فیصلہ کر لیا۔ اور دشمن سے چار کوس کے فاصلے پر ایک جگہ قیام پذیر ہوا۔ احمد نے بڑی دانش مندی سے کام لے کر یہ معلوم کر لیا کہ زین الدین علی' شیخ مودی سے جلد از جلد مل جانے کا موقع ڈھونڈھ رہا ہے۔ احمد نے اپنا لشکر نصیر الملک اور زین الملک کے سپرد کیا اور خود منصب داروں اور سلحداروں (جنہیں نظام شاہی اصطلاح میں "حوالہ دار" کہا جاتا تھا) ایک جماعت کے ساتھ شکار کے بہانے سے باہر نکلا' اس نے زین الدین علی کی قیام گاہ جالنہ پر حملہ کیا۔

قلعہ جالنہ کی فتح

احمد نظام الملک رات کے وقت دشمن کے سر پر جا پہنچا' جب کہ زین الدین اور اس کے ساتھی غفلت کی نیند میں کھوئے ہوئے تھے۔ احمد لکڑی کے زینے اپنے ساتھ لایا تھا' ان زینوں کو اس نے قلعہ کی دیوار سے لگا کر اور سب سے پہلے خود سترہ آدمیوں کے ایک گروہ کے ساتھ قلعے میں داخل ہو گیا۔ اس کے بعد تمام لشکری بھی قلعے میں انہیں چوبی زینوں کے ذریعے داخل ہو گئے۔ اہل قلعہ بالکل غافل و بے خبر تھے اور احمد کے تمام لشکری مسلح' نتیجہ یہ ہوا کہ زین الدین مارا گیا اور قلعہ جلد ہی فتح ہو گیا۔

شیخ مودی اور نصیر الملک میں لڑائی

قلعہ جالنہ کی تسخیر کی خبر بڑی مشہور ہوئی۔ نصیر الملک کو جب یہ معلوم ہوا تو اس کے دل میں بھی کوئی کارنامہ دکھانے کی امنگ اٹھی۔ اس نے تین ہزار کے قریب لشکریوں کو ساتھ لیا اور شیخ مودی کی طرف روانہ ہوا جب دونوں لشکروں میں ایک کوس کا فاصلہ رہ گیا تو شیخ مودی نے نصیر الملک کی آمد سے مطلع ہو کر سپاہیوں کی ایک جماعت اس کے مقابلے پر روانہ کی' فریقین میں زبردست لڑائی ہوئی۔ آخر کار شیخ مودی کے لشکر کو شکست فاش ہوئی' دوسرے دن پھر شیخ مودی نے اپنے سپاہی روانہ کیے' انہیں بھی نصیر الملک نے مغلوب کر لیا۔ اب شیخ مودی نے اپنے آدمیوں کو بھیجنا مناسب نہ سمجھا اور بذات خود نصیر الملک کا مقابلہ کرنے کے لیے آیا۔

نصیر الملک کی شکست

نصیر الملک دو دن کی متواتر فتح کی وجہ سے بہت خوش اور قدرے مغرور تھا۔ وہ اپنے خستہ حال اور تھکن سے چور چور لشکر کے ساتھ شیخ مودی سے لڑا اور جلد ہی شکست کھا کر ظریف الملک کے پاس آ گیا۔ اسی دوران میں احمد نظام شاہ بھی جالنہ سے واپس آ گیا' اسے تمام حالات کی اطلاع ہوئی تو وہ نصیر الملک کی قیام گاہ پر گیا' اس کی مزاج پرسی کی' ہمت بڑھائی اور شکست کی وجہ سے نصیر کو جو ندامت تھی اسے دور کرنے کی کوشش کی

marfat.com
Marfat.com

احمد نظام شاہ کی فتح

کچھ دنوں بعد احمد نظام شاہ نے ایک زبردست فوج اپنے ساتھ لی اور آدھی رات کے وقت دشمن کی طرف روانہ ہو گیا۔ احمد نے دشمن پر شب خون مار کر اس کے لشکر کو تتر بتر کر دیا۔ شیخ مودی مع بہت سے عربی' دکنی اور حبشی امراء کے مارا گیا' بہت سا مال غنیمت احمد کے ہاتھ لگا۔ شیخ مودی کے خیمے اور بار برداری کا سامان ملنے کی وجہ سے احمد کے لشکر کی شان و شوکت میں بہت اضافہ ہوا' اس واقعے کے بعد احمد نظام شاہ جنیر واپس آ گیا۔

احمد نظام شاہ کا بیدر پر حملہ

سلطان محمود شاہ کو جب اس امر کی اطلاع ہوئی تو بہت غصے میں آیا اس نے عظمت الملک دبیر کو اٹھارہ امراء اور ایک زبردست لشکر کے ساتھ جنیر کو فتح کرنے کا حکم دیا' احمد نظام شاہ بھی اپنے لشکر کے ساتھ روانہ ہو کر قادر آباد کے پہاڑی علاقے میں قیام پذیر ہوا۔ سلطان محمود شاہ کا لشکر سیری گھاٹ کے نچلے حصے میں پہنچا' احمد نظام نے تین ہزار بہادر اور تجربہ کار سپاہیوں کو ساتھ لے کر قادر آباد سے احمد آباد پر حملہ کیا۔ رات کے وقت جب کہ تمام لوگ بالکل غافل اور بے خبر تھے' احمد نظام بڑے اطمینان کے ساتھ بیدر پہنچ گیا۔ شہر کے دربانوں میں سے ایک شخص احمد نظام کے ساتھ ملا ہوا تھا اس لیے شہر کا دروازہ بغیر کسی مزاحمت کے کھل گیا اور احمد نظام اپنی فوج کے ساتھ شہر میں داخل ہو گیا۔

نامزد امراء کے متعلقین کی گرفتاری

احمد نظام سب سے پہلے امیر نائب کے مکان پر گیا اس نے اپنے باپ کے متعلقین اور اہل و عیال کو اپنے خاص آدمیوں کے ہمراہ پالکیوں میں سوار کر کے جنیر روانہ کر دیا' بعد ازاں اس نے سارے شہر کا دورہ کیا اور نامزد امراء کے بیوی بچوں کو گرفتار کیا اور صبح کے وقت شہر سے باہر نکلا۔ قصبہ بٹیر کے راستے سے وہ قلعہ پرندہ میں پہنچا اور امراء کے گرفتار شدہ اہل و عیال کی عزت کی پوری پوری حفاظت کی۔ نامزد امراء کو سیری گھاٹ کے قریب یہ معلوم ہوا کہ احمد نظام بیدر کی طرف روانہ ہوا لٰہذا وہ تعاقب میں روانہ ہوئے شہر کے قریب ہی ان امیروں نے احمد نظام کو جالیا اور اسے یہ پیغام دیا۔

نامزد امراء کا پیغام

"تم نے چونکہ ہمارے بیوی بچوں کی پوری طرح حفاظت کی ہے اس لیے ہم تمہارے بہت بہت ممنون ہیں اور دل و جان سے تمہاری اطاعت کا اقرار کرتے ہیں۔ البتہ ایک بات کا ملال ہے کہ تم ڈاکوؤں اور لیٹروں کی طرح ہمارے سامنے سے فرار ہو گئے۔ یہ امر تمہاری بہادری اور شجاعت کے منافی ہے تم نے پردہ نشین عورتوں پر مظالم بھی کیے ہیں اور ایسا افسوس ناک واقعہ ہے کہ جسے گبرو فرنگ بھی گوارا نہیں کرتے۔" احمد نظام شاہ اس پیغام سے بہت نادم ہوا اور اسی وقت ان امیروں کے بیوی بچے ان کے پاس بھجوا دیے۔

سلطان محمود شاہ کا پیغام اپنے امراء کے نام

انہیں دنوں سلطان محمود شاہ نے اپنے امیروں کے نام اس مضمون کا ایک فرمان جاری کیا کہ "احمد نظام مسلسل ہنگامہ آرائیاں کر رہا ہے۔ بربادی اور غارت گری کا جو بازار اس نے گرم کر رکھا ہے اس میں کسی قسم کی کمی نہیں ہو رہی تم لوگوں کو خدا جانے کیا ہوا ہے کہ اس سے ڈر کر اپنے اپنے خیموں میں چھپے بیٹھے ہو۔ تمہاری بہتری اسی میں ہے کہ تم احمد نظام کو گرفتار کر کے میرے حضور میں لاؤ' اگر تم نے ایسا نہ کیا تو تمہیں سخت نقصان اٹھانا پڑے گا' میں تمہیں بری طرح ذلیل و رسوا کروں گا۔"

marfat.com

Marfat.com

امراء کا جواب

یہ فرمان سننے کے بعد تمام امیر شہر کے قریب جمع ہوئے اور انہوں نے باہمی مشورے سے بادشاہ کو ایک عریضہ ارسال کیا جس کا مضمون یہ تھا کہ "ہم لوگوں کا پیشہ سپاہ گری ہے' ہمارا کام تلوار چلانا اور دشمن کا قلع قمع کرنا ہے۔ اگر ہم سے کسی قسم کی کوتاہی ہوئی ہے تو اس کی ذمہ داری عظمت الملک پر عائد ہوتی ہے۔ ہماری ناچیز رائے یہ ہے کہ عظمت الملک کی بجائے کسی دوسرے امیر کو ہمارا سردار مقرر فرمایا جائے' ایسی صورت میں دشمن کو مغلوب کرنا آسان ہو جائے گا۔" سلطان محمود شاہ نے عظمت الملک کو واپس بلا لیا اور اس کی جگہ جہانگیر خاں کو نامزد کر کے تین ہزار سواروں کے ساتھ بیٹر روانہ کر دیا۔

جہانگیر کی نامزدگی

جہانگیر خاں بہمنی سلطنت کے نامی گرامی امیروں میں سے تھا اس کی بہادری اور دور اندیشی کا شہرہ ملک میں چاروں طرف تھا وہ بہت معرکے سر کر چکا تھا۔ سلطان محمود شاہ کے حکم کے مطابق وہ فوراً قلعہ پرندہ روانہ ہو گیا۔ مخدوم خواجہ جہاں قلعہ پرندہ میں آیا اور اس نے اپنے بیٹے اعظم خاں کو احمد نظام کا مقابلہ کرنے کے لیے نامزد کیا۔ احمد نظام نے جنگ کرنا مناسب نہ سمجھا اور پٹن کی طرف روانہ ہو گیا۔ اس نے اپنے قاصدوں کے ذریعہ فتح اللہ عمادی کو تمام حالات سے باخبر کیا۔ فتح اللہ عمادی نے اس سلسلے میں بے توجہی سے کام لیا اور جہانگیر خاں پٹن کے قریب پہنچ گیا۔

جہانگیر کا پٹکاپور پہنچنا

احمد نظام شاہ پٹن سے روانہ ہو گیا۔ جیور گھاٹ کو عبور کرنے کے بعد وہ جنیر کے پہاڑی علاقے میں داخل ہوا۔ نصیر الملک گجراتی قادر آباد سے لشکر' خزانہ اور غلہ وغیرہ لے کر جیور گھاٹ کے راستوں کو مسدود کرتا ہوا احمد نظام کے پاس پہنچ گیا اور وہیں مقیم ہوا۔ جہانگیر خاں کو یہ طلاع مل چکی تھی کہ جیور گھاٹ پر نظام شاہیوں نے قبضہ کر رکھا ہے اس لیے وہ بیگانو گھاٹ سے پٹکاپور پہنچا اور احمد نظام شاہ کے راستے میں مقیم ہو گیا۔

شاہی فوج کی غفلت

فریقین کے درمیان صرف چھ کوس کا فاصلہ تھا' دونوں لشکر پورے ایک مہینے ایک دوسرے کے سامنے خیمہ زن رہے یہ برسات کا زمانہ تھا جہانگیر خاں کے لشکر نے احمد نظام کے مقابلے میں بڑی سختیاں اور مصیبتیں اٹھائی تھیں۔ اس لیے سارے لشکری عیش و عشرت میں مشغول ہو گئے وہ دن رات شراب پیتے اور مست رہتے' دشمن کی طرف سے وہ بالکل غافل ہو گئے۔ احمد نظام شاہ کو جب یہ حالات معلوم ہوئے تو اس نے شاہی لشکر کی غفلت اور بے خبری سے فائدہ اٹھا کر ۳/ رجب ۸۹۵ھ کی رات کو اعظم خاں کے ہمراہ قصبہ جیور سے کوچ کیا اور بڑی برق رفتاری سے فاصلہ طے کرتا ہوا صبح کے وقت پٹکاپور کے قریب پہنچ گیا۔

شاہی لشکر کی تباہی

احمد نظام نے پوری قوت کے ساتھ دشمن پر حملہ کر دیا۔ شاہی لشکر لڑائی کے لیے بالکل تیار نہ تھا' بہت سے سپاہی عیش و عشرت میں مشغول تھے اور بہت سے گہری نیند سو رہے تھے۔ احمد نظام نے کئی ایک کو قتل کیا اور بے شمار سپاہی جان بچا کر بھاگ نکلے۔ جہانگیر خاں' سید اسحاق' سید لطیف اللہ نظام خاں اور فتح اللہ خاں وغیرہ مارے گئے ان کے علاوہ بہت سے امیر گرفتار ہوئے۔ احمد نظام شاہ نے ان قیدیوں کو کالے بھینسوں پر سوار کر کے اور ان کے لباسوں کو زانوؤں تک چاک کر کے اپنے لشکر کے گرد پھرایا اور بعد ازاں ان کی جان بخشی کر کے انہیں دار الملک روانہ کر دیا

marfat.com

Marfat.com

باغ نظام

راقم الحروف مورخ فرشتہ سے شاہ جمال الدین حسین انجو نے (جس کا تفصیلی ذکر مرتضیٰ نظام شاہ کے عہد حکومت کے حالات کے ساتھ بیان کیا جائے گا) یہ بیان کیا کہ یہ لڑائی "جنگ باغ" کے نام سے مشہور ہے۔ اس کی وجہ تسمیہ یہ ہے کہ قصبہ پنکاپور کے اس مقام پر جہاں احمد نظام کو فتح حاصل ہوئی تھی وہاں اس نے ایک باغ لگوایا تھا اور اس کا نام باغ نظام رکھا تھا۔ اس باغ کے گرداگرد اعلیٰ درجہ کی چار دیواری کھینچی گئی تھی باغ کے اندر ایک خوبصورت اور بے مثال عمارت تعمیر کرا دی گئی تھی۔ کچھ عرصے میں یہ باغ جنت الفردوس کی طرح سراپا بہار بن گیا۔ برہان نظام شاہ اور اس کی اولاد نے اس باغ کو اپنے لیے بہت مبارک سمجھا اس میں ایک قلعہ تعمیر کروایا گیا' اور اس میں رہائش اختیار کی۔

احمد نظام کے نام کا خطبہ و سکہ

اس فتح کی خوشی میں احمد نظام شاہ نے پنکاپور کے قصبے کو عالموں اور مذہبی راہنماؤں کے لیے وقف کر دیا اور خود کامیاب و کامران جنیر واپس آکر مسند حکومت پر جلوہ افروز ہوا۔ یوسف عادل کے مشورے سے احمد نظام نے سلطان محمود کی جگہ اپنے نام کا خطبہ اور سکہ جاری کیا اور چتر سفید (جو اس زمانے میں دہلی' گجرات اور مندو کے حکمرانوں کا نشان تھا) اپنے سر پر سایہ فگن کیا۔ احمد نظام شاہ کے وفادار اور بہی خواہ دکنی امراء جن میں خواجہ جہاں بھی شامل تھا' اس بات سے سخت ناراض ہوئے۔ انہوں نے یہ خیال ظاہر کیا کہ "سلطان محمود شاہ کی حیات میں ہی اپنے نام کا خطبہ و سکہ جاری کرنا اور سر پر چتر سایہ فگن کرنا سوئے ادب میں شامل ہے۔"

خطبے کی منسوخی

احمد نظام شاہ بہت موقع شناس اور دانش مند انسان تھا۔ اس نے جو اپنے امیروں کو یوں برگشتہ ہوتے دیکھا تو فوراً اپنے نام کا خطبہ منسوخ کر دیا اور سرداران لشکر کو طلب کر کے ان سے کہا "تم لوگوں کی رائے مناسب اور درست ہے' میں نے خطبہ منسوخ کر دیا ہے' لیکن چتر اپنے سر پر سایہ فگن رکھوں گا۔ اس سے میرا مدعا صرف اتنا ہے دھوپ سے محفوظ رہوں۔" یہ سن کر سرداران لشکر نے کہا۔ "اگر ایسی ہی بات ہے تو پھر عام اعلان کر دینا چاہیے کہ جس کا جی چاہے وہ دھوپ سے بچنے کے لیے چتر استعمال کر سکتا ہے۔" احمد نظام شاہ کو مجبوراً یہ بات ماننا پڑی اور اس سلسلے میں احکامات جاری کر دیے۔ حاکم اور رعایا میں یہ امتیاز رکھا گیا کہ احمد کا چتر سفید پر سرخ رنگ کا ایک پھول ہوتا تھا اور عام لوگوں کا چتر بالکل سفید۔

چتر کا عام استعمال

اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ آہستہ آہستہ عادل شاہی' برید شاہی' قطب شاہی اور عماد شاہی خاندانوں میں چتر کا استعمال کرنے کا رواج عام ہو گیا۔ اس وقت یعنی ۱۰۱۸ھ میں جب کہ یہ کتاب لکھی جا رہی تھی دکن میں ہر چھوٹے بڑے کے سر پر چتر نظر آنے لگا' لیکن ہندوستان کے دوسرے حصوں میں چتر صرف فرمانرواؤں کے لیے مخصوص تھا۔

احمد نظام کے نام کے خطبے کا دوبارہ رواج

احمد نظام شاہ نے خواجہ جہان' اعظم خاں اور دیگر امرائے دکن پر بڑے بڑے احسانات کئے انہیں طرح طرح سے نوازا' اس سلوک کا یہ نتیجہ ہوا کہ تمام امراء نے بالاتفاق احمد نظام شاہ سے یہ درخواست کی کہ وہ اپنے نام کا خطبہ جاری کرے۔ احمد تو خود ہی چاہتا تھا۔ لہٰذا اس نے فوراً اپنے نام خطبہ جاری کر دیا۔

marfat.com

Marfat.com

قلعہ دندار راجپوری پر قبضہ

احمد نظام نے قلعہ دندار راجپوری کو فتح کرنے کا ارادہ کیا جو ایک مضبوط ترین قلعہ تھا اور بندر چیول میں واقع ہے۔ احمد نے بذات خود اس قلعے پر لشکرکشی کی اور دو ماہ یا ایک سال تک اس کا محاصرہ جاری رکھا۔ آخرکار فریقین میں صلح ہوگئی اور قلعہ احمد نظام کے قبضے میں آگیا۔

قلعہ دولت آباد کی تسخیر کا خیال

قلعہ دندار راجپوری پر قبضہ کرنے کے بعد احمد نظام شاہ نے دولت آباد کے قلعے کو تسخیر کرنے کی تدبیریں سوچنے لگا۔ احمد نظام کو اس امر کو پورا پورا احساس تھا کہ قوت کے بل پر اس قلعے کو فتح کرنا مشکل ہے۔ للذا اس نے دوسرا راستہ اختیار کیا اور قلعے کے والیوں، ملک وجیہ الدین اور ملک اشرف سے راہ ورسم پیدا کی۔ یہ دونوں حقیقی بھائی تھے اور ایک دوسرے سے بے انتہا محبت کرتے تھے۔ یہ دونوں بھائی خواجہ جہاں کاواں کے ملازم تھے اور اس کے بعد سلطان محمود کے سلحداروں میں شامل ہو گئے تھے۔

ملک وجیہ اور ملک اشرف

ملک نائب الملک نے ان دونوں بھائیوں پر بڑی مہربانی کی اور ان کو امراء کے گروہ میں داخل کر دیا۔ ملک وجیہ کو قلعہ دولت آباد کا تھانیدار اور ملک اشرف کو شہر کا حاکم مقرر کیا گیا۔ ان دونوں بھائیوں نے اس علاقے کے انتظامات کی طرف پوری پوری توجہ کی۔ تمام چور اچکوں اور بدمعاشوں کو تباہ وبرباد کیا، رہزنوں کو اس طرح پامال کیا کہ تمام راستے محفوظ ہوگئے اور تاجر بڑے اطمینان کے ساتھ سفر کرنے لگے۔ رعیت خوشحال ہوگئی ملک آباد ہوا اور چاروں طرف امن وآرام کا ڈنکا بجنے لگا۔

ملک وجیہ سے احمد نظام شاہ کی بہن کی شادی

مرہٹوں کا ایک سردار بہمنی سلطنت کی کمزوری سے فائدہ اٹھا کر قلعہ جالنہ پر قابض ہوگیا تھا۔ وجیہ اور اشرف نے اس مرہٹہ سردار سے مراسم پیدا کئے اور اسے لوٹ مار اور ہنگامہ آرائیوں سے باز رکھا۔ یہ دونوں بھائی ملک نائب نظام الملک کی مہربانیوں کی وجہ سے احمد نظام شاہ کی بہی خواہ تھے۔ احمد نظام نے باغ نظام اور دنداراجپوری کی فتح کے بعد اپنی بہن زینب بی بی کی شادی ملک وجیہ سے کر دی اور اس طرح فریقین میں تعلقات بہت مضبوط ہوگئے۔ زینب بی بی کو خداوند تعالیٰ نے ایک بیٹا عطا کیا ملک وجیہ نے احمد نظام شاہ سے درخواست کی کہ وہ اس بیٹے کا نام تجویز کریں۔ احمد نے کہا "بچپن میں میرے والدین مجھے موتی کہہ کر پکارا کرتے تھے بہتر یہی ہے کہ تم بھی اس لڑکے کا نام موتی رکھو۔" ملک وجیہ نے اپنے برادر نسبتی کی رائے سے اتفاق کیا اور بیٹے کا نام موتی رکھا۔

ملک وجیہ کا قتل

ملک اشرف نے جب اپنے بھائی کی یہ روزافزوں قدر ومنزلت دیکھی تو اس کے دل میں حسد کی آگ بھڑکنے لگی، لیکن اس نے اپنے بھائی کو قتل کرنے کا ارادہ کر لیا۔ ملک اشرف یہ چاہتا تھا کہ ملک وجیہ کو قتل کر کے دولت آباد، رتھمبور اور دیگر پرگنوں پر قابض ہو جائے اور اپنے نام کا خطبہ وسکہ جاری کرے۔ اہل قلعہ کو اپنے ساتھ سازش میں شریک کر کے اشرف نے ملک وجیہ کو موت کے گھاٹ اتار دیا، اس کے بیٹے موتی کو بھی زہر سے ہلاک کر دیا اور خود دولت آباد کا حکمران بن بیٹھا۔

ملک اشرف کی حکمرانی

ملک اشرف نے برہان پور اور برار کے حاکموں سے تعلقات پیدا کئے اور محمود شاہ گجراتی کی وفاداری کا دم بھرنے لگا۔ محمود کی خدمت میں گاہے گاہے وہ تحفے تحائف بھی بھیجتا رہتا تھا تاکہ محمود اسے اپنے ہمدردوں اور دوستوں میں شمار کرتا ہے۔

marfat.com

Marfat.com

دولت آباد کی طرف احمد نظام شاہ کی روانگی

اپنے شوہر اور بیٹے کے قتل کے بعد بی بی زینب جنیر میں اپنے بھائی احمد نظام شاہ کے پاس آئی اور اس سے تمام حالات بیان کئے۔ احمد نے اپنی بہن کو دلاسا دیا اور ۸۹۹ھ میں ایک زبردست لشکر لے کر دولت آباد کو فتح کرنے کی غرض سے بیٹر سے روانہ ہوا۔ احمد نظام نے ٹپکاپور کے قریب پہنچ کر باغ نظام میں قیام کیا اور چند روز تک عیش و عشرت میں مشغول رہا۔ اسی دوران میں قاسم برید کی طرف سے تاج الدین دکنی اور ڈیورس پنڈت' احمد کے پاس آئے اور اسے امیر قاسم برید کا یہ پیغام دیا۔

امیر قاسم برید کا پیغام

"یوسف عادل نے میری تباہی اور بربادی کا پورا پورا تہیہ کر لیا ہے اور اس نے احمد آباد بیدر کا محاصرہ کر رکھا ہے اگر آپ اس وقت دولت آباد کی تسخیر کا خیال ترک فرمائیں اور میری طرف توجہ کریں تو زندگی بھر ممنوں احسان رہوں گا۔ میں وعدہ کرتا ہوں کہ یوسف عادل کے فتنے سے نجات حاصل کرنے کے بعد آپ کے ساتھ دولت آباد کو فتح کرنے کی کوشش کروں گا۔"

قلعہ بیدر کا محاصرہ

احمد نظام نے قاسم برید کی درخواست منظور کر لی اور دولت آباد کی فتح کے خیال کو ترک کر کے احمد آباد بیدر جا پہنچا اس نے قلعے کا محاصرہ کر لیا۔ محاصرے کو دو ماہ گزر گئے تو احمد نظام نے قلعے کے آس پاس جائزہ لے کر یہ اندازہ کیا کہ قلعے کو بزور قوت فتح کرنا دشوار ہے لہٰذا وہ محاصرہ ترک کر کے جنیر کی طرف روانہ ہو گیا۔

راستے میں ٹپکاپور کے مقام پر اس نے قیام کیا اور اس جگہ ایک نیا شہر آباد کرنے کا ارادہ کیا۔ کیونکہ یہ مقام جنیر اور دولت آباد کے درمیان واقع ہے۔ احمد نے اس مجوزہ شہر کو اپنا دارالملک بنانے کا فیصلہ کیا تھا کہ ہر سال ربیع و خریف کے زمانے میں دولت آباد کے لئے غلہ اور دیگر سامان ضرورت باہر سے آئے تو اسے لوٹا جا سکے۔ احمد کا خیال تھا کہ اس طرح دولت آباد والوں کو تنگ کیا جا سکتا ہے اور ایک دن ایسا آئے گا کہ وہ مجبور ہو کر قلعہ احمد کے حوالے کر دیں گے۔

احمد نگر کی بنیاد

۹۰۰ھ میں احمد نظام نے نجومیوں کی بتائی ہوئی مبارک ساعت باغ نظام کے سامنے نہر سین کے کنارے پر ایک نئے شہر کی بنیاد ڈالی۔ احمد نظام نے یہ سن رکھا تھا کہ احمد آباد گجرات کا نام احمد شاہ گجراتی نے تجویز کیا تھا اور اس کی وجہ یہ تھی کہ بادشاہ' وزیر اور قاضی شہر تینوں کا نام احمد ہی تھا۔ اس لئے شہر کی بنیاد کے وقت بھی یہی صورت پیش آئی کہ بادشاہ کا نام احمد نظام تھا۔ مسند عالی نصیر الملک گجراتی کا اصل نام احمد تھا' اسی طرح لشکر کا قاضی بھی یہی نام رکھتا تھا۔ لہٰذا احمد نظام نے نئے شہر کا نام "احمد نگر" رکھا۔

دولت آباد کے حملے

احمد نظام نے اس شہر کی تعمیر میں بہت دلچسپی لی۔ کچھ عرصے میں تمام امیروں اور عہدہ داروں وغیرہ نے اپنے لئے عمارات تعمیر کروائیں۔ دو تین سال کی مدت ہی میں یہ شہر مصر اور بغداد کی طرح آباد ہو گیا۔ جب شہر پوری طرح آباد ہو گیا تو احمد نظام نے اپنی تجویز پر عمل کرنا شروع کیا۔ وہ ہر سال' دو مرتبہ اپنے لشکر کو دولت آباد پر حملہ کرنے کے لئے بھیجتا' نظام شاہی لشکری اس شہر کو بری طرح لوٹتے اور مکانوں وغیرہ کو نذر آتش کر دیتے۔

حاکم برہان پور سے تعلقات

"وقائع نظام شاہیہ" میں (جس کا مولف سید علی سمنانی ہے اس نے برہان نظام شاہ کے عہد حکومت میں یہ کتاب لکھنا شروع کی تھی'

marfat.com

Marfat.com

لیکن موت کے ظالم ہاتھوں نے اسے کتاب کی تکمیل کی مہلت نہ دی اور یہ نامکمل رہی)۔ یہ درج ہے کہ احمد نظام شاہ کی رعب ودبدبہ کی چاروں طرف دھوم سی مچ گئی۔ برہان پور کے حاکم عادل خاں بن مبارک خاں فاروقی نے احمد نظام سے مراسم پیدا کئے اور دو ہزار سوار اس غرض سے دیئے کہ جب احمد نظام دولت آباد کی طرف جائے تو یہ سوار اس کے ساتھ رہیں۔

عادل خاں نے فتح اللہ عماد الملک سے بھی دوستانہ تعلقات استوار کئے اور اس سے خوب رسم وراہ پیدا کی۔ اپنے بزرگوں کی روش کے خلاف عادل سلطان محمود گجراتی کے خلاف ہوگیا۔ یہ مخالفت اس حد تک بڑھی کہ عادل نے وہ رقم جو ہر سال گجرات کے خزانے میں داخل کی جاتی تھی موقوف کر دی۔

سلطان محمود گجراتی کا ملک اشرف کی مدد کے لئے آمادہ ہونا

سلطان محمود گجراتی نے ۹۰۵ھ میں اپنے ملک کی سیر کے بہانے سے سفر اختیار کیا۔ ملک اشرف حاکم دولت آباد نے اس موقع سے فائدہ اٹھا کر فوراً اپنے قاصدوں کو محمود گجراتی کی خدمت میں روانہ کیا اور اسے یہ پیغام دیا کہ "احمد نظام شاہ کے محاصرے اور دست درازیوں کی وجہ سے میں بے حد پریشان ہوں میں بہت ممنون ہوں گا۔ اگر آپ میری مدد کے لئے اس طرف تشریف لائیں۔" سلطان محمود نے قلعہ دولت آباد کو اپنے قبضے میں کرنے کی ہوس میں ایک زبردست لشکر جمع کیا اور دکن کی طرف روانہ ہوگیا۔ اس نے عادل خان فاروقی کی سرزنش کرتے ہوئے دولت آباد کی طرف جانے کا ارادہ کیا۔

احمد نظام شاہ کا عزم برہان پور

جب محمود گجراتی' سلطان پور ندربار کے قریب پہنچا تو عادل خاں بہت پریشان ہوا۔ احمد نظام شاہ بحری سے مدد کا طالب ہوا اور اس سے دولت آباد کے محاصرے کو ترک کرنے کی درخواست کی۔ احمد نظام پندرہ ہزار سواروں کا لشکر لے کر برہان پور کی طرف روانہ ہوگیا۔ جب وہاں پہنچا تو فتح اللہ عمادی بھی اپنے لشکر کے ساتھ عادل خاں کی مدد کے لئے آگیا۔ نصیر الملک گجراتی نے' احمد نظام کے مشورے کے مطابق ایک گجراتی امیر کے ذریعہ محمود گجراتی کے نام ایک خط بھجوایا۔ جس کا مضمون یہ تھا:

نصیر الملک کا خط محمود شاہ گجراتی کے نام

"اگرچہ میں گردش تقدیر کی وجہ سے احمد نظام شاہ کا ملازم اور نمک خوار ہوں' لیکن گجرات کا باشندہ ہونے کی وجہ سے اپنے وطن کے حاکم کی بہی خواہی میرا اولین فرض ہے۔ آپ جیسے ذی مرتبت فرمانروا کے لئے کسی طرح یہ مناسب نہیں ہے کہ آپ چھوٹے چھوٹے معاملات کو طے کرنے کے لئے بذات خود زحمت گوارا فرمائیں۔ برہان پور کا حاکم اپنی عسکری قوت کے اعتبار سے آپ کے کسی امیر کا بھی مقابلہ نہیں کر سکتا چہ جائے کہ آپ خود اس کے مقابلے پر آئیں۔ ان دنوں خاص طور پر ایسا نہیں کرنا چاہئے کیونکہ دکن کا عظیم المرتبت فرماں روا عادل خاں کی مدد کے لئے آیا ہوا ہے۔"

"بہتر یہی ہے کہ آپ معرکہ آرائی کے خیال کو دل سے نکال دیں' صلح کا راستہ سب سے بہتر ہے۔ اگر آپ لڑنے پر مصر رہے تو فتح یا شکست دونوں صورتوں میں آپ ہی کا نقصان ہوگا۔ وہ اس طرح کہ اگر آپ ہار گئے تو دنیا یہ کہے گی کہ ذرا سے لشکر نے محمود گجراتی کو مار بھگایا اور اگر آپ جیت گئے تو یہ کہا جائے گا کہ محمود گجراتی نے ایک زبردست لشکر کی مدد سے چند اشخاص کو زیر کر لیا تو کون سا بڑا کام کیا الغرض دونوں صورتوں میں آپ کے عظیم المرتبت خاندان کی بدنامی کا اندیشہ ہے۔"

احمد نظام شاہ کی چال

متذکرہ بالا گجراتی امیر نے نصیر الملک کا مراسلہ محمود شاہ گجراتی کی خدمت میں پیش کیا' محمود نے یہ خط پڑھا اور سوچنے لگا کہ کیا کرے اور کیا نہ کرے۔ دوسری طرف احمد نظام شاہ نے محمود گجراتی کے ایک مصاحب کو جو بحری سال نامی ہاتھی سے متعلق تھا روپیہ پیسہ دے کر

marfat.com

Marfat.com

اپنا بنالیا- اور اسے اس بات پر آمادہ کرلیا کہ رات کے وقت جب کہ محمود گجراتی اور اس کے لشکری اپنے اپنے خیموں میں آرام کر رہے ہوں' وہ اپنے مست اور طاقت ور ہاتھی کی زنجیر کھول کر اسے لشکر کی طرف ہانک دے۔

نظام شاہی لشکر کا گجراتیوں پر حملہ

اس منصوبے کے مطابق احمد نظام شاہ نے اس رات کو پانچ ہزار پیادوں اور پانچ ہزار تیرانداز سواروں کا ایک لشکر گجراتی فوج کی طرف روانہ کر دیا- احمد نظام نے اپنے لشکر کو یہ ہدایت کر دی کہ وہ پناہ گاہوں میں چھپا رہے اور جب گجراتی فوج میں شور و شغب پیدا ہو اس وقت باہر نکل کر دشمن کو پامال کیا جائے- نظام شاہی فوجیوں نے اس ہدایت پر عمل کیا اور گجراتی لشکر کے قریب پہنچ کر ادھر ادھر چھپ گئے- جب رات دو گھڑی کے قریب بیت گئی تو مہابت نے ہاتھی کو آزاد کر کے گجراتی لشکر کی طرف بھگا دیا' ہاتھی نے تباہ کاریاں مچانی شروع کیں- اہل لشکر سخت ہراساں ہوئے اور چیخنے چلانے لگے' شور وفغاں کی آواز سن کر نظام شاہی سوار اور پیادے پناہ گاہوں سے باہر نکلے اور گجراتیوں پر حملہ کر دیا-

گجراتیوں کی حالت

چاروں طرف نفیرو نقارہ کی آوازیں گونجنے لگیں اور نظام شاہیوں نے تیرو تفنگ چلانا شروع دیے- سلطان محمود اور اس کے امراء کو اہل دکن سے ایسی جرات اور بہادری کی امید نہ تھی وہ دشمن سے بے پرواہ ہو کر اپنے خیموں میں غافل پڑے ہوئے تھے- انہوں نے جب شور کی آوازیں سنیں تو ان کے کان کھڑے ہوئے اور اپنی جان بچانے کے لئے گھوڑوں پر سوار ہو گئے-

اس واقعہ سے پہلے سلطان محمود گجراتی نے یہ سن رکھا تھا کہ احمد نظام شاہ نے بہمنی فرماں رواؤں کے لشکر کے چار ہزار چنیدہ سواروں کو انعام واکرام سے مالا مال کر کے اپنے لشکر خاصہ میں شامل کر رکھا ہے- احمد نظام بارہا اس بات کا اعلان کر چکا تھا کہ میں انہیں چار ہزار سواروں کو ساتھ لے کر سلطان محمود گجراتی پر میدان جنگ میں حملہ کروں گا اور اس مخالفت کا مزہ چکھاؤں گا- اس کے بعد جو خدا کو منظور ہو گا وہی ہو گا-

محمود گجراتی کی پریشانی

محمود شاہ گجراتی کو رہ رہ کر یہ بات یاد آ رہی تھی- ویسے بھی اس رات یہ خبر مشہور تھی کہ احمد نظام نے متذکرہ چار ہزار چنیدہ سواروں سے شب خون مارا ہے اور وہ محمود شاہ کے خیمے پر حملہ کر کے اسے نقصان پہنچانے کی سوچ رہا ہے- سلطان محمود گھوڑے پر سوار ہو کر دس بارہ سپاہیوں کے ساتھ اپنے خیمے سے باہر آیا- اس وقت بحری سال نامی ہاتھی نے شاہی سرپردہ کے پیچھے پہنچ کر خیمے کے چند حصوں کے ٹکڑے ٹکڑے کر دیئے' عورتوں نے رونا پیٹنا شروع کر دیا- محمود شاہ کو اب پورا پورا یقین ہو گیا کہ احمد نظام شاہ نے عقب سے حملہ کیا لہٰذا وہ فوراً اپنے چند مقربین کے ساتھ جلد اس جگہ سے فرار ہو گیا اور ایک دوسری جگہ مقیم ہو گیا-

دکنی لشکر کی واپسی

اس جگہ تین چار اشخاص اس کے ارد گرد جمع ہو گئے- شور شرابے کی آوازیں اور زیادہ بلند ہوئیں یہ عالم دیکھ کر محمود نے اس جگہ سے بھی کوچ کیا اور تین کوس دور ایک مقام پر پہنچ گیا- اسی دوران میں گجراتی امراء نے فوج کو مرتب کر کے دشمن کا مقابلہ کیا اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ دکنی لشکر واپس چلا گیا- گجراتی امراء اپنے بادشاہ کو مبارک دینے کے لئے اس کے خیمے میں گئے' لیکن انہوں نے محمود شاہ کو وہاں نہ پایا اس سے وہ سمجھ گئے کہ اصل معاملہ کیا ہے-

گجراتی امراء نے اسی رات باہمی اتفاق سے آب وہوا کی خرابی کا بہانہ کیا اور اس جگہ محمود شاہ گجراتی کے پیچھے روانہ ہو گئے- یوں سلطان محمود کو اہل دکن کی عیاری کا حال معلوم ہو گیا- چونکہ اسی رات واپس ہونا مصلحت کے خلاف تھا- لہٰذا اس نے جہاں وہ پہنچ چکا تھا'

marfat.com
Marfat.com

وہیں قیام کیا۔ احمد نظام شاہ تو یہی چاہتا تھا لہٰذا اس نے صبح کے وقت عادل خاں کے ساتھ کوچ کیا اور محمود گجراتی کی فرودگاہ میں قیام پذیر ہوا۔

فریقین میں صلح

اس واقعہ کے بعد دونوں طرف کے آدمی بیچ میں پڑے اور فریقین میں صلح کرا دی' صلح اس شرط پر ہوئی کہ سب فرماں روا اپنے اپنے علاقے کو واپس چلے جائیں۔ راقم الحروف مورخ فرشتہ کا خیال ہے کہ اس صلح کا تفصیلی احوال عام طور پر نظرانداز کیا گیا ہے۔ کہا جاتا ہے کہ احمد نظام شاہ برہان پور سے چلا آیا اور دولت آباد پہنچا' اس بار بھی اس نے اپنے لشکر کو محاصرے کی ذمہ داری سونپی اور خود بالا گھاٹ میں عیش و عشرت میں مشغول ہوا۔

بالا گھاٹ کے مشہور باغبانوں کی ایک جماعت نے احمد نظام شاہ کی خدمت میں کچھ آم پیش کئے اور یہ عرض کی۔ "آج سے سات سال پہلے حضور اس حصار کو فتح کرنے کی غرض سے اس طرف تشریف لائے تھے اور یہیں قیام پذیر ہوئے تھے تو سراپردہ شاہی میں آموں کی چند گٹھلیاں رہ گئی تھی چونکہ برسات کا موسم تھا اس لئے گٹھلیاں سرسبز ہوئیں۔ ہم لوگوں نے جو حضور کے نمک خوار ہیں' ان پودوں کی پوری پوری حفاظت کی۔ حضور کے اقبال اور ہماری جانفشانی کا یہ نتیجہ ہوا کہ یہ درخت اب پھل لے آئے ہیں جو ہم حضور کی خدمت میں لے کر آئے تھے۔"

ملک اشرف کا خط محمود گجراتی کے نام

احمد نظام نے یہ آم قبول کر لئے اور باغبانوں سے کہا۔ "یہ حصار کے فتح ہونے کی علامت ہے۔" ملک اشرف کو احمد نظام کی تدبیروں اور کوششوں کا اندازہ ہوگیا اس نے محمود شاہ گجراتی کے نام ایک خط لکھا۔ جس میں احمد نظام کی ہنگامہ آرائیوں اور محاصرے کی شکایت کی گئی تھی' نیز اسے یہ پیغام دیا گیا تھا کہ "یہ قلعہ حقیقت میں آپ ہی کی ملکیت ہے اگر آپ ایک بار اس طرف تشریف لے آئیں اور مجھے احمد نظام شاہ کے پنجے سے رہائی دلائیں تو میں سارے ملک میں آپ کے نام کا خطبہ جاری کر دوں گا اور ہر سال خراج آپ کے خزانے میں داخل کرتا رہوں گا۔"

محمود گجراتی کی دولت آباد کو روانگی

سلطان محمود دل و جان سے اس امر کا خواہاں تھا کہ فرار ہونے کا جو بدنما دھبہ اس کے دامن پر لگا ہوا ہے اسے کسی طرح دھویا جائے اور ندامت کو دور کیا جائے۔ وہ اہل دکن کو بھی سزا دینا چاہتا تھا کیونکہ وہ لوگ اسے شب خون کے واقعے کے بعد سے "سلطان محمود بیلہ" کے نام سے یاد کرنے لگے تھے۔ محمود نے ملک اشرف کی درخواست قبول کر لی اور بڑے تزک و احتشام سے دولت آباد کی طرف روانہ ہوا۔

احمد نظام شاہ کی احمد نگر کو واپسی

سلطان محمود جب دریائے پٹن کے کنارے پر پہنچا تو احمد نظام محاصرے سے دست بردار ہو کر احمد نگر واپس آگیا۔ ملک اشرف اس سے بہت خوش ہوا اس نے سلطان قطب الدین کی بنوائی ہوئی مسجد میں محمود گجراتی کے نام کا خطبہ پڑھوایا اور اس کی خدمت میں حاضر ہو کر بیش قیمت تحفے پیش کئے۔ اور ہر سال خراج ادا کرنے کا وعدہ کر کے محمود شاہ کو خوش کیا۔

دولت آباد کے شہریوں کی درخواستیں نظام شاہ کے نام

سلطان محمود گجراتی نے اس موقع کو غنیمت سمجھا اور عادل خاں سے کئی سالوں کا خراج وصول کر کے اپنے ملک کو واپس روانہ ہوگیا۔ احمد نظام شاہ کو جونہی اس کی روانگی کی خبر ملی وہ پھر دولت آباد آن پہنچا' اہل قلعہ ملک اشرف سے سخت ناراض تھے۔ اس کی وجہ یہ تھی

marfat.com
Marfat.com

کہ اس نے سلطان محمود گجراتی کے نام کا خطبہ پڑھوایا تھا- ان لوگوں نے چوری چھپے احمد نظام کو اس قسم کے خطوط روانہ کئے کہ "ہم سب آپ کے خادم ہیں اور دل وجان سے آپ کے ہی بہی خواہ ہیں- ہمارے نزدیک یہی بہتر ہے کہ آپ ہی ہمارے حاکم ہوں ہمیں آپ سے بے حد عقیدت ہے- آپ بذات خود یہاں تشریف لا کر ہماری وفاداری کا جائزہ لیجئے-"

ملک اشرف کی موت

احمد نظام شاہ نے ان خطوں کو دریائے گنگا کے کنارے پڑھا- اسی رات کو وہ دو تین ہزار سواروں کو ساتھ لے کر دولت آباد پہنچ گیا اور قلعہ کا محاصرہ کر لیا- اہل قلعہ تمام کے تمام مرہٹے تھے' ملک اشرف کو ان کے ارادے کی اطلاع ہوگئی اس بات کا اسے اتنا غم ہوا وہ بیمار پڑگیا اور پانچ چھ دنوں کے اندر ہی اندر مر گیا-

قلعہ دولت آباد پر قبضہ

حصار کے محافظ احمد نظام کی خدمت میں حاضر ہوئے اور دروازے کی چابی اس کو پیش کی- احمد نظام ان لوگوں سے بڑی مہربانی سے پیش آیا اور قلعے کی سیر کے لئے اندر گیا- احمد نے قلعے کا معائنہ کیا اور جہاں جہاں مرمت کی ضرورت تھی مرمت کروائی- اس کے بعد اس نے قلعے کو اپنے قابل اعتماد امیروں کے سپرد کیا اور خود واپس احمد نگر آگیا-

قلعہ شورا وغیرہ کی فتح

احمد نظام باغ نظام کو اپنے لئے بہت مبارک سمجھتا تھا اس نے اس باغ کے اندر اپنے لئے ایک عالی شان محل' ایک پختہ قلعہ اور کئی ایک عمدہ عمدہ عمارتیں تعمیر کروائیں- ان عمارتوں میں سونے اور چاندی کے ملمع کی کئی خوبصورت اور دلچسپ تصویریں بھی آویزاں کیں- اسی دوران میں بھی احمد نظام خاموشی سے نہ بیٹھا اس نے کئی مہمات سر کیں قلعہ شور اور دوسرے بہت سے قلعوں کو فتح کیا- کالنہ اور بگلانہ کے راجاؤں کو اپنا باجگذار بنایا-

marfat.com

برہان پور میں ہنگامہ

۹۱۴ھ میں داؤد خاں کا انتقال ہوگیا' برہان پور میں اس کے بعد اس مسئلے پر بڑا ہنگامہ ہوا کہ سلطنت کا وارث کون ہو- تمام امراء اس سلسلے میں مختلف رائے رکھتے تھے- برہان پور کے امیر الامراء ملک حسان الدین مغل نے احمد نظام کے پاس قاصد روانہ کئے اور خان زادہ عالم خاں کو اس سے طلب کیا تاکہ اسے برہان پور کا حاکم بنایا جائے- خان زادہ عالم خاں اسیر کے حکام کی اولاد میں سے تھا اور ان دنوں احمد نگر میں زندگی بسر کر رہا تھا- احمد نظام اور حاکم کاویل کے مشورے سے خان زادہ عالم خاں کو برہان پور کا حکمران تسلیم کر لیا گیا-

محمود گجراتی کی خواہش

حاکم گجرات سلطان محمود شاہ گجراتی یہ چاہتا تھا کہ اس کا نواسہ عادل خاں بن حسن خاں فاروقی' برہان پور کا والی ہو' اس مقصد کے لئے اس نے فوج جمع کر کے خاندیش کا سفر اختیار کیا- ملک حسام الدین نے نظام شاہ اور عمادالملک سے مدد کی درخواست کی' یہ دونوں فرمانروا اپنے اپنے لشکر لے کر برہان پور کی طرف روانہ ہوگئے- ملک لاڈن برہان پور کا نامی گرامی امیر تھا اس نے ملک حسام الدین کے رائے سے اختلاف کیا' اس وجہ سے ملک میں افراتفری کا دور دورہ ہوگیا-

سلطان محمود تھا میر کے قریب پہنچا اور اس نے ایک ہزار سواروں کو ملک حسام الدین کے لئے نامزد کیا- یہ دونوں لشکر برہان پور سے کاویل کی طرف روانہ ہوئے- احمد نظام نے جب یہ صورت حال دیکھی تو اس نے عمادالملک کو رخصت کر دیا اور خود دولت آباد واپس آگیا- خان زادہ عالم خاں خاندیش سے بھاگ کر دوبارہ احمد نگر چلا آیا-

Marfat.com

احمد نظام کا خط محمود گجراتی کے نام

جب سلطان محمود گجراتی واپس چلا گیا تو احمد نظام شاہ عالم خاں کو اپنے ساتھ لے کر اپنے ملک کی سرحد پر قیام پذیر ہوا۔ اس نے ایک قاصد کو خط دے کر سلطان محمود گجراتی کے پاس روانہ کیا۔ خط میں لکھا تھا کہ "خان زادہ عالم خاں میرے پاس مقیم ہے اس لئے آپ کی ذات سے توقع ہے کہ امیراور برہان پور کا ایک حصہ اسے بھی عنایت کیا جائے گا۔"

محمود گجراتی کا جواب

سلطان محمود' احمد نظام کے گزشتہ مخاصمانہ برتاؤ سے بے حد آزردہ تھا۔ اس کے علاوہ عادل خاں نے کئی بار اس کی شکایت بھی کی تھی۔ اس وجہ سے محمود قاصد سے بڑی بری طرح پیش آیا اور اسے کہا۔ "بھمنیہ فرماں رواؤں کے ایک غلام زادے کی اتنی جرات کیسے ہوگئی کہ وہ بادشاہوں سے اس قسم کی خط وکتابت کرے' اسے اپنی چادر کے مطابق پاؤں پھیلانے چاہئیں۔ اپنی حیثیت کے مطابق بات کرنی چاہئے' اگر اس نے اپنے گزشتہ گناہوں سے توبہ نہ کی' اپنی بداعمالیوں پر نادم نہ ہوا تو عنقریب اس کو سخت سزا دی جائے گی۔"

نصیرالملک کی وفات

یہ جواب پا کر احمد نظام شاہ خاموش ہوگیا۔ اس نے کسی قسم کی مزید سلسلہ جنبانی کی کوشش نہ کی۔ اور خان زادہ عالم خاں کو اپنے ساتھ لے کر جلد ازجلد احمد نگر واپس آگیا۔ احمد نگر نظام کے تمام کام اس کی خواہش کے مطابق ایک ایک کر کے پورے ہو چکے تھے لہٰذا اب فلک پیر نے اپنے کام شروع کئے۔ سب سے پہلے نصیرالملک نے جو احمد نظام کا رکن الدولہ تھا۔ داعی اجل کو لبیک کہا اور مکمل خاں حبشی کو اس کا جانشین مقرر کیا گیا۔

احمد نظام شاہ کی موت

نصیرالملک کی موت کے دو یا تین مہینوں کے بعد احمد نظام بیمار پڑ گیا اس کا مرض لاعلاج تھا۔ اس نے تمام امراء اور اراکین دولت کو اپنے گرد جمع کیا اور اپنے سات سالہ بیٹے برہان شاہ کو اپنا ولی عہد مقرر کر کے تمام امراء سے اطاعت ووفاداری کے وعدے لئے' آخرکار ۹۰۴ھ میں احمد نظام کی روح اس قفس عنصری سے پرواز کرگئی۔

احمد نظام شاہ کا کردار

اگرچہ احمد نظام کی عمدہ عادات وخصائل کا تذکرہ کرنے کے لئے ایک دفتر چاہئے۔ تاہم قارئین کرام کی معلومات کے لئے مورخین گذشتہ کی پیروی کرتے ہوئے مختصراً عرض کرتا ہوں کہ اس نیک طبیعت اور محتاط بادشاہ کی یہ عادت تھی کہ جب سوار ہو کر بازار سے گزرتا تھا تو کبھی اپنے دائیں بائیں نگاہ نہ ڈالتا تھا۔ ایک شوخ چشم امیر نے ایک بار بادشاہ سے اس کا سبب دریافت کیا تو اس نے جواب دیا "بازار سے گزرتے ہوئے ہر طرح کے زن ومرد نظر آتے ہیں اور وہ سواری کو دیکھنے کے لئے دونوں طرف کھڑے رہتے ہیں۔ میں ڈرتا ہوں کہ کہیں میری نظر کسی نامحرم عورت پر پڑ جائے اور میں مفت میں گناہ گار ہوں۔

طہارت نفس

احمد نظام نے اپنی حکومت کے ابتدائی دنوں میں جب کہ اس کی جوانی شباب پر تھی' کاویل کی فتح کے لئے سفر اختیار کیا۔ اس قلعے کا محاصرہ کر کے اسے فتح کر لیا۔ جو لوگ گرفتار ہوئے ان میں سے ایک انتہائی خوبصورت اور پری چہرہ لڑکی تھی۔ کہا جاتا ہے کہ حسن وجمال میں اس کا ثانی دور دور تک نہ تھا' نصیرالملک نے اس عورت کو دیکھا اور اس پر فریفتہ ہوگیا۔

نصیرالملک اس عورت سے خود محظوظ ہونا چاہتا تھا' لیکن ایسا نہ کر سکا۔ مجبوراً اس نے عورت کو بادشاہ کی خدمت میں پیش کرنے کا

marfat.com
Marfat.com

ارادہ کر لیا۔ موقع پا کر نصیرالملک نے احمد نظام سے کہا "قیدیوں میں ایک انتہائی خوبصورت عورت بھی ہے میں نے اسے سب لوگوں کی نگاہوں سے چھپائے رکھا ہے تاکہ آپ کی خدمت میں پیش کر سکوں۔ اگر آپ اجازت دیں تو آپ کے حرم میں بھجوا دوں۔" یہ بات سن کر احمد نظام شاہ بہت خوش ہوا اور نصیرالملک کی بے حد تعریف کی۔ رات کے وقت نصیرالملک نے عورت کو احمد کے حرم میں بھیج دیا۔ بادشاہ نے بغیر ہاتھ لگائے اس سے دریافت کیا کہ وہ کس قبیلے اور قوم سے تعلق رکھتی ہے۔ عورت نے جواب دیا "میری زندگی بادشاہ پر سے قربان ہو میں فلاں قبیلے سے تعلق رکھتی ہوں۔ میرے والدین اور میرا شوہر حضور کے قیدیوں میں ہیں۔" احمد نظام شاہ نے جونہی عورت کی زبان سے "شوہر" کا لفظ سنا۔ فوراً الگ ہٹ کر بیٹھ گیا اور کہا "تم فکر نہ کرو میں تمہارے والدین اور شوہر کو آزاد کر دوں گا اور تمہیں ان کے حوالے کر دوں گا۔ عورت نے احسان مند نگاہوں سے بادشاہ کی طرف دیکھا اور زیادتی اقبال کی دعا کی۔

صبح ہوئی تو نصیرالملک بادشاہ کی خدمت میں حاضر ہوا تاکہ مبارک باد دے۔ بادشاہ نے اسے دیکھتے ہی مسکرا کر کہا۔ "عورت اسی عالم میں ہے جس طرح کہ میرے پاس آئی تھی میں نے اس ہاتھ تک نہ لگایا۔ اس کے بعد احمد نظام نے اسی وقت عورت کے والدین اور شوہر کو طلب کیا۔ عورت کو ان لوگوں کے حوالے کیا گیا اور انہیں انعام واکرام سے نوازا گیا۔

سپاہیوں کی ہمت افزائی

احمد نظام شاہ کی عمدہ عادات میں یہ عادت بھی شامل تھی کہ جب کبھی میدان جنگ میں کوئی سپاہی جرات اور بہادری کا شاندار مظاہرہ کرتا تو احمد اس کی بے حد ہمت افزائی کرتا۔ جنگ کے بعد سب سے پہلے اس کو خلعت فاخرہ سے نوازا جاتا' دوسروں کی باری بعد میں آتی۔

ایک بار ایک گستاخ مقرب شاہی نے بادشاہ سے پوچھا کہ فلاں سپاہی کو شاہانہ نوازشوں سے کیوں سرفراز کیا گیا' حالانکہ اس نے میدان جنگ میں جرات وبہادری کا کوئی مظاہرہ نہیں کیا بلکہ اس کے برعکس وہ لڑائی سے منہ موڑ کر بھاگ نکلا تھا۔ بادشاہ نے جواب دیا۔ "اس وقت اصل حقیقت بیان کرنے کا موقع نہیں جب وقت آئے گا تمہیں بتا دیا جائے گا۔"

اتفاق کی بات کہ انہیں دنوں احمد نظام شاہ نے سلطان محمود بہمنی کی مدد کی غرض سے یوسف عادل کا تعاقب کیا۔ پٹن کے قریب یوسف عادل کا لشکر احمد نظام کے مقدمہ لشکر سے بہت ڈرا اور اسے شکست ہوئی بہمنی فوج کے پیچھے بظاہر شاہی لشکر تھا جس نے عادل شاہی فوج کا مقابلہ کیا دشمن کی فوج پر سب سے پہلے جس سپاہی نے حملہ کیا وہ وہی تھا جس کا ذکر اوپر کیا گیا ہے۔ احمد نے اس مقرب سے جس نے اس سپاہی کے بارے میں سوال کیا تھا' کہا۔ "بادشاہ میر شکار ہے اور سپاہیوں کا شکار کے لئے دشمن پر چھوڑا جاتا ہے۔

شمشیرزنی کا رواج

ملک دکن میں یک یک (شمشیرزنی) کا رواج بھی احمد نظام شاہ کی وجہ سے ہوا۔ احمد کو شمشیرزنی سے بے پناہ لگاؤ تھا اور وہ اس میں اپنی مثال آپ تھا اس کی دیکھا دیکھی رعایا بھی اس فن سے خاطر خواہ دلچسپی لینے لگی۔ شہر کے تمام چھوٹے بڑے اپنا زیادہ وقت اسی شغل کی نذر کرتے تھے۔ احمد نگر میں مدرسے خالی ہو گئے' شمشیربازی کے اکھاڑے جگہ جگہ کھل گئے۔ اس فن کی بے انتہا قدر کی جانے لگی' ہر مجلس میں اسی فن سے متعلق گفتگو ہوتی تھی۔

لوگوں کو شمشیربازی کا کچھ ایسا شوق ہوا کہ ہر شخص اپنے آپ کو اس میدان کا مرد تصور کرنے لگا' دوسرے کو کوئی خاطر ہی میں نہ لاتا تھا۔ اکثر ایسا ہوتا کہ شمشیربازی کرنے والوں میں آپس میں جھگڑا ہو جاتا تھا۔ اس قسم کے جھگڑوں کا فیصلہ عام طور پر احمد نظام شاہ ہی کیا کرتا تھا وہ فریقین کو بلا کر شمشیربازی کا معائنہ کرتا' جو شخص حریف پر ضرب لگانے میں پہل کرتا اسی کو بہتر جانا جاتا تھا۔

روزانہ شمشیربازوں کا ایک گروہ شاہی دیوان خانے میں حاضر ہوتا اور اپنے کمال کا مظاہرہ کرتا۔ احمد نظام بڑی دلچسپی سے لوگوں کے کمال کی داد دیتا تھا چونکہ اس کھیل میں جان کا خطرہ بھی رہتا ہے۔ اس لئے شاہی دیوان خانے میں ہر روز تین آدمی جان سے ہاتھ دھو بیٹھتے

marfat.com

Marfat.com

تھے- بادشاہ اس خطرناک اور خونی منظر کو گوارا نہ کر سکا للذا اس نے یہ حکم دیا کہ آئندہ سے یہ کھیل کالے چبوترے والے میدان میں جو قلعہ کے عین سامنے ہے ہوا کرے' فریقین کو ان کے حال پر چھوڑ دیا جائے اور عہدہ دار درمیان میں کسی قسم کا دخل نہ دیا کریں' بادشاہ نے یہ بھی کہا- اس کھیل میں جو شخص مارا جائے اس کے قتل کا قصاص معاف ہے-

دکنی مسلمانوں کو شمشیربازی کا کچھ ایسا چسکا پڑا کہ سارے دکن میں اس کھیل کا رواج ہوگیا- کیا بادشاہ اور کیا علماء' طلباء مشائخ اور امیرزادے الغرض سبھی اس فن کے والہ وشیدا ہوگئے- اس فن کو قابلیت اور اہلیت کا معیار سمجھا جانے لگا' اگر کوئی شمشیرزنی کے فن کے ماہر نہیں ہوتا تو اسے بہادروں میں شمار نہیں کیا جاتا ہے-

ایک چشم دید واقعہ

راقم الحروف مورخ فرشتہ ۱۰۱۰ھ میں بیجاپور میں تھا- اس نے وہاں یہی واقعہ اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے کہ دو بھائی تھے سید مرتضیٰ اور سید حسن- یہ دونوں بوڑھے تھے اور یوسف عادل کے درباریوں میں سے تھے- ہر شخص ان دونوں بزرگوں کی وجہ سے ان کی عزت کرتا تھا اور انہیں معقول آدمی سمجھتا تھا- ان دونوں بزرگوں کی تین اشخاص سے کسی بات پر بازار میں تکرار بھی ہوئی- تینوں آپس میں حقیقی بھائی تھے اول الذکر بزرگوں کی طرح معمر تھا- سید مرتضیٰ کا بیس سالہ بیٹا اپنے باپ کی طرف داری کرنے آیا اور قتل ہوگیا- سید مرتضیٰ نے جو بیٹے کو دم توڑتے دیکھا تو وہ بھی دشمن پر ٹوٹ پڑا- اس نے بہت شاندار طریقے سے شمشیرزنی کا مظاہرہ کیا اور آخر دشمن کے ہاتھوں مارا گیا-

سید حسن نے بھائی اور بھتیجے کی موت کے بعد جان کی بازی لگا دی اور تھوڑی دیر میں خود بھی راہی ملک عدم ہوا- ان تینوں کی لاشیں ابھی میدان میں پڑی تھیں کہ دوسری طرف کے تینوں افراد بھی جو تلواروں سے بہت زخمی ہو گئے تھے چل بسے اور یوں تھوڑی سی دیر میں چھ خاندان تباہ وبرباد ہو کر رہ گئے-

اس میں کوئی شک نہیں کہ دکن میں مسلمان شمشیربازی میں اپنی مثال آپ رکھتے تھے- جب تک کوئی شخص اس فن سے پوری طرح واقف نہ ہو اس سے مقابلہ نہیں کر سکتا- یہی وجہ ہے کہ بہت سے لوگ زمین پر شمشیربازی کی مشق کرتے رہتے ہیں- یہ لوگ اس فن میں ایسے مستغرق ہو جاتے ہیں کہ سواری' چوگان بازی' نیزہ بازی اور تیراندازی وغیرہ سے بالکل نابلد رہتے ہیں- یہ طریقہ بہت خطرناک ہے کیونکہ اگر کسی دکنی کا غیردکنی سے مقابلہ ہو جائے تو اس میں غیردکنی ہی کو فتح ہوتی ہے لیکن جب کبھی خانہ جنگی یا بازار وغیرہ میں لڑائی کا موقع ملتا ہے تو یہ دکنی باشندے شیر کی طرح بپھر کر مخالف پر حملہ کرتے ہیں-

حکومت بہمنی کے بعد دکن میں جتنے بھی فرماں روا ہوئے ہیں ان میں سے کسی نے بھی اس خطرناک مشغلے کو ختم کرنے کی طرف توجہ نہیں دی- بلکہ سبھی نے اس فن کی ترویج وترقی میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا ہے- ایسے خطرناک مشغلے کو ترقی دینا کسی طرح بھی مناسب نہیں ہے- سلطان عادل' ابراہیم شاہ ثانی نے اس سلسلے میں واقعی بڑا کام کیا- اس نے شمشیربازوں کی کبھی ہمت افزائی نہیں کی اس کا یہ نتیجہ ہوا ہے کہ اب دکن میں شمشیربازی یا یک یکی کا فن کچھ زیادہ مروج نہیں ہے-

امید کی جاتی ہے کہ یہ تباہ کن مشغلہ اور خطرناک کھیل' عظیم المرتبت بادشاہوں اور عادل حاکموں کی مہربانی سے کسی ملک میں بھی باقی نہ رہے گا اور تمام علاقے اس خانہ جنگی سے پاک وصاف ہو جائیں گے- سلطان ابراہیم عادل شاہ ثانی کی تقلید میں تلنگانہ میں سلطان محمود قلی قطب شاہ نے بھی شمشیربازی کی ممانعت کر دی ہے- توقع ہے کہ اب یک یکی کا نام تک دکن میں باقی نہ رہے گا-

احمد نظام شاہ نے انیس سال تک حکمرانی کی-

marfat.com
Marfat.com

برہان نظام شاہ بن احمد نظام شاہ بحری

تخت نشینی

برہان نظام شاہ جب احمد نگر کے تخت حکومت پر جلو افروز ہوا تو اس کی عمر سات سال کی تھی' اس کی تخت نشینی کی تاریخ "فیض جاوید" ہے۔ برہان کے عہد حکومت میں کمل خاں دکنی' احمد نظام شاہ کے عہد کی طرح منصب پیش دانی اور میر جملگی پر فائز رہا۔ اس کے بیٹے میاں جمال الدین کو عزیزالملک کے خطاب سے نوازا گیا۔ اور سرنوبتی کے عہدے پر مقرر کیا گیا۔ نظام شاہی خاندان کے تمام ملکی ومالی معاملات پر ان دونوں باپ بیٹوں کا قبضہ ہو گیا۔

عزیزالملک کے بے اعتدالیاں

تین برس تک یہی عالم رہا یہاں تک کہ عزیزالملک سرنوبت بہت زیادہ مغرور ہو کر بڑی بے اعتدالیوں سے کام لینے لگا۔ اس کی یہ حرکتیں دیکھ کر دوسرے نامی گرامی امراء رومی خاں' کرم خاں اور امیر خاں رشک و حسد سے جلنے لگے۔ ان امیروں نے کمل خاں دکنی اور عزیزالملک کو تباہ و برباد کرنے کی ہر ممکن کوشش کی لیکن انہیں کامیابی نہ ہوئی۔

امراء کی تدبیر

ان امراء نے مایوس ہو کر آخرکار یہ چال چلی کہ حُرم سرا کی ایک عورت بی بی عائشہ نامی سے مراسم پیدا کئے۔ یہ عورت برہان نظام شاہ کی دایہ اور بہت ہی صاحب اختیار تھی۔ عائشہ سے مراسم پیدا کر کے متذکرہ امیروں نے یہ طے کیا کہ عائشہ موقع پا کر برہان نظام شاہ کے چھوٹے بھائی' راجہ جیو کو قلعہ سے باہر نکال کر ان کے حوالے کر دے۔ اس سے ان امراء کا مقصد یہ تھا کہ راجہ جیو کو احمد نگر کے تخت پر بٹھا دیا جائے۔ اور برہان نظام شاہ کو معزول کر دیا جائے اور اس طرح کمل خاں اور عزیزالملک کا اقتدار خود بخود ختم ہو جائے گا۔

شہزادہ جیو کی گم شدگی

بی بی عائشہ نے وعدے کے مطابق اپنا کام شروع کر دیا اور موقع کا انتظار کرنے لگی۔ ایک روز اس نے راجہ جیو کو جس کی عمر صرف چار سال کی تھی لڑکیوں کا لباس پہنایا اور اسے پالکی میں بیٹھا کر شہر کی طرف لے گئی۔ اتفاق کی بات کہ اسی وقت برہان نظام شاہ کی ماں نے اپنے چھوٹے بیٹے راجہ جیو کو یاد کیا۔ شاہی حرم سرا میں شہزادے کو ڈھونڈا گیا' لیکن وہ کہیں نہ ملا۔ چاروں طرف ایک ہنگامہ سا مچ گیا۔ محل کے تمام اندرونی اور بیرونی ملازم ایک جگہ جمع ہو گئے۔ ان میں سے ایک نے کہا "ہو سکتا ہے کہ شہزادہ محل کے کسی حوض میں گر پڑا ہو۔"

قلعے میں واپسی

ملازموں کی ایک جماعت حوضوں میں اتری راجہ جیو کو بہت تلاش کیا گیا' لیکن کچھ پتہ نہ چلا۔ کچھ لوگوں نے بی بی عائشہ کا تعاقب کیا۔ ابھی وہ رومی خاں کے گھر میں پہنچی بھی نہ تھی کہ اسے گرفتار کر لیا گیا۔ شہزادے کو قلعے میں لایا گیا' بی بی عائشہ کبھی کبھی شہزادہ جیو کو اپنے گھر لے جاتی تھی' کیونکہ وہ اپنے آپ کو اس کی دادی کہا کرتی تھی۔ اس روز بھی اس نے یہی بہانہ کیا کہ میں راجہ جیو کو اپنے گھر لے جا رہی تھی' لیکن کچھ دنوں بعد اصل راز فاش ہو گیا اور ہر شخص یہ جان گیا کہ یہ سب کچھ امراء کے اشارے پر ہوا ہے۔

برہان نظام شاہ کی تعلیم و تربیت

اس واقعہ کے بعد کمل خاں نے برہان نظام شاہ اور راجہ جیو کی طرف بہت توجہ کی اور ان کی نگرانی بڑی کڑی نظر سے کرنے لگا۔ ہر

marfat.com

Marfat.com

وقت چوکس رہتا' ایک لمحہ کے لئے بھی غافل نہ ہوتا- برہان نظام شاہ کی تعلیم کا ایسا عمدہ انتظام کیا گیا کہ وہ صرف دس سال کی عمر ہی میں کافیہ پڑھنے اور بڑی عمدگی سے خط نسخ لکھنے کے قابل ہوگیا- مرتضیٰ نظام شاہ کے عہد حکومت میں ناچیز راقم الحروف فرشتہ نے شاہی کتب خانے میں ایک رسالہ دیکھا جو علم سلوک واخلاق سے متعلق تھا- اس رسالے کے خاتمے پر یہ عبارت درج تھی- "کاتبہ شیخ برہان بن ملک احمد نظام الملک الملقب بہ حضرت البحری-"

مخالف امراء کا فرار

متذکرہ بالا تینوں امراء اور کمل خاں کے باہمی اختلاف پہلے سے کہیں زیادہ بڑھتے چلے گئے- موافقت کا کوئی ذریعہ نہ دیکھ کر یہ تینوں امراء احمد نگر سے فرار ہو کر شیخ علاؤ الدین عماد الملک کے پاس چلے گئے- ان کے ساتھ دوسرے پانچ نامی گرامی امیر بھی تھے- نیز آٹھ ہزار سواروں کا لشکر تھا ان لوگوں نے شیخ علاؤ الدین سے بالمشافہ گفتگو کی اور اسے یہ باور کروا دیا کہ احمد نگر کو فتح کرنا بہت ہی آسان ہے- عمادالملک پر ان لوگوں کا جادو چل گیا اور وہ پوری طرح ان کے دھوکے میں آگیا' اس نے لشکر جمع کیا اور کاویل ایلچی پور سے روانہ ہو کر نظام شاہی سرحد میں داخل ہوگیا اور اس نے بہت سے پرگنوں پر قبضہ کر لیا-

عمادالملک اور کمل خاں میں مقابلہ

کمل خاں کو جب یہ خبریں معلوم ہوئیں تو اس نے دشمن کو راہ راست پر لانے کا ارادہ کیا- اس نے اپنے لشکر کو جمع کیا اور برہان نظام اور حاکم پرندہ خواجہ جہان کے ہمراہ بڑی شان وشوکت سے عمادالملک کی سرزنش کے لئے روانہ ہوا- قصبہ رانوری کے قریب ۹۱۶ھ میں عمادالملک اور کمل خاں کے لشکر ایک دوسرے کے سامنے آئے' فریقین نے اپنی اپنی صفیں درست کیں- کمل خاں نے برہان نظام شاہ کو کمسنی کی وجہ سے قلب لشکر میں رکھا- ایک ترکی غلام آذر خاں کو بادشاہ کا ردیف مقرر کیا گیا-

عمادالملک کی شکست

جب جنگ شروع ہوئی تو کمل خاں نے بڑی جوانمردی اور بہادری سے اس میں حصہ لیا' طرفین کے سپاہیوں نے فتح کے لئے جی توڑ کر کوششیں کیں- بڑا گھمسان کا رن پڑا جس کے نتیجے میں نظام شاہی کامیاب وکامران ہوئے- عمادالملک اور اس کے ساتھی حواس باختہ ہو کر میدان جنگ سے بھاگ گئے اور ایلچی پور تک راستے میں کہیں نہ ٹھہرے- مفروروں کا بہت سامان' گھوڑے اور ہاتھی وغیرہ نظام شاہیوں کے قبضے میں آئے- برار کے بہت سے پرگنے اور دیہات اس شورش کی وجہ سے تباہ وبرباد ہوئے-

عمادالملک کا تعاقب

کمل خاں نے برہان نظام شاہ کو ساتھ لے کر مفروروں کا تعاقب کیا' ان کے پیچھے پیچھے وہ برار میں داخل ہوگیا- عمادالملک نے گھبرا کر برہان پور کا راستہ لیا- کمل خاں نے وہاں بھی اس کا پیچھا نہ چھوڑا آخر کار برہان پور کے علماء اور مشائخ نے بیچ بچاؤ کر کے فریقین میں اس شرط پر صلح کرادی کہ ہر فریق اپنے اپنے ملک کو واپس چلا جائے-

قصبہ پاتری کا قضیہ

مورخین کا بیان ہے کہ نظام شاہیوں کے اسلاف میں ککرنی نام کا ایک شخص تھا جو پرگنہ پاتری کا رہنے والا تھا- وہ کسی سبب سے غریب الوطن ہو کر بیجاپور نگر چلا گیا تھا- جب نظام شاہی خاندان کے ہاتھ میں حکومت آئی اور ان کی ایک علیحدہ سلطنت قائم ہوئی تو وہ تمام برہمن جو بادشاہ سے قرابت رکھتے تھے بیجانگر سے احمد نگر میں آگئے- ان برہمنوں کو اپنے وطن (قصبہ پاتری) سے بے انتہا محبت تھی- اس لئے کمل خاں نے عمادالملک کو خط لکھا جس کا مضمون یہ تھا:

"ہمیں قصبہ پاتری سے جو تمہارے ملک میں داخل ہے اور سرحد پر واقع ہے' بہت پرانا تعلق ہے- ہماری تمہاری دوستی کا یہ

marfat.com

Marfat.com

تقاضا ہے کہ تم اس قصبے کو ہمارے حوالے کر دو' اس کے عوض تم ہمارے ملک کا جو قصبہ چاہو' ہم سے لے لو۔" عمادالملک نے یہ بات ماننے سے انکار کر دیا۔ جب اسے اس امر کا یقین ہو گیا کہ اسے قصبے کے لئے ایک دن بڑی زبردست جنگ ہو گی تو اس نے اس مقام پر ایک زبردست قلعہ تعمیر کروانا شروع کر دیا۔

عمادالملک کی ہٹ دھرمی

اس صورت حال کے پیش نظر کمل خاں نے عمادالملک کو لکھا۔ "سرحدی مقام پر تمہیں قلعہ تعمیر نہیں کرنا چاہئے کیونکہ اس طرح تمہارے سپاہی ہمیشہ ہم سے جنگ کرتے رہیں گے۔ اور اس طرح ہم کو تکلیف پہنچتی رہے گی' یہی بہتر ہے کہ تم قلعہ کی تعمیر کا کام فوراً رکوا دو۔" عمادالملک نے اس سلسلے میں بھی کوئی توجہ نہ کی اور قلعہ مکمل کروا کے ہی اپنے ملک کو واپس گیا۔

پاتری کی فتح

کمل خاں نے اس بہانے سے کہ وہ بالا گھاٹ' دولت آباد اور ایلورہ کی سیر کرنا چاہتا ہے فوج جمع کرنی شروع کر دی اور ۹۲۵ھ میں برہان نظام شاہ کے ساتھ دولت آباد کی طرف روانہ ہوا۔ سفر کی چند منزلیں طے کرنے کے بعد کمل خاں نے پاتری پر حملہ کر دیا۔ قلعے کا محاصرہ کر لیا اور لڑائی شروع کر دی۔ کمل خاں کے بہادر سپاہیوں نے کمندوں اور زینوں کے ذریعے قلعے کے میناروں پر چڑھ کر حصار کو تسخیر کر لیا۔ یوں پاتری نظام شاہیوں کے قبضے میں آگیا۔ میاں محمد غوری نے اس معرکے میں بڑی ہمت اور جواں مردی کا مظاہرہ کیا۔ اسے کامل خاں کے خطاب سے نوازا گیا اور قلعے کا حاکم مقرر کیا گیا۔

جوانی کی دیوانگی

برہان نظام شاہ کامیاب و کامران احمد نگر واپس آگیا' جوانی کا زمانہ تھا جوانی دیوانی ہوتی ہے۔ لہٰذا برہان بھی اس دیوانگی کے ہاتھوں مجبور ہو کر ایک بازاری عورت پر عاشق ہو گیا۔ اس سے نکاح کر کے اسے داخل حرم کیا۔ حرم کی دوسری تمام خواتین پر اس عورت کو فوقیت دی گئی۔ اس عورت نے برہان نظام شاہ کو بادہ نوشی کے راستے پر لگا دیا۔

کمل خاں کی سبکدوشی

کمل خاں بہت دانش مند اور عاقبت اندیش انسان تھا اس نے موقع و محل کی مناسبت سے ایک روز برہان نظام شاہ سے عرض کی۔ "لیجئے حضور وکالت و وزارت کی انگوٹھی حاضر ہے جب تک آپ کم عمر تھے میں نے اپنی ضعیف العمری کے باوجود آپ کی بڑی بھی خدمت کی۔ اب جب کہ خداوند تعالیٰ کے فضل و کرم سے حضور خود مہمات سلطنت کو انجام دینے کے قابل ہو گئے ہیں۔ مجھے معاف فرمائیں۔ "کمل خاں کو اپنی سبکدوشی پر بہت اصرار تھا لہٰذا برہان نظام نے مجبوراً اس کی درخواست منظور کر لی۔ کمل خاں کے بیٹے کو سلطنت کے نامی گرامی امراء کے زمرے میں شامل کیا گیا اور پیشوائی کا منصب ٹپکاپور کے ایک باشندے شیخ جعفر دکنی کو سونپا گیا۔

کمل خاں کا انتقال

کمل خاں نے تمام سیاسی و ملکی معاملات سے علیحدگی اختیار کر لی اور اپنے مکان میں خلوت نشین ہو گیا۔ کبھی کبھی وہ عیدوں اور دوسرے مبارک موقعوں پر اپنے بیٹوں اور رشتہ داروں کی فرمائش پر شاہی بارگاہ میں حاضری دیتا رہتا تھا' وہ شاہی دربار میں صرف چند لمحے ٹھہرتا۔ بادشاہ کو سلام کر کے فوراً اپنے مکان پر واپس آ جاتا آخر کار اسی حالت میں داعی اجل کو لبیک کہا۔

شاہ طاہر کی آمد

۹۲۸ھ شاہ طاہر احمد نگر میں تشریف لائے انہیں مصاحبین شاہی میں داخل کر لیا گیا۔ ان دنوں سارے شہر میں مہدوی مذہب کا دور دورہ تھا۔ یہاں تک کہ بادشاہ نے بھی اس مذہب سے متاثر ہو کر اپنی ایک لڑکی کو مہدوی شیخ سے بیاہ دیا۔ شاہ طاہر جب احمد نگر تشریف لائے تو

marfat.com
Marfat.com

ان کی کوششوں سے مہدوی مذہب کا نام ونشان مٹ گیا۔ تمام مہدویوں کو شاہی دربار میں آنے کی ممانعت کر دی گئی۔ برہان نظام شاہ نے مہدوی مذہب سے جو قرابت پیدا کرلی اس پر وہ بہت نادم ہوا۔ اس نے احمد نگر کے علماء سے سخت بازپرس کی اور ان سے کہا کہ جس طرح شاہ طاہر نے مہدوی مذہب کی کم مائیگی اور بطلان کو میرے ذہن نشین کر دیا ہے تم نے ایسا کیوں نہیں کیا۔

برہان نظام شاہ اور بی بی مریم کی شادی

شاہ طاہر کی کوشش سے ۹۳۰ھ میں برہان نظام شاہ اور اسمٰعیل عادل شاہ نے قلعہ شولاپور کے نواح میں ملاقات کی۔ دونوں طرف کے امراء کی کوششوں سے یوسف عادل شاہ کی لڑکی بی بی مریم سلطان کی شادی برہان نظام شاہ سے کر دی گئی اس سلسلے میں ایک بہت بڑا جشن مسرت منعقد کیا گیا۔ اسد خاں بلگوانی وغیرہ نے یہ وعدہ کیا کہ قلعہ شولاپور بی بی مریم کے جہیز میں دے دیا جائے گا۔ شادی کے بعد برہان نظام شاہ نے اس قلعے کو طلب کیا تو اسمٰعیل عادل شاہ نے یہ جواب دیا کہ "میں نے کوئی ایسا وعدہ نہیں کیا تھا۔ اگر میرے ملازموں نے ایسی کوئی بات کی تھی تو انہیں کوئی حق نہیں پہنچتا تھا۔ مجھ پر یہ لازم نہیں ہے کہ ان کے کیے ہوئے وعدے کا پابند رہوں۔"

قلعہ شولاپور کی فتح کی تیاریاں

برہان نظام شاہ نے شاہ طاہر سے مشورہ کیا۔ شاہ طاہر نے اس سلسلے میں خاموش رہنے کا مشورہ دیا اس کے بعد برہان نظام شاہ احمد نگر واپس آگیا۔ برہان کی پہلی بیوی یعنی مرتضٰی نظام کی والدہ نے بی بی مریم کے ساتھ برا برتاؤ کیا اس کی اطلاع اسمٰعیل عادل کو بھی ملی۔ اس نے احمد نگر کے قاصدوں سے جو بیجاپور میں مقیم تھے کہا کہ بادشاہوں کی اولاد سے ایسا سلوک کرنا کسی طرح مناسب نہیں ہے۔ برہان نظام شاہ تک جب یہ بات پہنچی تو اس نے قلعہ شولاپور کو فتح کرنے کی تیاریاں شروع کر دیں۔

معرکہ آرائی

برہان نے شاہ طاہر کو امیر برید کے پاس اور ملاحیدر استر آبادی کو عمادالملک کے پاس روانہ کیا اور ان دونوں حکمرانوں سے مدد کا طالب ہوا۔ انہوں نے برہان کا ساتھ دیا۔ ۹۳۱ھ میں برہان نظام تیس ہزار سواروں اور ایک بہت بڑے توپ خانے کے ساتھ قلعہ شولاپور کو فتح کرنے کے لئے روانہ ہوا۔ اسمٰعیل عادل نے نو ہزار تجربہ کار تیراندازوں کو ساتھ لے کر اس کا مقابلہ کیا' دونوں فوجوں میں زبردست لڑائی ہوئی۔

نظام شاہیوں کی ناکامی

سب سے پہلے تو اسد خان بلگوانی کے حملے کی تاب نہ لا کر عمادالملک کاویل کی طرف بھاگ گیا۔ عین اس وقت جب کہ جنگ ہو رہی تھی پانی کی کمی اور سورج کی گرمی کی وجہ سے برہان نظام شاہ بے ہوش ہوگیا۔ خورشید نامی ایک ترکی غلام نے جو بادشاہ کا آبدار تھا' فوراً آگے بڑھ کر بادشاہ کو پانی پلایا تو اسے ہوش آیا۔ شاہ طاہر کے مشورے سے ترکی اور حبشی غلاموں نے بادشاہ کے جسم سے ہتھیار اتار لئے اور اسے اپنے ساتھ لے کر احمد نگر کی طرف روانہ ہوگئے۔

پاتری کا قضیہ

۹۳۲ھ میں اسمٰعیل عادل شاہ کے اکسانے پر عماد شاہ نے سلطان قلب قلی کی اعانت سے قصبہ پاتری کو اپنے قبضے میں کرلیا۔ برہان نظام شاہ' امیر برید اور خواجہ جہاں دکنی کے ساتھ' ایک زبردست لشکر لے کر پاتری کی طرف روانہ ہوا۔ دو ماہ کی مسلسل کوششوں کے بعد برہان نظام نے دوبارہ پاتری پر قبضہ کر لیا۔

marfat.com
Marfat.com

پاتری کے برہمن

راقم الحروف مورخ فرشتہ نے نظام شاہی خاندان کے معتبر برہمنوں سے سنا ہے کہ نظام شاہ بحری کی حکومت سے پہلے اس خاندان کے بزرگ قصبہ پاتری میں رہتے تھے اور وہ برہمن تھے۔ کسی سبب یہ لوگ پاتری کی سکونت کو ترک کر کے بیجانگر چلے گئے اور وہیں رہنے لگے۔ جب ملک حسن منصب امارت پر سرفراز ہوئے اور ملک احمد نے سر پر چتر سایہ فگن کیا تو یہ برہمن رشتہ داری کے خیال سے احمد نگر چلے آئے۔ یہ لوگ بادشاہ سے اکثر کہا کرتے تھے کہ قلعہ پاتری کا فلاں فلاں گاؤں پرانے زمانے سے ہمارے بزرگوں کے قبضہ میں ہے۔

ملک احمد نے عمادالملک کو ایک بار اس مضمون کا خط روانہ کیا۔ "قصبہ پاتری سے چونکہ ہمارا تعلق بہت قدیم ہے۔ اس لئے ہماری تمہاری دوستی کا یہ تقاضا ہے کہ تم یہ قصبہ ہمارے حوالے کر دو اور اس کے بدلے میں جو قصبہ تم چاہو ہم سے لے لو۔" عمادالملک نے اس درخواست کو منظور نہ کیا ابھی یہ بات چیت جاری ہی تھی کہ احمد نظام شاہ نے اس قصبہ پر قبضہ کر لیا اور اپنے ہم نسل برہمنوں کو عطا کیا جو بڑے نامی گرامی رئیس تھے۔

قلعہ ماہور کی فتح

مغل اعظم جلال الدین اکبر کے عہد حکومت تک قصبہ پاتری مذکورہ بالا برہمنوں ہی کے قبضے میں رہا۔ برہان نظام شاہ اس مقام سے قلعہ ماہور کی طرف روانہ ہوا۔ اس قلعے کو بھی اس نے فتح کر لیا اور خداوند حبشی کے حوالے کیا۔ بعدازاں ایلچی پور پر قبضہ کرنے کے لئے سفر اختیار کیا۔ عمادالملک مقابلے کی تاب نہ لا کر پہلے کی طرح برہان پور کی طرف بھاگ گیا۔ سلطان محمد شاہ فاروقی نے عمادالملک کی مدد کی اور اس کے ساتھ برہان نظام شاہ اور امیر برید سے جنگ کرنے کے لئے روانہ ہوا۔

عمادالملک اور محمد شاہ فاروقی کی پسپائی

طرفین میں زبردست معرکہ آرائی ہوئی جس میں برہان نظام شاہ کا پلہ بھاری رہا۔ عمادالملک اور محمد شاہ فاروقی پریشان ہو کر برہان پور بھاگ گئے۔ برہان نظام شاہ نے دشمن کے بہت سے مال واسباب پر جس میں تین سو ہاتھی اور دیگر اشیاء شامل تھیں قبضہ کر لیا۔ نیز برار کے کئی علاقے اپنی حکومت میں شامل کر لئے۔

حاکم گجرات کا عزم دکن

یہ عالم دیکھ کر عمادالملک اور محمد شاہ فاروقی نے حاکم گجرات سلطان بہادر کی خدمت میں بہت سے گراں قدر تحفے تحائف ارسال کئے اور مدد کی درخواست کی۔ سلطان بہادر نے ان کی درخواست منظور کر لی اور اپنے لشکر اور خزانے کو ساتھ لے کر دربار اور سلطان پور کے راستے سے ۹۳۵ھ میں دکن کی طرف روانہ ہوا۔

برہان نظام شاہ کا خط بابر کے نام

برہان نظام شاہ کو جب یہ معلوم ہوا تو وہ بہت پریشان ہوا اس نے پہلے تو شاہ طاہر کے مشورے سے مغل بادشاہ ظہیرالدین بابر کے نام ایک خط لکھا۔ جس میں تخت نشینی کی مبارک باد دی گئی تھی اور اس کے ساتھ عقیدت ومحبت کا اظہار کیا گیا تھا' اس خط کا مضمون یہ تھا۔

"ہمیں حضور کے التفات خسروانہ سے پوری پوری توقع ہے کہ آپ جلد ازجلد دکن کی طرف تشریف لائیں گے اور اس علاقے کے دشمنوں اور فتنہ خیزوں کو پامال کر کے دکن کے عوام کو "جاء الحق وزھق الباطل" کی خوشی خبری سنائیں گے۔ ہم آپ کے لئے چشم براہ رہیں گے آیئے اور جلد آیئے۔"

marfat.com
Marfat.com

سلطان قلی قطب شاہ اور اسمٰعیل عادل شاہ سے مدد کی درخواست

بابر کے علاوہ برہان نظام شاہ اور سلطان قلی قطب شاہ کے نام بھی خطوط روانہ کئے۔ سلطان قلی قطب شاہ ان دنوں کچ کی مہم میں مصروف تھا اس لئے اس نے برہان نظام کی مدد کرنے سے انکار کر دیا۔ اسمٰعیل عادل شاہ نے البتہ برہان کی مدد کی اور اپنے لشکر سے چند ہزار سوار منتخب کئے اور ان کو امیر برید کے ساتھ مع خزانہ وسامان جنگ کے روانہ کر دیا۔

سلطان بہادر سے عمادالملک کی درخواست

سلطان بہادر قلعہ ماہور اور پاتری کو نظام شاہیوں کے قبضے سے نکالنے کے لئے برار میں داخل ہوا۔ حرص وہوس نے اس کو کوئی سبز باغ دکھایا اور کچھ عرصے کے لئے وہ اس جگہ مقیم ہوگیا۔ عمادالملک یہ صورت دیکھ کر اپنے انجام سے لرز لرز اٹھا اس نے سلطان بہادر سے عرض کیا "یہ میرا ملک ہے' آپ کو چاہئے کہ پیش قدمی کریں۔ برہان نظام شاہ کو تباہ وبرباد کر کے اگر آپ اس کے ملک کا کچھ حصہ مجھے بھی عنایت فرمائیں تو میں اپنے بیوی بچوں کو بھیج کر مذکورہ علاقہ سارے کا سارا آپ کی نذر کر دوں گا اور ملازموں کی طرح آپ کے ساتھ رہوں گا۔"

امیر برید کا ہنگامہ

سلطان بہادر نے اس درخواست کو منظور کر لیا اور نظام شاہی فوج کی طرف جو پہاڑی علاقے میں مقیم تھی پیش قدمی کی۔ امیر برید نے چھ ہزار عادل شاہی اور تین ہزار اپنے خاص سواروں کے ساتھ اس کا مقابلہ کیا اور کوچ کے وقت قصبہ پٹن اور بئیر کے درمیان اہل گجرات پر حملہ کیا۔ اس ہنگامے میں سلطان بہادر کے دو تین ہزار سوار مارے گئے اور امیر برید کے ہاتھ بہت سامان واسباب اور خزانے سے لدے ہوئے بہتر (۷۲) اونٹ آئے۔

سلطان بہادر کا غصہ

سلطان بہادر کو جب یہ قصہ معلوم ہوا تو اسے بہت غصہ آیا جس مقام پر اس نے یہ خبر سنی وہیں قیام کیا اور اپنے وزیر خداوند خاں کو بیس ہزار سواروں کے ساتھ دشمن سے بدلہ لینے کے لئے مقرر کیا۔ امیر برید نے برہان نظام شاہ کی مدد کے بغیر ہی اس لشکر سے معرکہ آرائی کرنے کا ارادہ کیا۔ اس سے پہلے کہ دونوں لشکر ایک دوسرے کے مقابلے پر آتے اور دکنی اور گجراتی ایک دوسرے کے خون کی ندیاں بہاتے۔ امیر برید اور عادل شاہی امراء نے فتح کی توقع میں اپنی فوج کو مرتب کرنا شروع کر دیا۔

گجراتیوں اور دکنیوں میں معرکہ

امیر برید میدان جنگ سے بھاگ گیا۔ گجراتیوں کو من مانی کرنے کا موقع ہاتھ آیا انہوں نے وہ ظلم توڑے کہ الامان والحفیظ' امیر برید دراصل کمین گاہ میں تھا' موقع پا کر وہ باہر نکلا اور دشمن پر حملہ آور ہوا اور تھوڑی سی دیر میں گجراتیوں کے لشکر کو تہس نہس کر دیا۔ سلطان بہادر نے عمادالملک اور خداوند خاں کی نگرانی میں بیس ہزار سواروں کا ایک دوسرا لشکر روانہ کیا۔ برہان نظام شاہ امیر برید اور خواجہ جہاں میں اس لشکر سے مقابلہ کرنے کی تاب نہ تھی۔ لہٰذا یہ لوگ جلد از جلد پرندہ کی طرف روانہ ہوگئے۔

برہان نظام شاہ کی والدہ کا انتقال

گجراتیوں نے ان لوگوں کا تعاقب کیا۔ دکنی پرندہ ہی میں رہے یہاں برہان نظام شاہ کی والدہ نے داعیٔ اجل کو لبیک کہا اسے پرندہ ہی میں دفن کیا گیا۔ مرحومہ ایک استر آبادی امیر کی بیٹی تھیں۔

marfat.com

Marfat.com

سلطان بہادر احمد نگر میں

سلطان بہادر احمد نگر آیا وہ خود تو باغ نظام میں قیام پذیر ہوا اور اس کے امراء احمد نگر کے دیگر مکانات میں ٹھہرے۔ سلطان بہادر نے حکم دیا کہ باغ نظام میں عمارت کی تعمیر کے لئے جو پتھر اور چونہ جمع کیا گیا ہے اسے باہر لایا جائے اور اس سے ایک اونچا اور وسیع چبوترہ تعمیر کیا جائے تاکہ اس پر بیٹھ کر ہاتھیوں کی لڑائی کا تماشہ دیکھا جا سکے۔ تجربہ کار معماروں نے ایک دن اور ایک رات ہی میں یہ چبوترہ تیار کر دیا۔ یہ چبوترہ "کالا چبوترہ" کے نام سے مشہور ہے۔ بادشاہ چالیس روز تک متواتر اس چبوترے پر بیٹھا رہا وہ ہر خاص و عام کا سلام لیتا' ہاتھی' اونٹ اور ہرن میدان میں چھوڑے جاتے اور بادشاہ ان کی لڑائی کا تماشا دیکھتا۔

گجراتی لشکر میں زبردست قحط

سلطان بہادر کا ارادہ تھا کہ وہ احمد نگر میں ابھی کچھ دن اور قیام کرے' لیکن نظام شاہی امراء کی ہنگامہ آرائیوں نے اس کا یہ ارادہ پورا نہ ہونے دیا۔ یہ لوگ غلہ اور ضرورت کی دوسری چیزوں کو باسانی گجراتیوں تک نہ پہنچنے دیتے تھے۔ اس وجہ سے گجراتیوں کے لشکر میں سخت قحط پڑ گیا' بے شمار شاہی گھوڑے اور ہاتھی ہلاک ہو گئے۔ یہ صورت حال دیکھ کر خداوند خاں اور دوسرے گجراتی امیروں نے بادشاہ سے یہ عرض کی کہ اگر اس ملک کو فتح کرنے کا ارادہ ہے تو سب سے پہلے قلعہ دولت آباد کو تسخیر کرنا چاہئے جو کہ سرحد پر واقع ہے۔

سلطان بہادر کا بھیانک خواب

سلطان بہادر کو امیروں کی یہ تجویز پسند آئی' لیکن یہاں سے کوچ کرنے میں اس نے تاخیر کی۔ اسی دوران میں سلطان بہادر نے ایک بڑا بھیانک خواب دیکھا کہ عفریتوں کا ایک گروہ اس کی طرف چلا آ رہا ہے یہ عفریت انتہائی خوفناک اور بدصورت تھے۔ ان میں کسی کے ہاتھ میں آگ تھی اور کوئی اپنے ہاتھ میں پہاڑ لئے ہوئے تھا۔ سلطان بہادر اپنے پلنگ پر لیٹا ہوا تھا یہ عفریت چاہتے تھے کہ جو چیزیں ان کے ہاتھ میں ہیں وہ سلطان بہادر پر ڈال دی جائیں۔

روحوں کا اثر

سلطان بہادر ایک دم خواب سے بیدار ہوا جو لوگ اس کے قریب تھے ان سے خواب کی روداد بیان کی۔ ان لوگوں نے جواب دیا "نظام شاہ کے زمانے میں اس مقام پر ایک بہت بڑی لڑائی ہوئی تھی' ہندو مسلمانوں کی ایک بہت بڑی تعداد عالم مستی میں قتل کی گئی تھی' ان مقتولوں کی روحوں کو عالم بالا میں جگہ نہیں ملی۔ اس لئے وہ اسی جہان آب و خاک میں خاص طور پر اسی مقام پر رہنے لگی ہیں اور شیطانوں کے روپ میں سامنے آتی ہیں۔ ہمیں یقین ہے کہ یہ خواب جو ابھی آپ نے بیان کیا انہیں روحوں کے اثر سے آپ کو نظر آیا ہو گا۔"

سلطان بہادر کا دولت آباد پہنچنا

سلطان بہادر نے اسی رات اس مقام سے کوچ کر کے کالے چبوترے کے قریب قیام کیا اور دو تین روز کے بعد وہاں روانہ ہو گیا۔ جب عماد الملک براری اور گجرات کے امیر آ گئے تو سلطان بہادر نے ان لوگوں کو قلعے کے محاصرے پر مقرر کیا اور خود سلطان محمد فاروقی کے ساتھ بالا گھاٹ دولت آباد میں قیام پذیر ہوا۔

برہان نظام شاہ کے لیے اسمٰعیل عادل شاہ کی امداد

برہان نظام شاہ نے اسمٰعیل عادل کے پاس قاصد روانہ کئے اور اسے یہ پیغام دیا۔ "آپ نے جس برادرانہ محبت سے میری مدد کی ہے میں اس کا بہت ممنون ہوں' لیکن جب تک آپ بذات خود اس طرف توجہ نہ فرمائیں گے مجھے مصیبت سے چھٹکارا نہ ہو گا۔" عادل شا

marfat.com
Marfat.com

نے اس پیغام کا یہ جواب دیا۔ "بیجا نگر کے ہندو اس وقت موقع کی تلاش ہیں اگر میں بیجا نگر سے نکلوں گا تو یہ لوگ دریائے کرشنا کو عبور کر کے سارے شہر کو تباہ و برباد کر دیں گے۔ میں فی الحال حیدر الملک قزوینی کی نگرانی میں پانچ سو دو اسپہ سوار بھیج رہا ہوں۔ خداوند تعالٰی کے فضل و کرم سے توقع ہے کہ تم کامیاب و کامران ہو نگے۔"

شیخ جعفر کی معزولی اور کانونوسی کا تقرر

عادل شاہ کے نہ آنے سے برہان نظام شاہ کو بہت مایوسی ہوئی اور وہ اپنے انجام کا خیال کر کے بے انتہا پریشان ہوا تمام رعایا اور سپاہی شیخ جعفر کی پیشوائی سے ناخوش تھے۔ برہان نظام نے جعفر کو معزول کر کے اس کی جگہ اسی کے ملازم کانونوسی کو جو برہمن قوم سے تعلق رکھتا تھا پیشوا مقرر کیا۔ کانونوسی بہت ہی عقل مند اور معاملہ فہم انسان تھا' امانت و دیانت میں بھی اس کا پایہ بہت بلند تھا۔

برہان نظام شاہ دولت آباد میں

کانونوسی کی رائے کے مطابق برہان نظام احمد نگر کی طرف روانہ ہوگیا وہاں پہنچ کر اس نے حسب استطاعت لشکر جمع کیا اور دولت آباد کی راہ لی۔ سلطان بہادر لشکر کے قریب پہنچ کر چار کوس کے فاصلے پر قیام کیا۔ اس جگہ وہ بڑی احتیاط سے اور چوکسی کے ساتھ پورے تین مہینے تک مقیم رہا۔ دکنی لشکر نے گجراتیوں سے چھیڑ چھاڑ شروع کی اور انہیں خوب ستایا اس سے اہل گجرات بڑے پریشان ہوئے اور جنگ کے لئے آمادہ ہوگئے۔ سلطان بہادر کو اس امر کی اطلاع ہوگئی۔

گجراتیوں سے لڑائی

امیر برید نے جو بہادری میں اپنی مثال آپ تھا نظام کی اجازت کے بغیر ہی صف آرائی شروع کر دی' دکنی لشکر میں یہ خبر مشہور ہوگئی۔ برہان نظام شاہ امیر برید کی جرات و بے باکی سے اچھی طرح واقف تھا اسی وقت میدان جنگ میں آیا اور لڑائی شروع ہوگئی۔ طرفین نے پوری پوری داد شجاعت دی۔ آخر کار امیر برید اور عادل شاہی لشکر کا پلہ بھاری رہا گجراتیوں کو شکست فاش ہوئی۔

برہان نظام شاہ اور امیر برید کا فرار

سلطان بہادر کو جب اس کی اطلاع ملی تو اس نے خداوند خاں' عضد الملک اور صفدر خاں وغیرہ امیروں کو دشمنوں کی سرزنش کے لئے روانہ کیا۔ یہ گجراتی امراء اپنے لشکر کے ساتھ میدان جنگ میں آئے' پہلے ہی حملے میں عالم خاں میواتی' جو احمد نگر کا نامی گرامی عسکری سردار تھا' مارا گیا۔ امیر برید اور برہان نظام نے اب میدان میں ٹھہرنا مناسب نہ سمجھا اور وہاں سے بھاگ کر کوہستان میں آگئے۔

میراں محمد شاہ اور عماد الملک سے دوستانہ مراسم

برہان نظام شاہ اور امیر برید اپنے آپ کو سلطان بہادر کا مدمقابل نہ سمجھتے تھے۔ ان دونوں نے کانونوسی کے مشورے پر عمل کرتے ہوئے عماد الملک اور میراں محمد شاہ کے پاس اپنے قاصد روانہ کئے اور ان سے دوستانہ مراسم پیدا کرنے کی کوشش کی۔ ان سے یہ وعدہ بھی لیا گیا جو ہاتھی اور قلعے ان سے لئے گئے تھے واپس کر دیئے جائیں گے۔

سلطان بہادر کی شکایت

میراں محمد شاہ اور عماد الملک' خداوند خاں گجراتی (جو بہت ہی خلیق اور ملنسار وزیر تھا) کے پاس گئے اور اس سے کہا۔ "ہم نے ہر موقع پر سلطان بہادر کا ساتھ دیا' اس سے مل کر پاتری اور ماہور کے قلعے نظام شاہی قبضہ سے نکالے برار اور احمد نگر میں اس کے نام کا خطبہ جاری کیا ہر سال اسے قیمتی اور کم یاب تحفے بھیجے' لیکن ان تمام باتوں کے باوجود اب ایسا محسوس ہوتا ہے سلطان بہادر ہم سے ہمارا ملک چھیننا چاہتا ہے۔"

marfat.com

Marfat.com

خداوند خاں کا جواب

خداوند خاں نے جواب دیا۔ "اس زوال کا باعث تم خود ہو جس وقت دکن کے تمام فرماں روا آپس میں اتحاد سے رہیں گے اور تمام اختلافات کو دور کر دیں گے تو معاملہ خود بخود طے ہو جائے گا۔ عمادالملک اور میراں محمد شاہ نے خداوند خاں کا مطلب سمجھ لیا اور اس کے پاس سے چلے آئے۔

گجراتیوں کی رائے

سب سے پہلے عمادالملک نے بہت سا غلہ اور سامان ضرورت دولت آباد میں منجھن خاں کے پاس بھیجا اور خود اسی رات ایلچ پور روانہ ہوگیا۔ سلطان بہادر نے محمد خاں فاروقی اور اپنے امراء سے واپسی کے متعلق مشورہ کیا ان لوگوں نے کہا۔ "ان دنوں دریائے تاپتی کے علاوہ دوسرے دریاؤں میں بھی پانی بہت چڑھا ہوا ہے۔ گجرات اور خاندیش سے غلے اور سامان ضرورت کا منگوانا بہت مشکل ہے۔ اس بات کا بھی خدشہ ہے کہ دکن کے فرماں روا آپس میں اتحاد کر لیں اور اس طرح معاملہ خواہ مخواہ طول کھینچے، بہتر یہی ہے کہ ان علاقوں کو عمادالملک اور نظام شاہ کے حوالے کر کے انہیں اپنا مطیع و فرماں بردار بنایا جائے۔

سلطان بہادر کی واپسی

برہان نظام شاہ اور عمادالملک نے میراں محمد شاہ کی رائے کے مطابق سلطان بہادر کے نام خطبہ پڑھوایا اور اپنے آدمیوں کو تحفوں اور نذرانوں کے ساتھ اس کی خدمت میں روانہ کیا۔ سلطان بہادر نے دکنیوں کی مخالفت کا خیال ترک کر دیا اور گجرات واپس چلا گیا۔

برہان نظام شاہ احمد نگر میں آگیا۔ میراں محمد شاہ نے اسے یہ پیغام دیا کہ "اپنا وعدہ پورا کرو اور پاتری اور ماہور کے قلعے مع ہاتھیوں کے عمادالملک کے حوالے کردو۔" اس کے جواب میں برہان نے تین ہاتھی جو رانوری کے معرکے میں اس کے ہاتھ لگے تھے میراں محمد شاہ کو بھجوادیئے اور عمادالملک کی طرف کوئی توجہ نہ کی اور محمد شاہ کے سوال کا جواب نہ دیا۔

میراں محمد شاہ تو اپنا مقصد پورا کرنا چاہتا تھا جب وہ پورا ہوگیا تو اس نے برہان نظام شاہ سے عمادالملک کے بارے میں کوئی گفتگو نہ کی اور برہان سے پہلے سے بھی زیادہ دوستی کا برتاؤ کرنے لگا۔

سلطان بہادر کی خفگی

دوسرے سال برہان نظام شاہ نے شاہ طاہر کو اپنا قاصد بنا کر اعلیٰ تحفوں اور چند مشہور ہاتھیوں کے ساتھ سلطان بہادر کی خدمت میں گجرات روانہ کیا۔ سلطان بہادر نے شاہ طاہر سے ملاقات کرنے میں قدرے تاخیر کی اور میراں محمد شاہ کو لکھا مجھے معلوم ہوا ہے کہ برہان نظام نے میرے نام کا خطبہ صرف ایک بار پڑھا ہے میراں محمد شاہ نے جواب دیا "برہان آپ کا مطیع و فرمان بردار ہے اگر اس سے کوئی امر آپ کی مرضی کے خلاف سرزد ہوا تو آپ معاف فرمایں اور اس کی درخواست کے مطابق اس کے قاصد شاہ طاہر کو شرف باریابی بخشیں۔"

سلطان بہادر اور شاہ طاہر کی ملاقات

سلطان بہادر نے شاہ طاہر سے ملاقات کی، لیکن ان کے شایان شان تعظیم و تکریم نہ کی۔ خداوند خاں شاہ طاہر کے علم و فضل اور مرتبہ بزرگی سے واقف تھا اس نے سلطان بہادر کو حقیقت حال سے آگاہ کیا۔ سلطان بہادر نے اس کے بعد شاہ طاہر سے بڑا اچھا برتاؤ کیا، ایک بہت بڑی مجلس منعقد کی گئی اور اس میں شاہ صاحب کو مدعو کیا گیا۔

marfat.com

Marfat.com

شاہ صاحب کی تعظیم و تکریم

شاہ صاحب شاہی مجلس میں تشریف لائے۔ سلطان بہادر نے انہیں تمام علماء وفضلاء سے بلند مقام پر بٹھایا اور کہا "آپ کی تعظیم و تکریم کے سلسلے میں اگر مجھ سے کوئی کوتاہی ہوگئی ہو تو مجھے معاف فرمائیں۔ پہلی ملاقات میں میں نے جو بد تہذیبی کی تھی اسی کی تلافی کے لئے یہ مجلس منعقد کی گئی ہے۔ گجرات کے وہ تمام علماء وفضلاء جو اس مجلس میں شریک تھے شیعہ مذہب سے تعلق رکھتے تھے۔ انہیں شاہ طاہر کی تعظیم و تکریم بالکل پسند نہ آئی۔

عالمانہ صحبت

یہ لوگ دل ہی دل میں بہت جلے اور آخر کار نوبت یہاں تک پہنچی کہ دل کی کدورت زبان تک آگئی اور شاہ صاحب کی شان میں الٹی سیدھی باتیں کرنے لگے۔ سلطان بہادر نے خداوند خاں کو حکم دیا کہ وہ ایک ایسی مجلس منعقد کرے جس میں تمام علماء کو مدعو کیا جائے اور انہیں شاہ صاحب سے عالمانہ گفتگو کرنے کا موقع دیا جائے۔ یہ مجلس منعقد ہوئی علماء نے شاہ صاحب سے گفتگو کی تو ان پر شاہ صاحب کے علمی کمالات ظاہر ہوئے لوگ اپنی سابقہ حرکت پر سخت نادم ہوئے اور اس بات کا اقرار کیا کہ شاہ صاحب گجرات کے علماء وفضلاء سے ہر لحاظ سے برتر وبلند ہیں۔ سلطان بہادر نے تمام گفتگو خود سنی اور اس دل میں شاہ صاحب کی عزت پہلے سے کہیں زیادہ ہوگئی' شاہ طاہر نے تین ماہ تک گجرات میں قیام کیا' اس کے بعد سلطان بہادر نے انہیں واپسی کی اجازت دے دی۔

سلطان بہادر کی عظمت و شوکت

۹۳۷ھ سلطان بہادر نے خلجی حکمرانوں کو نیچا دکھایا اور مندو پر قبضہ کر لیا۔ برہان نظام شاہ' سلطان بہادر کی یہ عظمت و شوکت دیکھ کر سخت پریشان ہوا۔ اس نے شاہ طاہر کو نرسو برہمن کے ساتھ دوبارہ سلطان بہادر کی خدمت میں فتح کی مبارک باد دینے کے لئے روانہ کیا۔ جب شاہ طاہر برہان پور پہنچے تو وہاں اتفاق سے سلطان بہادر بھی آگیا۔ میراں محمد شاہ نے سلطان بہادر سے شاہ طاہر کی ملاقات کروائی۔

میراں محمد شاہ کی خوش اسلوبی

میراں محمد شاہ نے بڑی خوش اسلوبی سے سلطان بہادر کو برہان نظام شاہ کے خلوص ومحبت کا یقین دلایا اور کہا "یہ میری حقیر رائے ہے کہ آپ برہان نظام شاہ پر لطف وکرم کر کے اپنا بہی خواہ بنالیں۔" سلطان بہادر بہت اونچی فضاؤں میں اڑتا تھا' وہ شاہان دہلی کی برابری کے خواب دیکھا کرتا تھا لہٰذا اس نے میراں محمد شاہ کی بات مان لی۔ محمد شاہ' شاہ طاہر سے بڑی اچھی طرح پیش آیا۔ انہیں انعام واکرام سے نوازا اور جلد از جلد احمد نگر کی طرف روانہ کر دیا تاکہ برہان نظام شاہ کو یہاں لایا جائے اور اس کی ملاقات سلطان بہادر سے کروائی جائے۔

برہان نظام کی برہان پور کو روانگی

شاہ طاہر جلد از جلد سفر کی منزلیں طے کرتے ہوئے احمد نگر پہنچے اور برہان نظام شاہ کو اپنے ساتھ چلنے کے لئے کہا پہلے تو برہان نے سفر سے انکار کیا' لیکن بعد ازاں نرسو برہمن کے کہنے پر تیار ہوگیا۔ اس نے اپنے بڑے بیٹے شہزادہ حسین کو ولی عہد مقرر کیا۔ تمام ملکی امور نرسو برہمن کے سپرد کئے اور سات ہزار پیادوں اور سواروں کو ساتھ لے کر شاہ طاہر کے ہمراہ برہان پور روانہ ہوگیا۔

موضع چاکدیوی میں قیام

برہان نظام شاہ نے خواجہ ابراہیم کو اپنا قاصد بنا کر اپنی روانگی سے پہلے ہی میراں محمد شاہ کے پاس روانہ کر دیا تاکہ امور ضروری کے بارے میں پہلے ہی گفتگو کر لی جائے۔ برہان نظام موضع چاکدیوی میں پہنچا جو دریائے تاپتی کے کنارے واقع ہے۔ محمد شاہ نے اس کا استقبال کیا اور ملاقات کی بات چیت کے دوران میں محمد شاہ نے کہا۔ "یہ قرار پایا ہے کہ سلطان بہادر تخت پر بیٹھا رہے اور ہم اس کے

marfat.com

Marfat.com

سامنے ہاتھ باندھ کر سلام کریں۔"

شاہ طاہر سے مشورہ

برہان نظام شاہ نے شاہ طاہر کو اکیلے میں بلایا اور اس سے کہا۔ "مجھ سے یہ کبھی نہ ہو سکے گا کہ سلطان بہادر تخت پر بیٹھا رہے اور میں اس کے سامنے ہاتھ باندھ کر کھڑا رہوں۔ بہتر یہی ہے کہ ملاقات کا ارادہ ترک کیا جائے اور تمام معاملات خواجہ پر چھوڑ دیئے جائیں۔" شاہ طاہر نے جواب دیا۔" دنیا داری کا یہ تقاضا ہے کہ مصلحت کا خیال کر کے ایک دن کسی کے سامنے سرنیچا کر لیا جائے اور پھر ساری ساری زندگی امن و آرام سے بسر کی جائے۔"

ایک موزوں تدبیر

برہان نظام چونکہ ذی فہم انسان تھا اس لئے اس نے شاہ طاہر کے مشورے پر عمل کرنے کا ارادہ کر لیا۔ اسی گفتگو کے دوران شاہ صاحب کو ایک تدبیر سوجھی اور انہوں نے برہان سے کہا "میرے پاس قرآن مجید کا ایک نادر نسخہ ہے جو حضرت امیرالمومنین علی ابن ابی طالب کے مبارک ہاتھ کا لکھا ہوا ہے۔ سلطان بہادر اس مصحف مقدس کی زیارت کرنے کا بہت مشتاق ہے میرا خیال یہ ہے کہ ہم خداوند خاں کو اس نسخے کی موجودگی کی اطلاع کر دیں۔ اور ملاقات کے روز اسے اپنے ساتھ لیتے چلیں تاکہ سلطان بہادر بے اختیارانہ اس مصحف مقدس کے استقبال کے لئے تخت سے نیچے قدم رکھے۔" شاہ طاہر کی اس تجویز سے برہان نظام شاہ خوش ہوا اور ان کی دوراندیشی کی داد دی۔

دوسرے روز سورج نکلنے کے بعد برہان نظام شاہ شاہ طاہر اور میراں محمد شاہ کے ساتھ اس مقام کی طرف روانہ ہوا' جو سلطان بہادر سے ملاقات کے لئے مقرر ہوا تھا۔ جب یہ لوگ سلطان بہادر کی قیام گاہ کے قریب پہنچے تو شاہ طاہر نے مصحف مقدس کو اپنے سر پر رکھ لیا۔ شاہی پردہ سرا کے اندر داخل ہوئے تو سلطان بہادر نے انہیں دور سے دیکھا اور خداوند خاں سے پوچھا۔ "شاہ طاہر کے سر پر کیا ہے؟"

برہان نظام اور سلطان بہادر کی ملاقات

خداوند خاں نے جواب دیا۔ "یہ قرآن مجید کا ایک نسخہ ہے جو حضرت علیؓ کے دست مبارک کا لکھا ہوا ہے۔" یہ سننا تھا کہ سلطان بہادر بے اختیار اپنے تخت سے نیچے اترا اور استقبال کے لئے آگے بڑھا۔ اس نے فوراً مصحف شریف کو اپنے ہاتھوں میں لے لیا دو تین بار چوم کر آنکھوں سے لگایا اور اسی طرح کھڑے کھڑے برہان نظام شاہ سے سلام لیا۔

آغاز گفتگو

سلطان بہادر نے گجراتی زبان میں برہان سے خیریت پوچھی' برہان نے زبان فارسی میں جواب دیا۔ "خداوند تعالیٰ کا بڑا کرم ہے اور آپ کی عظمت و شوکت کے سہارے بہت ہی خوش ہوں۔" اس کے بعد سلطان بہادر تخت پر بیٹھ گیا اور برہان نظام' شاہ طاہر اور محمد شاہ اس کے سامنے کھڑے ہوگئے۔ سلطان بہادر نے جب شاہ طاہر کو اس طرح کھڑے دیکھا تو اسے ناگوار گزرا اور ان سے بیٹھنے کی درخواست کی شاہ صاحب نے اس کے جواب میں معذرت کا اظہار کیا۔

شاہ طاہر کی تعظیم

بادشاہ نے تقریباً تین بار شاہ صاحب سے بیٹھنے کے لئے کہا آخرکار شاہ صاحب نے جواب دیا۔ "حضور کا حکم میرے سر آنکھوں پر' مگر تعمیل حکم سے مجبور ہوں۔ برہان نظام میرا آقا ہے یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ وہ کھڑا رہے اور میں بیٹھ جاؤں یہ بات پاس ادب سے دور ہے۔" اس کے جواب میں سلطان بہادر نے کہا۔ "نہیں وہ بھی بیٹھے میں نے منع تھوڑا ہی کیا ہے۔" شاہ صاحب نے برہان نظام شاہ کا ہاتھ پکڑ کر اسے ایک مناسب جگہ پر بٹھا دیا اور پھر خود اس سے ذرا فاصلے پر ایک فرد تر جگہ پر بیٹھ گئے۔

marfat.com

Marfat.com

سوال وجواب

اس کے بعد سلطان بہادر نے بات چیت شروع کی وہ دیر تک فارسی زبان میں گفتگو کرتا رہا۔ اس نے برہان نظام شاہ سے کہا "موجودہ زمانہ بڑا ہنگامہ خیز ہے۔ چاروں طرف شورشیں برپا ہیں بتاؤ تو سہی' ایسے عالم میں تم نے کس طرح زندگی بسر کی؟" برہان نظام شاہ نے بڑے ادب کے ساتھ جواب دیا۔ جس پستی کا انجام بلندی ہو اور جس ہجر کی انتہا وصل اس کے آخری لطف ہی کو یاد رکھنا چاہئے۔ ابتدائی کلفتوں کو فراموش کر دینا چاہئے۔ خداوند تعالیٰ کا لاکھ بار شکر ہے کہ میں نے جس قدر پریشانی اٹھائی آج تھوڑی سی دیر میں اس کی تلافی ہو گئی۔

اظہار مسرت

برہان نظام کے منہ سے یہ کلمات سن کر سلطان بہادر بہت خوش ہوا اور اس نے بڑی تعریف کی اور میراں محمد شاہ سے پوچھا۔ "تم نے ان کا جواب سنا؟" میراں محمد شاہ نے کہا۔ "دور ہونے کی وجہ سے میں سن نہیں پایا۔" اس پر سلطان بہادر نے اپنا سوال اور برہان نظام کا جواب اونچی آواز سے دہرایا تاکہ تمام حاضرین دربار سن لیں۔ اس کے بعد شاہ طاہر کھڑے ہوئے اور ہاتھ باندھ کر عرض کیا۔ "یہ سب کچھ حضور کی نوازشات کا نتیجہ ہے مجھے امید ہے کہ آپ کی عنایات کا سلسلہ روز بروز وسیع ہوتا جائے گا۔"

محبت کا برتاؤ

سلطان بہادر نے کمربند' خنجر اور مرصع تلوار جو خود زیب تن کئے ہوئے تھے اپنے جسم سے علیحدہ کئے اور برہان نظام شاہ کی مر میں باندھ دیئے۔ برہان نظام نے اپنے لئے "شاہ" کا لفظ اب تک استعمال نہ کیا تھا اس لئے سلطان بہادر نے اس سے کہا کہ "نظام شاہ" کا خطاب مبارک ہو۔"

گھوڑے کی سواری

کچھ دیر بعد سلطان بہادر نے برہان نظام کو اپنے ایک خاص گھوڑے پر سوار کروایا اور اس سے کہا "مجھے معلوم ہوا ہے کہ تم فن شہ سواری میں مہارت کامل رکھتے ہو یہ عربی گھوڑا حاضر ہے ذرا سراپردہ کے گرد دو چکر تو لگاؤ۔ برہان نظام نے دکن کے دستور کے مطابق گھوڑے پر سوار ہو کر اسے پھرایا۔ سلطان بہادر نے اس کی بہت تعریف کی اور کہا "یہ سواری چتر کے بغیر کچھ اچھی معلوم نہیں ہوتی۔"

اس کے بعد سلطان بہادر نے حکم دیا کہ جو سفید چتر اور آفتاب گیر بادشاہ مندو سے حاصل کیا گیا تھا برہان نظام کے سر پر سایہ فگن کیا جائے۔ میراں محمد شاہ اور خداوند خاں سے سلطان نے کہا۔ "برہان نظام شاہ کو اسی طرح گھوڑے پر سوار کر کے سراپردہ کے باہر لے جایا جائے اور اس قیام گاہ پر پہنچ کر سلطان محمود خلجی کا سراپردہ اس کے لئے نصب کیا جائے اور تمام لوگ اسے مبارک باد دیں۔

انعام واکرام

کہا جاتا ہے کہ دوسرے روز سلطان بہادر نے ایک بہت بڑا جشن منعقد کیا۔ اپنے تخت کے اطراف میں چار طلائی کرسیاں بچھوائیں اور برہان نظام شاہ' شاہ طاہر' میراں محمد شاہ اور شیخ عارف ولد شیخ اولیاء کو طلب کیا اور ان کو ان کرسیوں پر بٹھایا۔ سلطان بہادر نے خوب دل کھول کر ان لوگوں کی تواضع کی۔ برہان نظام شاہ کو پانچ گھوڑے دو ہاتھی اور بارہ سوہون عنایت کئے۔ شاہ طاہر کو دو گھوڑے اور ایک بڑا ہاتھی عطا کیا۔

چوگان بازی

سلطان بہادر نے عالم خاں میواتی کے بیٹے کو (جو اپنے باپ کے منصب اور جاگیر پر فائز تھا) خلعت' کمربند' شمشیر مرصع اور خنجر سے سرفراز کیا۔ سلطان کو یہ بھی معلوم تھا کہ چوگان بازی میں برہان نظام اپنی مثال آپ ہے۔ اس لئے اس نے برہان کے ساتھ تقریباً دو گھنٹے

marfat.com

Marfat.com

تک سراپردہ کے اندر ہی یہ کھیل کھیلا۔

مزید التفات

بعدازاں دونوں فرماں روا گھوڑوں پر سوار ہو کر سراپردہ کے باہر نکل آئے۔ خواجہ ابراہیم اور ساباجی پیشکش باہر کھڑے ہوئے انتظار کر رہے تھے۔ ان لوگوں نے بہت سامان سلطان بہادر کی خدمت میں بطور نذرانہ پیش کیا۔ سلطان بہادر نے نذرانہ قبول کیا اور ان لوگوں کو انعام واکرام سے نوازا جو سامان بادشاہ کو نذر کیا گیا اس میں ایک ہیکل مصحف' ایک تلوار' جس پر کسی خلیفہ عباسی کا نام کندہ تھا' چار مست ہاتھی اور دو عربی گھوڑے تو سلطان نے خود رکھ لئے اور بقیہ اشیاء مع مملکت دکن کے برہان نظام شاہ کو بخش دیں اور واپسی کی اجازت بھی دے دی۔

برہان نظام شاہ کی واپسی اور دولت آباد میں قیام

واپسی کے دوران میں برہان نظام شاہ نے کچھ دیر بالا گھاٹ دولت آباد میں بھی قیام کیا۔ شیخ برہان الدین اور شیخ زین الدین کے روضوں کی زیارت کی اور یہاں کی مجاوروں کو نذر و صدقہ کی صورت میں بہت سی دولت دی۔ ان دنوں گل چنبہ چاروں طرف کھلے ہوئے تھے۔ ان پھولوں کی بہار شباب پر تھی برہان نظام نے حوض قتلو پر قیام کیا اور چند روز عیش و عشرت میں گزارے۔

تازہ فتوحات

شہزادہ حسین' کالو برہمن اور دیگر امرائے سلطنت برہان نظام شاہ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور اسے مبارک باد دی چونکہ برہان اور سلطان بہادر کے باہمی تعلقات بہتر ہو گئے تھے۔ اس لئے برہان نظام نے اس علاقے کے راجاؤں کی طرف توجہ کی۔ کانونوسی کی دانش مندی سے مرہٹواری کے بہت سے راجہ جو احمد نظام کے عہد حکومت سے لے کر اب تک آزاد خود مختار تھے وہ برہان نظام کے مطیع و فرماں بردار ہوگئے۔ بغیر کسی قسم کی معرکہ آرائی کے برہان نے بیس قلعے اپنی حکومت میں شامل کئے۔ برہان نظام نے شاہ طاہر کو چند بہترین پرگنے بطور انعام دے کر اپنا مقرب خاص بنایا۔ خواجہ ابراہیم کو لطیف خاں اور ساباجی کو پرتاب رائے کے خطاب سے نوازا۔ گجراتیوں کے ہنگامے سے باغ نظام کی جو عمارتیں شکستہ ہو گئی تھیں ان کو برہان نظام نے مرمت کروایا۔

قلعہ کلیان اور قندھار پر اسمٰعیل عادل شاہ کا حملہ

اسمٰعیل عادل شاہ نے ۹۳۸ھ میں قلعہ کلیان اور قندھار پر حملہ کیا۔ امیر برید نے برہان نظام شاہ سے مدد کی درخواست کی۔ نظام شاہ نے اسمٰعیل عادل کے نام ایک خط لکھا اور ان قلعوں کو فتح کرنے سے منع کیا۔ اسمٰعیل عادل نے اس کے جواب میں ایک بہت سخت خط برہان کو بھجوایا جس کا مضمون یہ تھا۔

اسمٰعیل عادل شاہ کا خط برہان نظام کے نام

آج تک تم نے کبھی ایسا سلوک نہیں کیا تھا' کیا تم نے احمد نگر کے گذشتہ واقعات کو فراموش کر دیا ہے' جو ایسی نازیبا اور ناشائستہ تحریر مجھے لکھی ہے۔ اگر مندو کے بادشاہوں کے استعمال شدہ اور پرانے چتر اور سراپردہ کو حاصل کر کے تم مغرور ہوگئے ہو تو تمہیں معلوم ہونا چاہئے کہ یہ نشہ بالکل بے کیف ہے۔ اور اگر تم خطاب شاہی سے اپنے آپ کو کوئی چیز سمجھنے لگے تو یقین رکھو یہ سب کچھ وہم وگمان ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ یہ فخر مجھے تم سے زیادہ حاصل ہے۔ تمہیں تو گجراتیوں کے بادشاہ نے یہ خطاب دیا ہے' لیکن مجھے شہنشاہ ایران نے' جو ایک عالی نسب سید ہے یہ مرتبہ عطا کیا ہے۔"

تم اپنی حرکتوں سے باز آ جاؤ تمہاری بہتری اسی میں ہے ورنہ نتائج کی تمام ذمہ داری تم پر ہوگی۔ میں ننگی تلوار ہاتھ میں لے کر میدان جنگ میں موجود ہوں۔ ذرا باغ نظام سے باہر نکلو میرے مقابلے پر آؤ پھر تمہیں عادل شاہی بہادروں کی جرات وجوانمردی سے باخبر کیا

marfat.com

Marfat.com

جائے۔

عادل شاہی سرحد کی طرف روانگی

برہان نظام یہ خط پا کر بہت شرمندہ ہوا اور اسی وقت حکم دیا کہ سراپردہ شاہی باہر نکالا جائے دوسرے روز وہ سفر کے لئے روانہ ہوگیا۔ اس نے موضع امندپور پہنچ کر جو شہزادہ حسین کی والدہ کا بسایا ہوا تھا۔ چند روز قیام کیا اور لشکر کی فراہمی کی طرف توجہ کی۔ جب تمام سامان مکمل ہوگیا تو برہان نظام بڑی شان و شوکت سے عادل شاہی سرحد کی طرف روانہ ہوا۔

نظام شاہیوں اور عادل شاہیوں میں جنگ

عادل شاہی اور نظام شاہی لشکر ایک دوسرے کے سامنے آئے اور خونریز جنگ شروع ہوگئی۔ دونوں طرف کے جوانوں نے اپنی بہادری کا شاندار مظاہرہ کیا اور دشمن کے خون سے زمین کو لالہ زار کر دیا۔ اس جنگ کا انجام نظام شاہیوں کے حق میں برا ہوا۔ انہیں شکست ہوئی اس معرکے میں بیجاپور کے جواں سال غریبوں نے بڑے عمدہ طریقے سے بہادری کے جوہر دکھائے۔ شیخ جعفر نے دوسرے سلاحداروں کی مدد سے برہان نظام کو صحیح وسلامت میدان جنگ سے نکال لیا۔ احمد نگر کے دو تین ہزار باشندے اس معرکے میں کام آئے۔ عادل شاہیوں نے نظام شاہیوں کے بہت سے گھوڑے اور ہاتھی اپنے قبضے میں کر لئے اور اس طرح برہان نظام کا سارا غرور اپنی شکست کی آواز بن کر رہ گیا۔

اسمٰعیل عادل شاہ اور برہان نظام شاہ کی ملاقات

اس واقعہ کے کچھ دنوں بعد ۹۳۹ھ میں عادل شاہی اور نظام شاہی امیروں نے بادشاہوں کی سرحد پر ملاقات کروائی دونوں فرماں رواؤں نے مختلف معاملات پر آپس میں بات چیت کر کے یہ طے کیا کہ برہان نظام شاہ برار کو فتح کرے اور اسمٰعیل شاہ تلنگانہ کو اور پھر ملک دکن کو آپس میں مساوی طور پر تقسیم کرلیں۔

اسمٰعیل عادل شاہ کا انتقال

رضائے خداوندی سے اسی زمانے میں اسمٰعیل عادل شاہ نے داعی اجل کو لبیک کہا اور تمام شرائط ویسی کی ویسی رہ گئیں کسی پر عمل نہ ہوا۔

برہان نظام کا شیعہ مذہب اختیار کرنا

ایک روز برہان نظام شاہ نے شاہ طاہر سے کہا کہ مذہب شیعہ کی تعلیمات کے بارے میں کچھ بیان کیجئے۔ شاہ طاہر نے بارہ اماموں کے اسمائے گرامی مع ان کے مناقب کے بیان کئے اور کہا "اس مذہب کی یہ خصوصیت ہے کہ اہل بیت کے ساتھ محبت کی جائے اور ان کے دشمنوں سے نفرت" برہان نظام نے اسی روز شیعہ مذہب اختیار کر لیا۔

شاہ طاہر کا مشورہ

بادشاہ کے ساتھ ہی شہزادہ حسین' عبدالقادر' اس کی والدہ آمنہ بی بی اور شاہی خاندان کے دوسرے تمام مردوں اور عورتوں نے یہی مذہب اختیار کر لیا۔ اس کے بعد برہان نظام نے بارہ اماموں کے نام کا خطبہ جاری کرنے کا ارادہ کیا اور تینوں خلفاء کے ناموں کو خطبے سے نکال دینے کا خیال ظاہر کیا۔ شاہ طاہر نے بادشاہ کو اس سے منع کیا اور کہا "فوراً ایسا کرنا مناسب نہیں ہے۔ بہتر یہی ہے کہ سب سے پہلے ہر فرقے کے علماء کو جمع کیا جائے آپ ان سب سے یہ کہئے کہ میں حق مذہب کا طلب گار ہوں تم سب آپس میں غور و فکر سے کوئی ایسا مذہب اختیار کرو تاکہ میں بھی اس کو اپناؤں۔"

marfat.com
Marfat.com

علماء کا بحث و مباحثہ

برہان نظام نے شاہ طاہر کے مشورے پر عمل کیا اور تمام علماء کو جو احمد نگر میں مقیم تھے جمع کیا۔ ان علماء میں ملاپیر محمد' استاد افضل خاں ثانیہ اور ملا داؤد دہلوی بھی تھے۔ ہر جمعہ کو قلعے کے اندر شاہ طاہر کے مدرسے میں تمام علماء جمع ہوتے اور آپس میں بحث مباحثہ کرتے۔ ہر عالم کی یہی کوشش ہوتی کہ وہ اپنے مذہب کے زیادہ سے زیادہ فضائل بیان کرے اور حریف عالم کے مذہب کی تردید کرے۔ علماء کی ان مجلسوں میں اکثر و بیشتر برہان نظام خود بھی شرکت کرتا رہتا تھا۔

برہان نظام شاہ کا اظہار تعجب

برہان نظام اکثر مذہبی معاملات سے بے خبر تھا وہ علماء کی مجلس میں بیٹھتا ضرور تھا' لیکن ان کی باتیں اس کی سمجھ میں ذرا کم ہی آتیں۔ چھ مہینے تک اسی طرح بحث ہوتی رہی اور اس کا کوئی نتیجہ نہ نکلا۔ آخر برہان نظام شاہ نے ایک روز شاہ طاہر سے کہا۔ "حیرت کی بات ہے کہ علمائے کرام کسی نتیجے پر نہیں پہنچے' ہر شخص اپنے مذہب کی تعریف کرتا ہے اور دوسرے کے مذہب کی برائی اگر ان لوگوں کے مذاہب کے علاوہ کوئی اور مذہب ہو تو بتاؤ تاکہ میں اسے اپنالوں۔"

شاہ طاہر کا مذہب

شاہ طاہر نے جواب دیا کہ "ایک مذہب اور ہے اور وہ مذہب ہے اثنا عشری اگر آپ حکم دیں تو اس مذہب کی کتابیں آپ کی خدمت میں پیش کروں۔" مذہب اثنا عشری کے ایک عالم شیخ احمد نجفی کو بادشاہ نے بلوایا اور اسے بقیہ علماء سے بحث کرنے کے لئے کہا۔ اس عالم نے تمام علماء سے مناظرہ کیا' شاہ طاہر اس کی مدد اور اس کی دلائل کی تائید کرتے جاتے تھے۔ جب علماء کو یہ معلوم ہوا کہ شاہ طاہر خود شیعہ ہیں تو انہوں نے مخالفانہ بحث شروع کر دی اکثر ایسا تھا کہ سنی علماء لاجواب ہو کر محفل سے اٹھ جاتے تھے۔

مذہب شیعہ کا عام رواج

برہان نظام شاہ نے جب یہ دیکھا کہ سنی علماء شاہ طاہر کے دلائل کا جواب نہیں دے پاتے اور آئیں بائیں شائیں کرنے لگتے ہیں اور لاجواب ہو کر مجلس سے اٹھ جاتے ہیں تو برہان نظام نے کھلے بندوں شیعہ مذہب کو قبول کرنے کا اعلان کر دیا۔ اس کا یہ نتیجہ ہوا کہ تقریباً تین ہزار افراد نے (جن میں شاہی مصاحب' ہندی ترکی اور حبشی غلام' امراء' منصب دار' جاروب کش اور فراش' الغرض ہر طبقے کے لوگ شامل تھے) مذہب اثنا عشری قبول کر لیا۔

اماموں کے نام کا خطبہ

برہان نظام نے تینوں خلفاء کے نام خطبے سے نکال دیئے اور ائمہ اہل بیت کے نام کا خطبہ جاری کیا۔ وہ سفید چتر جو سلطان بہادر گجراتی نے برہان نظام شاہ کو دیا تھا اس کا رنگ سبز کر دیا گیا۔

اہل سنت میں غم و غصہ کی لہر

سنی علماء ملاپیر محمد وغیرہ نے جب یہ صورت حال دیکھی تو وہ بہت چراغ پا ہوئے۔ سارے شہر میں ایک عجیب و غریب ہنگامہ بپا ہو گیا۔ امراء اور منصب داروں کی ایک جماعت رات کے وقت ملاپیر محمد کے مکان پر گئی۔ ان لوگوں نے ملا صاحب سے کہا "یہ شاہ طاہر کہاں سے ٹپک پڑا ہے اس نے تو ہمارے بادشاہ پر جادو کر دیا ہے اور اسی جادو کے زور سے ہماری زبانوں پر تالے ڈال دیئے ہیں۔"

برہان نظام کے خلاف سازش

لوگ شاہ طاہر سے چھٹکارا حاصل کرنے کی تدبیر سوچنے لگے۔ کچھ لوگوں نے شاہ صاحب کو قتل کرنے کی رائے دی۔ اس پر ملاپیر محمد نے

marfat.com

Marfat.com

کہا۔ "جب تک برہان نظام شاہ زندہ ہے، شاہ طاہر کو قتل کرنا ناممکن ہے۔ سب سے اچھی صورت یہی ہے کہ ہم پہلے برہان نظام شاہ کو معزول کریں اور اس کی جگہ شہزادہ عبدالقادر کو بادشاہ بنائیں۔ اس کے بعد شاہ طاہر کو تلوار کے گھاٹ اتار دینا چاہئے تاکہ خلق خدا کو عبرت حاصل ہو۔

احمد نگر میں ہنگامہ

بیجاپور کی طرح احمد نگر بھی ہنگاموں کا مرکز ہوگیا جس طرح وہاں یوسف عادل کے خلاف ہنگامے ہوئے اسی طرح یہاں بھی عوام برہان نظام کے خلاف ہوگئے۔ ملاپیر محمد بارہ ہزار سواروں اور پیادوں کو اپنے ساتھ لے کر قلعے کے دروازے کے سامنے آیا۔ کالے چبوترے کے قریب قیام کیا اور قلعے کے محاصرے کی تیاریاں کرنے لگا۔ ان لوگوں نے شاہ طاہر اور ان کے بیٹوں کو قلعے کے نگہبانوں کے سپرد کر کے ہنگامہ کیا۔

برہان نظام شاہ کی پریشانی

برہان نظام شاہ کو جب اس ہنگامے کی اطلاع ہوئی تو اس نے حکم دیا کہ قلعے کا دروازہ بند کر دیا جائے۔ برجوں پر فوج چڑھ جائے اور دشمنوں پر گولہ باری کر کے انہیں نیست ونابود کر دیا جائے۔ جب معاملے نے طول کھینچا تو برہان نظام نے پریشان ہو کر شاہ طاہر سے دریافت کیا کہ آخر اس ہنگامے کا نتیجہ کیا ہوگا۔ شاہ طاہر کو علم نجوم میں بڑی مہارت تھی اور ملا شمس الدین جعفری کے شاگرد تھے انہوں نے فوراً حساب لگا کر بتایا کہ قلعے کا فلاں دروازہ کھول کر دشمن پر حملہ کرنا چاہئے۔ دشمن حواس باختہ ہو کر بھاگ نکلے گا اور بادشاہ کو فتح ہوگی۔

باغیوں کی سرکوبی

برہان نظام اس وقت امیروں، چار سو سواروں اور ایک ہزار پیادوں اور پانچ ہاتھیوں کو ساتھ لے کر قلعے کے باہر آیا۔ شاہ طاہر نے ایک مٹھی بھر خاک اٹھائی، اس پر قرآن کی کوئی آیت پڑھی اور اسے دشمن کی طرف پھینک دیا۔ اس کے بعد شاہی قاصدوں کا ایک گروہ دشمنوں کے قریب بھیجا گیا۔ ان قاصدوں نے بلند آواز سے کہا "جو شخص بادشاہ کا مطیع وفرماں بردار ہے وہ ہماری طرف آ جائے اور جو غدار اور نمک حرام ہے وہ بدستور ملاپیر محمد کے ساتھ رہے تاکہ سلطانی قہروغضب سے اسے پامال کیا جا سکے۔

ملا پیر کی گرفتاری

قاصدوں کا یہ اعلان سنتے ہی سب لوگ بادشاہ کی طرف آگئے اور ملاپیر محمد اپنے چند مخصوص ساتھیوں کے ہمراہ اپنے مکان کی طرف چلا گیا۔ برہان نظام شاہ نے احمد تبریزی (جو بادشاہ کے مقرب امراء میں سے تھا) اور خواجگی محمود (جو میرزا جہاں شاہ کا بیٹا تھا) کو ملاپیر محمد کی گرفتاری کے لئے مقرر کیا۔ ملا کو گرفتار کر کے شاہی بارگاہ میں پیش کیا گیا۔ برہان نظام شاہ نے ملا کو قتل کرنے کا حکم دیا۔

ملا کی رہائی اور بحالی

شاہ طاہر نے ملاپیر محمد کی سابقہ خدمات کا خیال کرتے ہوئے برہان نظام شاہ سے اس کی سفارش کی۔ برہان نے ملا کے قتل کا حکم واپس لے لیا اور اسے ایک قلعے میں نظربند کر دیا۔ چار سال کے بعد طاہر ہی کی درخواست پر ملاپیر محمد کو رہا کر دیا۔ بادشاہ نے پہلے کی طرح اسے پھر وزیر بنا دیا۔

لنگر خانہ دوازدہ امام

برہان نظام شاہ نے شیعہ مذہب کی ترویج واشاعت میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا۔ وہ تمام وظائف جو اہل سنت کے نام ی کر دیئے تھے

marfat.com

Marfat.com

شیعوں کے لئے وقف کر دیئے گئے۔ قلعہ احمد نگر کے سامنے ایک چار دیواری کھنچوائی اور اس میں ایک عمارت تعمیر کروا کے اسے "لنگر خانہ دوازدہ امام" کے نام سے موسوم کیا۔ اس لنگر خانے کے اخراجات کے لئے کئی قصبے (مثلاً جونپور' دسنور' داسا پور وغیرہ) وقف کئے گئے۔ یہاں روزانہ کھانا پکا کر تقسیم کیا جاتا تھا۔

فاضل عالموں کا احمد نگر میں اجتماع

شاہ طاہر نے نظام شاہی خاندان کی بہت خدمت کی اور اس خاندان کی فلاح و بہبود کے کئی کام سرانجام دیئے انہوں نے یہ کوشش بھی کی خاندان رسالت کے تمام پرستار ساری دنیا سے کھینچ کر احمد نگر میں جمع ہو جائیں۔ شاہ صاحب نے شاہی خزانے سے روپیہ حاصل کر کے عراق' خراسان' فارس' روم' گجرات اور آگرہ روانہ کیا۔ اور شیعہ عالموں' فاضلوں کو احمد آباد کی دعوت دی ان کوششوں کا نتیجہ یہ ہوا کہ تھوڑے سے عرصے ہی میں احمد نگر میں عالموں اور فاضلوں کی ایک عظیم الشان جماعت جمع ہو گئی۔

احمد نگر..... علم کی جنت

خواجہ معین صاعدی کے ساتھ اسمٰعیل صفوی احمد نگر میں آئے' آپ ایک طویل مدت تک شیراز میں حکومت کرنے کے بعد گجرات آئے اور اس علاقے میں قیام کیا۔ برہان نظام کی طرف سے شاہ طاہر نے اسمٰعیل صفوی کو بارہ ہزار ہون روانہ کئے۔ تاکہ وہ احمد نگر چلے آئیں شاہ حسن انجو کو احمد نگر میں بلا کر بادشاہ کے مقربین میں شامل کیا گیا۔ ان کے علاوہ شاہ جعفر ملا پیر نیشاپوری' ملا علی گل استر آبادی' رستم جرجانی' مازندانی' ابوالبرکات' ملا عزیز اللہ گیلانی' ملا محمد امامی استر آبادی اور دوسرے بہت سے علماء و فضلاء احمد نگر میں آگئے اور یہ شہر علم کی جنت بن گیا۔

مذہبی تعصب

مدینہ کے مشہور متقی سید حسن مدنی کو بادشاہ نے اپنا داماد بنایا اور ان کو کئی عمدہ قصبے اور جاگیر عطا کی گئی اور وہاں محتاجوں' مسکینوں اور فقیروں وغیرہ میں تقسیم کی گئی۔ اس مذہبی ماحول کا یہ نتیجہ ہوا کہ احمد نگر کے جہلاء بھی خلفائے راشدین کی شان میں بے ادبی کرنے لگے آخر کار سلطان محمود گجراتی' میراں مبارک فاروقی' ابراہیم عادل شاہ اور عمادالملک سے یہ عالم نہ دیکھا گیا اور انہوں نے احمد نگر کو فتح کر کے آپس میں تقسیم کرنے کا فیصلہ لیا۔

برہان نظام شاہ کی درخواست ہمایوں کے نام

متذکرہ فرمان رواؤں کے ارادے کی برہان نظام شاہ کو اطلاع ہو گئی۔ اس نے فوراً راستی خاں نامی ایک شخص کو اپنا قاصد بنا کر ہمایوں شہنشاہ دہلی کے پاس روانہ کیا۔ اس کے قاصد کے ہاتھ ایک عرضداشت بھیجی گئی تھی۔ اس زمانے میں شیر شاہ کی ہنگامہ آرائیوں نے ہمایوں کی تمام توجہ کو اس کی طرف مرکوز کر رکھا تھا۔ اس لئے' اس درخواست کا کوئی نتیجہ نہ نکلا اور راستی خاں ناکام و نامراد واپس احمد نگر آ گیا۔

عادل شاہیوں سے جنگ اور برہان نظام کی فتح

اس کے بعد برہان نظام شاہ نے برہان پور اور گجرات کے فرماں رواؤں کو قیمتی تحفے تحائف بھیج کر ان سے دوستانہ مراسم پیدا کئے اور ان کو اپنا بہی خواہ بنا لیا۔ پھر برہان نظام نے اسمٰعیل عادل کے موقوف کردہ تیراندازوں کو اپنے ہاں ملازم رکھا۔ ان کو جاگیروں سے نوازا اور ان کی مدد سے بیجاپور پر حملہ کیا۔ فریقین میں زبردست لڑائی ہوئی۔ جس کے نتیجے میں عادل شاہیوں کو شکست ہوئی اور برہان نظام شاہ کامیاب ہوا۔ برہان نے بہت سی عادل شاہی توپوں اور ایک سو ہاتھیوں پر قبضہ کیا اور احمد نگر واپس آ گیا۔

marfat.com

Marfat.com

برہان نظام شاہ اور ابراہیم عادل شاہ کے درمیان مزید معرکہ آرائیاں

اس فتح کے بعد برہان نظام شاہ کا بہت شہرہ ہوا۔ چاروں طرف اس کی قوت کی دھوم مچ گئی۔ تین چار سال کی مدت میں ابراہیم عادل شاہ اور برہان نظام شاہ کے درمیان تین مرتبہ لڑائیاں ہوئی۔ ان لڑائیوں کی تفصیلات کسی تاریخ میں میری نظر سے نہیں گزریں، لیکن اس قدر مجھے معلوم ہے کہ ان تینوں لڑائیوں میں برہان نظام شاہ کو فتح حاصل ہوئی۔

بیجاپور پر برہان نظام شاہ کا حملہ

۹۴۹ھ میں بیجاپور کے مشہور و معروف' امیر اسد خاں بلگوانی اور ابراہیم عادل شاہ کے درمیان اختلافات پیدا ہوئے۔ برہان نظام شاہ نے امیر برید کو ساتھ لے کر بیجاپور پر حملہ کر دیا اور یہ مشہور کیا کہ مذہبی یک جہتی کی وجہ سے اسد خاں بلگوانی نے برہان نظام شاہ کو اس علاقے میں بلایا ہے تاکہ بلگوان کا قلعہ اس کے سپرد کر دیا جائے۔

مرچ و کلہر وغیرہ کی تباہی

ابراہیم عادل کو جب یہ خبر معلوم ہوئی تو وہ بہت پریشان ہوا اور بیجاپور کے قلعہ سے باہر نہ نکلا۔ برہان نظام شاہ شولاپور کے قریب پہنچا' زین خاں کے پرگنوں پر قبضہ کیا اور انہیں خواجہ جہاں کے حوالے کر کے آگے بڑھا۔ بعدازاں اس نے بلگوان کا رخ کیا اور مرچ' کلہر اور مان دیاس کو تباہ و برباد کیا۔ ان شہروں میں ایسی تباہی مچائی کہ آبادی کا نام و نشان تک نہ رہنے دیا۔

ابراہیم عادل شاہ کا فرار

اسد خاں بلگوانی ہی میں تھا غلط خبر مشہور ہو جانے کی وجہ سے وہ ابراہیم عادل کی ملازمت نہیں کر سکتا تھا۔ اس نے اپنی عافیت کے لئے یہ انداز اختیار کیا کہ چھ ہزار سپاہیوں کے ساتھ برہان نظام شاہ سے مل گیا۔ برہان نے جب یہ دیکھا کہ قسمت پوری طرح اس کا ساتھ دے رہی ہے تو اس نے بیجاپور کا سفر اختیار کیا۔ ابراہیم عادل شاہ میں اتنی قوت نہ تھی کہ وہ برہان نظام کا مقابلہ کرتا لہٰذا وہ حسن آباد گلبرگہ چلا گیا۔

برہان کی احمد نگر کو واپسی

برہان نظام یہ سوچ کر کہ دشمن کا مقابلہ کرنا اب مناسب نہیں ہے۔ امیر برید کے ساتھ احمد نگر کو واپس ہوا۔ دشمن نے احمد نگر کی سرحد تک اس کا تعاقب کیا اور اس نواح کے اکثر دیہاتوں اور پرگنوں کو تباہ و برباد کیا۔ برہان نظام اور امیر برید نے یہاں قیام کرنا مناسب نہ سمجھا اور دولت آباد کی طرف چلے گئے۔ اتفاق سے یہاں امیر برید نے طبعی موت سے دنیا کو خیرباد کہا۔ برہان نظام شاہ اس رفیق کے جدا ہونے سے بہت پریشان ہوا۔ برہان نے شاہ طاہر' قاسم بیگ اور خواجہ جہاں کے مشورے سے ابراہیم عادل شاہ کا وہ علاقہ جس کی وجہ سے تمام ہنگامہ ہوا تھا اسے واپس کر دیا۔

شاہ طاہر کا گولکنڈہ جانا

سلطان قطب شاہ ۹۵۰ھ میں تلنگانہ کے تخت پر بیٹھا اس تخت نشینی کی مبارک باد دینے کے لئے برہان نظام شاہ نے شاہ طاہر کو گولکنڈہ روانہ کیا۔ قطب شاہ نے شاہ طاہر سے اس تالاب کے کنارے ملاقات کی جو احمد نگر کے راستے میں گولکنڈہ سے سولہ کوس کے فاصلے پر واقع ہے۔ اس ملاقات میں قطب شاہ نے شاہ طاہر کی بے حد تعظیم و تکریم کی اور ان سے اس طرح پیش آیا جیسے کوئی مرید اپنے پیر سے ملتا ہے۔ اس کے بعد وہ شاہ طاہر کو اپنے ساتھ گولکنڈہ لے آیا۔

marfat.com
Marfat.com

ابراہیم عادل شاہ کی مصالحانہ روش

انہیں دنوں برہان نظام شاہ نے عہد شکنی کر کے قطب شاہ اور راجہ رام راج کو عادل شاہی سلطنت کے پرگنوں پر قبضہ کرنے کے لئے اکسایا۔ جب شاہ طاہر گولکنڈہ سے واپس آگئے تو برہان نظام شاہ خود بھی شولاپور کی طرف روانہ ہوا۔ ابراہیم عادل شاہ نے جب یہ دیکھا کہ دشمن چاروں طرف سے اس پر نگاہیں لگائے ہوئے ہے تو اس نے پانچ پتے کا علاقہ برہان نظام شاہ کے حوالے کر دیا اور راجہ رام راج کو بھی کسی نہ کسی طرح راضی کر لیا۔

شہنشاہ ایران کے قاصدوں کی آمد

اسی زمانے میں شاہ اسمٰعیل صفوی کو یہ اطلاع ملی کہ برہان نظام شاہ نے شیعہ مذہب اختیار کر لیا ہے۔ اس نے اپنے مقرب خاص آقا سلیمان طہرانی المشہور بہ مہترجمال کو احمد نگر روانہ کیا کہ وہ برہان نظام شاہ مبارک باد دے۔ اسمٰعیل کی طرف سے ایک ترکی غلام مسمی شاہ قلی بھی برہان نظام شاہ کے پاس آیا اور اس نے شہنشاہ ایران کی طرف سے ایک زمرد جو ہمایوں سے ملا تھا اور جس پر مستعصم باللہ عباسی کا نام کندہ تھا مع دیگر تحفوں کے برہان نظام کو پیش کیا۔

شاہ اسمٰعیل صفوی نے متذکرہ تحائف کے علاوہ عقیق کی ایک انگوٹھی بھی روانہ کی جس پر "التوفیق من اللہ" کندہ تھا۔ یہ انگوٹھی ایک طویل مدت تک خود اسمٰعیل صفوی کے ہاتھ میں رہ چکی تھی۔

ایرانی قاصد کی گستاخی

مہترجمال نے احمد نگر پہنچ کر برہان نظام شاہ سے ملاقات کی اور شاہ اسمٰعیل کے فرستادہ تحائف اس کی خدمت میں پیش کئے۔ شروع شروع میں تو برہان نظام نے مہترجمال کی بڑی عزت کی لیکن جب اس نے شاہی محفل میں گستاخانہ گفتگو کا آغاز کیا۔ نیز شاہ طاہر سے بے ادبی کی تو برہان نے مہترجمال کا شاہی دربار میں آنا بہت کم دیا۔ برہان نظام اس قاصد سے ایسا ناراض ہوا کہ اس نے اسمٰعیل صفوی کے ارسال کردہ تحفوں کے عوض کوئی تحفہ ایران نہ بھجوایا۔ شاہ طاہر بھی مہترجمال سے بے حد ناراض ہوئے۔ بعدازاں انہوں نے اپنے بڑے بیٹے شاہ حیدر کو جو ایک مستند عالم اور باکمال بزرگ تھے بہت سے تحفے تحائف دے کر احمد نگر سے ایران روانہ کیا۔

عادل شاہیوں سے جنگ

انہیں دنوں برہان نظام شاہ نے راجہ رام راج کی اعانت سے قلعہ گلبرگہ کو فتح کرنے کا ارادہ کیا اور مضافات گلبرگہ میں آذر جان کے قریب عادل شاہی لشکر کا مقابلہ کیا۔ فریقین میں بڑی زبردست لڑائی ہوئی۔ پہلے تو عادل شاہی لشکر کے میمنہ اور میسرہ کو شکست کا منہ دیکھنا پڑا اور اس کے لشکری پریشان ہو کر میدان جنگ سے بھاگنے لگے' لیکن جب خود عادل شاہ نے کمین سے نکل کر نظام شاہی لشکر پر حملہ کیا تو پھر نظام شاہیوں کو شکست کھانا پڑی۔ اور وہ چتر و علم' ہاتھی اور توپ خانہ وغیرہ میدان جنگ میں چھوڑ کر احمد نگر کی طرف بھاگ گئے۔

علی برید کی طرف سے مایوسی

برہان نظام شاہ نے شاہ طاہر کو علی برید کے پاس بھیجا اور اس سے دوستانہ مراسم پیدا کرنے کی کوشش کی' لیکن علی برید نے اپنے باپ کی تقلید میں عادل شاہ کا ساتھ چھوڑنے پر آمادگی ظاہر نہ کی۔ اس کے علاوہ علی برید کے چچا خان جہاں نے شاہ طاہر سے کچھ مذہبی مسائل کے بارے میں گفتگو کی اور ان سے گستاخانہ پیش آیا۔ اس صورت حال کے پیش نظر شاہ طاہر ناکام و نامراد احمد نگر واپس آگیا۔ برہان نظام کو اس امر کا بہت افسوس ہوا۔

marfat.com
Marfat.com

قلعہ اوسہ کا محاصرہ

علی برید کے اس برتاؤ سے برہان نظام شاہ بہت آزردہ خاطر ہوا اور اس سے بدلہ لینے کی تیاریاں کرنے لگا۔ ساز وسامان اور لشکر سے آراستہ ہو کر برہان نظام مقبوضات علی برید کی طرف روانہ ہوا۔ سب سے پہلے اس نے قلعہ اوسہ کا محاصرہ کیا اور اہل قلعہ کو پریشان کیا۔ علی برید نے جب یہ عالم دیکھا تو اس نے عادل شاہ کو قلعہ کلیان پیش کر کے اپنا مددگار بنالیا۔

دشمن سے مقابلہ اور قلعے کی فتح

عادل شاہ بیجاپور سے روانہ ہوا اس کے ساتھ علی برید بھی روانہ ہوا۔ برہان نظام نے دشمن کا مقابلہ کیا اور قلعہ اوسہ سے ایک میل کے فاصلے پر فریقین پر معرکہ آرائی ہوئی۔ نظام شاہ نے مردانہ وار لڑائی کی اور دشمن کو میدان جنگ سے مار بھگایا۔ اس کے بعد اس نے قلعہ اوسہ کو دوبارہ گھیر لیا اور کچھ مدت میں یہ قلع فتح کر لیا۔

مزید فتوحات

قلعہ اوسہ کو فتح کرنے کے بعد برہان نظام شاہ نے اودگیر کا رخ کیا۔ کچھ عرصے میں اس قلعے کو بھی فتح کر لیا اور پھر قندھار کی طرف چلا گیا۔ اس نے اس قلعے کا محاصرہ کر لیا۔ محاصرے کے دوران میں علی برید اور ابراہیم عادل شاہ نے ایک بار پھر برہان نظام شاہ پر حملہ کیا۔ برہان نظام نے حسب سابق اس بار بھی خوب ڈٹ کر مقابلہ کیا اور دشمن کو شکست دی۔ اس معرکے میں بہت سے گھوڑے اور ہاتھی برہان نظام کے ہاتھ لگے۔

عادل شاہی امراء کا خط برہان نظام کے نام

۹۵۵ھ میں برہان نظام نے قلعہ قندھار کو بھی تسخیر کر لیا اور اسی سال احمد نگر واپس آگیا۔ ابراہیم عادل شاہ کے امراء اور منصب داروں نے برہان نظام شاہ کو ایک مراسلہ لکھا جس کا مضمون یہ تھا:

"بادشاہ کا ظلم حد سے تجاوز کر چکا ہے اور اس وجہ سے بیجا نگر کی رعایا بے حد پریشان ہے ہم لوگ چاہتے ہیں کہ ابراہیم عادل شاہ کو معزول کر کے شہزادہ عبداللہ کو جو ان دنوں بندر گوہ میں مقیم ہے۔ یہاں بلا کر اپنا بادشاہ بنالیں۔ ظاہر ہے کہ یہ کام آپ کی مدد کے بغیر ممکن نہیں ہے اس لئے آپ سے درخواست ہے کہ اس سلسلے میں ہمارا ہاتھ ضرور بٹائیں۔"

بیجا نگر کی روانگی

عادل شاہی امراء کا یہ خط پا کر برہان نظام شاہ بہت خوش ہوا۔ اسے بیٹھے بٹھائے ایک اچھا موقع مل گیا۔ اس نے قطب شاہ کو ہمراہ لیا اور عادل شاہی سلطنت کی طرف روانہ ہوگیا۔ اتفاق سے اسی زمانے میں قلعہ بلگوان میں اسد خاں بیمار پڑا تھا۔ برہان نظام نے اس کی بیماری کی خبر سن کر اپنے اصل مقصد کو پس پشت ڈالا اور پہلے قلعہ بلگوان کو ختم کرنے کی کوشش کی' لیکن اسد خاں نے چند ہی دنوں میں وفات پائی اور برہان نظام شاہ کے وہاں پہنچنے سے پہلے ہی بلگوان پر ابراہیم عادل نے قبضہ کر لیا۔ اس کے بعد برہان احمد نگر واپس آگیا۔

شاہ طاہر کا انتقال

برہان نظام کی احمد نگر میں واپسی کے فوراً بعد ہی یعنی ۹۵۶ھ میں شاہ طاہر نے کچھ دنوں بیمار رہ کر داعی اجل کو لبیک کہا۔ اہل احمد نگر کو ان کی دائمی مفارقت کا بے حد ملال ہوا۔ شاہ صاحب کو پہلے تو احمد نگر میں سپرد خاک کیا گیا' لیکن بعدازاں ان کی لاش کو کربلائے معلی بھیج دیا گیا۔ جہاں اسے حضرت امام حسین کے مزار مبارک کے ڈیڑھ گز کے فاصلے پر دفن کیا گیا۔

قلعہ کلیان پر لشکر کشی

شاہ طاہر کے انتقال کے بعد برہان نظام شاہ نے بویال راؤ اور قاسم بیگ حکیم کو اپنا معتمد علیہ بنایا۔ اس نے عماد شاہ کو چند اسباب کی بنا

marfat.com

Marfat.com

پر عادل شاہ کے خلاف کر دیا اور خود خواجہ جہان کو ساتھ لے کر قلعہ کلیان پر حملہ کر دیا۔ اس قلعے کا محاصرہ کر کے برہان نظام نے اہل قلعہ کو بہت زیادہ پریشان کیا۔ ابراہیم عادل شاہ نے بہت سے برکی امیروں کو برہان نظام کے دفعیے کے لئے بھیجا اور بعد میں خود بھی روانہ ہوا۔

برکی امراء کی شورشیں

برکی امراء نے قلعہ کلیان کے راستے میں قیام کر کے دشمن کے غلے اور دیگر سامان ضرورت کو اپنے قبضے میں کرنا شروع کیا۔ اس سے نظام شاہیوں کو بہت پریشانی ہوئی۔ ان امیروں نے دشمن کو طرح طرح سے تنگ کیا۔ کبھی تو شب خون مارتے اور کبھی چوروں کی طرح لشکر میں جاکر اودھم مچاتے۔ اس صورت حال کے پیش نظر برہان نظام نے یہ حکم دیا کہ لشکر کے اردگرد تین گز بعض جگہوں پر چار گز کا حصار کھینچا جائے۔ اس حکم پر عمل ہوا اور قلعہ کلیان ایک نئے حصار کے اندر آگیا۔

ابراہیم عادل شاہ کی آمد

ابراہیم عادل شاہ بھی سفر کی منزلیں طے کرتا ہوا قلعہ کلیان کے قریب آگیا اور برہان نظام شاہ کے لشکر کے پاس ہی قیام پذیر ہوا۔ برہان نظام کی تقلید میں اس نے بھی اپنے لشکر کے گرد ایک حصار کھنچوا لیا۔ وقت گزرتا گیا یہاں تک کہ رمضان المبارک کا مہینہ آگیا۔ غلہ اور دیگر سامان ضرورت نہ پہنچنے کی وجہ سے نظام شاہی امراء کی حالت خراب ہوگئی وہ دو دو تین تین دن کا فاقہ کر کے روزے رکھنے لگے۔

برہان نظام شاہ کی پریشانی

ان تمام واقعات نے برہان نظام شاہ کو حواس باختہ کر دیا۔ اس نے اپنے امراء سے مشورہ کیا کسی نے واپس چلنے کا مشورہ کر دیا۔ کسی نے دیوار کے اندر سے داخل ہو کر دشمن سے لڑنے کے لئے کہا اور یہ رائے دی کہ "اگر ہمیں فتح حاصل ہو تو ہم دوبارہ قلعے کا محاصرہ کر لیں اور اگر شکست ہو تو واپس احمد نگر چلے جائیں۔" برہان نظام نے اس موقع پر کہا۔ "ہمارے گھوڑوں کی حالت اس وقت خراب ہوگئی ہے وہ اس قابل نہیں رہے کہ جنگ میں حصہ لے سکیں۔ بہتر یہی ہے کہ ہم جنگ کے ارادے کو ملتوی کر کے احمد نگر کا راستہ لیں آئندہ پھر بھی موقع ملے تو خوب اچھی طرح تیاری کر کے اس طرف آنا چاہئے۔"

شاہ جعفر قاسم بیگ کی رائے

شاہ جعفر (شاہ طاہر کا بھائی) اور قاسم بیگ حکیم نے برہان نظام کے خیال کی تائید کی اور کہا کہ "ہم دشمن کو کئی مرتبہ نیچا دکھا چکے ہیں۔ اس لئے اس مرتبہ اگر ہمیں شکست کا منہ دیکھنا پڑے تو اس میں کوئی مضائقہ نہیں۔" یہ سن کر برہان نظام خاموش ہوگیا اسی وقت امراء سے رخصت ہوا اور گھوڑے پر سوار ہو کر اکیلا ہی دیوپال برہمن کے پاس پہنچا اور اس سے مشورہ کیا۔

دیوپال سے مشورہ

دیوپال نے بادشاہ سے کہا کل عید کا دن ہے۔ میں صبح کے وقت آپ سے اپنی رائے بیان کروں گا۔ مگر اس دوران میں آپ اپنے خزانچی کو یہ حکم فرمائیں کہ میں اس سے جو طلب کروں بغیر کسی حیل وحجت کے میرے حوالے کر دے اور بالکل پس وپیش نہ کرے۔ برہان نظام کو دیوپال پر پورا پورا اعتماد تھا۔ لہٰذا اس نے اسی وقت دیوپال کی خواہش کے مطابق احکامات صادر کر دیئے اور اپنے خزانچی کو یہ حکم دیا۔ "دیوپال تم سے جس وقت بھی جو کچھ مانگے فوراً اس کو دے دو اور اس سے کسی قسم کی بازپرس نہ کرو۔"

دیوپال اور عین الملک کی گفتگو

اسی رات دیوپال برہمن نے شاہی خزانہ سے ایک لاکھ ہون حاصل کئے اور نظام شاہ کے سب سے بڑے امیر عین الملک کے پاس گیا اور اس سے کہا۔ تمام معاملات سے تم بخوبی آگاہ ہو' اگر ہم نے دشمن سے لڑائی کئے بغیر محاصرہ اٹھا لیا اور اپنے ملک کو واپس چلے گئے تو

marfat.com

Marfat.com

اس کا انجام بہت برا ہوگا' لیکن اگر دشمن سے جنگ کی جاتی ہے تو یہ بھی کچھ مناسب نہیں۔ کیونکہ اس وقت ہماری فوج کی حالت بہت خراب ہے۔ اس صورت میں ہمیں کیا کرنا چاہئے اس بارے میں اگر تم نے کچھ سوچا ہو تو بتاؤ۔"

دیوپال کی تدبیر

عین الملک نے جواب دیا۔ "ہم لوگ تلوار کے دھنی ہیں زبانی جمع خرچ سے ہمیں کچھ واسطہ نہیں۔ تم جو مناسب سمجھتے ہو وہی کرو۔ دیوپال نے کہا۔ "میری رائے تو یہ ہے کہ عید کی صبح کو ہم اپنے لشکر کو منظم کر کے دشمن پر حملہ کر دیں۔ اس وقت حریف کے لشکر کا ہر سپاہی عید کی تیاریوں میں مشغول ہے کسی کے خیال میں بھی یہ بات نہیں آ سکتی کہ ہم حملہ کریں گے ہمیں ان کی غفلت اور بے خبری سے فائدہ اٹھا کر حالات کو سنوارنا چاہئے۔"

سپاہیوں میں روپے کی تقسیم

عین الملک نے دیوپال کی تجویز کی دل وجان سے تائید کی۔ دیوپال نے وہ رقم جو نظام شاہی خزانے سے حاصل کی تھی عین الملک کے سپرد کر دی اور کہا۔ "تم یہ رقم سپاہیوں میں تقسیم کر دو اور یہ ظاہر کرو کہ رقم عید کے اخراجات کے لئے ہے۔ عین الملک نے اسی وقت وہ رقم سپاہیوں اور عسکری سرداروں میں تقسیم کر دی اور ان سے کہا کہ صبح سویرے ہی بادشاہ کی خدمت میں سلام ومبارک باد کے لئے حاضر ہو جائیں۔"

عادل شاہیوں پر حملہ

صبح ہوئی تو نظام شاہیوں کو یہ پتہ چلا کہ عادل شاہی لشکر عید کی مسرتوں میں اس حد تک گم ہے کہ اسے دشمن کی طرف سے کسی قسم کے خطرے کا کوئی احساس نہیں رہا۔ عین الملک نے اپنے لشکر کے حصار کو ایک جگہ سے توڑا اور سپاہیوں کو ساتھ لے کر دشمن کی طرف بڑھا۔ نظام شاہی ہاتھیوں نے عادل شاہی لشکر کے حصار کو تقریباً چالیس گز تک گرا دیا۔ عین الملک اس راستے سے دشمن کے لشکر سے جا ملا اور قتل وغارت گری کا بازار گرم کر دیا۔ عادل شاہی فوج کو دشمن کے حملے کی قطعاً کوئی توقع نہ تھی اس لئے ہر سپاہی حواس باختہ ہو کر بھاگ نکلا۔

برہان نظام شاہ کی فتح

عادل شاہ اس وقت نہا رہا تھا اسے جب حملے کی اطلاع ملی تو وہ فوراً ایک گوشے میں آ گیا۔ نظام شاہیوں نے دشمن کے بے شمار ہاتھی اور گھوڑے اپنے قبضے میں کیے۔ عادل شاہیوں کو بڑی بری طرح شکست ہوئی اور اس طرح برہان نظام شاہ نے آذر جان کی شکست کا انتقام لے لیا۔

قلعہ کلیان پر برہان نظام شاہ کا قبضہ

اس دوران میں اطلاع ملی کہ سیف الملک کی طرف سے ایک جماعت مبارک باد دینے کے لیے آئی ہے' برہان نظام کو اصل حقیقت کی خبر نہ تھی وہ ایک گھوڑے پر سوار ہوا اور قلعہ کے سامنے پہنچا۔ یہاں اس نے قسم کھائی اگر اہل قلعہ نے قلعے کو میرے حوالے نہ کیا تو میں انہیں سخت ترین عذاب میں مبتلا کروں گا۔ قلعے کو آگ لگا دوں گا اور تمام مردوں اور عورتوں کو زندہ جلا ڈالوں گا۔ اہل قلعہ نے جب یہ سنا تو انہوں نے خوفزدہ ہو کر قلعہ برہان نظام کے سپرد کر دیا۔

قلعہ پرندہ پر عادل شاہی قبضہ

عادل شاہ اپنی باقی ماندہ فوج کو ساتھ لے کر نظام شاہی ممالک کی طرف چلا گیا۔ اس نے بیٹر اور دوسرے پرگنوں کو تباہ و برباد کیا اور

marfat.com

Marfat.com

قلعہ پرندہ پر حملہ کر دیا۔ اہل قلعہ بالکل غافل و بے خبر تھے اور قلعے کے دروازے کھلے ہوئے تھے۔ عادل شاہ کے لشکری تلواریں ہاتھ میں لے کر بغیر کسی روک ٹوک کے قلعے میں داخل ہو گئے۔ خواجہ جہاں کے بہت سے سپاہیوں کو قتل کر دیا گیا۔ عادل شاہ نے قلعہ پر قبضہ کر لیا بعد میں اس کے قلعے کو اپنے ایک قابل اعتماد دکنی امیر کے سپرد کیا اور خود بیجاپور واپس آگیا۔

برہان نظام شاہ کی روانگی

برہان نظام شاہ کو جب اس کی اطلاع ملی تو اس نے قلعہ کلیان کو اپنے ایک امیر کے سپرد کیا اور خود جلد از جلد سفر کی منزلیں طے کرتا ہوا پرندہ کی طرف روانہ ہوا۔ قلعے سے دو منزل کے فاصلے پر ایک عجیب اتفاق ہوا اس رات کو قلعے کے عادل شاہی تھانیدار نے مچھروں کی آواز سنی اور انہیں نفیری کی آواز پر محمول کیا وہ سمجھا کہ دشمن آگیا ہے لہٰذا اس نے فوراً راہ فرار اختیار کی اس کے باقی سپاہی بھی حواس باختہ ہو کر قلعے سے بھاگ گئے۔

قلعہ پرندہ پر نظام شاہی قبضہ

دو روز کے بعد برہان نظام شاہ جب قلعہ پرندہ میں پہنچا تو اس نے قلعے کو بالکل خالی پایا اس نے قلعہ خواجہ جہاں کے حوالے کیا اور احمد نگر چلا گیا اور اس طرح یہ قلعہ خود بخود دوبارہ نظام شاہی قبضے میں آگیا۔

رام راج اور برہان نظام شاہ میں دوستانہ مراسم

اسی زمانے میں برہان نظام نے بیجانگر کے حکمران رام راج سے دوستانہ مراسم استوار کیے اور اپنے لشکر کے ساتھ عادل شاہی علاقے سے گزرتا ہوا قلعہ شولا پور کے قریب پہنچا اور رام راج سے ملاقات کی۔ برہان نے رام راج سے طے کیا کہ رائچور اور مدگل پر رام راج قبضہ کرے اور قلعہ شولا پور کو برہان اپنے تصرف میں لائے۔

شولا پور کی فتح

اس کے بعد رام راج نے رائچور اور مدگل کا اور برہان نظام نے شولا پور کا محاصرہ کر لیا۔ برہان نے شولا پور کو جلد ہی فتح کر لیا اور پھر رام راج کی مدد کے لیے رائچور کی طرف روانہ ہوا۔ صحیح روایت یہ بیان کی جاتی ہے کہ کچھ دنوں کے بعد برہان نظام نے تنکناوری سے کہا کہ برسات کا موسم قریب آگیا ہے اس لیے میرا اور رام راج کا اس قلعہ کے محاصرے میں وقت ضائع کرنا کسی طرح مناسب نہیں ہے۔ اگر تم پسند کرو تو میں شولا پور پہنچ کر وہاں کے قلعے کا دوبارہ محاصرہ کر لوں تاکہ دونوں قلعے ایک ہی وقت میں فتح ہو جائیں۔

تنکناوری نے رام راج کو سمجھا کر اس امر کی اجازت لے لی اور برہان نظام رام راج کے لشکر کے ایک حصے کو اپنے ساتھ لے کر روانہ ہو گیا۔ شولا پور پہنچ کر برہان نظام نے قلعے کا محاصرہ کر لیا رومی خاں نے جو حقیقت میں محمود شاہ گجراتی کا ملازم تھا قلعے کو فتح کرنے کی بہت کوشش کی اور آخر کار اسی کی کوششوں سے تین ماہ کے عرصے میں قلعہ فتح کر لیا گیا۔

گلبرگہ کی فتح کا ارادہ

اس کے بعد برہان نظام نے گلبرگہ جانے کا ارادہ کیا تاکہ وہاں کے قلعے کو بھی فتح کرے، لیکن جب اسے یہ معلوم ہوا کہ رام راج رائچور اور مدگل کے قلعوں کو فتح کر کے بیجانگر واپس آگیا ہے تو اس نے اس سال گلبرگہ کے قلعے کو فتح کرنے کا خیال ترک کر دیا۔

بیجاپور کو روانگی

۹۶۰ھ میں برہان نظام شاہ نے دوبارہ عادل شاہی ممالک کو فتح کرنے کا ارادہ کیا۔ اس مقصد کو حاصل کرنے کے لیے اس نے رام راج سے یہ معاہدہ کیا کہ وہ (رام راج) قلعہ ساغر اور آہنکر کو فتح کرے اور بیجاپور اور گلبرگہ پر نظام کا قبضہ ہو۔ ۹۶۱ھ میں برہان نظام شاہ نے

marfat.com

Marfat.com

رام راج کو ساتھ لیا اور بیجاپور کی طرف روانہ ہوا۔

برہان نظام کی بیماری

عادل شاہ' برہان نظام کا مقابلہ کرنے کی جرات نہ کر سکا اور پنالہ چلا گیا۔ برہان نظام نے بیجاپور کے قلعے کا محاصرہ کر لیا' قریب تھا کہ وہ اس قلعے کو فتح کر لیتا کہ قسمت نے ایک دوسری چال چلی۔ نظام شاہ پر بیماری کا حملہ ہوا اور وہ احمد نگر واپس آ گیا۔

وفات

برہان نظام کا مرض جان لیوا ثابت ہوا بہت علاج معالجہ کیا گیا لیکن کوئی تدبیر کارگر نہ ہوئی اور اس نے سفر آخرت اختیار کیا برہان کو باغ روضہ میں اس کے باپ کی قبر کے قریب ہی دفن کیا گیا۔ کچھ عرصہ بعد احمد نظام اور برہان نظام کے تابوت کربلائے معلی روانہ کر دیئے گئے۔ اور ان کو حضرت امام حسینؓ کے مزار مبارک کے باہر ایک گز کے فاصلے پر سپرد خاک کر دیا گیا۔

تاریخ وفات

اسی سال گجرات کے حکمران سلطان محمود گجراتی اور شہنشاہ دہلی سلیم شاہ نے بھی داعی اجل کو لبیک کہا۔ "راقم الحروف مورخ فرشتہ" کے والد محترم مولوی غلام علی نے ان تینوں فرماں رواؤں کے انتقال کی لاجواب تاریخ "زوال خسرواں" کہی ہے۔

اولاد

برہان نظام شاہ کے بعد اس کی جو اولاد بقید حیات تھی اس کے نام یہ ہیں حسین اور عبد القادر یہ دونوں بی بی آمنہ کے بطن سے پیدا ہوئے تھے۔ شاہ علی حسن یہ یوسف عادل شاہ کی بیٹی بی بی مریم کے بطن سے تھا۔ شاہ حیدر اس کی شادی مخدوم خواجہ جہاں کی لڑکی سے ہوئی تھی۔ میراں محمد باقر اس کا انتقال بیجاپور میں ہوا شہزادہ محمد خدا بندہ اس نے بنگال میں وفات پائی۔

marfat.com

Marfat.com

حسین نظام شاہ بن برہان نظام شاہ

تخت نشینی اور شہزادہ عبدالقادر کی مخالفت

تخت نشینی کے وقت حسین نظام کی عمر تیس سال کی تھی- شہزادہ عبد القادر اپنے باپ کا بہت لاڈلا بیٹا تھا اس نے حسین نظام کی بادشاہت کو تسلیم نہ کیا اور تخت نشینی کے روز اپنے بھائیوں کو ساتھ لے کر قلعے سے باہر نکل آیا- امراء دو جماعتوں میں تقسیم ہو گئے غریبوں اور حبشی امیروں نے حسین شاہ کی حمایت کی- دکنیوں اور ہندوؤں نے شہزادہ عبد القادر کا ساتھ دیا اور قصبہ بنکا پور میں اس کے سر پر چتر شاہی سایہ فگن کر دیا-

بھائیوں میں اختلافات

برہان نظام شاہ کے دوسرے بیٹوں محمد خدا بندہ' شاہ حیدر اور میراں محمد باقر نے عبد القادر ہی کا ساتھ دیا- عین ممکن تھا کہ ان سب بھائیوں میں خون خرابہ ہوتا کہ قاسم بیگ حکیم کی کوششوں سے چار پانچ سو سلحدار اور حوالہ دار شہزادہ عبد القادر سے الگ ہو کر حسین نظام شاہ کے پاس پہنچ گئے- اہل قلعہ کو اس واقعہ سے بہت تقویت پہنچی اور انہوں نے حسین نظام کے سر پر چتر و آفتاب گیر سایہ فگن کر دیا-

دکنی امراء کی عبد القادر سے علیحدگی

اس کے بعد اہل قلعہ نے شہزادہ عبدالقادر کے فتنے کو ختم کرنے کی کوششیں شروع کر دیں اور اس مقصد کے لیے لوگوں کو اپنے ساتھ کرنے کے لیے ان میں روپیہ تقسیم کرنے لگے- مشہور دکنی امراء خورشید خاں اور عالم خاں میواتی وغیرہ نے جب دیکھا کہ حسین نظام شاہ کی قسمت کا ستارہ بلندی پر ہے تو انہوں نے قاسم بیگ حکیم کی وساطت سے قبول نامہ حاصل کیا اور شہزادہ عبد القادر کا ساتھ چھوڑ کر اپنے اپنے گھروں میں جا بیٹھے-

شہزادہ عبدالقادر کا فرار اور انتقال

یہ صورت حال دیکھ کر شہزادہ عبدالقادر بہت پریشان ہوا اس نے اپنے بھائیوں اور دوسرے رشتہ داروں سے اس بارے میں مشورہ کیا سبھوں نے راہ فرار اختیار کرنے ہی کو مناسب و موزوں خیال کیا- شہزادہ عبدالقادر اپنے چند مقربین خاص کے ہمراہ عبد الملک کے پاس برار چلا گیا اور وہیں پیوند خاک ہوا-

امن و اطمینان کا دور دورہ

شاہ علی محمد خدا بندہ اور میراں محمد باقر بیجاپور چلے گئے- شاہ حیدر نے پرندہ کا رخ کیا مختصر یہ کہ حسین نظام شاہ کے وہ تمام رقیب جو سلطنت کے دعویدار ہو سکتے تھے ایک ایک کر کے ملک سے باہر چلے گئے- اس کے بعد حسین نظام نے ملک میں ائمہ اہل بیت کے نام کا خطبہ جاری کیا اور بڑے امن و اطمینان کے ساتھ حکمرانی کے فرائض انجام دینے لگا-

سیف عین الملک کا فرار

کچھ ہی دنوں میں حسین نظام شاہ نے شہزادہ عبد القادر کے حمایتوں کو سخت ترین سزائیں دیں- سیف عین الملک جو سلطان بہادر گجراتی کے انتقال کے بعد احمد نگر میں آ کر سپہ سالاری کے منصب پر فائز ہوا تھا شاہی قہر و غضب سے خوفزدہ ہو کر برار چلا گیا-

marfat.com

Marfat.com

خواجہ جہاں کا ارادہ

شہزادہ حیدر کی شادی پرندہ کے حاکم خواجہ جہاں کی لڑکی سے ہوئی وہ اپنے داماد کو بادشاہ بنانے کے حق میں تھا اس نے ابراہیم عادل شاہ کی مدد سے اس مقصد کو حاصل کرنے کی کوشش بھی کی۔ حسین نظام شاہ کو جب یہ معلوم ہوا تو وہ بہت غضب ناک ہوا۔ لیکن مصلحتاً اس نے اپنی خفگی کا اظہار نہ کیا' بلکہ اس کے برعکس ایک محبت نامہ اس کے پاس بھجوایا۔

حسین نظام شاہ کا محبت نامہ خواجہ جہاں کے نام

حسین نظام کا یہ محبت نامہ دیکھ کر خواجہ جہاں بہت حیران ہوا۔ وہ عجیب مشکل میں پڑ گیا اس میں نہ تو اس قدر ہمت تھی کہ کھلم کھلا بادشاہ کی مخالفت کا اعلان کرتا اور نہ ہی وہ اس قابل تھا کہ بادشاہ کی خدمت میں حاضر ہو کر اپنی نیاز مندی کا اظہار کرتا بہت سوچ بچار کے بعد خواجہ جہاں نے حسین نظام کے نام ایک خط بھیجا جس میں اس نے لکھا کہ "چونکہ مجھ سے ایک خطا ہو گئی ہے۔ اس لیے ندامت اور شاہی قہر و غضب کے خوف سے حضور کی خدمت میں حاضری دینے سے معذور ہوں۔ مجھے آپ کی خسروانہ عنایات سے پوری پوری توقع ہے کہ آپ میری خطا سے چشم پوشی فرمائیں گے۔"

حسین نظام شاہ کا عزم پرندہ

حسین نظام شاہ سمجھ گیا کہ خواجہ جہاں کبھی احمد نگر نہ آئے گا لہٰذا اس نے خواجہ کی سرزنش کے لیے پرندہ کا سفر اختیار کیا اور وہاں پہنچ کر قتل و غارت گری کا بازار گرم کیا۔ خواجہ جہاں بہت پریشان ہوا اس نے اپنے ایک عزیز کو قلعے کی حفاظت کے لیے مقرر کیا اور خود ابراہیم عادل کا تعاون حاصل کرنے کے لیے بیجاپور پہنچا۔

قلعہ پرندہ پر قبضہ

حسین نظام شاہ نے قلعے کا محاصرہ کر لیا اہل قلعہ کو ابراہیم عادل شاہ کی مدد کی توقع تھی اس لیے انہوں نے شام تک نظام شاہیوں کا پورا پورا مقابلہ کیا۔ نظام شاہیوں نے توپوں سے گولہ باری کر کے حصار کو گرا دیا اور قلعے کے اندر داخل ہو کر اہل قلعہ کو تلوار کے گھاٹ اتار دیا۔ حسین نظام نے قلعہ پر قبضہ کر لیا اور اپنے ایک قابل اعتماد امیر کو اس قلعے کا حاکم مقرر کر کے واپس احمد نگر آ گیا۔

ابراہیم عادل شاہ کا ارادہ

مخدوم خواجہ جہاں اور کئی شہزادے حسین نظام شاہ سے خوفزدہ ہو کر بیجاپور چلے گئے اور ابراہیم عادل شاہ کے دامن دولت سے وابستہ ہوئے۔ اسی دوران میں برار سے سیف عین الملک بھی بیجاپور آ گیا اور ابراہیم عادل شاہ کے دائرہ ملازمت میں داخل ہو گیا۔ ابراہیم عادل نے اپنی پھوپھی زاد بھائی میراں شاہ علی کو چتر و آفتاب گیر سے سرفراز کیا اور یہ ارادہ کیا کہ ان تمام لوگوں کو جو حسین نظام کے ظلم و ستم کی وجہ سے پریشان ہیں میراں شاہ علی کے گرد جمع کرے اور پھر شاہ علی کو احمد نگر کے تخت پر بٹھائے۔

عماد الملک سے مدد کی درخواست

حسین نظام شاہ کو جب یہ تمام باتیں معلوم ہوئیں تو اس نے واسوپنڈت کو اپنا قاصد بنا کر عماد الملک کے پاس بھیجا تاکہ دونوں فرماں روا باہمی اتحاد سے ابراہیم عادل شاہ پر حملہ کریں اور اس کی مخاصمانہ کارروائیوں کا سد باب کریں۔ عماد الملک نے حسین نظام کی مدد کے لیے تقریباً سات ہزار سوار روانہ کیے۔

حسین نظام شاہ کی شولاپور کو روانگی

عماد الملک کے سواروں کو ہمراہ لے کر حسین نظام شاہ قلعہ شولاپور کی طرف روانہ ہوا جس کا محاصرہ عادل شاہ نے کر رکھا تھا جب سفر

marfat.com

Marfat.com

کی منزلیں طے کرتا ہوا حسین نظام شاہ شولا پور کے قریب پہنچا تو ابراہیم عادل شاہ نے حسین نظام کی سرزنش کا مصمم ارادہ کر لیا تاکہ اپنی گذشتہ شکست کے داغ کو مٹائے۔

خوں ریزی

حسین نظام اور ابراہیم عادل نے اپنے لشکروں کو مرتب و آراستہ کیا اور ایک دوسرے کے مقابلے پر آئے۔ فریقین میں زبردست خونریزی ہوئی اس معرکے میں سیف عین الملک نے جو ابراہیم عادل کے ساتھ تھا بڑی بہادری کا مظاہرہ کیا۔ اس نے عماد شاہی اور نظام شاہی ہراول کے چھکے چھڑا دیئے۔ نظام شاہی میسرہ کی حالت بھی ناگفتہ بہ ہو گئی۔ اس کے بعد سیف عین الملک نے دشمن کے چتر و علم کا رخ کیا۔

نظام شاہیوں کی بہادری

نظام شاہیوں نے بھی خوب دل کھول کر داد شجاعت دی۔ انہوں نے دشمن کے تقریباً چار سو بہادر اور تجربہ کار سپاہیوں کو آن کی آن میں ٹھکانے لگا دیا۔ اس افراتفری میں سیف الملک کا بھانجا صلابت خاں بھی زخمی ہوا اور اپنے گھوڑے سے گر پڑا۔

سیف عین الملک کی بہادری

عین الملک کی یہ عادت تھی کہ جب کبھی میدان جنگ میں وہ پریشان ہو جاتا تو گھوڑے سے اتر کر اپنے سپاہیوں کی ہمت افزائی کرتا اور انہیں جانبازی کے لئے مستعد کرتا۔ اس جنگ میں بھی عین الملک نے گھوڑے سے اتر کر اپنے لشکریوں کا دل بڑھایا اور بہادری کا ایسا مظاہرہ کیا کہ نظام شاہی لشکر حواس باختہ ہو کر میدان جنگ سے بھاگ نکلا۔

حسین نظام شاہ کی الوالعزمی

نظام شاہی سپاہیوں کے فرار کا یہ نتیجہ ہوا کہ ان کے علم کے پاس صرف ایک ہزار سوار اور ایک سو ہاتھی باقی رہ گئے۔ حسین نظام نے اپنی فوج کے انتشار اور اپنے سپاہیوں کی کم ہمتی کا قطعاً خیال نہ کیا اور دشمن کے مقابلے پر ڈٹا رہا۔ میدان جنگ میں فتح و شکست کا فیصلہ خداوند تعالیٰ کے ہاتھ میں ہوتا ہے۔ اس سلسلے میں انسانی کوششوں کو کوئی دخل نہیں ہوتا' اس جنگ کا نتیجہ بھی توقع کے خلاف ہوا۔

ایک من گھڑت خبر

چندوں فطرت لوگوں نے ابراہیم عادل کو یہ اطلاع دی کہ سیف عین الملک بڑا عیار ہے وہ محض دھوکہ دینے کے لئے بیجاپور آیا تھا اب میدان جنگ میں اپنے گھوڑے سے اتر کر حسین نظام کے سامنے دست بستہ کھڑا ہوا ہے۔" ابراہیم عادل نے جھوٹے مخبروں کی بات کا یقین کر لیا اور اپنے امراء اور سپاہیوں کو میدان جنگ میں ہی چھوڑ کر خود بیجاپور کی طرف روانہ ہو گیا۔

سیف عین الملک کی جنگ سے دست برداری

عین الملک نے بڑی حد تک معرکہ سر کر لیا تھا دشمن پر پوری طرح غلبہ حاصل کرنے میں تھوڑی سی کسر رہ گئی تھی لیکن جب اسے ابراہیم عادل شاہ کی روانگی کی خبر ملی تو وہ بد دل ہو گیا اور اس نے لڑائی سے ہاتھ روک دیا۔ اس نے صلابت خاں کو جو زخمی ہو چکا تھا ایک چادر میں باندھا اور اپنے ساتھ لے کر بیجاپور کی طرف چل دیا۔

حسین نظام شاہ کی احمد نگر کو واپسی

حسین نظام شاہ کے ساتھ جیسا کہ بیان کیا جا چکا ہے بہت کم لشکر رہ گیا تھا ایسے عالم میں اس نے دشمن کا تعاقب کرنا مناسب نہ سمجھا اور بقول مصنف "وقائع' اول شاہیہ" دو روز کے بعد احمد نگر کی طرف روانہ ہو گیا۔

marfat.com
Marfat.com

عین الملک نظام شاہی حدود میں

سیف الملک عادل شاہی علاقے کی حدود سے باہر نکل گیا اور اس علاقے میں قیام کرنے کا اسے موقع ہی نہ ملا۔ سفر کی منزلیں طے کرتا ہوا وہ نظام شاہی حدود میں آ پہنچا۔ حسین نظام شاہ عین الملک سے پوری طرح مطمئن نہ تھا اسے عین الملک نے جو نقصانات پہنچائے تھے ان کی یاد ابھی تازہ تھی' لیکن مصلحتاً نظام نے عین الملک کی آمد پر خوشی کا اظہار کیا اور یہ کہا کہ: "یہ ہماری خوش قسمتی ہے کہ عین الملک دوبارہ ہمارے پاس آگیا ہے۔"

حسین نظام شاہ کا خط عین الملک کے نام

حسین نظام شاہ نے حکیم قاسم بیگ، کو سیف عین الملک کے استقبال کے لیے روانہ کیا اور اس کے نام ایک خط لکھا' جس کا مضمون یہ تھا۔ "ایک مدت سے میں اس امر کا خواہاں تھا کہ تم یہاں آؤ خدا کا شکر ہے کہ میری خواہش پوری ہوئی تم کچھ عرصے کے لیے ہماری ملازمت سے محروم رہے ہو یہ محض ایک اتفاقی امر ہے اس سلسلے میں تمہیں کسی قسم کا غم یا خوف نہ ہونا چاہیے۔ میری توجہ تم پر پہلے سے دس گنا زیادہ رہے گی تم بالکل بے فکر ہو کر میرے حضور میں آجاؤ۔"

"میں تمہیں تمہارے قدیم منصب پر بحال کروں گا۔ تمہارے مزید اطمینان کی خاطر یہ خط میں اپنے خاص رومال میں باندھ کر بھیج رہا ہوں' میرا محرم راز حکیم قاسم بیگ تمہارے استقبال کے لیے آ رہا ہے تم جلد از جلد اس کے ساتھ میرے پاس پہنچ جاؤ تاکہ تمہاری حاضری ہماری مجلس میں گرمی اور رونق پیدا ہو جائے۔

عین الملک کی شرائط

حکیم قاسم بیگ' سیف عین الملک کے پاس پہنچا اس سے ملاقات کی اور اسے بادشاہ کا خط دیا۔ عین الملک نے کہا کہ میری دو شرطیں مان لی جائیں تو حسین نظام کے پاس جانے میں مجھے کوئی انکار نہیں ہے۔ اول یہ کہ حسین نظام خود میرے استقبال کے لیے آئے اور دوسرے یہ کہ جب تک میں بادشاہ سے ملنے جاؤں تو میری واپسی تک قاسم بیگ میرے لشکر میں رہے۔"

حکیم قاسم بیگ نے عین الملک سے کہا۔ "اب تم مجھے اجازت دو تاکہ میں بادشاہ کے پاس جاؤں اور ان شرائط کو اس کے سامنے رکھوں اور پھر واپس آکر تمہارے لشکر میں اس وقت تک رہوں جب تک تم بادشاہ سے مل کر واپس نہ آجاؤ۔ عین الملک نے قاسم بیگ کو اجازت دے دی اور وہ وہاں سے رخصت ہو کر بادشاہ کے پاس چلا آیا۔

قاسم بیگ کی بیماری

قاسم بیگ شاہی مجلس میں پہنچا' لیکن اس نے رنگ مجلس کو بدلا ہوا پایا۔ وہ وہاں سے اپنے گھر آگیا' یہاں اسے روغن بلاروا اپنے منہ اور سر پر مل لیا۔ اس وجہ سے اس کا منہ اور جسم سوجھ گیا' قاسم بیگ نے بیماری کا بہانہ کیا اور صاحب فراش ہو گیا۔

حسین نظام کا پیغام عین الملک کے نام

حسین نظام نے اپنے مصاحبین کی ایک جماعت کو بہت لذیذ اور اعلیٰ درجے کے کھانے اور شربت دے کر عین الملک کے پاس بھیجا۔ اور اس سے کہلوایا کہ تم فلاں وقت مجھ سے ملاقات کرو' مجھے افسوس ہے کہ قاسم بیگ بیمار ہو گیا ہے اس لیے وہ تمہارے پاس آنے سے معذور ہے۔ تم اپنی جگہ سے چل پڑو' میں تمہارے استقبال کے لیے روانہ ہو رہا ہوں۔ عین الملک نے حقیقت حال سے باخبر ہونے کے لیے اپنے قاصدوں کو قاسم بیگ کے گھر بھیجا' قاصدوں نے واپس آکر بتایا کہ واقعی قاسم بہت زیادہ بیمار ہے۔

marfat.com

Marfat.com

بادشاہ سے ملاقات کے لیے روانگی

عین الملک کو یہ اطلاع مل گئی کہ حسین نظام اس کے استقبال کے لیے روانہ ہو چکا ہے' لہٰذا وہ مجبوراً ایک مختصر سی جماعت کے ساتھ جس میں صلابت خاں بھی شامل تھا۔ بادشاہ کی ملاقات کے لیے چل پڑا' عین الملک کے غلام مسمی قبول خاں نے اپنے آقا کو روانگی سے بہت منع کیا اور کہا کہ قاسم بیگ کی بیماری خود ساختہ ہے۔ اور صریحاً مکاری ہے' لیکن عین الملک نے اس کی بات نہ مانی اور اپنے ارادے پر قائم رہا۔

قبول خاں کی دانش مندی

قبول خاں' سیف عین الملک سے جدا ہو کر لشکر میں پہنچا۔ اس نے تمام لشکریوں سے کہا کہ سب لوگ شہر میں چلے جائیں اور جس جگہ بادشاہ نے ان کو ٹھہرانے کا انتظام کیا ہے وہاں پہنچ کر قیام کریں۔ قبول خاں نے عورتوں کو بھی مردانہ لباس پہنایا اور انہیں گھوڑے پر سوار کرا کے اپنے ساتھ لے چلا۔

عین الملک کا استقبال

عین الملک نبہ پور پہنچا اس نے دیکھا کہ حسین نظام شاہ ایک میدان میں گھوڑے پر سوار ہے' اس کے سامنے اور دونوں اطراف میں ہاتھیوں کی قطاریں ہیں' ان قطاروں کی وجہ سے حسین نظام جس جگہ کھڑا ہوا تھا وہ جگہ ایک کوچے کی سی شکل اختیار کر گئی تھی۔ بادشاہ کے مصاحبوں نے جب عین الملک کو آتے ہوئے دیکھا تو ان میں سے کچھ آگے بڑھ کر اسے اور صلابت خاں کو متذکرہ "کوچے" کے اندر لے آئے۔ عین الملک اور صلابت دونوں سوار تھے' چند لمحوں بعد کچھ درباریوں نے ان دونوں کو پیادہ پا ہونے کی درخواست کی۔

عین الملک کی گرفتاری

عین الملک چاہتا تھا کہ جس طرح حسین نظام سوار ہے اسی طرح وہ بھی سوار ہو کر ہی اس سے ملاقات کرے' لیکن درباریوں کے اصرار کی وجہ سی اس کی خواہش پوری نہ ہو سکی اور اسے مجبوراً گھوڑے سے اترنا پڑا۔ اس کے بعد عین االملک نے بادشاہ کی رکاب بوسی کے ارادے سے سر جھکایا' لیکن ابھی رکاب سے اس کے ہونٹ چھوئے بھی نہیں تھے کہ حسین نظام نے عین الملک کی اور صلابت خاں کی گرفتاری کا حکم دیا۔ حکم کی تعمیل کی گئی اور ان دونوں کو گرفتار کر کے ہاتھیوں پر بٹھا دیا گیا۔

عین الملک اور صلابت خاں کا قتل

جب حسین نظام نے اپنے شکار کو اچھی طرح قبضہ میں کر لیا تو وہ اپنے لشکر کے ساتھ روانہ ہو گیا۔ راستے میں اس فیل بان کو جس کے ہاتھی پر صلابت خاں اور عین الملک سوار تھے نہ جانے کیا سوجھی کہ اس نے بغیر کسی کی اطلاع کے ان دونوں کا گلا گھونٹ کر ٹھکانے لگا دیا اور ان کے مردہ جسم زمین پر پھینک دیئے۔ حسین نظام نے جب ان دونوں کو اس عالم میں دیکھا تو افسوس کا اظہار کیا اور کہا کہ بیچارے خوف کی وجہ سے مر گئے۔ بادشاہ نے چند لوگوں کو ان دونوں کی تجہیز و تکفین کا حکم دیا۔

قبول خاں کی روانگی

اس کے بعد حسین نظام نے حکم دیا کہ عین الملک کی عورتیں اور اس کا سامان شاہی بارگاہ میں ملاحظہ کے لیے پیش کیا جائے اور باقی تمام اشیاء کو تباہ و برباد کر دیا جائے۔ قبول خاں بہت دانش مند اور فہیم انسان تھا اسے ان تمام واقعات کی اطلاع تھی' اس نے عین الملک کی عورتوں کو سوار کرایا اور تقریباً پانچ سو افراد کے ساتھ جو سب عین الملک کے ملازم تھے ابراہیم قطب شاہ کے علاقے کی طرف روانہ ہوا۔

marfat.com

Marfat.com

قبول خاں کے معرکے

حسین نظام شاہ کے ملازموں نے قبول خاں کا تعاقب کیا' چند مقامات پر فریقین میں معرکہ آرائی بھی ہوئی۔ قبول خاں نے بڑے بہادری کا ثبوت دیا اور نہایت عمدہ طریقے سے جنگ کی' یہاں تک کہ دشمن بھی اس کی بہادری کا معترف ہو گئے۔ قبول خاں سفر کی منزلیں طے کرتا ہو قصبہ اندور کے قریب پہنچا' یہاں کے نظام شاہی امراء کو جب اس کی آمد کی خبر ملی تو انہوں نے قبول خاں کو رات ہی میں پکڑ لیا۔ قبول خاں نے ان امیروں کا مقابلہ کیا اور حسب سابق بڑی بہادری سے لڑائی کی' نظام شاہی امراء کو جن میں ظریف الملک' چندا خاں' دلاور خاں اور پاکباز خاں وغیرہ تھے شکست فاش دی۔ ان امراء کا بہت سا ساز و سامان قبول خاں کے ہاتھ آیا اور وہ گولکنڈہ کی طرف روانہ ہو گیا۔

قبول خاں کی مقبولیت

ابراہیم قطب شاہ نے قبول خاں کی بہت خاطرداری کی۔ قبول خاں نے جس طرح سیف عین الملک کے وارثوں کے ساتھ سلوک کیا تھا اور جس طرح اپنے مالک کے ساتھ وفاداری کی تھی۔ قطب شاہ نے اس سے متاثر ہوا اور قبول خاں کو انعام میں جاگیر عطا کی۔ قبول خاں ہر سال اپنے چند آدمیوں کو احمد نگر روانہ کرتا اور عین الملک اور صلابت خاں کی قبروں پر جو بنکاپور میں واقع ہیں' محتاجوں وغیرہ کو کھانا تقسیم کرواتا نیز قبروں کے مجاوروں کو انعامات سے خوش کرتا۔

خوش اعتقادی

سیف عین الملک اور صلابت خاں کی بہادری ضرب المثل کی حیثیت اختیار کر گئی۔ دکن کے تمام باشندے ان دونوں کی شجاعت کے دل و جان سے قائل ہیں' خوش اعتقادی کا یہ عالم ہے کہ لوگ ان کی قبروں کی مٹی کو چاٹتے ہیں اور ان کی روحوں سے بہادری اور شجاعت کے لیے مدد طلب کرتے ہیں۔

عین الملک کے حالات

عین الملک کا باپ' سیف الملک عراق کا رہنے والا تھا' لیکن عین الملک گجرات میں پیدا ہوا تھا۔ گجرات کے بادشاہوں نے جب عین الملک کی بہادری اور شجاعت کا شہرہ سنا تو اسے اپنے منصب داروں میں شامل کر لیا۔ عین الملک نے دوران ملازمت میں بڑے اچھے کام کیے اور اس وجہ سے رفتہ رفتہ اس کا شمار بڑے بڑے امیروں میں ہونے لگا۔

لشکر کی فراہمی

عین الملک نے ڈھونڈھ ڈھونڈھ کر بہادروں اور جان بازوں کو اپنے گرد جمع کرنا شروع کیا اور دس بارہ سال میں تقریباً دس ہزار سپاہیوں کو ایک زبردست لشکر فراہم کر لیا۔ جس میں مغل' عرب' حبشی' گجراتی' افغانی' دکنی غرض ہر قوم کے سپاہی تھے وہ ان سپاہیوں سے بڑا عمدہ برتاؤ کرتا تھا اور انہیں کبھی یہ محسوس نہ ہونے دیتا تھا کہ وہ اس کے ملازم ہیں۔

کردار کی بلندی

عین الملک نے کبھی اپنے لیے مخصوص گھوڑے اور خیمے نہ رکھے اسے جب کبھی سواری کی ضرورت پیش آ جاتی تھی تو اپنے ملازمین میں سے کسی کا گھوڑا لے کر ضرورت پوری کر لیتا اور اگر اثنائے سفر میں قیام کرنا پڑتا تو اپنے لیے مخصوص خیمہ کبھی نہ لگواتا' بلکہ ملازم کے ساتھ اس کے خیمے میں قیام کرتا۔ عین الملک کا یہ دستور تھا کہ جب اسے بادشاہ کی طرف سے نئی جاگیر عطا ہوتی تو وہ اپنے سپاہیوں کو بلا کر ان سے کہتا۔ "خداوند تعالیٰ نے ہمیں فلاں جاگیر عطا کی ہے اب تم یہ آپس میں تقسیم کر لو۔

marfat.com

Marfat.com

کامیاب زندگی

یہ سپاہی بھی بڑے سمجھدار تھے وہ جاگیر کو اس طرح تقسیم کرتے کہ اپنے مالک کے اخراجات کے لیے بھی ایک حصہ مخصوص کر لیتے۔ عین الملک نے چالیس سال تک امارت کی زندگی بسر کی' بارہا دشمنوں سے سابقہ پڑا' لیکن کسی معرکے میں شکست کا منہ نہ دیکھا' سلطان بہادر کے انتقال کے بعد عین الملک برہان نظام شاہ کے پاس چلا گیا اور امیرالامراء کے منصب پر سرفراز ہوا۔

شاہ حیدر کی احمد نگر میں آمد

اسی زمانے میں شاہ طاہر کے فرزند شاہ حیدر ایران سے دکن واپس آ گئے۔ حسین نظام شاہ نے علی قلی منشی کو پالکی کے ساتھ شاہ صاحب کے استقبال کے لیے روانہ کیا۔ وہ انہیں بڑی تعظیم و تکریم کے ساتھ لے کر احمد نگر لایا۔ شاہ طاہر کی جاگیر اور قصبہ دندراج پوری کو شاہ حیدر کے قبضے میں دے دیا گیا۔

گلبرگہ کی فتح کے لیے حسین نظام شاہ کی کوشش

کچھ ہی زمانے میں ابراہیم عادل نے داعی اجل کو لبیک کہا' حسین نظام نے موقع سے فائدہ اٹھاتے ہوئے حسن آباد گلبرگہ کو فتح کرنے کا ارادہ کر لیا۔ اس نے ملا عنایت اللہ اور قاسم بیگ کو گولکنڈہ بھیج کر ابراہیم قطب شاہ کو یہ پیغام دیا کہ اب حالات ہمارے موافق ہیں' ہمیں اس وقت سے فائدہ اٹھا کر قلعہ گلبرگہ پر قبضہ کر لینا چاہیے۔ "ابراہیم قطب شاہ خود یہی چاہتا تھا' لہٰذا اس نے فوراً لشکر تیار کیا اور روانہ ہو گیا۔

حسین نظام شاہ اور ابراہیم قطب شاہ گلبرگہ میں

حسین نظام کو جب ابراہیم قطب شاہ کی روانگی کی خبر ملی تو وہ بھی گلبرگہ کی طرف روانہ ہو گیا۔ دونوں بادشاہوں نے گلبرگہ میں ایک دوسرے سے ملاقات کی اور یہ طے پایا کہ پہلے تو گلبرگہ کو فتح کیا جائے اس کے بعد قلعہ آہنگر پر حملہ کیا جائے

قلعے کا محاصرہ

ا قلعہ گلبرگہ کا محاصرہ کر لیا گیا۔ نظام شاہ کے توپچیوں نے رومی خاں کی سرکردگی میں حصار کے برجوں کی بنیادوں کو ہلا کر رکھ دیا۔ قریب تھا کہ رومی خاں قلعے کو فتح کر لیتا کہ مصطفیٰ خاں اور اردستانی نے جو قطب شاہ کے امرائے کبار میں سے تھا۔ اپنے بادشاہ سے کہا' "برہان نظام شاہ وعدے کا کچا ہے وہ قلعہ گلبرگہ پر قابض ہو جائے گا لیکن آپ کو قلعہ آہنگر پر قبضہ نہ کرنے دے گا۔ میری رائے یہ ہے کہ آپ اس کی مدد نہ کریں۔"

ابراہیم قطب شاہ کی علیحدگی

مصطفیٰ خاں کی بات قطب شاہ کے جی کو لگی' اس نے اپنا تمام سامان وہیں چھوڑا اور خود آدھی رات کے وقت اپنے ملک کی طرف چلا گیا۔ جاتے جاتے اس نے اہل قلعہ کو نظام شاہیوں کی مدافعت کرنے کی بے حد تاکید کی۔ عادل شاہی امیروں کو ابراہیم قطب شاہ کے چلے جانے کی بہت خوشی ہوئی اور انہوں نے اطمینان کا سانس لیا۔

حسین نظام شاہ کو ناکامی

اس کے بعد عادل شاہیوں نے نظام شاہ کے لشکر کو بری طرح پامال کرنا شروع کیا۔ یہ عالم دیکھ کر حسین نظام پریشان ہوا۔ اس نے قلعے کی تسخیر کا ارادہ ترک کر دیا اور ناکام و نامراد اپنے ملک واپس چلا گیا۔

marfat.com
Marfat.com

ملا عنایت کا فرار

ملا عنایت اللہ حسین اور ابراہیم قطب شاہ کے درمیان ایک "واسطے" کی حیثیت رکھتا تھا' فریقین کو جب کوئی مسئلہ حل کرنا ہوتا تھا تو وہ اسی کے ذریعے گفت و شنید کرتے تھے۔ ملا عنایت ابراہیم قطب شاہ کی علیحدگی کی وجہ سے بہت گھبرایا' وہ حسین نظام کے غصے سے پوری طرح واقف تھا۔ لہٰذا اس نے راہ فرار اختیار کرنے میں اپنی عافیت دیکھی اور گولکنڈہ کی طرف چلا گیا۔

قاسم بیگ کی معزولی' نظربندی اور بحالی

ملا عنایت کے فرار سے حسین نظام بہت غصے میں آیا لیکن وہ کچھ کر نہ سکتا تھا کیونکہ تیر کمان سے نکل چکا تھا۔ اس نے اپنی آتش و غضب کو تسکین دینے کے لیے قاسم بیگ کو ہدف ستم بنایا اسے گرفتار کر کے قلعہ پرندہ میں نظربند کر دیا گیا۔ دو تین ماہ کے بعد حسین نظام کا دل پسیجا اور اس نے قاسم بیگ کو رہا کر کے حسب سابق اپنے منصب پر بحال کر دیا۔

علی عادل شاہ کا ارادہ

علی عادل شاہ نے حسین نظام شاہ سے انتقام لینے کا ارادہ کیا اور اس مقصد کو حاصل کرنے کے لیے اس نے رام راج اور قطب شاہ کو اپنے ساتھ ملایا۔ حسین نظام کو جب اس کی اطلاع ہوئی تو اس نے اپنے ایک مقرب خاص ملا علی مزندرانی کو عماد الملک کے پاس ایک قاصد روانہ کیا تاکہ نظام شاہی اور عماد شاہی خاندانوں میں دوستانہ مراسم پیدا کیے جائیں۔ حسین نظام اس طرح فائدہ اٹھانا چاہتا تھا۔ عماد الملک' ملا زندارانی سے اچھی طرح پیش آیا۔

قلعہ ریگ وندہ کی مہم

اسی سال حسین نظام شاہ نے رومی خاں اور مولانا شاہ محمد نیشاپوری کو قلعہ ریگ وندہ کی فتح کی لیے روانہ کیا۔ اس حملہ کی وجہ یہ تھی کہ غیر مسلم فرنگیوں نے اپنی حدود سے تجاوز کر کے مسلم آزار حرکتوں کا ارتکاب شروع کر دیا تھا' نظام شاہی لشکر اس فتنے کا سدباب کرنے کے لیے گیا تھا (لیکن کسی معرکہ آرائی کی نوبت نہ آئی) غیر مسلم اپنی حرکتوں پر نادم ہوئے اور انہوں نے آئندہ محتاط رہنے کا وعدہ لیا۔ اس کے بعد نظام شاہی لشکر واپس آ گیا۔

قلعہ جالنہ پر قبضہ

۹۶۷ھ میں حسین نظام شاہ نے اپنے باپ دادا کی روش کے خلاف قدم اٹھایا اور قلعہ جالنہ اور اس نواح کے دیگر قلعوں کو جن پر ایک ہندو راجہ حکومت کرتا تھا۔ فتح کیا اور ان قلعوں کی حکومت اس نے اپنے قابل اعتماد امراء کے سپرد کی اور خود احمد نگر واپس آ گیا۔

علی عادل شاہ کی احمد نگر کی طرف آمد

انہیں دنوں نظام شاہ کو یہ اطلاع ملی کہ عادل انتقام لینے کی غرض سے شولاپور اور کلیان کے قلعوں کو فتح کرنے کی غرض سے رام راج اور قطب شاہ کو اپنے ساتھ لے کر احمد نگر کی طرف آ رہا ہیں۔

شاہ حسن انجو سے مشورہ

حسین نظام شاہ نے قاسم بیگ کے مشورے سے شاہ حسن انجو کو طلب کیا' جو ان دنوں بندر جیوں مقیم تھا اور حرمین شریفین کی زیارت کا ارادہ رکھتا تھا۔ بادشاہ نے شاہ حسن سے علی عادل کی آمد کے بارے میں مشورہ کیا۔ شاہ حسین نے کہا۔ "ہم میں اتنی قوت نہیں ہے کہ ان تینوں بادشاہوں کا مقابلہ کریں سب سے اچھا طریقہ یہی ہے کہ ہم کلیان کا قلعہ علی عادل شاہ کے حوالے کر کے اس سے صلح کر لیں۔"

marfat.com

Marfat.com

شاہ حسن کی صاف گوئی

حسین نظام نے جواب دیا۔ "جس قلعے کو میرے باپ نے اتنی محنت و مشقت سے فتح کیا ہے' اسے بغیر کسی مزاحمت کے دشمن کے حوالے کر دینا میرے لیے باعث شرم ہے۔" اس پر شاہ حسن نے کہا۔ "یہ وقت کی بات ہے اور ہر زمانے کے تقاضے جدا جدا ہوتے ہیں۔ آپ کے والد محترم کے لیے یہی مناسب تھا کہ وہ قلعہ کلیان پر قبضہ کرتے اور آپ کے لیے یہی موزوں ہے کہ اس قلعے سے دست بردار ہو جائیں' بادشاہوں یا عام لوگوں کی نجی زندگی میں ایسے بے شمار واقعات آتے رہتے ہیں۔

دشمن کا نواح احمد نگر میں پہنچنا

حسین نظام یہ بالکل نہ چاہتا تھا کہ کلیان کا قلعہ علی عادل شاہ کو واپس کر دے۔ اس نے شاہ انجو کی رائے سے اتفاق نہ کیا اور اپنی بات پر اڑا رہا۔ یہاں تک کہ حریف ایک لاکھ سواروں اور دو لاکھ پیادوں کا زبردست لشکر لے کر احمد نگر کے نواح میں پہنچ گیا۔

حسین نظام شاہ کی پٹن کو روانگی

حسین نظام شاہ نے فوراً احمد نگر کے کچے قلعے میں جس کے سامنے خندق بھی نہ تھی۔ سامان جنگ' غلہ اور دیگر اشیاء جمع کیں اور اس قلعے کو اپنے چند قابل اعتماد امیروں کے سپرد کر کے اپنے بال بچوں اور خزانوں کے ساتھ پٹن کی طرف روانہ ہو گیا۔ اس سفر سے اس کا مقصد یہ تھا کہ امیر برید' میراں مبارک شاہ اور عماد الملک کو اپنے ساتھ ملائے اور دشمن کے ساتھ جنگ کرے۔

خاں جہان کا فتنہ

اتفاق کی بات ہے کہ امیر برید کے بھائی خان جہاں نے حسین نظام شاہ کا منصوبہ پورا نہ ہونے دیا۔ خاں جہان' عماد الملک کا مدار المہام تھا۔ علی عادل شاہ کے کہنے پر اس نے پانچ ہزار سواروں کا لشکر ساتھ لے کر حسین نظام کے علاقے میں تباہی و بربادی کا بازار گرم کر دیا۔

خاں جہان کی شکست

حسین نظام شاہ نے ملا محمد نیشاپوری کو تقریباً دو تین ہزار سواروں کے ساتھ خاں جہان کی گوشمالی کے لیے روانہ کیا۔ ملا نیشاپوری نے پہلے حملے ہی میں خان جہان کو شکست فاش دی۔ خان جہان پریشان و خستہ حال ہو کر بھاگ نکلا۔ شرم کے مارے وہ عماد الملک کو منہ دکھانے کے قابل نہ رہا تھا اس لیے وہ علی عادل کے پاس چلا گیا۔

احمد نگر میں ہنگامہ

جہانگیر خاں دکنی کو جملۃ الملک مقرر کیا گیا۔ اس نے برار کی فوج کو ساتھ لیا اور حسین نظام کی مدد کے لیے آیا۔ اسی زمانے میں علی عادل شاہ' رام راج اور قطب شاہ احمد نگر میں داخل ہو گئے اور انہوں نے تباہی و بربادی کا بازار گرم کر دیا۔ انہوں نے مکانوں اور مسجدوں اور سراؤں کو خوب جی بھر کر مسمار کیا اور پھر قلعے کا محاصرہ کر لیا۔ اس محاصرے کی وجہ سے اہل قلعہ کو بہت تکلیف ہوئی۔

قطب شاہ کا احترام

قطب شاہ اگرچہ عادل شاہ کا حلیف تھا' لیکن اس کی یہ خواہش بھی تھی کہ کسی طرح بھی عادل شاہ کو حسین نظام پر فوقیت حاصل نہ ہو۔ اس وجہ سے اس نے قلعے کے ایک طرف کا راستہ جدھر وہ خود مقیم تھا' اہل قلعہ کے لیے کھول دیا' قلعے والے بے خوف و خطر آنے جانے لگے اور ضرورت کی تمام اشیاء ان تک پہنچنے لگیں۔

ملا عنایت کی عاقبت اندیشی

ملا عنایت اللہ نے ان دنوں ابراہیم قطب شاہ کی ملازمت اختیار کر لی تھی۔ وہ تمام معاملات پر چھایا ہوا تھا۔ اسے اہل قلعہ سے ہمدردی

marfat.com

Marfat.com

تھی اور ان سے دوستانہ مراسم کا اظہار کرتا رہتا تھا۔ نیز حسین نظام کی طرف داری کا دم بھرتا تھا۔ عادل شاہ اور رام راج کو جب قطب شاہ کے اقدام کی خبر ہوئی تو وہ اس سے ناراض ہو گئے اور اسے دبانے کی کوشش کرنے لگے۔

ابراہیم قطب شاہ نے اس بار پہلے کی سی سلامت روی سے کام لیا اور جس طرح قلعہ گلبرگہ سے روانہ ہو گیا تھا' اس طرح یہاں سے بھی رات کے وقت تمام سامان چھوڑ کر گولکنڈہ کی طرف روانہ ہو گیا۔ جب قطب شاہ رخصت ہونے لگا تو ملا عنایت نے اس کا ساتھ چھوڑ دیا اور حسین نظام کے پاس آ گیا۔ نظام نے اس کی بہت قدر و منزلت کی۔

جہانگیر دکنی کی کارروائی

خان جہان کی شکست کی بعد عماد الملک نے جہانگیر خاں دکنی کو پیشوا مقرر کیا اور اسے ایک معقول لشکر کے ساتھ نظام شاہ کی مدد کے لیے روانہ کیا۔ جہانگیر خاں نے عادل شاہی سرحد پر قیام کیا اور دشمن کی نقل و حرکت کا سلسلہ ختم کر دیا۔ اس کارروائی کا یہ نتیجہ ہوا کہ رام راج اور عادل شاہی لشکر میں غلہ نہ پہنچ سکا اور قحط کے آثار پیدا ہو گئے۔

رام راج اور عادل شاہ کا منصوبہ

جب پریشانی حد سے بڑھی تو رام راج اور عادل شاہ آشتی نامی قصبے میں آ گئے۔ یہاں انہوں نے اس امر کی کوشش کی کہ ایک بہت بڑی فوج نامی گرامی امراء کی سرگردگی میں قلعہ پرندہ کی فتح کے لیے روانہ کی جائے۔ اور بعد ازاں واپس آ کر احمد نگر کو حسین نظام شاہ کے قبضے سے نکالا جائے۔

رام راج کی شرائط

حسین نظام شاہ کو دشمن کے اس منصوبے کی اطلاع ہو گئی وہ بہت پریشان ہوا' آخر کار اس نے قاسم بیگ اور شاہ حسن انجو کے مشورے سے رام راج سے دوستانہ مراسم پیدا کیے اور اس سے صلح کی بات چیت شروع کی۔ رام راج نے صلح کی لیے تین شرطیں پیش کیں۔

۱۔ کلیان کا قلعہ علی عادل کے سپرد کر دیا جائے۔

۲۔ جہانگیر کو قتل کر دیا جائے کیونکہ اس نے ہمارے لشکر کو بہت زیادہ نقصان پہنچایا ہے۔

۳۔ حسین نظام ہمارے پاس آئے۔

جہانگیر دکنی کا قتل

حسین نظام نے اپنی اور ملک کی خیران شرائط کو منظور کر لینے ہی میں دیکھی اور ان کو پورا کرنے کے لیے مستعد ہو گیا۔ اس سلسلے میں اس نے ہمدردوں اور بہی خواہوں پر ظلم ڈھانے سے بھی دریغ نہ کیا۔ سب سے پہلے تو اس نے بغیر کسی سے مشورہ کیے اپنے چند خاص آدمیوں کو جہانگیر کے گھر روانہ کیا اور اس بے چارے کو جو مہمان تھا قتل کروایا۔

رام راج کا تکبر

عماد الملک بڑا حیران ہوا اس نے اس سلسلے میں حسین نظام شاہ سے کچھ نہ کہا اور خاموشی اختیار کر لی۔ جہانگیر کے قتل کے بعد حسین نظام نے ایک کافر کے کہنے پر اپنے ایک بہی خواہ اور وفادار مخلص کو قتل کر دیا۔ جب عماد الملک رخصت ہو گیا تو حسین نظام رام راج سے ملاقات کرنے کے لیے گیا۔ ملاقات کے وقت رام راج نے بڑے غرور و تکبر کا اظہار کیا اور اپنی جگہ بیٹھا رہا اور اسی طرح سے حسین نظام شاہ کی … ت ہوئی۔

marfat.com

Marfat.com

نفرت کا اظہار

حسین نظام رام راج کی اس ناشائستہ حرکت پر بہت جھلایا' راجہ کو دق کرنے کے لیے اس نے اسی وقت بر سر محفل پانی منگوایا اور اپنے ہاتھ دھوئے۔ یہ دیکھ کر رام راج چراغ پا ہو گیا اور کنڑی زبان میں کہنے لگا۔ "اگر یہ شخص میرا مہمان نہ ہوتا تو ابھی تلوار سے اس کا جسم ٹکڑے ٹکڑے کر دیا جاتا۔ اس کے بعد رام راج نے خود بھی پانی سے اپنے ہاتھ دھوئے۔

چپقلش کا خاتمہ

رام راج کے بھائیوں' تنکناوری اور تمراج نے قاسم بیگ اور ملا عنایت سے گفتگو کر کے معاملے کو وہیں ختم کر دیا اور حسین نظام اور رام راج میں صلح کی کوشش کرنے لگے۔ حسین نظام نے قلعہ کلیان کی چابی رام راج کے سپرد کر دی اور اس سے کہا میں یہ قلعہ تمہارے سپرد کرتا ہوں۔ "رام راج نے یہ چابی علی عادل کو بھجوا دی۔ حسین نظام نے یہ سمجھا کہ رام راج کے غرور کا اصل سبب علی عادل ہے۔ اس خیال سے اس نے علی عادل سے ملاقات نہ کی اور اپنی قیام گاہ پر چلا آیا اس کے بعد تمام فرماں روا اپنے اپنے علاقے کو چلے گئے۔

قلعہ احمد نگر کی تعمیر

حسین نظام شاہ نے احمد نگر پہنچ کر اپنے کچے قلعے کو جو مسمار ہو گیا تھا تعمیر شروع کروائی' اس نے قلعے کو چونے اور اینٹ سے پختہ کروایا اور اس کی وسعت میں اضافہ کیا۔ اس نے قلعے کی تعمیر پر بہت توجہ صرف کی اور کچھ ہی عرصے میں یہ قلعہ بالکل تیار ہو گیا۔ حصار کے گرد اس نے ایک چوڑی اور گہری خندق کھدوائی' بادشاہ کی تقلید میں عام لوگوں نے بھی اپنے مکانات کو درست کروایا۔

بی بی خدیجہ کی شادی

۹۶۹ ہجری کے شروع میں حسین نظام نے اپنی بڑی بیٹی بی بی خدیجہ (جو خونزہ ہمایوں کے بطن سے تھی) کی شادی شاہ جمال الدین حسین بن شاہ حسین سے کر دی۔ انہیں دنوں عماد الملک نے داعیٔ اجل کو لبیک کہا اور اس کا بیٹا عماد الملک جو بہت کم عمر تھا اپنے باپ کا جانشین ہوا۔

حسین نظام شاہ اور قطب شاہ میں اتحاد

حسین نظام شاہ' قطب شاہ سے دوستانہ مراسم پیدا کرنا چاہتا تھا کیونکہ قلعہ احمد نگر کے محاصرے کے ایام میں قطب شاہ نے اس سے بہت اچھا برتاؤ کیا تھا۔ اس سلسلے میں ملا عنایت نے جو ان دنوں حسین نظام کا مقرب خاص تھا بہت کوشش کی اور حسین نظام کو مشورہ دیا کہ وہ ایک قاصد قطب شاہ کو پاس بھیجے۔

قلعہ کلیان کی فتح کا خیال

حسین نظام اور قطب شاہ میں اچھے تعلقات پیدا ہو گئے اور ان دونوں فرماں رواؤں نے قلعہ کلیان کے قریب ملاقات کرنے کا فیصلہ کیا۔ ان دونوں نے یہ بھی طے کیا کہ قلعہ کلیان کو فتح کیا جائے' اگر رام راج اور علی عادل اس سے مزاحمت کریں تو حسین نظام' رام راج سے لڑائی کرے اور قطب شاہ' علی عادل کو سمجھے۔

ابراہیم قطب شاہ کی بی بی جمال سے شادی

۹۷۰ ہجری کے شروع میں نظام شاہ اور قطب شاہ نے قلعہ کلیان کے قریب ایک دوسرے سے ملاقات کی۔ دونوں ایک دوسرے سے بڑے تپاک سے ملے۔ حسین نظام نے اپنی بیٹی بی بی جمال کو ابراہیم قطب شاہ کے ساتھ بیاہ دیا اور اس سلسلے میں ایک بہت بڑا جشن مسرت

marfat.com

Marfat.com

منعقد کیا۔

قلعہ کلیان کا محاصرہ

جشن شادی سے فارغ ہونے کے بعد حسین نظام اور ابراہیم قطب شاہ نے قلعہ کلیان کا محاصرہ کر لیا۔ قریب تھا کہ اہل قلعہ پہلے کی طرح عاجز آ کر حسین نظام سے امان کے طالب ہوتے اور قلعہ اس کے سپرد کر دیتے کہ اچانک یہ اطلاع ملی کہ علی عادل اور رام راج ایک زبردست لشکر لے کر اس طرف آ رہے ہیں۔

قلعے کے محاصرے سے دست برداری

برہان عماد الملک کو جو اپنے باپ کے انتقال کے بعد تخت نشین ہوا تھا۔ جہانگیر خاں کے قتل کا بہت افسوس تھا' اس نے علی برید کے ساتھ اتحاد کر کے علی عادل کا ساتھ دیا۔ یہ صورت حال دیکھ حسین نظام قلعہ کلیان کے محاصرے سے دست بردار ہو گیا۔ اس نے اپنے بال بچوں وغیرہ کو اپنے بیٹے شہزادہ مرتضیٰ اور داماد جمال الدین حسن انجو کے ساتھ قلعہ اوسہ کی طرف روانہ کر دیا۔ اور خود پانچ سو ہاتھی اور سات سو توپ زن لے کر قطب شاہ کے ساتھ دشمن کے مقابلے کے لیے روانہ ہوا اور دشمن سے چھ کوس کے فاصلے پر مقیم ہوا۔

جنگ کی تیاریاں

دوسرے روز حسین نظام نے بیجانگر کے ہندوؤں سے جنگ کرنے کی غرض سے اپنے سپاہیوں میں ہتھیار تقسیم کیے اور رام راج کی فوج کی طرف بڑھا۔ قطب شاہ نے بھی حسب توفیق اپنے لشکر کو مرتب و منظم کیا اور حسین نظام کے ہمراہ علی عادل برہان عماد الملک اور علی برید سے معرکہ آرائی کرنے کے لیے روانہ ہوا۔

خوفناک بارش

یہ دن اگرچہ برسات کے نہ تھے لیکن پھر بھی زبردست بارش ہوئی۔ تمام جنگل اور صحرا پانی سے بھر گئے' خندقیں اور کنوئیں پر آب ہو گئے۔ لشکر کی بڑی بری حالت ہوئی' سپاہی' گھوڑے اور ہاتھی سبھی خستہ حال ہوئے۔ سپاہیوں نے پریشان ہو کر اپنے ہتھیاروں کو اپنے سے علیحدہ کر کے پھینکنا شروع کر دیا۔ ارابے کیچڑ اور پانی میں دھنس گئے' الغرض ایک قیامت کا سماں ہو گیا۔

حسین نظام شاہ کی اپنی قیام گاہ پر واپسی

بارش کے روز حسین نظام نے دیکھا کہ اب دشمن سے جنگ کرنے کا کوئی موقع نہیں ہے تو وہ اپنی بڑی توپوں اور ارابوں کے ساتھ اپنی قیام گاہ پر واپس گیا۔ شاہ ابو القاسم انجو کے بھائی مرتضیٰ خاں کو (جو عادل شاہی امراء میں سے تھا) اس کام کے لیے مقرر کیا گیا کہ وہ بری امراء کے ساتھ میدان جنگ میں جا کر اپنے لشکر کو اس طرح نمایاں کرے کہ دشمن کے سپاہی لڑائی کے لیے تیار ہو جائیں۔ اتفاق سے مرتضیٰ اس جگہ پر پہنچا جہاں توپوں کے ارابے دلدل میں پھنسے ہوئے تھے۔

قطب شاہ پر دشمن کا حملہ

مرتضیٰ خاں ان ارابوں کو دیکھ کر بہت خوش ہوا اس نے فوراً علی عادل کے پاس چند آدمی بھیج کر اسے مال غنیمت کی خبر دی۔ علی عادل اور رام راج نے اپنے لشکریوں کو اس جگہ بھیج کر ارابوں پر قبضہ کر لیا اور قطب شاہ کی قیام گاہ پر پہنچ کر اس پر حملہ کر دیا۔

مصطفیٰ خاں اردستانی کی بہادری

قطب شاہ نے اپنے امیروں کی ایک جماعت کو ہمراہ لیا اور اس جگہ سے مفرور ہو گیا اور حسین نظام شاہ کی قیام گاہ کے پیچھے آ کر کھڑا ہو گیا۔ قطب شاہ کا جملۃ الملک مصطفیٰ خاں اردستانی بہت ہی غیرت مند اور بہادر انسان تھا۔ اس نے دشمنوں کی حرکتوں کو دیکھا اور بہت

marfat.com

Marfat.com

غصے میں آیا، فوراً اپنا لشکر تیار کیا اور ناقوس جنگ بجوا دیا۔ فریقین میں زبردست معرکہ آرائی ہونے لگی، مصطفیٰ خاں دیر تک ثابت قدم رہا۔ اس دوران میں حسین نظام شاہ بھی اس کی مدد کو پہنچ گیا۔ اور قطب شاہی لشکر گاہ دشمن کے دست برد سے محفوظ ہو گیا۔

حسین نظام شاہ کا اپنے امراء سے مشورہ

حسین نظام شاہ نے اپنے تمام امیروں اور منصب داروں کو جمع کیا اور ان سے کہا۔ "میں ان توپ خانوں کی وجہ سے رام راج سے جنگ کرنا چاہتا تھا اور قطب شاہ کو عادل شاہ کے مقابلے پر لڑنے کے لیے تیار کیا تھا۔ اب صورت حال بدل گئی ہے، قطب شاہ ایک عادل شاہی امیر مرتضیٰ خاں کے خوف سے بغیر جنگ کیے ہوئے بھاگ گیا ہے اور تمام توپ خانے دشمن کے قبضے میں آ گئے ہیں۔ کیا ایسی حالت میں دشمن سے جنگ کرنا مناسب ہے۔"

امراء کی رائے

امیروں نے حسین نظام شاہ کو جواب دیا۔ "موجودہ حالت میں دشمن سے معرکہ آرا ہونا کسی طرح مناسب نہیں ہے اگرچہ اس وقت لڑائی کی گئی تو اس کا نتیجہ کچھ اچھا نہ ہو گا اور خواہ مخواہ جان و مال کا نقصان ہو گا۔ ہماری رائے یہ ہے کہ فی الحال آپ لڑائی کا ارادہ ترک فرمائیں اور اپنے ملک کو واپس چلیں۔ آئندہ پھر کبھی موقع ملے تو دشمن سے سمجھ لیا جائے گا۔

احمد نگر کو واپسی

اس کے بعد پہلے کی طرح علی عادل، امیر برید اور رام راج لڑائی کرنے کے ارادے سے نظام شاہی لشکر کے قریب آئے۔ نظام شاہ اور قطب شاہ نے اپنے لشکر کو سنبھالا اور احمد نگر کی طرف چلے گئے۔

حسین نظام شاہ کا تعاقب

دشمن نے ان دونوں کا تعاقب کیا، اس وجہ سے نظام شاہی لشکر میں سخت انتشار پھیل گیا۔ نوبت یہاں تک پہنچی کہ حسین نظام شاہ کے ساتھ ایک ہزار سے زیادہ سوار نہ رہے۔ خستہ حالی کے باوجود نظام شاہ نے اپنے چتر و علم کو بلند کیے ہوئے بڑے وقار کے ساتھ سفر کی منزلیں طے کرتا رہا۔ دشمن کے پانچ چھ ہزار سواروں نے اس کو گھیر رکھا تھا، لیکن کسی کی ہمت نہ تھی کہ وہ حسین نظام شاہ کی طرف آنکھ اٹھا کر دیکھتا۔

پابندی نماز

حسین نظام شاہ نماز کا بہت پابند تھا اور پانچوں نمازیں وقت پر ادا کرتا۔ دوران سفر میں ظہر کی نماز کا وقت آ گیا۔ بادشاہ نے گھوڑے سے اتر کا نماز ادا کرنے کا ارادہ کیا۔ اراکین سلطنت نے حسین نظام سے کہا۔ "موجودہ صورت حال میں گھوڑے سے اتر کر زمین پر نماز ادا کرنا مناسب نہیں ہے، بہتر یہی ہے کہ آپ اسی طرح گھوڑے پر سوار ہو کر اشارے سے نماز پڑھ لیں۔" حسین نظام نے جواب دیا۔ "خدا نہ کرے کہ میں اس انداز میں نماز ادا کروں۔"

اس کے بعد حسین نظام گھوڑے سے اترا اس کی کمر بندھی ہوئی تھی، اس عالم میں اس نے بڑے وقار کے ساتھ نماز ادا کی۔ دشمن کے سپاہی دور کھڑے ہو کر حسین نظام کو نماز پڑھتے ہوئے دیکھتے رہے۔ نماز پڑھنے کے بعد حسین نظام کو یہ خیال آیا کہ شیعہ مذہب میں کمر باندھ کر نماز ادا کرنا جائز نہیں ہے لہٰذا اس نے کمر کھولی اور دوبارہ نماز میں مشغول ہو گیا۔

اہل تعاقب کی واپسی

نماز کے بعد بادشاہ نے اپنی کمر باندھی اور دوبارہ گھوڑے پر سوار ہو گیا۔ اس تمام وقت میں دشمن کے لشکری خاموش کھڑے رہے۔

marfat.com

Marfat.com

انہوں نے آپس میں ایک دوسرے سے کہا۔ "جب ہم ایسے وقت میں جبکہ بادشاہ ہر طرف سے غافل تھا کچھ نہ کر سکے تو آئندہ کی کیا توقع رکھی جائے۔" اس کی بعد دشمن نے تعاقب کا ارادہ ترک کر دیا اور حسین نظام کی خدمت میں اپنا ایک قاصد بھیج کر یہ پیغام دیا۔ "بہادری اور مردانگی آپ کی ذات پر ختم ہے ہم نے تعاقب کا ارادہ ترک کر دیا ہے تاکہ خدانخواستہ ہمارے ہاتھوں سے آپ کو کوئی نقصان نہ پہنچے۔"

جنیر کی روانگی

حسین نظام راستہ طے کرتا ہوا اوسہ کے مقام پر پہنچا' یہاں سے اس نے شہزادہ مرتضیٰ کو اپنے ساتھ لیا اور احمد نگر کی طرف روانہ ہو گیا۔ احمد نگر پہنچ کر اس نے قطب شاہ کو رخصت کر دیا۔ حسین نظام شاہ کو جب یہ اطلاع ملی کہ رام راج' علی برید' عادل شاہ اور برہان عماد الملک جلد از جلد احمد نگر پہنچنے والے ہیں تو اس نے لشکر کو غلے' لشکر اور آتش بازی کے آلات سے مضبوط و مستحکم کیا اور خو جنیر کی طرف روانہ ہو گیا۔

احمد نگر میں دشمن کی آمد

دشمن ایک بھاری جمعیت کے ساتھ احمد نگر پہنچے اور بیجاپور کے ہندوؤں نے مسجدوں اور مکانوں کو مسمار کرنا شروع کر دیا۔ مسجدوں کی بے انتہا بے حرمتی کی گئی' مسلمانوں کو خوب نقصان پہنچایا گیا۔ الغرض ظلم و ستم کا بازار پوری قوت کے ساتھ گرم کیا گیا۔ عادل شاہ کو یہ سب کچھ دیکھ کر بہت رنج ہوا لیکن وہ ہندوؤں کو منع بھی نہیں کر سکتا تھا۔

حسین نظام شاہ کا تعاقب

اس نے رام راج سے کہا میرا خیال ہے کہ یہاں کے قلعے کا محاصرہ کرنا خالی از فائدہ ہے۔ بہتر یہی ہے کہ ہم لوگ حسین نظام شاہ کا تعاقب کریں۔ رام راج کو یہ رائے پسند آئی' اس نے برہان عماد الملک اور علی برید کو رخصت کر دیا۔ اور خود علی عادل کو لے کر حسین نظام شاہ کے تعاقب میں روانہ ہو گیا۔

حسین نظام شاہ کی جنیر سے روانگی

حسین نظام کو جب دشمن کے ارادے کی خبر ہوئی تو اس نے بارہ نظام شاہی امراء جن میں رستم خاں حبشی اور ساباجی بھی شامل تھے۔ دشمن کے لشکر کے آگے اور پیچھے کی طرف روانہ کر دیا تاکہ غلہ اور دیگر سامان ضرورت دشمن تک نہ پہنچ سکے۔ اس کے بعد حسین نظام نے تمام سازو سامان کے سات جنیر سے کوچ کیا اور پل ندی کی طرف جو کوہستان میں واقع ہے روانہ ہو گیا۔

شاہی حکم کے مطابق رستم خاں حبشی قصبہ کانور کے قری پہنچا اور اس نے ان تمام راستوں کو مسدود کر دیا' جن کے ذریعے دشمن کو غلہ اور سامان ضرورت پہنچایا جاتا تھا۔ اسی اثناء میں ایک روز جب کہ علی عادل مع اپنے خالو کے شکار میں مصروف تھا' رستم خاں حبشی نے اس پر حملہ کر دیا' اگرچہ دشمن کی فوج رستم خاں کی فوج سے کئی گناہ زیادہ تھی لیکن رستم خاں نے بڑی بہادری کا مظاہرہ کیا۔ علی عادل کا خالو اس معرکے میں کام آیا۔ رستم خاں خود بھی مع دو ہزار سپاہیوں کے تلوار کے گھاٹ اتر گیا' جو نظام شاہی لشکر کے سپاہیوں سے بچ گئے وہ بڑی پریشانی اور خستہ حالی کے عالم میں میدان جنگ سے فرار ہو گئے۔

زبردست سیلاب

رستم خاں حبشی کی بہادری اور مردانگی کی وجہ سے علی عادل اور رام راج دونوں ہی کچھ سہم گئے۔ اسی اثناء میں برسات کا موسم آگیا اور چند روز بعد دونوں فرمانروا احمد نگر واپس آ گئے۔ رام راج نے نہر سین کے کنارے اپنے خیمے لگائے اور علی عادل' رام راج سے کچھ فاصلے پر قیام پذیر ہوا احمد نگر کے شمال میں زبردست بارش ہوئی اور رات کے وقت شہر میں زبردست سیلاب آگیا۔

marfat.com

Marfat.com

رام راج کے لشکر کی تباہی

اس سیلاب کی وجہ سے رام راج کے لشکر میں بڑی تباہی آئی۔ بیس امیر' تین سو ہاتھی (جو زنجیروں میں جکڑے ہوئے تھے) اور بارہ ہزار ہندو سوار جو رام راج کے ملازمین خاص تھے۔ اس سیلاب کی نذر ہو گئے' ہاتھیوں اور سواروں کی تعداد سے قارئین کرام گھوڑوں اور پیادوں کی تعداد کا اندازہ بخوبی لگا سکتے ہیں۔

رام راج کی واپسی

رام راج نے اس واقع کو اپنے حق میں بدشگونی سمجھا اور اپنے ملک کی طرف روانہ ہو گیا۔ علی عادل نے نلدرک کے قلعے کو نئے سرے سے بنوایا اور رام راج سے کہا۔ "اگر آپ پسند کریں تو میں قلعے کا نام آپ کے نام پر رکھوں اور اسے آئندہ سے "رام ورک" کہا جائے۔ رام راج نے علی عادل کی تجویز سے اتفاق کیا۔ علی عادل اور رام راج دونوں ساتھ ساتھ روانہ ہوئے اور سفر کی منزلیں طے کرتے ہوئے قصبہ برکی میں جو قطب شاہی سرحد پر واقع ہے' پہنچے۔

رام راج کی ہوس

قصبہ برکی پہنچ کر رام راج کی ہوس نے پاؤں پھیلائے اور اس نے عادل شاہی اور قطب شاہی علاقوں پر قبضہ کرنے کا ارادہ کیا۔ اس نے برسات کے بہانے سے برکی میں قیام کیا اور چند پرگنوں پر قبضہ کر کے بیجانگر روانہ ہو گیا۔

مرتضیٰ انجو کی حرکت

علی عادل نے نلدرک کا علاقہ مرتضیٰ انجو کے حوالے کیا اور خود واپس آ گیا۔ مرتضیٰ انجو کبھی کبھی شولاپور پر حملہ کر کے تباہی و بربادی کا بازار گرم کیا کرتا تھا۔ حسین نظام شاہ نے مرتضیٰ خاں کی اس حرکت کو علی عادل کی خواہشات کا نتیجہ سمجھا اور اس کے دفعیے کے لئے قلعہ شولاپور کو مستحکم کرنے کا ارادہ کیا۔

مرتضیٰ خاں اور نظام شاہیوں میں جنگ

حسین نظام نے قلعہ شولاپور میں غلے کی بارہ ہزار بوریاں شاہ محمد انجو فرہاد اور ادہم خاں حبشی کے ہمراہ روانہ کیں' مرتضیٰ خاں کو اس کی اطلاع ملی تو اس نے برکی امراء کے ہمراہ دشمن پر حملہ کر دیا۔ شولاپور اور پرندہ کے درمیان فریقین کا آمنا سامنا ہوا۔ جنگ کی ابتدا اس طرح ہوئی کہ سید تقی اور شمشیر خاں نامی دو اشخاص آپس میں لڑ پڑے۔ سید تقی کو گرفتار کر کے ہاتھی پر سوار کر دیا گیا۔ اس کے بعد دونوں طرف سے سپاہی میدان جنگ میں آ گئے۔

نظام شاہیوں کی شکست

نظام شاہی امراء دشمن کے مقابلے کی تاب نہ لا سکے اور شکست کھا کر میدان جنگ سے بھاگ نکلے۔ انہوں نے ایک سو بیس ہاتھیوں کو میدان جنگ ہی میں چھوڑ دیا جن پر دشمن نے قبضہ کر لیا برکی امیروں نے اپنی عادت اور دستور کے مطابق لوٹ مار کا بازار گرم کر دیا۔ انہوں نے غلے کی بہت سی بوریوں کو آگ لگا دی اور بہت سی بوریاں اپنے قبضے میں کر لیں۔ مرتضیٰ خاں اور شاہ قلی خاں نے ہاتھیوں کو بیجاپور روانہ کر دیا۔

ایک حبشی کا واقعہ

اسی اثناء میں ایک حبشی غلام قیدی نے جسے باندھ کر ہاتھی پر سوار کیا گیا تھا رونا پیٹنا شروع کر دیا۔ مرتضیٰ خاں نے اس کا شور سن کر اس سے کہا تو کس لیے روتا ہے؟ اگر تجھے روزگار کی فکر ہے تو اس کی پروانہ کر میں تیری گزر بسر کا انتظام کر دوں گا اور اگر تو اپنے مالک کے

marfat.com
Marfat.com

پاس جانا چاہتا ہے تو میں تجھے آزاد کر دوں گا۔" حبشی غلام نے اس کے جواب میں کہا "میں اپنے مالک کے پاس جانا چاہتا ہوں۔" مرتضیٰ خاں نے اسی وقت اس کی رہائی کا حکم دے دیا۔ وہ حبشی اس وقت دوڑتا ہوا مفرور امراء شاہ محمد وغیرہ کے پاس آیا اور ان سے کہا: "عادل شاہی امراء اس وقت لوٹ مار میں مشغول ہیں اور ہر طرح سے بے خبر اور غافل ہیں۔ مرتضیٰ خاں اس وقت تھوڑے سے سپاہیوں کے ساتھ فلاں جگہ ٹھہرا ہوا ہے۔ بہتر ہے کہ اسے ہاتھیوں کے بدلے میں گرفتار کر لیا جائے۔

مرتضیٰ خاں کی گرفتاری

محمد باقر نے اسی وقت دو تین ہزار سپاہیوں کو اپنے ساتھ لیا اور مرتضیٰ خاں کے پاس جا پہنچا اور اسے حراست میں لے لیا۔ محمد باقر مرتضیٰ خاں کو اپنے ساتھ لے کر احمد نگر کی طرف روانہ ہو گیا۔

حسین نظام شاہ کی شولا پور کو روانگی اور واپسی

حسین نظام شاہ نے ایک بار پھر غلے کی بارہ ہزار بوریاں فراہم کیں اور انہیں اپنے ساتھ لے کر جلد از جلد قلعہ شولا پور جا پہنچا۔ اور ان بوریوں کو اہل قلعہ کے سپرد کر کے واپس احمد نگر آ گیا۔ آنے اور جانے میں اس نے بارہ دن صرف کیے۔

قیدیوں کی رہائی

اس واقعہ کے بعد فریقین کے چند آدمی بیچ میں پڑے اور ان کے واسطے سے یہ طے پایا کہ ہر فریق ایک دوسرے کے قیدیوں کو سرحد پر لے جا کر چھوڑ دیں۔ مرتضیٰ خاں اور شاہ تقی کو سرحد پر لایا گیا ان دونوں نے ایک دوسرے کو دیکھا ایک طرف سے مرتضیٰ خان کو رہا کیا گیا اور دوسری طرف سے شاہ تقی کو۔ اول الذکر بیجاپور کی طرف چلا گیا اور ثانی الذکر احمد نگر کی طرف۔

جنگ سے کنارہ کشی

ان حالات کے بعد حسین نظام شاہ نے معرکہ آرائیوں سے کنارہ کشی اختیار کی اور ملکی انتظامات کی طرف متوجہ ہو گیا۔ اس نے ملکی اور مالی امور کو قابل اور دانش مند امراء کے سپرد کیا۔

فرماں رواؤں کی باہمی دوستی

"وقائع عادل شاہی" میں رقم ہے کہ تمام ممالک کے صلح پسند لوگوں کی کوششوں سے تینوں فرماں رواؤں نے باہمی اختلافات کو ختم کر دیا اور ایک دوسرے کے بہترین دوست بن گئے۔ حسین نظام شاہ کی بیٹی چاند بی بی کی شادی علی عادل شاہ سے کر دی گئی اور شولا پور کا قلعہ جو تمام جھگڑے کی بنیاد تھا چاند بی بی کے جہیز میں علی عادل کو دے دیا گیا۔

ابراہیم عادل شاہ کی بیٹی ہدیہ سلطان کا عقد مرتضیٰ نظام سے کر دیا گیا اور ان دونوں خاندانوں نے جو مذہب شیعہ کے پیرو تھے باہمی اتحاد و خلوص اور دوستی کو اپنا شعار بنایا۔

رام راج کی تباہی کی تیاریاں

جیسا کہ علی عادل شاہ کے حالات میں درج کیا جا چکا ہے کہ ۹۷۲ ہجری میں عماد الملک کے علاوہ دکن کے تمام فرماں رواؤں نے رام راج کی تباہی و بربادی کا ارادہ کیا جو اپنے آپ کو بہت بڑا حاکم سمجھتا تھا اور کسی کو خاطر میں نہ لاتا تھا۔ نظام شاہ، قطب شاہ، برید شاہ اور عادل شاہ چاروں بادشاہوں نے جنگ کی تیاریاں شروع کر دیں اور لشکر کو تیار کر کے روانہ ہوئے۔ اور ان لوگوں نے دریائے کشنا کو پار کر کے ہیگلی ندی کے کنارے پر (جو دریائے کشنا سے چھ کوس کے فاصلے پر ہے) قیام کیا۔

marfat.com

Marfat.com

رام راج کا جاہ و جلال

رام راج نے ایک زبردست لشکر تیار کیا جو ستر ہزار سواروں اور نو لاکھ پیادوں پر مشتمل تھا (جن میں بیشتر شاہی توپچی اور تیر انداز تھے) اور مسلمان بادشاہوں کا مقابلہ کرنے کے لیے آگے بڑھا۔ مسلمانوں نے جب رام راج کی شان و شوکت دیکھی تو وہ بہت خوفزدہ ہوئے اور انہوں نے یہ فیصلہ کیا کہ اگر رام راج ان عادل شاہی اور قطب شاہی علاقوں کو واپس کر دے جن پر اس نے قبضہ کر رکھا ہے اور آئندہ کسی قسم کی ہنگامہ خیزی نہ کرے تو اس سے صلح کر لی جائے۔

رام راج کے لشکر کی تیاری

رام راج مسلمانوں کو کمزور اور خستہ حال سمجھتا تھا۔ اس نے دکنی بادشاہوں کی خواہش کی مطلق پروا نہ کی اور اپنے آدمیوں کو ان سے مقابلے پر روانہ کیا۔ تنکنادری پچیس ہزار سواروں دو لاکھ پیادوں اور پانچ سو ہاتھیوں کے ساتھ علی عادل کے سامنے آیا۔ ایتم راج تیس ہزار سواروں دو لاکھ پیادوں اور پانچ سو ہاتھیوں کا لشکر لے کر قطب شاہ اور علی برید کے مقابلے کے لیے تیار ہوا۔ خود رام راج پینتیس ہزار سواروں اور گرد و پیش کے دو ہزار راجاؤں پانچ لاکھ پیادوں اور تقریباً ایک ہزار جنگی ہاتھیوں کے ساتھ حسین نظام سے جنگ کرنے کے لیے تیار ہوا۔

لشکر کی ترتیب

رام راج نے اپنے لشکر کو حکم دیا کہ عادل شاہ اور قطب شاہ کو گرفتار کر لیا جائے اور ان دونوں کو زندگی بھر کے لیے پابہ زنجیر کر کے قید خانے میں ڈال دیا جائے۔ بعد ازاں اپنے میمنہ اور میسرہ کو حسین شاہ کا سر کاٹ کر لانے کی ہدایت کی۔ اس نے میمنہ پر تمراج کو اور میسرہ پر اپنے دیگر نامی گرامی امیروں کو متعین کیا اور قلب لشکر میں کھڑا ہوا۔

مسلمانوں کا لشکر

مسلمان فرماں رواؤں نے بھی اپنے لشکر کو منظم و مرتب کیا۔ عادل شاہ نے میمنہ کو علی برید اور قطب شاہ نے میسرہ کو سنبھالا۔ حسین نظام شاہ قلب لشکر میں کھڑا ہوا ان فرماں رواؤں نے بارہ اماموں کے علم نصب کر کے نقارہ جنگ بجوایا۔ حسین نظام نے چھ سو ارابہ توپ زنبورک اور ضرب زن کے اپنے سامنے تین قطاروں میں کھڑے کروائے۔ ان قطاروں کی ترتیب یہ تھی کہ بڑی توپوں کے دو سو ارابے سب سے آگے لگائے گئے۔ اس قطار کے پیچھے دو سو ارابے ضرب زن (یعنی متوسط درجے کی توپیں) کے لگائے گئے۔ اور تیسری قطار زنبورکوں کی زنبورک ایک خاص نوعیت کی چھوٹی توپ ہوتی ہے جو تفنگ سے بڑی اور ضرب زن سے چھوٹی ہوتی ہے۔

آغاز جنگ

یہ تمام توپیں بارود اور گولوں سے بھر دی گئیں اور ان کی نگرانی کا فرض رومی خاں کے سپرد ہوا جو آتش بازی کے فن میں اپنی مثال آپ تھا۔ اسی اثناء میں حسین نظام کے تیر اندازوں نے رام راج کی فوج کو توپ خانے کے سامنے دھکیل دیا۔ رومی خاں نے فوراً بڑی توپوں کو چلانا شروع کر دیا' اس کے بعد ضرب زنوں سے گولہ باری کی گئی اور پھر زنبورکوں سے اس کارروائی کا یہ نتیجہ نکلا کہ رام راج کی فوج کا بڑا حصہ تباہ ہو گیا۔

رام راج اور لشکر کی دل داری

رام راج نے جب مسلمانوں کی یہ مستعدی دیکھی تو وہ محتاط ہو گیا اور فوراً اپنے سنگھاسن سے نیچے اتر پڑا۔ اس نے فوراً زربفت کے شامیانہ نصب کرنے کا حکم دیا۔ حکم کی تعمیل کی گئی اور وہ اس شامیانے میں ایک جڑاؤ کرسی پر بیٹھ گیا۔ راجہ نے اپنے دونوں طرف ہون و

marfat.com

Marfat.com

پرتاب (سکے) کے ڈھیر لگائے اور بغیر کسی حساب کے اپنے سپاہیوں کو سونا تقسیم کرنا شروع کر دیا- رام راج نے ان سپاہیوں کو مسلمانوں کے مقابلے پر خوب جی کھول کر لڑنے کے لیے ہدایت کی اور یہ وعدہ کیا کہ جو سپاہی بہادری کا شاندار مظاہرہ کرے گا اسے انعام و اکرام سے نوازا جائے گا۔

رام راج کا حملہ

رام راج کے میمنہ اور میسرہ نے ایک دم مسلمانوں پر حملہ کر دیا یہ حملہ ایسا شدید تھا کہ مسلمانوں کا میمنہ اور میسرہ بھی عادل شاہی اور قطب شاہی لشکر میں انتشار اور سراسیمگی پھیل گئی- اور ہر شخص یہ خیال کرنے لگا کہ ہندوؤں کو فتح حاصل ہو گئی۔

دوبارہ گولہ باری

اس صورت حال کے پیش نظر حسین نظام شاہ نے اپنے ساتھیوں کو پیغام دیا: "خداوند تعالیٰ کے فضل و کرم سے ہم لوگ ابھی کامیاب و کامران ہوں گے- لہٰذا آپ لوگ ثابت قدم رہیں اور دشمن کو مغلوب کرنے کی ہر ممکن کوشش کریں" رومی خاں نے دوبارہ توپوں میں بارود بھرا اور دشمن پر گولہ باری شروع کر دی- جس کے نتیجے میں دشمن کے پانچ چھ ہزار سپاہی اور کچھ گھوڑے ہاتھی وغیرہ مارے گئے۔

ہاتھیوں کی لڑائی

اس دوران میں کشور خاں ساتھ آٹھ ہزار عادل شاہی سواروں کو ساتھ لے کر نظام شاہی ارابوں کے پیچھے سے نکل کر رومی خاں کے پاس پہنچ گیا- اس وقت ایک گھمسان کا رن پڑا فریقین ایک دوسرے کی تباہی و بربادی کی جان توڑ کوشش کرنے لگے- اتفاق سے حسین نظام شاہ کا ایک ہاتھی جس کا نام "غلام علی" تھا اور جو رومی خاں کے ساتھ تھا اس نے رام راج کے ہاتھی پر حملہ کر دیا اور اس کے پیچھے دوڑا اور رام راج کے شامیانے کے قریب پہنچ کر دشمن کو تلاش کرنے لگا- ہاتھیوں کی اس لڑائی سے رام راج بہت پریشان ہوا اور اپنی کرسی سے اٹھا اور اپنے سنگھاسن پر سوار ہو گیا۔

رام راج کی گرفتاری

دونوں ہاتھی لڑتے ہوئے راجہ کے سنگھاسن کے قریب پہنچ گئے- وہ مزدور جنہوں نے سنگھاسن کو اٹھا رکھا تھا ڈر گئے' انہوں نے سنگھاسن کو پھینکا اور خود بھاگ نکلے- نظام شاہی ہاتھیوں کے مہابت نے سنگھاسن کو حاصل کرنے کی غرض سے اپنے ہاتھی کو اشارہ کیا کہ وہ سنگھاسن کو سونڈ میں لپیٹ لے اسی دوران میں رام راج کے ایک ملازم نے مہابت سے ایسا نہ کرنے کی درخواست کی- مہابت سمجھ گیا کہ سنگھاسن پر راجہ سوار ہے لہٰذا اس نے رام راج کو ہاتھی کی سونڈ کے ذریعے اوپر کھینچ لیا اور اسے گرفتار کر کے رومی خاں کے پاس لے آیا۔

رام راج کا قتل

رومی خاں نے فوراً رام راج کو حسین نظام شاہ کے حضور میں پیش کیا- حسین نظام نے اسی وقت راجہ کا سر تن سے جدا کر دیا' پھر اس کے سر کو ایک نیزے پر بلند کر کے دشمن کو دکھایا- بیجانگر کے سپاہیوں نے جب اپنے حاکم اعلیٰ کا یہ حشر دیکھا تو وہ فوراً میدان جنگ سے فرار ہو گئے- رام راج کے بھائی عادل شاہ اور قطب شاہ کے مقابلے سے کنارہ کش ہو کر راجہ کی مدد کے لیے آگے بڑھے تھے- انہیں جب راجہ کے قتل کی خبر ملی تو انہوں نے بدحواس ہو کر راہ فرار اختیار کی۔

مسلمانوں کی عظیم الشان فتح

مسلمان بادشاہوں نے مفرور ہندوؤں کا اناگندی کے مقام تک جو بیجانگر سے دس کوس کے فاصلے پر ہے تعاقب کیا- صحیح روایت کے

marfat.com

Marfat.com

مطابق اس جنگ میں ایک لاکھ ہندو مارے گئے اور بہت سی دولت اور سامان مسلمانوں کے ہاتھ آیا۔ مسلمان فرماں رواؤں نے مال غنیمت میں سے صرف ہاتھی خود لے باقی سب کچھ سپاہیوں میں تقسیم کر دیا۔

بیجانگر کی تباہی

حسین نظام شاہ نے رام راج کے سر میں بھس بھر کر اسے تقال خاں براری کے پاس بھجوا دیا۔ تقال خاں رام راج کا بہی خواہ تھا اور اس کے اشارے سے احمد نگر کے قرب و جوار میں فتنہ و فساد کی آگ بھڑکاتا رہتا تھا۔ مسلمان فرماں روا بعد میں اناکندی سے بیجانگر گئے اور اس شہر میں تباہی و بربادی کا ایسا بازار گرم کیا کہ اس کتاب کی تصنیف کے زمانے تک (یعنی ۱۰۲۰ ہجری تک اس شہر میں آبادی کا نام و نشان نہیں ہے۔)

مسلمان بادشاہوں کی واپسی

تنکناوری اب مجبور و معذور تھا' اس میں اتنی ہمت نہ تھی کہ وہ مسلمانوں کا مقابلہ کرتا۔ لہٰذا اس نے مسلمانوں کے وہ پرگنے جن پر رام راج نے زبردستی قبضہ کر رکھا تھا ان کو واپس لوٹا دیئے۔ اور جس طرح بھی ممکن ہوا مسلمانوں سے صلح کر لی اس کے بعد مسلمان فرماں روا اپنے اپنے ملک کو واپس آ گئے۔

حسین نظام شاہ کا انتقال

حسین نظام شاہ بھی احمد نگر پہنچا عیش و عشرت کی زیادتی کی وجہ سے اس کی حالت خراب ہونے لگی وہ سخت بیمار ہوا اور احمد نگر میں آنے کے گیارہ روز بعد اس کا انتقال ہو گیا۔ اس نے پورے گیارہ سال تک احمد نگر پر حکمرانی کی۔

اولاد

حسین نظام نے چار شادیاں کیں۔ جن کے بطن سے چار بیٹیاں اور ۴ بیٹے پیدا ہوئے جب بادشاہ کا انتقال ہوا۔ تو یہ آٹھوں بقید حیات تھے۔ ملکہ خونزہ ہمایوں کے بطن سے دو لڑکیاں اور دو لڑکے پیدا ہوئے' جن کے نام یہ ہیں۔

چاند بی بی (جس کی شادی علی عادل سے ہوئی) اور بی بی خدیجہ جو جمال الدین حسین انجو سے بیاہی گئی۔

دوسری بیویوں کے بطن سے دو بیٹے شاہ قاسم اور شاہ منصور اور دو بیٹیاں آقا بی بی (مہ عبدالوہاب بن عبدالعظیم) اور بی بی جمال جس کی شادی ابراہیم قطب شاہ سے ہوئی۔

marfat.com

Marfat.com

مرتضیٰ نظام شاہ بن حسین نظام شاہ المشہور بہ دیوانہ

تخت نشینی اور شیعہ مذہب کی ترقی

حسین نظام کے بعد سلطنت احمد نگر کی عنان اقتدار مرتضیٰ نظام شاہ کے ہاتھ آئی۔ اس کے تخت نشین ہوتے ہی سلطنت کی وسعت میں بڑا اضافہ ہوا اس حکمران نے مذہب شیعہ کی ترویج و اشاعت میں اپنے باپ دادا سے زیادہ حصہ لیا۔ سیدوں، شیعہ عالموں اور دیگر مستحقین کے وظیفوں میں بڑا اضافہ کیا گیا۔

خلل دماغ

فتح برار کے بعد مرتضیٰ نظام کی ذہنی حالت معمول پر نہ رہی۔ دماغ میں خلل آگیا اور خلوت نشین ہو گیا اس زمانے میں دو ایک ملازمین خاص کے علاوہ بادشاہ کے پاس کوئی اور نہ جاتا تھا۔ ملکی و مالی امور کو امراء اور اراکین سلطنت انجام دیتے تھے۔ جب کبھی امیروں کو کوئی مشکل پیش آجاتی یا کوئی اہم کام پڑ جاتا تو وہ ایک عریضہ لکھ کر بادشاہ کی خدمت میں بھجوا دیتے تھے۔ مرتضیٰ نظام اس عریضے کا کوئی معقول جواب لکھ کر بھیج دیتا تھا۔

امن و اطمینان

دماغی خلل کا یہ عالم تقریباً سولہ سال تک رہا "راقم الحروف مورخ فرشتہ" نے آج تک کسی کتاب میں پڑھا ہے اور نہ کسی کی زبانی سنا ہے کہ کوئی بادشاہ اس انداز سے سولہ سال تک خلوت نشین رہا ہو اور اس کے ملک میں کوئی ہنگامہ نہ ہوا ہو۔

مرتضیٰ شاہ کی والدہ کے اختیارات

راقم الحروف اسی بادشاہ کے عہد حکومت میں جوان ہو کر شاہی گروہ میں داخل ہوا۔ مرتضیٰ نظام جس وقت تخت نشین ہوا وہ زمانہ اس کے شباب کا تھا اس لیے چھ سال تک انتظام حکومت اس کی والدہ کے ہاتھوں رہا۔ ملکہ نے اپنے بھائیوں مسمی تاج خاں اور عین الملک کا نیز ایک خواجہ سرا اعتبار خاں نامی کو امرائے کبار میں شامل کیا اور انہیں ہر طرح کے سیاہ و سفید کا مالک بنا دیا۔

مرتضیٰ نظام شاہ کی بے فکری

ملکہ نے ملا عنایت اللہ کو پیشوائی کے منصب پر سرفراز کیا وہ روزانہ پردے کے پیچھے بیٹھ کر قاسم بیگ حکیم کے مشورے سے امور سلطنت انجام دیا کرتی تھی۔ مرتضیٰ نظام شاہ کی مصروفیات کھیل کود تک محدود تھیں وہ عربوں اور حبشیوں کے ایک گروہ کے ساتھ بے فکری سے وقت گزارتا تھا اور سلطنت کے کاموں میں قطعاً دخل نہ دیتا تھا۔ ملکہ یعنی مرتضیٰ نظام شاہ کی والدہ کا نام خونزہ ہمایوں تھا۔

علی عادل شاہ کا ارادہ

اسی زمانے میں علی عادل شاہ نے موقع پا کر رائی کندنی کا شہر اور بیجانگر کو فتح کرنے کے لیے عسکری تیاریاں کیں اس کی یہ خواہش تھی کہ رام راج کے بیٹے تمراج کو اس علاقے سے نکال کر نلگنڈہ کا فرماں روا بنا دے اور خود بیجانگر اور اس کے مضافات پر قبضہ کر لے۔ تانادری حاکم نلگنڈہ کو جب علی عادل کے اس ارادے کی اطلاع ملی تو وہ بہت پریشان ہوا اور اس نے مرتضیٰ نظام سے مدد کی درخواست کی

marfat.com

Marfat.com

مرتضیٰ نظام شاہ کی روانگی بیجانگر

مرتضیٰ نظام شاہ تنکناداری کی درخواست منظور کر لی اور ملا عنایت اللہ کے مشورے سے بیجانگر کی طرف روانہ ہوا یا علی عادل شاہ نے اس صورت حال کے پیش نظر اپنا ارادہ ترک کیا نظام شاہ بیجانگر کے قریب پہنچا اور علی عادل جلد از جلد سفر کی منزلیں طے کرتا ہوا انتہائی تیزی سے بیجاپور آیا اور نظام شاہ کے مقابلے میں صف آراء ہوا۔

علی عادل شاہ سے صلح

دونوں لشکر اگرچہ ایک دوسرے کے سامنے لڑائی کی غرض سے آئے لیکن لڑائی کی نوبت نہ آئی فریقین نے صلح پسند افراد بیچ میں پڑے اور انہوں نے کہا: "دو ہم مذہب فرماں رواؤں کو ایک دوسرے کے خلاف معرکہ آرائی کرنا زیب نہیں دیتا۔ مناسب یہی ہے کہ آپس میں صلح کر لی جائے۔" چنانچہ دونوں میں صلح ہو گئی اور نظام شاہی لشکر واپس احمد نگر آ گیا۔

برار پر حملہ

اس واقعہ کے ایک سال بعد مرتضیٰ نظام اور علی عادل شاہ نے آپس میں کر تفال خاں سے بدلہ لینے کا ارادہ کیا اور اس سبب سے کہ تفال خاں نے بیجانگر کے ہنگامے میں ان حکمرانوں کے ساتھ نہ دیا تھا۔ برار پر حملہ کر دیا مرتضیٰ نظام اور علی عادل نے ایلچ پور تک سے تمام علاقے کو تباہ و برباد کیا کشت و خون کا بازار گرم کیا اور یوں تفال خاں سے حسب منشا انتقام لیا اسی زمانے میں برسات کا موسم آ گیا تفال خاں علی عادل کی خدمت میں حاضر ہوا اور بہت سی دولت دے کر اسے راضی کر لیا۔ علی عادل نے برسات کا بہانہ بنایا اور مرتضیٰ شاہ سے جدا واپس آ گیا۔

قلعہ کندالہ پر عادل شاہی قبضہ

۹۵۰ھ میں عادل شاہ نے بعض نظام شاہی علاقوں پر قبضہ کرنے کا ارادہ کیا اس نے سب سے پہلے قلعہ کندالہ کو جو قصبہ چاکنہ سے بیس کوس کے فاصلے پر آباد ہے تسخیر کیا اور اس کے بعد کشور خاں کو ایک بہت بڑے لشکر کے ساتھ نظام شاہی سرحد کی طرف بھیجا۔

کشور خاں کا اقتدار

خونزہ ہمایوں کو جب اس واقعہ کو علم ہوا تو اس نے چند دکنی امراء کو کشور خاں کے مقابلے پر روانہ کیا۔ کشور خاں نے ان امیروں کو قصبہ کچ کے قریب شکست دی اور یہ لوگ بحال تباہ احمد نگر واپس آ گئے۔ کشور خاں نے سرحد کے باشندوں کو اپنا بنا لیا اس نے ربیع اور حریف کی فصلوں کا لگان جو تقریباً بیس لاکھ ہون ہوتا ہے حاصل کیا۔ اس کے بعد اس نے اس میدان میں جس میں اسے فتح حاصل ہوئی ایک پختہ قلعہ تعمیر کروایا اور پوری طرح صاحب اقتدار ہو گیا۔

ملکہ کی شکایت

خونزہ ہمایوں نے نظام شاہی سلطنت کا تقریباً نصف حصہ اپنے بھائیوں اور دیگر رشتہ داروں کو جاگیر میں دے رکھا تھا۔ یہ امراء اپنے سپاہیوں کی معقول نگہداشت نہ رکھتے تھے اس وجہ سے کشور خاں کے ہنگامے کو فرد کرنا مشکل ہو گیا تھا۔ شاہی مصاحبین اس صورت حال سے پریشان ہوئے انہوں نے (شاہ جمال الدین حسین انجو' قاسم بیگ شاہ احمد اور مرتضیٰ خاں وغیرہ) مرتضیٰ نظام سے خونزہ ہمایوں کی شکایت کی۔

مصاحبوں کی رائے

مرتضیٰ نظام شاہ نے مصاحبین سے کہا "حکومت کے تمام کارندے دربار کے تمام ملازم اور سارے شاگرد پیشہ ملکہ کے طرفدار ہیں۔

marfat.com

Marfat.com

ایسی صورت میں اس کے اقتدار سے نجات حاصل کرنا بہت مشکل ہے۔" مصاحبین نے اس کے جواب میں کہا: "اگر حضور والا اجازت دیں تو ہم فرہاد خاں' اخلاص خاں اور حبشی خاں جیسے نامی گرامی امیروں کو اپنے ساتھ ملا کر ملکہ کے اقتدار سے نجات حاصل کر سکتے ہیں۔" مرتضیٰ نظام نے ان لوگوں کو اس کی اجازت دے دی۔

ملکہ کی گرفتاری کا منصوبہ

ان مصاحبوں نے حبشی سرداروں سے سازباز کر کے انہیں اپنا ہم خیال بنا لیا۔ یہ لوگ سلام کے بہانے سے قلعے کے اندر آئے اور بادشاہ کو یہ پیغام دیا کہ اس وقت فلاں فلاں امیر حاضر ہیں۔ اگر اجازت ہو تو خواجہ سراؤں اور لونڈیوں کے ذریعہ سے ملکہ کو گرفتار کر لیا جائے۔" بادشاہ نے اس کی اجازت دے دی۔

افشائے راز

اتفاق سے ملکہ خونزہ ہمایوں نے کسی ضرورت کی وجہ سے مرتضیٰ نظام کو حرم کے اندر بلوا بھیجا۔ مرتضیٰ نے یہ سمجھا کہ ملکہ کو سازش کی اطلاع ہو گئی ہے وہ اپنی ماں کے پاس پہنچا اور اپنے آپ کو بحال رکھنے کے مقصد سے اس نے سازش کا بھانڈا پھوڑ دیا اور کہا: "فلاں فلاں امیروں نے سازش کر کے آپ کو گرفتار کرنے کا منصوبہ بنایا ہے۔"

شاہ جمال کی گرفتاری

ملکہ نے حقیقت حال سے اطلاع پاتے ہی دشمنوں کے منصوبے کو کچلنے کی تیاریاں شروع کر دیں۔ شام کے وقت اس نے پردے کے پیچھے بیٹھ کر شاہ جمال الدین حسین کو بلوایا اور اسے گرفتار کر لیا۔ فرہاد خاں وغیرہ کو جب شاہ جمال کی گرفتاری کا علم ہوا تو وہ اپنے ساتھیوں کے ہمراہ قلعے سے باہر نکل آئے۔ مرتضیٰ خاں اور شاہ احمد اپنے پیادوں کے ہمراہ جلد از جلد اپنے گھروں کو واپس چلے گئے۔ سید مرتضیٰ سبزواری' خواجہ میرک دبیراصفہانی اور بعض دوسرے غیر ملکی امراء کو بھی اس سازش میں شریک قرار دیا گیا۔ لہٰذا یہ لوگ بھی جلد از جلد قلعہ سے باہر آ گئے۔

غیر ملکی امراء کا فرار

ملکہ نے سپاہیوں کی ایک جماعت کو مرتضیٰ خاں کی گرفتاری کے لیے متعین کیا۔ مرتضیٰ خاں کو یہ پتہ چلا تو وہ سید مرتضیٰ سبزواری دبیراصفہانی اور دوسرے غیر ملکی امیروں کے ساتھ بیجاپور کی طرف روانہ ہو گیا۔ فرہاد خاں اور اس کے ساتھی ساری رات کالا چبوترہ کے میدان میں کھڑے رہے۔ ان امیروں نے آدمی بھیج کر اپنے بیوی بچوں اور مال و دولت کو یہیں بلوا لیا اور گجرات کی طرف کوچ کرنے کی تیاریاں کرنے لگے۔

ملکہ کا پیغام

ملکہ خونزہ ہمایوں نے ان امیروں کو یہ پیغام بھجوایا "تم لوگ جب اس سازش کے بانی نہیں ہو پھر کس لیے اتنے زیادہ خوفزدہ ہو۔ تمہیں چاہیے کہ فوراً اپنے مکانات کو واپس آ جاؤ اور پہلے کی طرح یہاں آ کر رہو۔ تمہارے لیے یہی بہتر ہے اور تمہیں اسی پر عمل کرنا چاہیے۔"

قاسم بیگ کی حبشی امراء سے ملاقات

ان امیروں نے ملکہ کے پیغام کو مصلحت پر محمول کیا اور اپنی جگہ پر مقیم رہے۔ دوسری بار خونزہ ہمایوں نے قاسم بیگ حکیم کو جو فرہاد خاں کا قریبی دوست تھا ان امراء کے پاس روانہ کیا۔ قاسم بیگ نے حبشی امراء کو ملکہ کا پیغام دیا ان امیروں نے جواب دیا "جو کچھ ہوا یا

marfat.com

Marfat.com

ہونے والا ہے اس میں ہم تم سبھی شریک تھے اور ملکہ اس سے بخوبی واقف ہے اس وقت ملکہ یہ چاہتی کہ ہمیں بہلا پھسلا کر اپنا انتقام لے تم بھی اس حقیقت کو سمجھ جاؤ ورنہ تمہاری خیر نہیں ہے بہتر یہی ہے کہ ہمارے ساتھ مل جاؤ۔

حبشی امراء کی گجرات کو روانگی

حبشی امیروں کی بات قاسم بیگ کی سمجھ میں آگئی اور اس نے اپنے بیٹے کمال الدین حسین کو ہمراہ لیا اور حبشیوں کے پاس آگیا۔ اس نے اپنے جمع کردہ جواہرات کا صندوقچہ خفیہ طور پر شاہ طاہر کے بیٹے شاہ رفیع الدین کے پاس بطور امانت رکھوا دیا۔ فرہاد خاں اسی رات تمام لوگوں کے ساتھ گجرات کی طرف چل دیا۔

تعاقب

ملکہ خونزہ ہمایوں نے ان کے تعاقب میں اپنے چند آدمیوں کو بھیجا۔ اخلاص خاں اور حبشی خان واپس احمد نگر آ گئے اور قاسم بیگ اور فرہاد خاں جو زیادہ خوف زدہ تھے جلد از جلد گجرات کی سرحد پر پہنچ گئے۔ اس مقام پر اہل تعاقب نے ان لوگوں کو جالیا اور قاسم بیگ کے سترہ سالہ فرزند کمال الدین کو گرفتار کر لیا۔ نظام شاہی ملازم چونکہ غیر علاقے میں زیادہ دیر نہ رہ سکتے تھے اس لیے جلدی احمد نگر واپس آ گئے۔

کمال الدین کی گرفتاری اور رہائی

ملکہ جب دشمنوں کی طرف سے اچھی طرح مطمئن ہو گئی تو اس نے کمال الدین حسین کو قلعہ وروب میں نظربند کر دیا لیکن تھوڑے ہی دنوں کے بعد ملکہ نے اسے رہا کر کے عہدے اور جاگیر سے سرفراز کیا۔ اس کے بعد ملکہ اقرباء پروری اور اعزہ نوازی میں منہمک ہو گئی اس نے شاہ احمد اور مرتضیٰ خاں سے اچھے برتاؤ کا وعدہ کر کے انہیں بیجاپور سے طلب کیا اور فرہاد خاں اور قاسم بیگ کو بھی یہی پیغام دیا۔

قسم بیگ کی وفات

فرہاد خاں تو احمد نگر واپس آگیا لیکن قاسم بیگ نے احمد آباد گجرات ہی میں رہنا پسند کیا۔ اس نے ایک معتمد شخص کو شاہ رفیع الدین کی خدمت میں بھیجا اور اپنی امانت طلب کی۔ شاہ صاحب نے وہ سربمہر صندوقچہ اس آدمی کے ہاتھ قاسم بیگ کو بھجوا دیا۔ قاسم بیگ نے صندوقچہ کھولا اس میں سب چیزیں تھی لیکن ایک تھیلی جس میں بہت سے قیمتی اور گراں قدر جواہرات تھے غائب تھی۔ قاسم اس صدمے کی تاب نہ لا سکا اور بیمار پڑ گیا کچھ عرصے تک وہ اس غم میں گھلتا رہا اور آخر کار اپنی جان جان آفرین کے سپرد کر دی۔

ملاعنایت اللہ کی نظربندی

ملکہ خونزہ ہمایوں نے جب یہ محسوس کیا کہ کشور خان کا اقتدار زیادہ بڑھتا جا رہا ہے تو وہ بہت پریشان ہوئی۔ اس نے اپنے طور پر یہ سمجھا کہ اس کی اصل وجہ ملا عنایت اللہ ہے اور وہی کشور خاں سے ساز باز کر کے اس کی قوت و اقتدار میں ترقی کا باعث ہے اس خیال کے پیش نظر ملکہ خونزہ ہمایوں نے ملا عنایت اللہ کو قلعہ جوند میں نظربند کر دیا۔

ملکہ کی گرفتاری کی سازش

۹۷۷ ہجری میں خونزہ ہمایوں نے فوج تیار کی اور اپنے بیٹے مرتضیٰ نظام شاہ کو ساتھ لے کر کشور خاں کی سرکوبی کے لیے روانہ ہوئی۔ جب شاہی لشکر دامن کانور میں پہنچا تو شاہی مصاحبین ملا حسین تبریزی، شاہ احمد اور مرتضیٰ خاں وغیرہ نے دوبارہ مرتضیٰ نظام شاہ کو ملکہ کی گرفتاری کے لیے اکسایا۔ مرتضیٰ نظام اپنی والدہ کے اقتدار سے سخت عاجز تھا وہ فوراً اس امر کے لیے تیار ہو گیا اور اپنے امراء کے مشورے کے مطابق اس سلسلے میں کوشش کرنے لگا۔

marfat.com

Marfat.com

شکار کا ارادہ

مرتضٰی نظام نے ملکہ خونزہ ہمایوں سے کہا: "میرا جی شکار کھیلنے کو چاہتا ہے اگر اجازت ہو تو کل صبح شکار کے لیے چلا جاؤں۔" ملکہ نے بخوشی اجازت دے دی بادشاہ نے اخلاص خاں' حبشی خاں اور فرہاد خاں سے کہا: "میں کل شکار کے لیے جاؤں گا بیشتر امراء میرے ساتھ چلیں گے بہتر ہے کہ تم بھی میرے ہمراہ چلو۔"

روانگی

دوسرے روز بادشاہ شکار کے لیے روانہ ہوا۔ تاج الدین اور عین الملک کے علاوہ باقی تمام امیر بادشاہ کے ہم رکاب ہوئے۔ ملکہ خونزہ ہمایوں بہت ہی سمجھ دار اور دانش مند خاتون تھی۔ اس نے بادشاہ کے اس طرح امیروں کے ساتھ جانے کے خلاف مصلحت سمجھا لہٰذا اپنے چند ساتھیوں کے ہمراہ سوار ہو کر خود بھی روانہ ہوئی۔

گردش تقدیر

ملکہ کی قسمت کا ستارہ گردش میں تھا اس لیے وہ وقت سے پہلے ہی واپس اپنی قیام گاہ پر آ گئی۔ تمام ملازمین بھی اپنی اپنی رہائش گاہوں میں چلے گئے اور شاہی بارگاہ میں کوئی نہ تھا۔ مرتضٰی نظام شاہ کو جب یہ معلوم ہوا تو اس نے سب سے پہلے حبشی خاں کو جو بہت ہی درشت مزاج کا تھا اپنی والدہ کی گرفتاری کے لیے روانہ کیا پھر اس کے پیچھے پیچھے اخلاص خاں اور فرہاد خاں کو بھی اپنے خاصہ کے لشکر کے ساتھ بھیجا۔ ان کے علاوہ بعض دیگر امیر بھی روانہ کیے گئے۔

حبشی خاں اور ملکہ کی ملاقات

حبشی خاں ملکہ کے سراپردہ کے قریب پہنچا ملکہ کو اس کے ارادے کی خبر ہو گئی۔ لہٰذا اس نے ترکش خنجر اور تلوار وغیرہ سے اپنے آپ کو آراستہ کیا اور گھوڑے پر سوار ہو گئی۔ حبشی خاں بھی گھوڑے پر سوار تھا' اسی عالم میں وہ ملکہ کے قریب گیا اور کہا: "بادشاہ نے یہ حکم دیا ہے کہ آپ بھی دوسری عورتوں کی طرح پردے میں بیٹھ جائیں اور حکومت کے کاموں میں بالکل دخل نہ دیں۔"

ملکہ کی گرفتاری

یہ سن کر خونزہ ہمایوں کو بہت غصہ آیا اور اس نے کہا: "اے غلام تیری یہ ہمت! یہ مجال کہ آج تو اس انداز سے مجھ سے مخاطب ہے۔" حبشی خاں نے ملکہ کا بازو پکڑ کر اسے گھوڑے سے اتارنے کی کوشش کی۔ ملکہ نے اپنا خنجر نکال لیا اور حبشی خاں پر وار کرنا چاہا۔ حبشی خاں نے ملکہ کا ہاتھ پوری قوت کے ساتھ پکڑ کر مروڑا اور خنجر ملکہ کے ہاتھ سے گر گیا اگرچہ عین الملک اور تاج خاں وہاں موجود تھے لیکن انہوں نے اپنی بہن کی کوئی مدد نہ کی اور اپنی جان کی خیر مناتے ہوئے وہاں سے بھاگ گئے۔ حبشی خاں نے بڑے اطمینان کے ساتھ ملکہ کو گرفتار کر کے پالکی میں بٹھا دیا اور مرتضٰی نظام کے پاس لے گیا۔ بادشاہ نے اپنی ماں کو نگہبانوں کے سپرد کر دیا۔

شاہانہ نوازشیں

اس واقعہ کے بعد مرتضٰی نظام شاہ نے تمام امیروں کو شاہانہ نوازشوں سے سرفراز کیا ملا۔ حسین تبریزی کو "خان خاناں" کا خطاب اور پیشوائی کا منصب عطا کیا گیا۔ قاسم بیگ کے بیٹے کمال الدین حسین کو جو گجرات میں واپس آ گیا تھا اس کے باپ کو نام اور القاب سے نوازا گیا۔ مرتضٰی خاں کو امرائے کبار کے گروہ میں شامل کیا گیا۔ شاہ احمد کو خطاب دیا گیا۔ اور اعتبار خاں کو جاگیر' گھوڑوں اور ہاتھیوں کا مالک بنا دیا گیا۔

marfat.com

Marfat.com

عین الملک اور تاج خاں کا تعاقب

مرتضیٰ نظام شاہ نے اپنے لشکریوں کی ایک جماعت کو عین الملک اور تاج خاں کے تعاقب میں روانہ کیا۔ عین الملک سرحد گجرات پر پکڑا گیا اسے گرفتار کر کے احمد نگر لایا گیا' لیکن تاج خاں ہاتھ نہ آیا وہ جلد از جلد سفر کی منزلیں طے کرتا ہوا ابراہیم قطب شاہ کے ملک میں داخل ہو گیا اور اہل تعاقب ناکام و نامراد کف افسوس ملتے ہوئے واپس آ گئے۔

کشور خاں کی تباہی

کہا جاتا ہے کہ دام کالو سے مرتضیٰ نظام شاہ احمد نگر واپس آیا۔ ملکہ خونزہ ہمایوں کی گرفتاری کا واقعہ سن کر غریبوں کی ایک جماعت بادشاہ کے حضور میں حاضر ہوئی اور شاہانہ الطاف و کرم سے سرفراز ہوئی۔ مرتضیٰ نظام نے کشور خاں کی تباہی کا مصمم ارادہ کر لیا اور اس غرض سے قلعہ دارور پر حملہ کر دیا۔ کشور خاں نے ابراہیم قطب شاہ سے مدد طلب کی۔ اس سے پہلے کہ قطب شاہی فوج اس کی مدد کے لیے آتی' کشور خاں مارا گیا اور قلعہ فتح ہو گیا۔

قلعہ دارور کی فتح کا تفصیلی بیان

قلعہ دارور کی فتح کا واقعہ اپنی نوعیت کے لحاظ سے عجیب و غریب ہے۔ اس لیے اس کی تفصیلی کیفیت قارئین کرام کی خدمت میں پیش کی جاتی ہے۔ "مرتضیٰ نظام شاہ دارور سے ایک کوس کے فاصلے پر دریا کے کنارے مقیم ہوا۔ وہاں اس نے شاہ احمد' مرتضیٰ خاں اور دوسرے مقربین خاص کے ہمراہ خود کھانا پکانا شروع کیا۔ اسی دوران میں کشور خاں کا ایک آدمی بادشاہ کے پاس آیا اور اسے سربمہر لفافہ دیا۔ بادشاہ نے لفافہ کھولا اور اسے پڑھا۔ خط کی گستاخانہ عبارت پڑھ کر اس کی آنکھوں میں خون اتر آیا۔ مرتضیٰ نظام شاہ اسی وقت گھوڑے سوار ہو گیا اور کہا: "جب تک میں اس قلعے کو فتح نہ کر لوں گا گھوڑے پر سے نہ اتروں گا۔"

امراء کا مشورہ

بادشاہ نے قلعہ دارور کے قریب پہنچ کر دروازے کی طرف پیش قدمی کی' اس موقع پر خان خاناں' مرتضیٰ خاں اور دوسرے معزز امیروں نے بادشاہ سے گزارش کی کہ "قلعے کو فتح کرنے کا یہ انداز مناسب نہیں ہے۔ ابھی تو آپ کے بدن سے سفر کی گرد بھی علیحدہ نہیں ہوئی اور ایسے مضبوط اور عظیم الشان قلعے کو فتح کرنے کے لیے تیار ہو گئے ہیں۔"

بادشاہ کا دلاورانہ جواب

مرتضیٰ نظام شاہ کے سر پر قلعے کی فتح کا بھوت سوار ہو رہا تھا۔ اس نے امیروں کے مشورے کی کوئی پروا نہ کی اور کہا: "اگر خدا کی مدد شامل حال ہے تو دروازے کے قریب پہنچ کر اس کو توڑ دوں گا اور قلعے کے اندر داخل ہو جاؤں گا اور مجھے کوئی نقصان نہ پہنچے گا' لیکن اگر میرا آخری وقت آ چکا ہے تو پھر بھی مجھے اپنی آخری کوشش ضرور کرنی چاہیے' کیونکہ میں قلعے سے علیحدہ ہو کر بھی موت کے ظالم ہاتھوں سے چھٹکارا حاصل نہ کر سکوں گا۔"

قلعے کی طرف پیش قدمی

امیروں نے جب یہ دیکھا کہ بادشاہ اپنے ارادے سے باز نہ آئے گا اور قلعے کی تسخیر کے لیے اسی طرح کوشاں رہے گا تو انہوں نے مرتضیٰ نظام سے ہتھیار باندھنے کی درخواست کی۔ بادشاہ نے اس سے بھی انکار کر دیا اس پر امراء نے اس سے کہا: "اسلحہ زیب تن کرنا حضرت صلعم کی سنت ہے۔" یہ سن کر بادشاہ ہتھیاروں سے آراستہ ہوا اور تیر و کمان ہاتھ میں لے کر قلعہ کی طرف بڑھا۔

marfat.com

Marfat.com

آتش بازی

اسی دوران میں اہل قلعہ نے برجوں پر آتش بازی شروع کر دی۔ ایک بار میں دو تین ہزار توپیں چلائی جاتی تھیں اور اس طرح ان گنت انسانوں، گھوڑوں اور ہاتھیوں کو موت کے دامن میں پناہ لینی پڑتی تھی۔ میدان جنگ، میدان حشر کا نمونہ بن گیا، لیکن پھر بھی مرتضیٰ نظام شاہ واپس نہ ہوا۔ وہ برابر چلتا رہا، یہاں تک کہ اس میں اور قلعہ کی دیوار میں صرف پچاس گز کا فاصلہ رہ گیا۔

اہل قلعہ کی خاموشی

اس موقع پر نظام شاہی فوج نے تیز اندازی شروع کر دی اور فریقین میں زبردست جنگ شروع ہو گئی۔ اس ہنگامے میں دو تین گولیاں بادشاہ کی قریب سے بھی گزریں لیکن اللہ تعالیٰ کی مہربانی سے اسے کوئی نقصان نہیں پہنچا۔ اس حالت کے باوجود کسی شخص کی ہمت نہ ہوتی تھی کہ وہ بادشاہ سے واپسی کی درخواست کرتا۔ الغرض دونوں طرف سے حریف کو مغلوب کرنے کی کوشش ہوتی رہی، اچانک اہل قلعہ کا شور ختم ہو گیا سبھی حیران ہوئے کہ آخر یہ خاموشی کیسی ہے؟

کشور کی موت

نظام شاہیوں کو اہل قلعہ کی خاموشی پر بہت تعجب ہوا۔ کہاں تو ایسا ہنگامہ اور کہاں یہ موت کی سی بے حسی! چند لوگ قلعے کی دیوار کی کھڑکیاں کھول کر قلعے کے اندر داخل ہو گئے۔ انہوں نے اندر جا کر دیکھا کہ قلعہ خالی ہے تمام لوگ فرار ہو گئے ہیں۔ ایک طرف کشور خاں کی لاش پڑی ہوئی ہے۔ کشور خاں کی موت ایک تیر لگنے سے واقع ہوئی تھی، ان لوگوں نے اس کا سر تن سے جدا کر کے قلعے کے ایک کنگرے پر لٹکا دی۔ مرتضیٰ نظام دشمن کے سر کو اس عالم میں دیکھ کر بہت خوش ہوا اور خداوند تعالیٰ کا شکر بجا لایا۔

عادل شاہی امیروں کی لشکر کشی

مورخین کا بیان ہے کہ کشور خاں کے قتل کے بعد مشہور و معروف عادل شاہی امیر عین الملک اور نور خاں دس بارہ ہزار سواروں کا ایک لشکر لے کر نظام شاہی علاقے میں داخل ہوئے اور تباہی و بربادی کا بازار گرم کرنے کے لیے احمد نگر کی طرف روانہ ہوئے۔ مرتضیٰ نظام نے ان امیروں کے مقابلے کے لیے فرہاد خاں اور اخلاص خاں کو پانچ، چھ ہزار سواروں کے ساتھ خواجہ میرک دبیر اصفہانی کی نگرانی میں روانہ کیا۔ یہ جماعت دشمن کے قریب پہنچ گئی۔ خواجہ اصفہانی نے امراء کو تو آگے بڑھایا اور خود کمین گاہ میں بیٹھ گیا۔

معرکہ جنگ اور دشمن کی شکست

فریقین نے اپنی صفوں کو درست کیا اور دونوں لشکروں میں جنگ شروع ہو گئی۔ خواجہ اصفہانی نے ایک بڑی عمدہ چال چلی اس نے چالیس شاہی ہاتھی، سبز علم اور لشکر خاصہ کے چار سو سپاہیوں کو میدان جنگ میں دوڑا دیا۔ اور یہ مشہور کر دیا کہ بادشاہ خود میدان جنگ میں آ گیا ہے۔ عین الملک اور نور خان اس خبر کو صحیح سمجھے اور حواس باختہ ہو کر بھاگ نکلے۔ خواجہ اصفہانی نے ان دونوں کا تعاقب کیا، عین الملک مقتول ہوا اور نور خاں زندہ گرفتار ہوا اسے دارور کے قریب بادشاہ کی خدمت میں حاضر کیا گیا۔

بیجاپور کی فتح کا ارادہ

اسی اثناء میں قطب شاہ نے نظام شاہ سے دوستانہ مراسم پیدا کیے ان دونوں فرماں رواؤں نے آپس میں اتحاد کر کے بیجاپور کو فتح کرنے کا ارادہ کیا اور اس غرض سے عادل شاہی حدود میں داخل ہو گئے۔ عادل شاہ کے میر جملہ شاہ ابو الحسن نے سید میر تقی سبزواری کو مرتضیٰ نظام شاہ کی خدمت میں روانہ کر کے یہ پیغام دیا۔ "میں نظام شاہی خاندان کا پرانا بہی خواہ ہوں، میری وفاداری ظاہر ہے اور اس کے لیے کسی ثبوت کی ضرورت نہیں میں آپ سے ملاقات کرنا چاہتا ہوں تاکہ اپنے ناچیز خیالات کا اظہار کر سکوں۔ اگر آپ اس نمک خوار کو

marfat.com
Marfat.com

شرف ملاقات بخشیں تو آپ کی بڑی ذرہ نوازی ہو گی۔"

مرتضیٰ نظام شاہ اور شاہ ابو الحسن کی ملاقات

نظام شاہ نے اس درخواست کا یہ جواب دیا۔ "شاہ ابو الحسن ہمارے پیر زادہ ہیں اگر وہ یہاں تشریف لے آئے ہیں تو ہم تمام معاملات کو ان کے رائے اور مشورے سے طے کریں گے۔ شاہ ابو الحسن نے خان خاناں کے توسط سے واکدری میں مرتضیٰ نظام شاہ سے ملاقات کی۔ شاہ صاحب نے بہت سے گراں قدر اور نایاب تحفے بادشاہ کی خدمت میں پیش کیے اور کہا آپ کے والد مرحوم نے اس نکتے کو اچھی طرح سمجھ لیا تھا کہ عادل شاہی خاندان سے دوستی رکھنا خالی از فائدہ نہیں ہے۔ انہوں نے عادل شاہی فرانروا سے دوستانہ مراسم پیدا کر کے رام راج جیسے عظیم الشان فراں روا کو شکست دی۔ اس وقت اگر کچھ عاقبت نااندیش اور نافہم ملازمین کی وجہ سے کچھ کدورت پیدا ہو گئی ہے تو آپ کی بہادری اور معاملہ فہمی کے پیش نظر یہ سمجھنا چاہیے کہ فوراً زائل ہو جائے گی۔ آپ نے ابراہیم قطب شاہ کی ظاہری دوستی پر بھروسہ کر کے عادل شاہ کی مخالفت پسندی فرمائی ہے، لیکن یہ بات آپ کی فراست فہم سے بعید ہے۔"

قطب شاہ کی منافقت کی کیفیت

اس کے بعد شاہ ابو الحسن نے قطب شاہ کا ایک خط جو عادل شاہ کے نام لکھا تھا اور اس وقت شاہ صاحب کے پاس تھا، مرتضیٰ نظام شاہ کو دکھایا، اس خط میں قطب شاہ نے عادل شاہ سے دوستی اور اور بہی خواہی کے جذبات کا اظہار کیا تھا۔ شاہ صاحب نے مرتضیٰ نظام سے کہا۔ "اگرچہ ظاہری طور پر قطب شاہ آپ کے ساتھ ہے لیکن چوری چھپے اس کے مراسم دوسروں کے ساتھ بھی ہیں۔" اس کے بعد شاہ صاحب نے اپنے بیان کی تائید میں گواہ پیش کیے خان خاناں نے بھی شاہ صاحب کی تائید کی۔

قطب شاہ کا فرار

مرتضیٰ نظام شاہ یہ سب کچھ دیکھ کر بہت حیران ہوا اس نے اسی وقت حکم دیا کہ قطب شاہ کو تنبیہہ کی جائے۔ ابراہیم قطب شاہ کو جب ان حالات کی اطلاع ہوئی تو وہ اپنی جان بچا کر میدان جنگ سے فرار ہو گیا اور گولکنڈہ کی طرف چلا گیا۔ نظام شاہیوں نے قطب شاہ کی بارگاہ کو نیست و نابود کر کے اس کا تعاقب کیا اور تمام راستے میں تباہی و غارت گری کا بازار گرم کرتے رہے۔

شہزادہ عبدالقادر کی تجویز

قطب شاہ کے بڑے بیٹے شہزادہ عبدالقادر نے جب دشمن کی یہ چیرہ دستیاں دیکھیں تو اس نے اپنے باپ سے کہا۔ "نظام شاہی لشکر کی چیرہ دستیاں حد سے تجاوز کر گئی ہیں اور وہ اپنی ان ناشائستہ حرکات سے باز نہیں آتے اگر آپ اجازت دیں تو میں ایک کمین گاہ میں چھپ جاؤں اور تعاقب کرتے ہوئے دشمن پر پیچھے کی طرف سے حملہ کروں۔ میرے نزدیک یہ تجویز بہت ہی مناسب و موزوں ہے آپ کی رائے کیا ہے؟"

شہزادہ عبدالقادر کی موت

قطب شاہ جلد از جلد منزل مقصود پر پہنچنا چاہتا تھا۔ اس نے اپنے بیٹے کی بات کا کوئی جواب نہ دیا اور گولکنڈہ پہنچ کر اسے یہ خیال پیدا ہوا کہ شہزادہ عبدالقادر کی بہادری اور شجاعت کوئی نیا رنگ نہ لائے۔ اس خیال کے پیش نظر اس نے عبدالقادر کو ایک قلعے میں نظر بند کر دیا۔ کچھ دنوں بعد اسی خوف کی وجہ سے قطب شاہ نے اپنے سعادت مند بیٹے کی زندگی کا پیمانہ لبریز کر دیا۔

شاہ ابو الحسن نے یہ پیغام بری کی خدمت کو بڑی عمدگی اور خوش اسلوبی سے سرانجام دیا۔ اس نے علی عادل کی طرف سے مرتضیٰ نظام شاہ کی دوستی اور برادرانہ مراسم کی استواری کے سلسلے میں گفتگو کی اور اس سے وعدے لیے۔ اس کے بعد مرتضیٰ نظام احمد نگر واپس آ گیا۔

marfat.com

Marfat.com

ملا عنایت اللہ کا قتل

ملا عنایت اللہ سے خان خاناں بہت ڈرتا تھا' اسے یہ خوف تھا کہ بادشاہ ملا عنایت اللہ کو دوبارہ پیشوائی کا منصب عطا کرے گا۔ اس خیال کے پیش نظر خان خاناں نے بادشاہ کو عجیب و غریب خبریں سنا کر اسے ملا عنایت کی طرف سے بدگمان کر دیا۔ بعد ازاں خان خاناں نے ملا عنایت اللہ کے قتل کا فرمان حاصل کیا اور اس بے چارے کو موت کے دامن میں سلا دیا۔

ابراہیم قطب شاہ کی ناراضگی

ملا عنایت اللہ کے قتل کی وجہ سے ایک طرف تمام رعایا خان خاناں سے نفرت کرنے لگی وہاں دوسری طرف ابراہیم قطب شاہ بھی بہت تلملایا۔ اس نے مرتضیٰ نظام شاہ کو اس مضمون کا خط لکھا:

"مجھے اپنے سراپا لطف و کرم بھائی سے ہرگز ہرگز ایسی توقع نہ تھی کہ فتنہ پردازوں اور شرپسندوں کی باتوں میں آ کر میرے ساتھ اس قسم کا برتاؤ کریں گے۔ آپ نے میرے ہاتھی گرفتار کر لیے ہیں' مجھے اس کا قطعاً غم نہیں ہے۔ آپ ان ہاتھیوں کو میری طرف سے ایک حقیر نذرانہ تصور فرمائیے۔ مجھے حیرت و تعجب تو اس امر پر ہے کہ جب آپ کے دربار میں ایک سے ایک بڑھ کر عالی نسب اور شریف امیر موجود ہیں تو آپ نے استاد نوری جراح کے لڑکے کو کیا دیکھ کر وکیل السلطنت مقرر کیا ہے۔"

خان خاناں کی معزولی

مرتضیٰ نظام نے جب ابراہیم قطب شاہ کا خط پڑھا تو اسے یہ خطرہ ہوا کہ کہیں قطب شاہ علی عادل کے ساتھ مل کر اپنے ہاتھیوں کی واپسی کے لیے کوئی قدم نہ اٹھائے۔ مرتضیٰ نظام نے فوراً خان خاناں کو معزول کر دیا اور اس کی جگہ شاہ جمال الدین کو وکیل السلطنت مقرر کر دیا۔

قلعہ ریکندہ پر حملہ

اس دوران میں اہل فرنگ نے بھی فتنہ پردازی شروع کی وہ اپنے قلعہ ریکندہ کے مضبوطی اور استحکام پر بے حد مغرور ہوئے۔ اور مسلمانوں کو حقیر اور پست جان کر ان کو طرح طرح سے نقصان پہنچانے لگے۔ مرتضیٰ نظام نے جب یہ عالم دیکھا تو اس نے جمال الدین حسین شاہ' احمد مرتضیٰ خاں اور دوسرے امراء سے مشورہ کرنے کے بعد اسی سال قلعہ ریکندہ پر جو بندر چیول کے قریب واقع ہے حملہ کر دیا اور قلعے کا محاصرہ کر لیا۔

محاصرے کی طوالت

اہل فرنگ یعنی عیسائیوں نے اپنی مدافعت میں کوششیں کیں' لیکن محاصرہ دو سال تک قائم رہا اس دوران مسلمانوں اور عیسائیوں میں کبھی کبھار جنگ بھی ہو جایا کرتی تھی ان جنگوں میں زیادہ تر مسلمانوں ہی کا نقصان ہوتا تھا۔ عیسائیوں کی توپوں اور تفنگوں سے ان گنت مسلمان موت کے منہ میں چلے جاتے تھے' جب گولہ بازی ہوتی تھی تو نظام شاہی لشکر میں قیامت کا سماں نظر آتا تھا' مسلمان ایسے بدحواس اور پریشان ہو جاتے تھے کہ انہیں اپنے مردوں کو دفن کرنے کی مہلت بھی نہ ملتی تھی۔

دکنی امیروں کی نادانی

مسلمانوں کے نقصان کی وجہ یہ تھی کہ دکنی امراء اپنی نادانی اور حماقت کی وجہ سے قلعہ کشائی کی کوئی تدبیر نہ کرتے تھے اور اپنا سارا وقت نقب کھودنے میں ضائع کر دیتے تھے' اس سے ان کا مقصد یہ تھا کہ نردبان لگا کر قلعے کے اوپر چڑھا جائے اور پھر اہل قلعے کو مجبور کر کے انہیں مغلوب کر لیا جائے۔

marfat.com

Marfat.com

اہل قلعہ کی پریشانی

عیسائی آتش باری کے فن میں مہارت کامل رکھتے تھے' ان کے مقابلے میں مسلمان اپنے ارادوں میں کامیاب نہ ہو سکتے تھے۔ روزانہ اہل قلعہ کی طرف سے گولیوں کی بوچھاڑ ہوتی رہتی تھی اور اس وجہ سے مسلمانوں کے کشتوں کے پشتے لگ جاتے تھے۔ یہ صورت حال دیکھ کر مسلمانوں نے یہ طے کیا کہ اہل قلعہ پر آنے جانے کے تمام راستے بند کر دیئے جائیں اس تجویز پر جب عمل کیا گیا تو اہل قلعہ سخت پریشان ہوئے اور انہوں نے قلعہ کو خالی کر کے کسی دوسری بندرگاہ میں چلے جانے کا ارادہ کیا۔

عیسائیوں کی تدبیر

عیسائیوں میں سے کچھ لوگوں نے اس تجویز کی مخالفت کی اور یہ کہا کہ "قلعہ میں جو رقم موجود ہے کیوں نہ اسے اپنے مقاصد کے لیے استعمال کیا جائے۔ اگر اس کے باوجود بھی ہمارا کام نہ چل سکا تو پھر ہم اس قلعے کو چھوڑ کر کسی دوسری جگہ چلے جائیں گے۔ اس تجویز کو سب عیسائیوں نے پسند کیا اور روپیہ دے کر نظام شاہی امیروں سے تعلقات قائم کیے۔

حبشی امراء کی غداری

نظام شاہی امراء جن میں فرہاد خاں اور اخلاص خاں بھی شامل تھے۔ انہوں نے رشوت لے کر اہل قلعہ کو شراب اور دیگر سامان ضرورت پہنچانا شروع کر دیا۔ ان غدار حبشی امیروں نے یہ انتظام کیا کہ ہر رات کو ایک امیر اہل قلعہ کو سامان پہنچاتا رہے۔ یہ لوگ رات کے وقت تو دشمن کے کارندے بن جاتے تھے اور دن کے وقت محض دکھانے کے لیے معرکہ آرائی میں مصروف رہتے تھے۔

عیسائی اپنے معمول کے مطابق آتش بازی سے مسلمانوں کو قتل کرتے رہے لیکن مقصد کسی طرح پورا ہوتا نظر نہ آتا تھا۔

شاہ جمال حسین کی مخالفت

شاہ جمال الدین عہد شباب کی غفلتوں اور بے خبریوں کا مرکز بنا ہوا تھا۔ وہ امور سلطنت سے بالکل بے تعلق ہو کر اپنا وقت عیش و عشرت میں صرف کر رہا تھا' اس نے خواجہ میرک کو اپنا وکیل بنا کر تمام ذمہ داریاں اسی کو سونپ دی تھیں۔ مرتضیٰ شاہ محاصرے کی طوالت سے سخت پریشان ہوا۔ اسے شاہ جمال الدین کی غفلت و بے خبری کا بھی افسوس تھا اور اس سلسلے میں خواجہ میرک سے وہ اکثر شاہ جمال کی شکایت کیا کرتا تھا۔

مسلمانوں کی کشتی پر عیسائیوں کا قبضہ

اس اثناء میں یہ واقعہ پیش آیا کہ مسلمانوں کی ایک کشتی کو جو بندر جرون کی طرف سے چیول کی طرف آ رہی تھی عیسائیوں نے اپنے قبضے میں کر لیا' انہوں نے کشتی کا تمام مال و اسباب لوٹ لیا اور مسلمانوں کو قید کر لیا۔ ان مسلمان قیدیوں میں رستم خاں اور شمشیر خاں نام کے دو جوان بھی تھے جو شجاعت اور ہمت میں اپنی مثال آپ تھے۔ عیسائیوں نے ان جوانوں کو مسلمانوں سے جنگ کرنے کے لیے برج دبارہ پر کھڑا کر دیا۔

دو قیدی نوجوان

رستم خاں او رشمشیر خاں اگرچہ اپنے ہم مذہبوں کے مقابلے پر لڑنا مناسب نہ سمجھتے تھے لیکن قیدی ہونے کی حیثیت سے انہیں عیسائیوں کے حکم کی تعمیل کرنی پڑی' وہ برج دبارہ سے کبھی کبھی مسلمانوں پر آتش بازی کرتے رہتے تھے۔ کچھ دنوں تک تو یہ دونوں نوجوان اس جبری خدمت کو سرانجام دیتے رہے لیکن بعد میں انہیں اپنی اس ناشائستہ حرکت پر سخت ندامت ہوئی۔

marfat.com

Marfat.com

عیسائیوں کی مجلس مشاورت

ایک روز عیسائیوں نے اپنی مجلس مشاورت منعقد کی اور اس میں یہ خیال ظاہر کیا کہ تمام نظام شاہی امراء ہم سے ملے ہوئے ہیں اور ہماری خیر خواہی کو اپنا مقصد حیات سمجھتے ہیں' لیکن خواجہ میرک دبیر اصفہانی ہمارا سخت دشمن ہے- رستم اور شمشیر خاں نے یہ گفتگو سن لی ان دونوں نے اپنے آپ کو قلعے کی دیوار سے نیچے گرا دینے کا فیصلہ کیا تاکہ خواجہ میرک کو اس گفتگو سے آگاہ کیا جا سکے۔

رستم اور شمشیر کی رہائی

ان دونوں نوجوانوں نے خواجہ میرک کے نام ایک خط لکھا اس خط کو ایک پتھر سے باندھ کر خواجہ کے مورچل کی طرف پھینک دیا۔ رات کے وقت ان دونوں نے اپنے آپ کو آزاد کیا اور رسی کے ذریعے سے نیچے' خواجہ میرک کے قیام گاہ کے بالکل سامنے اتر گئے اور اس طرح عیسائیوں کی قید سے چھوٹ گئے۔

مرتضیٰ نظام شاہ کی اصل حقائق سے واقفیت

مرتضیٰ نظام شاہ کو جب ان نوجوانوں کی آمد کی خبر ہوئی تو اس نے ان دونوں کو اپنے پاس تنہائی میں بلوایا اور اہل قلعہ کے بابت دریافت کیا- ان دونوں نے تمام حالات بیان کیے اور کہا- "عیسائی بڑے اطمینان کے ساتھ مدافعت کر رہے ہیں ان کے محاصرے کی وجہ سے کوئی پریشانی نہیں ہے- اس اطمینان کی وجہ ہے کہ ہر رات ان کو ضرورت کی تمام اشیاء مل جاتی ہیں- آپ کے حبشی امراء ان سے ملے ہوئے ہیں اور رشوت لے کر ان کو ضرورت کا سامان پہنچاتے رہتے ہیں- صبح کے وقت یہ لوگ محض دکھاوے کے لڑائی کرتے ہیں تاکہ کہیں اصل راز نہ فاش ہو جائے- یہ تمام امیر سوائے خواجہ میرک دبیر اصفہانی کے عیسائیوں سے ملے ہوئے ہیں-"

شاہ جمال سے بادشاہ کی ناراضگی

یہ سن کر مرتضیٰ نظام شاہ کی آنکھیں کھلی کی کھلی رہ گئیں اور وہ سمجھ گیا کہ کون اس کا دوست ہے اور کون دشمن- بادشاہ نے خواجہ میرک اصفہانی پر پہلے سے زیادہ نوازشات کیں اور اس کی عزت میں اضافہ کیا' شاہ جمال الدین حسین سے بادشاہ اور زیادہ ناراض ہو گیا- شاہ جمال کو جب اس کا علم ہوا تو وہ منصب و کالت سے علیحدگی اختیار کر کے بغیر بادشاہ کی اجازت سے احمد نگر چلا گیا۔

ترک محاصرہ

مرتضیٰ نظام شاہ نے محاصرے سے دست بردار ہونے کے سلسلے میں خواجہ میرک اصفہانی سے بات چیت کی- خواجہ نے کہا- "آپ نے جو کچھ فرمائیں وہی مناسب ہے لیکن موجودہ صورت حال میں یہی بہتر ہے کہ محاصرہ ترک کر کے احمد نگر کا رخ کیا جائے- وہاں پہنچ کر آپ جو کچھ پسند فرمائیں اسی پر عمل کیا جائے۔

امرائے کبار کی گرفتاری

مرتضیٰ نظام شاہ نے خواجہ میرک اصفہانی کی رائے پر عمل کیا اور قلعہ ریکندہ کا محاصرہ ترک کر کے احمد نگر جا پہنچا- وہاں پہنچ کر اس نے سب سے پہلے یہ کام کیا کہ اخلاص خاں' فرہاد خاں اور دوسرے نامی گرامی امراء کو قید کر دیا اور جمال الدین حسین اور اس کی بیوی کو برہان پور کی طرف خارج البلد کر دیا۔

خواجہ میرک کی عزت افزائی

بادشاہ نے خواجہ میرک دبیر اصفہانی کو وکیل السلطنت کے عہدے پر فائز کر کے رستم خاں کے خطاب سے نوازا' نیز جمشید خاں شیرازی وغیرہ کو امیروں کے گروہ میں شامل کیا۔

marfat.com

Marfat.com

چنگیز خاں کی قابلیت

چنگیز خاں یعنی خواجہ میرک بہت ہی دانش مند اور معاملہ فہم انسان تھا اس نے ملکی اور مالی انتظامات کے سلسلے میں جانفشانی سے کام لیا جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ احمد نگر کا شمار بہترین شہروں میں ہونے لگا- علی عادل کو چنگیز خاں کی خوش اسلوبی اور قابلیت کا حال معلوم ہوا تو اس نے ابراہیم قطب شاہ سے میل جول پیدا کرنے کا ارادہ کیا-

چنگیز خاں کو علی عادل شاہ کے خیالات کا علم ہو گیا اور اس سے پہلے کہ عادل شاہ' قطب شاہ سے ملاقات کرتا' چنگیز خاں نے مرتضیٰ نظام کو اپنے ساتھ لیا اور عادل شاہی علاقے کی طرف روانہ ہو گیا- اس نے انتہائی خوش اسلوبی سے کام لے کر ایسی تدبیر کی کہ عادل شاہ اور قطب شاہ میں ملاقات ہی نہ ہو سکی-

عادل شاہ اور مرتضیٰ نظام شاہ میں ملاقات

عادل شاہ اور مرتضیٰ نظام شاہ نے سرحد پر آپس میں ملاقات کی اور باہمی سوچ بچار کے بعد یہ طے کیا گیا کہ:

۱- عادل شاہ کرناٹک کے ان شہروں پر قبضہ کر لے جن کی آمدنی برار اور بیدر کے محصول کے برابر ہو-

۲- مرتضیٰ نظام' تفال خاں اور علی برید کے قبضہ سے برار اور بیدر کو نکال کر اپنی سلطنت میں شامل کر لے-

۳- قطب شاہ سے متذکرہ دونوں فرماں روا کسی قسم کا کوئی تعلق نہ رکھیں اور اسے اس کے حال پر چھوڑ دیں-

اس کے بعد دونوں بادشاہ اپنے اپنے ملک روانہ ہوئے اور جنگ کے لیے لشکر فراہم کرنے لگے-

برار پر لشکر کشی

۹۸۰ء میں نظام شاہ نے برار پر حملہ کیا اور ملاحیدر کاشی کو جو بہت پڑھا لکھا نظام شاہی مقرب تھا' تفال خاں کے پاس قاصد بنا کر بھیجا اور اسے یہ پیغام دیا "مرحوم عماد الملک میرا ہم مشرب بھائی تھا اور اس کے میرے تعلقات بہت اچھے تھے- اس کی وفات کے بعد اس کا بڑا بیٹا برہان عماد الملک وارث تخت ہے جب تک برہان نوعمر اور کمسن تھا تم نے تمام ملکی و مالی انتظامات کو اپنے ہاتھ میں رکھا- یہ بہت اچھی بات ہے اور ایسا ہونا ہی چاہیے تھا- لیکن اب برہان بالغ ہے اور حکمرانی کے قابل ہے- للٰہذا تمھیں یہ زیب نہیں دیتا کہ اسے ایک مکان میں قید رکھ کر خود تمام سفید و سیاہ کے مالک بنے رہو- اس خط کے پہنچتے ہی تم تمام ملکی امور سے علیحدہ ہو جاؤ اور حکومت عماد الملک کے سپرد کر دو ورنہ نتائج کے تمام تر ذمہ داری تم پر ہو گی-"

شمشیر الملک کی رائے

تفال خاں اس خط کو پڑھ کر بہت خوف زدہ ہوا اس نے اپنے بڑے بیٹے شمشیر الملک سے (جو اپنے آپ کو بہادری اور جواں مردی میں رستم و سفندیار کا استاد سمجھتا تھا) اس بارے میں مشورہ کیا- شمشیر الملک نے کہا- "مرتضیٰ نظام شاہ نے جو کچھ لکھا ہے' اس سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ وہ خود اس ملک پر قابض ہونا چاہتا ہے اور برہان عماد الملک کی ہمدردی محض ایک بہانہ ہے-

وہ یہ چاہتا ہے کہ اس نوعیت کے خط سے رعایا اور فوج کو ہمارے خلاف اکسائے- یہ بہت ہی نازیبا حرکت ہے ہم اپنی قوت اور دولت کے لحاظ سے کسی طرح بھی نظام شاہ سے کم نہیں ہیں اس لیے ہمیں ہمت اور بہادری سے کام لینا چاہیے- مرتضیٰ نظام کے اس خط کا جواب قلم کی بجائے تلوار سے لکھنا چاہیے-

جنگ کی تیاریاں

تفال خاں کے برے دن آ گئے تھے للٰہذا اس نے اپنے بیٹے کی رائے پر عمل کیا اور اس نے ملاحیدر (قاصد مرتضیٰ نظام شاہ) کو ناکام و نامراد واپس بھیجا- مرتضیٰ نظام کو یہ بات اس وقت معلوم ہوئی جب وہ پاتری کے نواح میں تھا- یہ خبر سنتے ہی وہ ایلچ پور کی طرف روانہ ہو

marfat.com
Marfat.com

گیا۔ ادھر شمشیر الملک اپنے باپ کا مقدمہ الجیش بن کر نظام کے مقابلے پر روانہ ہوا۔

نظام شاہی مقدمہ الجیش کی پسپائی

شمشیر الملک نے مرتضٰی نظام شاہ کے پیشرو لشکر کو غافل و بے خبر دیکھ کر اس پر حملہ کر دیا' نظام شاہی لشکر حملے کی تاب نہ لا سکا اور بھاگ گیا۔ چنگیز خاں نے شمشیر الملک کے دفیعے کے لیے دو سرے فوجی افسروں کا تقرر کیا۔ شمشیر نے اپنے باپ سے مدد کی درخواست کی تفال خاں اپنے لشکر کو ساتھ لے کر جلد از جلد بیٹے کے پاس پہنچ گیا۔

چنگیز کی کارروائی

چنگیز خاں کو جب یہ اطلاع ملی تو اس نے خداوند خاں' جمشید خاں' بحری خاں' رستم اور دو سری نامی گرامی امراء کو اپنے مقدمہ الجیش کی مدد کے لیے روانہ کیا۔ چنگیز خاں نے اسی پر اکتفانہ کیا بلکہ خود بھی تین ہزار تیز اندازوں کی جمیعت کے ہمراہ اپنے ساتھیوں کی مدد کے لیے روانہ ہو گیا۔ اس سلسلے میں اس نے بادشاہ کی اجازت لی نہ ہی اس کو ساتھ لیا۔

معرکہ آرائی

دونوں لشکر آمنے سامنے آئے اور اپنی صفیں درست کرنے لگے جب لڑائی شروع ہو گئی تو عین اس وقت چنگیز خاں بھی میدان میں پہنچ گیا۔ اس نے دشمن پر بہت شدید حملہ کیا۔ اس نے پانچ سو بہادر جوانوں کو ساتھ لے کر دشمن کے قلب لشکر کو تباہ کرنا شروع کیا۔ تو تفال خاں کے علم بردار کے پاؤں پر تلوار کا وار کیا گیا' چنگیز خاں اور اس کے ساتھیوں نے ایسی بہادری کا مظاہرہ کیا کہ دشمن کے حوصلے پست ہو گئے۔

تفال خاں کی شکست

تفال خاں اور شمشیر الملک نے دشمن کا یہ انداز دیکھا تو مقابلے کی تاب نہ لا کر میدان جنگ سے فرار ہو گئے۔ چنگیز خاں نے برار کے بہت سے بہترین ہاتھی گرفتار کیے اور کامیاب و کامران مرتضٰی نظام شاہ کے پاس آیا۔ اس فتح کے بعد چنگیز خاں کی عزت اور شہرت کا ڈنکا بجنے لگا اور اس کا مرتبہ پہلے سے کئی گناہ بڑھ گیا۔

برار کی رعایا کی اطاعت

اس واقع کے بعد چنگیز خاں نے برار کی رعایا کو مطمئن کرنے اور تسلی دینے کے لیے خطوط لکھے۔ رعایا نے برہان نظام شاہ کی اطاعت و وفاداری کا اقرار کیا۔ تمام چودھری اور قانون گو نظام شاہی دربار میں حاضر ہوئے اور انہیں انعام و اکرام اور خلعت سے سرفراز کیا گیا۔ یہ سب لوگ انتہائی خوش و خرم اپنے علاقوں کو واپس چلے گئے اور مرتضٰی نظام بڑے اطمینان کے ساتھ آگے بڑھا۔

تفال خاں کا تعاقب

تفال خاں اور شمشیر الملک دوبارہ نظام شاہی لشکر کے مقابلے پر نہ آئے اور ایک جنگل میں پناہ گزیں ہو گئے۔ مرتضٰی نظام نے ان کا تعاقب کیا' لیکن وہ ہاتھ نہ آئے اور یونہی جنگلوں میں مارے مارے پھرتے رہے۔ آخر کار وہ دونوں ایک ایسے جنگل میں پہنچے جہاں سے بھاگ نکلنے کا کوئی راستہ نہ تھا۔

میر موسیٰ مازندرانی سے ملاقات

عین ممکن تھا کہ مرتضٰی شاہ اپنے دشمن کو مع تمام ساز و سامان کے اپنے قبضے میں کر لیتا کہ اچانک سرراہ مرتضٰی نظام کی میر موسیٰ مازندرانی سے جو ایک مجذوب سید تھے ملاقات ہوئی۔ سید صاحب نے بادشاہ سے کہا۔ "تمھیں بارہ اماموں کی قسم ہے کہ جب تک تم مجھے

marfat.com

Marfat.com

بارہ ہزار ہون نہ دے دو یہاں سے ایک قدم آگے نہ بڑھانا۔" بارہ اماموں کا نام سن کر مرتضیٰ نظام نے اپنے ہاتھی کو روک لیا اور سائل سے اس کے حسب و نسب کے بارے میں دریافت کیا۔

بارہ ہزار ہون کا مطالبہ

سائل نے بتایا کہ وہ مجذوب سید صحیح النسب او محب اہل بیت ہے یہ سنتے ہی بادشاہ نے امین الدین نیشاپوری اور چنگیز خاں کو بلا کر یہ حکم دیا کہ سید صاحب کو بارہ ہزار ہون ادا کر دیئے جائیں۔ چنگیز خاں نے جواب میں عرض کیا۔ "خزانہ لشکر کے پیچھے ہے۔" بہتر یہ ہے کہ حضور اس وقت آگے تشریف لے چلیں کیونکہ تفال خاں وغیرہ گرفتار ہونے ہی والے ہیں بعد میں آپ کے حکم کی تعمیل کر دی جائے گی۔"

چنگیز خاں کی درخواست

بادشاہ نے یہ بات سن کر کہا۔ "اگر تفال خاں مجھے برار کے برابر سو ملک بھی دے دے تو میں انہیں بارہ اماموں کے اسمائے گرامی پر قربان کرنے کے لیے تیار ہوں۔ چنگیز خاں نے سید صاحب سے کہا ایک طویل مدت اور کثیر محنت کے بعد ہم لوگ اس قابل ہوئے ہیں کہ دشمن کو گرفتار کر کے اس کی فتنہ پردازیوں سے نجات حاصل کریں۔ خدا کے لیے آپ بادشاہ سے یہ کہہ دیجئے کہ روپیہ مجھے وصول ہو گیا ہے میں وعدہ کرتا ہوں کہ منزل پر پہنچ کر یہ رقم آپ کو ادا کر دوں گا۔

سید صاحب کا اصرار

سید صاحب نے کہا۔ "ایک مدت کے بعد تو یہ موقع میرے ہاتھ آیا ہے کہ میری امید بر آئی آئے' اگرچہ میں دیوانہ ہوں لیکن اتنا ضرور جانتا ہوں کہ نقد کو ادھار پر نہ چھوڑنا چاہیے۔" چنگیز خاں نے جلد از جلد بادشاہ اور امراء وغیرہ کے قیمتی گھوڑے یکجا کیے اور سید صاحب سے کہا۔ "آپ ان گھوڑوں کو رہن رکھ لیجئے' منزل مقصود پر پہنچ کر میں آپ کو رقم ادا کر دوں گا' تو یہ گھوڑے واپس لے لوں گا۔

دشمن کی موقع شناسی

سید صاحب نے کہا "میں یہ بات بھی ماننے کے لیے تیار نہیں مجھے اسی وقت نقد رقم چاہیے کیونکہ اس کے بعد میری تمہاری ملاقات پھر کبھی نہ ہو گی۔"

چنگیز خاں سید صاحب کے اصرار سے مجبور ہو گیا' اس نے لوگوں سے روپیہ قرض لیا اور بارہ ہزار ہون سید صاحب کو ادا کر کے گلو خلاصی کی۔ اس معاملے کے طے کرنے میں کافی وقت لگا' دشمن نے اس موقع سے فائدہ اٹھایا اور جنگل سے نکل کر برہان اسیر کی طرف چلا گیا۔

مرتضیٰ نظام شاہ کا خط حاکم خاندیش کے نام

مرتضیٰ نظام نے سرحد خاندیش پر قیام کیا اور والئی خاندیش میر محمد شاہ کے نام اس مضمون کا ایک خط لکھا۔ "تفال خاں نظام شاہی فوج سے فرار ہو کر آپ کے ملک کی حدود میں داخل ہو گیا ہے آپ اسے اپنے ہاں ہرگز ہرگز پناہ نہ دیں اور فوراً خارج البلد کر دیں۔ آپ کی فراست اور دانائی سے توقع ہے کہ آپ اپنے ملک کو تباہی و بربادی سے محفوظ رکھنے کے لیے میری رائے پر عمل کریں گے۔"

تفال خاں کا خط شہنشاہ اکبر کے نام

میراں محمد شاہ نے مرتضیٰ نظام کا خط پڑھا اور اسے تفال خاں کے پاس بھیج دیا۔ تفال خاں نے وہ خط پڑھا اور ایک دوسرے راستے سے ہو کر برار چلا گیا۔ وہاں پہنچ کر تفال خاں نے مغل اعظم شہنشاہ اکبر کے نام ایک خط لکھا جس کا مضمون یہ تھا۔ "دکن کے فرماں روا مذہبی

marfat.com

Marfat.com

یک جہتی کی وجہ سے آپس میں سیاسی طور پر بھی متحد ہو گئے ہیں اور انہوں نے یہ فیصلہ کیا ہے کہ میرا ملک مجھ سے بہ جبر چھین لیں۔ میں حضور کی بارگاہ کا ایک حقیر ملازم ہوں اور ملک برار آپ کی نذر کرتا ہوں آپ اپنے امراء کو حکم دیں کہ وہ میرے ملک پر قبضہ کر لیں' تاکہ میں آپ کی خدمت میں حاضر ہو کر دشمنوں کی نظرِ بد سے محفوظ رہ سکوں۔"

قلعہ پرتالہ کا محاصرہ

ابھی اس خط کا کوئی جواب بھی نہ آیا تھا کہ تفال خاں اور شمشیر الملک دونوں باپ بیٹوں کو پناہ گزیں ہونا پڑ گیا۔ تفال خاں قلعہ پر تالہ میں (جو پہاڑ پر واقع ہے) اور شمشیر الملک قلعہ کاویل میں قیام پذیر ہوا۔ اس صورت حال نے مرتضیٰ نظام شاہ کو ایک شان دار موقع عطا کیا اس نے قلعہ پر تالہ کو چاروں طرف سے گھیر لیا۔ نظام شاہی امیروں اور فوجی سرداروں نے بھی قلعے کے محاصرے میں حصہ لیا اور آپس میں مورچل تقسیم کر کے اس علاقے میں قیام کیا۔

شہنشاہ اکبر کا پیغام مرتضیٰ نظام شاہ کے نام

تفال خاں نے شہنشاہ اکبر کو جو خط لکھا تھا وہ اسے گجرات میں ملا۔ اکبر نے مرتضیٰ نظام شاہ کو یہ پیغام دیا "تفال خاں ہمارا بہی خواہ اور طرفدار ہے ملک برار ہماری حکومت میں شامل ہو چکا ہے۔ اب تمہارے لیے یہی مناسب ہے کہ تم برار کو فتح کرنے کا خیال ترک کر دو اور تفال خاں سے برا برتاؤ نہ کرو۔"

شہنشاہ اکبر کے قاصد سے بدسلوکی

مرتضیٰ نظام شاہ نے چنگیز خاں کی رائے پر عمل کرتے ہوئے اکبر کے قاصد سے اچھا برتاؤ نہ کیا یہ قاصد آگرہ واپس آیا اور اس نے مرتضیٰ نظام کے غرور اور سرکشی کی تفصیل اکبر کے گوش گذار کی۔ اکبر ان دنوں بنگالہ کے ہنگاموں میں گھرا ہوا تھا اس وجہ سے اسے دکن کی طرف توجہ کرنے کی فرصت نہ ملی۔ نظام شاہ بڑے اطمینان کے ساتھ قلعہ پر تالہ کو سر کرنے میں مصروف رہا۔

تسخیر قلعہ کی کوشش

تفال خاں نے اپنی مدافعت میں پوری پوری کوشش کی۔ نظام شاہی فوج کی طرف سے اسد خاں اور سکندر خاں جو آتش بازی کے فن کے زبردست ماہر تھے۔ ہر چند قلعے کی دیواروں کو توڑنے کی کوشش کی لیکن انھیں کامیابی نہ ہوئی۔

شہزادہ حسین کی پیدائش

اسی اثناء میں احمد نگر سے شہزادہ حسین کے پیدا ہونے کی خبر آئی۔ چنگیز نے شہزادہ کی تاریخ پیدائش "فیض کامل" سے نکالی۔ شاہی حکم کے مطابق ایک عظیم الشان جشن مسرت کے انعقاد کی تیاریاں ہونے لگیں۔

احمد نگر واپسی کا ارادہ

مرتضیٰ نظام شاہ کا دل اپنے بیٹے کو دیکھنے کے لیے بہت مچلنے لگا تھا' اس کے علاوہ سفر کے تکان کی وجہ سے وہ کچھ پریشان سا ہو رہا تھا۔ ان وجوہ کی بناء پر بادشاہ نے احمد نگر واپس جانے کا ارادہ کیا۔ اسی زمانے میں صاحب خاں نامی ایک امیر بادشاہ کے مزاج میں بہت دخیل ہو گیا تھا' اس نے بھی احمد نگر واپسی کے لیے اصرار کیا۔

ایک ہندوستانی تاجر

عین ممکن تھا کہ تین سال کی محنت ضائع ہو جاتی اور بادشاہ اپنے لشکر کے ساتھ احمد نگر کو واپس چلا جاتا کہ اتفاق سے افغان نامی ایک تاجر ہندوستان سے چند اعلیٰ درجے کے گھوڑے اور دیگر سامان لے کر آیا۔ اس نے چنگیز خاں سے کہا یہ تمام اشیاء تفال خاں کے لیے لایا

marfat.com

Marfat.com

ہوں اگر آپ اجازت دیں تو میں یہ چیزیں قلعے کے اندر جا کر شہر کے حاکم کے ہاتھ فروخت کر دوں۔"

چنگیز کی ہندوستانی تاجر سے شرط

چنگیز خاں نے اس تاجر سے کہا۔ ایک شرط پر تمہیں قلعے کے اندر جانے کے اجازت دی جا سکتی ہے کہ جب تم واپس آؤ تو نظام شاہی ملازمین کے حلقے میں شامل ہو جاؤ۔ تمہارے چہرے سے فراست اور دانشمندی کے آثار نمایاں ہیں' اگر تم تجارت کو ترک کر کے بادشاہ کے مصاحب بن جاؤ تو یہ بات تمہارے حق میں بہت مفید ثابت ہو گی۔

چنگیز خاں کی تجویز

یہ سن کر تاجر نے کہا اگر ایسا ہو تو اور کیا چاہیے۔ یہ میری بڑی خوش قسمتی ہو گی۔ اس کے بعد چنگیز خاں نے کہا تمہاری قسمت میں لکھا ہوا ہے کہ تم مرتبہ امارت سے سرفراز ہو اس لیے تمہیں نظام شاہ کی بہی خواہی کرنی چاہیے۔ تاجر نے یہ شرط منظور کر لی اس کے بعد چنگیز خاں نے اپنے ایک قابل اعتبار آدمی کو بہت سی رقم دے کر تاجر کے ساتھ کر دیا۔

قلعے کے محافظوں سے ساز باز کا خیال

افغان کے ساتھ اپنا آدمی بھیجنے سے چنگیز خاں کا مقصد یہ تھا کہ یہ شخص بھی تاجروں کے سے لباس میں قلعہ کے اندر چلا جائے اور قلعے کے محافظوں کو روپیہ دے کر مرتضیٰ نظام کا طرف دار بنائے۔ اور ان محافظوں کو قلعے کی حفاظت سے دستبردار ہونے پر آمادہ کرے۔ نیز ان کو یہ بھی کہے کہ وہ نظام شاہی ملازمت اختیار کر لیں تو ان کو انعام و اکرام سے مالا مال کر دیا جائے گا۔

قلعے میں نظام شاہیوں کا داخلہ

چنگیز خاں کا فرستادہ شخص قلعے کے اندر گیا' اس نے رات ہی رات میں قلعے کے تمام محافظوں سے ساز باز کر کے انھیں چنگیز خاں کے پاس بھجوا دیا اور قلعے میں کوئی محافظ نہیں رہا۔ اس کے بعد اسد خاں رومی اور رومی خاں نے ایک بڑی توپ چلا کر قلعے کی ایک دیوار میں شگاف دیا چونکہ قلعہ کے اندر کوئی ایسا آدمی نہ رہا تھا' جو اس شگاف کو بند کرتا۔ اس لیے چنگیز خاں لشکر خاصہ کے سپاہیوں کی ایک جماعت کو اپنے ساتھ لے کر قلعے کے اندر داخل ہو گیا۔

تفال خاں کا فرار

تفال خاں نے جب یہ صورت حال دیکھی تو وہ اپنے درباریوں کے ایک گروہ کے ساتھ قلعے سے بھاگ نکلا یہ واقعہ ۹۸۲ھ ہجری کا ہے۔ چنگیز خاں نے فوراً غریبوں کی ایک جماعت کو سید حسن استر آبادی کی سرکردگی میں تفال خاں کے تعاقب کے لیے روانہ کیا۔

چنگیز خاں کا اعزاز

چنگیز خاں نے قلعے پر قبضہ کر لیا اور اس کے بعد وہ مرتضیٰ نظام شاہ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ بادشاہ نے چنگیز خاں کی بڑی عزت افزائی کی' اسے نقد رقم اور متعدد قیمتی اشیاء کے علاوہ "فاتح ملک برار" کے خطاب سے بھی سرفراز کیا گیا۔

گرفتاریاں

مرتضیٰ نظام شاہ نے برہان عماد الملک کو جو اس قلعے میں تفال خاں کا قیدی تھا گرفتار کر لیا۔ اس کے علاوہ تفال خاں کے بیٹوں کو بھی گرفتار کر کے ایک قلعے میں نظر بند کر دیا گیا۔ یہ سب لوگ اسی نظر بندی کے عالم میں اپنی طبعی موت مر گئے اور دنیا میں کسی کا نام و نشان بھی باقی نہ رہا۔

marfat.com

Marfat.com

فتح بیدر کا خیال

مرتضیٰ نظام نے برار کو اپنے امراء میں تقسیم کر کے احمد نگر کی واپسی کا ارادہ کیا۔ چنگیز خاں کو جب یہ معلوم ہوا تو اس نے بادشاہ سے عرض کیا۔ "علی عادل شاہ سے یہ معاہدہ ہوا تھا کہ آپ برار اور بیدر دونوں ملکوں کو فتح کریں۔ ان دنوں علی عادل قلعہ پنکاپور کو فتح کرنے میں مشغول ہے اس لیے میری حقیر رائے میں یہی مناسب ہے اور بہتر ہے کہ ہم انہیں دنوں بیدر کو فتح کر لیں۔" مرتضیٰ نظام شاہ نے اس تجویز کو بہت پسند کیا اور بیدر کا رخ کیا۔

محمد شاہ فاروقی کی برار کو روانگی

محمد شاہ فاروقی نے جب یہ دیکھا کہ اب کچھ کرنے کا موقع ہے تو اس نے برہان عماد الملک کی دایہ کے لڑکے کو مرحوم بادشاہ کا (برہان) کا بیٹا مشہور کر کے چھ ہزار سواروں کے لشکر کو ساتھ لیا اور برار کے طرف چل دیا۔ جب وہ برار کے قریب پہنچا تو سات آٹھ ہزار پرانے براری ملازم بھی اس کے ہمراہ ہو لیے اس طرح اس کی قوت میں زبردست اضافہ ہو گیا۔

مرتضیٰ نظام شاہ کے نام خطوط

خداوند خاں اور حبشی خاں' محمد شاہ فاروقی کا مقابلہ نہ کر سکے لہٰذا انھوں نے مرتضیٰ نظام' کے نام ایک عریضہ روانہ کیا جس میں یہ تحریر کیا گیا تھا کہ "اگر حضور خود اس طرف توجہ فرمائیں تو یہ اقدام محمد شاہ فاروقی کی تنبیہہ کے لیے کافی ہو گا۔" برار کے امیروں نے بھی بادشاہ کے نام اسی قسم کے خطوط روانہ کیے۔

بادشاہ کی برار روانگی

چنگیز خاں جلد از جلد سفر کی منزلیں طے کرتا ہوا بادشاہ کی خدمت میں پہنچ گیا جب مرتضیٰ نظام برار پہنچا' اس وقت سید مرتضیٰ سبزواری جعلی عماد الملک کو شکست دے کر میدان جنگ سے بھگا چکا تھا۔ بادشاہ نے روہن گیر کے گھاٹ کو پار کیا' محمد شاہ جو اپنے علاقے میں مقیم تھا یہ صورت حال دیکھ کر قلعہ اسیر میں پناہ گزیں ہو گیا۔

چنگیز خاں قلعہ اسیر کی طرف

مرتضیٰ نظام شاہ نے برہان پور تک سارے علاقے کو تباہ و برباد کیا۔ چنگیز خاں نے قلعہ اسیر کی بڑی تعریفیں سن رکھی تھیں اس کے دل میں قلعے کی سیر کی خواہش پیدا ہوئی۔ اور بادشاہ سے اجازت لے کر وہ دو ہزار غریب سواروں کے ایک لشکر کے ساتھ روانہ ہوا۔ محمد شاہ کو جب اس کی اطلاع ہوئی تو اس نے سات آٹھ ہزار سواروں کے ایک لشکر کو حکم دیا کہ چنگیز خاں کو گھیر کر ہلاک کر دیا جائے۔

دشمن سے جنگ اور کامیابی

خاندیش کی فوج نے موقع پا کر چنگیز خاں پر حملہ کر دیا۔ دشمن کی کثرت سے چنگیز خاں بالکل نہ ڈرا اور بڑی جواں مردی کے ساتھ دشمن کا مقابلہ کرنے لگا۔ فریقین میں زبردست جنگ ہوئی جس کے نتیجے میں برہان پوری فوج کو ناکامی کا منہ دیکھنا پڑا دشمن کے کئی نامی گرامی امیروں کو چنگیز خاں نے گرفتار کر لیا۔

برہان پور کی تباہی

مرتضیٰ نظام شاہ برہان پور سے چنگیز خاں کے پاس آیا۔ نظام شاہی فوج نے صحرا ہی میں خیمے لگا دیے۔ بادشاہ نے امیروں میں مورچل تقسیم کیے۔ نظام شاہیوں نے برہان پور کی اینٹ سے اینٹ بجا دی اور خوب تباہی و بربادی کا بازار گرم کیا یہ رنگ دیکھ کر محمد شاہ فاروقی بہت پریشان ہوا اس نے بڑی کوششوں کے بعد صلح کی۔ مرتضیٰ نظام شاہ اور چنگیز خاں کو اس نے بالترتیب چھ لاکھ اور چار لاکھ مظفری (ایک

marfat.com

Marfat.com

سکہ) بطور تاوان ادا کر کے ان لوگوں سے نجات حاصل کی۔

میرزا اصفہانی کی آمد

اس کے بعد نظام شاہی لشکر برار کی طرف روانہ ہوگیا اسی زمانے میں قطب شاہ کا حاجب شاہ میرزا اصفہانی مبارک دینے کی لیے مرتضیٰ نظام شاہ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اس حاجب کو کسی نہ کسی طرح یہ معلوم ہوگیا کہ مرتضیٰ نظام بیدر کو فتح کرنے کا ارادہ رکھتا ہے۔ میرزا اصفہانی نے چنگیز خاں کو کسی لالچ کے دام میں گرفتار کرنے کا ارادہ کیا اور اس سے کہا۔ "قطب شاہ کو یہ پوری امید ہے کہ تم مرتضیٰ شاہ کو بیدر کے فتح کرنے سے باز رکھو گے۔ میں دو لاکھ ہون تمہاری نذر کرتا ہوں تاکہ تم اس رقم کو اپنے لشکر پر صرف کر سکو۔"

چنگیز خاں کی خواہش

اس کے جواب میں چنگیز خاں نے کہا۔ "سارا نظام شاہی خزانہ اور دولت میرے قبضے میں ہے۔ اس لیے مجھے کسی چیز کی ضرورت نہیں رہی اب میری صرف ایک ہی خواہش رہ گئی ہے کہ امیر برید کو جو میرے راستے کا کانٹا بنا ہوا ہے ٹھکانے لگا دوں تاکہ تمہارے اور ہمارے ملک میں کوئی فاصلہ اور واسطہ نہ رہے اور سب ہم مذہب فرماں روایان دکن ایک دوسرے کے ساتھ بھائیوں جیسا سلوک کریں تاکہ شہنشاہ دہلی کی طرف سے کوئی خطرہ باقی نہ رہے۔

صاحب خاں سے ساز باز

چنگیز خاں کے اس جواب سے میرزا اصفہانی کو بڑی مایوسی ہوئی اس کے بعد اس نے مرتضیٰ نظام کے مقرب خاص صاحب خاں سے سلسلہ جنبانی کی اور نقد رقم اور جواہرات وغیرہ دے کر اپنا حلیف بنالیا۔ ایک روز بادہ نوشی کی محفل میں میرزا اصفہانی نے صاحب خاں سے کہا۔ چنگیز خاں چاہتا ہے کہ برار پر قبضہ کر لے اور ملک میں اپنے نام کا خطبہ و سکہ جاری کرے' چونکہ نظام شاہی لشکر کا آدھا حصہ اس کا ممنون احسان ہے اس لیے وہ اپنے اس ارادے میں بڑی آسانی سے کامیاب ہو سکتا ہے اس سبب سے چنگیز خاں مرتضیٰ نظام شاہ کو کسی ایک جگہ ٹک کر بیٹھنے نہیں دیتا اور جگہ جگہ پھراتا رہتا ہے تاکہ موقع پاکر مطلب براری کرے۔

صاحب خاں اور چنگیز خاں کی مخالفت

صاحب خان نے میرزا اصفہانی کی گفتگو کو حقیقت پر محمول کیا اور وہ چنگیز خاں کے خلاف ہو گیا۔ انھیں دنوں صاحب خاں سے ایک ناشائستہ حرکت سرزد ہوئی' اس نے شراب پی کر بعض امراء کے ساتھ بڑی گستاخی کی۔ اس پر چنگیز خاں نے بادشاہ کے حکم سے اسے سخت تنبیہہ کی' اس وجہ سے صاحب خاں چنگیز خاں کا اور زیادہ دشمن ہو گیا۔ اور اس نے اپنی حریفانہ سرگرمیاں بہت شدید کر دیں۔

بادشاہ سے چنگیز کی شکایتیں

صاحب خان نے چنگیز خاں سے انتقام لینے کا یہ طریقہ اختیار کیا کہ جب کبھی اسے موقع ملتا وہ بادشاہ سے چنگیز کی برائیاں کرتا اور مرتضیٰ نظام کو اس کے خلاف بھڑکاتا۔ مرتضیٰ نظام صاحب خاں کی باتوں کو قابل اعتبار نہ سمجھتا تھا اس سے ہمیشہ یہی کہا کرتا تھا "چونکہ میں نے تجھے چنگیز خاں کے ہاتھوں سے سزا دلوائی تھی' اس لیے تو اس سے انتقام لینے کی خاطر مجھے اکساتا رہتا ہے اور مجھ سے اس کی برائیاں کرتا ہے۔"

صاحب خاں کی نئی چال

ایک روز مرتضیٰ نظام شاہ شراب پیے ہوئے تھا اور سرور بادہ سے حواس باختہ تھے کہ تنہائی میں صاحب خاں نے اس سے حسب معمول چنگیز خاں کے خلاف باتیں کرنی شروع کر دیں۔ بادشاہ نے اس کے جواب میں وہی بات کہی جو وہ پہلے کہا کرتا تھا۔ اس پر صاحب خاں نے رونا شروع کر دیا اور کہا۔ "اگر میں چنگیز خاں کا دشمن ہوں اور محض اس دشمنی سے اصل حقیقت شاہ میرزا اصفہانی سے دریافت کر

marfat.com

Marfat.com

سکتے ہیں جو آپ کا ہم وطن ہے۔"

چنگیز خاں سے بادشاہ کی برگشتگی

مرتضیٰ نظام شاہ نے رات کے وقت شاہ میرزا اصفہانی کو اپنی بارگاہ میں طلب کیا تاکہ کسی کو اس ملاقات کا علم نہ ہو سکے بادشاہ نے میرزا اصفہانی سے اصل حقیقت کے بارے میں استفسار کیا۔ میرزا نے بڑے جوش و خروش کے ساتھ صاحب خاں کے تمام بیانات کی تصدیق کی یہ سب کچھ کر کے مرتضیٰ نظام شاہ چنگیز خاں سے برگشتہ ہو گیا' لیکن اتنا برگشتہ نہیں کہ بادشاہ فوراً کوئی اہم قدم اٹھاتا۔ بادشاہ کے دل میں خیال آیا کہ ہو سکتا ہے کہ صاحب خاں اور شاہ میرزا اصفہانی نے مل کوئی سازش کی ہو کچھ روز تک بادشاہ اس سلسلے میں سوچتا رہا آخر کار اس نے چنگیز خاں کا امتحان لینے کا ارادہ کیا۔

چنگیز کا امتحان

ایک روز مرتضیٰ نظام شاہ نے چنگیز خاں سے کہا۔ "میں سفر کی تکالیف اٹھاتے اٹھاتے بہت نڈھال ہو گیا ہوں اس لیے چاہتا ہوں کہ جلد از جلد احمد نگر واپس چلا جاؤں۔" چنگیز خاں جو دشمنوں کی سازش سے بالکل بے خبر تھا اس کے جواب میں عرض کیا "حضور نے اس ملک کو حال ہی میں فتح کیا ہے لہٰذا پانچ چھ ماہ تک تو آپ کو ضرور یہاں قیام کرنا چاہیے تاکہ یہاں کی رعایا کو آپ کی طرف سے بالکل اطمینان ہو جائے۔"

چنگیز نے بادشاہ سے مزید عرض کیا۔ پانچ چھ مہینے قیام کرنے کے بعد حضور تو احمد نگر تشریف لے جائیں' لیکن مجھے یہیں رہنے کی اجازت دے دیں تاکہ میں اس علاقے کا انتظام کر کے بعد میں آپ کی خدمت میں حاضر ہو جاؤں۔" مرتضیٰ نظام شاہ نے جب چنگیز خاں کے منہ سے یہ الفاظ سنے تو اسے چغل خوروں کی باتوں کا یقین آ گیا اور وہ اس سے واقعی بدگمان ہو گیا۔

چنگیز خاں کے خلاف سازش

چنگیز خاں کو بادشاہ کی بدگمانی کا اندازہ ہو گیا لہٰذا اس نے بیماری کا بہانہ کر کے رخصت لے لی اور کئی روز تک دیوان شاہی میں حاضری نہ دی۔ بادشاہ نے حکیم محمد مصری کو علاج معالجے کے لیے چنگیز خاں کے پاس بھیجا اور حکیم سے یہ کہہ دیا کہ زہریلے شربت کے ذریعے چنگیز خاں کا کام تمام کر دیا جائے۔

عالم نزع میں بادشاہ کے نام خط

چنگیز خاں نے پہلے تو شربت پینے سے انکار کر دیا لیکن بعد میں بادشاہ سے اپنی وفاداری ثابت کرنے کے لیے یہ زہریلا شربت پی لیا۔ اور جب اس پر نزع کا عالم طاری ہونے لگا تو اس نے بادشاہ کے نام اس مضمون کا ایک خط لکھا۔ "یہ پروردہ نعمت جو زندگی کی ساٹھ منزلیں طے کرنے کے بعد سترویں منزل پر پہنچ چکا ہے۔ آستانہ بوسی کے بعد عرض کرتا ہے' حضور نے میرے لیے جو شربت آب حیواں میں ملا کر ارسال فرمایا تھا اسے اس بوڑھے خادم نے بصد ذوق و شوق سامان لذت کام و دہن بنا لیا ہے۔ اور اب حضور کی وفاداری اور نمک حالی کا نقش دوام اپنے سینے پر لے کر پیوند خاک ہونے جا رہا ہے۔ خداوند تعالیٰ آپ کو تادیر سلامت رکھے اب آخری وقت میں خادم کی یہ التماس ہے کہ میری لاش کو کربلا معلی روانہ کر دیا جائے۔ اور جس قدر غریب میری ملازمت میں ہیں انھیں شاہی اسلحہ داروں میں شامل کر لیں۔"

چنگیز خاں کی ہلاکت

چنگیز خاں نے یہ عریضہ بادشاہ کی خدمت میں بھیج دیا اور پھر اپنے پلنگ پر لیٹ گیا۔ دوسرے روز صبح کے وقت اس وفادار امیر نے داعی اجل کو لبیک کہا یہ واقعہ ۹۷۳ ہجری کا ہے۔ چنگیز خاں کی وفات سے لوگوں کے دلوں میں عماد الدین محمود اور خواجہ کاواں کی یاد تازہ ہو گئی۔

marfat.com

Marfat.com

چنگیز خاں نے اپنے پیچھے جو سامان چھوڑا اس سے شاہ میرزا اصفہانی کے تین چار خط برآمد ہوئے جن سے چنگیز خاں کی نیک نیتی کا اندازہ ہوا۔

بادشاہ کی پشیمانی

مرتضیٰ نظام شاہ کو جب اصل حقیقت سے آگاہی ہوئی تو بہت پشیمان ہوا۔ چنگیز جیسے وفادار اور نمک حلال وزیر کی دائمی مفارقت اس کے لیے سوہان روح بن گئی مگر اب وہ کیا کر سکتا تھا۔ تیر تو کمان سے نکل چکا تھا۔ بادشاہ نے فوراً شاہ میرزا اصفہانی کو شاہی لشکر سے نکل جانے کا حکم کر دیا اور خود واپس احمد نگر کی طرف روانہ ہو گیا۔

نئے تقرر

مرتضیٰ نظام شاہ نے پہلے تو حکیم محمد مصری کو پیشوائی کے عہدے پر سرفراز کیا' لیکن چھ ماہ کے بعد اسے معزول کر کے اس منصب پر قاضی بیگ یزدی کو ۹۸۳ ہجری کے شروع میں مقرر کیا۔ میرزا محمد نظیری اور عین الملک کو وزیر بنایا گیا' سید مرتضیٰ شیرازی کو برار کا سپہ سالار مقرر کیا گیا اور خداوند خاں جیسے معزز سرداروں کے ساتھ اسے برار روانہ کیا گیا۔

بادشاہ کی ایک اہم تقریر

مرتضیٰ نظام شاہ نے قاضی بیگ اور احمد نگر کے دوسرے نامی گرامی امراء اور اراکین سلطنت کو جمع کر کے کہا آپ لوگوں کو یہ معلوم ہونا چاہیے کہ مجھ میں سلطنت وجہان بانی کی صلاحیت نہیں ہے۔ میں انصاف اور ظلم میں امتیاز کرنے سے قاصر ہوں کئی دفعہ ایسا ہو چکا ہے کہ میں انصاف کرنے کے ارادے سے ظلم کا مرتکب ہو جاتا ہوں۔ اب میں تم لوگوں کو گواہ بناتا ہوں اور روز محشر تم سے شہادت طلب کروں گا کہ میں نے قاضی بیگ کو جو صحیح النسب سید ہے اپنا وکیل مطلق مقرر کیا ہے تاکہ یہ سید زادہ شریعت اور انصاف کے اصولوں کو پیش نظر رکھ کر رعایا سے اچھا برتاؤ کرے۔

مکمل علیحدگی

اگر کوئی ظالم شخص کسی کمزور و ناتواں مرد سے ایک سوئی بھی ظلم و جبر سے لے گا اور قیامت کے روز مجھ سے اس بارے میں سوال کیا جائے گا تو میں خداوند باری تعالیٰ کو جواب دوں گا کہ مجھے اس سلسلے میں کچھ علم نہیں ہے اور مجھے اس کے مواخذہ سے باز رکھا جائے۔ اس کی باز پرس قاضی بیگ سے کی جائے جو میرا وکیل مطلق ہے۔ اگر قاضی بیگ تنہا طور پر یہ خدمت انجام نہ دے تو وہ امین الملک میرزا محمد تقی اور قاسم بیگ کو اپنا شریک کار بنا سکتا ہے۔"

قہرالٰہی کا خوف

میں اس طبیعت کا انسان ہوں کہ ہر دم خدا کے قہر و غضب سے ڈرتا رہتا ہوں میں نے چنگیز خاں کے ساتھ جو سلوک کیا ہے اس کی وجہ سے بہت زیادہ نادم ہوں۔ اس لیے میں نے یہ عہد کیا ہے کہ بقیہ عمر گوشہ نشینی میں گزار دوں اور دنیا سے بے تعلق ہو کر خدائے تعالیٰ کی عبادت کرتا رہوں۔"

گوشہ نشینی

اس تقرر کے بعد مرتضیٰ نظام نے گوشہ نشینی اختیار کر لی اور قلعہ احمد نگر کی اس عمارت میں جو "بغداد" کے نام سے موسوم ہے خلوت نشین ہو گیا۔ صاحب خاں کے علاوہ کسی دوسرے شخص کو بادشاہ کے پاس جانے کی اجازت نہ تھی۔ دو تین ماہ کے بعد مرتضیٰ نظام اور زیادہ تنہائی پسند ہو گیا اور اس نے تمام عورتوں کو قلعے سے نکال کر ایک دوسری عمارت میں منتقل کر دیا۔

marfat.com

Marfat.com

شاہ قلی کا تقرر

مرتضیٰ نظام نے قلعے کی حفاظت کا کام شاہ قلی کے سپرد کیا جسے شاہ طہماسپ نے برہان نظام کے لیے بھیجا تھا۔ شاہ قلی کو صلابت خاں کا خطاب دے کر امیروں کی صف میں شامل کیا گیا۔ اور اسے حکم دیا گیا کہ بادشاہ کے محل میں سوائے صاحب خاں کے کسی اور کو داخل نہ ہونے دیا جائے۔

اکبر بادشاہ سرحد مالوہ پر

۹۸۴ ہجری میں جب کہ قاضی بیگ کی وکالت کا زمانہ تھا مغل بادشاہ اکبر سیرو تفریح کرتا ہوا مالوہ کی سرحد پر پہنچا۔ جاسوسوں اور مخبروں نے فوراً اس امر کی اطلاع قاضی بیگ کو دی۔ قاضی بیگ نے اس امر سے متعلق مرتضیٰ نظام کو ایک خط لکھا۔ بادشاہ اس خط کو پڑھتے ہی پالکی پر سوار ہوا اور ایک سو کے قریب سواروں کو ساتھ لے کر جن میں صاحب خاں اور صلابت خاں بھی شامل تھے دولت آباد کی طرف روانہ ہو گیا۔ جب بادشاہ نہر گنگ کے قریب پہنچا تو اس کے بہی خواہوں کا ایک مختصر سا گروہ اس کے پاس آیا اور کہا "بادشاہوں کے دشمن زیادہ ہوتے ہیں انہیں تنہا سفر کے لیے نہیں نکلنا چاہیے۔ آپ اس وقت ایک بڑے دشمن سے مقابلہ کرنے کے لیے جا رہے ہیں اس بے سرو سامانی کے عالم میں آپ کی روانگی مناسب نہیں ہے۔ بہتر یہی ہے کہ آپ اسی مقام پر ذرا ٹھہر جائیں اور برار اور احمد نگر کے لشکر کا انتظار کریں۔"

مرتضیٰ نظام شاہ کا اکبر بادشاہ سے جنگ کرنے کا ارادہ

مرتضیٰ نظام شاہ نے چند روز اس جگہ قیام کیا اس دوران میں خاصہ کے لشکر کے پانچ چھ ہزار سوار اس کے پاس پہنچ گئے۔ اس کے بعد بادشاہ نے برار کی فوج کو حاضری کا حکم دیا اور خود اکبر سے جنگ کرنے کے لیے روانہ ہو گیا۔ قاضی میرزا محمد نظیری اور دیگر امرائے سلطنت نے جب یہ صورت حال دیکھی تو وہ بہت پریشان ہوئے۔ انھوں نے بڑی عاجزی و زاری کے ساتھ مرتضیٰ نظام سے عرض کیا۔

امراء کی درخواست

اکبر جیسے عظیم الشان فرماں روائے دہلی سے جنگ کرنا معمولی بات نہیں ہے اور آپ تو پھر مٹھی بھر فوج کو ہمراہ لے کر جا رہے ہیں۔ ہماری ناچیز رائے میں یہی مناسب ہے کہ حضور فی الحال توقف فرمائیں۔ جب برار کا لشکر اور توپ خانہ آ جائے تو پھر مزید قدم اٹھایا جائے۔

مرتضیٰ نظام شاہ کا جواب

مرتضیٰ نظام شاہ نے امراء کو جواب دیا۔ "میرے لیے صبر و تحمل سے کام لینا بہت مشکل ہے میں لشکر خاصہ کے جوانوں کو ساتھ لے کر اکبر بادشاہ پر جلد از جلد حملہ کرنا چاہتا ہوں۔ فتح اور شکست کا فیصلہ کرنا خداوند تعالیٰ کے ہاتھ میں ہے۔" بادشاہ کا یہ عجیب و غریب جواب سن کر امراء بہت ہی حیران ہوئے۔

احمد نگر کو واپسی

اسی دوران میں بادشاہ کو اس کے مخبروں نے یہ اطلاع دی کہ اکبر بادشاہ سیرو شکار سے فارغ ہو کر اپنے ملک کو چلا گیا ہے۔ مرتضیٰ نظام شاہ یہ خبر سن کر بہت خوش ہوا اور دولت آباد واپس آ گیا۔ وہاں پہنچ کر اس نے حوض قتلو کے کنارے قیام کیا اور سید مرتضیٰ اور دوسرے امرائے برار کو انعام و اکرام اور خلعت سے سرفراز کر کے واپس جانے کی اجازت دی۔ اور خود احمد نگر چلا آیا اور اس نے پہلے کی طرح حکومت کے تمام امیروں کے سپرد کی اور خود گوشہ نشین ہو گیا۔

marfat.com

Marfat.com

صاحب خاں کا اقتدار

اسی زمانے میں صاحب خاں نے بڑا اقتدار حاصل کر لیا اس کے تمام عزیز اور رشتہ دار امراء کے گروہ میں داخل ہو کر صاحبان جاگیر ہو گئے۔ بادشاہ کے مزاج میں وہ پہلے سے کہیں زیادہ دخیل ہو گیا برسات کے دنوں میں وہ تقریباً چار مہینے تک بادشاہ کے ساتھ بالا گھاٹ میں مقیم رہا۔ وہاں مرتضیٰ نظام نے قبروں کی زیارت کی اور مرحوم بزرگوں کی ارواح کو ثواب پہنچانے کی غرض سے فقرا و مساکین میں بہت سا مال اور دولت تقسیم کی۔

امام رضاؑ کے آستانے کی زیارت

اس کے بعد بادشاہ نے حضرت امام رضاؑ کے آستانہ مبارک کی زیارت کا ارادہ کیا اور بغیر کسی کو بتائے ہوئے یہاں تک کہ صاحب خاں کو بھی مطلع کیے بغیر ہی فقیرانہ لباس زیب تن کیے ہوئے اپنی قیام گاہ کے پیچھے سے نکل گیا ایک سپاہی جو لشکر سے تین کوس کے فاصلے پر کھڑا ہوا تھا بادشاہ کو اس طرح جاتے ہوئے دیکھا تو فوراً امراء کو اطلاع دی۔

وضع فقیرانہ

اراکین سلطنت نے پہلے تو سرپردہ شاہی کو دیکھا جب بادشاہ وہاں نہ ملا تو وہ اس کے تعاقب میں دوڑے اور بہت منت سماجت کر کے اسے واپس لائے۔ بادشاہ کی یہ خواہش تھی کہ فقیرانہ لباس ایک ماہ تک پہنے رہے اور تاج و تخت سے کنارہ کش رہے لیکن وہ ایسا نہ کر سکا۔

دنیائے فانی سے نفرت

قاضی بیگ اور میرزا محمد نظیری نے مرتضیٰ نظام سے پوچھا کہ آخر تاج و تخت سے اسے نفرت کیوں ہو گئی ہے۔ بادشاہ نے جواب دیا کہ۔ "اس دنیائے فانی سے متنفر ہونے کے اسباب پوری طرح واضح ہیں اس لیے ان کو بتانا کوئی ضروری نہیں البتہ اگر دنیا سے محبت کی جائے تو اس کے اسباب بتانے کی ضرورت پڑتی ہے۔

احمد نگر کو واپسی

یہ کہہ کر مرتضیٰ نظام شاہ خاموش ہو گیا اسے یہ بات اچھی طرح معلوم ہو گئی کہ امراء اور اراکین سلطنت اسے کسی طرح بھی دنیا نہ ترک کرنے دیں گے لہٰذا وہ مجبور ہو کر احمد نگر واپس چلا آیا۔ اس نے "باغ بہشت" میں جو شہر کے شمال میں واقع ہے قیام کیا۔ قاضی بیگ اور دوسرے اراکین سلطنت نے باغ کے چاروں طرف اپنے خیمے لگوا لیے اور بادشاہ کی حفاظت کرنے لگے۔

صاحب خاں کی بے اعتدالیاں

اس زمانے میں صاحب خاں کی بے اعتدالیاں اپنے شباب پر تھیں وہ شراب پی کر مست ہاتھی پر سوار ہو جاتا شہر کے دو تین ہزار لچوں لفنگوں کو ہمراہ لے کر سارے شہر میں چکر لگاتا اور رعیت کی بے عزتی کرتا رہتا۔ اس کے بھائی جلال خاں اور حبیب خاں اگرچہ اس کو بہت سمجھاتے تھے لیکن وہ اپنی بری عادتوں سے باز نہ آتا تھا۔

میر مہدی کے گھر پر حملہ

ایک دن صاحب خاں نے اپنے ساتھیوں کو میر مہدی سلحدار کے گھر بھیجا کہ اس کی بیٹی کو جبراً اٹھا کر لے آئیں۔ میر مہدی نے جب ان غنڈوں کو آتے دیکھا تو اس نے اپنے گھر کا دروازہ بند کر لیا اور کوٹھے پر چڑھ کر تیر و تفنگ سے ان لوگوں کو بھگا دیا۔ اس کے بعد میر مہدی نے قاضی بیگ اور دیگر امرائے سلطنت سے مدد کی درخواست کی۔ تمام امراء صاحب خاں کی حرکتوں سے واقف تھے اور اسے راہ

marfat.com
Marfat.com

راست پر لانے کے خواہاں تھے۔

میر مہدی کا قتل

اسی دوران میں جب صاحب خاں نے دوبارہ اپنے سوار اور پیادے جو تعداد میں تقریباً دو تین ہزار تھے میر مہدی کے گھر روانہ کیے۔ میر مہدی نے حتی الامکان مدافعت کی اور حریف کے تین چار آدمیوں کو موت کے گھاٹ اتارا لیکن بدمعاشوں کے جم غفیر کے مقابلے پر وہ جم نہ سکے۔ اس پر مزید ستم یہ ہوا کہ میر صاحب کے بدطینت بیٹے دشمنوں سے مل گئے اور ان کے لیے مکان کے اندر آنے کا راستہ کھول دیا۔ بدمعاشوں نے میر صاحب کو قتل کر دیا اور ان کی بیٹی کو زبردستی اٹھا کر صاحب خان کے پاس پہنچا دیا۔

سید مرتضیٰ سبزواری کی آمد

اواخر ۹۸۵ ہجری میں بادشاہ کے حکم کے مطابق مرتضیٰ سبزواری برار کے تمام امراء کے ساتھ احمد نگر آئے تاکہ لشکر کا تمام حساب کتاب شاہی بارگاہ میں پیش کریں انھوں نے "بہشت باغ" کے قریب قیام کیا۔

صاحب خاں کی خود سری

صاحب خاں کا اصل نام حسین تھا اس لیے مرتضیٰ شاہ اور اراکین سلطنت اسے اسی نام سے یاد کرتے تھے۔ برار سے سید مرتضیٰ کے ساتھ جو لوگ آئے تھے ان میں ایک شخص کا نام حسین خاں سخت کمان تھا۔ صاحب خاں نے اس شخص کو یہ پیغام دیا کہ فوراً اپنا نام تبدیل کر لو ورنہ سزا دی جائے گی۔

صاحب خاں اور حسین خاں کی لڑائی

حسین خاں نے صاحب خاں کی بات کو قطعاً اہمیت نہ دی اس وجہ سے معاملہ طول کھینچ گیا۔ صاحب خاں نے پانچ چھ ہزار سواروں کا لشکر لے کر حسین خاں کے احاطے پر حملہ کر دیا۔ حسین خاں نے چند سواروں کو ساتھ لے کر صاحب خان کا مقابلہ کیا لیکن پہلے حملے ہی میں اول الذکر کی قلیل جماعت منتشر ہو گئی۔ حسین خاں بڑا باغیرت اور جوشیلا جوان تھا اس نے اکیلے ہی صاحب خان کے لشکر پر حملہ کر دیا۔

غریبوں کے قتل کا حکم

حسین خاں نے نشانہ باندھ کر ایک تیر صاحب خاں کی طرف پھینکا یہ تیر صاحب خاں کے ہاتھی کے ماتھے پر لگا ہاتھی چلاتا ہوا بھاگ نکلا اور درختوں کے درمیان ادھر ادھر اچھلنے کودنے لگا۔ صاحب خاں باغ کے اندر چلا گیا تھوڑی دیر کے بعد واپس آیا اور کہا "بادشاہ نے یہ حکم دیا ہے کہ تمام غریبوں کو قتل کر دیا جائے۔ اور ان کے بیوی بچوں اور مال و اسباب پر قبضہ کر لیا جائے۔

معرکہ آرائی

دکنیوں اور حبشیوں کی تو یہ خواہش تھی ہی کہ غریبوں کو خوب جی کھول کر لوٹا اور مارا جائے۔ متذکرہ بالا حکم سنتے ہی احمد نگر کا ہر چھوٹا بڑا غریبوں کے قتل عام کے لیے تیار ہو گیا۔ اور دکنیوں کے گروہ کے گروہ بہشت باغ کے طرف روانہ ہو گئے۔ قاضی بیگ، سید مرتضیٰ، میر محمد تقی نظیری اور عین الملک نیشا پوری نے خداوند تعالیٰ کی رضا پر صبر کیا۔ ان کے علاوہ بقیہ تمام غریبوں نے صاحب خاں سے معرکہ آرائی کرنے کی تیاریاں شروع کر دیں فریقین آمنے سامنے آئے اور صاحب خاں نے ان کو پسپا کر دیا۔

بادشاہ کو اطلاع

اس وقت مرتضیٰ خاں شاہی باغ میں حمام کے اندر چلے میں بیٹھا ہوا تھا اس نے جو شور و غل سنا تو وہ باغ کے بیرونی دروازے پر آیا

marfat.com

Marfat.com

صاحب خاں نے بادشاہ کو آتے دیکھا تو وہ فوراً اس کے پاس آیا اور کہا غریبوں نے بلوہ کر دیا ہے اور آپ کی زندگی کو ختم کرنے کے درپے ہیں ان کا ارادہ ہے کہ شہزادہ میراں حسین کو تخت پر بٹھا دیا جائے۔

غریبوں سے جنگ کا حکم

مرتضیٰ نظام شاہ نے صاحب خاں کی بات سنی اور اس کی تصدیق کے لیے باہر آیا وہ اصل حقیقت سے تو بالکل بے خبر تھا۔ اس لیے جب اس نے غریبوں کو مسلح دیکھا تو اسے صاحب خاں کی بات کا یقین آ گیا۔ مرتضیٰ اسی وقت ہاتھی پر سوار ہوا اور دکنی اور حبشی امیروں کو جو صاحب خاں کے حکم سے جمع ہوئے تھے، حکم دیا کہ غریبوں سے جنگ کی جائے۔

غریب امراء کی روانگی

اس صورت حال کے پیش نظر مرتضیٰ خاں اور قاضی بیگ وغیرہ نے غریبوں کو یہ پیغام دیا "اس وقت بادشاہ خود میدان میں آ رہا ہے اس لیے اب لڑائی کرنا کسی طرح مناسب نہیں ہے۔ اگر ایسا ہوا تو یہ امر بادشاہ کی وفاداری اور پاس ادب سے بعید ہے۔ غریب امراء چغتائی اور بک خاں اور حسین خاں وغیرہ اسی وقت اپنے گھوڑوں سے اتر پڑے۔ انھوں نے دور ہی سے بادشاہ کو بڑے ادب سے سلام کیا اور دوبارہ سوار ہو کر عادل شاہی اور قطب شاہی علاقوں کی طرف روانہ ہو گئے۔

غریبوں کا قتل عام

صاحب خاں اپنے بھائیوں اور دیگر ساتھیوں کو لے کر شہر میں داخل ہوا اور مکانوں اور مختلف جگہوں پر چھپے ہوئے غریبوں کو چن چن کر قتل کرنا شروع کر دیا، ان بے چاروں کی عورتوں بچوں اور مال و اسباب پر قبضہ کر لیا گیا یہ رنگ دیکھ کر قاضی بیگ اور سید مرتضیٰ نے صلابت خاں سے کہا۔ "اب پانی سر سے اونچا ہو چکا ہے جس طرح بھی ہو ہمارا عریضہ بادشاہ کی خدمت میں پہنچاؤ۔"

اراکین سلطنت کا عریضہ

صلابت خاں نے ان لوگوں سے عریضہ لے لیا اور شاہی بارگاہ کی طرف چل دیا۔ صاحب خاں اس وقت وہاں نہ تھا اس لیے صلابت خاں کو اچھا موقع مل گیا اور وہ بادشاہ کو خاصہ پہنچانے کے بہانے سے باغ کے اندر داخل ہو گیا۔ بادشاہ کی قیام گاہ کے قریب پہنچ کر اس نے ذرا اونچی آواز سے بادشاہ کو دعا دی بادشاہ نے اس کی آواز پہچان لی۔

بادشاہ کی اصل حقیقت سے آگاہی

صلابت خاں اس وقت خلاف معمول بادشاہ کی خدمت میں حاضر ہوا تھا۔ اس لیے مرتضیٰ نے یہ سمجھا کہ کوئی غیر معمولی حادثہ وقوع پزیر ہوا ہے۔ بادشاہ نے حمام کے دروازے کے پیچھے کھڑے ہو کر صلابت خاں کو آواز دی۔ صلابت خاں نے اس کے جواب میں امرائے سلطنت و اراکین حکومت کا عریضہ بادشاہ کی خدمت میں پیش کیا اور اس کے بعد زبانی تمام حالات بادشاہ کے گوش گزار کیے۔ یہ سب کچھ سن کر مرتضیٰ نظام شاہ بہت حیران ہوا اور اس نے صلابت خاں کو حکم دیا کہ فوراً صاحب خاں کو شہر سے بلا کر لائے اور غریبوں پر ظلم و ستم نہ ہونے دے۔

صلابت خاں کا فرار

صلابت خاں نے فوراً شاہی حکم کی تعمیل کی اور صاحب خاں کو شاہی بارگاہ میں لے آیا۔ اس سبب سے صاحب خاں، صلابت خاں کا دشمن ہو گیا۔ صاحب خاں قوت و اقتدار میں صلابت خاں سے کہیں آگے تھا اس لیے آخر الذکر کو جان کی تشویش ہوئی اور وہ اس خیال سے ملنگ دوں کے جنگل میں پناہ گزیں ہو گیا۔

marfat.com

Marfat.com

صلابت خاں کی عزت افزائی

مرتضیٰ نظام شاہ کو جب اس واقع کی اطلاع ہوئی تو اس نے صلابت خاں کو جنگل سے واپس بلا کر اس کی بڑی عزت افزائی کی۔ اور امرائے کبار میں داخل کیا سرنوبت کا منصب عطا کر کے لشکر خاصہ کو اس کی ماتحتی میں دیا۔

قاضی بیگ کی گرفتاری

اسی دوران کچھ اراکین سلطنت نے یہ مشہور کیا کہ قاضی بیگ خائن ہے اس وجہ سے بادشاہ نے اسے گرفتار کر کے ایک قلعے میں نظر بند کر دیا۔ قاضی بیگ کے دشمنوں نے بادشاہ کو بتایا کہ قاضی نے شاہی خزانے سے دو لاکھ ہون نقد اور ایک لاکھ کی مالیت کے جواہرات چوری کیے ہیں۔ اس کے علاوہ اس نے دوسرے ذرائع سے جو کچھ حاصل کیا ہے وہ بھی کچھ کم نہیں ہے اگر آپ حکم دیں تو قاضی سے یہ رقم فوراً نکلوا سکتے ہیں۔

قاضی بیگ کے بارے میں بادشاہ کی رائے

بادشاہ نے اس کے جواب کہا میں جانتا ہوں کہ قاضی بیگ جو بددیانتی کے قعرمذلت میں گر گیا ہے۔ اور اس نے دنیا کی انتہائی پست اور حقیر چیزوں کے لیے شاہی خزانے میں غبن کا ارتکاب کیا ہے لیکن یہ کسی طرح بھی مناسب نہیں ہے کہ اس سے یہ ساری رقمیں اور اشیاء واپس لی جائیں کیونکہ وہ سید زادہ ہے اور کسی سید زادے سے بہ جبر کچھ واپس لینا ٹھیک نہیں۔ اس نے جو کچھ بددیانتی سے حاصل کیا ہے میں وہ بخوشی اس کو عطا کرتا ہوں۔ اب بہتر یہی ہے کہ قاضی بیگ کو قید خانے سے نکال کر مع بال بچوں اور مال و اسباب کے اسے اس کے وطن روانہ کر دیا جائے۔

صلابت خاں کا اقتدار

فوراً حکم شاہی کی تعمیل کی گئی پیشوائی کے منصب پر اسد خاں ترک کو فائز کیا گیا لیکن یہ منصب اب صرف نام ہی نام کا تھا تمام قوت و اقتدار کا مالک صلابت خاں تھا۔ صاحب خاں کی ذلت و رسوائی اپنے عروج پر تھی لیکن وہ ابھی یہی سمجھتا تھا کہ بادشاہ اس پر پہلے کی طرح مہربان ہے۔ صلابت خاں ذرا سخت گیر انسان تھا اس کی کارروائیوں سے عاجز آ کر صاحب خاں اپنے دو تین ہزار ساتھیوں اور ان گنت ہاتھیوں کے ہمراہ احمد نگر سے باہر چلا گیا۔

صاحب خاں بیدر میں

مرتضیٰ نظام شاہ کو جب صاحب خاں کی روانگی سے تشویش ہوئی۔ اس نے سوچا اگر صاحب خاں کو لانے کے لیے لشکر روانہ کیا گیا اور صاحب خاں نے سرکشی و سرتابی سے کام لیا تو معاملہ بگڑ جائے گا لہٰذا وہ خود ہی پالکی میں سوار ہو کر صاحب خاں کے پیچھے روانہ ہوا۔ صاحب خان کفر کی منزلیں طے کرتا ہوا احمد آباد بیدر تک جا پہنچا جب وہ قلعے کے قریب پہنچا تو اہل قلعہ نے دروازے بند کر لیے اور نوواردوں پر توپیں چھوڑ دیں۔ اس وجہ سے صاحب خاں کی فوج کا ایک حصہ تباہ ہو گیا۔

مرتضیٰ نظام شاہ اور صاحب خاں کی ملاقات

اسی اثناء میں مرتضیٰ نظام بھی صاحب خاں کے پاس پہنچ گیا۔ صاحب خاں نے بادشاہ سے کہا "میں دو شرطوں پر احمد نگر چلنے کو تیار ہوں اول یہ کہ صلابت خاں کو شاہی بارگاہ سے علیحدہ کر دیا جائے اور دوسرے یہ کہ بیدر کو علی برید کے قبضے سے نکال کر میرے حوالے کر دیا جائے۔

marfat.com

Marfat.com

بیدر کا محاصرہ

مرتضیٰ نظام نہیں چاہتا تھا کہ صاحب خاں کی دل شکنی ہو لہٰذا اس نے ان شرطوں کو تسلیم کر لیا۔ بادشاہ نے پہلے تو صلابت خاں کو امور سلطنت سے علیحدہ کر کے اس کی جاگیر (قصبہ جیرٹ) پر روانہ کر دیا۔ اس کے بعد بیدر کا محاصرہ کر لیا۔ علی برید نے عادل شاہ سے مدد کی درخواست کی عادل شاہ نے یہ درخواست منظور کر لی اور ایک ہزار سوار اس کی مدد کے لیے روانہ کیے۔

نظام شاہ کی احمد نگر کو واپسی

اسی دوران میں یہ خبر ملی کہ شہزادہ برہان جو قلعے میں نظربند تھا راہ فرار اختیار کر کے احمد نگر کی طرف روانہ ہو گیا۔ مرتضیٰ نظام شاہ نے قطب شاہ کے سر لشکر میرزا یادگار کندی کو سات آٹھ ہزار سواروں کے ساتھ بیدر ہی میں چھوڑا اور خود صاحب خاں کے ساتھ احمد نگر کی طرف روانہ ہو گیا۔

کچھ ہی دنوں میں عادل شاہی فوج بیدر میں پہنچ گئی' قطب شاہی سپاہی یونہی ادھر ادھر بہانے کر کے گولکنڈہ کی طرف چلے گئے اور میرزا یادگار محاصرے میں مصروف ہو گیا۔

شہزادہ برہان احمد نگر میں

جب شہزادہ برہان احمد نگر پہنچا تو وہ دس بارہ ہزار لوگ جو صاحب خاں سے سخت بیزار تھے شہزادے کے گرد جمع ہو گئے۔ یہ صورت حال دیکھ کر مرتضیٰ نظام بہت پریشان ہوا اس نے صلابت خاں اور لشکر خاصہ کے دوسرے امیروں کو جو صاحب خاں کے برتاؤ سے سخت نالاں تھے امن و اطمینان سے رہنے اور کوئی فکر نہ کرنے کا پیغام دیا اور اپنی بارگاہ میں طلب کیا۔

صاحب خاں کی پٹن کو روانگی

یہ سب امراء بادشاہ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ صاحب خاں کو جب صلابت خاں کی آمد کی خبر ملی تو بہت آزردہ ہوا اور اس سے پہلے کہ صلابت خاں شہر میں داخل ہوتا۔ صاحب خاں اپنے سپاہیوں اور رشتہ داروں وغیرہ کے ساتھ پٹن کی طرف روانہ ہو گیا۔ مرتضیٰ نظام شاہ نے اس بار صاحب خاں کی طرف کوئی توجہ نہ کی اور احمد نگر پہنچ کر سارے شہر میں گشت لگایا۔

شہزادہ برہان کی شکست اور فرار

دوسرے روز شہزادہ برہان باغ بہشت کے قریب پہنچا۔ مرتضیٰ نظام شاہ ایک ہاتھی پر سوار ہو کر کالا چبوترہ کے قریب کھڑا ہو گیا۔ بادشاہ نے اسد خاں اور دوسرے امیروں کو توپ خانے کے ساتھ شہزادے کے مقابلے پر روانہ کیا۔ فریقین میں جنگ ہوئی شہزادہ برہان مغلوب ہوا اور شکست کھا کر برہان پور کی طرف چلا گیا۔

صاحب خاں کی طلبی

مرتضیٰ نظام شاہ کامیاب و کامران شہر میں داخل ہوا اور پھر خلوت نشین ہو گیا۔ اس نے برار کے سر لشکر سید مرتضیٰ کے نام فرمان روانہ کیا کہ "صاحب خاں کو ہر طرح سے مطمئن کر کے میری بارگاہ میں پیش کیا جائے۔ اگر وہ یہاں آنے سے انکار کرے تو پھر اسے قتل کر دیا جائے اور اس کے ہاتھی گھوڑے میرے پاس بھجوا دیے جائیں۔"

صاحب خان کا قلعہ ونجی پر حملہ

صاحب خاص ادھر ادھر گھومتا ہوا عنبر نامی قصبے میں پہنچا اس نے بحری خاں قزلباش کو جو برار کے امراء میں سے تھا اور قلعہ رنجی میں رہتا تھا پیغام دیا کہ وہ اپنی بیٹی صاحب خاں کے ساتھ بیاہ دے۔ بحری خاں نے جواب دیا "مرغ فروش کے بیٹے کی یہ بساط کہ وہ امراء سے

marfat.com
Marfat.com

قرابت قریبہ پیدا کرنے کا خواہاں ہے۔" یہ جواب سن کر صاحب خاں سخت غصے میں آیا اور قلعہ رنجی پر حملہ کر دیا۔

بحری خاں کا فرار

بحری خاص کے پاس لشکر زیادہ نہ تھا اس وجہ سے وہ صاحب خاں کا مقابلہ نہ کر سکا اور معرکہ آرائی سے کنارہ کش ہو کر جالنہ کی طرف بھاگ گیا۔ اور حمید خاں شیرازی کے مشورے کے مطابق اس نے اپنی گلو خلاصی کے لیے ایک عریضہ روانہ کیا۔

صاحب خاں کے خلاف کارروائی

سید مرتضیٰ کو بادشاہ کا متذکرہ بالا فرمان مل چکا تھا اس نے خداوند خاں اور دوسرے چند امیروں کو اس کام پر متعین کیا کہ وہ صاحب خاں کو سمجھا کر احمد نگر لے آئیں۔ سید مرتضیٰ نے خداوند خاں سے چوری چھپے یہ بھی کہا کہ "صاحب خاں کی فتنہ پردازیوں کی وجہ سے ہر شخص جان بلب ہے۔ بہتر یہی ہے کہ تم کسی نہ کسی ترکیب سے اس کا کام تمام کر دو تاکہ خلق خدا مطمئن ہو جائے۔ خداوند خاں بھی اس سے آملے اور یہ سب لوگ صاحب خاں کی طرف روانہ ہوئے۔

صاحب خاں سے امیروں کی ملاقات

صاحب خاں کا برا وقت آچکا تھا اس لیے اس نے متذکرہ بالا امراء کی آمد کو کوئی اہمیت نہ دی اور جس جگہ ٹھہرا ہوا تھا وہیں ٹھہرا رہا۔ یہ لوگ اس کی قیام گاہ کے قریب پہنچے اور سرپردہ کے باہر کھڑے ہو کر از راہ مذاق کہا "ہم لوگ بادشاہ کے حکم کے مطابق یہاں آئے ہیں اگر اجازت ہو تو سلام کے لیے حاضر ہوں۔" صاحب خاں اس وقت شراب پی رہا تھا اس نے امیروں کو اندر اپنے پاس بلا لیا۔

صاحب خاں کا قتل

یہ سب امیر چونکہ مسلح تھے اس لیے ان کو دیکھ کر صاحب خاں بہت پریشان ہوا اس پریشانی کو چھپانے کے لیے فوراً اٹھ کر کھڑا ہو گیا اور بڑے تپاک کے ساتھ ان امیروں سے ملنے لگا۔ باری باری وہ تمام امیروں سے بغل گیر ہوا۔ جب خداوند خاں کی باری آئی تو اس نے صاحب خاں کے جسم کو اس قدر زور سے دبایا کہ اس کے پہلو کی ہڈیاں ٹوٹ گئیں۔ اس پر خداوند خاں نے ایک چال چلی اور کہا "صاحب خاں میرا گلا گھونٹ رہا ہے" یہ بات غلط تھی لیکن چونکہ خداوند خاں کو اپنا مقصد حاصل کرنا تھا اس لیے اسے یہ بات کہنی پڑی۔ اس نے صاحب خاں کو زمین پر دے مارا اور پھر اپنا خنجر نکال کر اس کا کام تمام کر دیا۔ صاحب خاں کے بھائیوں اور رشتہ داروں وغیرہ نے جب یہ عالم دیکھا تو فوراً راہ فرار اختیار کی۔

بادشاہ کے نام سید مرتضیٰ کا عریضہ

خداوند خاں اس بدکار کا کام تمام کرنے کے بعد سید مرتضیٰ کے پاس آیا اور اسے تمام روداد سنائی۔ سید مرتضیٰ نے بادشاہ کے نام ایک عریضہ ارسال کیا اور اس میں تحریر کیا کہ میں نے حضور والا کے حکم کے مطابق چند امراء کو صاحب خاں کے پاس بھیجا تھا تاکہ وہ اسے احمد نگر روانہ کر دیں مگر صاحب خاں نے کوتاہ اندیشی اور کج فہمی سے کام لیا اور ان امیروں سے معرکہ آرائی کی۔ آخر اس ہنگامے میں وہ مارا گیا چونکہ تمام احمد نگر کی رعایا صاحب خان سے نالاں تھی اس لیے یہ خبر سن کر سبھی کو خوشی ہوئی۔ لوگوں نے بادشاہ کو بھی اچھی طرح سمجھا بجھا دیا لہٰذا اس نے صاحب خاں کے قتل کے سلسلے میں کسی سے باز پرس نہ کی۔

اس واقع کے بعد صلابت خاں بغیر کسی روک ٹوک کے سلطنت کے ملکی و مالی امور کو انجام دینے لگا۔ چند سال اس نے بڑی عمدگی اور خوش اسلوبی سے بسر کیے اس دوران دو تین مرتبہ اکبر بادشاہ کا قاصد احمد نگر آیا اور خوش و خرم واپس گیا۔

marfat.com
Marfat.com

صلابت خاں کی خوش انتظامی

صلابت خاں نے ملک کا انتظام ایسا عمدہ کیا تھا کہ تجار بغیر کسی خوف و خطر کے سفر کیا کرتے تھے۔ مرہٹواری میں سلطان محمد علاؤالدین کے بعد صلابت خاں سے زیادہ کسی شخص نے رعایا کی فلاح و بہبود اور ملک کی خوش حالی کے لیے کام نہ کیا۔ اس نے خواجہ نعمت اللہ طہرانی اور خواجہ عنایت اللہ جیسے معزز لوگوں کو حکم دیا کہ وہ ممالک محروسہ میں گشت لگاتے رہیں اور چوروں اور ڈاکوؤں وغیرہ کے دفعیے کی ہر ممکن تدبیر کریں۔ اس سلسلہ میں یہ اجازت دی گئی کہ اگر کوئی شخص حقیر سے حقیر شے کو چرانے کا بھی مرتکب ہوا ہو تو قتل کر دیا جائے۔

عمارات کی تعمیر کا شوق

صلابت خاں نے شہر میں باغات لگوانے اور عمارات کی تعمیر کی طرف بھی بہت توجہ کی۔ اس کے عہد کی بنوائی ہوئی عمارتوں میں "فرح بخش" بہت مشہور ہے۔ اس عمارت کی تعمیر اصل میں چنگیز خاں کے عہد میں شروع ہوئی تھی اور نعمت خاں سمنانی کی نگرانی میں ۹۰۲ء ہجری میں تکمیل ہوئی۔ ایک بار بادشاہ اس باغ اور عمارت کی سیر کے لیے آیا اسے یہ باغ اور عمارت پسند نہ آئی اس نے نعمت خاں سمنانی کو باغ کی نگرانی سے علیحدہ کر کے صلابت خاں کو یہ عمارت از سر نو بنانے کا حکم دیا۔

"فرح بخش" کی تعمیر نو

اس عمارت پر بہت رقم صرف ہوئی تھی لیکن نظام شاہ کے حکم کے مطابق اسے مسمار کر کے از سر نو تعمیر کروایا گیا۔ صلابت خاں نے انتہائی توجہ اور مستعدی سے اپنی نگرانی میں اس عمارت کو بنوایا۔ احمد مرتضیٰ خاں انجو نے اس عمارت کی تعریف میں چند بہترین اشعار نظم کیے۔ ۹۹۱ ہجری میں اس عمارت سے ملحقہ باغ مکمل ہو گیا' اس کی تکمیل پر ایک بہت بڑا جشن منعقد کیا گیا۔ ملک کے معززین کو اس جشن میں مدعو کیا گیا اور انھیں انعام و اکرام سے نوازا۔ ملا ملک قمی نے اس موقع پر بادشاہ کی شان میں ایک قصیدہ کہا جو زبان زد خاص و عام ہے۔

عادل شاہی علاقوں پر قبضے کا خیال

۹۸۹ ہجری میں علی عادل شاہ کے قتل کا حادثہ بھی وقوع پذیر ہوا اور اس کا بھتیجا ابراہیم عادل نو سال کی عمر میں تاج و تخت کا مالک ہوا۔ صلابت خاں نے سوچا کہ عادل شاہی علاقوں کو فتح کرنا اب آسان ہے لہٰذا اسنے نظام شاہ سے بعض عادل شاہی خطوں پر قبضہ کرنے کی اجازت طلب کی۔ بادشاہ نے اجازت دے دی اس نے اپنے چرکسی غلام بہزاد الملک کو سپہ سالار مقرر کیا اور امیرالامراء سید مرتضیٰ کو مع ایک زبردست لشکر کے بہزاد الملک کے ساتھ روانہ کیا' بہزاد نے بڑے تزک و احتشام کے ساتھ اس مہم کو سر کرنے کے لیے سفر کا آغاز کیا۔

فریقین کا آمنا سامنا

نظام شاہی لشکر جب شاہ ورک کے قریب پہنچا تو عادل شاہی امراء مقابلے کے خیال سے پانچ چھ کوس کے فاصلے پر مقیم ہوئے۔ دونوں لشکر پورے ایک مہینے تک ایک دوسرے کے سامنے ڈٹے رہے' آخر کار عادل شاہیوں کو یہ اطلاع مل گئی کہ مرتضیٰ خاں بہزاد الملک کی سپہ سالاری سے خوش نہیں ہے۔ اس لیے وہ معرکہ آرائی میں بہزاد کی مدد سے گریز کرے گا۔

عادل شاہیوں کا حملہ

عادل شاہی امیروں نے اپنے لشکر کو درست کیا اور رات گئے اپنی قیام گاہ سے باہر نکلے' اس وقت تھوڑی تھوڑی بارش ہو رہی تھی۔

marfat.com
Marfat.com

اور نظام شاہی لشکر غفلت و بے خبری کے نشے میں سرشار تھا۔ عادل شاہیوں نے جنگ کا نقارہ بجوایا' موسم کی خوش گواری کو دیکھتے ہوئے بہزاد الملک نے شراب کی محفل گرم کر رکھی تھی۔ اس نے جونہی نقارے کی آواز سنی وہ خوفزدہ ہو کر باہر نکل آیا' اس سے پہلے کہ لشکر اور سردار ان لشکر اس کے گرد جمع ہوتے دشمن نے اس پر حملہ کر دیا۔ دشمن نے بہزاد الملک کے ایک سو پچاس ہاتھی گرفتار کر لیے اور نظام شاہی سپاہیوں کو خوب پامال و برباد کیا۔

سید مرتضیٰ کا خط صلابت خاں کے نام

سید مرتضیٰ' بہزاد الملک سے کچھ فاصلے پر ٹھہرا ہوا تھا۔ اس نے اس دوری کو بہانہ بنا کر بہزاد کی کچھ مدد نہ کی اور صلابت خاں کو اس مضمون کا ایک خط لکھا۔ "بہزاد الملک نے جنگ شروع کرنے میں بڑی عجلت سے کام لیا ہے۔ اس نے بہی خواہوں کا قطعاً انتظار نہیں کیا۔ یہی وجہ ہے کہ اسے شکست کا منہ دیکھنا پڑا خیر کوئی بات نہیں میں عنقریب اس شکست کا بدلہ لوں گا۔

سید مرتضیٰ کی سپہ سالاری

صلابت خاں نے سید مرتضیٰ کو سپہ سالاری کے عہدے پر فائز کر دیا' سید مرتضیٰ اس عزت افزائی سے بہت خوش ہوا اور لشکر جمع کرنے میں مصروف ہو گیا۔ اس اثناء میں ابراہیم قطب شاہ نے داعیٔ اجل کو لبیک کہا اور اس کا بیٹا محمد قلی قطب شاہ تخت نشین ہوا۔

قلعہ شاہ ورک کا محاصرہ

اس واقعے سے قطب شاہی لشکر جو نظام شاہیوں کی مدد کے لیے آیا ہوا تھا شکستہ دل ہو کر علیحدہ ہو گیا۔ سید مرتضیٰ نے شاہ میرزا اصفہانی سے جو قطب شاہ کا وکیل السلطنت تھا' بات چیت کر کے محمد قلی قطب شاہ کو طلب کر لیا اور اس طرح قطب شاہیوں کی مدد سے قلعہ شاہ ورک کا محاصرہ کر لیا' سید مرتضیٰ اس قلعے کے لیے پانچ چھ ماہ تک دشمن سے لڑتا رہا۔

محمد آقا ترکمان کی ثابت قدمی

خداوند خاں اور بہری خاں نے اس زمانے میں اپنی مردانگی کے جواہر خوب خوب دکھائے اور ان کی بہادری کی شہرت چاروں طرف پھیل گئی۔ قلعہ شاہ ورک کے تھانیدار محمد آقا ترکمان کو انعام و اکرام کا لالچ دے کر اپنے ساتھ ملانے کی کوشش کی' لیکن انھیں کامیابی نہ ہوئی اور آقا ترکمان حسب معمول اپنے محاذ پر ڈٹا رہا۔

بیجاپور کی فتح کا خیال

روزانہ قطب شاہ اور نظام شاہ کے ان گنت سپاہی معرکہ آرائی میں کام آتے تھے۔ یہ عالم دیکھ کر یہ دونوں فرماں روا محاصرے کی طوالت سے پریشان ہوئے۔ انھوں نے آپس میں طے کیا کہ شاہ ورک کی بجائے بیجاپور کا محاصرہ کرنا چاہیے۔ جب دارالسلطنت کو فتح کر لیا جائے گا تو پھر دوسرے علاقوں پر قبضہ کرنے میں آسانی ہو جائے گی۔

بیجاپور کا محاصرہ اور ناکامی

نظام شاہ اور قطب شاہ بیجاپور کی طرف چل دیئے۔ بیجاپور ان دنوں عادل شاہی امراء کی باہمی چپقلشوں کی وجہ سے انتشار اور ابتری کا مرکز بنا ہوا تھا۔ اس وجہ سے کسی نے بھی دشمن کے دفعیے کی کوشش نہ کی' اتحادیوں نے بڑے اطمینان کے ساتھ بیجاپور کا محاصرہ کر لیا جیسا کہ پہلے بیان کیا جا چکا ہے یہ محاصرہ ایک مدت تک قائم رہا لیکن "اتحادیوں" کو کامیابی نہ ہوئی آخر کار نظام شاہیوں اور قطب شاہیوں نے اپنے اپنے علاقے کا رخ کیا۔

marfat.com

Marfat.com

شہزادہ حسین کی شادی کی بات چیت

۹۷۲ ہجری میں صلابت خاں نے مرتضیٰ نظام شاہ کے حکم سے قاسم بیگ اور میرزا محمد تقی نظیری وغیرہ امراء کو بیجاپور روانہ کیا تاکہ یہ لوگ ابراہیم عادل شاہ سے مل کر اس کی بہن اور شہزادہ حسین کی شادی کے لیے سلسلہ جنبانی کریں۔

جمشید خاں کو بیجاپور جانے کا حکم

اسی دوران میں جمشید خاں سے یہ کہا گیا کہ وہ مع اپنی فوج کے قاسم بیگ کے ہمراہ بیجاپور روانہ ہو جائے۔ جمشید خاں نے اس کے جواب میں کہا۔ "میں سید مرتضیٰ کی ماتحتی میں ہوں لہٰذا میں اس سے مشورہ کرنے کے بعد ہی کوئی قدم اٹھا سکتا ہوں۔ جمشید خاں نے سید مرتضیٰ سے مشورہ کیا۔ سید نے کہا "نظام مرتضیٰ شاہ نے مجھ سے کہہ رکھا ہے کہ جو فرمان اس کے ہاتھ کا لکھا ہوا نہ ہو۔ وہ واجب التعمیل نہیں ہے' چونکہ یہ فرمان بھی بادشاہ کا لکھا ہوا نہیں ہے' اس لیے اس پر عمل کرنا مناسب نہیں سمجھتا اور تمہیں بیجاپور جانے کی اجازت نہیں دے سکتا۔

سید مرتضیٰ اور صلابت خاں کے اختلافات

جمشید خاں نے صلابت خاں کو بتایا کہ وہ تعمیل حکم سے مجبور ہے' صلابت خاں اور سید مرتضیٰ میں اختلافات بڑھتے رہے اور آخر کار نوبت یہاں تک پہنچی کہ اسی سال سید مرتضیٰ بڑی تزک و احتشام کے ساتھ صلابت خاں کی سرزنش کے لیے احمد نگر کی طرف روانہ ہوا۔ صلابت خاں کو جب اس کی اطلاع ملی تو وہ مدافعت کے لیے مستعد ہوا اور مرتضیٰ نظام شاہ کو باغ بہشت سے نکال کر باغ فرح بخش میں لے آیا۔

نئی دوستی

بادشاہ کو "بغداد" نامی عمارت میں ٹھہرایا گیا اور ایک خوش شکل اور جمال پیکر شخص فتحی شاہ کو جو چوسر اور شطرنج میں بڑا ماہر تھا۔ بادشاہ کا مصاحب مقرر کیا گیا' بادشاہ اس شخص سے بہت متاثر ہوا اور اس کے ساتھ ایسا بے تکلف ہو گیا کہ اسے ہم پیالہ و ہم نوالہ بنا لیا۔

صلابت خاں اور سید مرتضیٰ میں جنگ

اسی اثناء میں سید مرتضیٰ ایک زبردست فوج لے کر احمد نگر کے پاس پہنچا اور چنوڑ کے قریب قیام پذیر ہوا۔ صلابت خاں نے مرتضیٰ نظام شاہ کو سمجھا بجھا کر دشمن سے مقابلہ کرنے کی اجازت لی۔ صلابت نے شہزادہ میراں حسین کو ساتھ لے کر جنگ کی۔ سید مرتضیٰ کو شکست کا منہ دیکھنا پڑا' وہ اپنے ہاتھی گھوڑے اور تمام مال و اسباب میدان جنگ ہی میں چھوڑ کر برار کی طرف بھاگ گیا' مگر اس کے لیے برار میں قیام کرنا بھی مشکل ہو گیا' کیونکہ صلابت خاں اس کے تعاقب میں بہت سرگرم تھا۔ آخر کار سید مرتضیٰ برہان کے راستے دکن سے باہر چلا گیا اور مغل بادشاہ اکبر کی خدمت میں روانہ ہو گیا۔

مرتضیٰ نظام شاہ کو معزول اور صلابت خاں کو قتل کرنے کی کوشش

اسی سال کچھ فتنہ پردازوں نے شہزادہ برہان کو فقیروں کے لباس میں احمد نگر لانے کا ارادہ کیا تاکہ مرتضیٰ نظام کو معزول کر کے شہزادے کو تخت نشین کیا جائے' یہ فتنہ پرداز سب سے پہلے صلابت خاں کو قتل کرنا چاہتے تھے' تاکہ وہ دیگر اقدامات میں آسانی پیدا ہو جائے جس روز دشمنوں نے صلابت خاں کو قتل کرنے کا منصوبہ بنایا' اسی دن صلابت کو اس کی اطلاع پہنچ گئی اور برہان شاہ جس طرح فقیرانہ لباس میں آیا تھا' ویسے ہی لوٹ گیا اور کوکن کی طرف بھاگ گیا' کوکن میں قیام کرنا چونکہ اس کے لیے خطرے کا سبب تھا' اس لیے وہ بھی سید مرتضیٰ کی طرح اکبر بادشاہ کی خدمت میں پہنچ گیا۔

marfat.com

Marfat.com

میراں حسین کی شادی

سید قاسم اور میرزا محمد تقی جس کام کے لیے بیجاپور روانہ ہوئے تھے۔ وہ پورا ہوا اور عادل شاہ کی بہن کو شہزادہ میراں حسین کے ساتھ بیاہ کر وہ احمد نگر میں لے آئے۔

بادشاہ اکبر کا تسخیر دکن کا ارادہ

اسی سال بادشاہ اکبر نے دکن کو فتح کرنے کا ارادہ کیا اس نے مالوہ کے حاکم خاں اعظم کو جو اس کا رضاعی بھائی تھا سپہ سالار مقرر کیا اور سید مرتضیٰ اور برہان شاہ وغیرہ کے ساتھ دکن کی طرف روانہ کیا اس لشکر نے نظام شاہی علاقے کی طرف پیش قدمی کی۔

چاند بی بی کی احمد نگر میں آمد

اسی دوران علی عادل شاہ کی بیوی' چاند بی بی سلطان اپنے بھائی مرتضیٰ نظام شاہ سے ملاقات کرنے کے لیے احمد نگر میں آئی۔ صلابت خاں نے عادل شاہ کے وکیل السلطنت دلاور خاں کو پیغام دیا کہ حسین نظام شاہ نے قلعہ شولا پور چاند بی بی کے جہیز میں علی عادل کو دیا تھا۔ اب علی عادل کا انتقال ہو چکا ہے اور چاند بی بی بیوہ ہو گئی ہے لہٰذا بہتر یہی ہے کہ متذکرہ قلعہ ہمیں واپس کر دو۔

قلعہ شولاپور کی واپسی کا مطالبہ

دلاور خاں نے صلابت خاں کی بات ماننے سے انکار کر دیا جس کا ثانی الذکر کو بہت زیادہ افسوس ہوا' اس نے عادل شاہ کی بہن اور شہزادہ میراں حسین کو دولت آباد بھجوا دیا' اور یہ حکم صادر کیا کہ قلعہ شولاپور کی واپسی کے بعد جشن عقد منعقد کیا جائے' اگر قلعہ واپس نہ ملے تو یہ جشن موقوف کر دیا جائے۔

میرزا نظیری سپہ سالار کے عہدے پر

اکبری لشکر کی خبر جب احمد نگر پہنچی تو صلابت خاں نے بہادری اور جوان ہمتی سے کام لیتے ہوئے میرزا محمد تقی نظیری کو سپہ سالار مقرر کر دیا۔ میرزا نظیری برہان پور گیا اور راجہ علی خاں سے دوستانہ مراسم پیدا کر کے اسے نظام شاہی بہی خواہوں میں شامل کر لیا۔

مقابلے کی تیاریاں

عزیز کوکہ کو جب یہ اطلاع ملی تو اس نے فتح اللہ شیرازی کو راجہ علی خاں کے پاس بھیجا اور اسے نظام شاہیوں کی مدد کرنے کرنے سے منع کیا نیز اپنا مددگار بنانے کے خواہش کا اظہار کیا۔ اس کوشش کا کوئی نتیجہ برآمد نہ ہوا اور فتح اللہ شیرازی ناکام و نامراد واپس آ گیا اس میں اور شہاب الدین میں بہت زیادہ مخالفت تھی۔ میرزا محمد تقی اور راجہ علی خاں' خاں اعظم کے مقابلے پر آئے اور اکبری علاقے میں داخل ہو کر مالوہ اور دکن کے ایک سرحدی مقام "بھنڈیہ" میں قیام پذیر ہوئے۔

عزیز کوکہ کی واپسی

چند روز تک دونوں لشکر ایک دوسرے کے مقابلے پر ڈٹے رہے' لیکن کسی نے لڑائی کی پہل نہ کی۔ آخر عزیز کوکہ نے جنگ کے خیال کو ترک کیا۔ اور راتوں رات یہاں سے کوچ کر کے اجنبی اور غیر معروف راستے سے ایلچ پور اور بالا پور میں داخل ہو گیا اور شہروں کو تباہ و برباد کرنے میں مصروف ہوا۔

معاملے کا خاتمہ

میرزا محمد تقی اور راجہ علی خاں کو جب عزیز کوکہ کی روانگی کی اطلاع ملی تو انھوں نے اس کا تعاقب کیا' اس صورت حال کے پیش نظر خاں اعظم اس علاقے میں قیام نہ کر سکا اور ندربار کی طرف واپس مالوہ چلا گیا۔ راجہ علی خاں نے برہان پور اور میرزا محمد تقی نے احمد نگر کا

marfat.com

Marfat.com

راستہ لیا۔ اکبر بادشاہ کو دوسری بہت سی مہمات درپیش تھیں دوسرے دکنی فرمان روا قوت و شوکت کے لحاظ سے کچھ ایسے گئے گزرے نہ تھے' اس لیے اکبر نے دکن کے معاملے میں خاموشی اختیار کر لی۔

فتحی شاہ کا اقتدار

ان دنوں فتحی شاہ نے مرتضیٰ نظام کے مزاج میں بہت دخل حاصل کر لیا اور اس پر پوری طرح حاوی ہو گیا۔ اس نے بادشاہ سے چند علاقے بھی بطور جاگیر کے حاصل کر لیے۔ فتحی شاہ جب کبھی جواہرات یا نقد رقم کی خواہش کرتا بادشاہ کے حکم سے فوراً شاہی خزانے سے یہ رقم اسے ادا کر دی جاتی۔ الغرض فتحی شاہ کا اقتدار روز بروز بڑھتا ہی چلا گیا۔

مالاؤں کا قصہ

ایک بار فتحی شاہ نے دو مرصع تسبیح جو مروارید اور لعل و یاقوت کی تھیں اور رام راج سے حاصل کی گئی تھیں۔ مرتضیٰ نظام شاہ سے مانگیں بادشاہ کے نزدیک دنیاوی دولت کی کوئی اہمیت نہ تھی۔ لہٰذا اس نے فوراً صلابت خاں کو یہ حکم دیا کہ یہ مالائیں فتحی شاہ کے حوالے کر دی جائیں۔ صلابت خاں نے بادشاہ سے معذرت طلب کی اور مالائیں دینے سے انکار کر دیا۔

نقلی مالائیں

باشادہ نے دوبارہ حکم صادر کیا اس بار صلابت خاں نے امراء اور اراکین سلطنت کے مشورے سے یہ کیا کہ متذکرہ مالائیں تو خزانے ہی میں رہنے دیں لیکن ان سے ملتی جلتی دو اور مالائیں فتحی شاہ کو دے دیں۔ چند روز کے بعد فتحی شاہ کو اصل حقیقت معلوم ہو گئی اور اس نے سارا معاملہ بادشاہ کے گوش گزار کیا یہ سن کر بادشاہ بہت غصے میں آیا اور اس نے صلابت خاں کو حکم دیا کہ شاہی خزانے کے تمام جواہرات کو صندوقوں سے نکال کر فلاں محل میں آراستہ کیا جائے تاکہ ان کا معائنہ کیا جا سکے۔

جواہرات کا معائنہ

صلابت خاں سمجھ گیا کہ اس حکم سے بادشاہ کا مقصد کیا ہے اس نے متذکرہ بالا مالاؤں اور بعض دیگر بیش قیمت اور نایاب جواہرت کو تو چھپا لیا اور بقیہ تمام جواہرات بادشاہ کے حسب خواہش ایک محل میں آراستہ کر دیئے۔ بادشاہ معائنے کے لیے آیا تو اس نے تمام لوگوں کو علیحدہ کر دیا اور فتحی شاہ کو ساتھ لے کر محل کے اندر داخل ہوا۔

جواہرات نذر آتش

مرتضیٰ نظام شاہ نے جب دیکھا کہ متنازع فیہ مالائیں اور بہت سے دیگر جواہرات موجود نہیں ہیں تو اس نے تمام موجود جواہرات کو اعلیٰ قسم کے کپڑوں میں لپیٹ کر فرش پر رکھا اور انہیں آگ لگا دی اور خود محل سے باہر چلا آیا۔ جو امراء ان جواہرات کی حفاظت پر مامور تھے بادشاہ کے جانے کے بعد وہ محل کے اندر گئے تو انہیں سوائے آگ کے اور کچھ نظر نہ آیا۔ انہوں نے جلد از جلد آگ بجھائی اور جواہرات اور مرصع آلات اس آگ سے نکال لیے نقصان زیادہ نہ ہوا تھا سوائے مروارید کے باقی تمام اشیاء آگ سے محفوظ رہیں۔

بادشاہ کا لقب "دیوانہ"

بادشاہ کی اس عجیب و غریب حرکت پر لوگوں کو سخت تعجب ہوا اور انہوں نے اس واقعے کو بادشاہ کے پاگل پن سے تعبیر کیا اس واقعے کے بعد خاص و عام میں بادشاہ "دیوانہ" کے لقب سے مشہور ہو گیا۔

شہزادہ میراں حسین کے قتل کا ارادہ

کچھ فتنہ پردازوں اور نامعتبر لوگوں نے بادشاہ سے ایک بار کہا کہ اراکین سلطنت نے یہ طے کیا ہے کہ "آپ کو بادشاہت سے معزول

marfat.com

Marfat.com

کر کے شہزادہ میراں حسین کو تخت نشین کیا جائے۔" یہ بات سن کر مرتضیٰ نظام کے تن بدن میں آگ لگ گئی اور وہ اپنے بیٹے کو قتل کرنے پر آمادہ ہو گیا۔ بادشاہ نے شہزادہ میراں حسین کو گرفتار کرنے کی بہت کوشش کی لیکن صلابت خاں نے کچھ ایسا انتظام کر دیا کہ میراں حسین اپنے باپ کے ہاتھ نہ آسکا۔

ابراہیم عادل سرحد نظام شاہی پر

اسی زمانے میں ابراہیم عادل شاہ دلاور خاں کے مشورے سے ایک زبردست لشکر لے کر نظام شاہی سرحد پر آیا اور یہ پیغام دیا۔ "ہم شولاپور کو واپس نہیں کر سکتے۔" اس کے بعد ابراہیم عادل شاہ نے صلابت خاں کے ہنگاموں سے مشتعل ہو کر قلعہ اوسہ کا محاصرہ کر لیا۔

صلابت خاں سے خفگی

مرتضیٰ نظام نے ان تمام واقعات کا سبب صلابت خاں کی کج فہمی اور عاقبت نااندیشی کو قرار دیا۔ بادشاہ صلابت خاں سے سخت ناراض ہو گیا اور اسے بلا کر پوچھا۔ "تو نمک حرام ہے یا نمک حلال؟" اس نے جواب دیا۔ میں حضور کا ایک ادنیٰ خیر خواہ غلام ہوں۔ نظام شاہ نے کہا۔ "تیری بے اعتدالیوں اور نافرمانیوں کو وجہ سے میں بہت تنگ آگیا ہوں لیکن میں پھر بھی تجھے گرفتار نہیں کر سکتا۔"

قید کے لیے قلعے کا تعین

اس پر صلابت خاں نے بادشاہ سے گذارش کی حضور بس اتنا کریں کہ قید کے لیے قلعہ کا تعین کر دیں میں خود اپنے آپ کو پابہ زنجیر کر کے اسی قلعے میں قید ہو جاؤں گا۔ اس کے جواب میں مرتضیٰ نظام نے صلابت خاں کو قید کے لیے قلعہ وندراج پور تجویز کیا۔

صلابت خاں کی نظر بندی

صلابت خاں اپنے مکان پر پہنچا اور فوراً بادشاہ کی خواہش کی تکمیل میں مصروف ہو گیا۔ اس نے اپنے پاؤں میں بیڑیاں ڈالیں' پالکی میں سوار ہوا اور اپنے عزیزوں وغیرہ سے کہا۔ "مجھے قلعہ وندراج پور میں نظر بند کر دو۔ اس کے عزیزوں ہمدردوں اور بہی خواہوں نے جن میں راقم الحروف مورخ فرشتہ بھی شامل تھا اس کو بہت منع کیا مگر اس نے کسی کی بات نہ مانی۔

قاسم بیگ اور میرزا محمد تقی کا تقرر

صلابت خاں کی نظر بندی کے بعد مرتضیٰ نظام شاہ نے وکالت اور وزارت کے عہدے بالترتیب قاسم بیگ حکیم اور میرزا محمد تقی کو عنایت کیے۔ اور ان امیروں کو حکم دیا کہ جس طرح بن پڑے عادل شاہ سے صلح کر لی جائے ان امراء نے شاہی حکم کی تعمیل کی اور عادل شاہ نظام شاہی سرحد سے روانہ ہو گیا۔

جشن مسرت

عادل شاہ کی بہن کو اب تک اس کے شوہر شہزادہ میراں حسین کے حوالے نہ کیا گیا تھا۔ اس واقعے کے بعد ایک عظیم الشان جشن مسرت منعقد کیا گیا اور دلہن شہزادے کے سپرد کر دی گئی۔

بیٹے کے قتل کا دوبارہ ارادہ

مرتضیٰ نظام شاہ نے ایک بار پھر شہزادہ میراں حسین کو قتل کرنے کا ارادہ کیا اور قاسم بیگ حکیم اور محمد تقی سے کہا۔ "میں اپنے بیٹے کو دیکھنے کے لیے تڑپ رہا ہوں اس لیے جلد از جلد شہزادے کو میرے حضور پیش کرو۔" یہ دونوں امیر بادشاہ کی زبان سے یہ کلمات سن کر بے حد خوش ہوئے انہوں نے شہزادے کو قلعے سے باہر نکالا اور بذریعہ پالکی بادشاہ کے پاس روانہ کر دیا۔

marfat.com

Marfat.com

آتش زدگی

مرتضیٰ نظام شاہ پہلے تو بیٹے سے بڑی محبت اور مہربانی سے پیش آیا اور اسے بغداد نامی عمارت کے قریب ایک حجرے میں ٹھہرایا' مگر دوسرے روز اس نے شہزادے کو توشک اور لحاف میں لپیٹ کر حجرے کو نذر آتش کر دیا اور دروازہ باہر کی طرف سے بند کر دیا۔

شہزادے کا بچ نکلنا

شہزادہ بصد مشکل توشک اور لحاف سے باہر نکلا اس نے جب کمرے میں چاروں طرف دھواں ہی دھواں دیکھا تو پریشان ہو کر چیخنے لگا۔ فتحی شاہ نے یہ آوازیں سنیں' تو اسے شہزادے پر رحم آ گیا اور حجرے کا دروازہ کھول کر شہزادے کو باہر نکالا اور قاسم بیگ حکیم اور محمد تقی کے حوالے کر دیا۔

فتحی خاں سے باز پرس

ان امراء نے شہزادے کو چوری چھپے دولت آباد روانہ کر دیا۔ دو تین دن کے بعد مرتضیٰ نظام شاہ حجرے میں آیا اسے توقع تھی کہ کمرے میں سے شہزادے کی ہڈیاں ملیں گی لیکن اسے اس قسم کی کوئی شے نظر نہ آئی تو اس نے فتحی خاں سے رجوع کیا اور اس سے باز پرس کی۔ فتحی شاہ نے جواب دیا۔ "ایسا معلوم ہوتا ہے کہ شہزادے کی ہڈیاں بھی جل کر خاک ہو گئی ہیں بادشاہ کو یقین نہ آیا اور اس نے ذرا سختی کے ساتھ فتحی خاں سے حقیقت حال دریافت کی۔ فتحی شاہ نے خوفزدہ ہو کر بتا دیا کہ میں نے شہزادے کو قاسم بیگ اور محمد تقی کے حوالے کر دیا ہے۔

قاسم بیگ اور محمد تقی کی گرفتاری

بادشاہ نے ان دونوں امیروں کو طلب کیا اور قلعے کے دروازے کے قریب ان سے دریافت کیا کہ شہزادہ میراں حسین کہاں ہے۔ ان امیروں نے ملکی مصالح کا خیال رکھتے ہوئے اس واقعے سے اپنی لاعلمی کا اظہار کیا۔ نظام شاہ کو بہت غصہ آیا اور اس نے ان دونوں امیروں کو قید کر دیا اور امور سلطنت کی انجام دہی کا کام میرزا محمد صادق کے سپرد کر دیا۔

سلطان حسین شیرازی کا تقرر

شہزادے کے قتل کے سلسلے میں میرزا محمد صادق نے بھی بادشاہ کا ساتھ نہ دیا۔ اس وجہ سے نوروز کے بعد مرتضیٰ نظام شاہ نے اسے بھی قید کر دیا اور سلطان حسین شیرازی کو (جو احمد نگر میں پیدا ہوا تھا) پیشوائی کے منصب پر سرفراز کیا اور "میرزا خان" کے خطاب سے نوازا۔

سلطان حسین کا پیغام دلاور خاں کے نام

سلطان حسین بادشاہ کی نیت سے اچھی طرح آگاہ تھا' اس نے نقد و جواہرات دے کر فتحی شاہ اور دوسرے مقربین کو اپنا ہمراز بنایا اور ایک شخص کو بیجاپور روانہ کیا تاکہ وہ دلاور خاں سے ملاقات کرے اور یہ پیغام دے کہ "مرتضیٰ نظام شاہ بالکل پاگل ہو گیا ہے اور اپنے بیٹے کی جان لینے کا خواہاں ہے اگر تم میری مدد کرو اور سرحد پر آؤ تو میں مرتضیٰ نظام کو ٹھکانے لگا کر میراں حسین کو تخت پر بٹھا دوں۔"

میرزا خاں کا تقرر

دلاور خاں نے سلطان حسین شیرازی کی درخواست قبول کر لی اور عادل شاہ کو ساتھ لے کر سرحد کی طرف روانہ ہو گیا۔ میرزا خاں نے فتحی شاہ کے توسط سے عرض کیا کہ عادل شاہ ایک زبردست لشکر لے کر احمد نگر کو فتح کرنے کے لیے آ رہا ہے۔ بادشاہ نے عادل شاہیوں کے دفعیے کے لیے میرزا خاں کو مقرر کیا۔

marfat.com

Marfat.com

میرزا خاں کا دانورہ میں قیام

میرزا خاں نے ملک کے تمام امراء کو نظر بند کر دیا کیونکہ اس کے نزدیک عادل شاہیوں کی آمد انہیں کی سازشوں کا نتیجہ تھی۔ ان امراء کی جگہوں پر میرزا نے اپنے ہمدردوں اور بہی خواہوں کو مقرر کیا اور ایک بھاری جمعیت لے کر دشمن کے مقابلے کے لیے نکلا۔ احمد نگر سے نکل کر وہ دانورہ کے قریب مقیم ہوا۔

مورخ فرشتہ نظام شاہی لشکر میں

میرزا خاں کے قیام کی وجہ سے مرتضیٰ نظام شاہ کو تشویش ہوئی اور اس نے راقم الحروف مورخ فرشتہ کو اصل حقیقت دریافت کرنے کے لیے روانہ کیا۔ میرزا خاں یہ اچھی طرح جانتا تھا کہ میں بادشاہ کا وفادار ملازم ہوں اور تمام حالات سے واقف ہو کر بادشاہ سے سب کچھ بلاکم و کاست بیان کر دوں گا۔ لہٰذا میری آمد کی وجہ سے میرزا خاں بہت پریشان ہوا۔

بادشاہ کا نیا فرمان

اس نے فتحی شاہ کو ہموار کرنے کی کوشش کی اور اس نے کہا۔ "اگر تم برہان نظام شاہ سے یہ فرمان حاصل کر لو کہ میں خود لشکر میں جا کر امراء کو دشمن کا مقابلہ کرنے کے لیے اکساؤں گا تو میں تمہیں اس کے معاوضے میں بارہ ہزار ہون دوں گا۔" فتحی شاہ نے لالچ میں آکر بادشاہ سے اس مضمون کا فرمان لکھوا لیا۔ میرزا خان بہت خوش ہوا اور اس نے حسب وعدہ فتحی شاہ کو مذکورہ بالا رقم بھجوا دی۔

مورخ فرشتہ کا فرار اور اس کا تعاقب

راقم الحروف مورخ فرشتہ ابھی لشکر ہی میں تھا کہ میرزا خاں بھی پہنچ گیا۔ اس نے مجھے گرفتار کرنے کا ارادہ کر لیا تھا تاکہ لشکر کے بارے میں کوئی خبر بادشاہ تک نہ پہنچ سکے، میرے ایک دوست کو جب میرزا خاں کے اس ارادے کا علم ہوا تو اس نے مجھے مطلع کر دیا میں اسی شام لشکر سے بھاگ گیا۔ میرزا خاں نے اپنے لشکریوں کی ایک جماعت میرے تعاقب میں روانہ کی میں نے اپنی مشعلیں بجھا دیں، رات کے اندھیرے میں دشمن مجھے کسی قسم کا نقصان نہ پہنچا سکے۔ جب صبح ہوئی تو میں منزل مقصود پر پہنچ گیا اور شاہی بارگاہ پر حاضری دی۔

مورخ فرشتہ بارگاہ شاہی میں

میں نے لشکر سراپردہ کے قریب کھڑے ہو کر بادشاہ کو میرزا خاں اور لشکر کے تمام حالات سے آگاہ کیا۔ فتحی شاہ بھی اس وقت موجود تھا اس نے مجھے جھوٹا قرار دیا اور میرے بیانات کی تکذیب کی اور کہا۔ "تم نے جو کچھ بیان کیا وہ کھلا ہوا جھوٹ ہے۔ میرزا خاں بادشاہ سے کبھی غداری نہیں کر سکتا۔" میں نے اس کے جواب میں کہا۔ میری میرزا خاں سے کوئی دشمنی تو ہے نہیں، جو میں اس پر جھوٹا الزام لگاؤں، مجھے جو حالات معلوم ہوئے میں نے یہ بلاکم و کاست بیان کر دیے۔ مجھے یقین ہے کہ جلد ہی میرا جھوٹ اور سچ سبھی پر ظاہر ہو جائے گا۔

مورخ فرشتہ کے بیان کی تصدیق

ابھی ہم لوگ اسی گفتگو میں مصروف تھے کہ سرکاری مخبروں نے اطلاع دی کہ میرزا خاں تمام امیروں کے ہمراہ دولت آباد کی طرف روانہ ہو گیا ہے اور اس کا یہ ارادہ ہے کہ شہزادہ میراں حسین کو رہا کر کے تخت پر بٹھایا جائے اور بعد ازاں احمد نگر کی طرف آئے۔ یہ خبر سن کر مرتضیٰ نظام شاہ بہت پریشان ہوا اور اس نے راقم الحروف سے مشورہ کیا۔

مورخ فرشتہ کی رائے ------ پہلا طریقہ

میں نے بادشاہ سے عرض کیا۔ اس وقت جو مسئلہ درپیش ہے اس کو دو طریقوں سے حل کیا جا سکتا ہے۔ اول تو یہ ہے کہ حضور اس خلوت گزینی کو ترک فرمائیں اور سوار ہوں، لشکر خاصہ اور دو تین ہزار اسلحدار جو اسوقت موجود ہیں انہیں ساتھ لے کر پٹن کا قصد فرمائیں

marfat.com

Marfat.com

اور میرزا خاں کو راستے ہی میں گرفتار کر لیں۔ اس کے بعد تمام امراء اور سرداران لشکر خودبخود ہی حضور کے گرد جمع ہو جائیں گے۔

بادشاہ کی ناسازی طبیعت

یہ سن کر مرتضیٰ نظام شاہ نے کہا چند دنوں کی بات ہے کہ فلاں خواجہ سرا میرے لیے کھانا لایا تھا۔ میں نے یہ کھانا کھایا اس کے بعد فوراً بعد ہی میرے پیٹ میں درد ہونے لگا اور متلی ہونے لگی چند خونی دست بھی آئے' ابھی تک میری آنتوں میں درد ہو رہا ہے اور میں اس قابل نہیں ہوں کہ سواری کر سکوں۔ میرا خیال ہے کہ میرزا خاں نے متذکرہ خواجہ سرا سے سازباز کر کے مجھے زہر کھلوا دیا ہے۔

دوسرا طریقہ

بادشاہ کے اس بیان کے بعد میں نے عرض کیا۔ "اس مسئلے کا حل کرنے کا دوسرا طریقہ یہ ہے کہ صلابت خاں کو رہا کر دیا جائے۔ اسے مع دوسرے قیدیوں کے وندراج پور سے شاہی بارگاہ میں طلب کیا جائے۔ اس کے بعد شکار کے بہانے سے پالکی میں جنیر کی طرف روانہ ہوں اور اثنائے راہ میں صلابت خاں سے ملاقات کریں۔ مجھے امید ہے کہ صلابت خاں کی حضور سے ملاقات کی خبر سن کر تمام امراء اور سرداران لشکر شہزادہ میراں حسین اور میرزا حسین سے الگ ہو کر آپ کے پاس جمع ہو جائیں گے۔

امراء کی طلبی حکم

بادشاہ نے میرے اس مشورے کو پسند کیا اور اسی وقت صلابت خاں' قاسم بیگ اور محمد تقی نظیری اور حکیم محمد مصری کی طلبی کے فرامین جاری کیے اور خود بھی سفر کا ارادہ کیا۔ جب بادشاہ روانہ ہونے لگا تو نمک حرام دوں فطرت اور غدار فتحی شاہ نے بادشاہ کے قدموں میں اپنا سر ڈال دیا اور واویلا شروع کر دیا۔ "حضور جس وقت احمد نگر سے باہر نکلیں گے تو لشکر خاصہ کے سپاہی آپ کو گرفتار کر کے شہزادہ میراں حسین کے سپرد کر دیں گے۔

مورخ فرشتہ سے بادشاہ کی ملاقات

مرتضیٰ نظام شاہ کو فتحی شاہ کی بات کا یقین آ گیا اس کے بعد بادشاہ نے راقم الحروف کو (جو ان دنوں دربار کا محافظ تھا) اپنے حضور طلب فرمایا اور بات چیت کی۔ میں نے اس کے سراپا پر ایک نظر ڈالی' اس کا رنگ گندمی تھا' بڑی بڑی آنکھیں تھیں اور قد خاصا لمبا تھا' اس کی شخصیت دیکھنے والے کو بہت متاثر اور مرعوب کرتی تھی۔ نظام شاہ کو فارسی شاعری سے بہت لگاؤ تھا اور وہ اچھے خاصے شعر کہہ لیتا تھا۔

قلعے میں قیام کا فیصلہ

بادشاہ نے مجھ سے فرمایا۔ "فتحی شاہ نے مجھ سے یہ باتیں بیان کی ہیں بہتر یہی ہے کہ ہم اس قلعے میں مقیم رہیں اور صلابت خاں کی آمد کا انتظار کریں۔" مجھے مجبوراً بادشاہ کی رائے سے اتفاق کرنا پڑا۔ جب تمام لوگوں کو بادشاہ کے ارادے کی خبر ہوئی تو وہ بہت مایوس ہوئے' وہ تمام جو بادشاہ کے گرد جمع ہو گئے تھے' ایک ایک کر کے دولت آباد کی طرف جانے لگے۔

احمد نگر میں میرزا خاں کی آمد

میرزا خاں کو صلابت کی آمد کی تو اطلاع مل ہی چکی تھی اس لیے اس نے جلد از جلد سفر کی منزلیں طے کرنی شروع کر دیں اور جلد از جلد احمد نگر پہنچ گیا۔ میرزا خاں نے صلابت کی آمد تک کے عرصے کے لیے قلعے کا دروازہ بند کر کے حصار کی حفاظت کرنے کا ارادہ کیا تمام اہالیان قلعہ قلعے سے باہر نکل کر میرزا خاں سے مل گئے۔ قلعے میں سوائے فتحی شاہ' اس کی کنیز "سبزہ" اور چند پردہ داروں کے کوئی اور نہ رہا۔ میں نے بھی موقع و محل کی مناسبت سے قلعے کی محافظت سے علیحدگی اختیار کر لی۔

marfat.com

Marfat.com

قتل و غارت گری

اسی اثناء میں شہزادہ میراں حسین اور میرزا خاں ننگی تلواریں لے کر تیس اور چالیس بدمعاشوں کے ساتھ قلعے میں داخل ہوئے۔ اس کے بعد یہ لوگ عمارت بغداد میں جہاں بادشاہ رہتا تھا داخل ہو گئے اور قتل و غارت گری شروع کر دی شہزادہ میراں حسین نے راقم الحروف کو بھی پہچان لیا' لیکن ہم مکتبی کا خیال کر کے مجھے قتل نہ کیا اور اپنے ساتھ عمارت کے اوپر لے گیا۔

شہزادے کی باپ سے گستاخی

شہزادے نے اپنے باپ' مرتضیٰ نظام کے ساتھ بڑی بے ادبی کی اور انتہائی بے مروتی سے پیش آیا' بادشاہ حیرت کی نگاہوں سے اپنے بیٹے کی طرف دیکھتا رہا۔ شہزادے نے اپنی تلوار بادشاہ کے پیٹ پر رکھ دی اور کہا جی چاہتا ہے کہ تلوار کو تیرے پیٹ میں اتنے زور سے بھونک دوں کہ پیٹھ کے دوسری طرف نکل آئے۔ نظام شاہ نے ٹھنڈی آہ بھر کر کہا: "اے مردود! اے عاق شدہ بیٹے! تیرا باپ اب چند روز کا مہمان ہے تو اگر اس پر رحم کرے تو ٹھیک ہے ورنہ جو تیرے جی میں آئے کر لے۔"

میراں نظام شاہ کا سفاکانہ حکم

شہزادہ عمارت بغداد سے نیچے اتر آیا۔ مرتضیٰ نظام شاہ ان دنوں سخت بیمار تھا اور موت کے کنارے پہنچ چکا تھا۔ میراں حسین نے اس حالت میں بھی اس پر رحم نہ کھایا اور حکم دیا کہ بادشاہ کو حمام میں لے جایا جائے۔ حمام کا دروازہ بند کر کے گلخن میں انتہائی تیز آگ روشن کی جائے۔ حمام کے تمام سوراخ بند کر دیئے جائیں اور اس تک پانی کی ایک بوند بھی نہ پہنچنے دی جائے۔

مرتضیٰ نظام شاہ کا انتقال

شہزادے کے حکم کی تعمیل کی گئی اور مرتضیٰ نظام شاہ نے ۱۸ رجب المرجب ۹۹۶ ہجری کی صبح کو سفر آخرت اختیار کیا۔ شیعہ عالموں نے اپنے مشرب کے مطابق بادشاہ کی تجہیز و تکفین کی اور امانت کے طور پر اسے روضہ باغ میں دفن کر دیا۔ برہان نظام شاہ ثانی نے بعد کو یہ لاش کربلائے معلی روانہ کر دی تاکہ بزرگوں کے پہلو بہ پہلو دفن کی جا سکے۔ مرتضیٰ نظام شاہ نے چوبیس سال پانچ ماہ تک حکمرانی کے فرائض انجام دیئے۔

marfat.com

Marfat.com

میراں حسین بن مرتضیٰ نظام شاہ

میرزا خاں کا اقتدار

میرزا خاں کے مشورے پر عمل کر کے میراں حسین نے اپنے باپ مرتضیٰ نظام کو حمام میں بند کر کے ہلاک کیا اور خود تخت نشین ہوا۔ اس نے میرزا خاں کو تمام سیاہ و سفید کا مالک بنا دیا۔ میرزا خاں نے یہ ارادہ کیا کہ دلاور خان کی پیروی کرتے ہوئے سولہ سالہ میراں حسین کو خلوت گزیں کر کے حکومت کی باگ ڈور اپنے ہاتھ میں لے لے۔

میراں حسین کی بری عادتیں

میراں حسین شرپسند' شکی مزاج اور کینہ پرور تھا اس وجہ سے میرزا خاں کو اپنی آرزو پوری کرنے کا موقع نہ مل سکا۔ بادشاہ نے اپنے دایہ زادوں اور دوسرے دوستوں کو اپنے امیروں میں شامل کیا اور شب و روز عیش و عشرت میں بسر کرنے لگا۔ اس کی عادت تھی کہ وہ رات کے وقت مست و سرشار ہو کر بدمعاشوں اور کمینوں کے ہمراہ شہر میں گشت لگایا کرتا تھا اور جو شخص بھی سامنے آجاتا تھا اسے تیز و تفنگ سے ہلاک کر ڈالتا تھا۔

میرزا خاں کی گرفتاری

بدمعاشوں کے ایک گروہ نے ایک بار بادشاہ سے کہا "میرزا خاں نے مرتضیٰ نظام شاہ کے بھائی شہزادہ قاسم کو قلعہ جنیر سے آزاد کر دیا ہے اور خفیہ طور پر اسے اپنے مکان میں ٹھہرایا ہے تاکہ موقع پا کر آپ کو معزول کر دیا جائے اور قاسم کو تخت پر بٹھا دیا جائے۔" یہ سن کر بادشاہ بہت پریشان ہوا لہٰذا اس نے فوراً میرزا خاں کو گرفتار کر لیا۔

رہائی اور عزت افزائی

دوسرے دن بادشاہ کو معلوم ہوا کہ میرزا قاسم کے بارے میں جو کچھ اسے بتایا گیا تھا وہ بالکل غلط ہے۔ بادشاہ نے میرزا خاں کو رہا کر کے اسے اس کے منصب پر بحال کیا اور اس کی پہلے سے بھی زیادہ عزت افزائی کی۔ میرزا خاں نے بے بنیاد توہمات کو دور کرنے کے لیے بادشاہ سے کہا۔ "یہ ایک مانی ہوئی بات ہے کہ سلطنت کے وارثوں کا وجود ہمیشہ مصیبت کا باعث ہوتا ہے اس لیے میری حقیر رائے یہ ہے کہ شاہ قاسم کو مع اس کے بال بچوں کے قتل کر دیا جائے۔"

شاہ قاسم اور اس کے متعلقین کا قتل

بادشاہ نے میرزا خاں کی رائے سے اتفاق کرتے ہوئے اسی وقت شاہ قاسم اور اس کے متعلقین کے قتل کا فرمان صادر کر دیا۔ شاہی حکم کی تعمیل کی گئی اور اسی دن شاہی خاندان کے پندرہ افراد کو تلوار کے گھاٹ اتار دیا گیا۔

میرزا خاں کی شکائتیں

اب میرزا خاں کا اقتدار پہلے سے کہیں زیادہ بڑھ گیا۔ بادشاہ کے رضائی بھائی آنکس خاں اور طاہر خاں کو یہ بات ناگوار گزری اور وہ ہر وقت بادشاہ سے میرزا خاں کی شکائتیں کرنے لگے۔ میراں حسین بھی اپنے بھائیوں کی شکایتوں سے متاثر ہوا۔ کبھی وہ کہتا تھا۔ "میں میرزا خاں کو ہاتھی کے پاؤں کے نیچے کچلوا دوں گا۔ کبھی کہتا میں اسے گرفتار کر کے تلوار کے گھاٹ اتار دوں گا۔"

marfat.com

Marfat.com

میرزا کے قتل کی سازش

میرزا خاں تک بھی یہ تمام باتیں پہنچیں اور اسے معلوم ہوا کہ بادشاہ نے اس کے متعلق کن کن خیالات کا اظہار کیا ہے۔ لہٰذا اس نے اپنے اقتدار کو قائم رکھنے کے لیے میراں حسین کو معزول کرنے کا ارادہ کیا۔ بادشاہ میرزا حسین کی نیت بھانپ گیا۔ ۹۹۷ ہجری میں ۱۲ جمادی الاول کو آنکس خاں کے گھر میں ایک دعوت منعقد ہوئی جس میں بادشاہ نے شرکت کی اور میرزا خاں کو بھی مدعو کیا گیا تاکہ اس کا کام تمام کیا جاسکے۔ میرزا حسین نے بیماری کا بہانہ کیا اور دعوت میں نہ گیا۔ اس کی جگہ آقا میر شیروانی کو (جو اس کا رازدار تھا اور جسے بادشاہ بھی اپنا وفادار سمجھتا تھا) آنکس خاں کے مکان پر روانہ کیا۔

آقا شیروانی

آقا میر شیروانی جس وقت آنکس خاں کے گھر پہنچا' بادشاہ کھانے سے فارغ ہو چکا تھا۔ صاحب خانہ نے نووارد کے لیے ایک علیحدہ دسترخوان بچھوایا' آقا میر نے تھوڑا سا کھانا کھایا اور میرزا خاں کی ہدایت کے مطابق قے کرتا ہوا اٹھ کھڑا ہوا اور مکان سے باہر نکل آیا۔ میرزا خاں نے بادشاہ سے درخواست کی۔ "آقا میر شیروانی ایک عالی مرتبت شاہی امیر ہیں مناسب ہو گا اگر قلعہ احمد نگر کے باہر کسی اچھے مکان میں رہائش کی اجازت دی جائے۔ حضور کی توجہ سے یہ امیر صحت یاب ہو سکتا ہے۔ اگر بار خاطر نہ ہو تو شاہی حکیموں کو حکم دیا جائے کہ آقا میر کا علاج کریں۔

بیماری کا بہانہ

آنکس خاں کے مکان سے آکر قلعہ کے باہر بادشاہ ایک باغ میں بیٹھا ہوا تھا۔ میرزا خاں بادشاہ کے پاس آیا اور عرض کیا۔ "اس وقت آقا میر کی حالت تشویش ناک ہے۔ اگر حضور اس کی سابقہ خدمات کا خیال کرتے ہوئے عیادت کے لیے اس کے گھر تشریف لے چلیں تو یہ امر حضور کی ذرہ نوازی سے کچھ بعید نہ ہو گا۔" بادشاہ اس وقت شراب کے نشے میں تھا اس نے میرزا خاں کی درخواست قبول کر لی اور مع دو تین ملازموں کے میرزا کے ساتھ قلعے کے اندر داخل ہو گیا۔

میراں حسین کی گرفتاری

قلعے میں اس وقت جو لوگ تھے وہ تمام کے تمام میرزا خاں کے حلیف اور بہی خواہ تھے۔ میرزا نے قلعے کا دروازہ بند کر کے بادشاہ کو گرفتار کر لیا اور میر طاہر نیشاپوری کو قلعہ لہاکر کی طرف روانہ کر دیا تاکہ برہان شاہ بن حسین نظام شاہ کے بیٹے کو اپنے ساتھ لے کر آئے۔ میرزا خاں یہ چاہتا تھا کہ برہان کے بیٹوں میں سے کسی ایک کو جو سب سے زیادہ قابل اور ذہین ہو تخت نشین کیا جائے۔

شہزادہ اسمٰعیل کی تخت نشینی

میر طاہر دوسرے روز برہان کے دو بیٹوں ابراہیم اور اسمٰعیل کو لے کر احمد نگر واپس آگیا۔ میرزا نے قاسم بیگ اور محمد تقی اور دوسرے تمام غریب امراء کو جو اپنے اپنے گھروں میں مقیم تھے اور حالات سے بالکل بے خبر تھے بہ جبر شہر سے قلعہ میں طلب کیا۔ ایک مجلس منعقد کی گئی اور شہزادہ اسمٰعیل کو جو ابراہیم سے چھوٹا تھا اور جس کی عمر صرف نو سال تھی تخت نشین کیا گیا۔

جمال خاں مہدوی کا ہنگامہ

اسی اثناء میں قلعے کے باہر شور و غل کی آوازیں آنے لگیں۔ میرزا خاں نے چند اشخاص کو اس شور کا سبب دریافت کرنے کے لیے بھیجا۔ ان لوگوں نے واپس آکر بتایا۔ یک صدی منصب دار جمال خاں مہدوی مع دوسرے منصب داروں کے ساتھ قلعے کے دروازے پر کھڑا ہوا ہے اس کا کہنا ہے کہ کئی دن سے ہم نے اپنے بادشاہ میراں حسین کو نہیں دیکھا یا تو ہمیں بادشاہ کی صورت دکھائی جائے یا ہمیں

marfat.com

Marfat.com

اس کے حضور میں حاضر ہونے کی اجازت دی جائے۔

جمال خاں کی منادی

میرزا خاں نے نہایت متکبرانہ انداز سے کہا۔ "میراں حسین اس قابل نہیں ہے کہ اسے بادشاہ بنایا جائے اب ہم سب کا بادشاہ شہزادہ اسمٰعیل ہے وہ ابھی باہر آکر تم سب کا سلام قبول کرے گا۔" یہ سن کر جمال خاں بہت بگڑا اس نے سارے شہر میں منادی کرا دی کہ میرزا خاں اور دوسرے غریب امراء قلعے کے اندر جمع ہو گئے ہیں۔ ان لوگوں نے میراں حسین کو قید کر لیا ہے اور کسی دوسرے شخص کو بادشاہ بنانا چاہتے ہیں۔ ہم سب کو اپنی آزادی کی حفاظت کرنی چاہیے اور غریبوں کے اقتدار اور تسلط سے چھٹکارا پانا چاہیے۔ ورنہ یاد رکھو کہ اہل دکن کے بیوی بچے غریبوں کے لونڈی اور غلام ہو جائیں گے۔"

اہل دکن کا اشتعال

اہل دکن نے جب یہ منادی سنی تو وہ فوراً مسلح ہو گئے دکنی باشندوں کے غول کے غول قلعے کی طرف روانہ ہوئے اور تھوڑی سی دیر میں پانچ چھ ہزار افراد کا مجمع ہو گیا۔ بدمعاشوں کا ایک گروہ بھی جمال خاں کے ساتھ ہو لیا۔ تمام حبشیوں نے قلعے پر حملہ کر دیا۔

جمال خاں کا قلعے پر دھاوا

میرزا خاں کی بدقسمتی کا دور آ گیا تھا اس لیے جمال خاں پچیس ہزار افراد کو ساتھ لے کر قلعے کے پاس آیا میرزا خاں نے عاقبت نااندیشی اور نادانی سے کام لیتے ہوئے سپاہیوں کی ایک جماعت جمال خاں کے مقابلے پر بھیجی۔ میرزا نے اپنے ماموں محمد سعید اور کشور خاں کو ایک سو پچاس غریب زادوں، سات غریبوں بیس دکنیوں اور "غلام علی" نامی ایک ہاتھی کے ہمراہ جمال خاں کی مدافعت کے لیے روانہ کیا۔

معرکہ آرائی

کشور خاں اچھی طرح جانتا تھا کہ یہ مختصر سی فوج جمال خاں کے لشکر جرار کے سامنے کوئی حقیقت نہیں رکھتی، لیکن وہ مجبوراً قلعے سے باہر نکلا اور دشمن پر زبردست حملہ کیا۔ بہت سے غریب زادے مارے گئے اور پندرہ افراد زخمی ہو کر قلعے کے اندر واپس آ گئے۔ میرزا خاں نے غریبوں کو (جن پر اعتماد کرتے ہوئے اس نے سب کچھ کیا تھا) اس طرح پریشان دیکھا تو کہا۔ "دکنیوں کا یہ تمام شور شرابہ محض میراں حسین کی وجہ سے ہے لہٰذا اس کو فوراً قتل کر دینا چاہیے تاکہ یہ ہنگامہ ختم ہو جائے۔

میراں حسین کا قتل

میرزا خاں نے اسمٰعیل خاں نامی ایک غریب زادے کو اشارہ کیا، اس نے فوراً میراں حسین کا سر تن سے جدا کر دیا۔ یہ کٹا ہوا سر قلعہ کے دروازے پر برج کے اوپر لٹکا دیا گیا۔ اسمٰعیل خاں نے بلند آواز میں دکنیوں کو مخاطب کر کے کہا۔ "تم لوگوں کا شور شرابہ میراں حسین کے لیے تھا اس کا سر حاضر ہے اب تم لوگوں کو چاہیے کہ اسمٰعیل بن برہان شاہ کو اپنا بادشاہ تسلیم کر لو اور اس کی اطاعت و وفاداری کا عہد کر کے اپنے اپنے گھروں کو واپس جاؤ۔"

جمال خاں کی تقریر

بعض دکنی امراء نے واپس چلے جانے کا ارادہ کر لیا، لیکن جمال خاں نے انہیں اس ارادے سے باز رکھا اور کہا "ہمیں میراں حسین کے قتل کا انتقام لینا چاہیے اور غریب زادوں کو اس جرم کی پاداش میں تہ تیغ کرنا چاہیے۔ اسمٰعیل بن برہان کے عہد حکومت میں ہمیں باقتدار ہو کر رہنا چاہیے۔ غریبوں کا دست نگر ہو کر رہنا ہماری شان کے خلاف ہے۔"

marfat.com

Marfat.com

اہل قلعہ کے نام پیغام

دکنیوں نے جمال خاں کی رائے سے اتفاق کیا اور اسے اپنا سردار بنا کر قلعے کے محاصرے میں مصروف ہو گئے۔ جمال خاں نے عام لوگوں کی دلدہی کے واسطے اپنے چند آدمیوں کو قلعے کے دروازے کے پاس بھیجا اور اہل قلعہ کو یہ پیغام دیا۔ "عام لوگوں کو یہ رائے ہے کہ یہ سر میراں حسین کا نہیں ہے اگر تم اس سر کو زمین پر پھینک دو تو دکنی اور حبشی اسے قریب سے دیکھ کر تمہاری بات کا یقین کر لیں گے اور معرکہ آرائی کا ارادہ ترک کر کے اپنے اپنے گھروں کو واپس چلے جائیں گے۔"

تجاہل عارفانہ

میراں خاں نے بلوائیوں کی بات کا یقین کر لیا اور میراں حسین کا سر نیچے پھینک دیا۔ جمال خاں اور یاقوت خاں حبشی اچھی طرح جانتے تھے کہ یہ سر میراں حسین ہی کا ہے لیکن انہوں نے تجاہل عارفانہ سے کام لے کر کہا۔ "یہ سر میراں حسین کا نہیں ہے۔" اس کے بعد انہوں نے اس سر کو چادر میں لپیٹ کر دفن کر دیا۔

آتش زدگی

اسی دوران میں قلعے کے قریب سے ایک سو بیل گھاس اور چارے سے لدے ہوئے گزرے۔ جمال خاں کے حکم سے ان بیلوں کو گرفتار کر لیا گیا اور قلعے کے دروازے کے قریب کھڑا کر کے ان کو آگ لگا دی گئی۔ چاروں طرف آگ پھیل گئی اور قلعے کے دروازے جل کر خاک ہو گئے۔ چاروں طرف انگارے ہی انگارے تھے نہ کوئی قلعے کے اندر جا سکتا تھا اور نہ کوئی باہر آ سکتا تھا۔

میرزا خاں کا فرار

جب رات دو گھڑی کے قریب گزر گئی تو آگ کی شدت کم ہوئی۔ میرزا خان' بالی خان' امین الملک نیشاپوری اور دوسرے امراء اپنے سپاہیوں کی ایک جماعت کے ساتھ سوار ہو کر قلعے کے دروازے سے باہر نکل آئے۔ ان سب لوگوں کے ہاتھوں میں ننگی تلواریں تھیں ان میں سے بعض تو شہر ہی میں اور بعض مضافات شہر میں دکنیوں کے ہاتھوں مارے گئے۔ میرزا خاں جنیر کی طرف روانہ ہو گیا اور چند روز تک اس کا کوئی پتہ نہ چلا۔

غریبوں کا قتل

دکنی اور حبشی قلعے کے اندر داخل ہو گئے اور قتل و غارت گری کا بازار گرم کیا' ان لوگوں نے قاسم بیگ' سید شریف گیلانی' اعتماد شوستری اور خواجہ عبدالسلام کے علاوہ باقی تمام غریبوں کو تلوار کے گھاٹ اتار دیا۔ تقریباً تین سو کے قریب مارے گئے ان میں میرزا محمد تقی نظیری' میرزا محمد صادق' میر عزیز الدین استر آبادی اور ملا نجم الدین شوستری جیسے یگانہ روزگار اور بے مثل اشخاص بھی تھے۔ میرزا صادق ذکی و فہیم انسان تھا وہ اعلیٰ درجے کا منشی اور شاعر تھا۔

لاشوں کی بے حرمتی

جب صبح ہوئی تو چاروں طرف غریبوں کی لاشیں ہی لاشیں نظر آتی تھیں۔ جمال خاں نے حکم دیا کہ ان لاشوں کو جنگل میں پھینک دیا جائے اور اگر ان کے وارث تجہیز و تکفین کرنا چاہیں تو انہیں منع کر دیا جائے۔ جمال خاں نے میراں حسین کو باغ روضہ میں دفن کر کے اسمٰعیل شاہ کو تخت پر بٹھایا اور ایک بار پھر غریبوں کو قتل کرنے اور ان کے مکانات کو لوٹنے اور جلانے کا حکم دیا۔

غریبوں پر مزید مظالم

دکنیوں اور حبشیوں نے خوب جی کھول کر غریبوں پر مظالم ڈھائے۔ ان کو بڑی ذلت و رسوائی کے ساتھ قتل کیا اور ان کے اہل و عیال

marfat.com

Marfat.com

کی آبروریزی کی' ان کے مکانات کو نذر آتش کیا گیا' معززین کو مجرموں کی طرح سزائیں دی گئیں۔ الغرض ظلم و ستم کا کوئی ایسا انداز نہ تھا جسے ان بے چاروں پر آزمایا نہ گیا ہو۔

میرزا خاں کی گرفتاری اور قتل

اس حادثے کے چوتھے روز میرزا خاں کو جنیر کے قریب گرفتار کر لیا گیا۔ جمال خاں کے حکم کے مطابق پہلے تو اسے گدھے پر سوار کر کے چاروں طرف گھمایا گیا اور بعد میں اس کے جسم کو ٹکڑے ٹکڑے کر دیا گیا۔

جمشید خاں شیرازی وغیرہ کا قتل

جمشید خاں شیرازی اس کے بھائیوں سید حسین اور سید محمد اور اس کے بیٹے سید مرتضیٰ کو بھی مجرم گردانا گیا۔ ان پر یہ جرم لگایا گیا کہ وہ میرزا خاں کے بہی خواہ تھے۔ اس جرم کی پاداش میں انہیں سزائے موت دی گئی اور ان کی لاشوں کو توپ کے منہ پر رکھ کر اڑا دیا گیا۔

مصیبت کا خاتمہ

تقریباً ایک ہفتے تک شہر اور قصبوں میں غریبوں کو قتل کیا گیا ایک ہزار کے قریب غربا قتل ہوئے اور ان کا تمام مال و اسباب لوٹ لیا گیا اسی دوران میں فرہاد خان حبشی اپنی جاگیر سے واپس احمد نگر آیا اس نے لچوں' لفنگوں اور بدمعاشوں وغیرہ کی سرزنش کر کے اس فتنے کا دروازہ بند کر دیا اور اس طرح ان غریبوں نے جو اپنے دکنی اور حبشی دوستوں کے گھروں میں چھپے ہوئے تھے مصیبت سے نجات پائی۔

میراں حسین کی مدت حکومت

میراں حسین کی مدت حکومت دو ماہ تین دن ہے۔ تاریخی کتابوں میں لکھا ہوا ہے کہ شیرویہ نے اپنے باپ پرویز کو ہلاک کیا لیکن وہ خود بھی ایک سال کے اندر ہی اندر مارا گیا۔ اسی طرح عباسی خلیفہ مستنصر باللہ نے اپنے باپ متوکل باللہ کو قتل کرنے میں ترکوں کا ساتھ دیا اور خود سال بھر بھی تخت پر نہ بیٹھا۔

برا انجام

میرزا عبداللطیف بن میرزا الغ بیگ بن میرزا شاہ رخ بن امیر تیمور نے بھی اپنے باپ کو دھوکا دیا اور الغ بیگ جیسے فاضل دانش مند اور یگانہ عصر کو تلوار کے گھاٹ اتارا مگر اس کا اپنا حشر بھی کچھ اچھا نہ ہوا۔ اور وہ چھ ماہ کی قلیل مدت تک بھی حکمرانی نہ کر سکا۔ بالکل ایسا ہی واقعہ میراں حسین کے ساتھ پیش آیا۔ اوپر کی مثالوں سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ جس نے اپنے باپ کی جان لے کر حکومت حاصل کی' اس کی اپنی جان پر بھی بن گئی۔ میراں حسین نے اپنے باپ مرتضیٰ نظام شاہ کو قتل کیا اور خود ایک سال تک بھی حکومت نہ کر سکا اور مارا گیا۔

marfat.com

Marfat.com

اسمٰعیل نظام شاہ بن برہان نظام شاہ

برہان نظام شاہ اور اس کے بیٹے

مرتضیٰ نظام شاہ کے حالات میں بیان کیا جا چکا ہے کہ برہان شاہ بن حسین نظام شاہ "کھاکر" کے قلعے میں قید تھا۔ اس نے اس خیال سے کہ مرتضیٰ نظام شاہ کا انتقال ہو گیا ہے یا وہ پاگل ہو گیا ہے۔ احمد نگر پر لشکر کشی کی' لیکن وہ شکست کھا کر شہنشاہ اکبر کے پاس چلا گیا۔ برہان کے دو بیٹے تھے' ابراہیم اور اسمٰعیل ابراہیم یہ ایک حبشی عورت کے بطن سے تھا اسی وجہ سے اس کا رنگ کالا اور صورت غیر دلکش تھی اسمٰعیل کی ماں کوکن کے امیر کی بیٹی تھی اور وہ صورت و شکل کے لحاظ سے بھائی کے برعکس تھا اس کی شکل کافی جاذب توجہ تھی۔ صلابت خاں نے ان دونوں بھائیوں کو "کھاکر" کے قلعے میں قید کر دیا تھا۔

اسمٰعیل کی تخت نشینی

جب میرزا خاں نے میراں حسین کو معزول کیا اس وقت نظام شاہی خاندان میں ابراہیم اور اسمٰعیل کے علاوہ کوئی وارث تاج و تخت موجود نہ تھا۔ میرزا خاں نے قلعہ "کھاکر" سے ان ملازموں کو طلب کیا' اگرچہ ابراہیم بڑا تھا لیکن میرزا خاں نے بادشاہت کے لیے اسمٰعیل کو موزوں پایا اور اسی کے نام کا خطبہ و سکہ جاری کر دیا۔

مہدوی مذہب اور اسمٰعیل

جمال خاں جب برسراقتدار آیا تو اس نے بھی اسمٰعیل شاہ کی بادشاہت کو تسلیم کیا۔ جمال خاں کا تعلق مہدوی فرقے سے تھا اس نے بادشاہ کی کمسنی اور نو عمری سے فائدہ اٹھا کر اسے اپنا ہم عقیدہ بنا لیا اور بارہ اماموں کے نام خطبے سے نکال دیئے۔ قارئین اچھی طرح جانتے ہیں کہ مہدویہ فرقہ سید محمد جونپوری سے نسبت رکھتا ہے جنھوں نے ۹۶۰ھ میں اپنے مہدی ہونے کا دعویٰ کیا تھا۔ سید صاحب میں حضرت امام مہدی آخر الزماں کی چند خصوصیات پائی جاتی تھیں اس وجہ سے اکثر لوگ ان کے دعویٰ پر یقین لے آئے۔ سید صاحب کے حالات زندگی مشہور و معروف ہیں اس لیے راقم الحروف مورخ فرشتہ ان سے قطع نظر اصل موضوع کی طرف رجوع کرتا ہے۔

مہدویوں کی جاں نثاری

اسمٰعیل شاہ کے عہد حکومت میں سارے ہندوستان سے مہدوی فرقہ کے لوگ احمد نگر چلے آئے اور بادشاہ کے گرد جمع ہو گئے۔ یہ لوگ اسمٰعیل کے بڑے وفادار اور جاں نثار تھے اور اسے اپنے فرقے کا خلیفہ سمجھتے تھے۔ اسمٰعیل کی حکومت کے ابتدائی دنوں میں صلابت خاں نے جو برار کی سرحد پر مقید تھا۔ میراں حسین کے قتل کی خبر سنی اور رہائی حاصل کر کے وہاں سے نکل پڑا۔

صلابت خاں اور دلاور خاں کا عزم احمد نگر

برار کے امیر مہدوی فرقہ کے اقتدار کی وجہ سے بہت ناخوش تھے۔ ان امیروں نے صلابت خاں کا ساتھ دیا اور اس کے ہمراہ احمد نگر روانہ ہو گئے۔ دوسری طرف دلاور خاں نے بھی ابراہیم عادل شاہ سے اجازت لے کر احمد نگر کو فتح کرنے کا ارادہ کیا اور بیجاپور سے روانہ ہو گیا۔ جمال خاں نے اپنے فرقے کے لوگوں کی قوت پر بھروسہ کر کے صلابت خاں اور دلاور خاں دونوں کا مقابلہ کرنے کا ارادہ کیا۔

صلابت خاں اور جمال خاں میں جنگ

جمال خاں پہلے تو بادشاہ کو ہمراہ لے کر صلابت خان کے مقابلے کے لیے نکلا۔ پٹن کے قریب فریقین کا آمنا سامنا ہوا۔ بہت زبردست

marfat.com
Marfat.com

جنگ ہوئی جس کے نتیجے میں جمال خاں کو فتح ہوئی۔ صلابت خاں شکست کھا کر برہان پور اسیر کی طرف بھاگ گیا۔

عادل شاہیوں سے صلح

اس کے بعد جمال خاں نے عادل شاہی لشکر کے مقابلے کا ارادہ کیا' قصبہ آشٹی کے قریب فریقین ایک دوسرے کے مقابل ہوئے پندرہ روز تک دونوں فوجیں آمنے سامنے کھڑی رہیں' لیکن جنگ کی ابتداء کسی کی طرف سے نہ ہوئی بالآخر کچھ لوگ بیچ میں پڑے اور صلح ہو گئی اور یہ طے پایا کہ جمال خاں میراں حسین کی پالکی اور ستر ہزار ہون عادل شاہیوں کے سپرد کر دے۔ جمال خاں نے یہ شرط پوری کر دی اور احمد نگر روانہ ہو گیا۔

غریبوں کا خروج

جمال خاں نے عید الفطر کے دن تقریباً تین سو (۳۰۰) غریبوں کو (جو فرہاد خاں کی کوششوں سے ابھی تک بچے ہوئے تھے) احمد نگر سے نکال دیا اور یہ بیچارے بیجاپور کی طرف روانہ ہو گئے۔ ان خستہ حالوں کی کیفیت دلاور خاں نے ابراہیم عادل سے بیان کی اور اس نے انہیں شاہی ملازمین کے گروہ میں شامل کر لیا۔ اب تک یہ سب بیچارے بیجاپور ہی میں ہیں۔

مورخ فرشتہ بیجاپور میں

راقم الحروف مورخ فرشتہ بھی غریبوں کے گروہ کے ساتھ ۱۹ صفر ۹۹۸ھ کو احمد نگر سے بیجاپور آ گیا۔ دلاور کے توسط سے بادشاہ کی قدم بوسی کا شرف حاصل ہوا اور مجھے شاہی ملازمین میں داخل کر لیا گیا۔ تاحال اسی عالی مرتبت بادشاہ کی بارگاہ سے وابستہ ہوں۔

صلابت خاں کا انتقال

اسی زمانے میں صلابت خاں کی عمر ستر سال ہو چکی تھی وہ زندگی کی آخری منزل پر تھا اس صورت حال کو مد نظر رکھتے ہوئے اسمٰعیل نظام شاہ سے اس نے جمال خاں کے واسطے ایک قول نامہ حاصل کیا اور برہان پور اسیر سے احمد نگر آ گیا۔ صلابت خاں نے کوئی منصب قبول نہ کیا اور اپنے آباد کیے ہوئے قصبے پنکاپور میں قیام پذیر ہوا اور آخری وقت تک وہیں رہا۔ اسی سال یعنی ۹۹۸ ہجری میں اس نے داعیٔ اجل کو لبیک کہا اور خود اپنے تعمیر کردہ مزار میں مدفون ہوا۔ صلابت خاں کی یادگار اس کا لڑکا مرتضیٰ قلی موجود ہے جو آج کل مرتضیٰ شاہ بن شاہ علی کی بارگاہ میں ملازم ہے۔

برہان شاہ کو اکبر کا مشورہ

جب اکبر بادشاہ نے اسمٰعیل نظام شاہ کی تخت نشینی کی خبر سنی تو اس نے برہان شاہ کو اس کی جاگیر ملک نیگش سے (جو کابل اور سندھ کے درمیان واقع ہے) اپنے پاس بلوایا اور کہا۔ "(احمد نگر کے حقیقی وارث تمہیں ہو' اس لیے میں یہ ملک تم کو عطا کرتا ہوں۔ اس ملک کو فتح کرنے کے لیے جتنا لشکر بھی درکار ہو اپنے ساتھ لے کر روانہ ہو جاؤ اور اپنے بیٹے کو معزول کر کے عنان حکومت خود اپنے ہاتھ میں لے لو)"۔

برہان شاہ کو جواب

برہان نے بادشاہ سے کہا۔ "اہل دکن جب شاہی لشکر کو میرے ساتھ دیکھیں گے تو وہ طرح طرح کے توہمات میں مبتلا ہو جائیں گے اور میرے ساتھ بری طرح پیش آئیں گے۔ اگر حضور کا حکم ہو تو میں اکیلا ہی دکن کی طرف جاؤں اور نرمی اور ملائمت سے اہل دکن کو اپنا بھی خواہ بنا کر اپنے موروثی ملک پر قبضہ کروں۔ بادشاہ نے برہان کی اس رائے کو پسند کیا۔

marfat.com

Marfat.com

دکن کو روانگی

اکبر بادشاہ نے پرگنہ ہنڈیا برہان شاہ کو بطور جاگیر کے عنایت کی' حاکم اسیر راجہ علی خاں کے نام اس مضمون کا ایک فرمان بھیجا کہ برہان شاہ کی مدد میں کوتاہی نہ کی جائے۔ برہان شاہ سفر کی منزلیں طے کرتا ہوا دکن کی سرحد پر پہنچا اور قصبہ ہنڈیا میں قیام پذیر ہوا۔ اس نے نظام شاہی علاقے کے زمینداروں اور سرداروں کو قول نامے روانہ کیے اور انہیں اپنی اطاعت کی ترغیب دی۔ ان زمین داروں نے برہان شاہ کی آمد پر خوشی کا اظہار کیا اور اس کے ساتھ دینے کا وعدہ کیا۔

برہان شاہ اور جہانگیر خاں حبشی کا معرکہ

برہان شاہ نے گنتی کے چند سوار ساتھ لیے اور کندوانہ کے راستے سے برار میں داخل ہو گیا۔ جہانگیر خاں حبشی (جو ایک سرحدی امیر تھا) نے وعدہ خلافی کی اور لڑائی کا ارادہ کیا فریقین ایک دوسرے سے معرکہ آراء ہوئے برہان شاہ کو شکست ہوئی' چغتائی خاں نامی ایک امیر مارا گیا' برہان شاہ بحال تباہ واپس ہنڈیا آ گیا۔

فراہمی لشکر

برہان شاہ دن رات احمد نگر پر قبضہ کرنے کے بارے میں سوچتا رہتا تھا۔ آخر کار یہ وقت آیا کہ راجہ علی خاں اور ابراہیم عادل شاہ اس کی مدد کے لیے تیار ہو گئے۔ برہان ہنڈیا سے برار چلا گیا اور لشکر جمع کرنے لگا۔ جمال خاں کو جب اطلاع ملی تو اس نے دس ہزار مہدویوں کو جمع کر کے ان سے مشورہ کیا۔

مہدویوں کا فیصلہ

مہدویوں نے یہ طے کیا کہ سید امجد الملک مہدوی براری امیروں کو ساتھ لے کر برہان اور راجہ علی خاں کا مقابلہ کرے اور جمال خاں عادل شاہیوں کے سامنے آئے۔ اس فیصلے کے مطابق جمال خاں نے اسمٰعیل شاہ کو ساتھ لیا اور عادل شاہ کو مقابلہ کرنے کے لیے روانہ ہوا۔

عادل شاہی لشکر کو شکست

دارے سنگ نامی قصبے میں فریقین کا آمنا سامنا ہوا۔ مہدویوں نے شجاعت و بہادری کا بڑا شاندار مظاہرہ کیا۔ عادل شاہی لشکر کو شکست ہوئی اور جمال خاں نے تین سو عادل شاہی ہاتھیوں کو اپنے قبضے میں کیا۔

جمال خاں کی برار کو روانگی

اس واقعے کے چوتھے روز یہ اطلاع ملی کہ عادل شاہ اور راجہ علی خاں کی کوششوں سے براری امیروں نے برہان شاہ کی اطاعت کر لی ہے۔ اور سرحد پر اس سے ملاقات کی یہ خبر سنتے ہی جمال خاں بڑے تزک و احتشام کے ساتھ برار کی طرف روانہ ہو گیا۔

عادل شاہ کی کارروائی

راجہ علی خاں کے مشورے کے مطابق عادل شاہ نے جمال خاں کا تعاقب کیا اور برگی امیروں کو یہ حکم دیا کہ نظام شاہی لشکر پر چاروں طرف سے چھاپے مارے جائیں اور غلہ اور سامان ضرورت اس کے پاس نہ پہنچنے دیا جائے۔ اس کے حکم کی تعمیل کی گئی تو جمال خاں کے بہت سے ساتھی اس سے علیحدہ ہو کر برہان سے مل گئے۔

مہدوی لشکر کی پریشانی

جمال خاں اپنے مہدوی جان نثاروں کی وفاداری اور خلوص پر اعتماد کر کے بڑی شان و شوکت کے ساتھ راستہ طے کرتا ہوا رو نہگیر گھاٹ پر پہنچا۔ برہان شاہ کے آدمیوں نے گھاٹ کا راستہ مسدود کر رکھا تھا۔ جمال شاہ ایک دوسرے راستے سے جو بہت ہی مشکل اور

marfat.com

Marfat.com

پیچیدہ تھا۔ برہان شاہ کی طرف بڑھا اس راستے میں پانی بہت کم تھا اور ہوا انتہائی گرم تھی اس وجہ سے جمال خاں کے سپاہیوں کو بہت تکلیف کا سامنا کرنا پڑا اور منزل کے تعین میں خاصی زحمت اٹھانا پڑی۔

پانی کی نایابی

اسی اثناء میں یہ معلوم ہوا کہ تین کوس کے فاصلے پر ایک جگہ ہے جہاں پانی بکثرت ہے۔ جمال خاں فوراً اس مقام کی طرف روانہ ہوا' لیکن اس کے پہنچنے سے پہلے ہی برہان شاہ اور علی خاں نے اس مقام کو اپنے قبضے میں کر لیا۔ جمال خاں کے لشکریوں کی حالت بہت خراب ہو گئی اور انہوں نے راستے کے ایک جنگل میں قیام کیا۔

پانی کی فراہمی

یہ سپاہی پانی کی تلاش میں ادھر ادھر دوڑنے لگے ان کو اطلاع ملی کہ قریب ہی ایک نخلستان ہے اور وہاں پانی بکثرت ہے یہ لوگ بھاگے بھاگے وہاں گئے تھوڑا سا پانی ہاتھ لگا جو جانوروں اور انسانوں کی پیاس بجھانے کے کام آیا۔

فریقین کا آمنا سامنا

جمال خاں نے اسی دن معرکہ کارزار گرم کر کے معاملے کو ختم کرنے کا ارادہ کیا۔ اس نے اپنے لشکر کو مرتب و منظم کیا اور برہان شاہ اور راجہ علی خاں کے مقابلے کے لیے ۱۳ رجب ۹۹۹ ہجری کو روانہ ہو گیا۔ اگرچہ فریقین کی فوجوں میں کافی فاصلہ حائل تھا لیکن مہدویوں نے کسی نہ کسی طرح یہ فاصلہ طے کر ہی لیا۔ جمال خاں اپنے ہم عقیدہ بھائیوں کی قوت پر نازاں ہو کر دشمن کے مقابلے پر آگیا۔

اسمٰعیل نظام کا فرار

دونوں لشکروں میں زبردست لڑائی ہوئی۔ مہدویوں کی فوج نے بڑی بہادری کا مظاہرہ کیا اور دشمن کو پسپا کر دیا' قریب تھا کہ مہدویوں کو فتح حاصل ہوتی کہ اچانک ایک گولی جمال خاں کے ماتھے پر لگی اور وہ گھوڑے سے گر پڑا۔ یہ صورت حال دیکھ کر یاقوت خاں' خداوند خاں حبشی اور خواجہ میر سہیل نے میدان جنگ میں ٹھہرنا مناسب نہ سمجھا اور اسمٰعیل نظام کو لے کر بھاگ گئے۔

برہان نظام شاہ کی فتح

برہان شاہ نے فراریوں کا تعاقب کیا' یاقوت خاں اور خداوند خاں حبشی کو اس نے گرفتار کر لیا اور ان دونوں کے سر تن سے جدا کر دیئے' سہیل خواجہ سرا نے اسمٰعیل نظام کو ایک قصبے میں چھوڑا اور خود بیجاپور کی طرف بھاگ گیا۔ برہان شاہ کے امراء نے سہیل کا پیچھا چھوڑ دیا اور اسمٰعیل نظام کو اس کے باپ کے پاس لے آئے۔ برہان شاہ بہت ہی خوش ہوا اور اس نے راجہ علی خاں کو جس نے اس کی بہت مدد کی تھی چند ہاتھی بطور تحفہ نذر کیے۔ اس کے بعد برہان احمد نگر کی طرف روانہ ہو گیا۔ اسمٰعیل شاہ نے دو سال تک حکمرانی کی۔

marfat.com

Marfat.com

برہان نظام شاہ بن حسین نظام شاہ

ایام اسیری

برہان نظام شاہ اپنے بھائی نظام مرتضیٰ کے عہد حکومت میں "لہاکر" میں قید تھا۔ اس کی جاگیر بہت تھی اس وجہ سے اس کی زندگی بڑی اچھی طرح گزرتی رہی۔ مرتضیٰ نظام کے زمانے میں صاحب خاں کی بے اعتدالیوں کی وجہ سے تمام امراء اور سرداران لشکر بادشاہ سے بہت ناخوش تھے۔ جب مرتضیٰ، صاحب خاں کے پیچھے پیچھے بیدر روانہ ہوا تو امراء نے موقع پاکر برہان شاہ کو لکھا۔ "آپ کا بھائی بالکل دیوانہ ہے اور وہ بادشاہت کے قابل نہیں رہا اگر آپ قلعے سے نکل کر یہاں آئیں تو ہم سب آپ کا ساتھ دیں گے اور آپ کا ہر طرح سے ساتھ دیں گے اور آپ کی اطاعت کریں گے۔"

برہان نظام شاہ احمد نگر میں

برہان شاہ نے قلعے کے حاکم سے ساز باز کی اور باہر نکل آیا جب وہ جنیر کے قریب پہنچا تو اس کے گرد پانچ چھ ہزار سپاہی جمع ہو گئے اس کے سر پر چتر شاہی سایہ فگن کیا گیا۔ مرتضیٰ نظام کو اس واقعے کی جب اطلاع ملی تو وہ بیدر میں تھا، فوراً احمد نگر کی طرف روانہ ہو گیا۔ مرتضیٰ نظام کی آمد سے ایک روز قبل برہان شاہ احمد نگر پہنچ گیا۔ اسی روز عصر کے وقت اس نے ہاتھی پر سوار ہو کر سارے شہر کا چکر لگایا تاکہ لوگ یہ سمجھ لیں کہ مرتضیٰ نظام زندہ نہیں ہے۔

مرتضیٰ نظام کی آمد

مرتضیٰ نظام بھی سفر کی منزلیں طے کرتا ہوا احمد نگر پہنچا۔ نعمت خاں چاشنی گیر کے بازار میں پہنچ کر زین خاں سمنانی دوا فروش کی دکان پر اپنا ہاتھی کھڑا کیا اور دکان دار سے پوچھا۔ "تمہاری دکان پر کیا کیا اشیاء موجود ہیں؟" بادشاہ نے استفسار کیا، کیا تمہارے پاس دیوانگی و جنون کے دور کرنے کی بھی کوئی دوا ہے؟ اس کے جواب میں دوا فروش بولا۔ "میرے پاس ہر طرح کے جلاب کی دوائیں موجود ہیں۔"

دوا فروش سے گفتگو

اس پر بادشاہ نے کہا۔ "خدا ہی جانتا ہے کہ میں مجنون و دیوانہ ہوں یا فقیروں کی طرح خلوت گزیں ہو کر حکمرانی کرنے کا خواہاں ہوں یا میرے بھائی کا دماغی توازن بگڑ گیا ہے جو اس نے اپنے آپ کو اس مصیبت میں گرفتار کر لیا ہے" زین خاں نے کہا۔ "حضور بڑے اطمینان کے ساتھ تخت سلطنت پر جلوہ افروز ہیں۔ برہان شاہ پاگل ہے کہ جس نے نمک حرامی کر کے آپ جیسے مہربان اور سراپا لطف و کرم بھائی کے خلاف یہ ناشائستہ حرکت کی ہے۔ مرتضیٰ نظام دوا فروش کی گفتگو سے بہت خوش ہوا اور اسے ایک ہزار ہون انعام میں دے کر وہاں سے روانہ ہوا۔

برہان نظام شاہ سے اس کے ساتھیوں کی علیحدگی

مرتضیٰ نظام شاہ پورے آٹھ برس کے بعد رعایا کے سامنے آیا تھا اس نے اپنے اکثر و بیشتر ملازموں اور خدمت گزاروں کو پہچانا اور ان سے بات چیت کی وہ شہر کے مختلف بازاروں کا چکر لگاتا ہوا قلعے میں آ گیا۔ دوسرے دن برہان شاہ باغ ہشت بہشت میں مقیم ہوا۔ مرتضیٰ نظام کی خبر سارے شہر میں جنگل کی آگ کی طرح پھیل گئی اس لیے برہان شاہ کے اکثر ساتھی اس سے علیحدہ ہو گئے۔

marfat.com

Marfat.com

جنگ میں برہان نظام شاہ کو شکست اور فرار

دوسرے دن بھی مرتضیٰ نظام شاہ ہاتھی پر سوار ہو کر قلعے سے باہر میدان میں آیا۔ تقریباً دس ہزار سوار اس کے چتر کے نیچے جمع ہو گئے۔ بادشاہ خود تو "کالا چبوترہ" کے قریب کھڑا ہوا اور صلابت خاں کو سپہ سالار مقرر کر کے توپ خانے اور ہاتھیوں کے ہمراہ برہان شاہ کے مقابلے میں روانہ کیا۔ باغ ہشت بہشت کے قریب زبردست جنگ ہوئی اور برہان شاہ شکست کھا کر بیجاپور کی طرف بھاگ گیا۔

برہان نظام شاہ کی احمد نگر میں دوبارہ آمد

دو سال کے بعد برہان شاہ اپنے بعض امیروں کی درخواست پر درویشانہ لباس میں احمد نگر آیا۔ اس نے اپنے ساتھیوں کے ساتھ مل کر طے کیا کہ فلاں روز جب کہ صلابت خاں دیوان خانے میں بیٹھا ہوا ملکی معاملات کا فیصلہ کر رہا ہو تو پانچ سو (۵۰۰) سوار ایک دم اس پر حملہ کر کے اس کا کام تمام کر ڈالیں۔ اور مرتضیٰ نظام شاہ کو جو پاگل ہو گیا ہے قتل کر کے برہان شاہ کی حکومت کا اعلان کر دیں۔"

واپسی

صلابت خاں پر ان کی سازش کا راز کھل گیا ان تمام سازشیوں کو گرفتار کر کے تلوار کے گھاٹ اتار دیا۔ اس کے بعد صلابت خاں نے برہان شاہ کو ڈھونڈھنا شروع کیا مگر وہ اس کے ہاتھ نہ آیا کیونکہ برہان فقیرانہ لباس میں ادھر ادھر گھومتا تھا اور اس عالم میں اسے پہچاننا بہت مشکل تھا۔ احمد نگر سے وہ گجرات چلا گیا اور قطب الدین محمد خاں غزنوی کے ہاں قیام پذیر ہوا اس کے کچھ دنوں بعد وہ اکبر بادشاہ کی خدمت میں پہنچ گیا۔

برہان----اکبر بادشاہ کی خدمت میں

برہان شروع میں سرحدی امیر تھا' لیکن بعد میں جب اسے خاں اعظم کوکہ کے ساتھ دکن روانہ کیا گیا تو اسے ایک ہزاری منصب دار بنا دیا گیا تھا۔ خاں اعظم نے بالاپور پہنچ کر تباہی و بربادی کا بازار گرم کیا' لیکن مقصد پھر بھی پورا نہ ہوا اور وہ نامراد واپس آیا۔ بعد میں اکبر بادشاہ نے برہان شاہ کو صادق محمد خاں کے ساتھ دریائے سندھ اور کابل کے درمیانی علاقے کے افغانوں کی سرزنش کے لیے روانہ کیا اور قصبہ بنگش کا جاگیردار مقرر کیا۔

دکن کو واپسی اور حکمرانی

برہان شاہ کا بیٹا جب احمد نگر کا حکمران ہوا تو اکبر بادشاہ نے برہان کو بنگش سے بلا کر دکن کی طرف روانہ کیا' جیسا کہ سطور بالا میں تفصیل سے بیان کیا جا چکا ہے۔ وہ اپنی عمر کے آخری حصے میں احمد نگر کے تاج و تخت کا مالک بن گیا۔

مہدوی مذہب کی بیخ کنی

برہان شاہ کے بیٹے کے عہد میں مہدوی مذہب نے بہت زور پکڑا تھا' سارے ملک میں اس مذہب کے پرستار موجود تھے' لیکن برہان نے اس عقیدے کو بالکل نیست و نابود کر دیا۔ اس نے حکم دیا کہ مہدوی مذہب کے ماننے والے جہاں کہیں بھی نظر آئیں انہیں تلوار کے گھاٹ اتار دیا جائے۔ اس اقدام کا یہ نتیجہ نکلا کہ کچھ عرصے میں یہ مذہب احمد نگر سے بالکل ختم ہو گیا۔

شیعہ مذہب کا رواج

برہان شاہ نے حسب سابق شیعہ مذہب کو رواج دیا اور اماموں کے اسمائے گرامی خطبے میں داخل کیے گئے۔ وہ غریب امراء جو میرزا خاں کی وجہ سے ملک سے فرار ہو گئے تھے دوبارہ احمد نگر آ گئے۔ اور یہ شہر ایک دفعہ اہل کمال کا مرکز بن گیا۔

marfat.com

Marfat.com

عادل شاہ کا پیغام

دلاور حبشی جو عادل شاہ کے خوف کی وجہ سے احمد آباد بیدر چلا گیا تھا۔ برہان شاہ کی خدمت میں حاضر ہوا اور اسے منصب و جاگیر سے سرفراز کیا گیا۔ عادل شاہ کو جب اس کی اطلاع ہوئی تو بہت آرزدہ ہوا اس نے برہان نظام شاہ کو پیغام بھیجا۔ "دوستانہ مراسم کا یہ تقاضہ ہے کہ آپ دوست دشمن میں امتیاز کریں اور میرے دوستوں کو اپنا دوست اور میرے دشمنوں کو اپنا دشمن سمجھیں' آپ ہر معاملے میں میرا ساتھ دیں تاکہ باہمی رفاقت اور زیادہ مستحکم ہو۔ مجھے انتہائی تعجب ہے کہ جناب والا نے میرے ایک نمک حرام ملازم کو آپ نے نہ صرف منصب و جاگیر ہی بخشی بلکہ اسے ایک ممتاز عہدہ پر تعین بھی کیا ہے۔ مجھے امید ہے کہ آپ ان تعلقات کا خیال رکھیں گے جو میرے اور آپ کے درمیان چلے آ رہے ہیں اور کوئی ایسا قدم نہ اٹھائے گے جو میری دل شکنی کا باعث ہو۔

پیغام کا نازیبا جواب

یہ پیغام سن کر برہان شاہ بہت غصے میں آیا اسے واقعی دوست اور دشمن میں امتیاز نہ رہا اور اس پیغام کے جواب میں نازیبا اور سخت باتیں کیں۔ یہ جواب پا کر عادل شاہ بھی محتاط ہو گیا اور برہان شاہ کی دشمنی پر کمر باندھ لی۔

ہاتھیوں کی واپسی کا مطالبہ

عادل شاہ نے ملا عنایت اللہ جہری کو احمد نگر بھیجا اور برہان شاہ کو پیغام دیا۔ وہ تین سو (۳۰۰) ہاتھی جو دلاور خاں کی ناتجربہ کاری اور حماقت کی وجہ سے آپ نے قبضے میں کر رکھے ہیں واپس کر دیجئے۔ اگر آپ نے اس سلسلے میں تاخیر کی تو آپ کو زبردست نقصان اٹھانا پڑے گا۔

عادل شاہی علاقے پر لشکر کشی

برہان شاہ کو جب یہ پیغام ملا تو وہ اور زیادہ غصے میں آیا اور اس نے فوراً لشکر کی فراہمی کا حکم دیا اور اپنے امیروں کو ساتھ لے کر عادل شاہی علاقے میں داخل ہو گیا۔ عادل شاہ برہان کو ایک ذرہ بے مقدار سے زیادہ نہ سمجھتا تھا لہٰذا اس نے اسے کوئی اہمیت نہ دی اور بیجاپور ہی میں مقیم رہا۔ برہان نے دریائے بیورہ کے کنارے منگسرہ نامی مقام پر قیام کیا۔ دلاور خان اور دوسرے امراء کے مشورے سے اس نے فی الحال آگے قدم بڑھانا مناسب نہ سمجھا۔

بلند عزائم

برہان شاہ نے یہ ارادہ کیا کہ دریائے بیور کے پار ایک قلعہ تعمیر کروائے اور اس مقام تک تمام عادل شاہی علاقہ اپنے قبضے میں کر کے نو تعمیر شدہ قلعے کو سرحد قرار دے اور بعد ازاں رفتہ رفتہ شولاپور اور شاہ ورک پر بھی قبضہ کرے۔

نئے قلعے کی تعمیر کا کام

گرمیوں کا زمانہ تھا برہان شاہ نے تجربہ کار معماروں اور کاریگروں کو دریائے بیورہ (جو ان دنوں پایاب تھا) کے پار اتارا اور ایک ایسی جگہ پر قلعے کی تعمیر کا کام شروع کروایا' جہاں پرانے زمانے میں ایک قلعہ موجود تھا' لیکن اب امتداد زمانہ کے ہاتھوں مسمار ہو چکا تھا۔ اس کے کھنڈرات ابھی تک باقی تھے' شاہی معماروں نے بڑی مستعدی سے کام شروع کیا اور قلعے کو جلد از جلد تیار کرنے کی کوشش کرنے لگے۔

برسات کا موسم

عادل شاہ نے مصلحتاً بیجاپور سے کوئی فوج نظام شاہی لشکر کی سرکوبی کے لیے روانہ نہ کی لہٰذا یہ لوگ بڑے اطمینان کے ساتھ قلعے کی

marfat.com

Marfat.com

تعمیر میں مصروف رہے۔ کچھ دنوں بعد برسات کا موسم آگیا اور یہ اندیشہ پیدا ہوا کہ کہیں دریا کا پانی چڑھ کر قلعے اور لشکر کے درمیان حائل نہ ہو جائے اور اس سے فائدہ اٹھا کر عادل شاہی فوج قلعے پر قبضہ نہ کر لے۔ برہان شاہ نے نامکمل قلعے پر دروازے لگائے اور حصار کو توپوں وغیرہ سے مستحکم کیا اور برسات کے دوران قلعے کو مکمل کرنے کا ارادہ کر لیا۔

دلاور خاں کی خام خیالی

اسی اثناء میں دلاور خاں نے سوچا جب تک میرے جیسا فہیم اور دانش مند امیر بیجاپور میں نہ پہنچے گا عادل شاہ کو نظام شاہیوں کے ہنگامے سے نجات نہ ملے گی۔ اس خیال کے پیش نظر دلاور خاں نے عادل شاہ سے قول نامے کی درخواست کی تاکہ پورے اطمینان کے ساتھ وہ بیجاپور جائے اور پہلے کی طرح سیاہ و سفید کا مالک ہو جائے۔

دلاور کی بیجاپور کو روانگی

عادل شاہ تو یہی چاہتا تھا کہ کسی نہ کسی طرح دلاور خاں اس کے ہاتھ لگ جائے لہٰذا اس نے فوراً قولنامہ روانہ کر دیا۔ برہان شاہ نے دلاور کو بہت روکا مدلل انداز سے سمجھایا مگر وہ نہ مانا اور بیجاپور روانہ ہو گیا۔

عادل شاہی لشکر کی روانگی

دلاور خاں یونہی بیجاپور پہنچا اسے گرفتار کر کے ایک قلعے میں نظربند کر دیا گیا۔ اس کے بعد ابراہیم عادل شاہ نے دشمن کی طرف توجہ کی اور رومی خاں اور الیاس خاں جیسے نامی گرامی امیروں کو نظام شاہ کا مقابلہ کرنے کے لیے روانہ کیا۔ ان امیروں نے قلعہ کی طرف کوئی توجہ نہ دی اور برکی امراء کو پانچ چھ ہزار کے لشکر کے ساتھ دریا کے پار اتارا۔ اور حکم دیا کہ تباہی و بربادی کا بازار ایسا گرم کیا جائے کہ نظام شاہیوں کے لیے اطمینان کا سانس لینا بھی دشوار ہو جائے۔

برہان نظام شاہ کا اقدام

عادل شاہیوں نے دشمن کو بہت پریشان کیا' برہان شاہ یہ صورت حال دیکھ کر بہت غصے میں آیا۔ اس کو اپنے امیروں پر قطعاً بھروسہ نہ تھا رات کے وقت وہ دشمن کی قیام گاہ کی طرف روانہ ہوا اور صبح ہوتے ہی وہاں پہنچ گیا۔ عادل شاہیوں نے جب دشمن کی فوج کو دیکھا تو وہ اس جگہ سے کوچ کر گئی اور دریا کو پار کر کے الیاس خاں اور رومی خاں سے جا ملے اور اپنے لشکر کو منظم کرنے لگے۔

دریا میں طغیانی

اتفاق سے اسی وقت دریا میں زبردست طغیانی آگئی اور برہان شاہ اس وجہ سے دریا کو پار نہ کر سکا۔ اس نے دریا کے اس کنارے سے دوسرے کنارے پر کھڑے ہوئے دشمن پر توپوں کے ذریعے گولہ باری کی' لیکن اس کو کوئی نتیجہ نہ نکلا اور وہ واپس اپنی جگہ پر آ گیا۔

برکی امراء کی یورش

برکی امیروں نے دوبارہ دریا کو پار کر کے نظام شاہیوں کو پریشان کرنا شروع کیا۔ آخر کار نوبت یہاں تک پہنچی غلے اور چارے کی کمی کی وجہ سے برہان شاہ کے لشکر میں قحط کے آثار پیدا ہو گئے۔ برہان نے نو تعمیر قلعے کو اسد خاں ترک کے حوالے کیا بہادر اور جواں ہمت سپاہیوں کے ایک گروہ کو قلعے کے اندر چھوڑا اور خود یہاں سے کوچ کر کے نظام شاہی حدود میں آگیا تاکہ غلہ اور دیگر سامان ضرورت باآسانی حاصل کیا جا سکے۔

عادل شاہیوں کے حوصلے

اب رومی خاں اور الیاس خاں کو تگ و دو کا اچھا خاصا موقع ہاتھ میں آگیا انہوں نے دریا کو پار کر کے دشمن کو نقصان پہنچانا شروع کر

marfat.com

Marfat.com

دیا- برہان شاہ بہت پریشان ہوا اس نے برار کے امیر الامراء نور خاں کو جو بہادری میں اپنی مثال آپ تھا کئی دوسرے امیروں کے ہمراہ عادل شاہی فوج کا مقابلہ کرنے کے لیے نامزد کیا۔

نظام شاہیوں کی شکست

لشکر سے دو تین کوس کے فاصلے پر نور خاں اور عادل شاہیوں میں معرکہ آرائی ہوئی- اعتماد خاں شوستری نے نیزہ مار کر نور خاں کو ہلاک کر دیا اور اس طرح نظام شاہیوں کو زبردست شکست ہوئی- عادل شاہیوں نے دشمن کے ڈیڑھ سو ہاتھی اپنے قبضے میں کر لیے۔

امراء کا ارادہ

اس واقعے سے برہان شاہ کی بڑی ذلت ہوئی اور خود اس کے امیر اس کے خلاف ہو گئے- دکن کے نامی گرامی امراء کامل خاں اور اس کے بھائیوں وغیرہ نے برہان کو معزول کر کے اس کے لڑکے اسمٰعیل کو تخت پر بٹھانے کا فیصلہ کر لیا- برہان شاہ کو امیروں کے اس ارادے کی اطلاع ہو گئی- اس نے کامل خاں وغیرہ کو سخت سزا دی۔

یوسف خواجہ سرا کا خطرناک ارادہ

اس واقعہ کے بعد اہل دکن بادشاہ کے زیادہ مخالف ہو گئے ایک مقرب شاہی یوسف خواجہ سرا نے جو حسن و جمال میں اپنی مثال آپ تھا اس نے رات کے وقت بادشاہ کو قتل کر کے اس کے بیٹے اسمٰعیل کو تخت پر بٹھانے کا ارادہ کیا- برہان شاہ کو اس کی اطلاع ہو گئی، لیکن اسے یقین نہیں آیا کہ یوسف اس کے بارے میں ایسا بھی سوچ سکتا ہے۔

بادشاہ کی چشم پوشی

ایک رات بادشاہ نیند کے بہانے خواب گاہ میں گیا- یوسف سرا بھی خنجر ہاتھ میں لے کر خیمے میں آ گیا- برہان شاہ نے اس کو دیکھ لیا اور چھلانگ لگا کر اس کا ہاتھ پکڑ لیا- یوسف سے بادشاہ کو بڑی محبت تھی لہٰذا اس نے اسے کچھ نہ کہا بلکہ اس واقعے سے ایسی چشم پوشی کی جیسے کچھ ہوا ہی نہ ہو۔

صلح کی کوشش

محمد قلی قطب شاہ اور راجہ علی خاں نے جب حالات کو بگڑتے ہوئے دیکھا تو انہوں نے معتبر امیروں مصطفےٰ خاں استرآبادی اور عبدالسلام توفی کو بیجاپور روانہ کیا اور ابراہیم عادل شاہ سے صلح کی کوشش کی- عادل شاہ نے صلح کرنے سے انکار کر دیا اور تین مہینے تک یہ معاملہ یونہی رہا- آخر جب قطب شاہ اور علی خاں کا اصرار بہت بڑھ گیا تو اس شرط پر صلح قبول کی کہ برہان شاہ اپنا نوتعمیر قلعہ اپنے ہی ہاتھوں سے مسمار کر کے واپس چلا جائے۔

صلح کی شرط کے ایفاء کا اقرار

خواجہ عبدلسلام توفی نے یہ شرط پوری کرنے کا وعدہ کیا اور عادل شاہ سے کہا۔ "یہ مناسب ہو گا کہ حضور اپنے کسی معتبر امیر کو ہماری ساتھ کر دیں تاکہ اس کی موجودگی میں یہ شرط پوری کی جائے- عادل شاہ نے شاہ نواز خاں شیرازی کو (جس کا تذکرہ عادل شاہی حالات میں آ چکا ہے) برہان شاہ کے پاس روانہ کیا۔

برہان نظام شاہ کی احمد نگر کو واپسی

شاہ نواز خاں نظام شاہی لشکر میں پہنچا، برہان شاہ کے امیروں نے اس کا استقبال کیا اور اسے بادشاہ کے پاس لے گئے- برہان شاہ نے شاہ نواز کی موجودگی میں نوتعمیر قلعہ مسمار کیا اور اسے بڑے اعزاز و اکرام کے ساتھ رخصت کیا- اس کے بعد برہان شاہ سفر کی منزلیں طے کرتا

marfat.com

Marfat.com

ہوا جلد از جلد احمد نگر پہنچ گیا-

ریکندہ پر لشکر کشی

۱۰۰۱ ہجری میں برہان شاہ نے ریکندہ کے عیسائیوں کی سرزنش کا ارادہ کیا اور اس مقصد سے امراء کی ایک جماعت کو بندر چیول روانہ کیا- برہان شاہ نے حکم دیا کہ دریا کے کنارے جو پہاڑ ہے اس پر ایک قلعہ تعمیر کیا جائے قلعہ کا رخ اس طرف ہو جدھر سے عیسائیوں کی کشتیاں قلعہ ریکندہ کی طرف جاتی ہیں- قلعے کو توپوں وغیرہ سے خوب اچھی طرح مستحکم کیا جائے تاکہ عیسائیوں کو سامان ضرورت نہ پہنچ سکے۔

قلعہ کھوالہ کی تعمیر

بادشاہ کے اس حکم کی تعمیل کی گئی اور قلعہ تیار ہو گیا- اس قلعے کا نام "کھوالہ" رکھا گیا- عیسائیوں نے دن کے وقت اپنی آمدورفت کو موقوف کر دیا اور رات کے وقت قلعے کے سامنے سے گزرنے لگے- انہوں نے دوسری بندرگاہوں سے جو عیسائیوں کے قبضے میں تھیں مدد کی درخواست کی- عیسائیوں نے ریکندہ کے اپنے ہم مذہبوں کا ساتھ دیا اور دوبارہ مسلمانوں پر شب خون مارا- ہر مرتبہ دو دو' تین تین ہزار دکنی مسلمان مارے گئے۔

قلعہ کھوالہ کے لیے مزید لشکر

برہان شاہ دل میں دکنی لشکریوں کے قتل سے بہت خوش تھا' لیکن ظاہری طور پر اس واقعے پر افسوس کا اظہار کیا- بادشاہ نے فرہاد خاں اور شجاعت خاں حبشی کو دوسرے دکنی امراء کے ساتھ (جن سے وہ آزردہ خاطر تھا) مع دس ہزار سپاہیوں کے قلعہ کھوالہ کی طرف روانہ کیا-

روبسائی اور دمن پر لشکر کشی

روبسائی اور دمن کی بندرگاہیں گجرات اور دکن کے درمیان واقع ہیں- ان بندرگاہوں سے ریکندہ والوں کو بہت مدد ملی تھی- اس لیے برہان نظام شاہ نے بہادر گیلانی کو دوسرے کئی غریب امراء کے ساتھ ان بندرگاہوں کی طرف روانہ کر دیا- بہادر گیلانی ۱۷ شوال ۱۰۰۱ ہجری کو منزل مقصود پر پہنچا- عیسائیوں اور فرنگیوں کی ایک بڑی تعداد نے بہادر گیلانی کا مقابلہ کیا-

فرنگیوں اور نصرانیوں کا قتل

دکنی اور حبشی امراء نے جو کھوالہ کی مہم پر نامزد کیے گئے تھے' بڑی جرات اور بہادری کا مظاہرہ کیا اور فرنگیوں کو منہ کی کھانی پڑی تقریباً ایک سو فرنگی اور دو سو نصرانی لڑائی میں کام آئے۔

عظیم الشان جشن مسرت

برہان شاہ کو جب اس واقعہ کی اطلاع ملی تو وہ بہت خوش ہوا اس نے آئینہ خانہ کی عمارت میں جو عمارت بغداد کے بالکل ساتھ ہی تعمیر کروائی گئی تھی ایک عظیم الشان جشن مسرت منعقد کیا- اس موقعہ پر ہر شخص کو یہ اجازت تھی کہ اسے جس چیز کی خواہش ہو بلا جھجک طلب کرے- شراب اور کئی طرح کے لذیذ حلوے اور معجونیں مجلس میں لائی گئیں- مے خواروں نے جام انڈیلنے شروع کیے اور جو پینے کے عادی نہ تھے' شربتوں وغیرہ سے جی بہلایا اس کے بعد گانے بجانے کا اہتمام بھی کیا گیا-

خان خاناں کی مالوہ پر لشکر کشی

۱۰۰۱ ہجری میں برہان شاہ کو اطلاع ملی کہ بادشاہ اکبر نے بیرم خاں کے بیٹے خان خاناں کو ایک زبردست لشکر کے ساتھ مالوہ کی مہم پر اور

marfat.com

Marfat.com

میرزا شاہ رخ بادشاہ بدخشاں اور شہباز خاں کو سلطان پور ندرباد کی طرف روانہ کیا ہے۔ برہان شاہ نے اس خیال کے پیش نظر کہ کہیں خان خاناں برار پر حملہ نہ کر دے' عماد خاں کو راجہ علی خاں کے پاس روانہ کیا اور اس بارے میں مشورہ کیا۔

ایک زبردست حادثہ

اسی دوران میں بندرگاہ چیول میں ایک زبردست حادثہ پیش آیا۔ جس کی تفصیل یہ ہے کہ قلعہ کھوالہ کی تعمیر کے بعد فرہاد خاں' اسد خاں' تاج خاں اور نصیر الملک جیسے نامی گرامی امراء قلعے کی حفاظت اور دشمن کی مدافعت کی پوری پوری کوشش کرتے رہے۔ انہوں نے عیسائیوں کے تمام آنے جانے کے راستے مسدود کر رکھے تھے قریب تھا کہ یہ عیسائی پریشان ہو کر اس علاقے سے چلے جاتے کہ برہان شاہ نفسانی خواہشات میں مبتلا ہوا اور اس نے حکم دیا کہ ہر خوبصورت عورت چاہے وہ کنواری ہو یا وہ شادی شدہ اس کے محل میں داخل کی جائے۔

برہان نظام شاہ کی بوالہوسی

بادشاہ کا یہ حکم سن کر تمام رعایا پریشان ہو گئی۔ برہان شاہ کو کسی نے بتایا کہ شجاعت خاں کی بیوی بہت ہی خوبصورت ہے' فوراً وہ عورت شاہی محل میں بلائی گئی۔ شجاعت خاں نے اپنی بیوی کو بادشاہ کے پاس بھیجنے سے انکار کر دیا۔ برہان نے فوراً شجاعت خاں کو گرفتار کر کے ایک قلعے میں قید کر دیا اور اس کی بیوی کو اپنے محل میں منگوا لیا۔

شجاعت خاں کی خودکشی

برہان شاہ کو یہ عورت پسند نہ آئی اور اسے ہاتھ لگائے بغیر ہی اس نے واپس کر دیا۔ ادھر شجاعت خاں جو قلعے میں قید تھا بیوی کی جدائی کی تاب نہ لا سکا اور اس نے اپنے پیٹ میں خنجر بھونک کر خودکشی کر لی' اس واقعہ سے اہل دکن بہت متاثر ہوئے۔

کھوالہ کے امیروں کا ارادہ

جو امراء قلعہ کھوالہ کی حفاظت پر متعین تھے وہ بھی بہت آزردہ خاطر ہوئے اور انہوں نے قلعے کی حفاظت جی لگا کر نہ کی۔ ان امیروں نے طے کیا کہ احمد نگر روانہ ہو جائیں اور برہان شاہ کو مسند شاہی سے الگ کرنے کی کوشش کریں۔

فرنگیوں کی لشکر کشی

فرنگیوں کو نظام شاہی امیروں کے ارادے کی خبر ہو گئی۔ انہوں نے سپاہیوں سے بھری ہوئی ساٹھ کشتیاں مختلف بندرگاہوں سے منگوائیں اور رات کے اندھیرے میں قلعہ کھوالہ سے گزر کر ریکندہ پہنچ گئے۔ ۱۶ ذی الحجہ کی صبح کو چار ہزار فرنگیوں نے قلعہ کھوالہ پر لشکر کشی کی۔ قلعے کے باہر تاج اور رانی رائے ایک مختصر سی جماعت کے ہمراہ مقیم تھے۔ انہوں نے جو دشمن کو آتے دیکھا تو گھبرا کر قلعے کے اندر داخل ہو گئے۔

مسلمانوں کا قتل

فرنگیوں نے قتل و غارت گری کا بازار گرم کر دیا۔ چونکہ فرہاد خاں بادشاہ سے ناراضگی کی وجہ سے پہلے کی طرح قلعے کی حفاظت نہ کرتا تھا۔ اس لیے نگہبانوں نے اندھیرے کی وجہ سے قلعے کے دروازے کھلے رہنے دیئے تھے۔ عیسائیوں نے جو مسلمانوں کے تعاقب میں بھاگے چلے آرہے تھے نگہبانوں کو دروازے بند کرنے کا موقع ہی نہ دیا اور تاج خان وغیرہ کے پیچھے پیچھے قلعے کے اندر چلے آئے اور مسلمانوں کے قتل میں مصروف ہو گئے۔

فرہاد خاں اور اسد خاں نے اہل قلعہ کی فریاد سنی اور نیند سے بیدار ہوئے۔ اگرچہ قلعے میں مسلمانوں کی تعداد عیسائیوں سے دوگنی تھی' لیکن وہ ایسے خوفزدہ ہوئے کہ حیران و پریشان کھڑے رہے اور دشمنوں کے ہاتھوں بھیڑ بکریوں کی طرح ذبح ہوتے رہے۔ دیکھتے ہی دیکھتے دس بارہ ہزار مسلمانوں کی لاشیں قلعے میں نظر آنے لگیں۔

marfat.com

Marfat.com

شکست یا حقیقی فتح

فرنگیوں نے قلعے کو توڑ کر تمام مال و اسباب پر قبضہ کر لیا- فرہاد خاں کے علاوہ جو زخمی تھا تمام زندہ مسلمانوں کو گرفتار کر لیا گیا- ان قیدیوں میں سے تمام امراء کو چن چن کر قتل کر ڈالا گیا- برہان شاہ کو یہ تمام واقعات معلوم ہوئے اور اس نے شکست کو حقیقی فتح سے تعبیر کیا-

غریبوں پر التفات

اس واقعہ کے بعد برہان شاہ غریبوں کی طرف متوجہ ہوا- مرتضیٰ خاں' عبدالسلام عرب' احمد بیگ قزلباش' خاں خلیفہ' عرب اوزبک بہادر وغیرہ کو امراء کے گروہ میں داخل کیا گیا- بادشاہ نے ان امیروں کو چیول روانہ کر کے عیسائیوں کے فتنے کو فرو کرنے کا ارادہ کیا لیکن اس کی نوبت نہ آ سکی-

عادل شاہ کے بھائی کی مدد

ہوا یہ کہ اچانک عادل شاہ کا بھائی جو قلعہ بلگون میں نظربند تھا' کسی نہ کسی طرح آزادی حاصل کر کے برہان شاہ سے طالب اعانت ہوا اس نے وعدہ کیا کہ بیجاپور پر قبضہ کرنے کے بعد نولاکھ ہون' دو سو ہاتھی اور قلعہ شولاپور برہان شاہ کو دے گا- برہان شاہ نے لالچ میں آ کر بندر چیول کی مہم کو ملتوی کیا اور عادل شاہ کے بھائی کی مدد کے لیے تیاری کرنے لگا-

بیماری

۱۰۰۳ ہجری میں برہان شاہ احمد نگر سے بلگوان کی طرف روانہ ہوا- جب وہ پرندہ کے قریب پہنچا تو اسے معلوم ہوا کہ عادل شاہ کا بھائی ایک معرکے میں مارا گیا ہے- برہان شاہ پریشان و خستہ حال واپس احمد نگر آیا- اس امر کا بادشاہ کو بہت افسوس ہوا یہاں تک کہ اس کی صحت خراب ہو گئی اور وہ صاحب فراش ہو گیا-

عادل شاہ کا ہنگامہ

عادل شاہ کو پتہ چل گیا کہ برہان شاہ نے اس کے بھائی اسمٰعیل کو مدد دینے کا وعدہ کیا تھا- اس وجہ سے اس نے سرحدی امیروں کو حکم دے دیا کہ وہ نظام شاہی مملکت میں داخل ہو کر تباہی و بربادی کا بازار گرم کریں- برہان شاہ نے کرناٹک کے راجہ تنکناوری سے دوستی بڑھائی اور اس کے ساتھ یہ معاہدہ کیا کہ ایک طرف تو نکناوری عادل شاہی علاقے پر حملہ کرے اور قلعہ بینکاپور پر قبضہ ہو جائے اور دوسری طرف سے برہان شاہ حملہ آور ہو کر قلعہ شولاپور کو قبضے میں کر لے-

نظام شاہی لشکر کی روانگی

برہان شاہ نے مرتضیٰ انجو کو سپہ سالار مقرر کیا اور اسے اخلاص خاں اور دوسرے تمام غریب امیروں کے ساتھ یکم جمادی الاول ۱۰۰۳ ہجری کو روانہ کیا- مرتضیٰ انجو نے دس بارہ ہزار سوار ساتھ لیے اور برکی امیروں کا مقابلہ کرنے اور عادل شاہی علاقے کو تباہ و برباد کرنے کے لیے روانہ ہوا- بادشاہ نے مرتضیٰ انجو سے کہا میں بھی صحت یاب ہونے کے بعد براری امراء کے ساتھ اس طرف آوں گا-

ازبک بہادر کا قتل

مرتضیٰ انجو اپنے لشکر کو لے کر قلعے کے قریب پہنچا- اس نے ازبک بہادر کو کچھ فوج کے ساتھ برکی امیروں کے مقابلے کے لیے روانہ کیا' فریقین میں معرکہ آرائی ہوئی- جس کے نتیجے میں ازبک بہادر مارا گیا اور نظام شاہی لشکر کو شکست کا منہ دیکھنا پڑا-

بادشاہ کی لاعلاج بیماری

بادشاہ کو جب اس شکست کی اطلاع ملی تو وہ زیادہ آزردہ خاطر ہوا پہلے ہی وہ بیمار تھا اور اب اس منحوس خبر نے اسے اس حد تک کمزور

marfat.com
Marfat.com

کر دیا کہ حکیموں نے جواب دے دیا۔ خونی اسہال اور تپ محرقہ نے بادشاہ کو بالکل نڈھال کر دیا اور وہ صاحب فراش ہو گیا۔

ابراہیم کا ولی عہد مقرر ہونا

برہان شاہ نے اپنے بڑے بیٹے شہزادہ ابراہیم کو اپنا ولی عہد مقرر کیا۔ برہان اپنے چھوٹے بیٹے اسمٰعیل سے اس وجہ سے ناراض تھا کہ وہ مہدوی مذہب کو سخت ناپسند کرتا تھا۔ اخلاص خاں کی یہ خواہش تھی کہ شہزادہ اسمٰعیل ولی عہد مقرر ہو لہٰذا جب اسے ابراہیم کی ولی عہدی کی خبر ملی تو اسے بہت افسوس ہوا۔

اخلاص خاں کا ہنگامہ

اخلاص خاں نے مرتضیٰ انجو کے لشکر میں یہ افواہ پھیلا دی کہ برہان شاہ کا انتقال ہو گیا ہے۔ اس کے بعد اس نے جمال خاں کی تقلید میں یہ حکم دیا کہ غریبوں کا تمام مال و اسباب لوٹ لیا جائے۔ مرتضیٰ خاں کو جب یہ معلوم ہوا تو اس نے بھی قتل و غارت کی ٹھانی۔ بعض غریب امراء احمد نگر کی طرف روانہ ہو گئے اور جلد از جلد برہان شاہ کے پاس پہنچ گئے۔

عبدالسلام عرب کا قتل

بہادر شاہ گیلانی نے افواہوں کو سچ سمجھا اور اسے برہان شاہ کی موت کا یقین آ گیا اور وہ چند غریبوں کے ہمراہ بیجاپور روانہ ہو گیا۔ شیخ عبدالسلام عرب کو دکنیوں کی دوستی پر بہت اعتماد تھا۔ اس لیے وہ لشکر میں مقیم رہا۔ دکنیوں نے دوستی کو بالائے طاق رکھا اور اس کے جانی دشمن ہو گئے۔ ان ظالموں نے عبدالسلام عرب اور اس کے متعلقین کو موت کے گھاٹ اتار دیا۔

اخلاص کی احمد نگر کو روانگی

اخلاص نے غریبوں کو اچھی طرح پامال کیا اور اس کے بعد تمام حبشی اور دکنی امراء کو ساتھ لے کر احمد نگر کی طرف روانہ ہوا تاکہ برہان شاہ کو ٹھکانے لگائے۔ برہان شاہ نے اپنے آدمیوں کی ایک جماعت کو اخلاص خاں کے پاس بھیجا اور ہر ممکن طریقے سے اس کو سمجھانے کی کوشش کی، لیکن اس کے دل و دماغ پر ایسے پردے پڑے تھے کہ اس کی سمجھ میں خاک نہ آیا۔

بادشاہ کا قلعے سے باہر آنا

بادشاہ مجبور ہو گیا، بیماری اور ناتوانی کے باوجود پالکی میں سوار ہوا۔ قلعہ سے باہر نکل کر اس نے چتر و آفتاب اور دیگر لوازمات حکمرانی شہزادہ ابراہیم کو عنایت کیے۔ اس روز برہان نظام شاہ نے اپنی والدہ کے بنوائے ہوئے محل "ہمایوں پور" میں قیام کیا۔

اخلاص خاں کی شکست

دوسری روز اخلاص خاں نے غداری اور نمک حرامی کا بھرپور مظاہرہ کیا اور لشکر لے کر اپنے آقا کے سامنے آیا، فریقین میں زبردست جنگ ہوئی۔ اخلاص پر نمک حرامی کا وبال نازل ہوا اور وہ شکست کھا کر پرندہ کی طرف بھاگ گیا۔

برہان شاہ کی وفات

اس معرکے میں بادشاہ کو بہت مصائب اٹھانے پڑے۔ اس وجہ سے اس کی صحت اور زیادہ خراب ہو گئی دوسرے ہی روز ۱۸ شعبان ۱۰۰۳ ہجری کو برہان شاہ نے داعی اجل کو لبیک کہا۔

برہان شاہ کی مدت حکومت چار سال سولہ دن ہے۔ مشہور شاعر مولانا ظہوری نے اپنی زندہ جاوید نظم "ساقی نامہ" کو اسی بادشاہ کے نام سے معنون کیا ہے۔ یہ نظم فن شاعری میں ایک خاص مقام رکھتی ہے اور اس میں چار ہزار اشعار ہیں۔

marfat.com

Marfat.com

ابراہیم نظام شاہ بن برہان نظام شاہ

میاں منجوی کا تقرر

برہان شاہ کے انتقال کے بعد ابراہیم نظام تخت نشین ہوا۔ برہان شاہ کی وصیت کے مطابق میاں منجوی دکنی کو جو برہان نظام شاہ کے اتابک تھے وکیل السلطنت مقرر کیا گیا۔ اخلاص خاں نے اگرچہ برہان شاہ سے لڑائی کر کے بڑی نمک حرامی اور غداری کا ثبوت دیا تھا لیکن جب ابراہیم تخت پر بیٹھا تو اس نے اپنے آدمی بھیج کر اپنے قصور کی معافی چاہی اور قول نامے کا خواست گار ہوا۔

میاں منجوی اور ابراہیم نظام دونوں ہی اخلاص خاں سے بہت خائف تھے' ان دونوں نے فوراً اخلاص خان کا قصور معاف کیا اور قول نامہ بھجوا دیا۔ اخلاص خاں احمد نگر آیا اور یہاں اس نے حبشیوں کے ایک گروہ کو اپنے بہی خواہوں میں داخل کر لیا۔

طوائف الملوکی

ان دنوں احمد نگر میں دو نمایاں گروہ تھے ایک تو منجوی خاں کے بہی خواہوں اور ہمدردوں کا گروہ تھا اور دوسرا اخلاص خاں کی اطاعت و فرماں برداری کو زندگی کا مقصد سمجھتا تھا۔ یہ دونوں گروہ ایک دوسرے سے بالکل الگ تھلگ اور بے نیاز رہتے تھے اس انتشار اور طوائف الملوکی کا یہ نتیجہ ہوا کہ سلطنت کی تمام آب و تاب جاتی رہی۔ ہر شخص اپنے آپ میں مست رہنے لگا کسی کو کسی کا خیال نہ رہا۔

عادل شاہی سفیر سے بے ادبی

احمد نگر کے مختلف الخیال گروہ کبھی تو اکبر بادشاہ سے جنگ کرنے کا اردہ کرتے اور کبھی ابراہیم نظام سے معرکہ آرا ہونے کی سوچتے۔ نظام شاہیوں نے عادل شاہ کے سفیر میر صفوی سے جو عالی نسب سید تھا بڑا برا سلوک کیا اور اس سے انتہائی ناشائستہ انداز سے پیش آئے اور برا بھلا کہا۔ عادل شاہ کو جب یہ معلوم ہوا تو اس نے نظام شاہی خاندان کی بہتری کے خیال سے ان غیر مہذب دکنیوں کو راہ راست پر لانا ضروری سمجھا اور بیجاپور سے شاہ ورک کی طرف روانہ ہوا۔

عادل شاہ کی آمد اور امراء کی رائے

اخلاص خاں اور اس کے ساتھیوں کی یہ رائے تھی کہ لشکر جمع کر کے سرحد پر عادل شاہ کا مقابلہ کرنا چاہیے۔ میاں منجوی کو یہ رائے پسند نہ آئی اور کہا کہ ہماری فوج ترتیب و تنظیم کے لحاظ سے ناکارہ ہے اور پھر ہمارے پاس کافی سامان جنگ میں بھی نہیں ہے امراء کی یہ حالت ہے کہ پوری طرح بادشاہ کے مطیع و فرماں بردار بھی نہیں' لہٰذا اس وقت ہمیں اپنے کچھ آدمیوں کو تحفے تحائف دے کہ عادل شاہ کی خدمت میں بھیجنا چاہیے اور اس سے صلح کر لینی چاہیے۔ اس کے بعد ہمیں ملکی و مالی انتظامات کی طرف توجہ کرنی چاہیے تاکہ اکبر بادشاہ سے معرکہ آرائی کی جا سکے۔

نظام شاہ کی شاہ ورک کو روانگی

اخلاص خاں بہت نا سمجھ اور کوتاہ اندیش تھا وہ اپنی رائے پر اڑا رہا اور منجوی خاں کی ایک نہ مانی۔ ابراہیم نظام شاہ بھی اس کا طرف دار تھا اس لیے منجوی خاں نے خاموشی ہی کو بہتر سمجھا۔ ابراہیم نظام اور اخلاص خاں نے لشکر تیار کیا اور شاہ ورک کی طرف روانہ ہوئے۔

میاں منجوی کی رائے

جب نظام شاہی لشکر سرحد پر پہنچا تو میاں منجوی نے ایک بار پھر ان لوگوں کو سمجھانے کی غرض سے ایک مجلس مشاورت منعقد کی اور

marfat.com

Marfat.com

کہا۔ "عادل شاہ اپنے ملک میں بیٹھا ہوا ہے' اس کی فوج یا اس نے خود ہمیں کسی قسم کا نقصان نہیں پہنچایا۔ اس لیے یہ امر کسی طرح مناسب نہیں کہ جنگ کا آغاز ہماری طرف سے ہو۔ صلح کے دروازے اب بھی کھلے ہوئے ہیں اس لیے بہتر یہی ہے کہ نرمی اور دوستی کو اپنا شعار بنایا جائے۔ اور جنگ سے کنارہ کشی کی جائے۔

ابراہیم نظام شاہ عادل شاہی سرحد پر

ابراہیم شراب کے نشے میں دھت تھا اسے اچھائی اور برائی میں کوئی تمیز نہ تھی' اس نے جب اخلاص خاں اور اس کے ساتھیوں کو جنگ کرنے کے حق میں دیکھا تو منجوی خاں کی تجویز رد کر دی۔ جب ابراہیم نظام شاہ نے عادل شاہی سرحد میں قدم رکھا تو حمید خاں حبشی نے جو عادل شاہ کی طرف سے سرحد کا محافظ تھا۔ مدافعت کی تیاری کی۔

میاں منجوی کا پیغام حمید خاں کے نام

میاں منجوی زمانہ دیدہ اور تجربہ کار امیر تھا' اس نے جو یہ حالات دیکھے تو حمید خاں کو پیغام دیا۔ "ہمارا بادشاہ جوانی کے نشے میں سرشار ہے اور ابھی ناتجربہ کار ہے' اس کے مقربین انتہائی دوں فطرت' کینہ پرور ہیں' اس پر طرفہ ستم یہ ہے کہ بادشاہ شراب میں ڈوبا رہتا ہے اور ہوش و حواس ٹھکانے پر نہیں' اس لیے میں آپ سے درخواست کرتا ہوں کہ آپ آج کے دن معرکہ آرائی سے باز رہیں۔ ہو سکتا ہے کہ ہم لوگ اس دوران میں موقع پا کر بادشاہ کو حالات کے نشیب و فراز سے آگاہ کر کے واپس لے جائیں۔"

حمید خاں کی جنگ سے کنارہ کشی

میاں منجوی نے حمید خاں سے استدعا کرتے ہوئے اسے عادل شاہ کی قسم بھی دی تاکہ وہ فوراً یہ درخواست منظور کرے۔ حمید خاں نے یہ استدعا قبول کر لی اور ابراہیم نظام کے سامنے سے ہٹ گیا اور اس کے سیدھے ہاتھ کی طرف ایک کوس کے فاصلے پر مقیم ہوا۔

ابراہیم نظام شاہ کی کج فہمی

ابراہیم نظام شاہ کو اصل حقیقت کی خبر نہ تھی اس نے جب حمید خاں کو مقابلے پر نہ پایا تو سمجھا کہ دشمن خائف ہو کر بھاگ گیا ہے۔ لہٰذا وہ سارا دن اسی میدان میں کھڑا رہا۔ رات ہوئی تو میاں منجوی اور اس کے ساتھیوں نے ایک مرتبہ پھر بادشاہ کو سمجھانے کی کوشش کی' مگر بادشاہ نے ایک نہ مانی اور دوسرے روز معرکہ آرائی کے لیے صفیں درست کرنی شروع کر دیں۔

معرکہ آرائی

حمید خاں حبشی کو جب اس صورت حال سے آگاہی ہوئی تو اس نے بھی جلد از جلد اپنے لشکر کو تیار کیا اور میدان جنگ میں آ گیا۔ طرفین کے سپاہیوں کی مجموعی تعداد تقریباً پچاس ہزار تھی ان میں زبردست جنگ ہوئی۔ اتفاق سے عادل شاہی میسرہ کو نظام شاہی میمنہ نے شکست دی اور تین کوس تک اس کا تعاقب کیا۔

خوش فہمیاں

دونوں لشکر اپنی اپنی جگہ مگن تھے اور اپنے آپ کو فاتح سمجھتے تھے اور ایک دوسرے کو تباہ و برباد کرنے میں مشغول رہے۔ ابراہیم نظام شاہ میدان جنگ میں اپنے چند ساتھیوں کے ہمراہ جو تعداد میں ایک سو سے کچھ زیادہ تھے رہ گئے' اس کے پاس چند ہاتھی بھی تھے سہیل خاں' خواجہ سرا مقصود خاں ترک شحنہ پیل ایک ہزار سواروں اور ستر ہاتھیوں کو لے کر ابراہیم نظام شاہ کے قریب آئے۔

مخلص ساتھیوں کا مشورہ

ابراہیم نظام کو اس کے مخلص ساتھیوں نے بہت سمجھایا کہ دشمن کی تعداد زیادہ ہے اس لیے لڑائی سے الگ رہنا ہی بہتر ہے لیکن

marfat.com

Marfat.com

ابراہیم نے جو حسب معمول شراب کے نشے میں تھا۔ اس طرف توجہ نہ کی اور ہاتھیوں کو آگے بڑھا کر ننگی تلوار لیے ہوئے دشمن کی طرف بڑھا۔

ابراہیم نظام شاہ کا قتل

پہلے ہی حملے میں ایک عادل شاہی سوار نے ابراہیم پر نیزے سے حملہ کیا اور وہ زخمی ہو کر گھوڑے سے گر پڑا۔ زمین پر گرتے ہی اس کی روح قفس عنصری سے پرواز کر گئی۔ سہیل خاں نے اس کی لاش بذریعہ پالکی احمد نگر روانہ کر دی اور اس کے ہاتھیوں پر قبضہ کر لیا۔

نظام شاہی امراء کا فرار

وہ نظام شاہی امراء جو عادل شاہیوں کے تعاقب میں گئے تھے بہت سامال غنیمت لے کر لوٹے انہیں جب ابرہیم نظام کے قتل کی خبر ملی تو فوراً ادھر ادھر بھاگ گئے۔ دوسرے روز سہیل خاں نے نظام شاہی توپ خانے کو اپنے قبضہ میں کیا اور عادل شاہ کے پاس بھجوا دیا۔

احمد شاہ کی تخت نشینی

میاں منجوی سب سے پہلے احمد نگر پہنچا اور اس نے احمد نامی ایک بارہ سالہ لڑکے کو جو نظام شاہی خاندان سے تعلق رکھتا تھا۔ دولت آباد سے بلا کر تخت نشین کیا اور ابراہیم نظام کے شیر خوار بیٹے کو جنیر کے قلعہ جوند میں قید کر دیا۔

ابراہیم نظام شاہ نے دو دن کم چار مہینے حکمرانی کی۔

marfat.com

Marfat.com

احمد شاہ بن شاہ طاہر

تخت نشینی کے مشورے

اخلاص خاں اور دوسرے اراکین سلطنت کی باہمی چپقلش کی وجہ سے ابراہیم نظام کا شیر خوار بیٹا نظر بند کر دیا گیا- میاں منجوی نے جلد از جلد احمد نگر پہنچ کر قلعے اور خزانے پر قبضہ کر لیا- اخلاص خاں اور دوسرے امرائے سلطنت نے ایک مجلس مشاورت منعقد کی اور نئے فرماں روا کے انتخاب کے بارے میں گفتگو کی-

میاں منجوی کی رائے

لشکر کے سرداروں نے چاند سلطان کو بہادر شاہ بن ابراہیم نظام شاہ کی جانب مائل پایا- میاں منجوی اور بعض دوسرے دکنی سرداروں کی یہ رائے تھی کہ بہادر شاہ بہت کم سن ہے اور اس کی عمر صرف ایک سال سات مہینے ہے- اس لیے وہ بادشاہت کے قابل نہیں، لشکر کے سرداروں کو میاں منجوی کی بات معقول نظر آئی' للذا وہ اس کے طرف دار ہو گئے اور چاند سلطان کی مخالفت کرنے لگے-

احمد شاہ کی تخت نشینی

ان عسکری سرداروں نے آپس میں بات چیت کر کے خواجہ نظام استر آبادی کو جسے نظام شاہی بارگاہ سے "میر سامان" کا خطاب ملا ہوا تھا- قلعہ جنیر روانہ کیا' خواجہ نظام وہاں سے احمد شاہ بن طاہر شاہ کو ساتھ لے کر احمد نگر آیا- عیدالاضحیٰ کے روز ۱۰۰۳ ہجری میں احمد شاہ کو تخت پر بٹھا دیا گیا اور ملک کے بارہ اماموں کے نام کا خطبہ جاری کیا گیا-

شہزادہ بہادر کی نظربندی

امیروں نے آپس میں عہدے اور منصب تقسیم کر لیے اور بہادر شاہ کو جو چاند سلطان کی آغوش عاطفت میں پروان چڑھ رہا تھا زبردستی قلعہ جوند میں نظر بند کر دیا- کچھ دنوں کے بعد یہ معلوم ہوا کہ احمد شاہ' نظام شاہی خاندان سے نہیں ہے' اخلاص خاں اور دوسرے امراء کو اپنی حرکت پر بہت ندامت ہوئی اور وہ احمد شاہ کو معزول کرنے کی کوشش کرنے لگے-

حسین نظام شاہ کے بھائی

برہان نظام شاہ کے انتقال کے بعد حسین نظام شاہ تخت پر بیٹھا تھا- حسین نظام شاہ کے حقیقی بھائیوں سلطان محمد خدا بندہ' شاہ علی' محمد باقر عبدالقادر اور شاہ حیدر نے اپنے موروثی ملک میں رہنے کو اپنے لیے باعث نقصان خیال کیا اور یہ چاروں ہندوستان کے کسی نہ کسی حصے میں چلے گئے-

شاہ طاہر

ایک عرصے کے بعد مرتضیٰ نظام کے عہد حکومت میں شاہ طاہر نامی ایک شخص حیدر آباد میں آیا اور اس نے دعویٰ کیا کہ "سلطان محمد خدا بندہ نے فلاں تاریخ کو ملک تلنگانہ میں سفر آخرت اختیار کیا ہے اور میں اس کا صلبی بیٹا ہوں- حوادث روزگار اور طرح طرح کی پریشانیوں کی وجہ سے میں اپنے موروثی ملک میں پناہ لینے پر مجبور ہو گیا ہوں-

تحقیق حق

مرتضیٰ نظام شاہ کے امیروں خاص طور پر صلابت خاں نے اس معاملے میں تحقیق کی لیکن چونکہ ایک زمانہ گزر چکا تھا للذا شاہ طاہر کے

marfat.com
Marfat.com

بیان کا سچا یا جھوٹا ہونا ثابت نہ ہو سکا- امراء نے ذرا احتیاط اور دور اندیشی سے کام لیتے ہوئے شاہ طاہر کو ایک قلعے میں نظر بند کر دیا اور چند ایسے افراد کو جو سلطان محمد خدابندہ کو بڑی اچھی طرح جانتے تھے- برہان شاہ ثانی کے پاس روانہ کیا جو ان دنوں اکبر بادشاہ کے پاس آگرے میں مقیم تھا-

برہان شاہ ثانی کے نام پیغام

نظام شاہی امیروں نے برہان شاہ کو یہ پیغام دیا "اس حلیے کا ایک آدمی جو اپنا نام شاہ طاہر بتاتا ہے احمد نگر میں ہمارے پاس آباد ہے اس کا دعوی ہے کہ وہ سلطان محمد خدابندہ کا بیٹا ہے' چونکہ شہزادہ سلطان محمد کی زندگی کا بیشتر حصہ اس علاقے میں بسر ہوا ہے اس لیے یقین ہے کہ آپ کو شہزادے کے حالات سے اطلاع ہو گی- اگر آپ اس سلسلے میں کچھ بتا سکیں تو ہم آپ کے ممنون ہوں گے۔"

برہان شاہ ثانی کا جواب

برہان شاہ ثانی نے اس پیغام کا یہ جواب دیا- "شہزادہ سلطان محمد خدابندہ کا انتقال میرے ہی مکان پر ہوا تھا اور اس کے تمام متعلقین' عورتیں اور مرد میرے ہی گھر میں مقیم ہیں اگر کوئی شخص آپ کو سلطان محمد کا بیٹا بتاتا ہے تو وہ بالکل جھوٹا ہے۔"

شاہ طاہر کی نظربندی اور وفات

صلابت خاں وغیرہ اصل حقیقت سے واقف ہو گئے' مگر وہ عام لوگوں کو اس امر کا یقین نہ دلا سکے کہ شاہ طاہر جھوٹا ہے۔ للذا انہوں نے اس شخص کو قلعے میں نظر بند کر دیا تاکہ وہ اسی قید کے عالم ہی میں وفات پا جائے چنانچہ ایسا ہی ہوا- شاہ طاہر نے دوران اسیری میں انتقال کیا اور احمد نامی ایک لڑکا یادگار چھوڑا یہی وہ لڑکا ہے جسے میاں منجوی نے شاہی خاندان کا رکن سمجھ کر تخت پر بٹھا دیا-

امراء کی باہمی چپقلش

قصہ مختصر یہ کہ اس معاملے میں اخلاص خاں اور دوسرے حبشی امیر میاں منجوی سے بدظن ہو گئے- ماہ ذی الحجہ کے آخر میں کالا چبوترہ کے پاس فریقین میں جنگ ہوئی- میاں منجوی نے احمد شاہ کو برج کے اوپر بٹھایا اور چتر شاہی اس کے سر پر سایہ فگن کر دیا-

معرکہ آرائی

میاں منجوی نے میاں حسن کو سات سو (۷۰۰) سواروں کے ساتھ حبشیوں کے مقابلے پر بھیجا- دونوں گروہوں میں زبردست لڑائی ہوئی اسی دوران میں توپ کا ایک گولہ احمد شاہ کے چتر کو لگا اور سارے لشکر میں انتشار پیدا ہو گیا-

قلعے کا محاصرہ

میاں حسن نے جب یہ دیکھا کہ حبشیوں کا پلہ بھاری ہے تو وہ میدان جنگ سے فرار ہو گئے اور قلعے میں واپس آیا- رفتہ رفتہ حبشیوں کی قوت میں اضافہ ہوتا گیا' نوبت یہاں تک پہنچی کہ انہوں نے قلعے کا محاصرہ کر لیا اور آپس میں مورچل تقسیم کر کے اہل قلعہ کی آمدورفت کے راستے بند کر دیئے-

حبشی امرء کے اقدمات

اخلاص خان اور دوسرے امراء نے ایک معتبر شخص کو دولت آباد کے حاکم کے پاس بھیجا تاکہ آہنگ خاں اور حبشی خاں کو جو برہان شاہ کے زمانے سے قید ہیں- احمد نگر لایا جائے حاکم دولت آباد نے ان امیروں کو روانہ کر دیا- قلعہ جوند کے تھانیدار مسمی نصیر نے میاں منجوی کی اجازت کے بغیر بہادر شاہ کو اخلاص خاں وغیرہ کے سپرد کرنے سے انکار کر دیا- للذا حبشی امیروں نے ایک اور چال چلی اور ایک مجہول النسب لڑکے کو نظام شاہی خاندان کا فرد قرار دے کر اپنا بادشاہ تسلیم کر لیا اور ملک میں اس کے نام کا خطبہ و سکہ جاری کر دیا- اس طرح

marfat.com
Marfat.com

حبشی امیروں نے دس بارہ ہزار سوار اپنے گرد جمع کر لیے۔

شہزادہ مراد کو احمد نگر آنے کی دعوت

میاں منجوی اس صورت حال سے گھبرا گیا اس نے اکبر بادشاہ کے بیٹے شہزادہ مراد کے نام ایک خط لکھا (جو ان دنوں گجرات میں تھا) اور اسے احمد نگر آنے کی دعوت دی۔ شہزادہ مراد پہلے ہی اپنے باپ سے دکن کو فتح کرنے کی اجازت حاصل کر چکا تھا لہٰذا اس نے اس موقع کو غنیمت سمجھا اور لشکر کے ہمراہ احمد نگر روانہ ہوا۔

حبشیوں میں پھوٹ

میاں منجوی کا خط گجرات پہنچنے سے پہلے ہی حبشیوں امیروں میں پھوٹ پڑ گئی اور وہ عہدوں اور منصبوں کے لیے ایک دوسرے سے لڑنے لگے۔ دکنی امیروں نے جب یہ طوفان بدتمیزی دیکھا تو وہ حبشیوں سے علیحدہ ہو گئے اور مع اپنے لشکریوں کے قلعے کے اندر جا کر میاں منجوی سے مل گئے۔

حبشیوں کی شکست

اس غیبی امداد سے میاں منجوی بہت خوش ہوا۔ ۲۵ محرم ۱۰۰۴ ہجری کو وہ قلعے سے باہر نکلا اور نماز گاہ کے قریب حبشیوں سے معرکہ آراء ہوا۔ حبشیوں کو شکست ہوئی۔ میاں منجوی نے دشمن کے "بادشاہ" کو مع اس کے چند مقربین خاص کے گرفتار کر لیا۔

شہزادہ مراد کی آمد

اس نئی صورت حال کے پیش نظر میاں منجوی بڑا پریشان ہوا کیونکہ ایک طرف تو دشمن پر غالب آ کر وہ اپنا مقصد پورا کر چکا تھا۔ اور دوسری طرف شہزادہ مراد کو احمد نگر آنے کی دعوت دے چکا تھا حالانکہ اب شہزادے کے آنے کی قطعاً ضرورت نہ رہی تھی۔ میاں منجوی ابھی اس خیال میں تھا کہ میرزا عبدالرحیم خان خاناں اور ماکھو خاندیش راجہ علی خاں بھی شہزادہ مراد سے آ ملے اور یہ سب لوگ تیس ہزار مغلوں، افغانوں اور راجپوتوں کا لشکر لے کر احمد نگر پہنچ گئے۔

میاں منجوی کی پریشانی

میاں منجوی ان لوگوں کی آمد کی وجہ سے بہت گھبرایا ہوا تھا۔ اس نے قلعے کی حفاظت کا انتظام کر کے اپنے ایک بہی خواہ انصار خاں کو محافظ مقرر کیا۔ چاند بی بی سلطان نے منجوی کا ساتھ نہ دیا لہٰذا میاں منجوی نے اسے قلعے ہی میں چھوڑا اور خود لشکر کی فراہمی کی اور عادل شاہ اور قطب شاہ سے مدد حاصل کرنے کی کوشش کرنے لگا۔

چاند بی بی کا عزم

میاں منجوی احمد شاہ کو ساتھ لے کر قلعہ اوسہ کی طرف روانہ ہو گیا۔ چاند بی بی نے سوچا کہ قلعے کا محافظ انصار خاں، میاں منجوی کا آدمی ہے لہٰذا وہ کہیں دھوکہ نہ دے اور قلعے کو دشمن کے سپرد نہ کر دے لہٰذا اس نے دشمن کی مدافعت خود کرنے کا ارادہ کیا۔

بہادر شاہ بن ابراہیم شاہ کے نام کا خطبہ

چاند بی بی نے مرتضیٰ نظام شاہ کے دایہ زادہ میاں محب اللہ کے بیٹے محمد خاں کو انصار کے قتل کے لیے متعین کیا۔ محمد خاں نے بڑی بہادری اور شجاعت سے کام لے کر اسی روز انصار خاں کو موت کے گھاٹ اتار دیا۔ اور بہادر شاہ بن ابراہیم شاہ کے نام کا غائبانہ خطبہ پڑھوا دیا۔ انصار خاں اپنے ساتھ شمشیر خاں (جس کے بیٹے بہادری میں اپنی مثال آپ تھے) اور افضل کو لے کر قلعے میں واپس آ گیا۔

marfat.com

Marfat.com

معرکہ آرائی

۲۳ جمادی الآخر ۱۰۰۴ ہجری کو شہزادہ مراد ایک زبردست لشکر کے ہمراہ احمد نگر میں داخل ہوا اور نماز گاہ کے قریب قیام پذیر ہوا۔ مراد کے سپاہیوں کی ایک جماعت نے دشمن کو مغلوب کرنے کے لیے قدم بڑھایا اور کالے چبوترے کا رخ کیا۔ ادھر اہل قلعہ بھی چاند بی بی کے حکم کے مطابق مستعد ہوئے اور دشمن کے مقابلے پر آئے۔ اہل قلعے نے چند توپیں سر کر کے دشمن کو منتشر کر دیا اسی میں شام ہو گئی۔ شہزادہ مراد نے باغ ہشت بہشت میں قیام کیا اور اس کا لشکر تمام رات جاگ کر اپنی حفاظت کرتا رہا۔

رعایا کی دلجوئی

شہزادہ مراد نے اپنے لشکر کے ایک حصہ کو برہان آباد (جو برہان نظام کا بسایا ہوا ہے) کی طرف روانہ کیا۔ اہل شہر کی دلجوئی کی گئی اور ان کے جان و مال کی حفاظت کا وعدہ کیا گیا۔ اس سے رعایا نے مغلوں پر پورا پورا بھروسہ کیا۔

قلعے کا محاصرہ

دوسرے روز شہزادہ مراد' میرزا شاہ رخ' شہباز خاں' محمد صادق' سید مرتضیٰ' سبزواری اور راجہ علی خاں وغیرہ قلعے کے گرد جمع ہوے۔ ان لوگوں نے قلعے کا محاصرہ کر لیا۔

لوٹ مار

۲۷ جمادی الاخر کو شہباز خاں جو ظلم و ستم کرنے میں اپنا جواب نہ رکھتا تھا' شکار کے بہانے سے سوار ہوا اور اس نے امیر و غریب سبھی کو لوٹ لینے کا حکم دیا' تھوڑی سی دیر میں احمد نگر کے تمام مکانوں کو لوٹ لیا گیا۔ شہباز خاں عقیدے کا سنی تھا' لہٰذا اس نے شیعوں کی مذہبی عمارتوں کو بھی لوٹا۔ "لنگر خانہ دروازہ امام" نامی مشہور عمارت بھی لوٹی گئی اور اس میں بسنے والوں کو قتل کر دیا گیا۔

رعایا کی جلاوطنی

شہزادہ مراد اور خان خاناں کو جب اس واقع کی خبر ہوئی تو انہوں نے شہباز خاں کو بہت برا بھلا کہا اور اہل شہر کو اطمینان دلانے کے لیے لوٹ مار کرنے والوں کی ایک جماعت کو تلوار کی گھاٹ اتار دیا۔ احمد نگر کے باشندے اب بھلا کیا مطمئن ہوتے وہ بالکل تباہ اور خستہ حال تھے۔ انہوں نے احمد نگر میں رہنا مناسب نہ سمجھا اور جس کا منہ جدھر اٹھا ادھر کو روانہ ہو گیا۔

نظام شاہی امراء کے مختلف گروہ

اس زمانے میں نظام شاہی امراء تین گروہوں میں منقسم ہو گئے تھے۔ اور ہر گروہ دوسرے گروہ سے بے تعلق تھا' ایک گروہ تو میاں منجوی کا تھا جو احمد شاہ کو اپنا حکمران کہتا تھا اور عادل شاہی سرحد کے قریب قیام پذیر تھا۔ دوسرا گروہ اخلاص خاں کے بہی خواہوں کا تھا جو موتی نام کے ایک مجہول النسب لڑکے کو بادشاہ بنائے بیٹھا تھا۔ تیسرا گروہ آہنگ خاں حبشی کا تھا یہ گروہ بھی عادل شاہی سرحد کے قریب مقیم تھا اور ستر سالہ شہزادے شاہ علی بن برہان شاہ اول کو بادشاہ تسلیم کرتا تھا۔

اخلاص خاں کی آمد

اخلاص خاں نے بڑی جوانمردی کا ثبوت دیا اور دولت آباد سے دس ہزار سواروں کا زبردست لشکر لے کر احمد نگر کی طرف روانہ ہوا۔ خان خاناں نے دولت خاں لودھی کو پانچ چھ ہزار تجربہ کار سپاہیوں کے ساتھ جن کی قوت پر اسے پورا بھروسہ تھا اخلاص خاں کے مقابلے کے لیے روانہ کیا۔

marfat.com
Marfat.com

دکنیوں کی شکست

دولت خاں لودھی اور اخلاص خاں میں دریائے گنگا کے کنارے جنگ ہوئی- دکنیوں کو شکست کا منہ دیکھنا پڑا اور مغل کامیاب و کامران ہوئے اور دکنیوں کا تعاقب کیا گیا اور انہیں سخت نقصان پہنچایا گیا-

پٹن کی تباہی

اس کے بعد مغلوں کا لشکر پٹن پہنچا اس جگہ تباہی و غارت گری کا بازار ایسا گرم کیا گیا کہ یہاں کہ شہریوں کے پاس تن ڈھانکنے کے لیے کپڑا تک نہ رہا-

چاند بی بی کا پیغام آہنگ خاں کے نام

چاند بی بی بہادر شاہ کی نظربندی اور احمد شاہ کی تخت نشینی کی وجہ سے میاں منجوی سے سخت ناراض تھی- اس نے آہنگ خاں کو یہ پیغام بھیجا کہ تم جلد از جلد بہادر سواروں کا ایک لشکر لے کر قلعہ احمد نگر کی حفاظت کے لیے آ جاؤ- یہ پیغام ملتے ہی آہنگ خاں سات آٹھ ہزار سواروں کے ساتھ جلد از جلد احمد نگر کی طرف روانہ ہو گیا- جب وہ احمد نگر سے چھ کوس کے فاصلے پر رہ گیا تو اس نے ایک مخبر کو شہر میں روانہ کیا تاکہ وہ قلعہ میں داخل ہونے کا راستہ معلوم کر کے آئے- مخبر گیا اور تمام حالات سے باخبر ہو کر آیا-

آہنگ خاں احمد نگر میں

اس نے بتایا: "حصار کی مشرقی طرف دشمن کے خیمے موجود نہیں ہیں اور دشمن حصار کی اس جانب سے بالکل غافل و بے پروا ہیں-" یہ سن کر آہنگ خاں رات کے وقت قلعے کی طرف روانہ ہوا- اتفاق سے شہزادہ اسی روز حصار کے معائنے کے لیے مشرقی جانب آیا تھا اور خان خاناں کو اس حصے کی حفاظت کا حکم دے چکا تھا- اس حکم کی تعمیل میں خان خاناں باغ ہشت بہشت سے کوچ کر کے اسی جگہ آ گیا تھا-

مغلوں پر حملہ

آہنگ خاں کو اس نئی صورت حال کو قطعاً خبر نہ تھی وہ تین ہزار لشکریوں اور ایک ہزار توپچیوں کو ساتھ لے کر اندھیری رات میں اس جگہ پہنچا اور دشمن کو غافل پا کر اس پر حملہ کر دیا- خان خاناں دو سو سواروں کو ساتھ لے کر عبادت خانہ کے کوٹھے پر چڑھ گیا اور حریف پر تیر پھینکنے لگا- دولت خاں لودھی کو جب اس واردات کا علم ہوا تو وہ چار سو سپاہیوں کے ہمراہ خان خاناں کی مدد کے لیے پہنچ گیا-

جنگ و جدال

دونوں طرف کے بہادر خوب جی کھول کر داد شجاعت دینے لگے- اتنے میں دولت خاں کا بیٹا پیر خاں بھی اپنے چھ سو (۶۰۰) سواروں کے ہمراہ موقع پر پہنچ گیا' اور لڑائی میں شریک ہوا- اب آہنگ خاں کے لیے میدان جنگ میں ٹھہرنا دشوار ہو گیا- لہٰذا وہ شاہ علی کے بیٹے اور دوسرے دکنی بہادروں کے ساتھ (جو چار ۴۰۰۰ کی تعداد میں تھے) خان خاناں کے خیموں سے نکل کر قلعے کی طرف روانہ ہو گیا-

شاہ علی کی واپسی

شاہ علی جو بہت ہی کمزور اور نحیف تھا اس نے قلعے میں جانے سے انکار کر دیا اور بقیہ لشکر کے ساتھ جس طرف سے آیا تھا ادھر کو روانہ ہو گیا- دولت خاں لودھی نے شاہ علی کا تعاقب کیا اور تقریباً نو سو افراد کو تلوار کے گھاٹ اتارا-

عادل شاہی امداد

احمد نگر کی تباہی و بربادی اور مغلوں کے غلبے کی خبریں بیجاپور پہنچیں اور چاند بی بی کے خطوط امداد کی درخواست سے متعلق عادل شاہ کے پاس پہنچے- بادشاہ نے نظام شاہیوں کی مدد کا ارادہ کر لیا اور سہیل خاں خواجہ سرا کو جو شجاعت و بہادری میں یگانہ روزگار تھا' پچیس ہزار

marfat.com

Marfat.com

سواروں کے ساتھ شاہ ورک کی طرف روانہ کیا۔

دکنی لشکر کا جمع ہونا

میاں منجوی، احمد شاہ اور دوسرے امیروں کو ساتھ لے کر سہیل خاں خواجہ سرا کے ساتھ جا ملا۔ محمد قلی قطب شاہ کی طرف سے مہدی قلی سلطان ترکمان بھی تلنگانہ کے پانچ چھ ہزار سپاہی لے کر آگیا اور سہیل خاں کے لشکر کے قریب ہی خیمہ زن ہوا۔

مغلوں کے مشورے

مغلوں کو دکنی لشکر کے جمع ہونے کی اطلاع ملی۔ شہزادہ مراد اور خانخاناں ایک دوسرے سے کبیدہ خاطر تھے۔ شہزادے نے میاں محمد صادق اور دوسرے امیروں سے مشورہ کیا۔ امیروں نے بہت بحث مباحثے کے بعد آپس میں متفق ہو کر کہا "اس سے پہلے کہ دکنی لشکر یہاں پہنچے ہمیں یہیں قیام کرنا چاہیے اور نقبیں کھودنے اور حصار کی دیوار کو مسمار کرنے کی کوشش میں مصروف رہنا چاہیے قلعے کو سر کرنا بہت ہی ضروری ہے۔"

نقب کی تیاری

شہزادے کو یہ رائے بہت پسند آئی اور اس نے اس کام کو پورا کرنے کا حکم دیا، مغلوں نے بڑی احتیاط اور کمال کے ساتھ نقبیں کھودیں اور اہل قلعہ کے آنے جانے کے تمام راستے مسدود کر دیئے۔ تجربہ کار اور مشاق کاریگروں نے شہزادے کے مورچل سے لے کر حصار تک پانچ نقبیں تیار کیں اور ان نقبوں کو قلعے تک پہنچا کر حصار کی دیواریں کھوکھلی کر دیں۔ رجب کی پہلی تاریخ کو ان نقبوں کو بارود وغیرہ سے پر کر دیا گیا۔

اہل قلعہ کی آگاہی

مغلوں نے نماز جمعہ کے بعد ان نقبوں میں آگ لگا دینے اور دشمن کو نذر آتش کر دینے کا ارادہ کیا۔ خواجہ محمد خاں شیرازی جو مغلوں کے لشکر میں تھا اس کو اہل قلعہ کی حالت پر بہت ترس آیا۔ وہ اندھیری رات میں اہل قلعہ کے پاس گیا اور انہیں تمام حالات سے باخبر کیا۔

حفاظتی اقدامات

خواجہ محمد شیرازی نے اہل قلعہ کو یہ بھی بتا دیا کہ مغلوں نے کن کن مقامات پر نقبیں کھودی ہیں۔ نظام شاہیوں نے خواجہ شیرازی کا شکریہ ادا کیا اور چاند بی بی کے حکم سے زمین کھودنے اور شیرازی کے بتائے ہوئے حصہ دیوار میں شگاف کرنے میں مصروف ہو گئے۔ اہل قلعہ نے جمعہ کی نماز کے وقت تک دو نقبوں کا سراغ لگا لیا اور ان کی تمام بارود نکال لی اور دوسری نقبوں کی تلاش میں مصروف رہے۔

مغلوں کا ارادہ

شہزادہ مراد اور محمد صادق خاں کی یہ خواہش تھی کہ اس قلعہ کی فتح کا سہرا خان خاناں کے سر نہ بندھے اس لیے انہوں نے خان خاناں کو بتائے بغیر ہی قلعہ کے گرد مسلح فوج متعین کر دی۔ مغلوں کا یہ ارادہ تھا کہ جونہی دیوار میں شگاف پیدا ہو وہ قلعے کے اندر داخل ہو جائیں۔ شہزادے کے حکم سے تمام فوجی سردار جنگ کے لیے تیار ہو کر قلعے کے قریب آ گئے۔ خان خاناں کو ان حالات سے بے خبر رکھا گیا اور اسے شہزادے نے طلب نہ کیا۔

قلعے کی دیوار گرانا

شہزادہ مراد نے نقب میں آگ لگانے کا حکم دیا۔ اہل قلعہ سب سے بڑی نقب کو کھود کر اس کا بارود نکال رہے تھے۔ اسی دوران میں مغلوں نے اس نقب کو آگ لگا دی۔ قلعے کی دیوار ٹکڑے ٹکڑے ہو کر اڑنے لگی، تقریباً پچاس گز دیوار ٹوٹ گئی اور وہ تمام لوگ جو نقب

marfat.com
Marfat.com

کے قریب کام کر رہے تھے۔ پتھروں اور مٹی کے نیچے آ کر ہلاک ہو گئے۔ چاروں طرف ایک کہرام بپا ہو گیا۔ مرتضیٰ خاں بن شاہ علی آہنگ خاں، شمشیر خاں اور محمد خاں وغیرہ دور سے کھڑے ہو کر یہ ہنگامہ دیکھ رہے تھے وہ ایسے پریشان اور حواس باختہ ہوئے کہ ادھر ادھر جا چھپے۔ الغرض قیامت کا سا عالم نظر آنے لگا اور قلعے کی حفاظت کرنے والا کوئی نہ رہا۔

چاند بی بی کا پردے سے باہر آنا

جرات مند اور باحوصلہ ملکہ چاند بی بی کو اس واقعہ کی اطلاع ہوئی۔ وہ بہادر خاتون مسلح ہو کر پردے سے باہر آئی اور گھوڑے پر سوار ہو کر اس جگہ جا پہنچی جہاں دیوار میں شگاف ہوا تھا۔ اس وقت مرتضیٰ خاں، آہنگ خاں اور شمشیر خاں وغیرہ بھی باہر آئے اور ملکہ کے پاس پہنچ گئے۔

معرکہ آرائی

شہزادہ مراد، محمد صادق اور دوسرے مغل سردار اس انتظار میں تھے کہ دوسری نقبوں کو بھی آگ لگے اور وہ اپنا کام شروع کریں۔ وہ اسی انتظار میں رہے اور اہل قلعہ نے موقع پا کر توپوں، بندوقوں، ضرب زنوں اور آتش بازی کے دوسرے آلات سے اس شگاف کو مستحکم کر دیا۔ جب مغل امراء دوسری نقبوں کی آتش زدگی سے بالکل مایوس ہو گئے تو انہوں نے اس شگاف پر حملہ کر دیا جو پہلی نقب کے پھٹنے سے پیدا ہوا تھا۔ اس موقع پر اہل قلعہ اور مغلوں میں زبردست لڑائی ہوئی۔

آتش بازی

بہادر و جری چاند بی بی اہل قلعہ کی ہمت افزائی کرتی رہی اور وہ مغلوں پر آگ کی بارش کرتے رہے۔ اہل قلعہ ایک ایک وقت میں دو دو، تین تین ہزار ضرب زنوں سے آتش بازی کرتے تھے۔ مغلوں کے لشکر کے بہت سے بہادر اس معرکے میں کام آئے اور ان کی لاشوں سے خندق پٹ گیا۔

چاند بی بی کی بہادری

مغل دن کے دو بجے سے لے کر شام کے وقت تک جنگ کرتے رہے، لیکن کامیابی کی کوئی صورت نظر نہ آئی۔ شہزادہ مراد، محمد صادق اور دیگر امراء اپنے خیموں میں واپس چلے گئے۔ مغلوں کا لشکر کا ہر چھوٹا بڑا چاند بی بی کی تعریف کرنے لگا سب اس کی شجاعت و دلیری کے قائل ہو گئے۔ ہر شخص اس کی بلند ہمتی کا قائل ہو گیا اور اسی روز سے "چاند بی بی" چاند سلطان کے لقب سے یاد کی جانے لگی۔

قلعے کے شگاف کی تعمیر

رات ہوئی تو چاند بی بی نے حسب سابق گھوڑے پر سوار ہو کر ماہر اور مستعد کاریگروں اور معماروں کو حکم دیا کہ وہ حصار کی دیوار کے شگاف کو دو یا تین گز کے قریب پر کریں۔ اس کام سے فراغت حاصل کرنے کے بعد ملکہ نے دکن کے ان سرداروں کے نام خطوط روانہ کیے جو سہیل خاں وغیرہ کے ساتھ بیٹر کے قریب پہنچ چکے تھے۔

دکنی امراء کے نام

چاند بی بی نے سہیل خاں اور دوسرے سرداروں کو دشمن کے غلبے، اہل قلعہ کی کمزوری اور غلے کی گرانی وغیرہ سے آگاہ کیا۔ جس شخص کے ہاتھ یہ خطوط روانہ کیے گئے تھے اتفاق سے اسے مغلوں نے گرفتار کر لیا اور خان خاناں اور محمد صادق کی خدمت میں اسے پیش کیا۔ ان لوگوں نے سہیل خاں کے نام اس مضمون کا ایک خط لکھا "ہم ایک عرصے سے تمہاری راہ دیکھ رہے ہیں تاکہ یہ ہنگامہ ختم ہو۔ جہاں تک ہو سکے جلد از جلد یہاں پہنچنے کی کوشش کرو۔ مغلوں نے یہ خط بھی قاصد کو دے دیا اور وہ چاند بی بی کے خطوں کے ساتھ اس خط کو بھی لے کر روانہ ہو گیا۔

marfat.com

Marfat.com

سہیل خاں کا عزم احمد نگر

سہیل خاں کو جس وقت یہ خطوط ملے وہ اسی وقت اپنی قیام گاہ سے نکل پڑا اور بڑی برق رفتاری کے ساتھ سفر کی منزلیں طے کرتا ہوا مانک دون کے راستے سے احمد نگر کی طرف روانہ ہو گیا۔ مغلوں کے لشکر میں قحط کے آثار پیدا ہو چکے تھے چارہ نہ ہونے کی وجہ سے ان کے گھوڑے بہت ہی کمزور ہوتے جا رہے تھے۔ انہیں جب سہیل خاں کی آمد کی اطلاع ملی تو انہوں نے یہ فیصلہ کیا کہ اس وقت بہتری یہی ہے کہ چاند بی بی سے اس شرط پر صلح کر لی جائے کہ برار کا علاقہ مغلوں کو دے دیا جائے اور باقی تمام ملک پر بدستور نظام شاہیوں کا قبضہ رہے۔

صلح

شہزادہ مراد کی طرف سے سید مرتضیٰ کو جو نظام شاہی بارگاہ کا بہت پرانا نمک خوار تھا متعین کیا گیا۔ چاند بی بی نے جب دشمن کی پریشانیوں اور خستہ حالی کا اندازہ کیا تو اس نے پہلے تو صلح سے انکار کر دیا' لیکن آخر اس کی سمجھ میں یہ بات آ گئی کہ موجودہ حالات میں جنگ کرنا کسی طرح بھی مناسب نہیں ہے۔ ملکہ اور اہل قلعہ محاصرے کی وجہ سے سخت تکالیف میں مبتلا تھے اس لیے چاند بی بی نے مذکورہ بالا شرط پر مغلوں سے صلح کر لی۔

مغلوں کی واپسی

ماہ شعبان کے شروع میں شہزادہ مراد اور خان خاناں دولت آباد اور کوتل چتوڑ کے راستے سے برار کی طرف روانہ ہو گئے۔ دو تین روز کے بعد سہیل خاں' عادل شاہی سرلشکر اور محمد قلی سلطان' میاں منجوی کے ہمراہ احمد نگر آیا۔ میاں منجوی نے حسب سابق احمد شاہ کو احمد نگر کے تخت پر بٹھانے کا ارادہ کیا۔

بہادر شاہ کی تخت نشینی

آہنگ خاں نے احمد شاہ کو قلعے سے باہر نکال دیا اور میاں منجوی کو قلعے میں داخل ہونے کی ممانعت کر دی۔ اس کے بعد آہنگ خاں نے قلعہ جوند کے محافظ کے پاس اپنے چند آدمیوں کو روانہ کیا اور بہادر شاہ بن ابراہیم شاہ مقتول کو احمد نگر میں طلب کیا۔ قلعے میں بہادر شاہ کے نام کا خطبہ و سکہ جاری کیا گیا۔

عادل شاہ کا پیغام میاں منجوی کے نام

میاں منجوی نے بہادر شاہ کی تخت نشینی کی مخالفت کی عین ممکن تھا کہ فتنہ و فساد کی آگ ایک بار پھر بھڑک اٹھتی کہ ناگاہ ابراہیم عادل شاہ نے اپنے مشہور امیر مرتضیٰ خان دکنی کی نگرانی میں چار ہزار سواروں کو احمد نگر بھیجا اور میاں منجوی کو پیغام دیا۔ "اس فتنہ انگیز زمانے میں جنگ و جدال کا اردہ کرنا ملک کی تباہی کا راستہ ہموار کرنے کے مترادف ہے۔ تم سب معاملات کو فی الحال اٹھا رکھو اور جلد از جلد سہیل خاں کے ساتھ بیجاپور پہنچو تاکہ باہمی غور و فکر اور تحقیق حال کے بعد کوئی قدم اٹھایا جائے۔

احمد شاہ بیجاپور میں

میاں منجوی دانش مند امیر تھا اس نے عادل شاہی حکم کی تعمیل کی اور مصطفیٰ خاں کے ساتھ جلد از جلد بیجاپور پہنچا۔ ابراہیم عادل کو اس امر کا یقین ہو گیا کہ احمد شاہ نظام شاہی نسل سے نہیں ہے اس نے احمد شاہ کو اپنے امراء کے گروہ میں داخل کر کے ملک کے ایک عمدہ حصے کا جاگیردار مقرر کیا۔ اسی طرح میاں منجوی اور اس کے بیٹے میاں حسین کو بھی امیروں کی صف میں شامل کیا گیا اور جاگیروں سے نوازا گیا۔

احمد شاہ کی مدت حکومت صرف آٹھ (۸) ماہ ہے۔

marfat.com

Marfat.com

بہادر شاہ بن ابراہیم نظام شاہ ثانی

محمد خاں کا اقتدار

قارئین کرام پر واضح ہو کہ چاند بی بی کی کوششوں ہی سے بہادر شاہ احمد نگر کے تخت پر جلوہ افروز ہوا اور اس کا دایہ زادہ محمد خاں پیشوائی کے منصب پر فائز ہوا۔ محمد خاں نے کچھ ہی عرصے میں زمانہ کے دستور کے مطابق اپنے رشتہ داروں اور بہی خواہوں کو اعلیٰ عہدوں پر مقرر کر کے انہیں قوی بنایا اور پھر ان کی مدد سے اپنے اقتدار و قوت میں اضافہ کر کے خود مختارانہ انداز سے کام کرنے لگا۔

نامی گرامی امراء کی گرفتاری

محمد خاں نے حسن تدبیر سے کام لے کر آہنگ خاں اور شمشیر خاں جیسے نامی گرامی امراء کو نظربند کر دیا۔ دوسرے امراء نے جب یہ صورت حال دیکھی تو وہ اپنے بچاؤ کی خاطر ادھر ادھر بھاگ گئے۔

عادل شاہ کے نام چاند بی بی کا پیغام

چاند بی بی یہ حالت دیکھ کر بہت پریشان ہوئی۔ اس نے عادل شاہ سے مدد طلب کی اور اسے یہ پیغام دیا۔ "اس پر آشوب زمانے میں جب کہ ایک طاقت ور دشمن ہماری تباہی و بربادی کے لیے مستعد ہے ہمارے ملک کے امراء' عاقبت نا اندیشی کا ثبوت دے رہے ہیں اور ہر لحہ ایک نیا ہنگامہ پیدا کر رہے ہیں۔ اگر آپ نے اس طرف توجہ فرما کر ان بدطینت امراء کی سرزنش نہ کی تو ملک کا باقی حصہ بھی مغلوں کے قبضے میں چلا جائے گا۔

سہیل خاں کی آمد

عادل شاہ نے دوسری بار چاند بی بی کی مدد کا ارادہ کیا اور اپنے سپہ سالار سہیل خاں کو حکم دیا کہ احمد نگر جائے اور چاند بی بی کی خواہش کے مطابق عمل کرے۔ ۱۰۰۵ھ میں سہیل خاں احمد نگر پہنچا محمد خاں قلعے میں پناہ گزیں ہو گیا اور سہیل خاں نے چاند بی بی کے مشورے کے مطابق قلعے کا محاصرہ کر لیا۔ اس نے پورے چار مہینے تک محاصرہ جاری رکھا۔

محمد خاں کی گرفتاری اور آہنگ خاں کا تقرر

محمد خاں نے خان خاناں کے نام ایک عریضہ لکھا اور اس سے مدد طلب کی۔ اہل قلعہ کو جب اس کی اس حرکت کا علم ہوا تو انہوں نے محمد خاں کو گرفتار کر کے چاند بی بی کی خدمت میں پیش کیا۔ چاند بی بی نے آہنگ خاں کو منصب پیشوائی پر فائز کیا اور سہیل خاں کو خلعت فاخرہ سے سرفراز کر کے واپسی کی اجازت دی۔

مغلوں کا قصبہ پاتری پر قبضہ

سہیل خاں احمد نگر سے روانہ ہوا اور دریائے گنگا کے کنارے راجہ پور کے نواح میں پہنچا۔ یہاں پہنچ کر اسے معلوم ہوا کہ مغلوں نے دعدے کی خلاف ورزی کر کے قصبہ پاتری کو بھی جو برار میں شامل نہیں ہے اپنے قبضہ میں کر لیا ہے۔ سہیل خاں اسی جگہ ٹھہر گیا اور اس نے عادل شاہ کے نام ایک عریضہ لکھا جس میں یہ تمام حالات درج کیے۔

چاند بی بی کا اصرار

چاند بی بی اور آہنگ خاں کو بھی مغلوں کی اس حرکت کا علم ہوا انہوں نے اپنے قاصد بیجاپور روانہ کیے اور عادل شاہ سے اصرار کیا کہ

marfat.com
Marfat.com

وہ قصبہ پاتری سے مغلوں کو نکال کر باہر کرے۔ عادل شاہ نے حسب سابق اس بار بھی سہیل خاں ہی کو مغلوں سے معرکہ آرائی کرنے کا حکم دیا۔

دکن کے مختلف لشکروں کا اجتماع

قطب شاہ نے بھی عادل شاہ کی تقلید کی اور لشکر تلنگانہ کو مہدی قلی سلطان کی نگرانی میں سہیل خاں کے پاس بھجوا دیا۔ احمد نگر سے بھی ساٹھ ہزار سواروں کا ایک لشکر جرار برار کی طرف روانہ ہوا۔ سہیل خاں نے قصبہ سون پت میں پہنچ کر قیام کیا اور لشکر کی تربیت و تنظیم کی طرف توجہ کی۔

خان خاناں کی تیاری

مغلوں کا سپہ سالار خان خاناں ان دنوں جالنہ میں تھا۔ اسے جب دکنیوں کے لشکر کی کثرت کی اطلاع ہوئی تو اس نے بھی اپنے لشکر کو حاضری کا حکم دیا اور خود شہزادہ مراد کے پاس شاہ پور پہنچا اور شہزادے کو تمام حالات سے آگاہ کیا۔

دکنی لشکریوں کے مقابلے کے لیے روانگی

خان خاناں یہ چاہتا تھا کہ اس فتح کا سہرا اس کے سر بندھے لہٰذا اس نے شہزادہ مراد اور محمد صادق کو وہیں شاہ پور ہی میں چھوڑا اور خود تمام اکبری امیروں اور راجہ علی خان برہان پوری کو ہمراہ لے کر بیس ہزار سواروں کے لشکر کے ساتھ دکنیوں کے مقابلے پر روانہ ہوا۔

فریقین کا آمنا سامنا

خان خاناں نے دریائے گنگا کے کنارے دکنیوں کی فوج کے سامنے خیمے لگائے اور اپنے لشکر کے گرد خندق کھدوائی' تقریباً پندرہ روز تک خان خاناں نے اپنی جگہ سے حرکت نہ کی لیکن جب اسے دکنیوں کے لشکر کی حقیقت معلوم ہو گئی اور وہ ان تمام قواعد جنگ سے آگاہ ہو گیا تو اس نے ۱۸ جمادی الثانی ۱۰۰۵ھ کو صبح کے وقت اپنا لشکر درست کیا اور اسی روز عصر کے وقت فریقین لڑنے کے لیے ایک دوسرے کے سامنے آئے۔

معرکہ آرائی

سہیل خاں کے مقابلے پر راجہ علی خاں اور راجہ جگناتھ راجپوت چار ہزار سواروں کو ساتھ لے کر آئے۔ سہیل نے ان سب کو آتش بازی کے آلات سے ہلاک کر دیا۔ قطب شاہی اور نظام شاہی لشکر خان خاناں کا مقابلہ نہ کر سکے اور میدان جنگ سے فرار ہو گئے۔ سہیل خاں نے یہ صورت حال دیکھی تو وہ دشمن کی فوج کے دوسرے حصے سے معرکہ آراء ہوا اور شام کے وقت حریف کے میمنہ اور میسرہ پر حملہ کر دیا۔

مغلوں کا فرار

سہیل خاں نے بہادری اور شجاعت کا ناقابل فراموش مظاہرہ کیا اور دشمن کی تباہی و بربادی کی پوری کوشش کی۔ مغل یہ صورت حال دیکھ کر بڑے پریشان ہوئے اور میدان جنگ سے بھاگ کر شہزادہ مراد کے پاس شاہ پور میں پناہ گزیں ہوئے۔

شہزادہ مراد کی روانگی

صادق محمد خان حفاظت کے خیال سے شہزادہ مراد کو دکن کی حدود سے باہر نکال لے گیا' لیکن خان خاناں باوجود اپنے لشکر کے انتشار اور پراگندگی کے اسی جگہ ایک قلیل جماعت کے ساتھ مقیم رہا۔

marfat.com

Marfat.com

دکنیوں کی لوٹ مار

دکنیوں نے اس معرکہ آرائی کو اپنی فتح سے تعبیر کیا اور لوٹ مار میں مصروف ہو گئے۔ انہوں نے بہت سا مال غنیمت حاصل کیا اور اس مال کو محفوظ رکھنے کے لیے ادھر ادھر چلے گئے۔ میدان جنگ میں سہیل خاں اور لشکر خاصہ کی ایک جماعت کے سوا کوئی اور نہ رہا۔

ایک عجیب اتفاق

یہ عجیب اتفاق تھا کہ خان خاناں اور سہیل خاں ایک دوسرے سے بہت کم فاصلے پر تھے لیکن دونوں ہی کو ایک دوسرے کی موجودگی کا علم نہ تھا۔ ایک پہر رات تک کا وقت اسی لاعلمی میں گزر گیا۔ اس وقت دونوں سردار صورت حال سے واقف ہوئے اور اپنی اپنی حفاظت کی کوشش کرنے لگے۔

جنگ اور خان خاناں کی فتح

صبح ہوئی تو فریقین ایک دوسرے کے مقابلے پر آئے۔ خانخاناں یہ چاہتا تھا کہ وہ فی الحال سہیل خاں سے صلح کر لے اور جنگ قائی کے ساتھ روانہ ہو جائے' لیکن سہیل خاں اپنے ساتھیوں کے مشورے سے جنگ کرنے پر تلا رہا۔ آخر خان خاناں نے مجبور ہو کر لڑائی شروع کی فریقین بڑی جان بازی سے لڑے۔ خان خاناں کو فتح ہوئی اور سہیل خاں شاہ ورک کی طرف فرار ہو گیا۔

کاویل و پرنالہ کا محاصرہ

قطب شاہ اور نظام شاہی امراء بحال خستہ احمد نگر اور حیدر آباد کی طرف روانہ ہوئے۔ اس عظیم الشان فتح کے بعد خان خاناں نے قصبہ جالند میں قیام کیا اور برابر کے مستحکم ترین قلعوں کاویل اور پرنالہ کے محاصرے کے لیے اپنے لشکر کے ایک حصے کو متعین کیا۔

مراد کا پیغام خان خاناں کے نام

محمد صادق (جو پنج ہزاری امیر تھا) کے کہنے پر شہزادہ مراد نے خان خاناں کو یہ پیغام دیا "اب موقع ہے اور وقت مناسب حال ہے۔ ہم اگر اب احمد نگر پر حملہ کر دیں تو باسانی دشمن کو مغلوب کر سکتے ہیں اور اس طرح تمام نظام شاہی مملکت پر ہمارا قبضہ ہو سکتا ہے۔

جواب

خان خاناں نے شہزادہ مراد کو جواب دیا کہ میں یہ سمجھتا ہوں کہ موجودہ حالات میں ہمارا برار ہی میں قیام کرنا مناسب ہو گا۔ اس سال ہمیں یہیں رہ کر اس علاقے کے قلعوں کو سر کرنا چاہیے جب یہ ملک پوری طرح ہمارے قبضے میں آ جائے تو اس کے بعد دوسرے ملکوں کی طرف توجہ کرنی چاہیے۔

خان خاناں کی دکن سے روانگی

شہزادہ مراد نے خان خاناں کی اس رائے کو پسند نہ کیا۔ مراد اور محمد صادق دونوں نے اکبر بادشاہ سے خان خاناں کی شکایت کی اور اس کے خلاف کئی خطوط بادشاہ کی خدمت میں ارسال کیے۔ (اس قضیئے کا تفصیلی بیان اکبر بادشاہ کے ضمن میں آ چکا ہے' ان خطوں سے بادشاہ متاثر ہوا اور اس نے خان خاناں کو اپنے پاس بلا لیا اور اس کی جگہ شیخ ابوالفضل کو دکن کا سپہ سالار مقرر کیا۔ ۱۰۰۶ھ میں خان خاناں دکن سے روانہ ہو گیا۔

آہنگ خاں کے خطرناک ارادے

اس اثناء میں آہنگ خاں نے چاند بی بی سے اور زیادہ دشمنی کا اظہار کیا اور یہ طے کیا کہ بہادر شاہ کو اپنے قبضے میں کر کے چاند بی بی کو کسی قلعے میں نظربند کر دیا جائے اور تمام سیاہ و سفید کا مالک ہو جائے۔ چاند بی بی کو آہنگ خاں کے اس ارادے کی اطلاع ہو گئی لہٰذا اس

marfat.com

Marfat.com

نے بہادر شاہ کی حفاظت اور زیادہ توجہ سے کرنی شروع کر دی۔

قلعہ احمد نگر کا محاصرہ

چاند بی بی نے آہنگ خاں کو قلعے میں آنے جانے سے منع کر دیا اور یہ حکم دیا کہ وہ قلعے کے باہر دیوان داری کیا کرے۔ چند روز تک تو آہنگ خاں نے چاند بی بی کے اس حکم کی تعمیل کی، لیکن بعد میں وہ سرکشی پر اتر آیا اور قلعے کا محاصرہ کر لیا، فریقین میں اکثر اوقات لڑائی بھی ہوتی رہتی تھی۔

آہنگ خاں کا بیٹر پر لشکر کشی کا ارادہ

عادل شاہ نے اپنے امیروں کو احمد نگر بھیج کر اس خانہ جنگی کو ختم کروانے کی کوشش کی لیکن کوئی نتیجہ نہ نکلا روز بروز آہنگ خاں کی قوت میں اضافہ ہوتا گیا اس نے موقع سے فائدہ اٹھانا چاہا اس نے دیکھا کہ خان خاناں دکن سے چلا گیا ہے اور دریائے گنگا زوروں پر ہے اس لیے اگر قصبہ بیٹر پر لشکر کشی کی جائے تو شہزادہ اس شہر کی حفاظت کے لیے نہ آ سکے گا۔

حاکم بیٹر سے معرکہ

یہ سوچ کر آہنگ خاں بیٹر کی طرف روانہ ہو گیا تاکہ اس شہر کو اکبری امیروں کے قبضے سے نکال لے۔ بیٹر کے حاکم شیر خواجہ نے شہر سے چھ کوس کے فاصلے پر آہنگ خاں کا مقابلہ کیا۔ آہنگ خاں کا پلہ بھاری رہا اور شیر خواجہ زخمی ہو کر میدان جنگ سے بھاگ گیا اور مصیبتوں اور مشکلوں کا سامنا کرتا ہوا قلعہ بیٹر میں پہنچ کر قلعہ بند ہو گیا۔

اکبر کے نام شیر خواجہ کا عریضہ

شیر خواجہ نے اکبر بادشاہ کے نام ایک خط ارسال کیا جس میں دکنیوں کے غلبے اور شیخ ابوالفضل کی بے خبری و غفلت کی شکایت تھی یہ خط پڑھ کر اکبر کو یقین آ گیا کہ دکن کی سپہ سالاری کے لیے خان خاناں سے زیادہ موزوں شخص کوئی اور نہیں ہے۔ اکبر نے خان خاناں کا قصور معاف کر کے اسے دوبارہ بحال کرنے کا ارادہ کر لیا۔

شہزادہ مراد کا انتقال

اسی زمانے میں شراب نوشی کی کثرت اور جوانی کی دوسری بدکاریوں کی وجہ سے شہزادہ مراد نے اپنے آباد کیے ہوئے شہر شاہ پور میں داعی اجل کو لبیک کہا۔ اکبر نے اپنے چھوٹے شہزادہ دانیال کو خان خاناں کے ساتھ روانہ کیا۔

اکبر کی دکن میں آمد

شہزادہ دانیال ابھی دکن کی سرحد پر بھی نہ پہنچا تھا کہ شیخ ابوالفضل اور سید یوسف خاں کی درخواست پر خود اکبر ۱۰۰۸ ہجری میں آگرہ سے دکن کی طرف روانہ ہوا۔ اکبر کو جب یہ معلوم ہوا ہے کہ چاند بی بی اور آہنگ خاں میں ٹھنی ہوئی ہے اور دونوں ایک دوسرے کے خلاف تخریبی کارروائیوں میں مصروف ہیں۔ تو اکبر نے خود قلعہ اسیر کا محاصرہ کر لیا اور شہزادہ دانیال اور خان خاناں کو احمد نگر کی طرف روانہ کیا۔

آہنگ خاں کی جنیر کو روانگی

آہنگ خاں پندرہ ہزار سواروں کے لشکر کے ساتھ قلعے کے باہر ٹھہرا ہوا تھا اس نے دھنا گھاٹ پر قبضہ کر کے مغلوں سے جنگ کرنے کا ارادہ کیا۔ شہزادہ دانیال اور دوسرے امراء اس کے ارادے سے مطلع ہو کر ایک جنگل کی طرف روانہ ہو گئے۔ مغلوں کے اس اقدام سے آہنگ خاں بہت خوفزدہ ہوا اور اس نے جنگ کرنے یا احمد نگر پہنچ کر چاند بی بی اور بہادر شاہ سے مدد طلب کرنے کی بجائے اپنے تمام

marfat.com

Marfat.com

سامان میں آگ لگادی اور خود جنیر کی طرف روانہ ہوگیا۔

قلعہ احمد نگر کا محاصرہ

شہزادہ دانیال اور دوسرے مغل امیروں نے بغیر کسی مزاحمت اور زیادہ محنت کے قلعہ احمد نگر کا محاصرہ کر لیا۔ امراء نے آپس میں مورچل تقسیم کیے' دانیال' خان خاناں اور سید یوسف وغیرہ کے مورچل کی طرف سے نقب کھودنے کا کام شروع ہوگیا۔ جب قلعہ فتح ہونے کے قریب آیا تو چاند بی بی نے جیتہ خاں خواجہ سرا سے کہا آہنگ خاں اور دوسرے امیروں کی سرکشی اور ہنگامہ خیزی کا یہ نتیجہ ہے کہ اکبر بادشاہ بذات خود دکن کی طرف آیا ہے' ظاہر ہے کہ چند دنوں میں یہ قلعہ فتح کر لیا جائے گا۔

چاند بی بی اور جیتہ خاں میں گفتگو

جیتہ خاں نے اس کے جواب میں کہا۔ "اب تک جو کچھ ہوا اس کا غم کرنا بیکار ہے اس وقت کیا کیا جائے؟ آپ جو فرمائیں گی اسی پر عمل کیا جائے گا۔" چاند بی بی نے کہا میری یہ رائے ہے کہ ہمیں قلعہ شہزادہ دانیال کے سپرد کر کے اپنی عزت اور جان کو بچانا چاہیے۔ اس کے بعد جنیر کی راہ لینی چاہیے اور وہاں پہنچ کر خداوند تعالیٰ سے مدد کا انتظار کرنا چاہیے۔

چاند بی بی کا قتل

چاند بی بی کی زبان سے یہ کلمات سن کر جیتہ خاں نے تمام اہل قلعہ کو جمع کیا اور ان سے بلند آواز سے کہا "چاند بی بی نے اکبری امراء سے ساز باز کر کے قلعہ شہزادہ دانیال کے حوالے کر دینے کا فیصلہ کر لیا ہے۔" اہل دکن یہ سنتے ہی برافروختہ ہو گئے اور بغیر کچھ سوچے سمجھے حرم سرا میں داخل ہو گئے اور انہوں نے چاند بی بی کو بڑی بے رحمی سے قتل کر ڈالا۔

مغلوں کا قلعے میں داخلہ

مغل لشکریوں نے نقب تیار کر لی اور اس میں بارود بھر کر قلعہ کی دیوار گرا دی۔ مغلوں نے قلعہ کے اندر داخل ہو کر تمام دکنیوں کو جن میں بچے بھی تھے بوڑھے بھی تھے اور جوان بھی تھے بہادر شاہ کے علاوہ سب کو گرفتار کر لیا۔ جیتہ خاں بھی اسی ہنگامے میں ہلاک ہوگیا۔

قلعہ احمد نگر پر مغلوں کا قبضہ

شہزادہ دانیال نے تمام جواہرات اور خزانے پر قبضہ کر لیا۔ قلعہ اس نے اپنے قابل اعتبار امیروں کے سپرد کر کے اور خود بہادر شاہ کو اکبر بادشاہ کے پاس برہان پور بھجوا دیا۔

قلعہ اسیر کی فتح

اسی دوران میں مغلوں نے قلعہ اسیر بھی فتح کر لیا۔ اکبر نے خاندیش اور دکن علاقے شہزادہ دانیال کے حوالے کیے (جیسا کہ ابراہیم شاہ کے حالات بیان کیا جا چکا ہے) اور خود آگرہ کی طرف روانہ ہوگیا۔

بہادر شاہ کی نظربندی

نظام شاہی امیروں نے اس واقعہ کے بعد مرتضیٰ شاہ ولد شاہ علی کو اپنا بادشاہ تسلیم کر لیا اور کچھ دنوں کے لیے پرندہ کو پایہ تخت قرار دیا۔ بہادر نظام شاہ آج تک گوالیار کے قلعے میں نظربند ہے تین سال اور چند مہینوں تک حکومت کی۔

marfat.com

Marfat.com

مرتضیٰ نظام شاہ بن شاہ علی برہان شاہ اول

دو مقتدر امراء

اکبر بادشاہ جب برہان پور سے آگرہ روانہ ہو گیا تو نظام شاہی ملازمین میں سے دو اشخاص نے بڑا نام پیدا کیا اگرچہ یہ دونوں اصحاب جاہ و چشم نہ تھے، لیکن اپنی صلاحیتوں اور بلند ہمتی کی وجہ سے نامی گرامی امراء میں شمار ہونے لگے۔ انہیں دونوں کے حسن تدبیر کی وجہ سے نظام شاہی سلطنت مغلوں کی یلغار اور سیلاب فتوحات سے محفوظ رہی۔

عنبر حبشی

ان میں ایک تو عنبر حبشی تھا اس نے تلنگانہ کی سرحد سے لے کر بیٹر سے ایک کوس کے فاصلے تک کا علاقہ اور احمد نگر کے جنوب میں شہر سے چار کوس کے فاصلے سے لے کر دولت آباد سے بیس کوس کے فاصلے تک کا علاقہ مع بندر چیول کے اپنے قبضے میں کر رکھا تھا۔

راجو دکنی

دوسرے مقتدر امیر کا نام راجو دکنی تھا اس نے دولت آباد اور اس کے شمال میں گجرات کی سرحد اور دولت آباد کے جنوب میں احمد نگر سے چھ کوس کے فاصلے تک کا علاقہ اپنے قبضے میں کیا ہوا تھا۔

راجو اور عنبر کی دشمنی

یہ دونوں امیر موقع و محل کی مناسبت سے اور وقتی مصالح کے پیش نظر حسب ضرورت مرتضیٰ نظام شاہ کی اطاعت کرتے تھے۔ ان دونوں نے قلعہ اوسہ کو مع چند قصبوں کے بادشاہ کے اخراجات کے لیے مخصوص کر رکھا تھا۔ عنبر حبشی اور راجو دکنی آپس میں ایک دوسرے کے سخت دشمن تھے کیونکہ دونوں کی یہ خواہش تھی کہ فریق مخالف کو مغلوب کر کے اس کے علاقوں پر قبضہ کر لیا جائے۔

ملک عنبر کی تلنگانہ کو روانگی

خان خاناں کو ان دونوں امیروں کی باہمی دشمنی کا راز معلوم ہو گیا اور اس نے اپنے لشکر کو حکم دیا کہ عنبر حبشی کے چند مقبوضہ قصبوں پر قبضہ کر لیا جائے جو تلنگانہ میں واقع ہیں۔ عنبر کو خان خاناں کے اس حکم کی خبر پہنچی اور وہ متذکرہ قصبوں کی حفاظت کے لیے ۱۰۱۰ھ میں سات آٹھ ہزار سواروں کا لشکر لے کر تلنگانہ کی طرف روانہ ہو گیا۔

عنبر حبشی اور ایرج مرزا میں جنگ

عنبر نے مغلوں کی فوجی چھاؤنیاں تباہ و برباد کر کے اپنے علاقوں پر دوبارہ قبضہ کر لیا۔ خان خاناں نے اپنے مشہور و معروف اور بہادر بیٹے میرزا ایرج کو پانچ ہزار سواروں کے لشکر کے ساتھ عنبر کے مقابلے پر روانہ کیا ناندیڑ کے قریب دونوں لشکر ایک دوسرے کے سامنے آئے۔ میرزا ایرج نے اپنی شہرت و نیک نامی کے لیے اور عنبر نے اپنی حفاظت کی خاطر اپنے لشکر کو مرتب و منظم کیا۔ دونوں نے پوری طاقت سے ایک دوسرے پر حملہ کیا اور زبردست جنگ شروع ہو گئی۔

عنبر حبشی کا زخمی ہونا

دونوں طرف کے بے شمار سپاہی مارے گئے لیکن آخر اکبری اقبال نے اپنا کام کیا اور عنبر حبشی کو ایک کاری زخم لگا وہ عین میدان جنگ میں اپنے گھوڑے سے گر پڑا۔ حبشیوں اور دکنیوں کی ایک جماعت نے جو ہر طرح عنبر کی مطیع و فرماں بردار تھی اپنے زخم خوردہ امیر

marfat.com
Marfat.com

کو اٹھالیا اور میدان جنگ سے لے کر بھاگ گئی۔

دوبارہ جنگ کی تیاری

جب عنبر حبشی کا زخم بھر گیا اور وہ جنگ کرنے کے قابل ہو گیا تو اس نے دوبارہ لشکر جمع کرنا شروع کر دیا۔ خان خاناں عنبر کی بہادری اور شجاعت کو اچھی طرح آزما چکا تھا۔ جب اسے یہ معلوم ہوا کہ عنبر نے تازہ دم ہو کر دوبارہ جنگ کرنے کا ارادہ کیا ہے تو خان خاناں نے صلح کرنے میں ہی عافیت دیکھی

صلح

خان خاناں نے عنبر کو صلح کا پیغام دیا وقتی مصالح کے پیش نظر عنبر خان خاناں کا پیغام' منظور کر لیا کیونکہ اسے معلوم تھا کہ اگر جنگ ہوئی تو راجو دکنی اس موقع سے فائدہ اٹھانے کی کوشش کرے گا۔ خان خاناں اور عنبر کی ملاقات ہوئی اور اپنے اپنے علاقوں کو متعین کیا اس کے بعد دونوں امیر اپنی قیام گاہوں میں واپس آ گئے۔ اس دن کے بعد دونوں امیروں میں کبھی کوئی تنازعہ نہ ہوا۔ کسی نے عہد شکنی نہیں کی اور عنبر خاں خان خاناں سے بڑی عقیدت رکھتا تھا۔

عنبر اور مرتضیٰ نظام شاہ میں دشمنی

اسی زمانے میں کئی دکنی امیروں پتنگ رائے کول' فرہاد خان مولد اور ملک صندل خواجہ سرا وغیرہ عنبر حبشی کا ساتھ چھوڑ کر مرتضیٰ نظام شاہ سے مل گئے اور اسے ملک عنبر کے خلاف بھڑکایا۔ ان امیروں نے عنبر حبشی سے جنگ کرنے کے لیے قلعہ اوسہ کے نواح میں ایک میدان کا انتخاب کیا۔

بادشاہ کی شکست

عنبر اپنے لشکر کو ہمراہ لے کر اوسہ کی طرف روانہ ہو گیا۔ ادھر سے بادشاہ بھی اپنے لشکر کے ساتھ مقابلے پر آیا فریقین میں سخت جنگ ہوئی۔ عنبر نے حسب معمول جرات و بہادری کا مظاہرہ کر کے مرتضیٰ نظام کو شکست دی۔ پتنگ رائے کول کو عنبر نے گرفتار کر کے قلعے میں نظربند کر دیا۔ نظام شاہ اور اس کے طرف دار امیروں فرہاد خاں اور ملک صندل وغیرہ نے گردش حالات سے تنگ آ کر عنبر سے صلح کر لی۔

قلعہ پرندہ کی فتح کا خیال

عنبر قلعہ پرندہ پر قبضہ کرنے کا خواہاں تھا اس مقصد سے بادشاہ کو ساتھ لے کر ۱۰۱۲ ہجری میں پرندہ کی طرف کوچ کیا۔ حاکم قلعہ منجھن خاں نے جو تقریباً بیس سال سے پرندہ پر حکومت کر رہا تھا نظام شاہ کو پیغام دیا۔ "آپ میرے مالک ہیں اور آپ کی اس حیثیت کے پیش نظر میں آپ کا شاہانہ استقبال کروں گا اور قلعے میں ٹھہراؤں گا' لیکن مجھے عنبر پر قطعاً اعتبار نہیں ہے کیونکہ اس نے خان خاناں سے ملاقات کر کے اس کی غلامی کر لی ہے اس لیے میں اس کو قلعے میں قدم نہ رکھنے دوں گا۔

عنبر کی وضاحت

اس کے جواب میں عنبر نے منجھن خاں کو مطلع کیا کہ "چونکہ پتنگ رائے' فرہاد اور ملک صندل کی طرف سے قطعاً مطمئن نہ تھا اس لیے میں نے مجبوراً خان خاناں سے ملاقات کی' اگرچہ ظاہری طور پر میں اکبر بادشاہ کا بہی خواہ ہوں لیکن حقیقت میں میری تمام ہمدردیاں نظام شاہ کے ساتھ ہیں اور میں اسی کا مطیع اور اس کا فرماں بردار ہوں' میری خواہش ہے کہ بادشاہ کے تمام دشمنوں سے ملک کو خالی کر دوں۔"

marfat.com

Marfat.com

نظام شاہ کی گرفتاری

منجن خاں نے ملک عنبر کی بات کا اعتبار نہ کیا اور سلسلہ گفتگو آگے نہ بڑھایا۔ عنبر کو یہ خوف لاحق ہو گیا کہ کہیں نظام شاہ قلعے میں داخل ہو کر پناہ گزیں نہ ہو جائے اور اس طرح منجھن خاں کی قوت میں اضافہ نہ ہو جائے۔ اس اندیشے کے پیش نظر عنبر نے نظام شاہ کو گرفتار کر کے پاسبانوں کے سپرد کر دیا۔

منجھن خاں کی مدافعت

بادشاہ کی نظربندی کی وجہ سے فرہاد خاں اور ملک صندل بہت آزردہ خاطر ہوئے اور قلعے کے قریب پہنچ گئے۔ منجھن خاں نے پورے ایک مہینے تک دشمن کی مدافعت کی۔ منجھن خاں کا بیٹا سونا خاں کچھ ایسے کردار کا نہ تھا اس نے نازک موقعے پر بھی سخت بے اعتدالی کی اور اہل لشکر کی عورتوں اور بچوں کی عصمت دری میں مشغول ہو گیا۔ لشکری اس سے بہت مشتعل ہوئے اور انہوں نے سونا خاں کو قتل کر دیا۔

منجھن خاں کا فرار

اس واقعے کے بعد منجھن خاں نے قلعے میں ٹھہرنا مناسب نہ سمجھا اور اکیلا ہی فرار ہو گیا۔ فرہاد خاں اور ملک صندل کے ساتھ وہ عادل شاہی دربار میں پناہ گزیں ہوا اور مع اپنے ساتھیوں کے عادل شاہ کے دائرہ ملازمین میں داخل ہو گیا۔

قلعہ پرندہ پر قبضہ

اہل قلعہ نے منجھن خاں کے نقش قدم پر چلتے ہوئے چند مہینوں تک تو دشمن کی مدافعت کی' لیکن آخر کار عنبر حبشی نے انہیں اپنی وحد تدبیر سے پھنسا ہی لیا۔ عنبر نے قلعے پر قبضہ کر کے نظام شاہ کو رہا کر دیا اور اسے وہیں چھوڑ کر خود آگے کی طرف روانہ ہو گیا۔

راجو دکنی کے نام دانیال کا پیغام

محرم ۱۰۱۳ ہجری میں شہزادہ دانیال' عادل شاہ کی بیٹی کی پالکی کا استقبال کرنے کے لیے برہان پور سے روانہ ہوا اور کرناٹک اور دولت آباد کے راستے احمد نگر کا رخ کیا۔ دانیال نے اپنے چند آدمیوں کو راجو دکنی کے پاس بھیجا اور اسے یہ پیغام دیا۔ "عنبر حبشی کی طرح تم بھی بادشاہ اکبر کی اطاعت کرو اور میری خدمت میں حاضری دو' تاکہ تمہارا ملک بادشاہ کی طرف سے تمہیں جاگیر میں عطا کر دیا جائے۔

راجو اور دانیال میں معرکہ

راجو کو شہزادے کی بات کا یقین نہ آیا' اس وجہ سے دانیال بہت غصے میں آیا اور اس نے راجو کو تباہ و برباد کرنے کی ٹھانی۔ راجو نے بھی جرات اور ہمت سے کام لیا اور آٹھ ہزار سواروں کا لشکر لے کر دانیال کے مقابلے پر روانہ ہوا۔ راجو اور دانیال میں باقاعدہ جنگ نہ ہوئی لیکن راجو نے مختلف تدبیروں سے مغل فوج کو بہت پریشان کیا اور اتنا نقصان پہنچایا کہ دانیال نے گھبرا کر خان خاناں سے جو جالنہ میں مقیم تھا مدد کی درخواست کی۔

راجو کا فرار

خان خاناں پانچ ہزار سواروں کے لشکر کے ساتھ جلد از جلد دانیال کے پاس پہنچ گیا۔ راجو کو جب اس بات کا علم ہوا تو اس نے مغلوں کے خلاف اپنی کارروائیوں کو بند کیا اور اپنے ملک کے ایک دور دراز گوشہ میں جا چھپا۔ شہزادہ دانیال اور خاں خاناں عادل شاہ کی بیٹی کی پالکی کو لے کر احمد نگر آئے' دریائے گنگا کے کنارے پٹن کے قریب عظیم جشن عروسی منعقد کیا گیا۔ اس کے بعد خان خاناں تو اسی جگہ مقیم رہا اور شہزادہ برہان پور کی طرف روانہ ہو گیا۔

marfat.com

Marfat.com

عنبر اور راجو کی لڑائیاں

اسی دوران میں نظام شاہ نے راجو سے عنبر کی شکایت کی کہ وہ جائز و ناجائز ہر طریقے سے بادشاہ کو دباتا ہے۔ راجو نے قلعہ پرندہ میں پہنچ کر بادشاہ سے ملاقات کی اور عنبر کے دفعیے کا وعدہ کیا۔ عنبر اور راجو میں کئی بار لڑائی ہوئی اور ہر بار راجو ہی کامیاب ہوا۔ اس صورت حال سے عنبر بہت پریشان ہوا اور اس نے خان خاناں سے مدد کی درخواست کی۔

خان خاناں نے عنبر کی درخواست منظور کر لی اور اس کی مدد کے لیے حاکم بیٹر میرزا حسین بیگ کو دو تین ہزار سواروں کے ساتھ روانہ کیا۔ عنبر نے اس لشکر کی مدد سے راجو کو شکست دے کر دولت آباد کی طرف بھگا دیا۔

دانیال کی وفات

شہزادہ مراد کی طرح دکن کی حکومت شہزادہ دانیال کو بھی راس نہیں آئی اور اس نے برہان پور میں داعی اجل کو لبیک کہا۔ یہ خبر سن کر خان خاناں برہان پور چلا گیا۔ عنبر نے اس موقعے سے فائدہ اٹھایا اور لشکر جمع کر کے دولت آباد کی طرف روانہ ہو گیا اور راجو پر حملہ کر دیا۔

خان خاناں دولت آباد میں

راجو عنبر کا مقابلہ نہ کر سکا اور اس نے خان خاناں سے مدد کی درخواست کی۔ خان خاناں بعض وجوہ کی بناء پر برہان پور میں قیام کرنا مناسب نہ سمجھتا تھا۔ اس نے راجو کے پیغام کے بہانہ بنایا اور دولت آباد کی طرف روانہ ہو گیا۔ خان خاناں، راجو اور عنبر کے درمیان آ گیا اور اس نے چھ ماہ تک کسی فریق کو دوسرے پر حملہ کرنے کا موقع نہ دیا۔

عنبر اور راجو میں صلح

عنبر اس صورت حال سے پریشان ہو گیا اور اس نے مجبور ہو کر راجو کی طرف صلح کا ہاتھ بڑھایا دونوں میں صلح ہو گئی۔ اور عنبر قلعہ پرندہ کی طرف روانہ ہو گیا، خان خاناں نے جالنہ کی راہ لی۔

عنبر کا ارادہ

ملک عنبر کا خیال تھا کہ راجو کی لشکر کشی کا سبب مرتضیٰ نظام شاہ ہے اور اسی کے اشارے پر راجو نے یہ سارا ہنگامہ کیا ہے۔ اس وجہ سے عنبر نے نظام شاہ کو معزول کر کے کسی اور نظام شاہی فرد کو بادشاہ بنانے کا ارادہ کیا۔ لیکن ابراہیم عادل شاہ عنبر کی تجویز سے متفق نہ ہوا لہٰذا یہ ارادہ عمل میں نہ آ سکا۔

بادشاہ اور عنبر میں صلح

۱۰۱۶ ہجری میں عادل شاہ کے کہنے پر عنبر نے نظام شاہ کی اطاعت و وفاداری کا دم بھرا اور اس طرح بادشاہ اور عنبر کے اچھے تعلقات قائم ہو گئے۔ اس کے بعد نظام شاہ اور دیگر امراء دس بارہ ہزار سواروں کے لشکر کے ہمراہ جنیر کے طرف روانہ ہوئے۔ بادشاہ نے کچھ عرصے تک اس جگہ پر قیام کیا۔

راجو کی گرفتاری

راجو عنبر کے خوف کی وجہ سے جنیر نہیں آیا اس لیے بادشاہ نے چند ہندو اور مسلمانوں امراء کو اس کی تنبیہہ کے لیے روانہ کیا۔ راجو کو بڑی مشکلوں کے بعد گرفتار کر لیا گیا اور اس کے مقبوضہ علاقے نظام شاہ کے قبضے میں آ گئے۔ اس کے بعد عنبر تمام سیاہ و سفید کا مالک ہو گیا۔

marfat.com

Marfat.com

نظام شاہی حکومت کی موجودہ حالت

اس وقت جب کہ یہ کتاب لکھی جا رہی ہے نظام شاہی تاج و تخت کا مالک مرتضیٰ نظام شاہ ہے۔ اور عنبر حبشی کے ہاتھ تمام قوت ہے اور وہ جو چاہتا ہے کرتا ہے۔ نظام شاہی خاندان رفتہ رفتہ زوال پذیر ہوتا جا رہا ہے اور دہلی کے بادشاہ باقی ماندہ ملک پر قبضہ کرنے کی کوشش کر رہے ہیں آئندہ کیا ہو گا؟ اس کے بارے میں کچھ نہیں کہا جا سکتا مگر اس قدر کہ جو خدا چاہے گا وہی ہو گا۔

marfat.com

Marfat.com

marfat.com
Marfat.com

ہندوستان کی مکمل تاریخ

تاریخ فرشتہ

محمد قاسم فرشتہ

چہارم

ترجمہ: عبدالحیٔ خواجہ (مشفق خواجہ)

ترتیب جدید: ڈاکٹر عبدالرحمٰن

المیزان ناشران و تاجران کتب

الکریم مارکیٹ اُردو بازار، لاہور پاکستان فون: ۷۲۱۲۷۶۲، ۷۱۲۲۹۸۱-۰۴۲

marfat.com

Marfat.com

marfat.com
Marfat.com

فہرست مضامین تاریخ فرشتہ جلد چہارم

سلاطین تلنگانہ	**339**	پچھتاوا	345
سلطان قلی	**341**	بیماری	345
		سازش	345
ابتدائی حالات	341	انتقال	345
ریاضی میں مہارت	341		
تلنگانہ کی حالت	341	**ابراہیم قطب شاہ**	**346**
سلطان قلی کی خواہش	341	کردار	346
تلنگانہ کی مہم پر تقرر	341	چوروں کا وظیفہ	346
امارت و سپہ سالاری	341	قطب شاہی خاندان کی نیک نامی	346
بادشاہت	342	عنبر خاں سے تکرار	346
سلطنت کی رونق	342	عنبر کا قتل	346
سلطان محمود شاہ کا خیال	342	عنبر کے بھائی کا قتل	346
شیعہ مذہب کا رواج	342	شاہ گردی	347
تبرہ بازی	342	ابراہیم کی گولکنڈہ میں آمد	347
سلاطین دکن سے دوستی	342	اہل گولکنڈہ کی خوشی	347
اسماعیل عادل کا حملہ	343	تخت نشینی	347
نظام شاہ سے خوشگوار تعلقات	343	نظام شاہ سے معاہدہ	347
طوالت عمر	343	گلبرگہ کا معاہدہ	347
قطب شاہ کا قتل	343	احمد نگر پر لشکر کشی	348
جمشید قطب شاہ بن سلطان قلی	**344**	نظام سے دوستانہ تعلقات کی تجدید	348
شاہ طاہر کی آمد	344	قلعہ کلیان کا محاصرہ	348
عادل شاہی علاقے میں داخلہ	344	صلح	348
قلعہ ابکنر کا محاصرہ	344	عادل شاہ وغیرہ سے جنگ	348
نظام شاہ کے نام پیغام اور اس کا جواب	344	نظام شاہی سلطنت میں انتشار	348
قلعہ کاکنی پر اسد خاں کا قبضہ	344	قطب شاہ کی وارور کو روانگی	349
قطب شاہ کا فرار اور اسد خاں سے مقابلہ	345	قطب شاہ اور نظام میں ناراضگی	349
ملا محمود کی پیشین گوئی	345	قطب شاہ کا فرار اور نظام شاہیوں	

marfat.com

Marfat.com

کی ہنگامہ آرائی 349
شہزادہ عبدالقادر کا قتل 349
برار پر چنگیز خاں کی نظر 349
نظام شاہ اور عادل شاہ میں معاہدہ 349
انتقال 350

محمد قلی قطب شاہ 351

تخت نشینی 351
نظام شاہ سے دوستی 351
قلعہ شاہ ورک کا محاصرہ 351
محمد آقا ترکمان کی بہادری 351
بیجاپور کا محاصرہ 351
تسخیر گلبرگہ کا ارادہ 351
شاہ میرزا کی گرفتاری اور وفات 352
مصطفیٰ خاں اور دلاور خاں حبشی کی جنگ 352
قطب شاہ کی بہن کی شادی 352
بھاگ متی سے عشق 352
بھاگ نگر کی تعمیر 352
تلنگ، دونگ اور دبنگ کے علاقے 353
ایک عجیب و غریب واقعہ 353
سوداگروں کا قافلہ 353
غریبوں پر ظلم 353
اہل دکن کا ہنگامہ 353
بھائیوں سے محبت 353
میر محمد مومن استر آبادی 354
حب اہل بیت کا صلہ 354

عماد شاہی خاندان 355

فتح اللہ عماد الملک 356

علاؤ الدین عماد الملک 357

"شاہ" کا خطاب 357
محمد آباد بیدر پر حملہ 357
امیر برید کا ہنگامہ 357
برہان نظام شاہ سے معرکہ آرائیاں 357
ماہور اور رامگر کے قلعوں پر قبضہ 357
نظام شاہ سے ایک اور معرکہ 357
برار میں سلطان کے نام کا خطبہ 357

دریا عماد شاہ 359

برہان عماد شاہ 360

تفال خاں کا اقتدار 360
مرتضیٰ نظام کا ارادہ تسخیر برار 360
برار پر نظام شاہی حملہ اور تفال خاں کی شکست 360
قلعہ پرنالہ کا محاصرہ 360
اہل قلعہ کا اقدام 360
تفال خاں کا فرار 360
گرفتاری 361
تفال خاں اور اس کے ساتھیوں کی رحلت 361

برید شاہی خاندان 362

قاسم برید 363

غلامی سے امارت تک 363
مرہٹوں سے جنگ 363
قوت و اقتدار 363
خود مختاری 363

امیر علی برید 364

بہادری و جرات 364
انتقال 364

marfat.com

Marfat.com

گیدڑوں کا خیال 364

علی برید شاہ 365

"بادشاہ" کا خطاب 365
نظام شاہی یورش 365
مرتضیٰ نظام کا حملہ 365
مرتضیٰ نظام کی واپسی 365
علی عادل کا قتل 365
علی برید کا انتقال 365
علی برید کے جانشین 365
مصنف کا اعتذار 366

سلاطین گجرات 367

فرحت الملک 368

فرحت الملک کی سپہ سالاری 368
غیر مسلم نوازی 368
علماء کا عریضہ 368
اعظم ہمایوں کا حاکم گجرات کا مقرر ہونا 368
اعظم ہمایوں کی روانگی 368

سلطان مظفر گجراتی 369

پیدائش 369
گجرات کی صوبہ داری 369
عزت افزائی 369
جشن مسرت 369
ظفر خاں کا خط نظام مفرح کے نام 370
نظام مفرح کا جواب 369
نظام مفرح کو پیغام 369
نظام مفرح کی بدبختی 370
جنگ کی تیاریاں 370
معرکہ آرائی اور ظفر خاں کی فتح 370
کنبایت کا سفر 370
ہندو راجہ کی تنبیہہ 370
قتل و غارت گری اور قحط 370
راجہ کی اطاعت و فرمانبرداری 371
ملک راجہ کا فتنہ 371
ملک راجہ کی قلعہ میں پناہ گزینی 371
ملک راجہ اور ظفر خاں میں صلح 371
ملک راجہ کی عزت 371
جھرند کے نواح پر حملہ 371
سومنات پر حملہ 372
مندل گور کے راجپوتوں کی سرکشی 372
راجپوتوں کے قلعے کا محاصرہ 372
مسلمانوں کی فتح 372
غیر مسلموں سے معرکہ آرائیاں 372
خود مختاری 372
تاتار خاں بن مظفر شاہ 373
تاتار خاں گجرات میں 373
مظفر شاہ کا دہلی پر حکومت کرنے کا ارادہ 373
ایدر پر حملہ 373
سومنات پر لشکر کشی 373
قلعہ دیب کی فتح 373
سجدہ شکرانہ 374
دہلی پر حملے کا ارادہ 374
تاتار خاں کا انتقال 374
تاتار خاں کے انتقال کی صحیح روایت 374
مظفر شاہ کی گرفتاری 374
شاہ شمس خان کی رائے 374
مظفر کا جواب 374

marfat.com

Marfat.com

مظفر شاہ کی دوبارہ تخت نشینی	375
مظفر شاہ کا عزم حسن آباد	375
مالوہ پر قبضہ	375
ہوشنگ کی گرفتاری	375
رہائی اور بحالی	375
مظفر شاہ کا انتقال	375
بادشاہ جم جاہ سلطان احمد گجراتی	**376**
احمد آباد گجرات کی بناء	376
فیروز خاں کی بغاوت	376
احمد شاہ کے مخالفین کا اتحاد	376
سلطان ہوشنگ سے مدد کی درخواست	376
زمینداروں کے لئے خلعت اور گھوڑے	376
احمد شاہ کی دور اندیشی	376
بیاگ داس کا غرور اور تکبر	377
احمد شاہ کا پیغام فیروز خاں کے نام	377
مجرموں کی معافی	377
سلطان ہوشنگ کی آمد اور واپسی	377
احمد آباد کی تعمیر	377
عمارات اور بازار	378
دنیا کا خوبصورت ترین شہر	378
فیروز خاں کا نیا ہنگامہ	378
احمد شاہ کا عزم مہراسہ	378
جنگ کی تیاریاں	378
احمد شاہ کا رعب	378
باغیوں کی مکاری	378
صلح کی بات چیت	379
نظام الملک اور سعد الملک کی گرفتاری	379
قلعہ مہراسہ کی فتح	379
فیروز خاں کا قتل	379
جلوارہ پر لشکر کشی اور چند امراء کی بغاوت	379
ہوشنگ کا عزم گجرات	380
احمد شاہ کا اقدام	380
ہوشنگ کا فرار	380
باغیوں کی شکست	380
احمد شاہ کا عزم کوہ کرنال	380
کوہ کرنال کے راجہ کی اطاعت	380
سید پور کے مندر کی تباہی	381
نواح گجرات کے غیر مسلمانوں کی سرکوبی	381
غیر مسلمانوں سے جنگ	381
ناگورہ کا محاصرہ	381
سلطان احمد شاہ کا عزم ندربار	381
ملک نصیر کا فرار	381
ہوشنگ کو گجرات پر حملہ کرنے کی دعوت	381
فیروز خاں بن شمس خاں کا عریضہ	381
ہوشنگ کے فتنے کا سدباب	382
ہوشنگ اور ملک نصیر کا ہنگامہ	382
محصول کی وصولی	382
ملک نصیر کے قصور کی معافی	382
سلطان احمد شاہ کا عزم مالوہ	382
سلطان ہوشنگ کی شکست	383
تعاقب	383
احمد آباد کو واپسی اور انعقاد جشن	383
مالوہ کی بربادی	383
جنانیر پر لشکر کشی	383
مندو پر سلطان احمد شاہ کا حملہ	383
ہوشنگ کی جاج نگر روانگی اور واپسی	383
قلعہ مندو کا استحکام	384
قتل و غارت گری	384

marfat.com

Marfat.com

ملا احمد کی روایت	384	ظفر خاں کی فتح	389
تباہی اور قتل عام	384	بہمنی فرمانروا کی طرف سے ملک التجار کی مدد	389
اجین کو روانگی	384	دکنیوں کی ایک اور شکست	389
قلعہ مندو کا دوبارہ محاصرہ	384	فتح مہائم	389
سارنگ پور کا عزم	384	فتح خاں بن مظفر شاہ گجراتی کی وفات	389
گجراتی لشکر پر شب خون	385	احمد شاہ دکنی کا بگلانہ پر حملہ	389
احمد شاہ کا جنگل میں پناہ گزین ہونا	385	شہزادہ محمد خاں کا عریضہ	389
لوٹ مار	385	احمد شاہ گجراتی ندربار میں	390
معرکہ آرائی	385	احمد شاہ بہمنی تنبول میں	390
سلطان ہوشنگ کا فرار	385	احمد شاہ گجراتی کا پیغام احمد شاہ بہمنی کے نام	390
ایک اور معرکہ آرائی	385	امراء سے مشورہ	390
احمد آباد کو واپسی	386	احمد شاہ گجراتی کی تنبول میں آمد	390
شہر احمد نگر کی تعمیر	386	دکنی بہادروں کا قلعے میں داخلہ	390
قلعہ ایدر کی فتح	386	ملک سعادت کی مستعدی	390
ایدر پر دوبارہ لشکر کشی	386	دکن کے سلطان کا امیروں سے خطاب	391
راجہ کی ہلاکت	386	اژدر خاں کی گرفتاری	391
راجہ کے کٹے ہوئے سر کی شناخت	386	جنگ مغلوبہ	391
دیپراؤ کی اطاعت	387	تانسر اور تاروت کا سفر	391
ایدر پر ایک اور حملہ	387	دکنی مورخوں کی کذب بیانی	391
حاکم جھالودہ برہان پور میں	387	میوات اور ناگور کا سفر	391
راجہ کانہا بہمنی دربار میں	387	فیروز خاں	392
دکنی لشکریوں کی شکست	387	احمد شاہ گجراتی کا عزم مالوہ	392
نیا دکنی لشکر	387	دکنی اور گجراتیوں میں جنگ	392
دکنی اور گجراتیوں میں جنگ	388	سلطان محمود کی مستعدی	392
دکنی لشکر کی دوسری شکست	388	قحط	392
مہائم پر اہل دکن کا قبضہ	388	حاجی علی گجراتی کی شکست	392
شہزادہ ظفر خاں کا عزم مہائم	388	طاعون کی وباء	393
دکنی چوکی محاصرہ	388	احمد شاہ کی واپسی	393
تھانہ پر گجراتیوں کا قبضہ	388	سلطان احمد شاہ کا انتقال	393

marfat.com

Marfat.com

کردار	393
سلطان محمد شاہ بن احمد شاہ گجراتی	**394**
ایدر پر حملہ	394
قلعہ چینا پر حملہ	394
احمد آباد کو واپسی	394
دیب کو فرار	394
محمد شاہ کی ہلاکت	395
سلطان قطب الدین بن محمد شاہ گجراتی	**396**
تخت نشینی	396
سلطان محمود خلجی کا ہنگامہ	396
ملک علائی سہراب کی آمد	396
شعر کا جواب شعر میں	396
سلطان محمود کی گمراہی	396
معرکہ آرائی	397
سلطان محمود کا فرار	397
سلطان محمود کی مالوہ کو واپسی	397
قلعہ سلطان پور پر دوبارہ قبضہ	397
محمود خلجی اور قطب الدین	397
حاکم ناگور فیروز خاں کا انتقال	397
شمس خاں کا ناگور پر قبضہ	398
رانا کنبھو کی ناکامی و نامرادی	398
رانا کنبھو کا ناگور پر حملہ	398
قطب الدین کا عزم ناگور	398
سروہی کو روانگی	398
جنگ اور صلح	399
محمود خلجی کا سفیر گجرات میں	399
چتوڑ پر لشکر کشی	399
رانا کی شکست	399
صلح	399
محمود خلجی اور قطب الدین کے تعلقات	399
رانا کا ناگور پر حملہ۔ نقض عہد	400
رانا کا فرار	400
سروہی پر لشکر کشی	400
رانا کا تعاقب	400
حضرت سید قطب عالم کی خدمت میں	400
قطب الدین کا انتقال	400
شمس خاں کا قتل	401
شمس خاں کی بیٹی کی ہلاکت	401
سلطان قطب الدین کا کرادار	401
سلطان داؤد شاہ بن احمد شاہ گجراتی	**402**
بدکرداری و بدچلنی	402
معزولی	402
سلطان محمود شاہ گجراتی المشہور بہ سلطان محمود بیگرہ	**403**
عماد الملک کا اقتدار	403
عماد الملک کی مخالفت	403
مخالف امراء کی بادشاہ سے گزارش	403
بادشاہ کی ذہانت	403
امراء کو جواب	403
عماد الملک کی گرفتاری	404
بادشاہ کا رویہ	404
شب بیداری	404
عبداللہ کا معروضہ	404
بادشاہ کا جواب	404
امراء سے گفتگو	404
عماد الملک کی رہائی	40

marfat.com

Marfat.com

خوف و ہراس کی لہر	405
امرائے حاسد کا ارادہ جنگ	405
شاہی جماعت کی پریشانی	405
بادشاہ کا ارادہ جنگ	405
فوجی افسروں کا بروقت اقدام	405
باغیوں کا فرار	406
برہان الملک کی ہلاکت	406
عضد الملک کا قتل	406
بقیہ باغی امراء کا حشر	406
عماد الملک کی گوشہ نشینی	406
نظام شاہ بہمنی کا خط	406
امراء کا مشورہ	406
بادشاہ کا جواب	407
امراء کا دوسرا مشورہ	407
سلطان محمود گجراتی کی روانگی	407
محمود خلجی کی پریشانی	407
سلطان محمود گجراتی کا عزم دکن	407
محمود گجراتی کا خط محمود خلجی کے نام	407
محمود خلجی کا جواب	407
قلعہ باور اور بندرگاہ دوں پر حملہ	408
قلعہ باور کا استحکام	408
مال غنیمت	408
ایک سلحدار کا قتل	408
بے گناہوں کی سزایابی	408
عماد الملک اور بہاء الملک کا قتل	408
آنحضرت کی زیارت	408
قلعہ کرنال	409
محل وقوع	409
کرنال پر لشکر کشی	409
درہ مہابلہ میں داخلہ	409
راجہ کرنال سے جنگ	409
مندروں کی دولت پر قبضہ	409
رائے مندلک کی امان طلبی اور بادشاہ کی واپسی	410
مندرلک پر لشکر کشی	410
راجہ کی اطاعت	410
ملک کی آبادی	410
ایک مست ہاتھی کا ہنگامہ	410
بادشاہ کی بہادری	410
کرنال اور جوناگڑھ پر حملے کی تیاریاں	411
رائے مندلک کی درخواست	411
رائے مندلک قلعہ جوناگڑھ میں	411
راجپوتوں سے لڑائیاں	411
قلعہ کشائی کی تدبیر	411
جوناگڑھ کے قلعے کی فتح	411
بادشاہ کا عزم کرنال	411
قلعہ کرنال پر قبضہ	412
رائے مندلک کی عاجزی	412
قبولیت اسلام	412
رائے مندلک کے مسلمان ہونے کی دوسری روایت	412
حضرت شاہ عالم کا فیضان	412
مصطفیٰ آباد کا سنگ بنیاد	412
احمد آباد کے نواح میں بدامنی	413
محافظ خاں کی ترقی	413
کچھ کے ملحدوں کی سرکوبی	413
کافروں کی پریشانی	413
کچھ کے لوگوں کا عقیدہ	413
ملک سندھینہ	413

marfat.com

Marfat.com

سندھیہ کے بلوچی	414
بلوچیوں پر لشکر کشی	414
بلوچیوں کا قتل	414
سندھیہ پر مستقل قبضے کی تجویز	414
اہل جگت کی فتنہ پردازیاں	414
مولانا محمد سمرقندی کا بیان	414
امراء سے مشورہ	415
جگت پر لشکر کشی	415
موذی جانوروں کی کثرت	415
غیر مسلموں کا قتل عام	415
راجہ کی گرفتاری اور بادشاہ کی واپسی	415
راجہ کا حشر	415.
کرنال کے نظم و نسق کی طرف توجہ	415
نئی تقرریاں	416
امراء کی سازش	416
عماد الملک کی کاروائی	416
امراء کا امتحان	416
بادشاہ کا خیال	416
عماد الملک کی رائے	416
بادشاہ اور عماد الملک کی گفتگو	417
نظام الملک کی رائے	417
افشائے راز	417
کبوتر یا خداوند خاں	417
بادشاہ کا عزم پختہ	417
قیصر خاں کا قتل	417
خداوند خاں کی گرفتاری	417
عماد الملک کا انتقال	418
جنانیر کی فتح کا ارادہ	418
مالاباریوں کی سرزنش	418
قحط	418
قلعہ جنانیر	418
جنانیر پر لشکر کشی	418
راجپوتوں سے لڑائیاں	418
صلح کی درخواست	419
راجہ کی شکست اور قلعے میں پناہ گزینی	419
سیدبدر کا قتل	419
قلعے کا محاصرہ اور ساباط کی تیاری کا حکم	419
غیاث الدین خلجی سے جنگ کرنے کا ارادہ	419
سلطان خلجی کی واپسی	419
مسجد کی تعمیر	420
ساباطوں کی تیاری	420
ہندوؤں کا قتل	420
معرکہ آرائی اور ہندوؤں کی پسپائی	420
ایاز سلطانی کی مستعدی	420
راجپوتوں کی پریشانی	420
ہندوؤں کی شکست	420
راجہ کی گرفتاری	421
راجہ کی غیرت مندی	421
محمد آباد کی تعمیر	421
راجہ قباہی کو پھانسی کی سزا	421
احمد آباد میں قلعوں کی تعمیر	421
قلعہ ابو کے راجہ کی دست درازی	421
راجہ ابو کے نام فرمان	422
راجہ ابو کی اطاعت	422
بہادر گیلانی کا فتنہ	422
جوابی کاروائی	422
باد مخالف	422
صفدر الملک کی گرفتاری	422

marfat.com

Marfat.com

قوام الملک کا عریضہ 423
دکنی فرماں روا کا اقدام 423
رائے ایدر کی اطاعت 423
عدل و انصاف 423
الف خاں کی بغاوت 423
عادل خاں فاروقی کی سرزنش 423
عادل خاں کی اطاعت 424
ایک دوسری روایت 424
ملک وجیہہ اور ملک اشرف کا عریضہ 424
احمد نظام الملک کا فرار 424
رفیع الدین محمد کی آمد 424
امراء کا قتل 424
کفار فرنگ 425
فرنگیوں سے لڑائی کی تیاریاں 425
ایاز سلطانی کی فتح 425
اسیر میں ہنگامہ 425
سلطان محمود کا عادل خاں کی مدد کے لئے نکلنا 425
نظام الملک وغیرہ پر لشکر کشی 425
ملک لادن اور ملک حسام کی ندامت 425
عادل خاں کا عنان حکومت سنبھالنا 426
حسام الملک کی عزت افزائی 426
ملک حسام الدین کا قتل 426
اعظم ہمایوں کا خط سلطان محمود کے نام 426
جواب 426
نظام الملک کا خط 426
سیف خاں اور شیر خاں کی امان طلبی 427
بادشاہ دہلی کی طرف سے تحفے 427
نہروالہ کا سفر 427
بادشاہ کی جسمانی کمزوری 427
سلطان محمود کا انتقال 427
لقب "بیگرا" کی وجہ 427
شاہ جمال الدین کا بیان 428
کردار 428
بہادری 428

سلطان مظفر شاہ بن سلطان محمود گجراتی 429

تخت نشینی 429
رشید الملک اور ملک خوش قدم کا تقرر 429
ایرانی قاصد کی آمد 429
برودرہ کا سفر 429
صاحب خاں کا پیغام 429
ہنگامہ بدتمیزی 429
صاحب خاں کی اسیر کی جانب روانگی 430
مالوہ کا سفر 430
راجہ ایدر اور عین الملک میں جنگ 430
بادشاہ کا عزم ایدر 430
راجہ ایدر کی پریشانی 430
مالوہ کو فتح کرنے کا ارادہ 430
دھار کی طرف توجہ 431
سلطان محمود کا چندیری پر حملہ 431
سیر و شکار کے لئے دھار کا سفر 431
جتانیر کو واپسی 431
ایدر میں ہنگامہ 431
پٹن کی سیر 431
ایدر کی فتح 432
شہزادہ سکندر کی شادی 432
ایدر کا سفر 432
رائے مل کا ایدر پر حملہ 432
ظہیر الملک کا قتل 432

marfat.com

Marfat.com

سلطان محمود خلجی گجرات میں	432
محمود خلجی اور سلطان مظفر کی ملاقات	433
سلطان مظفر کی مالوہ پر لشکر کشی	433
رائے مندلی کی تیاری	433
قلعہ مندو کا محاصرہ	433
دام مکر و فریب	433
رانا سنگا کے خلاف کاروائی	434
قلعہ مندو پر حملہ	434
راجپوتوں کا قتل	434
محمود خلجی کی بحالی	434
رانا سنگا کی پریشانی	434
بجے پور کو فرار	434
سلطان مظفر کی مندو کو روانگی	435
سلطان محمود کی مہمان داری	435
گجرات کو واپسی	435
ایدر کو روانگی	435
محمود خلجی اور رانا سنگا کی لڑائی	435
ایدر پر رانا سنگا کا حملہ	436
بادشاہ کے امیروں کی رائے	436
مبارز الملک کی پریشانی	436
لڑائی کی تیاری	436
مبارز الملک احمد نگر میں	436
رانا سنگا ایدر میں	436
مبارز الملک اور ایک بھاٹ	437
مبارز الملک کی بلند ہمتی	437
معرکہ آرائی	437
رانا ید نگر میں	437
ملک حاتم کی شہادت	437
مبارز الملک دوبارہ احمد نگر میں	437
عماد الملک اور قیصر خاں کی نامزدگی	438
رانا سنگا کی سرزنش کا ارادہ	438
ملک ایاز کی آمد	438
ملک ایاز کا رانا سنگا کی سرزنش کے لئے نامزد ہونا	438
بادشاہ کے نام ملک ایاز کا عریضہ	438
لکھاکرت کے راجپوتوں کی سرزنش	438
راستے کا پتھر	439
اشجع الملک اور صفدر خاں کی بہادری	439
قوام الملک کا کارنامہ	439
مندسور کا محاصرہ	439
رانا سنگا کا پیغام	439
سلطان محمود خلجی کی آمد	439
رانا سنگا کی تدبیر اور ناکامی	440
ملک ایاز سے گجراتی امراء کی ناراضگی	440
مبارز الملک کا ارادہ	440
راجپوتوں کی ہوشیاری	440
رانا کا پیغام	440
مخالف امراء کا ارادہ جنگ	440
ملک ایاز کا پیغام محمود خلجی کے نام	440
ملک ایاز کی بندر دیو کو روانگی	441
ایاز کا پیغام رانا سنگا کے نام	441
رانا سنگا کی پیش کش	441
سیر و شکار	441
ایاز خاص سلطانی کی وفات	441
باغیوں کی سرکوبی	441
ملکہ کی وفات	442
محمد آباد جنانیر کا سفر	442
عالم خاں بن سکندر لودھی کی درخواست	442
شہزادہ بہادر خاں کی ناراضگی	442

marfat.com

Marfat.com

شہزادہ چیتور میں 442
دہلی میں 442
شہزادے کی مقبولیت 443
محبت پدری 443
گجرات میں قحط 443
سلطان مظفر کی بیماری 443
بہادر خاں کا خیال 443
شہزادہ سکندر کو وصیت 443
انتقال 443
کردار 444

سلطان سکندر بن مظفر شاہ گجراتی 445

بھائیوں میں نفاق 445
سکندر کی تخت نشینی 445
شیخ چنو کی مذمت 445
بے جا رعائتیں 445
بادشاہ سے بے اطمینانی 445
غلط روی 445
شہزادہ لطیف کے خلاف اقدام 445
ملک لطیف اور سپاہ کا قتل 446
سلطان سکندر کے قتل کی سازش 446
بادشاہ کی سادہ لوحی 446
پریشان کن خواب 446
پریشانیوں میں اضافہ 446
عماد الملک محل سرا میں 446
نصرت الملک اور ابراہیم بن جوہر کا قتل 447
سلطان سکندر کا قتل 447

سلطان محمود بن مظفر شاہ گجراتی 448

تخت نشینی 448
امراء کی دل جوئی 448
شہزادہ بہادر کی گجرات کو روانگی اور
عماد الملک کی پریشانی 448
عماد الملک کا خط بابر کے نام 448
گجراتی امراء کا قاصد بہادر خاں کی خدمت میں 448
دانش مند گھوڑا 449
بہادر خاں چیتور میں 449
گجراتی امیروں کو بہادر خاں کی آمد کی اطلاع 449
شہزادہ لطیف کی روانگی 449
بہادر خاں دونگر میں 449
عماد الملک کی کاروائی 449
بہادر خاں احمد آباد میں 450
محمود شاہ کی حکومت کا خاتمہ 450

سلطان بہادر خاں بن مظفر شاہ گجراتی 451

تخت نشینی 451
محمد آباد جنانیر کا سفر 451
امرائے سارق 451
مفسدوں کی کوششیں 451
عماد الملک کی گرفتاری 451
گرفتاری اور پھانسی 451
عضد الملک کی گرفتاری کا حکم 452
سلطان سکندر کے قاتلوں کا قتل 452
بہاء الملک کا عبرت ناک حشر 452
شہزادہ لطیف کی مایوسی 452
رعایا کی فلاح و بہبود 452
محمد آباد میں دوبارہ تخت نشینی کی رسم 452
عضد الملک کی سرگرمیاں 452
گجرات میں قحط 453
مفسدوں کی سرگرمیاں 453

marfat.com

Marfat.com

گرفتاریاں	453
سلاح داران خاصہ کا ہنگامہ	453
شہزادہ لطیف کی گرفتاری	453
شہزادہ لطیف کی وفات	454
نصیر خاں معروف بہ محمود شاہ کی وفات	454
رائے سنگھ کا فتنہ	454
تاج خاں کی نامزدگی	454
تاج خاں اور رائے سنگھ میں معرکہ	454
عامل کنبایت کی معزولی	454
ایدر اور باکر کی فتح	455
بندر دیب میں فرنگیوں کی گرفتاری	455
میراں محمد شاہ کا عریضہ	455
بادشاہ کا جواب	455
دکن پر لشکر کشی کا ارادہ	455
حاکم بھٹہ کی آمد	455
سلطان بہادر کی ہردلعزیزی	456
عماد شاہ کا پیغام	456
سلطان بہادر برہان پور میں	456
برار میں	456
عماد شاہ کا فرار	456
سلطان بہادر کی واپسی	456
ایدر کا سفر	456
بانسوالہ اور دونگر پور کی تباہی	457
لودھی امراء کی آمد	457
مہرابہ کا سفر	457
باکر کا راجہ بادشاہ کی خدمت میں	457
پرس رام کے بھائی کی جان بخشی	457
چیتور کے قصبات کی بربادی	457
برنسی کا پیغام	458
سکندر خاں اور بھوپت	458
سلطان محمود کی آمد کی اطلاع	458
برنسی اور سلہدی کی آمد	458
سلطان محمود کے قاصد کی آمد	458
سلطان محمود کا ارادہ	458
امراء کا معروضہ	459
شادی آباد مندو کا محاصرہ	459
قلعے میں داخلہ	459
اہل مالوہ کی پریشانی	459
شاہی محل کا محاصرہ	459
سلطان محمود خلجی کی گرفتاری	459
امراء پر لطف و کرم	460
نظام شاہ بحری کی عزت افزائی	460
برہان نظام شاہ کی احسان فراموشی	460
شاہ طاہر جنیدی	460
شاہ صاحب کا کارنامہ	460
سلہدی پوربیہ کی ناشائستہ حرکت	460
سلہدی کی سرزنش کا ارادہ	461
اختیار خاں کی آمد	461
عزم شادی آبادی	461
بھوپت کا اپنے باپ کے پاس جانا	461
سلہدی پوربیہ کی آمد	461
سلہدی کی گرفتاری	461
سلہدی کے ایک ملازم کی وفاداری	462
لوٹ مار	462
بادشاہ اجین میں	462
سلطان بہادر بھیلسہ میں	462
مخالفوں کی سرگرمیاں	462
قلعہ رائے سین پر حملہ	462

marfat.com

Marfat.com

دشمنوں کا قتل	462	محمد زمان میرزا کی آمد	467
ساباط کی تیاری	463	ہمایوں سے سلطان بہادر کا ناشائستہ سلوک	467
سلہدی کا قبول اسلام	463	قلعہ چیتور کا محاصرہ	467
سلہدی اور لکھمن کی سازش	463	راجہ کی عاجزی	468
ایفائے عہد میں تاخیر	463	دہلی پر حکمرانی کا خیال	468
سلہدی کی مکاری	463	عملی کوشش	468
سلہدی کے چھوٹے بیٹے کا قتل	464	تاتار خاں کی تگ و دو	468
سلہدی کی نظربندی	464	ہندال کابیانہ میں پہنچنا	468
بھوپت کی آمد کی خبر	464	افغانوں کی بے وفائی	468
بھوپت کی سرزنش کے لئے امراء کی روانگی	464	تاتار خاں کی ہلاکت	468
عماد الملک کی عرض داشت	464	گجرات پر ہمایوں کا حملہ	468
بادشاہ کھیرار میں	464	امراء سے مشورہ	469
راجہ کی پریشانی	464	ہمایوں کی دانشمندی	469
راجہ کا پیغام	465	ہمایوں اور سلطان بہادر کی جنگ	469
بھوپت اور راجہ چیتور کی بزدلی	465	امراء سے مشورہ	469
راجہ کا تعاقب	465	سلطان عالم کی آمد	469
لکھمن کی مایوسی	465	گجراتی لشکر میں قحط کے آثار	470
لکھمن کی عرض داشت	465	سلطان بہادر کا فرار	470
سلہدی قلعہ رائے سین میں	465	تعاقب	470
پھر وہی سازش	466	قلعہ مندو میں قیام اور فرار	470
موت کی خواہش	466	سلطان عالم کا قتل	470
سات سو پری پیکر عورتوں کا جل مرنا	466	محمد آباد میں لوٹ مار	470
راجپوتوں کا قتل	466	قلعہ محمد آباد پر ہمایوں کا قبضہ	470
حاکم کالپی کی آمد	466	اختیار خاں سے ہمایوں کا سلوک	471
کاکرون کی تسخیر کا خیال	466	گجراتیوں کے خطوط سلطان بہادر کے نام	471
فتح اور جشن مسرت	467	تحصیل مالگزاری	471
قلعہ رسور کی فتح	467	میرزا عسکری اور عماد الملک میں جنگ	471
فرنگیوں کی سرکوبی	467	حکومتوں کی تقسیم	471
چیتور کو روانگی	467	گجراتی امراء کی سرگرمیاں	471

marfat.com

Marfat.com

مغلوں کے اقتدار میں کمی 471
مغل امیروں کا فیصلہ 472
میرزا عسکری کے حواریوں کی عاقبت نااندیشی 472
مغل امراء کی روانگی 472
سلطان بہادر محمد آباد چینانیر میں 472
فرنگیوں سے خطرہ 472
فرنگیوں کی چال 472
سلطان بہادر کا قتل 473
بندر دیب پر فرنگیوں کا قبضہ 473

میراں محمد شاہ فاروقی 474

محمد زمان میرزا احمد آباد میں 474
سلطان بہادر کا ماتم 474
محمد زمان میرزا کی کم ظرفی 474
میراں محمد شاہ کے نام کا خطبہ و سکہ 474
محمد شاہ فاروقی کی وفات 474

سلطان محمود شاہ ثانی بن لطیف بن سلطان مظفر گجراتی 475

قرعہ فال 475
تخت نشینی 475
امراء میں خانہ جنگی 475
عماد الملک اور دریا خاں کی مخالفت 475
معرکہ آرائی 475
سلطان محمود اور میراں مبارک کی جنگ 475
سلطان محمود محض ایک شطرنج کا بادشاہ 476
سلطان محمود اور عالم خاں لودھی کا اتحاد 476
مظفر شاہ۔ ایک نیا بادشاہ 476
دریا خاں اور عالم خاں لودھی میں جنگ 476
امید و بیم 476
عالم خاں شہر میں 476
دریا خاں کی پریشانی 476
فرار 477
عالم خاں کی پریشانی 477
انتظام سلطنت 477
محمود آباد کی تعمیر 477
سورت میں ایک نئے قلعے کی تعمیر 477
قلعہ سورت کا استحکام 477
عیسائیوں کی کوششیں 478
رشوت دینے کی کوشش 478
بادشاہ کو قتل کرنے کی کوشش 478
برہان کا واقعہ 478
برہان سے بدسلوکی 478
سازباز 478
سلطان محمود کا قتل 479
دولت کی مکاری 479
امراء کا قتل 479
اعتماد خاں کی دور اندیشی 479
عبدالصمد شیرازی کی طلبی 479
عبدالصمد کا قتل 479
برہان کی تخت نشینی 480
برہان کا قتل 480
سلطان محمود کی مدت حکومت 480
عادات و کردار 480
آہو خانے کی تعمیر 480
عورتوں سے دلچسپی 480
اعتماد خاں پر اعتماد 481
بدکاری کا انسداد 481

سلطان احمد شاہ ثانی 482

marfat.com

Marfat.com

تخت نشینی 482
بادشاہ کی بے کسی 482
اعتماد خاں کا فرار 482
اعتماد خاں کی واپسی اور امراء میں صلح 482
سلطان احمد شاہ ثانی کی کم عقلی 482
احمد شاہ کا قتل 482

سلطان مظفر شاہ ثانی گجراتی بن محمود شاہ ثانی گجراتی 483

اعتماد خاں خلیفہ کا بیان 483
مملکت کی تقسیم 483
اعتماد خاں کا اقتدار 483
فتح خاں اور شیر خاں فولادی میں جنگ 483
فولادیوں پر حملہ 483
فولادی جوانوں کا عزم 483
مقابلہ 484
حاجی خاں کی اعتماد خان کے لشکر سے علیحدگی 484
اعتماد خاں کی شکست اور فرار 484
اعتماد خاں اور فولادیوں میں صلح 484
چنگیز خاں کا پیغام اعتماد خاں کے نام 484
عثمان خان کا جواب 484
شیر خان فولادی کا خط چنگیز خاں کے نام 485
شیر خان فولادی کا خط چنگیز خان کے نام 485
قصبہ برودرہ پر چنگیز خاں کی نظر 485
اعتماد خاں کا مشورہ 485
ندربار پر چنگیز خاں کا قبضہ 485
محمد خاں اور تغال خاں کی آمد کی خبر 485
چنگیز خاں کا فرار 485
سلطان محمد میرزا کے بیٹوں کی آمد 486
قصبہ برودرہ پر چنگیز خاں کا قبضہ 486
اعتماد خاں کے نام چنگیز خاں کا پیغام 486
اعتماد خاں کی تیاری 486
دشمن سے سامنا اور اعتماد خاں کا فرار 486
سلطان مظفر کی احمد آباد کو واپسی 486
چنگیز خاں احمد آباد میں 487
چنگیز خاں اور شیر خاں فولادی میں مصالحت 487
میراں محمد شاہ کا حملہ گجرات پر 487
میراں محمد شاہ کی شکست 487
میرزاؤں کی دل جوئی 487
میرزاؤں کا اقدام 487
چنگیز خاں کی میرزاؤں سے جنگ 487
گجراتی امیروں سے سلوک 488
میرزا شہزادے مالوہ و برہان پور میں 488
سلطان مظفر دونگر پور میں 488
اعتماد خاں سے حبشی امیروں کی ناراضگی 488
حبشی امیروں کی احمد آباد کو روانگی 488
استقبال 488
الغ خاں اور جہاز خاں کے قتل کی سازش 488
چوگان بازی کی دعوت 489
حبشی امیروں کا مشورہ 489
چنگیز کے قتل کی سازش 489
چنگیز کا قتل 489
جنگ کی تیاریاں 489
حبشی امراء قلعہ ارک میں 489
اعتماد خاں کے نام خط 490
قلعہ بیدر پر شیر خاں کا قبضہ 490
سلطان مظفر اور اعتماد خاں احمد پور میں 490
میرزا شہزادے بھروچ و سورت میں 490

marfat.com
Marfat.com

گجراتی امراء کے باہمی مشورے 490
بھروچ کی روانگی کا مسئلہ 490
لشکر کی تنظیم 490
حبشی امراء کی روانگی 491
اعتماد خاں کی ناشائستہ حرکت 491
جینانیر' بندر سورت اور بھروچ وغیرہ
پر میرزاؤں کا قبضہ 491
الغ خاں اور جہاز خاں میں مخالفت 491
شیر خاں کی قوت میں اضافہ 491
سلطان مظفر کا فرار 491
الغ خاں کا رویہ 492
مغلوں کی طلبی 492
سید حامد کا بیان 492
شیر خاں اور سلطان مظفر میں ملاقات 492
مغلوں کی آمد اور حبشیوں سے لڑائی 492
بادشاہ اکبر کے نام اعتماد خاں کا خط 492
بادشاہ اکبر کا عزم گجرات 492
سلطان مظفر بادشاہ اکبر کی خدمت میں 493
بندر سورت پر بادشاہ اکبر کا قبضہ 493
سلطان مظفر آگرہ اور بنگالہ میں 493
سلطان مظفر دوبارہ گجرات میں 493
سلطان مظفر کی حکومت گجرات میں 493
گجرات پر دوبارہ اکبر بادشاہ کا قبضہ 493

شاہان مالوہ و مندو 494

دلاور خاں غوری 495

مالوہ کی عظمت 495
دلاور خاں غوری کی خود مختاری 495
شاہان مالوہ 495
محمد شاہی امراء 495
دلاور کی مستعدی 495
سلطان محمود مالوہ میں 495
استقبال 495
عزت و احترام 496
سلطان محمود کی واپسی 496
دلاور خاں کا اعلان بادشاہت 496
دلاور کا خاندان 496
دلاور کا انتقال 496

سلطان ہوشنگ بن دلاور خاں غوری 497

مظفر گجراتی کی مالوہ پر لشکر کشی 497
معرکہ آرائی 497
سلطان ہوشنگ کی گرفتاری 497
نصرت خاں کی دھار سے بے دخلی 497
نصرت خاں قلعہ مندو میں 497
ہوشنگ کا عریضہ مظفر گجراتی کے نام 497
ہوشنگ کی رہائی 498
امرائے مندو کی طلبی 498
جنگ 498
ملک خضر اور ملک مغیث کا مشورہ 498
قلعہ مندو پر قبضہ 498
ملک مغیث کی عزت افزائی 498
گجرات میں مظفر شاہ کے بیٹوں کا ہنگامہ 498
قلعہ بھروچ کا محاصرہ 499
راجہ مالوہ کی مدد 499
ہوشنگ کی واپسی 499
ظہیر خاں کی مدد 499
زمینداران گجرات کی عرضداشتیں 499
ہوشنگ کا عزم گجرات 499

marfat.com

Marfat.com

سلطان احمد مہراسہ میں	500	ایک دوسری روایت	504
ہوشنگ کی واپسی	500	قلعہ کاکرون کی فتح	504
سلطان احمد گجراتی کا عزم مالوہ	500	قلعہ گولیار کا محاصرہ	504
ہوشنگ کی شکست	500	کھیرالہ پر احمد بہمنی کا حملہ	504
سلطان احمد گجراتی کی واپسی	500	دکنی لشکر کا تعاقب	505
محمود بن ملک مغیث کا اعزاز	500	حریف کی چال	505
سلطان احمد اور ہوشنگ میں صلح	500	ہوشنگ کی نئی شکست	505
کھیرالہ پر حملہ اور فتح	501	سلطان احمد بہمنی کا قیدیوں سے سلوک	505
جاج نگر کا سفر	501	فتح کالپی کا ارادہ	505
راجہ جاج نگر کو اطلاع	501	سلطان ابراہیم شرقی کی آمد	505
جاج نگر کا دستور تجارت	501	سلطان شرقی کی واپسی	505
راجہ کا پیغام ہوشنگ کے نام	501	کالپی پر ہوشنگ کا قبضہ	506
راجہ کا پیغام	501	سرکشوں کی حرکت	506
بارش سے سامان تجارت کی تباہی	502	حوض حکیم	506
ہوشنگ کا ارادہ جنگ	502	ہوشنگ کی اولاد میں لڑائی	506
راجہ جاج نگر کی شکست اور گرفتاری	502	عثمان اور غزنین کا اختلاف	506
ہوشنگ کی واپسی	502	محمود خاں کی عقل مندی	506
احمد گجراتی کا مالوہ پر حملہ	502	عثمان کے حماقت	506
قلعہ کھیرالہ پر قبضہ	502	لشکرگاہ سے علیحدگی	507
ہوشنگ شادی آباد مندو میں	502	عثمان کی گرفتاری	507
کچھ قلعہ شادی آباد مندو کے بارے میں	503	کوہ جابیہ پر لشکر کشی	507
سلطان ہوشنگ کا عزم سارنگ پور	503	لعل بدخشانی کی گمشدگی	507
ہوشنگ کی عیاری	503	زندگی سے مایوسی	507
گجراتی لشکر پر شب خون	503	موت کا خیال	507
تباہی و بربادی	503	ہوشنگ کی بیماری	508
ہوشنگ کے لشکر پر حملہ	503	امیروں کو بادشاہ کی نصیحت	508
سلطان احمد کی فتح اور واپسی	504	محمود خاں کو نصیحت	508
معرکہ آرائی	504	غزنین کا پیغام محمود خاں کے نام	508
احمد گجراتی کی واپسی	504	عثمان کی رہائی کی کوشش	508

marfat.com
Marfat.com

عہد و پیمان کی تجدید 508
ملک عثمان خاں جلال کا محمود خاں کے پاس آنا 508
عثمان کے طرف ،ارامراء کا پیغام 509
محمود خان کا جواب 509
غزنین کی آگاہی 509
شہزادہ عثمان کی رہائی کی کوشش 509
حفاظتی تدبیر 509
شہزادہ غزنین کی شکایت 509
غزنین کا کاکرون کو فرار 510
غزنین کا پیغام محمود کے نام 510
محمود کا جواب 510
محمود کا خط ملک مغیث کے نام 510
عثمان کے طرفداروں کی سازش 510
ہوشنگ کا انتقال 510
محمود کو اطلاع 510
محمود خاں کا اعلان 511
امراء کی بیعت 511
سلطان ہوشنگ کی کرامت 511

سلطان غزنین المخاطب بہ محمد شاہ بن سلطان ہوشنگ غوری 512

تخت نشینی 512
مغیث اور محمود کی عزت افزائی 512
بھائیوں کا قتل 512
ملک میں فتنہ و فساد 512
غزنین کی شراب نوشی 512
محمود خاں کا اقتدار 512
محمد خاں کی بادشاہ سے شکایت 512
محمود کے قتل کا منصوبہ 513
بادشاہ کی پریشانی 513
بادشاہ اور محمود کی گفتگو 513
اپنی صفائی میں محمود کا بیان 513
بادشاہ کی کم عقلی 513
سلطان محمد کی ہلاکت 513
شہزادہ مسعود کی تخت نشینی 514
امراء کی سازش 514
ملک شیخا کی رائے 514
امراء کی گرفتاری 514
شہزادہ مسعود کے حامیوں کی تیاری 514
محمود اور مسعود کے حامیوں میں جنگ 514
محمود شاہی محل میں 515
محمود خاں کی تخت نشینی 515

سلاطین خلجیہ 516

سلطان محمود خلجی 517

تخت نشینی 517
امرائے سلوک 517
خاں جہاں کا احترام 517
علم پرستی 517
امراء کی بغاوت 517
بادشاہ کی دلیری 517
باغیوں کا فرار 518
باغیوں کو سزائیں 518
شہزادہ احمد کی بغاوت 518
قلعہ اسلام آباد کا محاصرہ 518
ملک جہاد اور نصرت خاں کی بغاوت 518
اعظم ہمایوں کی لشکر کشی 518
شہزادہ احمد کو راہ راست پر لانے کی کوشش 518

marfat.com

Marfat.com

شہزادہ احمد کی ہلاکت	519	دو گر سین کی بغاوت	523
قوام کا فرار	519	محمود خلجی گوالیار میں	523
ملک جہاد کا قتل	519	راجپوتوں سے جنگ	523
اعظم ہمایوں کی چندیری کی روانگی	519	جامع مسجد اور مقبرہ سلطان ہوشنگ کی تعمیر	524
نصرت خاں کی معزولی	519	دہلی کے امراء اکابر کے خطوط	524
قوام الملک کی سرزنش	519	دہلی فتح کرنے کا ارادہ	524
سلطان احمد گجراتی کی مالوہ پر لشکر کشی	519	سلطان مبارک کی پست ہمتی	524
قلعہ مندو کا محاصرہ	520	سلطان مبارک کا احساس ندامت	524
محمود خلجی کی دریا دلی	520	جنگ کی تیاریاں	524
گجراتی امراء کی اپنے بادشاہ سے علیحدگی	520	جنگ	524
گجراتی لشکر میں انتشار	520	محمود خلجی کا پریشان کن خواب	525
شب خون	520	سلطان مبارک سے صلح اور محمود کی واپسی	525
چندیری اور سارنگ پور میں ہنگامے	520	محمود خلجی مندو میں	525
محمود خلجی کی سارنگ پور کو روانگی	521	ظفر آباد کا سفر	525
احمد گجراتی کی حفاظتی تدابیر	521	حاکم کالپی کی بدعنوانیاں	525
ملک اسحاق کا خط محمود خلجی کے نام	521	محمود کی کالپی کو روانگی	525
محمود خلجی سارنگ پور میں	521	نصیر خاں کی معافی	526
شہزادہ عمر کی مداخلت	521	سلطان محمود چیتور میں	526
جنگ کی تیاریاں	522	قلعے کا محاصرہ	526
شہزادہ عمر کا عزم	522	ایک مندر کی تباہی	526
شہزادے کا قتل	522	سلطان محمود کی خوشی	526
شہزادے کے لشکر کی اپنے ملک کو روانگی	522	راجہ کو نیسا کا فرار	526
سلطان احمد سے مقابلے کا ارادہ	522	راجہ کی قلعہ چیتور میں واپسی	526
گجراتی لشکر میں وبا اور سلطان احمد کی واپسی	522	قلعہ چیتور کا محاصرہ	527
چندیری کو روانگی	522	اعظم ہمایوں کا انتقال	527
شہاب الدین کی وفات	523	تاج خاں کا اعزاز	527
اہل چندیری کی معرکہ آرائی	523	محمود کے لشکر پر شب خون	527
محمود کا قلعہ چندیری میں داخلہ	523	راجہ کے لشکر پر شب خون فتح اور واپسی	527
اہل قلعہ کی امان طلبی	523	ابراہیم شرقی کے سفیر کی آمد	527

marfat.com

Marfat.com

نصیر شاہ کی شکایت	528
سلطان محمود کا پیغام سلطان شرقی کے نام	528
سلطان محمود کے بیٹوں کی شادیاں	528
سلطان شرقی کی کالپی پر لشکر کشی	528
نصیر کا عریضہ سلطان محمود کے نام	528
محمود شرقی کے نام محمود خلجی کا پیغام	528
محمود خلجی کا عزم چندیری	529
محمود شرقی کی حفاظتی تدابیر	529
خلجیوں اور شرقیوں میں جنگ	529
ظفر آباد کو محمود خلجی کی واپسی	529
ملک اشرف کی ایرجہ پر لشکر کشی	529
معرکہ آرائی	529
شرقی اور خلجی سلاطین میں صلح اور	
محمود خلجی کی واپسی	529
ایک عظیم الشان شفا خانے کا قیام	530
قلعہ منڈل گڑھ پر لشکر کشی	530
راجپوتوں سے لڑائی	530
قلعہ بیانہ پر لشکر کشی	530
حاکم بیانہ کی اطاعت	530
قصبہ بنور کی فتح اور واپسی	530
راجہ گنگ داس کا معروضہ	531
جینا نیر کو روانگی	531
واپسی	531
فتح گجرات کا ارادہ	531
احمد آباد کو روانگی	531
محمد شاہ گجراتی کا انتقال	531
قصبہ برودرہ کی تباہی	531
علاؤ الدین سہراب کی غداری	532
گجراتی اور مالوی لشکر کی تیاری	532
گجراتی لشکر پر شب خون کی ناکام کوشش	532
مالوی لشکر کی تنظیم	532
معرکہ آرائی	532
ملک اشرف کی بہادری	532
سلطان خلجی کی دلاوری	532
محمود خلجی کا شاندار کارنامہ	533
منڈو کو واپسی	533
محمود خلجی کی شکست	533
باغیوں کو سزائیں	533
گجراتی بادشاہ سے صلح کا خیال	533
گجراتی وزیروں کے نام تاج خاں کے خطوط	533
گجراتیوں اور مالویوں میں صلح	534
مہونی کے راجپوتوں کا قتل	534
محمود خلجی بیانہ میں	534
ماہور کی فتح کا خیال	534
قلعہ ماہور کا محاصرہ	534
محمود خلجی کی بگلانہ کو روانگی	534
میراں مبارک سے مقابلہ اور محمود کی فتح	534
میراں مبارک فاروقی کا بگلانہ میں داخلہ	535
راجہ بگلانہ کا لڑکا سلطان محمود کی خدمت میں	535
چیتور پر لشکر کشی	535
راجہ کونبھا کی انکساری	535
بادشاہ کی منڈو کو واپسی	535
مندسور کی فتح کا ارادہ	535
اجمیر کی حالت	535
محمود خلجی اجمیر میں	536
قلعہ اجمیر پر محمود خلجی کا قبضہ	536
خواجہ نعمت اللہ کا تقرر	536
راجہ کنہیا سے جنگ	536

marfat.com

Marfat.com

مندو کو واپسی 536
منڈل گڑھ پر لشکر کشی 536
قلع کی فتح 537
راجپوتوں کی امان طلبی 537
کفر کی بیخ کنی 537
بھیلوارہ کی تباہی 537
قلعہ کونڈی کی فتح 537
راجپوتوں کی مزید گوشمالی 537
کوتلمیر کی فتح کے لئے روانگی 537
دونگر پر حملہ 538
محمود خلجی دکن میں 538
عادل خاں والی اسیر کی ستم شعاری 538
عادل خاں کی معافی 538
دکنی امیروں کی تیاری 538
محمود خلجی نظام شاہی لشکر کے مقابلے میں 538
لشکر مالوہ کی شکست 539
نظام شاہ پر محمود خلجی کا حملہ 539
نظام شاہی لشکر کی تباہی 539
بیدر کا محاصرہ 539
سلطان محمود کی واپسی 539
دکن پر دوبارہ حملہ کرنے کی تیاری 539
تھانے دار کھیرلہ کا عریضہ 539
کھیرلہ کو روانگی 540
نظام الملک کا قلعہ کھیرلہ پر قبضہ 540
محمود کی دولت آباد کو روانگی 540
خلیفہ عباسی کی طرف سے فرمان و خلعت 540
محمود خلجی کی واپسی 540
محمود خاں کا ایلچ پور پر حملہ 540
مقبول اور قاضی خاں کی جنگ 540
مقبول کی فتح 540
شاہان دکن و مالوہ میں صلح 541
شیخ علاؤ الدین کی آمد 541
مولانا عماد الدین کی آمد 541
محمود آباد میں مسلمانوں کا قتل 541
محمود خلجی ظفر آباد میں 541
تاج خاں محمود آباد میں 541
محمود آباد پر تاج خاں کا حملہ 541
گروہ گونداں کی سرزنش 542
خواجہ جمال الدین کی آمد 542
خواہ کی عزت افزائی 542
کچھوارہ کے زمینداروں کی بغاوت 542
جلالپور۔ ایک نیا حصار 542
شاہ دہلی کے سفیروں کی آمد 542
محمود خلجی کی وفات 543
مدت حکومت 543
کردار 543
ذوق جنگ و جدل 543
تاریخ سے دلچسپی 543
عاقبت اندیشی 543
امن و امان 543

سلطان غیاث بن سلطان محمود خلجی 545

تخت نشینی 545
شہزادہ عبدالقادر کی ولی عہدی 545
عیش پرستی 545
عورتوں سے دلچسپی 545
عورتوں میں عہدوں کی تقسیم 545
عورتیں لشکر میں 545
حرم سرا میں بازار کا قیام 546

marfat.com

Marfat.com

مساوات 546
چوہے کا روزینہ 546
حسینوں سے رعایت 546
سخاوت و دریا دلی 546
خوف خدا 546
آخرت کا خیال 546
نشہ آور چیزوں سے نفرت 547
انسانی ہمدردی 547
خوب سے خوب تر کی تلاش 547
حسن کا معیار 548
ایک مثالی حسین کی تلاش 548
گوہر مراد 548
لڑکی کے والدین کی فریاد 548
سلطان غیاث الدین کا انصاف 548
بادشاہ کی سادہ لوحی 549
خوش اعتقادی 549
شکار کا شوق 549
عیش و عشرت میں انہماک 549
پالن پور میں بہلول لودھی کا ہنگامہ 549
سلطان غیاث الدین کا مطلع ہونا 549
بہلول کی مدافعت 549
بہلول کا فرار 550
نحوست کا اثر 550
شیخ سعد اللہ لاری کا انتقال 550
شہزادوں کی مخالفت 550
شہزادہ ناصر الدین کا فرار 550
ناصر الدین کے قتل کی سازش 550
ناصر الدین مندو میں 550
شجاعت خاں اور اس کے بیٹوں کا قتل 550
سلطان غیاث الدین کی وفات 551

سلطان ناصر الدین بن سلطان غیاث الدین خلجی 552

ولادت 552
ابتدائی حالات 552
شجاعت خاں کی مخالفت 552
غیاث الدین سے شکایت 552
غیاث الدین کا اقدام 552
ناصر الدین کی قوت میں اضافہ 552
ملکہ خورشید کی روش 553
محمود کوتوال کا قتل 553
ملکہ خورشید اور شہزادہ شجاعت کی نئی چال 553
موٹی خاں بعتال خاں کا قتل 553
شیخ حبیب اللہ خواجہ سہیل کا فرار 553
ناصر الدین سے قانکوں کی طلبی 553
ناصر الدین کے گھر کا محاصرہ 554
ناصر الدین کے نام سلطان غیاث الدین کا پیغام 554
باپ بیٹے میں صلح 554
ملکہ خورشید کی ایک اور چال 554
ناصر الدین اور غیاث الدین میں دوبارہ ناراضگی 554
حریفوں کا نیا حربہ 554
ناصر الدین کی مدافعت کے لئے تاتار کی نامزدگی 554
تاتار خاں کی پریشانی 555
ناصر الدین قصبہ حاویہ میں 555
ملک محمود اور شہزادہ شجاعت کے لشکر میں جنگ 555
ناصر الدین اجین میں 555
سلطان غیاث الدین کا پیغام ناصر الدین کے نام 555
ناصر الدین کی مکھن خاں سے جنگ 555

marfat.com

Marfat.com

ملصن خاں سے دوسری جنگ 556
ناصر الدین کو شک جہاں نما میں 556
بادشاہ کی واپسی 556
ملکہ کی ناراضگی 556
قلعے کا محاصرہ 556
اہل قلعہ کی پریشانی 556
ملکہ کا ظلم و ستم 556
قلعہ کو فتح کرنے کی کوشش 557
لشکر چندیری کی آمد 557
محافظان دروازہ بالا پور کی اطاعت 557
ناصر الدین کا قلعے میں داخلہ 557
ناصر الدین کی تخت نشینی 557
مخالفین کی سزائیں 558
ولی عہد کا تقرر اور انعامات کی تقسیم 558
باپ بیٹے کی ملاقات 558
ولی عہد پر شاہانہ عنایات 558
حاکم مندسور کی بغاوت 558
شیر خاں کا اعلان بغاوت 558
شورش انگیزی 558
بادشاہ کا غصہ 559
غیاث الدین کا قاتل 559
شیر خاں کی مدافعت 559
چندیری کے شیخ زادوں کا خط شیر خاں کے نام 559
معرکہ آرائی اور شیر خاں کی وفات 559
بادشاہ سعد الپور میں 559
عالم خاں کی گرفتاری 560
سلطان ناصر الدین کی عاقبت اندیشی 560
بادشاہ کی مے نوشی اور خون ریزی 560
ناصر الدین کے ظلم و ستم کا ایک واقعہ 560
کچھوارہ پر لشکر کشی 560
چیتور کا سفر 560
احمد نظام شاہ کا برہان پور پر حملہ 560
داؤد خاں فاروقی کی مدد 561
شہزادہ شہاب الدین کی ناصر الدین سے ناراضگی 561
ناصر الدین کی مخالفت 561
باپ بیٹے میں جنگ 561
باپ کا بلاوا بیٹے کا انکار 561
ناصر الدین کی بیماری 561
وفات 562

سلطان محمود ثانی بن ناصر الدین خلجی 563

شہاب الدین خلجی کی تگ و دو 563
محمود کی تخت نشینی 563
بسنت رائے کا قتل 563
امیروں کا ناروا طرز عمل 563
محافظ خاں خواجہ سرا کی فتنہ انگیزی 563
بادشاہ کے حضور محافظ خاں کی گستاخی 563
محافظ خاں پر بادشاہ کا حملہ 564
بادشاہ کے قتل کی سازش 564
صاحب خان کی بادشاہت 564
صاحب خاں اور سلطان محمود میں جنگ 564
صاحب خاں کا قلعہ مندو میں محصور ہونا 564
صاحب خاں کے نام سلطان محمود کا پیغام 564
قلعے کا محاصرہ 565
محافظ خاں کا فرار 565
محافظ خاں کی آوارہ گردی 565
اقبال خاں اور مخصوص خاں کی
مندو کی طرف آمد 565
شہاب الدین کا انتقال 565

marfat.com
Marfat.com

اقبال خاں اور مخصوص خاں کا فرار 565
اقبال اور مخصوص کی معافی 565
افضل خاں اور اقبال خاں کا قتل 566
حاکم چندیری کی طلبی 566
سکندر خاں کی بغاوت 566
سکندر خاں کی مدافعت 566
منصور خاں کا فرار 566
سکندر خاں کی امان طلبی 566
ایک نیا فتنہ 567
بہجت خاں کا اقدام 567
سلطان محمود کی بے دست و پائی 567
بے دینی کا دور دورہ 567
بادشاہ دہلی سے مدد کی درخواست 567
محافظ خاں دہلی میں 567
مالوہ میں بدامنی 567
سلطان مظفر کی واپسی 568
سکندر اور ملک لودہ کی جنگ 568
دہلی کے لشکر اور صاحب خاں کی آمد 568
صدر خاں اور مخصوص خاں کی علیحدگی 568
لشکر دہلی کی واپسی 568
ایک دوسری روایت 568
محافظ خاں کی آمد 568
لڑائی اور محافظ خاں کی ہلاکت 569
صلح 569
سلطان محمود کی واپسی 569
سلطان محمود کی ستم کشی 569
ہندو نوازی 569
مسلم آزار حرکات 569
قلعہ مندو پر علی خاں کا قبضہ 570
علی خاں کا فرار اور قتل 570
سلطان محمود کی پریشانی 570
میدنی رائے کی ملازمت سے برطرفی 570
راجپوتوں کا پیغام بادشاہ کے نام 570
میدنی رائے کی دور اندیشی 570
میدنی رائے کی خطاؤں کی معافی 570
سالباہن کی مخالفانہ روش 571
بادشاہ کی بلند ہمتی 571
سالباہن کا قتل 571
راجپوتوں کا اشتعال 571
راجپوتوں سے بادشاہ کی جنگ 571
بادشاہ کی بہادری 571
بادشاہ کو میدنی رائے کا مشورہ 571
میدنی رائے کا پیغام بادشاہ کے نام 572
بادشاہ کا مصالحانہ جواب 572
میدنی رائے کی احتیاطی تدابیر 572
سلطان محمود گجرات میں 572
سلطان مظفر اور سلطان محمود کی ملاقات 572
سلطان محمود کی مدد کا وعدہ 572
سلطان مظفر گجراتی کی مالوہ پر لشکر کشی 573
میدنی رائے کا فرار 573
دھار کی فتح اور مندو کا محاصرہ 573
قلعہ مندو کی فتح 573
قلعہ مندو سلطان محمود کی تحویل میں 573
سلطان مظفر دھار میں 573
سلطان مظفر کی مندو میں واپسی 573
سلطان مظفر کی گجرات کو روانگی 574
کاکرون پر محمود کا حملہ 574
رانا سنگا کی تیاریاں 574

marfat.com

Marfat.com

رانا سنگا' سلطان محمود کے مقابلے پر 574
مالوی لشکر کی تباہی 574
دشمن پر سلطان محمود کا حملہ 574
محمود کی عدیم المثال بہادری 575
رانا سنگا کا سلطان محمود سے اچھا برتاؤ 575
مالوہ میں بدامنی اور انتشار 575
امراء کی سرکشی 575
زوال کے آثار 575
سلطان محمود کا سلدی پوربیہ پر حملہ 575
سلدی پوربیہ کی شکست 575
شہزادہ چاند خاں گجراتی مندو میں 576
رضی الملک گجراتی کی کوششیں 576
سلطان بہادر کا خط محمود کے نام 576
بہادر گجراتی کی مالوہ پر حملے کی تیاریاں 576
عبجے پور کے بعض پرگنوں پر لشکر کشی 576
محمود خلجی سارنگ پور میں 576
محمود خلجی کی بہادر گجراتی سے شکایت 577
محمود خلجی کا پیغام بہادر گجراتی کے نام 577
سلطان بہادر کی شرافت 577
سلطان محمود کی کم عقلی کا ایک اور مظاہرہ 577
قلعہ مندو کا محاصرہ 577
دم واپسیں 577
قلعہ مندو پر بہادر گجراتی کا قبضہ 577
محمود کا اپنے اہل و عیال کو قتل کرنے کا ارادہ 578
دونوں بادشاہوں کی ملاقات 578
تغیر مزاج 578
محمود خلجی کی گرفتاری 578
محمود خلجی کا قتل 578
سلطنت خلجیہ کا خاتمہ 578

سلاطین خلجیہ کے بعد مالوہ کی حالت 579

سلطان بہادر گجراتی کا غلبہ 579
سلدی پوربیہ کا حشر 579
سلطان بہادر کی چینانیر کو واپسی 579
مندو پر ہمایوں کا قبضہ 579

سلطان عبدالقادر 580

شیر شاہ سوری کا پیغام عبدالقادر کے نام 580
عبدالقادر کی خفگی 580
شیر شاہ کے نام جوابی فرمان 580
شیر شاہ کا مالوہ کو فتح کرنے کا ارادہ 580
شیر شاہ سوری اور عبدالقادر کی ملاقات 580
شیر شاہ کا اجین پر قبضہ کرنے کا ارادہ 581
عبدالقادر کا سارنگ پور میں قیام 581
شیر شاہ کی رفاقت۔ ایک مہنگا سودا 581
شیر شاہ کی معاملہ فہمی 581
عبدالقادر کا فرار 581

شجاع خاں 582

نصیر خاں کا شجاع پر حملہ 582
معرکہ آرائی 582
نصیر خاں کی شکست 582
سلطان عبدالقادر کا دھار پر حملہ 582
عبدالقادر کی شکست 582
شجاع خاں کے اقتدار میں اضافہ 583
سلیم شاہ سے شجاع کی شکایت 583
شجاع خاں پر حملہ 583
شجاع خاں کا زخمی ہونا 583
پرسش حال 584

marfat.com
Marfat.com

شجاع کا پیغام' سلیم شاہ کے نام	584
سلیم شاہ کا شجاع کے گھر جانا	584
بادشاہ کے قتل کی ناکام سازش	584
صاف گوئی	584
شجاع خاں کی سارنگ پور کو روانگی	584
شجاع خاں کا تعاقب	585
شجاع کی پانسوالہ کو روانگی	585
شجاع کی معافی اور بحالی	585
سلیم شاہ کا انتقال	585
مملکت کی تقسیم	585
بادشاہت کے خواب	585
وفات	585
باز بہادر	**586**
دولت خاں سے جنگ اور صلح	586
دولت خاں کا قتل	586
بادشاہت	586
رائے سین اور .بھیلہ پر قبضہ	586
کدوالہ کی فتح	586
رانی درگاوتی سے جنگ	586
باز بہادر کی شکست	587
موسیقی سے دلچسپی	587
روپ متی سے عشق	587
مالوہ پر اکبر کی نظریں	587
مغل فوج مالوہ میں	587
باز بہادر کا فرار	587
گانے والیوں کا حشر	587
روپ متی کی تلاش	588
ادھم خاں کا پیغام روپ متی کے نام	588
روپ متی کی صحت یابی	588
ہوس کو ہے نشاط کار کیا کیا	588
پیٹ کی ماری روپ متی	588
ادھم خاں کو روپ متی کا جواب	588
ادھم خاں روپ متی کے مکان پر	589
عشق و ہوس کا فرق	589
کشتہ عشق	589
ادھم خاں کی معزولی	589
باز بہادر کے استیصال کی کوشش	589
مالوی' براری اور برہان پوری فرمانرواؤں کا اتحاد	589
مالوہ سے مغلوں کا اخراج	589
باز بہادر کی دوبارہ تخت نشینی اور جلاوطنی	590
باز بہادر' اکبری بارگاہ میں	590
برہان پور کے فاروقی سلاطین	**591**
ملک راجہ فاروقی	**592**
خاندانی حالات	592
سلطان فیروز شاہ کا ایک واقعہ	592
فیروز شاہ اور ملک راجہ میں ملاقات	592
لطف شاہانہ	592
ملک راجہ مرتبہ امارت پر	592
راجہ بہارجی پر حملہ	592
ملک راجہ کی خوش اسلوبی	593
ملک راجہ کی ترقی اقبال	593
مرتبہ بادشاہت	593
ملک راجہ اور دلاور خاں میں برادرانہ تعلقات	593
سلطان پور اور ندربار پر حملہ	593
ملک راجہ اور مظفر گجراتی میں صلح	593
ملک راجہ فاروقی کا انتقال	594
مورخ فرشتہ کی تحقیق	594

marfat.com

Marfat.com

ملک راجہ فاروقی کا سلسلہ نسب 594
شیخ زین سے ارادت 594

نصیر خاں فاروقی بن ملک راجہ فاروقی 595

علم دوستی 595
خاندیش میں نصیر کے نام کا خطبہ 595
قلعہ اسیر 595
آسا اہیر 595
آسا اہیر کا اقتدار 595
زبردست قحط 595
نصیر خاں کا ارادہ تسخیر قلعہ اسیر 596
تسخیر قلعہ کا پر فریب طریقہ 596
آسا اہیر کا قتل 596
قلعہ اسیر کی فتح 597
فاروقی امراء کی دیانتداری 597
شیخ زین الدین کی آمد 597
فیض صحبت 597
شیخ زین الدین کی خواہش 597
زین آباد اور برہان پور کی تعمیر 597
ارادۂ تسخیر قلعہ تھالیز 598
قلعہ تھالیز کی فتح 598
سلطان پورندر بار پر لشکر کشی 598
سلطان احمد گجراتی کا اقدام 598
نصیر خاں کی معافی 598
عزت افزائی 598
شہزادی زینت کا عقد 598
راجہ کانہا پر احمد گجراتی کا حملہ 599
دکنیوں اور گجراتیوں کی لڑائی 599
دوسری شکست 599
نصیر خاں کی بیٹی کی بے کسی 599
نصیر خاں کا ارادہ تسخیر برار 599
برار میں نصیر خاں کے نام کا خطبہ 599
نصیر خاں کا برار سے اخراج 600
ملک التجار کی آمد 600
ملک التجار اور نصیر خاں میں جنگ 600
وفات 600

میراں عادل خاں بن نصیر خاں فاروقی 601

مبارک خاں فاروقی بن عادل خاں فاروقی 601

میراں علیناف عرف عادل خاں فاروقی بن مبارک خاں فاروقی 602

استقلال اور شان و شکوہ 602
مالی گڑھ 602
سلطان جھاڑ کھنڈی 602
غرور و تکبر 602
گجراتیوں کی لشکر کشی 602
داغ ندامت 602
میراں علیناف کی وفات 603

داؤد خاں بن مبارک خاں فاروقی 604

احمد نظام شاہ بحری کا حملہ 604
مندوی لشکر کی آمد 604
ناصر الدین خلجی کے نام کا خطبہ 604
وفات 604
غزنین خاں کی تخت نشینی اور ہلاکت 604
عالم خاں کی تخت نشینی 604
ملک لاون کی بغاوت 605
عادل بن نصیر کا خط شاہ گجرات کے نام 605
سلطان محمود بیکرا کی روانگی 605

marfat.com
Marfat.com

سلطان محمود بیکرا تھالیز میں	605
نظام شاہ اور عماد الملک کی کاویل کو روانگی	605
دکنی لشکر کا فرار	605
ملک لاون اور حسان سلطان بیکراں کی خدمت میں	605
عادل خاں کی تخت نشینی	606
محمود بیکرا کی واپسی	606

عادل خاں فاروقی المخاطب بہ اعظم ہمایوں بن نصیر خاں فاروقی 607

ملک حسام کا ارادہ	607
ملک حسام برہان پور میں	607
ملک حسام کا قتل	607
باغیوں کا قلع قمع	607
عادل خاں کا خط محمود بیکرا کے نام	607
محمود بیکرا کا جواب	608
راجہ جالنا پر حملہ	608
شادی آباد مندو کا سفر	608
انتقال	608

میراں محمد شاہ فاروقی بن عادل خاں فاروقی 609

مرتبہ شاہی	609
نظام شاہ اور عماد الملک میں جھگڑا	609
نظام شاہ سے جنگ	609
میراں محمد کی فتح اور شکست	609
بہادر گجراتی کی آمد	609
عماد الملک کی پریشانی	610
میراں محمد شاہ کی تدابیر	610
برار میں بہادر گجراتی کے نام کا خطبہ	610
فتح مندو	610
برہان نظام کی پریشانی	610
برہان نظام شاہ اور بہادر گجراتی میں صلح	610
دوڑ دھوپ	610
نصیر الدین ہمایوں گجرات میں	611
برہان نظام کا خط ہمایوں کے نام	611
ہمایوں کی مندو کو روانگی	611
مغل امراء کا مالوہ سے اخراج	611
میراں محمد شاہ کی حکومت گجرات پر	611
میراں محمد شاہ کی وفات	611

میراں مبارک شاہ بن عادل خاں فاروقی 612

تخت نشینی	612
امرائے گجرات کا فیصلہ	612
محمود گجراتی کی رہائی	612
عماد الملک برہان پور میں	612
سلطان محمود گجراتی سے جنگ	612
سلطان پور اور ندر بار مبارک شاہ کے قبضے میں	613
باز بہادر کی آمد اور پیر محمد کا حملہ	613
حاکم برار سے مدد کی درخواست	613
مغل لشکر کی مالوہ کو روانگی	613
مغل لشکر گاہ پر حملہ اور پیر محمد کا فرار	613
پیر محمد کی ہلاکت	613
میراں مبارک کی وفات	614

میراں محمد شاہ بن مبارک شاہ فاروقی 615

چنگیز خاں کا فتنہ	615
محمد شاہ کا عزم تسخیر گجرات	615
چنگیز خاں سے جنگ اور محمود شاہ کی شکست	615
میرزاؤں کی شورش	615

marfat.com

Marfat.com

برار پر مرتضیٰ نظام کا قبضہ 616
مرتضیٰ نظام خاندیش میں 616
مرتضیٰ نظام کی واپسی 616
میراں محمد شاہ کا انتقال 616
حسن خاں کی تخت نشینی اور معزولی 616

میراں راجہ علی خاں فاروقی 617

عاقبت اندیشی 617
راجہ علی خاں کا اعلیٰ کردار 617
سید مرتضیٰ اور صلابت خاں میں جنگ 617
سید مرتضیٰ کی برہان پور میں آمد اور آگرہ کو روانگی 617
خاندیش لشکر اور سید مرتضیٰ میں جنگ 617
سید مرتضیٰ اکبر کے حضور میں 618
فتح دکن کا اکبری حکم 618
راجہ علی خاں اور میرزا محمد تقی میں اتحاد 618
عزیز کوکہ کا جنگ سے اجتناب 618
راجہ علی خاں کی خوشی 619
برہان نظام شاہ ثانی کے عزائم 619
جمال خاں مہدوی کا عزم برہان پور 619
راجہ علی خاں اور جمال خاں میں جنگ 619
راجہ علی خاں کی فتح 619
احمد نگر پر اکبری حملہ 619
مغلوں اور دکنی فوجوں میں جنگ 620
راجہ علی خاں کی ہلاکت 620

بہادر خاں فاروقی 621

ناتجربہ کار فرمانروا 621
بہادر آباد کی تعمیر 621
بہادر خاں کی کم عقلی 621
قلعہ اسیر کی معموری 621
اکبر کی آمد اور قلعے کا محاصرہ 621
افسوں و طلسمات 622
اہل قلعہ کی حالت زار 622
بہادر خاں کی مخالفت 622
بہادر خاں کے امراء کا مشورہ 622
قلعہ اسیر پر اکبر کا قبضہ 622
قلعہ اسیر کی کیفیت 623
قلعے میں داخل ہونے کا راستہ 623
قلعہ مالیگر 623
فاروقی سلطنت کا خاتمہ اور بہادر خاں کا انتقال 623

سلاطین شرقیہ اور سلاطین پوربیہ کے مکمل حالات 624

سلاطین پوربی یا والیان بنگالہ 626

محمد بختیار خلجی 626

ابتدائی حالات 626
بہادری 626
بہار کی فتح 626
بہار کی وجہ تسمیہ 626
محمد بختیار سلطان ایبک کی خدمت میں 626
آتش رشک و حسد 627
محمد بختیار کی ہاتھی سے لڑائی 627
داد شجاعت 627
لکھنوتی اور بنگالہ کی حکومت 627
راجہ لکھمن 627
لکھمن کی پیدائش اور تخت نشینی 628
نجومیوں کی بروقت تنبیہ 628
راجہ اور برہمنوں کی پریشانی 628

marfat.com

Marfat.com

شہر نودیا پر بختیار کا حملہ 628
بختیار کی فتوحات 628
رنگ پور کی بنیاد 629
تبت کو فتح کرنے کا ارادہ 629
بختیار ابرو بن میں 629
دریائے تیمکری 629
راجہ کامرود کی بروقت تنبیہ 629
شہر اور قلعے کا محاصرہ 629
شہر کرسین کی کیفیت 630
محمد بختیار کی واپسی 630
مشکلیں ہی مشکلیں 630
راجہ کامرو کا ارادہ 630
دریا عبور کرنے کی تدبیر 630
لشکر کی غرقابی 631
محمد بختیار کی بیماری 631
محمد بختیار کا انتقال 631
طبعی موت یا قتل 631

سلطان فخر الدین 632

قدر خاں حاکم لکھنوتی کا حملہ اور فخر الدین کا فرار 632
دوبارہ تخت نشینی 632
سنار گاؤں پایہ تخت 632
لکھنوتی پر قبضہ کی ناکام کوشش 632
لکھنوتی میں انقلابات 632
فخر الدین کا قتل 633
نظام الدین احمد بخشی کا بیان 633

علی مبارک المشہور سلطان علاؤ الدین 633

حاجی الیاس المشہور بہ سلطان شمس الدین 633

فیروز شاہ کا حملہ 633
فیروز شاہ کی خدمت میں پیش کش 634
انتقال 634

سکندر شاہ بن سلطان شمس الدین 634

فیروز شاہ کی لشکر کشی 634

غیاث الدین بن سکندر شاہ 634

سلطان السلاطین بن غیاث الدین 635

شمس الدین ثانی بن سلطان السلاطین 635

راجہ کانس 635

سلطان جلال الدین چن مل ولد

راجہ کانس 635

قبول اسلام 635
عدل و انصاف 635

سلطان احمد بن سلطان جلال الدین 636

ناصر الدین غلام 636

ناصر شاہ بن شاہ . بھنکرہ 636

قسمت کی نیرنگی 636
عمدہ کردار 636
انتقال 636

باربک شاہ بن ناصر شاہ 636

یوسف شاہ بن باربک شاہ 637

سکندر شاہ 637

فتح شاہ 637

علم دوستی 637

marfat.com

Marfat.com

فتح شاہ کے خلاف سازش 637
سلطان باربک 638
سفلہ مزاجوں کا ہجوم 638
امراء کا استیصال اور ملک اندیل کی آمد 638
ملک اندیل اور باربک کی ملاقات 638
عہد و پیمان 638
باربک کے قتل کا منصوبہ 638
ملک اندیل اور باربک کی ہاتھا پائی 639
جھوٹ موٹ کی موت 639
باربک کا حکم 639
باربک کا قتل 639
نئے بادشاہ کا انتخاب 640
ملک اندیل کی تخت نشینی 640
ملک اندیل المخاطب بہ فیروز شاہ 640
محمود شاہ بن فیروز شاہ 640
سیدی بدر دیوانہ المخاطب بہ مظفر شاہ 641
ستم شعاری 641
سید شریف مکی کا تقرر 641
بغاوت 641
جانوروں کا زیاں 641
مظفر شاہ کا قتل 641
شریف مکی المشہور بہ سلطان علاؤالدین 642
ہر دلعزیزی 642
تخت نشینی 642
شہر گور میں لوٹ مار 642
لوٹ مار کے سامان کی برآمد 642
حبشیوں کی جلاوطنی 642
امن و امان 643
حضرت قطب عالم سے عقیدت 643
انتقال 643
نصیب شاہ بن علاؤ الدین شاہ 644
بھائیوں سے محبت 644
افغانی امراء کی آمد 644
بابر کا عزم تسخیر بنگالہ 644
بہادر گجراتی سے دوستانہ مراسم 644
نصیب شاہ کی وفات 644
نصیب کے بعد 644
سلطان بہادر شاہ 645
سلیمان کرانی افغانی 645
بایزید بن سلیمان 645
داؤد خاں بن سلیمان خاں 645
منعم خاں کی بنگالہ پر لشکر کشی 645
داؤد کا اکبری لشکر سے مقابلہ 645
داؤد کی شکست اور فرار 646
داؤد اڑیسہ میں 646
داؤد اور منعم میں صلح 646
داؤد کا قتل اور سلاطین پوربی کی حکومت کا خاتمہ 646
عثمان افغانی کی بغاوت 646
سلاطین شرقیہ 646
سلطان الشرق خواجہ جہاں 647
مبارک شاہ شرقی 647
ابراہیم شاہ شرقی 648
اہل علم کی سرپرستی 648

marfat.com
Marfat.com

اقبال خاں کا جونپور کو فتح کرنے کا ارادہ 648
سلطان محمود کی ابراہیم شرقی کے پاس
آمد اور روانگی 648
قنوج پر سلطان محمود کا قبضہ 648
ابراہیم کا قنوج پر حملہ 648
قنوج پر ابراہیم کا قبضہ 649
عزم تسخیر دہلی 649
واپسی 649
خوش حالی 649
تھانہ پر لشکر کشی 649
کالپی فتح کرنے کا خیال 649
وفات 650
قاضی شہاب الدین جونپوری 650
تصانیف 650

سلطان محمود بن ابراہیم شرقی 651

تخت نشینی 651
حاکم مالوہ سے حاکم کالپی کی شکایت 651
حاکم مالوہ کا جواب 651
کالپی پر لشکر کشی 651
حاکم مالوہ کا خط 651
محمود شرقی کا کالپی پر قبضہ 652
سلطان مالوہ کا عزم کالپی و چندیری 652
محمود شرقی اور محمود خلجی میں جنگ 652
جنگ، صلح اور پھر جنگ 652
پھر صلح 652
حساون پر لشکر کشی 652
دہلی پر ناکام حملہ 653
دہلی پر دوبارہ حملہ 653
وفات 653

سلاطین سندھ اور ٹھٹھہ کے حالات 654

سندھ میں اسلام کی ترویج و اشاعت 655

حجاج کا ارادۂ تسخیر ہندوستان 655
مکران کی فتح 655
عرب و ہند کے تعلقات ظہور اسلام سے پہلے 655
راجہ سراندیپ کی اسلام دوستی 655
مسلمان عورتوں کی گرفتاری 655
راجہ داہر کے نام حجاج کا خط اور اس کا جواب 655
اہل دیبل سے جنگ پدمن کی شہادت 656
محمد بن قاسم اور دیبل کا محاصرہ 656
دیبل کا عظیم الشان مندر 656
جادو کا اثر 656
ندر کی فتح 656
ہراون کی فتح 656
سیوان کے برہمن 657
سیوان کی فتح 657
حصار سلیم کی فتح 657
بیلسہ اور محمد بن قاسم کی جنگ 657
نجومیوں کی حق گوئی 657
راجہ داہر سے جنگ 657
جنگ ملغوبہ 658
راجہ داہر کی ہلاکت 658
قلعہ ازدر پر حملہ 658
زوجہ داہر کی بہادری 658
ملتان کی فتح 658
داہر کی بیٹیاں اور خلیفہ ولید 659
محمد بن قاسم کا عبرتناک انجام 659
محمد بن قاسم کے بعد !! 659

marfat.com

Marfat.com

شاہان جام 659

ناصرالدین قباچہ 660

سلطان معز الدین سام کا فیض صحبت 660
قطب الدین ایبک کی اطاعت 660
وسعت سلطنت 660
خود مختار حکومت 660
خوارزمی لشکر سے جنگ 660
لاہور پر حملہ 660
پناہ گزیں مسلمانوں کی دلجوئی 661
سلطان جلال الدین اکبر کی ہندوستان میں آمد 661
ناصرالدین قباچہ پر جلال الدین کا حملہ 661
جلال الدین اوچھ میں 661
شہزادہ چغتائی خاں کی آمد 661
اوچھ کی آتشزدگی 662
قباچہ کے قصبات اور شہروں کی تباہی 662
جلال الدین کی عراق کو روانگی 662
چغتائی خاں کی شورش 662
التمش کا حملہ اور قباچہ کی غرقابی 662
قباچہ کی غرقابی کی صحیح روایت 663

زمینداران سندھ یعنی قبیلہ

ستم گان کی حکومت 664

جام افزاہ 664
جام جونا 664

جام مانی بن جام جونا 664

فیروز شاہ کا پہلا حملہ 664
فیروز شاہ کا دوسرا حملہ 664
جام مانی کا انتقال 664

جام تماجی بن جام مانی 665

جام صلاح الدین 665

جام نظام الدین 665

جام علی شیر 665

جام کران بن جام تماجی 665

جام تغلق بن جام سکندر 665

جام مبارک 666

جام اسکندر بن جام فتح بن جام سکندر 666

جام سنجر 666

جام نظام الدین المشہور بہ جام نندا 666

شاہ بیگ ارغوان کا حملہ 666
قلعہ سوی پر نندا کا دوبارہ قبضہ 666
میرزا عیسیٰ خاں پر حملہ 666
بھکر پر شاہ بیگ کا قبضہ 666
سوان پر شاہ بیگ کا قبضہ 667
سندھیوں کی بزدلی 667
جام نندا کا انتقال 667

جام فیروز 667

جام صلاح الدین کی یورش 667
دریا خاں کا اقتدار 667
جام صلاح الدین کا سندھ پر قبضہ 668
سندھ پر جام فیروز کا دوبارہ قبضہ 668
سندھ پر شاہ بیگ ارغوان کا قبضہ 668
جام فیروز گجرات میں 668
جام فیروز گجراتی امیروں کی صف میں 668

marfat.com

Marfat.com

خاندان سمہ کی حکومت کا خاتمہ 668

شاہ بیگ ارغون 669

امیر ذوالنون 669
شاہ بیگ کے سندھ پر حملے 669
شاہ بیگ کی سندھ میں حکومت 669
عادات و کردار 669

شاہ حسین 670

ملتان پر قبضہ 670
اہل ملتان سے برتاؤ 670
ہمایوں سندھ میں 670
شاہ حسین کی چالاکی 670
ہمایوں اور شاہ حسین میں صلاح 670
کامران میرزا کی آمد 671
شاہ حسین کا انتقال 671

میرزا عیسیٰ ترخان 671

میرزا باقی 671

میرزا جانی 671

عبدالرحیم خان خاناں کی آمد 671
خان خاناں اور میرزا جانی میں جنگ 672
خان خاناں کے لشکر میں قحط 672
میرزا جانی اکبری امرا کی صف میں 672

سلطان محمود بھکری 672

سلاطین ملتان 673

شیخ یوسف چشتی 675

مغلوں کے حملے 675
شیخ یوسف چشتی کا انتخاب 675
قبیلہ لنگاہ کے سردار کا پیغام 675
رائے سہرہ کی ملتان میں آمدورفت 675
رائے سہرہ کی بدنیتی 675
شاطرانہ چال 676

قطب الدین لنگاہ 676

تخت نشینی 676
یوسف چشتی کا شہربدر ہونا 676
شیخ یوسف دہلی میں۔ 676

حسین لنگاہ بن قطب الدین 677

قلعہ شور پر حملہ 677
قلعہ شور پر حسین لنگاہ کا قبضہ 677
قلعہ جیبوب کی فتح 677
بہلول لودھی کا عزم تسخیر ملتان 677
شہاب الدین کی بغاوت 677
دہلوی فوج کی آمد آمد حسین لنگاہ کا اپنے لشکر سے خطاب 678
دہلوی فوج پر حملہ 678
حسین لنگاہ کی فتح 678
ملک سہراب بلوچ کی آمد 678
جام بایزید اور جام ابراہیم کی آمد 678
جام بایزید کی علم دوستی 679
دیانت داری 679
فرمانروائے دہلی سے صلح 679
مظفر گجراتی سے دوستانہ مراسم 679
گجراتی عمارتیں 679
حسین لنگاہ کا غم 680
ملتان کی خصوصیت 680

marfat.com

Marfat.com

حسین لنگاہ کی گوشہ نشینی 680

فیروز شاہ لنگاہ 680

ناتجربہ کاری اور کوتاہ بینی 680
فیروز کی ہلاکت 680
عماد الملک کا حشر 681
حسین لنگاہ کی وفات 681

محمود شاہ لنگاہ 681

اوباشوں کی صحبت 681
جام بایزید کے خلاف سازش 681
عالم خاں سے بدسلوکی 681
عالم خاں کی بہادری 682
جام بایزید کی قلعہ شور کو روانگی 682
تعاقب کی ناکام کوشش 682
جام بایزید اور سکندر لودھی میں خوشگوار مراسم 682
محمود لنگاہ کا قلعہ شور پر حملہ 682
میر عماد کرویزی 683
میر عماد جام بایزید کے پاس 683
جام بایزید کی علم دوستی 683
میرزا شاہ حسین ارغون کا ہنگامہ 683
شیخ بہاؤ الدین قریشی اور مولانا بہلول
میرزا ارغوان کی خدمت میں 683
محمود کا انتقال 684

حسین شاہ ثانی بن محمود شاہ لنگاہ 685

شجاع الملک بخاری کا اقتدار 685
ملتان پر حسین ارغون کا قبضہ 685
حسین لنگاہ کی گرفتاری 685

سلاطین کشمیر 686

خطہ کشمیر 687

جغرافیائی حالات 687
موسم 687
مکانات اور بازار 687
میوہ جات 687
باغات 688
کشمیر کے حسن کی تعریف 688
مندروں کی تعمیر 688
عجیب و غریب حوض 688
عجیب و غریب درخت 688
چشمہ فال 689
ایک دل کشا عمارت 689
راج دان 689
"ظفر نامہ" کے مولف کا بیان 689
سری نگر 689
کشمیر کے راستے 690
کشمیریوں کا مذہب 690
فرقہ نور بخش 690
فقہ احوط 690
نور بخشیوں کے عقائد 691
معمولات فرقہ نور بخش 691
آفتاب پرست 691
کشمیروں کا موجودہ مذہب 691

سلطان شمس الدین 692

شاہ میرزا کی کشمیر میں آمد 692
راجہ ارنجن کی ملازمت 692
شاہ میرزا کے بیٹے 692
راجہ ارنجن کی وفات 692

marfat.com

Marfat.com

رانی کولا دیوی 692
شاہ میرزا کی خود مختار حکومت 693
دیجو میر بخشی 693
شمس الدین کا عہد حکومت 693
گوشہ نشینی اور وفات 693
جمشید شاہ بن سلطان شمس الدین 694
علی شیر کی بغاوت 694
جمشید کی معزولی اور وفات 694
سلطان علاؤ الدین بن سلطان شمس الدین 695
سلطان شہاب الدین بن شمس الدین 695
پنجاب پر حملہ 695
راجہ نگر کوٹ کی اطاعت 695
شہزادوں کی جلا وطنی 695
انتقال 696
سلطان قطب الدین 697
سلطان سکندر بت شکن 697
سلطان علی شاہ بن سکندر شاہ بت شکن 699
سلطان زین العابدین 700
حاجی خان المخاطب شاہ حیدر 706
شاہ حسن ولد شاہ حیدر 707
محمد شاہ ولد حسن خان 708
فتح شاہ بن آدم خان 710
محمد شاہ کی دوبارہ حکومت کشمیر پر 711
فتح شاہ کی دوبارہ شاہی 711
سلطان محمد شاہ کی تیسری مرتبہ حکومت 711
ابراہیم شاہ بن محمد شاہ 712
نازک شاہ بن ابراہیم شاہ بن محمد شاہ 713
محمد شاہ کا چوتھی مرتبہ مملکت کشمیر پر جلوہ گر ہونا 713
سلطان شمس الدین بن محمد شاہ 714
نازک شاہ کی دوبارہ حکومت کشمیر پر 715
مرزا حیدر ترک کی کشمیر پر حکومت 715
نازک شاہ کی کشمیر پر تیسری مرتبہ حکومت 718
ابراہیم شاہ کی تیسری مرتبہ حکومت 720
اسمٰعیل شاہ برادر ابراہیم شاہ 721
حبیب شاہ بن اسمٰعیل 721
غازی شاہ 723
حسین شاہ 724
علی شاہ 726
یوسف شاہ 728
احوال احکام ملی بار اور اس میں اسلام ظاہر ہونے کی عجیب کیفیت 731
مشائخ ہندوستان کے حالات 739
پہلا حصہ: حالات و مقالات خاندان چشتیہ 740
سلطان المشائخ خواجہ معین الدین چشتیؒ 740
سلطان العارفین خواجہ قطب الدین بختیار کاکیؒ 745

marfat.com

Marfat.com

سلطان المشائخ خواجہ فرید الدین مسعود گنج شکرؒ 752
سلطان الاولیاء خواجہ نظام الدینؒ 763
خواجہ نصیر الدین اودھیؒ 775
شاہ منتخب الدین المعروف بزرزری بخشؒ 776
شیخ برہان الدینؒ 777
شیخ زین الدینؒ 778
شیخ نظام الدین ابو المویدؒ 778
امیر خسرو دہلویؒ 779
قطعہ تاریخ 781
شیخ سلیم قدس سرہ 782

دوسرا حصہ خاندان سہروردیا ملتان 783

حضرت شیخ بہاء الدین زکریاؒ 783
شیخ صدر الدین عارفؒ 791
شیخ رکن الدین ابو الفتحؒ 793
سید جلال بخاریؒ 795
شیخ حسن افغانؒ 796
شیخ احمدؒ 796
مولانا شیخ حسام الدینؒ 797
مولانا علاء الدینؒ 798
شیخ وحید الدین عثمان المشہور بہ سیاحؒ 798
مخدوم جہانیاں جلال الدین حسین بخاریؒ 799
صدر الدین راجوےؒ 802
سید کبیر الدین اسمٰعیلؒ 804
خاتمہ بذکر کیفیت ہندوستان جنت نشان 804

marfat.com

Marfat.com

marfat.com

سلاطین تلنگانہ

Marfat.com

"قارئین کرام اس حقیقت سے اچھی طرح باخبر ہیں کہ ابراہیم قطب شاہ کے عہد میں شاہ اخور نامی ایک شخص نے جو عراق سے آیا تھا' تاریخ پر ایک بہترین کتاب لکھی ہے۔ جس میں قطب شاہی سلطنت کے تمام واقعات کو تفصیل سے قلمبند کیا گیا ہے۔ راقم الحروف "مورخ فرشتہ" زیر نظر تاریخ کی تالیف کے وقت متذکرہ کتاب حاصل نہ کر سکا اسی لئے قطب شاہی خاندان کے تفصیلی حالات بیان نہیں کیے جا سکے۔ اور صرف فرماں رواؤں کے اسماء اور مختصر حالات پر اکتفا کی ہے۔"

marfat.com

Marfat.com

سلطان قلی

ابتدائی حالات

سلطان قلی میر علی ترکوں کے مشہور قبیلہ بھارلو سے تعلق رکھتا ہے اس خاندان کے بعض افراد کا یہ دعوی ہے کہ سلطان قلی' مرزا جہاں شاہ مقتول کی اولاد سے ہے' بہرحال کچھ بھی ہو یہ امر مسلم ہے کہ سلطان قلی ہمدان میں پیدا ہوا' سلطان محمد شاہ لشکری کی حکومت کے آخری دنوں میں سلطان قلی دکن میں آیا اور محمد شاہ کے ترکی غلاموں کے گروہ میں شامل ہو گیا۔ محمد شاہ کو ترکی غلاموں سے بہت دلچسپی تھی اور انہیں بہت عزیز رکھتا تھا۔

ریاضی میں مہارت

سلطان قلی علم حساب میں بڑی مہارت رکھتا تھا اور بڑا خوش خط تھا۔ اس وجہ سے اسے شاہی محلات کا حساب نویس مقرر کیا گیا۔ عورتیں اس کے برتاؤ اور دیانت و امانت سے بہت خوش ہوئیں۔ ان دنوں تلنگانہ کا علاقہ بیگموں کی جاگیر تھا' یہاں کے عمال نے شاہی بارگاہ میں اس مضمون کی عرضیاں روانہ کیں کہ

تلنگانہ کی حالت

سارے ملک کو چوروں' لٹیروں نے اپنی جولان گاہ بنا رکھا ہے' رعایا کی سرکشی اور نافرمانی روز بروز بڑھتی جا رہی ہے۔ مقررہ محصول ادا کرنے کی طرف کوئی توجہ نہیں دی جا رہی ہے۔ ہر شخص یہی چاہتا ہے کہ وہ سرکاری رقم اپنے پاس رکھے' اگر شاہی بارگاہ سے ایک اعلی درجے کی فوج سرکشوں کی تنبیہہ کے لیے روانہ کی جائے تو بہت اچھا ہو گا۔ اور اس طرح محصول وصول کرنے میں بڑی آسانی ہو گی۔

سلطان قلی کی خواہش

سلطان محمد شاہ نے اپنے ایک نامی گرامی امیر کو تلنگانہ کی مہم پر روانہ کرنے کا ارادہ کیا۔ سلطان قلی نے ایک بیگم کے توسط سے بادشاہ کو مطلع کیا کہ تلنگانہ کی مہم کی خدمت میرے سپرد کی جائے۔ میں وعدہ کرتا ہوں کہ بغیر کسی قسم کی فوجی مدد کے میں اس صوبے کا انتظام کروں گا اور باغیوں اور سرکشوں کو ایسا تباہ و برباد کروں گا کہ ان کا نام و نشان بھی نہ ملے گا۔

تلنگانہ کی مہم پر تقرر

سلطان محمد شاہ نے سلطان قلی پر بڑی مہربانی کی اور اسے متذکرہ خدمت پر مقرر کر دیا۔ سلطان قلی اپنے ساتھیوں کے ہمراہ تلنگانہ کی طرف گیا اور اس نے ایسی چال چلی کہ باغیوں کی ایک جماعت کو اپنا بہی خواہ بنا لیا اور پھر اس جماعت کی مدد سے چوروں اور ڈاکوؤں وغیرہ کا نام و نشان تک مٹا دیا۔ سلطان قلی نے دوسرے امراء کے پرگنوں سے بھی جو اسی نواح میں تھے' غنڈوں اور لٹیروں وغیرہ کا قلع قمع کیا اور اس طرح اس کی شجاعت اور بہادری کا شہرہ ملک میں چاروں طرف پھیل گیا۔

امارت و سپہ سالاری

سلطان محمد شاہ نے سلطان قلی کو امارت کے درجے پر فائز کر کے اسے گولکنڈہ اور اس کے مضافات کا جاگیردار بنا دیا' کچھ عرصے بعد اس علاقے کا سپہ سالار مقرر کیا گیا اور شاہی فرامین میں اس کے نام کے ساتھ "صاحب السیف والقلم" کا لقب لکھا جانے لگا۔

marfat.com
Marfat.com

بادشاہت

یوسف عادل شاہ' احمد نظام شاہ اور عماد الملک نے اپنے اپنے دکنی علاقوں میں خود مختاری اور بادشاہت کا دعوی کر کے الگ الگ سلطنتیں قائم کیں۔ یوسف عادل کو چونکہ صفویہ خاندان سے عقیدت تھی۔ اس لیے اس نے بارہ اماموں کے اسمائے گرامی خطبے میں داخل کیے۔ سلطان قلی نے بھی اپنی امارت اور سپہ سازی کے زمانے میں یہی روش اختیار کی۔ جب سلطان محمود بہمنی کی سلطنت زوال پذیر ہوئی تو ۹۱۸ ہجری میں سلطان قلی نے بادشاہت کا دعوی کیا اور اپنے آپ کو "قطب شاہ" کے خطاب سے موسوم کر کے خود مختار حکومت قائم کر لی۔

سلطنت کی رونق

قطب شاہ کی سلطنت اگرچہ بہت مختصر تھی' لیکن اس نے شان و شوکت اور رونق پیدا کرنے کے لیے متعدد ذرائع اختیار کیے جن میں سے ایک یہ بھی تھا کہ عادل شاہ' عماد شاہ اور برید شاہ وغیرہ کے خلاف اپنے دروازے پر دن میں پانچ مرتبہ نوبت بجانے کا حکم دیا۔ قطب شاہ نے اپنی قوم کے افراد کو جاگیروں اور عہدوں سے نوازا اور اس طرح اپنی قوت میں اضافہ کیا۔

سلطان محمود شاہ کا خیال

قطب شاہ' سلطان محمود شاہ کی بڑی عزت کرتا تھا اور اس کے حقوق کا پورا پورا خیال رکھتا تھا ہر مہینے تحفے تحائف اور ہدیے وغیرہ اس کی خدمت میں بیدر بھجواتا رہتا تھا۔ اسی زمانے میں یہ اطلاع ملی کہ ایران میں شاہ اسماعیل صفوی تاج و تخت کا مالک ہوا ہے۔ چونکہ قطب شاہ' اسمٰعیل صفوی کو اپنا مرشد زادہ سمجھتا تھا' اس لیے اس بادشاہ کا نام اپنے خطبے میں اپنے نام سے پہلے داخل کیا۔

شیعہ مذہب کا رواج

قطب شاہ نے شیعہ مذہب کے اثرات کے تحت رفتہ رفتہ تینوں خلفاء کے اسمائے گرامی اپنے خطبہ سے نکال دیئے۔ شاہ طاہر کی نصیحت پر عمل کرتے ہوئے احمد نگر میں برہان شاہ نے مذہب شیعہ کا خطبہ جاری کیا۔ قطب شاہ نے اس کی تقلید کی اور اپنے ملک میں شیعہ مذہب کو مروج کیا۔

تبرہ بازی

بے ادب اور نامعقول اشخاص نے تبرہ بازی کو اپنا شعار بنایا۔ قصہ مختصر یہ کہ آج تک جب کہ سلطان محمد قلی قطب شاہ کی حکومت ہے' تلنگانہ میں شیعہ مذہب کا رواج ہے اور بارہ اماموں کے نام کا خطبہ پڑھا جاتا ہے۔ منبروں پر سب سے پہلے بادشاہ ایران شاہ عباس صفوی کی بہبودی و خوش حالی کی دعا مانگی جاتی ہے۔ خدا کا شکر ہے کہ ان فرماں رواؤں کو مشائخ صفویہ کے ساتھ جو تعلق خاطر تھا اس میں کسی قسم کی کمی نہیں ہوئی۔

سلاطین دکن سے دوستی

سلطان قلی قطب شاہ اپنے عہد حکومت میں دکن کے فرمانرواؤں کے ساتھ بڑے دوستانہ مراسم رکھتا تھا' لیکن جس زمانے میں سلطان بہادر گجراتی نے عماد الملک کے حسب خواہش نظام شاہ پر حملہ کیا تو سلطان قلی نے مروت کو پس پشت ڈال کر سلطان بہادر کا ساتھ دیا۔ سلطان بہادر کے ہنگامے سے فرصت پانے کے بعد اسمٰعیل عادل نے برہان شاہ کے کہنے پر قطب شاہی علاقے پر قبضہ کرنا چاہا۔ قطب شاہ نے برہان شاہ کے غصے کو ٹھنڈا کرنے کی بہت کوشش کی لیکن کامیابی نہ ہوئی۔

marfat.com

Marfat.com

اسمٰعیل عادل شاہ کا حملہ

۹۴۰ ہجری میں اسمٰعیل عادل شاہ نے قطب شاہ کے ایک سرحدی قلعہ پر حملہ کیا۔ قطب شاہ میں اتنی ہمت نہ تھی کہ وہ اسمٰعیل عادل کا مقابلہ کرتا لہٰذا وہ جہاں مقیم تھا وہیں رہا اور اپنے سواروں اور پیادوں کا ایک لشکر اسمٰعیل عادل کو نقصان پہنچانے کے لیے روانہ کیا۔ حسن اتفاق سے اسی زمانے میں اسمٰعیل عادل نے داعی اجل کو لبیک کہا اور قطب شاہ کی تمام پریشانیاں از خود ختم ہو گئیں۔

نظام شاہ سے خوش گوار تعلقات

اس واقعے کے بعد قطب شاہ نے اپنے امیروں کی ایک جماعت کو برہان شاہ کے پاس بھیجا تاکہ صلح اور دوستانہ مراسم کے بارے میں بات چیت کی جائے۔ قطب شاہی امیروں نے شاہ طاہر کے ذریعے سے سلسلہ جنبانی کی اور انھیں خاطر خواہ کامیابی ہوئی۔ اس کے بعد قطب شاہ اور نظام شاہ میں خوش گوار تعلقات قائم ہو گئے۔

طوالت عمر

قطب شاہ نے بڑی لمبی زندگی پائی اور ایک عرصے تک حکومت کی۔ اس کا بڑا بیٹا جمشید شاہ یہ آس لگائے بیٹھا تھا کہ کب اس کا باپ مرے اور اسے حکومت ملے اسی انتظار میں اس کے بال سفید ہو گئے۔ آخر جمشید کے صبر کا پیمانہ لبریز ہو گیا اور اس نے ایک ترکی غلام سے ساز باز کر کے اپنے باپ کی عمر کا پیمانہ بھی لبریز کرنے کا ارادہ کر لیا۔

قطب شاہ کا قتل

۹۵۰ ہجری کے کسی مہینے کی بات ہے کہ ایک روز بادشاہ جواہرات کے صندوقچے سامنے رکھے ہوئے دریا کے کنارے بیٹھا ہوا تھا اور جواہرات کو دیکھ رہا تھا کہ مذکورہ ترکی غلام نے بادشاہ کے پیچھے سے آکر تلوار کا ایک ایسا وار کیا کہ قطب شاہ وہیں ٹھنڈا ہو گیا۔ جمشید بھی اسی محفل میں اپنے باپ کے پاس بیٹھا تھا' اس نے افشائے راز کے خوف سے قاتل کو اسی وقت موت کے گھاٹ اتار دیا۔ جمشید چونکہ قطب شاہ کا بڑا بیٹا تھا اس لیے باپ کے بعد وہی تخت نشین ہوا۔

سلطان قلی نے تینتیس (۳۳) سال تک حکومت کی اور اس کے تین بیٹے جمشید' حیدر اور ابراہیم باپ کی وفات کے وقت بقید حیات تھے۔

marfat.com

Marfat.com

جمشید قطب شاہ بن سلطان قلی

شاہ طاہر کی آمد

جمشید قطب شاہ نے عنان حکومت ہاتھ میں لے کر اپنے باپ کی پیروی کی اور مذہب شیعہ کو فروغ دینے میں کوشاں ہوا۔ برہان نظام شاہ نے جمشید کو مبارک باد دینے کے لیے شاہ طاہر کو گولکنڈہ بھیجا۔ شاہ طاہر جب گولکنڈہ کے قریب پہنچا تو بادشاہ نے خود چھ کوس کے فاصلے پر ان کا استقبال کیا اور بڑی عزت کے ساتھ شاہ صاحب کو شہر میں لایا۔ طاہر شاہ نے جمشید سے اس بات کا وعدہ لیا کہ وہ ہمیشہ نظام شاہ سے دوستانہ مراسم رکھے گا۔ اس کے بعد شاہ صاحب احمد نگر واپس چلے آئے۔

عادل شاہی علاقے میں داخلہ

انہیں دنوں بعض وجوہ کی بنا پر نظام شاہ اور عادل شاہ میں تعلقات خراب ہو گئے۔ نظام شاہ کے اکسانے پر جمشید قطب شاہ نے زر کثیر صرف کر کے اپنے لشکر میں اضافہ کیا اور عادل شاہی علاقے میں داخل ہو گیا۔ جمشید قطب شاہ نے کاکنی میں ایک مضبوط قلعہ تعمیر کیا ابراہیم عادل اس زمانے میں رام راج اور نظام شاہ کی ہنگامہ آرائیوں میں الجھا ہوا تھا اس لیے اس نے قطب شاہ کی طرف کوئی توجہ نہ کی قطب شاہ نے اس موقع سے فائدہ اٹھایا اور اپنا تو تعمیر قلعہ معتمد امیروں کے سپرد کر کے عادل شاہ کے دوسرے پرگنوں اور قلعوں پر قبضہ کرنے کا ارادہ کیا۔

قلعہ اہنکر کا محاصرہ

جمشید قطب شاہ سب سے پہلے قلعہ اہنکر (جو ساغر کے قریب واقع ہے) کی طرف روانہ ہوا وہاں پہنچ کر اس نے قلعہ کا محاصرہ کر لیا۔ عادل شاہ نے رام راج اور نظام شاہ سے صلح کر لی اور اسد خاں لاری کو لشکر خاصہ کے ہمراہ قطب شاہ کے مقابلے پر روانہ کیا۔ اس صورت حال سے قطب شاہ بہت پریشان ہوا اور اس نے اپنے قاصد نظام شاہ کی خدمت میں بھیج کر اسے پیغام دیا۔

نظام شاہ کے نام پیغام اور اس کا جواب

"میں نے آپ کی بات پر اعتماد کر کے اس علاقے کا سفر اختیار کیا ہے۔ آپ کے اخلاق و مروت کو دیکھتے ہوئے یہ بات انتہائی عجیب ہے کہ آپ مجھ سے مشورہ کیے بغیر ہی واپس احمد نگر جا رہے ہیں۔" نظام شاہ نے اس کے جواب میں کہا "وقتی مصلحتوں کے پیش نظر میں نے عادل شاہ سے صلح کر لی ہے اس لیے میں واپس جا رہا ہوں' آپ کے لیے میرا مخلصانہ مشورہ یہ ہے کہ آپ اپنی تمام توجہ قلعہ کاکنی کی حفاظت پر صرف کریں۔ موسم برسات کے بعد میں آؤں گا دریائے بھورد کی ایک طرف یعنی قلعہ گلبرگہ اہنکر اور ساغر وغیرہ پر تمہارا قبضہ ہو جائے گا اور دوسرے کنارے کے قلعہ پر شولاپور اور نلدرک میرے قبضے میں آ جائیں گے۔"

قلعہ کاکنی پر اسد خاں کا قبضہ

قطب شاہ اگرچہ نظام شاہ کی چالاکی اور بہانہ سازی سے اچھی طرح واقف تھا لیکن وہ پھر بھی اس کے دام میں آ گیا اور قلعہ کاکنی کی حفاظت کی کوشش کرنے لگا۔ اسد خاں نے قلعہ کاکنی کا محاصرہ کر لیا اور تین ماہ کے عرصے میں کسی نہ کسی طرح قلعے کو فتح کر لیا اہل قلعہ کو قتل کرنے کے بعد اسد خاں نے اہنکر کا رخ کیا۔

marfat.com

Marfat.com

قطب شاہ کا فرار اور اسد خاں سے مقابلہ

جمشید قطب شاہ نے اسد خاں کا مقابلہ کرنا مناسب نہ سمجھا اور اپنے علاقے کی طرف روانہ ہو گیا۔ اسد خاں نے اس کا تعاقب کیا چند مرتبہ دونوں لشکروں میں معرکہ آرائی بھی ہوئی اور ہر بار اسد خاں فریق ثانی پر غالب آیا۔ آخری بار قطب شاہ اور اسد خاں ایک دوسرے کے سامنے آئے۔ دونوں نے اپنی اپنی بہادری کا مظاہرہ کیا اور ایک دوسرے پر تلوار کے گیارہ گیارہ وار کیے۔ قطب شاہ کے چہرے پر ایک زخم آیا' اس کی ناک اور ہونٹ زخمی ہو گیا' یہ زخم جمشید کو زندگی بھر ستاتا رہا۔ کھانے پینے کے وقت اسے بہت تکلیف ہوتی اس وجہ سے قطب شاہ کسی کے سامنے کبھی کچھ کھاتا پیتا نہ تھا۔

ملا محمود کی پیشین گوئی

کہا جاتا ہے کہ اس سفر میں قطب شاہ نے محمود گیلانی سے پوچھا کہ "اس سفر کا نتیجہ کیا ہو گا؟" ملا محمود نے قرعہ ڈالا اور بادشاہ کی خدمت میں عرض کیا "یہ سفر مبارک نہیں ہے" بادشاہ نے اس اجمال کی تفصیل پوچھی تو محمود نے بتایا اس سفر میں ابتداً تو آپ کو کامیابی ہو گی' لیکن آخر میں دشمن غالب آئے گا۔ مال و اسباب وغیرہ کے نقصان کے علاوہ آپ کی ناک پر زخم آئے گا" یہ سن کر جمشید قطب شاہ بہت غصے میں آیا اور اس نے ملا محمود کی ناک کٹوا کر اسے شہر بدر کر دیا۔

پچھتاوا

جب ملا محمود کی پیشین گوئی حرف بحرف صحیح نکلی تو قطب شاہ اپنے کیے پر بہت پچھتایا اس نے اپنے ایک امیر کو جنیر روانہ کیا تاکہ وہ ملا محمود کو قطب شاہی دربار میں لے کر آئے۔" ملا محمود نے جواب دیا" مجھے ابھی تک دوسری ناک نصیب نہیں ہوئی جب وہ مل جائے گی تو میں بادشاہ کی خدمت میں حاضر ہونے کی سعادت حاصل کروں گا۔

بیماری

اس کے بعد قطب شاہ نے عادل شاہ سے صلح کر لی اور تلنگانہ کے اکثر علاقوں پر قابض ہو گیا۔ پھر قطب شاہ کی بیماری کا سلسلہ شروع ہوا اور وہ تقریباً دو سال تک بیمار رہا اس کے بعد بیماری کے دوران میں اس کا مزاج اعتدال پر نہ رہا۔ وہ ہر ایک سے بدمزاجی سے پیش آتا ذرا ذرا سے قصور پر کسی کو قید کر دیتا اور کسی کو قتل۔

روش

بادشاہ کی یہ بدمزاجی دیکھ کر چند امراء نے قطب شاہ کو معزول کر کے اس کے بھائی حیدر خاں کو بادشاہ بنانے کا ارادہ کیا۔ جمشید کو اس کا علم ہو گیا۔ اس کے دونوں بھائی ابراہیم اور حیدر گولکنڈہ سے فرار ہو کر بیدر جا پہنچے۔ ابراہیم نے انہیں دنوں داعی اجل کو لبیک کہا اور حیدر خاں بیجانگر چلا گیا۔

انتقال

جمشید قطب شاہ کی بیماری روز بروز بڑھتی چلی گئی اور آخر تپ محرقہ کا شکار ہو کر ۹۵۷ھ میں سفر آخرت اختیار کیا اس کی مدت حکومت سات سال اور چند ماہ ہے۔

marfat.com
Marfat.com

ابراہیم قطب شاہ

کردار

اس فرماں روا نے شیعہ مذہب کی اشاعت و ترویج میں بہت بڑھ چڑھ کر حصہ لیا' سخاوت فہم و تدبر میں وہ اپنی مثال آپ تھا- لیکن مزاج کا بہت چڑچڑا تھا ذرا ذرا سے جرائم پر مجرموں کو بڑی سے بڑی سزائیں دیتا تھا- اس نے یہ حکم دے رکھا تھا کہ مجرموں کے پاؤں کے ناخن ان کی انگلیوں سے علیحدہ کر کے ایک برتن میں رکھ کر اس کے سامنے کیے جائیں تاکہ اسے یہ اطمینان ہو کہ مجرموں کو واقعی سزا دی گئی ہے-

چوروں کا دفیعہ

وہ کھانڈ بڑے اہتمام اور تکلف کے ساتھ کھاتا تھا اور اکثر اوقات خاصہ کے ملازموں کو بھی اپنے ساتھ شریک کرتا تھا- تلنگانہ میں چور اور ڈاکو بہت تھے اور ابراہیم قطب شاہ نے ان بدکرداروں کو ایسا درست کیا کہ تاجروں کے قافلے بغیر کسی خوف و خطر کے رات کے وقت سفر کرنے لگے اور کسی کو لٹیروں کا خطرہ نہ رہا-

قطب شاہی خاندان کی نیک نامی

ابراہیم کے عہد حکومت میں بہت سے قابل اور مدبر امراء شاہی دربار میں داخل ہوئے اور ان کی وجہ سے قطب شاہی خاندان کی شہرت اور نیک نامی میں بہت اضافہ ہوا- جن دنوں ابراہیم قطب شاہ شہزادہ تھا ان دنوں اپنے بھائی کے خوف سے وہ بیجانگر میں پناہ گزین ہوا تھا- بیجانگر کے راجہ رام راج نے بڑی آؤ بھگت کی اور ایک حبشی امیر عنبر خاں کی جاگیر اسے عنایت کر دی-

عنبر خاں سے تکرار

یہ معاملہ ایسا نہ تھا کہ عنبر خاں خاموش رہتا- اہل دکن کی روش کے مطابق اس نے ابراہیم سے معرکہ آرا ہونے کا ارادہ کیا- ایک روز ابراہیم راجہ کے دربار کی طرف جا رہا تھا کہ عنبر نے اسے راستے میں جالیا اور کہا "آؤ ہم تم دونوں آپس میں جنگ کریں تاکہ جو زندہ رہے وہی جاگیر کا مالک ہو" ابراہیم نے کہا "فرماں رواؤں کو اس امر کا کلی اختیار ہوتا ہے کہ وہ اپنے ملک کا حصہ جس کو چاہیں عنایت کر دیں لہٰذا ایسے معاملات میں لڑائی جھگڑے کا سوال اٹھانا ناسمجھی کی بات ہے-"

عنبر کا قتل

عنبر خاں عقل کے معاملے میں کورا تھا اس نے ابراہیم قطب شاہ کی نصیحتوں کی کوئی پروا نہ کی اور اس نے برا بھلا کہنا شروع کر دیا- ابراہیم اس بدتمیزی کی تاب نہ لا سکا فوراً اپنے گھوڑے سے اترا اور عنبر خاں کے ساتھ شمشیر بازی کرنے لگا- اس دوران ابراہیم نے دشمن کے پیٹ پر تلوار کا ایک ایسا وار کیا کہ عنبر وہیں ہلاک ہو گیا-

عنبر کے بھائی کا قتل

عنبر کے بھائی نے جب یہ صورت حال دیکھی تو وہ انتقام لینے کے لیے ابراہیم قطب شاہ سے شمشیر بازی کرنے آیا- قطب شاہ کے ایک ملازم نے جو جنگ کے فن میں بڑا ماہر تھا اس کو بھی ٹھکانے لگا دیا ابراہیم نے عنبر کے نشان لشکر جسے دکن میں "بیرق نشان" کہا جاتا ہے قبضہ کر لیا اور اپنی قیام گاہ پر چلا آیا-

marfat.com

Marfat.com

شاہ گردی

ابراہیم اپنے بھائی کی زندگی میں بیجا نگر ہی میں رہا۔ جمشید قطب شاہ کا انتقال ہوا تو مصطفیٰ خاں اور اردستانی، صلابت خاں ترک اور دوسرے اراکین سلطنت نے جمشید کے کمسن بیٹے کو جس کی عمر صرف دو سال تھی تخت پر بٹھا دیا۔ اہل دکن کو یہ انتخاب پسند نہ آیا اور انہوں نے طے کیا کہ ابراہیم قطب شاہ کو بیجا نگر سے بلا کر بادشاہ بنایا جائے۔ اہل دکن کو جب یہ معلوم ہوا تو وہ اپنے قدم جمانے کی کوشش کرنے لگے۔

ابراہیم کی گولکنڈہ میں آمد

مصطفیٰ خاں اور صلابت خاں نے اپنے ارادے کو عملی جامہ پہنانے کا پورا تہیہ کر لیا تھا۔ انہوں نے ابراہیم کی طلبی کے لیے رام راج کو ایک خط لکھا رام راج نے ابراہیم کو گولکنڈہ بھجوا دیا۔ جب ابراہیم گولکنڈہ کی سرحد میں داخل ہوا تو سب سے پہلے مصطفیٰ خاں اردستانی اس کی خدمت میں حاضر ہوا۔ ابراہیم نے اسے میر جملگی کا منصب عطا کیا مصطفیٰ خاں نے ایک ہندو تاجر سے دو لاکھ ہون قرض لے اور سلطنت و حکومت کا سامان درست کرنے لگا۔

اہل گولکنڈہ کی خوشی

مصطفیٰ خاں کے میر جملہ ہونے کی خبر گولکنڈہ پہنچی تو وہاں کے سب لوگ بہت خوش ہوئے اور ابراہیم قطب شاہ کی بادشاہت کی طرف راغب ہوئے۔ صلابت خاں نے بھی اپنے دو تین ہزار شمشیربازوں کو ساتھ لیا اور گولکنڈہ سے سرحد کی طرف روانہ ہو گیا۔ دوسرے امیروں نے بھی کم سن بادشاہ کا ساتھ چھوڑا اور ابراہیم قطب شاہ کے گرد جمع ہونے لگے۔ تھوڑے سے وقت میں ابراہیم کے گرد تقریباً چھ سات ہزار سوار جمع ہو گئے اور اس نے گولکنڈہ کا رخ کیا۔ جب وہ پایہ تخت کے قریب پہنچا تو بقیہ لوگ بھی اس کے پاس آ گئے اور جان کی امان کے طالب ہوئے۔ الغرض تمام اہل گولکنڈہ دل و جان سے ابراہیم کے ساتھ ہو گئے۔

تخت نشینی

ابراہیم قطب شاہ مبارک وقت میں تخت حکومت پر جلوہ افروز ہوا اور اس کے بہی خواہوں اور جاں نثاروں نے اس پر سے دولت قربان کی۔ ابراہیم نے اس روز بارہ ہزار طلائی ہون غریبوں محتاجوں اور مسکینوں وغیرہ میں تقسیم کر کے رعایا کو خوش کیا۔

نظام شاہ سے معاہدہ

ابراہیم نے عنبر خاں کے نشان لشکر کو اپنے لیے مبارک سمجھا اور اس وجہ سے اسے اپنی بادشاہت کا نشان خاصہ بنایا۔ بادشاہ نے اپنی بہن کو مصطفیٰ خاں کے نکاح میں دے دیا اور اس طرح مصطفیٰ بھی صاحب قوت و اختیار ہو گیا۔ ابراہیم قطب شاہ نے حسن نظام شاہ سے یہ معاہدہ کیا کہ دونوں بادشاہ اپنی متحدہ کوششوں سے گلبرگہ اور اہنکر کے قلعوں پر قبضہ کر لیں۔ اور اول الذکر قلعہ قطب شاہ کے حوالے کر دیا اور دوسرے پر نظام شاہ قابض ہو گیا۔

گلبرگہ کا محاصرہ

۹۶۵ ہجری میں یہ دونوں فرماں روا علی عادل شاہ کے ملک میں داخل ہو گئے اور گلبرگہ کا محاصرہ کر لیا۔ جب قلعے کی فتح کا مرحلہ قریب آ گیا تو قطب شاہ کے دل میں خیال آیا کہ کہیں نظام شاہ زیادہ قوت حاصل کر کے اس کے لیے باعث زحمت ثابت نہ ہو۔ قطب شاہ نے اپنا تمام ساز و سامان میدان جنگ ہی میں چھوڑا اور آدھی رات کے وقت گولکنڈہ کی طرف روانہ ہو گیا۔ نظام شاہ اکیلا گلبرگہ کو فتح نہ کر سکتا تھا اس لیے وہ بھی احمد نگر کی طرف واپس چلا گیا۔ ان تمام واقعات کی تفصیل نظام شاہی تذکرے میں بیان کی جا چکی ہے۔

marfat.com

Marfat.com

احمد نگر پر لشکر کشی

کچھ دنوں بعد برید شاہ' رام راج اور عادل شاہ نے باہمی اتحاد سے نظام شاہ پر لشکر کشی کی۔ قطب شاہ نے حملہ آوروں کی قوت و شوکت دیکھ کر انہیں کا ساتھ دیا اور ان کے ہمراہ احمد نگر روانہ ہوا۔ قلعہ احمد نگر کا محاصرہ کیا گیا دوسرے فرماں رواؤں کے ساتھ قطب شاہ نے بھی اس محاصرے میں شرکت کی۔ جب اس قلعے کی فتح ہونے کا وقت قریب آیا تو قطب شاہ نے حسب سابق ستم ظریفی کا مظاہرہ کیا اور اپنا تمام سامان میدان جنگ ہی میں چھوڑ کر احمد نگر سے بھاگا اور سفر کی منزلیں طے کرتا ہوا واپس آ گیا۔

نظام سے دوستانہ تعلقات کی تجدید

قطب شاہ کی یہ حرکت رام راج اور عادل شاہ کے لیے سخت مایوس کن ثابت ہوئی اور وہ پریشان ہو کر احمد نگر سے واپس چلے آئے۔ اس کے بعد قطب شاہ نے نظام شاہ سے دوبارہ مراسم استوار کر لیے۔ قطب شاہ کی بیٹی بی بی جمال سے شادی کرنے کی خواہش کا اظہار کیا۔ نظام شاہ نے یہ درخواست اس شرط پر قبول کر لی کہ قطب شاہ اس کے ساتھ عادل شاہ سے معرکہ آرائی کرے اور کلیان کا قلعہ عادل شاہی قبضے سے نکال لے۔ قطب شاہ نے یہ شرط منظور کر لی۔

قلعہ کلیان کا محاصرہ

۹۷۱ھ میں قطب شاہ گولکنڈہ سے اور حسن نظام شاہ احمد نگر سے روانہ ہوا کلیان کے قریب دونوں فرماں روا ایک دوسرے سے ملے پہلے تو شادی کا جشن منعقد ہوا اور عقد کی تمام رسومات ادا کی گئیں۔ اس کے بعد دونوں فرماں رواؤں نے قلعہ کلیان کا محاصرہ کر لیا۔ رام راج' عادل شاہ' تفال خاں اور امیر برید نے باہمی اتحاد سے ان دونوں کا مقابلہ کیا' جیسا کہ حسین نظام شاہ کے حالات میں بیان کیا جا چکا ہے۔ قطب شاہ گولکنڈہ روانہ ہو گیا اور اس کے بعد حسین نظام نے بھی بغیر قلعے کو سر کیے ہوئے احمد نگر کی راہ لی۔

صلح

عادل شاہ اور رام راج نے احمد نگر تک حسین نظام شاہ کا تعاقب کیا اور نظام شاہی علاقے کو خوب جی کھول کر برباد و تاراج کیا۔ عادل شاہی لشکر نے تلنگانہ کے قصبہ اوکی میں بھی چھ ماہ قیام کر کے یہاں کی رعایا کو بہت نقصان پہنچایا۔ آخر کار قطب شاہ کی تدبیروں سے صلح ہو گئی اور سب فرماں روا اپنے اپنے ملکوں کو واپس چلے گئے۔

عادل شاہ وغیرہ سے جنگ

۹۷۲ھ میں ابراہیم قطب شاہ نے عادل شاہ اور نظام شاہ سے جنگ کی آخر الذکر دونوں فرماں رواؤں کے ساتھ رام راج بھی تھا۔ قطب شاہ ابھی گولکنڈہ پہنچا بھی نہ تھا کہ مصطفیٰ خاں اردستانی نے جو ہمیشہ بادشاہ سے ڈرتا رہتا تھا۔ طواف حرمین شریفین کے بہانے سے قطب شاہ سے علیحدگی اختیار کر لی اور راستے ہی سے جدا ہو کر عادل شاہ سے جا ملا اور اس کے ملازمین میں داخل ہو گیا۔

نظام شاہی سلطنت میں انتشار

مرتضیٰ نظام شاہ کی حکومت کے زمانے میں اس کی والدہ کے اثر و اقتدار کی وجہ سے نظام شاہی سلطنت انتشار کی نذر ہو گئی۔ عادل شاہی سپہ سالار کشور خاں نے اس واقعہ سے فائدہ اٹھایا اور نظام شاہی سرحد پر پہنچ کر اس نے قلعہ دارور اور کئی نظام شاہی پرگنوں کو اپنے قبضے میں کر لیا۔ مرتضیٰ نظام نے اپنی والدہ کو گرفتار کر کے ایک قلعے میں نظر بند کر دیا اور ملا حسن تبریزی کو خان خاناں کا خطاب دے کر پیشوا مقرر کیا اور اسے قلعہ دارور کی طرف روانہ کیا۔

marfat.com

Marfat.com

قطب شاہ کی دارور کو روانگی

اس واقعہ پر مرتضیٰ نظام شاہ نے ایک قاصد بھیج کر قطب شاہ سے بھی مدد کی درخواست کی۔ قطب شاہ نے یہ درخواست منظور کر لی اور تلنگانہ کا لشکر لے کر جلد از جلد قلعہ دارور کی طرف روانہ ہو گیا۔ نظام شاہ نے قطب شاہ کے پہنچنے سے پہلے ہی قلعہ دارور کو فتح کر کے کشور خاں کو قتل کر دیا اور عادل شاہی علاقے میں داخل ہو گیا۔

قطب شاہ اور نظام شاہ میں ناراضگی

نظام شاہ کے ساتھ قطب شاہ بھی عادل شاہی علاقے میں داخل ہوا۔ دونوں فرماں رواؤں نے پہلو بہ پہلو خیمے نصب کیے جیسا کہ بیان کیا جا چکا ہے۔ علی عادل نے شاہ طاہر کے بیٹے شاہ ابوالحسن کو نظام شاہ کے پاس بھیجا اور قطب شاہ کو وہ خط جس میں عادل شاہ کی بہی خواہی اور دوستی کا اظہار کیا گیا تھا اسے دکھایا۔ خان خاناں نے اس خط کے مندرجات کی تصدیق و توثیق کی' نظام شاہ کو قطب شاہ پر بہت غصہ آیا اور اس نے حکم دیا کہ قطب شاہی بارگاہ کو برباد و تاراج کر دیا جائے۔ قطب شاہ کو جب صورت حال کی اطلاع ہوئی تو وہ فوراً ہی گولکنڈہ کی طرف روانہ ہوا۔

قطب شاہ کا فرار اور نظام شاہیوں کی ہنگامہ آرائی

نظام شاہی لشکر نے قطب شاہی بارگاہ کو برباد و تاراج کیا اور تلنگانہ کی سرحد تک قطب شاہ کا تعاقب کیا اور تقریباً ڈیڑھ سو قطب شاہی ہاتھیوں کو گرفتار کیا راستے میں ابراہیم قطب شاہ کے بڑے بیٹے شہزادہ عبدالقادر نے جو بہت ہی جوشیلا اور بہادر جوان تھا اپنے باپ سے کہا۔ "نظام شاہیوں نے ہمارے لشکر کو بہت زیادہ نقصان پہنچایا ہے اس لیے اگر اجازت ہو تو میں کمین گاہ میں روپوش ہو کر دشمن پر پیچھے سے حملہ کروں۔"

شہزادہ عبدالقادر کا قتل

قطب شاہ نے اپنے بیٹے کی بات کا مطلب غلط لیا اور یہ سمجھا کہ عبدالقادر عنان حکومت اپنے ہاتھ میں لینا چاہتا ہے۔ قطب شاہ نے یہ خیال کیا کہ چند بڑے بڑے قطب شاہی امیر بھی عبدالقادر کے ساتھ سازش میں شریک ہیں۔ راستے میں تو قطب شاہ نے بیٹے کی بات کا کوئی جواب نہ دیا لیکن گولکنڈہ پہنچ کر اسے قید کر دیا اور بعد میں زہر دے کر مروا دیا۔

برار پر چنگیز خان کی نظر

اسی زمانے میں چنگیز خاں جو نہایت ہی ذی فہم اور صاحب تدبیر امیر تھا نظام شاہ کا پیشوا مقرر ہوا اور اس نے برار کو فتح کرنے کا ارادہ کیا۔ قطب شاہ نے عادل شاہ سے ملاقات کر کے یہ ارادہ کیا کہ عادل شاہ کی مدد سے تفال خاں کی مدد کی جائے۔ چنگیز خاں کو اس کا علم ہو گیا اور جس وقت قطب شاہ اور عادل شاہ اپنے اپنے ملکوں سے روانہ ہوئے تو چنگیز خاں نظام شاہ کو ساتھ لے کر عادل شاہی ملک میں آ پہنچا اور بادشاہ کو یہ پیغام دیا۔

نظام شاہ اور عادل شاہ میں معاہدہ

قطب شاہ اور تفال خاں کا ساتھ دینا تمہارے لیے کسی طرح مناسب نہیں ہے۔ نظام شاہ کی دوستی کو ان سستے داموں بیچنا تمہارے حق میں مضر ہو گا۔ عادل شاہ نے شاہ ابوالحسن کے مشورے پر عمل کرتے ہوئے قطب شاہ کی جگہ نظام شاہ سے ملاقات کی ان دونوں فرماں رواؤں نے آپس میں طے کیا کہ نظام شاہ برار اور بیدر کو فتح کرے اور عادل شاہ کرناٹک کا اتنا حصہ اپنے قبضہ میں کر لے جس کا محصول بیدر اور برار کے محصول کے برابر ہو اور قطب شاہ کو اس کے حال پر چھوڑ دیا جائے۔

marfat.com

Marfat.com

قطب شاہ نے اپنی فوج کا ایک حصہ نقال خاں کی مدد کے لیے روانہ کیا۔ نظام شاہ نے برار کو فتح کر لیا اور بیدر کے محاصرے میں مصروف ہو گیا۔ یہ صورت حال دیکھ کر قطب شاہ کو اپنی بربادی کا اندیشہ ہوا۔ اس نے اپنے میر جملہ میرزا اصفہانی کو نظام شاہ کی خدمت میں روانہ کیا اور ایسی چال چلی کہ چنگیز خاں نظام شاہی حکومت سے علیحدہ ہو گیا۔

انتقال

۹۸۸ھ میں علی عادل کے قتل کا حادثہ پیش آیا اور مرتضیٰ نظام شاہ نے عادل شاہی علاقے پر قبضہ کرنے کا ارادہ کیا۔ قطب شاہ نے اس سلسلے میں نظام شاہ کی مدد کے لیے اپنے چند امیروں کو بھی روانہ کیا۔ ابھی یہ مہم انجام تک بھی نہ پہنچی تھی کہ ابراہیم قطب شاہ نے داعی اجل کو لبیک کہا یہ حادثہ ۹۸۹ھ میں پیش آیا۔

ابراہیم قطب شاہ نے بتیس (۳۲) سال اور چند ماہ تک حکومت کی بھاگ ڈور سنبھالی۔

marfat.com

Marfat.com

محمد علی قطب شاہ

تخت نشینی

جب ابراہیم قطب شاہ کا انتقال ہوا تو اس کے تین بیٹے بقید حیات تھے۔ جن کے نام یہ ہیں' محمد قلی' خدا بندہ اور سلیمان علی۔ ان تینوں میں محمد قلی سب سے بڑا تھا اسی لیے وہ اپنے باپ کا جانشین ہوا۔ محمد قلی بارہ سال کی عمر میں تخت نشین ہوا اور شاہ میرزا اصفہانی کی بیٹی سے شادی کی۔

نظام شاہ سے دوستی

شاہ میرزا اصفہانی ابراہیم قطب شاہ کے عہد حکومت میں میر جملگی کے منصب پر فائز رہ چکا تھا۔ محمد قلی نے شاہ میرزا کے مشوروں اور نصائح پر عمل کرتے ہوئے نظام شاہی خاندان کے ساتھ دوستانہ مراسم پیدا کیے اور احمد نگر کے سپہ سالار سید مرتضیٰ سبزواری کی مدد کے لیے عادل شاہی علاقے کی طرف روانہ ہوا۔ اور شولا پور اور شاہ ورک کے قلعوں کو فتح کر کے نظام شاہی امراء کے حوالے کیا۔

قلعہ شاہ ورک کا محاصرہ

اس کے بعد نظام شاہ کی مدد سے محمد قلی آگے بڑھا تاکہ گلبرگہ اور آہنکر کے قلعوں پر قبضہ کرلے۔ قطب شاہ سفر کی منزلیں طے کرتا ہوا سید مرتضیٰ سے جاملا۔ بیجاپور ان دنوں داخلی انتشار اور خانہ جنگی کا شکار ہو رہا تھا۔ محمد قلی نے نظام شاہی امیروں کی اعانت سے قلعہ شاہ ورک کا محاصرہ کرلیا۔

محمد آقا ترکمان کی بہادری

اس قلعے کا تھانیدار محمد آقا ترکمان تھا۔ اس نے دشمن کی مدافعت کرنے میں بڑی کوشش کی اور بہادری و جرات کا شاندار مظاہرہ کیا۔ اور قطب شاہی اور نظام شاہی لشکروں کے بہت سے سپاہیوں کو توپ و تفنگ سے ہلاک کیا۔ نظام شاہیوں اور قطب شاہیوں نے جب یہ صورت حال دیکھی تو انہوں نے آپس کے مشورے سے یہ طے کیا کہ شاہ ورک کا محاصرہ ترک کر کے بیجاپور کا رخ کرنا چاہیے۔

بیجاپور کا محاصرہ

اس کے بعد متذکرہ بالا دونوں لشکر بیجاپور پہنچے اور انہوں نے شہر کا محاصرہ کرلیا۔ اگرچہ شہر کو فتح کرنے کے لیے بے انتہا کوشش کی گئی لیکن کوئی نتیجہ برآمد نہ ہوا اور محاصرہ طول کھینچتا گیا۔ قطب شاہ محاصرے کی اس طوالت سے سخت پریشان ہو گیا۔ قطب شاہی امیروں نے بادشاہ کی یہ پریشانی دیکھی تو انہوں نے فوراً بادشاہ سے کہا پرانے زمانے سے سلاطین دکن میں یہ رسم چلی آ رہی ہے کہ جب کوئی بادشاہ کسی دشمن پر کوئی حملہ کرتا ہے اور اسے اس میں کسی دوسرے بادشاہ کی امداد کی ضرورت پڑتی ہے تو وہ بادشاہ جس سے مدد کی درخواست کی جاتی ہے بذات خود سفر کی تکالیف برداشت کر کے اعانت کے لیے آتا ہے۔ نظام شاہی قطب شاہی اور عادل شاہی خاندانوں نے ہمیشہ اسی اصول پر عمل کیا ہے۔ یہ حضور کی شان اور وقار کے بالکل خلاف تھا کہ آپ شاہ میرزا کے کہنے پر نظام شاہی امیروں کے واسطے سفر کی زحمت اٹھاتے۔

تسخیر گلبرگہ کا ارادہ

امراء کی اس گفتگو سے بادشاہ بہت متاثر ہوا اور اس نے گولکنڈہ واپس چلے جانے کا پورا ارادہ کرلیا۔ سید مرتضیٰ کو جب قطب شاہ کے

marfat.com
Marfat.com

اس ارادے کا علم ہوا تو اس نے پہل کی اور خود ہی بادشاہ سے کہا۔ "بہتر یہی ہے کہ ہم لوگ اپنے اپنے ملک کو واپس چلے جائیں۔ میں عادل شاہ کے سرحدی پرگنوں کو اپنے قبضہ میں کیے لیتا ہوں اور آپ حسن آباد گلبرگہ پر قابض ہو جائیں۔ میں قطب شاہ تو خود ہی یہی چاہتا تھا لہٰذا اس نے سید مرتضٰی کے ہمراہ بیجاپور کے نواح سے کوچ کیا اور گلبرگہ کے قریب پہنچ کر سید امیر رسل استر آبادی المشہور بہ مصطفیٰ خاں کو سر لشکر مقرر کیا اور اسے سات ہزار سواروں اور لاتعداد ہاتھیوں کے ساتھ اسی مقام پر تسخیر گلبرگہ کے لیے چھوڑا اور خود اپنے مخصوص ساتھیوں کے ہمراہ گولکنڈہ پہنچ گیا۔

شاہ میرزا کی گرفتاری اور وفات

قطب شاہ' شاہ میرزا سے کبیدہ خاطر ہو گیا اور اسے گرفتار کر کے نظر بند کر دیا۔ کچھ دنوں کے بعد بادشاہ نے اسے معاف کر دیا اور یہ حکم دیا کہ شاہ میرزا کو بذریعہ کشتی اصفہان روانہ کر دیا جائے۔ فوراً شاہی حکم کی تعمیل کی گئی لیکن شاہ میرزا کو اصفہان پہنچنا نصیب نہ ہوا اور راستے ہی میں اس نے داعیٔ اجل کو لبیک کہا۔

مصطفیٰ خاں اور دلاور خاں حبشی کی جنگ

مصطفیٰ خاں نے حسن آباد گلبرگہ کے نواح میں قیام کیا اور یہاں کے اکثر پرگنوں پر قابض ہو گیا جب یہ خبر بیجاپور پہنچی تو دلاور خاں حبشی ایک زبردست لشکر لے کر مصطفیٰ خاں کے مقابلے پر آیا دونوں میں زبردست معرکہ آرائی ہوئی۔ دلاور خاں کا پلہ بھاری رہا اور مصطفیٰ خاں بحال تباہ میدان جنگ سے بھاگا اور بڑی مشکلوں سے تلنگانہ پہنچا۔ عادل شاہیوں نے قطب شاہیوں کے تقریباً ایک سو تیس ہاتھی اور بہت سا سامان اپنے قبضے میں کر لیا۔ اس لڑائی کے بعد عادل شاہی اور قطب شاہی خاندانوں میں صلح ہو گئی اور آج جب کہ اس معرکے کو پورے اٹھائیس سال گزر چکے ہیں لیکن اب بھی ان دونوں خاندانوں میں وہی محبت کا جذبہ ہے جو پہلے کبھی تھا۔

قطب شاہ کی بہن کی شادی

خواجہ علی شیرازی المخاطب بہ ملک التجار بیجاپور کے امراء کی ایک جماعت کے ساتھ گولکنڈہ آیا اور اس نے قطب شاہ کی بہن کے ساتھ ابراہیم عادل شاہ ثانی کے عقد کا پیغام دیا۔ قطب شاہ نے یہ پیغام منظور کیا اور جشن منعقد کر کے اپنی بہن کو بیجاپور روانہ کر دیا۔

بھاگ متی سے عشق

اپنی حکومت کے ابتدائی دور میں محمد قلی قطب شاہ ایک بازاری عورت پر جس کا نام بھاگ متی تھا عاشق ہوا اور ایک ہزار سواروں کو اس عورت کے حلقہ ملازمین میں داخل کر دیا تاکہ وہ امیروں کی طرح دربار میں آمد و رفت رکھ سکے۔ اسی زمانے میں گولکنڈہ کی آب و ہوا سے لوگ متنفر ہو گئے اور اس شہر کی سکونت کو ترک کرنے کی سوچنے لگے۔ محمد قلی نے اس شہر سے چار کوس کے فاصلے پر ایک نیا شہر تعمیر کروایا اور اس کا نام "بھاگ نگر" رکھا۔

بھاگ نگر کی تعمیر

یہ شہر اپنی متعدد خوبیوں کی وجہ سے اپنی مثال آپ تھا اس لیے محمد قلی نے اسے اپنا پایہ تخت قرار دیا شہر کا نام چونکہ بازاری عورت کے نام پر رکھا گیا تھا اس لیے کچھ دنوں بعد محمد قلی اپنے کیے پر نادم ہوا اور اس کا نام بدل کر "حیدر آباد" رکھ دیا مگر اس تبدیلی کا کوئی اثر نہ ہوا لوگ اس شہر کو بھاگ نگر ہی کہتے رہے۔ یہ شہر پانچ کوس کے فاصلے پر پھیلا ہوا تھا' آب و ہوا کے لحاظ سے یہ شہر واقع بے نظیر ہے اور عوام و خواص سبھی کو پسند ہے۔ یہاں کے اکثر بازار ندی کے کنارے واقع ہیں' بازاروں کی دونوں اطراف میں ندیاں بہتی ہیں اور ہر ندی کے دونوں کناروں پر سایہ دار درخت ہیں۔ تمام بازاروں کو چونے اور پتھر سے تعمیر کیا گیا ہے شاہی محلات اپنی تعمیر کے لحاظ سے بے مثل ہیں۔

marfat.com

Marfat.com

تلنگ، دونگ اور دبنگ کے علاقے

اہل ہند کی قدیم کتابوں میں لکھا ہے کہ تین علاقے آب و ہوا کے لحاظ سے آپس میں مشابہ ہیں ان کے نام یہ ہیں۔ تلنگ، دونگ اور دبنگ۔ تلنگ سے مراد تلنگانہ ہے جو جنوبی ہندوستان میں واقعہ ہے اور قطب شاہیوں کے قبضے میں ہے۔ دونگ بنگال کو کہتے ہیں اور دبنگ سے مراد وہ علاقہ ہے جو ان دونوں ملکوں کے درمیان واقعہ ہے۔ اس علاقے کو کوئی مسلمان فرماں روا آج تک تسخیر نہیں کر سکا۔ محمد قلی قطب شاہ کا ارادہ تھا کہ وہ اس علاقے کو فتح کرے اس وجہ سے یہاں کا حاکم جس کا نام "پاپا بلندرا" تھا اپنی سلطنت کے ایک دور دراز حصے میں پناہ گزیں ہو گیا۔

ایک عجیب و غریب واقعہ

۱۰۱۷ھ میں ایک عجیب و غریب واقعہ ظہور پذیر ہوا جس کی مثال قطب شاہی خاندان میں نہیں ملتی اس واقعہ کی تفصیل یہ ہے۔ کہ شہر سے باہر ایک اونچی جگہ پر جسے "نمات گھاٹ" کہتے تھے ایک شاہی محل تھا یہ محل عام طور پر بند رہتا لیکن جب بادشاہ یہاں تشریف لاتا ہے تو اس محل کے دروازے کھول دیے جاتے ہیں۔

سوداگروں کا قافلہ

ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ مسافر سوداگروں کا ایک قافلہ چاندنی رات میں نمات گھاٹ کے محل کے قریب سے گزرا۔ سوداگروں کی ایک جماعت نے جس میں عورتیں بھی شامل تھیں محل کا تالا توڑا اور اندر داخل ہو گئے اور آرام سے شراب کی محفل منعقد کی محل کے شاہی محافظوں کو جب اس کا علم ہوا تو انہوں نے اہل قافلہ کو نہایت نرمی سے منع کیا لیکن ان لوگوں نے محافظوں کی بات نہ مانی اور محل کے دروازے اندر سے بند کر لیے۔

غریبوں پر ظلم

صبح ہوئی تو محل کے محافظ شہر میں داخل ہوئے اور بادشاہ سے سوداگروں کی شکایت کی۔ محمد قلی قطب شاہ کو سوداگروں پر بہت غصہ آیا اور اس نے حکم دیا کہ ان سب کو فوراً تہہ تیغ کر دیا جائے۔ چونکہ یہ سوداگر غریب یعنی غیر ملکی تھے اس لیے اہل دکن کو موقع ملا اور انہوں نے احمد نگر کی طرح یہاں بھی خوب ہنگامہ برپا کیا بیچارے غریبوں کو قتل کیا اور ان کا تمام مال لوٹ لیا۔

اہل دکن کا ہنگامہ

محمد قلی قطب شاہ کو جب اس قتل و غارت گری کی اطلاع ملی تو اس نے شہر کے کوتوال سے بڑی سختی سے باز پرس کی۔ بادشاہ نے اپنے مقربین خاص کو بھیج کر اہل دکن کی سرزنش کی، بتایا جاتا ہے کہ صرف آدھ گھڑی میں تقریباً ایک سو غریبوں کو قتل کیا گیا۔ اور ان کے مکانوں کو لوٹا گیا۔ بھاگ نگر میں قیامت کا سا ہنگامہ تھا بیچارے غریبوں کو یہ معلوم نہ ہوتا تھا کہ بادشاہ کس وجہ سے ان سے ناراض ہے۔

بھائیوں سے محبت

محمد قلی قطب شاہ میں چند باتیں ایسی تھیں جو بہت کم بادشاہوں میں پائی گئی ہیں۔ اول یہ کہ اسے اپنے بھائیوں سے بے پناہ محبت تھی وہ انہیں ہر وقت اپنے ساتھ رکھتا تھا اور بغیر کسی خوف و خطر کے ان کے ساتھ ملتا جلتا تھا۔ قطب شاہ کے بھائی بھی اس کا رویہ دیکھ کر بڑی مہربانی اور خلوص سے پیش آتے تھے۔ تیس سال کے عرصہ میں محمد قلی قطب شاہ ایک بار بھی اپنے بھائیوں سے ناراض نہیں ہوا یہ بات ایسی ہے جو ہر بادشاہ میں نہیں پائی جاتی۔

marfat.com
Marfat.com

میر محمد مومن استر آبادی

دوسری بات یہ ہے کہ میر محمد مومن استر آبادی پچیس سال تک محمد قلی قطب شاہ کے عہد میں وکیل السلطنت رہے۔ میر مومن کے بزرگ ایرانی بادشاہوں کے دربار میں معزز و مکرم تھے۔ میر صاحب دنیاوی اور دینوی امور میں فاضل اجل اور بزرگ تھے شعر و شاعری سے انہیں کافی لگاؤ تھا۔ ان کے اشعار زبان زد خاص و عام ہیں۔ محمد قلی قطب شاہ کو میر صاحب سے بہت زیادہ عقیدت تھی اس نے تمام معاملات حکومت میر صاحب کے سپرد کر رکھے تھے اور خود اپنے بھائیوں کے ساتھ عیش و عشرت سے زندگی بسر کرتا رہا۔

حب اہل بیت کا صلہ

تیسری بات یہ ہے کہ محمد قلی قطب شاہ کو اہل بیت کی محبت کا پورا پورا صلہ مل گیا۔ قارئین کرام بخوبی جانتے ہیں کہ جب سے برعظیم ہندوستان میں اسلام پھیلا ہے اس وقت سے تمام فرماں رواؤں کو ایرانی بادشاہوں کا قرب حاصل رہا لیکن یہ اعزاز صرف محمد قلی قطب شاہ ہی کے حصے آیا کہ شاہ ایران شاہ عباس نے اپنے بیٹے کی شادی کا پیغام قطب شاہ کی بیٹی کے لیے دیا ہے۔ محمد قلی اس پیغام کو باعث فخر سمجھنے لگا اور شادی کے انتظامات میں پوری طرح مشغول ہوا تاکہ اپنی بیٹی کو ایران روانہ کر کے سعادت دارین حاصل کرے۔

marfat.com

Marfat.com

marfat.com

عماد شاہی خاندان

Marfat.com

فتح اللہ عماد الملک

دکنی فرماں رواؤں کے حالات کی تحقیق کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ فتح اللہ عماد الملک بیجاپور کے کسی غیر مسلم کا بیٹا تھا۔ وہ بچپن ہی کے زمانے میں مسلمانوں کے ہاتھوں گرفتار ہو کر ملک برار کے سپہ سالار خان جہان کے غلاموں کی جماعت میں داخل ہو گیا۔ وہ نہایت ہی ذہین اور بلا کا محنتی تھا اس وجہ سے اس کا شمار خاں جہاں کے مقربین خاص میں ہونے لگا۔

خان جہاں کے انتقال کے بعد فتح اللہ عماد الملک بہمنی سلاطین کے غلاموں کی جماعت میں داخل ہو گیا سلطان محمد شاہ بہمنی کے عہد حکومت میں اس نے بڑی ترقی کی اور خواجہ کاواں کی عنایت سے عماد الملک کا خطاب حاصل کیا۔ اور ملک برار کا سپہ سالار (سرلشکر) مقرر ہوا ۸۹۲ھ میں عماد الملک نے خود مختاری کا اعلان کر کے برار میں اپنے نام کا خطبہ اور سکہ جاری کیا۔

اس کی وفات کے بعد اس کا بیٹا علاؤ الدین اس کا جانشین ہوا اور برار پر حکومت کرنے لگا۔

marfat.com

Marfat.com

علاؤ الدین عماد الملک

"شاہ" کا خطاب

اسمٰعیل عادل اور برہان نظام کی طرح علاؤ الدین عماد الملک بھی پہلا دکنی فرماں روا ہے جس نے اپنے نام کے ساتھ "شاہ" کا لقب اختیار کیا۔ اس نے کاویل کے قلعے کو اپنا پایہ تخت بنایا۔

محمد آباد بیدر پر حملہ

سلطان محمود بہمن امیر برید کے موکل کی قید سے نکل کر علاؤ الدین کے پاس پناہ گزیں ہوا۔ علاؤ الدین نے سلطان محمود کو ساتھ لے کر محمد آباد بیدر پر حملہ کیا تاکہ امیر برید کو شکست دے کر اصل وارث کو تخت نشین کیا جائے۔ اس معرکے میں نظام شاہ نے امیر برید کا ساتھ دیا اور جیسا کہ پہلے بیان کیا جا چکا ہے۔ سلطان محمود عین لڑائی کے دوران میں امیر برید سے جا ملا اور عماد الملک ناکام و نامراد واپس کاویل آیا۔

امیر برید کا ہنگامہ

امیر برید نے ۹۲۳ھ میں قلعہ ماہور پر حملہ کیا اور خداوند خاں حبشی کو ہلاک کر کے قلعے پر قبضہ کر لیا۔ عماد الملک نے خداوند خاں حبشی کے بیٹوں کی مدد کرنے کا ارادہ کیا اور اس مقصد کے لیے لشکر جمع کرنے لگا۔ امیر برید نے مصلحت وقت کے پیش نظر دونوں قلعے خداوند خاں کے بیٹوں کو واپس کر دیے اور انہیں عماد الملک کا مطیع و فرماں بردار بنایا۔

برہان نظام شاہ سے معرکہ آرائیاں

عماد الملک نے رفتہ رفتہ ان دونوں قلعوں پر قبضہ کر لیا اور یہ قلعے اپنے قابل اعتماد امیروں کے سپرد کر دیے۔ خداوند خاں حبشی کے بیٹے فریاد لے کر برہان شاہ کے پاس گئے اور اپنے قلعوں کی واپسی کے لیے اس سے مدد کی درخواست کی۔ برہان نظام شاہ عماد الملک کے خلاف ہو گیا اور دونوں فرماں رواؤں میں کئی بار معرکہ آرائی ہوئی۔ ان معرکہ آرائیوں میں ہر بار عماد الملک کو شکست ہوئی اس نے میدان جنگ سے بھاگ کر کاویل میں پناہ لی۔

ماہور اور رامگر کے قلعوں پر قبضہ

اسی زمانے میں عماد الملک نے اسمٰعیل عادل کی بہن سے شادی رچائی۔ عادل شاہ ان دنوں راجہ بیجانگر کے ساتھ معرکہ آرائیوں میں مصروف تھا لہٰذا عماد الملک نے ماہور اور رامگر کے قلعوں پر قبضہ کر لیا۔

نظام شاہ سے ایک معرکہ

عماد الملک نے ۹۳۰ھ میں حاکم برہان پور میراں محمد شاہ کی اعانت سے برہان نظام سے بدلہ لینے کا ارادہ کیا فریقین میں زبردست جنگ ہوئی۔ جس میں برہان نظام غالب آیا اور اس نے عماد الملک اور میراں محمد شاہ کے ہاتھیوں اور توپ خانے پر قبضہ کر لیا یہ دونوں بادشاہ میدان جنگ سے فرار ہو گئے۔

برار میں سلطان بہادر کے نام کا خطبہ

عادل شاہ ان دنوں راجہ بیجانگر کے ہنگاموں کی وجہ سے سخت پریشان تھا اس لیے عماد الملک اور میراں محمد شاہ سلطان بہادر گجراتی کے

marfat.com

Marfat.com

ساتھ پناہ گزیں ہوئے سلطان بہادر دکن کو فتح کرنے کے خیال میں تھا۔ اس نے اس موقع کو غنیمت سمجھا اور ایک زبردست لشکر لے کر برہان پور کے راستے سے برار آیا۔ عماد الملک نے جب سلطان بہادر کا یہ رویہ دیکھا تو اس کو اپنے ارادے پر سخت شرمندگی ہوئی۔ عماد الملک کو مجبوراً سلطان بہادر کی اطاعت کا دم بھرنا پڑا اور اس طرح برار میں سلطان بہادر کے نام کا خطبہ و سکہ جاری ہو گیا۔

عماد الملک نے برہان پور کے فرماں روا میراں محمد شاہ کی مدد سے جو کچھ کیا اس کا تذکرہ مناسب جگہ پر آچکا ہے۔ عماد الملک دولت آباد سے برار چلا گیا۔ اور میراں محمد شاہ اپنے ملک واپس آ گیا۔

علاؤ الدین کے انتقال کے بعد اس کا بڑا بیٹا دریا عماد الملک باپ کا جانشین ہوا۔

marfat.com

Marfat.com

دریا عماد شاہ

دریا عماد شاہ نے تخت نشین ہوتے ہی نظام شاہی خاندان سے اچھے تعلقات پیدا کرنے کی کوشش کی۔ اس نے اپنی بیٹی دولت شاہ کا حسین نظام شاہ کے ساتھ بیاہ کر دیا۔نظام شاہیوں سے دوستی اور خلوص کا رشتہ جوڑا۔ دریا عماد شاہ نے اپنے عہد حکومت میں نہایت اطمینان اور بے فکری سے وقت گزارا اور اسی عالم میں سفر آخرت اختیار کیا۔

دریا عماد شاہ کی وفات کے بعد اس کا کم سن بیٹا برہان شاہ تخت نشین ہوا۔

marfat.com

Marfat.com

برہان عماد شاہ

تفال خاں کا اقتدار

برہان عماد شاہ تخت نشینی کے وقت چونکہ کم سن تھا اس لیے تفال خاں دکنی نے جو بہمنی خاندان کا غلام تھا بہت اقتدار حاصل کر لیا اور بادشاہ پر غالب آ گیا۔ تفال خاں نے ابراہیم قطب شاہ اور برہان پور کے فاروقی حکمرانوں کی مدد سے بڑی قوت و شوکت حاصل کی اور برہان عماد شاہ کو قلعہ پرنالہ میں نظربند کر دیا۔ تفال خاں نے ملک میں اپنے نام کا خطبہ و سکہ جاری کیا۔ وہ بہت ہی بہادر اور فراخ دل انسان تھا۔

مرتضیٰ نظام کا ارادہ تسخیر برار

تفال خاں نے برہان عماد شاہ کو حکومت سے علیحدہ کرنے کے بعد عماد شاہی خاندان کی اس حد تک مخالفت کی کہ مرتضیٰ نظام نے برار کو فتح کرنے کے ارادے سے اس ملک میں قدم رکھا۔ تفال خاں نے مجبور ہو کر علی عادل شاہ سے مدد کی درخواست کی' خوبی قسمت سے اس کی یہ درخواست منظور ہوئی۔ نظام شاہ کو جب اس کی اطلاع ملی تو وہ اپنی والدہ خونزہ ہمایوں کے مشورے سے واپس آیا۔

برار پر نظام شاہی حملہ اور تفال خاں کی شکست

۹۸۰ھ کے آواخر میں نظام شاہ نے پھر برار کو فتح کرنے کا ارادہ کیا اور برہان عماد کو آزاد کروانے کے بہانے سے برار پر حملہ کر دیا۔ تفال خاں بہت پریشان ہوا اور اس نے ابراہیم قطب شاہ سے مدد کی درخواست کی۔ قطب شاہ نے تلنگانہ کا لشکر اس کی مدد کے لیے بھیج دیا تفال خاں نظام شاہی سپہ سالار چنگیز خاں کے مقابلے پر آیا فریقین میں زبردست جنگ ہوئی جس کے نتیجے میں تفال خاں کو شکست کا منہ دیکھنا پڑا۔

قلعہ پرنالہ کا محاصرہ

شکست کے بعد تفال خاں ایک مدت تک جنگلوں میں آوارہ گھومتا رہا آخر کار اس نے قلعہ پرنالہ میں پناہ لی۔ اس کا بیٹا شمشیرالملک قلعہ کاویل میں پناہ گزیں ہوا نظام شاہ نے قلعہ پرنالہ (جو پہاڑ پر واقع ہے اور جسے فتح کرنا بہت مشکل ہے) کا محاصرہ کر لیا۔ چنگیز خاں نے بادشاہ کو اس ارادے سے منع کیا اور قلعہ کے محافظوں کو روپے پیسے سے اپنا راز دار بنا لیا۔

اہل قلعہ کا اقدام

اہل قلعہ محاصرے کی طوالت اور سختی کی وجہ سے سخت پریشان ہوئے۔ انہوں نے قلعے کے برج و بارہ سے کمندوں کے ذریعے نیچے اتر کر چنگیز خاں کے گرد جمع ہونا شروع کر دیا۔ ان لوگوں کو نظام شاہیوں نے منصبوں اور جاگیروں سے نوازا اہل قلعہ نے جو اپنے ساتھیوں کا یہ حال سنا تو وہ بھی کسی نہ کسی طریقے سے قلعے سے باہر نکل آئے۔ اور چنگیز خاں کے توسط سے نظام شاہی سرکار سے عہدے اور جاگیریں حاصل کرنے لگے۔

تفال خاں کا فرار

اس صورت حال کا یہ نتیجہ نکلا کہ اہل قلعہ کے توپ اندازوں اور آتش بازوں کی تعداد بمشکل بارہ رہ گئی۔ نظام شاہیوں نے اس واقعہ سے پورا فائدہ اٹھایا اور مورچل کو قلعے کی دیوار کے قریب لے جا کر اپنی توپوں سے دیوار میں شگاف کر دیا۔ قلعے میں کوئی تجربہ کار سپاہی موجود نہ تھا اس لیے چنگیز خاں کے لشکر خاصہ کے اٹھائیس سپاہیوں اور ایک توپچی نے قلعہ کے نیچے جا کر زینہ لگایا اور اوپر چڑھ گئے۔ خاص منصب دار نے بگل بجایا اور خاص منصب دار کا بگل سن کر تفال خاں نے سمجھا کہ چنگیز خاں قلعے کے اندر داخل ہو گیا۔ وہ بہت

marfat.com

Marfat.com

پریشان ہوا اس نے قلعے کا پچھلا دروازہ کھولا اور جنگل کی طرف بھاگ گیا۔ یہ واقعہ ۹۸۲ھ کا ہے۔

گرفتاری

مرتضٰی نظام شاہ قلعے کے اندر داخل ہوا اور اس تمام قیمتی سامان اور خزانے پر قبضہ کر لیا۔ باقی سامان لشکر نے بادشاہ کے حکم سے لوٹ لیا۔ سید حسن استر آبادی نے تفال خان کا تعاقب کیا۔ تین روز کی تگ و دو کے بعد اس نے تفال خاں کو گرفتار کر لیا۔ اور نظام شاہ کی خدمت میں پیش کیا۔

تفال خاں اور اس کے ساتھیوں کی رحلت

اسی دوران میں قلعہ کاویل بھی فتح ہو گیا اور تفال خاں کا بیٹا شمشیر الملک بھی گرفتار کر لیا گیا۔ نظام شاہ نے تفال خان، شمشیر الملک اور برہان عماد شاہ کو مع ان کے متعلقین کے اپنے ملک کے ایک قلعے میں بھجوا دیا جہاں ان سب نے ایک ہی رات میں داعی اجل کو لبیک کہا۔

بعض لوگوں کا بیان ہے کہ قلعے کے محافظوں نے نظام شاہ کے حکم کے مطابق متذکرہ بالا قیدیوں کو گلہ گھونٹ کر ہلاک کیا۔ بعضوں کا خیال یہ ہے کہ قلعے کے محافظ ان قیدیوں کو تنگ و تاریک کوٹھڑیوں میں بند کر کے دروازوں کو مقفل کر دیتے تھے۔ اس کاروائی سے محافظوں کا یہ مقصد تھا کہ قیدیوں سے رقم حاصل کریں لیکن ان لوگوں کے پاس پھوٹی کوڑی بھی نہ تھی۔ نتیجہ یہ نکلا کہ محافظ دن بدن حد سے زیادہ سختیاں کرنے لگے۔

ایک رات جب کہ بہت گرم ہوا چل رہی تھی تمام قیدیوں کو جو تعداد میں چالیس تھے ایک کوٹھری میں بند کر دیا گیا۔ گرمی اور ہوا کی کمی کی وجہ سے یہ سب قیدی دم گھٹنے کی وجہ سے مر گئے۔ محافظوں نے صبح جب کوٹھری کا دروازہ کھولا تو انہیں کوئی زندہ نہ ملا۔ قصہ مختصر کہ عماد شاہی اور تفال خانی حکومتوں کا اس طرح خاتمہ ہو گیا اور ان کے خاندانوں کا کوئی فرد بھی باقی نہ رہا۔

marfat.com
Marfat.com

بریدشاہی خاندان

marfat.com

Marfat.com

قاسم برید

زیر نظر تاریخ کی تالیف کے وقت تک برید شاہی خاندان کے سات بادشاہ یکے بعد دیگرے حکومت کر چکے تھے۔ اس خاندان کا بانی قاسم برید تھا جو ترک گرجی غلاموں کی جماعت سے تعلق رکھتا تھا۔

غلامی سے امارت تک

قاسم برید ولایت سے خواجہ شہاب الدین علی یزدی کے ہمراہ دکن آیا تھا۔ خواجہ شہاب نے اسے سلطان محمد شاہ فاروقی کے پاس بھیج دیا۔ قاسم بڑا بہادر اور دلیرانسان تھا اسے خوش خطی اور موسیقی سے بھی بڑی دلچسپی تھی' وہ کئی سازوں کے بجانے میں مہارت رکھتا تھا۔ محمد شاہ فاروقی کے عہد میں قاسم امراء کے گروہ میں داخل ہوا۔ اور اسے ولایت پائین اور جالنہ کے درمیانی علاقے کے لوگوں کی ہنگامہ آرائی کو فرو کرنے کے لیے مقرر کیا گیا۔

مرہٹوں سے جنگ

یہ باغی مرہٹہ قوم سے تعلق رکھتے تھے جن کی سرکشی کا زمانہ مشہور تھا۔ قاسم نے باغیوں کو بڑی اچھی طرح دبایا اور اس کامیابی کی وجہ سے اس کی بہت شہرت ہوئی۔ اس معرکے میں مرہٹوں کا سردار ساباجی مارا گیا اس کی لڑکی سے قاسم برید نے اپنے بیٹے امیر علی برید کی شادی کر دی۔

قوت و اقتدار

بادشاہ نے قاسم برید کو ساباجی کے تمام پرگنے عنایت کیے۔ اور اس کی بیٹی کے تمام متعلقین جو تعداد میں تقریباً چار سو کے لگ بھگ تھے۔ قاسم کے حلقہ ملازمت میں داخل ہو گئے ان ملازموں میں سے اکثر مرہٹوں نے رفتہ رفتہ اسلام قبول کر لیا۔ ان لوگوں کی مدد سے قاسم برید نے بڑا اقتدار حاصل کر لیا اور سلطان محمود بہمنی کے عہد میں اسے بھی خود مختاری کا شوق پیدا ہوا۔

خود مختاری

عادل شاہ' نظام شاہ اور عماد شاہ کے مشورے کے مطابق قاسم برید نے اوسہ قندھار اور اودگیر کے قلعوں میں اپنے نام کا خطبہ و سکہ جاری کیا۔ دارالسلطنت کو قاسم نے محمود شاہ بہمنی کے لیے چھوڑ دیا۔

قاسم برید نے بارہ سال تک حکمرانی کے فرائض انجام دیئے اور ۹۱۰ھ میں (جب کہ سلطان محمود بقید حیات تھا) انتقال کیا اور اس کا بڑا بیٹا امیر علی برید باپ کا جانشین ہوا۔

marfat.com

Marfat.com

امیر علی برید

امیر علی برید اپنے باپ قاسم برید کی وفات کے بعد تخت پر بیٹھا اس کے عہد حکومت میں سلطان محمود نے انتقال کیا اور خاندان بہمنی کا آخری بادشاہ سلطان کلیم اللہ احمد نگر میں پناہ گزیں ہوا۔ امیر علی برید کے عہد میں اسمٰعیل عادل نے بیدر پر قبضہ کر لیا۔ آخر کار امیر برید نے دوبارہ اس شہر کو اپنے قبضے میں کر لیا جن دنوں برہان پور کے حاکم محمد شاہ اور عماد الملک کی درخواست پر سلطان بہادر مملکت دکن میں داخل ہوا۔ انہیں دنوں اسمٰعیل عادل کے حکم سے امیر برید بیجاپور پہنچا۔ عادل شاہ نے چار ہزار غریب سواروں کا ایک لشکر امیر برید کی ماتحتی میں دیا اور اسے نظام شاہ کی مدد کے لیے روانہ کیا۔

بہادری و جرات

امیر برید نے اس مہم میں بہادری اور جرات کا ایسا مظاہرہ کیا کہ اس کی مثال اسفند یار اور رستم کے کارناموں میں بھی نہیں ملتی۔ اس معرکے کا تفصیلی تذکرہ مناسب موقع پر درج ہے۔ اس واقعہ کے بعد امیر برید نے ایک عرصے تک امن و چین سے حکومت کی۔

انتقال

اپنی حکومت کے آخری زمانے میں امیر برید برہان نظام شاہ کی مدد کے لیے احمد نگر گیا اور دولت آباد کے قریب اس نے داعی اجل کو لبیک کہا۔ امیر برید کا بھائی اس کے جنازے کو لے کر بیدر آیا اسے قاسم برید کے مقبرے میں دفن کیا گیا۔

گیدڑوں کا خیال

امیر برید کے بارے میں قصہ عام طور پر مشہور ہے کہ سردیوں کے دنوں میں ایک رات اس نے باغ کتانہ میں بادہ نوشی کی محفل گرم کر رکھی تھی کہ چراگاہ میں گیدڑوں کا ایک غول داخل ہوا اور شور و غوغا کرنے لگا۔ امیر برید نے اپنے ساتھیوں سے پوچھا کہ یہ گیدڑ شور کیوں مچاتے ہیں؟ ایک درباری نے جواب میں کہا چونکہ سردی بہت زیادہ ہے اس لئے وہ بادشاہ کے حضور میں فریاد کر رہے ہیں صبح ہوئی تو امیر برید نے حکم دیا کہ چار ہزار لحاف تیار کروا کے باغ میں ڈال دیے جائیں تا کہ رات کے وقت گیدڑ سردی کی شدت سے محفوظ رہیں۔

marfat.com

Marfat.com

علی برید شاہ

"بادشاہ" کا خطاب

علی برید خاندان برید شاہی کا پہلا فرد ہے جس نے اپنے لیے "بادشاہ" کا لقب اختیار کیا۔ شاہ طاہر احمد نگر سے علی برید کے جشن تاجپوشی میں شرکت کے لیے احمد آباد تشریف لے گئے' لیکن علی برید کی بدسلوکی کی وجہ سے وہ پریشان خاطر ہو کر واپس آئے۔

نظام شاہی یورش

اس واقعہ کی وجہ سے برہان شاہ' برید شاہ سے ناراض ہو گیا اور اس پر لشکر کشی کر دی۔ برید شاہ نے پریشانی کی حالت میں قلعہ کلیان ابراہیم عادل شاہ کے سپرد کیا اور اس سے مدد کی درخواست کی۔ اس اقدام سے برید شاہ کو کامیابی حاصل نہ ہوئی اور نظام شاہ نے اوسہ' اودگیر اور قندھار پر قبضہ کر لیا۔ برید شاہ کے پاس صرف اس قدر ملک رہ گیا کہ اس کا سالانہ محصول صرف چار لاکھ طلائی ہون تھا۔ باقی سارا علاقہ نظام شاہی بادشاہ کے قبضے میں چلا گیا۔

مرتضیٰ نظام کا حملہ

نظام شاہی فرماں روا مرتضیٰ نظام شاہ نے بھی برید شاہی مقبوضات کی طرف توجہ کی اور صاحب خاں کے کہنے پر ۹۸۷ھ میں بیدر پر حملہ کر دیا۔ اس نے شہر کا محاصرہ کر لیا اور اہل شہر پر سختیاں کرنی شروع کر دیں۔ برید شاہ نے مجبور ہو کر علی عادل شاہ سے مدد کی درخواست کی۔ علی عادل شاہ نے جواب دیا فلاں فلاں نام کے دو خواجہ سرا جو تمہارے ملازم ہیں اگر تم انہیں میرے پاس بھیج دو تو میں تمہاری مدد کروں گا۔ برید شاہ نے مجبوراً علی عادل کی شرط منظور کر لی۔

مرتضیٰ نظام کی واپسی

اس کے بعد علی عادل نے ایک ہزار سوار برید شاہ کی مدد کے لیے روانہ کیے۔ نظام شاہ کو اس کی اطلاع ہوئی ان دنوں چونکہ احمد نگر میں بھی فتنہ و فساد برپا تھا اس لیے نظام شاہ نے میرزا یادگار کو بیدر کے محاصرہ میں چھوڑا اور خود احمد نگر واپس چلا آیا۔

علی عادل کا قتل

۹۸۸ھ (یہ واقعہ تفصیل سے علی عادل کے حالات میں لکھا جا چکا ہے) میں علی برید شاہ نے اپنا وعدہ پورا کیا اور اپنے دونوں خواجہ سرا ملازموں کو علی عادل کی خدمت میں روانہ کر دیا یہ دونوں خواجہ سرا بہت غیرت مند تھے انہوں نے اپنی عزت اور ناموس کی حفاظت کی خاطر علی عادل کو موت کے گھاٹ اتار دیا۔

علی برید کا انتقال

اسی زمانے میں علی برید نے بھی داعی اجل کو لبیک کہا۔ اس نے کل پینتالیس سال تک حکمرانی کی اس کی وفات کے بعد اس کا بڑا بیٹا ابراہیم عادل اپنے باپ کا جانشین ہوا۔

علی برید کے جانشین

ابراہیم برید نے سات سال تک حکومت کی۔ اس کی وفات کے بعد عنان اقتدار قاسم برید کے ہاتھ آئی۔ قاسم نے تین سال تک حکومت کی اس کے انتقال کے بعد اس کا بیٹا تخت نشین ہوا جو بوقت تخت نشینی چار سال کا تھا۔

marfat.com
Marfat.com

۱۰۱۰ھ میں برید شاہی خاندان کے ایک فرد نے بادشاہ کو معزول کر کے شہر بدر کر دیا۔ بادشاہ فرار ہو کر محمد قلی قطب شاہ کے پاس بھاگ نکر پہنچ گیا۔ اور امیر برید نے اپنی الگ حکومت قائم کر لی کتاب کی تالیف کے وقت جو ۱۰۱۸ھ ہے بیدر پر یہی حکمران تھا۔

مصنف کا اعتذار

قارئین کرام کو معلوم ہونا چاہیے کہ عماد شاہی اور برید شاہی فرماں رواؤں کا تذکرہ کسی معتبر کتاب میں نہیں ہے۔ میں نے اس سلسلہ میں جو کچھ لکھا ہے وہ سنی سنائی باتوں پر مبنی ہے۔ ضعیف العمر اور کہن سال بزرگوں سے (جو ان بادشاہوں کے ہم عصر یا قریبی زمانے سے تعلق رکھتے تھے) جو کچھ سنا ہے وہ اس کتاب میں درج کر دیا ہے۔ اگر قارئین کرام میں کسی کو ان بادشاہوں کے سال ہائے جلوس اور روزہائے وفات کے سنین معلوم ہوں یا واقعات کے بارے میں کچھ اور معلوم ہو تو اولین فرصت میں تحریر فرمائیں۔ تاکہ سنین اور واقعات کی تحقیق کی جائے۔ ناچیز مولف کتاب اپنی زندگی اور مرنے کے بعد بھی ان کا ممنون رہے گا۔

marfat.com

Marfat.com

سلاطین گجرات

marfat.com

Marfat.com

فرحت الملک

فرحت الملک کی سپہ سالاری

تاریخ مبارک شاہی اور اسی قسم کی دوسری کتابوں سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ بادشاہ دہلی سلطان فیروز شاہ نے فرحت الملک (جسے مفرح بھی کہتے ہیں) سپہ سالار مقرر کر کے گجرات کا صاحب اختیار حاکم بنایا تھا۔ سلطان فیروز شاہ کے انتقال کے بعد اس کے بیٹے سلطان محمد شاہ نے بھی فرحت الملک کو بحال رکھا۔

غیر مسلم نوازی

فرحت الملک کا ارادہ چونکہ بادشاہ دہلی کی مخالفت کرنے کا تھا اس لیے اس نے گجرات کے زمینداروں اور غیر مسلموں سے بڑا اچھا برتاؤ کیا اور انہیں اپنا بہی خواہ بنا لیا۔ ان لوگوں کو خوش کرنے کے لیے وہ ایسی رسومات کو بھی مروج ہونے دیتا تھا جو اسلام کے خلاف تھیں۔

علماء کا عریضہ

فرحت الملک کے اس رویے سے گجرات کے تمام علماء و فضلاء اس سے ناراض ہو گئے۔ اور انہوں نے ۷۹۳ھ میں سلطان محمد شاہ کی خدمت میں ایک عریضہ روانہ کیا جس کا مضمون یہ تھا۔ "فرحت الملک اس وقت ہوس پرستی میں مبتلا ہے' خود غرضی اور مطلب پرستی اس کا شیوہ ہے وہ غیر مسلموں اور ان کے مذہب کی اس قدر طرف داری کر رہا ہے کہ اس وقت سومنات مندر بت پرستوں کا ملجا و ماوی بنا ہوا ہے۔ اسلامی اصولوں اور احکامات کی پابندی روز بروز کم ہوتی جا رہی ہے۔ مسجدوں میں کہیں نمازی نظر نہیں آتے اور منبر اماموں کی صورت دیکھنے کو ترس گئے ہیں۔ اس صورت حال کے پیش نظر حضور سے التجا ہے کہ اسلام کی تقویت اور احکام شریعت کے نفاذ کے لیے جلد از جلد کوئی قدم اٹھایا جائے ورنہ موقع ہاتھ سے نکل جائے گا۔

اعظم ہمایوں کا حاکم گجرات مقرر ہونا

یہ عریضہ پڑھ کر سلطان محمد شاہ کو بہت دکھ ہوا اور وہ گجرات میں دین اسلام کے احکام کی حفاظت کی تدبیریں سوچنے لگا۔ بہت غور و فکر کے بعد بادشاہ نے گجرات کی حکومت اپنے ایک امیر اعظم ہمایوں ظفر خاں بن وجیہہ الملک کے سپرد کی۔ ۳ ربیع الثانی ۷۹۳ھ کو اعظم ہمایوں کو شاہی بارگاہ سے خلعت خاص عنایت ہوا۔ نیز چتر سفید اور سرخ بارگاہ (جو بادشاہوں کے لیے مخصوص ہوتی ہے) سے اسے نوازا گیا تاکہ ان کے مرتبے اور شان و شوکت میں اضافہ ہو۔

اعظم ہمایوں کی روانگی

اعظم ہمایوں نے اسی روز بادشاہ سے اجازت لی اور شہر کے باہر حوض خاص کے کنارے مقیم ہو کر اپنا سامان سفر درست کرنے لگا۔ دوسرے روز سلطان محمد شاہ خود اعظم ہمایوں کو الوداع کہنے کے لیے گیا۔ اور پند و نصائح کی تلقین کرنے کے بعد روانہ ہونے کی اجازت دے دی۔

marfat.com

Marfat.com

سلطان مظفر گجراتی

پیدائش

سلطان مظفر شاہ کی پیدائش ۲۵ محرم ۷۴۳ھ کو بروز یک شنبہ دہلی میں ہوئی۔ اس کا باپ سلطان فیروز شاہ کا شراب دار تھا اور اس عہدے سے ترقی کرتا ہوا درجہ امارت تک پہنچ گیا۔ اور سلطان فیروز شاہ کی اولاد کے فرزندوں کے عہد میں بادشاہ کا معتمد علیہ رہا۔

گجرات کی صوبہ داری

سلطان محمد شاہ کے عہد حکومت میں ظفر خاں اپنی پرہیزگاری اور حسن سلوک کی وجہ سے بہت امین اور دیانت دار مشہور ہوا۔ جب گجرات کے عالموں کا عریضہ سلطان محمد شاہ کی خدمت میں پہنچا تو اس نے جیسا کہ بیان کیا جا چکا ہے ظفر خاں کو گجرات کا صوبہ دار مقرر کیا۔

عزت افزائی

وزیروں نے ظفر خاں کے تقرر کا فرمان لکھا اور بادشاہ کے حکم کے مطابق القاب کی جگہ خالی چھوڑ دی۔ بادشاہ نے خود اپنے قلم سے فرمان پر یہ الفاظ لکھے۔ "برادرم مجلس عالی خان معظم عادل باذل مجاہد سعید الملت والدین، ظہیر الاسلام والمسلمین، عضد السلطنت عین المملکت قامع الکفرۃ والمشرکین، قاطع الفجرۃ والمتمردین، قطب سماء المعالی، نجم فلک الاعالی صفدر روز وغا تہمتن قلعہ کشا و کشور گیر و آصف تمیز ضابطہ امور ناظم مصالح جمہور ذی المیامن والسعادت صاحب امرائی والکفایات ناشر العدل والاحسان دستور صاحب قرآن الغ تغلق اعظم ہمایوں ظفر خاں۔

جشن مسرت

ظفر خاں سفر کی منزلیں طے کرتا ہوا گجرات روانہ ہوا راستے میں اسے معلوم ہوا کہ تاتار خاں بن ظفر خاں کے گھر جو بادشاہ کا وزیر مقرر ہوا تھا بیٹا پیدا ہوا ہے۔ ظفر خاں نے اس خوش خبری کو نیک فال سمجھا اور ایک عظیم الشان جشن مسرت کا انعقاد کیا۔ ظفر خاں نے اس خوشی کی وجہ سے اپنے امیروں کو خلعت و انعام سے سرفراز کیا۔

ظفر خاں کا خط نظام مفرح کے نام

جب ظفر خاں ناگوار پہنچا تو کنبایت کے باشندے نظام مفرح کے مظالم کی شکایات لے کر ظفر خاں کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ ظفر خاں نے ان لوگوں کو تسلی دی اور نظام مفرح کے نام ایک خط لکھا جس کا مضمون یہ تھا۔ "سلطان محمد شاہ کو یہ خبر ملی ہے کہ تم نے چند سال کا محصول سرکاری خزانے میں جمع کروانے کی بجائے اپنی ذات پر خرچ کیا۔ اس کے علاوہ ایک عرصے سے تم رعایا کو بھی نشانہ ستم بنا رہے ہو۔ یہ مظلوم لوگ کئی بار بادشاہ کی خدمت میں فریاد کر چکے ہیں۔ اب بادشاہ نے اس ملک کی حکومت اور یہاں کا انتظام میرے حوالے کیا ہے لہٰذا تمہارے لیے یہی بہتر ہے کہ محصول کی رقم جو تمہارے پاس موجود ہے جلد از جلد دہلی روانہ کر دو اور اس کے بعد خود بھی دہلی روانہ ہو جاؤ۔

نظام مفرح کا جواب

اس خط کے جواب میں نظام مفرح نے ظفر خاں کے نام لکھا۔ "تم جہاں تک آ گئے ہو ٹھیک ہے، لیکن اس سے ایک قدم بھی آگے بڑھنے کی کوشش نہ کرنا۔ میں دہلی آ کر سارا حساب تمہارے سامنے رکھ دوں گا بشرطیکہ تم مجھے شاہی موکلوں کے سپرد کر دو۔ یہ جواب پا کر ظفر خاں کو نظام مفرح کی بغاوت و سرکشی کا پورا پورا یقین ہو گیا۔ اس کے بعد ظفر خاں باساول جو آج کل احمد آباد کے نام سے مشہور ہے کی طرف چلا گیا۔

marfat.com
Marfat.com

نظام مفرح کو پیغام

نظام مفرح نے گجراتیوں اور اس علاقے کے غیر مسلموں سے سازباز کر کے دس بارہ ہزار سپاہیوں کا ایک لشکر جمع کر لیا اور لڑائی کے لیے آمادہ ہوا۔ ظفر خاں نے لڑائی سے پہلے ایک قاصد نہروالہ (جسے آج کل پٹن کہتے ہیں) میں نظام مفرح کے پاس بھیجا اور اسے یہ پیغام دیا۔ "اپنی قوت پر مغرور ہو کر اپنے آقا سے غداری کرنا تمہارے لیے کسی طرح بھی مناسب نہیں ہے' غیر مسلموں اور گجراتیوں کی طاقت پر اعتماد نہ کرو یہ لوگ بہادروں کے مقابلے میں ٹھہر نہیں سکتے۔ تمہارے لیے اب دو ہی صورتیں ہیں یا تو دہلی چلے جاؤ اور بادشاہ کے پاس زندگی بسر کرو۔ یا میرے پاس آکر گروہ امراء میں داخل ہو جاؤ۔ ان کے علاوہ اگر تم نے کوئی راستہ اختیار کیا تو پھر تمام نتائج کی ذمہ داری تمہیں پر ہو گی۔

نظام مفرح کی بد بختی

نظام مفرح کی اقبال مندی کا زمانہ ختم ہو چکا تھا' ادبار کے بادل اس کے سر پر منڈلا رہے تھے اس لیے وہ خود مختاری کے خواب دیکھنے میں منہمک تھا۔ اس نے ظفر خاں کے ساتھ بہت برا سلوک کیا اور پیغام کے جواب میں بہت سی الٹی سیدھی باتیں کیں۔

جنگ کی تیاریاں

جب ظفر خاں نے یہ دیکھا کہ نظام مفرح کسی صورت سے راہ راست پر نہیں آتا تو مجبوراً اس نے بھی اپنا لشکر درست کرنا شروع کیا۔ اور شجاع و بہادر لشکریوں کے ہمراہ بجلی کی سی تیزی کے ساتھ نہروالہ کی طرف روانہ ہوا۔ نظام مفرح نے جب ظفر خاں کی آمد کی خبر سنی تو وہ بھی اپنے دس بارہ ہزار سپاہیوں کو لے کر نہروالہ سے آگے بڑھا۔

معرکہ آرائی اور ظفر خان کی فتح

موضع کانتھو میں جو شہر سے بارہ کوس کے فاصلے پر آباد ہے. فریقین کا سامنا ہوا۔ ظفر خان اور نظام مفرح میں زبردست جنگ ہوئی۔ جس کے نتیجے میں ظفر خاں کامیاب و کامران ہوا اور نظام مفرح قلعہ میں پناہ گزین ہونے کے لئے نہروالہ کی طرف بھاگ گیا۔ ظفر خان بڑی شان و شوکت کے ہمراہ نہروالہ میں داخل ہوا اس نے اپنے عدل و انصاف سے رعایا کو بہت خوش کیا۔

کنبایت کا سفر

۷۹۵ھ میں ظفر خان کنبایت گیا۔ اس شہر میں زیادہ تر تاجر اور مسافر آباد تھے۔ ظفر خاں نے یہاں کے باشندوں کی تکالیف دور کیں اور حکام اور قاضی مقرر کر کے نہروالہ واپس آگیا۔

ہندو راجہ کی تنبیہہ

۷۹۶ھ ظفر خاں کو معلوم ہوا کہ غیر مسلم راجہ جو ہمیشہ سے حکام گجرات کا مطیع و فرماں بردار چلا آ رہا ہے اب سرکشی و بغاوت کی طرف مائل ہے۔ اس راجہ نے بیچارے مسلمانوں پر ظلم ڈھانے شروع کر دیئے تھے۔ ظفر خاں نے ایک زبردست لشکر کو ساتھ لے کر اس راجہ کی تنبیہہ کے لیے سفر اختیار کیا۔ راجہ کے ملک میں پہنچ کر ظفر خاں نے قلعہ ایدر کا محاصرہ کر لیا طرفین میں چند زبردست لڑائیاں ہوئیں جن میں ہربار اہل قلعہ کو شکست ہوئی۔

قتل و غارت گری اور قحط

ظفر خاں نے اہل قلعہ کو بہت زیادہ پریشان کرنا شروع کر دیا اور اس نے ایدر کے آس پاس کے تمام علاقوں پر قبضہ کر لیا اور قتل و غارت گری کا بازار گرم کر دیا۔ مندروں کو مسمار کیا گیا اور غیر مسلموں کے لڑکوں اور لڑکیوں کو گرفتار کر لیا گیا۔ اسی اثناء میں قلعے میں

marfat.com

Marfat.com

زبردست قحط پڑا' نوبت یہاں تک پہنچی کہ کتے بلیوں کو کھانے لگے۔

راجہ کی اطاعت و فرماں برداری

یہ صورت حال دیکھ کر راجہ نے اپنی رائے بدلی اور اپنی بدکرداری پر بہت شرمندہ ہوا۔ اسے ظفر خاں کی اطاعت اور فرماں برداری کے علاوہ کوئی اور راستہ نظر نہ آیا۔ راجہ نے اپنے بڑے بیٹے کو چند مخصوص درباریوں کے ساتھ بڑے قیمتی تحفے تحائف دے کر قلعے سے باہر نکالا اور ظفر خاں کے پاس بھیجا۔ راجہ نے ظفر خاں کو یہ پیغام دیا "اگر مجھ سے چند باتیں جناب کی مرضی کے خلاف سرزد ہو گئیں اور میں نے قلعے کی چابی روانہ کرنے میں تاخیر سے کام لیا تو اس کا سبب محض عزت اور دولت کی حفاظت ہے تاکہ میں اپنے عزیزوں کے سامنے شرمندہ نہ ہوں۔ اب میں آپ کی خدمت میں حاضر ہوتا ہوں اگر آپ نے میرے قصور پر نظر کی تو میں مجرم ٹھہروں گا اور اگر اپنے کرم پر نگاہ ڈالی تو پھر میرے بے قصور ہونے میں کیا شک رہ جائے گا۔ میں اقرار کرتا ہوں کہ آئندہ کبھی آپ کی مرضی کے خلاف کوئی کام نہ کروں گا۔"

ملک راجہ کا فتنہ

ظفر خاں نے راجہ کا قصور معاف کر دیا اور اس کے پیش کردہ تمام تحائف قبول کر کے قلعے کا محاصرہ ترک کر دیا۔ اس کے بعد ظفر خاں نے سومنات پر حملہ کرنے کا ارادہ کیا' لیکن اسے معلوم ہوا کہ سلاطین فاروقیہ کے جداعلی ملک راجہ المخاطب بہ عادل خاں نے ان دنوں بہت قوت فراہم کر لی ہے اور اپنی جاگیر کی حدود سے باہر نکل کر قلعہ لیز کو سر کر کے تمام خاندیش پر قبضہ کر لیا ہے۔ ظفر خاں کو یہ بھی معلوم ہوا کہ ملک عادل گجرات کے بعض پرگنوں سلطان پور اور ندربار وغیرہ پر بھی قبضہ کرنے کا خواہاں ہے۔

ملک راجہ کی قلعہ میں پناہ گزینی

ظفر خاں نے ملک راجہ یعنی ملک عادل کے فتنے کو فرو کرنا ضروری سمجھا اور سومنات پر لشکر کشی کرنے کا ارادہ ترک کر دیا۔ ملک راجہ بہت ہی ذہین و عقل مند تھا اسے اچھی طرح معلوم تھا کہ اس میں ظفر خاں کا مقابلہ کرنے کی سکت نہیں ہے اس لیے وہ قلعے میں پناہ گزین ہو گیا۔

ملک راجہ اور ظفر میں صلح

ملک راجہ نے عالموں اور فاضلوں کی ایک جماعت کے توسط سے ظفر خاں سے دوستانہ مراسم پیدا کرنے کا ارادہ کیا۔ اور علماء کا ایک گروہ ظفر خاں کے پاس بھیج کر صلح کا خواستگار ہوا۔ ظفر خاں علم و فضل کا متوالا تھا دوسرے یہ کہ وہ خود گجرات پر حکومت کرنے کا خواہاں تھا۔ اس لیے اس نے ان علماء کی بہت عزت کی اور ان کے کہنے کے مطابق ملک راجہ سے صلح کر لی۔ فریقین نے ایک دوسرے کو تحفے تحائف بھیجے۔ ظفر خاں نہروالہ میں واپس آ گیا اور اس سے گجراتیوں اور اہل برہان پور میں اتحاد و دوستی کا دور شروع ہو گیا۔

ملک راجہ کی عزت

ملک راجہ کا یہ دعویٰ تھا کہ وہ فاروقی نسل سے ہے۔ اس لیے ظفر خاں اس کی بڑی عزت کرتا تھا اور خط و کتابت میں اس سے بڑی نیازمندی کا اظہار کرتا تھا اور اسے معزز و اعلیٰ القابات سے یاد کیا کرتا تھا۔

جہرند کے نواح پر حملہ

۷۷۷ھ میں ظفر خاں نے جہرند کے نواح میں جو مغربی پٹن میں واقع ہے حملہ کیا۔ اس علاقے کے غیر مسلم بہت ہی سرکش تھے ظفر خاں ایک عرصے تک ان کی تباہی و بربادی میں مشغول رہا۔ اس ہنگامے میں مسلمانوں نے بہت سا مال اور دولت حاصل کی۔ اس کے علاوہ

marfat.com

Marfat.com

ان گنت خوبصورت قیدی بھی مسلمانوں کے ہاتھ لگے۔ جھرند کے راجہ نے پریشان ہو کر ظفر خاں سے امان طلب کی بہت سے قیمتی تحفے اس کی خدمت میں پیش کیے۔

سومنات پر حملہ

جھرند سے دست بردار ہونے کے بعد ظفر خاں نے سومنات پر حملہ کیا بتوں کو توڑنے اور بت پرستوں کو پریشان کرنے میں ظفر خاں نے کوئی دقیقہ نہ چھوڑا اور قتل و غارت گری کا بازار گرم کیا۔ ظفر خاں نے سومنات میں ایک جامع مسجد تعمیر کروائی۔ شرعی عہدے داروں کو مقرر کیا' تھانے بنائے اور پھر پٹن واپس آ گیا۔

مندل گور کے راجپوتوں کی سرکشی

۷۹۸ھ میں مخبروں نے ظفر خاں کو اطلاع دی کہ مندل گور کے راجپوتوں نے مسلمانوں کو مغلوب کر کے ان کو بہت پریشان کرنا شروع کر دیا ہے۔ راجپوتوں کے ظلم و ستم کی وجہ سے مسلمان زندگی سے عاجز ہیں اور ان میں سے اکثر جلاوطنی کی زندگی بسر کرنے پر مجبور ہو گئے ہیں۔ راجپوت اپنے انجام سے بے خبر ہو کر حکام کی اطاعت اور مال گزاری ادا کرنے سے انکار کر رہے ہیں۔

راجپوتوں کے قلعے کا محاصرہ

یہ اطلاعات ملتے ہی ظفر خاں جلد از جلد سفر کی منزلیں طے کرتا ہوا مندل گور پہنچ گیا۔ وہاں کا غیر مسلم راجہ مسلمانوں کے لشکر کا مقابلہ نہ کر سکتا تھا اس لیے قلعہ بند ہو گیا۔ ظفر خان نے قلعے کا محاصرہ کر لیا اور منجنیق نصب کر کے ہر روز راجپوتوں کو سنگسار کرنا شروع کر دیا لیکن قلعہ بڑا مضبوط تھا۔ منجنیق سے کام نکلتا ہوا نظر نہ آیا تو ظفر خاں نے قلعے کے چاروں طرف ساباط کی تیاری کا حکم دیا۔ ساباط تیار ہوئی لیکن اس سے بھی کوئی مفید نتیجہ برآمد نہ ہوا۔

مسلمانوں کی فتح

محاصرے کی طوالت کی وجہ سے ظفر خاں بہت پریشان ہوا۔ اتنے میں اسے غیبی امداد اس صورت میں پہنچی کہ قلعے میں طاعون کی وبا پھیل گئی' اہل قلعہ کے گروہ کے گروہ موت کی آغوش میں جانے لگے۔ رائے درگا نے جب یہ صورت حال دیکھی تو اس نے اپنے چند مقربین خاص کو ظفر خاں کے پاس بھیجا۔ عورتیں اور بچے برہنہ سر حصار کے اوپر آ کر فریاد کرنے لگے اور ظفر خاں سے امان طلب کرنے لگے۔ ظفر خاں نے فوراً راجپوتوں کی درخواست منظور کر لی اور ان سے پیشکش وصول کر کے حضرت خواجہ معین الدین چشتیؒ کے مزار مبارک کی زیارت کے لیے اجمیر روانہ ہو گیا۔ اور حضرت خواجہ صاحبؒ کی روح سے غیر مسلموں پر غالب آنے کی مدد طلب کی۔

غیر مسلموں سے معرکہ آرائیاں

ظفر خان نے غیر مسلموں سے معرکہ آرائی جاری رکھنے کا مصمم ارادہ کر لیا تھا وہ اجمیر سے جلوارہ اور بلوارہ کی طرف روانہ ہوا۔ ان شہروں میں ہندو آباد تھے اور بت پرستی کا عام رواج تھا۔ ظفر خاں نے ان شہروں کے باشندوں کو قتل کیا اور ان کے مال و اسباب کو لوٹ لیا۔ مندروں کو مسمار کر دیا اور ان اطراف کے اکثر قلعے فتح کر کے اپنے معتمد امیروں کے سپرد کیے۔

خود مختاری

ظفر خاں نے پورے تین سال اس سفر میں گزارے اور غیر مسلموں سے معرکہ آرائیاں کرتا رہا۔ اس کے بعد وہ پٹن واپس آ گیا۔ "تاریخ الفی" میں مذکور ہے کہ اس سفر سے واپسی کے بعد ظفر خاں نے خود مختار حکومت قائم کر لی اور اپنے نام کا خطبہ و سکہ جاری کر کے اپنے آپ کو "مظفر شاہ" کے نام سے مشہور کیا۔

marfat.com

Marfat.com

تاتار خاں بن مظفر شاہ

۷۹۹ھ میں مظفر شاہ کے بیٹے کو (جو سلطان محمد شاہ کا وزیر تھا) سلطان ناصر الدین کے عہد حکومت میں (جیسا کہ سلاطین دہلی کے حال میں تفصیل سے بیان کیا جا چکا ہے) سارنگ خاں نے معرکہ آرائی کر کے ملتان کی طرف بھاگنے پر مجبور کر دیا۔ تاتار خاں کے تیوروں سے پتہ چلتا تھا کہ وہ دہلی پر حکمرانی کرنے کا خواہاں ہے۔ محمود شاہ کے مطلق العنان وکیل ملو اقبال نے تاتار خاں کے دفیعہ کے لیے پانی پت کا رخ کیا۔

تاتار خاں گجرات میں

تاتار خاں نے ملو اقبال کا مقابلہ کرنا مناسب نہ سمجھا اور ایک دوسرے راستے سے دہلی جا پہنچا۔ تاتار خاں دہلی کا محاصرہ کرنا چاہتا تھا لیکن ملو اقبال نے پانی پت پر قبضہ کر کے بڑی شان و شوکت سے دہلی کا رخ کیا۔ تاتار خاں نے اس وقت بھی ملو اقبال کا مقابلہ کرنا مناسب نہ سمجھا اور ۸۰۰ھ میں گجرات کی طرف روانہ ہو گیا اور اپنے باپ مظفر شاہ سے جا ملا۔

مظفر شاہ کا دہلی پر حکومت کرنے کا ارادہ

تاتار خاں نے مظفر شاہ کو دہلی پر حکومت کرنے کی ترغیب دی۔ مظفر شاہ اپنے بیٹے کے کہنے میں آ گیا اور اس مقصد کے لیے لشکر جمع کرنے لگا۔ اسی دوران میں معلوم ہوا کہ امیر تیمور کے نواسے میرزا پیر محمد نے ہندوستان میں داخل ہو کر ملتان پر قبضہ کر لیا ہے۔ مظفر شاہ نے اپنی عقل سے یہ اندازہ کر لیا کہ میرزا پیر محمد کا ہندوستان آنا امیر تیمور کی آمد کا پیش خیمہ ہے۔ اس خیال کے پیش نظر اس نے دہلی پر حکومت کرنے کے ارادے کو ملتوی کر دیا۔

ایدر پر حملہ

۸۰۱ھ میں مظفر شاہ نے اپنے بیٹے تاتار خاں کو ساتھ لے کر قلعہ ایدر پر حملہ کیا۔ قتل و غارت گری کا بازار گرم کر کے اس نے قلعے کا محاصرہ کر لیا اور اہل قلعہ پر طرح طرح کی مصیبتیں توڑنا شروع کر دیں۔ ایدر کے راجہ رنمل نے ظفر خاں کے مقابلے پر قطعاً طاقت کا مظاہرہ نہ کیا بلکہ انتہائی عاجزی اور انکساری سے پیش آیا۔ اور اس نے قاصد بھیج کر ظفر خاں سے پیش کش کا وعدہ کیا چونکہ ان دنوں دہلی میں فتنوں اور فسادات کا بازار گرم تھا۔ اس لیے ظفر خاں نے پیشکش ہی کو بہت کچھ سمجھا اور ۸۰۱ھ میں رمضان کے مہینے میں پٹن واپس آ گیا۔

سومنات پر لشکر کشی

۸۰۴ھ میں مظفر شاہ کو یہ اطلاع ملی کہ غیر مسلموں نے ہنگامہ و فساد برپا کر کے مسلمانوں کے تھانے تباہ و برباد کر دیئے ہیں اور حسب سابق اپنے بت خانوں میں بت پرستی شروع کر دی ہے۔ مظفر شاہ نے فوراً ایک زبردست لشکر سومنات کی طرف روانہ کیا اور پھر خود بھی روانہ ہوا۔ جس روز سومنات کے ہندوؤں اور ان کے راجہ نے دریا کے راستے سے مسلمانوں کا مقابلہ کیا اسی روز مظفر شاہ بھی دشمن کے سر پر پہنچ گیا۔

قلعہ دیب کی فتح

فریقین میں زبردست معرکہ آرائی ہوئی۔ چاروں طرف خون کی ندیاں بہنے لگیں' نوبت یہاں تک پہنچی کہ ہندوؤں میں مقابلہ کرنے کی ہمت نہ رہی اور وہ اپنے راجہ کے ساتھ قلعہ دیب میں پناہ گزین ہو گئے۔ مظفر شاہ نے قلعے کا محاصرہ کر لیا مسلمانوں کی تکبیروں اور توپوں کی گھن گرج نے قلعے کی بنیادوں کو متزلزل کر دیا' مسلمانوں نے ایک ہی دن میں قلعے کو فتح کر لیا مظفر شاہ نے دشمن کے سپاہیوں کو

marfat.com

Marfat.com

تہ تیغ کیا اور راجہ کو مع امراء کے ہاتھی کے پاؤں تلے کچلوا دیا۔ ہندوؤں کے بیوی بچوں کو مسلمانوں نے قید کر لیا۔ اور ان کا تمام مال و اسباب اپنے قبضے میں کر لیا۔

سجدہ شکرانہ

اس عظیم الشان فتح کے بعد سلطان مظفر شاہ نے خداوند تعالیٰ کی بارگاہ میں سجدہ شکرانہ ادا کیا اور ایک بہت بڑے مندر کو مسمار کر کے اس کی جگہ ایک عالی شان مسجد تعمیر کی۔ بادشاہ نے اس علاقے کا انتظام اپنے ایک معتمد امیر کے سپرد کیا اور خود بہت سا مال غنیمت لے کر واپس پٹن آ گیا۔

دہلی پر حملے کا ارادہ

ایدر کی فتح کے بعد مظفر شاہ کی قوت اور شان و شوکت میں بے حد اضافہ ہوا۔ اس لیے اس نے دہلی پر لشکر کشی کر کے دارالسلطنت کو بھی اپنے قبضے میں کرنے کا ارادہ کیا۔ مظفر شاہ نے اپنے بیٹے تاتار خاں کو غیاث الدولہ والدین سلطان محمد شاہ کا خطاب عطا فرمایا۔

تاتار خاں کا انتقال

تاتار خاں اساول سے نکلا اور قصبہ سنور میں پہنچا وہاں وہ بیمار پڑ گیا بہت علاج معالجہ کیا گیا لیکن شفا نہ ہوئی بلکہ بیماری بڑھتی گئی۔ اور آخر کار نوبت یہاں تک پہنچی کہ اس کی زندگی کا پیمانہ لبریز ہو گیا۔ تاتار خاں کے انتقال کی خبر سن کر مظفر شاہ نے دہلی پر حملہ کرنے کا ارادہ ترک کر دیا اور اساول واپس چلا آیا۔

تاتار خاں کے انتقال کی صحیح روایت

تاتار خاں کی موت کی صحیح روایت یہ ہے کہ اس نے اپنے باپ کے خلاف بغاوت کی۔ مظفر خاں چونکہ بوڑھا ہو چکا تھا اس لیے اسے تاتار نے ایک قلعے میں قید کر دیا۔ تاتار خاں نے اپنے چچا شمس خاں کو وکیل السلطنت مقرر کیا اور خود سلطان ناصرالدین محمد شاہ کے نام سے تخت پر بیٹھ گیا اس نے اپنے نام کا خطبہ و سکہ جاری کیا۔

مظفر شاہ کی گرفتاری

اس کے بعد تاتار خاں نے دہلی کو فتح کرنے کا ارادہ کیا اور اس مقصد کے لیے آگے بڑھا۔ مظفر شاہ نے اپنے ایک قابل اعتماد امیر کو اپنے بھائی شمس خاں کے پاس روانہ کیا اور اپنے بیٹے کے ظلم و ستم کی داستان سنا کر اس سے مدد کی درخواست کی نیز اپنی رہائی اور محمد شاہ کو قتل کر دینے کے لیے کہا۔

شمس خاں کی رائے

شمس خان نے مظفر شاہ کو یہ جواب دیا۔ "محمد شاہ تمہارا بیٹا ہے تم اسے دل و جان سے زیادہ چاہتے ہو اگر میں نے اسے قتل کرنے کی کوشش کی اور اس کوشش میں کامیاب ہو گیا تو کہیں ایسا نہ ہو کہ تم اپنی حرکت پر پشیمان ہو کر بعد میں میرے خلاف ہو جاؤ۔ اور مجھے اپنے ستم کا نشانہ بناؤ مناسب یہی ہے کہ تم اس معاملے میں اچھی طرح غور و فکر کر لو اور پھر کوئی فیصلہ کرو۔"

مظفر خاں کا جواب

مظفر شاہ نے شمس خان کو یہ جواب دیا "تم نے جو کچھ کہا ہے مجھے اس سے قطعاً اتفاق نہیں ہے محمد شاہ نے میرے ساتھ جو کچھ کیا ہے وہ کسی بیٹے کو زیب نہیں دیتا ایسا ناخلف بیٹا اس قسم کی حرکت سے خود بخود عاق ہو جاتا ہے اور فطری محبت اور باپ بیٹے کے تمام رشتے ختم ہو جاتے ہیں اس وقت تمہیں میرے بڑھاپے پر رحم کرنا چاہئے اور محمد شاہ جیسے ناخلف کو کڑی سزا دینی چاہئے۔ میری طرف سے تم کوئی

marfat.com

Marfat.com

خیال اپنے دل میں نہ لاؤ میں بعد میں تم سے قطعاً کسی قسم کی باز پرس نہ کروں گا۔"

مظفر شاہ کی دوبارہ تخت نشینی

شمس خاں کو اپنے بھائی مظفر شاہ کی حالت زار پر رحم آگیا اور اس نے محمد شاہ کو قصبہ سورکھ میں جو دہلی کے راستے میں واقعہ ہے زہر دے کر ہلاک کر دیا۔ اور مظفر شاہ کو جلد از جلد شاہی مجلس میں لا کر تخت پر بٹھا دیا تمام شاہی ملازمین اور لشکری جو محمد شاہ کی بادشاہت سے آزردہ خاطر تھے اپنے قدیم آقا کو تخت شاہی پر جلوہ افروز دیکھ کر بہت خوش ہوئے۔

مظفر شاہ کا عزم حسن آباد

اسی اثناء میں حاکم مالوہ دلاور خاں نے داعی اجل کو لبیک کہا اور اس کی جگہ ہوشنگ شاہ تخت پر بیٹھا۔ یہ خبر عام طور پر مشہور ہو گئی کہ ہوشنگ نے حکومت حاصل کرنے کے لیے اپنے باپ کو زہر دے کر ہلاک کیا ہے۔ مظفر شاہ نے بھی یہ خبر سنی اور ۸۱۰ھ میں بے حد ساز و سامان کے ساتھ حسن آباد دھار کی طرف روانہ ہوا۔

مالوہ پر قبضہ

ہوشنگ نوجوان تھا اس لیے جوشیلا بھی بہت تھا اس نے عاقبت اندیشی سے کام نہ لیا اور گجراتیوں سے معرکہ آرا ہونے کا ارادہ کر لیا فریقین میں زبردست جنگ ہوئی۔ ہوشنگ نے شکست کھائی اور دشمن کے ہاتھوں گرفتار ہوا۔ مظفر شاہ نے مالوہ میں بھی اپنے نام کا خطبہ و سکہ جاری کیا' وہاں کی حکومت اپنے بھائی نصرت خاں کے حوالے کر کے خود واپس اساول آگیا۔

ہوشنگ کی گرفتاری

مظفر شاہ نے ہوشنگ کو اپنے بھتیجے احمد شاہ کے حوالے کر کے یہ حکم دیا کہ ہوشنگ کو کسی قلعے میں نظر بند کر دیا جائے۔ احمد شاہ نے فوراً مظفر شاہ کے حکم کی تعمیل کی چند ماہ کے بعد احمد شاہ نے ہوشنگ کا لکھا ہوا ایک عریضہ مظفر شاہ کی خدمت میں پیش کیا جس میں بڑی عاجزی اور انکساری کے ساتھ اپنے سابقہ قصور کی معافی چاہی گئی تھی اور رہائی کی درخواست کی گئی تھی۔ احمد شاہ نے بھی ہوشنگ کی رہائی کے لیے بادشاہ سے سفارش کی۔

رہائی اور بحالی

اس دوران میں یہ خبر ملی کہ مالوہ میں بغاوت ہو گئی ہے اور اہل شہر نے نصرت خاں کو دھار سے خارج البلد کر دیا ہے۔ احمد شاہ کی سفارش اور مصلحت وقت کا خیال کرتے ہوئے مظفر شاہ نے ہوشنگ کو رہا کر دیا۔ اس کے بعد مظفر شاہ نے ہوشنگ کو چتر سفید اور سراپردہ سرخ عطا کر کے مالوہ اور مندو کا حکمران بنا دیا۔ ہوشنگ احمد شاہ کے ساتھ مالوہ روانہ ہوا۔ احمد شاہ نے بڑے امن و اطمینان سے ہوشنگ کو مالوہ کے تخت پر بٹھایا اور خود گجرات واپس آگیا۔

مظفر شاہ کا انتقال

مظفر شاہ ماہ صفر ۸۱۳ھ میں علیل ہوا اور اسی سال ربیع الثانی کے مہینے میں انتقال کر گیا۔ مرنے سے پہلے اس نے اپنے بھتیجے احمد شاہ کو اپنا جانشین مقرر کیا کیونکہ وہ اپنے حقیقی بیٹوں سے زیادہ قابل اور ذہین سمجھتا تھا۔ رحلت کے وقت مظفر شاہ کی عمر اکہتر سال تھی اس نے بیس سال حکمرانی کی۔ مرنے کے بعد لوگوں نے اسے "خدائیگان کبیر" کے لقب سے یاد کیا۔

marfat.com

Marfat.com

بادشاہ جم جاہ سلطان احمد گجراتی

احمد شاہ اپنے چچا کی وصیت کے مطابق گجرات کا حاکم ہوا۔ اس نے بڑی دیانتداری سے اور عدل و انصاف سے حکمرانی کے فرائض انجام دیئے اور اس طرح رعایا کے دلوں کو پوری طرح اپنے قبضے میں کر لیا۔

احمد آباد گجرات کی بناء

احمد شاہ کا سال پیدائش ۷۹۳ھ ہے نجومیوں نے اس کی ولادت کا زائچہ دیکھ کر یہ پیشین گوئی کی تھی کہ یہ لڑکا ایک ایسا نیک کام سرانجام دے گا کہ جس کی وجہ سے اس کا نام دنیا میں ہمیشہ زندہ رہے گا۔ راقم الحروف مورخ فرشتہ کا خیال یہ ہے کہ یہ نیک کام مشہور شہر احمد آباد گجرات کی تعمیر ہے جو آج تک احمد شاہ کا نام اونچا کیے ہوئے ہے۔

فیروز خاں کی بغاوت

۸۱۵ھ میں سلطان مظفر شاہ کے بیٹے فیروز خاں نے احمد شاہ کی تخت نشینی کی خبر سن کر بغاوت و سرکشی کا ہنگامہ بپا کیا۔ مظفر شاہ کے کئی نامی گرامی امیروں مثلاً حسام الملک' ملک شیر' ملک کریم خسرو' جیون دیو اور بیاگداس کھتری وغیرہ نے فیروز خاں کا ساتھ دیا اور لشکر اور سامان جنگ جمع کرنے کی کوششوں میں مصروف ہوئے۔

احمد شاہ کے مخالفین کا اتحاد

مفسدوں اور ہنگامہ پروروں نے کنبایت کے حاکم امیر محمود ترک کو بھی اپنے ساتھ ملا لیا۔ اس کے علاوہ سلطان مظفر شاہ کا دوسرا بیٹا ہیبت خاں بھی اپنا لشکر لے کر فیروز خاں کے پاس سورت کے نواح میں آ گیا۔ ہیبت خاں کی تقلید میں سعادت خاں اور شیر خاں بن سلطان مظفر شاہ بھی جلد از جلد کنبایت پہنچ گئے۔ احمد شاہ کے تمام مخالفین دریائے نربدہ کے کنارے مقیم ہوئے اور آپس میں صلاح و مشورہ کرنے لگے۔ یہ سب لوگ تقریباً سات آٹھ ہزار سواروں کے ہمراہ بروج کی طرف روانہ ہوئے۔

سلطان ہوشنگ سے مدد کی درخواست

فیروز خاں نے اپنے سر پر چتر شاہی لگایا بارگاہ سرخ تیار کروائی اور اس طرح اپنی شان و شوکت میں پہلے سے سوگنا اضافہ کیا۔ اس کے بعد اس نے سلطان ہوشنگ کو ایک خط لکھا جس میں امداد و اعانت کی درخواست کی گئی تھی۔ ہوشنگ نے اس شرط پر امداد دینے کا وعدہ کر لیا کہ کامیابی کے بعد فیروز خاں ہوشنگ کو ہر منزل کے معاوضے میں ایک کروڑ تنکے دے گا۔

زمینداروں کے لیے خلعت اور گھوڑے

بیاگداس اور جیون دیو کے مشورے کے مطابق فیروز خاں نے زمینداروں کے لیے بھی گھوڑے اور خلعت روانہ کیے اور ان کے نام کے فرمان جاری کر کے انہیں اپنی اطاعت کی ترغیب دی۔

احمد شاہ کی دور اندیشی

سلطان احمد شاہ اگرچہ نوجوان اور ناتجربہ کار انسان تھا لیکن اس نے اس معاملے میں بڑی دور اندیشی اور عقل مندی سے کام لیا اور جنگ کرنے میں تعجیل نہ کی۔ اس نے پہلے تو اپنے چند مخصوص ملازمین کی معرفت فیروز خاں کے نام ایک نصیحت آمیز خط بھیجا لیکن جیون دیو اور بیاگ داس کی فتنہ پردازیوں کی وجہ سے فیروز خاں پر اس خط کا کوئی اثر نہ ہوا۔

marfat.com

Marfat.com

بیاگ داس کا غرور اور تکبر

احمد شاہ نے جب دیکھا کہ سوائے جنگ کے اور کوئی چارہ کار نہیں ہے تو اس نے ادم بھکر کو اس مہم پر نامزد کیا۔ ایک زبردست جنگ کے بعد ادم بھکر کو شکست ہوئی۔ فیروز خانیوں کی اس فتح کا سہرا بیاگ داس کے سر بندھا اس وجہ سے اس کا دماغ عرش پر جا پہنچا اور وہ اپنے آپ کو سب سے اعلیٰ و ارفع انسان سمجھنے لگا۔ دوسرے امیروں نے جب اس کی یہ حالت دیکھی تو وہ اس کی جان کے دشمن ہو گئے اور اسے قتل کرنے کی کوشش کرنے لگے۔

احمد شاہ کا پیغام فیروز خاں کے نام

اس ہنگامے میں فیروز خاں کے اکثر امیر اس سے علیحدہ ہو کر احمد شاہ سے مل گئے۔ احمد شاہ سفر کی منزلیں طے کرتا ہوا بھروچ روانہ ہوا۔ دشمن کے قرب و جوار میں پہنچ کر احمد شاہ نے ایک بار پھر فیروز خاں کے پاس اپنا قاصد بھیجا اور اسے یہ پیغام دیا۔ "سلطان مظفر شاہ نے اس ملک کی حکومت میرے سپرد کی ہے۔ خدا کا شکر ہے کہ میری حکومت مضبوط و مستحکم بنیادوں پر قائم ہے اور رعایا ہر طرح سے میری مطیع و فرماں بردار ہے۔ تمہارے ارد گرد جو کمینے اور بدمعاش جمع ہو گئے ہیں تمہیں ان کی قوت پر بھروسہ نہیں کرنا چاہیے بلکہ اپنی حرکات پر نادم ہو کر معافی کا خواستگار ہونا چاہیے۔ تمہیں معلوم ہونا چاہیے کہ بغاوت کا انجام برا ہوتا ہے۔ سلطان مظفر شاہ نے تمہیں جو جاگیریں عنایت کی ہیں انہیں پر قناعت کرو۔

مجرموں کی معافی

فیروز خاں اپنے تمام ساتھیوں کے ساتھ قلعہ بروج میں پناہ گزین ہو گیا تھا۔ اس نے اور اس کے بھائیوں نے احمد شاہ کا پیغام سنا۔ فیروز خاں تو خاموش رہا البتہ اس کے بھائیوں کو سخت ندامت ہوئی اور انہوں نے ہیبت خاں کو بھیج کر احمد شاہ سے معافی طلب کی۔ احمد شاہ نے ہیبت خاں کو شاہی عنایات سے سرفراز کر کے سب مجرموں کو عام معافی دے دی۔ اس کے بعد ہیبت خاں واپس قلعہ بروج میں گیا اور فیروز خاں، شیر خاں اور سعادت کو ساتھ لے کر بادشاہ کی خدمت میں آیا۔ احمد شاہ نے ہر ایک کو انعام و اکرام سے مالا مال کیا اور اپنی اپنی جاگیروں کو واپس جانے کی اجازت دے دی۔

سلطان ہوشنگ کی آمد اور واپسی

احمد شاہ کا پٹن واپس جانے کا ارادہ تھا کہ اسے اطلاع ملی کہ ہوشنگ جو اپنے ملک سے فیروز خان کی مدد کے لیے روانہ ہوا تھا گجرات کی طرف آ رہا ہے۔ احمد شاہ نے پہلے تو عماد الملک کو ایک زبردست لشکر کے ساتھ ہوشنگ کے مقابلے کے لیے روانہ کیا اور پھر خود بھی عماد الملک کے پیچھے پیچھے تجربہ کار سپاہیوں اور دیانتدار مصاحبوں کا ایک لشکر لے کر چل پڑا اور سفر کی منزلیں طے کرتا ہوا ہوشنگ کے قریب پہنچ گیا۔ سلطان ہوشنگ کو جب فریق مخالف کی آمد کی اطلاع ملی تو وہ اپنے ارادے پر سخت نادم ہوا اور واپس اپنے ملک چلا گیا۔ سلطان احمد شاہ بھی واپس اپنے شہر اساول میں آ گیا۔

احمد آباد کی تعمیر

۸۱۵ھ میں سلطان احمد شاہ نے شیخ احمد "کھٹو" کے مشورے سے دریائے سابرمتی کے کنارے ایک نیا شہر آباد کیا اور اس کا نام "احمد آباد" رکھا۔ تھوڑے سے عرصے ہی میں یہ شہر آباد ہو گیا اور سلاطین گجرات نے اسے اپنا پایہ تخت قرار دیا سابق پایہ تخت اساول احمد آباد کا ایک قصبہ بنا دیا گیا۔

marfat.com

Marfat.com

عمارات و بازار

اگرچہ احمد آباد میں بادشاہوں اور امراء وغیرہ کے محلات و مکانات پختہ ہیں۔ لیکن عام لوگوں کی رہائش گاہیں مٹی کی بنی ہوئی ہیں۔ شہر کے اس حصے میں جو دربار شاہی سے متصل ہے تین بڑے بڑے پختہ ایوان تعمیر کئے گئے انہیں گچ اور چونا سے مستحکم کر کے "ترپولیہ" کے نام سے موسوم کیا گیا۔ اس شہر کا بازار بہت وسیع ہے اس کی وسعت کا اندازہ اس سے کیا جا سکتا ہے کہ بازار میں بیک وقت دس چھکڑے پہلو بہ پہلو چل سکتے ہیں بازار کی تمام دکانیں پختہ ہیں۔

دنیا کا خوبصورت ترین شہر

شہر میں ایک قلعہ اور ایک جامع مسجد بھی ہے شہر سے باہر تین سو سات پورے آباد ہیں۔ ہر پورے میں ایک مسجد اور ایک بازار ہے احمد آباد کو آبادی اور دوسری خصوصیات کی بنا پر کل ہندوستان ہی کا نہیں بلکہ ساری دنیا کا خوبصورت ترین شہر کہا جا سکتا ہے۔

فیروز خاں کا نیا ہنگامہ

فیروز خاں بن مظفر شاہ اور اس کے ساتھیوں نے اپنی جاگیروں پر پہنچنے کے بعد ۸۱۵ھ میں ایک بار پھر فتنہ و فساد کا بازار گرم کیا۔ ملک علائی بدر نامی ایک امیر جو سلطان مظفر شاہ کا ایک قریبی عزیز تھا اس ہنگامے میں سب سے آگے آگے تھا۔ ان مفسدوں نے ایدر کے راجہ رنمل کو جو پانچ ہزار سواروں کا مالک تھا قلعہ ایدر عطا کرنے کا لالچ دے کر اپنا رفیق کار بنا لیا۔

احمد شاہ کا عزم مہراسہ

مہراسہ کے جاگیردار سید ابراہیم الخاطب بہ رکن خاں نے بھی فیروز خاں کا ساتھ دیا اور اس طرح فیروز خاں کے پاس ایک اچھا خاصہ لشکر جمع ہو گیا۔ احمد شاہ کو جب اس ہنگامے کی اطلاع ہوئی تو اس نے لشکر جمع کر کے مہراسہ کا رخ کیا۔ راستے میں رکن خاں کی ترغیب سے فتح خاں نے بھی بادشاہ کا ساتھ چھوڑ دیا اور فیروز خاں سے جا ملا۔ فیروز خاں نے ملک علائی بدر اور رکن خاں کو مہراسہ کے قلعے میں چھوڑا اور خود راجہ رنمل کے ساتھ رنگ پور میں (جو مہراسہ سے پانچ کوس کے فاصلے پر ہے) قیام پذیر ہوا۔

جنگ کی تیاریاں

سلطان احمد شاہ نے اپنے پرانے طریقے پر عمل کیا اور باغیوں کے قریب پہنچ کر علماء فضلاء کے ایک گروہ کو ملک علائی بدر اور رکن خاں کے پاس روانہ کیا۔ ان علماء نے باغیوں کو بغاوت کے نقصانات سے آگاہ کیا اور امن چین سے رہنے کی تلقین کی۔ باغیوں نے علماء کی نصیحت کو قابل اعتناء نہ سمجھا اور ضد پر اڑے رہے۔ اس صورت حال کے پیش نظر سلطان احمد شاہ نے اپنے لشکر کو درست کیا اور قلعے کی طرف روانہ ہوا۔ فیروز خاں نے اپنے لشکر کے ایک چنیدہ حصے کو ملک علائی بدر کی مدد کے لیے روانہ کیا اور اسے جنگ کرنے کے لیے اکسایا۔

احمد شاہ کا رعب

ملک علائی بدر، رکن خاں، سیف خاں اور آنکس خاں نے قلعے کو اپنی فوجوں سے مستحکم کیا اور سلطان احمد شاہ سے لڑنے کے لیے باہر نکلے اس سے پہلے کہ کشت و خون کا بازار گرم ہوتا باغیوں پر سلطان احمد شاہ کا ایسا رعب طاری ہوا کہ وہ حواس باختہ ہو کر واپس قلعے کے اندر بھاگ گئے۔

باغیوں کی مکاری

احمد شاہ نے قلعے کا محاصرہ کر لیا اور چند مرتبہ اپنے قاصدوں کو اہل قلعہ کے پاس بھیج کر صلح کی نصیحت کی۔ ملک علائی بدر آنکس خاں

marfat.com

Marfat.com

نے ریاکاری اور چالاکی سے یہ جواب دیا کہ "اگر فلاں فلاں امیر قلعہ کے قریب آکر ہم سے عہد و پیماں کریں تو ہم لوگ مطمئن ہو کر قلعے سے باہر نکل کر بادشاہ کی خدمت میں حاضر ہوں گے۔ سلطان احمد شاہ ان مکاروں کی مکاری میں آگیا اور اس نے اپنے نامی گرامی امراء خاں اعظم اژدر خاں' ملک اشرف' عزیز الملک نور بیگ میمنہ' نظام الملک اور سعد الملک' نور بیگ میسرہ وغیرہ کو قلعہ کے قریب روانہ کیا اور ان سے اتنا کہہ دیا کسی حالت میں بھی ملک بدر کے فریب سے غافل نہ ہوں اور قلعے کے اندر نہ جائیں۔

صلح کی بات چیت

سلطان احمد شاہ کے امراء جب قلعے کے قریب پہنچے تو ملک بدر' اور آنکس خاں حصار کے اوپر سامنے آئے اور انہوں نے فیروز خاں کی طرف سے گفتگو شروع کی۔ باغیوں نے بڑے ملائم اور شائستہ انداز سے بات چیت شروع کی لیکن ان لوگوں نے یہ اندازہ کر لیا کہ احمد شاہی امراء کو گرفتار کرنا مشکل ہے لہٰذا وہ حصار سے اتر کر گھوڑوں پر سوار ہو کر قلعے سے باہر آئے۔ احمد شاہی امراء بھی گھوڑوں پر سوار تھے وہ بھی اسی عالم میں باغیوں کے پاس پہنچے فریقین میں بات چیت شروع ہو گئی۔

نظام الملک اور سعد الملک کی گرفتاری

اسی دوران میں باغیوں کے وہ آدمی جو کمین گاہ میں چھپے تھے باہر نکلے اور احمد شاہی امراء پر حملہ آور ہوئے۔ اژدر خاں اور عزیز الملک نے فوراً اپنے گھوڑوں کو بھگایا اور جلد از جلد سلطان احمد شاہ کے پاس پہنچ گئے۔ لیکن نظام الملک اور سعد الملک اپنا تحفظ نہ کر سکے اور انہیں باغیوں نے گرفتار کر لیا۔ اور اپنے ساتھ قلعے میں لے گئے ان دونوں احمد شاہی امیروں نے قلعے میں داخل ہوتے وقت بلند آواز سے کہا۔ "اگرچہ ہم دشمن کی مکاری کے دام میں آگئے ہیں لیکن بادشاہ ہمارا کچھ خیال نہ کرے اور جلد از جلد قلعہ پر حملہ کر دے ہمیں یقین ہے کہ شاہی اقبال سے یہ قلعہ بہت جلد فتح ہو جائے گا۔"

قلعہ مہراسہ کی فتح

سلطان احمد شاہ نے اسی وقت حملہ کیا اور ایک ہی روز میں (اور ایک دوسری روایت کے مطابق تین روز میں) قلعے کو فتح کر لیا۔ ملک بدر آنکس خاں مارے گئے۔ اور نظام الملک اور سعد الملک صحیح و سلامت سلطان احمد شاہ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ بعض تواریخ میں اس فتح کی تفصیلات دوسرے انداز سے مرقوم کی گئی ہیں لیکن ہم نے طوالت کے خوف سے انہیں نظرانداز کر دیا ہے۔

فیروز خاں کا قتل

راجہ رنمل اور فیروز خاں میں اختلاف پیدا ہو گیا۔ رنمل نے فیروز خاں کو مغلوب کر کے اس کے تمام ہاتھی گھوڑے اور دیگر سامان پر قبضہ کر لیا اور پھر یہ سامان سلطان احمد شاہ کی خدمت میں بطور اظہار خلوص بھجوا دیا۔ فیروز خاں ناگور کی طرف بھاگ گیا جہاں اسے حاکم ناگور نے قتل کر دیا۔

جلوارہ پر لشکر کشی اور چند امراء کی بغاوت

سلطان احمد شاہ نے ۸۱۶ھ میں راجہ جلوارہ پر حملہ کیا راجہ نے سلطان ہوشنگ سے مدد کی درخواست کی۔ احمد سرگنجی اور ملک شہر بن شیخ ملک جو مظفر شاہ کے نامی گرامی امیر تھے ان دوسرے احمد شاہی امراء سے جو صاحب اقتدار تھے حسد کرتے تھے۔ جب احمد شاہ نے جلوارہ پر لشکر کشی کی تو احمد سرگنجی وغیرہ کو کھیل کھیلنے کا موقع ملا اور انہوں نے علم بغاوت بلند کیا شورش پسندوں کی ایک جماعت باغیوں کی رفیق کار بنی اور ان سب لوگوں نے گجرات کے اکثر شہروں کو تباہ و برباد کیا۔

marfat.com

Marfat.com

ہوشنگ کا عزم گجرات

ہوشنگ آباد کو جب راجہ جلوہ کا پیغام ملا تو ساتھ ہی اسے گجرات کے امراء کی بغاوت کا حال معلوم ہوا اس نے موقع کو غنیمت سمجھا اور سلطان احمد شاہ کے تمام سابقہ احسانات کو فراموش کر کے ایک زبردست لشکر کے ہمراہ گجرات کی طرف روانہ ہوا۔ شہر میں پہنچ کر اس نے تباہی و بربادی کا بازار گرم کیا۔

احمد شاہ کا اقدام

سلطان احمد شاہ کو جب ہوشنگ کی فتنہ پردازی کی اطلاع ملی تو اس نے فوراً جلوارہ کی مہم کو ملتوی کر دیا اور بڑی شان و شوکت سے واپس آیا۔ سلطان نے خود تو چینا کے قریب قیام کیا اور عماد الملک سمرقندی کو ایک زبردست لشکر کے ہمراہ ہوشنگ کے دفعیے کے لیے روانہ کیا۔ نیز اپنے چھوٹے بھائی لطیف خاں کو نظام الملک کی اتالیقی میں شہہ ملک' احمد سرنگجی اور دوسرے باغی امیروں کی سرکوبی کے لیے بھیجا۔

ہوشنگ کا فرار

ہوشنگ شاہ گجراتیوں کی جنگ جوئی سے اچھی طرح واقف تھا کیونکہ مظفر شاہ کے عہد میں وہ ان سے زور آزمائی کر چکا تھا اسے جب عماد الملک کی آمد کی خبر ہوئی تو وہ فوراً بھاگ نکلا اور دھار جا پہنچا۔

باغیوں کی شکست

شہزادہ لطیف خاں نے ملک شہہ اور احمد سرنگجی سے مقابلہ کیا جو اپنی نفسیاتی خواہشات کی وجہ سے بادشاہ کے خلاف ہو گئے تھے۔ شہزادہ لطیف نے بہادری کا شاندار مظاہرہ کیا۔ ملک شہہ اور احمد سرنگجی میدان جنگ سے بھاگ نکلے۔ شہزادہ لطیف اور نظام الملک نے ان کا تعاقب کیا اور پہلی ہی منزل پر ان دونوں کا تمام سازو سامان اپنے قبضے میں کر لیا۔

ایک دوسری روایت

اس سلسلے میں ایک دوسری روایت یہ بیان کی جاتی ہے کہ ملک شہہ دشمن کے تعاقب سے بہت زیادہ پریشان ہوا اور آخر کار اس نے دشمن کے لشکر پر شب خون مارا اسے کامیابی نہ ہوئی اس لیے فرار ہو کر راجہ کرنال کے پاس پناہ گزین ہوا۔ احمد شاہ کامیاب و کامران اپنے پایہ تخت میں واپس آیا۔

احمد شاہ کا عزم کوہ کرنال

سلطان احمد شاہ نے کوہ کرنال کی بڑی تعریفیں سنی تھیں یہاں کا حاکم ایک غیر مسلم راجہ تھا جو کبھی مسلمانوں کا مطیع نہ ہوا تھا۔ بادشاہ نے سیرو تفریح کے بہانے سے لشکر تیار کیا اور کرنال کی طرف روانہ ہو گیا۔ بادشاہ جب کوہ کرنال کے علاقے میں داخل ہوا تو یہاں کے راجہ نے راستے میں چند مرتبہ احمد شاہ کا مقابلہ کیا لیکن ہر مرتبہ شکست کھا کر میدان جنگ سے بھاگ نکلا۔

کوہ کرنال کے راجہ کی اطاعت

آخری مرتبہ شکست کھا کر راجہ اپنے ایک قلعے میں جسے آج کل جوناگڑھ کہا جاتا ہے پناہ گزین ہو گیا۔ مسلمانوں کے لشکر نے قلعے کے نیچے پہنچ کر حصار کا محاصرہ کر لیا۔ اہل قلعہ محاصرے کی سختی کی تاب نہ لا سکے اور سخت پریشان ہوئے۔ جب راجہ نے کوئی راہ نجات نہ دیکھی تو اس نے مجبوراً سالانہ محصول اور لگان ادا کرنے کے وعدے سے سلطان احمد شاہ سے صلح کر لی۔ احمد شاہ نے اپنے دو نامی گرامی امراء سید ابوالخیر اور سید ابوالقاسم کو جو حقیقی بھائی تھے محصول وصول کرنے کے لیے وہیں چھوڑا اور خود احمد آباد واپس آ گیا۔

marfat.com

Marfat.com

سید پور کے مندر کی تباہی

واپسی پر راستے میں سلطان احمد شاہ نے سید پور کے مندر کو مسمار کیا۔ اس مندر میں بہت سی دولت اور بے شمار زر و جواہر تھے یہ سب کچھ سلطان احمد شاہ نے اپنے قبضے میں کر کے غرباء میں تقسیم کر دیا۔

نواح گجرات کے غیر مسلموں کی سرکوبی

اسی سال بادشاہ نے ملک تحفہ کو جو تاج الملک کے خطاب سے مشہور تھا نواح گجرات کے غیر مسلم باشندوں کی سرکوبی و سرزنش کے لیے روانہ کیا۔ تاج الملک نے پوری توجہ اور انہماک سے باغیوں کو درست کیا اور ان پر دوبارہ جزیہ مقرر کیا بہت سے غیر مسلم اس مہم میں مشرف بہ اسلام ہوئے۔

غیر مسلموں سے جنگ

بادشاہ نے غیر مسلموں سے جہاد کرنے کے لیے ۸۱۹ھ میں ناگور تک کا سفر اختیار کیا۔ دوران سفر میں بادشاہ یہ معلوم کرتا جاتا تھا کہ غیر مسلموں کے مندر اور عبادت گاہیں کہاں کہاں ہیں۔ جب کسی ایسی عمارت کا سراغ ملتا تو بادشاہ فوراً وہاں پہنچ جاتا اور عمارت کو مسمار کر کے تمام زر و جواہر اور دولت اپنے قبضے میں کر لیتا۔

ناگور کا محاصرہ

ناگور پہنچ کر سلطان احمد شاہ نے شہر کا محاصرہ کر لیا اور شہر کو فتح کرنے کی کوشش شروع کر دی۔ دہلی کے حاکم نصرت خاں نے بھی اس طرف کا رخ کیا۔ جب وہ بہت قریب پہنچ گیا تو سلطان احمد شاہ نے ناگور کا محاصرہ اٹھا لیا اور مالوہ کے راستے سے احمد نگر واپس آ گیا۔

سلطان احمد شاہ کا عزم ندربار

یہ اکثر ہوا کرتا تھا کہ اسیر کا حاکم ملک نصیر اور مالوہ کا حاکم سلطان ہوشنگ دونوں ہی سلطان احمد شاہ سے دشمنی کی وجہ سے سلطان پور ندربار کو تباہ و برباد کیا کرتے تھے اور یہاں کی رعایا کو طرح طرح کی تکالیف و مصائب میں مبتلا کیا کرتے تھے۔ سلطان احمد شاہ اس فتنے کا سدباب کرنے کے لیے ۸۲۱ھ میں ندربار کی طرف روانہ ہوا۔

ملک نصیر کا فرار

سلطان احمد شاہ نے منزل مقصود پر پہنچنے سے پہلے ایک زبردست لشکر قلعہ تنبول پر متعین کیا جو گجرات دکن اور خاندیش کی سرحد پر واقع ہے۔ بادشاہ جب ندربار کے قریب پہنچا تو ملک نصیر خوف سے بھاگ کر اسیر کی طرف چلا گیا۔ جو لشکر قلعہ تنبول پر متعین ہوا تھا اس نے وہاں کے راجہ کو تسلی دی اور اسے ساتھ لے کر احمد شاہ کی خدمت میں حاضر ہو گیا۔

ہوشنگ کو گجرات پر حملہ کرنے کی دعوت

انہیں دنوں برسات کا موسم شروع ہو گیا اس لیے بادشاہ نے احمد آباد واپس جانے کا ارادہ کیا۔ اسی دوران میں مخبروں نے یہ اطلاع دی کہ راجہ چینا نیز مندل اور نادوت نے سلطان ہوشنگ کو گجرات پر حملہ کرنے کی دعوت دی ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ ہی ایک شتر سوار ناگور سے ندربار آیا اور اس نے فیروز خاں بن شمس خاں دندانی کا ایک عریضہ بادشاہ کی خدمت میں پیش کیا اس عریضے کا مضمون یہ تھا۔

فیروز خاں بن شمس خاں کا عریضہ

"سلطان ہوشنگ نے یہ دیکھ کر کہ حضور اس وقت اپنے ملک سے بہت دور ہیں گجرات کو فتح کرنے کا ارادہ کیا ہے اور اس مقصد سے وہ اس طرف آ رہا ہے وہ اپنی خام خیالی کی بناء پر یہ سمجھتا ہے کہ حضور کی ذات سے مجھے عقیدت نہیں ہے اس لیے اس نے مجھے اس

marfat.com

Marfat.com

مضمون کا ایک خط لکھا ہے کہ گجرات کے زمینداروں نے ہوشنگ کو عریضے بھیج کر گجرات کا سفر اختیار کرنے کی دعوت دی ہے۔ ہوشنگ نے لکھا ہے کہ وہ خود سفر کے لیے تیار ہے اور مجھے بھی مستعد رہنے کو کہا ہے میری مدد طلب کی ہے اور یہ وعدہ کیا ہے کہ گجرات کو فتح کرنے کے بعد وہ نہروالہ کی حکومت میرے حوالے کر دے گا۔ چونکہ حضور میرے قبلہ و کعبہ ہیں اور آپ کے خلاف کچھ کرنا میری وضع داری کے خلاف ہے اس لیے تمام حقائق سے آپ کو باخبر کر رہا ہوں تاکہ آپ کوئی مناسب قدم اٹھائیں۔

ہوشنگ کے فتنے کا سدباب

سلطان احمد شاہ نے برسات کے موسم کی تکالیف کی کوئی پرواہ نہ کی اور اس علاقے کا سفر اختیار کیا اور دریائے نربدہ کو پار کر کے مہندری میں قیام پذیر ہوا۔ احمد شاہ نے اپنے لشکر کے ایک حصے کو علیحدہ کر کے اپنے ساتھ لیا اور حملہ کر دیا' ایک ہفتے کے عرصے میں وہ مہراسہ پہنچ گیا۔ سلطان ہوشنگ نے جو احمد شاہ کی یہ مستعدی دیکھی تو وہ بہت پریشان ہوا اور بے نیل و مرام اپنے ملک کو واپس چلا گیا۔ سلطان احمد شاہ نے فوج جمع کرنے کے لیے چند روز تک مہراسہ میں قیام کیا۔

ہوشنگ اور ملک نصیر کا ہنگامہ

سورت کے راجہ نے یہ خبریں سنیں اور اس نے اطاعت و فرماں برداری سے انکار کر کے مقررہ محصول ادا کرنے میں حیل و حجت شروع کر دی اور اس طرح راجہ نے اپنی حدود سے آگے قدم بڑھایا۔ ملک نصیر نے بھی موقع پا کر یہ ارادہ کیا کہ تھالیز کا قلعہ اپنے بھائی ملک افتخار کے قبضے سے نکال لے۔ اس سلسلے میں ہوشنگ نے ملک نصیر کی مدد کی اور اپنے بیٹے غزنین خاں کو ایک لشکر کے ساتھ سلطان پور بھیجا۔ غزنین خاں سلطان پور کے باشندوں پر ظلم و ستم ڈھانے لگا۔ سلطان پور کا صوبہ دار ملک احمد قلعے میں پناہ گزین ہو گیا اور اس نے سلطان احمد شاہ کے پاس مفسدوں کی شکایت سے بھرے ہوئے خطوط بھیجے۔

محصول کی وصولی

سلطان احمد شاہ نے مہراسہ سے راجہ سورت کی سرزنش کے لیے ملک محمود ترک کی سرکردگی میں ایک زبردست لشکر روانہ کیا تاکہ یہ لشکر سورت پہنچ کر قتل و غارت گری کا بازار گرم کرے اور راجہ سے مقررہ محصول وصول کرے۔ ملک نصیر اور غزنین خاں کی سرکوبی کے لیے مخلص الملک اور دیگر نامور امراء کو روانہ کیا گیا ان امیروں نے دوران سفر میں نادوت پر حملہ کر کے یہاں کے راجہ سے پیش کش حاصل کی۔

ملک نصیر کے قصور کی معافی

جب یہ امیر سلطان پور پہنچے تو ملک نصیر تھالیز میں پناہ گزین ہو گیا۔ وہاں غزنین خاں نے اس کی مخالفت کی ملک نصیر نے پریشان ہو کر اپنے چند خاص ساتھیوں کو سلطان احمد شاہ کی خدمت میں روانہ کیا۔ یہ لوگ کئی بار سلطان احمد شاہ کے پاس آئے اور آخر کار بادشاہ نے ملک نصیر کا قصور معاف کر دیا اور اسے نصیر خاں کے خطاب سے سرفراز کر کے خود احمد آباد واپس آ گیا۔

سلطان احمد شاہ کا عزم مالوہ

سلطان احمد شاہ نے ۸۲۲ھ میں گجرات میں نظام الملک کو اپنا قائم مقام بنایا اور اسے راجہ مندل کی سرزنش کے لیے نامزد کیا اس کے بعد مہراسہ سے مالوہ کی طرف روانہ ہو گیا۔ دوسری طرف سے سلطان ہوشنگ نے بھی قدم بڑھایا اور کالبادہ میں ایک نشیبی مقام پر اپنے خیمے لگوا کر قیام کیا۔ اس نے اپنی پشت پر ایک دیوار کھڑی کروائی اور سامنے کی طرف بڑے بڑے درختوں کو کٹوا کر نصب کیا اور اس طرح سامنے کا راستہ بند کروا دیا۔

marfat.com

Marfat.com

سلطان ہوشنگ کی شکست

سلطان احمد شاہ ایک وسیع جنگل میں قیام پذیر ہوا اور اپنی فوج کو مرتب کرنے میں مصروف ہوا- اس نے میمنہ پر احمد ترک میسرہ پر ملک فرید اور عماد الملک سمرقندی کے سپرد کیا- الغرض دونوں بادشاہ ایک دوسرے کے سامنے آئے اور سپاہی جوش سے لڑنے کے لیے تیار ہوئے فریقین میں زبردست معرکہ آرائی ہوئی سلطان ہوشنگ کے پاؤں اکھڑ گئے اور وہ مندو کی طرف بھاگ نکلا-

تعاقب

سلطان احمد شاہ نے بڑی کامیابی سے دشمن کا تعاقب کیا- ہوشنگ بے تحاشا بھاگتا چلا گیا اس کا بہت سا سامان گجراتیوں کے ہاتھ لگا اور گجرات کا ہر چھوٹا بڑا دیکھتے ہی دیکھتے دولت مند ہو گیا- مندو کے نواح میں ہر طرح کے درخت پائے جاتے تھے گجراتیوں نے ان تمام درختوں کو اکھاڑ پھینکا اور تباہی و بربادی کا ایسا بازار گرم کیا کہ الامان والحفیظ-

احمد آباد کو واپسی اور انعقاد جشن

چونکہ بارشیں شروع ہو گئی تھیں اس لیے سلطان احمد شاہ' احمد آباد کی طرف واپس ہوا- راستے میں اس نے نادوت وغیرہ باغی ریاستوں کو تنبیہہ کی اور کامیاب و کامران احمد آباد پہنچا- یہاں اس نے ایک عظیم الشان جشن منعقد کیا اور امراء فقراء اور سادات وغیرہ کو دولت سے مالا مال کیا' ہر سپاہی کو جس نے میدان جنگ میں بہادری کا مظاہرہ کیا تھا خاص نوازشات سے سرفراز کیا-

مالوہ کی بربادی

اس سال کے آواخر میں سلطان احمد شاہ نے سوانگرہ کا قلعہ تعمیر کیا اور مسجد کی بنیاد ڈالی اس کے بعد بادشاہ اندروان کی طرف روانہ ہوا مالوہ کو تباہ و برباد کرنے کا حکم دیا- سلطان ہوشنگ نے فوراً اپنے قاصد احمد شاہ کی خدمت میں روانہ کیے اور صلح کی بات چیت کی احمد شاہ نے ان کی درخواست قبول کر لی اور اپنے ملک کو واپس ہوا- راستے میں اس نے ایک بار پھر چنانیر کی ریاست کو تباہ و برباد کیا-

چنانیر پر لشکر کشی

۸۲۳ھ میں سلطان احمد شاہ نے چنانیر کو فتح کرنے کے ارادے احمد آباد سے قدم باہر نکالا- منزل مقصود پر پہنچ کر بادشاہ نے چنانیر کا محاصرہ کر لیا- محاصرے کی شدت کی وجہ سے چنانیر کا راجہ پریشان ہو گیا- اور اس نے سلطان احمد شاہ کی اطاعت اور ہر سال پیشکش ادا کرنے کا وعدہ کیا اس کے بعد بادشاہ احمد آباد واپس آ گیا-

مندو پر سلطان احمد شاہ کا حملہ

سلطان ہوشنگ نے اپنی عاقبت نااندیشی سے سلطان احمد شاہ کو پھر ناراض کر دیا- احمد شاہ نے ایک زبردست لشکر تیار کیا اور ۸۲۸ھ میں مالوہ پر حملہ کر دیا اور قلعہ مندو کے نیچے پہنچ گیا اور سارنگ پور کے دروازے کے رخ پر قیام کیا- سلطان احمد شاہ نے پوری توجہ اور انہماک سے قلعے کا محاصرہ کیا اور اپنے امیروں میں مورچل تقسیم کیے- سلطان ہوشنگ قلعے کی مضبوطی اور استحکام سے پوری طرح مطمئن تھا- اس نے ارادہ کیا کہ کوئی ایسا کار مردانہ انجام دے کہ اس کی یاد ایک عرصے تک لوگوں کے دلوں میں تازہ رہے-

ہوشنگ کی جاج نگر کو روانگی اور واپسی

سلطان ہوشنگ نے اپنے پایہ تخت کو اپنے ایک قابل اور ذہین امیر کے سپرد کیا- اور خود چھ ہزار تجربہ کار سپاہیوں کے ساتھ ناگوری دروازے سے باہر نکلا اور بہترین ہاتھیوں کو گرفتار کرنے کے لیے جاج نگر کی طرف روانہ ہو گیا- ہوشنگ جاج نگر پہنچا جیسا کہ مناسب موقع پر تفصیل سے بیان کیا گیا ہے چھ ماہ کے بعد وہ بہت سے قوی ہیکل ہاتھیوں کو گرفتار کر کے واپس مندو میں آیا-

marfat.com
Marfat.com

موقع پا کر قلعے سے باہر نکلا اور اس نے سلطان احمد شاہ کا تعاقب کیا۔ دونوں میں پھر ایک بار جنگ ہوئی۔ اس جنگ میں بھی احمد شاہ ہی کو فتح نصیب ہوئی اور جاج نگر کے وہ ہاتھی جنہیں ہوشنگ بہت عزیز رکھتا تھا احمد شاہ کے قبضے میں آئے۔

احمد آباد کو واپسی

سلطان احمد شاہ کامیاب و کامران احمد آباد واپس آیا اور حضرت شیخ کینو ؒ کی بہت عزت و توقیر کی کہ جنہوں نے اس فتح کی بشارت دی تھی۔ ان گنت گجراتی شیخ صاحب کے معتقد ہوئے۔ اس سفر میں چونکہ لشکر گجرات نے بہت زیادہ محنت کی تھی اور بے شمار مصیبتوں کا سامنا کیا تھا اس لیے سلطان احمد شاہ نے چند برس امن و اطمینان سے گزارے اور کسی ملک پر لشکر کشی نہ کی۔

شہر احمد نگر کی تعمیر

۸۲۹ھ میں سلطان احمد شاہ نے قلعہ ایدر کا سفر اختیار کیا اور دریائے سابرمتی کے کنارے قیام کر کے ایک نیا شہر آباد کیا جس کا نام "احمد نگر" رکھا گیا۔ اس شہر کے پہلو میں بادشاہ نے ایک قلعہ بھی تعمیر کروایا اور اس علاقے کے مختلف شہروں میں اپنی فوجیں بھیج کر تباہی و بربادی کا بازار گرم کیا۔ ساز و سامان لوٹا گیا اور جو باشندہ نظر آیا اسے تلوار کے گھاٹ اتارا گیا۔ قلعہ احمد نگر کے بعد سلطان احمد شاہ ایدر پہنچ گیا۔

قلعہ ایدر کی فتح

سلطان احمد شاہ نے ایک ہی روز میں نہ صرف قلعہ ایدر کو (جسے سلطان مظفر شاہ نے بھی فتح کیا تھا) بلکہ تین اور قلعوں کو بھی فتح کیا۔ راجہ ایدر بیجا نگر کے جنگلوں میں روپوش ہو گیا اور سلطان احمد شاہ کامران واپس آیا۔

ایدر پر دوبارہ لشکر کشی

۸۳۰ھ میں احمد نگر کا شہر اور قلعہ پوری طرح مکمل و آباد ہو گئے۔ احمد شاہ نے دوبارہ ایدر کا رخ کیا ایدر کے راجہ مسمی پونجا رائے نے اپنے بزرگوں کا جمع کیا ہوا خزانہ صرف کر کے لشکر میں بے حد اضافہ کیا اور احمد شاہ سے نجات حاصل کرنے کی بہت کوشش کی لیکن اسے کامیابی حاصل نہ ہوئی۔ آخر کار وہ مجبور ہو کر اپنے ملک کی حدود سے باہر چلا گیا اور ادھر ادھر گھومنا شروع کر دیا۔

راجہ پونجا نے ۵ جمادی الاول ۸۳۱ھ کو گجراتیوں کی ایک جماعت پر جو غلہ فراہم کرنے کو نکلی تھی حملہ کر دیا لیکن شکست کھا کر بھاگ گیا۔ کامیابی ہوئی تو اتنی کہ گجراتیوں کا نامی ہاتھی گرفتار کر کے اپنے ساتھ لیتا گیا۔

راجہ ایدر کی ہلاکت

گجراتیوں کو جب راجہ پونجا کی اس ناشائستہ حرکت کی اطلاع ہوئی تو انہوں نے راجہ کا تعاقب کیا اور پہاڑی علاقے میں ایک تنگ مقام پر اس کو جا پکڑا اور فریقین میں لڑائی شروع ہو گئی راجہ نے گجراتیوں کا جو ہاتھی گرفتار کیا تھا اس کا فیل بان بہت ہی ذی عقل اور ہوشیار تھا اس نے موقع پا کر اپنے ہاتھی کو راجہ کے گھوڑے پر چڑھا دیا۔ راجہ کا گھوڑا بھڑکا اور مع سوار کے پہاڑ سے نیچے گر پڑا راجہ اور گھوڑا دونوں ہلاک ہو گئے فیل بان نے ہاتھی کو گجراتیوں کے لشکر میں پہنچا دیا اور راجہ کی فوج پریشان ہو کر ادھر ادھر بکھر گئی اور کسی نے راجہ کی لاش کی طرف توجہ نہ دی۔

راجہ کے کٹے ہوئے سر کی شناخت

ایک روز کوئی شخص راجہ پونجا کی لاش کے قریب سے گزرا اس نے راجہ کو پہچان لیا اور اس کا سر کاٹ کر سلطان احمد شاہ کی خدمت میں لے آیا۔ بادشاہ نے یہ معلوم کرنے کے لیے کہ یہ سر واقعی راجہ کا ہے یا نہیں چند آدمیوں کو یہ سر دکھایا اور ان سے شناخت کے لیے

marfat.com

Marfat.com

کہا لیکن کسی نے نہ پہچانا آخر ایک ایسا آدمی آیا جو پہلے راجہ کا ملازم تھا اس نے راجہ کا سر دیکھتے ہی پہلے تو ادب و احترام سے اپنا سر جھکا کر سلام کیا اور پھر سلطان احمد شاہ سے کہا کہ "ہاں یہ راجہ ہی کا سر ہے۔" بادشاہ کو اس شخص کی وفاداری کی ادا بہت بھائی اور اسے انعام و اکرام سے مالا مال کیا۔

وبیراؤ کی اطاعت

دوسرے روز سلطان احمد شاہ ایدر کی طرف روانہ ہوا اور بیل نگر میں ایک زبردست فوج بھیج کر اس کے نواح میں تباہی و بربادی کا بازار گرم کیا۔ پونجا کی ہلاکت کے بعد اس کا بیٹا وبیراؤ باپ کا جانشین مقرر ہوا تھا اس نے سلطان احمد شاہ کے سامنے بڑی عاجزی و انکساری کا اظہار کیا۔ اور ہر سال تین لاکھ نقرئی تنکے احمد شاہی خزانہ میں جمع کرنے کا وعدہ کیا۔ احمد شاہ نے وعدے پر اس سے صلح کر لی۔ بادشاہ نے صفدر الملک کو احمد نگر کا حاکم مقرر کیا اور ولایت گنگوارہ کو تباہ و برباد کرتا ہوا احمد آباد واپس آیا۔

ایدر پر ایک اور حملہ

۸۳۲ھ میں سلطان احمد شاہ نے ایدر پر ایک بار پھر حملہ کیا اور ۲۶ صفر کو وہاں کا ایک مشہور قلعہ فتح کر کے حصار میں داخل ہوا۔ اور وہاں ایک مسجد تعمیر کر کے خداوند تعالیٰ کا شکر ادا کیا اس کے بعد بادشاہ احمد آباد واپس آ گیا۔

حاکم جھالودہ برہان پور میں

۸۳۳ھ میں جھالودہ کے حاکم کانہارائے کو یہ معلوم ہوا کہ سلطان احمد شاہ نے ایدر کے تمام معاملات طے کرنے کے بعد دوسرے زمینداروں کی طرف توجہ کی ہے۔ یہ سنتے ہی راجہ کانہا تمام مال و اسباب لے کر جالودہ کے باہر نکل گیا جب یہ خبر احمد آباد پہنچی تو احمد شاہ نے ایک لشکر راجہ کے تعاقب میں روانہ کیا بڑی مشکلوں کا سامنا کرتا ہوا راجہ کانہا برہان پور اسیر پہنچا اور اس نے نصیر خاں کی خدمت میں دو ہاتھی بطور نذرانہ پیش کیے۔ ان دنوں برہان پور کا حاکم سلاطین دکن کی دوستی کی وجہ سے بے حد مغرور ہو رہا تھا اس نے سلطان احمد شاہ کے تمام سابقہ احسانات کو فراموش کر کے راجہ کانہا کو اپنے ملک میں جگہ دے دی۔

راجہ کانہا بہمنی دربار میں

کچھ دنوں کے بعد راجہ کانہا نصیر خاں کے مشورے سے اس کا سفارش نامہ لے کر سلطان احمد شاہ بہمنی کے دربار میں حاضر ہوا اور اس سے مدد کی درخواست کی۔ فرمانروائے دکن نے راجہ کی مدد کے لیے ایک لشکر نامہ نامزد کیا تاکہ یہ لشکر سلطان پور ندربار تک کے علاقے کو برباد و تاراج کرے۔

دکنی لشکریوں کی شکست

احمد شاہ گجراتی نے اپنے بیٹے محمد شاہ کو اس مہم پر نامزد کیا۔ سپہ سالار مقرب الملک اور دوسرے فوجی سردار سید ابوالخیر' سید ابوالقاسم' سید عالم اور افتخار الملک وغیرہ شہزادہ محمد شاہ کے ساتھ روانہ ہوئے۔ فریقین میں زبردست معرکہ آرائی ہوئی جس کے نتیجے میں گجراتیوں کو فتح نصیب ہوئی۔ ان گنت دکنی تلوار کے گھاٹ اتارے گئے جو بچے انہوں نے راہ فرار اختیار کی اور دولت آباد میں پناہ گزین ہوئے۔

نیا دکنی لشکر

سلطان احمد شاہ بہمنی کو اپنے لشکر کی شکست کی خبر ملی تو اس نے اپنے بیٹوں شہزادہ علاؤ الدین اور خان جہاں کو گجراتی محمد شاہ کے مقابلے پر روانہ کیا۔ احمد شاہ بہمنی نے ایک لشکر جرار کے ہمراہ مشہور امیر قدر خاں دکنی کو بھی شہزادہ علاؤ الدین کے ساتھ کیا۔ شہزادہ علاؤ الدین قدر خاں دکنی کے مشورے سے سفر کی منزلیں جلد از جلد طے کرتا ہوا دولت آباد کے نواح میں جا پہنچا۔ اس جگہ نصیر خاں (جو شہزادہ

marfat.com

Marfat.com

کا خسر تھا) حاکم برہان پور' راجہ کانہا کو ساتھ لے کر شہزادہ سے آملا۔

دکنی اور گجراتیوں میں جنگ

دکنیوں کو اس تازہ مدد کے پہنچنے سے بڑی تقویت ہوئی اور وہ دشمن سے مقابلہ کرنے کے لیے آگے بڑھے سفر کی چند منزلیں طے کرنے کے بعد درہ مانک پونج پر دکنیوں کا شہزادہ محمد شاہ سے سامنا ہوا۔ طرفین میں خون ریز جنگ چھڑ گئی نوبت یہاں تک پہنچی کہ فریقین کے سپہ سالار قدر خاں دکنی اور مقرب خاں ملک ایک دوسرے سے دست و گریبان ہو گئے۔ گجراتی سپہ سالار غالب آیا اور قدر خاں دکنی ہلاک ہوا۔

دکنی لشکر کی دوسری شکست

افتخار الملک نے شہزادہ علاؤ الدین کے لشکر خاصہ پر حملہ کر کے چند ہاتھیوں کو گرفتار کیا اور دشمن کے سپاہیوں کو پراگندہ کر دیا۔ اس حملے کے بعد دکنی شہزادے میں میدان جنگ میں ٹھہرنے کی ہمت نہ رہی وہ حواس باختہ ہو کر بھاگ نکلا۔ شہزادہ علاؤ الدین دولت آباد میں پناہ گزین ہوا' راجہ کانہا اور نصیر فاروقی خاندیش چلے گئے شہزادہ محمد شاہ اپنے ملک میں واپس آ گیا۔

مہائم پر اہل دکن کا قبضہ

اسی سال قطب نامی ایک گجراتی امیر نے جو جزیرہ مہائم کا حاکم تھا داعی اجل کو لبیک کہا۔ احمد شاہ بہمنی نے اس موقع کو غنیمت سمجھا اور اپنی سابقہ شکستوں کا انتقام لینے کے لیے اپنے ایک نامی گرامی امیر ملک التجار کو مہائم کی فتح کے لیے روانہ کیا۔ ملک التجار نے حسن تدبیر سے کام لے کر مہائم کو فتح کر لیا اور اس طرح وہاں دکنی تسلط قائم ہو گیا۔

شہزادہ ظفر خاں کا عزم مہائم

سلطان احمد شاہ گجراتی نے مہائم پر دوبارہ قبضہ کرنے کا ارادہ کیا اس مقصد کے لیے اس نے اپنے چھوٹے بیٹے شہزادہ ظفر خاں کو افتخار الملک کی اتالیقی میں روانہ کیا اور بندر دیو کے کوتوال مخلص الملک کے نام اس مضمون کا ایک فرمان روانہ کیا کہ ممالک محروسہ کی تمام بندرگاہوں کے جہازوں کو تیار کر کے شہزادہ ظفر خاں کی خدمت میں حاضر ہو جائے۔

دکنی چوکی کا محاصرہ

مخلص الملک نے جلد از جلد شاہی حکم کی تعمیل کی اور دیب' کھوکہ اور کنبایت کی بندرگاہوں سے سترہ جہاز لے کر مہائم کے قریب شہزادہ ظفر خاں کی خدمت میں پہنچ گیا۔ شہزادے نے امیروں کے مشورے سے جہازوں کو تو الگ روانہ کیا اور خود خشکی کے راستے سے آگے بڑھا گجراتیوں نے دکنی چوکی یعنی قصبہ تھانہ کا محاصرہ کر لیا۔

شہزادہ ظفر خاں سپہ سالار افتخار الملک کو ملک سہراب سلطانی کے ساتھ اپنے سے پہلے روانہ کیا۔ بلدہ تھانہ کا کوتوال گجراتیوں کا مقابلہ نہ کر سکا اور قلعہ بند ہو گیا قلعے کا محاصرہ کر لیا۔ اسی دوران میں گجراتیوں کے جہاز بھی پہنچ گئے اور تمام راستے مسدود ہو گئے۔

تھانہ پر گجراتیوں کا قبضہ

دو تین روز تک فریقین میں معرکہ آرائی ہوتی رہی لیکن جب ظفر خاں اس جگہ پہنچا تو تھانہ کا حاکم قلعے سے باہر آ کر دشمن سے بڑی بہادری سے لڑا مگر حاکم تھانہ کو کسی طرف سے مدد نہ مل سکی۔ اس وجہ سے اس کے قدم میدان جنگ سے اکھڑ گئے اور اس نے راہ فرار اختیار کی۔ ظفر خاں نے تھانہ پر قبضہ کر لیا اور اپنے سپاہیوں کی ایک جماعت قلعے کی حفاظت کے لیے چھوڑ کر خود مہائم کی طرف بڑھا۔

marfat.com

Marfat.com

ظفر خاں کی فتح

ملک التجار نے بڑے بڑے درختوں کو کاٹ کر ساحل کو بند کر دیا۔ گجراتی فوج جب ساحل پر پہنچی تو اسے میدان میں اترنے کا راستہ مسدود ملا لیکن انہوں نے ہمت نہ ہاری اور کسی نہ کسی طرح میدان میں پہنچ گئے۔ طرفین میں زبردست لڑائی ہوئی صبح سے شام تک تلواریں چلتی رہیں اگرچہ بہادری و جرات کا مظاہرہ دونوں اطراف سے ہوا۔ لیکن فتح ظفر خاں ہی کو نصیب ہوئی۔

بہمنی فرماں روا کی طرف سے ملک التجار کی مدد

شکست کھانے کے بعد ملک التجار ایک جزیرے میں پناہ گزین ہوا۔ گجراتیوں کے جہاز بھی منزل مقصود پر پہنچ گئے اور اس طرح خشکی و تری دونوں پر گجراتیوں کا قبضہ ہو گیا۔ ملک التجار نے احمد شاہ بہمنی سے مدد کی درخواست کی۔ احمد شاہ بہمنی نے اپنے چھوٹے بیٹے محمد خاں کو دس ہزار سواروں اور ساٹھ ہاتھیوں کے ہمراہ روانہ کیا اور خود خواجہ جہاں کو مختار کل مقرر کیا۔

دکنیوں کی ایک اور شکست

دکنیوں کی فوج مہائم کے قریب پہنچی ملک التجار نے محاصرے کی مصیبت سے رہائی پا کر شہزادہ محمد خاں کی ملازمت اختیار کر لی۔ اہل دکن نے پہلے تھانہ پر قبضہ کرنا مناسب سمجھا اور اس خیال سے تھانہ کی طرف بڑھے شہزادہ ظفر خاں بھی اپنی فوج کو تیار کر کے تھانہ پہنچ گیا۔ فریقین میں معرکہ آرائی ہوئی صبح سے لے کر شام تک خون ریزی ہوتی رہی۔ آخر کار گجراتیوں کو فتح ہوئی! ملک التجار جالنہ کی طرف اور شہزادہ محمد خاں دولت آباد کی طرف بھاگ گیا۔

فتح مہائم

ظفر خاں کامیاب و کامران مہائم میں داخل ہوا۔ دکنی عمال جو فرار ہو گئے تھے انہیں جہازوں کے ذریعے گرفتار کیا گیا۔ شہزادے نے بے شمار مال و غنیمت حاصل کیا اور اس کو جہازوں میں لدوا کر اپنے باپ کی خدمت میں احمد آباد گجرات بھجوا دیا۔

فتح خاں بن مظفر شاہ گجراتی کی وفات

شہزادہ ظفر خاں نے مہائم کے سارے علاقے پر قبضہ کر لیا اور اسے اپنے امیروں اور فوجی سرداروں میں تقسیم کر دیا۔ اسی سال یہ اطلاع ملی کہ سلطان مظفر شاہ گجراتی کا بیٹا فتح خاں جو سلطان مبارک شاہ دہلوی کا بیٹا تھا امیر شیخ علی والی کابل کے ساتھ لڑتا ہوا مارا گیا ہے۔ سلطان احمد شاہ نے اس کا سوگ منایا اور اس کی روح کو ثواب پہنچانے کے لیے غریبوں اور محتاجوں میں روپیہ تقسیم کیا۔

احمد شاہ دکنی کا بگلانہ پر حملہ

سلطان احمد شاہ گجراتی نے ۸۳۵ھ میں شہزادہ محمد خاں کو گجرات کی سرحد کی حفاظت پر بحال رکھا اور خود چینا کا سفر اختیار کیا۔ سلطان احمد شاہ دکنی نے اس موقع سے فائدہ اٹھایا اور اپنا لشکر مرتب کر کے بگلانہ کی طرف روانہ ہو گیا۔ بگلانہ کا راجہ جو گجرات کا باج گزار تھا دکنی فرماں روا کے مقابلے پر نہ جم سکا اور قلعہ بند ہو گیا۔ احمد شاہ دکنی نے سارے ملک کو تباہ و برباد کیا۔

شہزادہ محمد خاں کا عریضہ

شہزادہ محمد خاں نے اپنے باپ سلطان احمد شاہ گجراتی کو ایک عریضہ بھجوایا جس کا مضمون یہ تھا۔ "آپ کا یہ خادم ایک مدت سے ملازمت کی سعادت سے محروم ہے۔ سفر کی طوالت کی وجہ سے تمام امراء اور سرداران لشکر اپنی اپنی جاگیروں کو واپس چلے گئے ہیں۔ یہ اطلاع ملی ہے کہ سلطان احمد شاہ بہمنی نے بگلانہ پر حملہ کر کے اس علاقے کو برباد کیا ہے اور اب وہ اس طرف آنے کا ارادہ رکھتا ہے۔ میرے پاس فی الحال اتنا لشکر موجود نہیں ہے کہ بہمنی فرماں روا کا مقابلہ کر سکوں لہٰذا حضور سے درخواست ہے کہ اس سلسلے میں میری مدد

marfat.com

Marfat.com

فرمائیں۔"

احمد شاہ گجراتی ندربار میں

جب سلطان احمد شاہ گجراتی کو شہزادہ محمد خاں کا عریضہ ملا تو اس نے چینا کا محاصرہ اٹھا لیا اور نادوت کی طرف روانہ ہو گیا۔ اس ملک کو تباہ و برباد کرنے کے بعد بادشاہ جلد از جلد ندربار پہنچ گیا۔ شہزادہ محمد خاں اور سرحدی امراء بادشاہ کی خدمت میں حاضر ہوئے خوشی کے شادیانے بجائے گئے، مخبروں نے یہ اطلاع دی کہ احمد شاہ گجراتی لڑائی کے ارادے سے قلعہ تنبول کے قریب مقیم تھا۔ لیکن بادشاہ کی آمد کی خبر سن کر اپنے ملک کو واپس چلا گیا ہے۔

احمد شاہ بہمنی تنبول میں

یہ خبر سن کر احمد شاہ گجراتی بہت خوش ہوا کیونکہ وہ دکنیوں سے لڑائی کرنے کا خواہاں نہ تھا۔ اس کے بعد بادشاہ اپنے پایہ تخت احمد آباد کی طرف روانہ ہوا۔ جب اس نے دریائے تاپتی کو پار کیا تو اسے یہ اطلاع ملی کہ سلطان احمد شاہ بہمنی نے اپنے ملک جانے کی بجائے دوبارہ قلعہ تنبول کا محاصرہ کر لیا ہے۔ قلعہ تنبول کا حاکم ملک سعادت خاں سلطانی بڑی بہادری اور جرات سے دشمن کا مقابلہ کرتا رہا۔

احمد شاہ گجراتی کا پیغام احمد شاہ بہمنی کے نام

احمد شاہ گجراتی نے دکنی فرماں روا کے پاس اپنا ایک قاصد روانہ کیا اور اسے پیغام دیا کہ "اگر آپ قلعہ تنبول کا محاصرہ اٹھا لیں اور اہل قلعہ پر کسی قسم کی زیادتی نہ کریں اور اپنے ملک کو واپس چلے جائیں تو یہ امر ہماری باہمی دوستی میں خلل انداز نہ ہو گا۔ اور گجراتیوں اور دکنیوں کے تعلقات خوشگوار رہیں گے۔"

امراء سے مشورہ

سلطان احمد شاہ بہمنی نے اپنے امراء سے اس سلسلے میں مشورہ کیا دکنیوں نے اپنی روایتی دوں فطرتی کے مطابق کہا۔ "قلعے میں غلہ اور دیگر سامان ضرورت بہت کم ہے اس لیے ہم قلعے کو امداد ملنے سے پہلے فتح کر لیں گے لہٰذا ایسی صورت میں محاصرہ اٹھا لینا مناسب نہیں ہے۔"

احمد شاہ گجراتی کی تنبول میں آمد

گجراتی قاصد اہل دکن کے ارادے سے باخبر ہو کر اپنے آقا احمد شاہ گجراتی کے پاس آیا اور اسے حقیقت حال سے آگاہ کیا۔ سلطان احمد شاہ گجراتی نے دریا کے کنارے سے ہی رخ بدل لیا اور سفر کی منزلیں طے کرتا ہوا جلد از جلد تنبول کی طرف روانہ ہو گیا۔

دکنی بہادروں کا قلعے میں داخلہ

احمد شاہ بہمنی نے پایکوں کو بلایا اور ان سے کہا۔ "آج کی رات تم کوئی ایسی چال چلو کہ کامیابی تمہارے ہاتھ رہے میں اس محنت کے صلے میں تمہیں انعام و اکرام سے مالا مال کروں گا۔" جب رات کا ایک حصہ گزر گیا تو پایکوں کی ایک جماعت قلعے کی دیوار کے قریب آئی۔ یہ لوگ آہستہ آہستہ دیوار کے پتھروں کی آڑ لیتے ہوئے دیوار کے اوپر چڑھ گئے اور اندر کی طرف نیچے اتر کر قلعے کا دروازہ کھول دیا۔ دکن کے بہادر سپاہی قلعے کے اندر داخل ہو گئے۔

ملک سعادت کی مستعدی

حاکم قلعہ ملک سعادت سلطانی کو جب اس کا علم ہوا تو اس نے فوراً پایکوں کو قتل کرنا شروع کر دیا۔ جو لوگ قلعے کے اندر داخل ہوئے تھے انہیں تو تلوار کے گھاٹ اتارا گیا اور جو ابھی دیوار پر ہی تھے انہیں نیچے گرا کر ہلاک کر دیا گیا۔ اس احتیاط کے باوجود جیسا کہ پہلے

marfat.com

Marfat.com

بیان کیا جا چکا ہے قلعے کا دروازہ کھل گیا۔ ملک سعادت نے اور زیادہ مستعدی سے کام لیا اور دشمن کے اس مورچل پر جو قلعے کے بالکل سامنے تھا شب خون مارا اس مورچل کے تمام سپاہی غافل و بے خبر تھے۔ اس لیے ان میں سے بہت سے ہلاک و زخمی ہوئے۔

دکن کے سلطان کا امیروں سے خطاب

اسی اثناء میں سلطان احمد شاہ گجراتی بھی پہنچ گیا۔ احمد شاہ بہمنی قلعے کے پائین سے آگے بڑھا اور اس نے اپنے امراء اور سرداران لشکر کو بلا کر کہا "کئی بار گجراتیوں نے ہم پر فتح پائی ہے یہاں تک کہ مہائم پر بھی انہوں نے قبضہ کر لیا ہے۔ اگر اس بار بھی گجراتی ہم پر غالب آ گئے تو پھر یہ سمجھ لینا چاہیے کہ دکن کا سارا ملک ہمارے ہاتھوں سے نکل جائے گا۔ اس لیے ہمیں چاہیے کہ جو قدم بھی اٹھائیں سوچ سمجھ کر اٹھائیں۔"

اژدر خاں کی گرفتاری

احمد شاہ دکنی نے معرکہ آرائی کیلئے اپنے لشکر کو مرتب و منظم کیا۔ دوسری طرف احمد شاہ گجراتی بھی لڑنے کی تیاریاں کرنے لگا۔ دکنی لشکر کی طرف سے ایک نامی گرامی امیر مسمی اژدر خاں میدان میں آیا۔ گجراتیوں کی طرف سے عضد الملک اسکے مقابلے پر نکلا دونوں بہادر ایک دوسرے سے معرکہ آرا ہوئے عضد الملک اپنے حریف پر غالب آیا اور اژدر خاں کو گرفتار کر لیا۔

جنگ مغلوبہ

اس کے بعد جنگ مغلوبہ شروع ہو گئی' دونوں طرف کے بہادر داد مردانگی دینے لگے' صبح سے لے کر شام تک لڑائی ہوتی رہی۔ اور جب طبل بازگشت کی آواز بلند ہوئی تو دونوں لشکر اپنی اپنی قیام گاہوں پر آ گئے۔ اس معرکے میں ان گنت دکنی مارے گئے۔ احمد شاہ بہمنی نے اب اور لڑنا مناسب نہ سمجھا اور اپنے ملک کو واپس چلا گیا۔

تانیسر اور نادوت کا سفر

سلطان احمد شاہ گجراتی قلعہ تنبول میں داخل ہوا حاکم قلعہ ملک سعادت سلطانی کو بادشاہ نے انعام و اکرام سے مالا مال کیا۔ اس کے بعد احمد شاہ نے قلعے کو تو اپنے بہادروں کی ایک جماعت کے حوالے کیا اور خود تانیسر کی طرف روانہ ہوا۔ اس مقام پر ایک قلعہ تعمیر کروانے کے بعد بادشاہ نادوت کی طرف روانہ ہوا۔ اس علاقے کو خوب تباہ و برباد کرنے کے بعد عین الملک کو اس علاقے کا حاکم اعلیٰ مقرر کیا گیا۔ اس کے بعد بادشاہ سلطان پور ندربار کے راستے سے واپس احمد آباد آ گیا۔

کچھ دنوں کے بعد احمد شاہ گجراتی نے مہائم کے راجہ کی لڑکی کی شادی فتح خاں کے ساتھ کر دی۔

دکنی مورخوں کی کذب بیانی

سراج التواریخ دکن میں مذکورہ بالا محاصرے کی روایت مختلف انداز سے بیان کی گئی ہے' لیکن راقم الحروف مورخ فرشتہ کا خیال ہے کہ دکنی مورخ کی بیان کردہ تفصیل ناقص اور بعید از صداقت ہے۔ اس ضمن سے متعلق مورخین گجرات کے بیان کردہ واقعات ہی صحیح ہیں اور انہیں واقعات کو ہم نے اپنی زیر نظر تاریخ میں بیان کیا ہے۔ واللہ اعلم بالصواب۔"

میوات اور ناگور کا سفر

احمد شاہ گجراتی نے ۸۳۶ھ میں میوات اور ناگور کا سفر کیا۔ بادشاہ دونگر پہنچا یہاں کے زمینداروں سے پیش کش وصول کی اور پھر کیلوارہ اور دیلوارہ کے علاقوں میں داخل ہوا۔ ان دونوں علاقوں سے مراد وہی ممالک ہیں جہاں کولی اور بھیل رہتے ہیں۔ جو قلعہ چتوڑ کے راجہ راما موکل کے ماتحت تھے۔ احمد شاہ گجراتی نے ان دونوں علاقوں کو تباہ و غارت کیا۔

marfat.com

Marfat.com

فیروز خاں

اس کے بعد بادشاہ نے میوات کی حدود میں پیش قدمی کی اور کوٹہ' بوندی اور تولپے کی ریاستوں سے خراج و باج وصول کیا۔ اسی دوران میں بادشاہ کا بھتیجا فیروز خاں بن شمس خاں دندانی جو ناگور کا حاکم تھا بادشاہ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اور اس نے ایک گراں قدر رقم بادشاہ کی خدمت میں بطور پیش کش نذر کی۔ بادشاہ نے وہ ساری رقم فیروز خاں کو واپس کر دی اور اس کے علاوہ اور بہت کچھ بھی دیا اور پھر گجرات واپس آگیا۔

احمد آباد میں پہنچ کر احمد شاہ نے ایک گراں قدر رقم غریبوں اور محتاجوں میں تقسیم کی۔

احمد شاہ گجراتی کا عزم مالوہ

سلطان محمود خلجی نے جو سلطان ہوشنگ کے دائرہ ملازمین میں داخل تھا ۸۳۹ھ میں مالوہ پر قبضہ کر لیا۔ محمود شاہ گجراتی کے لڑکے مسعود خاں نے گجرات میں پناہ لی۔ احمد شاہ گجراتی نے مسعود خاں کی مدد کرنے کا تہیہ کر لیا اور اس شہزادے کو حاکم مالوہ بنانے کے لیے مالوہ کا رخ کیا۔ بادشاہ نے حوض بھکنک پور (یہ مقام آج کل باسودہ کے نام سے مشہور ہے) پہنچ کر ایک زبردست فوج خان جہاں کے مقابلے کے لیے روانہ کی۔ خان جہاں' چندیری سے مندو جا رہا تھا اسے اس واقعے کی اطلاع ہو گئی اور وہ جلد از جلد اپنے بیٹے محمود شاہ کے پاس پہنچ گیا۔

دکنی اور گجراتیوں میں جنگ

احمد شاہ بھی مندو پہنچا اور اس نے قلعہ کا محاصرہ کر لیا اہل قلعہ کی ایک جماعت روزانہ قلعے سے باہر آ کر دشمن سے جنگ کرتی اور واپس چلی جاتی۔ سلطان محمود نے شب خون مارنے کا ارادہ کیا اہل قلعہ نے فوراً احمد شاہ کو اس کی اطلاع کر دی۔ سلطان محمود اس واقعہ سے لاعلم رہا جب وہ باہر نکلا تو اسے معلوم ہوا کہ اہل گجرات لڑائی کے لیے تیار ہیں۔ فریقین میں زبردست لڑائی ہوئی دونوں طرف کے بے شمار آدمی مارے گئے۔ صبح کے وقت سلطان محمود قلعے میں پناہ گزین ہو گیا اور احمد شاہ نے شہزادہ محمد خاں کو پانچ ہزار سواروں کے ساتھ سارنگ پور روانہ کیا۔ شہزادے نے سارنگ پور پہنچ کر شہر پر قبضہ کر لیا۔

سلطان محمود کی مستعدی

انہیں دنوں سلطان ہوشنگ کا بیٹا عمر خاں چندیری چلا گیا اور وہاں اس نے اپنے گرد بہی خواہوں کی ایک اچھی خاصی جماعت جمع کر لی۔ اس صورت حال سے سلطان محمود قطعاً پریشان نہ ہوا اس نے بڑی مستعدی اور مردانگی کا مظاہرہ کیا اور قلعے کو اس طرح مستحکم مضبوط کیا کہ اہل قلعہ کو ضروری سامان اور غلے کی کمی نہ ہوئی۔

قحط

سلطان احمد شاہ کی فوج میں قحط پڑ گیا انسان اور جانور فاقوں کی وجہ سے مرنے لگے۔ سلطان محمود خلجی اس نتیجے پر پہنچا کہ محصور ہو کر بیٹھ رہنا کسی طرح مناسب نہیں ہے لہٰذا اس نے اپنے باپ خاں جہاں کو قلعے میں چھوڑا اور خود دروازہ تارہ پورہ سے نیچے اتر کر سارنگ پور کی طرف روانہ ہو گیا۔

حاجی علی گجراتی کی شکست

راستے میں قلعہ کنبل کے حاکم حاجی علی گجراتی نے محمود خلجی کو پریشان کیا۔ دونوں میں لڑائی ہوئی محمود خلجی دشمن پر غالب آیا۔ حاجی علی گجراتی شکست کھا کر میدان جنگ سے فرار ہوا اور سلطان احمد شاہ کے پاس پہنچ گیا۔ اس نے بادشاہ کو یہ بتایا کہ محمود خلجی فلاں راستے سے سارنگ پور کی طرف جا رہا ہے۔

marfat.com

Marfat.com

طاعون کی وبا

سلطان احمد شاہ نے اپنے بیٹے کو سارنگ پور سے اپنے پاس بلا لیا۔ محمود خلجی نے عمر خاں سے جنگ کی اور اسے موت کی آغوش میں سلا دیا۔ اسی دوران میں ہندوستان میں طاعون کی زبردست وبا پھیلی۔ گجراتیوں کے لشکر میں بھی اس مرض نے قدم رکھا ان گنت گجراتی موت کا شکار ہو گئے' ایسی تباہی مچی کہ لاشوں کی تجہیز و تکفین بھی مشکل ہو گئی۔

احمد شاہ کی واپسی

اس صورت حال کے پیش نظر سلطان احمد شاہ کو یقین ہو گیا کہ محمود خلجی کی قسمت کا ستارہ اس وقت بہت بلندیوں پر ہے اور اس کو مغلوب کرنا نہایت مشکل ہے۔ اس خیال سے اس نے معرکہ آرائی کا ارادہ ترک کر دیا اور اپنے ملک کو واپس ہوا۔

سلطان احمد شاہ کا انتقال

دوران سفر ہی میں مرض الموت نے احمد شاہ پر حملہ کیا اور جس وقت وہ احمد آباد میں پہنچا اس وقت اس کی بیماری بہت شدید صورت اختیار کر چکی تھی۔ آخر کار نوبت یہاں تک پہنچی کہ ۴ ربیع الآخر ۸۴۶ھ کو اس حکمران نے داعی اجل کو لبیک کہا۔ اسے موت کے بعد "خدایگان مغفور" کے لقب سے یاد کیا گیا۔

کردار

سلطان احمد شاہ نے چھتیس سال چھ ماہ بیس دن تک حکمرانی کے فرائض انجام دیئے۔ یہ بادشاہ تمام عمدہ اور نفیس خصوصیات کا مجموعہ تھا۔ اس کا عہد حکومت۔ ظالموں کے لیے ویسا ہی تھا جیسا کہ چنگیز کا عہد حکومت مظلوم' رعایا کے ساتھ اس کا سلوک نوشیرواں عادل کی طرح تھا وہ بہت ہی خوش اخلاق' بامروت اور صاحب ہمت انسان تھا۔

marfat.com

Marfat.com

سلطان محمد شاہ بن احمد شاہ گجراتی

ایدر پر حملہ

سلطان احمد شاہ گجراتی کے انتقال کے بعد اس کا بڑا بیٹا گجرات کا بادشاہ ہوا۔ تخت نشین ہوتے ہی اس نوعمر بادشاہ نے انعام و اکرام سے رعایا کے دلوں کو اپنے قبضے میں کر لیا۔ محمد شاہ نے عنان اقتدار ہاتھ میں لینے کے پہلے سال ہی ایدر پر حملہ کیا۔ راحت الملک نے اطاعت و فرماں برداری ہی میں اپنی بہتری دیکھی اور اپنی بیٹی کا محمد شاہ کے ساتھ نکاح کر دیا اپنی بیوی کی سفارش پر بادشاہ نے ملک کا باقی حصہ بھی راحت الملک کو دے دیا۔

ایدر کے بعد محمد شاہ نے دونگر پور کا رخ کیا۔ یہاں کے حاکم نے بادشاہ کی اطاعت و فرمانبرداری کا دم بھرا۔ اس نے بادشاہ کی خدمت میں پیش کش گذاری اور اس طرح اپنے ملک کو بچایا اس کے بعد محمد شاہ واپس احمد آباد آگیا اور پھر ۸۵۳ھ تک اس نے پایہ تخت سے باہر قدم نہ رکھا۔

قلعہ چینا پر حملہ

محمد شاہ نے ۸۵۴ھ میں قلعہ چینا پر لشکر کشی کی یہاں کا راجہ 'کنکداس' محمد شاہ کے مقابلے پر آیا لیکن شکست کھا کر قلعہ بند ہو گیا۔ بادشاہ نے قلعے کا محاصرہ کر لیا جو ایک عرصے تک قائم رہا۔ محاصرے کی طوالت سے تنگ آ کر راجہ نے سلطان محمود خلجی کے پاس اپنا قاصد بھیجا اور اس سے مدد کی درخواست کی اور اسے ہر منزل پر ایک لاکھ تنکہ دینا قبول کیا۔

احمد آباد کو واپسی

سلطان محمود نے دولت کے لالچ اور گجراتیوں سے بدلہ لینے کے خیال سے راجہ کنکداس کی درخواست منظور کر لی اور اسی سال کے آخر میں اس علاقے کا سفر اختیار کیا۔ سلطان محمود کے لشکر کے باربرداری کے جانور کسی بیماری کی وجہ سے مرنے لگے اس کے ساتھ ہی اسے سلطان محمود خلجی کی آمد کی خبر ملی۔ یہ صورت حال دیکھ کر محمد شاہ بہت پریشان ہوا اس نے اپنے خیمے اور تمام سامان نذر آتش کر دیا اور جنگ سے دست بردار ہو گیا۔ اگرچہ اراکین سلطنت نے اسے معرکہ آرائی کے لیے بہت کہا مگر اس نے کسی کے مشورے پر کان نہ دھرے اور جلد از جلد احمد آباد پہنچ گیا۔

دیب کو فرار

سلطان مالوہ نے جب دوبارہ ایک لاکھ مالوی اور مندوی سپاہیوں کے لشکر جرار کے ساتھ گجرات پر حملہ کیا تو تمام اراکین سلطنت اور امراء نے باہمی اتفاق سے بادشاہ کی خدمت میں عرض کیا۔ "سلطان محمود ہمیشہ ہمارے ملک کو نقصان پہنچاتا ہے اس لیے بہتر یہی ہے کہ ہم بھی لشکر جمع کر کے اس کا مقابلہ کریں۔" محمد شاہ نے یہ رائے قبول نہ کی اور دیب کی طرف بھاگ گیا۔

یہ عالم دیکھ کر تمام امراء سخت پریشان ہوئے انہوں نے بادشاہ کی بیگم سے رجوع کیا۔ یہ خاتون اپنے زمانے کی ایک بہترین ہستی تھی امراء نے اس سے کہا "آپ کو اپنا شوہر عزیز ہے یا یہ امر کہ گجرات کی حکومت اس خاندان میں قائم رہے۔" ملکہ نے یہ سوال سن کر امراء سے پوچھا کہ آخر ان کا مطلب کیا ہے اور انہیں جو کہنا ہے صاف صاف کہیں امراء نے کہا "آپ کا شوہر سلطان محمود خلجی سے جنگ کرنے سے گریز کرتا ہے اس وجہ سے گجرات کا ملک ہاتھ سے نکل جائے گا اگر آپ ہمارا ساتھ دیں اور جو ہم چاہیں آپ ہمیں کرنے دیں

marfat.com

Marfat.com

تو معاملہ بخوبی حل ہو سکتا ہے۔ ہم چاہتے ہیں کہ آپ کے شوہر کو معزول کر کے آپ کے بیٹے قطب خاں کو جو بیس سال کا نوجوان ہے بادشاہ تسلیم کر لیں۔

محمد شاہ کی ہلاکت

بیگم نے بہت غور و خوض کے بعد امراء کی رائے کی تائید کی۔ آخرکار امراء کی جماعت نے ۷ محرم ۷۵۵ھ کو زہر دے کر محمد شاہ کو ہلاک کر دیا۔ اس بادشاہ نے آٹھ برس نو مہینے اور چودہ دن حکومت کی۔

مرنے کے بعد محمد شاہ "خدایگان کریم" کے لقب سے یاد کیا گیا۔

marfat.com

Marfat.com

سلطان قطب الدین بن محمد شاہ گجراتی

تخت نشینی

قطب الدین ندر بار میں ۸/ جمادی الثانی ۸۲۵ھ کو بروز دو شنبہ پیدا ہوا اور اپنے باپ کی وفات کے بعد تخت نشین ہوا۔ سلطان محمود خلجی نے ملک غلام سہراب ترک (جس سے سلطان پور کا قلعہ بذریعہ امان حاصل ہوا تھا) کو مقدمتہ الجیش بنایا اور بڑی برق رفتاری سے احمد آباد کی طرف روانہ ہوا۔

سلطان محمود خلجی کا ہنگامہ

سلطان قطب الدین دل ہی میں سلطان محمود خلجی کی عظمت و شوکت سے بہت خائف تھا۔ اس نے اپنے ایک مقرب خاص سے جو بقال تھا جنگ کے بارے میں مشورہ کیا۔ بقال نے بادشاہ سے کہا۔ "موجودہ صورت حال کے پیش نظر یہی مناسب ہے کہ حضور سورت میں پناہ گزیں ہو جائیں اور جس وقت سلطان محمود خلجی اپنا لشکر گجرات میں چھوڑ کر واپس مندو چلا جائے تو اس وقت حضور واپس تشریف لے آئیں۔ اور دشمن کے آدمیوں کو ملک سے باہر نکال دیں۔ قطب الدین کی غیرت بیدار ہوئی اور اس نے سلطان محمود سے مقابلہ کرنے کا ارادہ کیا اور اس مقصد سے آگے بڑھا۔

ملک علائی سہراب کی آمد

ملک علائی سہراب نے موقع پاتے ہی اہل مالوہ کا ساتھ چھوڑا اور اپنے آقا کی خدمت میں حاضر ہو گیا۔ قطب الدین، علائی کے اس اقدام پر بہت خوش ہوا، اسے ایک محفل میں سات خلعت انعام میں دیئے گئے اور "علاء الملک" کے خطاب سے نوازا گیا۔ ملک علائی کی آمد گجرات کے ہر چھوٹے بڑے فرد کے لیے باعث مسرت تھی، ہر شخص نے خوشی کے نقارے بجوائے۔

شعر کا جواب شعر میں

جب مالویوں اور گجراتیوں کے لشکروں کا فاصلہ صرف تین کوس کا رہ گیا تو سلطان محمود خلجی نے ایک شعر لکھ کر قطب شاہ کے پاس روانہ کیا جس کا مفہوم یہ تھا۔ "اگر تو مرد ہے تو پھر میدان جنگ میں میرے سامنے آ۔" قطب الدین نے صدر جہاں سے اس کا جواب لکھنے کے لیے کہا، صدر جہاں نے اس شعر کا جواب ایک شعر میں دیا جس کا مطلب یہ تھا ہم مرد میدان ہیں، دشمنوں کے سروں سے چوگان بازی کرنا ہمارا شعار ہے، لیکن اپنے قیدیوں کے ساتھ ایسا برتاؤ کرنے میں ہمیں شرم آتی ہے۔" اس شعر میں اس واقع کی طرف اشارہ ہے کہ جب سلطان محمود کبیر نے سلطان ہوشنگ کو گرفتار کر لیا تھا اور پھر از راہ لطف و کرم اسے رہا کر کے مالوہ کی حکومت عنایت کی تھی (صدر جہان نے بڑی ذہانت سے اس شعر میں ایک تاریخی واقعے کی طرف اشارہ کر دیا ہے جس سے مالویوں کی سبکی کا پہلو نکلتا ہے۔)

سلطان محمود کی گمراہی

یکم صفر کو سلطان محمود خلجی نے شب خون مارنے کا ارادہ کیا، لیکن وہ راستہ بھول کر، ایک ایسی جگہ جا پہنچا، جہاں چاروں طرف زقوم کے درخت ہی درخت تھے اور باہر نکلنے کا راستہ نظر نہ آتا تھا۔ صبح تک سلطان محمود کو راستہ نہ ملا اور وہ منزل مقصود تک نہ پہنچ سکا اور اپنے گھوڑے پر ہی سوار رہا۔

marfat.com

Marfat.com

معرکہ آرائی

سلطان قطب الدین کو جب اس واقعے کا علم ہوا تو وہ اپنے لشکر کو مرتب و منظم کر کے سلطان محمود خلجی کے مقابلے پر آیا۔ گجراتیوں کے میسرہ کو شکست ہوئی اور وہ احمد آباد کی طرف بھاگ گیا' لیکن میمنہ نے اہل مالوہ کے میسرہ کو مغلوب کر لیا۔ شکست خوردہ مالویوں کی یہ جماعت اپنے ملک کی طرف واپس چلی گئی' مگر دونوں فرماں روا لڑائی سے باز نہ آئے اور برابر لڑتے رہے۔ مالویوں کا جو لشکر غالب ہوا تھا اس نے اپنے آپ کو فاتح سمجھا اور گجراتی لشکر کو لوٹنا مارنا شروع کر دیا۔ سلطان قطب الدین کے قول کے لشکری جو قلب لشکر میں جمع ہوئے تھے۔ انہوں نے سلطان محمود خلجی کے قلب لشکر پر حملہ کر دیا اور دشمن کو سخت پریشان کرنے لگے۔

سلطان محمود کا فرار

سلطان محمود معرکہ آرائی میں ایسا مصروف ہوا کہ اسے اپنا ہوش تک نہ رہا وہ بے اختیارانہ دشمن سے لڑتا رہا۔ آخر کار نوبت یہاں تک پہنچی کہ نہ تو اس کے پاس کوئی سپاہی رہا اور نہ اس کے ترکش میں کوئی تیر مجبور ہو کر وہ میدان جنگ سے بھاگ نکلا۔ گجراتیوں کے لشکر میں پہنچ کر شاہی سراپردہ کے گرد گھومنے لگا اس نے مرصع تاج' کمربند اور بے شمار زر و جواہر اپنے قبضے میں کیے اور اپنے لشکر سے جو اس کے پیچھے تھا جا ملا مفرور سپاہی بھی اپنے بادشاہ سے آملے۔

سلطان محمود کی مالوہ کو واپسی

سلطان محمود نے اسی جگہ قیام کیا اور یہ خبر اڑا دی کہ وہ اس رات گجراتیوں پر شب خون مارے گا۔ گجراتیوں نے یہ خبر سنی تو وہ بہت پریشان ہوئے تمام سپاہی گھوڑوں پر سوار ہو گئے اور اپنی حفاظت کرنے لگے۔ جب رات کا ایک حصہ گزر گیا تو سلطان محمود نے مالوہ کا سفر اختیار کیا۔ صبح کے ہوتے ہوتے اس نے اس قدر فاصلہ طے کر لیا کہ دشمن کے خطرے سے بالکل بے خوف ہو گیا۔

قلعہ سلطان پور پر دوبارہ قبضہ

اس غیبی فتح سے سلطان قطب الدین بہت خوش ہوا۔ اسے خداوند تعالیٰ کی ایک عظیم الشان نعمت سے تعبیر کیا۔ اسی (۸۰) ہاتھی اور بہت سا مال غنیمت لے کر وہ اپنے پایہ تخت میں واپس آیا اور ایک بہت شاندار محفل عشرت منعقد کی۔ قطب الدین نے ایک زبردست لشکر بھیج کر سلطان پور کا قلعہ اپنے قبضے میں کر لیا اور دشمن کو قلعے سے باہر نکال دیا۔

محمود خلجی اور قطب الدین میں صلح

اس واقعے کے بعد سلطان قطب الدین محمود خلجی میں اس شرط پر صلح ہو گئی کہ غیر مسلموں کا جو علاقہ جو بادشاہ فتح کرے اس پر اسی کا قبضہ ہوا۔ اور دوسرا بادشاہ اس میں مطلق دخل اندازی نہ کرے۔ نیز یہ کہ ہندوؤں کے ساتھ مل کر ایک بادشاہ دوسرے پر حملہ نہ کرے دونوں کا فرض منصبی ہے کیونکہ یہ راجہ انتہائی سرکش اور متکبر ہے۔

حاکم ناگور فیروز خاں کا انتقال

۸۶۰ھ میں یہ اطلاع ملی کہ ناگور کے حاکم فیروز خاں وندانی کا انتقال ہو گیا ہے۔ اور اس کے بھائی مجاہد خاں نے حکومت کے حقیقی وارث شمس خاں بن فیروز خاں کو مغلوب کر کے عنان اقتدار اپنے ہاتھ میں لے لی ہے۔ اور شمس خاں اپنے چچا کے خوف سے جلاوطن ہو کر چتوڑ کے راجہ کنبھو کے پاس پناہ گزین ہو گیا۔ ناگور کے زمینداروں اور راجہ کنبھو کے درمیان ایک قدیم زمانے سے دشمنی چلی آ رہی تھی۔ اس وجہ سے رانا نے شمس خاں سے یہ وعدہ کر لیا کہ وہ شمس خاں کو اس کے باپ کی جگہ ناگور کا حاکم بنا دے گا۔ اس کے لیے رانا نے یہ شرط رکھی تھی کہ فتح کے بعد شمس خاں ناگور کے قلعے کے تین کنگرے مسمار کر دے۔

marfat.com

Marfat.com

اس شرط کی وجہ یہ تھی کہ راجہ کنبھو کے اسلاف ایک عرصے تک ناگور کو فتح کرنے کے خواب دیکھتے رہے تھے لیکن وہ ایسا نہ کر سکے تھے۔ راجہ کے باپ راجہ موکل نے فیروز خاں دندانی سے جنگ کی تھی لیکن شکست کھا کر وہ میدان جنگ سے بھاگ نکلا تھا۔ اور اس کے لشکر کے تین ہزار سپاہی لڑائی میں کام آئے تھے۔

شمس خاں کا ناگور پر قبضہ

شمس خاں نے رانا کنبھو کی شرط منظور کر لی اور اس کو ساتھ لے کر ناگور پر حملہ آور ہوا۔ مجاہد خاں ان دونوں کا مقابلہ نہ کر سکا اس لیے اس نے گجرات میں پناہ لی۔ شمس خاں نے قلعے میں داخل ہونے کے بعد اپنی شرط کو پورا کرنے کے لیے قلعے کے کنگروں کو مسمار کرنا چاہا اہل ناگور کو اس کا بہت افسوس ہوا۔ اور انہوں نے کہنا شروع کیا "اے کاش! شمس خاں جیسے بیٹے کی جگہ فیروز خاں کے گھر لڑکی پیدا ہوئی ہوتی اور وہ لڑکی اپنی عزت کے خیال سے قلعے کو تباہ و برباد نہ ہونے دیتی۔"

رانا کنبھو کی ناکامی و نامرادی

اس لعن طعن کا شمس خاں پر بہت اثر ہوا اور اس نے قلعے کو مسمار کرنے کی بجائے اور زیادہ مضبوط کیا اور رانا کنبھو کو کہلا بھیجا کہ تم نے جس انداز سے اور جس طرح پر میری مدد کی اس کے لیے میں تمہارا ازحد شکرگزار ہوں لیکن مجھے افسوس ہے کہ میں تمہاری شرط پوری نہیں کر سکتا کیونکہ قلعے کو مسمار کرنا میری قوت سے باہر ہے۔ اگر میں ایسا کروں گا تو شہر کے تمام لوگ میری جان کے دشمن ہو جائیں گے۔ لہٰذا اب تمہیں اختیار ہے کہ چاہو تو اپنے ملک کو واپس چلے جاؤ اور چاہو تو میرے ساتھ جنگ کرو۔" یہ پیغام سن کر رانا کنبھو کو اپنی حرکت پر بہت افسوس ہوا اور وہ ناکام و نامراد اپنے علاقے کو واپس چلا گیا۔

رانا کنبھو کا ناگور پر حملہ

چتوڑ واپس جا کر رانا کنبھو نے ایک زبردست لشکر فراہم کیا اور ناگور پر حملہ کر دیا۔ شمس خاں نے قلعہ اپنے سرداران لشکر کے سپرد کیا اور خود امداد لینے کے لیے احمد آباد پہنچا۔ سلطان قطب الدین نے شمس خاں کی بے حد خاطر و مدارات کی اور اس کی بیٹی کو اپنے نکاح میں لے لیا۔ بادشاہ نے شمس خاں کو تو اپنے دربار ہی میں روک لیا اور اپنے معزز امراء رائے رام چند اور ملک گدا وغیرہ کو ناگوریوں کی مدد کے لیے روانہ کیا۔

قطب الدین کا عزم ناگور

گجراتی امراء نے ناگور پہنچ کر رانا کنبھو سے معرکہ آرائی کی لیکن انہیں کامیابی حاصل نہ ہوئی۔ ان کی فوج کا بڑا حصہ لڑائی میں کام آیا اور وہ خود میدان جنگ سے بھاگ نکلے۔ یہ صورت حال دیکھ کر سلطان قطب الدین بہت غصے میں آیا اور لشکر لے کر ناگور کی طرف روانہ ہو گیا لیکن جب وہ قلعہ ایوار کے قریب پہنچا تو اس نے عماد الملک کو دشمن کے مقابلے پر روانہ کیا اور خود راستے میں ٹھہر گیا۔

سروہی کو روانگی

راجہ کنبھو نے عماد الملک کو بھی شکست دی اور یہ امیر بھی نقصان عظیم اٹھا کر اپنے ملک واپس آیا اس شکست کے بعد قطب الدین نے اپنا رخ بدل دیا اور چتوڑ کی بجائے سروہی کے قلعے پر لشکر کشی کی۔ سروہی کا راجہ، رانا کنبھو کا ایک قریبی رشتہ دار تھا قطب الدین نے سروہی کے راجپوتوں سے جنگ کی اور انہیں پسپا کرنے کے لیے بنلمیسر پہنچا۔ بادشاہ نے اس علاقے کو تباہ و برباد کیا اور بہت سے غیر مسلموں کو گرفتار کر کے قلعے کا محاصرہ کر لیا۔

marfat.com

Marfat.com

جنگ اور صلح

فریقین میں کئی مرتبہ معرکہ آرائی ہوئی اور ہر مرتبہ رانا کو شکست ہوئی اس کے لشکر کا ایک بڑا حصہ میدان جنگ میں کام آیا۔ آخر کار رانا خود قلعے سے باہر نکلا اور دشمن سے معرکہ آراء ہوا لیکن شکست کھا کر پھر قلعے کے اندر چلا گیا۔ جب رانا نے یہ دیکھ لیا کہ اب نجات کی کوئی صورت نہیں رہی ہے تو اس نے قطب شاہ سے صلح کی درخواست کی۔ بادشاہ نے یہ درخواست منظور کر لی اور رانا سے بہت سا قیمتی سامان اور زر و جواہر لے کر احمد آباد واپس آیا۔

محمود خلجی کا سفیر گجرات میں

انہیں دنوں سلطان محمود خلجی کا سفیر تاج خاں گجرات میں آیا اور اس نے خلجی کا پیغام قطب الدین تک پہنچایا کہ "گزشتہ زمانے میں جو واقعات پیش آئے انہیں فراموش کر دینا ہی بہتر ہے۔ ہمیں اب ایک دوسرے کا دوست اور بہی خواہ بن کر رہنے کی ضرورت ہے تاکہ رانا کو جلد از جلد ٹھکانے لگایا جاسکے۔ اس مقصد کو اس طرح حاصل کیا جاسکتا ہے کہ آپ کا لشکر گجرات سے ملحق علاقوں کو تاخت و تاراج کرے اور میری فوج میوات اور اہیڑواڑہ کو فتح کرے۔ اگر اس دوران میں ہمیں ایک دوسرے کی مدد کی ضرورت پڑے تو اس سلسلے میں قطعاً کوتاہی نہ کرنی چاہیے۔۔۔۔" اس کے بعد طرفین کے علماء و فضلاء یکجا ہوئے اور دونوں فرماں رواؤں میں یہ معاہدہ ہو گیا۔

چتوڑ پر لشکر کشی

سلطان قطب الدین نے ۸۶۱ھ میں ایک زبردست لشکر تیار کیا اور رانا کے ملک کی طرف روانہ ہوا۔ راستے میں بادشاہ نے قلعہ دیو فتح کر کے اپنے ایک قابل اعتماد امیر کے سپرد کیا اور خود آگے بڑھا۔ انہیں دنوں دوسری طرف سے سلطان محمود خلجی نے بھی رانا کے ملک پر لشکر کشی کی پہلے تو رانا نے سلطان محمود سے معرکہ آراء ہونے کا ارادہ کیا لیکن جب اسے یہ معلوم ہوا کہ قطب الدین سروہی سے ہوتا ہوا کنبایت کی طرف آ رہا ہے تو اس نے سلطان محمود سے جنگ کا ارادہ ترک کیا۔ اور گجراتیوں سے لڑنے کے لیے آگے بڑھا فریقین میں عظیم الشان جنگ ہوئی جس کے نتیجے میں رانا شکست کھا کر اپنے ملک کے ایک درمیانی علاقے میں جو قلعہ چتوڑ کے قریب واقع تھا چلا گیا۔

رانا کی شکست

سلطان قطب الدین نے رانا کا پیچھا نہ چھوڑا اور اس کے تعاقب میں اس کی قیام گاہ تک جا پہنچا۔ یہاں دوبارہ دونوں میں لڑائی ہوئی شام تک لڑائی ہوتی رہی آخر کار بغیر کسی نتیجے پر پہنچنے کے دونوں فریق اپنے اپنے خیموں میں واپس چلے آئے۔ دوسرے روز پھر لڑائی ہوئی سلطان قطب الدین نے لڑائی میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا اور بہادری و مردانگی کا ایسا شاندار مظاہرہ کیا کہ اپنے پرائے سبھی تعریف کرنے لگے۔ اس معرکے میں بھی رانا کو شکست کا منہ دیکھنا پڑا اور وہ میدان جنگ سے فرار ہو کر پہاڑوں کے دامن میں پناہ گزین ہو گیا۔

صلح

مجبور ہو کر رانا نے اپنے قاصدوں کو سلطان قطب الدین کی خدمت میں روانہ کیا اور صلح کا طلب گار ہوا۔ رانا نے چودہ من سونا دو بڑے ہاتھی اور دوسرے بہت سے قیمتی تحفے تحائف پیش کر کے قطب الدین سے صلح کر لی اور یہ وعدہ کیا کہ وہ آئندہ کبھی ناگور پر حملہ نہ کرے گا۔

محمود خلجی اور قطب الدین کے تعلقات

سلطان محمود چونکہ گجراتیوں سے پہلے بھی رانا کے ملک میں آ چکا تھا اس لیے سلطان قطب الدین نے اس کی اس حرکت پر افسوس کا اظہار کیا اور اپنے ملک میں واپس آ گیا۔ اس واقعے کے بعد سلطان محمود خلجی اور سلطان قطب الدین میں جس نوعیت کے تعلقات رہے

marfat.com

Marfat.com

اور دونوں ایک دوسرے سے جس قسم کا سلوک کرتے رہے اس کی تفصیلی کیفیت سلطان محمود خلجی کے حالات میں بیان کی جائے گی۔

رانا کا ناگور پر حملہ----- نقض عہد

۸۸۲ھ میں رانا چتوڑ نے معاہدے کی خلاف ورزی کی اور پچاس ہزار سپاہیوں کی جمعیت کے ساتھ ناگور پر حملہ کر دیا۔ حاکم نے فوراً ایک عریضہ لکھ کر سلطان قطب الدین کو تمام حالات سے آگاہ کیا۔ جس رات حاکم ناگور کا قاصد یہ عریضہ لے کر قطب الدین کی بارگاہ میں پہنچا وہ محفل عیش و عشرت میں شراب نوش کر رہا تھا۔ قاصد نے ایسے عالم میں بادشاہ کو زحمت دینی مناسب نہ سمجھی اور وہ عماد الملک کے پاس چلا گیا۔ عماد الملک ایک نہایت قابل اور ذہین وزیر تھا اس نے عریضے کو پڑھا اور فوراً بادشاہ کے پاس پہنچا۔ بادشاہ اس وقت بھی شراب کے نشے میں دھت تھا عماد الملک نے بادشاہ کے ہوش میں آنے کا انتظار نہ کیا اور اسے محافے میں سوار کر کے شہر کے باہر لے آیا۔

رانا کا فرار

دوسرے روز بادشاہ نے سفر کی ایک منزل طے کی اور لشکر جمع کرنے میں مصروف ہو گیا۔ اس نے ایک ماہ تک اس جگہ قیام کیا اس دوران میں جاسوس اور مخبروں نے رانا کو یہ اطلاع پہنچا دی کہ قطب الدین ناگور کی طرف آ رہا ہے۔ رانا خوف زدہ ہو کر اپنے ملک کی طرف بھاگ گیا۔ رانا کے فرار کی خبر سن کر قطب الدین پھر شہر میں آ گیا اور عیش و عشرت میں مشغول ہو گیا۔

سروہی پر لشکر کشی

اسی سال سلطان قطب الدین نے سروہی پر لشکر کشی کی۔ اس ملک کا راجہ جو رانا کا قریبی رشتہ دار تھا۔ فرار ہو کر کوہستان کنبل میں پناہ گزیں ہو گیا۔ گجراتیوں نے اس ملک کو خوب بری طرح لوٹا اور تباہ کیا۔

رانا کا تعاقب

انہیں دنوں سلطان محمود خلجی نے بھی چتوڑ کے قلعے پر حملہ کیا۔ سلطان قطب الدین نے اس موقع سے فائدہ اٹھایا اور رانا کا تعاقب کر کے ادھر ادھر بھگاتا رہا یہاں تک کہ رانا کنبل کے قلعے میں پناہ گزیں ہو گیا۔ بادشاہ نے پہلے تو قلعے کا محاصرہ کر لیا لیکن چند روز کے بعد اسے یہ اندازہ ہو گیا کہ محاصرے سے کوئی فائدہ نہ ہو گا لہٰذا اس نے محاصرہ اٹھا لیا چتوڑ اور دوسرے علاقوں کو تباہ و برباد کیا اور بہت سا مال غنیمت لے کر اپنے ملک کو روانہ کیا۔

حضرت سید قطب عالمؒ کی خدمت میں

چند ماہ کے بعد سلطان قطب الدین حضرت سید قطب عالمؒ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اس وقت بادشاہ کے دل میں خیال گزرا کہ کیا ہی اچھا ہو اگر خداوند تعالیٰ حضرت قطب عالمؒ کی دعا کی برکت سے مجھے ایک بیٹا عطا کرے۔ جو میرے بعد سلطنت و حکومت کا وارث ہو حضرت سیدؒ اپنے کشف باطنی سے بادشاہ کی نیت بھانپ گئے اور انہوں نے فرمایا۔ "تمہارا چھوٹا بھائی تمہارے بیٹے ہی کے برابر ہے اور وہی شخص تمہارے خاندان کا نام ہمیشہ ہمیشہ زندہ رکھے گا لہٰذا تم یہ فکر نہ کرو کہ تمہارا کوئی وارث نہیں۔ حضرت سید قطب عالم کی زبان سے یہ کلمات سن کر قطب الدین بہت مایوس ہوا اور اس عالم میں ان کی بارگاہ سے اٹھ آیا۔

قطب الدین کا انتقال

اسی دوران میں بادشاہ بیمار پڑ گیا بیماری نے طوالت کھینچی بہت علاج معالجہ کیا گیا لیکن شفا نہ ہوئی اور آخر کار اس کی زندگی کا پیمانہ لبریز ہو گیا۔ قطب الدین نے ۳ رجب ۸۶۳ھ کو داعی اجل کو لبیک کہا اور اسے سلطان محمود کے پہلو میں دفن کیا گیا۔ وفات کے بعد اس فرماں روا کو "سلطان غازی" کے لقب سے یاد کیا گیا۔

marfat.com

Marfat.com

شمس خاں کا قتل

فیروز خاں کا بیٹا شمس خاں جس کی بیٹی سے سلطان قطب الدین نے شادی کی تھی۔ وہ احمد آباد ہی میں تھا اس پر یہ الزام لگایا گیا کہ اس نے بادشاہ کو زہر دے کر ہلاک کیا ہے۔ تمام امراء اور اراکین سلطنت نے باہمی اتفاق رائے سے شمس خاں کو اس جرم کی پاداش میں قتل کروا دیا۔

شمس خاں کی بیٹی کی ہلاکت

شمس خاں کی بیٹی جو سلطان قطب الدین سے بیاہی گئی تھی اس پر بہت سختیاں ہوئیں۔ بادشاہ کی والدہ نے اس خاتون کو طرح طرح کی اذیتیں دیں اور پھر اسے بادشاہ کی بیگموں اور کنیزوں کے حوالے کر دیا۔ جنھوں نے اس بے چاری کو ٹکڑے ٹکڑے کر کے اپنے حسد کی آگ کو ٹھنڈا کیا۔

سلطان قطب الدین کا کردار

مورخین کا بیان ہے کہ سلطان قطب الدین قہر و غضب کا پتلا تھا ذرا ذرا سی بات پر آگ بگولا ہو جاتا جب وہ شراب پیتا تھا تو اس کے عیب اپنے عروج پر ہوتے تھے اور وہ طرح طرح کی برائیوں کا ارتکاب کرتا رحم اور ہمدردی کا مادہ اس کے پاس بھی نہ پھٹکتا ذرا ذرا سی باتوں پر لوگوں کو تلوار کے گھاٹ اتار دیا جاتا تھا۔

سلطان قطب الدین کی مدت حکومت سات سال سات ماہ ہے۔ اس نے یہ سارا عرصہ مستی کے عالم میں گزارا جام شراب اس کے ہاتھوں میں ہر وقت رہتا تھا اور اسی سے اس کی زندگی عبارت تھی۔

marfat.com

Marfat.com

سلطان داؤد شاہ بن احمد شاہ گجراتی

بدکرداری و بدچلنی

سلطان قطب الدین کے اِنتقال کے بعد عماد الملک اور دوسرے امراء و اراکین سلطنت نے باہمی مشورے سے بالاتفاق مرحوم بادشاہ کے چچا داؤد شاہ بن احمد شاہ گجراتی کو اپنا بادشاہ تسلیم کیا۔ اِس شخص نے عنان حکومت ہاتھ میں لیتے ہی بدمعاشی اور بدچلنی کو اپنا شعار بنایا اور ایک فراش کو "عماد الملک" کا خطاب دے کر اپنا مقرب خاص بنایا۔

اِس بادشاہ کی اکثر حرکات ایسی تھیں جو کسی فرماں روا کے شایان شان نہیں ہو سکتیں۔

معزولی

یہ صورت حال دیکھ کر وزیر عماد الملک اور دوسرے اراکین سلطنت نے داؤد شاہ کو معزول کر دیا اور اس کی جگہ سلطان قطب الدین کے چھوٹے بھائی شہزادہ محمود کو تخت پر بٹھایا جس کی عمر اس وقت صرف چودہ سال تھی۔ محمود شاہ کی تخت نشینی کے روز عوام و خواص سبھی کو انعام و اکرام سے نوازا گیا۔ تازی' عربی اور ترکی گھوڑے تقسیم کیے گئے خلعت کمربند' شمشیر مرصع اور زریں خنجر بانٹے گئے نیز علماء و سادات کو ایک کروڑ تنگہ نقد ادا کیا گیا۔

marfat.com

Marfat.com

سلطان محمود شاہ گجراتی المشہور بہ سلطان محمود بیگرہ

عماد الملک کا اقتدار

مورخین کا بیان ہے کہ سلطان محمود شاہ کی تخت نشینی کے بعد سلطنت کے تمام امور کی باگ ڈور عماد الملک وزیر کے ہاتھ آ گئی۔ اور اس طرح حکومت میں بڑی رونق پیدا ہو گئی۔ ملک کے تمام باشندے خوش ہوئے اور انہوں نے بلا چون و چرا محمود شاہ کو اپنا بادشاہ تسلیم کر لیا۔

عماد الملک کی مخالفت

ملک کے بعض نامی گرامی امراء عضد الملک صفی الملک اور حسام الملک' وغیرہ جو گجرات کے بہترین حصوں کے جاگیردار تھے۔ عماد الملک کے اقتدار اور غلبے سے رنجیدہ خاطر ہوئے اور انہوں نے اپنے وزیر کو تباہ و برباد کرنے کی کوشش کر دی۔ ان امراء نے محمود شاہ کی تخت نشینی کے چند ماہ بعد آپس میں طے کیا کہ اگر بادشاہ نے عماد الملک کو معزول نہ کیا تو ہم خود بادشاہ کو معزول کر کے اس کے چھوٹے بھائی حسن خاں کو بادشاہ بنا دیں گے۔

مخالف امراء کی بادشاہ سے گذارش

نظام الدین حسن کی روایت ہے کہ عماد الملک کے مخالف امراء بادشاہ کے پاس گئے اور اس سے عرض کیا۔ "ہمیں معلوم ہوا ہے کہ عماد الملک اپنے بیٹے شہاب الدین کو بادشاہ بنانے کے خواب دیکھ رہا ہے۔ وہ ملک مغیث کی پیروی کر کے مالوہ کی طرح گجرات میں بھی شاہی خاندان کو حکومت سے محروم کرنا چاہتا ہے اور "مظفر شاہی" خاندان کے بجائے "عماد شاہی خاندان" میں حکومت منتقل کرنا چاہتا ہے۔ عماد الملک کا یہ منصوبہ انتہائی خطرناک ہے اور اگر وہ اپنے منصوبے میں کامیاب ہو گیا تو مظفر شاہی خاندان کا نام و نشان تک باقی نہ رہے گا۔ اس لیے بہتر یہی ہے کہ عماد الملک کا قدم جلد از جلد درمیان سے اٹھا دینا چاہیے۔

بادشاہ کی ذہانت

محمود شاہ نے امراء کا معروضہ بڑے غور سے سنا اگرچہ وہ کم سن اور ناتجربہ کار تھا لیکن اس نے اپنی ذہانت اور عقل مندی سے دنیا کے نشیب و فراز سے آگاہی حاصل کر لی تھی۔ اور اسی وجہ سے وہ ان امراء کی نیت کو بھانپ گیا اور سمجھ گیا کہ ان لوگوں کا بیان سراسر جھوٹ ہے اور عماد الملک پر جو الزام لگایا گیا ہے وہ بالکل بے بنیاد ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ بادشاہ نے یہ اندازہ بھی کر لیا کہ اگر اس وقت اس نے ان مخالف امراء کی ہاں میں ہاں ملائی تو اسے خود تخت سے دستبردار ہونا پڑے گا۔

امراء کو جواب

ان خیالات کے پیش نظر بادشاہ نے امراء کو جواب دیا۔ تم لوگوں نے جو کچھ کہا' میں خود اس کو محسوس کر رہا ہوں۔ عماد الملک کے تیور آج کل کچھ اور ہی ہیں اور اس کے اعمال و اقوال سے بغاوت و سرکشی کی بو آتی ہے۔ میں اب تک محض اس خیال سے خاموش رہا کہ اگر میں نے عماد الملک کو سزا دی تو تم لوگ مجھے بے مروت اور بد اخلاق سمجھو گے۔ ورنہ میں اس مردود کو کب کا ٹھکانے لگا چکا ہوتا۔ خدا کا لاکھ لاکھ شکر ہے کہ اب تم کو بھی اصل حقائق سے آگاہی ہو گئی ہے لہذا اب اگر میں عماد الملک کو قید کروں گا تو لوگ مجھے برا نہ کہیں گے تم لوگ جو مناسب سمجھو اس سلسلے میں کر گزرو۔

marfat.com
Marfat.com

عماد الملک کی گرفتاری

ان امیروں نے عماد الملک کو پابہ زنجیر کر کے قید کر دینے کی رائے دی۔ بادشاہ نے ایسا ہی کیا اور عماد الملک کو قلعہ احمد آباد میں نظر بند کر دیا۔ اس روز تو بادشاہ نے غدار اور دوں فطرت امراء کے مشورے پر عمل کر کے اپنی جان بچائی لیکن بعد میں عماد الملک کی رہائی اور غدار امراء سے نجات حاصل کرنے کی تدبیریں سوچنے لگا۔

بادشاہ کا رویہ

محمود شاہ کو یہ اچھی طرح معلوم تھا کہ فوج کے تمام سردار اور اراکین سلطنت غدار امراء کے تابع ہیں لہٰذا اس نے کسی کو اپنا راز دار نہ بنایا۔ بادشاہ نے یہ اپنا شعار بنا رکھا تھا کہ ہر موقع پر خواہ جلوت ہو خواہ خلوت یہی کہتا تھا کہ "عماد الملک میرا جانی دشمن ہے ایسے شخص کا زندہ رہنا کسی طرح بھی مناسب نہیں میں اس مردود کو خود اپنے ہاتھ سے قتل کروں گا اور اگر کسی امیر نے اس کی سفارش کی تو مجھے بہت بہت افسوس ہو گا۔ غدار امراء بادشاہ کی یہ بات سن کر دل ہی دل میں بہت خوش ہوئے تھے' ظاہر ہے انہیں سفارش کرنے کی کیا ضرورت تھی۔

شب بیداری

ایک رات سلطان محمود شاہ انہیں خیالات میں کھویا ہوا تھا کہ ساری رات جاگتے جاگتے ہی گزر گئی۔ صبح جب نوبت سلطان بجائی گئی تو وہ محل کے ایک دریچے میں بیٹھ کر باہر کی پر لطف فضا سے محظوظ ہونے لگا اور چاروں طرف دیکھنے لگا۔ اچانک بادشاہ کی نظر فیل خانے کے گماشتہ ملک عبداللہ پر پڑی جو محل کے نیچے مودب کھڑا ہوا تھا۔ عبداللہ بادشاہ سے کچھ عرض کرنا چاہتا تھا' لیکن شاہی رعب و دبدبہ کی وجہ سے اس کی ہمت نہ پڑتی تھی۔ بادشاہ اس کی اس حالت کو بھانپ گیا اور اس نے عبداللہ سے کہا "تم جو کچھ کہنا چاہتے ہو بلا خوف و خطر کہو۔"

عبداللہ کا معروضہ

عبداللہ نے یہ دیکھ کر اس وقت بادشاہ تنہا ہے عرض کیا۔ "عماد الملک جیسا عالی دماغ اور ہمدرد امیر سارے ملک میں نہیں ہے۔ امراء نے اس کے خلاف حضور سے جو کچھ بیان کیا ہے وہ محض جھوٹ ہے اور اس کی حیثیت ایک بے بنیاد الزام سے زیادہ نہیں ہے یہ حاسد اور دوں فطرت امراء حضور کے حقیقی بد خواہ ہیں اور خاکم بدہن آپ کو معزول کر کے شہزادہ حسن خاں کو والی گجرات بنانا چاہتے ہیں۔"

بادشاہ کا جواب

بادشاہ نے عبداللہ کی زبان سے یہ کلمات سن کر اس کی بے حد تعریف کی اور اس سے کہا تم نے بہت اچھا کیا جو اصل حقیقت سے مجھے آگاہ کر دیا۔ ورنہ میں تو آج عماد الملک کو تلوار کے گھاٹ اتارنے کا ارادہ کئے ہوئے تھا بہرحال اب تم کسی سے میری اور اپنی گفتگو کا ذکر نہ کرنا اور صبح صادق کے وقت تمام ہاتھیوں کو مستعد کر کے شاہی بارگاہ میں پہنچا دینا۔

امراء سے گفتگو

جب سورج طلوع ہوا تو بادشاہ کے معتمد امراء ملک شرف' ملک حاجی' ملک بہاء الدین' ملک کافور اور ملک عین الدین بادشاہ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ سلطان محمود شاہ نے ملک شرف سے کہا عماد الملک کے واقعے نے مجھے اس حد تک پریشان کر رکھا ہے کہ آج رات میں قطعاً نہیں سویا لہٰذا اسے جلد از جلد میرے حضور پیش کرو تاکہ میں اسے خود اپنے ہاتھ سے تلوار کے گھاٹ اتاروں۔

ملک شرف فوراً اٹھا اور عماد الملک کو بادشاہ کے حضور پیش کرنے کے لیے لینے چلا گیا۔ قید خانے کے نگہبانوں نے عماد الملک کو ملک

marfat.com

Marfat.com

شرف کے حوالے کرنے سے انکار کر دیا اور کہا "ہم بغیر عضد الملک کی اجازت کے مجرم کو کسی کے سپرد نہیں کر سکتے۔" ملک شرف یہ جواب پا کر آگیا اور اس نے بادشاہ کو تمام حالات سے آگاہ کر دیا۔

عماد الملک کی رہائی

بادشاہ خود اٹھا اور برج کے اوپر آ کر اس نے بلند آواز سے نگہبانوں کو کہا مجرم کو جلد از جلد میرے حضور پیش کیا جائے تاکہ میں اسے ہاتھی کے پاؤں کے نیچے کچلواؤں۔" نگہبانوں کو بھلا اب کیا تامل ہو سکتا تھا انہوں نے فوراً عماد الملک کو بادشاہ کے حضور میں پہنچا دیا۔ بادشاہ نے عماد الملک کو دیکھتے ہی اس کو رہا کر دیا۔

خوف و ہراس کی لہر

سب لوگ یہ صورت حال دیکھ کر سٹپٹا گئے۔ امرائے حاسد کے حاشیہ بردار جو عماد الملک کی نگہبانی پر مقرر تھے بہت زیادہ پریشان ہوئے۔ ان میں سے بعض تو ایسے خوف زدہ ہوئے کہ انہوں نے کوٹھوں سے گر کر خودکشی کر لی اور بعضوں نے آہ و فریاد کر کے آسمان کو سر پر اٹھا لیا۔

امرائے حاسد کا ارادہ جنگ

صبح کے بعد بادشاہ جھروکہ میں آیا تمام امرائے مجری کے لیے شاہی بارگاہ میں حاضر ہوئے۔ سلطان محمود شاہ نے عماد الملک کو اپنے پہلو میں کھڑا کیا اور اسے اپنا رومال دے کر مگس رانی کی خدمت انجام دینے کو کہا غدار امراء یہ دیکھ کر سخت پریشان ہوئے۔ حسد کے مارے ان کے سینوں پر سانپ لوٹنے لگے۔ حاجی محمد قندھاری کی روایت کے مطابق یہ امراء تین ہزار سواروں اور پیادوں کی جمعیت لے کر شاہی محل کی طرف لڑائی کے ارادے سے بڑھے۔

شاہی جماعت کی پریشانی

ان امیروں نے طبل کی آوازوں سے آسمان کو سر پر اٹھا لیا اور زمین کو ہلا دیا اور معرکہ آرائی کے لیے تیار ہو گئے۔ بادشاہ کے پاس اس وقت صرف تین سو (۳۰۰) آدمی تھے۔ یہ لوگ سخت پریشان ہوئے ان میں سے کسی نے کہا کہ فلاں محل میں پناہ گزین ہو کر دروازوں کو اچھی طرح مقفل کر لینا چاہیے کسی نے کہا کہ تمام خزانہ ساتھ لے کر یہاں سے چلا جانا چاہیے اور کسی دوسری جگہ قیام کرنا چاہیے۔

بادشاہ کا ارادہ جنگ

سلطان محمود نے متذکرہ بالا آراء میں سے کسی رائے کو پسند نہ کیا اس نے بہت غور و خوض کے بعد باغیوں سے لڑائی کا ارادہ کر لیا اور ہتھیاروں سے لیس ہو کر تین سو سپاہیوں اور دو سو ہاتھیوں کا مختصر لشکر لے کر باغیوں کی سرکوبی کے لیے نیچے اترا۔ بادشاہ کی یہ ہمت قابل داد ہے ظاہر ہے کہ جو لوگ فرماں روائی کے مستحق ہوتے ہیں اور جن کی قسمت میں حکمرانی لکھی ہوتی ہے وہ دشمن کی کمی یا زیادتی سے قطعاً ہراساں نہیں ہوتے۔

فوجی افسروں کا بروقت اقدام

جب لوگوں میں بادشاہ کے سوار ہونے اور عماد الملک کے ہم رکاب ہونے کی خبر عام ہوئی تو ملک کے تمام فوجی افسروں اراکین دولت اور امرائے خاصہ فیل نے باغیوں کا ساتھ چھوڑ دیا۔ ان میں سے بعض تو گوشہ نشین ہو گئے اور بعض بادشاہ کے لشکر میں آ گئے۔ احمد آباد میں ایک عجیب و غریب ہنگامہ بپا ہو گیا اور تمام محلے تباہ و برباد ہو گئے۔

marfat.com

Marfat.com

باغیوں کا فرار

بادشاہ کے رعب و دبدبہ اور اقبال نے اپنا کام کیا اور بغیر خون ریزی کے باغیوں کے حوصلے پست ہو گئے اور وہ اس قدر حواس باختہ ہوئے کہ شہر سے بھاگ گئے۔

برہان الملک کی ہلاکت

برہان الملک بہت بھاری جسم کا آدمی تھا اس میں بھاگنے کی ہمت نہ تھی تھوڑی دور چل کر اس کا سانس پھولنے لگا' اس لیے وہ قصبہ سرکج کے قریب ٹوٹے ہوئے پل اور سابرمتی کے گندے نالوں میں چھپ گیا۔ اتفاق سے اس وقت ایک خواجہ سرا حضرت شیخ کنبو کی زیارت کے لیے جا رہا تھا' اس نے برہان الملک کو دیکھ کر پہچان لیا اور اسے گرفتار کر کے شاہی بارگاہ میں لے آیا۔ سلطان محمود نے اس باغی امیر کو ہاتھی کے پاؤں کے نیچے ڈال کر مروا دیا۔

عضد الملک کا قتل

عضد الملک فرار ہو کر اپنے ملازمین کی ایک جماعت کے پاس پناہ گزین ہوا اس نے چونکہ اپنی امارت کے زمانے میں بہت سے بے گناہ ملازموں کو قتل کروایا تھا اس لیے مقتولین کے متعلقین نے اسے قتل کر دیا اور اس کا سر کاٹ کر بادشاہ کے پاس بطور تحفہ روانہ کر دیا۔

بقیہ باغی امراء کا حشر

حسام الملک اپنے بھائی رکن الدین کوتوال کے پاس چلا گیا اور وہاں سے دونوں بھائی مالوہ کی طرف بھاگ گئے۔ صفی الملک کو گرفتار کر لیا گیا چونکہ اس کا جرم کچھ زیادہ نہ تھا اس لیے اسے موت کی سزا نہ دی گئی بلکہ عمر بھر کے لیے قلعہ دیب میں نظر بند کر دیا گیا۔

عماد الملک کی گوشہ نشینی

اس فتح کے بعد عماد الملک نے دنیا کے حالات پر غور کیا اور اس نتیجے پر پہنچا کہ یہ بے وفا زمانہ کبھی کسی کا ساتھ نہیں دیتا اس سے علیحدگی ہی میں عافیت ہے یہ سوچ کر وہ بادشاہ کی ملازمت سے مستعفی ہو گیا۔ اور اس نے اپنی بقیہ عمر خداوند تعالیٰ کی عبادت میں گزار دی۔ بادشاہ نے عماد الملک کی درخواست منظور کر لی اور اسے وزارت سے سبکدوش کر کے اس کے بڑے بیٹے شہاب الدین احمد "ملک اشرف" کا خطاب دے کر امرائے کبار میں داخل کیا۔

نظام شاہ بہمنی کا خط

نظام شاہ بہمنی والی احمد آباد بیدر نے ۸۶۶ھ میں سلطان محمود شاہ کے نام ایک خط لکھا جس میں یہ درج تھا سلطان محمود خلجی کا دست تظلم طرح طرح کے فتنے بیدار کر رہا ہے اس نے دکن اور اہل دکن کا ناک میں دم کر رکھا ہے۔ آپ کی بلند ہمتی سے پوری توقع ہے کہ آپ دکنیوں کو اپنی امداد و اعانت سے سرفراز کریں گے۔

امراء کا مشورہ

یہ خط پڑھتے ہی سلطان محمود گجراتی نے سفر کی تیاری کا حکم دے دیا۔ اس پر امراء و اراکین سلطنت نے بادشاہ سے عرض کیا "موجودہ وقت انتہائی نازک ہے۔ داؤد شاہ جو ایک ہفتے تک تخت حکومت پر بیٹھ چکا ہے موقعے کا منتظر ہے اور تاک میں لگا ہوا ہے۔ دوسری بات یہ ہے کہ تمام ممالک محروسہ ابھی تک پوری طرح ہمارے زیر نگیں نہیں آئے' لہٰذا حضور کا غیروں کی مدد کے لیے پایہ تخت کو چھوڑ کر ایک طویل سفر کے لیے نکلنا کسی طرح بھی مناسب نہیں ہے۔"

marfat.com

Marfat.com

بادشاہ کا جواب

یہ سن کر نوجوان اور پرجوش بادشاہ نے جواب دیا "اگر افلاک اور عناصر آپس میں اختلاط نہ کریں تو عالم آب و خاک و باد و آتش تباہ و برباد ہو جائے اسی طرح اگر تمام انسان آپس میں میل جول نہ رکھیں اور ایک دوسرے کے کام نہ آئیں تو دنیا کے تمام کام رک جائیں۔ میں ایک نیک ارادے سے یعنی اہل دکن کی مدد کرنے کے لیے سفر اختیار کر رہا ہوں۔ مجھے پورا پورا یقین ہے کہ خداوند تعالیٰ کی مہربانی سے مجھے کوئی نقصان نہ پہنچے گا اور میری سلطنت تمام بلاؤں سے محفوظ رہے گی۔"

امراء کا دوسرا مشورہ

یہ سن کر امرائے سلطنت نے کہا "اگر حضور ہر حالت میں اہل دکن کی مدد کرنا ہی چاہتے ہیں تو اس کی بہتر صورت یہی ہے کہ آپ ایک زبردست فوج مالوہ کی طرف روانہ کر دیں۔ ہمیں یقین ہے کہ اس لشکر کشی سے محمود خلجی حواس باختہ ہو کر دکن سے دست بردار ہو جائے گا اور اپنے ملک کی راہ لے گا۔"

سلطان محمود گجراتی کی روانگی

بادشاہ کو یہ مشورہ بھی پسند نہ آیا اور اس نے امراء کی باتوں کو اہمیت نہ دی اور اپنا لشکر مع پانچ سو قوی ہیکل ہاتھیوں کو لے کر نکل پڑا۔ سلطان محمود شاہ گجراتی بڑی برق رفتاری سے سفر کی منزلیں طے کرتا ہوا ندربار پہنچا۔ دکن کا مشہور و معروف امیر خواجہ کاواں اس مقام پر بادشاہ سے آملا۔ اور بادشاہ سے امداد حاصل کر کے سلطان محمود خلجی کے مقابلے پر روانہ ہوا۔

محمود خلجی کی پریشانی

سلطان محمود خلجی خوف زدہ ہو کر بیدر کی طرف بھاگ گیا اور اس نے دولت آباد کے راستے سے اپنے ملک جانے کا ارادہ کیا لیکن یہ راستہ تو گجراتیوں نے مسدود کر رکھا تھا اس لیے وہ برار کی طرف روانہ ہوا اور ایلچ پور کی طرف سے ہوتا ہوا جنگلوں اور صحراؤں میں سفر کرتا ہوا مالوہ پہنچا۔

اس کے بعد نظام شاہ بہمنی نے اپنا حاجب بھیج کر محمود گجراتی کا شکریہ ادا کیا اور بادشاہ اپنے ملک واپس آ گیا۔

سلطان محمود گجراتی کا عزم دکن

سلطان محمود خلجی نے ۸۶۷ھ میں دوبارہ دکن پر لشکر کشی کی۔ اس بار بھی بہمنی بادشاہ نے محمود گجراتی سے مدد کی درخواست کی۔ بادشاہ نے یہ درخواست منظور کر لی اور دکن کی طرف روانہ ہوا۔ خلجی بادشاہ نے جب گجراتی فرماں روا کی آمد کی خبر سنی تو اس نے صرف دولت آباد تک کے علاقے ہی میں لوٹ مار کی اور بہت سا مال غنیمت لے کر اپنے ملک کو واپس چلا گیا۔

محمود گجراتی کا خط محمود خلجی کے نام

اس کے بعد گجراتی فرماں روا، بہمنی بادشاہ کی طرف سے ہدیے اور تحفے وصول کر کے اپنے ملک روانہ ہوا۔ وطن پہنچ کر بادشاہ نے محمود خلجی کے نام ایک خط لکھا جس کا مضمون یہ تھا "بغیر کسی وجہ کے مسلمانوں کے ملکوں کو تباہ و برباد کرنا مذہب اسلام کے قوانین کے سراسر منافی ہے، لیکن اگر مذہب اور اخلاق کو نظر انداز کر کے ایسی حرکت کی جائے تو پھر میدان جنگ سے آنکھیں چرا کر بھاگ نکلنا جرات و مردانگی کے خلاف ہے۔"

محمود خلجی کا جواب

سلطان محمود خلجی نے اس خط کے جواب میں تحریر کیا۔ اگر آپ نے اہل دکن کی مدد کا ارادہ کر لیا ہے تو میں وعدہ کرتا ہوں کہ آئندہ

marfat.com

Marfat.com

کبھی دکن پر لشکر کشی نہ کروں گا۔"

قلعہ باور اور بندرگاہ دوں پر حملہ

سلطان محمود گجراتی نے ۸۶۹ھ میں قلعہ باور اور بندرگاہ دوں پر جو گجرات اور مالوہ کے درمیان واقع ہیں لشکر کشی کی۔ قلعے کے حاکم نے چند ایک مرتبہ بادشاہ سے لڑائی کی لیکن ہربار اسے شکست کا منہ دیکھنا پڑا۔ آخرکار اس نے مجبور ہو کر بادشاہ سے امان طلب کی۔ بادشاہ نے اس کا قصور معاف کر دیا اور حاکم قلعہ نے قلعہ سلطان محمود گجراتی کے سپرد کر دیا۔

قلعہ باور کا استحکام

قلعہ باور ہندوستان بھر میں اپنی نوعیت کی واحد عمارت ہے۔ بلندی میں یہ آسمان کے برابر ہے اور استحکام و مضبوطی میں سد سکندری کی مانند ہے۔ یہ قلعہ سلطان محمود گجراتی کے متذکرہ بالا حملے سے پہلے مسلمانوں کے قبضے میں آیا تھا۔ ملک دوں کا راجہ جو ایک ہزار موضعوں کا مالک تھا اس قلعے میں مضبوطی اور بلندی پر بہت زیادہ نازاں تھا اور بڑے سے بڑے دشمن کو بھی خاطر میں نہ لاتا تھا۔ اس راجہ نے ڈاکوؤں اور لٹیروں کے ایک زبردست گروہ کو مختلف راستوں پر متعین کر رکھا تھا اور یہ لوگ مسافروں کو تنگ کرتے رہتے تھے۔

مال غنیمت

سلطان محمود گجراتی نے قلعہ باور کے تمام خزانوں پر قبضہ کر لیا' راجہ کو خلعت عطا فرمایا اور اس کے ملک کی حکومت پھر اس کو بخش دی۔ اس کے بعد بادشاہ بے شمار دولت اور مال غنیمت لے کر گجرات روانہ ہوا اور وطن پہنچ کر رعایا کی فلاح و بہبود کے کاموں میں مصروف ہوا۔ اس نے عمارات تعمیر کرنے اور ملک کی آبادی بڑھانے کی طرف بھی توجہ کی۔

ایک سلحدار کا قتل

۸۷۰ھ میں بادشاہ شکار کھیلنے کے لیے احمد نگر روانہ ہوا راستے میں بہاء الملک بن الف خاں نے بغیر کسی قصور کے ایک سلحدار کو قتل کر دیا اور قصاص کے خوف سے ایدر کی طرف بھاگ گیا۔ بادشاہ کو جب اس واقعے کی اطلاع ہوئی تو اس نے ملک حاجی اور عضد الملک کو بہاء الملک کے تعاقب میں روانہ کیا۔ ان دونوں امیروں نے بہاء الملک کی جان بچانے کی خاطر یہ ترکیب کی کہ بہاء الملک کے دو ملازموں کو دولت دے کر اس امر پر راضی کر لیا کہ وہ دونوں اپنے آپ کو سلحدار کا قاتل تسلیم کریں۔

بے گناہوں کی سزایابی

ان امیروں نے ملازموں کو اچھی طرح سمجھا دیا تھا کہ بادشاہ بہت رحم دل ہے وہ زیادہ بازپرس نہ کرے گا اور تمہیں معاف کر دے گا۔ نیز ان دونوں سے یہ وعدہ بھی کیا کہ امراء ان دونوں کی سفارش کریں گے اور اس طرح انہیں کسی قسم کا نقصان نہ پہنچے گا۔ ان ملازموں نے متذکرہ بالا امراء کی رائے پر عمل کیا اور بادشاہ کے سامنے قتل کا اقرار کر لیا۔ بادشاہ نے علماء سے فتویٰ لے کر ان دونوں کو قتل کروا دیا۔

عماد الملک اور بہاء الملک کا قتل

شکار کھیلنے کے بعد بادشاہ جب اپنے ملک پہنچا تو اس کو سلح دار کے اصل اور جعلی قاتلوں کی کیفیت معلوم ہو گئی۔ سلطان محمود گجراتی بہت غصے میں آیا اور اس نے باوجود اس کے کہ عماد الملک اور بہاء الملک دونوں ہی بہت نامی گرامی امیر تھے ان دونوں کی کھال کھنچوا کر اس میں بھس بھروا دیا۔

آنحضرت صلعم کی زیارت

۸۷۲ھ میں بادشاہ نے عالم خواب میں حضرت محمد صلعم کی زیارت کا شرف حاصل کیا۔ آنحضرت صلعم نے بادشاہ کو اپنے خوان کرم سے

marfat.com

Marfat.com

دو طبق مرحمت فرمائے۔ اس مبارک خواب کی تعبیر یہ کی گئی کہ عنقریب بادشاہ کو دو عظیم الشان نعمتیں حاصل ہوں گی۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا اور بادشاہ نے دون اور کرنال کے دو ملک فتح کیے۔

قلعہ کرنال

کرنال کا قلعہ ایک پہاڑ پر واقع ہے جو بہت ہی اونچا ہے۔ دہلی کے تمام بادشاہوں اور ہندوستان کے تمام راجاؤں نے اس قلعے کو فتح کرنے کی ہر ممکن کوشش کی لیکن انہیں کامیابی نہ ہوئی۔ خداوند تعالیٰ نے اپنے فضل و کرم سے یہ سعادت سلطان محمود شاہ گجراتی ہی کے لیے رکھی تھی اور اسی نے اس قلعے کو فتح کیا۔

محل وقوع

جس پہاڑ پر کرنال کا قلعہ واقع ہے اس پہاڑ کے آس پاس بھی کئی پہاڑ ہیں جو قلعے کو چاروں طرف سے گھیرے ہوئے ہیں۔ پہاڑوں میں ان گنت درے ہیں اور ہر درہ کسی نہ کسی نام سے مشہور ہے۔ ان دروں میں سے ایک کا نام درہ موزری ہے جس کے سامنے وہ مضبوط قلعہ ہے جسے آج کل جوناگڑھ کہا جاتا ہے۔ ایک اور مشہور و معروف درہ بھی ہے جسے درہ "مہابلہ" کہا جاتا ہے۔ اس ملک پر راجہ مندلک اور اس کے بزرگ قابض تھے۔ سلطان محمد تغلق اور سلطان احمد شاہ گجراتی کے علاوہ کسی اور بادشاہ نے کرنال کے ملک پر لشکر کشی نہ کی تھی۔

کرنال پر لشکر کشی

سلطان محمود شاہ نے خداوند تعالیٰ کی رحمت پر بھروسہ کر کے اور آنحضرت صلعم کے عطیہ مبارک کی تعبیر سے مطمئن ہو کر کرنال کا سفر اختیار کیا۔ جب بادشاہ کرنال سے چالیس کوس دور رہ گیا تو اس نے اپنے خالو تغلق خاں کے مشورے سے اپنی فوج سے سترہ سو تجربہ کار سپاہی منتخب کئے۔ اور اسی قدر عربی' عراقی اور ترکی گھوڑے ساتھ لیے۔ بادشاہ اپنے ان سپاہیوں کے ہمراہ درہ مہابلہ پہنچ گیا۔

درہ مہابلہ میں داخلہ

راجپوتوں کا ایک گروہ جو برادران کے نام سے مشہور تھا درے کی حفاظت پر متعین تھا۔ اس گروہ کے راجپوت گجراتیوں کے لشکر کا مقابلہ کرنے کے لیے آئے۔ ان راجپوتوں نے درے کی حفاظت کی بہت کوشش کی لیکن چونکہ انہیں پہلے سے دشمن کی آمد کی خبر نہ تھی اس لیے وہ لڑائی کے وقت پوری طرح تیار نہ تھے۔ سلطان محمود کے لشکر نے بھی بڑی بہادری کا مظاہرہ کیا۔ راجپوت اس معرکے میں مارے گئے اور گجراتیوں کا لشکر درے میں داخل ہو گیا۔

راجہ کرنال سے جنگ

کرنال کے راجہ کو جب اس واقعے کی اطلاع ہوئی تو وہ شکار کے بہانے سے اپنے لشکر کے ساتھ قلعے سے نیچے اترا اور درہ مہابلہ کی طرف روانہ ہو گیا۔ راجپوتوں نے جب یہ دیکھا کہ مسلمان تعداد میں بہت کم ہیں تو انہوں نے اپنی فتح کو یقینی سمجھ کر لڑائی شروع کر دی' لیکن راجپوتوں کا خیال صحیح نہ تھا کیونکہ تھوڑی تھوڑی دیر کے بعد مسلمانوں کو امداد پہنچتی رہتی تھی اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ بے شمار راجپوت تلوار کے گھاٹ اتارے گئے۔

مندروں کی دولت پر قبضہ

رائے مندلک کی بری حالت ہوئی وہ پریشان ہو کر اپنے قلعے میں پناہ گزیں ہو گیا۔ مسلمانوں نے درہ مہابلہ سے بہت سے قیدیوں کو گرفتار کیا اور پھر یہاں سے کرنال کے حوالی مندروں کی طرف روانہ ہوئے۔ برہمنوں اور راجپوتوں کی اس جماعت نے جوان مندروں کی

marfat.com
Marfat.com

حفاظت پر مامور تھی مسلمانوں کا مقابلہ کیا لیکن مسلمانوں نے اس جماعت کو اپنی بہادری سے قتل کیا اور مندروں کی تمام دولت پر قبضہ کر لیا۔ اس روز بادشاہ نے خود اپنے ہاتھ سے دو تین غیر مسلمانوں کو تلوار کے گھاٹ اتارا۔

رائے مندلک کی امان طلبی اور بادشاہ کی واپسی

سلطان محمود شاہ کا ارادہ تھا کہ اطراف کرنال میں بھی فوج روانہ کی جائے لیکن رائے مندلک نے بادشاہ کے اس ارادے سے مطلع ہو کر اپنے کچھ عزیزوں کو بادشاہ کی خدمت میں روانہ کیا اور امان طلب کی۔ سلطان محمود نے یہ سوچ کر کہ ان گنت قیدی اور بہت سا مال غنیمت مسلمانوں نے حاصل کر لیا ہے دوسرے یہ کہ گرمی کی شدت اس علاقے میں زیادہ دیر ٹھہرنے کی اجازت نہیں دیتی یہی طے کیا کہ اس سال صرف پیش کش ہی پر اکتفا کی جائے لہٰذا وہ اس کے بعد احمد آباد واپس آ گیا۔

مندلک پر لشکر کشی

سلطان محمود کو جو مندلک پر لشکر کشی کرنے کے بہانے کی تلاش میں تھا ۸۷۲ھ میں یہ اطلاع ملی کہ مندلک کا راجہ اپنے آپ کو خودمختار فرماں روا سمجھتا ہے اور بادشاہوں کی طرح سر پر تاج مرصع رکھتا ہے تخت پر بیٹھتا ہے نیز بادشاہی کے دوسرے لوازمہ چتر و دورباش وغیرہ بھی استعمال کرتا ہے۔ سلطان محمود کو راجہ کی یہ حرکت بہت ناگوار گزری اس نے فوراً چالیس ہزار سپاہیوں کا ایک لشکر مندلک کی طرف روانہ کیا اور اس لشکر کو یہ حکم دیا کہ اگر راجہ بادشاہت کے لوازم یعنی تاج و تخت وغیرہ تمہارے حوالے کر دے تو تم اس سے کسی قسم کی باز پرس نہ کرنا بہ صورت دیگر اس کے ملک کو فتح کرنے کی ہر ممکن کوشش کی جائے۔

راجہ کی اطاعت

راجہ مسلمانوں کے اس عظیم الشان لشکر کی آمد کی خبر سن کر بہت پریشان ہوا اس میں اتنی ہمت کہاں تھی کہ وہ ان مسلمانوں کا مقابلہ کرتا لہٰذا اس نے اطاعت ہی میں عافیت دیکھی۔ مسلمانوں نے راجہ سے جو کچھ طلب کیا راجہ نے بغیر کہے سنے ان کے حوالے کر دیا اور اس طرح اپنی عزت اور جان کی حفاظت کی۔ نظام الدین احمد نے اپنی تاریخ میں لکھا ہے کہ بادشاہ نے رائے مندلک سے جس قدر بھی مال غنیمت حاصل کیا وہ ایک محفل عیش و طرب میں ارباب نشاط میں تقسیم کر دیا گیا۔

ملک کی آبادی

۸۷۳ ہجری میں بادشاہ نے شکار کے بہانے سے سفر اختیار کیا اور اپنی سلطنت کے کئی شہروں کا معائنہ کیا۔ اسی سال بادشاہ نے اس امر کی طرف بھی توجہ کی کہ اس کے ملک کا کوئی حصہ غیر آباد اور ویران نہ رہے اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ پورا ملک معمور اور آباد ہو گیا۔

ایک مست ہاتھی کا ہنگامہ

۸۷۴ھ کا واقعہ ہے کہ ایک روز سلطان محمود شاہ ایک ہاتھی پر سوار ہو کر باغ ارم کی طرف جا رہا تھا کہ راستے میں ایک دوسرا ہاتھی مستی کے عالم میں اپنی زنجیر تڑوا کر بھاگا اس کی دیکھا دیکھی دوسرے ہاتھی بھی قابو سے نکل گئے۔ مست ہاتھی بھاگتا ہوا بادشاہ کے ہاتھی کے سامنے آیا اور اسے دو تین ٹکریں ماریں۔ بادشاہ کا ہاتھی ایک دم بھاگ نکلا مست ہاتھی نے تعاقب کیا اور بادشاہ کے ہاتھی کو ایک اور ٹکر ماری۔ اس بار بادشاہ کے پاؤں پر چوٹ آئی اور خون بہنے لگ گیا۔

بادشاہ کی بہادری

بادشاہ نے اپنی چوٹ کی بالکل پروانہ کی اور اپنی فطری بہادری سے کام لے کر مست ہاتھی کی پیشانی پر ایک نیزہ مارا جس سے ہاتھی بری طرح زخمی ہو گیا اس ہاتھی نے تلملا کر ایک اور ٹکر ماری۔ بادشاہ نے اس بار بھی اسے ایک نیزہ رسید کیا ہاتھی نے تیسری بار پھر ٹکر لگائی

marfat.com

Marfat.com

اس بار بادشاہ نے بہت زور سے نیزہ مارا ہاتھی اس ضرب سے بہت بے تاب ہوا اور وہاں سے بھاگ گیا۔ بادشاہ اس کے بعد اپنے محل میں آیا اور اپنی جان کی سلامتی پر خداوند تعالیٰ کا شکر ادا کیا اور صدقہ و خیرات تقسیم کی۔

کرنال اور جوناگڑھ پر حملے کی تیاریاں

اس واقعے کے بعد بادشاہ نے امراء اور اراکین سلطنت کو جمع کر کے انہیں کرنال اور جوناگڑھ کے قلعوں کو فتح کرنے کا حکم دیا۔ اس مقصد کے لیے بادشاہ نے ایک دن اور ایک رات میں ایک کروڑ روپیہ سپاہیوں میں تقسیم کیا۔ اس کے علاوہ ڈھائی ہزار عربی گھوڑے بھی سپاہیوں کو دیئے نیز پانچ ہزار تلواریں' سات سو مرصع کمربند اور سترہ سو سونے کے دستے والے خنجر بھی بانٹے گئے۔

رائے مندلک کی درخواست

ان تمام عطیات کی تقسیم کے بعد بادشاہ مہم پر روانہ ہوا۔ سفر کی منزلیں طے کرتا ہوا کرنال سے ملحق ملک سورت میں پہنچا۔ رائے مندلک نے بادشاہ سے یہ کہا "میں تمام عمر حضور کا مطیع و فرمانبردار رہا ہوں اور کبھی کوئی ایسی بات نہیں کی کہ جو آپ کی مرضی کے خلاف ہو۔ آپ کو اس وقت جس قدر پیش کش کی ضرورت ہو آپ فرمائیں میں حاضر کرنے کو تیار ہوں۔"

رائے مندلک قلعہ جوناگڑھ میں

بادشاہ نے اس کے جواب میں کہا "مجھے کسی پیش کش کی ضرورت نہیں ہے کیونکہ میں اس ملک کو فتح کرنا چاہتا ہوں تاکہ مذہب اسلام کو اس علاقے میں پھیلایا جا سکے۔" یہ جواب پا کر اور مسلمانوں کے لشکر کا اندازہ کر کے رائے مندلک راتوں رات فرار ہو گیا اور جوناگڑھ کے قلعے میں جو راستے میں واقع ہے پناہ گزیں ہوا۔

راجپوتوں سے لڑائیاں

دوسرے روز بادشاہ نے اس مقام سے کوچ کیا اور جوناگڑھ کے قلعے کے نواح میں قیام کیا۔ سلطان محمود شاہ نے اپنی فوج کا ایک حصہ قلعے کے قریب روانہ کیا۔ راجپوتوں نے حصار سے باہر نکل کر مسلمانوں سے جنگ کی لیکن شکست کھا کر پھر قلعے کے اندر چلے گئے دوسرے روز پھر معرکہ آرائی ہوئی اس میں بھی مسلمانوں نے راجپوتوں کو شکست دی۔

قلعہ کشائی کی تدبیر

تیسرے روز بادشاہ نے خود حملہ کیا صبح سے شام تک لڑائی ہوتی رہی' چوتھے روز بادشاہ کی بارگاہ قلعے کے قریب نصب کی گئی اور مسلمانوں نے قلعہ کشائی کا تمام سامان درست کیا۔ راجپوت مسلمانوں سے لڑنے کے لیے قلعے سے بار بار باہر نکلتے اور شکست کھا کر پھر واپس چلے جاتے۔ ایک روز لڑائی میں راجپوتوں نے عالم خاں فاروقی کے مورچے پر حملہ کر کے اسے شہید کر دیا۔

جوناگڑھ کے قلعے کی فتح

یہ محاصرہ سال کے آخر تک جاری رہا۔ اس وجہ سے رائے مندلک سخت پریشان ہوا' تکالیف سے عاجز آ کر راجہ نے سلطان محمود سے صلح کی درخواست کی۔ بادشاہ نے اس درخواست کو رد کر دیا ۸۷۵ھ کے شروع میں راجہ نے بادشاہ سے امان طلب کی اور جوناگڑھ کا قلعہ بادشاہ کے سپرد کر کے کرنال کے قلعے میں چلا گیا۔

بادشاہ کا عزم کرنال

اس واقعے کے بعد راجپوتوں نے ایذا رسانی کا دوسرا طریقہ اختیار کیا اور چوری کرنے اور ڈاکے ڈالنے شروع کیے یہ عالم دیکھ کر بادشاہ بہت غصے میں آیا۔ اس نے لشکر کے ایک حصے کو تو قلعہ جوناگڑھ پر متعین کیا اور بقیہ حصے کے ساتھ کرنال کی طرف روانہ ہوا۔

marfat.com
Marfat.com

قلعہ کرنال پر قبضہ

کرنال پہنچتے ہی بادشاہ نے لڑائی شروع کر دی۔ رائے مندلک نے اس بار بھی محاصرے کی تکالیف سے تنگ آکر قلعہ کرنال بادشاہ کے سپرد کر دیا۔ قصہ مختصر کہ یہ قلعہ جو ایک ہزار سالوں سے رائے مندلک کے خاندان کے زیر حکومت چلا آرہا تھا سلطان محمود کے قبضے میں آگیا۔

رائے مندلک کی عاجزی

بادشاہ نے اپنے مشہور و معروف ہم نام فرماں روا کی تقلید کی اور بے شمار بتوں اور مندروں کو توڑ کر غازی و مجاہد کے نام سے مشہور ہوا۔ ان واقعات کے بعد رائے مندلک نے حکمرانی کا ارادہ ترک کر دیا اور اپنے متعلقین کی جماعت کے ساتھ بادشاہ کی خدمت میں حاضر ہوا اور شاہی بارگاہ میں ملازمت کی درخواست کی۔

قبولیت اسلام

رائے مندلک بادشاہ کی اچھی عادتوں سے خوب واقف تھا اور جانتا تھا کہ بادشاہ بہت ہی حلیم الطبع ہے لہٰذا اس نے سلطان محمود سے کہا "پنجاب کے مشہور و معرف ولی کامل حضرت شمس الدین درویش" کی محبت کی برکت سے میرے دل میں اسلام کی محبت کا جذبہ پیدا ہو گیا ہے لہٰذا میرا دل چاہتا ہے کہ میں مشرف بہ اسلام ہو جاؤں" یہ سن کر بادشاہ بہت خوش ہوا اس نے رائے مندلک کو کلمہ شہادت کی تلقین کی اور اسے دائرہ اسلام میں داخل کر لیا۔

رائے مندلک کے مسلمان ہونے کی دوسری روایت

بادشاہ نے رائے مندلک کو خان جہاں کا خطاب دے کر اپنے امراء کے گروہ میں شامل کر لیا۔ رائے مندلک کی اولاد گجرات کی حکومت کے آخر تک معزز و مکرم رہی۔ تاریخ گجرات کا مصنف شیخ سکندر بیان کرتا ہے کہ بعض لوگوں نے رائے مندلک کے مشرف بہ اسلام ہونے کی روایت یوں بیان کی ہے کہ بادشاہ نے رائے مندلک کو اپنے ملازمین میں داخل کر لیا اور اسے اپنے ساتھ لے کر احمد آباد روانہ ہوا۔ راستے میں بادشاہ حضرت شاہ عالم" کے وطن اور آستانہ مبارک رسول آباد سے گزرا۔

حضرت شاہ عالمؒ

حضرت شاہ عالم کے آستانے پر ان گنت لوگ تھے راجہ نے یہ ہجوم دیکھا اور دریافت کیا کہ "یہ کس امیر کی بارگاہ ہے" مسلمانوں نے جواب دیا کہ "یہ کسی امیر کی بارگاہ نہیں بلکہ حضرت شاہ عالم کا آستانہ مبارک ہے" راجہ نے پھر یہ سوال کیا "یہ بزرگ کس بادشاہ کے ملازم اور کس فرماں روا کے حلقہ بگوش ہیں؟" مسلمانوں نے راجہ کو بتایا کہ "حضرت شاہ عالم کا کسی دنیاوی بادشاہ سے کوئی تعلق نہیں ہے وہ خداوند تعالیٰ ہی کو اپنا بادشاہ سمجھتے ہیں اور اسی کے ملازم اور حلقہ بگوش ہیں" یہ سن کر رائے مندلک کو ان بزرگ کی زیارت کا اشتیاق ہوا۔

حضرت شاہ عالمؒ کا فیضان

بادشاہ کچھ دیر کے لیے اس مقام پر ٹھہرا اور راجہ کو ساتھ لے کر حضرت شاہ عالم" کی خدمت میں حاضر ہوا۔ ان بزرگ کے مقدس چہرے پر نظر پڑتے ہی رائے مندلک کے دل میں اسلام کی محبت پیدا ہو گئی۔ وہ حضرت شیخ صاحب" کے ہاتھوں مشرف بہ اسلام ہوا اور ان کے مریدوں میں داخل ہو گیا۔

مصطفیٰ آباد کا سنگ بنیاد

سلطان محمود شاہ نے اس خیال سے کہ اس علاقے میں اسلام کا نام اونچا ہو مصطفیٰ آباد کے نام سے ایک شہر کی بنیاد ڈالی۔ بادشاہ نے بہت سی بلند عمارات اور مساجد تعمیر کروائیں۔ اور امراء کو بھی حکم دیا کہ وہ اس شہر میں اپنے مکانات تعمیر کروائیں اس حکم شاہی کی فوراً

marfat.com

Marfat.com

تعمیل شروع ہو گئی اور بہت جلد یہ شہر آباد ہو گیا۔

احمد آباد کے نواح میں بدامنی

بادشاہ اور امراء مصطفیٰ آباد میں رہنے لگے تو چوروں اور ڈاکوؤں نے احمد آباد کے نواح میں سر اٹھایا اور رعایا کو لوٹنے مارنے لگے نوبت یہاں تک پہنچی کہ مسافروں کا راستہ طے کرنا بھی دشوار ہو گیا۔ بادشاہ کو جب یہ حالات معلوم ہوئے تو اس نے لشکر کے کوتوال اور سلاح خانے کے محافظ ملک جمال الدین بن شیخ ملک کو "محافظ خاں" کا خطاب عنایت کر کے احمد آباد کا کوتوال مقرر کیا۔

محافظ خاں کی ترقی

محافظ خاں نے بہت تھوڑے عرصے میں اس علاقے کے چوروں اور ڈاکوؤں کو ٹھکانے لگا دیا اور ملک کو ان بدکرداروں کے ناپاک وجود سے پاک کر دیا۔ بادشاہ نے محافظ خاں کی اس مستعدی اور خدمت کو بہت سراہا اور اسے کوتوال کے علاوہ شہر کا صدری سب بھی مقرر کر دیا۔ اس امیر نے بہت جلد ترقی کے مراحل طے کیے یہاں تک کہ ایک ایسا وقت آیا جب کہ اس کے اصطبل میں ایک ہزار سات سو گھوڑے بندھنے لگے اور اس کے بیٹے ملک خضر نے راجہ سروہی اور دوسرے راجاؤں سے پیش کش وصول کیں۔

کچھ کے ملحدوں کی سرکوبی

جس زمانے میں بادشاہ مصطفےٰ آباد میں مقیم تھا اسے معلوم ہوا کہ مچھیروں کی ایک جماعت جو سندھ کی سرحد یعنی کچھ میں آباد تھی اس نے رہزنی کو اپنا پیشہ بنا رکھا ہے۔ اور لوگوں کو سخت مصیبت میں مبتلا کر رکھا ہے یہ بھی معلوم ہوا کہ اس جماعت کے افراد ملحد ہیں۔ ۸۷۹ھ میں بادشاہ نے اس قوم پر حملہ کیا اور شور نامی ایک مقام پر پہنچا۔

کافروں کی پریشانی

سلطان محمود نے صرف ایک دن اور ایک رات میں ساٹھ کوس کی مسافت طے کی اور چھ سو (۶۰۰) سواروں کے ہمراہ مچھیوں کے سر پر جا پہنچا۔ کچھی چار ہزار تیس کمان داروں کی ایک جماعت کے ساتھ مقابلے پر آئے۔ دشمن کو آتا دیکھ کر بادشاہ نے حملے کی تیاری کی اگرچہ مسلمانوں کی تعداد بہت کم تھی۔ لیکن کافروں پر ایسی ہیبت طاری ہوئی کہ انہوں نے معرکہ آرائی کا ارادہ ترک کر دیا۔ کافروں کے سردار بادشاہ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور اپنی خطاؤں پر نادم ہو کر بادشاہ سے معافی کی درخواست کی اور یہ وعدہ کیا کہ وہ آئندہ کبھی کوئی ایسا جرم نہ کریں گے۔

کچھ کے لوگوں کا عقیدہ

بادشاہ نے ان لوگوں کا قصور معاف کر دیا اور ان سے پوچھا کہ تمہارا مذہب کیا ہے اور تم کس عقیدے کے قائل ہو؟ ان لوگوں کے سرداروں نے جواب دیا" ہم صحرائی اور خانہ بدوش قوم کے افراد ہیں۔ ہماری قوم میں کوئی دانش مند اور عالی فکر انسان نہیں ہے۔ ہماری پہنچ صرف عناصر اربعہ اور آسمان تک ہے اور ہمیں کھانے پینے کے علاوہ کسی اور شے سے کوئی تعلق نہیں ہے یہ ہماری خوش قسمتی ہے کہ ہمیں آپ کی قدم بوسی کا شرف حاصل ہوا ہے اس لیے ہمیں توقع ہے کہ آپ کے توسط سے ہم یہ جان سکیں گے کہ ہمارا حقیقی مالک کون ہے؟ بادشاہ نے ان لوگوں کا قصور معاف کر دیا اور ان میں سے بعض کو اپنے ساتھ لے کر احمد آباد آیا۔

ملک سندھیہ

احمد آباد پہنچ کر بادشاہ نے سرداران شور کو مسلمان علماء کے سپرد کیا اور یہ حکم دیا کہ ان سرداران کو حنفی مذہب کے مطابق اسلام کی تعلیم دی جائے۔ ان سرداروں کی وجہ سے ان کی قوم کے اکثر افراد مصطفےٰ آباد میں آنے جانے لگے۔ انہیں لوگوں نے بادشاہ کو یہ معلوم ہوا

marfat.com
Marfat.com

کہ ملک شور کے عقب میں ایک اور ملک بھی آباد ہے جسے "سندھیہ" کہتے ہیں اس ملک کا بادشاہ عام طور پر "بادشاہ سندھیہ" کے لقب سے یاد کیا جاتا ہے۔ سلطان محمود کو یہ بھی معلوم ہوا کہ سندھیہ میں چار ہزار گھر آباد ہیں یہ سب لوگ بلوچی ہیں۔ اس قوم کے چار ہزار افراد جو کمان داری میں بڑی مہارت رکھتے ہیں خلقت خدا کو ہمیشہ نقصان پہنچاتے رہتے ہیں۔

سندھیہ کے بلوچی

اہل شور نے سلطان محمود شاہ کو یہ بھی بتایا کہ بلوچی امامیہ مذہب کے پیرو ہیں اور انہیں کی تقلید میں مچھیروں نے بھی امامیہ مذہب اختیار کر لیا ہے بلوچیوں کی گزر اوقات کا ذریعہ رہزنی ہے۔

بلوچیوں پر لشکر کشی

۸۸۰ھ میں سلطان محمود نے ان سرکش بلوچیوں کو تباہ و برباد کرنے کے لیے سندھیہ کا سفر اختیار کیا۔ اتفاق سے کچھ بلوچی اپنے اونٹوں کو چرانے کے لیے جنگل میں آئے ہوئے تھے۔ انہیں سلطان محمود کی آمد کی اطلاع ہو گئی ان میں سے ایک شتر سوار نے فوراً اپنی قوم کو مسلمانوں کی آمد سے مطلع کر دیا۔ بادشاہ کا نام سنتے ہی یہ لوگ اپنے مکانوں سے نکل کر غاروں اور پہاڑوں کے دروں میں روپوش ہو گئے۔

بلوچیوں کا قتل

اس واقعہ کے دوسرے روز بادشاہ نے بلوچیوں کے مکانوں پر حملہ کیا لیکن وہاں کسی انسان کا نام و نشان بھی نہ ملا۔ اتفاق سے چند بلوچی سوار مسلمانوں کے ہاتھوں گرفتار ہو گئے۔ ان سے بادشاہ نے یہ معلوم کر لیا کہ بلوچی کہاں روپوش ہوئے ہیں اس کے بعد بادشاہ نے روپوش بلوچیوں کا سراغ لگا لیا اور ان کو تلوار کے گھاٹ اتار کر ان کے تمام مال و اسباب پر قبضہ کر لیا۔

سندھیہ پر مستقل قبضے کی تجویز

جب بادشاہ واپسی کے لیے تیار ہوا تو چند اراکین سلطنت نے بادشاہ سے عرض کیا ہم نے بڑی محنت کے بعد اس ملک کے دشمنوں کو مغلوب کیا ہے اس لیے ضروری ہے کہ ہم اس ملک میں اپنی جانب سے حاکم اور داروغہ مقرر کریں اور پھر واپس ہوں۔" بادشاہ نے اس کے جواب میں کہا۔ "مخدومہ جہاں سندھیہ کے بادشاہوں کی نسل سے ہیں اس لیے عفو و رحم سے کام لینا میرا فرض ہے پس اس ملک پر مالکانہ تصرف مجھے زیب نہیں دیتا اور نہ میں ایسا کرنا پسند کرتا ہوں۔ اس کے بعد بادشاہ واپس مصطفیٰ آباد آ گیا۔

اہل جگت کی فتنہ پردازیاں

کچھ عرصے کے بعد بادشاہ کو یہ اطلاع ملی کہ بندرگاہ جگت میں بہت سے بت پرست آباد ہیں اور اس ملک کے سارے باشندے خاص طور پر برہمن بے حد متعصب ہیں۔ بادشاہ اس ملک پر لشکر کشی کرنا ہی چاہتا تھا کہ اسی زمانے میں مولانا محمد سمرقندی جو اپنے زمانے کے ایک زبردست عالم اور بہمنی دربار میں ایک عرصے تک بہت نمایاں اور ممتاز مقام پر رہ چکے تھے۔ بڑھاپے کے زمانے میں اپنے متعلقین اور اسباب کے ساتھ اپنے وطن ہرموز روانہ ہوئے۔ جب مولانا کی کشتی بندرگاہ جگت پر پہنچی تو وہاں کے باشندوں نے برہمنوں کی ترغیب سے کشتی پر حملہ کیا اور مولانا کے تمام مال و اسباب پر قبضہ کر لیا۔

مولانا محمد سمرقندی کا بیان

مولانا محمد سمرقندی نہایت بدحالی کے عالم میں اپنے دو خورد سال لڑکوں کے ساتھ مصطفیٰ آباد میں آئے اور انہوں نے شاہی بارگاہ میں پہنچ کر کہا۔ "میں اپنا تھوڑا بہت سامان لے کر سمرقند جا رہا تھا میرے ساتھ میرے متعلقین اور دیگر مسلمانوں کی بھی ایک جماعت تھی۔ جب میری کشتی بندرگاہ جگت پر پہنچی تو اس مقام کے ہندو راجہ بھیر نے برہمنوں کے کہنے پر ہماری تباہی و بربادی کا ارادہ کیا۔ اور ہندوؤں کی

marfat.com

Marfat.com

ایک جماعت کو چند کشتیوں پر سوار کر کے ہمارے پاس بھیجا۔ ہندوؤں نے ہم پر حملہ کر دیا اور چند لمحوں ہی میں ہمارے تمام سامان پر قبضہ کر لیا۔ مسلمانوں کے تمام بیوی بچوں کو انہوں نے قید کر لیا میرے ساتھ جو دو بچے ہیں ان کی والدہ بھی ہندوؤں کی قید میں ہے۔ یہ بہت افسوس کی بات ہے کہ آپ جیسے متقی اور دیندار بادشاہ کے جوار میں مسلمانوں پر ایسے مظالم ہوں۔"

امراء سے مشورہ

یہ سن کر بادشاہ نے مولانا کو تو احمد آباد روانہ کر دیا اور اسی وقت اپنا دربار منعقد کیا اور اپنے امراء اور اراکین سلطنت کو مخاطب کر کے کہا "کیا یہ امر جائز ہے کہ مسلمان فرماں روا کے جوار میں سنگ دل اور ظالم لوگ مسلمانوں پر سختیاں کریں۔ اگر قیامت کے روز خداوند تعالیٰ نے اس بارے میں ہم سے سوال کیا کہ باوجود علم و اطلاع کے تم نے اس ظلم و ستم سے ہمسایہ ملک کے مسلمانوں کو نجات دلانے کے لیے کیا کچھ تدبیریں کیں تو ہم کیا جواب دیں گے۔"

جگت پر لشکر کشی

اس کے بعد بادشاہ نے سفر کی تیاریاں کیں اور قلعہ جگت پہنچ کر تکبیر کی آوازوں سے کافروں کو پریشان کر دیا۔ سلطان محمود نے جگت میں قیام کر کے ہندوؤں سے انتقام لینے کی طرف توجہ کی۔

موذی جانوروں کی کثرت

اس علاقے میں چونکہ موذی اور خونخوار جانور بکثرت پائے جاتے تھے اس لیے بہت سے ایسے جانوروں کو ہلاک کیا ایسے موذیوں کی کثرت کا اندازہ اس امر سے ہو سکتا ہے کہ صرف شاہی سرپردہ کے قریب ہی ایک پہر میں سات سو سانپ ہلاک کیے گئے۔ اسی طرح دوسرے جانور بہت بڑی تعداد میں مارے گئے۔

غیر مسلموں کا قتل عام

بادشاہ نے جگت کے مندر کو منہدم کر کے اس کی جگہ ایک شاندار مسجد تعمیر کروائی اور اس کے نواح میں مقیم رہا' اس قیام کے دوران میں بہت سی کشتیاں تیار کی گئیں۔ ان کشتیوں کے ذریعہ لشکر و سامان جنگ کو لے کر بادشاہ جزیرہ تبت کی طرف روانہ ہوا۔ گجراتیوں اور غیر مسلموں میں بائیس مرتبہ لڑائی ہوئی' آخرکار مسلمانوں نے اپنے جہازوں کو بندرگاہ پر لنگر انداز کیا اور جزیرے میں داخل ہو کر بے شمار غیر مسلموں کو قتل کیا۔

راجہ کی گرفتاری اور بادشاہ کی واپسی

سلطان محمود نے اپنے ایک مشہور و معروف امیر فرحت الملک کو تبت کا حاکم مقرر کیا۔ اسی دوران میں مسلمانوں نے راجہ کو گرفتار کر کے بادشاہ کے حضور میں پیش کیا۔ اس فتح پر بادشاہ نے خداوند تعالیٰ کی بارگاہ میں سجدہ شکر ادا کیا اور واپس مصطفیٰ آباد آیا۔

راجہ کا حشر

مصطفےٰ آباد پہنچ کر بادشاہ نے ایک فرمان کے ذریعہ مولانا سمرقندی کو احمد آباد سے طلب کیا اور ان کی زوجہ اور راجہ کو ان کے سپرد کر کے کہا کہ وہ جو سلوک چاہیں راجہ سے کریں۔ مولانا چونکہ راجہ سے بہت زیادہ نالاں تھے اس لیے انہوں نے کہا کہ "راجہ کو محافظ خاں کے سپرد کر دیا جائے تاکہ وہ سارے شہر میں گشت کرا کے قتل کر دے چنانچہ اسی پر عمل کیا گیا۔"

کرنال کے نظم و نسق کی طرف توجہ

کہا جاتا ہے کہ جن دنوں سلطان محمود شاہ مصطفیٰ آباد کی تعمیر میں مصروف تھا۔ گجراتی اس وجہ سے بڑے پریشان ہوئے کہ ہر سال انہیں

marfat.com

Marfat.com

کہیں نہ کہیں معرکہ آرائی کرنی پڑتی ہے اور یوں احمد آباد سے باہر رہنا پڑتا ہے۔ ہر چھوٹا بڑا اس وجہ سے پریشان تھا اور چاہتا تھا کہ کسی طرح اس مصیبت سے نجات حاصل کرے۔ سلطان محمود کو اس کی خبر ہو گئی اس نے ممالک محروسہ کا تمام انتظام اپنے امیروں کے سپرد کیا اور خود ملک کرنال کے استحکام اور نظم و نسق میں مصروف ہوا۔

نئی تقرریاں

بادشاہ نے بہاء الدین عماد الملک کو سونکھر کا حاکم، فرحت الملک کو تبت اور جگت کا اور نظام الملک کو مانیر کا حاکم مقرر کیا۔ بادشاہ نے خداوند خاں کو جو وزیر الممالک تھا شہزادہ مظفر خاں کا اتالیق مقرر کیا اور اسے احمد آباد ہی میں چھوڑا اور خود امراء کی ایک جماعت کے ساتھ مصطفیٰ آباد پہنچا۔ اس شہر میں بادشاہ نے باغات لگوانے اور عمارات تعمیر کرنے کی طرف بہت توجہ کی۔

امراء کی سازش

ابھی چند روز ہی گزرے تھے کہ احمد آباد کے امیروں نے سازشیں شروع کر دیں خداوند خاں اور رائے رایاں وغیرہ نے یہ سازش کی کہ سلطان محمود شاہ کو معزول کر کے شہزادہ احمد کو تخت پر بٹھایا جائے۔ ان سازشیوں نے عید الفطر کے بہانے سے عماد الملک اور دوسرے اراکین سلطنت کو احمد نگر میں بلایا۔ عماد الملک کو (راز فاش نہ کرنے کی قسم لے کر) سازش کی تفصیل سے آگاہ کر کے ہم راز بنایا گیا۔ عماد الملک کا لشکر ان دنوں تھانہ میں تھا اسے احمد آباد طلب کر لیا گیا اور شہزادہ احمد کی تخت نشینی کو عید الفطر کے روز تک ملتوی کر دیا گیا۔

عماد الملک کی کارروائی

عماد الملک کے تمام ساتھی عید سے پہلے ہی حاضر ہو گئے۔ عید کے روز عماد الملک نے اپنی فوج کو مرتب و منظم کیا اور شہزادے کے دربار میں حاضر ہوا اور اسے قدیم رسم کے مطابق نماز کے لیے باہر لایا۔ نماز پڑھنے کے بعد عماد الملک، شہزادہ مظفر شاہ کو محل کے اندر واپس لے گیا۔ خداوند خاں اور اس کے ساتھی عماد الملک کی نیت کو بھانپ گئے لیکن زبان سے کسی نے کچھ نہ کہا۔

امراء کا امتحان

بادشاہ کے ایک مقرب امیر قیصر خاں نے ان سازشی امراء کے ارادوں سے بادشاہ کو آگاہ کیا۔ سلطان محمود شاہ نے اس اطلاع کی اصلیت کو پہنچنے اور یہ معلوم کرنے کے لیے کہ کون میرا دشمن ہے اور کون دوست اپنے امیروں سے یہ کہا۔ "میرا ارادہ ہے کہ حج بیت اللہ کے لیے سفر اختیار کروں اس سے بادشاہ کا مقصد یہ تھا کہ اگر کسی نے بادشاہ کی رائے کی تائید کی تو اس کی دشمنی کھل جائے گی۔ سلطان محمود نے عمال کو چند لاکھ تنگے عطا کیے اور ان کو حکم دیا کہ سفر کے لیے ضرورت کا سامان خریدا جائے اس کے بعد بادشاہ مصطفیٰ آباد سے کھوکھہ روانہ ہوا اور بذریعہ کشتی کنبایت پہنچ گیا۔"

بادشاہ کا خیال

اہل احمد آباد کو بادشاہ کی آمد کی خبر ملی تمام امراء شہزادے کے ساتھ بادشاہ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ ایک روز سلطان محمود شاہ نے جب کہ تمام امراء موجود تھے کہا خدا کے فضل و کرم سے اب شہزادہ جوان ہو چکا ہے اسے دنیا کا کچھ تجربہ بھی ہو گیا ہے۔ امراء بھی اس کی ہر طرح سے خدمت کرنے کو تیار ہیں اس لیے میرا ارادہ ہے کہ حکومت کا تمام انتظام شہزادے کے سپرد کر دوں اور خود حج بیت اللہ کی سعادت حاصل کروں۔"

عماد الملک کی رائے

اس موقع پر عماد الملک نے بادشاہ سے عرض کیا صرف ایک مرتبہ حضور احمد آباد تشریف لے چلیں اس کے بعد آپ جو چاہیں کریں۔"

marfat.com
Marfat.com

یہ سن کر سلطان محمود یہ سمجھ گیا کہ ضرور دال میں کچھ کالا ہے۔ بادشاہ شہر احمد آباد میں پہنچا اس نے ایک روز امراء کو طلب کر کے ان سے کہا۔ "جب تک تم مجھ کو حج کی اجازت نہ دو گے میں کھانا نہ کھاؤں گا۔"

بادشاہ اور عماد الملک کی گفتگو

تمام امراء سمجھتے تھے کہ یہ بات بادشاہ نے محض آزمانے کے لیے کہی ہے اس لیے وہ خاموش رہے البتہ عماد الملک نے اس قدر کہا۔ "آپ کے خادم کا بیٹا اب خدا کے فضل سے جوان ہو گیا ہے لہٰذا اس کو میرا عہدہ عطا کیا جائے اور مجھے یہ اجازت مرحمت فرمائی جائے کہ میں آپ کی ہمرکابی کی سعادت حاصل کروں۔" بادشاہ نے جواب دیا۔ "تمہارا یہ خیال بہت عمدہ ہے تم میرے ساتھ ضرور چلو لیکن ایک بات یہ بھی ہے کہ ملکی معاملات کے سلسلے میں تمہارا یہاں ٹھہرنا بھی لازمی ہے۔ اس لیے بہتر یہی ہے کہ تم یہیں رہو۔"

نظام الملک کی رائے

اس کے بعد عماد الملک کے اشارے سے نظام الملک نے (جو امیر کبیر تھا) بادشاہ سے عرض کیا۔ "بہتر یہ ہو گا کہ حضور سب سے پہلے اہل حرم اور خزانے کی حفاظت کے لیے جناتیر کا قلعہ فتح کر لیں اس کے بعد حج کے لیے تشریف لے جائیں۔" اس پر بادشاہ نے کہا۔ "انشاء اللہ ایسا ہی ہو گا" اس کے بعد کھانے کا وقت آ گیا اور بادشاہ نے خاصہ تناول فرمایا۔

افشائے راز

بادشاہ نے جان بوجھ کر چند روز تک عماد الملک سے کوئی بات نہ کی۔ عماد الملک نے ایک روز تنہائی میں بادشاہ سے عرض کیا بندہ بالکل بے گناہ ہے اس عتاب و عذاب کی وجہ کیا ہے؟ بادشاہ نے کہا۔ جب تک تم تمام باتیں مجھ سے بیان نہ کرو گے میں تم سے صاف نہ ہوں گا۔ عماد الملک نے جواب دیا اگرچہ میں نے راز افشا نہ کرنے کی قسم کھائی ہے لیکن اب چونکہ مجبوری آ پڑی ہے اس لیے آپ سے صاف صاف بیان کرتا ہوں۔ اصل حقیقت وہی ہے جو آپ نے مصطفیٰ آباد میں سنی ہے۔

کبوتر یا خداوند خاں

یہ سن کر بادشاہ نے بہت صبر و تحمل کا مظاہرہ کیا اور خداوند خاں کے خلاف کوئی کارروائی نہ کی البتہ اس قدر ضرور کیا کہ اپنے ایک کبوتر کا نام "خداوند خاں" رکھ دیا تاکہ خداوند خاں کی دل آزاری ہو۔

بادشاہ کا عزم پٹن

اس واقعہ کے بعد بادشاہ پٹن روانہ ہو گیا اور وہاں سے عماد الملک اور قیصر خاں کو جالور اور ساجور کی فتح کے لیے روانہ کیا۔

قیصر خاں کا قتل

یہ دونوں امراء بادشاہ سے رخصت حاصل کر کے شیخ حاجی رجب کی تربت کے قریب مقیم ہوئے۔ چونکہ خداوند خاں کے زوال کا زمانہ آ چکا تھا اس لیے اس کا بیٹا مجاہد خاں اپنے خالہ زاد بھائی صاحب خاں کے ساتھ رات کے وقت قیصر خاں کے سرا پردہ کے قریب آیا اور اسے قتل کر دیا۔

خداوند خاں کی گرفتاری

بادشاہ نے یہ سمجھا کہ قیصر خاں کو اس کے پرانے دشمن اژدر خاں نے قتل کیا ہے۔ لہٰذا اس نے اژدر خاں کو پابہ زنجیر کر کے ایک قید خانے میں ڈال دیا۔ حسن اتفاق سے صاحب خاں اور مجاہد خاں خوف زدہ ہو کر فرار ہو گئے ان کی اس حرکت سے اژدر خاں کی بے گناہی ثابت ہو گئی۔ بادشاہ نے اژدر خاں کو رہا کر دیا اور اس کی جگہ خداوند خاں کو قید کر دیا۔ اس کے بعد بادشاہ احمد آباد واپس آ گیا۔

marfat.com

Marfat.com

عماد الملک کا انتقال

انہیں دنوں عماد الملک بیمار پڑا اور کچھ عرصے کے بعد اس نے سفر آخرت اختیار کیا۔ بادشاہ نے مرحوم کے بیٹے اختیار الملک کو باپ کا جانشین مقرر کیا۔ اختیار الملک نے تھوڑے سے عرصے ہی میں بہت اقتدار حاصل کر لیا اور ہر خاص و عام میں مقبول ہو گیا۔ ان واقعات کے بعد بادشاہ مصطفیٰ آباد واپس آ گیا اور ایک عرصے تک یہیں مقیم رہا۔

جنانیر کی فتح کا ارادہ

رجب ۸۰۷ھ میں بادشاہ نے امراء کی ایک جماعت کو احمد آباد ہی میں چھوڑ کر خود جنانیر کو فتح کرنے کے لیے سفر کرنے کا ارادہ کیا بادشاہ کوچ کرنے ہی والا تھا کہ اسے اطلاع ملی کہ مالا بار کے باشندوں نے بہت سی کشتیاں جمع کر لی ہیں اور ان کا ارادہ ہے کہ دریا کے راستے سے سفر کرنے والے باشندوں کو لوٹا جائے۔

مالا باریوں کی سرزنش

یہ سن کر بادشاہ نے فی الحال جنانیر کی فتح کا ارادہ ترک کیا اور ہنگامہ پرور مالا باریوں کی سرزنش کے لیے روانہ ہوا۔ سلطان محمود نے چند جہاز فراہم کیے اور ان میں لشکر اور سامان جنگ لے کر دشمن کے سر پر جا پہنچا۔ مالا باریوں نے جب بادشاہ کو دیکھا تو وہ حواس باختہ ہو گئے ان میں اتنی ہمت نہ تھی کہ وہ بادشاہ کا مقابلہ کرتے لہٰذا انہوں نے راہ فرار اختیار کی۔ بادشاہ نے ان کی چند کشتیوں پر قبضہ کر لیا اور انہیں اپنے ساتھ لے کر کنبایت آ گیا۔

قحط

سلطان محمود گجرات واپس آ گیا۔ اسی سال ملک میں بارش نہ ہونے کی وجہ سے زبردست قحط پڑا' ان گنت لوگ ہلاک ہوئے اور چاروں طرف ابتری پھیل گئی۔

قلعہ جنانیر

marfat.com

یکم ماہ ذی قعدہ کو بادشاہ نے جنانیر پر حملہ کرنے کی تیاری کی۔ یہ قلعہ ایک پہاڑ پر واقع ہے اور بہت ہی مضبوط اور بلند ہے۔ جس پہاڑ پر یہ قلعہ واقع ہے۔ اسی کے ساتھ ایک اور پہاڑ ہے جو پہلے پہاڑ سے بھی بہت اونچا ہے۔ اس دوسرے پہاڑ پر چونے اور پتھر سے ایک مضبوط فصیل تیار کی گئی ہے اور اس فصیل میں مستحکم اور دل کش برج تعمیر کیے گئے ہیں۔ ان دونوں قلعوں کا حاکم رائے بنا ہی تھا۔ جس کے خاندان میں اس قلعے کی حکومت ایک عرصہ دراز سے چلی آ رہی تھی اس خاندان کے راجاؤں کی ملازمت میں ساٹھ ہزار راجپوت سوار اور پیادے تھے۔ اس وجہ سے یہ راجے بڑے ہی متکبر اور مغرور تھے اور کسی کو خاطر میں نہ لاتے تھے۔

جنانیر پر لشکر کشی

جب حکومت راجہ بنا ہی کے ہاتھ میں آئی تو اس نے اہالی رسول آباد میں جو گجرات کے ملحقات میں سے ہے سخت طوفان بدتمیزی برپا کیا اور بہت سے مسلمانوں کو تلوار کے گھاٹ اتارا۔ جب سلطان محمود جنانیر پر قبضہ کرنے کے خیال سے قصبہ بڑودہ میں پہنچا تو راجہ بنا ہی کو اپنی حرکتوں پر ندامت ہوئی اور اس نے بادشاہ کی خدمت میں قاصد بھیج کر نہایت عاجزی و انکساری کا اظہار کیا اور صلح کی درخواست کی۔ نیز پیش کش حاضر کرنے کا وعدہ کیا۔

راجپوتوں سے لڑائیاں

سلطان محمود نے راجہ کی درخواست رد کر دی۔ عضد الملک اور تاج خاں آگے آگے روانہ ہوا اور ۷/ صفر ۸۸۸ھ کو پہاڑ کے دامن

Marfat.com

میں پہنچ کر قیام پذیر ہو گئے۔ ہر روز راجپوتوں کی ایک جماعت قلعے سے نکل کر گجراتیوں سے لڑائی کرتی اور پھر قلعے میں پناہ گزین ہو جاتی۔ اس دوران میں بادشاہ خود بھی قصبہ بڑودہ سے روانہ ہو کر جلد از جلد جنانیر جا پہنچا اور وہاں سے موضع کریاری میں چلا گیا جو مالوہ کے راستے میں واقع ہے۔

صلح کی درخواست

رائے بناہی نے دوبارہ اپنے قاصدوں کو بادشاہ کی خدمت میں بھیجا بہت سے گراں قدر تحفے پیش کر کے اپنے قصور کی معافی چاہی۔ بادشاہ نے اس بار بھی راجہ کی درخواست رد کر دی۔ راجہ نے مجبور ہو کر اپنے لشکر کو جمع کیا۔ دوسرے راجاؤں سے بھی مدد طلب کی اور ساٹھ ہزار سواروں اور بہادروں کی جمیعت لے کر قلعے سے نیچے اترا اور سلطان محمود کے مقابلے پر آیا۔

راجہ کی شکست اور قلعے میں پناہ گزینی

فریقین میں زبردست معرکہ آرائی ہوئی جس کے نتیجے میں راجہ کو شکست ہوئی اور وہ دس بارہ ہزار راجپوتوں کو ساتھ لے کر قلعے میں دوبارہ پناہ گزین ہو گیا۔ سلطان محمود قلعے کے پاس ہی مقیم ہوا۔ اس نے قلعے کی نوعیت اور جنگ کے دوسرے بہت سے پہلوؤں پر غور و خوض کیا اور سرداران لشکر کو مناسب مقامات پر متعین کر کے خود موضع کریاری میں واپس آ گیا۔ بادشاہ نے سید بدر کو راستے کی حفاظت اور رسد رسانی کے لیے وہیں چھوڑ دیا۔

سید بدر کا قتل

سید بدر ایک روز رسد لے کر جا رہا تھا کہ راجپوتوں نے اس پر حملہ کر کے اسے قتل کر دیا۔ مسلمانوں کا ایک گروہ جو سید بدر کے ساتھ تھا اسے بھی تلوار کے گھاٹ اتارا گیا اور راجپوت تمام سامان لوٹ کر لے گئے۔ بادشاہ کو جب اس واقعے کا علم ہوا تو وہ بہت غصے میں آیا اور جنانیر کے قلعے کو فتح کرنے کے لیے پہلے سے بھی زیادہ مستعد ہو گیا۔

قلعے کا محاصرہ اور ساباط کی تیاری کا حکم

اس دوران میں تمام مورچل تیار ہو چکے تھے اس لیے قلعے کا محاصرہ بہت اچھی طرح کر لیا تھا۔ بادشاہ نے خود بھی قلعے کے قریب ہی قیام کیا اور یہ حکم دیا کہ قلعہ کے چاروں طرف ساباط تیار کی جائیں یہ صورت حال دیکھ کر راجہ بناہی سخت پریشان ہوا۔ اس نے اپنے وزیر جنگ کو سلطان غیاث الدین خلجی کی خدمت میں روانہ کیا اور اس سے مدد کی درخواست کی اور ہر منزل کے اخراجات کے لیے ایک لاکھ تنگہ ادا کرنے کا وعدہ کیا۔

غیاث الدین خلجی سے جنگ کرنے کا ارادہ

سلطان غیاث الدین خلجی نے اپنا لشکر جمع کیا اور نعلچہ میں فروکش ہوا۔ سلطان محمود کو اس امر کی اطلاع ہو گئی اور اس نے اپنے امیروں کو جا بجا متیم کر کے بذات خود سلطان خلجی سے جنگ کرنے کا ارادہ کیا اور اس مقصد سے قصبہ دلور جا پہنچا وہاں پہنچ کر بادشاہ کو پتہ چلا کہ سلطان غیاث الدین خلجی نے ایک روز عالموں فاضلوں سے پوچھا کہ "اگر کوئی مسلمان بادشاہ کسی ہندو راجہ پر لشکر کشی کرے تو کیا ایسی صورت میں حملہ آور کے خلاف لشکر کشی کرنا اور ہندو راجہ کی مدد کرنا شرعاً جائز ہے یا نہیں۔"

سلطان خلجی کی واپسی

علماء نے سلطان خلجی کو بتایا کہ اس قسم کا کوئی قدم اٹھانا مذہباً ناجائز ہے۔ سلطان خلجی نے مذہبی حکم کے مطابق فوراً راجہ بناہی کی مدد کا ارادہ ترک کر دیا اور اپنے ملک واپس چلا گیا۔

marfat.com

Marfat.com

مسجد کی تعمیر

یہ واقعہ سن کر سلطان محمود بہت خوش ہوا اور جناتیر واپس آگیا۔ قلعے کی فتح سے پہلے ہی بادشاہ نے اس مقام پر ایک مسجد تعمیر کی۔ بادشاہ کے اس اقدام سے تمام لشکریوں نے یہ اندازہ کر لیا کہ جب تک قلعہ فتح نہ ہو گا بادشاہ اس ملک سے واپس نہ جائے گا۔ لشکریوں نے ساباط تعمیر کرنے اور اہل قلعہ کو تکالیف پہنچانے کا کام بڑی مستعدی سے شروع کر دیا۔

ساباطوں کی تیاری

سب سے پہلے بادشاہ اور اس کے ایک خاص غلام ایاز سلطانی کی ساباطیں تیار ہوئیں۔ ایک دن گجراتی سپاہیوں نے ساباطوں سے یہ دیکھا کہ صبح کے وقت ہندوؤں کی بیشتر تعداد غسل اور مسواک کرنے کے لیے باہر چلی جاتی ہے اور مورچل میں سپاہیوں کی تعداد بہت کم رہ جاتی ہے۔

ہندوؤں کا قتل

لشکریوں نے بادشاہ کو جب اس حقیقت سے آگاہ کیا بادشاہ نے حکم دیا کہ۔ "مسلمانوں کی فوج کا ایک حصہ، صبح کے وقت قلعے کے اندر داخل ہو جائے، ممکن ہے اسی تدبیر سے قلعہ فتح ہو جائے۔ مسلمان سپاہیوں نے بادشاہ کے حکم کی تعمیل کی اور قوام الملک سرجاندار کی نگرانی میں قلعے میں داخل ہو کر ہندوؤں کی ایک اچھی خاصی جماعت کو قتل کیا۔

معرکہ آرائی اور ہندوؤں کی پسپائی

راجپوتوں کو اس واقعے کی اطلاع ہو گئی انہوں نے بھی جمع ہو کر مسلمانوں کا مقابلہ کیا۔ اس معرکہ آرائی میں مسلمان غالب آئے اور انہوں نے راجپوتوں کو حصار کے دوسرے دروازے تک پسپا کر دیا۔

ایاز سلطانی کی مستعدی

اتفاق کی بات ہے کہ اس واقعے سے صرف چند روز پہلے ہندوؤں نے ایک بہت بڑی توپ قلعہ کی مغربی دیوار پر نصب کی تھی اس دیوار میں ایک شگاف پڑ گیا۔ ملک ایاز سلطانی موقع پا کر سواروں کی ایک جماعت کے ہمراہ شگاف کے قریب آیا۔ اور پھر شگاف کے ذریعہ برج و بارہ سے ہوتا ہوا بام حصار تک جا پہنچا۔ اس وقت بادشاہ نے بڑی عاجزی اور انکساری سے خداوند تعالیٰ کی بارگاہ میں فتح کے لیے دعا کی اور اپنے سپاہیوں کو ایاز اور اس کے ساتھیوں کی مدد کا حکم دیا۔

راجپوتوں کی پریشانی

راجپوتوں نے جب ایاز سلطانی کو اس طرح بام حصار پر دیکھا تو انہوں نے حیران و پریشان ہو کر بارود کا حقہ بام حصار پر پھینکا لیکن خدا کی قدرت کہ وہ حقہ بام پر گرنے کی بجائے راجہ بناہی کے صحن میں آگرا یہ عالم دیکھ کر راجپوتوں کو اپنا انجام بد نظر آنے لگا۔ انہوں نے اپنی پرانی رسم کے مطابق آگ جلا کر اپنے بیوی بچوں کو تو شعلوں کے سپرد کر دیا اور خود سامان جنگ سے مسلح ہو کر مرنے مارنے کے لیے تیار ہو گئے۔

ہندوؤں کی شکست

۲ ذیقعدہ ۸۸۹ھ کی صبح کو مسلمانوں نے ہندوؤں پر پوری طرح غلبہ حاصل کیا اور انہیں شکست فاش دی۔ مسلمان بڑے حصار کا دروازہ توڑ کر قلعے کے اندر داخل ہو گئے اور انہوں نے بے شمار ہندوؤں کو تلوار کے گھاٹ اتارا۔ سلطان محمود بھی قلعے کے دروازے کے قریب پہنچ گیا اور شاہی علم بلند کیا گیا۔ باقی ماندہ ہندو حصار کے حوض کے کنارے جمع ہو گئے اور غسل کے بعد تلوار اور نیزہ ہاتھ میں لے

marfat.com

Marfat.com

کر لڑنے کے لیے مستعد ہوئے۔

مسلمانوں کے لشکر کا ایک حصہ راجپوتوں کے مقابلے میں آیا فریقین میں زبردست لڑائی ہوئی اور دونوں طرف کے بے شمار سپاہی مارے گئے۔ آخرکار ہندوؤں کو شکست ہوئی اور وہ پوری طرح تباہ و برباد ہوئے۔

راجہ کی گرفتاری

راجہ بناہی اور اس کا وزیر دو نکری دونوں زندہ گرفتار ہوئے اور وہ بادشاہ کی خدمت میں پیش کیے گئے۔ بادشاہ نے پہلے تو اس کامیابی پر خداوند تعالیٰ کی بارگاہ میں سجدہ شکرانہ ادا کیا اور پھر راجہ بناہی سے یہ سوال کیا۔ "تو نے ہمارے مقابلے پر اس قدر جانبازی اور معرکہ آرائی کیوں کی۔

راجہ کی غیرت مندی

راجہ نے جواباً کہا "یہ سلطنت مجھے وراثت میں ملی ہے میری غیرت نے گوارا نہ کیا کہ میں اپنے آباء و اجداد کی اس یادگار کو بغیر کسی پس و پیش کے ضائع کر دوں کیونکہ اس طرح دنیا مجھے بے غیرت اور نامرد کے لقب سے یاد کرتی۔" راجہ کی زبان سے یہ کلمات سن کر بادشاہ بہت خوش ہوا اور اسے بڑی عزت سے اپنے پاس بٹھایا۔

محمدؐ آباد کی تعمیر

سلطان محمود نے قلعے کے پائین میں حضرت محمد صلعم کے اسم مبارک پر ایک شہر "محمد آباد" کے نام پر آباد کیا۔ مصطفیٰ آباد کی حکومت بادشاہ نے اپنے چھوٹے بیٹے خلیل خاں کے سپرد کی اور خود محمد آباد کی تعمیر میں مصروف ہوا۔ اس شہر میں بادشاہ نے ایک جامع مسجد کو جو فتح سے قبل بنوائی تھی بہت سجایا۔ اس میں بے شمار ستون تھے ۹۱۴ھ میں اس مسجد میں ایک نہایت عالی شان منبر تعمیر کیا گیا۔

راجہ نباہی کو پھانسی کی سزا

معرکہ آرائی میں راجہ نباہی زخمی ہو گیا تھا جب راجہ کے زخم اچھے ہو گئے تو سلطان محمود نے راجہ اور اس کے وزیر دو نکری کو اسلام کی دعوت دی لیکن ان بدقسمتوں نے اس دعوت کو قبول نہ کیا۔ اس پر علماء نے ان دونوں کو قید کرنے کا فتویٰ دیا لہٰذا یہ دونوں پانچ ماہ تک قید میں رکھے گئے۔ اس دوران میں ان کو روزانہ قتل کی دھمکی دی جاتی رہی کہ شاید اسی خوف سے یہ دونوں مشرف بہ اسلام ہو جائیں لیکن ایسا نہ ہوا۔ آخر علماء کے فتوے کے مطابق ان دونوں کو پھانسی دے دی گئی۔

احمد آباد قلعوں کی تعمیر

اسی سال سلطان محمود نے اپنے ایک معتبر امیر کو احمد آباد روانہ کیا اور اسے یہ حکم دیا کہ اس شہر میں حصار قلعے اور برج وغیرہ تعمیر کیے جائیں۔ تمام اراکین سلطنت اور امراء نے دل و جان سے شاہی حکم کی تعمیل کی اور حصار اور قلعے تعمیر کروائے گئے۔ ایک فاضل شخص نے اس آیت سے "من دخلہ کان امنا" سے ان تعمیرات کی تاریخ نکالی۔

قلعہ ابو کے راجہ کی دست درازی

۸۷۲ھ میں تاجروں کے ایک گروہ نے دارالملک محمد آباد میں بادشاہ سے قلعہ ابو کے راجہ کی شکایت کی کہ ہم لوگ چار سو گھوڑے لے کر آ رہے تھے کہ راجہ نے زبردستی یہ تمام جانور ہم سے چھین لیے اور جو سامان ہمارے ساتھ تھا وہ بھی چھین لیا۔" یہ سن کر بادشاہ نے افسوس کا اظہار کیا اور حکم دیا گھوڑوں اور سامان کی قیمت شاہی خزانے سے ان تاجروں کو ادا کر دی جائے۔

marfat.com

Marfat.com

راجہ ابو کے نام فرمان

اس کے بعد بادشاہ نے سامان سفر درست کیا اور قلعہ ابو کی طرف روانہ ہو گیا۔ بادشاہ نے دوسری منزل پر قیام کیا اور راجہ ابو کے نام ایک فرمان لکھا جس کا مضمون یہ تھا۔ "مجھے یہ معلوم ہوا ہے کہ تم نے تاجروں کی ایک جماعت کا تمام سامان اور وہ گھوڑے جو کہ وہ ہمارے لیے لا رہے تھے تم نے اپنے قبضے میں کر لیے ہیں' تمہارا فرض ہے کہ اس فرمان کو دیکھتے ہی وہ تمام سامان اور گھوڑے ہماری بارگاہ میں روانہ کر دو ورنہ نتائج کی تمام ذمہ داری تم پر ہو گی اور تم کو طرح طرح کی مشکلات کا سامنا کرنا پڑے گا۔"

راجہ ابو کی اطاعت

بادشاہ نے یہ فرمان تاجروں کے ایک گروہ کے حوالے کیا اور انہیں راجہ کے پاس بھیجا۔ راجہ نے فرمان دیکھا اور ان سوداگروں سے بڑی مروت سے پیش آیا۔ اس نے تین سو ستر گھوڑے اور تمام سامان ویسے کا ویسا جو اس کے پاس رکھا ہوا تھا ان سوداگروں کے حوالے کر دیا۔ بقیہ سامان جو ضائع ہو گیا تھا راجہ نے اس کی قیمت ادا کر دی اس کے بعد راجہ نے اپنا قاصد اور پیش کش بھیج کر بادشاہ کی اطاعت کا وعدہ کیا اور اس کے بہی خواہوں میں شامل ہو گیا۔

اس کے بعد سلطان محمود' محمود آباد جنانیر میں واپس آ گیا اور شہر کے گرد برج اور قلعہ بنانے میں معروف ہو گیا۔ یہ کام بادشاہ نے بڑے انہماک اور توجہ سے انجام کو پہنچایا۔

بہادر گیلانی کا فتنہ

۹۰۰ھ میں سلطان محمود بہمنی کے مشہور و معروف امیر بہادر گیلانی نے علم بغاوت بلند کیا اور بندر کوہ وائل اور دکن کے دوسرے علاقوں پر قبضہ کر لیا۔ بہادر گیلانی نے تقریباً دس بارہ ہزار سپاہیوں کی جمعیت تیار کر لی اور بے شمار سپاہیوں کو کشتیوں کے ذریعہ گجرات کی طرف بھیجا اور اس ملک کے باشندوں کو بہت نقصان پہنچایا۔

جوابی کاروائی

بہادر گیلانی نے سلطان محمود کے چند خاصہ کے جہازوں پر بھی قبضہ کر لیا اور بندر مہائم میں لوٹ مار کا بازار گرم کر کے مکانات وغیرہ کو نذر آتش کر دیا اور اس شہر کو اپنے قبضے میں کرنے کا خواب دیکھنے لگا۔ سلطان محمود نے صفدر الملک کو ایک زبردست لشکر کے ساتھ بہادر گیلانی کے دفعیے کے لیے نامزد کیا اور خاصہ خیل کے افسر اعلیٰ قوام الملک کو بھی جنگل کے راستے سے مہائم کی طرف روانہ کیا۔

باد مخالف

صفدر جنگ کے ساتھ جو جہاز تھے وہ بخیر و عافیت مہائم پہنچ گئے۔ اسی دوران میں مخالف ہوا کے چلنے کی وجہ سے یہ جہاز ایک جگہ نہ رہ سکے اور ادھر ادھر بکھر گئے۔ اہل جہاز طوفان سے ڈر گئے اور انہوں نے پریشان ہو کر بہادر گیلانی کے ملازموں سے جو کنارے پر کھڑے تھے امان طلب کی اور باد مخالف کی فتنہ خیزیوں سے نجات پانے کے لیے کنارے کی طرف روانہ ہوئے۔ کنارے پر پہنچ کر انہوں نے دیکھا کہ بہادر گیلانی کے ملازم لڑائی کے لیے آمادہ ہیں لہٰذا اہل گجرات کے لیے سوائے جنگ کے اور کوئی چارہ نہ رہا۔ فریقین میں زبردست لڑائی ہوئی جس کے نتیجے میں اہل گجرات مغلوب ہوئے۔

صفدر الملک کی گرفتاری

صفدر الملک اور گجراتیوں کے چند دوسرے معتبر افراد کو بہادر گیلانی کے سپاہیوں نے گرفتار کر لیا اور اس طرح تمام جہاز بھی دشمن کے قبضے میں آ گئے۔ قوام الملک جب مہائم پہنچا تو اس وقت بہادر گیلانی کے ملازم اپنا کام پورا کر کے اپنے مالک کے پاس جا چکے تھے۔

marfat.com

Marfat.com

قوام الملک کا عریضہ

قوام الملک نے اسی جگہ قیام کیا اور سلطان محمود کے نام ایک عریضہ لکھا جس کا مضمون یہ تھا۔ "آپ کے اس غلام کی یہ رائے ہے کہ بہادر گیلانی سے پورا پورا انتقام لیا جائے لیکن میں اس وقت تک بہادر گیلانی کے پاس نہیں پہنچ سکتا جب تک دکن کے کچھ علاقے تباہ و برباد نہ کر لیے جائیں اس سلسلے میں حضور کے حکم کا میں انتظار کروں گا۔"

دکنی فرماں روا کا اقدام

سلطان محمود کے پاس جب قوام الملک کا قاصد عریضہ لے کر پہنچا تو سلطان نے عریضہ پڑھ کر اسی وقت قاصد کو مع عریضے کے بادشاہ دکن کے پاس روانہ کر دیا۔ دکنی فرماں روا نے عریضہ پڑھا اور فوراً لشکر تیار کر کے بہادر گیلانی پر حملہ آور ہوا اور اسے قتل کر دیا۔ اس کے بعد دکنی فرماں روا نے صفدر الملک کو ان تمام گجراتی جہازوں پر جو بہادر گیلانی نے اپنے قبضے میں کر لیے تھے اور بہت سے گراں قدر تحفوں کے ساتھ گجرات روانہ کیا۔ بادشاہ دکن یہ چاہتا تھا کہ اس کاروائی کے صلے میں سلطان محمود اسے (یعنی شاہ دکن کو) ان بدطنیت لوگوں کے چنگل سے نجات دلائے کہ جو اس پر مسلط ہو گئے تھے لیکن شاہ گجرات نے اس معاملے میں کوئی دخل نہ دیا کیونکہ یہ صورت حال اصلاح کے قابل نہ رہی تھی۔

رائے ایدر کی اطاعت

۹۰۱ھ میں سلطان محمود باکری سے ایدر کی طرف گیا۔ جب بادشاہ اس ملک کے قریب پہنچا تو وہاں کا راجہ بغیر کسی پس و پیش کے بادشاہ کی خدمت میں حاضر ہو گیا۔ راجہ نے چار سو گھوڑے اور چار لاکھ روپیہ کے عمدہ اور خوبصورت تحفے تحائف اور بہت سا اسلحہ سلطان محمود کی خدمت میں پیش کیا نیز جزیہ ادا کرنے کا بھی وعدہ کیا۔ اس طرح راجہ نے اپنے ملک کو بادشاہ کے قبضے سے بچا لیا۔ اس کے بعد سلطان محمود تمام سامان اپنے ہمراہ لے کر محمدؐ آباد واپس آ گیا۔

عدل و انصاف

۹۰۳ھ میں سلطان محمود نے اپنی رعیت اور ملک کے حالات سے باخبر ہونے کے لیے سیاحت اختیار کی اور ملک کے بہت سے حصوں کا سفر کیا۔ اس دوران میں بادشاہ نے عدل و انصاف کے بہت سے کارہائے نمایاں سرانجام دیئے اور اس سلسلے میں نوشیرواں سے بھی آگے بڑھ گیا۔

الف خاں کی بغاوت

۹۰۴ھ میں شاہی خاندان کے ایک غلام الف خان نے علم بغاوت بلند کیا۔ بادشاہ نے اس باغی کے دفعیے کے لیے قاضی بیربر کو متعین کیا جو ایک نامور بھمنی امیر تھا اور اس زمانے میں گجرات میں مقیم ہو کر صاحب اقتدار ہو چکا تھا۔ قاضی بیربر نے الف خاں کا تعاقب کیا اور اسے جنگلوں میں بھگاتا پھرا۔ آخر کار الف خاں سلطان پور کے راستے مالوہ کی طرف فرار ہو گیا اور اسی دوران میں زہر یا طبعی موت سے اس نے سفر آخرت اختیار کیا۔

عادل خاں فاروقی کی سرزنش

انہیں دنوں عادل خاں بن مبارک خاں فاروقی نے خراج ادا کرنے میں حیل و حجت سے کام لیا اور سلطان محمود کو ٹالنے لگا۔ بادشاہ نے ۹۰۵ھ میں قاضی بیربر کو چند معتبر امیروں اور لشکر کے ساتھ عادل خاں کی سرزنش کے لیے روانہ کیا۔ قاضی بیربر نے خاندیش میں داخل ہو کر تباہی و بربادی کا بازار گرم کیا۔ عادل خاں میں اتنی قوت نہ تھی کہ حملہ آور کا مقابلہ کرتا لہٰذا اس نے برار کے حاکم عماد الملک سے مدد

marfat.com

Marfat.com

کی درخواست کی۔

عادل خان کی اطاعت

عماد الملک نے عادل خاں کی مدد کرنے سے انکار کر دیا اور اب عادل خاں کے لیے سوائے اطاعت کے کوئی چارہ کار نہ رہا لہٰذا اس نے چند سال کا خراج اپنے ساتھ لیا اور محمد آباد جنانیر پہنچ کر سلطان محمود کی خدمت میں حاضر ہوا۔

ایک دوسری روایت

اس سلسلے میں ایک روایت یہ بیان کی جاتی ہے کہ سلطان محمود بذات خود عادل خاں کی سرزنش کے لیے روانہ ہوا۔ بادشاہ جب پٹن کے قریب پہنچا تو عادل خاں نے پیش کش روانہ کی اور اپنے قصور کی معافی چاہی۔ بادشاہ نے حقوق دامادی کے پیش نظر عادل خاں کا قصور معاف کر دیا۔

ملک وجیہہ اور ملک اشرف کا عریضہ

انہیں دنوں دولت آباد کے تھانیدار اور کوتوال ملک اشرف اور ملک وجیہہ نے بادشاہ کے نام اس مضمون کا ایک عریضہ روانہ کیا کہ "یہ قلعہ ہم خادمان بارگاہ شاہی کے قبضے میں ہے چونکہ سلطان بیدر پر امیر برید پوری طرح چھایا ہوا ہے۔ اس لیے احمد نظام الملک اس قلعے کو اپنے قبضے میں کرنے کی کوشش میں ہے اور ہر سال حملہ کر کے ہمیں نقصان پہنچاتا ہے۔ آج کل بھی اس نے قلعہ دولت آباد کا محاصرہ کر رکھا ہے۔ اگر حضور اس طرف توجہ فرمائیں اور قلعے کو اپنے قبضے میں کر کے ہمیں احمد نظام الملک کی چیرہ دستیوں سے نجات دلوائیں تو ہم اپنی استطاعت کے مطابق حضور کی خدمت میں بے شمار تحفے پیش کریں گے۔

احمد نظام الملک کا فرار

سلطان محمود کو جب یہ عریضہ ملا تو اس نے اپنے لشکر کا ایک حصہ دکن کی طرف روانہ کر دیا اور خود دو تین منزل پیش قدمی کر کے سرراہ مقیم ہو گیا۔ احمد نظام الملک کو جب سلطان محمود کی پیش قدمی کی خبر ملی تو وہ بدحواس ہو کر دولت آباد سے فرار ہو گیا اور جنیر واپس آ گیا۔ دولت آباد کے باشندے سلطان محمود کی بارگاہ میں حاضر ہوئے اور بہت سے قیمتی تحفے تحائف بادشاہ کی نذر کیے۔

رفیع الدین محمد کی آمد

الغرض سلطان محمود نے ایک ہی سفر میں دو مہمات کو سر کیا اور پھر محمد آباد جنیر واپس آ گیا۔ اسی زمانے میں رفیع الدین محمد بن مرشد الدین صفوی جو زہد و تقویٰ کے لحاظ سے ایک بلند مقام رکھتے تھے اپنے والد کی پیروی کر کے گجرات تشریف لائے اور محمد آباد میں مقیم ہوئے۔

اس زمانے میں بہمنی حکومت میں سخت انتشار برپا تھا اس خاندان کے ہر مقتدر امیر اور غلام نے اپنے آقا سے بغاوت کر کے الگ حکومت قائم کر رکھی تھی۔ اس صورت حال کے پیش نظر سلطان محمود کو بھی بہمنی امراء سے خطرہ لاحق ہوا۔

امراء کا قتل

سلطان محمود نے ۹۰۹ھ میں محمد آباد کا سفر اختیار کیا اور وہاں پہنچ کر بہت سے ایسے امراء کو جو صاحب اقتدار تھے تلوار کے گھاٹ اتارا' ان مقتولین کی جگہ دوسرے امیروں کا تقرر کیا گیا۔ اس کاروائی کی وجہ یہ تھی کہ بادشاہ کو یہ خوف تھا کہ صاحب اقتدار امراء کہیں خود اس کے یا اس کی اولاد کے خلاف علم بغاوت سربلند نہ کریں۔

marfat.com

Marfat.com

کفار فرنگ

۹۱۳ھ میں بادشاہ کے دل میں پھر محمد آباد جنانیر کو دیکھنے کا خیال پیدا ہوا اور وہ اس طرف روانہ ہوا۔ اس واقعہ کو ابھی دو تین مہینے بھی نہ گزرے تھے کہ یہ خبر آئی کہ کفار فرنگ ساحل پر جمع ہو گئے ہیں اور یہ چاہتے ہیں کہ قلعے بنا کر اس جگہ مقیم ہو جائیں۔ یہ اطلاع بھی ملی کہ سلطان روم نے جو ان فرنگیوں کا سخت دشمن ہے اپنے بے شمار جہازوں کو ان کی تباہی و بربادی کے لیے روانہ کیا۔ سلطان محمود نے بھی ان فرنگیوں سے جنگ کا ارادہ کیا اور دیسی دمن اور مہائم کی طرف روانہ ہوا۔

فرنگیوں سے لڑائی کی تیاریاں

سلطان محمود خطہ دمن میں پہنچ کر اپنے عزیز ترین غلام ایاز سلطانی کو جو امیر الامرائی اور سپہ سالاری کے مرتبے پر فائز تھا۔ بندر دیب سے چند خاص کشتیوں کے ساتھ جو بہادر سپاہیوں اور سامان جنگ سے بھری ہوئی تھیں فرنگیوں کی سرکوبی کے لیے روانہ کیا۔ سلطان روم کے دس بڑے جہاز بھی جو فرنگیوں سے لڑنے کے لیے آئے ہوئے تھے ایاز کے ساتھ روانہ ہوئے۔

ایاز سلطانی کی فتح

ایاز سلطانی نے بندر چیول تک عیسائیوں کا مقابلہ کیا۔ فرنگیوں کا ایک بڑا جہاز جو ایک کروڑ کی مالیت کا تھا مسلمانوں کی توپوں کی زد میں آ کر پاش پاش ہو گیا اور دریا میں ڈوب گیا۔ ایاز کو فتح نصیب ہوئی اور وہ بہت سے فرنگیوں کو قتل کر کے واپس آیا۔ اس لڑائی میں رومیوں کے بھی چار سو افراد مارے گئے لیکن انہوں نے بھی دو تین ہزار فرنگیوں کو قتل کر کے ہی دم لیا۔

سلطان محمود جب بنادر کے نظم و نسق کی طرف سے پوری طرح مطمئن ہو گیا تو وہ محمد آباد واپس آ گیا۔

اسیر میں ہنگامہ

اسی زمانے میں داؤد شاہ فاروقی نے اسیر میں داعی اجل کو لبیک کہا ملک میں چاروں طرف ایک ہنگامہ برپا ہو گیا۔ عادل خاں بن حسن خان نے جو سلطان محمود گجراتی کا نواسا تھا چند افراد کو سلطان گجراتی کے دربار میں بھیج کر امداد کی درخواست کی۔

سلطان محمود کا عادل خاں کی مدد کے لیے نکلنا

شعبان ۹۱۳ھ میں سلطان محمود تھوڑے سے لشکر کے ساتھ اسیر آیا۔ رمضان کا مہینہ اس نے دریائے نربدا کے کنارے موضع سیلے میں گزارا۔ اور شوال میں ندربار کی طرف روانہ ہوا۔ وہاں پہنچ کر بادشاہ کو یہ معلوم ہوا کہ ملک حسام الدین مغل زادہ نے نظام الملک بحری اور عماد الملک کاویلی کی اتفاق رائے سے عالم خان کو تخت حکومت پر بٹھا دیا اور نظام الملک اب بھی برہان پور میں قیام پذیر ہے۔

نظام الملک وغیرہ پر لشکر کشی

یہ اطلاع پا کر سلطان محمود تھانیسر کی طرف چلا گیا۔ انہیں دنوں بادشاہ کو کچھ جسمانی کمزوری محسوس ہوئی اور وہ اس جگہ چند روز کے لیے ٹھہر گیا۔ بادشاہ نے آصف خاں اور عزیز الملک کو ایک زبردست لشکر کے ساتھ نظام الملک حسام الملک اور عالم خاں کی سرزنش کے لیے روانہ کیا۔

ملک لاون اور ملک حسام کی ندامت

نظام الملک نے تھوڑے سے لشکر کے ساتھ عالم خاں کی مدد کی اور خود کاویل کی طرف روانہ ہو گیا۔ لاون خاں نے آصف خاں کا استقبال کیا اور اس سے ملاقات کی۔ آصف خاں نے لاون خاں کو سلطان محمود گجراتی کی خدمت میں روانہ کیا۔ چند دنوں کے بعد ملک حسام الدین اپنی حرکت پر نادم ہوا اور سلطان محمود کی خدمت میں حاضر ہو گیا۔ بادشاہ ملک لاون اور ملک حسام سے بڑی محبت سے پیش آیا۔

marfat.com

Marfat.com

عادل خاں کا عنان حکومت سنبھالنا

عیدالاضحی کے بعد سلطان محمود نے عادل خاں کو "اعظم ہمایوں" کا خطاب دیا نیز چار ہاتھی اور خرچ کے واسطے چار لاکھ کی رقم بھی دی اور اسیرو برہان پور کی حکومت عنایت کی۔ ملک لاون کو بھی بادشاہ نے خطاب دیا اور موضع بناس بطور جاگیر کے عطا کیا۔ عماد الملک کے بیٹے ملک مالھا کو "غازی خاں" تھانیسر کے تھانے دار عالم شہ کو "قطب خاں" ملک حافظ کو "محافظ خاں" اور اس کے بھائی ملک یوسف کو "سیف خاں" کے خطابات عنایت کیے اور ان امراء کو اعظم ہمایوں کی مصاحبت کے لیے نامزد کیا۔

حسام الملک کی عزت افزائی

سلطان محمود نے اپنے امیروں میں سے ملک نصرۃ الملک اور مجاہدۃ الملک گجراتی کو بھی عادل خاں فاروقی' المخاطب بہ "اعظم ہمایوں" کی اطاعت کا حکم دیا۔ ۱۷ ذوالحجہ کو بادشاہ اپنے پایہ تخت کی طرف روانہ ہوا۔ سفر کی پہلی منزل پر بادشاہ نے ملک حسام الدین کو "شہریار" کے خطاب سے سرفراز کیا اور دو ہاتھی مرحمت کیے اور اسے مضافات سلطان کے موضع ونیورہ میں جانے کی اجازت دی۔

بادشاہ جلد از جلد سفر کی منزلیں طے کرنے لگا۔ انہیں دنوں سلطان بہادر نے شہزادہ مظفر بن شہزادہ بہادر کو جو اس مہم میں بادشاہ کے ساتھ تھا عمدہ گھوڑے تحفتاً دیے۔

ملک حسام الدین کا قتل

سلطان محمود' محمد آباد کے قریب پہنچا اور اپنے پوتے سلطان بہادر کو اپنے ہمراہ لیا اور سلطان مظفر کو برودرہ جانے کا حکم دیا کہ جو مظفر کی جاگیر میں شامل تھا۔ سلطان کی عدم موجودگی میں اعظم ہمایوں نے ملک حسام الدین شہریار کو قتل کر دیا اور اس کے رشتہ داروں اور بہی خواہوں کو بھی تلوار کے گھاٹ اتارنے کا حکم دے دیا۔ ربیع الاول ۹۱۴ھ میں یہ خبر سلطان محمود نے سنی اور اس نے کہا جو شخص نمک حرامی کرتا ہے وہ آخر کار مارا جاتا ہے۔

اعظم ہمایوں کا خط سلطان محمود کے نام

اسی دوران میں برہان پور اور اسیر سے اعظم ہمایوں کا ایک خط سلطان محمود کے نام آیا جس میں اس نے لکھا تھا کہ "شیر خاں" اور سیف خاں نے جو قلعہ اسیر پر قابض ہیں باہمی اتفاق سے نظام الملک کے نام ایک خط لکھا ہے جس کے جواب میں نظام الملک عالم خاں اور راجہ کالینہ کو ساتھ لے کر اپنی سرحد کے قریب قیام پذیر ہوا ہے۔ اگر نظام الملک نے اپنی حدود سے آگے قدم بڑھایا تو میں اس کے ساتھ معرکہ آرائی کروں گا۔"

جواب

یہ خط پڑھتے ہی سلطان محمود نے پانچ لاکھ مزید تنکے اعظم ہمایوں کو بھجوائے اور اپنے نامی گرامی امراء دلاور خاں' قدر خاں اور صفدر خاں وغیرہ کو اس کی مدد کے لیے نامزد کیا۔ بادشاہ نے اعظم ہمایوں کے خط کا جواب اس طرح لکھا۔ "اے فرزند دلبند! تم کسی قسم کا فکر نہ کرو اگر ضرورت ہوئی تو میں بذات خود آؤں گا۔ سلاطین دکن کے غلام نظام الملک میں اتنی ہمت نہیں کہ وہ تمہیں نقصان پہنچا سکے۔"

گجراتی امیر ابھی شہر سے باہر ہی تھے کہ شہزادہ مظفر خاں جس کے حالات آئندہ سطور میں بیان کیے جائیں گے اپنے باپ کی خدمت میں حاضر ہوا اور اس سے سات لاکھ تنکے لے کر اپنے بھانجے "اعظم ہمایوں" کی خدمت میں روانہ کیے۔

نظام الملک کا خط

کچھ دنوں کے بعد نظام الملک بحری کا حاجب محمد آباد آیا اور اس نے سلطان محمود کی خدمت میں خط پیش کیا' جس میں تحریر تھا۔ "خاں

marfat.com
Marfat.com

زادہ عالم خاں نے مجھ سے درخواست کی ہے اور آپ سے بھی توقع رکھتا ہے کہ آپ اسے برہان پور و اسیر کا کچھ حصہ مرحمت فرمائیں۔"
یہ خط پڑھ کر بادشاہ سخت غصے میں آیا اور یہ جواب دیا کہ "ایک غلام زادے کی اتنی ہمت کہ بادشاہوں کو خط لکھے اگر اس نے اپنی حد سے آگے قدم رکھا تو بڑی سختی سے اس کو پامال کیا جائے گا۔"

سیف خاں اور شیر خان کی امان طلبی

یہ جواب جب نظام الملک کو ملا تو وہ احمد نگر واپس چلا گیا۔ گجراتی امراء ندربار کے قصبے میں پہنچے، شیر خاں اور سیف خاں نے خوف زدہ ہو کر امان طلب کی اور دکن کی طرف چلے گئے۔ عالم خاں کو جب یہ معلوم ہوا کہ گجراتی لشکر آ گیا ہے تو اس نے کالول کے علاقے میں لوٹ مار کا بازار گرم کیا یہاں کے راجہ نے خوفزدہ ہو کر پیش کش بھیجی اور معذرت کا اظہار کیا۔ عادل خاں اسیر میں آیا اور اس نے دلاور خاں کو بے حد عزت و توقیر کے ساتھ گجرات رخصت کیا۔

بادشاہ دہلی کی طرف سے تحفے

سلطان سکندر لودھی بادشاہ دہلی نے ۹۱۶ھ میں محبت و خلوص کے اظہار کے لیے سلطان محمود گجراتی کی خدمت میں بہت سے گراں قدر تحفے تحائف ارسال کیے یہ پہلا موقع تھا کہ دہلی کے کسی بادشاہ نے فرماں روائے گجرات کو تحفے بھیجے۔

نہروالہ کا سفر

اسی سال سلطان محمود نے نہروالہ کا سفر اختیار کیا۔ اس علاقے کے تمام علماء و اکابر کو بادشاہ نے انعام و اکرام سے نوازا اور ان سے کہا۔ میں یہاں اس مقصد سے آیا ہوں کہ آپ حضرات سے آخری بار ملاقات کروں ممکن ہے کہ اس کے بعد موت مجھے اس کی اجازت نہ دے۔" علماء نے اس موقعے پر بادشاہ کے حق میں دعائے خیر کی۔
اس مجلس سے رخصت ہو کر بادشاہ مشائخ پٹن کے مزارات کی زیارت کے لیے روانہ ہوا اور پھر وہاں سے احمد آباد آیا۔ شیخ احمد کھٹو کے روضہ مقدس کی زیارت کے بعد بادشاہ محمد آباد جنانیر واپس آ گیا۔

بادشاہ کی جسمانی کمزوری

انہیں دنوں بادشاہ کے جسم میں کمزوری اور بیماری کے آثار پیدا ہوئے۔ بادشاہ نے یہ صورت دیکھ کر شہزاد مظفر کو برودرہ سے بلایا اور اسے اعلیٰ نصیحتیں کیں۔ تین چار روز بعد بادشاہ کی صحت قدرے بہتر ہو گئی اور اس نے شہزادے کو برودرہ واپس بھجوا دیا۔
چند دنوں کے بعد سلطان محمود کی صحت پھر خراب ہو گئی۔ اور اس کا مرض عود کر آیا۔ اس بیماری کی وجہ سے بادشاہ بے حد نحیف و ناتواں ہو گیا۔ بادشاہ نے شہزادہ مظفر کو دوبارہ برودرہ سے بلا لیا۔

سلطان محمود کا انتقال

اسی دوران میں فرحت الملک نے معروضہ پیش کیا کہ "بادشاہ ایران شاہ اسمٰعیل صفوی نے یادگار بیگ کو قزلباشوں کی ایک جماعت کو اعلیٰ درجے کے تحفوں کے ساتھ حضور کی خدمت میں روانہ کیا۔" بادشاہ نے یہ سن کر کہا "خدا نہ کرے کہ میں قزلباشوں کی صورت دیکھوں کیونکہ وہ ظالم و بانی فساد ہیں۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا یادگار بیگ قزلباش ابھی بادشاہ کی خدمت میں پہنچنے بھی نہ پایا تھا کہ سلطان محمود نے داعی اجل کو لبیک کہا۔ یہ حادثہ ۲/ رمضان بروز دو شنبہ کو پیش آیا۔

لقب "بیگرا" کی وجہ

سلطان محمود نے ایک مہینہ کم اکسٹھ سال کی عمر پائی۔ اس عرصے میں پچپن سال اور ایک ماہ تک اس نے حکومت کی، حکومت کے

marfat.com

Marfat.com

فرامین میں اسے "خدائیگان حلیم" کے لقب سے یاد کیا جاتا ہے۔ سلطان محمود کو "بیکرا" بھی کہا جاتا ہے بیکرا اس گائے کو کہا جاتا ہے' جس کے سینگ اوپر کی طرف گھومے ہوئے اور حلقہ دار ہوتے ہیں۔ چونکہ سلطان محمود کی مونچھوں کے بال اسی طرح کے تھے' اس لیے اسے "بیکرا" کہا جاتا ہے۔

شاہ جمال الدین کا بیان

شاہ جمال الدین انجوا کا بیان ہے کہ چونکہ سلطان محمود نے دو نہایت ہی مشہور و معروف قلعے کرنال اور جنانیر فتح کیے تھے اس لیے عوام و خواص اسے "بیکرا کہنے لگے۔ جس کا مطلب ہے دو قلعوں والا' یہی توجیہ قرین قیاس معلوم ہوتی ہے۔

کردار

سلطان محمود اپنی خصوصیات و عادات کے لحاظ سے ایک مہذب ترین انسان تھا۔ بہادری دانائی' معاملہ فہمی' سخاوت اور مہربانی کی خصوصیات اس میں بدرجہ اتم موجود تھیں۔ جھوٹ بولنے اور سننے کو وہ سخت ناپسند کرتا تھا۔ اس کی زبان سے کبھی کوئی ایسا جملہ نہیں نکلا جو تہذیب و شائستگی کے معیار سے گرا ہوا ہو۔ مذہب اسلام کے قوانین کا وہ سختی سے پابند تھا' تیراندازی اور شکار کا اسے بہت شوق تھا' شرم و حیا کا یہ عالم تھا کہ خلوت میں بھی نامحرموں سے اپنے پاؤں کو چھپاتا تھا۔

بہادری

"طبقات محمود شاہی" کے مصنف کا بیان ہے کہ اگرچہ سلطان محمود کا ظاہری جسمانی ڈھانچہ کمزور تھا لیکن وہ اپنے بچپن سے لے کر آواخر حیات تک دوران سفر اور معرکہ آرائی کے وقت ایسا جوشن آہنی پہنتا تھا کہ جسے ایک بہادر سے بہادر انسان بھی مشکل سے اٹھا سکتا ہے۔ وہ اپنے ترکش میں ایک سو ساٹھ تیر رکھتا تھا تلوار اور نیزہ بھی ہروقت وہ لگائے رکھتا تھا۔

marfat.com

Marfat.com

سلطان مظفر شاہ بن سلطان محمود گجراتی

تخت نشینی

سلطان محمد شاہ بن محمد شاہ کے انتقال کے بعد شہزادہ مظفر تخت حکومت پر بیٹھا۔ اپنے باپ کے انتقال کے بعد وہ برودرہ سے محمد آباد پہنچا اور ۱۳/ رمضان المبارک کو سہ شنبہ کے روز اس کی تخت نشینی کی رسم عمل میں آئی۔ تمام امراء و اراکین سلطنت نے اطاعت و وفاداری کا دم بھرا۔ اسی رات مظفر نے اپنے باپ کی لاش کو شیخ کھٹو" کے مزار کی طرف روانہ کیا۔ اور عزیز الملک کو دس لاکھ تنکے دیئے تاکہ قصبہ سرکچ کے غریبوں اور محتاجوں میں تقسیم کر دیئے جائیں۔

رشید الملک اور ملک خوش قدم کا تقرر

اس کے بعد مظفر شاہ نے امراء کو خلعت اور خطابات سے نوازا۔ اسی روز مظفر شاہ کے نام کا خطبہ منبروں پر پڑھا گیا۔ مظفر کی تاریخ پیدائش ۲۰/ شوال ۸۷۵ھ ہے۔ اس نے اپنی حکومت کے ابتدائی زمانے میں اپنے خاصے لشکر کے نامور سرداران ملک خوش قدم اور ملک رشید الملک کو بالترتیب عماد الملک اور خداوند خاں کے خطابات دے کر عنان و زارت ان کے سپرد کر دی۔

ایرانی قاصد کی آمد

ماہ شوال میں اسی سال شاہ ایران کا قاصد یادگار بیگ محمد آباد کے نواح میں آیا۔ سلطان مظفر نے اپنے تمام امیروں اور اراکین سلطنت کو یادگار بیگ کے استقبال کے لیے روانہ کیا۔ بادشاہ نے اس ایرانی قاصد سے بہت مہربانی کا برتاؤ کیا۔ یادگار بیگ جو تحفے تحائف اپنے ساتھ لایا تھا اس نے وہ سب سلطان مظفر کی خدمت میں پیش کیے۔ بادشاہ نے یادگار بیگ اور اس کے ساتھیوں کو خلعت و انعام سے سرفراز کیا اور ان کی رہائش کے لیے ایک عمدہ مکان کا انتظام کر دیا۔

برودرہ کا سفر

کچھ دنوں بعد سلطان مظفر قصبہ برودرہ گیا اور اس مقام کو "دولت آباد" کے نام سے موسوم کیا۔ اسی روز شادی آباد مندو کے بادشاہ کا بیٹا صاحب خاں اپنے بھائی کے خوف سے بھاگ کر برودرہ آ گیا۔ بادشاہ نے اپنے امیروں کو صاحب خاں کے استقبال کے لیے بھیجا اور اس سے ملاقات کی۔ چند روز بادشاہ نے صاحب خاں کی مہمان داری میں بسر کیے اور پھر محمد آباد واپس آ گیا۔

بادشاہ نے قیصر خاں کو قصبہ دہور کی طرف روانہ کیا تاکہ وہ سلطان محمود خلجی کے بارے میں صحیح خبریں اور مالوہ کے امراء کی تفصیل سے کیفیت دریافت کرے۔

صاحب خاں کا پیغام

ایک روز صاحب خاں نے سلطان مظفر کو پیغام بھیجا کہ بندے کو اس نواح میں آئے ہوئے ایک طویل عرصہ ہو گیا ہے لیکن اب تک میرا مقصد پورا نہیں ہوا۔ "سلطان مظفر نے اس کے جواب میں تحریر کیا کہ آج کل چونکہ بارشیں ہو رہی ہیں اس لیے کچھ کرنا مشکل ہے۔ انشاء اللہ برسات کے بعد مالوہ کا آدھا ملک سلطان محمود خلجی کے قبضے سے نکال کر تمہارے حوالے کر دوں گا۔"

ہنگامہ بد تمیزی

بادشاہ کے اس وعدہ کے باوجود صاحب خاں کی بدقسمتی میں کمی نہ ہوئی اتفاق سے یادگار بیگ اور اس کے دوسرے قزلباش ساتھی جو

marfat.com

Marfat.com

گجراتیوں میں "کلاہ سرخ" کے نام سے مشہور تھے اہل گجرات کے قریب ہی آباد ہو گئے۔ ایک روز ان کے ملازموں کے مابین جھگڑا ہو گیا اس ہنگامے میں یاد گار بیگ کا مکان لوٹ لیا گیا۔ قزلباشوں نے بھی لڑائی میں حصہ لیا اور کئی ملازم مجروح و ہلاک ہوئے۔

صاحب خاں کی اسیر کی جانب روانگی

گجرات کے لشکر میں یہ خبر مشہور ہو گئی کہ قزلباشوں نے صاحب خاں کو قید کر لیا ہے۔ شہزادے نے بھی یہ خبر سنی اور اس سے اپنی یہ ذلت برداشت نہ ہو سکی اور وہ سلطان مظفر کو مطلع کیے بغیر ہی اسیر چلا گیا اور برہان پور کے حاکم اور عماد الملک کی تحریک پر امداد طلب کرنے کے لیے کاویل آیا۔ ان تمام حالات کی تفصیل مالوہ کے فرماں رواؤں کے حالات میں بیان کی جائے گی۔

شہزادہ صاحب خاں کی روانگی کے بعد سلطان مظفر کو راجپوتوں کے غلبے اور سلطان محمود خلجی کی پریشانی اور پراگندہ حالی کی خبریں ملیں۔ سلطان مظفر نے اپنی غیرت سے مجبور ہو کر اس گروہ کی سرزنش کا قوی ارادہ کیا۔

مالوہ کا سفر

بادشاہ نے پہلے احمد آباد کے سفر کا ارادہ کیا تاکہ تھانوں سے اچھی طرح مطمئن ہو جائے بادشاہ نے مالوہ کا سفر اختیار کیا اور راستے میں احمد آباد ٹھہرا اس شہر میں اس نے ایک ہفتے تک قیام کیا اور پھر کودھرہ کی طرف روانہ ہوا۔ کودھرہ میں اس نے لشکر جمع کیا اور آگے بڑھا ہی تھا کہ اسے اطلاع ملی کہ ایدر کے راجہ رائے بھیم نے موقع کو غنیمت سمجھ کر سانبرمتی کی حدود پر حملہ کر دیا۔

راجہ ایدر اور عین الملک میں جنگ

یہ خبر سن کر عین الملک ان حدود کی طرف گیا تاکہ راجہ کے فتنے کو فرو کرے اور پھر بادشاہ کی خدمت میں حاضر ہوا راجہ اپنے لشکر کے ساتھ عین الملک کے مقابلے پر آیا فریقین میں زبردست معرکہ آرائی ہوئی۔ عبدالملک نامی ایک فوجی سردار مع دو سو سپاہیوں کے مارا گیا عین الملک کا ایک ہاتھی جو اس کے ساتھ تھا اس لڑائی میں وہ بھی مارا گیا یہ صورت حال دیکھ کر عین الملک نے راہ فرار اختیار کی۔

بادشاہ کا عزم ایدر

سلطان مظفر نے رائے بھیم راجہ ایدر کی سرزنش کے لیے ایدر کا سفر اختیار کیا۔ جب بادشاہ قصبہ مہراسہ میں پہنچا تو اپنی فوج کے ایک حصے کو اس نے ایدر پر لشکر کشی کرنے کا حکم دیا۔ راجہ ایدر نے فوراً قلعہ خالی کر دیا اور خود بیجانگر کی پہاڑیوں میں چھپ گیا۔ بادشاہ نے ایدر پہنچ کر دس راجپوتوں کو جو راستے میں کھڑے تھے بے حد ذلت و خواری کے ساتھ تلوار کے گھاٹ اتارا۔

راجہ ایدر کی پریشانی

تباہی و بربادی کا ایسا بازار گرم کیا گیا کہ ایدر میں کوئی عمارت باغ' مندر باقی نہ رہا۔ رائے بھیم نے پریشان ہو کر اپنے زنار دار ملک گوپال کو سلطان مظفر کی خدمت میں روانہ کیا اپنے قصور کی معافی چاہی اور یہ پیغام دیا۔ "عین الملک میرا جانی دشمن تھا اس نے میرے ملک کو تباہ و برباد کیا۔ اس لیے پریشانی و اضطرار کے عالم میں میں نے ایسی حرکت کی اگر شروع میں میری غلطی ہوتی تو یقیناً میں آپ کے قہر و غضب کا مستحق تھا۔ میں حضور کی خدمت میں بیس لاکھ تنکے (جو دو ہزار تومان کے برابر ہوتے ہیں) اور ایک سو گھوڑے پیش کرتا ہوں اور آپ سے درخواست کرتا ہوں کہ میرا قصور معاف کیا جائے۔ حضور کی رحم دلی اور بندہ نوازی سے مجھے پوری پوری توقع ہے کہ آپ میرے اس معروضے کو قبول فرمائیں گے اور میری پریشان حالی کی لاج رکھ لیں گے۔"

مالوہ کو فتح کرنے کا ارادہ

سلطان مظفر شاہ مالوہ کو فتح کرنا چاہتا تھا اس نے راجہ کی معذرت قبول کر لی اور کودھرہ آ گیا۔ بادشاہ نے لشکر کی تیاری اور ضروری

marfat.com

Marfat.com

سامان کی فراہمی کے لیے عین الملک کو بیس لاکھ تنکے اور ایک سو گھوڑے دیئے۔ شہزادہ سکندر شاہ کو بادشاہ نے کودھرہ ہی میں محمد آباد کی حکومت عطا کی اور اسے اس نواح میں جانے کی اجازت دی۔

دھار کی طرف توجہ

اس کے بعد سلطان مظفر دھودرہ نامی قصبے میں پہنچا اور قیصر خاں کو حکم دیا کہ دیولہ نامی قصبہ (جو سلطان محمود خلجی کے ملازمین کے قبضے میں تھا) پر قابض ہو جائے۔ خود بادشاہ نے دھار کی طرف توجہ کی اس جگہ کے باشندے بادشاہ کے استقبال کے لیے آئے اور انہوں نے جان کی امان طلب کی۔ سلطان مظفر نے ان کی درخواست قبول کرلی اور اہل دھار کی حفاظت کے لیے قوام الملک اور اختیار الملک بن عماد الملک کو مقرر کیا۔

سلطان محمود کا چندیری پر حملہ

انہیں دنوں میں یہ خبر ملی کہ سلطان محمود نے چندیری کے باغیوں کی سرزنش کے لیے حملہ کیا ہے۔ سلطان مظفر نے اپنے امیروں کو واپسی کا حکم دیا اور کہا کہ "میرے اس سفر کا مقصد یہ ہے کہ پوربیہ کے غیر مسلموں کی سرزنش کی جائے۔ اور مالوہ کی حکومت سلطان محمود خلجی اور صاحب خاں بن سلطان ناصر الدین کے درمیان تقسیم کر دی جائے اس وقت چونکہ سلطان محمود خلجی نے چندیری کے امراء کے مقابلے کے لیے راجپوتوں کو ساتھ لیا ہے اس لیے اس ملک کے معاملات میں دخل دینا مناسب نہیں سمجھتا۔"

سیر و شکار کے لیے دھار کا سفر

اسی دوران قوام الملک سلطان مظفر کی خدمت میں حاضر ہوا' اس نے بادشاہ سے دھار کے آہو خانہ کی بے حد تعریف کی۔ یہ سن کر بادشاہ کی طبیعت سیر و شکار کی طرف مائل ہوئی۔ اس نے قوام الملک کو تو لشکر کی حفاظت کے لیے متعین کیا اور خود دو ہزار سواروں اور ڈیڑھ سو ہاتھیوں کو ساتھ لے کر دھار کی طرف روانہ ہوا۔ اسی دن بادشاہ نے میرزا شیخ عبداللہ چنگال اور شیخ کمال الدین مالوی کے مزاروں کی زیارت کی۔

جناتیر کو واپسی

کہا جاتا ہے کہ شیخ عبداللہ چنگال راجہ بھوج پانڈی کے عہد حکومت میں عہدہ وزارت پر فائز تھے ایک خاص وجہ سے آپ مشرف بہ اسلام ہوئے اور عبادات اور ریاضت و مجاہدہ سے آپ نے روحانی کمالات حاصل کیے۔ جب نظام الملک دلاورہ سے قصبہ تعلچہ میں آیا تو واپسی پر راجپوتوں کے ایک گروہ نے اسلامی لشکر کو نقصان پہنچایا۔ بادشاہ کو جب اس کی اطلاع ملی تو اس نے نظام الملک پر عتاب کی اور خود جناتیر واپس آ گیا۔

ایدر میں ہنگامہ

انہیں دنوں ایدر کے راجہ نے داعی اجل کو لبیک کہا اور اس کی جگہ پر اس کا بیٹا راجہ بہادر مل تخت نشین ہوا۔ اس موقع پر رانا سانگا نے اپنے داماد رائے مل پسر سورج مل کا ساتھ دیا اور ایدر کا ملک اور قلعہ بہار مل کے قبضے سے نکال کر رائے مل کے حوالے کر دیا۔ بہار مل نے سلطان مظفر سے مدد کی درخواست کی۔

پٹن کی سیر

سلطان مظفر نے ماہ شوال ۹۲۱ھ میں نظام الملک کو حکم دیا کہ وہ ایدر کا ملک اور قلعہ رائے مل کے تصرف سے نکال کر بہار مل کے حوالے کر دے۔ خود بادشاہ احمد نگر کی طرف روانہ ہوا راستے میں سلطان مظفر نے لشکر کو خداوند خاں کی نگرانی اور محافظت میں چھوڑا اور

marfat.com

Marfat.com

خود پٹن کی سیر کے لیے روانہ ہوا۔ پٹن پہنچ کر بادشاہ نے وہاں کے باشندوں خصوصاً علماء و فضلاء کو اپنی نوازشات سے سرفراز کیا اور پھر واپس اپنے لشکر گاہ میں آ گیا۔

ایدر کی فتح

نظام الملک نے اپنے آقا کے حکم کی تعمیل کی اور ایدر کو رائے مل کے قبضے سے نکال کر بہار مل کے حوالے کر دیا' رائے مل بیجا نگر کی طرف فرار ہو گیا۔ نظام الملک اس کے تعاقب میں بیجا نگر پہنچا اور لڑائی میں مشغول ہوا۔ دونوں طرف کے بے شمار سپاہی مارے گئے۔ جب سلطان مظفر کو اس کا علم ہوا تو اس نے نظام الملک کو پیغام بھیجا۔ "جب ایدر کا ملک ہمارے قبضے میں آ چکا ہے تو پھر بیجا نگر جا کر معرکہ آرائی کرنے سے کوئی فائدہ نہیں۔ اس طرح ہمارے سپاہیوں کی جانیں مفت میں ضائع ہوں گی' بہتر یہی ہے کہ تم جلد از اجلد واپس آ جاؤ۔" نظام الملک نے شاہی حکم کی تعمیل کی اور احمد نگر میں بادشاہ کی خدمت میں حاضر ہو گیا۔ سلطان مظفر نے نظام الملک کو تو احمد نگر ہی میں ٹھہرنے کا حکم دیا اور خود احمد آباد واپس آیا۔

شہزادہ سکندر کی شادی

احمد آباد پہنچ کر بادشاہ نے شہزادہ سکندر کی شادی کی رسومات ادا کیں اور اس سلسلے میں ایک عظیم الشان جشن مسرت بپا کر کے امیروں اور اراکین سلطنت کو خلعت و اسپ سے نوازا۔

ایدر کا سفر

جب برسات کا موسم ختم ہوا تو سلطان مظفر نے ایک بار پھر سیر و شکار کے لیے رخت سفر باندھا اور اس بار ایدر کی طرف روانہ ہوا۔ اسی زمانے میں نظام الملک بیمار پڑ گیا بادشاہ نے اس کے علاج کے لیے قابل طبیبوں کو مقرر کیا۔

رائے مل کا ایدر پر حملہ

۹۲۳ھ کے شروع میں بادشاہ نے جنانیر کا سفر اختیار کیا۔ سلطان مظفر نے نظام الملک کو جو صحت یاب ہو چکا تھا اپنے پاس بلایا اور نصرت الملک کو ایدر کی طرف روانہ کیا۔ نظام الملک نے قدرے عجلت سے کام لیا اور نصرت الملک کے پہنچنے سے پہلے ہی ظہیر الملک کو ایک سو سواروں کے ہمراہ ایدر میں چھوڑ کر خود احمد نگر کی طرف روانہ ہوا۔ نصرت الملک ابھی احمد نگر کے نواح ہی میں تھا۔ رائے مل نے اس موقع کو غنیمت سمجھا اور فوراً ایدر پر حملہ کر دیا۔

ظہیر الملک کا قتل

ظہیر الملک کے پاس بہت کم سپاہی تھے اس کے برخلاف رائے مل کے پاس زبردست لشکر تھا۔ مگر پھر بھی ظہیر الملک نے اس کثرت و قلت کی پرواہ نہ کی اور دشمن کا مقابلہ کیا نتیجہ تو ظاہر ہی تھا۔ ظہیر الملک مع ستائیس سپاہیوں کی لڑائی میں مارا گیا۔ سلطان مظفر کو جب اس حادثے کی اطلاع ملی تو اس نے نصرت الملک کے نام اس مضمون کا فرمان روانہ کیا "بیجا نگر کے علاقے تک جو فتنہ پردازوں اور مفسدوں کا مرکز ہے حملہ کیا جائے اور سرکشوں کی مناسب تنبیہہ کی جائے۔

سلطان محمود خلجی گجرات میں

انہیں دنوں شیخ حامد جو اپنے زمانے کے بڑے متقی و پرہیزگار بزرگ تھے۔ حبیب خاں کے غلبے سے تنگ آ کر مندو سے سلطان مظفر کی خدمت میں پہنچے اور اپنی آمد کی وجہ بیان کی۔ کچھ دنوں بعد دھور کا داروغہ قیصر خاں بھی بادشاہ کی خدمت میں پہنچا اور اس نے کہا۔ "سلطان محمود خلجی پورب کے کافروں کے غلبے اور تسلط کی وجہ سے پریشان ہو کر گجرات کے علاقے میں آ گیا ہے۔ اس کی آمد کی خبر سن کر

marfat.com

Marfat.com

موضع بھکور میں اس کے پاس پہنچا اور حسب استطاعت اس کی خدمت گزاری کی۔

محمود خلجی اور سلطان مظفر کی ملاقات

یہ خبر سن کر سلطان مظفر بہت خوش ہوا اس نے تمام لوازمات شاہی اور دوسرے بہت سے تحفے قیصر خاں کو دیئے تاکہ سلطان محمود خلجی کی خدمت میں پہنچا دیئے جائیں۔ قیصر خاں کی روانگی کے بعد سلطان مظفر نے بھی سلطان محمود خلجی کے استقبال کے لیے سفر اختیار کیا۔ دونوں بادشاہوں نے دیوالہ کے نواح میں ایک دوسرے سے ملاقات کی۔

سلطان مظفر کی مالوہ پر لشکر کشی

سلطان مظفر نے محمود خلجی کی بہت خاطرداری اور دل جوئی کی اور اس سے کہا کہ "آپ اپنی حکومت کے چھن جانے کا قطعاً خیال نہ فرمایئے میں عنقریب پوربی کافروں کا خاتمہ کر کے مالوہ کو فتنہ و فساد سے پاک کر دوں گا اور آپ کی سلطنت آپ کے حوالے کر دوں گا۔" اس کے بعد سلطان مظفر نے لشکر کی فراہمی کا حکم دیا اور تھوڑے ہی عرصے میں ایک زبردست لشکر تیار کر کے مالوہ کی طرف روانہ ہو گیا۔

رائے مندلی کی تیاری

رائے مندلی کو جب سلطان مظفر کی آمد کی اطلاع ملی تو اس نے رائے نھتو کو راجپوتوں کے ایک گروہ کے ساتھ قلعے کی حفاظت کے لیے متعین کیا۔ اور خود دس ہزار راجپوتوں اور بے شمار ہاتھیوں کے ساتھ دھار کی طرف روانہ ہوا اور وہاں سے پھر رانا سانگا کے پاس پہنچا تاکہ اس سے مدد حاصل کرے۔

قلعہ مندو کا محاصرہ

سلطان مظفر اپنے لشکر کے ہمراہ مندو کے شہر کے قریب پہنچا تو راجپوتوں نے قلعہ سے باہر نکل کر مسلمانوں کا مقابلہ کیا اگرچہ راجپوتوں نے بہادری کا بڑا شاندار مظاہرہ کیا لیکن مسلمانوں کے سامنے ان کا چراغ نہ جل سکا اور آخر کار وہ پریشان ہو کر قلعے میں واپس چلے گئے۔ دوسرے روز پھر لڑائی ہوئی، قوام الملک نے اس بار سپاہیوں کو جوش دلا کر بہت سے راجپوتوں کو تلوار کے گھاٹ اتارا سلطان مظفر نے اس روز نہایت سختی سے قلعے کا محاصرہ کر لیا۔

دام مکر و فریب

اسی دوران میں مندلی رائے نے رائے نھتو کے نام ایک خط بھیجا جس کا مضمون یہ تھا "میں رانا کے پاس گیا تھا اسے مع مارواڑ کے تمام راجپوتوں کے ہمراہ لے کر مدد کے لیے آ رہا ہوں تم یہ کرو کہ سلطان مظفر کو کسی نہ کسی طرح ایک مہینے تک ٹرخاتے رہو۔" یہ خط پا کر رائے نھتو نے مکر و فریب کا دام بچھایا اور قاصدوں کو سلطان مظفر کے پاس بھیج کر اسے یہ پیغام دیا" چونکہ قلعہ مندو ایک عرصے سے راجپوتوں کے قبضے میں ہے اس لیے ان کے بال بچے اسی جگہ قیام پذیر ہیں اگر آپ ایک منزل ہٹ کر قیام کریں تو ہم اپنے بال بچوں کو نکال کر قلعہ خالی کر دیں گے اور آپ کے حوالے کر دیں گے۔ اس کے بعد بذات خود آپ کی خدمت میں حاضر ہوں گا اور آپ کے اطاعت گزاروں کی صف میں شامل ہو جاؤں گا۔"

سلطان مظفر اچھی طرح جانتا تھا کہ یہ پیغام محض ایک چال ہے اور دشمن کمک کا انتظار کر رہا ہے لیکن اس نے یہ سوچ کر سلطان محمود خلجی کے بال بچے اس قلعے میں ہیں۔ اس نے رائے نھتو کی درخواست منظور کر لی اور تین کوس پیچھے ہٹ کر قیام پذیر ہوا۔ بادشاہ اپنے طور پر یہ خیال بھی کیے ہوئے تھا کہ رائے نھتو قلعے سے نکل کر اس کی خدمت میں ضرور حاضر ہو گا اور اس طرح بغیر کسی قسم کے ہنگامے اور معرکہ آرائی کے مقصد حل ہو جائے گا۔

marfat.com

Marfat.com

رانا سنگا کے خلاف کاروائی

جب اس واقعہ کو بیس روز گزر گئے تو سلطان مظفر کو یقین ہو گیا کہ رائے نھتو نے دھوکہ دیا ہے۔ اس دوران میں مندلی رائے نے چند ہاتھی اور بہت سا روپیہ بھیج کر رانا سنگا کو اپنی مدد کے لیے اجین کے نواح میں بلایا۔ اس صورت حال کے پیش نظر سلطان مظفر کو سخت غصہ آیا اور اس نے اسیرو برہان پور کے حاکم عادل خاں فاروقی کو (جو تین دن قبل ایک زبردست لشکر کے ہمراہ آچکا تھا) سپہ سالار مقرر کیا اور اسے قوام الملک سلطانی کے ساتھ رانا سنگا سے جنگ کرنے کے لیے روانہ کیا۔

قلعہ مندو پر حملہ

اس کے بعد سلطان مظفر نے لشکر کے سرداروں کو مناسب و موزوں مقامات پر متعین کیا اور قلعہ پر حملہ کر دیا۔ مظفری لشکر نے بہادری کا ایسا مظاہرہ کیا کہ اہل قلعہ کو پورے چار دن تک چین سے نہ بیٹھنے دیا اور قلعے پر لگاتار حملے ہوتے رہے۔ پانچویں رات کو سلطان مظفر نے اپنے ہاتھیوں کو روک لیا۔ راجپوت یہ سمجھ کر کہ مسلمانوں نے حملہ کرنے کا ارادہ ترک کر دیا ہے بالکل غافل ہو گئے اور انہوں نے دشمن کی حرکات و سکنات پر نظر نہ رکھی' مسلمانوں نے ان کی اس غفلت سے فائدہ اٹھایا۔ جب دوپہر رات گزر گئی تو مسلمانوں کی ایک جماعت قلعے کے نیچے پہنچی۔ اہل قلعہ اس وقت سو رہے تھے مسلمان سیڑھیاں لگا کر قلعے کے اوپر چڑھ گئے۔

راجپوتوں کا قتل

مسلمانوں نے قلعے کے دروازے کے نگہبانوں کو تلوار کے گھاٹ اتار دیا اور دروازہ کھول دیا دروازہ کھلتے ہی بے شمار مسلمان لشکری قلعے کے اندر داخل ہوئے۔ راجپوت امراء کو اس وقت ہوش آیا جب کہ پانی سر سے اونچا ہو چکا تھا آخر کار ان لوگوں نے مجبور ہو کر اپنی قدیم رسم کی پابندی کی یعنی بیوی بچوں کو موت کے گھاٹ اتار کر اور اعلیٰ و قیمتی چیزوں کو جلا کر مسلمانوں سے لڑنے کے لیے تیار ہو گئے۔ ۱۴ صفر ۹۲۴ھ کو سلطان مظفر نے صبح ہی صبح انیس ہزار راجپوتوں کو قتل کیا اور ان کے بیوی بچوں کو گرفتار کر لیا۔

محمود خلجی کی بحالی

سلطان مظفر جب پوربی راجپوتوں کے قتل سے فارغ ہو گیا تو سلطان محمود خلجی نے اس کی خدمت میں حاضر ہو کر مبارک باد دی اور پوچھا "میرے بارے میں اب کیا حکم ہے؟ اس موقع پر سلطان مظفر نے ایسے اخلاق اور مروت کا اظہار کیا جس کی مثال بادشاہوں میں بہت کم ملتی ہے۔ اس نے سلطان محمود خلجی سے کہا "میں نے جو یہ محنت و مشقت کی اس سے میری غرض صرف یہ تھی کہ تمہیں تخت حکومت پر بٹھاؤں۔ خدا کا شکر ہے کہ میں اپنے مقصد میں کامیاب ہوا' خدا تم کو مندو کی حکومت اور مالوہ کی ولایت مبارک کرے۔" دوسرے روز بادشاہ یہاں سے اپنے لشکر گاہ میں واپس آگیا اور رانا سنگا سے لڑنے کے لیے روانہ ہوا۔

رانا سنگا کی پریشانی

اسی اثناء میں ایک نامی گرامی راجپوت سردار کسی نہ کسی طرح جان بچا کر قلعہ مندو سے بھاگا اور رانا سنگا کے پاس پہنچا۔ اس نے رانا کو بتایا کہ کس طرح سلطان مظفر نے خوفناک طریقے سے ان گنت راجپوتوں کو قتل کیا ہے۔ یہ کیفیت بیان کرتے ہوئے اس راجپوت کی حالت ایسی بگڑی کہ اس نے وہیں کھڑے کھڑے دم توڑ دیا' یہ دیکھ کر رانا سخت پریشان ہوا۔ راجپوتوں کے قتل عام کی خبر بجلی بن کر اس پر گری۔

جے پور کو فرار

رانا سنگا کو سلطان مظفر کی آمد کی خبر بھی مل گئی لہٰذا بدحواس ہو کر جے پور کی طرف بھاگ گیا۔ عادل خاں فاروقی نے اس کا تعاقب کیا اور اس کے ساتھیوں کو بری طرح قتل کیا اور ان کا تمام مال و اسباب لوٹ لیا۔ اس کے بعد سلطان مظفر نے ایک قاصد بھیج کر عادل خاں

marfat.com

Marfat.com

فاروقی کو اپنی خدمت میں طلب کیا۔

سلطان مظفر کی مندو کو روانگی

اسی دن سلطان محمود بھی مندو سے دھار آیا اور سلطان مظفر کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اس نے مظفر سے کہا "آپ کو میں اپنے باپ اور چچا کے برابر سمجھتا ہوں اس لیے میری گزارش ہے کہ حضور میرے غریب خانے میں تشریف لا کر میری عزت افزائی کریں۔" بادشاہ نے اس کی درخواست قبول کی اور شہزادہ بہادر خاں' لطیف خاں اور عادل خاں فاروقی حاکم اسیر و برہان پور کو ساتھ لے کر مندو روانہ ہوا۔

سلطان محمود کی مہمان داری

سلطان مظفر نے رات کا وقت تو نعلچہ نامی قصبے میں گزارا اور صبح کے وقت ہاتھی پر سوار ہو کر قلعے میں داخل ہوا اور سلطان محمود کے محل میں مقیم ہوا۔ سلطان محمود نے نہایت خلوص اور جاں فشانی سے مہمان داری کے فرائض انجام دیئے کھانے کے بعد محمود نے سلطان مظفر اور شہزادے کی خدمت میں پیش کش نذر کی۔ سلطان مظفر نے پرانے بادشاہوں کی تعمیر کردہ عمارتوں اور منزلوں کی سیر کی اور اس کے بعد دھار کی طرف واپس روانہ ہوا۔ دھار پہنچ کر بادشاہ نے سلطان محمود کو رخصت کیا اور خود واپس گجرات کی طرف روانہ ہوا۔

گجرات کو واپسی

سلطان مظفر نے کچھ دن محمد آباد جنانیر میں قیام کیا۔ گجرات کے تمام اکابر اشراف بادشاہ کی خدمت میں مبارک باد دینے کے لیے حاضر ہوئے۔ انہیں دنوں بادشاہ کے ایک ندیم خاص نے معروضہ پیش کیا کہ جن دنوں حضور نے مالوہ کو فتح کرنے کا ارادہ کیا تھا رائے مل راجہ ایدر نے کوہ بیجانگر سے باہر آ کر پٹن اور اس کے مضافات کو بہت بری طرح تباہ و برباد کیا تھا۔ یہ اطلاع پا کر نصرت الملک اس سرکش راجہ کی تنبیہہ کے لیے گیا تھا لیکن راجہ فرار ہو کر بیجانگر کے غاروں میں جا چھپا تھا۔" یہ سن کر سلطان نے کہا "میرا ارادہ ہے کہ برسات کا موسم گزر جائے تو اس معاملے میں کوئی کاروائی کی جائے۔

ایدر کو روانگی

۹۰۵ھ میں سلطان مظفر ایدر کی طرف روانہ ہوا تاکہ رائے مل اور دوسرے فتنہ پردازوں کا قلعہ قمع کیا جا سکے چونکہ راجہ مل کو پناہ دی تھی اس لیے سلطان مظفر نے اس کے ملک کو تباہ و برباد کرنا اپنا فرض اولین سمجھا۔ چند دنوں میں اس نے اس ملک کی اینٹ سے اینٹ بجا دی اور کچھ دن ایدر میں ٹھہر کر محمد آباد میں قیام پذیر ہوا۔

محمود خلجی اور رانا سنگا کی لڑائی

اس واقعہ کے بعد یہ اطلاع ملی کہ سلطان محمود خلجی نے آصف خاں کی معاونت سے رانا سنگا اور مندلی رائے کے ساتھ سخت لڑائی کی ہے اور مالوہ کے بہت سے امیر اس لڑائی میں مارے گئے ہیں۔ یہ اطلاع بھی ملی کہ آصف خاں کا بیٹا مع دیگر بہادروں کے اس معرکے میں کام آیا ہے اور سلطان محمود خلجی زخمی ہو کر گرفتار ہو گیا ہے۔ لیکن رانا سنگا نے اسے قتل نہیں کیا بلکہ اس کے حال پر رحم کھا کر کچھ لشکر کے ہمراہ اسے مندو کی طرف روانہ کر دیا ہے۔

یہ خبر سن کر سلطان مظفر کو بہت ہی افسوس ہوا۔ اس نے اپنے کئی سرداران لشکر کو سلطان محمود کی مدد کے لیے روانہ کیا اور محبت اور ہمدردی کا ایک خط لکھ کر اس کو مطمئن کیا اس کے بعد سلطان مظفر ایدر آیا اور وہاں اس نے کئی عمارتیں تعمیر کروائیں۔ ایدر کی حکومت بادشاہ نے ملک مبارز الملک کے سپرد کی۔

marfat.com

Marfat.com

ایدر پر رانا سنگا کا حملہ

ایک بار ملک مبارز الملک سے ایک بھاٹ نے رانا سنگا کی بہادری اور جواں مردی کا تذکرہ کیا۔ مبارز الملک نے اس کے جواب میں رانا سنگا کے بارے میں ناشائستہ باتیں کیں اور اپنے ایک کتے کو رانا سنگا کے نام سے موسوم کر کے قلعے ایدر کے دروازے پر بندھوا دیا۔ بھاٹ نے یہ سب کچھ جا کر رانا سنگا سے بیان کیا اسے بہت غصہ آیا اس نے لشکر تیار کیا اور ایدر پر حملہ کر کے یہاں تباہی و بربادی کا بازار گرم کیا اور پھر باکرو کی طرف روانہ ہوا۔

باکرو کا راجہ سلطان مظفر کا مطیع و فرماں بردار تھا لیکن جب رانا سنگا اس کے سر پر جا پہنچا تو وہ اسی کے گن گانے لگا اور اس کے بہی خواہوں میں شامل ہو گیا۔ مبارز الملک نے ان تمام واقعات کی اطلاع سلطان مظفر کو دے دی۔

بادشاہ کے امیروں کی رائے

سلطان مظفر کے امیر مبارز الملک کو پسند نہ کرتے تھے۔ انہوں نے بادشاہ کی خدمت میں عرض کیا کہ اس معاملے کی تمام ذمہ داری مبارز الملک پر ہے۔ اگر وہ ایک کتے کو رانا سنگا کے نام سے موسوم نہ کرتا تو یہ نوبت نہ آتی۔
اس نے خود ہی نادانی کی ہے اور اب حضور سے مدد کی درخواست کر رہا ہے۔" بادشاہ اپنے امیروں کی رائے سے متاثر ہوا اور اس نے مبارز الملک کو مدد بھیجنے میں ذرا سستی سے کام لیا۔

مبارز الملک کی پریشانی

ایدر کی کمک کے لیے جو لشکر فراہم ہوا تھا اس کے بہت سے پیادے اور سوار احمد آباد دیا۔ دیگر مقامات کی طرف روانہ ہو گئے صرف چند گنتی کے سپاہی مبارز الملک کے پاس رہ گئے۔ یہی صورت حال کیا کم تھی کہ اس پر بادشاہ کی طرف سے بھی مدد نہ ملنے پر مبارز الملک بہت پریشان ہوا۔ ادھر رانا سنگا بھی ذرا ذرا سی بات کی خبر رکھتا تھا اسے ان حالات کا علم ہو گیا اور اس نے ایدر کا رخ کیا اور راجہ ایدر کے پاس پہنچا۔

لڑائی کی تیاری

مبارز الملک نے جب دیکھا کہ سوائے لڑائی کے اور کوئی چارہ کار نہیں ہے تو اس نے دوسرے سرداروں کی مدد سے لشکر تیار کیا اور رانا سنگا سے لڑنے کے لیے آگے بڑھا' لیکن دونوں لشکروں کو ایک دوسرے کے سامنے آنے کا موقع نہ ملا۔ اس وجہ سے مبارز الملک واپس ایدر چلا آیا۔

مبارز الملک احمد نگر میں

لشکر کے سرداروں نے مبارز الملک سے کہا ہم پر یہ واضح ہو چکا ہے کہ ہمارے دشمنوں کی تعداد ہمارے دوستوں سے کہیں زیادہ ہے۔ اس لیے بہتر یہی ہے کہ ہم لوگ یہاں سے چلے جائیں اور احمد نگر پہنچ کر قلعے میں محصور ہو جائیں۔ اور جب تک بادشاہ کی طرف سے مدد نہ آئے وہیں قیام کریں۔ لشکر کے سرداروں نے مبارز الملک کو بھی کسی نہ کسی طرح اپنے ساتھ لے لیا اور احمد نگر جا پہنچے۔

رانا سنگا ایدر میں

مبارز الملک کی روانگی کے دوسرے روز رانا سنگا ایدر میں داخل ہوا اور اس نے مبارز الملک کے حالات سے آگاہی حاصل کرنے کے لیے لوگوں سے پوچھا ان گجراتیوں نے جو قوام الملک کا ساتھ چھوڑ کر رانا سنگا سے مل گئے تھے رانا سنگا کو بتایا مبارز الملک ایسا انسان نہیں ہے جو معرکہ آرائی سے ڈرے یا دشمن کے خوف سے میدان جنگ چھوڑ جائے۔ لیکن دوسرے امراء نے اس کی کوئی بات نہیں مانی اور

marfat.com

Marfat.com

اسے زبردستی اپنے ساتھ احمد نگر لے گئے ہیں تاکہ کمک کا انتظار کریں۔

مبارز الملک اور ایک بھاٹ

یہ سنتے ہی رانا سنگا جلد از جلد ایدر سے احمد نگر کی طرف روانہ ہوا۔ اتفاق سے وہی بھاٹ جس کا تذکرہ اوپر کی سطور میں آ چکا ہے (جس نے مبارز الملک سے رانا سنگا کی تعریف کی تھی) مبارز الملک سے ملا اور اس سے کہا۔ "رانا سنگا ایک زبردست لشکر لے کر آ رہا ہے۔ مجھے افسوس ہے کہ آپ جیسے جواں ہمت اور کام کے لوگ بلاوجہ مارے جائیں گے۔ اس لیے بہتر یہی ہے کہ آپ سب لوگ قلعے میں محصور ہو جائیں رانا سنگا جب یہاں آئے گا اور آپ لوگوں کو محصور دیکھے گا تو وہ اپنے گھوڑے کو قلعے کے نیچے پانی پلا کر واپس ہو جائے گا۔

مبارز الملک کی بلند ہمتی

مبارز الملک نے یہ سن کر جواب دیا یہ کس طرح ہو سکتا ہے کہ رانا سنگا یہاں آئے اور اس دریا سے اپنے گھوڑے کو پانی پلائے ایسا کبھی نہیں ہو سکتا۔ اس کے بعد مبارز الملک نے اپنے لشکر کو جو رانا کی فوج کا دسواں حصہ بھی نہ تھا۔ تیار کیا اور لڑائی کے لیے میدان میں آ کھڑا ہوا۔

معرکہ آرائی

رانا سنگا بھی اپنا لشکر لے کر آ گیا اور فریقین میں لڑائی شروع ہو گئی۔ خوب گھمسان کا رن پڑا۔ مسلمانوں کے لشکر کا ایک نامی گرامی امیر اسد خاں مع دیگر امراء کے مارا گیا۔ مبارز الملک اور صفدر خاں نے کئی بار رانا سنگا کے لشکر پر حملہ کیا اور زخمی ہوئے۔ گجراتی لشکر پر بڑی مصیبت نازل ہوئی' بے شمار لشکری تلوار کے گھاٹ اتارے گئے۔ جب معاملہ بے حد نازک ہو گیا تو مبارز الملک اور صفدر خاں نے راہ فرار اختیار کی اور احمد نگر کی طرف روانہ ہو گئے۔

رانا ید نگر میں

رانا نے احمد نگر میں تباہ و بربادی کا بازار گرم کیا اس شہر میں ایک روز قیام کرنے کے بعد رانا ید نگر چلا گیا۔ اس جگہ کے باشندے رانا کے پاس آئے اور اس سے کہا۔ "ہم لوگ زنار دار ہیں اور تمہارے باپ دادا نے ہمیشہ ہماری عزت کی ہے اس لیے بہتر یہی ہے کہ تم ہم پر ظلم نہ کرو۔" رانا نے ان لوگوں کی درخواست قبول کی اور ید نگر میں کوئی کاروائی کیے بغیر ہی بیل نگر چلا گیا۔

ملک حاتم کی شہادت

بیل نگر کا تھانیدار ملک حاتم تھا اس نے جب دیکھا کہ رانا کے سامنے اس کا چراغ نہیں جل سکتا تو اس نے بزدلی سے ہار ماننے پر بہادری سے شہید ہو جانے کو ترجیح دی۔ اس نے اپنا تھوڑا بہت لشکر جمع کیا اور رانا سے جنگ کی اس لڑائی میں ملک حاتم مارا گیا اس کے بعد رانا سنگا اپنے ملک کو واپس چلا گیا۔

مبارز الملک دوبارہ احمد نگر میں

ملک قوام الدین نے مبارز الملک اور صفدر خاں کو ایک لشکر کے ساتھ احمد نگر کی طرف روانہ کیا۔ ان امیروں نے احمد نگر پہنچ کر پہلے مقتولین کی لاشوں کو سپرد خاک کیا کوسی اور کراس جو ایدر کے نواح میں آباد تھے انہوں نے جب مبارز الملک کو تھوڑے سے لشکر کے ساتھ دیکھا تو انہوں نے احمد نگر پر حملہ کر دیا۔ مبارز الملک نے قلعے سے باہر نکل کر ان لوگوں سے جنگ کی اور ان کے اسّی آدمیوں کو تلوار کے گھاٹ اتار کر فتح حاصل کی اور واپس قلعے میں آیا۔ رانا سنگا کی ہنگامہ آرائیوں کی وجہ سے احمد نگر بالکل تباہ و برباد ہو چکا تھا۔ غلہ اور ضرورت کی دوسری چیزیں بالکل نایاب تھیں اس لیے وہاں قیام کرنا مشکل تھا۔ اس لیے مبارز الملک اپنے لشکر کے ساتھ یہاں سے

marfat.com

Marfat.com

کوچ کرکے بیج نامی قصبے میں آ گیا۔

عماد الملک اور قیصر خاں کی نامزدگی

ان حالات کی اطلاع سلطان مظفر کو بھی ہوئی اور اس نے عماد الملک اور قیصر خاں کو ایک زبردست لشکر کے ساتھ رانا سنگا کی تنبیہہ و سرزنش کے لیے نامزد کیا۔ یہ دونوں امیر اپنے لشکر اور ایک سو ہاتھیوں کے ہمراہ احمد آباد پہنچے اور قوام الملک کو ساتھ لے کر قصبہ سرکج میں آئے۔ ان امیروں نے سلطان مظفر کو اطلاع دی کہ رانا سنگا اپنے ملک کو واپس چلا گیا ہے اور انہوں نے جے پور کا سفر اختیار کرنے کی اجازت طلب کی۔

رانا سنگا کی سرزنش کا ارادہ

سلطان مظفر نے ان لوگوں کو جواب میں لکھا "فی الحال جے پور جانا مناسب نہیں کیونکہ آج کل بارشیں ہو رہی ہیں اور ایسے عالم میں لشکر کے لیے سفر کرنا مشکل ہو گا۔ جب برسات کا موسم گزر جائے تو پھر سفر کی تیاری کی جائے۔ امراء نے بادشاہ کے اس حکم کی تعمیل کی اور برسات کے موسم کے ختم ہونے کا انتظار کرنے لگے۔ چند دنوں بعد سلطان مظفر نے ایک سال کی نقد تنخواہ اپنے لشکر میں تقسیم کی اور احمد آباد آیا۔ اور رانا سنگا کی تنبیہہ کے لیے جے پور جانے کی تیاریوں میں مشغول ہو گیا۔

ملک ایاز کی آمد

اسی دوران میں ایاز خاص سلطانی (جو مظفر کے باپ کا غلام اور بندر سورت اور دیگر ساحلی مقامات کا جاگیردار تھا) ایک زبردست لشکر لے کر جو بیس ہزار سواروں پیادوں پر مشتمل تھا سلطان مظفر کی خدمت میں پہنچ گیا۔ اور بادشاہ سے عرض کیا جہاں پناہ سے میری درخواست ہے کہ آپ بذات خود رانا سنگا کی تنبیہہ فرمادیں کیونکہ جاہ و جلال سلطانی سے بہت سی مشکلیں آسان ہو جاتی ہیں۔ ہم خدمت گار ہر قربانی کے لیے تیار ہیں اور ہمارا اولین فرض یہی ہے کہ اپنے آقا کے کام آویں۔ بادشاہ نے ملک ایاز کی اس بات کا جواب نہ دیا اور ماہ محرم ۹۲۷ھ میں بادشاہ احمد نگر آ گیا۔

ملک ایاز کا رانا سنگا کی سرزنش کے لیے نامزد ہونا

جب تمام لشکر جمع ہو گیا تو ملک ایاز نے ایک بار پھر بادشاہ سے رانا سنگا کی سرزنش کے لیے عرض کیا۔ بادشاہ نے ایک لاکھ سوار اور ایک سو ہاتھیوں کا زبردست لشکر اس کے حوالے کیا اور اسے رانا سنگا سے معرکہ آرائی کی اجازت دے دی۔ ملک ایاز اور قوام الملک اس لشکر جرار کو لے کر روانہ ہوئے اور مہراسہ کی منزل میں قیام کیا۔ سلطان مظفر نے انتہائی دوراندیشی سے کام لے کر تاج خاں اور نظام الملک شاہی کو بھی بیس ہزار سواروں کے لشکر کے ساتھ اسی طرف روانہ کر دیا۔

بادشاہ کے نام ملک ایاز کا عریضہ

ملک ایاز نے بادشاہ کی خدمت میں ایک عریضہ بھیجا جس کا مضمون یہ تھا۔ "حضور نے رانا سنگا کی تباہی و بربادی کے لیے جس قدر نامی گرامی اور معتبر امراء کو نامزد فرمایا ہے اس سے حضور کے وقار اور عظمت کا اندازہ ہوتا ہے۔ آپ نے بہت زیادہ ہاتھی میرے ساتھ کر دیئے ہیں اتنے ہاتھیوں کی ضرورت نہیں میں اس مہم کے تمام امور کو آپ کے حسب منشا بجالاؤں گا۔ ملک ایاز نے بہت سے ہاتھیوں کو واپس کر دیا اور صفدر خاں کو راجپوتوں کی سرزنش کے لیے نامزد کیا۔

لکھاکرت کے راجپوتوں کی سرزنش

صفدر خاں نے لکھاکرت پہنچ کر ان گنت راجپوتوں کو تلوار کے گھاٹ اتارا اور جو باقی بچ رہے ان کو گرفتار کر کے ملک ایاز کے پاس

marfat.com

Marfat.com

آیا۔ ملک ایاز اس مقام سے آگے بڑھا اور ڈونگر پور اور بانسوالہ کے مقامات پر تباہی و بربادی کا بازار گرم کیا اس کے بعد ایاز جے پور کی طرف روانہ ہوا۔

راستے کا پتھر

اس جگہ ایک شخص نے اشجع الملک اور صفدر خاں کو اطلاع دی کہ اودے سنگھ' راجہ مال' رانا سنگا کے راجپوتوں اور آکرسین پوربیہ کے ساتھ ایک پہاڑ کی کھوہ میں چھپا ہوا ہے ان لوگوں کا ارادہ ہے کہ آپ کی فوج پر شب خون مارا جائے۔ اشجع الملک' اور صفدر خاں نے ملک ایاز کو اطلاع دیئے بغیر ہی دو سو سواروں کو ساتھ لیا اور جلد از جلد دشمن کے سر پر جا پہنچے۔ فریقین میں زبردست لڑائی ہوئی۔ آکرسین زخمی ہوا' اسی (۸۰) راجپوت مارے گئے اور باقی سب بھاگ گئے۔

اشجع الملک اور صفدر خاں کی بہادری

اس سے پہلے کہ فتح کی خبر آتی۔ ایاز کو جب اس واقعہ کا علم ہوا تو وہ ایک زبردست لشکر لے کر اشجع الملک اور صفدر خاں کی مدد کے لیے موقع واردات پر جا پہنچا وہاں جا کر جب اسے ان دونوں امیروں کی بہادری کا علم ہوا تو وہ انگشت بدنداں رہ گیا اور دونوں کے ساتھ بڑی مہربانی سے پیش آیا۔

قوام الملک کا کارنامہ

دوسرے دن صبح کے وقت قوام الملک سلطانی مغرور راجپوتوں کے گروہ کی تلاش میں کوہ بانوالہ میں داخل ہوا۔ اور اس نے اس علاقے میں تباہی و بربادی کا ایسا بازار گرم کیا کہ کہیں بھی آبادی کا نام و نشان نہ رہا۔ بہت سے لوگ مارے گئے اور بہت سے مکانات جلائے گئے۔

مندسور کا محاصرہ

آکرسین جو متذکرہ بالا معرکے میں زخمی ہوا تھا کسی نہ کسی طرح رانا سنگا کے پاس جا پہنچا اور اسے تمام حالات سے آگاہ کیا انہیں دنوں ایاز سلطانی نے مندسور پہنچ کر شہر کا محاصرہ کر لیا۔ یہاں کا تھانیدار رانا سنگا کا ماتحت تھا اس لیے رانا اس کی مدد کے لیے آیا۔ لیکن مندسور سے بارہ کوس کے فاصلے پر مقیم رہا۔

رانا سنگا کا پیغام

رانا سنگا نے اپنے ایک قاصد کو ملک ایاز کے پاس بھیجا اور یہ پیغام دیا "میں اپنے ایلچیوں کو سلطان مظفر کے پاس بھیج کر شاہی اطاعت گزاروں میں داخل ہو رہا ہوں۔ اس لیے تمہیں چاہیئے کہ قلعے کے محاصرہ سے دست بردار ہو جاؤ۔" ملک ایاز نے رانا کی یہ بات ماننے کے لئے چند شرائط رکھیں جن کا پورا ہونا محال تھا۔ ادھر تو ایاز نے رانا کے قاصد سے یہ شرائط بیان کیں اور ادھر قلعے کی تسخیر کا کام جاری رکھا۔ اور نقب کو ایسی جگہ پہنچا دیا کہ قلعے کا فتح ہونا بہت آسان ہو گیا۔

سلطان محمود خلجی کی آمد

اسی دوران میں سلطان محمود خلجی کی طرف سے شرزہ خان شروانی ملک ایاز کے پاس آیا اور اس نے یہ پیغام دیا۔ "اگر مدد کی ضرورت ہو تو میں بھی تمہارے پاس پہنچ جاؤں۔" ایاز نے سلطان محمود خلجی کو آنے کی دعوت دی اور اس کا انتظار کرنے لگا۔ سلطان محمود چونکہ سلطان مظفر کے بے پناہ احسانات کے بوجھ تلے دبا ہوا تھا اس لیے اس نے سلدی پوربیہ کو ساتھ لیا اور مندسور کی طرف روانہ ہو گیا۔

marfat.com

Marfat.com

رانا سنگا کی تدبیر اور ناکامی

سلطان محمود خلجی کی آمد سے رانا سنگا کو بڑی پریشانی ہوئی اس نے مندلی رائے کو سلہدی کے پاس بھیجا اور یہ کہلوایا۔ "مجھے تمہاری دوستی اور محبت سے بہت امیدیں ہیں اور یقین ہے تم پرانے حقوق کی ادائیگی میں کسی قسم کی کوتاہی نہ کرو گے۔ اگر تم صلح کے لیے کوئی کام کر سکو تو ضرور کرو۔ اس وقت میرا مفاد اسی میں ہے۔" سلہدی نے صلح کے لیے بہت تدبیریں کیں مگر ان کا کچھ نتیجہ نہ نکلا۔

ملک ایاز سے گجراتی امراء کی ناراضگی

چند روز بعد قوام الملک اپنے مورچال کو بڑھا کر آگے لے گیا ممکن تھا کہ وہ قلعے کے اندر داخل ہو جاتا لیکن ملک ایاز نے رشک و حسد سے کہ کہیں فتح قلعہ کا سہرا قوام الملک کے سر نہ بندھے۔ اسے اس دن جنگ کرنے سے منع کر دیا۔ گجراتی امیروں کو جب ایاز کی نیت کا حال معلوم ہوا تو وہ اس سے ناراض ہو گئے۔

مبارز الملک کا ارادہ

دوسرے روز مبارز الملک (صبح کے وقت) اور چند دوسرے امراء ملک ایاز سے اجازت لیے بغیر رانا سنگا سے جنگ کرنے کے لیے تیار ہو گئے۔ ملک تغلق شہ فولادی مبارز الملک کو راستے سے واپس لایا اور بڑی مشکلوں سے اس کو جنگ کرنے سے باز رکھا۔ ان تمام کاروائیوں کا مقصد یہ تھا کہ سب سے پہلے ملک ایاز کا مورچال اور نقب تیار ہو کر قلعہ میں آگ لگائے اور اس طرح فتح کا سہرا ایاز کے سر رہے۔

راجپوتوں کی ہوشیاری

اگرچہ ان واقعات سے ملک ایاز اور امراء کے درمیان اختلافات پیدا ہو گئے لیکن کوئی امیر ایاز کی اجازت کے بغیر کچھ نہیں کر سکتا تھا کیونکہ بادشاہ کا حکم یہی تھا اور ایاز ہی اس مہم کا نگران اعلیٰ تھا۔ ایاز نے امراء کی مخالفت کے باوجود اپنی نقب کو آگ دے دی۔ اس سے قلعے کا برج پارہ پارہ ہو گیا لیکن پھر بھی کچھ نہ کر سکا۔ کیونکہ راجپوتوں نے اندر کی طرف ایک دیوار کھڑی کر رکھی تھی۔

رانا کا پیغام

دوسرے روز رانا کے ایلچی ملک ایاز کے پاس آئے اسے رانا کا یہ پیغام دیا۔ "میرا مقصد صرف یہ ہے کہ میں بادشاہ کا اطاعت گزار ہو جاؤں' میں وعدہ کرتا ہوں کہ معرکہ احمد نگر میں میں نے جن ہاتھیوں پر قبضہ کیا ہے انہیں اپنے بیٹے کے ہاتھ بادشاہ کی خدمت میں روانہ کر دوں گا۔ میں یہ سمجھنے سے قاصر ہوں کہ باوجود میری اطاعت اور فرماں برداری کے آپ اس قدر سخت گیری سے کیوں کام لے رہے ہیں۔"

مخالف امراء کا ارادہ جنگ

چونکہ قوام الملک ایاز سے ناراض تھا اس لیے ایاز نے یہی مناسب سمجھا کہ رانا سنگا سے صلح کی گفت و شنید کی جائے۔ دوسرے امراء کو جب ایاز کے اس ارادے کی اطلاع ہوئی تو انہوں نے اس پر ناخوشی کا اظہار کیا۔ اور سلطان محمود خلجی کی خدمت میں حاضر ہو کر اسے لڑائی کرنے کی ترغیب دی۔ ان لوگوں نے آپس میں یہ طے کیا کہ بدھ کے روز لڑائی شروع کر دی جائے۔ اس مجلس سے ایک شخص اٹھ کر ایاز کے پاس آیا اور اسے تمام کیفیت بیان کی۔

ملک ایاز کا پیغام محمود خلجی کے نام

ملک ایاز نے اسی وقت سلطان محمود خلجی کے پاس اپنا ایک قاصد بھیجا اور اس سے کہا۔ "سلطان مظفر نے اس لشکر کے متعلق ہر قسم کے اختیارات مجھے دیئے ہیں اور یہ ہدایت کی ہے کہ میں جو بات مناسب سمجھوں اس کو عمل میں لاؤں۔ مجھے معلوم ہوا ہے کہ آپ امراء

marfat.com

Marfat.com

گجرات کی ترغیب سے رانا سنگا سے جنگ کرنے کے لیے مستعد ہیں لیکن یہ ناچیز بندہ اس خیال سے متفق نہیں ہے۔ کیونکہ میری رائے میں باہمی نفاق کی وجہ سے ہم لوگ بذریعہ جنگ اپنا مقصد حل نہیں کر سکتے۔

ملک ایاز کی بندر دیو کو روانگی

بدھ کے روز جب کہ امراء کو جنگ کرنی تھی ملک ایاز نے اس جگہ سے کوچ کیا اور موضع خلجی پور میں قیام پذیر ہوا۔ اور وہاں رانا سنگا کے قاصدوں کو خلعت و انعام دے کر رخصت کیا۔ سلطان محمود خلجی نے جنگ کا ارادہ ترک کیا اور مندو کی طرف چلا گیا۔ ایاز جنانیر میں سلطان مظفر کی خدمت میں حاضر ہوا۔ بادشاہ نے اسے بندر دیو جانے کی اجازت دے دی تاکہ وہ از سرنو فوج کا انتظام کر کے برسات کے بعد دوبارہ بادشاہ کی خدمت میں حاضر ہو۔

ایاز کا پیغام رانا سنگا کے نام

دوسرے امیروں نے بھی بادشاہ سے بات چیت کی اور ان میں یہ طے پایا کہ برسات کے بعد بادشاہ بذات خود رانا سنگا پر حملہ کرے اور اس نواح کے سرکشوں کو ٹھکانے لگائے۔ ملک ایاز کو جب اس کی اطلاع ہوئی تو اس نے رانا سنگا کو یہ پیغام بھجوایا "چونکہ اب طرفین میں خوشگوار تعلقات پیدا ہو چکے ہیں اس لیے ایک دوسرے کی بہتری کے لیے کوشش کرنا ہمارا فرض اولین ہے چونکہ تمام امیر بغیر مقصد کو حاصل کیے ہوئے واپس لوٹے ہیں۔ اس لیے یہ امر بادشاہ کی طبیعت پر ناگوار گزرا ہے۔ لہٰذا بادشاہ کا ارادہ ہے کہ وہ بذات خود تمہارے ملک پر لشکر کشی کر کے مفسدوں اور ہنگامہ پروروں کا قلع قمع کرے۔ اس صورت حال کے پیش نظر یہی مناسب ہے کہ تم اپنے بیٹے کو پیش کش اور تحفوں کے ساتھ جلد از جلد بادشاہ کی خدمت میں روانہ کرو تاکہ شاہی عتاب سے محفوظ رہو۔"

رانا سنگا کی پیش کش

ماہ محرم ۹۲۸ھ میں سلطان مظفر جنانیر سے احمد آباد آیا تاکہ فوج جمع کر کے جے پور کا سفر کرے۔ احمد آباد میں چند روز قیام کیا اور سفر کا سامان درست کیا۔ پھر بادشاہ کانگرہ میں مزید لشکر جمع کرنے کے لیے تین دن مقیم رہا اس دوران میں بادشاہ کو اطلاع ملی کہ رانا سنگا نے بہت سے قیمتی تحفے تحائف اور پیش کش دے کر اپنے بیٹے کو بادشاہ کی خدمت میں روانہ کیا ہے۔ کچھ دنوں بعد رانا کا بڑا لڑکا بادشاہ کی خدمت میں حاضر ہوا اور اس نے تمام تحفے شاہی بارگاہ میں پیش کیے۔ بادشاہ نے رانا کی خطا معاف کی اور اس کے بیٹے کو خلعت عطا کر کے لشکر کشی کا ارادہ ترک کر دیا۔

سیر و شکار

ان واقعات کے بعد بادشاہ سیر و شکار اور دوسری تفریحات میں مشغول ہو گیا۔ احمد آباد آیا وہاں دوبارہ رانا سنگا کے بیٹے کو خلعت سے نوازا اور اسے وطن واپس جانے کی اجازت دی اور خود سرکچ کی طرف روانہ ہو گیا۔

ایاز خاص سلطانی کی وفات

اسی سال ایاز خاص سلطانی نے جو مظفر شاہ کے بہی خواہوں اور قابل اعتماد اطاعت گزاروں میں تھا داعی اجل کو لبیک کہا۔ بادشاہ کو اس کی موت کا بے حد صدمہ ہوا۔ ایاز کی جاگیر پر اس کے بیٹے کا تقرر کیا گیا۔

باغیوں کی سرکوبی

۹۳۰ھ میں سلطان مظفر نے مفسدوں اور فتنہ پردازوں کا قلع قمع کرنے کے لیے جنانیر سے کوچ کیا اور مہراسہ اور ہرسول کے درمیان چند روز قیام کیا اس نے حصار مہراسہ کو از سرنو تعمیر کروایا اور پھر احمد آباد روانہ ہو گیا۔ راستے میں بادشاہ کی محبوب بیوی نے وفات پائی۔ اس

marfat.com

Marfat.com

عظیم صدمے سے بادشاہ اور شہزادہ دونوں ہی بہت غمگین ہوئے ملکہ کی قبر پر گئے اور تعزیت کے مراسم بجالائے۔ اسی رنج و غم کے عالم میں بادشاہ احمد آباد واپس آیا۔

ملکہ کی وفات

ملکہ کی وفات سے بادشاہ کو بہت اذیت پہنچی تھی لیکن اس عالم میں بھی اس نے صبر کا دامن ہاتھ سے نہ جانے دیا۔ خداوند خاں جو دانش مندی اور فراست میں تمام امراء سے آگے تھا بادشاہ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اس نے بادشاہ کو صبر کے فوائد سے آگاہ کیا اور ایک بہت ہی دل نشین اور سبق آموز تقریر کی۔ خداوند خاں کی اس ہمدردی سے بادشاہ کے دل سے غم کا بوجھ قدرے ہلکا ہو گیا۔

محمد آباد جنانیر کا سفر

ان دنوں برسات کا موسم اپنے شباب پر تھا۔ خداوند خاں نے بادشاہ کو محمد آباد جنانیر کی سیر کا مشورہ دیا۔ بادشاہ نے یہ مشورہ قبول کیا اور سیر و تفریح کے لیے محمد آباد کی طرف روانہ ہوا۔

عالم خاں بن سکندر لودھی کی درخواست

ایک روز عالم خاں بن سکندر خاں لودھی بادشاہ دہلی نے سلطان مظفر سے کہا۔ "ابراہیم شاہ بن سلطان سکندر لودھی نے دہلی میں ظلم و ستم کو انتہا تک پہنچا دیا ہے۔ بہت سے عالی وقار امراء کو بغیر کسی سبب کے قتل کر دیا اور جو باقی بچے ہیں انہوں نے مجھ کو بارہا خطوط لکھے ہیں اور اپنے پاس بلایا ہے۔ چونکہ اس ناچیز نے محض اس توقع پر کہ آپ کے توسط سے مجھے قدر و منزلت نصیب ہو گی ایک عرصے تک آپ کی اور آپ کے خاندان کی خدمت کی ہے اس لیے اب وقت آگیا ہے کہ میری خوش طالعی اپنے جوہر دکھائے۔ لہٰذا میں آپ سے درخواست کرتا ہوں کہ آپ میرے حال پر کرم فرما کر کوئی ایسی تدبیر کریں کہ میرا موروثی ملک میرے قبضے میں آجائے۔ سلطان مظفر نے اس کی درخواست قبول کی اور اسے بہت سا روپیہ دے کر ابراہیم شاہ سے لڑنے کے لیے رخصت کیا۔ عالم خاں کے حالات شاہان دہلی سے متعلق باب میں لکھے جا چکے ہیں۔

شہزادہ بہادر خاں کی ناراضگی

۹۳۱ھ سلطان مظفر جنانیر سے ایدر آیا راستے میں شہزادہ بہادر خاں نے بادشاہ کو اپنی آمدنی کی کمی اور اخراجات کی زیادتی کی طرف متوجہ کیا جس سے اس کا مقصد یہ تھا کہ اس کا ماہانہ جیب خرچ اس کے بڑے بھائی شہزادہ سکندر کے برابر کر دیا جائے۔ بادشاہ نے اس کی اس درخواست کو ٹال دیا اس سے شہزادہ بہادر خاں بہت رنجیدہ ہوا۔ اور بادشاہ کی اجازت و اطلاع کے بغیر احمد آباد آیا اور یہاں سے راجہ مال کے علاقے میں داخل ہو گیا۔

شہزادہ چیتور میں

راجہ مال نے شہزادہ کی آمد کو اپنے لیے باعث برکت سمجھا۔ اس نے شہزادے کی بہت آؤ بھگت کی اس کے بعد بہادر خاں چیتور میں آیا' یہاں رانا سنگا نے اس کا استقبال کیا اور بہت سے تحفے تحائف پیش کر کے کہا۔ "یہ ملک آپ کے خدمت گزاروں کا ہے۔ اس لیے آپ جسے چاہیں اپنی طرف سے عطا کر دیں۔" شہزادے نے رانا کی بہت دل جوئی کی اور ملک کے متعلق اس کی درخواست کو قبول نہ کیا۔

دہلی میں

پھر بہادر خاں خواجہ معین الدین حسن سنجری ؒ کے مزار مبارک کی زیارت کے لیے گیا اور وہاں سے میوات چلا گیا۔ حسن میواتی نے اس کا شاہانہ استقبال کیا۔ میوات سے شہزادے نے دہلی کا رخ کیا اتفاق سے ان دنوں مشہور مغل بادشاہ ظہیر الدین بابر ہندوستان کو فتح

marfat.com

Marfat.com

کرنے کے خیال سے دہلی کے نواح میں مقیم تھا۔ ابراہیم شاہ کو جب بہادر خاں کے آنے کی اطلاع ملی تو وہ بہت خوش ہوا اور اس سے بڑی اچھی طرح پیش آیا۔

شہزادے کی مقبولیت

ایک روز شہزادے نے اپنے گجراتی نوجوانوں کو ساتھ لیا اور افغانیوں کی مدد کے لیے مغلوں سے جنگ کی اور میدان جنگ میں اپنی بہادری کے جوہر دکھائے۔ افغانی سردار ابراہیم لودھی سے بے حد دل برداشتہ تھے۔ انہوں نے ابراہیم کو معزول کر کے بہادر خاں کو عنان حکومت سنبھالنے کا ارادہ کر لیا۔ ابراہیم لودھی کو اس ارادے کا علم ہو گیا اس نے شہزادہ بہادر خاں کو امراء کے سامنے پیش کیا اور خود جونپور روانہ ہو گیا۔

محبت پدری

سلطان مظفر کو جب یہ اطلاع ملی کہ شہزادہ بہادر خاں دہلی میں ہے اور ظہیرالدین بابر مع اپنی فوج کے دہلی کے نواح میں قیام پذیر ہے تو اسے بہت تشویش ہوئی۔ بیٹے کے فراق میں بادشاہ بہت ملول رہنے لگا۔ اس نے خداوند خاں کو ہدایت کی کہ وہ شہزادے کو خطوط لکھ کر واپس گجرات بلائے۔

گجرات میں قحط

اسی زمانے میں گجرات میں زبردست قحط پڑا لوگ دانے دانے کو ترس گئے۔ بادشاہ نے ان دنوں قرآن مجید ختم کیا اور خداوند تعالیٰ سے دعا کی کہ یہ مصیبت ختم ہو جائے۔ خداوند تعالیٰ نے اس کی دعا قبول کی اور یہ مصیبت ٹل گئی۔

سلطان مظفر کی بیماری

اسی زمانے میں سلطان مظفر بیمار پڑا اگرچہ بہت علاج معالجہ کیا گیا لیکن مرض روز بروز بڑھتا ہی گیا۔ ایک روز سلطان مظفر کو بہادر خاں بہت یاد آیا اور اس غم میں وہ دیر تک روتا رہا۔ ایک شخص نے موقع پا کر بادشاہ سے عرض کیا۔ "اس وقت گجراتی لشکر دو حصوں میں تقسیم ہو گیا ہے۔ ایک فریق شہزادہ سکندر کا حامی ہے اور دوسرا شہزادہ لطیف کی وفاداری کا دم بھرتا ہے۔"

بہادر خاں کا خیال

اس کے جواب میں سلطان مظفر نے اس شخص سے کہا۔ "کیا شہزادہ بہادر خاں کی طرف سے کوئی اطلاع آئی ہے؟" اس سوال سے سب لوگ سمجھ گئے کہ بادشاہ بہادر خاں کو اپنا ولی عہد بنانا چاہتا ہے۔

شہزادہ سکندر کو وصیت

۲ جمادی الاول ۹۳۲ھ (بروز جمعہ) بادشاہ نے شہزادہ سکندر کو بلایا اور اسے اس کے بھائیوں کے بارے میں وصیت کی۔ سکندر کو رخصت کر کے بادشاہ حرم سرا کے اندر داخل ہوا اور پھر تھوڑی دیر کے بعد واپس آ کر اپنی جگہ پر بیٹھ گیا۔ کچھ دیر میں نماز جمعہ کی اذان کی آواز آئی۔ بادشاہ نے اذان سن کر کہا کہ مجھ میں تو اتنی ہمت نہیں ہے کہ مسجد میں جاؤں پھر اپنے ہمراہیوں کو مسجد میں جانے کی اجازت دے دی۔

انتقال

حاضرین کے جانے کے بعد بادشاہ نے اسی جگہ نماز جمعہ ادا کی اس کے بعد آرام کرنے کے لیے لیٹ گیا اسے لیٹے ہوئے ابھی تھوڑی سی دیر ہوئی تھی کہ اس کا آخری وقت آ گیا۔ انتقال کے وقت سلطان مظفر کی عمر بیالیس سال تھی اور مدت حکومت چودہ سال نو ماہ۔

marfat.com

Marfat.com

کردار

کہا جاتا ہے کہ سلطان مظفر نہایت پارسا اور مذہب اسلام کا شیدائی تھا۔ احکام شرع کی پابندی بہر طور کرتا تھا اور حدیث کی پیروی کرنا اپنا فرض سمجھتا تھا۔ خطاطی میں اسے کمال حاصل تھا۔ خط ثلث' نسخ اور رقاع میں اسے بڑی مہارت تھی قرآن مجید کی کتابت کرنے کا بھی اسے بہت شوق تھا۔ جب ایک قرآن مجید ختم ہو جاتا تو اسے حرمین شریفین بھیج دیتا اور دوسرا لکھنا شروع کر دیتا۔

ایران' توران' روم اور عرب جیسے ممالک کے شرفاء اور اکابر اس کے عہد حکومت میں گجرات میں آئے۔ سلطان مظفر ان سب مہمانوں پر بے حد نوازش کرتا تھا۔ مشہور و ممتاز خوشنویس ملا محمد سیاوش اسی بادشاہ کے عہد حکومت میں شیراز سے گجرات آیا اور بے حد عزت اور وقعت کی نظر سے بادشاہ نے اسے دیکھا۔

marfat.com

Marfat.com

سلطان سکندر بن سلطان مظفر شاہ گجراتی

بھائیوں میں نفاق

جب سلطان مظفر کی علالت نے طول کھینچا تو اس کے بیٹوں یعنی سکندر خاں اور لطیف خاں میں اختلاف پیدا ہو گئے۔ ان کی دیکھا دیکھی امیروں میں بھی دو گروہ ہو گئے۔ ایک گروہ سکندر کی حمایت کرنے لگا اور دوسرا لطیف خان کی چونکہ سکندر خان' سلطان مظفر خان کا بڑا بیٹا تھا نیز بادشاہ اس کو اپنا ولی عہد مقرر کر چکا تھا۔ اس لیے تمام بڑے بڑے امراء عماد الملک' خداوند خاں اور فتح خاں وغیرہ اسی کے ساتھ تھے۔ آخر کار جب لطیف نے اپنے لیے کوئی گنجائش نہ دیکھی تو وہ اپنی جاگیر ندربار سلطان پور چلا گیا۔

سکندر کی تخت نشینی

سلطان مظفر کے انتقال کے بعد سکندر خاں تخت حکومت پر بیٹھا اس نے باپ کی لاش کو سرکھج روانہ کر دیا اور خود تعزیت میں مصروف ہو گیا۔ تین روز تک مرحوم بادشاہ کا سوگ منایا گیا۔

شیخ چنو کی مذمت

تیسرے روز باپ کے سوگ سے فارغ ہو کر سکندر خاں محمد آباد جنانیر کی طرف روانہ ہوا۔ نخوہ نامی قصبے میں پہنچ کر اس نے بزرگان دین کی زیارت کی۔ یہاں پہنچ کر اسے معلوم ہوا کہ قطب عالم سید برہان الدین کے فرزند شیخ چنو کا خیال یہ ہے کہ بادشاہت بہادر خاں کو ملے گی یہ سن کر سکندر خاں کو بہت غصہ آیا اور اس نے شیخ صاحب کو برا بھلا کہا۔

بیجا رعائتیں

اس کے بعد بادشاہ جنانیر پہنچا اور اس نے اپنے خاص خدمت گاروں کو جو شہزادگی کے زمانے میں اس کے بہی خواہ تھے طرح طرح کی عنایتوں سے نوازا۔ ان کو بے جا طور پر بڑی بڑی جاگیریں دیں اس کے برعکس ان امیروں کو جو اس کے باپ دادا کے وقت سے سلطنت و حکومت کی خدمت کر رہے تھے بالکل نہ پوچھا۔ اس طرز عمل سے امراء میں ناراضگی اور دلگیری کی ایک لہر دوڑ گئی۔

بادشاہ سے بے اطمینانی

عماد الملک حبشی سلطان مظفر کا لے پالک اور بادشاہ کی والدہ کا غلام تھا۔ وہ سکندر خاں کے طرز عمل سے بہت زیادہ دل برداشتہ ہوا۔ وہ لوگ جن پر سکندر خاں کی نظر التفات تھی انہوں نے بہت سی الٹی سیدھی حرکتیں کیں۔ ان وجوہ سے عام رعایا اور لشکر میں بادشاہ کی طرف سے سخت بے اطمینانی پھیل گئی اور سب لوگ خدا سے بادشاہ کے زوال کے لیے دعائیں مانگنے لگے۔

غلط روی

ایک روز سلطان سکندر نے اپنا دربار منعقد کیا اور تمام امیروں اور اراکین سلطنت کو خلعت سے نوازا۔ نیز سترہ سو گھوڑے انعام میں تقسیم کیے چونکہ یہ عنایات قطعاً بے محل تھیں اس وجہ سے لوگ اور بھی بادشاہ سے ناراض ہوئے اور شہزادہ بہادر خاں کا انتظار کرنے لگے۔ لوگوں کا خیال تھا کہ سلطنت کا مستحق صحیح طور پر بہادر خاں ہی ہے اور وہی تمام کاموں کو بہ حسن و خوبی انجام دے سکتا ہے۔

شہزادہ لطیف کے خلاف اقدام

سلطان سکندر نے جب سب کو اپنے خلاف پایا تو وہ اپنے انجام کا خیال کر کے سخت پریشان ہوا۔ اسی اثناء میں بادشاہ کو یہ اطلاع ملی کہ

marfat.com

Marfat.com

شہزادہ لطیف جو ندربار سلطان پور میں ہے سلطنت کا دعویدار ہے اور تخت نشینی کے خواب دیکھ رہا ہے۔ بادشاہ نے ملک لطیف باریدار کو "شرزہ خانی" کا خطاب دے کر شہزادہ لطیف کی مدافعت کے لیے روانہ کیا۔

ملک لطیف اور سپاہ کا قتل

جب ملک لطیف ندربار پہنچا تو اسے معلوم ہوا کہ شہزادہ لطیف خاں کوہستان ہورگا میں ہے جو جے پور کے جنگل میں واقع ہے۔ ملک لطیف فوراً جے پور کے جنگل کی طرف روانہ ہوا۔ جے پور کے راجہ نے ملک لطیف کا مقابلہ کیا' فریقین میں زبردست لڑائی ہوئی جس کے نتیجے میں راجہ جے پور کامیاب ہوا ملک لطیف اور دوسرے نامی گرامی امراء کو قتل کر دیا گیا چونکہ بھاگنے کا کوئی راستہ نہ تھا اس لیے راجپوتوں نے عقب سے آکر سترہ سو سپاہیوں کو ہلاک کر دیا۔

سلطان سکندر کے قتل کی سازش

گجراتیوں نے اس زبردست شکست کو سکندر خاں کے زوال کی سب سے بڑی علامت قرار دیا۔ اس کے بعد سلطان سکندر نے قیصر خاں کو ایک زبردست لشکر کے ساتھ دشمنوں کی سرزنش کے لیے نامزد کیا۔ اس عرصے میں امیروں کے ایک گروہ نے عماد الملک سے کہا۔ "سلطان سکندر تمہیں قتل کرنا چاہتا ہے چونکہ ہم تمہارے بہی خواہ ہیں اس لیے یہ راز تمہیں بتائے دیتے ہیں۔" یہ سن کر عماد الملک نے طے کر لیا کہ کسی نہ کسی طرح سلطان سکندر شاہ کو قتل کر کے سلطان مظفر کے کسی اور بیٹے کو حکمران بنا دیا جائے۔ اور اس طرح تمام قوت و اقتدار کی عنان اپنے ہاتھ میں لے لی جائے۔

بادشاہ کی سادہ لوحی

ایک روز سلطان سکندر سیر و تفریح کے لیے نکلا۔ عماد الملک نے بھی اپنا لشکر تیار کیا اور بادشاہ کو قتل کرنے کے ارادے سے اس کے پیچھے پیچھے ہو لیا لیکن اسے اس کا موقع نہ ملا راستے میں ایک شخص نے سلطان سکندر کو سارا واقعہ بتا دیا لیکن بادشاہ نے اس کا یقین نہ کیا اور جواب دیا۔ "یہ سب بدخواہوں کی اڑائی ہوئی افواہیں ہیں تاکہ میں سلطان مظفر کے امیروں اور غلاموں پر ظلم کروں۔ بھلا یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ عماد الملک جیسا موروثی نمک خوار میرے خلاف اس قسم کی سازش کرے۔"

پریشان کن خواب

بادشاہ نے یوں تو یہ جواب دے دیا لیکن وہ یہ خبر سن کر رنجیدہ ضرور ہوا اس نے اپنے ایک مقرب خاص سے کہا۔ "جب کبھی عام لوگوں میں یہ افواہ مشہور ہو جاتی ہے کہ شہزادہ بہادر خاں گجرات کو فتح کرنے کے لیے آ رہا ہے تو میں پریشان ہو جاتا ہوں۔ اتفاق کی بات ہے کہ اسی روز رات کو سلطان سکندر نے خواب میں سید جلال بخاری شاہ عالم اور شیخ چنو کو مشائخ کی ایک جماعت کے ساتھ دیکھا۔ سلطان مظفر بھی اس محفل میں شریک تھا اس نے کہا میرے بیٹے سلطان سکندر کو معزول کیا جائے۔ اس پر شیخ چنو نے سکندر سے کہا اٹھ جاؤ یہ تمہاری جگہ نہیں ہے تخت کا حقیقی وارث بہادر خان ہے۔"

پریشانیوں میں اضافہ

صبح جب بادشاہ نیند سے بیدار ہوا تو اس نے اپنے ایک مقرب خاص کو بلا کر یہ خواب بیان کیا اس خواب سے بادشاہ سخت پریشان تھا اس کا دل زور زور سے دھڑکنے لگا اس نے اپنے خیال کو بٹانے کے لیے چوگان بازی کا سہارا لیا اور کھیل میں مصروف ہو گیا۔

عماد الملک محل سرا میں

بادشاہ کے اس خواب کی کئی لوگوں کو اطلاع ہو گئی جب چوتھائی دن گزر گیا تو بادشاہ محل سرا میں آیا اور کھانا کھانے کے بعد آرام

marfat.com

Marfat.com

کرنے لگا تمام مقربین اپنے اپنے مکانوں میں چلے گئے۔ ۲۹ شعبان ۹۳۲ھ کو عماد الملک محل سرا میں آیا اس کے ساتھ بہاء الملک داور الملک سیف خاں ایک حبشی اور دو ترکی غلام تھے۔ عماد الملک نے اپنے ہمراہیوں سے کہا کہ یہ محل عجائبات روزگار میں سے ہے تم اس کی سیر کرو اور دیکھو کہ کس عمدہ طریقے سے اس کو تعمیر کیا گیا ہے۔

نصرت الملک اور ابراہیم بن جوہر کا قتل

عماد الملک اور اس کے ساتھی حوض کے قریب پہنچے وہاں نصرت الملک اور ابراہیم بن جوہر موجود تھے۔ عماد الملک اور اس کے ساتھیوں نے تلواریں سنبھالیں اور ان کو قتل کرنے کے ارادے سے آگے بڑھے۔ ان دونوں نے اپنا بچاؤ کرنے کی کوشش کی لیکن ان کی کوئی تدبیر کارگر نہ ہوئی اور وہ مارے گئے۔

سلطان سکندر کا قتل

اس کے بعد عماد الملک اور اس کے ساتھی بادشاہ کی خواب گاہ میں آئے۔ اس وقت سید علیم۔ الدین بادشاہ کے پلنگ پر بیٹھا ہوا اس کی حفاظت کر رہا تھا علیم نے جو یہ صورت حال دیکھی تو وہ سخت بدحواس ہوا اس نے تلوار نکال کر آنے والوں پر حملہ کیا دو آدمیوں کو زخمی کیا۔ اور مارا گیا۔ عماد الملک اور اس کے ساتھیوں نے پلنگ پر لیٹے ہوئے بادشاہ کو تین جگہ سے زخمی کیا بادشاہ گھبرا کر اٹھا اور زمین پر آ گرا اس وقت ایک شخص نے تلوار کے ایک ہی وار سے بادشاہ کو ہمیشہ کی نیند سلا دیا۔ سلطان سکندر نے صرف تین مہینے اور سترہ دن حکومت کی۔

marfat.com

Marfat.com

سلطان محمود بن سلطان مظفر شاہ گجراتی

تخت نشینی

سلطان سکندر خاں کے قتل کے بعد عماد الملک نے بہاء الملک کے مشورے سے نصیر خاں کو حرم سرا سے نکال کر "محمود شاہ" کے لقب سے تخت حکومت پر بٹھا دیا۔ سلطان سکندر کے مقربین اور امراء خوف کی وجہ سے ادھر ادھر بھاگ گئے۔ ان لوگوں کے مکانات کو لوٹ کر نذر آتش کر دیا گیا۔ سکندر شاہ کی لاش ہالوں میں جو جینانیر کا ایک ضلع ہے سپرد خاک کر دی گئی۔

امراء کی دلجوئی

عماد الملک نے خلعت و انعامات دے کر امیروں کو تسلی دی اور ان کے دل اپنے قابو میں کیے اس نے ایک سو اسی امیروں کو خطابات سے نوازا لیکن کسی کی تنخواہ یا جیب خرچ میں اضافہ نہ کیا۔ گجرات کے اکثر امراء موجودہ صورت حال سے مطمئن نہ تھے وہ بہادر خاں کو گجرات کا بادشاہ بنانے کے حامی تھے اور اس مقصد سے انہوں نے شہزادے کو کئی خطوط بھی لکھے تھے اس سلسلے میں تاج خاں اور خداوند خاں سب سے زیادہ کوشاں تھے۔

شہزادہ بہادر کی گجرات کو روانگی اور عماد الملک کی پریشانی

شہزادہ بہادر خاں کو سلطان مظفر کے انتقال کی خبر اس وقت ملی جب کہ وہ جانی پور میں تھا یہ خبر سنتے ہی وہ جلد از جلد گجرات کی طرف روانہ ہو چکا تھا۔ عماد الملک بہت پریشان ہوا اس نے برہان نظام الملک بحری کو خط لکھا اور بہت سا روپیہ دے کر اسے ندربار اور سلطان پور کی سرحد کی طرف بلایا۔ اسی طرح عماد الملک نے راجہ مال پور کو بھی محمد آباد جنانیر کی سرحد کی طرف بلایا۔

عماد الملک کا خط بابر کے نام

عماد الملک نے بڑی دور اندیشی اور فراست سے کام لیا اور ظہیر الدین بابر کے نام ایک عریضہ لکھا جس کا مضمون یہ تھا۔ "اگر جناب کے لشکر کا ایک حصہ بندر دیو میں آ جائے تو میں آپ کے ملازمین کے اخراجات کے لئے ایک کروڑ تنکہ نقد پیش کروں گا۔" برہان نظام شاہ بحری نے عماد الملک کے بھیجے ہوئے تحفے تحائف تو قبول کر لیے لیکن اس کی فرمائش کو ٹال دیا۔ راجہ مالپور البتہ ایسا نہ کر سکا کیونکہ اس پر حق ہمسائیگی واجب تھا لہٰذا وہ جنانیر کے نواح میں آ گیا۔

گجراتی امراء کا قاصد بہادر کی خدمت میں

بابر کے نام جو عریضہ عماد الملک نے روانہ کیا تھا اس کی تفصیل دونگر پور کے تھانیدار کو معلوم ہو گئی اس نے تاج خاں اور خداوند خان کو سب کچھ بتا دیا۔ یہ معلوم ہوتے ہی گجراتی امیروں نے جلد از جلد اپنے ایک آدمی کو شہزادہ بہادر خاں کے پاس دہلی بھیجا۔ یہ قاصد سفر کی منزلیں جلد از جلد طے کرتا ہوا دہلی کے نواح میں شہزادہ بہادر خان کے پاس جا پہنچا اور گجراتی امیروں کے عریضے اس کی خدمت میں پیش کیے۔ اتفاق سے اس وقت جون پور کے افغانوں کی طرف سے پائند خاں بھی آیا ہوا تھا وہ چاہتا تھا کہ بہادر خاں کو اپنے ساتھ لے جا کر جون پور کا بادشاہ بنائے مگر شہزادے نے اس درخواست کو منظور نہ کیا کیونکہ اسے گجرات سے زیادہ دلچسپی تھی۔ بہادر خاں نے پائند خاں کو تو رخصت کر دیا اور خود احمد آباد کی طرف روانہ ہوا۔

marfat.com
Marfat.com

دانش مند گھوڑا

بیان کیا جاتا ہے کہ جس وقت گجرات اور جون پور کے قاصد شہزادہ بہادر خاں کے پاس آئے تو ان میں سے ہر ایک نے شہزادے کو اپنے ساتھ لے جانے کی پوری پوری کوشش کی۔ شہزادہ اس دو طرفہ اصرار سے بہت پریشان ہوا اور آخرکار اس نے یہ فیصلہ کیا کہ میں جنگل میں جاکر گھوڑے پر سوار ہو جاتا ہوں اور اس کی باگ ڈھیلی چھوڑ دیتا ہوں تاکہ گھوڑا جس طرف چاہے چلا جائے چنانچہ اس نے ایسا ہی کیا گھوڑے نے اپنا رخ گجرات کی طرف کر لیا اور اس طرح شہزادہ بہادر خاں افغانی قاصد سے معذرت طلب کر کے گجرات کی طرف روانہ ہو گیا۔

بہادر خاں چیتوڑ میں

سفر کی منزلیں طے کرتا ہوا شہزادہ خاں بہادر چیتوڑ میں آیا اس دوران گجرات کے قاصد برابر اس کے پاس آتے رہے اور گجرات کی خبریں پہنچاتے رہے۔ اسی جگہ شہزادے کو سلطان سکندر کے قتل کی خبر ملی شہزادہ چاند خاں اور شہزادہ ابراہیم بن مظفر شاہ جو رانا سنگا کے پاس تھے انہوں نے شہزادہ بہادر خاں سے ملاقات کی اور بے حد مسرت کا اظہار کیا۔ چاند خاں تو شہزادے سے رخصت ہو کر اسی مقام پر فروکش رہا البتہ شہزادہ ابراہیم بہادر خاں کے ساتھ ہو لیا۔

گجراتی امیروں کو بہادر خاں کی آمد کی اطلاع

کچھ دنوں بعد شہزادہ بہادر خاں نے چیتوڑ سے کوچ کیا۔ مال پور کا راجہ اودے سنگھ اور سلطان سکندر کے دوسرے حامی بہادر خان کے ساتھ مل گئے۔ بہادر خاں نے بہادر الملک اور تاج الدین کو تاج خاں اور دوسرے امیروں کے پاس روانہ کیا اور اپنے آنے کی اطلاع دی۔ تاج خاں جو عماد الملک سے بہت خائف تھا اپنے لشکر اور قبیلے کے ساتھ دندوقہ میں مقیم ہوا۔ اور بہادر خاں کا انتظار کرنے لگا۔ دندوقہ میں تاج خاں نے بہت سا سامان جمع کیا اور بڑے اہتمام کے ساتھ بہادر خاں کے استقبال کے لیے آگے بڑھا۔

شہزادہ لطیف کی روانگی

تاج خاں کے ساتھ شہزادہ لطیف بن مظفر شاہ بھی تھا۔ تاج نے شہزادے کو اخراجات کے لیے کچھ روپیہ دیا اور رخصت کر دیا۔ اور کہا کہ چونکہ اب تاج و تخت کا صحیح وارث یہاں آ پہنچا ہے اس لیے میرا اور تمہارا ایک ساتھ رہنا مناسب نہیں ہے اس لیے بہتر یہی ہے کہ تم کہیں اور چلے جاؤ۔ شہزادہ لطیف بادل ناخواستہ وہاں سے رخصت ہوا اور اپنے چچا زاد بھائی شہزادہ فتح خاں کے پاس چلا گیا۔

بہادر خاں دونگر میں

شہزادہ بہادر خاں جب دونگر پہنچا تو خرم خاں اور ملک کے دوسرے نامور امیروں نے اس کا استقبال کیا۔ یہ صورت حال دیکھ کر عماد الملک کی پریشانی اپنی انتہا کو پہنچ گئی اور وہ لشکر جمع کرنے کے لیے سرکاری روپیہ بے دریغ صرف کرنے لگا۔

عماد الملک کی کاروائی

عماد الملک نے جب یہ دیکھا کہ لوگ جوق در جوق شہزادہ بہادر خاں کے پاس جا رہے ہیں تو اس نے ایک زبردست لشکر مع پچاس ہاتھیوں کے عضد الملک کی نگرانی میں مہرابیہ روانہ کیا تاکہ راستہ مسدود کر دیا جائے اور کسی شخص کو شہزادہ بہادر خاں تک نہ پہنچنے دیا جائے۔

سلطان بہادر دونگر سے محمود پور پہنچا وہ تمام امراء جو سلطان سکندر کے خوف سے ادھر ادھر بھاگ گئے تھے جمع ہو کر بہادر خاں کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ عضد الملک نے جب یہ حالات دیکھے تو وہ محمد آباد میں عماد الملک کے پاس چلا گیا۔

marfat.com

Marfat.com

بہادر خاں احمد آباد میں

شہزادہ بہادر خاں قصبہ مہرایہ میں وارد ہوا تو وہاں تاج خاں چتر و امارت شاہی کے ساتھ شہزادے کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اور ۲۶ رمضان المبارک ۹۳۲ھ کو شہزادہ مہروالہ پٹن میں آیا اور وہاں سے احمد آباد کی طرف روانہ ہوا۔ قصبہ سرکج میں شہزادے نے مشائخ اور صوفیائے کرام کے مزاروں کی زیارت کی اور احمد آباد میں داخل ہوا۔

محمود شاہ کی حکومت کا خاتمہ

عماد الملک کی پریشانی اور بڑھی اور اس نے اپنے لشکریوں کو ایک سال کی پیشگی تنخواہ ادا کی اور قاصد شہزادہ لطیف کے پاس بھیجا اور اس سے مدد طلب کی لیکن اس سے پہلے کہ شہزادہ لطیف آتا بہادر خاں محمد آباد جا پہنچا۔ بہت سے امراء جن میں بہاء الملک اور داور الملک (سلطان سکندر کے قاتل) بھی شامل تھے۔ عماد الملک سے ناراض ہو کر شہزادہ بہادر خاں سے آملے۔ شہزادے نے مصلحت وقت کے پیش نظر ان لوگوں کی دل جوئی کی اور عماد الملک پر غالب آکر محمود شاہ کی حکومت کا خاتمہ کر دیا۔

محمود شاہ صرف چار ماہ تک حکمران رہا۔

marfat.com

Marfat.com

سلطان بہادر خاں بن سلطان مظفر شاہ گجراتی

تخت نشینی

نجومیوں نے عیدالفطر ۹۳۲ھ کا مبارک دن بہادر خاں کی تخت نشینی کے لیے تجویز کیا تھا چنانچہ اس دن بہادر خاں نے احمد آباد میں تخت شاہی پر جلوس کیا اور تمام امراء اور اراکین سلطنت کو انعامات و خلعت سے نوازا۔

محمد آباد جنانیر کا سفر

ماہ شوال کے شروع میں بادشاہ نے محمد آباد جنانیر کا سفر اختیار کیا۔ سفر کی پہلی منزل پر معظم خاں سرداروں کی ایک جماعت کے ساتھ بادشاہ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ بادشاہ اس سے بہت مہربانی سے پیش آیا اور اسے انعام و اکرام سے نوازا۔ جب بادشاہ اس منزل سے روانہ ہوا تو اسے معلوم ہوا کہ دریائے باترک میں طغیانی آ گئی ہے اور اس وجہ سے لشکر دریا کو عبور نہیں کر سکتا۔

امرائے سارق

بادشاہ نے قصبہ سونج میں قیام کیا اور تاج خاں کو دریا کے کنارے متعین کیا تاکہ وہ لشکر کو بحفاظت دریا کی دوسری طرف اتارنے کا انتظام کرے۔ دوسرے روز وہ تمام امراء جنہوں نے گذشتہ زمانے میں شاہی خزانے سے دولت چرائی تھی بادشاہ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور تمام مال مسروقہ بادشاہ کے حضور میں پیش کیا۔ سلطان بہادر نے عالی ظرفی کا ثبوت دیتے ہوئے یہ تمام مال انہیں چوروں کو بخش دیا۔

مفسدوں کی کوشش

چاند پور کے راستے میں بادشاہ دریائے مہندری کے کنارے پہنچا اور اس کا لشکر گزرنا شروع ہوا۔ عماد الملک اور عضد الملک نے پہلے ہی سے ایک لشکر کو بروده اور دوسرے علاقوں میں اس کام کے لیے متعین کر رکھا تھا کہ جب بادشاہ ادھر سے گزرے تو فساد برپا کر کے اس کو اپنی طرف متوجہ کر لیا جائے۔ بادشاہ نے ان مفسدوں کی کوئی پرواہ نہ کی اور ان کی طرف قطعاً متوجہ نہ ہوا اور جلد از جلد دریا عبور کر گیا اور محمد آباد جنانیر کی طرف روانہ ہوا۔

عماد الملک کی گرفتاری کا حکم

جب سلطان بہادر خاں شہر کے قریب پہنچا تو نصیر خاں کا بیٹا ضیاء الملک بادشاہ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ بادشاہ نے ضیاء الملک کو حکم دیا کہ وہ اپنے باپ کی مدد سے عماد الملک کے مکان کا محاصرہ کر کے اسے گرفتار کر لے اس کے بعد بادشاہ آگے روانہ ہوا۔

گرفتاری اور پھانسی

تاج خاں نے جلد از جلد عماد الملک کے گھر کا محاصرہ کر لیا۔ عماد الملک مکان کی دیوار کے ذریعے سے اپنے گھر سے نکل گیا اور شیخ چنو صدیقی کے گھر میں پناہ گزیں ہوا۔ شیخ چنو کا گھر لوٹ لیا گیا اور اس کے بیٹوں کو گرفتار کر لیا گیا اتفاق سے بادشاہ کا گزر خداوند خاں کے گھر کے سامنے سے ہوا۔ خداوند خاں اگرچہ اس زمانے میں گوشہ نشین ہو چکا تھا لیکن مکان سے باہر آیا اور بادشاہ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اسی دوران میں خداوند خاں کے ملازم عماد الملک کو شیخ چنو صدیقی کے گھر سے گرفتار کر کے لے آئے۔ بادشاہ نے اسی وقت حکم دیا کہ عماد الملک سیف الدین اور سلطان سکندر کے دوسرے قاتلوں کو پھانسی دے دی جائے۔

marfat.com
Marfat.com

عضد الملک کی گرفتاری کا حکم

سلطان بہادر نے سلطان مظفر کے نامی گرامی غلام رفیع الملک بن توکل کو عماد الملک کا خطاب دے کر عارض الممالک کے عہدے پر فائز کیا۔ عضد الملک کو جب ان حالات کی اطلاع ہوئی تو وہ بڑودہ سے فرار ہو گیا۔ بادشاہ نے شمشیر الملک اور نظام الملک کو بالترتیب عضد الملک اور محافظ خاں کی گرفتاری کے لیے روانہ کیا۔ دونوں مجرم فرار ہو کر رائے سنگھ کے پاس پناہ گزیں ہوئے۔ بہادر شاہی سپاہیوں نے ان دونوں کا مال و اسباب لوٹ لیا اور واپس آ گئے۔

سلطان سکندر کے قاتلوں کا قتل

اسی زمانے میں شاہ چنو صدیقی اور عضد الملک کے بیٹے کو سکندر خاں کے قاتلوں کی ایک جماعت کے ساتھ قدر خاں کے گھر میں قتل کیا گیا۔

بہاء الملک کا عبرت ناک حشر

بہاء الملک بھی گرفتار ہوا اس نے سلطان سکندر کو زخمی کیا تھا اور سید علیم الدین کے ہاتھوں خود بھی زخمی ہوا تھا۔ اور اس کا وہ زخم ابھی تک تازہ تھا' بادشاہ نے حکم دیا' اس کی کھال کھینچ کر اسے پھانسی پر لٹکا دیا جائے۔ سلطان سکندر کے قاتلوں میں سے چند اور اشخاص بھی گرفتار ہوئے جو دکن کی طرف فرار ہوئے تھے۔ بادشاہ کے حکم سے انہیں توپ کے آگے ڈال کر اڑا دیا گیا' الغرض سلطان بہادر نے تھوڑے ہی عرصہ میں سلطان سکندر کے تمام قاتلوں کو ٹھکانے لگا دیا۔

شہزادہ لطیف کی مایوسی

کہا جاتا ہے کہ جس روز سلطان بہادر محمد آباد جانپیر میں آیا اسی روز شہزادہ لطیف بھی عماد الملک اور دوسرے امراء کی دعوت پر شہر میں داخل ہوا اور ایک گوشے میں چھپ گیا۔ قیصر خاں' الغ خاں اور دوسرے امراء نے لطیف خاں کے پاس پیغام بھیجا کہ "اب زیادہ دیر تک کسی امر کا انتظار نہ کرو اور فوراً گوشہ نشین ہو جاؤ۔ لطیف خاں مایوس ہو کر پالن پور چلا گیا' عضد الملک اور محافظ خاں بھی ولایت مونگا کی طرف چلے گئے۔

رعایا کی فلاح و بہبود

ان تمام واقعات کے بعد سلطان بہادر بڑے امن و اطمینان سے رعایا کی فلاح و بہبود اور لشکر کے انتظامات میں مشغول ہوا' رعایا کو انعام و اکرام سے نوازا۔ سپاہیوں کی تنخواہوں میں کئی کئی گنا اضافہ کیا اور سال بھر کی تنخواہیں یک مشت ادا کر کے انہیں خوش کیا' سرکچ نتوہ اور رسول آباد کے فقیروں کو بھی مالا مال کیا۔

محمد آباد میں دوبارہ تخت نشینی کی رسم

سلطنت گجرات کا پایہ تخت چونکہ محمد آباد جانپیر تھا اور تمام شاہان گجرات نے اسی جگہ تخت بادشاہت پر جلوس کیا تھا اس لیے سلطان بہادر نے بھی اسی مقام پر تخت نشینی کی رسم ادا کرنے کا ارادہ کیا۔ نجومیوں نے مبارک ساعت تجویز کی اور اس کے مطابق ۹۳۲ھ میں دریائے شرقی کے قریب مرصع تخت رکھ کر یہ رسم عمل میں آئی۔ تمام امراء اکابر اور مشائخ نے بادشاہ کو مبارک باد دی تقریباً ایک ہزار درباریوں کو خلعت عطا کیے گئے۔

عضد الملک کی سرگرمیاں

تمام امراء کو خطابات سے نوازا گیا۔ غازی خاں کے اعزاز و جاگیر میں اضافہ کیا گیا اور ندر بار سلطان پور کی حکومت اسے عطا کی گئی۔ اسی

marfat.com

Marfat.com

دوران میں یہ اطلاع ملی کہ عضد الملک' محافظ خاں کی ترغیب سے ندربار سلطان پور کے نواح میں کوہ ادان میں ہنگامہ آرائی کرنے کا ارادہ رکھتا ہے۔ بادشاہ نے غازی خاں کی نگرانی میں ایک لشکر کو اس فتنے کے فرو کرنے کے لیے نامزد کیا۔

گجرات میں قحط

اسی زمانے میں گجرات میں زبردست قحط پڑا۔ بادشاہ نے ہوشیار الملک کو جو خازن رکاب تھا حکم دیا کہ سواری کے وقت جو شخص سوال کرے اسے ایک مظفری (گجرات کا ایک سکہ) عطا کی جائے۔ ان دنوں بادشاہ دو مرتبہ چوگان بازی کے لیے سوار ہوا اور ان موقعوں پر جتنے لوگوں نے بھی سوال کیا ان کو ایک ایک مظفری دی گئی۔ سلطان بہادر نے ہر شہر میں فقیروں اور محتاجوں کے لیے لنگر خانے قائم کیے اور رعایا کی فلاح و بہبود کی طرف بہت توجہ کی۔ اس حکمت عملی کا یہ نتیجہ ہوا کہ گجرات کے شہر پہلے سے کہیں زیادہ آباد و معمور ہو گئے۔

مفسدوں کی سرگرمیاں

سلطان بہادر کو عنان اقتدار سنبھالے ہوئے ابھی کچھ مدت ہی گزری تھی کہ مفسدوں اور فتنہ پردازوں کی سرگرمیاں تیز ہونے لگیں۔ شجاع الملک نے راہ فرار اختیار کی اور شہزادہ لطیف خاں سے مل گیا۔ امراء کو اس کی خبر ہوئی تو انہوں نے بادشاہ سے گزارش کی' حضور نے الغ خاں کو اپنا بہی خواہ سمجھ کر شہزادہ لطیف کی مدافعت کے لیے نامزد کیا تھا' لیکن حقیقت یہ ہے کہ قیصر خاں اور الغ خاں سلطان سکندر کے قتل کے معاملے میں عماد الملک سے متفق تھے اور اب بھی شہزادہ لطیف کو مدد پہنچاتے رہتے تھے۔

گرفتاریاں

سلطان بہادر اس مسئلے پر سوچنے لگا' اسی دوران میں تاج خاں نے قسم کھا کر بادشاہ سے عرض کیا۔ قیصر خاں اور الغ خاں نے ایک غیر معروف راستے سے شہزادہ لطیف کو نادوت بلایا۔ "دوسرے روز صبح جب تمام امراء بادشاہ کو سلام کرنے کے لیے حاضر ہوئے تو سلطان بہادر نے حکم دیا کہ قیصر خاں اور الغ خاں کو گرفتار کر لیا جائے۔ انہیں دنوں دار الملک کسی بہانے سے باہر گیا اسے بھی گرفتار کر لیا گیا۔ خواجہ باجو اور ضیا الملک کا تعلق بھی مفسدوں کے گروہ سے تھا۔ ان دونوں کو بھی گرفتار کر لیا گیا اور ہاتھ باندھ کر اور ننگے پیر دربار میں لایا گیا۔ لوگوں نے ہجوم کر کے ان دونوں کے مکانات کو لوٹ لیا۔ ضیاء الملک گلے میں رسی ڈال کر بڑی عاجزی سے رویا۔ خواجہ باجو نے پچاس لاکھ تنگہ خون بہا دے کر معافی چاہی۔ سلطان بہادر نے ان دونوں پر رحم کھایا اور ان کی رہائی کا حکم دے دیا۔ اس کے بعد سارے ملک میں امن و امان ہو گیا اور کسی قسم کا فتنہ و فساد باقی نہ رہا۔

سلاح داران خاصہ کا ہنگامہ

۹۳۳ھ میں خاصہ کے سلاح داروں نے جو تعداد میں دو ہزار تھے جامع مسجد میں شور اور ہنگامہ کیا اور اس سبب سے خطیب مسجد کو خطبہ پڑھنے سے روک دیا کہ ان سلاح داروں کو تنخواہ نہیں ملی۔ سلطان بہادر اگرچہ جانتا تھا کہ سلحدار شہزادہ لطیف کے حامی ہیں اور اس بہانے سے اس کے پاس جانا چاہتے ہیں لیکن اس نے انسانی ہمدردی اور اخوت کے جذبات میں آ کر حکم دیا کہ ان کی تنخواہ ادا کر دی جائے۔

شہزادہ لطیف کی گرفتاری

انہیں دنوں غازی خاں کا ایک عریضہ پہنچا جس کا مضمون یہ تھا شہزادہ لطیف خاں ایک زبردست لشکر لے کر سلطان پور میں آیا ہے اور یہاں فتنہ و فساد کا بازار گرم کیا ہے۔ میں نے اس کی مفسدانہ حرکات پر کڑی نظر رکھی تو وہ مجھ سے جنگ کرنے پر آمادہ ہوا۔ میں نے بھی لشکر تیار کیا زبردست لڑائی کے بعد عضد الملک اور محافظ خاں تو میدان جنگ سے بھاگ گئے' رائے بھیم مع اپنے بھائیوں کے مارا گیا اور شہزادہ لطیف زخمی ہو کر گرفتار ہوا۔

marfat.com

Marfat.com

شہزادہ لطیف کی وفات

جونہی بادشاہ نے یہ عریضہ پڑھا اس نے اسی وقت محب الملک کو امراء کی ایک جماعت کے ساتھ سلطان پور بھیجا اور حکم دیا کہ شہزادہ لطیف کے ساتھ انتہائی محبت اور ہمدردی کا سلوک کیا جائے' اس کے زخموں کا علاج کیا جائے اور اسے بڑی عزت اور احترام سے بادشاہ کے حضور لایا جائے۔ حکم کی تعمیل کی گئی مگر کاری زخم لگنے کی وجہ سے شہزادہ لطیف نے راستے ہی میں انتقال کیا۔ اسے جنانیر کے ضلع بالول میں سلطان سکندر کے پہلو میں دفن کیا گیا۔

نصیر خاں معروف بہ محمود شاہ کی وفات

اسی سال سلطان سکندر کے دوسرے بھائی نصیر خاں (جو سلطان محمود کے لقب سے تخت گجرات پر بیٹھا تھا) نے داعی اجل کو لبیک کہا۔ بادشاہ نے اپنے بھائیوں کی قبروں پر ایک گروہ کو وظیفہ دے کر متعین کیا اور کھانے اور خیرات کی تقسیم کا حکم دیا۔

رائے سنگھ کا فتنہ

اسی سال یہ خبر ملی کہ رائے سنگھ راجہ پال نے قیصر خاں کے قتل کی اطلاع پانے کے بعد قصبہ دہور کو تباہ اور برباد کیا اور بہت سا مال قیصر خاں کے لڑکے ضیاء الملک سے زبردستی چھین کر لے گیا اور اب رائے سنگھ پورے ملک کو تباہ و برباد کرنے پر تلا ہوا ہے۔ یہ خبر سن کر سلطان بہادر کو بہت تشویش ہوئی اور اس نے بذات خود اس علاقے کا سفر کرنے کا ارادہ کیا۔ تاج خاں کو جب بادشاہ کے اس ارادے کا علم ہوا تو اس نے عرض کیا۔

"حکومت کو ابتداء میں اس قسم کے واقعات پیش آتے ہی رہتے ہیں حضور کو قطعاً پریشان نہیں ہونا چاہیے۔ اگر اس خدمت پر بندۂ حقیر کو نامزد کیا جائے تو یقین ہے کہ میں فتنہ پردازوں کو اچھی طرح ٹھکانے لگا سکوں گا۔"

تاج خاں کی نامزدگی

سلطان بہادر نے فوراً تاج خاں کو خلعت عطا فرمایا اور اسے ایک لاکھ سواروں کے ساتھ رائے سنگھ کی گوشمالی کے لیے نامزد کیا۔ تاج خاں اس لشکر جرار کے ہمراہ ملک پال میں پہنچا اور تباہی و غارت گری کا بازار گرم کر دیا۔ رائے سنگھ نے یہ صورت حال دیکھ کر بڑی انکساری کا اظہار کیا اور عہد مظفری کے ایک مشہور امیر شرف الملک کے نام ایک عریضہ روانہ کیا اور اپنے گناہوں کی معافی مانگی۔

تاج خاں اور رائے سنگھ میں معرکہ

رائے سنگھ کا جرم ایسا نہ تھا کہ اسے معاف کر دیا جاتا اس لیے تاج خاں نے اس کے علاقے میں اور زیادہ تباہی و بربادی کی اور رائے سنگھ کو سزا دینے کی پوری پوری کوشش کی۔ رائے سنگھ نے جب دیکھا کہ سوائے لڑائی کے کوئی صورت باقی نہیں رہی تو وہ مجبوراً لڑائی کے لیے تیار ہوا' اس نے ایک تنگ مقام کو جنگ کے لیے منتخب کیا۔ تاج خاں اسی جگہ آیا' فریقین میں لڑائی ہوئی رائے سنگھ کے سپاہیوں میں ایک بڑی تعداد ماری گئی' تاج خاں کا ایک آدمی قتل ہوا۔ کچھ عرصہ تک تاج خاں پال ہی میں رہا۔ آخر بادشاہ کے بلانے پر واپس چلا آیا۔

عامل کنبایت کی معزولی

اسی سال ربیع الاول کے مہینے میں سلطان بہادر سیر و شکار کی غرض سے پایہ تخت سے باہر نکلا۔ بندر کنبایت کے باشندوں کی ایک جماعت بادشاہ کی خدمت میں حاضر ہوئی اور اپنے عامل کے ظلم و ستم کی روداد بیان کی۔ بادشاہ نے اسی وقت کنبایت کے داروغہ کی معزولی کا حکم صادر کیا اور تاج خاں کو اس خدمت پر مقرر کیا۔ اسی سال رانا سانگا کا بیٹا بادشاہ کی خدمت میں حاضر ہوا اور کچھ دن قیام کرنے کے بعد واپس چلا گیا۔

marfat.com

Marfat.com

ایدر اور باکر کی فتح

سلطان سکندر ۹۳۴ھ میں ایدر اور باکر کو فتح کرنے کے لیے روانہ ہوا بہت ہی تھوڑے عرصے میں اس نے ان ولایتوں کو فتح کر لیا اور جنانیر واپس آگیا۔

بندر دیب میں فرنگیوں کی گرفتاری

چند ماہ بعد بادشاہ نے قلعہ بہروج کو فتح کرنے کا ارادہ کیا اور اس غرض سے کنبایت میں آیا۔ ایک روز بادشاہ دریا کی سیر کر رہا تھا کہ بندر دیب سے ایک جہاز آیا' جہازیوں نے بادشاہ کو بتایا کہ مخالف ہواؤں اور طوفان کی وجہ سے فرنگیوں کا ایک جہاز بندر دیب میں آگیا تھا۔ قوام الملک نے اس جہاز کو اپنے قبضے میں کر لیا اور تمام جہازی فرنگیوں کو قید کر لیا ہے۔ سلطان بہادر یہ خبر سن کر بہت خوش ہوا اس نے فوراً خشکی کے راستے بندر دیب کا سفر اختیار کیا اور قوام الملک کے پاس پہنچا۔ قوام الملک نے فرنگیوں کو بادشاہ کی خدمت میں پیش کیا' بادشاہ نے ان کافروں کی ایک بڑی تعداد کو مسلمان کیا اور واپس ہوا۔

میراں محمد شاہ کا عریضہ

اسی سال حاکم اسیر میراں محمد شاہ (جو سلطان بہادر کا بھانجہ تھا) کا ایک خط آیا جس میں اس نے لکھا تھا کہ "علاؤ الدین عماد شاہ نے بڑی عاجزی اور انکساری کے ساتھ یہ درخواست کی تھی کہ برہان نظام شاہ بحری اور قاسم ترک بیدری ملک برار میں زبردستی مدافعت کر رہے ہیں اس لیے میں اس کی (عماد شاہ کی) مدد کروں۔ اس درخواست کو میں نے منظور کر لیا اور عماد شاہ کی مدد کے لیے گیا' فریقین میں زبردست جنگ ہوئی میرے مقابلے پر بھی ایک لشکر آیا اور میں نے اس کو شکست دی۔

اسی اثناء میں نظام شاہ بحری جو ایک جگہ چھپا ہوا تھا اس نے علاؤ الدین عماد شاہ پر حملہ کیا اور اسے شکست دے کر میرے چند ہاتھی بھی بطور مال غنیمت کے اپنے ساتھ لے گیا نظام الملک نے قلعہ ماہور پر جو ملک برار کا بہترین حصہ ہے قبضہ کر لیا ہے اس صورت حال کے پیش نظر آپ جو حکم دیں گے اسی پر عمل کیا جائے گا۔"

بادشاہ کا جواب

بادشاہ نے میراں محمد شاہ کے عریضے کا یہ جواب دیا۔ "پچھلے سال بھی علاؤ الدین نے اسی قسم کی درخواست کی تھی اور حاکم نہروالہ ملک عین الملک نے جا کر فریقین میں صلح کرا دی تھی' چونکہ پہل نظام الملک کی جانب سے ہوئی ہے اس لیے مظلوم کی حمایت کرنا ہمارا فرض اولین ہے۔"

دکن پر لشکر کشی کا ارادہ

ماہ محرم ۹۳۵ھ میں سلطان بہادر نے نظام شاہ کے ملک کو فتح کرنے کا ارادہ کیا اور اس مقصد سے دکن کی جانب روانہ ہوا۔ بادشاہ نے لشکر اور سامان ضرورت کی فراہمی کے لیے کچھ عرصہ تک بردوہ میں قیام کیا۔

حاکم بھٹہ کی آمد

اسی سال بھٹہ کا حاکم جام فیروز مغلوں کی چیرہ دستیوں سے پریشان ہو کر جلا وطن ہوا اور سلطان بہادر کے پاس پناہ گزیں ہوا۔ سلطان بہادر نے اس کی حالت پر رحم کھایا اور اسے اخراجات کے لیے بارہ لاکھ تنکے مرحمت کئے نیز یہ وعدہ بھی کیا کہ اس کا موروثی ملک مغلوں کے پنجے سے نکال کر اس کے حوالے کر دے گا۔ سلطان بہادر کی عظمت و شوکت کی شہرت دور دور پھیلنے لگی۔ اس سفر میں دور و نزدیک کے تمام راجے اور حاکم بادشاہ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور اپنی بہی خواہی کا یقین دلایا۔

marfat.com
Marfat.com

سلطان بہادر کی ہردلعزیزی

پوربیہ سے راجہ گوالیار کا بھتیجا مع اپنے گروہ کے بادشاہ کی خدمت میں حاضر ہوا اور ملازمین خاص کے زمرے میں داخل ہو گیا۔ رانا سانگا کا بھتیجا بھرون پسر پر تھی راج بھی چند راجپوتوں کے ساتھ بادشاہ کے ملازموں میں داخل ہوئے۔ دکن کے بعض سرداروں نے بھی شاہی ملازمت حاصل کی۔ ان سب لوگوں کو بادشاہ نے انعام و اکرام سے مالا مال کیا۔

عماد شاہ کا پیغام

سلطان بہادر کو ایک عرصے تک محمد آباد جانپیر میں قیام کرنا پڑا۔ عماد شاہ چاہتا تھا کہ بادشاہ جلد از جلد اس کی مدد کے لیے آئے۔ اس نے جب دیکھا کہ سلطان بہادر کی آمد میں تاخیر ہو رہی ہے تو اس نے اپنے بیٹے خضر خاں کو بادشاہ کی خدمت میں بھیجا اور کہلوایا۔ "برہان نظام شاہ بحری اس قدر مغرور و سرکش ہے کہ وہ اپنے برابر کسی دوسرے کو سمجھتا ہی نہیں۔ میں نے کئی بار صلح کی بات چیت کی کوشش کی ہے لیکن وہ مانتا ہی نہیں۔ اس لیے آپ دکن تشریف لے آئیں تو خاکسار کا مقصد حل ہو جائے گا۔"

سلطان بہادر برہان پور میں

سلطان بہادر نے عماد شاہ کی درخواست قبول کی اور دکن کی طرف روانہ ہوا۔ جب وہ دریائے نربدا کے کنارے پہنچا تو اس کے استقبال کے لیے میراں محمد شاہ فاروقی آیا اور اپنے ساتھ برہان پور لے گیا۔ وہاں سلطان بہادر کی شاندار ضیافت کی گئی' اس جگہ عماد الملک بھی کاویل سے پہنچ گیا اور اس نے بہت سے گھوڑے اور تحائف بادشاہ کی خدمت میں پیش کیے۔

برار میں

اس کے بعد بادشاہ برار کی طرف روانہ ہوا۔ جب سلطان بہادر جالنہ پہنچا تو اس نے شہر میں چند روز قیام کیا اور اس شہر پر قبضہ کرنے کی سوچنے لگا۔ عماد الملک کو جب یہ معلوم ہوا تو وہ بہت پریشان ہوا مگر مرتا کیا نہ کرتا۔ اس نے برار میں سلطان بہادر کے نام کا خطبہ پڑھوا دیا۔ عماد الملک نے میراں محمد فاروقی کے ذریعے سلطان بہادر کو برار سے آگے چلنے پر آمادہ کیا اور برار سے رخصت ہوا۔

عماد شاہ کا فرار

سلطان بہادر جب احمد نگر پہنچا تو وہاں اس نے ایک ڈراؤنا خواب دیکھا یہاں سے وہ دولت آباد آگیا اور جیسا کہ نظام شاہیوں کے حالات میں لکھا جا چکا ہے۔ دولت آباد میں سلطان بہادر نے حوض قتلو کے کنارے قیام کیا' اس نے عماد الملک کو امراء کی ایک جماعت کے ساتھ قلعہ کے محاصرے پر نامزد کیا۔ کچھ دنوں بعد علاؤ الدین عماد شاہ نے دکنیوں سے سازش کر لی' اسے اس امر پر ندامت ہوئی کہ اس نے کیوں سلطان بہادر کو یہاں مدعو کیا۔ رات کے وقت عماد شاہ اپنا سب سامان چھوڑ کر بھاگ گیا۔

سلطان بہادر کی واپسی

دکنیوں نے گجرات کا راستہ مسدود کر دیا تھا۔ اس لیے غلہ اور دیگر سامان ضرورت کی ترسیل بند ہو گئی۔ برہان نظام شاہ گجراتی لشکر کے مقابلے پر آیا اور کچھ فاصلے پر مقیم ہوا۔ برہان نے سلطان بہادر سے یہ وعدہ کیا کہ وہ میراں محمد فاروقی کے ہاتھیوں کو واپس کر دے گا اور احمد نگر میں سلطان بہادر کے نام کا خطبہ پڑھا جائے گا۔ سلطان بہادر نے ان شرائط کو منظور کیا اور ۹۳۶ھ میں وہ گجرات واپس آگیا۔ برسات کے دن اس نے محمد آباد میں گزارے۔

ایدر کا سفر

سلطان بہادر نے ۹۳۷ھ میں ایدر کا سفر اختیار کیا اس نے موضع جان پور میں خداوند خاں اور رفیع الملک المخاطب بہ عماد الملک کو ایک

marfat.com

Marfat.com

زبردست لشکر اور ان گنت ہاتھیوں کے ساتھ پاکر کی مہم پر بھیجا اور خود بندر کنپایت میں آیا- یہاں بادشاہ نے ایک روز قیام کیا اور اس کے بعد بذریعہ جہاز بندر دیب کا ارادہ کیا- بندر دیب پہنچ کر بادشاہ نے دیکھا کہ مختلف بندر گاہوں سے بہت سے جہاز وہاں آئے ہوئے ہیں اور ان جہازوں میں انواع و اقسام کا سامان بھرا ہوا ہے- بادشاہ نے بہت سی اشیاء خریدیں ان خرید کردہ اشیاء میں سولہ سو (۱۶۰۰) من پست بھی تھا-

بانسوالہ اور دونگر پور کی تباہی

مصطفیٰ خاں رومی کے ساتھ رومیوں کی ایک جماعت بادشاہ سے ملاقات کرنے کے لیے آئی' بادشاہ ان لوگوں سے بہت خوش ہوا اور ان کے قیام کے لیے ایک موزوں مکان تجویز کیا' اس کے بعد بادشاہ نے ملک ایاز سے غرباء کی سفارش کی اور خود بانسوالہ اور دونگر پور کی طرف روانہ ہوا- سلطان بہادر نے ان علاقوں کو خوب اچھی طرح تباہ و برباد کیا اور یہاں کے راجاؤں سے پیش کش وصول کی- اس کے بعد بادشاہ محمد آباد جنانیر واپس آگیا-

لودھی امراء کی آمد

اسی اثناء میں سلطان ابراہیم لودھی کے امیر عمر خاں اور قطب خاں وغیرہ ظہیرالدین بابر کے خوف سے فرار ہو کر گجرات میں پناہ گزیں ہوئے- سلطان بہادر نے پہلے روز ان امیروں کو تین سو زربفت کی قبائیں/ پچاس گھوڑے اور چند لاکھ تنگے نقد عطا کیے-

مہرابہ کا سفر

ان امیروں کی خاطرداری کے بعد بادشاہ مہرابہ روانہ ہوا- جب بادشاہ وہاں پہنچا تو خداوند خاں اور دوسرے امراء بادشاہ کی خدمت میں حاضر ہوئے سلطان بہادر مہرابہ سے پاکر آیا اور اس علاقے کا عمدہ انتظام کیا ہر جگہ تھانیدار مقرر کیے-

پاکر کا راجہ بادشاہ کی خدمت میں

پاکر کا راجہ پرس رام مجبوری سلطان بہادر کی خدمت میں حاضر ہوا اور اس کے بیٹے نے بادشاہ کے سامنے مذہب اسلام قبول کیا اور بادشاہ کے مقربین کی جماعت میں شامل ہو گیا-

پرس رام کے بھائی کی جان بخشی

پرس رام کا بھائی اپنی جان کے خوف سے جنگلوں اور پہاڑوں میں مارا مارا پھرتا تھا آخر کار وہ رانا سنگا کے بیٹے برتھی کے پاس پہنچا اور اس کے ذریعے سلطان بہادر کی ملازمت حاصل کرنے کی کوشش کی- اتفاق سے ان دنوں سلطان بہادر شکار کے لیے بانسوالہ آیا ہوا تھا- برتھی نے بادشاہ کے پاس اپنے قاصد بھیجے اور بڑی عاجزی اور انکساری سے چکا کا قصور معاف کرنے کی درخواست کی- بادشاہ نے برتھی کی درخواست منظور کی اور چکا کو اپنے پاس بلا کر اس کا قصور معاف کیا-

گھاٹ کرجی میں بادشاہ نے ایک عظیم الشان مسجد تعمیر کی اور اس موضع کو پرتھی راج کی جاگیر میں دے دیا- پاکر کا باقی علاقہ پرتھی اور چکا کو برابر تقسیم کر دیا گیا-

جیتور کے قصبات کی بربادی

بادشاہ نے کچھ دنوں سیر و شکار کے لیے اس جگہ قیام کیا اس دوران میں شاہی جاسوسوں نے یہ خبر دی کہ سلطان محمود خلجی نے جس پر سلطان مظفر کے بے شمار احسانات ہیں- مندو کے حاکم شرزہ خاں کو حکم دے کر جیتور کے بعض قصبے بالکل تباہ و برباد کروا دیئے ہیں' لیکن اب شرزہ خاں اجین میں مقیم ہے- سلطان محمود خلجی کی حکم عدولی کر رہا ہے بلکہ بغاوت پر آمادہ ہے اور اس سے برسر مقابلہ ہے

marfat.com
Marfat.com

برتنسی کا پیغام

انہیں دنوں رانا سانگا کے بیٹے برتنسی کے قاصد سلطان بہادر کی خدمت میں حاضر ہوئے اور انہوں نے بادشاہ سے درخواست کی کہ "آپ سلطان محمود خلجی کو بے وجہ مخالفت اور بے مقصد عداوات سے منع فرمائیں۔" قاصدوں کے آنے کے بعد یہ بھی معلوم ہوا کہ سلطان محمود خلجی، سلہدری پوربیہ کو قتل کرنے کے لیے اجین سے سارنگ پور آیا ہوا ہے۔ سلہدری جو بادشاہ کے ساتھ تھا اسے سلطان محمود کا ارادہ معلوم ہو گیا لہٰذا وہ بھی سکندر خاں میواتی کے بیٹے کے ساتھ جیتور میں چلا گیا اور اس نے برتنسی پر حملہ کیا۔

سکندر خاں اور بھوپت

کچھ دنوں کے بعد سکندر خاں اور بھوپت پسر سلہدری سلطان بہادر کی خدمت میں حاضر ہوئے اور شاہی ملازمین میں داخل ہو گئے۔ بادشاہ نے ان کو سات سو خلعت زربفت اور ستر گھوڑے انعام دیئے۔ اسی دوران میں سلطان محمود خلجی کا خط بھی آیا جس میں اس نے لکھا تھا۔ "ایک عرصے سے میں حضور سے ملاقات کا شرف حاصل کرنے کا خواہاں ہوں لیکن بعض ناگزیر وجوہات کی بناء پر ایسا نہ کر سکا۔ اب انشاء اللہ جلد از جلد آپ کی خدمت میں پہنچنے کی کوشش کروں گا۔"

سلطان محمود کی آمد کی اطلاع

سلطان محمود خلجی کا خط پڑھ کر سلطان بہادر نے دریا خاں (سلطان محمود خلجی کا قاصد) سے کہا۔ "میں نے سلطان محمود کی آمد کی اطلاع پائی ہے اگر ایسا ہو تو پھر میں اس کے مغرور ملازمین کو پناہ نہ دوں گا۔ سلطان بہادر، سلطان محمود کے قاصدوں سے بہت مہر و محبت سے پیش آیا اور ان کو واپس جانے کی اجازت دی اس کے بعد وہ خود بانسوالہ آ گیا۔

برتنسی اور سلہدری کی آمد

سلطان بہادر نے اس خیال سے کہ ممکن ہے سلطان محمود خلجی ملاقات کے لیے آئے۔ سنبلہ کی جانب روانہ ہوا اور یہ ارادہ کیا کہ اگر محمود آیا تو اس کی دعوت اور مہمانداری سے فارغ ہو کر وہ محمود کو رخصت کرنے کے لیے گھاٹ دیوالہ تک جائے گا اور پھر اپنے پایہ تخت کو واپس جائے گا۔

سلطان محمود کے قاصد کی آمد

سنبلہ پہنچ کر سلطان بہادر نے دس روز تک سلطان محمود خلجی کا انتظار کیا، لیکن وہ نہ آیا۔ اس کے بعد سلطان محمود کا قاصد دریا خاں آیا اور اس نے بتایا "سلطان محمود شکار کھیلتے ہوئے گھوڑے سے گر پڑا ہے اور اس کا دایاں ہاتھ ٹوٹ گیا ہے اس لیے وہ اب یہاں آنے سے معذور ہے۔" یہ سن کر سلطان بہادر نے قاصد سے کہا۔ سلطان محمود کئی بار مجھ سے ملاقات کا وعدہ کر چکا ہے لیکن اب تک کوئی وعدہ پورا نہیں ہوا اگر وہ میرے پاس آنا مناسب نہ سمجھتا ہو تو میں اس کے ملک میں آنے کے لیے تیار ہوں۔" اس پر دریا خاں نے بادشاہ سے کہا۔ "سلطان محمود کے یہاں نہ آنے کی اصل وجہ یہ ہے کہ چاند خاں بن مظفر گجراتی اس کے دربار میں ہے اگر سلطان محمود یہاں آیا اور آپ نے چاند خاں کو طلب فرمایا تو بڑی مشکل پڑ جائے گی، نہ تو چاند خاں کو آپ کے حوالے کیا جا سکتا ہے اور نہ ہی اسے آپ سے بچایا جا سکتا ہے۔" یہ سن کر سلطان بہادر نے کہا۔ "میں وعدہ کرتا ہوں کہ چاند خاں کو طلب نہیں کروں گا لہٰذا اب تم جلد از جلد سلطان محمود کو مجھ سے ملاقات کرنے کے لیے بلواؤ۔"

سلطان محمود کا ارادہ

سلطان محمود کے قاصد کی رخصت کے بعد سلطان بہادر بھی سفر کی منزلیں طے کرنے لگا اور سلطان محمود کی آمد کا منتظر رہا۔ جب بادشاہ

marfat.com

Marfat.com

دیپال پور پہنچا تو اسے معلوم ہوا کہ سلطان محمود خلجی کا ارادہ یہ ہے کہ وہ اپنے بڑے لڑکے کو سلطان غیاث الدین کا خطاب دے کر اسے قلعہ مندو میں مقیم رکھے اور خود قلعے سے علیحدہ ہو کر گوشہ نشین ہو جائے اور سلطان بہادر سے ملاقات کے لیے آئے۔

امراء کا معروضہ

اسی دوران میں بعض ایسے امیر جو سلطان محمود خلجی کی بدسلوکی کی وجہ سے اس سے آزردہ تھے۔ سلطان بہادر کی خدمت میں حاضر ہوئے اور انہوں نے عرض کیا۔ "سلطان محمود خلجی ٹال مٹول سے کام لے رہا ہے اور مختلف بہانے کر کے آپ سے ملاقات کرنے سے بچنا چاہتا ہے جب تک آپ اسے مجبور نہ کریں گے وہ کبھی حاضر خدمت نہ ہو گا۔"

شادی آباد مندو کا محاصرہ

سلطان بہادر منازل سفر قطع کرتا ہوا شادی آباد مندو کی طرف روانہ ہوا۔ نعلچہ پہنچ کر بادشاہ نے اپنے لشکر کو شادی آباد مندو کے محاصرے کا حکم دیا۔ بادشاہ نے محمد خاں اسیری کو مغربی جانب شاہ پول پر لقمان کو بھل پول پر اور پوربیوں کی جماعت کو سلوانہ پر متعین کیا اور خود محمود پول پر مقیم ہوا۔

قلعے میں داخلہ

۲۹/ شعبان ۹۳۷ھ کی رات کو سلطان بہادر نے بہادروں کی جماعت کو ساتھ لیا اور دو مندوی جاسوسوں کی راہنمائی میں قلعہ میں داخل ہو گیا۔ بادشاہ قلعے کی فصیل پر اتنی دیر تک ٹھہرا رہا کہ اس کے لشکر کا بڑا حصہ قلعے کے اندر داخل ہو گیا۔

اہل مالوہ کی پریشانی

سلطان بہادر صبح کی نماز کے وقت سلطان محمود خلجی کے محل کی طرف روانہ ہوا۔ اس نے لشکروں کو اپنی آمد کی اطلاع دی بات دراصل یہ تھی کہ اہل قلعہ یہ سمجھتے تھے کہ جس جانب سے قلعہ کی فصیل بہت اونچی ہے اس طرف سے کبھی کوئی غیر لشکر اندر داخل نہیں ہو سکتا۔ مالویوں کو گجراتی لشکر کی آمد کی اطلاع اس وقت ملی جب کہ سارا قلعہ غیروں سے بھر چکا تھا اہل قلعہ سخت پریشان ہوئے۔ چاند خاں بن سلطان مظفر قلعے سے نکل کر بھاگ گیا۔ سلطان محمود خلجی اپنے تھوڑے بہت لشکر کو لے کر سلطان بہادر کے مقابلے پر آیا' لیکن اس نے یہ دیکھا کہ گجراتیوں کے مقابلے میں لڑنا کوئی آسان بات نہیں ہے تو وہ شہر سے باہر چلا گیا۔

شاہی محل کا محاصرہ

تھوڑی دیر بعد سلطان محمود خلجی اپنے امراء اور اراکین سلطنت کے مشورے سے اپنے متعلقین کی حفاظت کے لیے واپس لوٹا اور محل کی طرف چلا۔ سلطان بہادر کے لشکر نے محل کو چاروں طرف سے گھیر رکھا تھا۔ سلطان بہادر نے سب کو یہ ہدایت کر دی تھی کہ شاہی محل' حرم اور امیروں کو امان حاصل ہے اور کوئی شخص ان کی عزت' جان اور مال پر بری نظر نہ ڈالے۔

سلطان محمود خلجی کی گرفتاری

اسی دوران میں سلطان بہادر شاہی محل کے کوٹھے پر گیا اور ایک معتبر شخص کو سلطان محمود خلجی کے بلانے کے واسطے روانہ کیا سلطان محمود خلجی اپنے سات امیروں کے ہمراہ سلطان بہادر کی خدمت میں حاضر ہوا۔ بادشاہ نے یہ سوچ رکھا تھا کہ وہ سلطان محمود کا قصور معاف کر دے گا لیکن ایسا نہ ہو سکا۔ اس کی کیفیت یہ ہے کہ جب سلطان محمود' سلطان بہادر کے سامنے آیا تو ثانی الذکر نے پوچھا تم اب تک مجھ سے کس لیے منہ چھپاتے رہے ہو اور مجھ سے ملنے سے انکار کیوں کرتے رہے ہو؟" محمود نے اس کے جواب میں کچھ سخت باتیں کیں جن کی وجہ سے سلطان بہادر کو اس پر بہت غصہ آیا اس غصے کے عالم میں بادشاہ نے محمود کو مع اس کے بیٹوں کے گرفتار کر لیا اور قیدیوں

marfat.com

Marfat.com

کو آصف خاں کے ہمراہ محمد آباد جنانیر روانہ کر دیا۔ بادشاہ نے فی الحال خود مندو ہی میں قیام کرنا مناسب سمجھا۔

امراء پر لطف و کرم

سلطان بہادر نے گجرات کے امیروں کو مالوہ میں اور مالوہ کے امیروں کو گجرات میں جاگیریں عطا فرمائیں اور میراں محمد شاہ کو بڑی عزت اور احترام کے ساتھ برہان پور کی طرف روانہ کیا۔

نظام شاہ بحری کی عزت افزائی

۹۳۸ھ میں برسات کے موسم کے بعد بادشاہ اسیر اور برہان پور کی طرف سیر کے لیے روانہ ہوا۔ برہان نظام شاہ بحری نے اسمٰعیل عادل شاہ کے برخلاف لفظ "شاہ" کو اپنے نام میں داخل کر لیا تھا۔ اس لیے وہ (نظام) میراں محمد شاہ فاروقی کے کہنے سے برہان پور آیا اور شاہ طاہر جنیدی کی معرفت سلطان بہادر سے ملا۔ سلطان بہادر نے اس کو چتر سفید' آفتاب گیر اور سراپردہ' سرخ جو سلطان محمود خلجی سے چھینا گیا تھا عطا کیا اور کہا میں تمہیں "نظام شاہ بحری" کا خطاب دیتا ہوں۔ میں نے دشمنوں کو بادشاہت کے مرتبے سے معزول کیا اور دوستوں کو اس مرتبے پر فائز کیا۔

برہان نظام شاہ کی احسان فراموشی

سلطان بہادر نے برہان نظام شاہ کا جو اس قدر خیال کیا تو اس کی وجہ یہ تھی کہ بہادر یہ چاہتا تھا کہ جب آئندہ بادشاہ دہلی کے ساتھ اس کی جنگ ہو تو احمد نگر اور برہان پور کے حاکم اس کا ساتھ دیں لیکن حقیقت یہ ہے کہ اس کی یہ توقع پوری نہ ہوئی۔ برہان نظام شاہ نے نہ صرف یہ کہ مغل بادشاہ نصیر الدین ہمایوں کا ساتھ دیا بلکہ چند سال قبل اس نے ہمایوں کے پاس اپنا حاجب بھیج کر گجرات کو فتح کرنے کی دعوت بھی دی تھی۔

شاہ طاہر جنیدی

کہا جاتا ہے کہ سلطان بہادر' شاہ طاہر جنیدی (جنہیں گجرات' برہان پور' مندو اور اہل دہلی وغیرہ کے علماء فضلاء نے ایک زبردست عالم تسلیم کیا ہے) کا بہت احترام کرتا تھا اس سلسلے میں احتیاط کا یہ عالم تھا کہ وہ کبھی شاہ صاحب کے سامنے تخت پر نہیں بیٹھتا تھا اور کبھی بیٹھتا بھی تھا تو انہیں اپنے سامنے ایک مرصع کرسی پر بٹھاتا تھا۔ اس سے اندازہ ہو سکتا ہے کہ سلطان بہادر کو شاہ صاحب سے کس قدر عقیدت تھی۔

شاہ صاحب کا کارنامہ

سلطان بہادر نے برہان پور قیام کے دوران میں بے حد کوشش کی کہ وہ شاہ طاہر کو نظام شاہ سے حاصل کرے اور انہیں اپنا وکیل السلطنت بنائے لیکن شاہ صاحب نے یہ کہہ کر کہ ان کا مکہ معظمہ جانے کا ارادہ ہے اس خدمت سے انکار کر دیا۔ شاہ صاحب نے احمد نگر پہنچ کر تھوڑے سے عرصے میں اسے شیعہ مذہب کی طرف راغب کر لیا اور احمد نگر میں اس مذہب کی بہت ترویج و اشاعت کی۔ انہوں نے چتر و سرپردہ کا رنگ سبز کروا دیا کیونکہ یہ بارہ اماموں کا نشان ہے۔ اس سلسلے کی تمام تفصیلات نظام شاہی خاندان کے حالات میں قلم بند کی جا چکی ہیں۔ قارئین کرام اس باب میں ان واقعات کو پڑھ سکتے ہیں۔

سلہدی پوربیہ کی ناشائستہ حرکت

نظام شاہ سے ملاقات کر کے اور اسے احمد نگر کے لیے رخصت کر کے سلطان بہادر بہت ہی خوش خوش شادی آباد مندو سے دھار آیا۔ انہیں دنوں بادشاہ کو یہ خبر ملی کہ سلہدی پوربیہ نے سلطان محمود خلجی کے عہد حکومت میں بہت سی مسلمان عورتوں کو جن میں سلطان ناصر

marfat.com

Marfat.com

الدین کے حرم میں بھی شامل تھے' اپنے محل میں داخل کر لیا تھا یہ خواتین اب بھی سلہدی کے محل ہی میں ہیں اور اسی وجہ سے وہ سلطان بہادر کی خدمت میں حاضر ہونے سے کتراتا ہے۔

سلہدی کی سرزنش کا ارادہ

یہ اطلاعات ملنے کے بعد سلطان بہادر نے کہا۔ "اب مجھے اس کی پرواہ نہیں ہے کہ سلہدی پوربیہ میرے دربار میں حاضر ہوتا ہے کہ نہیں' اب میرا فرض یہی ہے کہ میں ان مسلمان خواتین کو جنہیں اس نے اپنے محل میں مقید کر کے ذلت کی زندگی بسر کرنے پر مجبور کر رکھا ہے نجات دلاؤں اور اسے اس نازیبا حرکت کی معقول سزا دوں۔

اختیار خاں کی آمد

سلطان بہادر نے مقبل خاں کو محمد آباد جنانیر جانے کا حکم دیا اور وہاں جا کر قلعے کی حفاظت کرنے کی ہدایت کی۔ محمد آباد سے اختیار خاں کو لشکر' توپ خانہ اور خزانے کے ساتھ اپنے پاس بلوا بھیجا۔ مقبل خاں نے محمد آباد پہنچ کر اختیار خاں کو سلطان بہادر کی خدمت میں بھیج دیا۔ اختیار خاں بہت سا لشکر لے کر ۲۱ ربیع الآخر ۹۳۸ھ کو قصبہ دھار میں سلطان بہادر کی خدمت میں پہنچ گیا۔

عزم شادی آباد

سلطان بہادر نے چاروں طرف یہ خبر مشہور کر دی کہ وہ گجرات واپس جا رہا ہے' لیکن اس نے ایسا نہ کیا اور جلد از جلد شادی آباد مندو پہنچ گیا اور یہاں کی حکومت اختیار خاں کے سپرد کر دی۔ ۱۵ جمادی الاول کو بادشاہ قصبہ نعلچہ میں پہنچا اور وہاں اپنے خیمے گاڑ دیئے۔ سلہدی پوربیہ کا لڑکا بھوپت جو بادشاہ کے ساتھ تھا اس نے بادشاہ سے عرض کیا۔ "جب حضور پایہ تخت گجرات کی طرف روانگی کا ارادہ فرمائیں تو اس وقت خادم کو اجین جانے کی اجازت دیں تاکہ میں سلہدی کو آپ کی خدمت میں لے کر آؤں۔"

بھوپت کا اپنے باپ کے پاس جانا

بادشاہ نے انتہائی دور اندیشی سے کام لے کر بھوپت کو سفر کی اجازت دے دی خود بھی سفر کرتا ہوا اجین کی طرف روانہ ہوا۔ قصبہ دھار میں پہنچ کر بادشاہ نے لشکر کو تو یہیں چھوڑا اور خود شکار کھیلنے کے لیے دیپال پور اور سعدل پور کی طرف روانہ ہوا۔

سلہدی پوربیہ کی آمد

سلہدی پوربی کو جب سلطان بہادر کی آمد کا علم ہوا تو اس نے اپنے بیٹے بھوپت کو تو اجین ہی میں چھوڑا اور خود بادشاہ کی خدمت میں حاضر ہوا امیر نصیر نے' جو سلہدی کو بلانے کے لیے گیا تھا' بادشاہ سے تنہائی میں کہا۔ "سلہدی کے اطوار سے یہ اندازہ ہوتا ہے کہ وہ حضور کی اطاعت کرنے پر تیار نہیں ہے اس کو میں یہاں بڑے فریب سے لایا ہوں کنبایت کا علاقہ اور ایک کروڑ تنکہ نقد دینے کا وعدہ کیا تب کہیں یہ میرے ساتھ چلنے پر تیار ہوا ورنہ اس نے قلعے کو چھوڑ کر میوات چلے جانے کا طے کر لیا تھا' اب بہتر یہی ہے کہ اس کو یہاں سے جانے کا موقع نہ دیا جائے ورنہ اب اگر یہ ہاتھ سے نکل گیا تو پھر اس کا ملنا دشوار ہو گا۔"

سلہدی کی گرفتاری

سلطان بہادر سعدل پور سے دھار کی جانب روانہ ہوا اور اس نے اپنے امیروں اور اراکین سلطنت سے سلہدی پوربیہ کو گرفتار کرنے کے بارے میں بات چیت کی۔ لشکر گاہ کے قریب پہنچ کر بادشاہ نے اپنے سپاہیوں کو تو لشکر گاہ ہی میں چھوڑ دیا اور خود مع سلہدی کے قلعہ دھار میں داخل ہو گیا' جس وقت سلطان بہادر قلعے کے اندر داخل ہوا گجراتی موکلوں نے سلہدی کو مع اس کے دو ملازموں کے گرفتار کر لیا۔

marfat.com

Marfat.com

سلہدی کے چھوٹے بیٹے کا قتل

سلہدی واپس آگیا اور لکھمن نے قلعے کے استحکام کا کام تیز سے تیز کر دیا۔ رات کے وقت اس نے سلہدی کے چھوٹے بیٹے کو دو ہزار پوربیوں کے ساتھ بھوپت کو بلانے کے لیے روانہ کیا۔ سلہدی کا بیٹا باہر نکلا چونکہ اس کا آخری وقت آچکا تھا اس لیے گجراتی لشکر سے اس کا سامنا ہو گیا۔ سلہدی کا بیٹا لڑائی پر آمادہ ہوا گجراتیوں نے بھی کمی نہ کی انہوں نے بے شمار راجپوتوں کو تلوار کے گھاٹ اتارا سلہدی کا بیٹا بھی مارا گیا۔ گجراتیوں نے اس کا سر اور دوسرے راجپوت سرداروں کے سر سلطان بہادر کی خدمت میں روانہ کیے۔

سلہدی کی نظربندی

سلہدی کو جب اپنے بیٹے کے قتل کی خبر ملی تو وہ بہت پریشان ہوا اس کے اوسان خطا ہو گئے۔ سلطان بہادر پر یہ راز کھل گیا کہ سلہدی درپردہ اپنے ہم قوموں سے ملا ہوا ہے لہٰذا اس نے برہان الملک کو حکم دیا کہ سلہدی کو شادی آباد منڈو کے قلعے میں قید کر دیا جائے۔

بھوپت کی آمد کی خبر

اسی دوران میں یہ اطلاع ملی کہ بھوپت (یہ جان کر کہ سلطان بہادر تنہا ہے اس لیے اسے مغلوب کرنا آسان ہے) رانا کو ساتھ لے کر جلد از جلد اس طرف آ رہا ہے۔ بادشاہ کو یہ سن کر بہت غصہ آیا اور اس نے کہا۔ "یہ صحیح ہے کہ میں تنہا ہوں لیکن فرمان خداوندی کے بموجب ایک مسلمان دس کافروں کے لیے کافی ہوتا ہے اس لیے میں بھوپت کو سمجھ لوں گا کہ وہ کتنے پانی میں ہے۔"

بھوپت کی سرزنش کے لیے امراء کی روانگی

سلطان بہادر نے فوراً میراں محمد شاہ اور رفیع الملک عرف عماد الملک کو بھوپت اور رانا کی سرزنش کا حکم دیا ان دونوں نے اپنی فوج کو جلد از جلد مرتب و منظم کیا اور روانہ ہو گئے۔ جب یہ دونوں امراء کھیرار کے قریب پہنچے تو سلہدی کا بیٹا پورن مل دو ہزار راجپوتوں کا لشکر لے کر ان کے مقابلے پر آیا۔

عماد الملک کی عرض داشت

میراں محمد شاہ فاروقی اور عماد الملک نے بادشاہ کو اس مضمون کی عرض داشت لکھی کہ "سلہدی کا بیٹا پورن مل راجہ سے مل گیا ہے۔ راجہ بھی قریب آ پہنچا ہے اگرچہ اس کے لشکر کا اندازہ نہیں کیا جا سکتا' تاہم ہمیں خداوند تعالیٰ کے فضل و کرم اور حضور کے اقبال پر پورا پورا اعتماد ہے اس لیے ہم کسی قسم کی کوتاہی نہیں کریں گے۔"

بادشاہ کھیرار میں

بادشاہ نے یہ عرض داشت پڑھی تو اس نے فوراً اختیار خاں اور دوسرے امیروں کو محاصرے پر چھوڑا اور خود کھیرار کی طرف روانہ ہوا بادشاہ بجلی کی طرح سفر کی منزلیں طے کرتا ہوا جلد از جلد ستر کوس کا فاصلہ طے کر کے کھیرار پہنچ گیا۔ میراں محمد شاہ فاروقی والی برہان پور بادشاہ کے استقبال کے لیے آیا اور اسے اپنے ساتھ اپنی قیام گاہ پر لے گیا۔

راجہ کی پریشانی

راجہ چیتور اور بھوپت کو ان کے جاسوسوں نے یہ اطلاع دی کہ سلطان بہادر رات کے وقت کھیرار پہنچ کر اپنے لشکر سے مل چکا ہے نیز بے شمار سپاہی چیونٹیوں اور کیڑوں مکوڑوں کی طرح چلے آ رہے ہیں۔ راجہ یہ اطلاع پا کر ایک منزل پیچھے ہٹ کر فروکش ہو گیا اور سلطان بہادر کھیرار سے ایک منزل آگے بڑھ کر مقیم ہوا۔

marfat.com

Marfat.com

راجہ کا پیغام

اس منزل میں راجہ کے دو قاصد تحقیق حالات کے لیے سلطان بہادر کی لشکر گاہ میں آئے اور انہوں نے بادشاہ کو راجہ کا یہ پیغام دیا۔ "میں حضور کی بارگاہ کا ایک حقیر غلام ہوں میرے یہاں آنے کا مقصد صرف یہ ہے کہ حضور سے سلہدی کی سفارش کروں تاکہ اس کی جان بخشی کی جائے۔" سلطان نے اس کے جواب میں کہا۔ "چونکہ تمہاری شان و شوکت اس وقت ہم سے زیادہ ہے اس لیے اگر تم پہلے سے لڑائی نہ کرنے کا معروضہ پیش کرتے تو اس وقت اس پر غور کیا جا سکتا تھا مگر اب یہ امر دشوار ہے۔

بھوپت اور راجہ چیتور کی بزدلی

دونوں قاصد اپنا مقصد حاصل کیے بغیر ہی واپس چلے گئے۔ انہوں نے راجہ کے پاس پہنچ کر اسے سلطان بہادر کا جواب سنایا۔ اگرچہ راجہ کے پاس بے شمار سپاہی تھے اور اس کی شان و شوکت بھی بہت زیادہ تھی لیکن پھر بھی اس نے حوصلہ ہار دیا۔ راجہ اور بھوپت دونوں ہی ہمت ہار بیٹھے اور بادشاہ کے سامنے سے بھاگ گئے۔

راجہ کا تعاقب

اسی دوران میں یہ اطلاع ملی کہ الغ خاں تیس ہزار سواروں اور توپ خانے کے ساتھ گجرات کے قریب آ پہنچا ہے۔ سلطان بہادر نے بڑی بہادری کا مظاہرہ کیا اور الغ خاں کے آنے کا انتظار نہ کیا اور اپنے موجودہ لشکر ہی پر قناعت کر کے ستر کوس تک راجہ کا تعاقب کیا۔ راجہ چیتور میں پناہ گزیں ہو گیا۔ سلطان بہادر نے اس کی سرزنش کا ارادہ فی الحال ملتوی کیا اور اس کام کو آئندہ سال کے لیے اٹھا رکھا اس کے بعد بادشاہ رائسین میں واپس آ گیا اور قلعے کے محاصرے میں پہلے سے زیادہ سختی شروع کی۔

لکھمن کی مایوسی

لکھمن کو جب اچھی طرح معلوم ہو گیا کہ اب اسے کسی طرح مدد نہیں پہنچ سکتی تو وہ سخت مایوس ہوا موت کا نقشہ اس کی آنکھوں کے سامنے پھر گیا۔ آخر انتہائی مایوس ہو کر اس نے ماہ رمضان سنہ مذکور میں بڑی عاجزی اور انکساری سے بادشاہ کی خدمت میں ایک درخواست پیش کی جس کا مضمون یہ تھا۔

لکھمن کی عرض داشت

اگر حضور سلہدی کو بلا کر اس کا قصور معاف کر دیں تو میں قلعہ خالی کر کے آپ کے ملازمین کے حوالے کر دینے کے لیے تیار ہوں۔"

بادشاہ نے اپنے طور پر سوچا کہ یہاں آنے سے اس کا مقصد یہ تھا کہ مسلمان خواتین کو ان ظالموں کے پنجے سے نکالا جائے اگر میں نے اس وقت لکھمن کی درخواست منظور نہ کی تو ممکن ہے کہ وہ ان مظلوم عورتوں کو ہلاک کر دے اور اس طرح میرے آنے کا اصل مقصد فوت ہو جائے گا۔

یہ سوچ کر سلطان بہادر نے لکھمن کی درخواست منظور کر لی اور سلہدی پوربیہ کو شادی آباد مندو سے اپنے پاس بلا بھیجا۔ برہان الملک سلہدی کو اپنے ساتھ لے کر بادشاہ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ سلہدی نے جان بخشی کا فرمان حاصل کیا اس کے بعد لکھمن تمام راجپوتوں کو مع ان کے متعلقین کے قلعے سے نیچے لایا اور اس نے بادشاہ کو بتایا کہ تقریباً چار سو عورتیں سلہدی کے متعلقین میں شامل ہیں۔

سلہدی قلعہ رائسین میں

رانی درگاوتی (بھوپت کی ماں اور سلہدی کی بیوی) نے بادشاہ سے کہلوایا۔ "اب سلہدی بادشاہ کے خاص ملازمین کے زمرے میں شامل ہو چکا ہے اگر وہ خود قلعے میں آ کر اپنے بیوی بچوں کو باہر نہ نکالے گا تو لوگ زندگی بھر اسے طعنہ دیتے رہیں گے۔" سلطان بہادر نے ملک

marfat.com

Marfat.com

علی شیر کے ساتھ سلہدی کو قلعے میں روانہ کیا۔ سلہدی جب قلعے میں پہنچا تو لکھمن اور تاج خاں نے پوچھا کہ بادشاہ کا یہاں آنے کا مقصد کیا ہے اور اس نے کس غرض سے قلعہ پر قبضہ کیا ہے؟"

پھر وہی سازش

سلہدی نے اس کے جواب میں کہا "فی الحال بادشاہ نے بردورہ کا قصبہ مع مضافات کے میری جاگیر میں مقرر کیا ہے مجھے امید ہے کہ آئندہ بادشاہ مجھ پر اور زیادہ لطف و کرم کرے گا۔" رانی درگاوتی، لکھمن اور تاج خاں نے سلہدی سے کہا۔ "یہ صحیح ہے کہ سلطان بہادر ہمارے حال پر بہت مہربانی کرے گا، لیکن ہمیں یہ بھی تو دیکھنا چاہیے کہ ہم نے اس سرزمین پر ایک عرصے تک حکمرانی کی ہے۔ اب زمانے کی گردش نے ہم بچھڑے ہوؤں کو ملا دیا ہے اس لیے ہمارا اولین فرض یہ ہے کہ ہم اپنے بال بچوں کو اپنے ہاتھوں قتل کر کے خود بھی جان کی بازی لگا دیں تاکہ ہماری بہادری کا سکہ لوگوں کے دلوں پر بیٹھ جائے۔

موت کی خواہش

رانی درگاوتی کے اکسانے سے سلہدی ایک بار پھر بادشاہ سے باغی ہو گیا۔ ملک علی شیر نے اگرچہ اسے بہت سمجھایا بجھایا لیکن سلہدی پر کوئی اثر نہ ہوا اور اس نے یہ کہا۔ "میرے حرم میں روزانہ ایک کروڑ پان اور چند سیر کافور صرف ہوتا ہے۔ ہر روز تین سو عورتیں نیا لباس پہنتی ہیں مجھے توقع نہیں ہے کہ یہ عیش و عشرت کے سامان مجھے دوبارہ میسر ہو سکیں۔ اس لیے میں بہت کچھ غور و فکر کے بعد اس نتیجے پر پہنچا ہوں کہ عزت و آبرو سے مرجانا ہی بہتر ہے۔"

سات سو پری پیکر عورتوں کا جل مرنا

اس کے بعد قلعے میں "جوہر" کی رسم ادا کی گئی اور رانی درگاوتی سات سو خوبصورت عورتوں کے ساتھ جلتی ہوئی آگ میں کود پڑی اور اس طرح یہ عورتیں ہلاک ہو گئیں۔ اس کے بعد لکھمن، تاج خاں اور سلہدی اپنے ساتھیوں کے ساتھ جو تعداد میں ایک سو تھے ہتھیار بند ہو کر قلعے سے باہر نکلے اور ان مسلمان پیادہ سپاہیوں سے جو قلعہ کے اوپر مقیم تھے معرکہ آراء ہوا۔

راجپوتوں کا قتل

یہ خبر جب سلطان بہادر کے لشکر میں پہنچی تو گجراتی سپاہی جلد از جلد قلعہ کی طرف بھاگے۔ انہوں نے تھوڑی سی دیر میں تمام راجپوتوں کو موت کے گھاٹ اتار دیا۔ اس ہنگامے میں سلطان بہادر کے چند سپاہیوں نے بھی جام شہادت پیا۔

حاکم کالپی کی آمد

انہیں دنوں کالپی کا حاکم سلطان عالم مغل بادشاہ نصیر الدین ہمایوں سے شکست کھا کر سلطان بہادر کی پناہ میں آ گیا۔ سلطان بہادر نے سلطان عالم کو قلعہ رائسین اور قلعہ چندیری مع مضافات کا نگران مقرر کیا۔

کاکرون کی تسخیر کا خیال

کاکرون کا قلعہ سلطان محمود خلجی کے زمانے ہی سے راجہ کے قبضے میں تھا۔ سلطان بہادر نے میراں محمد فاروقی کو اس قلعے کی تسخیر کے لیے نامزد کیا اور خود ہاتھیوں کا شکار کھیلنے میں مصروف ہوا۔ بادشاہ نے کوہ کالو کے باغیوں کی سرزنش کی اور یہ علاقہ الغ خاں کے سپرد کر دیا۔ اس کے بعد سلطان بہادر نے اسلام آباد، ہوشنگ آباد اور مالوہ کے تمام شہروں کو جن پر زمین دار قابض ہو گئے تھے اپنے قبضے میں کیا اور یہ علاقے اپنے خاص امیروں کو جاگیر میں دیئے۔

marfat.com

Marfat.com

فتح اور جشن مسرت

کاکرون کی تسخیر کے لیے جب میراں محمد شاہ فاروقی روانہ ہو گیا تو اس کے بعد سلطان بہادر خود بھی اس طرف روانہ ہوا۔ کاکرون کے راجہ نے رام جی نامی ایک شخص کو اس قلعے کا حاکم بنا رکھا تھا۔ جونہی بادشاہ اس علاقے میں پہنچا' رام جی قلعہ خالی کر کے بھاگ گیا۔ بادشاہ نے چار دن تک اس قلعے میں جشن عیش و عشرت منعقد کیا اور تمام امراء اور مقربین کو خلعت اور انعام عطا کیا۔

قلعہ رسور کی فتح

بادشاہ نے اس کے بعد رفیع الملک عرف عماد الملک اور اختیار خاں کو (یہ دونوں نہایت ہی قابل اور بہادر امیر تھے) رسور کے قلعے کی فتح کا حکم دیا اور خود شادی آباد مندو کی طرف روانہ ہوا۔ اس قلعے کا حاکم بھی راجہ کا ماتحت تھا اسے جب معلوم ہوا کہ گجراتی لشکر قلعے کو فتح کرنے کے لیے آ رہا ہے تو وہ حواس باختہ ہو کر قلعہ خالی کر کے بھاگ گیا۔ الغرض اس طرح ایک ہی مہینے میں کاکرون اور رسور دونوں قلعے فتح ہو گئے۔

فرنگیوں کی سرکوبی

شادی آباد مندو پہنچ کر سلطان بہادر نے فرنگیوں کی سرکوبی کی طرف توجہ کی اور اس مقصد سے بندر دیب کے قریب پہنچا۔ فرنگیوں کو جب بادشاہ کی آمد کی خبر ملی تو وہ خوف کے مارے بھاگ گئے۔ فرنگیوں کی ایک بہت بڑی توپ بادشاہ کے ہاتھ لگی' ایسی توپ سارے ہندوستان میں کسی بادشاہ کے پاس نہ تھی۔ سلطان بہادر نے جر ثقیل کے ذریعہ اس توپ کو محمد آباد جانیر بھجوا دیا۔

چیتور کو روانگی

چیتور کو فتح کرنے کے خیال سے سلطان بہادر بندر دیب سے کنبایت میں آیا اور اپنے بزرگوں اور صوفیائے کرام کے مزاروں کی زیارت کی۔ اس کے بعد بادشاہ نے فراہمی لشکر کی طرف توجہ کی اور بے شمار سپاہی جمع کر کے مع توپ خانے کے چیتور کی طرف روانہ ہوا۔

محمد زمان میرزا کی آمد

محمد زمان میرزا قلعہ بیانہ میں نظر بند تھا' ۹۴۰ھ میں وہ نصیر الدین ہمایوں کے خوف سے بھاگ نکلا اور سلطان بہادر کے پاس پناہ گزین ہوا۔ ہمایوں نے سلطان بہادر کے پاس ایک قاصد بھیج کر محمد زمان میرزا کو طلب کیا۔ سلطان بہادر نے غرور اور تکبر کی وجہ سے کوئی جواب ہی نہ دیا اور نصیر الدین ہمایوں کے قاصد کو بغیر کچھ کہے سنے لوٹا دیا۔

ہمایوں سے سلطان بہادر کا ناشائستہ سلوک

ہمایوں نے دوبارہ اس معاملے کی طرف توجہ کی اور سلطان بہادر کے نام ایک خط لکھا۔ "اگر تم محمد زمان میرزا کو میرے پاس بھیجنا پسند نہیں کرتے تو پھر یہ کرو کہ اسے اپنے ملک سے نکال دو۔ مگر سلطان بہادر نے اس بار بھی ہمایوں کو مایوس کیا چونکہ اس کے برے دن آ چکے تھے اس لیے اس نے اصل معاملے کے بارے میں تو کوئی جواب نہ دیا۔ البتہ شہنشاہ ہمایوں کے متعلق چند ناشائستہ باتیں زبان سے نکالیں۔

قلعہ چیتور کا محاصرہ

سلطان بہادر' ہمایوں کے برخلاف محمد زمان میرزا کا بہت احترام کرتا تھا اس کا یہی فعل آخر کار اس کی تباہی و بربادی کا سبب ہوا۔ انہیں دنوں سلطان بہادر چیتور پہنچا اور راجہ قلعے میں محصور ہو گیا' یہ محاصرہ تین ماہ تک جاری رہا۔ اس دوران میں طرفین کے گروہ اکثر ایک دوسرے سے لڑتے رہے ان لڑائیوں میں عام طور پر گجراتیوں ہی کو فتح ہوتی۔

marfat.com

Marfat.com

راجہ کی عاجزی

آخرکار راجہ بہت پریشان ہوا اس نے انتہائی عاجزی اور انکساری کا اظہار کیا اس نے پیش کش قبول کی اور ایک تاج اور مرصع کربند جو اس نے سلطان محمود خلجی سے حاصل کیا تھا۔ سلطان بہادر کی خدمت میں پیش کیا اس کے علاوہ راجہ نے چند گھوڑے اور ہاتھی اور بہت سے قیمتی تحفے بھی دیئے اور بادشاہ کو اس کے ملک واپس کیا۔

دہلی پر حکمرانی کا خیال

ان واقعات کے بعد سلطان بہادر کے غرور اور تکبر میں اور اضافہ ہوا۔ چیتور کی فتح محمد زمان میرزا کی آمد اور بہلول لودھی کی اولاد کا بادشاہ کی خدمت میں حاضر ہونا ایسے امور تھے جنہیں سلطان بہادر کے غرور کی بنیاد کہا جا سکتا ہے۔ اس غرور کی وجہ سے اس کے دل میں دہلی پر حکومت کرنے کا خیال پیدا ہوا اور اسی مقصد سے اس نے ہمایوں سے جنگ کرنے کی کوشش کی۔

عملی کوشش

سلطان بہادر نے بہلول لودھی کے ایک بیٹے علاؤ الدین کا بہت احترام کیا اور تاتار خاں بن علاؤ الدین کو اپنے امیروں کی جماعت میں داخل کیا۔ سلطان بہادر نے دہلی کو فتح کرنے کے منصوبے کو عملی جامہ پہنانے کے لیے تاتار خاں (جو اپنی بہادری اور جرات کی وجہ سے اپنے ہم عصروں میں نمایاں حیثیت رکھتا تھا) مدد کی اور حاکم اسیر برہان الملک کو تین کروڑ مظفری اس غرض سے دیں کہ وہ تاتار کے مشورے سے لشکر فراہم کرے۔

تاتار خاں کی تگ ودو

کچھ عرصے میں تاتار خاں نے چالیس ہزار سوار فراہم کر لیے اور ان کو ساتھ لے کر ہمایوں کی سلطنت کے اطراف میں ہنگامہ خیزی کرنے لگا۔ ۹۴۱ھ میں تاتار خاں نے قلعہ بیانہ پر جو آگرہ کے قریب واقعہ ہے قبضہ کر لیا۔

ہندال کا بیانہ میں پہنچنا

نصیر الدین ہمایوں نے تاتار خاں کی سرکوبی کے لیے اپنے چھوٹے بھائی ہندال میرزا کو نامزد کیا۔ ہندال بیانہ کی طرف روانہ ہوا جب وہ بیانہ کی حدود میں پہنچا تو تاتار خاں کے افغان ساتھی مارے ڈر کے ادھر ادھر بھاگ نکلے۔ تاتار خاں کا سارا لشکر پراگندہ ہو گیا اور اس کے پاس بمشکل دو ہزار سپاہی رہے۔

افغانوں کی بے وفائی

تاتار خاں کے افغان ساتھی دولت کے یار تھے۔ تاتار خاں نے ان پر بہت سا روپیہ صرف کیا تھا۔ جب تک حالات ٹھیک رہے یہ افغان اس کے ساتھ رہے اور جب مصیبت پڑی تو بھاگ نکلے افغانیوں کی بے وفائی کی وجہ سے تاتار خاں کی حالت بہت نازک ہو گئی۔ وہ نہ تو سلطان بہادر کے پاس جا سکتا تھا اور نہ ہی اس سے مدد طلب کر سکتا تھا آخرکار مجبور ہو کر وہ دانیال نے لڑائی کرنے پر تیار ہوا۔

تاتار خاں کی ہلاکت

تاتار خاں اور دانیال کے لشکر ایک دوسرے کے سامنے آئے۔ تاتار خاں نے ہندال کے قلب لشکر پر حملہ کیا فریقین میں زبردست لڑائی ہوئی جس کے نتیجے میں تاتار خاں مع تین سو افغانوں کے میدان جنگ میں کام آیا اور اس طرح بیانہ پر ہندال میرزا کا قبضہ ہو گیا۔

گجرات پر ہمایوں کا حملہ

ہمایوں نے اس فتح کو فال نیک سمجھا اور اس کے بعد سلطان بہادر کی طرف متوجہ ہوا۔ جن دنوں ہمایوں نے گجرات پر حملہ کیا اس

marfat.com

Marfat.com

زمانے میں سلطان بہادر راجہ پر لشکر کشی کیے ہوئے تھا۔ اور قلعے کا محاصرہ کیے ہوئے تھا بہادر کو جب تاتار خاں کی ہلاکت اور ہمایوں کے حملے کی خبریں ملیں تو وہ تلملا اٹھا اور اس سلسلے میں اپنے امیروں سے مشورہ کرنے لگا۔

امراء سے مشورہ

اکثر امیروں نے یہ مشورہ دیا کہ قلعے کا محاصرہ ترک کر دینا چاہیے اور ہمایوں کے مقابلے کے لیے جانا چاہیے۔ ایک نامی گرامی امیر حیدر خاں نے اس موقع پر بادشاہ سے عرض کیا۔ "ہم اس وقت کافروں سے لڑائی کر رہے ہیں اور ہم نے ان کا محاصرہ کر رکھا ہے ایسے عالم میں اگر کوئی مسلمان بادشاہ ہم پر حملہ کرے گا تو اس کا مطلب یہ ہے کہ اس نے صریحاً کافروں کی مدد کی ایسے حملہ آور کو ہمیشہ برے الفاظ میں یاد کیا جائے گا۔ اس لیے میری ناچیز رائے یہ ہے کہ ہم قلعے کے محاصرے سے دستبردار نہ ہوں مجھے توقع ہے کہ ہمایوں ہم پر حملہ کرنے سے باز رہے گا تاکہ بعد میں اسے مسلمان برے لفظوں سے یاد نہ کریں۔"

ہمایوں کی دانش مندی

کہا جاتا ہے کہ ہمایوں سارنگ پور تک آیا تو اسے حیدر خاں کی کہی ہوئی بات کا علم ہوا۔ ہمایوں نے غور کیا تو یہ بات دل کو لگی اور اس نے محسوس کیا کہ واقعی ایسے عالم میں گجرات پر حملہ کرنا جب کہ سلطان بہادر کافروں سے معرکہ آرا ہے اسلامی اخوت کے منافی ہے۔ ہمایوں چند روز تک سارنگ پور ہی میں مقیم رہا اور اس نے سلطان بہادر کے ملک میں کسی طرح کی مداخلت نہ کی اس واقعہ سے ہمایوں کے تدبر اور دانشمندی کا اندازہ ہو سکتا ہے۔

سلطان بہادر نے ساباط تیار کر کے کسی نہ کسی طرح قلعہ فتح کر لیا اس معرکے میں بے شمار راجپوتوں کو تلوار کے گھاٹ اتارا گیا۔ اس مہم سے فارغ ہو کر سلطان بہادر ہمایوں کی طرف متوجہ ہوا۔ اس نے اپنے فوجیوں میں بے شمار روپیہ تقسیم کیا تاکہ وہ پوری جانفشانی سے لڑائی کریں۔

ہمایوں اور سلطان بہادر کی جنگ

ہمایوں بھی پوری طرح تیار ہو کر آیا اور مندسور کے قلعہ کے قریب فریقین میں آمنا سامنا ہوا۔ سلطان بہادر کے ہراول سید علی خراسانی نے غداری کی اور وہ گجراتی فوج سے علیحدہ ہو کر ہمایوں سے مل گیا اس واقعہ سے گجراتیوں کو سخت پریشانی ہوئی۔

امراء سے مشورہ

سلطان بہادر نے اس موقعے پر اپنے امیروں سے جنگ کے بارے میں مشورہ کیا۔ حیدر خاں نے رائے دی "بہتر یہی ہے کہ ہم کل جنگ کریں کیونکہ اس وقت چیتور کی فتح سے ہماری فوج میں خود اعتمادی بدرجہ اتم موجود ہے اور ابھی اس پر مغل لشکر کا رعب نہیں بیٹھا۔" توپ خانے کے افسر رومی خاں نے کہا "ہمارے پاس توپ و تفنگ کا ذخیرہ اس قدر جمع ہو گیا ہے کہ اس سلسلے میں قیصر روم کے علاوہ شاید ہی کوئی ہماری ہمسری کر سکے۔ میری ناچیز رائے یہ ہے کہ ہمیں اپنے لشکر کے گرد خندق کھود لینی چاہیے اور ہر روز جنگ کرنی چاہیے تاکہ توپ و تفنگ سے روزانہ مغل سپاہیوں کو ہلاک کیا جا سکے۔"

سلطان عالم کی آمد

یہ مشورہ سلطان بہادر کو پسند آیا اور اس نے لشکر کے گرد خندق کھدوا دی۔ اسی دوران میں سلطان عالم جسے سلطان بہادر نے رائسین اور چندیری کے قلعے عنایت کیے تھے ایک زبردست لشکر کے ساتھ آن پہنچا اور سلطان بہادر کے لشکر سے مل گیا۔

ہمایوں اور سلطان بہادر کی فوجیں پورے دو ماہ تک ایک دوسرے کے سامنے جمی رہیں۔ فریقین کے بہادر سپاہی اکثر اوقات ایک دوسرے پر حملہ کرتے تھے لیکن ہمایوں نے حکم دے رکھا تھا کہ اس کے سپاہی توپ و تفنگ کے سامنے جانے سے احتراز کریں۔

marfat.com
Marfat.com

گجراتی لشکر میں قحط کے آثار

تین چار ہزار مغل تیر اندازوں نے گجراتی لشکر کے اطراف پر حملہ کر کے غلہ اور دیگر ضروری سامان کی ترسیل کی راہیں مسدود کر دیں۔ چند روز جب اسی عالم میں گزر گئے تو گجراتیوں کی فوج میں قحط کے آثار پیدا ہونے شروع ہوئے۔ مغل تیر انداز پوری طرح غالب تھے اس لیے کسی کی ہمت نہ پڑتی تھی کہ وہ غلہ وغیرہ لا سکے۔

سلطان بہادر کا فرار

یہ صورت حال دیکھ کر سلطان بہادر بہت پریشان ہوا اور وہ سمجھ گیا کہ اب اگر اس نے زیادہ دیر اس جگہ قیام کر لیا تو اس کی گرفتاری ناگزیر ہے۔ اس نے اپنے پانچ امرائے مقرب کا جن میں مالوہ اور برہان پور کے حاکم بھی شامل تھے ساتھ لیا اور سراپردہ شاہی کے پیچھے سے نکل کر شادی آباد مندو کی طرف بھاگ گیا۔

تعاقب

ہمایوں نے شادی آباد مندو کے قلعے تک سلطان بہادر کا تعاقب کیا اور راستے میں ان گنت گجراتی سپاہیوں کو تلوار کے گھاٹ اتارا۔ حیدر خاں ایک جرار لشکر کے ساتھ اپنے آقا کے پیچھے پیچھے جا رہا تھا اس میں اور مغل سپاہیوں میں آمنا سامنا ہو گیا۔ فریقین میں زبردست لڑائی ہوئی حیدر خاں زخمی ہوا اور اس نے بھی راہ فرار اختیار کی۔

قلعہ مندو میں قیام اور فرار

سلطان بہادر قلعہ مندو میں پناہ گزیں ہوا مغلوں نے قلعے کا محاصرہ کر لیا تھوڑی مدت میں کئی مغل امراء جن میں بندو بیگ بھی شامل تھا سات سو سپاہیوں کے ساتھ قلعے میں داخل ہو گئے۔ اس وقت سلطان بہادر سو رہا تھا شور سن کر وہ اٹھا تو اس نے دیکھا کہ گجراتی بدحواس ہو کر بھاگ رہے ہیں۔ ایسے عالم میں اس نے قلعے میں ٹھہرنا مناسب نہ سمجھا اور وہ بھی بھاگ نکلا۔ پانچ یا چھ سواروں کے ہمراہ وہ محمد آباد جینانیر جا پہنچا۔

سلطان عالم کا قتل

حیدر خاں اور سلطان عالم حاکم رائسین قلعہ سونگر میں پناہ گزین ہوئے۔ دو روز بعد انہوں نے امان طلب کر کے ہمایوں کی خدمت میں حاضری دی۔ ہمایوں نے حیدر خاں کو جو زخمی تھا اپنے ملازموں میں داخل کیا لیکن سلطان عالم کو قتل کرنے کا حکم دیا کیونکہ اس سے کئی ناشائستہ حرکات سرزد ہو چکی تھیں۔

محمد آباد میں لوٹ مار

سلطان بہادر کو جب یہ خبریں پہنچیں تو اس نے محمد آباد جنانیر سے تمام خزانہ اور جواہرات بندر دیب میں بھجوا دیے اور خود کنبایت کی طرف روانہ ہو گیا۔ ہمایوں نے مندو کو اپنے امراء کے سپرد کیا اور خود محمد آباد جنانیر کی طرف روانہ ہوا محمد آباد کو لوٹ لیا گیا مغلوں نے اس لوٹ مار میں خوب ہاتھ رنگے اور بے شمار چیزیں اپنے قبضے میں کیں۔ اس کے بعد ہمایوں جلد از جلد کنبایت کی طرف روانہ ہوا۔ سلطان بہادر دیب کی طرف بھاگ گیا۔

قلعہ محمد آباد پر ہمایوں کا قبضہ

جب ہمایوں کنبایت پہنچا تو اسے معلوم ہوا کہ سلطان بہادر وہاں موجود نہیں ہے تب وہ محمد آباد جنانیر واپس آ گیا۔ ہمایوں نے قلعے کا محاصرہ کر کے اس کو اپنے قبضے میں کر لیا' اس معرکے کی تمام روداد ہمایوں کے حالات میں بیان کی جا چکی ہے اس لیے یہاں اس کے اعادہ

marfat.com

Marfat.com

کی ضرورت نہیں۔

اختیار خاں سے ہمایوں کا سلوک

محمد آباد جنانیر کے قلعے کا حاکم اختیار خاں بھاگ گیا اور قلعہ ارک میں جو مولیا کے نام سے موسوم ہے پناہ گزیں ہوا لیکن بعد میں اس نے امان طلب کر کے ہمایوں کی خدمت میں حاضری دی۔ اختیار خاں چونکہ اپنے ذاتی کمالات اور علم و فضل کی وجہ سے تمام گجراتی امیروں کی جماعت میں نمایاں مقام رکھتا تھا اس لیے اپنے امراء میں داخل کیا۔

گجراتیوں کے خطوط سلطان بہادر کے نام

ہمایوں نے گجراتی بادشاہوں کے خزانوں کو جن میں سال ہا سال کی جمع کردہ دولت موجود تھی اپنے قبضے میں کر لیا اور اپنے سپاہیوں میں تقسیم کر دیا۔ ۹۴۳ھ میں اگرچہ ہمایوں محمد آباد ہی میں مقیم تھا لیکن رعایا ابھی تک سلطان بہادر ہی کو حکمران سمجھتی تھی۔ اور اسی وجہ سے بہت سے لوگوں نے سلطان بہادر کے نام خطوط لکھے کہ اگر وہ کسی آدمی کو مالگذاری جمع کرنے کے لیے متعین کر دے تو مال گزاری سرکاری خزانے میں جمع کر دی جائے۔

تحصیل مالگذاری

سلطان بہادر نے عماد الملک نامی اپنے ایک غلام کو جو عقل و دانش میں اپنی مثال آپ تھا اس کام کے لیے مقرر کیا اور اسے ایک زبردست لشکر کے ساتھ مالگذاری وصول کرنے کے لیے روانہ کیا۔ عماد الملک نے بہت سا لشکر فراہم کیا اور چار ہزار سپاہیوں کے ہمراہ احمد آباد اور یہاں سے اپنے عاملوں کو ملک کے مختلف حصوں میں بھیج کر مالگذاری وصول کرنی شروع کر دی۔

میرزا عسکری اور عماد الملک میں جنگ

ہمایوں کو جب اس امر کی اطلاع ملی تو اس نے خزانوں کی حفاظت پر اپنے ایک امیر نیرے بیگ خاں کو متعین کیا اور خود محمد آباد کی طرف روانہ ہوا۔ اس نے میرزا عسکری' یادگار ناصر' میرزا ہندو بیگ کو اپنے سے ایک منزل آگے روانہ کیا۔ عسکری میرزا اور عماد الملک محمد آباد میں جو کہ احمد آباد سے بارہ کوس کے فاصلے پر ہے ایک دوسرے کے سامنے آئے اور ان میں زبردست لڑائی ہوئی' عماد الملک اپنے بے شمار سپاہیوں کے ہمراہ مارا گیا۔

حکومتوں کی تقسیم

اس واقعہ کے بعد ہمایوں احمد آباد میں آیا اور یہاں کی حکومت میرزا عسکری کے حوالے کی۔ پٹن گجرات کا حاکم یادگار ناصر میرزا کو اور سروچ کا حاکم قاسم حسین میرزا کو بنایا۔ محمد آباد جنانیر کی حکومت نیروے بیگ خاں کو عطا کی۔ اس کے بعد ہمایوں برہان پور آیا اس نے اس جگہ قیام کرنا مناسب نہ سمجھا اور یہاں سے شادی آباد مندو کی طرف چلا گیا۔

گجراتی امراء کی سرگرمیاں

اسی اثناء میں سلطان بہادر کے ایک امیر خاں جہاں شیرازی نے ایک فوج فراہم کر کے قصبہ نوساری پر قبضہ کر لیا۔ رومی خاں جو بندر صورت میں تھا وہ بھی نوساری میں آگیا اور خان جہاں شیرازی سے مل گیا۔ یہ دونوں امیر باہمی اتفاق سے بھروچ پر حملہ آور ہوئے۔ حاکم بھروچ قاسم حسین میرزا نے ان دونوں کا مقابلہ کرنا مناسب نہ سمجھا اور نیروے بیگ خاں کے پاس محمد آباد جنانیر میں چلا گیا۔

مغلوں کے اقتدار میں کمی

اس صورت حال کا یہ نتیجہ نکلا کہ تمام گجرات میں انتشار پھیل گیا۔ مغلوں کے قدم اکھڑنے لگے ان کے تھانے اٹھ گئے اور جیسا کہ

marfat.com
Marfat.com

مناسب مقام پر تحریر کیا جا چکا ہے۔ عسکری میرزا کا ایک امیر غضنفر بیگ بھاگ کر سلطان بہادر کے پاس آگیا اور اسے احمد آباد آنے کی دعوت دی۔

مغل امیروں کا فیصلہ

سوائے نیروئے بیگ خاں کے بقیہ تمام مغل امیر احمد آباد میں جمع ہوئے سلطان بہادر اپنا لشکر تیار کر کے گجرات کی طرف روانہ ہوا۔ عسکری میرزا اور مغل امیروں نے آپس میں طے کیا کہ چونکہ سلطان بہادر کا مقابلہ کرنا دشوار ہے اور ہمایوں شادی آباد مندو میں مقیم ہے اور بنگالے میں شیر خاں افغان نے آفت مچا رکھی ہے اس لیے بہتر یہی ہے کہ محمد آباد جنانیر کا خزانہ اپنے ساتھ لے کر آگرہ کا رخ کیا جائے اور اس علاقہ پر قابض ہو کر عسکری میرزا کے نام کا خطبہ پڑھا جائے اور مندو بیگ کو وزیر بنا دیا جائے۔ یہ سب امیر اس رائے پر متفق ہو گئے۔

میراز عسکری کے حواریوں کی عاقبت نااندیشی

ان باغی امیروں نے یہ فیصلہ بھی کیا کہ باقی مغل امراء اپنی مرضی کے مطابق جاگیروں پر قبضہ کر لیں۔ الغرض گجرات کا علاقے بہت محنت و مشقت سے فتح ہوا تھا اسے میرزا عسکری کے حواریوں نے اس طرح تباہ و برباد کر دیا اور پھر محمد آباد جنانیر میں آئے۔

مغل امراء کی روانگی

نیروئے بیگ خاں کو باغی امیروں کے ارادے کا علم ہو گیا تھا اس نے اپنے قلعے کو مضبوط کرنا شروع کر دیا نتیجہ یہ نکلا کہ مغل امراء بڑی ذلت اور خواری سے آگرہ کی طرف روانہ ہوئے۔ سلطان بہادر نے جب یہ دیکھا کہ گجرات دشمن کے قدموں سے خالی ہو چکا ہے تو اس نے نیروئے بیگ کے دفعیے کے لیے محمد آباد جنانیر کی طرف قدم بڑھایا۔

سلطان بہادر محمد آباد جنانیر میں

نیروے بیگ کو جب سلطان بہادر کی آمد کی اطلاع ملی تو اس نے جلد از جلد جس قدر خزانہ وہ سمیٹ سکا اپنے ساتھ لے کر آگرہ کی طرف روانہ ہو گیا۔ سلطان بہادر نے چند روز تک محمد آباد جنانیر میں قیام کیا اور ملکی انتظامات کی طرف متوجہ ہوا۔

فرنگیوں سے خطرہ

جن دنوں ہمایوں نے گجرات میں غلبہ حاصل کر لیا تھا ان دنوں سلطان بہادر نے انتہائی کس مپرسی کے عالم میں بندر کو وہ' بندر چیول' بیگ اور بندہ کے فرنگیوں سے امداد طلب کی تھی لیکن اب اس کو یہ معلوم ہو چکا تھا کہ فرنگی گجرات پر جو مغلوں سے خالی ہو چکا تھا قبضہ کرنے کی فکر میں تھے۔ اس وجہ سے سلطان بہادر جلد از جلد سورت اور جوناگڑھ کی طرف روانہ ہوا تاکہ ان کو (جب وہ اس طرف آئیں) واپس لوٹا دے۔ چند روز تک سلطان بہادر اس علاقے میں سیر و شکار میں مصروف رہا۔ ایک روز پانچ چھ ہزار فرنگی کشتیوں کے ذریعے بندر دیب میں آ گئے۔

فرنگیوں کی چال

فرنگیوں کو جب ہمایوں کی واپسی اور سلطان بہادر کے عزم و استقلال کا پتہ چلا تو انہیں اپنے آنے پر ندامت ہوئی انہوں نے آپس میں طے کیا جس طرح بھی ممکن ہو سکے بندر دیب پر قبضہ کر لیا جائے۔ فرنگیوں کے سردار نے ایک چال چلی اس نے اپنے آپ کو بیمار مشہور کر دیا۔ سلطان بہادر نے اپنا قاصد سردار کے پاس بھیجا لیکن اس نے جواب دیا کہ بیماری کی وجہ سے چلنے پھرنے سے معذور ہوں اس لئے بادشاہ کی خدمت میں حاضر نہیں ہو سکتا۔

marfat.com

Marfat.com

سلطان بہادر کا قتل

سلطان بہادر نے سوچا کہ فرنگی جب اس کا اتنا ادب و احترام کرتے ہیں تو اسے بھی ان کا خیال کرنا چاہیے۔ یہ سوچ کر بادشاہ فرنگیوں کو تسلی دینے کے واسطے کشتی میں سوار ہو کر اس جگہ پہنچا کہ جہاں فرنگیوں کی کشتیاں کھڑی ہوئی تھیں۔ بادشاہ ان کی ایک بڑی کشتی میں داخل ہو گیا۔ وہاں اسے یہ احساس ہوا کہ جیسے فرنگی اس کے خلاف کچھ کرنے والے ہوں یہ خیال آتے ہی بادشاہ ان کی کشتی سے باہر نکلنے کی کوشش کرنے لگا۔ جب وہ اپنی کشتی میں واپس جانے لگا تو فرنگیوں نے بیچ کی کشتی کو ہٹا دیا اور بادشاہ پانی میں گر گیا اس نے غوطہ کھایا لیکن جلد ہی ابھر آیا اوپر سے ایک فرنگی نے بادشاہ کے سر پر نیزہ مارا وہ ایسا زخمی ہوا کہ پھر نہ ابھر سکا۔

بندر دیب پر فرنگیوں کا قبضہ

گجراتی لشکر نے جب یہ صورت دیکھی تو وہ احمد آباد واپس آ گیا اس طرح ۹۴۳ھ میں رمضان کے مہینے میں بندر دیب پر فرنگی دوبارہ قابض ہو گئے۔

سلطان بہادر نے پندرہ سال تین ماہ تک حکومت کی۔ "تاریخ بہادر شاہی" اسی بادشاہ کے نام سے معنون کی گئی ہے لیکن اس کتاب میں مولف نے اس قدر غلطیاں کی ہیں کہ اس کے واقعات کی صحت پر اعتماد نہیں کیا جا سکتا۔

marfat.com

Marfat.com

میراں محمد شاہ فاروقی

محمد زمان میرزا احمد آباد میں

سلطان بہادر کی وفات کے بعد گجرات کے امیر مع سلطان بہادر کی والدہ مخدومہ جہاں کے بندر دیب سے گجرات آئے۔ راستے میں مخدومہ جہاں کو معلوم ہوا کہ محمد زمان میرزا احمد آباد آیا ہوا ہے۔ واضح رہے کہ محمد زمان میرزا کو سلطان بہادر نے مغلوں کو پریشان کرنے کے لیے ایک لشکر جرار کے ساتھ دہلی اور لاہور کی طرف روانہ کیا تھا تاکہ وہ ہندوستان کی مملکت میں فتنہ و فساد کا بازار گرم کرے۔

سلطان بہادر کا ماتم

یہ اطلاع بھی مخدومہ جہاں اور امرائے گجرات کو ملی کہ محمد زمان میرزا کے آنے کا سبب سلطان بہادر کی وفات ہے۔ جب اس کو لاہور میں سلطان بہادر کی ہلاکت کی خبر ملی تو وہ اسی وقت روتا پیٹتا ہوا وہاں سے روانہ ہوگیا اور ماتمی لباس پہن کر احمد آباد آ پہنچا۔ کچھ دنوں بعد محمد زمان مخدومہ جہاں کی خدمت میں حاضر ہوا۔ ملکہ نے ہر ممکن طریقے سے اس کی مہمان داری کی اس ماتمی لباس کو تبدیل کروایا اور اس کی دل جوئی کرنے کی پوری پوری کوشش کی۔

محمد زمان میرزا کی کم ظرفی

محمد زمان نے مخدومہ جہاں کی تمام خوش خلقی اور مروت کے جواب میں بڑی کم ظرفی کا مظاہرہ کیا اس نے اپنے ملازمین کی ایک جماعت کے ساتھ گجرات کے خزانے پر حملہ کردیا اور سات سو سونے سے بھرے ہوئے صندوق نکال کر اپنے قبضے میں کر لیے اور خود روپوش ہوگیا۔ اس کے بعد محمد زمان میرزا نے بارہ ہزار مغل اور ہندوستانی سپاہیوں کا لشکر جرار فراہم کیا اور گجرات کا فرماں روا بننے کے خواب دیکھنے لگا۔

میراں محمد شاہ کے نام کا خطبہ و سکہ

گجراتی امراء اس نئی ہنگامہ آرائی سے سخت پریشان ہوئے اور بادشاہ کی نامزدگی کے بارے میں آپس میں مشورے کرنے لگے۔ میراں محمد شاہ فاروقی سلطان بہادر کا بھانجا تھا اور آخر الذکر نے اپنی زندگی میں کئی بار اس امر کا اشارہ بھی کیا تھا کہ اول الذکر اس کا ولی عہد ہے۔ مخدومہ جہاں نے میراں محمد شاہ کو بادشاہ بنانے کی تجویز پیش کی تمام امراء نے اس تجویز کی تائید کی اس کے بعد میراں محمد شاہ کی عدم موجودگی میں اس کے نام کا خطبہ اور سکہ جاری کردیا گیا۔

گجراتی امیروں نے پہلے تو اپنے تیز رفتار قاصد میراں محمد شاہ فاروقی کو بلانے کے لیے روانہ کیے اور پھر محمد زمان میرزا کے دفعیے کے لئے عماد الملک کو بے شمار سپاہیوں کے لشکر کے ساتھ نامزد کیا۔ محمد زمان میرزا بنیادی طور پر شیر قالین تھا جنگ جوئی سے اس کی طبیعت کچھ زیادہ مناسبت نہ رکھتی تھی بہرحال اس نے عماد الملک کے ساتھ تھوڑی بہت جنگ کی لیکن آخر کار میدان جنگ سے فرار ہو کر سندھ کی طرف بھاگ گیا اور پھر اس کے بعد اس نے کبھی کسی جنگ میں حصہ نہ لیا۔

محمد شاہ فاروقی کی وفات

میراں محمد شاہ فاروقی ان دنوں مالوہ میں تھا اسے وہاں سلطان بہادر نے مغلوں کے لشکر کے تعاقب میں بھیجا تھا۔ گجرات میں فاروقی کے نام کا خطبہ و سکہ جاری ہونے کے ڈیڑھ ماہ بعد مالوہ میں ہی اس نے طبعی موت سے دنیا کو خیرباد کہا اور اس طرح صحیح معنوں میں اسے گجرات پر حکومت کرنے کا موقع ہی نہ ملا۔

marfat.com
Marfat.com

سلطان محمود شاہ ثانی بن لطیف بن سلطان مظفر گجراتی

قرعہ فال

جب میراں محمد شاہ فاروقی کا انتقال ہو گیا تو پھر سوائے محمود خاں کے کوئی اور وارث تخت باقی نہ رہا۔ محمود شہزادہ لطیف کا بیٹا اور سلطان مظفر کا پوتا تھا۔ چونکہ محمود خاں نے سلطان بہادر کے عہد حکومت میں حکومت کا دعوی کیا تھا اس لیے اس کو برہان پور میں میراں محمد شاہ کے پاس قید کر دیا گیا تھا۔ میراں محمد شاہ کے انتقال کے بعد امرائے سلطنت نے اختیار خاں کو بلانے کے لیے روانہ کیا۔

تخت نشینی

میراں محمد شاہ کے بھائی میراں مبارک نے محمود خاں کو روانہ کرنے میں حیل و حجت سے کام لیا۔ گجراتی امیروں کو جب اس کا علم ہوا تو انہوں نے فوج مرتب کر کے برہان پور پر حملہ کرنے کا ارادہ کیا۔ میراں مبارک کو جب یہ معلوم ہوا تو اس نے ڈر کر محمود خاں کو گجرات روانہ کر دیا۔ جب محمود خاں گجرات پہنچا تو امراء نے ۱۰ ذی الحجہ ۹۴۴ھ کو اسے تخت پر بٹھا دیا اور اسے سلطان محمود کے نام سے مشہور کیا۔ اختیار خاں نے ملکی معاملات کی باگ ڈور اپنے ہاتھ میں لی اور وہ اپنے نام کی رعایت سے صاحب اختیار ہوا۔

امراء میں خانہ جنگی

سلطان محمود کی تخت نشینی کے چند ماہ بعد ۹۴۵ھ میں امراء میں خانہ جنگی شروع ہو گئی۔ دریا خاں اور عماد الملک نے آپس میں مل کر اختیار خاں کو قتل کر دیا۔ اس کے نتیجے میں دریاں خاں وزیر اور عماد الملک امیرالامراء مقرر ہوا اسی سال کے آخر میں ان دونوں امیروں میں بھی پھوٹ پڑ گئی۔

عماد الملک اور دریا خاں کی مخالفت

شکار کے بہانے سے دریا خاں نے سلطان محمود کو اپنے ساتھ لیا اور محمد آباد کی طرف روانہ ہو گیا۔ اس کے جواب میں عماد الملک نے بھی لشکر جمع کیا اور محمد آباد کی طرف چل دیا۔ جب وہ سفر کی دو تین منزلیں طے کر چکا تو گجراتی لشکر جو عماد الملک سے بڑی بڑی رقمیں وصول کر چکے تھے اس سے منحرف ہو گئے اور بادشاہ سے مل گئے۔ اس سے عماد الملک بہت پریشان ہوا اور اس نے اس شرط پر صلح کر لی کہ وہ خود تو اپنی جاگیر سرم گاؤں اور سورت کی طرف چلا جائے اور بادشاہ واپس احمد آباد جائے۔

معرکہ آرائی

۹۴۷ھ میں دریا خاں نے عماد الملک کو تباہ و برباد کرنے کا ارادہ کیا اور اس مقصد سے بادشاہ کو لے کر مع ایک لشکر جرار کے سورت کی طرف روانہ ہوا۔ عماد الملک مقابلے پر آیا طرفین میں لڑائی ہوئی شاہی لشکر کا پلہ بھاری رہا اور عماد الملک میدان جنگ سے فرار ہو کر میراں مبارک حاکم اسیر کے پاس پناہ گزیں ہوا۔ میراں مبارک نے عماد الملک کی مدد کا وعدہ کیا اور شاہی لشکر سے لڑنے کے لیے تیار ہو گیا۔

سلطان محمود اور میراں مبارک کی جنگ

میراں مبارک نے گجراتی لشکر سے جنگ کی لیکن شکست کھا کر واپس اسیر آ گیا۔ اس کے بعد عماد الملک حاکم مالوہ ملو خاں عرف قادر شاہ کے پاس چلا گیا۔ سلطان محمود نے خاندیش میں آ کر تباہی و بربادی کا بازار گرم کیا۔ یہ صورت حال دیکھ کر میراں مبارک نے اس عہد کے بارسوخ لوگوں کو بیچ میں ڈالا اور صلح کر کے سلطان محمود کے ملازموں میں شامل ہو گیا۔

marfat.com
Marfat.com

سلطان محمود محض ایک شطرنج کا بادشاہ

عماد الملک کے چلے جانے کے بعد دریا خاں کو اطمینان ہو گیا اور اس نے تمام ملکی و مالی معاملات کو خوب اچھی طرح اپنے ہاتھ میں لے لیا اور باقی تمام امیروں کو ان امور سے علیحدہ رکھا رفتہ رفتہ نوبت یہاں تک پہنچی کہ سلطان محمود کی حیثیت محض شاہ شطرنج کی سی رہ گئی اور اصل قوت عماد الملک کے ہاتھ میں آ گئی اور صحیح معنوں میں ملک کا حکمران وہی ہوا۔

سلطان محمود اور عالم خاں لودھی کا اتحاد

ایک رات سلطان محمود جرجیو کبوتر باز کے ساتھ قلعہ ارک سے باہر آیا اور عالم خاں لودھی سے جو دولقہ اور وندوقہ کا جاگیردار تھا ملاقات کی۔ عالم خاں بادشاہ سے بڑی نیازمندی سے ملا اور بے حد تعظیم و تکریم کی لودھی نے اپنے لشکر کو جمع کیا اور تھوڑی سی دیر میں اس نے چار ہزار سپاہی فراہم کر لیے۔

مظفر شاہ---- ایک نیا بادشاہ

دریا خاں نے جب یہ دیکھا کہ بادشاہ اس کے ہاتھ سے نکلا جاتا ہے تو اس نے محافظ اور دوسرے امراء کے مشورے سے ایک لڑکے کو جس کے نسب کا صحیح طور پر کچھ علم نہ تھا مظفر شاہ کے نام سے موسوم کر کے تخت پر بٹھا دیا۔ اور تمام امیروں کو جاگیریں اور خطابات دے کر اپنا ہم خیال بنا لیا۔

دریا خاں اور عالم خاں لودھی میں جنگ

عالم خاں لودھی نے سلطان محمود کو تو ایک زبردست لشکر کے ساتھ وہیں چھوڑا اور خود دشمن کے مقابلہ میں جنگ کرنے کے لیے آگے بڑھا۔ دریا خاں بھی لشکر لے کر آیا فریقین میں جنگ ہوئی عالم خاں لودھی امیر نے پہلے ہی حملہ میں دریا خاں کو شکست دی اور اس کے لشکر خاصہ پر دھاوا کر دیا۔ اس موقعے پر بھی لودھی امیر نے جرات و بہادری کا شاندار مظاہرہ کیا اور میدان جنگ سے صحیح و سلامت نکل آیا۔

امید و بیم

اس معرکے کے بعد عالم خاں لودھی کے ساتھ صرف پانچ سو سوار باقی رہ گئے اور اسے اپنے انجام کی طرف سے سخت تشویش ہوئی لیکن دوسرے ہی لمحے اسے خیال آیا کہ پہلے حملے میں دریا خاں کے مقدمہ لشکر کے سپاہی احمد آباد کی طرف فرار ہو گئے تھے اس لیے ممکن ہے کہ تمام شہر میں دریا خاں کی شکست کی خبر مشہور ہو گئی ہو۔ یہ سوچ کر دریا خاں نے جلد از جلد شہر میں پہنچنے کا ارادہ کیا۔

عالم خاں شہر میں

عالم خاں لودھی شہر میں داخل ہو گیا اور اس نے اپنے آپ کو فتح یاب مشہور کیا اور شاہی محل میں داخل ہو گیا۔ احمد آباد کے باشندے کچھ دیر پہلے ہی دریا خاں کے مقدمہ لشکر کے سپاہیوں کو پریشان و درماندہ دیکھ چکے تھے۔ اس لیے انہیں دریا خاں کی شکست اور عالم خاں لودھی کی فتح کا یقین آ گیا۔

دریا خاں کی پریشانی

اس کے بعد عالم خاں لودھی نے دریا خاں کے گھر کو لوٹنے اور شہر کے دروازوں کو مستحکم کرنے کا حکم دیا نیز ایک قاصد بھیج کر سلطان محمود کو اپنے پاس بلا لیا۔ دریا خاں لودھی معرکہ آرائی کے بعد اپنی جگہ پر ہی ٹھہرا ہوا تھا۔ اسی دوران میں احمد آباد سے جاسوسوں نے آ کر اسے اصل حالات سے مطلع کیا۔ یہ سنتے ہی دریا خاں شہر کی طرف روانہ ہوا۔

marfat.com

Marfat.com

فرار

امیروں میں سے اکثر کے بال بچے شہر میں تھے اس لیے انہوں نے اپنی خیریت عالم خاں لودھی سے مل جانے ہی میں دیکھی لہٰذا وہ دریا خاں کا ساتھ چھوڑ کر عالم خاں کے پاس چلے گئے۔ دریا خاں کے شہر میں پہنچنے کے بعد ہی سلطان محمود بھی وہاں آگیا۔ دریا خاں کو جب یہ خبر ملی تو وہ حواس باختہ ہو کر برہان پور کی طرف بھاگ گیا لیکن برہان پور میں وہ زیادہ دیر قیام نہ کر سکا اور شیر شاہ کے پاس چلا گیا۔ شیر شاہ نے اس کی بہت آؤ بھگت کی۔

عالم خاں کی پریشانی

اس کے بعد میدان جنگ چونکہ حریف سے خالی ہو گیا تھا اس لیے سلطان محمود نے عالم خاں کو اپنا وزیر بنا لیا۔ عالم خاں چاہتا تھا کہ دریا خاں کی طرح بادشاہ پر چھا جائے اور تمام ملکی و مالی معاملات کو اپنے ہاتھ میں لے لے۔ سلطان محمود کو عالم خاں کے اس ارادے کا علم ہو گیا اس نے دوسرے امیروں کو اپنے ساتھ ملا کر عالم خاں کو گرفتار کرنے کی کوشش کی لیکن وہ بچ کر نکل گیا۔ دریا خاں کی طرح وہ بھی شیر شاہ کے پاس چلا گیا۔ شیر شاہ اس سے بھی بڑی مہربانی سے پیش آیا۔

انتظام سلطنت

سلطان محمود نے ایک ایک کر کے جب تمام بدنیت امیروں سے نجات حاصل کر لی تو وہ رعایا کی فلاح و بہبود کے کاموں کی طرف متوجہ ہوا۔ اس نے انتظام سلطنت میں کئی بنیادی تبدیلیاں کیں اور تمام کام پہلے سے بہتر ہونے لگے۔ زراعت کی طرف توجہ کی اور زیادہ سے زیادہ غلہ پیدا کرنے کے سامان فراہم کیے۔ سپاہیوں کو انعامات و تنخواہ کی بروقت ادائیگی سے خوش کیا اور ان کے دلوں کو اپنے قابو میں لیا۔

محمود آباد کی تعمیر

الغرض سلطان محمود کی مستعدی سے بہت تھوڑے سے عرصے میں گجرات کی حالت بدل گئی۔ بادشاہ نے اپنے تمام امیروں، ارا کین سلطنت اور اکابر شہر کے ساتھ بڑا اچھا برتاؤ کیا اور انہیں انعامات سے نوازا۔ احمد آباد سے بارہ کوس کے فاصلے پر ایک نیا شہر "محمود آباد" بھی تعمیر کروانا شروع کیا لیکن اس کی تکمیل محمود کی حیات میں نہ ہو سکی۔

سورت میں ایک نئے قلعے کی تعمیر

سلطان محمود کے عہد حکومت میں ۹۴۹ھ میں بحر عمان کے ساحل پر ایک قلعہ تعمیر کیا گیا اس کی تکمیل غضنفر آقا ترک عرف خداوند خاں کے اہتمام سے ہوئی۔ اس قلعے کی تعمیر سے پہلے فرنگیوں کا یہ شیوہ تھا کہ وہ سورت کے مسلمانوں کو طرح طرح کی تکالیف پہنچاتے رہتے تھے یہ صورت حال دیکھ کر سلطان محمود نے خداوند خاں کو یہاں کی حکومت پر متعین کیا اور اسے حکم دیا کہ سورت میں ایک قلعہ تعمیر کیا جائے۔ خداوند خاں نے حکم کی تعمیل میں قلعے کی تعمیر کا کام شروع کروا دیا۔ اس دوران میں فرنگیوں نے دوبارہ حملہ کر کے قلعے کی تعمیر کو رکوانا چاہا لیکن ہر دوبار انہیں شکست کا منہ دیکھنا پڑا۔

قلعہ سورت کا استحکام

سورت کا قلعہ بہت ہی مضبوط اور مستحکم ہے اس کی دو اطراف میں خشکی ہے جہاں خندق بنی ہوئی ہے۔ خندق بیس گز چوڑی ہے اور دونوں جانب سے پانی سے بھری رہتی ہے اس خندق کی دیواریں پتھر اور چونے سے بنائی گئی ہیں ان دیواروں کی چوڑائی پچیس گز اور بلندی بیس زرع ہے۔ قلعے کی مضبوطی کا اندازہ اس امر سے کیا جا سکتا ہے کہ پتھروں کو لوہے کے کڑوں سے جوڑ کر چنا گیا ہے اور بعد میں سوراخوں میں پگھلا ہوا سیسہ ڈال کر تمام درزوں کو بند کر دیا گیا۔ الغرض یہ سب کچھ بہت اعلیٰ طریقے سے کیا گیا ہے۔

marfat.com

Marfat.com

عیسائیوں کی کوشش

کہا جاتا ہے کہ جب عیسائیوں کو معرکہ آرائی سے اپنا مقصد حاصل نہ ہوا تو انہوں نے دوسرا طریقہ اختیار کیا اور نہایت نرمی اور ملائمت سے پیش آنے لگے۔ انہوں نے خداوند خاں کو ایک خاصی رقم بطور رشوت پیش کرنے کی کوشش بھی کی تاکہ انہیں کھیل کھیلنے کا موقع مل سکے لیکن ان کی یہ تدبیر بھی کارگر نہ ہوئی۔

رشوت دینے کی کوشش

فرنگیوں نے گجراتیوں سے کہا اگر تم ہماری بات نہیں مانتے تو صرف اس قدر مان لو کہ چند کنگری کو پرتگال کی طرح تعمیر نہ کرو۔ ہم نے تمہیں جو رقم قلعہ تعمیر نہ کرنے کے لیے دی تھی وہی اب ہم پھر تم کو دیں گے اگر تم ہماری التماس قبول کر لو۔" خداوند خاں نے اس کے جواب میں کہا۔ "اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم اور بادشاہ کی عنایات کی وجہ سے مجھے تمہارے روپے کی ضرورت نہیں ہے۔ میں چند کنگری بناؤں گا اور ضرور بناؤں گا۔ اس کے بعد خداوند خاں نے جوناگڑھ سے ان گنت توپیں اور ضرب زن (جو رمیوں نے وہاں جمع کر رکھی تھیں اور جن کو سلیمانی کہا جاتا ہے۔) منگوائیں اور انہیں سورت کے قلعے میں جگہ جگہ نصب کر کے قلعے کو مضبوط سے مضبوط تر کیا۔

بادشاہ کو قتل کرنے کی کوشش

ابتدائے ۹۹۱ھ تک سلطان محمود بڑے امن و اطمینان سے حکومت کرتا رہا اور کسی طرف اس کا کوئی دشمن نہ رہا۔ اسی سال بادشاہ کے خاص ملازم برہان نامی نے (جو اپنے آپ کو بڑا نیک اور پارسا ظاہر کرتا تھا اور ہر وقت عبادت میں مشغول رہتا تھا شکار میں بادشاہ کے ساتھ رہتا تھا اور اس دوران میں نماز میں امامت کرتا تھا) بادشاہ کو قتل کرنے کا ارادہ کیا۔

برہان کا واقعہ

ایک مرتبہ سلطان محمود نے کسی غلطی کی وجہ سے برہان کو دیوار میں چنوا دیا لیکن اس طرح سے کہ اس کا چہرہ کھلا تھا اس واقعے کے تھوڑے دنوں کے بعد سلطان محمود اس طرف سے گزرا جہاں سے برہان کا چہرہ نظر آتا تھا۔ بادشاہ نے اس کے چہرے پر جب نظر ڈالی تو اس نے آنکھوں کے اشارے سے سلام کیا بادشاہ کو اس پر رحم آ گیا اور اس کا قصور معاف کر دیا۔ برہان کا سارا جسم گل سڑ گیا تھا اس لیے دیر تک اس کا علاج ہوتا رہا آخرکار وہ شفایاب ہوا اور دوبارہ مقربین میں شامل ہو گیا۔ تجدید تعلقات کے بعد بھی برہان کا دل بادشاہ کی طرف سے صاف نہ ہوا۔

برہان سے بدسلوکی

ایک بار پھر برہان بادشاہ کے ساتھ شکار گاہ میں گیا اور اس سے کوئی غلطی سرزد ہو گئی۔ بادشاہ کو بہت غصہ آیا اور اس نے برہان کو بہت گالیاں دیں اور سخت سست کہا۔ شکار سے واپسی کے بعد شام کے وقت بادشاہ نے نشہ آور اشیاء بہت زیادہ استعمال کیں اور آرام کے لیے بستر پر لیٹ گیا۔

سازباز

سلطان محمود کی شکاری جماعت کے بیس آدمی "شیر کش" کے لقب سے یاد کیے جاتے تھے۔ کیونکہ انہوں نے ایک بار شیر سے مقابلہ کر کے اسے ہلاک کیا تھا یہ بیس آدمی برہان کی نگرانی میں رہتے تھے تاکہ وہ انہیں شکار گاہ میں نازک مقامات پر تیار رکھے۔ برہان نے ان آدمیوں کو امارت اور بڑے بڑے عہدوں کا لالچ دے کر اپنے ساتھ کر لیا اور بادشاہ کو قتل کرنے کے موقع کا منتظر رہا۔

برہان کو کسی نہ کسی طرح علم ہو گیا کہ شکار سے واپسی کے بعد بادشاہ نے نشہ آور اشیاء کے استعمال میں بہت زیادہ بے اعتدالی کی ہے

marfat.com

Marfat.com

اس نے اپنے بھانجے کو جس کا نام دولت تھا اور جو بادشاہ کی خدمت میں مامور تھا سلطان محمود کو قتل کرنے پر آمادہ کر لیا۔

سلطان محمود کا قتل

دولت بادشاہ کے سر کے بالوں کو جو بہت بڑھے ہوئے تھے خشک کرنے کے بہانے سے بادشاہ کے پاس گیا۔ سلطان محمود اس وقت نشے میں دھت تھا اسے کچھ خبر نہ تھی کہ کیا ہونے والا ہے۔ دولت نے بادشاہ کے لیے لیے بالوں کو پلنگ کی لکڑی کے ساتھ خوب کس کر باندھ دیا اس کے بعد بادشاہ کی تلوار کو نیام سے نکالا اور سلطان محمود کی گردن پر رکھ دیا۔ اب بادشاہ کو احساس ہوا کہ معاملہ دگرگوں ہے بادشاہ نے اپنے بچاؤ کے لیے اپنے دونوں ہاتھ تلوار کی باڑھ پر رکھ دیئے۔ دولت نے گردن کے ساتھ بادشاہ کے ہاتھ بھی کاٹ دیئے۔

دولت کی مکاری

جب دولت اپنے کام سے فارغ ہو گیا تو برہان نے مکاری اور چالاکی کا مظاہرہ کرنا شروع کر دیا۔ وہ بادشاہ کے کمرے کے دروازے کے قریب ہی کھڑا ہوا تھا فوراً اندر چلا گیا۔ برہان نے سوچا اگر بادشاہ کی طرح امیروں کو بھی ایک ایک کر کے قتل کر دیا جائے تو سلطنت باسانی اس کے ہاتھ آ جائے گی۔ اس سلسلے میں پہلا قدم اس نے یہ اٹھایا کہ بادشاہ کے کمرے سے باہر آ کر یونہی جھوٹ موٹ بادشاہ کی طرف سے مختلف احکامات صادر کرنے لگا۔ پہلا حکم اس نے یہ دیا کہ مغنی بلند آواز سے گائیں اور دوسرا حکم یہ دیا کہ دس "شیر کش" بادشاہ کی خدمت میں حاضر رہیں۔

امراء کا قتل

دولت نے شیر کش چوکیداروں کو بلا کر انہیں ہتھیار دیئے اور مناسب جگہوں پر متعین کر دیا۔ آدھی رات کے وقت غضنفر آقا المعروف بہ خداوند خاں اور آصف خاں، وزیر بادشاہ سے ملنے کے لیے آئے۔ دولت ان دونوں کو خلوت میں لے گیا اور قتل کر دیا اس کے بعد دوسرے امیروں کو بھی دولت نے بلا کر قتل کر دیا۔

اعتماد خاں کی دور اندیشی

اس کے بعد دولت نے اپنے قاصد کو اعتماد خاں کے پاس بھیجا اور اسے طلب کیا۔ اعتماد خاں نے سوچا کہ بادشاہ کا یہ معمول نہیں ہے کہ وہ اتنی رات گئے مجھ جیسے مقتدر امیر کو زحمت دے اس لیے ضرور کوئی خاص بات ہے وہ ابھی یہ سوچ ہی رہا تھا کہ اتنے میں دولت کا بھیجا ہوا ایک قاصد آ گیا اب تو اعتماد خاں کا شک یقین میں بدل گیا اور اس نے جانے سے صاف انکار کر دیا۔

عبدالصمد شیرازی کی طلبی

برہان نے مشہور و معروف گجراتی امیر عبدالصمد شیرازی عرف افضل خاں کو بلایا اور اس سے کہا "بادشاہ خداوند خاں سے کسی وجہ سے ناراض ہو گیا ہے اور اسے معزول کر دیا گیا ہے اب وہ چاہتا ہے کہ تجھے اس کی جگہ پر مقرر کرے لہٰذا بادشاہ نے تیرے لیے یہ خلعت وزارت بھیجا ہے۔" عبدالصمد نے اس کے جواب میں کہا۔ "جب تک میں بادشاہ کو نہ دیکھوں گا یہ خلعت ہرگز نہ پہنوں گا۔" دولت نے بہت اصرار کیا کہ عبدالصمد اس خلعت کو پہن لے لیکن عبدالصمد نے اپنا ایک ہاتھ تو خلعت کی آستین میں ڈال لیا اور قسم کھا کر کہا "میں دوسرا ہاتھ آستین میں اس وقت تک نہ ڈالوں گا کہ جب تک بادشاہ کو دیکھ نہ لوں گا۔"

عبدالصمد کا قتل

دولت، عبدالصمد شیرازی کو اس جگہ لے آیا جہاں سلطان محمود کی لاش پڑی ہوئی تھی۔ دولت نے عبدالصمد سے کہا میں نے بادشاہ اور تمام امیروں کو تلوار کے گھاٹ اتار دیا ہے اب میں تجھے اپنا وزیر مقرر کرتا ہوں اور تمام امور سلطنت تیرے ہاتھ میں دیتا ہوں۔" بادشاہ کی

marfat.com
Marfat.com

لاش دیکھ کر عبدالصمد کے رونگٹے کھڑے ہو گئے اور اس نے دولت کو گالیاں دینی شروع کر دیں- دولت نے اسی وقت اس امیر کو جو ستر سالہ بوڑھا تھا تلوار کے گھاٹ اتار دیا-

برہان کی تخت نشینی

دولت نے اسی رات ان تمام بدمعاشوں اور سرکشوں کو جو اس کے گرد جمع ہو گئے تھے خطاب دے کر امارت کا امیدوار بنایا اور خود تخت پر بیٹھ گیا- صبح تک وہ لوگوں میں زر و جواہر تقسیم کر کے انہیں اپنا حلیف بناتا رہا- برہان نے بدمعاشوں اور دیگر آوارہ مشرب لوگوں کو گھوڑے اور ہاتھی بھی عطا کیے اور اس طرح اپنی قوت میں خاطر خواہ اضافہ کر لیا-

برہان کا قتل

سلطان محمود کے قتل کی خبر چھپی نہ رہ سکی اور بہت جلد مشتہر ہو گئی- عماد الملک ترک پدر چنگیز خاں' الغ خاں حبشی اور دوسرے امیروں نے باہمی اتحاد سے برہان پر حملہ کر دیا- برہان نے چتر شاہی سر پر سایہ فگن کیا اور اپنے لشکر کو لے کر ان امیروں کے مقابلے پر آیا پہلے ہی حملے میں برہان کا لشکر پراگندہ ہو گیا شیروان خاں نے برہان کو قتل کر دیا اور اس کی لاش کو رسی سے باندھ کر گلی کوچوں میں پھرایا گیا-

سلطان محمود کی مدت حکومت

سلطان محمود شاہ ثانی نے اٹھارہ سال دو مہینے اور چند روز تک حکومت کی- اتفاق سے اسی زمانے میں (یعنی ۹۶۱ھ میں) سلیم شاہ بن شیر شاہ حاکم دہلی اور حاکم احمد نگر نظام الملک بحری نے داعی اجل کو لبیک کہا-

عادات و کردار

سلطان محمود شاہ ثانی نہایت عمدہ عادات کا انسان تھا- اس کا زیادہ وقت عالموں اور فاضلوں کی صحبت میں گزرتا تھا- خاص خاص موقعوں پر مثلاً آنحضرت صلعم کے روز مولود اور اپنے بزرگوں کے ایام وفات وغیرہ میں غریبوں اور محتاجوں وغیرہ میں کھانا تقسیم کرتا تھا اور طشت و آفتابہ لے کر مہمانوں کے ہاتھ دھلانے کی خدمت خود انجام دیتا تھا- جو کپڑا وہ اپنے لباس کے لیے خریدتا تھا اس میں سے پہلے فقیروں اور محتاجوں کے دستار و جامہ بنوا دیتا تھا-

آہو خانے کی تعمیر

سلطان محمود ثانی نے ندی کے کنارے ایک عظیم الشان آہو خانہ بنوایا جس کی دیوار سات کوس طویل تھی اس آہو خانے کی عمارتیں اور باغات نہایت ہی خوبصورت اور دلکش تھے باغبانی کی خدمت پر صاحب جمال اور پری چہرہ عورتوں کو متعین کیا گیا- بادشاہ نے ہر طرح کے جانور اس آہو خانے میں جمع کیے- توالد و تناسل کی وجہ سے ان جانوروں کی تعداد میں بہت اضافہ ہوا- یہ آہو خانہ سلطان محمود کے دور کا ایک اہم کارنامہ ہے-

عورتوں سے دلچسپی

سلطان محمود شاہ ثانی کو عورتوں کی صحبت میں رہنے کا بہت زیادہ شوق تھا شکار اور چوگان بازی کھیلنے کے وقت وہ اپنے حرم کی تمام عورتوں کو اپنے ساتھ رکھتا تھا- شکار گاہ کے اندر جو درخت تھے ان پر سبز اور سرخ مخمل لپیٹ دی جاتی تھی تاکہ فضا کی زیب و زینت دوبالا ہو جائے-

marfat.com

Marfat.com

اعتماد خاں پر اعتماد

اس بادشاہ کے کوئی بیٹا نہ تھا لڑکیاں ہی لڑکیاں تھیں اس وجہ سے سلطان محمود نے حکم دے رکھا تھا کہ اس کے حرم میں کوئی عورت حاملہ ہو تو اس کا حمل ساقط کر دیا جائے۔ اعتماد خاں' سلطان محمود ثانی کا ہندی غلام تھا۔ بادشاہ کو اس پر بہت اعتماد تھا بادشاہ نے اسے حرم میں داخل ہونے کی اجازت دے رکھی تھی کہ وہ محلات کی آرائش کا انتظام کر سکے۔ اعتماد خاں نے اس خیال سے کہ کہیں بادشاہ کو کبھی شک کا موقع نہ ملے کافور کھا کر اپنی قوت مردانگی کو زائل کر لیا تھا۔

بدکاری کا انسداد

سلطان محمود کے عہد حکومت میں معاشرہ طرح طرح کی خرابیوں سے دوچار ہو گیا تھا۔ عورتیں مزاروں اور لوگوں کے گھروں پر اکثر جمع رہتی تھیں اور اس طرح بدکاریوں کے دروازے کھل گئے تھے۔ اس قسم کی رسوم کا اس قدر رواج ہو گیا تھا کہ فسق و فجور لوگوں کی عادت بن گیا تھا۔ سلطان محمود نے اس قسم کی تمام رسموں کا سختی سے انسداد کیا اس قسم کے کئی لوگوں کو سزائیں دی گئیں۔ جاسوسوں اور مخبروں کو مقرر کر کے بداطوار لوگوں کو بادشاہ اپنے حضور میں طلب کرتا اور سزا دیتا۔ اس قسم کے لوگوں کو انتظامی و سیاسی معاملات سے قطعاً بے تعلق کر دیا گیا۔ الغرض اس طرح سلطان محمود ثانی نے برائیوں کا بڑی اچھی طرح قلع قمع کیا۔

marfat.com

Marfat.com

سلطان احمد شاہ ثانی

تخت نشینی

جب سلطان محمود شاہ ثانی کا قتل ہوا تو اس کا کوئی بیٹا نہ تھا جسے تخت پر بٹھایا جاتا۔ اعتماد خاں نے فتنہ و فساد کو رفع کرنے کی غرض سے سلطان شاہ کی اولاد میں سے ایک کم عمر لڑکے کو سید مبارک بخاری اور دوسرے امیروں کے مشورے سے تخت پر بٹھا دیا۔ اس لڑکے کا نام رضی الملک تھا اور سلطان احمد شاہ کے لقب سے اسے تخت پر بٹھایا گیا۔

بادشاہ کی بے کسی

اعتماد خان نے تمام ملکی معاملات کو اپنے ہاتھ میں لے لیا اور احمد شاہ ثانی کو صرف نام کا بادشاہ رہنے دیا۔ پانچ سال اسی عالم میں گزر گئے احمد شاہ دیکھتا رہتا تھا کہ وہ کس طرح بے دست و پا ہے اور ہر کام اعتماد خاں کے حکم سے سرانجام پاتا ہے اور اصل حاکم وہی ہے۔ آخر کار سلطان احمد شاہ زیادہ صبر نہ کر سکا اور وہ سید مبارک بخاری کے پاس گیا اور تمام ماجرا اس سے بیان کیا۔ سید مبارک بخاری نے بادشاہ کا ساتھ دینے کا وعدہ کیا اسی کے ایماء پر دوسرے مشہور گجراتی امراء مساوات خاں' موسیٰ خاں فولادی اور عالم خاں لودھی وغیرہ بھی بادشاہ کے ساتھ ہو گئے۔

اعتماد خاں کا فرار

اسی دوران میں عماد الملک اور تاتار خاں غوری نے اعتماد خاں کے گھر کا محاصرہ کر لیا اور توپیں لگا کر سرکرنی شروع کر دیں۔ اعتماد خاں ان لوگوں کا مقابلہ نہ کر سکا اور پال نامی مقام کی طرف جو محمد آباد جانانیر کے قریب واقع ہے فرار ہو گیا۔

اعتماد خاں کی واپسی اور امراء میں صلح

اس کے بعد اعتماد خاں نے لشکر جمع کیا اور اپنے مخالفین سے لڑنے کے لیے آیا دوسرے فریق نے بھی لڑائی کی تیاری کی لیکن اس کی نوبت نہ آئی اور چند مخلص لوگوں نے بیچ بچاؤ کر کے فریقین میں صلح کروا دی۔ وکالت کا عہدہ بدستور اعتماد خاں کے پاس رہا۔

سلطان احمد شاہ ثانی کی کم عقلی

بھروچ محمد آباد جانانیر نادوت اور دوسرے کئی پرگنے جو دریائے مہندری اور نربدا کے درمیان واقع ہیں اعتماد خاں کی جاگیر میں دیئے گئے۔ احمد شاہ ثانی کے لیے بھی جاگیر خاصہ مقرر کی گئی۔ سلطان احمد شاہ ثانی کم عقلی اور نادانی کی وجہ سے اکثر اوقات کھلے بندوں اپنے ساتھیوں سے اعتماد خاں کے قتل کے بارے میں مشورہ کرتا رہتا تھا۔ بعض اوقات وہ کیلے کے درخت کو اپنی تلوار کی ضرب سے دو ٹکڑے کر کے کہا کرتا تھا "میں اسی طرح اعتماد خاں کو بھی ٹکڑے ٹکڑے کر دوں گا۔"

احمد شاہ کا قتل

اعتماد خاں کو ان تمام حالات کی اطلاع ہو گئی اور اس نے سوچا کہ اس سے پہلے کہ بادشاہ کوئی وار کرے اسے خود ہی کچھ کر گزرنا چاہیے۔ اعتماد خاں بادشاہ کے خون کا پیاسا ہو گیا اور اسے قتل کرنے کے منصوبے باندھنے لگا۔ آخر کار وہ اپنے منصوبوں میں کامیاب ہو گیا اور ایک رات اس نے سلطان احمد شاہ ثانی کو قتل کر دیا۔

قتل کے بعد اعتماد خاں نے بادشاہ کی لاش کو وجیہہ الملک کے گھر کے سامنے دریا کی طرف پھینکوا دیا اور یہ مشہور کر دیا کہ بادشاہ ایک

marfat.com

Marfat.com

لونڈی کو حاصل کرنے کے لیے گیا نادانستہ طور پر اسے قتل کر دیا گیا۔
سلطان احمد شاہ ثانی نے آٹھ سال حکومت کی۔

سلطان مظفر شاہ ثانی گجراتی بن محمود شاہ ثانی گجراتی

اعتماد خاں کا حلفیہ بیان

۹۶۹ھ کے آخر میں اعتماد خاں گجراتی امیروں کی مجلس میں ایک لڑکے کو لے کر آیا اور قسم کھا کر کہنے لگا۔ "یہ لڑکا سلطان محمود شاہ ثانی کا حقیقی بیٹا ہے جن دنوں اس لڑکے کی ماں حاملہ ہوئی تھی سلطان محمود ثانی نے اس خاتون کو میرے حوالے کر دیا تاکہ میں اس کا حمل ساقط کرا دوں اس وقت پانچ ماہ کا حمل ہو چکا تھا اس لیے میں نے گوارا نہ کیا کہ اس کا اسقاط کیا جائے۔ اعتماد خان نے اتنی قسمیں کھائیں کہ امراء نے اعتماد خاں کے بیان کو تسلیم کر لیا اور اس لڑکے کو بادشاہ بنا دیا گیا۔ یہ بادشاہ سلطان مظفر شاہ ثانی کے نام سے مشہور ہوا۔

مملکت کی تقسیم

امراء نے تمام مملکت کو آپس میں اس طور پر تقسیم کیا کہ پٹن سے پرگنہ کدلی تک کا علاقہ موسیٰ خاں اور شیر خاں فولادی کو ملا۔ رادھن پور، تراورہ، ہور جپور اور دوسرے پرگنوں پر فتح خاں بلوچ نے قبضہ کر لیا۔ دریائے سابرمتی اور مہندری کے درمیان کے پرگنے اعتماد خاں کے پاس رہے۔ عماد الملک کے بیٹے چنگیز خاں نے نادوت اور محمد آباد جناتیر پر قبضہ کر لیا۔ پسروچ چنگیز خاں کے بھانجے رستم خاں کو جاگیر میں ملا۔ سید میراں ولد سید بخاری نے دونقہ اور وندوقہ کو سنبھالا، سورت میں امین خاں غوری نے قبضہ کر لیا۔

اعتماد خاں کا اقتدار

امین خاں غوری نے گجراتی امیروں کا ساتھ دینے سے انکار کر دیا۔ اعتماد خاں نے سلطان مظفر کو اپنا قیدی بنا رکھا تھا دربار کے دن اسے برائے نام تخت پر بٹھایا جاتا۔ اعتماد خاں خود تخت پر بادشاہ کے پیچھے بیٹھتا اسی عالم میں تمام امراء سلام کے لیے حاضر ہوتے۔

فتح خاں اور شیر خاں فولادی میں جنگ

کچھ عرصہ اسی طرح گذر گیا چنگیز خاں اور شیر خاں فولادی مبارک باد دینے کے لیے احمد آباد آئے اس واقعہ کے ایک سال بعد فتح خاں اور شیر خاں فولادی میں (جن کی جاگیریں ایک دوسرے سے پیوستہ تھیں) باہمی مخالفت پیدا ہو گئی نوبت معرکہ آرائی تک پہنچی۔ فتح خاں نے شیر خاں فولادی سے شکست کھائی اور میدان جنگ سے فرار ہو کر اعتماد خاں کے پاس آ گیا۔

فولادیوں پر حملہ

اعتماد خاں کو شیر خاں فولادی پر سخت غصہ آیا اس نے لشکر جمع کر کے فولادیوں پر حملہ کر دیا فولادی اس حملے کی تاب نہ لا سکے اور قلعہ پٹن میں محصور ہو گئے فولادیوں نے بڑی عاجزی اور انکساری کا اظہار کیا لیکن اعتماد خاں نے ان کا کوئی خیال نہ کیا اور قلعہ کے محاصرے کی کوشش کرنے لگا۔

فولادی جوانوں کا عزم

فولادی افغان بہت ہی مجبور اور پریشان ہو کر رہ گئے آخرکار فولادی نوجوانوں کا ایک گروہ موسیٰ خاں فولادی کے پاس آیا ان جوانوں نے اپنے امیروں سے کہا۔ "ہم نے بے حد عاجزی اور انکساری کا مظاہرہ کر کے دیکھ لیا لیکن حریف کا دل بالکل نہیں پسیجا لہٰذا اب سوائے

marfat.com
Marfat.com

جنگ کرنے اور جان دے دینے کے اور کوئی چارہ کار نہیں ہے۔"

مقابلہ

اس کے بعد تقریباً پانچ سو فولادی سپاہی قلعے سے باہر نکل آئے یہ دیکھ کر موسیٰ خاں اور شیر خاں فولادی کو بھی اپنے لشکر کے ساتھ جو تین ہزار سواروں پر مشتمل تھا قلعے سے باہر نکلنا پڑا۔ اعتماد خاں ان لوگوں کے مقابلے پر آیا۔ اس کا گجراتی لشکر تعداد میں تیس ہزار سے زیادہ تھا فریقین میں معرکہ آرائی ہونے لگی۔

حاجی خاں کی اعتماد خاں کے لشکر سے علیحدگی

فولادیوں نے اعتماد خاں کے خاصہ کے لشکر پر حملہ کیا اور غالب آئے۔ حاجی خاں (جو سلیم شاہ بن شیر شاہ کا غلام اور اعتماد خاں کے لشکر کا ایک بہترین فوجی سردار تھا) فولادیوں سے مل گیا۔ فولادیوں نے اعتماد خاں کو یہ پیغام دیا "حاجی خاں ہمارے پاس چلا آیا ہے لہٰذا اس کی جاگیر اس کے حوالے کر دو۔" اعتماد خاں نے فولادیوں کا یہ مطالبہ ماننے سے انکار کر دیا اور یہ جواب دیا کہ حاجی خان میرا ملازم تھا اور اسی وجہ سے اسے جاگیر عطا کی گئی تھی۔ اب جب کہ وہ میرا ساتھ چھوڑ کر چلا گیا ہے اس لیے یہ کسی طرح مناسب نہیں ہے کہ اسے اس کی جاگیر دے دی جائے۔"

اعتماد خاں کی شکست اور فرار

موسیٰ خاں اور شیر خاں فولادی نے لشکر جمع کیا اور حاجی خاں کی جاگیر میں داخل ہو کر قصبہ جو تھانہ میں مقیم ہوئے۔ اعتماد خاں نے بھی لشکر جمع کر کے ان دونوں کا مقابلہ کیا دونوں لشکر ایک دوسرے کے سامنے ڈٹے رہے۔ آخر کار چار مہینے بعد معرکہ آرائی کی نوبت آئی۔ اعتماد خاں کو اس مرتبہ بھی شکست کا منہ دیکھنا پڑا اور وہ میدان جنگ سے فرار ہو کر بھروچ میں چنگیز خاں کے پاس چلا گیا۔

اعتماد خاں اور فولادیوں میں صلح

بھروچ پہنچ کر اعتماد خاں نے چنگیز خاں کو اپنی مدد کے لیے آمادہ کیا اور اسے اپنے ساتھ لے کر فولادیوں کے لشکر کے مقابلے پر آیا' لیکن اعتماد خاں کا لڑنے کو جی نہ چاہا کیونکہ وہ دوبار فولادیوں سے شکست کھا چکا تھا۔ اعتماد خاں نے صلح کی کوشش کی اور اس میں کامیاب ہو گیا۔ اس نے حاجی خان کی جاگیر اس کے حوالے کی اور خود احمد آباد واپس آ گیا۔

چنگیز خاں کا پیغام اعتماد خاں کے نام

چنگیز خاں حالات کا بغور جائزہ لیتا رہا وہ ملک گجرات کی موجودہ حالت اور اعتماد خاں کی روش سے مطمئن نہ تھا اس نے بہت سوچ بچار کے بعد اعتماد خاں کو پیغام بھیجا۔ "میں بھی شاہان گجرات کے خاندان کا خانہ زاد اور سلطانی حرم کے تمام امور سے اچھی طرح واقف ہوں۔ مجھے خوب معلوم ہے کہ محمود شاہ ثانی کے کوئی بیٹا نہ تھا تو نے اس لڑکے کو یعنی مظفر شاہ ثانی کو مرحوم بادشاہ کا بیٹا بنا کر تخت پر بٹھا دیا ہے۔ یہ بات سمجھ میں نہیں آتی کہ تو تو اس کی مجلس میں بیٹھتا ہے اور تیرے ملازم اس کی نگہبانی کرتے رہتے ہیں۔ جب تک تو موجود نہیں ہوتا تو کوئی شخص بادشاہ کو سلام کرنے کے لیے اس کے پاس نہیں جا سکتا۔ اگر سلطان مظفر واقعی سلطان محمود کا بیٹا ہے تو پھر تجھے بھی چاہیے کہ تو بھی باقی امیروں اور اراکین سلطنت کی طرح اس کی خدمت کرے۔ اور جس وقت تمام امراء دربار میں بیٹھیں تو تو بھی ان کا اتباع کرے۔"

اعتماد خاں کا جواب

اعتماد خاں نے اس کے جواب میں کہا۔ "میں نے تخت نشینی کے روز تمام اکابر امراء کے سامنے قسم کھا کر یہ بیان کیا تھا کہ سلطان مظفر

marfat.com

Marfat.com

سلطان محمود کا بیٹا ہے۔ تمام امراء نے میرے قول کا اعتبار کیا اور اتفاق رائے سے مظفر کو اپنا بادشاہ تسلیم کیا اور اس کی بیعت کی۔ حیرت ہے کہ تو عوام کی طرح مجھ سے بے کار سوال کرتا ہے۔ تجھ کو اچھی طرح معلوم ہے کہ سلطان محمود ثانی کے زمانے میں دوسرے امیروں سے میری عزت و وقعت زیادہ تھی تو اس زمانے میں طفل نوخیز تھا تیرا باپ عماد الملک اگر اس وقت زندہ ہوتا تو وہ تجھے بتاتا کہ مرحوم بادشاہ کے حضور میں میرا کیا مرتبہ تھا۔ سلطان مظفر شاہ میرا اور تمہارا دونوں کا بادشاہ ہے تیری بہتری اس میں ہے کہ تو بادشاہ کی خدمت گزاری میں کسی قسم کی کوتاہی نہ کرے تاکہ تو دین دنیا دونوں میں سرخرو ہو۔"

شیر خاں فولادی کا خط چنگیز خاں کے نام

شیر خاں فولادی کو چنگیز خاں اور اعتماد خاں کی اس مراسلت کا علم ہو گیا اس نے چنگیز خاں کے نام ایک خط لکھا جس کا خلاصہ یہ ہے۔ "حالات کا اقتضا ہے کہ تم ذرا چند روز تک صبر کرو اور صلح کے دامن کو ہاتھ سے نہ جانے دو۔ مسند عالی سے بلا وجہ مخالف کا اظہار کرنا سود مند نہ ہو گا۔"

قصبہ بردورہ چنگیز خاں کی نظر

چنگیز خاں نے شیر خاں فولادی کے مشورے کو قابل اعتنا نہ سمجھا وہ چونکہ قصبہ بردورہ کو اپنی جاگیر میں شامل کرنا چاہتا تھا اس لیے اس نے اعتماد خاں کو ایک اور پیغام بھجوایا۔ "اگرچہ میرا لشکر کافی بڑا ہے لیکن دشمن کا مقابلہ کرنے کے قابل نہیں ہے لہٰذا آپ مجھے بتائیں کہ اس صورت میں مجھے کیا کرنا چاہیے۔"

اعتماد خاں کا مشورہ

اعتماد خاں یہ چاہتا تھا کہ چنگیز خاں اور حکام میں پھوٹ پڑ جائے تاکہ وہ برہان پور پر قبضہ کرنے کے خیال سے اور باقی تمام خیالات سے بے تعلق ہو جائے۔ متذکرہ خط کے جواب میں اعتماد خاں نے چنگیز خاں کو لکھا "قصبہ ندربار ہمیشہ گجراتی امیروں کے قبضے میں رہا ہے۔ جس زمانے میں سلطان محمود ثانی میراں مبارک کے زیر نگرانی قلعہ اسیر میں مقیم تھا تو اس نے میراں مبارک سے وعدہ کیا تھا کہ "اگر خداوند تعالیٰ نے گجرات کی حکومت مجھے عطا کر دی تو میں اس کے صلہ میں تجھے قصبہ ندربار دوں گا۔"

ندربار پر چنگیز خاں کا قبضہ

چنگیز خاں اعتماد خاں کے فریب میں آگیا اس نے لشکر جمع کیا اور ۹۷۴ھ میں ندربار کی طرف روانہ ہو گیا۔ چنگیز خاں نے ندربار کا قصبہ فتح کرنے کے بعد آگے قدم بڑھایا اور تھالنیر تک بڑھتا چلا گیا۔

محمد شاہ اور تغال خاں کی آمد کی خبر

اتفاق سے انہیں دنوں یہ خبر مشہور ہوئی کہ میراں شاہ حاکم برار تغال خاں کو ساتھ لے کر جنگ کے لیے آ رہا ہے یہ خبر سن کر چنگیز خاں مع اپنے لشکر کے ایک ایسی جگہ مقیم ہو گیا کہ جو بہت ہی ناہموار اور خراب تھی جس طرف زمین ذرا ہموار تھی چنگیز خاں نے اس طرف اپنے ارابوں کو زنجیر سے باندھ دیا۔

چنگیز خاں کا فرار

محمد شاہ اور تغال خاں چنگیز خاں سے لڑنے کے لیے آئے اور شام تک اپنے حریف کے سامنے کھڑے رہے۔ چنگیز خاں اپنی جگہ سے بالکل نہ ہلا رات ہوئی تو اس نے سوچا کہ دو قوی دشمنوں سے مقابلہ کرنا بہت مشکل ہے لہٰذا چپکے سے اس نے راہ فرار اختیار کی اور بھروچ میں چلا گیا۔ محمد شاہ فاروقی نے بہت سا مال غنیمت اپنے قبضے میں کیا اور چنگیز خاں کا دور تک تعاقب کر کے قصبہ ندربار پر قبضہ کر لیا۔

marfat.com

Marfat.com

سلطان محمد میرزا کے بیٹوں کی آمد

انہیں دنوں سلطان محمد میرزا کے چھ بیٹے ۱۔ محمد حسین ۲۔ میرزا الغ ۳۔ میرزا حسین ۴۔ میراز مسعود ۵۔ حسین میرزا ۶۔ شاہ میرزا۔ مغل بادشاہ اکبر کے خوف سے بھاگ کر سنبھل سے مالوہ میں پناہ گزیں ہوئے۔ ۹۷۵ھ میں اکبری لشکر مالوہ میں آیا' متذکرہ شہزادے پریشان ہو کر چنگیز خاں کے پاس چلے گئے اور اس سے پناہ مانگی۔

قصبہ بردورہ پر چنگیز خاں کا قبضہ

چنگیز خاں نے ان شہزادوں کی آمد کو اپنے لیے فال نیک سمجھا اور ان کی موجودگی کو اپنی تقویت کا باعث گردانا غائبانہ طور پر چنگیز خاں نے ان شہزادوں کو سلطان مظفر کے امراء میں شامل کیا اور اپنی جاگیر سے چند پر گنے ان کو عنایت کیے۔ اسی سال چنگیز خاں نے شہزادوں کی مدد سے اعتماد خاں پر حملہ کیا اور بغیر جنگ کے قصبہ بردورہ پر قبضہ کر لیا۔

اعتماد خاں کے نام چنگیز خاں کا پیغام

اس کے بعد چنگیز خاں محمود آباد آیا اور یہاں سے اعتماد خاں کو یہ پیغام بھیجا۔ "ساری دنیا اس بات کو اچھی طرح جانتی ہے کہ شکست تھانیسر کا اصل سبب تمہاری بزدلی ہے' اگر تم اپنے لشکر کو میری مدد کے لیے روانہ کرتے تو مجھے ہرگز میدان جنگ سے فرار نہ ہونا پڑتا اور میرے دامن پر بزدلی کا یہ دھبہ کبھی نہ لگتا۔ اب میں بادشاہ کو مبارک باد دینے کے لیے احمد آباد آنا چاہتا ہوں اس دوران میں اگر تم شہر میں موجود ہوئے تو دشمنی پیدا ہونے کا اندیشہ ہے لہٰذا بہتر یہی ہے کہ تم شہر سے باہر چلے جاؤ اور دوسرے امیروں کی طرح اپنی جاگیر میں قیام کرو۔ بادشاہ کی پاسبانی کا کام اب ختم کرو اور اسے آزاد کر دو تاکہ وہ آزادی کے ساتھ ملکی معاملات کا اپنی مرضی کے مطابق انتظام کرے۔"

اعتماد خاں کی تیاری

اعتماد خاں اس پیغام کے پہنچنے سے پہلے ہی اپنا لشکر جمع کر چکا تھا اور جب یہ پیغام پہنچا تو وہ سمجھ گیا کہ چنگیز خاں کا مقصد کیا ہے۔ اعتماد خاں سلطان مظفر شاہ کو مع چتر کے شہر کے باہر لایا اس کے ہمراہ سادات خاں بخاری' اختیار الملک' ملک شرف' الغ خاں' جہاز خاں' سیف الملک اور دوسرے اکابر امراء بھی تھے۔

دشمن سے سامنا اور اعتماد خاں کا فرار

محمود آباد سے چھ کوس کے فاصلے پر موضع کادیری میں دونوں لشکر ایک دوسرے کے سامنے آئے۔ اعتماد خاں نے جونہی چنگیز خاں کے لشکر پر نظر ڈالی اس کا دل دہل گیا۔ چونکہ وہ میرزاؤں کی شجاعت و بہادری کے بہت قصے سن چکا تھا اس لیے چنگیز خاں کے لشکر سے جنگ کرنے کی ہمت نہ ہوئی۔ اس سے پہلے کہ دونوں لشکر ایک دوسرے سے جنگ کرتے اعتماد خاں حواس باختہ ہو کر دونگر پور کی طرف بھاگ گیا۔

سلطان مظفر کی احمد آباد کو واپسی

دوسرے امیروں نے بھی اعتماد خاں کی تقلید کی اور جس کا منہ جس طرف اٹھا ادھر روانہ ہو گیا۔ سادات خاں بخاری نے دندوقہ اور اختیار الملک نے معمور آباد کا رخ کیا الغ خان' جہاز خاں اور دوسرے حبشی امیروں نے سلطان مظفر شاہ کو اپنے ساتھ لیا اور جلد از جلد سفر کی منزلیں طے کرتے ہوئے احمد آباد واپس آئے۔

marfat.com

Marfat.com

چنگیز خاں احمد آباد میں

چنگیز خاں اپنی اس اتفاقی فتح سے بے انتہا خوش ہوا اور اس نے میوہ میں قیام کیا اس کے بعد چنگیز خاں احمد آباد اور اعتماد خاں کے مکان میں فروکش ہوا۔ شیر خاں فولادی کو جب ان حالات کا علم ہوا تو وہ اس وقت قصبہ کری کے نواح میں تھا اس نے وہیں سے چنگیز خاں کو پیغام بھجوایا۔ "تو نے اعتماد خاں کی جاگیر پر قبضہ کر لیا ہے یہ مناسب نہیں ہے کیونکہ یہ جاگیر بادشاہ کے مصارف کے لیے ہے اس پر تیرا تنہا قبضہ نازیبا ہے۔" اس کے بعد شیر خاں فولادی بہت سا لشکر لے کر احمد آباد کی طرف روانہ ہوا۔

چنگیز خاں اور شیر خاں فولادی میں مصالحت

چنگیز خاں نے محسوس کیا کہ موجودہ صورت حال میں شیر خاں فولادی کی دشمنی مول لینا کسی طرح بھی مناسب نہیں ہے اس نے شیر خاں سے مصالحت کر لی۔ فریقین میں طے پایا کہ دریائے سابرمتی کے اسی طرف کا تمام علاقہ شیر خاں کے قبضے میں رہے اس وجہ سے احمد آباد کے کئی دیہاتوں عثمان پور اور خان پور وغیرہ شیر خاں کے قبضے میں آ گئے۔

میراں محمد شاہ کا حملہ گجرات پر

میراں محمد شاہ ولد میراں مبارک شاہ اپنی پہلی فتح کی وجہ سے بہت دلیر ہو چکا تھا۔ اس نے جب یہ دیکھا کہ گجراتی امراء خانہ جنگی میں مبتلا ہیں تو اس نے گجرات کو فتح کرنے کا ارادہ کیا اور اس خیال سے لشکر لے کر روانہ ہوا۔ اس نے احمد آباد تک کسی مقام پر قیام نہ کیا بلکہ بغیر توقف کیے آگے بڑھتا رہا۔

میراں محمد شاہ کی شکست

چنگیز خاں کو جب اس کی اطلاع ملی تو اس نے بھی جنگ کی تیاریاں شروع کیں اور میرزاؤں کو جن کا وہ بہت احترام کرتا تھا اپنے ساتھ لے کر شہر سے باہر آیا۔ فریقین میں جنگ ہوئی میراں محمد شاہ مغلوب ہوا اور اس کا بہت سا سامان چنگیز خاں کے ہاتھ آیا۔ محمد شاہ میدان جنگ سے فرار ہو گیا۔

میرزاؤں کی دل جوئی

اس فتح کا سہرا چونکہ میرزاؤں کے سر رہا تھا۔ اس لیے چنگیز خاں نے ان کی بہت دل جوئی کی اور معمور آباد اور بھروچ کے چند پرگنے ان کی جاگیر میں دیئے اور انہیں ان کی جاگیر کی طرف روانہ کر دیا۔

میرزاؤں کا اقدام

جب یہ میرزا شہزادے اپنی جاگیر میں آئے تو بہت سے اوباش اور فتنہ پرداز ان کے گرد جمع ہو گئے۔ شرف الدین حسین میرزا' جو خواجہ عبداللہ احرار کی اولاد میں سے تھا اور نصیر الدین ہمایوں کا داماد تھا اکبر کا ساتھ چھوڑ کر میرزاؤں سے آ کر مل گیا۔ ان اسباب کی بناء پر میرزاؤں کے اخراجات بہت بڑھ گئے ان کی موجودہ جاگیر ان اخراجات کی متحمل نہ ہو سکی تو میرزاؤں نے چنگیز خاں کی اجازت کے بغیر ہی بہت سے دوسرے پرگنوں پر قبضہ کر لیا۔

چنگیز خاں کی میرزاؤں سے جنگ

چنگیز خاں کو جب میرزاؤں کے اس اقدام کی خبر ہوئی تو اسے بہت برا معلوم ہوا اور اس نے یہ خیال کیا کہ اگر اس وقت میرزاؤں کو روکا نہ گیا تو وہ پھر رفتہ رفتہ بہت زیادہ قوت حاصل کر لیں گے یہ سوچ کر اس نے تین ہزار حبشیوں اور پانچ چھ ہزار گجراتیوں کو میرزاؤں سے جنگ کرنے کے لیے روانہ کیا میرزاؤں نے اس لشکر کا مقابلہ کیا اور غالب آئے انہوں نے چنگیزی لشکر کے بہت سے سپاہیوں کو تلوار

marfat.com

Marfat.com

کے گھاٹ اتارا باقی ماندہ سپاہی بھاگ نکلے۔

گجراتی امیروں سے سلوک

میرزاؤں نے گجراتیوں کے بہت سے سپاہیوں کو گرفتار بھی کیا ان قیدیوں میں سے جو کم سن تھے ان کو تو اپنے پاس ملازم رکھ لیا اور جو پختہ عمر کے تھے ان کی ناک میں تیر پھنسا کر ہاتھوں کو پیچھے کی طرف باندھ کر اور گردن میں مدور لکڑیاں ڈال کر چھوڑ دیا۔

میرزا شہزادے مالوہ و برہان پور میں

میرزاؤں کو اچھی طرح معلوم تھا کہ چنگیز خاں کو جب اپنے سپاہیوں کی حالت معلوم ہو گئی تو وہ خود جنگ کرنے کے لیے آئے گا۔ اس خیال سے وہ برہان پور کی طرف چلے گئے اور اس مملکت میں فتنہ و فساد کا بازار گرم کیا۔ بعد ازاں مالوہ آئے اس ملک میں جو واقعات پیش آئے ان کو مغل بادشاہ اکبر کے حالات میں ضمناً بیان کیا جا چکا ہے۔

سلطان مظفر دونگر پور میں

الغ خاں اور جہاز خاں وغیرہ سلطان مظفر کو لے کر دریائے مہندری کے قصبہ کانبتہ میں مقیم تھے ان کا خیال تھا کہ شاید اعتماد خاں بھی اس طرف آئے یا شیر خاں فولادی اپنے بیٹے کو بھیج کر بادشاہ کو اپنے پاس بلالے لیکن جب انہوں نے یہ دیکھا کہ ان دونوں صورتوں میں سے کوئی ایک بھی عمل میں نہیں آئی تو انہوں نے اس جگہ زیادہ ٹھہرنا مناسب نہ سمجھا اور سلطان مظفر کو لے کر دونگر پور آگئے اور بادشاہ کو اعتماد خاں کے حوالے کر دیا۔

اعتماد خاں سے حبشی امیروں کی ناراضگی

اس واقعے کے کچھ دنوں بعد الغ خاں وغیرہ نے اعتماد خاں سے اپنی فوج کے اخراجات کے لیے روپیہ طلب کیا۔ اعتماد خاں نے اس کے جواب میں کہا۔ "روپیہ تو جاگیر سے ملتا تھا سو اب اس کا سوال ہی نہیں پیدا ہوتا میں تم کو کسی سے قرض لے دیتا لیکن یہاں کوئی ایسا شخص نہیں ہے کہ جس سے قرض مانگا جا سکے اس لیے میں مجبور ہوں۔" یہ جواب پا کر الغ خاں اور دوسرے تمام حبشی آزردہ خاطر ہوئے۔

حبشی امیروں کی احمد آباد کو روانگی

چنگیز خاں کو اس واقعے کا علم ہو گیا اس نے الغ خاں اور دوسرے حبشی امیروں کے نام دوستی اور محبت کے خطوط لکھے اور انہیں اپنے پاس واپس بلا لیا۔ الغ خاں جہاز خاں اور سیف الملک وغیرہ اعتماد خاں کی اجازت کے بغیر ہی معمور آباد کی طرف روانہ ہوئے۔ وہاں پہنچ کر انہوں نے اختیار الملک گجراتی سے ملاقات کی اور پھر اسے ساتھ لے کر احمد آباد کی طرف چل دیئے۔ احمد آباد کے قریب طوف کا کریہ پر پہنچ کر یہ لوگ سلطان محمود کے باغ میں لباس تبدیل کرنے کی غرض سے داخل ہوئے۔

استقبال

چنگیز خاں ان سب لوگوں کے استقبال کے لیے آیا ان لوگوں سے ملاقات کر کے چنگیز خاں نے بہت سی محبت آمیز باتیں کیں اور پھر کہا "یہ حقیقت سب لوگوں پر واضح ہے کہ ہم لوگ سلطان محمود ثانی کے خانہ زاد غلام ہیں اس لحاظ سے ہم سب آپس میں گہرا تعلق رکھتے ہیں اور اگر ہم میں سے کسی ایک کو حکومت مل جائے تو تب بھی اس تعلق میں کوئی نہیں آسکتا۔ ہم لوگوں کو چاہئے کہ جب کبھی ایک دوسرے سے ملنے جائیں تو حاجبان دروازہ ہمارے مانع نہ ہوں۔"

الغ خاں اور جہاز خاں کے قتل کی سازش

اس کے بعد چنگیز خاں ان تمام امیروں کو اپنے ساتھ لے کر شہر میں آیا اور کچھ مکانات خالی کروا کے ان کے سپرد کیے کچھ عرصے بعد

marfat.com

Marfat.com

الغ خاں کو ایک جاسوس نے یہ اطلاع دی۔ "چنگیز خاں تمہارا اور جہاز خاں کا سخت دشمن ہے اس نے یہ طے کیا ہے کہ کل صبح تمہیں اور جہاز خاں کو چوگان بازی کے لیے میدان میں بلا کر عالم بے خبری میں قتل کر ڈالے۔ اگر کل چنگیز خاں تمہیں اپنے ساتھ لے کر چوگان بازی کے لیے کاکریہ کے حوض کی طرف جائے تو کوئی فکر کی بات نہیں کیونکہ اس مقام پر بہت بڑا جنگل ہے اور انسان جس طرف چاہے بچ کر نکل سکتا ہے لیکن اگر وہ تم لوگوں کو لے کر بھدر کے میدان میں گیا تو پھر جان بچانا سخت مشکل ہے کیونکہ یہ میدان قلعے کے اندر واقع ہے۔

چوگان بازی کی دعوت

جاسوس یہ اطلاع دے کر ابھی گیا ہی تھا کہ الغ خاں کے پاس چنگیز خاں کا قاصد آیا اور اس نے کہا "کہ چنگیز خاں نے سلام و دعا کے بعد یہ پیغام دیا ہے کہ میں کل چوگان بازی کے لیے بھدر کے میدان میں جاؤں گا آپ لوگ بھی میرے ساتھ چلیں اور اس مقصد سے صبح سویرے میرے پاس پہنچ جائیں۔"

حبشی امیروں کا مشورہ

یہ دعوت پا کر الغ خاں بہت پریشان ہوا اور اسی وقت سیف الملک کے مکان پر پہنچا جہاز خاں' رشیدی بدر شاہی' محل دار خاں اور خورشید خاں کو بھی وہیں بلا لیا گیا اور ان لوگوں نے اس معاملے پر غور و خوض کرنا شروع کیا بہت سوچ بچار کے بعد ان لوگوں نے یہ طے کیا کہ اس سے پہلے چنگیز خاں وار کرے اسی کو تلوار کے گھاٹ اتار دینا چاہیے۔

چنگیز کے قتل کی سازش

دوسرے روز صبح سویرے الغ خاں اور جہاز خاں اپنے دوستوں کے ہمراہ چنگیز خاں کے دربار میں پہنچے۔ اس وقت چنگیز خاں کے لشکری حاضر نہیں ہوئے تھے حبشیوں نے ایک آدمی بھیج کر چنگیز خاں کو پیغام دیا کہ آپ کے حکم کے مطابق ہم لوگ حاضر ہیں اگر آپ جلد از جلد چوگان بازی کے لیے روانہ ہوں تو اچھا ہے۔ چنگیز خاں اس وقت شراب کے نشے میں دھت تھا اسے کچھ ہوش نہ تھا۔ حبشی امیروں کا پیغام پاتے ہی وہ مکان سے باہر آیا اور اکیلا ہی ان کے ساتھ روانہ ہو گیا۔

چنگیز کا قتل

الغ خاں' چنگیز خاں کی داہنی طرف تھا اور جہاز خاں بائیں طرف دونوں اسی طرح کچھ دیر تک چنگیز خاں کے ساتھ چلتے رہے جب کچھ راستہ طے ہو گیا تو جہاز خاں نے الغ خاں کے اشارے پر تلوار نکالی اور چنگیز خاں پر ایک بھرپور وار کیا۔ چنگیز خاں کا سر اور ایک ہاتھ اسی وقت بدن سے علیحدہ ہو گیا۔

جنگ کی تیاریاں

اس کے بعد دونوں امیر اپنے اپنے مکانوں پر واپس آئے اور جنگ کی تیاریاں کرنے لگے۔ اختیار الملک بھی ان دونوں کی حمایت کے لیے اٹھا چنگیز خاں کا بھانجا رستم خاں اپنے لشکر کے ساتھ شہر کی طرف آ رہا تھا راستے میں جو اسے اپنے ماموں کی لاش ملی تو اس نے لاش کو ایک ہاتھی پر رکھا اور بھروچ کی طرف روانہ ہو گیا۔

حبشی امراء قلعہ ارک میں

شہر کے اوباشوں اور لچوں نے موقعے کو غنیمت سمجھا اور چنگیز خاں کے ملازموں کا مال و اسباب لوٹنے لگے۔ جب اس بات کی تحقیق ہو گئی کہ رستم خاں بھروچ کی طرف چلا گیا ہے تو الغ خاں' جہاز خاں اور دوسرے حبشی امراء قلعہ ارک میں جو بھدر کے نام سے مشہور ہے

marfat.com

داخل ہوئے۔

اعتماد خاں کے نام خط

حبشی امیروں نے اعتماد خاں کے نام ایک خط لکھا اور اسے تمام واقعات سے مطلع کر کے احمد آباد آنے کی دعوت دی اسی روز شیر خاں فولادی کے بیٹے بدر خاں اور محمد خاں بھی مبارک باد دینے کے لیے شہر میں داخل ہوئے۔ انہوں نے تمام امرائے لشکر کو ایک ایک ہاتھی بطور پیشکش کے دیا۔ الغ خاں اور جہاز خاں نے اس روز تمام جاگیریں از سرنو تقسیم کیں اور دوسرے امراء اپنے مکانات کو واپس آئے۔

قلعہ بھدر پر شیر خاں کا قبضہ

دوسرے دن شیر خاں فولادی کو جاسوسوں نے اطلاع دی کہ امراء کے ملازمین میں سے کوئی شخص بھدر کی حفاظت کے لیے موجود نہیں ہے۔ چنگیز خاں کے قتل کے تیسرے روز شیر خاں نے اپنے ایک امیر سادات خاں کو مع تین سو سپاہی قلعہ بھدر کی طرف روانہ کیا۔ سادات خاں نے خان پور کی جانب سے قلعہ کی دیوار کو توڑ کر قبضہ کر لیا۔

سلطان مظفر اور اعتماد خاں احمد پور میں

اس واقعہ کے کچھ دنوں بعد اعتماد خاں سلطان مظفر کو لے کر احمد آباد آگیا چونکہ قلعہ بھدر شیر خاں کے قبضے میں تھا اس لیے اعتماد خاں نے بادشاہ کو فی الحال اپنے گھر ہی میں رکھا اور قلعہ خالی کروانے کی تیاریاں کرنے لگا۔ اس سلسلے میں اس نے شیر خاں کے نام ایک خط لکھا۔ "قلعہ بھدر بادشاہوں کی ملکیت ہے جب بادشاہ یہاں نہ ہوں تو ان کے ملازموں کا یہ فرض ہے کہ وہ قلعے کی حفاظت کریں نہ یہ کہ قبضہ کر کے مالکانہ حقوق جتائیں۔ اب چونکہ سلطان مظفر شاہ شہر میں آگیا ہے اس لیے تم سادات خاں سے کہہ کر قلعہ خالی کروا دو۔"

میرزا شہزادے بھروچ و سورت میں

اعتماد خاں کی بات چونکہ معقول تھی اس لیے شیر خاں نے فوراً قلعہ خالی کروا دیا۔ سلطان مظفر اعتماد خاں کے گھر سے اٹھ آیا اور اپنے محل میں مقیم ہوا۔ اسی اثناء میں مخبروں نے یہ اطلاع دی کہ میرزا شہزادے فرار ہو کر مالوہ سے باہر نکل گئے تھے لیکن جب انہیں چنگیز خاں کے قتل کی خبر ملی تو وہ بہت خوش ہوئے۔ اب ان امیروں نے بھروچ اور سورت کا رخ کیا ہے تاکہ ان علاقوں پر قبضہ کریں۔

گجراتی امراء کے باہمی مشورے

اختیار الملک اور الغ خاں اعتماد خاں کے پاس آئے اور اس سے کہا کہ میرزاؤں نے بھروچ کا رخ کیا ہے اور اس وقت ہمارا کوئی حاکم وہاں موجود نہیں ہے اس لیے ان کا بھروچ پر قابض ہو جانا یقینی ہے۔ اس فتنے کے سدباب کا ایک ہی طریقہ ہے اور وہ یہ کہ ہم لوگ جلد از جلد بھروچ پہنچ جائیں اور میرزاؤں کو جلد وہاں سے نکال باہر کریں ورنہ اگر انہوں نے ایک بار بھروچ پر قبضہ کر لیا تو پھر وہاں سے نکالنے کے لیے بڑی محنت کرنی پڑے گی۔"

بھروچ کی روانگی کا مسئلہ

اعتماد خاں نے ایک قاصد شیر خاں کے پاس بھیجا اور اس سے اس معاملے میں مشورہ طلب کیا۔ شیر خاں نے کہا "میرے خیال میں صورت حال پر قابو پانے کا بہترین ذریعہ یہی ہے کہ بھروچ کا سفر اختیار کیا جائے۔ اس کے بعد امراء نے آپس میں مزید بات چیت کر کے روانگی کا فیصلہ کر لیا۔

لشکر کی تنظیم

یہ قرار پایا کہ فوج کو تین حصوں میں تقسیم کیا جائے ایک حصہ تو الغ خاں اور دوسرے حبشی امیروں کے لشکر پر مشتمل ہو اور یہ حصہ

marfat.com

Marfat.com

سب سے پہلے روانہ ہو۔ دوسرا حصہ اعتماد خاں' اختیار الملک اور دوسرے امیروں کے لشکر پر مشتمل ہو اور تیسرا حصہ شیر خاں اور دیگر امراء پر مشتمل ہو۔ جب پہلا حصہ روانہ ہو جائے تو ایک منزل کے فاصلے سے دوسرا حصہ روانہ ہو اور اس کے بعد اسی قدر فاصلے سے تیسرا حصہ روانہ ہو۔

حبشی امراء کی روانگی

ان معاملات کے طے ہونے کے بعد حبشی امراء الغ خاں' سیف الملک اور جہاز خاں وغیرہ روانہ ہو گئے اور سفر کی منزلیں طے کرتے ہوئے محمود آباد جا پہنچے۔ قرارداد کے مطابق اعتماد خاں بھی اپنے لشکر کو لے کر شہر سے باہر نکلا لیکن کچھ دور جا کر اس کی نیت بدل گئی اور اس نے آگے بڑھنے کا ارادہ ترک کر دیا۔

اعتماد خاں کی ناشائستہ حرکت

الغ خاں اور اس کے ساتھیوں کو جب اعتماد خاں کی اس ناشائستہ حرکت کا علم ہوا تو وہ بہت افسوس کرنے لگے۔ انہوں نے آپس میں یہ طے کیا کہ ہم نے تو اعتماد خاں کے ساتھ ہر طرح بھلائی کی ہے لیکن اس نے ہمیں دھوکہ دیا ہے۔ ہم نے تو چنگیز خاں جیسے شخص کو جو اس کا بہت بڑا دشمن تھا تلوار کے گھاٹ اتارا ہے لیکن وہ ہمیں کو فریب دیتا ہے لہٰذا اب اس کی سزا یہی ہے کہ ہم اس کی جاگیر پر قبضہ کر کے اس کے پرگنوں کو آپس میں تقسیم کریں۔

جیناتیر' بندر سورت اور بھروچ وغیرہ پر میرزاؤں کا قبضہ

اس کے بعد حبشی امیروں نے پرگنے کنبایت اور جلاد وغیرہ پر قبضہ کر لیا اس صورت حال سے میرزاؤں نے فائدہ اٹھایا اور انہوں نے قلعہ جیناتیر' بندر سورت اور دیگر مقامات پر قبضہ کر لیا۔ رستم خاں قلعہ بیروج میں محصور ہو گیا اور اس نے میرزاؤں سے جنگ کی لیکن آخر کار پریشان ہو کر امان طلب کی اور اس طرح قلعہ بھروچ پر بھی میرزاؤں کا قبضہ ہو گیا۔

الغ خاں اور جہاز خاں میں مخالفت

گجرات کے باشندے پریشان حال ہو کر شہر سے نکلے اور الغ خاں سے مل گئے۔ الغ خاں نے جہاز خاں سے کہا چونکہ لشکر شہر سے باہر آ گئے اور ہم سے مل گئے ہیں اس لیے بہتر یہی ہے کہ اعتماد خاں کی جاگیر میں سے ایک پرگنہ ان کے حوالے بھی کر دینا چاہیے۔ جہاز خاں نے اس کے جواب میں کہا "جو علاقہ تم ان لوگوں کو دینا چاہیے وہ میرے حوالے کر دو اور جو توقع تم ان سے رکھتے ہو وہ میں پوری کر دوں گا۔" اس وجہ سے الغ خاں اور جہاز خاں میں مخالفت پیدا ہو گئی۔

شیر خاں کی قوت میں اضافہ

اعتماد خاں نے موقع سے فائدہ اٹھایا اور جہاز خاں کو سبز باغ دکھا کر اپنے پاس بلا لیا۔ اس صورت حال سے حبشیوں کی قوت منتشر ہو گئی۔ الغ خاں حبشی اور سادات خاں بخاری شیر خاں فولادی سے' اس طرح شیر خاں فولادی کی قوت میں خاطر خواہ اضافہ ہو گیا۔

سلطان مظفر کا فرار

سلطان مظفر سخت پریشان تھا اس کی سمجھ میں نہ آتا تھا کہ کیا کرے۔ ایک دن اس نے موقع پا کر بھاگ نکلنے کی ٹھانی اور مغرب کے وقت سے ذرا پہلے کھڑکی کے راستے سے اپنی قیام گاہ سے باہر نکل کر عنایت پور میں جو قصبہ سرکیج میں واقع ہے جا پہنچا۔ وہ سیدھا الغ خاں کے مکان پر گیا لیکن الغ خاں نے ملاقات سے انکار کر دیا۔

marfat.com
Marfat.com

الغ خاں کا رویہ

الغ خاں' شیر خاں کے پاس گیا اور اسے بتایا سلطان مظفر مجھے پہلے سے اطلاع دیئے بغیر میرے مکان پر آیا ہے' لیکن میں نے اس سے ملنے سے انکار کر دیا ہے۔ شیر خاں فولادی نے الغ خاں کو سمجھایا اور کہا "سلطان مظفر تمہارا مہمان ہے اس لیے اس کی خدمت کرنا تمہارا فرض ہے لہٰذا تم واپس جاؤ اور اس کی خاطر و مدارت کرو۔"

مغلوں کی طلبی

دوسرے روز شیر خاں فولادی کے نام اعتماد خاں کا ایک خط آیا جس کا مضمون یہ تھا۔ "سلطان مظفر سلطان محمود کا بیٹا نہیں ہے اس لیے میں نے اسے ملک سے باہر نکال دیا ہے اور مغلوں کو گجرات میں آنے کی دعوت دی ہے تاکہ ملک ان کے حوالے کر دیا جائے۔

سید حامد کا بیان

شیر خاں فولادی نے یہ خط پڑھا اور اسی وقت سید حامد کے گھر پہنچا اور اس سے پوچھا کہ جس روز سلطان مظفر کی تخت نشینی کی رسم عمل میں آئی تھی اس روز اعتماد خاں نے امراء کی جماعت کے سامنے سلطان مظفر کے بارے میں کیا کہا تھا سید حامد اور دوسرے سادات نے جواب دیا۔ "اعتماد خاں نے قرآن مجید پر ہاتھ رکھ کر کہا تھا کہ یہ لڑکا سلطان محمود کا بیٹا ہے" لہٰذا اب وہ جو کچھ کہتا ہے وہ محض بربنائے عداوت ہے۔

شیر خاں اور سلطان مظفر میں ملاقات

سید حامد کے مکان سے اٹھ کر شیر خاں فولادی' الغ خاں کی قیام گاہ پر گیا اور سلطان مظفر سے ملاقات۔ وہ کمان اپنے ہاتھ میں لے کر جس طرح ملازم اپنے آقا کے سامنے جاتا ہے۔ سلطان مظفر سے ملا اور اسے الغ خاں کے گھر سے لے کر اپنے گھر میں آگیا اور اس کی خدمت گزاری میں معروف ہو گیا۔

مغلوں کی آمد اور حبشیوں سے لڑائی

اعتماد خاں نے مغلوں کو حدود بھروچ سے بلا لیا۔ مغل امراء پانچ چھ ہزار سواروں کے ساتھ احمد آباد میں پہنچے اعتماد خاں نے مغلوں کو سیف الملک کے لشکر کے ہمراہ حبشیوں سے لڑنے کے لیے روانہ کرنا شروع کر دیا اس کاروائی سے رفتہ رفتہ حالات بگڑنے شروع ہو گئے اور فیصلہ کن امر ظہور میں نہ آیا۔

بادشاہ اکبر کے نام اعتماد خاں کا خط

اعتماد خاں نے جب یہ دیکھا کہ اس طریقے سے مقصد حل نہیں ہوتا تو اس نے جلال الدین اکبر کو ایک خط لکھا اور اسے گجرات پر قبضہ کرنے کے لیے اکسایا۔ اس زمانے میں یعنی ۹۸۰ھ میں اکبر ناگور میں تھا اور اس نے پیر محمد خاں عرف خاں کلاں کو بڑے بڑے امیروں کے ساتھ سروہی کی فتح کے لیے بھیجا ہوا تھا۔ جب پیر محمد خاں سروہی کے راجہ کے قاصد کے ہاتھوں زخمی ہو گیا تو اکبر بذات خود لشکر گاہ میں پہنچا اس وقت اکبر کو اعتماد خاں کا خط ملا۔

بادشاہ اکبر کا عزم گجرات

اکبر ناگور سے گجرات کی طرف روانہ ہوا (اس سلسلے کے تمام واقعات اکبر کے حالات میں بہ تفصیل بیان کیے جا چکے ہیں) جب اکبری فوج پٹن گجرات میں پہنچی تو شیر خاں فولادی جو احمد آباد کا محاصرہ کیے ہوئے تھا' بدحواس ہو کر ایک طرف بھاگ گیا۔ ابراہیم حسین میرزا اور اس کے بھائی برودرہ اور بھروچ کی طرف چلے گئے اعتماد خاں' میرزا ابو تراب شیرازی' الغ خاں حبشی' جہاز خاں اور اختیار الملک احرام

marfat.com
Marfat.com

باندھ کر اکبر کی خدمت میں حاضر ہوئے اور مغل بادشاہ کے بہی خواہوں کی جماعت میں شامل ہو گئے۔

سلطان مظفر بادشاہ اکبر کی خدمت میں

سلطان مظفر نے بھی موقع کی نزاکت کو بھانپ لیا اور شیر خاں فولادی کا ساتھ چھوڑ کر اکبر بادشاہ کی خدمت میں ہو گیا' اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ شاہان گجرات کے عہد حکومت کا خاتمہ ہو گیا اور گجرات اکبر کے ممالک محروسہ میں شامل ہو گیا۔ یہ واقعہ ۱۴ رجب ۹۸۱ھ کا ہے۔

بندر سورت پر بادشاہ اکبر کا قبضہ

انہیں دنوں اکبر بادشاہ نے بندر سورت کے قلعے کو بھی محمد حسین میرزا کے آدمیوں کے قبضے سے نکال کر اپنی مملکت میں شامل کر لیا۔ واپسی پر جب اکبر بھروچ میں آیا تو وہاں چنگیز خاں کی والدہ روتی ہوئی بادشاہ کی خدمت میں حاضر ہوئی اور کہا کہ "میرے بیٹے چنگیز خاں کو جھاز خاں نے بغیر کسی قصور کے قتل کیا ہے لہٰذا اس معاملے میں انصاف کیا جائے۔

سلطان مظفر آگرہ اور بنگالہ میں

جھاز خاں اکبر کے ساتھ تھا بادشاہ نے اس پر حکم قصاص صادر فرمایا اور سلطان مظفر کو اپنے ساتھ لے کر آگرہ چلا آیا۔ ان دنوں منعم خاں بنگالہ کی طرف جا رہا تھا اکبر نے سلطان مظفر کو اس کے حوالے کر دیا اور اس طرح منعم خاں سلطان مظفر کو اپنے ساتھ بنگالہ لے گیا۔ وہاں اس نے اپنی بیٹی شہزادی خانم کی شادی مظفر کے ساتھ کر دی۔

سلطان مظفر دوبارہ گجرات میں

کچھ دنوں بعد منعم خاں' سلطان مظفر سے بدگمان ہو گیا اور اسے نظر بند کر دیا۔ ایک روز سلطان مظفر موقع پا کر قید خانے سے بھاگ نکلا اور کسی نہ کسی طرح ۹۸۱ھ میں گجرات پہنچ گیا۔

سلطان مظفر کی حکومت گجرات میں

یہاں پہنچ کر سلطان مظفر نے ایک بہت بڑا لشکر فراہم کیا اور گجرات کے حاکم قطب الدین خاں سے جنگ کر کے اسے قتل کیا۔ اس طرح سلطان مظفر نے نو سال کے بعد گجرات میں دوبارہ اپنی حکومت قائم کی اور اپنے نام کا خطبہ و سکہ جاری کیا۔

گجرات پر (دوبارہ) اکبر بادشاہ کا قبضہ

کچھ دنوں تک سلطان مظفر امن و اطمینان سے حکومت کرتا رہا لیکن یہ امن زیادہ دیر تک اس کی قسمت میں نہ رہا۔ ۹۹۱ھ میں اکبر بادشاہ بیرم خاں کے بیٹے عبدالرحیم کو گجرات روانہ کیا۔ سلطان مظفر کو جب اس کی آمد کی اطلاع ہوئی تو وہ جوناگڑھ کی طرف بھاگ گیا۔ اس واقعہ کے بعد گجرات پر اکبر کا دوبارہ قبضہ ہو گیا اور جب تک کہ یہ بلند مرتبت بادشاہ حکمران رہا انہی کی عمل داری میں رہا۔
سلطان مظفر نے تخت نشینی سے لے کر معزول حکومت تک سترہ سال اور چند ماہ تک حکومت کی۔

marfat.com

Marfat.com

شاہان مالوہ و مندو

marfat.com

Marfat.com

دلاور خاں غوری

مالوہ کی عظمت

قارئین کرام اس حقیقت سے بخوبی واقف ہیں کہ مالوہ ایک وسیع سلطنت ہے اور اس پر بڑے بڑے ذی شان فرماں رواؤں نے فرماں روائی کی ہے' بڑے بڑے راجہ مثلاً بکرما جیت اور راجہ بھوج وغیرہ جو ہندوستان کی تاریخ میں اہم مقام رکھتے ہیں مالوہ ہی کے حاکم تھے۔

دلاور خاں غوری کی خودمختاری

سلطان محمود غزنوی کی مبارک کوششوں سے ہندوستان میں مذہب اسلام کی اشاعت و ترویج کو فروغ ہوا اور سلاطین دہلی نے سلطان محمد بن فیروز شاہ تک مالوہ پر حکومت کی۔ سلطان محمد فیروز شاہ کے قتل کے بعد دلاور خاں غوری جس کا اصلی نام حسین تھا مالوہ کی حکومت پر فائز ہوا اور رفتہ رفتہ یہاں کا مستقل بادشاہ بن گیا۔

شاہان مالوہ

دلاور خاں غوری کی خودمختاری کے بعد مالوہ کی سلطنت دہلی کی حکومت کی اطاعت سے آزاد ہو گئی۔ مالوہ پر اس خودمختاری کے بعد یکے بعد دیگرے گیارہ بادشاہوں نے حکومت کی ان کے علاوہ کچھ عرصے کے لیے نصیرالدین ہمایوں اور سلطان بہادر نے بھی اس مملکت کو اپنے قبضے میں رکھا۔

محمد شاہی امراء

کہا جاتا ہے کہ محمد شاہ بن فیروز شاہ نے اپنی تخت نشینی کے بعد اپنے امیروں پر بے حد نوازشات کیں جنہوں نے آوارہ گردی کے زمانے میں بادشاہ کا ساتھ دیا تھا۔ محمد شاہ نے خواجہ سرور کو خواجہ جہاں کا خطاب دے کر وزیر کل بنایا۔ گجرات' ملتان اور مالوہ کی حکومتیں بالترتیب ظفرخاں بن وجیہہ الملک' خضرخاں اور دلاور خاں کے سپرد کیں۔ یہ چاروں امیر بعد کو بادشاہی کے مرتبے تک پہنچے۔

دلاور کی مستعدی

دلاور خاں غوری نے دھار میں قیام کیا اور اپنی فہم و فراست اور انتظامی صلاحیتوں سے مالوہ کا معقول اور مناسب انتظام کیا اس علاقے کو ہر قسم کے فتنہ و فساد سے پاک کر کے غیروں کو یہاں سے باہر نکال دیا۔ دلاور خاں شادی آباد مندو کو اپنا دارالحکومت بنانا چاہتا تھا اس غرض سے وہ کبھی کبھار اس شہر میں جاتا رہتا تھا اور تعمیرات کی نگرانی کر کے واپس دھار آ جاتا تھا۔

سلطان محمود مالوہ میں

۸۰۱ھ میں امیر تیمور کے خوف سے دہلی کا بادشاہ سلطان محمود بھاگ کر گجرات آیا۔ والی گجرات سلطان مظفر نے سلطان محمود کے ساتھ کچھ اچھا سلوک نہ کیا اس لیے وہ کبیدہ خاطر ہو کر دھار کی طرف روانہ ہوا۔ دلاور کو جب اس کا پتہ چلا تو اس نے اپنے امیروں کو سلطان محمود کے استقبال کے لیے روانہ کیا۔

استقبال

دلاور خاں کے امیروں نے بڑے شاہانہ طریقے سے سلطان محمود کی آؤ بھگت کی اور جب یہ فرماں روا دھار سے آٹھ کوس کے فاصلے پر پہنچا تو دلاور خاں خود بھی اس کے استقبال کے لیے گیا۔ دلاور خاں کا بیٹا ہوشنگ اپنے باپ کے اس اقدام سے ناراض ہوا اور مالوہ کے لشکر

marfat.com
Marfat.com

کا ایک بڑا حصہ اپنے ساتھ لے کر شادی آباد مندو چلا گیا۔

عزت اور احترام

دلاور خاں نے بڑی اچھی طرح سلطان محمود بادشاہ دہلی کا استقبال کیا اور اسے بڑے اعزاز و احترام کے ساتھ شہر میں لایا۔ دلاور خاں کے پاس جس قدر نقدی اور جواہرات تھے وہ سب اس نے سلطان محمود کی خدمت میں پیش کر دیے۔ اور کہا "میں آپ کا غلام ہوں اور تمام اہل حرم آپ کی کنیز ہیں۔" سلطان محمود نے دلاور خاں کے حق میں دعائے خیر کی اور نقدی اور جواہرات میں سے اپنی ضرورت کے مطابق رکھ کر باقی سب کچھ دلاور خاں کو واپس کر دیا۔

سلطان محمود کی واپسی

۸۰۴ھ میں سلطان محمود' دلاور خاں سے علیحدہ ہوا اور دہلی کے امیروں کی درخواست پر دہلی کی طرف متوجہ ہوا۔ ہوشنگ کو جب یہ پتہ چلا کہ سلطان محمود دھار سے چلا گیا ہے تو وہ اپنے باپ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ ہوشنگ نے تین سال کے عرصے میں مندو میں ایک عظیم الشان قلعہ تعمیر کروایا۔ یہ قلعہ چونے اور پتھر سے تعمیر کیا گیا تھا اور بہت زیادہ مستحکم تھا۔ شہر مندو کے بارے میں تفصیلات آئندہ سطور میں لکھی جائیں گی۔

دلاور خاں کا اعلان بادشاہت

سلطان ناصر الدین کے انتقال کے بعد دہلی کی سلطنت میں سخت انتشار پھیلا۔ دلاور خاں نے مالوہ میں اپنی مستقل حکومت قائم کر لی' اپنے نام کا خطبہ جاری کیا اور چتر اور سراپردہ سرخ تیار کروایا۔

دلاور کا خاندان

کہا جاتا ہے کہ دلاور کے بزرگوں میں سے ایک شخص غور سے دہلی میں آیا اور شاہی ملازمت حاصل کر کے نام پیدا کیا۔ اس شخص کا بیٹا ترقی کرتے کرتے امارت کے درجے تک پہنچا اور اس کا پوتا دلاور خاں فیروز شاہ کے عہد حکومت میں مقتدر امیر ہوا۔

دلاور کا انتقال

دلاور خاں نے کئی سال تک بڑے تزک و احتشام سے حکومت کی۔ ۸۰۸ھ میں اس نے داعی اجل کو لبیک کہا۔ دلاور کی مدت حکومت بیس سال ہے اور اس میں اس کی بادشاہت کے چار سال بھی شامل ہیں۔ بعض تاریخی کتابوں میں یہ لکھا ہے کہ دلاور کی ہلاکت زہر سے ہوئی' اس کا الزام اس کے بیٹے ہوشنگ کو دیا جاتا ہے۔

marfat.com

Marfat.com

سلطان ہوشنگ بن دلاور خاں غوری

مظفر گجراتی کی مالوہ پر لشکر کشی

دلاور خاں کے بعد اس کا بیٹا الپ خاں سلطان ہوشنگ کے لقب سے تخت پر بیٹھا اور تمام امیروں اور اراکین سلطنت نے اس کی بیعت کی اور اطاعت گزاری کا وعدہ کیا۔ ہوشنگ کو عنان حکومت ہاتھ میں لیے ہوئے ابھی کچھ زیادہ دیر نہ ہوئی تھی کہ اس کے مخبروں نے اسے اطلاع دی کہ شاہ مظفر گجراتی اپنا لشکر لے کر حدود مالوہ کی طرف بڑھ رہا ہے۔ اس کا سبب یہ تھا کہ سلطان مظفر گجراتی اور دلاور خاں غوری میں بہترین دوستانہ مراسم تھے اور دونوں ایک دوسرے کو بھائی کہتے تھے مظفر گجراتی کو جب یہ معلوم ہوا کہ ہوشنگ نے اپنے باپ کو زہر دے کر حکومت اپنے قبضے میں کر لی ہے تو اس نے مالوہ پر لشکر کشی کی ٹھان لی تاکہ ہوشنگ کو اس کے جرم کی سزا دے سکے۔

معرکہ آرائی

یہ اطلاع پاتے ہی ہوشنگ نے اپنا لشکر تیار کیا اور سلطان گجراتی کا مقابلہ کرنے کے لیے قلعہ دھار سے باہر نکلا۔ ۸۱۰ھ میں گجراتی اور مالوی حکمران ایک دوسرے کے سامنے آئے اور زبردست جنگ ہوئی۔ دونوں لشکروں نے بڑی بہادری کا مظاہرہ کیا سلطان مظفر زخمی ہوا اور ہوشنگ لڑتے لڑتے اپنے گھوڑے سے نیچے گر پڑا۔ اس کے باوجود بھی جنگ ہوتی رہی آخر کار سلطان مظفر کی خوش قسمتی کام آئی اور اسے کامیابی نصیب ہوئی۔ سلطان ہوشنگ شکست کھا کر قلعہ دھار میں پناہ گزیں ہو گیا۔

سلطان ہوشنگ کی گرفتاری

سلطان ہوشنگ نے جب یہ دیکھا کہ اب سلطان مظفر کے ہاتھوں بچ نکلنے کا کوئی ذریعہ نہیں رہا تو اس نے امان طلب کی اور مظفر کی خدمت میں حاضر ہو گیا۔ مظفر نے ہوشنگ کو مع اس کے امیروں کے قید کر لیا اور اپنے موکلوں کے حوالے کر دیا اس کے بعد سلطان مظفر نے اپنے بھائی خان اعظم نصرت خاں کو ایک زبردست لشکر کے ساتھ قلعہ دھار کی حفاظت پر متعین کیا اور خود واپس گجرات آیا۔

نصرت خاں کی دھار سے بے دخلی

نصرت خاں ایک ناتجربہ کار انسان تھا اس نے پہلے ہی سال رعایا سے بڑا بھاری محصول طلب کیا رعایا میں اتنی استطاعت نہ تھی کہ وہ اتنا محصول ادا کرتی۔ لوگوں نے ادائیگی میں تاخیر کی تو نصرت خاں طرح طرح کی سختیاں کرنے لگا۔ لوگوں میں بددلی کی عام فضا پائی گئی۔ مالوے کا لشکر بھی خاموش نہ رہ سکا' سپاہیوں نے جب دیکھا کہ سلطان مظفر گجرات چلا گیا ہے تو انہوں نے نصرت خاں کو دھار سے نکال دیا۔

نصرت خاں قلعہ مندو میں

نصرت خاں مالوہ کے نواحی علاقے میں ٹھہرا رہا۔ مالوی لشکر نے اس کا تعاقب کیا اور اس کے ساتھیوں کو سخت نقصان پہنچایا۔ سلطان مظفر کے خوف سے نصرت خاں کی یہ ہمت تو نہ ہوئی کہ وہ گجرات واپس آ جاتا البتہ اس نے شادی آباد مندو کی راہ لی اور وہاں کے قلعے میں جو اپنے استحکام کی وجہ سے بہت مشہور تھا مقیم ہوا۔

ہوشنگ کا عریضہ مظفر گجراتی کے نام

اس کے بعد مالوہ کی رعایا نے سلطان ہوشنگ کے چچازاد بھائی موسیٰ خاں کو اپنا حکمران بنانے کے لیے چنا۔ ہوشنگ کو جب اس کی اطلاع ہوئی تو اس نے سلطان مظفر گجراتی کے نام اس مضمون کا ایک خط لکھا۔ "جناب والا! میرے باپ کے برابر ہیں اور میں آپ کی بے انتہا

marfat.com
Marfat.com

عزت کرتا ہوں میرے متعلق فتنہ پردازوں نے آپ سے جو کچھ کہا ہے وہ بالکل غلط ہے میں نے سنا ہے کہ ان دنوں مالوہ کے امیر' خان اعظم کے ساتھ گستاخی کے ساتھ پیش آئے ہیں اور اس سے ناروا سلوک کیا ہے نیز اہل مالوہ نے موسیٰ خاں کو اپنا سردار منتخب کر لیا ہے اور وہ اس ملک پر قابض ہو گیا ہے۔ اگر حضور مجھے رہا کر دیں تو ممکن ہے میں دوبارہ مالوہ پر قابض ہو جاؤں۔"

ہوشنگ کی رہائی

ایک سال بعد سلطان مظفر نے ہوشنگ کو رہا کر دیا اور اس سے عہد لے کر ۸۲۱ھ میں احمد شاہ کو اس کی مدد کے لیے روانہ کیا۔ احمد شاہ نے دھار اور اس کے نواحی علاقوں کو باغی امیروں کے قبضے سے نکال کر ہوشنگ کے سپرد کر دیا اور خود واپس گجرات آ گیا۔

امرائے مندو کی طلبی

سلطان ہوشنگ نے کچھ دنوں دھار میں قیام کیا۔ خاصہ خیل کے تمام سپاہی بادشاہ کے گرد جمع ہو گئے اور اس نے شادی آباد مندو کے امیروں کے پاس اپنا ایک قاصد بھیج کر اپنے پاس بلایا۔ تمام امیر بادشاہ کے اس اقدام سے خوش ہوئے مگر وہ بادشاہ کی خدمت میں حاضر نہ ہو سکے کیونکہ ان کے تمام بال بچے قلعے ہی میں تھے انہیں چھوڑ کر بادشاہ کے پاس جانا کچھ مناسب نہ تھا۔

جنگ

سلطان ہوشنگ نے امراء کے نہ آنے کو بغاوت و سرکشی کے مترادف سمجھا۔ ہوشنگ نے اپنا لشکر تیار کیا اور دھار سے قصبہ مہر میں آیا اور جنگ کرنی شروع کی۔ ہوشنگ کے سپاہی روزانہ زخمی ہوتے لیکن کوئی خاص نتیجہ برآمد نہ ہوتا آخرکار اس نے یہی طے کیا کہ یہاں سے فوراً ہی چلا جانا چاہیے اور اپنی مملکت میں ٹھہرنے کا بندوبست کیا جائے۔

ملک خضر اور ملک مغیث کا مشورہ

ہوشنگ نے اپنے امیروں کو قصبوں اور پرگنوں پر قبضہ کرنے کے لیے روانہ کیا اسی دوران میں ہوشنگ کے پھوپھی زاد بھائی ملک مغیث نے ملک خضر عرف میاں خان سے یہ کہا کہ "اگر موسیٰ خاں ایک نیک سیرت جوان ہے اور میرا چچازاد بھائی ہے لیکن سلطان ہوشنگ اس کے مقابلے میں حکمرانی کے لیے کہیں بہتر ہے۔ ہوشنگ نہ صرف یہ کہ عقل مند اور بہادر ہے بلکہ وہ سلطنت کا حقیقی وارث بھی ہے نیز اس کی پرورش و تربیت میری ماں کی آغوش میں ہوئی ہے اس لیے میں یہ چاہتا ہوں کہ حکومت جو کہ اس کا حق ہے اس کو سونپ دی جائے۔" ملک خضر نے مغیث کی تائید کی اور اسی رات یہ دونوں امیر قلعے سے نیچے اترے اور ہوشنگ سے جا کر مل گئے۔

قلعہ مندو پر قبضہ

سلطان ہوشنگ نے ملک مغیث سے وعدہ کیا کہ وہ اسے اپنا نائب بنائے گا اس وعدہ سے ملک مغیث بہت خوش ہوا۔ موسیٰ خاں کو جب ان امور کی اطلاع ہوئی تو وہ بہت پریشان ہوا اس کے خوابوں کے تمام شیش محل چکنا چور ہو گئے۔ اس نے یہ اچھی طرح جان لیا کہ اب عنان اقتدار کو ہاتھ میں لینا ناممکن ہے تو وہ قلعہ خالی کر کے باہر چلا گیا۔

ملک مغیث کی عزت افزائی

اس کے بعد ہوشنگ نے قلعہ مندو پر قبضہ کر لیا وہ قلعے میں داخل ہوا اور دارالامارت میں قیام پذیر ہوا۔ ہوشنگ نے اپنا وعدہ پورا کیا اور ملک مغیث کو "ملک شرف" کا خطاب دے کر وزارت کے عہدے پر فائز کیا اور تمام امور میں اس کو اپنا نائب اور قائم مقام بنایا۔

گجرات میں مظفر شاہ کے بیٹوں کا ہنگامہ

۸۱۰ھ میں سلطان مظفر کا انتقال ہوا اور حکومت احمد شاہ بن محمد شاہ بن مظفر شاہ کے ہاتھ آئی۔ مظفر شاہ کے بیٹوں فیروز خاں' ہیبت خاں

marfat.com

Marfat.com

نے بھروچ میں فتنہ و فساد کا بازار گرم کیا اور سلطان ہوشنگ سے مدد کی درخواست کی۔ ہوشنگ نے مظفر شاہ مرحوم اور احمد شاہ کے تمام احسانات کو بالائے طاق رکھا اور ملک گجرات میں داخل ہو کر بدامنی پھیلانے کا ارادہ کیا۔ سلطان احمد شاہ کو جب اس کی اطلاع ہوئی تو وہ ایک زبردست لشکر لے کر بھروچ میں آیا۔

قلعہ بھروچ کا محاصرہ

سلطان احمد شاہ نے قلعہ بھروچ کا محاصرہ کر لیا۔ فیروز خاں اور ہیبت خاں کے پاس احمد شاہ کے مقابلے کے لیے فوج بہت کم تھی اس لیے وہ دونوں بہت پریشان ہوئے آخر کار انہوں نے امان طلب کی اور احمد شاہ سے مل گئے۔ سلطان ہوشنگ کو جب اس کا علم ہوا تو وہ راستے ہی سے واپس آ گیا۔ اس سلسلے میں سلطان ہوشنگ نے جو کچھ کیا وہ اس کی ایک بڑی غلطی تھی اس کے بعد اس نے ایک اور غلطی کی جس کی تفصیل یہ ہے۔

راجہ مالوہ کی مدد

۸۲۲ھ میں سلطان ہوشنگ کو یہ معلوم ہوا کہ سلطان احمد شاہ گجراتی نے راجہ جالوارہ پر لشکر کشی کی ہے راجہ نے سلطان ہوشنگ کو مدد کے لیے لکھا۔ ہوشنگ نے تمام قدیم واقعات کو فراموش کر کے لشکر تیار کیا اور راجہ کی مدد کے لیے گجرات کی طرف روانہ ہو گیا اور گجراتی علاقے کو بہت نقصان پہنچایا۔

ہوشنگ کی واپسی

سلطان احمد شاہ کو جب اس کی اطلاع ملی تو وہ سلطان ہوشنگ کی مدافعت کے لیے کمربستہ ہوا۔ اس سے پہلے کہ ہوشنگ راجہ جالوارہ کی مدد کرتا سلطان احمد شاہ اس کے (ہوشنگ کے) سر پر پہنچ گیا اور ہوشنگ پریشان ہو کر اپنے ملک کی طرف بھاگ گیا۔

نصیر خاں کی مدد

انہیں دنوں نصیر خاں فاروقی نے قلعہ تھالیز کو اپنے قبضے میں کرنا چاہا یہ قلعہ اس کے چھوٹے بھائی ملک افتخار کی تحویل میں تھا جو اسے اس کے باپ نے دیا تھا۔ نصیر خاں فاروقی نے سلطان ہوشنگ سے مدد کی درخواست کی۔ ہوشنگ نے اس کی درخواست قبول کی اور اپنے بیٹے غزنین خاں کو پندرہ ہزار سواروں کے لشکر کے ساتھ نصیر خاں کی مدد کے لیے روانہ کر دیا۔ نصیر خاں غزنین خاں کی مدد سے قلعہ کالیز پر قبضہ کر لیا اور سلطان پور کے نواح میں چلا آیا۔

زمینداران گجرات کی عرض داشتیں

سلطان احمد شاہ گجراتی نے نصیر خاں کی سرزنش کا ارادہ کیا اور اس مقصد سے روانہ ہوا۔ گجرات کے زمینداروں خاص طور پر راجہ جالوارہ، راجہ محمد آباد جینانیر، راجہ نادوت اور ایدر نے موقع پا کر سلطان ہوشنگ کی خدمت میں عرض داشتیں روانہ کیں جن کا مضمون یہ تھا۔ "اگرچہ پہلی مرتبہ آپ کی خدمت گزاری میں کوتاہی ہوئی لیکن اس بار ہم آپ کی جاں نثاری میں کوئی دقیقہ نہ اٹھا رکھیں گے۔ اگر آپ گجرات پر لشکر کشی کریں تو یہ امر موقع و محل کے لحاظ سے انتہائی مناسب ہو گا۔ اگر آپ فرمائیں تو ہم چند آدمی راستے دکھانے کے لیے آپ کی خدمت میں بھیج دیں جو آپ کو ایسے راستے سے گجرات لے جائیں کہ جب تک آپ کا لشکر گجرات میں پہنچ نہ جائے سلطان احمد شاہ کو بالکل اس کا علم نہ ہو۔"

ہوشنگ کا عزم گجرات

یہ خطوط پا کر سلطان ہوشنگ نے لشکر تیار کرنا شروع کر دیا اور ۸۲۱ھ میں مہراسہ کے راستے سے گجرات کی طرف روانہ ہوا۔ اتفاق سے

marfat.com

Marfat.com

انہیں دنوں سلطان احمد شاہ سلطان پور ندربار کے نواحی میں آیا ہوا تھا۔ غزنین خاں مالوہ کی طرف بھاگ گیا اور نصیر خاں آسیر چلا گیا۔

سلطان احمد مہراسہ میں

سلطان احمد شاہ کو جب یہ معلوم ہوا کہ سلطان ہوشنگ مہراسہ میں آگیا ہے تو اس نے ہوشنگ کی مدافعت کو تمام امور پر مقدم سمجھا اور جلد از جلد سفر کی منزلیں طے کرتا ہوا مہراسہ پہنچا۔ مخبروں نے ہوشنگ کو سلطان احمد کی آمد کی اطلاع دی ہوشنگ بہت پریشان ہوا اور اس نے ان تمام زمینداروں کو جنہوں نے اسے عرض داشتیں لکھ کر بلایا تھا اپنے حضور طلب کیا۔

ہوشنگ کی واپسی

سلطان ہوشنگ کو معلوم ہو گیا کہ اسے بلانے میں زمینداروں کی بدنیتی کارفرما تھی لہٰذا اس نے تمام زمینداروں کو لعنت ملامت کی اور جس راستے سے یہاں آیا تھا اسی راستے سے واپس چلا گیا۔

سلطان احمد گجراتی کا عزم مالوہ

سلطان احمد گجراتی نے چند روز تک مہراسہ میں قیام کیا تاکہ اس کا لشکر اس سے یہاں آکر مل جائے۔ جب لشکر آگیا تو اس نے ماہ صفر ۸۲۲ھ میں مالوہ کی فتح کا ارادہ کیا اور اس مقصد سے دن رات سفر کرتا ہوا جلد از جلد کالیادہ کے نواح میں پہنچ کر قیام پذیر ہوا۔

ہوشنگ کی شکست

سلطان ہوشنگ نے لشکر تیار کیا اور جنگ کے ارادے سے گجراتی لشکر کے سامنے آیا۔ فریقین میں زبردست لڑائی ہوئی اس معرکے میں سلطان احمد غالب آیا اور ہوشنگ شکست کھا کر قلعہ شادی آباد مندو میں محصور ہو گیا۔ سلطان احمد نے قلعے کے دروازے تک ہوشنگ کا تعاقب کیا اور مفرور فوج کا بہت سا سامان اپنے قبضے میں کیا۔

سلطان احمد گجراتی کی واپسی

سلطان احمد گجراتی نے اپنے امیروں کو اطراف مالوہ کو فتح کرنے کے لیے روانہ کیا۔ چونکہ شادی آباد مندو کا قلعہ بہت مضبوط تھا اس لیے احمد گجراتی نے اسے فتح کرنے کا خیال ترک کر دیا اور دھار میں آگیا۔ یہاں سے اس کا ارادہ چین کی طرف جانے کا تھا لیکن اسی زمانے میں بارشیں شروع ہو گئیں گجراتی امیروں نے سلطان احمد کو مشورہ دیا۔ "اس سال بہتر یہی ہے کہ حضور اپنے پایہ تخت کو واپس تشریف لے چلیں اور ان فتنہ پردازوں کو سزا دیں کہ جو اس ہنگامے کا باعث ہیں۔ مالوہ کی فتح کو اگلے سال کے لیے اٹھا رکھیں۔" احمد نے اس مشورے کو قبول کیا اور گجرات کی طرف روانہ ہو گیا۔

محمود بن ملک مغیث کا اعزاز

اسی سال سلطان ہوشنگ نے ملک مغیث کے بیٹے ملک محمود کو جو بہت نیک اور شریف الطبع تھا محمود خاں کا خطاب عطا کیا اور اسے اس کے باپ کے ہمراہ مہمات ملکی میں شریک کر دیا۔ سلطان جب کبھی کہیں جاتا تو وہ ملک مغیث کو قلعے میں چھوڑ جاتا تاکہ وہ ملکی معاملات کو طے کرے اور محمود خاں کو بادشاہ اپنے ساتھ لے جاتا۔

سلطان احمد اور ہوشنگ میں صلح

اسی سال کے آخر میں سلطان احمد گجراتی نے یہ ارادہ کیا کہ وہ مملکت مالوہ میں داخل ہو کر فتنہ و فساد کا بازار گرم کرے۔ سلطان ہوشنگ کو جب اس کی اطلاع ہوئی تو اس نے اپنے قاصدوں کو بہت سے گراں قدر تحفے تحائف دے کر سلطان احمد گجراتی کی خدمت میں روانہ کیا اور صلح کی درخواست کی۔ سلطان احمد نے ہوشنگ کے ارسال کردہ تحفے قبول کیے اور صلح کی درخواست منظور کر کے ارادہ لشکر

marfat.com

Marfat.com

کشی ترک کر دیا۔

کھیرالہ پر حملہ اور فتح

۸۲۳ھ میں سلطان ہوشنگ قصبہ کھیرالہ پر جو برار کی سرحد پر واقع ہے لشکر کشی کی۔ کھیرالہ کا حاکم پچاس ہزار سوار اور پیادے لے کر ہوشنگ کے مقابلے پر آیا۔ فریقین میں زبردست جنگ ہوئی' حاکم کھیرالہ نرسنگ راؤ مارا گیا اور میدان جنگ ہوشنگ کے ہاتھ رہا۔ اس کے بعد ہوشنگ نے نرسنگ راو کا قلعہ سارنگ گڑھ فتح کیا اور چوراسی ہاتھیوں اور خزانے پر قبضہ کر لیا۔ نرسنگ کے بیٹے کو جو کھیرالہ کے قلعے میں مقیم تھا ہوشنگ نے اپنا مطیع و باج گزار بنالیا اور خود شادی آباد مندو میں واپس آیا۔

جاج نگر کا سفر

سلطان ہوشنگ ۸۲۵ھ میں ایک ہزار سواروں کے ہمراہ بھیس بدل کر سوداگروں کے لباس میں جاج نگر کی طرف روانہ ہوا۔ اس نے سفید گھوڑوں کو جنہیں جاج نگر کا راجہ بہت پسند کرتا تھا اور دوسری بہت سی چیزوں کو جنہیں یہاں کے لوگ خوشی خوشی خریدتے تھے اپنے ساتھ لیا۔ اس سفر سے سلطان ہوشنگ کا مقصد یہ تھا کہ وہ گھوڑوں اور دوسرے سامان کو بیچ کر جاج نگر سے ہاتھی خریدے اور اس طرح اپنی قوت میں خاطر خواہ اضافہ کر کے سلطان احمد شاہ گجراتی سے انتقام لے۔

راجہ جاج نگر کو اطلاع

سلطان ہوشنگ نے جاج نگر پہنچ کر ایک شخص کو راجہ کے پاس بھیجا اور کہلوایا کہ ایک سوداگر آیا ہے جو ہاتھی خریدنا چاہتا ہے اس کے پاس بہت سے سفید اور دوسری قسم کے گھوڑے اور دیگر سامان ہے جسے وہ فروخت کرنا چاہتا ہے۔" راجہ نے اس شخص سے پوچھا "یہ سوداگر شہر سے اتنی دور کیوں ٹھہرا ہے شہر کے اندر کیوں نہیں آیا؟" اس شخص نے جواب دیا۔ "چونکہ اس سوداگر کے ساتھ اور بھی بہت سے سوداگر ہیں اس لیے اس نے اہل شہر کو زحمت دینا مناسب نہیں سمجھا اور ایسی جگہ جہاں پانی باسانی دستیاب ہو سکتا ہو قیام کیا ہے۔"

جاج نگر کا دستور تجارت

اس شہر کا دستور تھا کہ جب کوئی بڑا سوداگر یہاں آتا تو اپنے آدمیوں کے ذریعے اسے یہ حکم دیتا کہ وہ گھوڑوں پر زین کسے اور سامان کو زمین پر ترتیب سے رکھ دے۔ اس کے بعد راجہ گھوڑے پر سوار ہو کر بکاؤ مال اور گھوڑوں کا معائنہ کرتا اور جو چیز یا گھوڑا پسند آتا اس کو خرید لیتا' معاوضے میں وہ ہاتھی یا نقد روپیہ ادا کر دیتا۔

راجہ کا پیغام ہوشنگ کے نام

اس دستور کے مطابق جاج نگر کے راجہ نے ہوشنگ کو یہ پیغام دیا میں فلاں روز تمہارے قافلے میں آؤں گا تم اپنے سوداگروں سے کہہ دو کہ وہ گھوڑوں کو تیار رکھیں اور تمام دوسرے سامان کو ترتیب سے زمین پر سجا دیں جو چیز مجھے پسند آئے گی اسے خرید لوں گا اس کی قیمت ہاتھیوں میں یا نقدی کی صورت میں جو بھی تم لوگوں کو پسند ہو ادا کر دی جائے گی۔" راجہ کا قاصد جب واپس چلا گیا تو ہوشنگ نے اپنے ساتھیوں سے کہا کہ راجہ جو کچھ کہے اس کے برخلاف کچھ نہ کیا جائے اور اس کی ہر بات مانی جائے۔ راجہ نے جس روز آنے کے لیے کہا تھا ہوشنگ بڑی بے تابی سے اس روز کا انتظار کرنے لگا۔

راجہ کا پیغام

جس روز راجہ کو آنا تھا اس نے اپنے آنے سے پہلے چالیس ہاتھی سوداگروں کے قافلے میں بھجوا دیئے تاکہ سوداگر انہیں اچھی طرح دیکھ لیں اس کے بعد راجہ نے یہ پیغام بھجوایا۔ "تم لوگ اپنا تمام سامان زمین پر ترتیب سے سجا دو اور گھوڑوں کو تیار رکھو میں خریداری

marfat.com

Marfat.com

کے لیے آ رہا ہوں۔" ہوشنگ نے عذر کیا کہ آج بارش کا امکان ہے ایسا نہ ہو کہ ہمارا سامان ضائع ہو جائے لیکن راجہ کے ملازموں نے ہوشنگ کی بات نہ مانی اور اس کا تمام سامان زبردستی سے کھلوا دیا۔

بارش سے سامان تجارت کی تباہی

اسی دوران میں راجہ پانچ سو آدمیوں کے ہمراہ قافلے میں آیا اور سامان دیکھنے میں مصروف ہو گیا۔ ہوشنگ کا خیال صحیح ثابت ہوا اور بہت زور کی بارش ہونے لگی بجلی چمکنے لگی اور بادل گرجنے لگا اس فضا سے ہاتھی قابو سے نکل گئے' بادل کی گرج اور بجلی کی چمک سے ہراساں ہو کر وہ ادھر ادھر بھاگنے لگے۔ تمام سامان تجارت ان کے پاؤں کے نیچے آ کر خراب ہو گیا تمام مالوی سپاہی یعنی سوداگر شور و غل مچانے لگے۔

ہوشنگ کا ارادہ جنگ

سوداگروں کی رسم کے مطابق سلطان ہوشنگ نے اپنی داڑھی کے کچھ بال اکھیڑے اور کہا "جب میرا تمام سامان ضائع ہو گیا تو اب میرا زندہ رہنا بھی بے کار ہے۔ اس کے بعد ہوشنگ اپنے ساتھیوں کے ہمراہ گھوڑے پر سوار ہو گیا اور راجہ کے سامنے آیا۔ راجہ پریشان ہوا اور مجبوراً لڑنے کے لیے تیار ہوا۔

راجہ جاج نگر کی شکست اور گرفتاری

پہلے ہی حملے میں راجہ کو شکست ہوئی اس کے کئی ساتھی مارے گئے اور جو بچے وہ شہر کی طرف بھاگ گئے راجہ زندہ گرفتار ہوا۔ سلطان ہوشنگ نے راجہ سے کہا۔ "میں مالوہ کا حکمران ہوشنگ ہوں اور یہاں ہاتھیوں کی خریداری کے لیے آیا ہوں۔ میں تجھے گرفتار نہ کرتا مگر چونکہ میرا تمام سامان تجارت تباہ ہو گیا ہے اس لیے مجبوراً مجھے ایسا قدم اٹھانا پڑا۔

ہوشنگ کی واپسی

راجہ نے ہوشنگ کی ہمت و جرات پر تعجب کا اظہار کیا اور ایک شخص کو اپنے امیروں کے پاس بھیج کر یہ پیغام دیا کہ وہ تمام بہترین ہاتھیوں کو یہاں بھجوا دیں۔ راجہ کے امیروں نے پچھتر ہاتھی سلطان ہوشنگ کی خدمت میں روانہ کیے اور معذرت کا اظہار کیا۔ ہوشنگ نے ہاتھیوں اور راجہ جاج نگر کو اپنے ہمراہ لیا اور واپس روانہ ہوا۔ جاج نگر کی سرحد سے باہر آ کر ہوشنگ نے راجہ کو رخصت کر دیا' راجہ اپنے شہر میں واپس آیا۔ وہ ہوشنگ کی جرات اور بہادری سے بہت متاثر ہوا' اس نے شہر پہنچ کر چند اور عمدہ ہاتھی ہوشنگ کی خدمت میں بھجوائے اور معذرت طلب کی۔

احمد گجراتی کا مالوہ پر حملہ

راستے میں سلطان ہوشنگ کو یہ اطلاع ملی کہ سلطان احمد شاہ گجراتی نے یہ دیکھ کر کہ حاکم مالوہ اپنے ملک سے باہر ہے مالوہ پر حملہ کر دیا۔

قلعہ کھیرالہ پر قبضہ

سلطان ہوشنگ سفر کی منزلیں طے کرتا ہوا کھیرالہ پہنچا اور بطور حفظ ماتقدم یہاں کے راجہ کو نظربند کر دیا اور قلعہ کھیرالہ پر قبضہ کر لیا۔ ہوشنگ نے اس قلعے کو اپنے امیروں کے سپرد کیا اور اس لشکر کے ہمراہ جو مالوہ سے آیا تھا شادی آباد مندو کی طرف روانہ ہوا۔

ہوشنگ شادی آباد مندو میں

جب سلطان ہوشنگ شادی آباد مندو کے قریب پہنچا تو سلطان احمد گجراتی نے اپنے امیروں کو مورچل سے طلب کر لیا اور جنگ کی تیاری کرنے لگا۔ ہوشنگ نے جنگ کی قطعاً پروا نہ کی اور تارا پور دروازے کی طرف سے قلعہ کے اندر داخل ہو گیا۔

marfat.com

Marfat.com

کچھ قلعہ شادی آباد مندو کے بارے میں

شادی آباد مندو کا قلعہ عجائبات روزگار میں سے ہے۔ راقم الحروف مورخ فرشتہ اپنی واقفیت کے مطابق اس قلعے کے بارے میں چند باتیں لکھنا اپنا فرض سمجھتا ہے۔ یہ قلعہ ایک بلند پہاڑ کے اوپر واقع ہے جس کا دور انیس کوس سے بھی زیادہ ہے اس دور پر خندق کی بجائے ایک بہت بڑا غار ہے۔ اس وجہ سے اس قلعے کا محاصرہ کر کے جنگ کرنا بہت ہی مشکل کام ہے قلعے کے اندر پانی اور دیگر اشیائے ضرورت بکثرت ہیں۔ ایسی زمین بھی ہے جس پر کاشت باسانی ہو سکتی ہے اس قلعے کو چاروں طرف سے محصور کر لینا انسانی طاقت سے باہر ہے۔

اس قلعے کے اکثر مقامات ایسے ہیں کہ جہاں سکونت اختیار نہیں کی جا سکتی اس تک پہنچنے کا راستہ بہت دشوار گزار ہے' اس کا دروازہ دکن کی طرف کھلتا ہے اور یہ مقام تارا پور کے نام سے مشہور ہے۔ اگر لوگ چاروں طرف سے قلعے میں داخل ہونا چاہیں تو ان کو ایک بلند پشتہ طے کرنا پڑے گا اور یہ کام انتہائی مشکل اور محنت طلب ہے۔ اگر راستے کی حفاظت کے لیے لشکر مقرر کیا جائے تو راستے کی طوالت اور بیچ میں پہاڑیاں ہونے کی وجہ سے سپاہی ایک دوسرے کے حال سے باخبر نہیں رہ سکتے۔ اس قلعے کا وہ دروازہ جو دہلی کے راستے کی طرف ہے۔ بقیہ تمام دروازوں کے راستوں سے آسان ہے۔

سلطان ہوشنگ کا عزم سارنگ پور

قصہ مختصر یہ کہ احمد شاہ گجرات نے قلعہ شادی آباد مندو کے محاصرہ میں کوئی فائدہ نہ دیکھا اس نے مجبوراً محاصرہ اٹھایا اور ملک کی تباہی و بربادی کی طرف توجہ کی۔ وہ اجین سے ہوتا ہوا سارنگ پور آیا' سلطان ہوشنگ کو جب اس کا علم ہوا تو وہ جلدی سے ایک دوسرے راستے سے سارنگ پور پہنچ گیا۔

ہوشنگ کی عیاری

سلطان ہوشنگ نے ایک چال چلی اور یہ پیغام سلطان احمد کو بھجوایا کہ چونکہ ہم دونوں مذہب اسلام کے پیرو ہیں' اس لیے ہمیں ایک دوسرے کے ملک کو تباہ کرنا اور خون ریزی کرنا مناسب نہیں ہے۔ یہ امر شرع اسلام کی رو سے ناجائز ہے' بہتر یہی ہے کہ آپ اپنے ملک واپس تشریف لے جائیں۔ آپ کے جانے کے بعد میں اپنا قاصد آپ کی خدمت میں روانہ کروں گا اور پیش کش بھجواؤں گا۔"

گجراتی لشکر پر شب خون

سلطان احمد شاہ گجراتی نے ہوشنگ کی بات کا اعتبار کر لیا اور اس رات اپنے لشکر کی حفاظت سے بے پروا ہو کر سو رہا۔ ہوشنگ تو اسی بات کا منتظر تھا اس نے ۸۲۶ھ میں محرم کی بارہویں رات کو گجراتی لشکر پر شب خون مارا۔ اہل گجرات بالکل بے خبر تھے انہیں اس حملے کی توقع نہ تھی۔ اس لیے ان کا بہت نقصان ہوا اور بے شمار گجراتی مارے گئے۔

تباہی و بربادی

اس ہنگامے میں وندہ کا راجہ رائے سامت (اس راجہ کو عوام "کری" کے نام سے یاد کرتے ہیں اور یہی نام زیادہ مشہور بھی ہے۔) مع پانچ سو راجپوتوں کے سلطان احمد گجراتی کی بارگاہ کے سامنے مارا گیا۔ سلطان احمد کو جب اس ناگہانی آفت کا علم ہوا تو وہ سراپردہ شاہی سے باہر نکل آیا اور جنگل میں آ کر کھڑا ہو گیا اس وقت اس کے ساتھ صرف ایک آدمی تھا۔

ہوشنگ کے لشکر پر حملہ

صبح ہوئی تو سارا بچا کھچا گجراتی لشکر سلطان احمد کے گرد جمع ہو گیا۔ احمد گجراتی نے جلد از جلد اس لشکر کو مرتب کیا اور ہوشنگ کے لشکر

marfat.com
Marfat.com

پر حملہ کر دیا- فریقین میں ایسی زبردست جنگ ہوئی کہ الامان والحفیظ! نوبت یہاں تک پہنچی کہ دونوں بادشاہ بذات خود لڑائی میں شریک ہوئے اور ایک دوسرے کو نیچا دکھانے کی کوشش کرتے رہے آخرکار اس معرکے میں سلطان ہوشنگ کو شکست ہوئی اور اس نے میدان جنگ سے فرار ہو کر قلعہ سارنگ پور میں پناہ لی- گجراتیوں نے مالویوں کا بہت سا سامان مع سات ہاتھیوں کے اپنے قبضے میں کیا۔

سلطان احمد کی فتح اور واپسی

۱۴ ربیع الثانی کو سلطان احمد گجراتی نے سامان سفر درست کیا اور فتح و شادمانی کے شادیانے بجاتے ہوئے اپنے ملک کی طرف روانہ ہوا- ہوشنگ کو جب اس کی اطلاع ملی تو وہ بڑے غرور و تکبر سے قلعہ سارنگ پور سے باہر نکلا اور گجراتیوں کا تعاقب کرنے لگا۔

معرکہ آرائی

سلطان ہوشنگ نے ان گجراتی سپاہیوں کو جو پیچھے رہ گئے تھے موت کے گھاٹ اتارا- یہ صورت حال دیکھ کر سلطان احمد گجراتی واپس لوٹا اور اس طرح ایک بار پھر دونوں لشکروں میں جنگ شروع ہو گئی- ہوشنگ نے پہلے ہی حملے میں دشمن کے مقدمہ لشکر کے بہت سے سپاہیوں کو قتل کر دیا- سلطان احمد گجراتی نے یہ حالت دیکھی تو بہت پریشان ہوا- بہت سوچ بچار کے بعد وہ بذات خود میدان میں آیا اور حریف پر غالب آنے کی کوشش کرنے لگا نوبت یہاں تک پہنچی کہ اس کی کامیابی کے آثار نمایاں ہونے لگے۔

احمد گجراتی کی واپسی

سلطان ہوشنگ آخر کہاں تک لڑتا آخرکار وہ سخت محنت کی وجہ سے تھک گیا اور قلعہ سارنگ پور میں پناہ گزین ہو گیا اس روز ہوشنگ کے چار ہزار سپاہی میدان جنگ میں اور دوران فرار میں مارے گئے اور ہوشنگ کے تمام سامان پر گجراتیوں نے قبضہ کر لیا- اس کے بعد سلطان احمد شاہ گجراتی اپنے ملک کی طرف سلطان ہوشنگ شادی آباد مندو کی طرف چلا گیا۔

ایک دوسری روایت

سلطان ہوشنگ کے جاج نگر جانے اور شادی آباد مندو میں واپس آنے کے متعلق ایک اور روایت بھی ہے- یہ روایت راقم الحروف مورخ فرشتہ کے نزدیک ضعیف ہے پھر بھی ہم نے یہ روایت سلاطین گجرات کے حالات لکھتے ہوئے ضمناً بیان کر دی ہے اس لیے اس کو اس جگہ دوبارہ لکھنا مناسب نہیں ہے۔

قلعہ کاکرون کی فتح

اسی سال سلطان ہوشنگ نے قلعہ کاکرون کو فتح کرنے کی تیاری کی اور تھوڑی سی مدت میں اس قلعے پر قبضہ بھی کر لیا- انہیں دنوں ہوشنگ نے قلعہ گوالیار کو دوبارہ فتح کرنے کا ارادہ کیا اور اس مقصد سے سفر کرتا ہوا قلعے کے قریب پہنچا اور اس کا محاصرہ کر لیا۔

قلعہ گوالیار کا محاصرہ

اس واقعہ کے کچھ دنوں بعد سلطان مبارک شاہ بن خضر خاں بیانہ کے راستے سے گوالیار کے راجہ کی مدد کے لیے آیا- جب سلطان ہوشنگ کو اس کی اطلاع ملی تو اس نے قلعے کے محاصرے سے ہاتھ اٹھالیا اور یہاں سے روانہ ہو کر دبل پور کے تالاب پر پہنچا جس کا انجام مسرت انگیز ہوا- دونوں بادشاہوں نے ایک دوسرے کو تحفے پیش کیے اور آئندہ دوستی اور محبت کا برتاؤ رکھنے کے وعدے کیے اس کے بعد دونوں حکمران اپنے پایہ تخت کو واپس ہوئے۔

کھیرالہ پر احمد بہمنی کا حملہ

۸۳۶ھ میں سلطان احمد شاہ بہمنی نے قلعہ کھیرالہ کو فتح کرنے کا ارادہ کیا اور اس مقصد سے لشکر تیار کر کے کھیرالہ پہنچ گیا- یہاں کا حاکم

marfat.com

Marfat.com

سر پر رکھ کر اپنے پایہ تخت کی طرف روانہ ہو گیا- اس طرح مالویوں اور جونپوریوں میں جنگ کی نوبت ہی نہ آئی-

کالپی پر ہوشنگ کا قبضہ

سلطان شرقی کے جانے کے بعد سلطان ہوشنگ نے جنگ و جدال کے بغیر ہی کالپی پر قبضہ کر لیا اور شہر میں اس کے نام کا خطبہ پڑھا گیا- ہوشنگ نے کچھ عرصہ کالپی میں قیام کیا اور پھر وہاں کی حکومت سابق حاکم عبدالقادر ہی کے سپرد کر کے خود واپس مالوہ کی طرف روانہ ہوا-

سرکشوں کی حرکات

راستے میں سلطان ہوشنگ کو تھانیداروں کے اس مضمون کے عریضے ملے کہ "کچھ باغیوں اور فتنہ پردازوں نے کوہ جابیہ کی طرف سے مالوہ میں داخل ہو کر بعض قصبوں اور دیہاتوں پر حملہ کر دیا اور یہ لوگ حوض بھیم میں ٹھہرے ہوئے ہیں-"

حوض بھیم

اس جگہ حوض بھیم کے بارے میں بھی کچھ بتا دیا جائے تو بے جا نہ ہو گا- یہ حوض رائے بھیم نے اپنے عہد حکومت میں بنوایا تھا- اس راجہ نے اپنے ملک کے درمیان اس حصے کو جو پہاڑوں کے بیچ واقع تھا پتھروں کو تراش کر بند باندھ دیا تھا اس بند کی لمبائی اور چوڑائی کا اندازہ اس امر سے ہو سکتا ہے کہ اگر اس کی ایک طرف کھڑے ہو کر دیکھا جائے تو دوسری سمت نظر نہیں آتی' اس حوض کی گہرائی بھی بہت زیادہ ہے-

ہوشنگ کی اولاد میں لڑائی

جن دنوں ہوشنگ کے تھانیداروں کے عریضے موصول ہوئے انہیں دنوں ہوشنگ کی اولاد کے درمیان جھگڑا ہو گیا جس کی تفصیل یہ ہے- کہ سلطان ہوشنگ کے سات بیٹے اور تین بیٹیاں تھیں- تین بیٹے عالم خاں حاکم اسیر کی بیٹی کے بطن سے تھے ان کے نام یہ ہیں ۱- عثمان خاں ۲- فتح خاں اور ۳- ہیبت خاں باقی بیٹوں کے نام یہ ہیں ۴- غزنین خاں ۵- احمد خاں ۶- عمر خاں ۷- ابو اسحاق- غزنین خاں سب سے بڑا تھا-

عثمان اور غزنین کا اختلاف

فتح خاں' ہیبت خاں' احمد خاں اور ابو اسحاق کو غزنین خان سے بے حد خلوص تھا اور یہ سب شہزادے اپنے بڑے بھائی کے فرماں بردار تھے لیکن عثمان خاں کی غزنین خاں سے نہ بنتی تھی ان دونوں میں زبردست مخالفت تھی- اس وجہ سے امراء اور سپاہی بھی دو جماعتوں میں بٹ گئے ایک جماعت غزنین خاں کے ساتھ تھی اور ایک عثمان خاں کے ساتھ-

محمود خاں کی عقل مندی

سلطان ہوشنگ نے جب اپنے بیٹوں کی یہ حالت دیکھی تو اسے بہت افسوس ہوا- ملک مغیث اور اس کا بیٹا محمود خاں دونوں باپ بیٹے بہت ہی دانشمند اور ذی فہم تھے وہ دونوں عام طور پر کوشش کرتے رہتے تھے کہ کسی طرح سلطان ہوشنگ کی پریشانی ختم ہو- سلطان ہوشنگ محمود سے بہت خوش تھا اور اکثر کہا کرتا تھا کہ "یہ نوجوان اس قابل ہے کہ میرا ولی عہد ہو-" اس پر مغیث کہتا تھا "خدا شہزادوں کی عمر دراز کرے ہم تو محض بندگان در دولت ہیں ولی عہدی ہمارا منصب نہیں-"

عثمان کی حماقت

ایک روز کالپی کے راستے میں عثمان خاں نے اپنے بڑے بھائی غزنین خاں کے ساتھ بڑی بے ادبی کی- عثمان نے اپنے ایک ملازم کو غزنین کے حرم میں بھیجا اور اس ملازم نے غزنین کو گالیاں دیں- اگرچہ غزنین کے ملازموں اور خواجہ سراؤں نے عثمان کے ملازم کو بہت

marfat.com

Marfat.com

نرسنگ رائے کا بیٹا تھا جسے سلطان ہوشنگ نے مقرر کیا تھا۔ اس نے ہوشنگ کی خدمت میں اپنا ایک قاصد بھیج کر مدد کی درخواست کی۔

دکنی لشکر کا تعاقب

سلطان ہوشنگ نے اپنا لشکر جمع کیا اور کھیرالہ کی طرف روانہ ہوا جب وہ وہاں پہنچا تو دکنی اس کے خوف سے بھاگ نکلے اور اپنے ملک کی طرف روانہ ہو گئے۔ ہوشنگ نے اس بات سے یہ نتیجہ نکالا کہ دکنی بہت کمزور ہیں۔ کھیرالہ کے حاکم نے ہوشنگ کے اس خیال کی تائید کی اور اسے دکنی لشکر کے تعاقب کے لیے اکسایا۔ ہوشنگ نے اس کے مشورے پر عمل کیا اور ان کے تعاقب میں مصروف ہوا۔

حریف کی چال

سلطان احمد شاہ بہمنی اپنے امیروں اور خاصے کے لشکر کے ہمراہ کمین گاہ میں چھپ گیا اور بقیہ لشکر کو اس نے سلطان ہوشنگ کا مقابلہ کرنے کا حکم دیا۔ ہوشنگ لشکر دکن کے تعاقب میں سرگرم تھا اور اسے قطعاً خبر نہ تھی کہ کیا چال چل رہا ہے راستے میں اسے دکنیوں کی فوج ملی جو لڑائی کے لیے تیار تھی، مگر تعداد میں کم نہ تھی۔ ہوشنگ نے اپنے اس لشکر کا انتظار نہ کیا کہ جو اس کے پیچھے پیچھے آ رہا تھا اور لڑائی شروع کر دی۔

ہوشنگ کی نئی شکست

سلطان احمد شاہ بہمنی نے جب یہ دیکھا کہ اس کی تدبیر تقدیر کے موافق ہے تو وہ کمین گاہ سے نکل کر سلطان ہوشنگ کے پیچھے آیا اور اس نے لشکر پر حملہ کر دیا۔ ہوشنگ دشمن کی اس چال سے قطعاً بے خبر تھا جب حملہ ہوا تو بڑا پریشان ہوا۔ مرتا کیا نہ کرتا کے مصداق اس نے جنگ کی لیکن شکست کھائی۔ ہوشنگ نے اپنے تمام عزیزوں اور سامان وغیرہ کو یہیں چھوڑا اور خوف سے بھاگ نکلا۔

سلطان احمد بہمنی کا قیدیوں سے سلوک

دکنیوں نے ہوشنگ کے بیوی بچوں کو گرفتار کر لیا۔ سلطان احمد شاہ کو جب اس کی خبر ہوئی تو اسے ان بے گناہوں پر بہت ترس آیا۔ اس نے ازراہ کرم ان لوگوں کی مہمانداری کی اور ان سے بڑی اچھی طرح پیش آیا اور کوئی ایسی بات نہ کی جس سے ان لوگوں کو یہ محسوس ہو کہ وہ دشمن کے قیدی ہیں۔ اس کے بعد احمد دکنی نے ان لوگوں کو ایک اعلیٰ درجے کا لباس عنایت کیا اور پانچ سو سپاہیوں کے ہمراہ حفاظت سے ہوشنگ کے پاس روانہ کر دیا۔

فتح کالپی کا ارادہ

۸۳۰ھ میں سلطان ہوشنگ نے کالپی کو فتح کرنے کا ارادہ کیا، یہ علاقہ عبدالقادر نامی ایک امیر جو شاہ دہلی سلطان مبارک شاہ کا ملازم تھا کے زیر نگین تھا۔ اس مقصد کو پورا کرنے کے لیے سلطان ہوشنگ مندو سے روانہ ہوا اور کالپی کے نواح میں پہنچا یہاں پہنچ کر اسے معلوم ہوا کہ جونپور سے سلطان ابراہیم شرقی بھی کالپی کو فتح کرنے کے ارادے سے اس طرف آ رہا ہے۔

سلطان ابراہیم شرقی کی آمد

سلطان ہوشنگ نے طے کیا کہ سلطان ابراہیم شرقی کی مدافعت کالپی کی فتح سے زیادہ اہمیت رکھتی ہے اس لیے پہلے اسی طرف متوجہ ہونا چاہیے۔ سلطان شرقی کی آمد کے بعد ہوشنگ نے اس سے جنگ کرنے کی تیاری کی اور دونوں لشکر ایک دوسرے کے مقابل آ گئے۔

سلطان شرقی کی واپسی

فریقین میں لڑائی کی نوبت نہ آئی اور یہ معاملہ آج کل پر ٹلتا رہا۔ اسی دوران میں سلطان ابراہیم شرقی کو یہ اطلاع ملی کہ دہلی کے بادشاہ سلطان مبارک شاہ نے موقع پا کر جونپور پر حملہ کرنے کا ارادہ کیا ہے۔ یہ خبر سنتے ہی سلطان شرقی کے ہاتھوں کے طوطے اڑ گئے اور وہ پاؤں

marfat.com
Marfat.com

منع کیا لیکن وہ باز نہ آیا آخرکار نوبت مارپیٹ تک پہنچی۔ شہزادہ عثمان اور غزنین کے ملازم آپس میں خوب لڑے۔ سلطان ہوشنگ کو بھی اس جھگڑے کا علم ہو گیا عثمان باپ کے خوف سے لشکر گاہ سے باہر چلا گیا اس سے چند ناشائستہ حرکات بھی سرزد ہوئیں۔

لشکر گاہ سے علیحدگی

شہزادہ عثمان نے چند عاقبت نااندیش امیروں کو اپنے ساتھ ملا لیا ان سے دل خوش کن وعدے کیے اور ان امیروں کے بھروسے بادشاہ سے بے وفائی کرنے لگا۔ سلطان ہوشنگ کو جب ان باتوں کا علم ہوا تو اسے سخت غصہ آیا اور اس نے ملک مغیث سے اس بارے میں مشورہ کیا۔ مغیث نے بادشاہ سے کہا "چونکہ عثمان سے اس قسم کی حرکتیں پہلے بھی سرزد ہو چکی ہیں اور آپ نے اسے معاف کر دیا ہے لہٰذا اس بار بھی درگزر سے کام لیا جائے تاکہ شہزادہ دوبارہ لشکر میں آ جائے۔" سلطان ہوشنگ نے ملک مغیث کے مشورے پر عمل کیا اور شہزادے کے اعمال سے چشم پوشی کی۔

عثمان کی گرفتاری

آخرکار شہزادہ عثمان لشکر گاہ میں واپس آ گیا۔ اجین پہنچ کر بادشاہ نے دربار منعقد کیا اور موقع پر عثمان فتح خاں اور ہیبت خاں کو بہت برا بھلا کہا اور انہیں موکلوں کے سپرد کر دیا۔ اس واقعے کے تیسرے روز ان تینوں بھائیوں کو پابہ زنجیر کر کے ملک مغیث کے حوالے کیا گیا اس نے انہیں شادی آباد مندو کے قلعے میں قید کر دیا۔

کوہ جابیہ پر لشکر کشی

اس کے بعد سلطان ہوشنگ نے کوہ جابیہ کے باغیوں اور مفسدوں کی سرکوبی کی طرف توجہ کی اور وہاں پہنچ کر حوض مہیم کے بند کو توڑ ڈالا اور اس علاقے کے بدمعاشوں کو سخت سزا دی۔ یہاں کا راجہ خوفزدہ ہو کر جنگل کی طرف بھاگ گیا اس کا تمام مال اور اہل و عیال سلطان ہوشنگ کے ہاتھ آئے۔ بادشاہ نے شہر کو تباہ و برباد کیا اور رعایا سے بہت سوں کو قید کیا۔

لعل بدخشانی کی گمشدگی

بادشاہ پھر قلعہ ہوشنگ آباد میں آیا اور موسم برسات کے اختتام تک یہیں مقیم رہا۔ برسات کے دنوں میں بادشاہ سیر کے لیے ایک روز باہر نکلا اتفاق سے اس کے تاج سے بدخشانی لعل نکل کر گر پڑا۔ تین روز بعد یہ لعل ایک سپاہی کو ملا اور اس نے بادشاہ کی خدمت میں پیش کیا بادشاہ نے اس سپاہی کو پانچ سو تنکے انعام میں دیے۔

زندگی سے مایوسی

اس موقع پر سلطان ہوشنگ نے ایک حکایت بھی بیان کی کہ ایک بار سلطان فیروز شاہ کے تاج سے ایک لعل گر پڑا تھا ایک سپاہی اس کو ڈھونڈھ کر لے آیا۔ بادشاہ نے اسے انعام دیا اور کہا کہ اس لعل کا گم ہو جانا اس امر کی دلیل ہے کہ اب میری زندگی کا پیمانہ بھر چکا ہے چنانچہ کچھ دنوں کے بعد سلطان فیروز شاہ نے داعی اجل کو لبیک کہا۔ اب ایسا ہی واقعہ میرے ساتھ بھی گزرا ہے اس لیے مجھے محسوس ہوتا ہے کہ میری زندگی کا آفتاب بھی غروب ہونے والا ہے۔

موت کا خیال

یہ حکایت سن کر اہل مجلس نے عرض کیا۔ سلطان فیروز شاہ کے ساتھ جب ایسا واقعہ پیش آیا تھا تو تب اس کی عمر نوے (۹۰) سال کی ہو چکی تھی لیکن حضور تو ابھی جوان اور بادشاہت کے قابل ہیں اس لیے آپ کو ایسا خیال دل میں نہیں لانا چاہیے۔ اس کا جواب بادشاہ نے یہ دیا "موت کے لیے عمر کی کمی یا بیشی کی قید نہیں ہوتی وہ بڑھاپا ہو یا جوانی ہر زمانے میں آ سکتی ہے۔"

marfat.com
Marfat.com

ہوشنگ کی بیماری

اتفاق سے اس واقعے کے چند روز بعد بادشاہ بیمار پڑ گیا اور موت کا نقشہ اس کی آنکھوں کے سامنے پھرنے لگا۔ اسی عالم میں بادشاہ ہوشنگ آباد سے شادی آباد مندو کی طرف روانہ ہوا۔ راستے میں بادشاہ نے دربار عام منعقد کیا اور امراء اور اراکین سلطنت کی موجودگی میں شہزادہ غزنین کو مہر سلطنت عطا کیا۔

امیروں کو بادشاہ کی نصیحت

سلطان ہوشنگ نے شہزادہ غزنین کا ہاتھ ملک محمود عرف محمود خاں کے ہاتھ میں دیا' محمود آداب بجالایا اور اس نے عرض کیا "جب تک میرے جسم میں جان ہے میں ہر ممکن طریقے سے خدمت گزاری اور جاں نثاری کروں گا۔ اس کے بعد بادشاہ نے اپنے امیروں وزیروں کو نصیحت کی کہ آپس کی مخالفت کو ترک کر دیا جائے کیونکہ یہی وہ امر ہے جس سے سلطنتیں تباہ ہو جاتی ہیں۔"

محمود خاں کو نصیحت

سلطان ہوشنگ کو یہ محسوس ہوا تھا کہ محمود خاں چاہتا ہے کہ حکومت اس کے ہاتھ آئے۔ اس لیے بادشاہ نے اس کو خاص طور پر مخاطب کر کے کہا سلطان احمد شاہ گجراتی ایک زبردست حکمران ہے اور وہ ایک عرصے سے ملک مالوہ کو حریص نگاہوں سے دیکھ رہا ہے اگر ملک کے نظم و نسق میں باقاعدگی کو روا نہ رکھا گیا اور فوج اور رعایا کی مناسب تربیت نہ کی گئی نیز شہزادے کے حقوق کا خیال نہ رکھا گیا تو پھر سلطان شاہ گجراتی کو کھیل کھیلنے کا موقع ملے گا اور مالوہ کو فتح کرنے کی ہر ممکن کوشش کرے گا۔

غزنین کا پیغام محمود خاں کے نام

اس کے بعد شہزادہ غزنین نے اپنے ایک امیر عمدۃ الملک کو محمود خاں کے پاس بھیجا اور یہ کہلوایا کہ اگر آپ اپنی بیعت کو ایمان و قسم سے موکدہ کریں تو بڑا احسان ہو۔ مجھے اس طرح دلی اطمینان ہو جائے گا محمود خاں نے شہزادے کی درخواست قبول کی اور اپنے عہد و پیمان کو قسم کھا کر مستحکم کر دیا۔

عثمان کی رہائی کی کوشش

بعض امیروں نے سلطان ہوشنگ سے کہا "خدا کے فضل و کرم سے شہزادہ عثمان بھی عقل مند اور شائستہ نوجوان ہے اس لیے اگر اسے رہا کر دیا جائے اور مالوہ کا ایک حصہ اس کی جاگیر مقرر کر دیا جائے تو مناسب ہوگا۔ سلطان ہوشنگ نے اس کے جواب میں کہا "میرے دل میں بھی یہ خیال کئی بار آچکا ہے لیکن افسوس کہ میں ایسا نہیں کر سکتا کیونکہ اگر میں نے اس کو آزاد کر دیا تو اس طرح ملک میں زبردست انتشار پیدا ہو جائے گا۔"

عہد و پیمان کی تجدید

شہزادہ غزنین کو جب یہ معلوم ہوا کہ بعض امراء شہزادہ عثمان کی رہائی کے لیے کوشاں ہیں تو اس نے دوبارہ عمدۃ الملک کو محمود خاں کے پاس بھیجا اور اس سے یہ کہلوایا اگر تم میرے سامنے آکر اپنے عہد و پیمان کی دوبارہ تجدید کرو تو مجھے اطمینان کلی ہو جائے۔ محمود خاں نے شہزادے کی خواہش پوری کی اور اس کے سامنے جاکر وفادار رہنے کی قسمیں کھائیں۔

ملک عثمان خاں جلال کا محمود خاں کے پاس آنا

امراء کو جب ان حالات کی اطلاع ہوئی تو انہوں نے ایک مقتدر امیر ملک عثمان خاں جلال کو ملک مبارک غازی کے ہمراہ محمود خاں کے پاس بھیجا۔ اتفاق سے اس وقت عمدۃ الملک بھی محمود خاں کے پاس بیٹھا ہوا تھا۔ محمود خاں نے عمدۃ الملک کو خیمے کے اندر ہی چھوڑا

marfat.com

Marfat.com

اور خود باہر آ کر عثمان خاں جلال اور مبارک غازی سے باتیں کرنے لگا۔ محمود خاں کا اس اقدام سے مطلب یہ تھا کہ اندر بیٹھا ہوا عمدۃ الملک بھی تمام باتیں سن سکے۔

عثمان کے طرف دار امراء کا پیغام

ملک مبارک غازی نے گفتگو شروع کی اور دعا کے بعد شہزادہ عثمان اور امراء کی جانب سے یہ پیغام دیا۔ "ہمیں یہ اچھی طرح معلوم ہے کہ منصب وزارت کے لیے آپ سے زیادہ موزوں شخص کا ملنا ناممکن ہے آپ اپنی خداداد صلاحیتوں کی وجہ سے اس عہدے کے لیے موزوں ترین ہستی ہیں۔ لیکن ہمیں تعجب ہے کہ آپ نے ولی عہدی کے معاملے میں غزنین خاں کا ساتھ کس طرح دیا حالانکہ شہزادہ عثمان اپنی بہادری رعیت نوازی اور بلند کرداری کی وجہ سے سلطنت کا صحیح حق دار ہے۔"

"اس کے علاوہ شہزادہ عثمان ملک مغیث کا داماد بھی ہے اور اس طرح اس کے بیٹے ملک مغیث کے بیٹوں کے برابر ہیں۔ شہزادہ سے جو کچھ ہوا اس کی وجہ محض یہ تھی کہ سلطان بیمار پڑ گیا تھا ورنہ وہ کبھی ایسی حرکت نہ کرتا۔ اب تمام امراء آپ سے درخواست کرتے ہیں کہ آپ شہزادہ عثمان کی طرفداری کریں اور اپنا دست شفقت اس کے سر پر رکھیں۔"

محمود خاں کا جواب

محمود خاں یہ چاہتا تھا کہ شہزادہ عثمان ولی عہدی کے سلسلے میں درمیان میں نہ پڑے اس لیے کہا "ان معاملات سے مجھے کیا تعلق۔ میں تو بندہ ہوں اور میرا کام بندگی ہے۔ خواجگی کے معاملات وہ جانیں جنہیں خدا نے اس کا مستحق کیا ہے میں نے کبھی اپنی زندگی میں ایسے امور کو قابل غور نہیں سمجھا۔"

غزنین کی آگاہی

اس کے بعد ملک مبارک غازی خاں اور ملک خاں جلال رخصت ہو گئے۔ محمود خاں نے عمدۃ الملک کو باہر بلایا اور اس سے کہا تم نے اس وقت جو کچھ سنا ہے یہ سب کچھ ابھی جا کر شہزادہ غزنین کو بتا دو۔" عمدۃ الملک غزنین کے پاس گیا اور تمام روداد اس کو سنا دی۔

شہزادہ عثمان کی رہائی کی کوشش

یہ واقعہ سن کر شہزادہ غزنین بہت خوش ہوا اور اسے محمود خاں کی وفاداری اور جاں نثاری کا یقین آگیا' سلطان ہوشنگ کی بیماری طول پکڑ گئی۔ ملک عثمان خاں جلال کے وکیل مظفر خاں نے یہ ارادہ کیا کہ شہزادہ عثمان کے محافظوں سے ساز باز کر کے شہزادے کو قید سے نکال لیا جائے اس مقصد کو پورا کرنے کے لیے وہ لشکر گاہ سے فرار ہو گیا۔

حفاظتی تدابیر

محمود خاں کو اس کی اطلاع ہو گئی اس نے فوراً شہزادہ غزنین کو آگاہ کر دیا۔ غزنین فوراً حفاظتی تدابیر کو عمل میں لایا اس نے ملک احسن اور ملک برخوردار کو حکم دیا کہ اصطبل سے گھوڑے مہیا کیے جائیں۔ میر آخور شہزادہ عثمان کا طرفدار تھا اس نے گھوڑے دینے سے انکار کر دیا اور کہا ابھی سلطان ہوشنگ زندہ ہے اس لیے میں اس کے حکم کے بغیر ایک گھوڑا بھی نہ دوں گا۔

شہزادہ غزنین کی شکایت

میر آخور نے یہ بات ایک خواجہ سرا کو بتائی یہ خواجہ سرا بھی شہزادہ عثمان کا ہی خواہ تھا اس نے میر آخور کو مشورہ دیا تم سلطان ہوشنگ کے پلنگ کے قریب جاؤ اور بلند آواز سے تمام واقعہ بادشاہ کے گوش گزار کرو تا کہ بادشاہ کو یہ معلوم ہو کہ شہزادہ غزنین اس کی زندگی ہی میں شاہی اشیاء پر قبضہ کرنا چاہتا ہے۔" میر آخور نے خواجہ سرا کے مشورے پر عمل کیا اور بادشاہ کو شہزادہ غزنین کے خلاف

marfat.com
Marfat.com

بھڑکایا۔

غزنین کا کاکرون کو فرار

بادشاہ کی طبیعت جب ذرا بحال ہوئی تو اس نے اپنا ترکش منگوایا اور پھر تمام امیروں کو حاضری کا حکم دیا۔ امیروں نے یہ خیال کیا کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ بادشاہ کا انتقال ہو چکا ہو اور ہمیں شہزادہ غزنین نے بہانے سے قتل کرنے کے لیے بلایا ہو لہٰذا انہوں نے انکار کر دیا اور بادشاہ کے پاس نہ گئے۔ جب شہزادہ غزنین کو اس کا علم ہوا تو وہ ڈر کر کاکرون میں جو لشکر گاہ سے تین میل کے فاصلے پر تھا چلا گیا۔

غزنین کا پیغام محمود کے نام

غزنین نے عمدۃ الملک کو محمود خاں کے پاس بھیجا اور اسے یہ پیغام دیا اس وقت تمام امراء شہزادہ عثمان کو بادشاہ بنانے کے حق میں ہیں اور میرا طرف دار تمہارے علاوہ اور کوئی نہیں ہے۔ تمہیں معلوم ہے کہ بادشاہ نے ترکش منگوایا تھا میں اس خوف سے کہ کہیں بادشاہ مجھے گرفتار کر کے دوسرے شہزادوں کے ساتھ قید میں نہ ڈال دے یہاں چلا آیا ہوں۔"

محمود کا جواب

محمود خاں نے اس کے جواب میں شہزادہ غزنین کو کہلوایا تم نے ہرگز کوئی ایسی بات نہیں کی جو سلطان ہوشنگ کی مرضی کے خلاف ہو۔ حریفوں نے بادشاہ کو ورغلایا ہے میں انشاء اللہ بادشاہ سے مل کر سب معاملات درست کر دوں گا اور پچاس گھوڑوں والے واقعے کی اصل حقیقت سے آگاہ کر دوں گا۔"

غزنین خاں نے دوبارہ عمدۃ الملک کو محمود خاں کے پاس بھیجا اور یہ کہلوا دیا۔ "اگرچہ تم ہر طرح میرا ساتھ دے رہے ہو لیکن اس کا کیا علاج کہ خواجہ سراؤں نے بادشاہ سے میری جھوٹی شکایتیں کی ہیں اس لیے میں بہت خوف زدہ ہوں۔ محمود خاں نے اس کے جواب میں کہا۔ "آپ بالکل بے فکر رہیں اور جلد از جلد لشکر گاہ میں چلے آئیں میں سب معاملات سلجھا لوں گا۔"

محمود کا خط ملک مغیث کے نام

عمدۃ الملک کے سامنے ہی محمود خاں نے ملک مغیث کے نام اس مضمون کا ایک خط روانہ کیا۔ "بادشاہ نے شہزادہ غزنین کو اپنا ولی عہد مقرر کیا ہے چونکہ اس وقت بادشاہ کی حالت بہت خراب ہو گئی ہے اور زندگی کی امید باقی نہیں رہی اس لیے آپ شہزادہ عثمان پر کڑی نگرانی رکھیں۔ عمدۃ الملک نے واپس آ کر شہزادہ غزنین کو سب حال بتایا شہزادہ بہت خوش ہوا اور اسی وقت لشکر گاہ میں واپس آ گیا۔

عثمان کے طرف داروں کی سازش

خواجہ سراؤں اور خاں جہاں عارض الملک نے جو شہزادہ عثمان کے طرف دار تھے جب یہ دیکھا کہ بادشاہ کی زندگی اب بہت کم رہ گئی ہے تو انہوں نے آپس میں یہ مشورہ کیا کہ دوسرے روز صبح کے وقت محمود خاں کو اطلاع کیے بغیر ہی سلطان ہوشنگ کو پالکی میں سوار کر کے جلد از جلد شادی آباد مندو کی طرف روانہ کر دینا چاہیے تاکہ شہزادہ عثمان کو قید خانے سے نکال کر تخت پر بٹھایا جا سکے۔

ہوشنگ کا انتقال

دوسرے روز عثمان کے بہی خواہوں نے اپنے کل کے فیصلے پر عمل کیا اور محمود کو بتائے بغیر ہی بادشاہ کو پالکی میں بٹھا کر روانہ ہوئے لیکن بادشاہ ابھی تھوڑا سا راستہ ہی طے کر پایا تھا کہ اس کی روح قفس عنصری سے پرواز کر گئی۔

محمود کو اطلاع

محمود خاں کو کسی نہ کسی طرح اس کی اطلاع ہو گئی اس نے اپنے کچھ ملازمین کو اسی وقت روانہ کیا تاکہ وہ خواجہ سراؤں اور امراء کو

marfat.com

Marfat.com

لعنت ملامت کر کے بادشاہ کی پالکی کو روک لیں۔ شہزادہ غزنین اور محمود خاں بذات خود بھی اس جگہ گئے اور انہوں نے خواجہ سراؤں کو سخت سست کہا۔

خواجہ سراؤں نے اس کے جواب میں کہا۔ "بادشاہ اپنی زندگی ہی میں شادی آباد مندو جانے کے لیے بے تاب تھے اور اس سلسلے میں تعمیل کا حکم دیا تھا ہم لوگ انہیں کے حکم کے مطابق روانہ ہوئے تھے۔" یہ سن کر شہزادہ غزنین اور محمود خاں خاموش ہو گئے۔

محمود خان کا اعلان

اس کے بعد محمود خاں نے بارگاہ سلطانی اسی جگہ نصب کی اور مرحوم بادشاہ کی تجہیز و تکفین کا سامان کیا دوسرے تمام امیروں نے اس معاملے میں علیحدگی اختیار کی۔ تجہیز و تکفین سے فارغ ہو کر محمود خاں نے بلند آواز سے کہا خداوند تعالیٰ کے حکم سے سلطان ہوشنگ کا انتقال ہو گیا ہے۔ بادشاہ نے اپنی زندگی ہی میں شہزادہ غزنین کو اپنا ولی عہد مقرر کر دیا تھا اس لیے جو شخص شہزادے کا حامی ہو وہ اس کی بیعت کرے اور جو اس کا مخالف ہو وہ لشکر سے علیحدہ ہو جائے۔

امراء کی بیعت

سب سے پہلے خود محمود خاں نے شہزادہ غزنین کی بیعت کی اور اس کے ہاتھوں کو بوسہ دیا اس کے بعد باری باری دوسرے امراء شہزادے کے پاس آئے اور اس کے قدموں کو بوسہ دینے لگے۔ یہ سب لوگ بوسہ دیتے اور بیعت کرتے وقت بے اختیار روتے رہے امیروں کی بیعت سے غزنین کی قوت میں بہت اضافہ ہوا اور اس کی سلطنت مستحکم ہوتی گئی اس کے بعد سلطان ہوشنگ کی لاش شادی آباد مندو میں لے جائی گئی اور ۹ ذی الحجہ کو دفنا دی گئی۔

سلطان ہوشنگ کو دفنانے کے بعد شاہی محل میں ایک تقریب منعقد کی گئی جس میں تمام امراء ملک مغیث عرف ملک شرف اور خان جہان وغیرہ نے غزنین خاں کی بیعت کی۔

سلطان ہوشنگ کی کرامت

سلطان ہوشنگ نے تیس (۳۰) سال حکومت کی۔ مندو میں بادشاہ کو ایک خطیرہ کے اندر دفن کیا گیا جو چونہ اور پتھر سے بنایا گیا ہے اس خطیرہ میں سے ہر وقت پانی ٹپکتا رہتا ہے۔ راقم الحروف مورخ فرشتہ نے اس خطیرہ کو دیکھا ہے اس میں سوراخ ہیں۔ ہوا ان سوراخوں میں داخل ہوتی ہے اور پھر پانی بن کر ٹپکتی ہے لیکن ہندوستانیوں کا خیال ہے کہ یہ سلطان ہوشنگ کی کرامت ہے۔

marfat.com

Marfat.com

سلطان غزنین المخاطب بہ محمد شاہ بن سلطان ہوشنگ غوری

تخت نشینی

سلطان ہوشنگ غوری کے انتقال کے بعد اس کا بڑا بیٹا غزنین خاں ۸۳۸ھ میں ملک مغیث المخاطب ملک شرف اور اہتمام الملک المخاطب بہ محمود خاں کی کوششوں سے تخت نشین ہوا' اس نے تخت نشینی کے بعد سلطان محمد شاہ کا لقب اختیار کیا۔ تمام امیروں اور اراکین سلطنت نے نئے بادشاہ کی بیعت کی اور ان کا سابقہ وظیفہ اور جاگیرات بحال رہیں۔ اس سلسلے میں کسی قسم کی تبدیلی عمل میں نہ آئی۔

مغیث اور محمود کی عزت افزائی

ملک مغیث عرف ملک شرف اور محمود خاں کی مخلصانہ حکمت عملی سے ملک میں زندگی کی نئی لہر دوڑ گئی اور رعایا نے محمد شاہ کو دل و جان سے اپنا بادشاہ تسلیم کر لیا۔ بادشاہ نے ملک مغیث کو مسند عالی کے خطاب سے نوازا اور عہدہ وزارت پر فائز کیا۔ مغیث کے بیٹے محمود خاں کو امیرالامراء نامزد کیا۔

بھائیوں کا قتل

تخت نشینی کے چند روز بعد سلطان غزنین نے اپنے بھائیوں کو ظلم و ستم کا نشانہ بنایا اور انہیں تلوار کے گھاٹ اتار دیا اس کے علاوہ بادشاہ نے اپنے بھتیجے اور داماد نظام خاں اور اس کے تینوں بیٹوں کی آنکھوں میں سلائیاں پھروا دیں۔ یہ ظلم و ستم دیکھ کر لوگ غزنین سے نفرت کرنے لگے اور اس کے خلاف ہو گئے۔

ملک میں فتنہ و فساد

بھائیوں کا یہ قتل سلطان غزنین کے حق میں بہت برا ثابت ہوا۔ اس خونریزی کو ابھی تھوڑا عرصہ ہی گزرا تھا کہ سارا ملک فتنہ و فساد کی آماجگاہ بن گیا۔ ولایت نادونی کے راجپوتوں نے موقع پا کر علم بغاوت سربلند کیا اور ملک کے ایک حصہ پر لشکر کشی کر دی۔ بادشاہ کو جب اس کا علم ہوا تو اس نے خان جہان کو دس ہاتھی اور ایک خلعت عطا کر کے ۱۵ ربیع الاول ۸۳۸ھ کو باغیوں کی سرزنش کے لیے روانہ کیا۔

غزنین کی شراب نوشی

محمد شاہ نے بڑی عاقبت نااندیشی کا مظاہرہ کیا اس نے ملکی انتظامات سے بالکل کنارہ کشی اختیار کر لی اور اپنے آپ کو شراب نوشی اور عیش کوشی کے حوالے کر دیا اس سلسلے میں اس نے انتہاپسندی کو اپنا شعار بنایا اور ایسا مدہوش ہوا کہ اسے سوائے شیشہ و ساغر اور ساقی کے اور کچھ یاد نہ رہا۔

محمود خاں کا اقتدار

محمود خاں کے ملازمین اپنی ثروت و مقدرت کے لحاظ سے نمایاں حیثیت رکھتے تھے اور ان کی جاگیریں نہایت اعلیٰ درجے کی تھیں وہ تمام امراء اور اکابر جو کسی لحاظ سے محمود خاں کی برابری کا دعویٰ کر سکتے تھے۔ خان جہان کے باغیوں کی سرکوبی کے لیے چلے گئے تھے اور پایہ تخت میں محمود خاں سے زیادہ کوئی مقتدر امیر باقی نہ رہا تھا۔

محمود خاں کی بادشاہ سے شکایت

پایہ تخت میں ایک گروہ ایسا تھا کہ جسے بادشاہ سے بہت زیادہ ہمدردی تھی اس گروہ کے افراد خاندان غوری سے بڑی عقیدت رکھتے

marfat.com

Marfat.com

تھے ان لوگوں نے محمود خاں کے اقتدار کو شک و شبہ کی نظر سے دیکھا اور یہ اندازہ کیا کہ محمود' غزنین خاں کو معزول کر کے بادشاہت کرنے کا خواہاں ہے ان لوگوں نے ایک شاہی حرم کے ذریعے بادشاہ کو یہ پیغام بھجوایا۔ "اپنے اثر و اقتدار کی وجہ سے محمود خاں بہت زیادہ مغرور ہو گیا ہے اور اب آپ کو معزول کر کے اپنی بادشاہت کے خواب دیکھ رہا ہے۔"

محمود کے قتل کا منصوبہ

بادشاہ نے یہ اطلاع پا کر اپنے بہی خواہوں سے مشورہ کیا اور اس نتیجے پر پہنچا کہ اس سے قبل کے محمود خاں کوئی قدم اٹھائے اس کو قتل کر دینا چاہیے۔ محمود خاں کو بھی کسی نہ کسی طرح بادشاہ کے اس ارادے کی اطلاع ہو گئی اور اس نے کہا "خدا کا لاکھ لاکھ شکر ہے کہ میں نے عہد شکنی نہیں کی۔"

بادشاہ کی پریشانی

اس کے بعد محمود خاں بہت محتاط ہو گیا اور لشکر فراہم کرنے کی کوشش کرنے لگا۔ محمود نے خفیہ طور پر بہت قوت فراہم کر لی لیکن ظاہری طور پر بادشاہ کے ہاں اپنی آمد و رفت جاری رکھی۔ وہ بادشاہ کے ہاں جب بھی جاتا بڑی احتیاط برتتا محمود کی اس احتیاط سے بادشاہ اور زیادہ پریشان ہوا۔

بادشاہ اور محمود کی گفتگو

بادشاہ محمود خاں سے بہت خائف تھا ایک روز اس کا خوف یہاں تک بڑھا کہ اس نے محمود خاں کا ہاتھ پکڑا اور اسے حرم سرا کے اندر لے گیا۔ وہاں اس نے اپنی بیگم مخدومہ بیگم کو جو محمود خاں کی بہن تھی بلایا اور اس سے کہا "میں تمہارے سامنے محمود خاں سے کہتا ہوں کہ یہ میرا قصور معاف کر دے اور مجھے جانی نقصان نہ پہنچائے۔ میں سلطنت کے تمام امور بغیر کسی لڑائی جھگڑے کے اس کے حوالے کرتا ہوں۔"

اپنی صفائی میں محمود کا بیان

اس کے جواب میں محمود خاں نے بادشاہ سے کہا "ایسا معلوم ہوتا ہے کہ جیسے آپ میرے قول و قرار کو بھول چکے ہوں۔ اگر ایسا نہ ہوتا تو آپ کبھی ایسی گفتگو نہ کرتے کہیں ایسا تو نہیں کہ کسی مفسد نے آپ کو میرے خلاف بھڑکا دیا ہو مجھے یقین ہے کہ وہ اپنے کیے پر شرمندہ ہو گا۔ اگر آپ کو میری طرف سے کوئی خطرہ ہے تو اس کا سدباب کر لیجیے میں یہاں تنہا ہوں اور میرا کوئی ساتھی یہاں موجود نہیں ہے آپ جو چاہیں کریں۔

بادشاہ کی کم عقلی

محمود خاں کی زبان سے یہ کلمات سن کر بادشاہ بہت نادم ہوا اور اس نے معذرت کا اظہار کیا۔ اس کے بعد دونوں نے ایک دوسرے سے "محبت اور خلوص" کی باتیں کیں چونکہ سلطان محمد میں عقل کی کمی تھی اور وہ ہر وقت شکوک و شبہات میں مبتلا رہتا تھا اس لیے وہ اکثر ایسی حرکتیں کرتا رہتا تھا جن سے محمود خاں کی مخالفت کی بو آتی تھی۔

سلطان محمد کی ہلاکت

یہ صورت حال دیکھ کر محمود خاں نے اپنی کوششیں تیز سے تیز کر دیں۔ محمود بادشاہ کو ہلاک کرنے کے منصوبے بنانے لگا اس نے بادشاہ کے ساقی سے سازباز کی اور اسے بادشاہ کو ہلاک کرنے پر آمادہ کر لیا۔ ساقی نے شراب میں زہر ملا کر بادشاہ کو دوسرے جہاں میں پہنچا دیا۔

marfat.com
Marfat.com

شہزادہ مسعود کی تخت نشینی

امیروں کو بادشاہ کی ہلاکت کی اطلاع ہو گئی خواجہ نصراللہ وزیر مشیر الملک' لطیف ذکریا اور دوسرے امیروں نے آپس میں مشورہ کر کے یہ طے کیا کہ بادشاہ کے انتقال کی خبر فی الحال مخفی رکھی جائے۔ یہ امراء مرحوم بادشاہ کے بیٹے شہزادہ مسعود خاں کو جس کی عمر تیرہ سال تھی حرم سرا سے باہر لائے اور اسے تخت پر بٹھا دیا۔

امراء کی سازش

اس کے بعد امیروں نے یہ طے کیا کہ جس طرح بھی ہو سکے محمود کا کام تمام کر دیا جائے۔ امیروں نے بایزید شیخا کو محمود خاں کے پاس بھیجا اور یہ پیغام دیا "سلطان محمد تمہیں جلد از جلد آنے کے لیے کہہ رہا ہے تاکہ تمہیں قاصد بنا کر گجرات روانہ کرے۔" محمود خاں نے اس کا جواب کہلوایا "میں اب دنیا کے تمام کاموں سے کنارہ کش ہو چکا ہوں اور اپنے تمام مشاغل کو ترک کر چکا ہوں۔ اب میرا ارادہ ہے کہ باقی عمر سلطان ہوشنگ کے مزار کی جاروب کشی میں ہی گزاروں لیکن اس ارادے کے باوجود چونکہ میں سلطان ہوشنگ کا پروردہ پرداختہ ہوں اس لیے اس امر پر تیار ہوں کہ آپ حضرات میرے غریب خانے پر تشریف لائیں اور مجھ سے جو کچھ کہنا سننا ہے کہہ سن لیں اور پھر سلطان محمد کو مطلع کر دیں۔"

ملک شیخا کی رائے

ملک بایزید شیخا یہ جواب لے کر امراء کے پاس واپس آیا اور ان سے کہا "محمود خاں کو اس وقت تک سلطان محمد کے انتقال کی اطلاع نہیں ہے اور وہ یہی سمجھ رہا ہے کہ بادشاہ زندہ ہے اس لیے بہتر یہی ہے کہ آپ سب لوگ مل کر محمود کے مکان پر جائیں اس کے بعد آپ اسے باسانی سلطانی بارگاہ میں لا کر اس کا کام تمام کر سکتے ہیں۔

امراء کی گرفتاری

امیروں نے ملک شیخا کا مشورہ قبول کیا اور سب مل کر محمود خاں کے مکان پر گئے۔ محمود نے پہلے ہی سے اپنے ملازموں کو مکان کے گوشوں میں چھپا رکھا تھا جس وقت امراء محمود کے مکان میں داخل ہوئے اس وقت محمود نے ان سے سوال کیا۔ "بادشاہ ہوشیار ہے یا مست پڑا ہے۔" امراء اس سوال کا مطلب سمجھ گئے اور ٹھٹک گئے لیکن محمود کے ملازموں نے انہیں سوچنے کی مہلت ہی نہ دی انہوں نے گوشوں سے نکل کر ان تمام امیروں کو گرفتار کر لیا اور موکلوں کے سپرد کر دیا۔

شہزادہ مسعود کے حامیوں کی تیاری

امیروں کی گرفتاری کی خبر جب عام ہو گئی تو شہزادہ مسعود کے حامیوں کو سخت غصہ آیا انہوں نے اپنا نیز شاہی لشکر تیار کیا اور سلطان ہوشنگ کے مزار سے چتر شاہی اتار کر شہزادہ مسعود کے سر پر سایہ افگن کر دیا۔

محمود اور مسعود کے حامیوں میں جنگ

محمود خاں کو جب اس کی اطلاع ملی تو اس نے بھی اپنے لشکر کو تیار کیا اور شہزادہ مسعود کو گرفتار کرنے کے لیے شاہی محل کی طرف روانہ ہوا۔ جب وہ محل کے قریب پہنچا تو شہزادہ کے طرف داروں نے مزاحمت کی اور دونوں طرف سے تیراندازی اور نیزہ بازی ہونے لگی شام تک لڑائی ہوتی رہی غروب آفتاب کے بعد شہزادہ عمر قلعے سے نکل کر بھاگ گیا اور شہزادہ مسعود نے شیخ جابلاہ کے ہاں پناہ لی اس طرح تمام امیر بھی اپنی جان بچانے کی خاطر ادھر ادھر چھپ گئے۔

marfat.com

Marfat.com

محمود شاہی محل میں

صبح تک محمود خاں اپنا لشکر لے کر شاہی محل کے قریب کھڑا رہا جب سورج نکلا تو اسے معلوم ہوا کہ شاہی محل خالی ہو چکا ہے۔ اور اب وہاں کوئی نہیں ہے اور تمام مخالفین ادھر ادھر چھپ گئے ہیں۔ محمود شاہی محل میں داخل ہو گیا اور اس نے اسی وقت اپنے باپ خان جہان کے نام ایک خط لکھا کہ جلد از جلد یہاں تشریف لایئے اور حکومت سنبھالیے بادشاہت آپ ہی کا حق ہے آپ جلد از جلد تشریف لائیں کیونکہ شاہی تخت کا زیادہ دیر تک خالی رہنا فتنہ و فساد کا باعث ہے آپ جانتے ہیں کہ مالوہ ایک وسیع سلطنت ہے اگر یہاں فتنہ و فساد کے شعلے بھڑک اٹھے تو پھر انہیں بجھانا بہت مشکل ہو جائے گا۔ خدا کا شکر ہے کہ اس وقت تک فتنہ پرداز غافل ہیں اور انہیں ہنگامہ آرائی کا موقع نہیں ملا ہے۔"

محمود خاں کی تخت نشینی

خان جہاں نے اس کے جواب میں محمود خاں کو لکھا۔ "خدا کے فضل و کرم سے تم میں بھی فرماں روائی کی اہلیت بدرجہ اتم موجود ہے اس لیے بہتر یہی ہے کہ تم ہی تخت پر بیٹھو" اس رائے کی محمود خاں کے امراء نے بھی تائید کی۔ محمود خاں نجومیوں کی بتائی ہوئی مبارک گھڑی میں تخت شاہی پر بیٹھ گیا اور تمام امیروں اور ارا کین سلطنت نے اس کی بیعت کی۔

سلطان محمد شاہ غوری نے ایک سال اور چند ماہ تک حکومت کی۔

marfat.com

Marfat.com

سلاطین خلجیہ

marfat.com

Marfat.com

سلطان محمود خلجی

تخت نشینی

قارئین کرام اس حقیقت سے اچھی طرح واقف ہیں کہ ہندوستان کی تاریخی کتابوں میں عموماً اور ملا احمد تتوی کی تالیف "تاریخ الفی" میں خصوصاً یہ لکھا ہے کہ سلاطین غوری کی حکومت کے اختتام کے بعد ۲۹ شوال ۸۳۹ھ بروز دوشنبہ محمود خلجی نے مالوہ کی بادشاہت اختیار کی۔ اس وقت اس کی عمر چونتیس (۳۴) سال تھی سارے ملک میں محمود کے نام کا خطبہ و سکہ جاری ہو گیا۔

امراء سے سلوک

سلطان محمود اپنے امیروں پر طرح طرح کی عنایات کرنے لگا ہر ایک کے منصب اور جاگیر میں اضافہ کیا۔ بہت سوں کو خطابات سے نوازا۔ مشیر الملک کو "نظام الملک" کا خطاب دے کر عہدہ وزارت پر فائز کیا۔ ملک برخوردار کو عارض ممالک کا عہدہ "تاج خاں" کا خطاب دیا۔ امیر الامرائی کے منصب پر خان جہان کو فائز کیا اور مالوہ کے بہترین حصے اس کی تحویل میں دیئے۔ نیز "اعظم ہمایوں" کا خطاب چتر اور سفید ترکش مرحمت کیے کہ جو اس وقت بادشاہوں کی شان سمجھے جاتے تھے۔

خان جہان کا احترام

سلطان محمود نے خان جہان کے احترام کو پوری طرح ملحوظ خاطر رکھا اور اس کی سواری کو بادشاہوں کے برابر بنا لیا۔ اس کے نقیب و یساول' سونے چاندی کے عصا ہاتھ میں رکھتے تھے اور جس وقت خان جہان سوار ہوتا تھا تو وہ بلند آواز سے "بسم اللہ الرحمن الرحیم" کہتے تھے۔

علم پرستی

جب سلطان محمود کی سلطنت کی بنیادیں مضبوط ہو گئیں تو اس نے اہل علم و فضل کی طرف توجہ کی اور ملک کے تمام عالموں فاضلوں کو مالا مال کر کے اپنے گرد جمع کر لیا۔ سارے ملک میں جگہ جگہ مدرسے قائم کیے علماء' فضلاء اور طلباء کے وظیفے مقرر کیے الغرض بادشاہ کی علم پرستی کی وجہ سے مالوہ کا ملک شیراز اور سمرقند کا ہم پلہ ہو گیا۔

امراء کی بغاوت

سلطان محمود کے پاؤں اچھی طرح جم گئے تو سلطان ہوشنگ مرحوم کے امیروں کی ایک جماعت نے جن میں ملک قطب الدین سمنانی اور ملک نصیر الدین دبیر جرجانی بھی شامل تھے۔ رشک و حسد سے بغاوت کا ارادہ کیا ان باغی امیروں نے ایک روز بڑی ناشائستہ حرکت کی۔ شاہی محل سے متصل ایک مسجد تھی' یہ امراء سیڑھیاں لگا کر اس مسجد کے بام پر چڑھ گئے اور وہاں سے محل سرا کے صحن میں اتر آئے۔ اس جگہ پہنچ کر امیروں کو کچھ اور نہ سوجھا اور وہ یہ سوچنے لگے کہ اب کیا کیا جائے۔

بادشاہ کی دلیری

باغی امراء ابھی سوچ بچار ہی میں تھے کہ سلطان محمود کسی کام سے اس طرف آیا اس نے جو ان امیروں کو اپنے محل سرا کے سامنے صحن میں دیکھا تو بہت حیران ہوا اور سمجھ گیا کہ امیروں کا مقصد کیا ہے۔ بادشاہ اس وقت صرف ترکش لگائے ہوئے تھا اس نے بڑی جرات کا مظاہرہ کیا اور تمام امیروں پر اکیلے ہی حملہ کر دیا اور تیر اندازی کر کے چند باغیوں کو زخمی کیا۔

marfat.com

Marfat.com

باغیوں کا فرار

اسی اثناء میں مشیر الملک المخاطب بہ نظام الملک اور ملک محمد خضر کو اس امر کی اطلاع ہوئی اور وہ سلاحداروں کی ایک مسلح جماعت کے ہمراہ موقع واردات پر پہنچے- باغی امیروں نے جب مصیبت کو سر پر دیکھا تو وہ جس راہ سے آئے تھے اسی راہ سے واپس چلے گئے- البتہ ایک شخص جو بہت زیادہ زخمی ہوا تھا' بھاگ نہ سکا- اسے گرفتار کر لیا گیا' اس شخص نے ان تمام لوگوں کے نام بتا دیئے کہ جنہوں نے اس حرکت ناشائستہ کا ارتکاب کیا تھا-

باغیوں کو سزائیں

سلطان محمود خلجی نے باغیوں کو بلا کر انہیں مناسب سزائیں دیں اگرچہ اس بغاوت میں شہزادہ احمد خاں بن ہوشنگ' ملک یوسف قوام الملک اور ملک نصیر دبیر نے بھی حصہ لیا تھا لیکن اعظم ہمایوں نے سفارش کر کے ان تینوں کو بچا لیا- شہزادہ احمد خاں تو برہان پور سے آیا تھا قلعہ اسلام آباد کی حکومت پر متعین کیا گیا- ملک یوسف قوام الملک کو "قوام خاں" کا خطاب دے کر بھیلسہ کی جاگیر عطا کی گئی- ملک نصیر الدین کو "نصرت خاں" کا خطاب اور چندیری کی جاگیر بخشی گئی- ان تینوں کو ان کی جاگیروں پر جانے کی اجازت بھی مل گئی-

شہزادہ احمد کی بغاوت

اسلام آباد پہنچ کر شہزادہ احمد خاں نے باغیانہ حرکتوں کا ارتکاب کیا اور اس کی طاقت روز بروز بڑھتی چلی گئی اور وہ اپنے علاقے میں ہنگامے بپا کرتا رہا- سلطان محمود کے کہنے سے اعظم ہمایوں نے شہزادہ احمد کو نصیحت کی لیکن اس پر کوئی اثر نہ ہوا- آخر کار مجبور ہو کر سلطان محمود خلجی نے تاج خاں کو شہزادہ احمد کی شورش کے دفعیے کے لیے نامزد کیا-

قلعہ اسلام آباد کا محاصرہ

تاج خاں نے اسلام آباد کے قلعے کا محاصرہ کر دیا- یہ محاصرہ ایک عرصے تک قائم رہا لیکن اس کا کوئی خاص نتیجہ برآمد نہ ہوا- آخر کار تاج خاں نے سلطان محمود کی خدمت میں ایک عریضہ لکھ کر مدد کی درخواست کی-

ملک جہاد اور نصرت خاں کی بغاوت

انہیں دنوں سرکاری مخبروں اور جاسوسوں نے یہ اطلاع دی کہ ملک جہاد نے ہوشنگ آباد میں اور نصرت خاں نے چندیری میں بادشاہ کے خلاف آواز اٹھائی ہے- سلطان محمود خلجی نے ان باغیوں کی سرکوبی کے لیے ملک مغیث عرف اعظم ہمایوں کو روانہ کیا-

اعظم ہمایوں کی لشکر کشی

اعظم ہمایوں اپنا لشکر لے کر روانہ ہوا- اور اس نے قلعہ اسلام آباد سے دو کوس کے فاصلے پر قیام کیا- تاج خاں اور دوسرے امراء اعظم ہمایوں سے ملاقات کرنے کے لیے آئے اور اس کو تمام حالات سے آگاہ کیا- دوسرے روز اعظم ہمایوں نے اس مقام سے کوچ کر کے اسلام آباد کی اطراف کا محاصرہ کر لیا اور مورچلوں کو تقسیم کیا-

شہزادہ احمد کو راہ راست پر لانے کی کوشش

اعظم ہمایوں نے علماء اور مشائخ کی جماعت کو شہزادہ احمد کے پاس روانہ کیا تاکہ یہ مقدس لوگ بدبخت شہزادے کو صحیح راستے پر چلنے کی نصیحت کریں اور اسے یہ سمجھائیں کہ عہد شکنی بہت بڑا گناہ ہے- نیز اس سے یہ عہد لیں کہ وہ آئندہ اپنے دل میں بغاوت کا خیال نہ لائے گا' لیکن احمد خاں نے ان علماء اور شیوخ کی باتوں پر توجہ نہ کی اور ان سے الٹی سیدھی باتیں کر کے ان کو قلعے سے باہر نکال دیا-

marfat.com

Marfat.com

شہزادہ احمد کی ہلاکت

قوام خاں بھی ایک مقتدر امیر تھا اس نے جب شہزادہ احمد کو مصیبت میں گھرے ہوئے دیکھا تو اس نے اعظم ہمایوں کی مخالفت کی وجہ سے شہزادے کو کچھ اسباب اور اسلحہ بطور امداد کے بھجوایا اور آئندہ مدد دینے کا وعدہ کیا۔ شہزادہ احمد خاں کے ایک مطرب نے اعظم ہمایوں کے اثر یا کسی دوسری وجہ سے شہزادے کو شراب میں زہر ملا کر پلا دیا۔ اس سے شہزادے کا انتقال ہو گیا اس کے بعد اعظم ہمایوں نے باسانی قلعے کو فتح کر لیا۔

قوام کا فرار

اسلام آباد کے قلعے کی فتح کے بعد اعظم ہمایوں ہوشنگ آباد کی طرف روانہ ہوا۔ قوام خاں جس نے شہزادہ احمد کی مدد کی تھی دل ہی دل میں اپنے قصور کی وجہ سے خائف تھا۔ اس لیے اس نے راستے ہی سے لشکر سے علیحدگی اختیار کی اور بھیلسہ کی طرف بھاگ گیا۔ اعظم ہمایوں نے قوام خاں کا تعاقب کرنا مناسب نہ سمجھا اور ملک جہاد کی سرزنش کو اس امر پر ترجیح دی۔

ملک جہاد کا قتل

اعظم ہمایوں جب ہوشنگ آباد پہنچا تو ملک جہاد سخت پریشان ہوا۔ اس میں اتنی قوت نہ تھی کہ وہ اعظم ہمایوں کا مقابلہ کرتا' لہٰذا حواس باختہ ہو کر وہ اپنا تمام مال و اسباب چھوڑ کر کوہ پایہ گونڈواڑہ کی طرف بھاگ گیا۔ گونڈواڑہ کے لوگوں کو یہ علم تھا کہ ملک جہاد باغی امیر ہے اس لیے انہوں نے پکڑ کر قتل کر دیا۔

اعظم ہمایوں کی چندیری کو روانگی

اعظم ہمایوں کو جب ملک جہاد کے قتل کی خبر ملی تو وہ بہت خوش ہوا اور ہوشنگ آباد کے قلعے میں داخل ہوا۔ شہر کا انتظام اعظم ہمایوں نے اپنے ایک معتمد امیر کے سپرد کیا اور خود نصرت خاں کو راہ راست پر لانے کے لیے چندیری کی طرف روانہ ہوا۔

نصرت خاں کی معزولی

چندیری پہنچ کر اعظم ہمایوں نے نصرت خاں کی طرف توجہ کی نصرت خاں نے جب یہ دیکھا کہ اعظم ہمایوں کے سامنے اس کا کچھ بس نہیں چل سکتا تو اس نے خوشامد کا راستہ اختیار کیا اور اعظم ہمایوں کے استقبال کے لیے آیا اور اُدھر اِدھر کی باتیں بنانے لگا تاکہ اعظم ہمایوں اسے بادشاہ کا بہی خواہ سمجھے اور اس کی بدکرداریوں سے چشم پوشی کرے۔ لیکن اعظم ہمایوں کوئی بچہ تو تھا نہیں جو اس کی باتوں میں آ جاتا اس نے شہر کے اکابر کو جمع کر کے نصرت کے حالات کی تحقیق کی۔ اس تحقیق سے یہ ثابت ہو گیا کہ نصرت نے اپنے غرور کی وجہ سے اس علاقے میں باغیانہ حرکتوں کا ارتکاب کیا ہے۔ اعظم ہمایوں نے اسے معزول کر دیا اور اس کی جگہ حاجی کالو کو چندیری کا حاکم مقرر کیا۔

قوام الملک کی سرزنش

اس کے بعد اعظم ہمایوں بھیلسہ کی طرف روانہ ہوا اور اپنے چند آدمیوں کو قوام الملک کے پاس بھیج کر اس کو راہ راست پر آنے کی ہدایت کی لیکن اس کوشش کا کوئی نتیجہ نہ نکلا اور قوام الملک اپنے موقف پر ڈٹا رہا اس کے بعد اعظم ہمایوں نے سختی شروع کی قوام الملک ڈر کر بھاگ گیا۔ اعظم ہمایوں نے چند روز بھیلسہ میں قیام کیا اور یہاں کے انتظامات ٹھیک کر کے اور اس علاقے میں امن بحال کر کے شادی آباد مندو کی طرف روانہ ہوا۔

سلطان احمد گجراتی کی مالوہ پر لشکر کشی

راستے میں اعظم ہمایوں کو معلوم ہوا کہ حاکم گجرات سلطان احمد مالوہ کو فتح کرنے کے لیے ایک زبردست لشکر لے کر آ رہا ہے۔ یہ بھی

marfat.com

Marfat.com

معلوم ہوا کہ شہزادہ مسعود خاں جو سلطان محمود خلجی سے امان حاصل کر کے گجرات چلا گیا تھا۔ ایک زبردست لشکر اور بیس ہاتھیوں کے ہمراہ سلطان محمود خلجی سے جنگ کرنے کے لیے آ رہا ہے۔ اعظم ہمایوں نے سفر کی منزلیں بڑی تیزی سے طے کرنا شروع کر دیں اور سلطان احمد گجراتی کو چھ کوس پیچھے چھوڑ کر دروازہ تارا پور سے قلعہ مندو میں داخل ہو گیا۔

قلعہ مندو کا محاصرہ

سلطان احمد گجراتی نے قلعہ مندو کے نیچے آ کر حصار کا محاصرہ کر لیا۔ سلطان محمود خلجی اپنے باپ اعظم ہمایوں کی آمد سے بہت خوش ہوا۔ بادشاہ نے ہر روز اپنے لشکر کو گجراتی فوج سے لڑنے کے لیے قلعے سے باہر بھیجنا شروع کر دیا۔ محمود خلجی قلعے سے باہر نکل کر خود بھی جنگ میں حصہ لینا چاہتا تھا لیکن وہ ایسا نہ کر سکا کیونکہ اسے ہوشنگ شاہی امراء پر اعتماد نہ تھا اور یہ شک تھا کہیں یہ امراء موقع پا کر علم بغاوت بلند نہ کر دیں۔ حالات کا بادشاہ کے دل پر ایسا اثر ہوا کہ وہ اپنے دوستوں کو بھی دشمن سمجھنے لگا۔

محمود خلجی کی دریا دلی

سلطان محمود خلجی بہت ہی سخی اور فراخ دل انسان تھا اس محاصرہ کے زمانے میں بھی اس نے رعایا کو ہر طرح سے خوش رکھا۔ سرکاری گودام سے وہ غریبوں اور محتاجوں کو غلہ تقسیم کرواتا تھا اس نے لنگر خانے بھی قائم کیے جہاں غریبوں کو پکا ہوا کھانا ملتا تھا۔ بادشاہ کی اس دریا دلی کی وجہ سے رعایا سلطان محمود خلجی سے بے پناہ محبت کرنے لگی۔

گجراتی امراء کی اپنے بادشاہ سے علیحدگی

محمود خلجی کی سخاوت کی وجہ سے قلعہ مندو میں سلطان احمد گجراتی کے لشکر کی نسبت غلہ بہت سستا تھا۔ محمود نے بعض گجراتی امیروں مثلاً سید احمد' صوفی خاں ولد عماد الملک' ملک شرف ملک محمود بن احمد سلحدار' ملک قاسم اور ملک نیام الدین وغیرہ کو جو سلطان احمد شاہ گجراتی کے سخت مخالف تھے۔ جاگیر اور دولت کا لالچ دے کر توڑ لیا اور اپنے پاس بلا لیا۔ اس واقعے سے سلطان محمود خلجی کے تدبر اور دانش مندی کا اندازہ ہو سکتا ہے۔

گجراتی لشکر میں انتشار

گجراتی امیروں کی علیحدگی کی وجہ سے سلطان احمد گجراتی کے لشکر میں انتشار پیدا ہو گیا۔ محمود خلجی نے اس موقع سے فائدہ اٹھا کر گجراتی لشکر پر شب خون مارنے کا ارادہ کیا' لیکن سلطان ہوشنگ مرحوم کے ایک امیر نصیر الدین نے سلطان احمد گجراتی کو سلطان محمود کے اس منصوبے سے آگاہ کر دیا۔

شب خون

منصوبے کے مطابق سلطان محمود خلجی کا لشکر قلعے سے نیچے اترا' لیکن گجراتی لشکر نظر نہ آیا۔ نیز تمام راستے بھی بند تھے اس کے باوجود بھی فریقین میں مقابلہ ہو گیا اور لڑائی شروع ہوئی۔ صبح ہونے تک دونوں لشکر ایک دوسرے سے لڑتے رہے بہت سے سپاہی مارے گئے صبح ہوئی تو سلطان محمود خلجی قلعے میں واپس آیا۔

چندیری اور سارنگ پور میں ہنگامے

کچھ دنوں بعد شاہی جاسوسوں نے چندیری سے یہ اطلاع دی کہ شہزادہ عمر خاں مالوہ کے موجودہ ہنگاموں کی خبر سن کر چندیری پر حملہ آور ہوا ہے اور وہاں کے لشکر اور رعایا نے حاجی کالو کے خلاف بغاوت کر کے شہزادہ عمر کو اپنا حاکم بنا لیا ہے اس کے علاوہ یہ اطلاع بھی ملی کہ سلطان احمد شاہ گجراتی کا بیٹا شہزادہ محمود خاں پانچ ہزار سواروں اور تین سو ہاتھیوں کا لشکر لے کر سارنگ پور میں آیا ہے اور اس نے

marfat.com

Marfat.com

حاکم شہر سے جنگ کر کے اسے قتل کر ڈالا ہے۔

سلطان محمود خلجی نے ان خبروں کو سنا اور اپنے امیروں اور ارکین دولت سے مشورہ کیا بہت سوچ بچار کے بعد یہ طے کیا گیا کہ اعظم ہمایوں تو قلعہ مندو میں قیام کر کے شہر کی حفاظت کرے اور سلطان محمود خلجی قلعہ سے باہر آ کر ملک کے درمیانی حصے کی حفاظت کرے۔

محمود خلجی کی سارنگ پور کو روانگی

اس کے بعد سلطان محمود خلجی سارنگ پور کی طرف روانہ ہوا اور اس نے تاج خاں اور منصور خاں کو اپنی روانگی سے پیشتر ہی روانہ کر دیا کیونکہ سلطان احمد شاہ گجراتی نے ملک حاجی علی کے راستے کی حفاظت کے لیے اس جگہ متعین کر دیا تھا۔ تاج اور منصور نے اس جگہ پہنچ کر ملک حاجی علی سے جنگ کی اور وہ بھاگ گیا۔

احمد گجراتی کی حفاظتی تدابیر

ملک حاجی علی نے سلطان احمد شاہ گجراتی کے پاس پہنچ کر اس کو یہ بتایا کہ سلطان محمود خلجی مندو سے روانہ ہو کر سارنگ پور کی طرف چلا گیا ہے سلطان احمد گجراتی نے فوراً شہزادہ محمود خاں کے پاس ایک قاصد بھیجا تا کہ شہزادہ سلطان محمود کے سارنگ پور پہنچنے سے پہلے اجین آ جائے۔ شہزادہ محمد کے پاس قاصد بروقت پہنچ گیا اور شہزادہ جلد از جلد اجین میں سلطان احمد گجراتی سے جا ملا۔

ملک اسحاق کا خط محمود خلجی کے نام

سارنگ پور کے حاکم ملک اسحاق بن قطب الملک نے سلطان محمود خلجی کی خدمت میں ایک عریضہ ارسال کر کے اپنے قصور کی معافی طلب کی۔ اس نے اس عریضے میں یہ بھی لکھا کہ "شہزادہ محمد آپ کے آنے کی اطلاع پا کر یہاں سے اجین چلا گیا ہے' لیکن شہزادہ عمر نے سارنگ پور کو فتح کرنے کی غرض سے اپنا لشکر پہلے ہی سے روانہ کر رکھا ہے اور اس کے پیچھے پیچھے وہ خود بھی آ رہا ہے۔" الغرض ملک اسحاق بن قطب الملک نے اپنے تمام حالات بالتفصیل مرقوم کیے۔

محمود خلجی سارنگ پور میں

یہ خط پڑھ کر سلطان محمود بہت خوش ہوا اور اس نے ملک اسحاق کا قصور معاف کر دیا۔ بادشاہ نے اپنی روانگی سے پہلے تاج خاں کو ملک اسحاق کی مدد کے لیے روانہ کیا اور پھر خود بھی روانہ ہوا۔ ملک اسحاق نے اکابر شہر اور امراء کے ہمراہ سلطان محمود خلجی کا استقبال کیا۔ بادشاہ نے ملک اسحاق کو دولت خاں کے خطاب اور علم و مورچل سے نوازا۔ نیز ایک خلعت خاص اور دس ہزار تنگے عطا کیے۔ اس کے علاوہ دوسرے امیروں کو بھی انعامات دیے۔

شہزادہ عمر کی مداخلت

سلطان محمود کے سارنگ پور پہنچنے کے بعد سلطان احمد بھی اجین سے سارنگ پور کی طرف روانہ ہوا۔ اس کے ساتھ تیس ہزار سواروں اور تین سو ہاتھیوں کا ایک زبردست لشکر تھا۔ سلطان محمود خلجی نے پہلے عمر خاں کی مدافعت کی طرف توجہ کی اور رات کے پچھلے پہر روانہ ہوا۔ جب دونوں لشکروں میں چھ کوس کا فاصلہ رہ گیا تو بادشاہ نے اپنے کچھ سپاہیوں کو دشمن کی قوت کا اندازہ اور جنگ کا وقت مقرر کرنے کے لیے روانہ کیا۔

اس کے بعد محمود خلجی نے نظام الملک' ملک احمد اور دوسرے امیروں کو میدان جنگ کے انتخاب اور معائنہ کے لیے روانہ کیا۔ اور صبح ہوتے ہی چار لشکروں کو مرتب و منظم کر کے شہزادہ سے جنگ کے لیے چل پڑا۔

marfat.com

Marfat.com

جنگ کی تیاریاں

شہزادہ عمر خاں کو بھی سلطان محمود خلجی کی روانگی کی اطلاع ملی اور وہ جنگ کی تیاری کر کے مقابلے کے لیے آگے بڑھا شہزادے نے اپنے لشکر کو تو محمود خلجی سے جنگ کے لیے بھیج دیا۔ اور خود فوج کے ایک دستے کے ساتھ پہاڑ کے پیچھے کمین گاہ میں مقیم ہوا۔ اور سلطان محمود خلجی کی فوج کا انتظار کرنے لگا۔

شہزادہ عمر کا عزم

اتفاق سے ایک شخص نے سلطان محمود خلجی کو بتایا کہ شہزادہ عمر اپنی فوج کے ایک حصے کے ساتھ پہاڑ کے پیچھے چھپا ہوا ہے۔ محمود خلجی اپنے لشکر کو لے کر شہزادہ کی جانب بڑھا۔ شہزادے کو جب اس کا پتہ چلا تو اس نے اپنے سپاہیوں سے کہا۔ "محمود ایک ملازم ہے اور اس کے سامنے سے بھاگنا ہماری شان کے خلاف ہے۔ میدان میں ثابت قدمی سے لڑتے ہوئے جان دے دینا ہی بہادری کا تقاضا ہے۔"

شہزادے کا قتل

اس کے بعد شہزادے نے سلطان محمود خلجی کے قلب لشکر پر حملہ کر دیا اور عین لڑائی کے دوران میں دشمن کے ہاتھوں گرفتار ہو گیا۔ محمود خلجی کے حکم سے شہزادے کو قتل کر دیا گیا اور اس کا سر ایک نیزے پر لٹکا کر اس کے لشکر کو دکھایا گیا۔ شہزادے کے لشکر کے سردار شہزادے کا سر دیکھ کر سخت پریشان ہوئے۔ انہوں نے سلطان محمود خلجی کو پیغام دیا۔ "آپ آج ازراہ کرم جنگ ملتوی کر دیں۔ ہم انشاء اللہ کل آپ کی خدمت میں حاضر ہوں گے اور آپ کو اپنا بادشاہ تسلیم کر لیں گے۔"

شہزادے کے لشکر کی اپنے ملک کو روانگی

اس کے بعد فریقین کے لشکر اپنی اپنی قیام گاہوں میں چلے آئے اور جنگ ملتوی کر دی گئی۔ رات کے وقت مقتول شہزادے کا لشکر اپنے ملک کی طرف روانہ ہو گیا اور اہل لشکر نے ملک سلیمان بن مشیر الملک غوری کو جو شہزادہ عمر کا رشتہ دار تھا اپنا حاکم تسلیم کر لیا۔ ملک سلیمان نے "سلطان شہاب الدین" کا لقب اختیار کیا۔

سلطان احمد سے مقابلے کا ارادہ

سلطان محمود خلجی نے فوج کے ایک حصے کو سلطان شہاب الدین کی مدافعت کے لیے نامزد کیا اور خود سلطان احمد شاہ گجراتی سے مقابلہ کرنے کے لیے روانہ ہوا۔ ابھی فریقین کے لشکر ایک دوسرے کے سامنے بھی نہ آئے تھے کہ سلطان احمد گجراتی کے لشکر کے کچھ پاک باطن لوگوں نے حضرت محمد صلعم کو خواب میں دیکھا کہ حضور ارشاد فرماتے ہیں۔ "آسمانی بلا نازل ہو چکی ہے اس لیے سلطان احمد کو کہو کہ اپنے ملک کی طرف روانہ ہو جائے۔"

گجراتی لشکر میں وبا اور سلطان احمد کی واپسی

یہ خواب سلطان احمد گجراتی سے بیان کیا گیا لیکن اس نے کوئی توجہ نہ کی اس بے ادبی کا نتیجہ یہ ہوا کہ گجراتی لشکر میں وبائی امراض پھیل گئے اور لشکری دھڑا دھڑ مرنے لگے۔ اموات اس قدر کثرت سے ہوئیں کہ مرنے والوں کو دفن کے لیے قبریں کھودنا مشکل ہو گیا آخر پریشان ہو کر احمد گجراتی نے اپنے ملک کی راہ لی۔

چندیری کو روانگی

سلطان احمد گجراتی نے شہزادہ مسعود سے یہ وعدہ کیا کہ میں اگلے سال یہ ملک فتح کر کے تمہارے حوالے کر دوں گا۔ "سلطان محمود خلجی بھی مندو کی طرف روانہ ہوا وہاں پہنچ کر اس نے سات دن تک اپنے لشکر کو درست کیا۔ اور اہل چندیری کی بغاوت کو دبانے کے لیے

marfat.com

Marfat.com

روانہ ہوا۔

شہاب الدین کی وفات

ملک سلیمان المخاطب بہ سلطان شہاب الدین قلعے سے باہر آیا اس نے سلطان محمود خلجی سے بڑی جرات و بہادری سے جنگ کی۔ محمود خلجی کی قوت شہاب الدین سے کہیں زیادہ تھی اس لیے آخر الذکر کے قدم میدان میں جم نہ سکے اور وہ پریشان ہو کر قلعے کی طرف بھاگ گیا اور وہاں پناہ گزین ہوا۔ تین دن کے بعد شہاب الدین اپنی طبعی اجل سے قلعے کے اندر وفات پا گیا۔

اہل چندیری کی معرکہ آرائی

اہل قلعہ نے ایک دوسرے شخص کو سلطان شہاب الدین کے لقب سے اپنا بادشاہ چن لیا اور اس کی نگرانی میں جنگ کی تیاریاں کرنے لگے۔ چندیری کے امراء موقع پا کر قلعے سے باہر آئے اور سلطان محمود خلجی سے معرکہ آرا ہوئے لیکن پہلے کی طرح میدان جنگ سے فرار ہو کر پھر قلعے میں پناہ گزین ہوئے۔

محمود کا قلعہ چندیری میں داخلہ

سلطان محمود نے قلعے کا محاصرہ جاری رکھا۔ یہ محاصرہ تقریباً آٹھ ماہ تک جاری رہا لیکن کامیابی کی صورت کوئی نظر نہ آئی۔ محمود خلجی اس تمام عرصے میں قلعے کے اندر داخل ہونے کا موقع ڈھونڈتا رہا۔ آخرکار بہت کوششوں کے بعد اسے یہ موقع مل ہی گیا اور ایک رات چپکے سے وہ قلعے کے اندر داخل ہو گیا اس کے پیچھے پیچھے اس کے لشکری بھی قلعے کے اندر چلے آئے۔ ان لوگوں نے اہل قلعہ کی ایک بڑی جماعت کو قتل کیا جو لوگ بچ گئے وہ پہاڑ کے ایک حصہ میں پناہ گزین ہو گئے۔

اہل قلعہ کی امان طلبی

پناہ گزین زیادہ دیر تک محمود کی نگاہوں سے اوجھل نہ رہ سکے بادشاہ نے ان کا پتہ لگا ہی لیا۔ اہل قلعہ نے جب دیکھا کہ اب بچاؤ کی صورت نہیں رہی ہے تو انہوں نے سلطان محمود خلجی سے جان کی امان طلب کی۔ سلطان محمود نے ان کی یہ درخواست اس شرط پر منظور کی کہ تمام اہل قلعہ اپنے بال بچوں اور مال و اسباب کے ساتھ اردو کے بازار سے گزریں تاکہ عام لوگوں کو یہ معلوم ہو کہ بادشاہ خوش کردار اور اپنے عہد کا پابند ہے۔

دونگر سین کی بغاوت

اہل قلعہ نے یہ شرط منظور کر لی اور اپنے بال بچوں اور مال و اسباب کے ہمراہ قلعے سے باہر نکل آئے۔ سلطان محمود خلجی نے چندیری کی حکومت کا نیا انتظام کیا اور مندو واپس ہونے کا ارادہ کیا۔ ابھی وہ اس سلسلے میں تیاری کر ہی رہا تھا کہ جاسوسوں نے یہ اطلاع دی کہ دونگر سین نے راجہ گوالیار کے تعاون سے محاصرہ کر لیا ہے یہ خبر سنتے ہی سلطان محمود خلجی نے مندو جانے کا ارادہ ترک کر دیا۔

محمود خلجی گوالیار میں

ان دنوں سخت بارشیں ہو رہی تھیں دوسرے چندیری کے طویل محاصرے کی وجہ سے سلطان محمود کا لشکر بہت تھک گیا تھا لیکن سلطان محمود نے ان باتوں کی پروانہ کی اور گوالیار کی جانب روانہ ہو گیا۔ گوالیار پہنچ کر بادشاہ نے اس علاقے میں تباہی و بربادی کا بازار گرم کیا۔

راجپوتوں سے جنگ

راجپوتوں کا ایک لشکر سلطان محمود سے جنگ کرنے کے لیے قلعے سے باہر آیا۔ سلطان محمود کی فوج راجپوتوں کی فوج سے کہیں زیادہ

marfat.com
Marfat.com

تھی۔ اس لیے راجپوت زیادہ دیر تک میدان جنگ میں نہ ٹھہر سکے اور موقع پا کر واپس قلعے میں چلے گئے۔ دونگر سین کو جب اس کی اطلاع ملی تو وہ اطراف شہر سے روانہ ہوا۔ اور گوالیار کی طرف آیا اس کے بعد سلطان محمود خلجی نے مندو کی طرف رخ کیا اور گوالیار کو فتح کرنے کی کوشش نہ کی کیونکہ اس کا مقصد شہر نو کو دونگر سین کے قبضے سے نکالنا تھا اور یہ مقصد بخوبی پورا ہو گیا تھا۔

جامع مسجد اور مقبرہ سلطان ہوشنگ کی تعمیر

سلطان محمود خلجی نے ۸۴۴ھ میں سلطان ہوشنگ مرحوم کے مقبرے اور جامع مسجد کو جو راموی دروازہ کے قریب ہے اور اٹھائیس ستونوں پر مشتمل ہے تعمیر کروانا شروع کیا۔ تھوڑی سی مدت میں یہ عمارتیں مکمل ہو گئیں۔

دہلی کے امراء و اکابر کے خطوط

۸۴۴ھ میں سلطان محمود خلجی کے نام میوات کے امراء اور دہلی کے اکابر کے بہت سے خطوط وصول ہوئے جن میں یہ لکھا تھا۔ "سلطان مبارک شاہ بادشاہت کے قابل نہیں ہے اور وہ امور سلطنت کو بخوبی انجام نہیں دے سکتا۔ ملک ظلم و فساد کا مرکز بنا ہوا ہے۔ غریبوں پر شب و روز ظلم ہوتے ہیں اور کوئی ان کا پرسان حال نہیں ہے۔ چونکہ خداوند تعالیٰ نے آپ کو بادشاہت کی تمام صفات عطا کی ہیں اس لیے آپ ہماری طرف توجہ فرمائیں۔ اس ملک کی رعایا آپ کو بادشاہ تسلیم کرنے کے لیے جان و دل سے تیار ہے۔

دہلی فتح کرنے کا ارادہ

اسی سال کے آخر میں سلطان محمود نے لشکر تیار کر کے دہلی کو فتح کرنے کا ارادہ کیا اور اس مقصد سے روانہ ہوا۔ جب بادشاہ قصبہ بندون کے نواح میں پہنچا تو یوسف خاں بندونی بادشاہ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اس مقام سے کوچ کر کے سلطان محمود خلجی آگے بڑھا تو سامنے کی طرف سے مبارک شاہ بھی فوج لے کر مقابلے کے لیے آیا۔

سلطان مبارک شاہ کی پست ہمتی

سلطان مبارک شاہ کا لشکر سلطان محمود خلجی کی فوج سے کہیں زیادہ تھا لیکن جب مبارک محمود کے قریب پہنچا تو کچھ پریشان سا ہو گیا۔ اس کو معرکہ آرائی کی ہمت نہ ہوئی اور اس نے جنگ کا خیال ترک کرنے اور دہلی کو خیرباد کہہ کر پنجاب کی طرف چلے جانے کا ارادہ کیا۔

سلطان مبارک کا احساس ندامت

سلطان مبارک کا یہ ارادہ پست ہمتی کی ایک بہت بڑی مثال تھا۔ اس نے اپنے اس ارادے پر جب غور کیا تو اسے احساس ہوا کہ اگر اس نے ایسا کوئی قدم اٹھایا تو اس کی سخت بدنامی ہو گی۔ نیز اپنے امیروں سے بھی اسے شرم آئی لہٰذا اس نے اپنے ارادے میں ترمیم کی اور یہ فیصلہ کیا کہ بادشاہ کو سلطان محمود خلجی سے جنگ کرنے کی ضرورت ہے اور امراء کو شہزادے کے ہمراہ میدان جنگ میں جانا چاہیے۔

جنگ کی تیاریاں

دہلوی امراء اپنے بادشاہ کے حکم کے مطابق سلطان محمود خلجی سے جنگ کرنے کے لیے دہلی سے باہر نکلے۔ ملک بہلول لودھی جو اس زمانے میں سلطان مبارک کا ملازم اور تیراندازوں کے بہترین لشکر کا سردار تھا مقدمہ لشکر کے ساتھ ساتھ چلا۔ محمود خلجی کو جب یہ معلوم ہوا کہ سلطان مبارک دہلوی لشکر کے ساتھ نہیں ہے تو اس نے بھی فوج کا کچھ حصہ اپنے ساتھ رکھ کر باقی لشکر اپنے دو بیٹوں غیاث الدین اور قدیر خاں کی ماتحتی میں روانہ کر دیا۔

جنگ

دو لشکر ایک دوسرے کے سامنے آئے اور ظہر کے وقت سے رات تک لڑائی جاری رہی دونوں طرف کے بہادر داد شجاعت دیتے

marfat.com

Marfat.com

رہے اور اپنی جانوں کی بازی لگاتے رہے۔ اس کے بعد دونوں اطراف سے طبل بازگشت کی آواز آئی اور دونوں لشکر اپنی اپنی قیام گاہوں پر چلے گئے۔

محمود خلجی کا پریشان کن خواب

اتفاق سے سلطان محمود خلجی نے اسی رات کو خواب میں دیکھا کہ چندیری کے چند مفسدوں اور بدمعاشوں نے قلعہ شادی آباد مندو پر حملہ کیا ہے اور سلطان ہوشنگ کے مزار سے چتر اتار کر ایک مجہول النسب شخص کے سر پر سایہ فگن کر دیا ہے۔ صبح کو جب سلطان محمود بیدار ہوا تو اس کے چہرے سے فکر اور پریشانی کے آثار نمایاں تھے۔

سلطان مبارک سے صلح اور محمود کی واپسی

سلطان محمود پریشانی کے عالم میں دیر تک یہ سوچتا رہا کہ ایسی کیا تدبیر اختیار کی جائے کہ وہ محفوظ و سلامت مالوہ پہنچ جائے۔ سلطان محمود ابھی اسی سوچ بچار ہی میں مستغرق تھا کہ سلطان محمد مبارک شاہ نے بھی جو بہت ڈرپوک اور بے عقل تھا پریشانی کا اظہار کیا اور علماء کی ایک جماعت کو صلح کی گفتگو کرنے کے لیے سلطان محمود خلجی کے پاس بھیجا۔ اندھا کیا چاہے دو آنکھیں' سلطان محمود نے فوراً صلح کی شرائط تسلیم کیں اور ظاہری طور پر سلطان مبارک شاہ کو ممنون احسان کر کے مالوہ کی طرف روانہ ہوا۔

محمود خلجی مندو میں

راستے میں سلطان محمود خلجی کو یہ اطلاع ملی کہ جس رات اس نے خواب دیکھا تھا اسی رات شادی آباد مندو میں چند فتنہ پردازوں نے ہنگامہ و فساد برپا کیا تھا لیکن اعظم ہمایوں نے اپنی دانش مندی سے اس فتنے کو دبا دیا۔ بعض تاریخی کتابوں میں یہ بھی لکھا ہے کہ سلطان محمود خلجی اس وجہ سے مالوہ کی طرف روانہ ہوا تھا کہ اسے سلطان احمد گجراتی کی مالوہ پر لشکر کشی کی اطلاع ملی تھی۔ یہی روایت صحیح معلوم ہوتی ہے۔ سلطان محمود خلجی نے مندو پہنچ کر امیروں اور اراکین سلطنت وغیرہ کو اعزاز و انعام سے نوازا۔

ظفر آباد کا سفر

اسی سال سلطان محمود ظفر آباد نعلچہ میں آیا اور اس نے اس جگہ ایک عظیم الشان باغ کی بنیاد ڈالی اور اس باغ میں ایک گنبد اور چند بہترین عمارتیں تعمیر کروائیں۔ کچھ مدت کے بعد بادشاہ نے اپنے لشکر کو نئے سرے سے مرتب و منظم کیا اور ۸۴۶ھ میں راجپوتوں کی سرزنش کے لیے چیتور کی طرف روانہ ہوا۔

حاکم کالپی کی بدعنوانیاں

سلطان محمود خلجی کو کالپی کے حاکم نصیر ولد عبدالقادر کی مفسدانہ حرکتوں کی اطلاع ہوئی۔ یہ امیر اپنی حد سے تجاوز کر کے نصیر شاہ کا لقب اختیار کر کے مستقل بادشاہ بن بیٹھا تھا۔ کالپی کی رعایا اور اکابر نے بادشاہ کے نام بہت سے خطوط روانہ کیے کہ جن میں نصیر شاہ کی بدعنوانیوں کی شکایت کی گئی تھی۔ اور بادشاہ سے درخواست کی گئی تھی کہ وہ اس ظالم شخص کو راہ پر لائے۔

محمود کی کالپی کو روانگی

سلطان محمود نے چیتور جانے کا ارادہ ترک کر دیا اور نصیر شاہ کی سرزنش کی طرف توجہ کی اور اس مقصد سے وہ کالپی کی طرف روانہ ہوا۔ نصیر شاہ کو جب بادشاہ کی آمد کی خبر ملی تو اس نے اپنے معلم علی خاں کو بہت سے تحفے تحائف دے کر سلطان محمود کی خدمت میں بھیجا۔ اور یہ گزارش کی "میرے مخالفوں نے آپ سے میرے بارے میں جو کچھ کہا ہے وہ سراسر جھوٹ ہے آپ اپنے کسی معتمد امیر کو بھیج کر اصل حالات کی تحقیق فرما سکتے ہیں۔ اگر آپ میری ذرا سی بھی کوئی بدعنوانی دیکھیں تو مجھے جو سزا چاہیں دیں۔" سلطان محمود چند روز

marfat.com

Marfat.com

تک نصیر شاہ کے قاصد سے ملنے سے انکار کرتا رہا اور بلاتوقف سفر کی منزلیں طے کرتا رہا۔

نصیر خاں کی معافی

شاہی لشکر جب سارنگ پور کے نواح میں پہنچا تو اعظم ہمایوں اور دوسرے اراکین نے بادشاہ سے نصیر شاہ کی سفارش کی اس وجہ سے سلطان محمود نے نصیر شاہ کا قصور معاف کر دیا اور اس کے قاصد علی خاں کو بازیابی کا شرف بخشا۔ بادشاہ نے نصیر شاہ کے ارسال کردہ تحفے قبول کیے اور اس کے نام ایک نصیحت آمیز خط لکھا اور آئندہ راہ راست پر چلنے کی ہدایت کی۔

سلطان محمود چیتور میں

اس کے بعد سلطان محمود نے سارنگ پور سے چیتور کا رخ کیا اور دریائے بھیم کو پار کر کے چیتور کے علاقے کو تباہ و برباد کرنا شروع کیا۔ بادشاہ ہر روز اپنے لشکر کو دشمن کے علاقے میں بھیجتا اور فتنہ و فساد کا بازار گرم کرتا۔ اس نے چیتور کی رعایا کو بہت تنگ کیا۔ بہت سوں کو قتل کیا اور بہت سوں کو قید کیا' مندر مسمار کروا دیئے اور ان جگہوں پر مسجدیں تعمیر کروائیں۔ بادشاہ ہر منزل میں تین تین چار چار دن قیام کرتا آخرکار اس نے چیتور کے سب سے بڑے قلعے سلیر کے قریب قیام کیا۔

قلعے کا محاصرہ

سلطان محمود نے قلعے کا محاصرہ کر لیا راجہ کونبھا محصور ہو کر جنگ کرنے لگا راجپوتوں نے قلعے کے سامنے ایک مندر بنوا رکھا تھا۔ اس مندر سے دور ایک حصار بھی تھا جس میں راجپوتوں نے سامان جنگ جمع کر رکھا تھا سلطان محمود نے پہلے اسی بت خانے کو فتح کرنے کی کوشش کی اور ایک ہفتے کی محنت کے بعد آخرکار اس مندر کو فتح کر لیا۔ بہت سے راجپوت مارے گئے اور ان کی بھاری تعداد گرفتار ہوئی۔

ایک مندر کی تباہی

سلطان محمود خلجی نے یہ حکم دیا کہ مندر کے اندر لکڑیوں کا ڈھیر کر کے اسے آگ لگائی اور اس کی دیواروں پر ٹھنڈا پانی ڈالا جائے۔ شاہی حکم کی تعمیل کی گئی اور دیکھتے ہی دیکھتے یہ عظیم الشان عمارت جسے راجپوتوں نے سالہا سال کی محنتوں سے تعمیر کروایا ٹوٹ ٹوٹ کر بکھر گئی۔ بتوں کو توڑ توڑ کر قصابوں میں تقسیم کیا گیا تاکہ وہ سنگ ترازو بنا لیں۔ ایک بڑا بت جو سنگ مرمر کا بنا ہوا تھا اسے پیس کر چونا بنایا گیا اور پھر یہ چونا پانوں میں ڈال کر راجپوتوں کو کھلایا گیا گویا راجپوت اپنے معبود کو نوش کر گئے۔

سلطان محمود کی خوشی

سلطان محمود اپنی اس کامیابی پر بے انتہا خوش ہوا اس نے ایک ایسے عظیم الشان مندر کو مسمار کیا تھا کہ سلاطین گجرات ایک عرصے کی کوششوں کے باوجود بھی جس کا محاصرہ تک نہ کر سکے تھے۔ اس سے فارغ ہونے کے بعد بادشاہ اصل شہر چیتور کی جانب روانہ ہوا۔

راجہ کونبھا کا فرار

سلطان محمود چیتور کے نواح میں آیا اور اس نے اس قلعے کو جو پہاڑ کے دامن میں واقع تھا جنگ کر کے فتح کر لیا اور بہت سے راجپوتوں کو تلوار کے گھاٹ اتارا۔ بادشاہ چیتور کے محاصرے کی تیاریاں کر ہی رہا تھا کہ اسے معلوم ہوا کہ راجہ کونبھا قلعے میں موجود نہیں ہے اور آج ہی قلعے سے باہر نکل کر کوہ پایہ کی جانب بھاگ گیا ہے۔

راجہ کی قلعہ چیتور میں واپسی

سلطان محمود نے راجہ کونبھا کا تعاقب کرنے کا فیصلہ کیا اور اپنی فوج کے ایک حصے کو اس مقصد کے لیے روانہ کیا شاہی فوج نے راجہ کو جا لیا۔ راجہ کے ساتھ بھی اچھا خاصہ لشکر تھا لہٰذا فریقین میں زبردست لڑائی ہوئی۔ راجہ کو شکست کا منہ دیکھنا پڑا اور وہ میدان جنگ سے

marfat.com

Marfat.com

فرار ہو کر دوبارہ قلعہ چیتور میں پناہ گزین ہو گیا۔

قلعہ چیتور کا محاصرہ

سلطان محمود نے اپنے لشکر کے حصے کو قلعہ چیتور کے محاصرے پر متعین کیا اور خود ملک کی سرحد پر قیام پذیر ہوا۔ اور وہاں سے روزانہ اپنے لشکر کے مختلف حصوں کو تباہی و بربادی کا بازار گرم کرنے کے لیے روانہ کرنے لگا۔ محمود خلجی نے اعظم ہمایوں کو طلب کیا اور اسے چیتونا کے علاقے پر جو مندسور میں واقع ہے قبضہ کرنے کے لیے کہا۔

اعظم ہمایوں کا انتقال

بادشاہ کے حکم کے مطابق اعظم ہمایوں مندسور پہنچا وہاں وہ بیمار پڑ گیا اور اسی بیماری کے سبب اس کا انتقال ہو گیا۔ سلطان محمود کو جب اس کی اطلاع ملی تو وہ بہت غمگین ہوا اور گریہ و زاری کرتا ہوا مندسور پہنچا۔ یہاں اس نے اپنے باپ کی لاش کو مالوہ روانہ کر دیا۔

تاج خاں کا اعزاز

سلطان محمود نے اپنے داماد اور عارض لشکر تاج خاں کو اعظم ہمایوں کا خطاب عطا کیا۔ اور وہ لشکر جو مرحوم اعظم ہمایوں کی ماتحتی میں تھا وہ اس جدید اعظم ہمایوں کی ماتحتی میں دے دیا۔ اور پھر بادشاہ لشکر گاہ میں واپس آگیا اس زمانے میں بارشیں شروع ہو گئی تھیں۔ اس لیے سلطان محمود نے ارادہ کیا کہ یہ زمانہ کسی اونچی جگہ پر گزار لیا جائے اور جب برسات کا موسم ختم ہو جائے تو پھر قلعہ جیسور کا دوبارہ محاصرہ کر لیا جائے۔

محمود کے لشکر پر شب خون

راجہ کونبھا نے اس سے قبل کہ سلطان محمود اس پر حملہ کرے خود ہی سلطان محمود پر ۸۴۶ھ میں جمعے کی رات کو شب خون مارا اس کے ساتھ بارہ ہزار سواروں اور چھ ہزار پیادوں کا ایک جرار لشکر تھا۔ سلطان محمود نے بڑی احتیاط اور ہوشیاری سے اپنے لشکر کی حفاظت کی اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ راجہ کو اپنے مقصد میں کامیابی نہ ہو سکی اور الٹا اسی کا نقصان ہوا اور بہت سے راجپوت مارے گئے۔

راجہ کے لشکر پر شب خون، فتح اور واپسی

دوسرے روز سلطان محمود خلجی نے ایک زبردست لشکر کے ساتھ راجہ کونبھا کے لشکر پر شب خون مارا راجہ کونبھا زخمی ہو کر بھاگ گیا۔ اور اس کے بے شمار راجپوت سپاہی تلوار کے گھاٹ اتارے گئے۔ سلطان محمود نے راجہ کا بہت سا سامان اپنے قبضے میں کر لیا اور اس کامیابی پر خداوند تعالیٰ کا شکر بجا لایا۔ بادشاہ نے اس کامیابی پر اکتفا کی اور قلعہ جیسور کی فتح کو آئندہ سال پر انحصار رکھا اس کے بعد بادشاہ مندو میں واپس آگیا اور وہاں مذکور بالا سال میں ماہ ذی الحجہ کے آخر میں ایک مدرسہ اور ہوشنگ شاہ کی جامع مسجد کے سامنے ایک ہفت منظری مینار تعمیر کروایا۔

ابراہیم شرقی کے سفیر کی آمد

۸۴۷ھ میں سلطان ابراہیم شرقی کا سفیر بہت سے تحفے اور ہدیے لے کر سلطان محمود خلجی کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اور یہ گراں قدر اشیاء بادشاہ کے حضور میں پیش کر کے ابراہیم شرقی کا یہ پیغام زبانی دیا۔ "نصیر شاہ بن عبدالقادر مذہب اسلام سے کنارہ کش ہو کر زندیق و ملحد ہو گیا ہے اس نے نماز و روزہ اور دیگر ارکان اسلام سے کوئی تعلق نہیں رکھا۔ مسلمان عورتوں کو وہ ہندو سازندوں کے حوالے کر دیتا ہے تاکہ انہیں رقص و سرور کی تعلیم دی جائے۔"

marfat.com

Marfat.com

انہوں نے سلطان محمود خلجی اور سلطان محمود شرقی میں ان شرائط پر صلح کروا دی کہ سلطان شرقی قصبہ راتبہ اور مہوجہ فوراً نصیر خاں کے حوالے کر دے۔ اور سلطان محمود خلجی اپنے پایہ تخت کو واپس چلا جائے جب اس واقعہ کو چار ماہ گزر جائیں تو محمود شرقی کالپی سے بھی دست بردار ہو جائے۔ اس سلسلے میں چار ماہ کی مدت اس لیے رکھی گئی کہ اس دوران میں نصیر خاں کی اسلام دوستی کی حقیقت ظاہر ہو جائے۔ اس کے بعد سلطان محمود خلجی مندو کی طرف روانہ ہوا۔

ایک عظیم الشان شفاخانے کا قیام

۸۴۹ھ میں سلطان محمود خلجی نے ایک شفاخانہ قائم کیا اور اس میں اس زمانے کے بہترین حکیم مولانا فضل اللہ کو مریضوں کی دیکھ بھال کے لیے متعین کیا۔ اس شفا خانے کے اخراجات کے لیے چند قصبے وقف کیے گئے۔

قلعہ منڈل گڑھ پر لشکر کشی

۸۵۰ھ میں بادشاہ نے قلعہ منڈل گڑھ کو فتح کرنے کا ارادہ کیا اور اس مقصد سے ایک لشکر جرار لے کر روانہ ہوا۔ سلطان محمود بڑی تیز رفتاری سے سفر کی منزلیں طے کرتا ہوا دریائے بیاس کے کنارے پہنچا۔ راجہ کونبھا میں اتنی ہمت نہ تھی کہ وہ خلجی فرماں روا کا مقابلہ کرتا اس لیے وہ قلعہ منڈل گڑھ میں محصور ہو گیا۔

راجپوتوں سے لڑائی

اس واقعہ کے دو تین روز بعد راجپوتوں کا ایک لشکر قلعے سے باہر نکلا اور سلطان خلجی کے لشکر سے لڑا اگرچہ ان راجپوتوں نے بڑی بہادری کا مظاہرہ کیا لیکن سلطان محمود کے سامنے ان کا چراغ نہ جلا۔ آخر کار راجپوتوں نے مجبور ہو کر صلح کی درخواست کی اور پیش کش دینا قبول کیا۔ سلطان محمود نے مصلحت وقت کے لحاظ سے اس درخواست کو منظور کیا اور اپنے پایہ تخت کو واپس آ گیا۔

قلعہ بیانہ پر لشکر کشی

کچھ مدت بعد بادشاہ نے پھر اپنے لشکر کو تیار کیا اور قلعہ بیانہ کو فتح کرنے کے لیے روانہ ہوا۔ بادشاہ نے قلعہ بیانہ سے دو کوس کے فاصلے پر قیام کیا اس قلعے کے حاکم محمود خاں نے اپنے بیٹے واحد خاں کو ایک سو گھوڑوں اور ایک لاکھ تنکوں کے ساتھ سلطان خلجی کی خدمت میں روانہ کیا اور اس کی اطاعت و وفاداری کا وعدہ کیا۔

حاکم بیانہ کی اطاعت

سلطان محمود خلجی نے محمد خاں کی پیش کش قبول کی اور واحد خاں کو خلعت خاص عطا کیا اور واپسی کی اجازت دی۔ اس کے بعد سلطان محمود نے محمد خاں کے لیے ایک زردوزی قبا اور دوسری اشیا بھجوائیں۔ محمد خاں نے اس قبا کو زیب تن کیا اور سلطان محمود خلجی کی بے حد تعریف کی۔ بیانہ میں دہلی کے بادشاہ کے نام کا خطبہ و سکہ جاری تھا محمد خاں نے اس کو منسوخ کیا اور اس کی جگہ سلطان محمود خلجی کے نام کا خطبہ و سکہ جاری کر دیا۔

قصبہ بنور کی فتح اور واپسی

اس کے بعد بادشاہ نے مراجعت کی راستے میں بادشاہ نے قصبہ بنور کو جو رنتھنبور کے قریب واقع ہے فتح کیا۔ اس کے بعد بادشاہ نے تاج خاں سپہ سالار کو آٹھ ہزار سواروں اور پچیس ہاتھیوں کے ساتھ قلعہ چیتور کو فتح کرنے کے لیے روانہ کیا۔ سلطان محمود نے راجہ کوٹہ سے ایک لاکھ پچیس ہزار تنکے بطور پیش کش وصول کیے اور شادی آباد مندو کی طرف روانہ ہوا۔

marfat.com

Marfat.com

راجہ گنگ داس کا معروضہ

۸۴۵ھ میں قلعہ جینانیر کے حاکم راجہ گنگ داس نے سلطان محمود خلجی کی خدمت میں پیش کش ارسال کی اور یہ معروضہ پیش کیا۔ ان دنوں سلطان محمد شاہ بن احمد گجراتی نے قلعہ جینانیر کا محاصرہ کر رکھا ہے۔ چونکہ میں ہمیشہ آپ ہی سے امداد طلب کرتا ہوں لہٰذا اس بار بھی ملتمس ہوں کہ میری مدد کی جائے۔

جینانیر کو روانگی

سلطان محمود نے گنگ داس کی مدد کا ارادہ کیا اور اس مقصد سے لشکر جمع کر کے جینانیر کی طرف روانہ ہوا۔ راستے میں محمود خلجی کو یہ خبر ملی کہ سلطان محمد شاہ گجراتی پیش کش وصول کرنے کے لیے ایدر کی طرف چلا گیا۔ اس وجہ سے محمود خلجی واپس لوٹا اور دریائے مہندری کے کنارے قیام پذیر ہوا۔

واپسی

راجہ گنگ داس تیرہ لاکھ تنکے اور چند گھوڑے لے کر مہندری دریا کے کنارے پر آیا اور اس نے سلطان محمود سے ملاقات کر کے پیش کش نذر کی۔ بادشاہ نے راجہ کو خلعت فاخرہ عطا کی اور پھر وہاں سے شادی آباد مندو میں واپس آیا۔ راستے میں بادشاہ نے ایدر کے راجہ کو تین لاکھ تنکے پانچ ہاتھی اور اکیس گھوڑے انعام میں دیئے اور اسے رخصت کیا۔ اس کے بعد سلطان خلجی ایک عرصے تک مندو ہی میں مقیم رہا اور ملکی انتظامات میں مشغول رہا۔

فتح گجرات کا ارادہ

۸۵۵ھ میں سلطان محمود نے گجرات کو فتح کرنے کا ارادہ کیا اور اس مقصد سے ایک لاکھ سے زیادہ سپاہیوں کا لشکر تیار کر کے روانہ ہوا۔ بادشاہ نے قصبہ کاتی نوالہ سے گزر کر سلطان پور کا محاصرہ کر لیا۔ اس علاقے میں سلطان محمد شاہ گجراتی کا گماشتہ ملک علاؤ الدین سہراب تھا اس نے پہلے تو چند روز تک قلعے سے باہر نکل کر سلطان خلجی کے لشکر سے جنگ کی لیکن جب اسے اپنے گجراتی فرماں روا کی طرف سے امداد ملنے کی توقع نہ رہی تو اس نے سلطان محمود خلجی سے امان طلب کی اور بادشاہ کی خدمت میں حاضری دی۔

احمد آباد کو روانگی

سلطان محمود خلجی نے علاؤ الدین سہراب کے بال بچوں کو تو شادی آباد مندو روانہ کر دیا اور اس سے وفاداری کا وعدہ لے کر اپنے مقدمہ لشکر پر نامزد کیا۔ بادشاہ نے سہراب کو "مبارز خاں" کا خطاب دیا۔ اس کے بعد بادشاہ سفر کی منزلیں طے کرتا ہوا احمد آباد کی طرف روانہ ہوا۔

محمد شاہ گجراتی کا انتقال

راستے ہی میں سلطان محمود خلجی کو یہ اطلاع ملی کہ سلطان محمد شاہ گجراتی کا انتقال ہو گیا اور اس کا بیٹا سلطان قطب الدین اپنے باپ کی جگہ تخت پر بیٹھا ہے۔ سلطان محمود خلجی اگرچہ گجرات پر حملہ کرنا چاہتا تھا لیکن اس موقعے پر اس نے انسانی ہمدردی سے کام لیا اور سلطان قطب الدین کے نام ایک خط لکھا جس میں اس کو تخت نشینی کی مبارک باد دی گئی تھی۔ اور سلطان محمد شاہ گجراتی کے انتقال پر اظہار افسوس کیا گیا تھا۔

قصبہ برودرہ کی تباہی

اس کے بعد سلطان خلجی نے قصبہ برودرہ میں تباہی و بربادی کا بازار گرم کیا اور کئی ہزار ہندوؤں اور مسلمانوں کو گرفتار کر کے چند روز

marfat.com
Marfat.com

انہوں نے سلطان محمود خلجی اور سلطان محمود شرقی میں ان شرائط پر صلح کروا دی کہ سلطان شرقی قصبہ راتبہ اور موجہ فوراً نصیر خاں کے حوالے کر دے۔ اور سلطان محمود خلجی اپنے پایہ تخت کو واپس چلا جائے جب اس واقعہ کو چار ماہ گزر جائیں تو محمود شرقی کالپی سے بھی دست بردار ہو جائے۔ اس سلسلے میں چار ماہ کی مدت اس لیے رکھی گئی کہ اس دوران میں نصیر خاں کی اسلام دوستی کی حقیقت ظاہر ہو جائے۔ اس کے بعد سلطان محمود خلجی مندو کی طرف روانہ ہوا۔

ایک عظیم الشان شفا خانے کا قیام

۸۴۹ھ میں سلطان محمود خلجی نے ایک شفاخانہ قائم کیا اور اس میں اس زمانے کے بہترین حکیم مولانا فضل اللہ کو مریضوں کی دیکھ بھال کے لیے متعین کیا۔ اس شفا خانے کے اخراجات کے لیے چند قصبے وقف کیے گئے۔

قلعہ منڈل گڑھ پر لشکر کشی

۸۵۰ھ میں بادشاہ نے قلعہ منڈل گڑھ کو فتح کرنے کا ارادہ کیا اور اس مقصد سے ایک لشکر جرار لے کر روانہ ہوا۔ سلطان محمود بڑی تیز رفتاری سے سفر کی منزلیں طے کرتا ہوا دریائے بیاس کے کنارے پہنچا۔ راجہ کونبھا میں اتنی ہمت نہ تھی کہ وہ خلجی فرماں روا کا مقابلہ کرتا اس لیے وہ قلعہ منڈل گڑھ میں محصور ہو گیا۔

راجپوتوں سے لڑائی

اس واقعہ کے دو تین روز بعد راجپوتوں کا ایک لشکر قلعے سے باہر نکلا اور سلطان خلجی کے لشکر سے لڑا اگرچہ ان راجپوتوں نے بڑی بہادری کا مظاہرہ کیا لیکن سلطان محمود کے سامنے ان کا چراغ نہ جلا۔ آخر کار راجپوتوں نے مجبور ہو کر صلح کی درخواست کی اور پیش کش دینا قبول کیا۔ سلطان محمود نے مصلحت وقت کے لحاظ سے اس درخواست کو منظور کیا اور اپنے پایہ تخت کو واپس آ گیا۔

قلعہ بیانہ پر لشکر کشی

کچھ مدت بعد بادشاہ نے پھر اپنے لشکر کو تیار کیا اور قلعہ بیانہ کو فتح کرنے کے لیے روانہ ہوا۔ بادشاہ نے قلعہ بیانہ سے دو کوس کے فاصلے پر قیام کیا اس قلعے کے حاکم محمود خاں نے اپنے بیٹے واحد خاں کو ایک سو گھوڑوں اور ایک لاکھ تنکوں کے ساتھ سلطان خلجی کی خدمت میں روانہ کیا اور اس کی اطاعت و وفاداری کا وعدہ کیا۔

حاکم بیانہ کی اطاعت

سلطان محمود خلجی نے محمد خاں کی پیش کش قبول کی اور واحد خاں کو خلعت خاص عطا کیا اور واپسی کی اجازت دی۔ اس کے بعد سلطان محمود نے محمد خاں کے لیے ایک زرووزی قبا اور دوسری اشیا بھجوائیں۔ محمد خاں نے اس قبا کو زیب تن کیا اور سلطان محمود خلجی کی بے حد تعریف کی۔ بیانہ میں دہلی کے بادشاہ کے نام کا خطبہ و سکہ جاری تھا محمد خاں نے اس کو منسوخ کیا اور اس کی جگہ سلطان محمود خلجی کے نام کا خطبہ و سکہ جاری کر دیا۔

قصبہ بنور کی فتح اور واپسی

اس کے بعد بادشاہ نے مراجعت کی راستے میں بادشاہ نے قصبہ بنور کو جو رنتھنبور کے قریب واقع ہے فتح کیا۔ اس کے بعد بادشاہ نے تاج خاں سپہ سالار کو آٹھ ہزار سواروں اور پچیس ہاتھیوں کے ساتھ قلعہ چیتور کو فتح کرنے کے لیے روانہ کیا۔ سلطان محمود نے راجہ کوٹہ سے ایک لاکھ پچیس ہزار تنکے بطور پیش کش وصول کیے اور شادی آباد مندو کی طرف روانہ ہوا۔

marfat.com

Marfat.com

جلد عمل میں آئے۔

گجراتیوں اور مالویوں میں صلح

سلطان قطب الدین نے بھی اس سلسلے میں وسیع المشربی کا ثبوت دیا اور صلح کی بات چیت شروع کرنے کی اجازت دے دی اس کے بعد دونوں طرف کے اکابر یکجا ہوئے اور انہوں نے صلح کے لیے یہ شرط قرار دی۔ "راجہ کونبھا کے وہ شہر جو گجرات کی سرحد سے متصل ہیں ان پر اہل گجرات قبضہ کریں۔" اس شرط کو طرفین نے تسلیم کر لیا اور ایک دوسرے کی مدد کا وعدہ کیا۔

مہونی کے راجپوتوں کا قتل

ہارونی کے نواح میں بہت سے باغی راجپوتوں نے فتنہ و فساد کا بازار گرم کر رکھا تھا۔ ۸۵۸ھ میں سلطان محمود ان باغیوں کی سرزنش کے لیے روانہ ہوا۔ بادشاہ نے قصبہ مہونی میں بہت سے راجپوتوں کو قتل کیا اور ان کے بیوی بچوں کو گرفتار کر کے مندو بھجوا دیا۔

محمود خلجی بیانہ میں

اس کے بعد سلطان محمود گوالیار سے ہوتا ہوا بیانہ کی طرف روانہ ہوا۔ جب بادشاہ بیانہ کے قریب پہنچا تو وہاں کے حاکم داؤد خاں نے بادشاہ کی خدمت میں پیش کش بھیج کر اپنی وفاداری اور اطاعت کا یقین دلایا۔ بادشاہ نے داؤد خاں کو بیانہ کی حکومت پر بحال رکھا۔ داؤد خاں اور یوسف خاں ہندونی میں ایک عرصے سے مخالفت چلی آ رہی تھی سلطان محمود خلجی نے ان دونوں کو بلا کر سمجھایا اور اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ دونوں ایک دوسرے کے بہترین دوست بن گئے۔ بادشاہ نے ہارونی' شہرنوا' اور اجمیر کی حکومت پر شہزادہ فدائی کو متعین کیا اور خود مندو واپس آ گیا۔

ماہور کی فتح کا خیال

اسی سال سلطان علاؤ الدین بہمنی کے دو ممتاز امیروں سکندر خاں اور جلال خاں بخاری نے سلطان محمود خلجی کی خدمت میں عریضے روانہ کیے اور اسے قلعہ ماہور جو برار کا بہترین حصہ ہے فتح کرنے کی ترغیب دی سلطان محمود ایک زبردست لشکر لے کر ہوشنگ آباد کے راستے سے ماہور کی طرف روانہ ہوا۔ محمود آباد کے نواح میں سکندر خاں سلطان محمود خلجی سے آ ملا اور اس کی ملازمت حاصل کی۔

قلعہ ماہور کا محاصرہ

سلطان محمود خلجی نے قلعہ ماہور کا محاصرہ کر لیا۔ سلطان علاؤ الدین بہمنی ایک عظیم الشان لشکر لے کر اہل قلعہ کی مدد کے لیے آیا۔ سلطان محمود نے جب یہ دیکھا کہ بہمنی بادشاہ کا مقابلہ کرنا بہت مشکل ہے تو اس نے ملک عالی شان' تاج خاں اور سکندر خاں بخاری کو قلعے کے محاصرے پر متعین کیا اور خود واپس ہوا۔ (اس واقعہ کی تفصیلات بہمنی فرماں رواؤں کے حالات میں بیان کی جا چکی ہیں)

محمود خلجی کی بگلانہ کو روانگی

سلطان محمود خلجی کو راستے میں یہ اطلاع ملی کہ اسیر کے حاکم مبارک خاں نے بگلانہ کی ولایت پر جو گجرات اور دکن کے درمیان واقع ہے حملہ کر دیا بگلانہ کا راجہ سلطان محمود خلجی کا مطیع و باج گزار تھا۔ اس لیے سلطان محمود نے اس کی مدد کرنا ضروری سمجھا اور راستے سے بگلانہ کی طرف روانہ ہو گیا۔ بادشاہ نے اپنی روانگی سے پہلے اقبال خاں اور یوسف خاں کو روانہ کیا۔

میراں مبارک سے مقابلہ اور محمود کی فتح

میراں مبارک فاروقی کو جب سلطان محمود خلجی کے ارادے کی اطلاع ہوئی تو وہ ایک زبردست لشکر لے کر آخر الذکر کے مقابلے پر آیا۔ فریقین میں زبردست جنگ ہوئی فاروقی فرماں روا زیادہ دیر میدان جنگ میں ٹھہر نہ سکا اور اسیر کی طرف بھاگ گیا۔ محمود خلجی نے اسیر کے

marfat.com

Marfat.com

راجہ گنگ داس کا معروضہ

۸۴۵ھ میں قلعہ چینانیر کے حاکم راجہ گنگ داس نے سلطان محمود خلجی کی خدمت میں پیش کش ارسال کی اور یہ معروضہ پیش کیا۔ ان دنوں سلطان محمد شاہ بن احمد گجراتی نے قلعہ چینانیر کا محاصرہ کر رکھا ہے۔ چونکہ میں ہمیشہ آپ ہی سے امداد طلب کرتا ہوں لہٰذا اس بار بھی ملتمس ہوں کہ میری مدد کی جائے۔

چینانیر کو روانگی

سلطان محمود نے گنگ داس کی مدد کا ارادہ کیا اور اس مقصد سے لشکر جمع کر کے چینانیر کی طرف روانہ ہوا۔ راستے میں محمود خلجی کو یہ خبر ملی کہ سلطان محمد شاہ گجراتی پیش کش وصول کرنے کے لیے ایدر کی طرف چلا گیا۔ اس وجہ سے محمود خلجی واپس لوٹا اور دریائے مندری کے کنارے قیام پذیر ہوا۔

واپسی

راجہ گنگ داس تیرہ لاکھ تنکے اور چند گھوڑے لے کر مندری دریا کے کنارے پر آیا اور اس نے سلطان محمود سے ملاقات کر کے پیش کش نذر کی۔ بادشاہ نے راجہ کو خلعت فاخرہ عطا کی اور پھر وہاں سے شادی آباد مندو میں واپس آیا۔ راستے میں بادشاہ نے ایدر کے راجہ کو تین لاکھ تنکے پانچ ہاتھی اور اکیس گھوڑے انعام میں دیئے اور اسے رخصت کیا۔ اس کے بعد سلطان خلجی ایک عرصے تم مندو ہی میں مقیم رہا اور ملکی انتظامات میں مشغول رہا۔

فتح گجرات کا ارادہ

۸۵۵ھ میں سلطان محمود نے گجرات کو فتح کرنے کا ارادہ کیا اور اس مقصد سے ایک لاکھ سے زیادہ سپاہیوں کا لشکر تیار کر کے روانہ ہوا۔ بادشاہ نے قصبہ کاتی نوالہ سے گزر کر سلطان پور کا محاصرہ کر لیا۔ اس علاقے میں سلطان محمد شاہ گجراتی کا گماشتہ ملک علاؤ الدین سہراب تھا اس نے پہلے تو چند روز تک قلعے سے باہر نکل کر سلطان خلجی کے لشکر سے جنگ کی لیکن جب اسے اپنے گجراتی فرماں روا کی طرف سے امداد ملنے کی توقع نہ رہی تو اس نے سلطان محمود خلجی سے امان طلب کی اور بادشاہ کی خدمت میں حاضری دی۔

احمد آباد کو روانگی

سلطان محمود خلجی نے علاؤ الدین سہراب کے بال بچوں کو تو شادی آباد مندو روانہ کر دیا اور اس سے وفاداری کا وعدہ لے کر اپنے مقدمہ لشکر پر نامزد کیا۔ بادشاہ نے سہراب کو "مبارز خاں" کا خطاب دیا۔ اس کے بعد بادشاہ سفر کی منزلیں طے کرتا ہوا احمد آباد کی طرف روانہ ہوا۔

محمد شاہ گجراتی کا انتقال

راستے ہی میں سلطان محمود خلجی کو یہ اطلاع ملی کہ سلطان محمد شاہ گجراتی کا انتقال ہو گیا اور اس کا بیٹا سلطان قطب الدین اپنے باپ کی جگہ تخت پر بیٹھا ہے۔ سلطان محمود خلجی اگرچہ گجرات پر حملہ کرنا چاہتا تھا لیکن اس موقعے پر اس نے انسانی ہمدردی سے کام لیا اور سلطان قطب الدین کے نام ایک خط لکھا جس میں اس کو تخت نشینی کی مبارک باد دی گئی تھی۔ اور سلطان محمد شاہ گجراتی کے انتقال پر اظہار افسوس کیا گیا تھا۔

قصبہ برودرہ کی تباہی

اس کے بعد سلطان خلجی نے قصبہ برودرہ میں تباہی و بربادی کا بازار گرم کیا اور کئی ہزار ہندوؤں اور مسلمانوں کو گرفتار کر کے چند روز

marfat.com
Marfat.com

بعض نواحی مقامات کو تباہ و برباد کیا اور شادی آباد مندو کی طرف واپس آیا۔

میراں مبارک فاروقی کا بگلانہ میں داخلہ

اس سال سلطان محمود خلجی کو یہ معلوم ہوا کہ راجہ بگلانہ رائے بالو کا لڑکا بادشاہ کے حضور میں آنے کا خواہاں ہے لیکن میراں مبارک فاروقی اس امر کے خلاف ہے لہٰذا اس کو روکنے کے لیے وہ بگلانہ میں داخل ہو گیا۔ سلطان محمود خلجی نے فوراً شہزادہ غیاث الدین کو میراں مبارک فاروقی کی مدافعت کے لیے نامزد کیا۔

راجہ بگلانہ کا لڑکا سلطان محمود کی خدمت میں

میراں مبارک کو جب شہزادہ غیاث الدین کی آمد کی خبر ملی تو وہ خوفزدہ ہو کر اپنے ملک کو واپس چلا گیا۔ اس کے بعد راجہ بگلانہ کا لڑکا پیش کش لے کر سلطان محمود خلجی کی خدمت میں حاضر ہوا۔ بادشاہ نے اس پر بڑی نوازش کی اور اسے اعزاز و اکرام سے نوازا اور واپسی کی اجازت دی۔

چیتور پر لشکر کشی

شہزادہ غیاث الدین رہتور میں آیا انہیں دنوں سلطان محمود خلجی چیتور میں گیا۔ چیتور کا راجہ بادشاہ سے بڑی اچھی طرح پیش آیا۔ اور اس کی بہت خاطر و مدارات کی۔ راجہ کونبھا نے بادشاہ کو خوش کرنے کے لیے تھوڑے سے روپے اور اشرفیاں بھی بھیجیں۔ ان سکوں پر راجہ کونبھا کی مہر لگی ہوئی تھی یہ دیکھ کر بادشاہ کو بہت غصہ آیا اور اس نے راجہ کی پیش کش اسی وقت واپس کر دی اور اپنے لشکر کو حکم دیا کہ چیتور کی اینٹ سے اینٹ بجا دی جائے۔ شاہی لشکر نے خوب لوٹ مار مچائی اور بے شمار لوگوں کو تلوار کے گھاٹ اتارا۔ اس قتل و غارت گری کا یہ نتیجہ ہوا کہ دور دور تک آبادی کا نام و نشان بھی نہ رہا۔

راجہ کونبھا کی انکساری

سلطان محمود خلجی نے منصور الملک کو مندسور پر حملہ کرنے کا حکم دیا تاکہ اس مملکت میں تھانیداروں کو متعین کیا جا سکے۔ اس ملک کے بیچ میں سلطان محمود خلجی نے "خلجی پور" کے نام سے ایک شہر آباد کرنے کا ارادہ کیا۔ راجہ کونبھا کو جب اس کی اطلاع ہوئی تو اس نے بادشاہ کو پیغام بھجوایا۔ "آپ جس قدر پیش کش چاہیں میں دینے کو تیار ہوں میں کبھی آپ کے خلاف کوئی بات نہیں کروں گا اور ہمیشہ آپ کا بہی خواہ رہوں گا۔ آپ سے اس قدر درخواست ہے کہ آپ "خلجی پور" کے نام سے جو شہر آباد کرنا چاہتے ہیں اس کا خیال دل سے نکال دیں۔"

بادشاہ کی مندو کو واپسی

ان دنوں چونکہ برسات کا موسم شروع ہو گیا اور مالوی لشکر کا غیر ملک میں ٹھہرنا مناسب نہ تھا۔ اس لیے سلطان محمود خلجی نے راجہ کونبھا کی درخواست منظور کی اور اس سے حسب خواہش پیش کش وصول کر کے شادی آباد مندو کی طرف روانہ ہوا۔

مندسور کی فتح کا ارادہ

۸۵۹ھ میں سلطان محمود خلجی نے دوبارہ مندسور کو فتح کرنے کا ارادہ کیا اور اس مقصد سے ایک زبردست لشکر لے کر روانہ ہوا اس نے اپنے لشکر کو تو مختلف اطراف کی طرف بھیجا اور خود وسط ولایت میں قیام کیا۔ روزانہ بادشاہ کو تازہ ترین خبریں پہنچتی رہتی تھیں اور وہ اس طرح حالات سے پوری طرح باخبر رہتا۔

اجمیر کی حالت

marfat.com
Marfat.com

اسی جگہ قیام کیا۔ محمود خلجی نے اس قصبے کو تباہ و برباد کرنے میں کوئی دقیقہ اٹھا نہ رکھا۔ اور خوب جی بھر کے لوٹ مار کی اس کے بعد وہ احمد آباد کی طرف روانہ ہوا۔

علاؤ الدین سہراب کی غداری

بادشاہ جلد از جلد سفر کی منزلیں طے کرتا رہا۔ علاؤ الدین سہراب موقع و محل کا منتظر تھا اور اپنے قدیم آقا سے ملنے کے لیے بے قرار تھا۔ آخر کار اس نے سلطان محمود خلجی سے غداری کی اور سلطان قطب الدین گجراتی کے پاس چلا گیا۔

گجراتی اور مالوی لشکر کی تیاری

سلطان محمود خلجی احمد آباد سے پانچ کوس کے فاصلے پر قصبہ سرکج میں مقیم ہوا۔ قطب الدین گجراتی نے بھی جنگ کی تیاری کی اور اپنا لشکر لے کر قصبہ سرکج سے تین کوس کے فاصلے پر قیام پذیر ہوا۔ چند روز تک دونوں لشکر ایک دوسرے کے مقابل ڈٹے رہے اور کوئی حادثہ پیش نہ آیا۔

گجراتی لشکر پر شب خون کی ناکام کوشش

یکم صفر ۸۵۵ھ کو سلطان محمود خلجی نے دشمن کی فوج پر شب خون مارنے کا ارادہ کیا اور اپنی لشکر گاہ سے باہر نکلا جو شخص راستہ بتانے پر متعین تھا وہ خود ہی راستہ بھول گیا۔ نتیجہ یہ نکلا کہ سلطان محمود کو ساری رات ایک بہت بڑے جنگل میں گزارنی پڑی۔

مالوی لشکر کی تنظیم

دوسرے دن صبح کو سلطان محمود خلجی نے اپنے میمنہ کو سارنگ پور کے لشکر سے تنظیم کیا اور اسے اپنے بڑے بیٹے غیاث الدین کی نگرانی میں دیا۔ میسرہ پر چندیری کے امراء کو مقرر کیا اور اس حصہ لشکر کا نگران اپنے چھوٹے بیٹے فدائی خان کو بنایا۔ بادشاہ نے خود قلب لشکر میں قیام کیا اور جنگ کے لیے تیار ہو گیا۔

معرکہ آرائی

سلطان قطب الدین نے بھی گجراتی لشکر کو مرتب و منظم کیا اور معرکہ آرائی کے لیے میدان کی طرف روانہ ہوا۔ گجراتی اور مالوی لشکروں کے مقدمے ایک دوسرے کے مقابل آئے۔ گجراتی مقدمہ لشکر شکست کھا کر میدان جنگ سے بھاگ نکلا۔ چندیری کے مقتدر امیر ملک اشرف مظفر ابراہیم نے مالوی لشکر کے میسرہ سے علیحدہ ہو کر گجراتی لشکر کے میمنہ پر حملہ کیا۔ گجراتی میمنہ اس حملے کی تاب نہ لا سکا اور میدان جنگ سے بھاگ نکلا۔

ملک اشرف کی بہادری

ملک اشرف نے سلطان قطب الدین گجراتی کی بارگاہ تک گجراتی میمنہ کا تعاقب کیا۔ اس نے دشمن کی فوج کو بری بری طرح تباہ و برباد کیا نیز سلطان قطب الدین کے خزانے پر قبضہ کر لیا۔ ملک اشرف کے پاس جس قدر ہاتھی تھے ان پر جتنا بھی خزانہ لادا جا سکا لادا گیا اور یہ خزانہ وہ مالوی لشکر میں چھوڑ آیا۔ وہ دوبارہ اپنے ہاتھیوں کو دشمن کا بقیہ خزانہ لادنے کے لیے لانا چاہتا تھا لیکن وہ ایسا نہ کر سکا کیونکہ یہ خبر ملی کہ گجرات کی فوج کے ایک حصے نے شہزادہ فدائی خاں پر شدید حملہ کر کے اسے پریشان کر رکھا ہے۔ شہزادہ میدان جنگ سے فرار ہو گیا۔

سلطان خلجی کی دلاوری

ملک اشرف نے اپنے ہاتھیوں اور فوج کو ساتھ لیا اور ایک گوشے میں مقیم ہو گیا۔ سلطان محمود خلجی اپنے لشکر کی پراگندگی اور میسرہ کی شکست پر بہت متعجب ہوا لیکن اس صورت حال سے وہ قطعاً شکستہ خاطر نہ ہوا اور صرف چالیس سواروں کے ساتھ نہایت استقلال اور

marfat.com

Marfat.com

شاہی لشکر کا وہ حصہ جو ہاروتی کے نواح میں مقیم تھا اس کا ایک عریضہ بادشاہ کی خدمت میں آیا جس میں یہ لکھا تھا: "ہندوستان میں مذہب اسلام کی ترویج و اشاعت کی ابتدا اجمیر سے ہوئی۔ یہ شہر خواجہ معین الدین سنجریؒ کی خواب گاہ ہے لیکن آج کل یہاں کفر کا دور دورہ ہے' ہر طرف کفار ہی کفار نظر آتے ہیں' مذہب اسلام کا اب کوئی اثر یہاں نظر نہیں آتا۔

محمود خلجی اجمیر میں

جس روز سلطان محمود خلجی نے یہ عریضہ پڑھا اسی روز وہ اجمیر کی طرف روانہ ہو گیا۔ جلد از جلد سفر طے کر کے بادشاہ اجمیر پہنچا اور حضرت خواجہ غریب نوازؒ کے روضے کے سامنے قیام پذیر ہوا۔ بادشاہ نے خواجہ خواجگانؒ کی روح پر فتوح سے امداد طلب کی اور اہل لشکر کو حکم دیا کہ قلعے کو اچھی طرح دیکھ کر مورچل تقسیم کر لیں۔

قلعہ اجمیر پر محمود خلجی کا قبضہ

قلعے کا حاکم گجادھر راجپوتوں کی ایک جماعت کے ساتھ قلعے سے باہر نکلا اور مسلمانوں کے لشکر سے جنگ کرنے لگا۔ سلطان خلجی کی فوج نے جرات اور بہادری کا بڑا شاندار مظاہرہ کیا۔ راجپوتوں کے چھکے چھوٹ گئے اور وہ حواس باختہ ہو کر پھر قلعے کے اندر چلے گئے چار روز تک راجپوت مسلمانوں سے لڑتے رہے پانچویں روز پھر گجادھر اپنے لشکر کے ساتھ قلعے سے باہر نکلا اس بار مسلمانوں نے اپنی ساری قوت صرف کر دی۔ گجادھر مارا گیا اور قلعہ اجمیر پر مسلمانوں کا قبضہ ہو گیا۔

خواجہ نعمت اللہ کا تقرر

اس عظیم الشان فتح پر سلطان محمود خلجی نے خداوند تعالیٰ کا شکر ادا کیا اور پھر خواجہ خواجگانؒ کے روضے کی زیارت کی۔ بادشاہ نے اجمیر ہی میں ایک عالیشان مسجد تعمیر کروائی۔ خواجہ نعمت اللہ کو سلطان محمود خلجی نے "سیف خاں" کا لقب دیا اور اجمیر کی حکومت اس کے حوالے کی۔ بادشاہ نے خواجہ اجمیرؒ کے مزار کے مجاوروں کو انعام سے نوازا اور پھر منڈل گڑھ کی طرف روانہ ہوا۔

راجہ کونبھا سے جنگ

بادشاہ نے بیاس ندی کے کنارے قیام کر کے اپنے امیروں کو قلعے کی اطراف پر متعین کیا۔ راجہ کونبھا نے بھی اپنے لشکر کو تیار کر کے سلطان محمود سے لڑائی کرنے کے لیے قلعے سے باہر بھیجا۔ دونوں لشکروں میں بڑی زبردست لڑائی ہوئی سلطان محمود کے لشکر کے بے شمار آدمی مارے گئے بہت سے راجپوت بھی کام آئے۔ رات کو لڑائی ختم کر دی گئی اور دونوں لشکر اپنی قیام گاہوں پر آ گئے۔

مندو کو واپسی

دوسرے روز صبح کے وقت تمام امراء اور اراکین سلطنت سلطان محمود کی خدمت میں حاضر ہوئے اور یہ عرض کیا اسی سال دوسری بار لشکر کشی کی گئی ہے اس لیے لشکر بہت تھکا ہوا ہے دوسرے برسات کا موسم شروع ہو گیا ہے اس لیے بہتر ہے کہ حضور اب پایہ تخت کو واپس تشریف لے چلیں جب بارشیں ختم ہو جائیں تو پھر اسے قلعے کو فتح کرنے کے لیے نکلنا چاہیے۔" بادشاہ نے امیروں کا معروضہ قبول کیا اور مندو کی طرف روانہ ہوا۔

منڈل گڑھ پر لشکر کشی

سلطان محمود خلجی نے منڈل گڑھ کو فتح کرنے کا ارادہ کیا۔ اس مقصد سے بادشاہ ۲۶ محرم ۸۶۱ھ کو روانہ ہوا۔ اس نے ملک کے ہر مندر کو مسمار کروا دیا اور اس طرح ملک سے کفر کو ختم کرنے کی ہر ممکن کوشش کی۔ منڈل گڑھ پہنچ کر سلطان محمود نے یہ حکم دیا کہ تمام درختوں کو جڑ سے کاٹ ڈالا جائے اور عمارتوں کو ڈھایا جائے نیز آبادی کا نام و نشان بھی باقی نہ رہنے دیا جائے۔ لشکر نے شاہی حکم کی تعمیل میں کوئی

marfat.com

Marfat.com

جواں ہمتی سے دشمن کا مقابلہ کرتا رہا۔ جب تک سلطان محمود خلجی کے ترکش میں تیر رہے اس نے اپنی فوج کی کمان داری میں کوتاہی نہ کی۔

محمود خلجی کا شاندار کارنامہ

سلطان قطب الدین گجراتی مع ایک زبردست لشکر کے ایک گوشے میں چھپا ہوا تھا اس نے جب صورت حال کو اپنے موافق پایا تو وہ اس گوشے سے باہر نکلا اور سلطان محمود خلجی کی طرف بڑھا۔ اس موقعے پر سلطان محمود نے بہادری کا شاندار مظاہرہ کیا۔ اس کے ساتھ تیرہ سوار تھے وہ ان کو لے کر بجلی کی سی تیزی کے ساتھ میدان جنگ سے نکل گیا۔ اور سلطان قطب الدین کی لشکر گاہ میں جو میدان جنگ کے پیچھے تھی جا پہنچا۔ اس نے دشمن کے سراپردہ خاص میں داخل ہو کر شاہی تاج اور کمربند مرصع کو حاصل کیا اور جلد از جلد اپنے لشکر میں واپس آگیا۔

مندو کو واپسی

سلطان محمود کے اردگرد تقریباً پانچ چھ ہزار سوار جمع ہو گئے اور اس نے یہ مشہور کر دیا کہ آج رات وہ دشمن پر شب خون مارنے کا ارادہ رکھتا ہے جب رات کا ایک حصہ گزر گیا تو سلطان محمود شب خون کے بہانے سے روانہ ہوا اور شادی آباد مندو کی طرف چل دیا۔

محمود خلجی کی شکست

گجراتیوں نے سلطان محمود کو یقیناً شکست فاش دی اس کار فرماں روا خلجی کو بہت افسوس ہوا۔ واضح رہے کہ سلطان محمود نے اپنے عہد حکومت میں اس شکست کے علاوہ کبھی کسی جنگ میں ناکامی کا منہ نہیں دیکھا۔ اس نے جب بھی کبھی کسی سے لڑائی کی ہمیشہ اپنے مقصد میں کامیاب و کامران رہا البتہ گجراتیوں نے اسے یہ بھی بتا دیا کہ شکست کیا ہوتی ہے۔

باغیوں کو سزائیں

شادی آباد مندو پہنچ کر سلطان محمود خلجی نے اپنے لشکر کی ترتیب و تنظیم اور سپاہیوں کی ترتیب کی طرف توجہ کی۔ اسی دوران میں شہزادہ غیاث الدین بندر سورت کے چند مقامات پر حملہ کر کے واپس مندو آیا۔ انہیں دنوں مشیر الملک المخاطب بہ نظام الملک اور اس کے بیٹوں کے بارے میں بادشاہ کو اطلاعات ملیں کہ یہ لوگ علم بغاوت بلند کرنے کے منتظر ہیں اور کئی مفسدانہ حرکات کا ارتکاب کر چکے ہیں۔ بادشاہ نے ان باغیوں کو مناسب سزائیں دیں۔

گجراتی بادشاہ سے صلح کا خیال

۸۵۷ھ میں سلطان محمود خلجی نے مارواڑ کو فتح کرنے کا ارادہ کیا۔ بادشاہ کو سلطان قطب الدین گجراتی کی طرف سے خطرہ تھا اس لیے اس نے طے کیا کہ مارواڑ پر حملہ کرنے سے پہلے سلطان قطب الدین سے صلح کرنا ضروری ہے۔ بادشاہ نے اپنے اس خیال کا کسی سے اظہار نہ کیا اور لشکر کو تیاری کا حکم دیا اور مندو سے قصبہ دھار میں پہنچا۔ یہاں سے تاج خاں کو ایک زبردست لشکر کے ساتھ گجراتی سرحد کی طرف روانہ کیا۔ تاکہ وہ صلح کی گفتگو کرے۔

گجراتی وزیروں کے نام تاج خاں کے خطوط

تاج خاں نے قطب الدین گجراتی کے وزیروں کے نام خطوط لکھے اور اپنے قاصدوں کو گجرات کی طرف روانہ کیا۔ اس نے ان خطوط میں یہ لکھا۔ "سلطان گجرات اور سلطان مالوہ کی باہمی عداوت خداوند تعالیٰ کی مخلوق کے لئے ایک بہت بڑا عذاب ہے اس لئے فریقین میں صلح کا ہونا بہت ضروری ہے۔ لہٰذا میں آپ لوگوں سے درخواست کرتا ہوں کہ آپ اس سلسلے میں ہر ممکن کوشش کریں تاکہ یہ نیک امر

marfat.com
Marfat.com

دقیقہ اٹھا نہ رکھا۔

قلعے کی فتح

بادشاہ نے قلعے کا محاصرہ کر لیا اور مورچل کو خندق سے پار کر کے قلعہ کے متصل کر دیا بہت معمولی مدت میں بادشاہ نے قلعے کو فتح کر لیا
اور راجپوتوں کی ایک بڑی تعداد کو تلوار کے گھاٹ اتارا۔ باقی ماندہ راجپوت ایک دوسرے قلعے میں چلے گئے جو پہاڑ کی چوٹی پر واقع تھا۔

راجپوتوں کی امان طلبی

اوپر جا کر راجپوت یہ سمجھے کہ اب وہ دشمن کے چنگل سے نکل آئے ہیں اس وجہ سے انتہائی غرور و تکبر کا مظاہرہ کرنے لگے اوپر کے
قلعے میں پانی کم تھا کچھ دنوں میں ختم ہو گیا اور وہاں کے تمام تالاب خشک ہو گئے۔ اس بلائے ناگہانی کی وجہ سے راجپوت بہت پریشان ہوئے
آخر کار مجبور ہو کر انہوں نے سلطان محمود سے امان طلب کی۔ راجپوتوں نے دس لاکھ روپیہ بادشاہ کی خدمت میں پیش کیا اور قلعہ خالی کر
دیا۔

کفر کی بیخ کنی

یہ واقعہ ۲۵ ذی الحجہ ۸۶۲ھ کا ہے۔ سلطان محمود خلجی نے اس روز خداوند تعالیٰ کا شکر ادا کیا اور دوسرے روز قلعے میں داخل ہو گیا۔
بادشاہ نے تمام مندرون کو مسمار کر کے ان کی جگہ مسجدیں تعمیر کروائیں۔ اور قاضیوں، محتسبوں اور خطیبوں اور موذنوں کا تقرر کیا۔

بھیلوارہ کی تباہی

۱۵ محرم ۸۶۳ھ کو سلطان محمود خلجی نے چیتور کو فتح کرنے کے ارادے سے سفر اختیار کیا چیتور کے نواح میں پہنچ کر بادشاہ نے شہزادہ
غیاث الدین کو ولایت بھیلوارہ کی تباہی و بربادی کے لیے روانہ کیا۔ شہزادے نے اس ولایت کو خوب جی کھول کر تباہ و برباد کیا اور بہت سے
لوگوں کو قید کر کے اپنے ساتھ لایا۔

قلعہ کوندی کی فتح

اس کے کچھ دنوں بعد بادشاہ نے تاج خاں اور فدائی خاں کو قلعہ کوندی کی تسخیر کے لیے نامزد کیا۔ شہزادہ فدائی خاں ایک زبردست لشکر
لے کر قلعہ کوندی کے نواح میں پہنچا۔ دوسری طرف سے راجپوت بھی قلعہ سے باہر نکلے فریقین میں زبردست جنگ ہوئی جس کے نتیجے
میں راجپوتوں کو شکست کا منہ دیکھنا پڑا۔ بے شمار راجپوت مارے گئے راجپوتوں کی ایک جماعت جو اپنی جان بچانے کی خاطر خندق میں اتر گئی
تھی شہزادہ فدائی نے اسے گرفتار کر لیا۔ الغرض شہزادے نے اپنی جرات و بہادری کی وجہ سے پہلے ہی دن قلعے کو فتح کر لیا اس نے خداوند
تعالیٰ کی بارگاہ میں اس فتح کا شکرانہ ادا کیا اور اپنے ایک معتمد امیر کو قلعے کا نگران بنا کر خوشی خوشی اپنے شہر شادی آباد مندو میں آیا اور
بادشاہ کی خدمت میں حاضری دی۔

راجپوتوں کی مزید گوشمالی

۸۶۶ھ میں سلطان محمود خلجی نے ایک بار پھر راجپوتوں کی سرزنش کے لیے لشکر تیار کیا اور اپنے پایہ تخت سے باہر نکلا اور موضع ابار
میں قیام پذیر ہوا۔ بادشاہ نے شہزادہ غیاث الدین کو ان شہروں کی تباہی و بربادی کے لیے مقرر کیا۔ شہزادے نے شاہی حکم کی تعمیل کی اور
اس ولایت میں قیامت برپا کر کے نواح کو تلمیر پر بھی حملہ کر دیا۔

کو تلمیر کی فتح کے لیے روانگی

اس کے بعد شہزادہ غیاث الدین بادشاہ کی خدمت میں حاضر ہوا اس نے بادشاہ سے قلعہ کو تلمیر کی بہت تعریف کی۔ دوسرے ہی روز

marfat.com

Marfat.com

بادشاہ کو تلمبیر کی طرف روانہ ہو گیا۔ راستے میں جتنے بھی مندر ملے انہیں مسمار کر دیا گیا بادشاہ نے کو تلمبیر کے نواح میں پہنچ کر قیام کیا۔

دونگر پور پر حملہ

ایک روز بادشاہ قلعے سے ایک کوس کے فاصلے پر مشرق کی جانب سوار ہو کر نکلا اور اس نے شہر کو دیکھ کر کہا۔ "اس قلعے کو آسانی سے فتح کرنا مشکل ہے جب تک چند سال تک اس کا محاصرہ جاری نہ رکھا تب تک مقصد پورا کرنا مشکل ہے۔" ظاہر ہے بادشاہ کو اتنی فرصت کہاں تھی کہ وہ کئی سال اس قلعے کی فتح میں صرف کرتا۔ لہٰذا دوسرے روز اس نے اس مقام سے کوچ کیا اور دونگر پور پہنچ گیا اس مقام کا راجہ فرار ہو کر کونہ بیاشہ میں پناہ گزین ہوا۔ راجہ نے بڑی عاجزی اور انکساری سے دو لاکھ تنکے اور بیس گھوڑے بادشاہ کی خدمت میں بطور نذرانہ پیش کیے۔ بادشاہ نے یہ پیش کش قبول کی اور شادی آباد مندو کی طرف چل دیا۔

محمود خلجی دکن میں

ماہ محرم ۸۶۶ھ میں دکن کے تخت پر ایک کمسن لڑکا نظام شاہ جلوہ افروز ہوا۔ چونکہ بادشاہ کمسن تھا اس لیے دکنی امیر پوری طرح بادشاہ کی اطاعت نہ کرتے تھے۔ نظام الملک غوری کی ترغیب سے سلطان محمود خلجی لشکر تیار کر کے دکن میں گیا۔ جب بادشاہ نے دریائے نربدہ کو پار کر لیا تو اس کے جاسوسوں نے یہ اطلاع دی کہ اسیر کے حاکم مبارک خاں کا انتقال ہو گیا ہے اور اس کا بیٹا غازی خاں "عادل خاں" کے لقب سے باپ کا جانشین ہوا ہے۔

عادل خاں والی اسیر کی ستم شعاری

عادل خاں نے تخت پر بیٹھتے ہی ظلم و ستم کو اپنا شعار بنایا اور سید کمال الدین اور سید سلطان جیسے امیروں کو بغیر کسی قصور کے قتل کر کے ان کے مکانوں کو تباہ کر دیا۔ اس خبر کے پہنچنے کے چند روز بعد سید جلال (سید کمال الدین اور سید سلطان کا بھائی) سلطان محمود کی خدمت میں حاضر ہوا اور اپنے بھائیوں کے قتل کی دکھ بھری داستان سنا کر بادشاہ کو عادل خاں کے ظلم و ستم سے آگاہ کیا۔

عادل خاں کی معافی

سلطان محمود کو عادل خاں کی ناشائستہ حرکتوں پر بہت غصہ آیا اور اس نے عادل خاں کو سزا دینے کا پورا ارادہ کر لیا اور اس مقصد سے اجمیر کی طرف روانہ ہوا۔ عادل خاں کو جب اس کی اطلاع ملی تو وہ بہت پریشان ہوا۔ اس نے حضرت شکر گنج کے نواسے کو مع پیش کش کے سلطان محمود خلجی کی خدمت میں روانہ کیا اور اپنے گناہوں سے توبہ کی۔ محمود خلجی اچھی طرح جانتا تھا کہ قلعہ اسیر کو فتح کرنا مشکل کام ہے دوسرے اس کے اس سفر کا اصل مقصد دکن کو فتح کرنا تھا لہٰذا اس نے عادل خاں کا قصور معاف کر دیا اور اس کو آئندہ کے لیے سلامت روی سے کام لینے کی نصیحت کر کے سلطان محمود برار اور ایلچپور کی طرف روانہ ہو گیا۔

دکنی امیروں کی تیاری

سلطان سفر کی منزلیں طے کرتا ہوا مالا پور پہنچا۔ یہاں شاہی جاسوسوں نے بادشاہ کو یہ اطلاع دی کہ نظام شاہی امراء اپنے لشکر کو سرحدی مقامات سے طلب کر کے ایک جگہ جمع کر رہے ہیں۔ نیز شاہی خزانہ سے دو کروڑ تنکے نکال کر اہل لشکر میں تقسیم کیے گئے ہیں۔ اور وہ ڈیڑھ سو قوی ہیکل ہاتھیوں کو لے کر شہر کے باہر مقیم ہیں۔

محمود خلجی نظام شاہی لشکر کے مقابلے میں

سلطان محمود خلجی نے اس خبر کو سنا اور اس نے اپنے لشکر کو مرتب و منظم کیا اور نظام شاہ بہمنی کے مقابلے پر آیا۔ دکنی وزیروں نے آٹھ سالہ نظام شاہ کے سر پر چتر شاہی سایہ فگن کیا۔ خواجہ جہاں ملک شہ ترک کو بادشاہ کا مشیر مقرر کیا۔ میمنہ، محمود گیلانی ملک التجار کی

marfat.com

Marfat.com

نگرانی میں اور میسرہ' ملک نظام الملک ترک کی نگرانی میں دیا۔

لشکر مالوہ کی شکست

ملک التجار نے پیش دستی کی اور سلطان محمود خلجی کے میمنہ پر حملہ کر دیا۔ محمود کے میمنہ کے سردار مہابت خاں حاکم چندیری اور ظہیر الملک وزیر مارے گئے اس وجہ سے مالوی میمنہ منتشر ہو گیا اور مالویوں کو زبردست شکست کا منہ دیکھنا پڑا۔

نظام شاہ پر محمود خلجی کا حملہ

نظام شاہی لشکر نے دس کوس تک مالویوں کا تعاقب کیا اور سلطان محمود خلجی کی لشکر گاہ کو بالکل تباہ کر دیا۔ محمود خلجی ایک گوشے میں چھپ گیا اور موقع کا انتظار کرنے لگا اس نے دیکھا کہ نظام شاہی سپاہیوں کی ایک بڑی تعداد اس وقت لوٹ مار میں مصروف ہے اور نظام شاہ چند سپاہیوں کے ساتھ میدان میں کھڑا ہوا ہے۔ محمود خلجی نے دو ہزار سواروں کو لے کر نظام شاہ پر پیچھے کی طرف سے حملہ کر دیا۔

نظام شاہی لشکر کی تباہی

نظام شاہی قلب لشکر کے سردار خواجہ جہاں نے بڑی مستعدی اور ہوشیاری سے کام لیا اور نظام شاہ کو ساتھ لے کر احمد آباد بیدر کی طرف روانہ ہو گیا۔ محمود خلجی کے اس حملے سے صورت حال بالکل برعکس ہو گئی بے شمار نظام شاہی سپاہی جو لوٹ مار میں مصروف تھے تلوار کے گھاٹ اتارے گئے۔ نظام شاہ کی والدہ ملکہ جہاں اپنے امیروں کی عیاری سے اچھی طرح واقف تھی لہٰذا اس نے ملو خاں کو شہر بیدر کی حفاظت کے لیے مقرر کیا اور خود نظام شاہ کو لے کر فیروز آباد میں قیام پذیر ہوئی۔

بیدر کا محاصرہ

ملکہ جہاں نے فیروز آباد سے سلطان محمود گجراتی کے نام ایک خط لکھا اور اس سے امداد طلب کی۔ محمود خلجی نے نظام شاہی لشکر کا تعاقب کیا اور شہر بیدر کا محاصرہ کر لیا۔ وہ نظام شاہی سپاہی جو میدان جنگ سے فرار ہو گئے تھے جوق در جوق فیروز آباد میں بادشاہ کے گرد جمع ہونے لگے۔ یہ اطلاع ملی کہ ملک التجار ایک لشکر جرار لے کر نظام شاہ کی مدد کے لیے آ رہا ہے اور یہ توقع ہے کہ وہ جلد اپنے بادشاہ کے پاس پہنچ جائے۔

سلطان محمود کی واپسی

یہ صورت حال دیکھ کر سلطان محمود خلجی نے اپنے امیروں سے مشورہ کیا۔ کافی سوچ بچار کے بعد آخر یہ طے کیا گیا کہ چونکہ موسم گرما شروع ہو چکا ہے اور رمضان کا مہینہ بھی آنے والا ہے اس لیے بہتر یہی ہے کہ تسخیر دکن کے معاملے کو آئندہ سال تک کے لیے ملتوی کیا جائے۔ اس کے بعد سلطان محمود خلجی اپنے ملک کی جانب روانہ ہوا۔ راستے میں جو واقعات پیش آئے وہ پہلے بیان کیے جا چکے ہیں۔

دکن پر دوبارہ حملہ کرنے کی تیاری

دکن کو فتح کرنے کا خیال سلطان محمود خلجی کو رہ رہ کر ستاتا تھا۔ ملک التجار کے ہاتھوں بادشاہ کو جس مصیبت کا سامنا کرنا پڑا تھا اس کا انتقام لینے کے لیے بھی محمود خلجی کا دل مچلتا تھا۔ ۸۶۷ھ میں بادشاہ نے دوبارہ لشکر تیار کیا اور دکن کو فتح کرنے کے خیال سے روانہ ہو کر ظفر آباد نعلچہ میں قیام پذیر ہوا۔

تھانیدار کھیرلہ کا عریضہ

سلطان محمود ابھی ظفر آباد ہی میں مقیم تھا کہ سراج الملک تھانیدار کا عریضہ آیا جس میں یہ مرقوم تھا کہ "نظام شاہ بہمنی نے نظام الملک کو ایک لشکر جرار کے ساتھ کھیرلہ فتح کرنے کے لیے نامزد کیا ہے۔ اور چند دنوں کے اندر اندر یہاں پہنچنے والا ہے۔

marfat.com
Marfat.com

کھیرلہ کو روانگی

یہ عریضہ وصول کرتے ہی سلطان محمود تھانیدار کھیرلہ کی مدد کے لیے روانہ ہوا۔ راستے میں اسے یہ اطلاع ملی کہ نظام الملک نے ایسے وقت میں جب کہ سراج الملک غریق دریائے مئے ناب تھا کھیرلہ پہنچ کر قلعے کا محاصرہ کر لیا ہے۔

نظام الملک کا قلعہ کھیرلہ پر قبضہ

سراج الملک کا بیٹا قلعے سے باہر آیا اور نظام الملک سے معرکہ آرا ہوا لیکن وہ زیادہ دیر تک میدان میں نہ ٹھہر سکا اور حواس باختہ ہو کر قلعے میں واپس چلا گیا۔ نظام الملک بھی قلعے میں داخل ہوا اور قلعے پر قابض ہو گیا۔ اتفاق سے اسی روز راجپوت پیادوں نے موقع پا کر نظام الملک کا کام تمام کر دیا۔

محمود کی دولت آباد کو روانگی

یہ خبر جب سلطان محمود کو پہنچی تو اس نے مقبول خاں کو چار ہزار سپاہیوں کے ہمراہ کھیرلہ کی طرف روانہ کیا اور خود انتقام لینے کے لیے دولت آباد کی طرف چل دیا۔ راستے میں راجہ سر کچھ اور راجہ جاج نگر کے ملازمین پانچ سو تیس ہاتھی لے کر سلطان محمود کی خدمت میں حاضر ہوئے اور یہ ہاتھی بطور پیش کش بادشاہ کے حوالے کیے۔ ان ملازموں کو بادشاہ نے انعام دے کر رخصت کیا۔

خلیفہ عباسی کی طرف سے فرمان و خلعت

اسی زمانے میں جب کہ سلطان محمود خلجی موضع خلیفہ آباد میں مقیم تھا۔ مصر سے امیرالمومنین یوسف بن محمد عباسی کا ایک قاصد فرمان سلطنت اور خلعت لے کر سلطان محمود کی خدمت میں حاضر ہوا۔ بادشاہ نے انتہائی مسرت سے فرمان اور خلعت کا استقبال کیا۔ اور خلیفہ کے قاصد کی بہت عزت کی اور اسے طرح طرح کے انعام و اکرام سے نوازا۔

محمود خلجی کی واپسی

جب سلطان محمود خلجی دولت آباد کے قریب پہنچا تو اسے معلوم ہوا کہ سلطان محمود گجراتی دکنی فرماں روا کی مدد کے لیے آ رہا ہے۔ محمود خلجی یہ سن کر بالکندہ کی طرف روانہ ہوا۔ چند علاقوں پر اس نے حملہ کیا اور کونڈوارہ کے راستے سے شادی آباد مندو میں واپس آیا۔

مقبول خاں کا ایلچپور پر حملہ

ماہ ربیع الاول ۸۷۱ھ میں سلطان محمود خلجی نے مقبول خاں کو ایک لشکر کے ہمراہ ایلچپور پر حملہ کرنے کے لیے روانہ کیا مقبول خاں نے ایلچپور کے نواح پر قبضہ کر کے شہر کو تباہ و برباد کر دیا۔ ایک روز رات کے وقت ایلچپور کے حاکم نے اپنے ہمسایہ حاکموں قاضی خاں اور پیر خاں کو ساتھ لیا اور پندرہ سو سواروں اور بے شمار پیادروں کے ہمراہ جنگ کے ارادے کے لیے آیا۔

مقبول اور قاضی خاں کی جنگ

مقبول خاں کو جب اس کی اطلاع ملی تو اس نے مال غنیمت اور دوسرے سامان کو لشکر کے ایک حصے کے ساتھ روانہ کر دیا اور خود اپنی فوج کے چنیدہ سپاہیوں کے ساتھ وہیں رہا۔ مقبول نے اپنے سپاہیوں کی ایک جماعت دشمن کے مقابلے پر بھیجی اور خود بقیہ سپاہیوں کے ساتھ کمین گاہ میں چھپ گیا۔

مقبول کی فتح

جب فریقین میں جنگ شروع ہو گئی تو مقبول خاں نے کمین گاہ سے نکل کر دشمن کی فوج پر حملہ کر دیا۔ دشمن اس ناگہانی مصیبت کا مقابلہ نہ کر سکا اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ قاضی خاں کو شکست ہوئی اور وہ ایلچپور کی طرف بھاگ گیا۔ مقبول خاں نے بیس معتبر سرداروں کو

marfat.com

Marfat.com

قتل اور تیس سرداروں کو گرفتار کیا۔ اس کے بعد مقبول خاں واپس لوٹا اور کامیاب و کامران محمود آباد پہنچا۔

شاہان دکن و مالوہ میں صلح

ماہ جمادی الاول ۸۷۱ھ میں مالوہ اور دکن کے فرماں رواؤں نے ایک دوسرے کے دربار میں اپنے اپنے قاصد روانہ کیے اور صلح کی بات چیت شروع کی۔ آخرکار بحث حیل و حجت کے بعد اس شرط پر صلح کی کہ دکنی فرماں روا ایلچپور اور کونڈوارہ یعنی کھیرلہ تک کا علاقہ سلطان محمود خلجی کے حوالے کر دے۔ اور سلطان محمود خلجی آئندہ کبھی پھر دکن پر حملہ نہ کرے اور دکنیوں کے لیے باعث زحمت نہ ہو۔ سلطان محمود نے یہ شرط بھی منوائی کہ دکن میں دفتری حساب تاریخ قمری کے اعتبار سے مندرج ہوں اور شمسی تاریخ کا رواج موقوف کر دیا جائے۔

شیخ علاؤ الدین کی آمد

اسی سال ماہ ربیع الاول میں ایک مشہور اور زبردست عالم شیخ علاؤ الدین شادی آباد مندو میں آئے۔ محمود خلجی نے بڑے شاہانہ طریقے سے ان کا استقبال کیا اور بوقت ملاقات بغل گیری کی۔

مولانا عماد الدین کی آمد

ماہ ذی الحجہ ۸۷۱ھ میں سید نور محمد بخشی کے قاصد مولانا عماد الدین سلطان محمود خلجی کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ مولانا نے شیخ کا خرقہ جو وہ اپنے ساتھ لائے تھے سلطان محمود کی خدمت میں پیش کیا۔ بادشاہ مولانا عماد الدین سے بہت محبت سے پیش آیا ایک خاص تقریب منعقد کر کے بادشاہ نے اس خرقہ کو زیب تن کیا اور ملک کے تمام عالموں فاضلوں کو انعامات دیئے۔

محمود آباد میں مسلمانوں کا قتل

ماہ محرم ۸۷۲ھ میں مخبروں نے بادشاہ کو یہ اطلاع دی کہ "مقبول خاں نے محمود آباد کو جو اس وقت کھیرلہ کے نام سے مشہور ہے تباہ و برباد کیا ہے اور اب فرماں روائے دکن سے امداد کا طالب ہوا ہے۔ مقبول خاں نے چند ہاتھی جو اس کے ساتھ تھے کھیرلہ کے رائے زادہ کے حوالے کئے اور رائے زادہ نے قصبہ محمود آباد پر حملہ کر کے ان تمام مسلمانوں کو جو قلعے میں مقیم تھے قتل کر دیا ہے اور تمام راستے مسدود کر دیئے ہیں۔

محمود خلجی ظفر آباد میں

سلطان محمود خلجی نے یہ خبر سنی اور تاج خاں اور احمد خاں کو اس صورت حال کی اصلاح کے لیے محمود آباد روانہ کیا اور خود بھی اسی سال ربیع الآخر کے مہینے میں ظفر آباد نعلچہ میں قیام پذیر ہوا۔

تاج خاں محمود آباد میں

چند دنوں کے بعد سلطان محمود خلجی بھی محمود آباد کی طرف روانہ ہوا راستے میں بادشاہ کو تاج خاں کے حالات سے آگاہی ہوئی۔ تاج خاں جب محمود آباد پہنچا تو وہ دسہرہ کا دن تھا۔ راجہ کا بیٹا اس وقت کھانا کھانے میں مصروف تھا اور تاج خاں کی آمد سے بالکل بے خبر تھا۔ تاج خاں چاہتا تو وہ اس وقت رائے زادہ پر حملہ کر کے اس کا کام تمام کر سکتا تھا لیکن تاج نے دشمن کی غفلت سے فائدہ اٹھانے کو مردانگی کے خلاف سمجھا اور اپنے ایک ملازم کو بھیج کر رائے زادہ کو اپنے ارادے سے مطلع کر دیا۔

محمود آباد پر تاج خاں کا حملہ

رائے زادہ اسی وقت کھانے سے اٹھ پڑا اور اپنے ملازمین کے ہمراہ میدان جنگ میں آیا۔ تاج خاں اور رائے زادہ کے لشکروں میں

marfat.com
Marfat.com

جنگ شروع ہوئی فریقین نے ایک دوسرے کو مغلوب کرنے کے لیے ہر ممکن کوشش کی لیکن فتح تاج خاں کی قسمت میں لکھی ہوئی تھی۔ اس لیے وہی غالب آیا بے شمار راجپوت مارے گئے اور رائے زادہ ننگے سر اور ننگے پاؤں میدان جنگ سے بھاگ گیا۔ تاج خاں نے مقبول خاں کے ہاتھیوں اور دیگر سامان پر قبضہ کر لیا۔ محمود آباد بھی تاج خاں کے قبضے میں آ گیا۔

گروہ گونداں کی سرزنش

اسی دوران میں تاج خاں کا عریضہ بادشاہ کی خدمت میں پہنچا جس میں تمام حالات مرقوم تھے۔ سلطان محمود خلجی یہ عریضہ پڑھ کر بہت خوش ہوا اور اس نے ملک الامراء ملک داور کو گروہ گونداں کی سرزنش کے لیے روانہ کیا۔ جب گروہ گونداں کو یہ خبر ملی تو انہوں نے رائے زادہ کو جو ان کے پاس آ گیا تھا گرفتار کر کے تاج خاں کے پاس روانہ کر دیا۔

خواجہ جمال الدین کی آمد

اس کے بعد سلطان محمود خلجی محمود آباد کی طرف روانہ ہوا اور ۶ رجب کو سارنگ پور میں فروکش ہوا۔ کچھ دنوں بعد خواجہ جمال الدین استر آبادی میرزا سلطان ابو سعید کے سفیر کی حیثیت سے ہندوستان آئے اور سلطان محمود خلجی سے انہوں نے ملاقات کی۔ محمود خلجی خواجہ جمال الدین سے ملاقات کر کے بہت خوش ہوا۔

خواجہ کی عزت افزائی

بادشاہ نے خواجہ جمال الدین کو طرح طرح کے انعامات سے نوازا ان کے ساتھ ہندوستان کے بہت سے تحفے (کپڑا' کنیزیں' ہاتھی اور دیگر سامان) ایران کے بادشاہ کے لیے بھجوائے۔ راستے کے اخراجات کے لیے نقد روپیہ بھی دیا۔ اس کے علاوہ شاہ ایران کی مدح میں ایک ہندی قصیدہ بھی لکھ کر خواجہ صاحب کو دیا۔ بادشاہ ایران اس قصیدے کو پڑھ کر بہت خوش ہوا۔

کچھوارہ کے زمینداروں کی بغاوت

۸۷۳ھ میں سلطان محمود خلجی کی خدمت میں غازی خاں نے اس مضمون کی ایک عرض داشت روانہ کی کہ "کچھوارہ کے زمیندار حضور کی اطاعت سے منحرف ہیں اور باغیانہ حرکتوں کا ارتکاب کر رہے ہیں۔"

جلال پور ------ ایک نیا حصار

یہ عریضہ پہنچتے ہی سلطان محمود نے ان زمینداروں کی سرکوبی کا انتظام کیا اور ایک زبردست لشکر کچھوارہ کی جانب روانہ کیا۔ بادشاہ خود بھی اس مملکت کے وسط میں مقیم ہوا۔ اس مقام پر محمود خلجی نے ایک حصار کی بنیاد رکھی جو چھ روز میں بن کر تیار ہو گیا۔ اس حصار کا نام "جلال پور" رکھا گیا اور میرزا خاں کو اس کی حکومت پر متعین کیا گیا۔

شاہ دہلی کے سفیروں کی آمد

۷ شعبان ۸۷۳ھ میں شیخ محمد حرلی اور راجہ گوالیار کپور چند کا بیٹا دہلی کے بادشاہ سلطان بہلول لودھی کے سفیر بن کر سلطان محمود خلجی کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ سفیروں نے بہت سے تحفے بادشاہ کی خدمت میں پیش کیے اور یہ پیغام دیا۔ "سلطان محمود شرقی ہر دم مائل بہ فتنہ و فساد رہتا ہے اور ہمیں تکلیف پہنچانے میں بڑا مستعد رہتا ہے۔ اگر آپ اس سلسلے میں ہماری مدد کریں' دہلی کے نواح میں تشریف لا کر محمود شرقی کو راہ راست پر لے آئیں تو ہم قلعہ بیانہ مع اس کے مضافات کے آپ کی خدمت میں پیش کریں گے اور جب آپ اپنے پایہ تخت کو جانے لگیں گے تو چھ ہزار گھوڑے بھی ہم آپ کی نذر کریں گے۔

اس کے جواب میں محمود خلجی نے کہا۔ "جب سلطان حسین دہلی کی طرف روانہ ہو گا میں بھی جلد از جلد تمہاری مدد کے لیے پہنچ جاؤں

marfat.com

Marfat.com

گا۔" محمود نے ان سفیروں پر طرح طرح کی مہمانیاں کیں اور انعام و اکرام دے کر رخصت کیا۔

محمود خلجی کی وفات

اس کے بعد سلطان محمود خلجی شادی آباد مندو کی طرف روانہ ہوا۔ رات کی ہوا بہت گرم تھی بادشاہ کا مزاج ٹھکانے پر نہ رہا۔ اور وہ بیمار پڑ گیا یہ بیماری رفتہ رفتہ بڑھتی ہی چلی گئی اور آخرکار وہ وقت آ ہی گیا کہ جب انسان اور اس دنیا کا باہمی تعلق ختم ہو جاتا ہے۔ سلطان محمود خلجی نے ولایت کھوارہ میں ۱۹ ذیقعدہ ۸۷۳ھ کو وفات پائی۔

مدت حکومت

سلطان محمود خلجی نے چوبیس سال تک حکومت کی جب وہ تخت نشین ہوا تھا اس وقت اس کی عمر بھی چوبیس سال تھی۔ یہ مطابقت ایک تعجب خیز امر ہے امیر تیمور کے ساتھ بھی یہی اتفاق پیش آیا تھا وہ چھتیس سال کی عمر میں تخت نشین ہوا تھا اور چھتیس سال ہی تخت نشینی کی تھی۔

کردار

سلطان محمود خلجی کی اور بہت سی فتوحات بھی ہیں لیکن راقم الحروف مورخ فرشتہ نے طوالت کے خوف سے انہیں نظرانداز کر دیا ہے۔ وہ نہایت ہی بہادر اور بلند اخلاق انسان تھا اس کے عہد حکومت میں رعایا کا ہر طبقہ خوش حال تھا ہندو اور مسلمان سبھی بادشاہ پر جان چھڑکتے تھے بادشاہ بھی اپنی رعایا سے اپنے بچوں جیسا سلوک کرتا تھا۔

ذوق جنگ و جدل

سلطان محمود خلجی نے دوسرے فرماں رواؤں کی طرح شراب نوشی کو اپنی زندگی کا مقصد نہ بنایا۔ اس نے زندگی بھر توسیع سلطنت اور باغیوں کی سرزنش کی کوشش کی۔ اس کا حقیقی عیش اگر کچھ تھا تو وہ ذوق جنگ و جدل تھا۔ اس کے آغاز حکومت سے لے کر وفات کے زمانہ تک شاید ہی کوئی ایسا سال گزرا ہو کہ جس میں کسی نہ کسی مقام پر لشکرکشی نہ کی ہو۔ اس نے ہمیشہ اپنی راحت و آسائش کو میدان کارزار ہی میں پایا اور زندگی بھر اسی روش پر چلتا رہا۔

تاریخ سے دلچسپی

سلطان محمود خلجی میں ایک یہ عادت بہت ہی اچھی تھی کہ وہ تجربہ کار مورخوں اور جہاں دیدہ سیاحوں سے گزشتہ زمانے کے حالات سنا کرتا تھا۔ وہ مختلف بادشاہوں اور حکومتوں کے آغاز و انجام کے اسباب و اثرات پر اکثر غور کیا کرتا تھا اور پھر ان کی روشنی میں اپنے لیے صحیح راستے کا تعین کیا کرتا تھا۔ وہ عہد ماضی کے بادشاہوں کے واقعات سے مفید نتائج اخذ کر کے اپنے لیے بادشاہت کے قواعد وضع کیا کرتا تھا۔ اور پھر حتی الامکان ان پر عمل کیا کرتا تھا۔

عاقبت اندیشی

گزشتہ بادشاہوں کے عبرت انگیز اور مفید مطلب واقعات کو وہ ہمیشہ یاد رکھتا تھا اور اپنی مجلسوں میں اکثر اپنے امیروں سے یہ واقعات بیان کیا کرتا تھا۔ سلطان محمود خلجی کا یہ دستور تھا کہ وہ ان اسباب و علل پر گہری نظر رکھتا کہ جو شاہان سلف کی تباہی و بربادی اور زوال کا باعث ہوئے اور پھر اپنے اعمال و اطوار میں ان تمام خطرناک امور سے پرہیز کرتا تھا۔ یہ امر اس کی کامیابی کی ایک بڑی وجہ ہے۔

امن و امان

محمود خلجی کے عہد میں چوری اور ڈاکہ زنی بالکل نہ ہوتی تھی اگر کہیں اس قسم کی واردات ہوتی تو بادشاہ بعد تحقیق جو مال چوری ہو

marfat.com
Marfat.com

جاتا اس کی قیمت شاہی خزانے سے ادا کر دیتا اور اس مال کو مقامی حکام سے وصول کرتا یہی وجہ تھی کہ لوگ بلاخوف و خطر زندگی بسر کرتے تھے۔ تاجر اور بیوپاری جنگلوں میں بھی اپنے سامان کو اتنا ہی محفوظ سمجھتے تھے جتنا کہ اپنے گھروں پر۔

ایک مرتبہ ایک شخص کو ایک شیر نے مار ڈالا اس شخص کی عورت بادشاہ کے پاس فریاد لے کر آئی۔ بادشاہ نے حکم دیا کہ جب کوئی شیر کہیں نظر آئے اس کو مار ڈالا جائے۔ اس حکم کے بعد بے شمار شیروں کو مارا گیا یہاں تک کہ مالوہ میں اس موذی جانور کا نام و نشان بھی باقی نہ رہا۔

marfat.com

Marfat.com

جاتا اس کی قیمت شاہی خزانے سے ادا کر دیتا اور اس مال کو مقامی حکام سے وصول کرتا یہی وجہ تھی کہ لوگ بلاخوف و خطر زندگی بسر کرتے تھے۔ تاجر اور بیوپاری جنگلوں میں بھی اپنے سامان کو اتنا ہی محفوظ سمجھتے تھے جتنا کہ اپنے گھروں پر۔

ایک مرتبہ ایک شخص کو ایک شیر نے مار ڈالا اس شخص کی عورت بادشاہ کے پاس فریاد لے کر آئی۔ بادشاہ نے حکم دیا کہ جب کوئی شیر کہیں نظر آئے اس کو مار ڈالا جائے۔ اس حکم کے بعد بے شمار شیروں کو مارا گیا یہاں تک کہ مالوہ میں اس موذی جانور کا نام و نشان بھی باقی نہ رہا۔

marfat.com
Marfat.com

سلطان غیاث الدین بن سلطان محمود خلجی

تخت نشینی

سلطان محمود خلجی کے انتقال کے بعد اس کا بڑا بیٹا سلطان غیاث الدین تخت نشین ہوا۔ اس بادشاہ نے رعایا کو خوش کرنے کی ہر ممکن تدبیر کی۔ اس کے چتر پر جو رقم نثار کی گئی تھی بادشاہ نے وہ رقم مستحقین میں تقسیم کر دی۔ بادشاہ کا چھوٹا بھائی فدائی خاں سلطان محمود خلجی کے عہد حکومت سے شہر نو اور دوسرے پرگنوں پر قابض تھا۔ بادشاہ نے اسے بحال و برقرار رکھا اور اس سلسلے میں کسی قسم کا تغیر و تبدل نہ کیا۔

شہزادہ عبدالقادر کی ولی عہدی

سلطان غیاث الدین نے اپنے بڑے بیٹے عبدالقادر کو ناصر الدین کا خطاب دے کر اپنا ولی عہد مقرر کیا اور اسے عہدہ وزارت عطا کیا نیز چتر اور بارہ ہزار سواروں کی جاگیر مرحمت فرمائی۔

عیش پرستی

تخت نشینی کی رسم کے بعد غیاث الدین نے تمام عہدے اپنے تجربہ کار امیروں میں تقسیم کیے اور ان سے کہا کہ میں نے سلطان محمود خلجی کے عہد حکومت میں پورے چوبیس سال تک لشکر کشی کی ہے۔ اس زمانے میں میرا بہت سا وقت میدان جنگ میں ہی گزرا ہے لہذا اب میری آسائش کا وقت آیا ہے۔ مجھے یہ سلطنت جو اپنے باپ سے ترکے میں ملی ہے میں اس میں مزید توسیع کی خواہش نہیں کرتا اسی پر قانع رہوں گا اور اس کی حفاظت کروں گا۔ اس کے بعد بادشاہ عیش و عشرت میں مشغول ہو گیا اور اس نے حکم دیا کہ عیش و عشرت کا جو سامان بھی مہیا ہو سکے فراہم کیا جائے۔

عورتوں میں دلچسپی

اس کے بعد بادشاہ کے حرم میں بہت سی خوبصورت اور پری چہرہ کنیزیں جمع ہو گئیں۔ کوئی ان میں ساز بجانے میں مہارت رکھتی تھی اور کوئی فن رقص میں اپنی مثال آپ تھی۔ ان کنیزوں کی تعداد میں روز بروز اضافہ ہوتا گیا' تھوڑے ہی عرصے میں بادشاہ کے حرم میں دس ہزار کے قریب کنیزیں اور راجاؤں کی بیٹیاں جمع ہو گئیں۔

عورتوں میں عہدوں کی تقسیم

بادشاہ نے راجاؤں اور امیروں کی بیٹیوں کو عہدے عطا کیے۔ جس طرح شاہی حرم کے باہر امراء میں عہدے تقسیم کیے جاتے ہیں اسی طرح حرم کے اندر بھی یہی طریقہ اختیار کیا گیا۔ ان عورتوں میں سے کسی کو وکیل وزیر' دبیر' مشرف' خیردار' نویسندہ اور منجم مقرر کیا اور کسی کو صدر مدرس' حکم' ندیم' محتسب' مفتی' حافظ اور موذن بنایا اسی طور سے کنیزوں کو ہنر اور صنعتی تعلیم دلوائی۔ یہ کنیزیں مختلف کاموں مثلاً آہن گری' مخمل بافی' زرگری' تیرگری' کمان گری' کوزہ گری' جامہ بافی' ترکش دوزی' کفش دوزی' نجاری اور شعبدہ بازی میں ماہر تھیں۔ شاہی حرم میں یہ اس قسم کے کاموں میں مصروف رہتی تھیں۔

عورتیں لشکر میں

سلطان غیاث الدین نے پانچ سو ترکی کنیزوں کو مردانہ لباس پہنا کر تیر اندازی اور نیزہ بازی کی تعلیم دلوائی۔ اس جماعت کو "سپاہ ترک"

Marfat.com
marfat.com

سلطان غیاث الدین بن سلطان محمود خلجی

تخت نشینی

سلطان محمود خلجی کے انتقال کے بعد اس کا بڑا بیٹا سلطان غیاث الدین تخت نشین ہوا۔ اس بادشاہ نے رعایا کو خوش کرنے کی ہر ممکن تدبیر کی۔ اس کے چتر پر جو رقم نثار کی گئی تھی بادشاہ نے وہ رقم مستحقین میں تقسیم کر دی۔ بادشاہ کا چھوٹا بھائی فدائی خاں سلطان محمود خلجی کے عہد حکومت سے شہر نو اور دوسرے پرگنوں پر قابض تھا۔ بادشاہ نے اسے بحال و برقرار رکھا اور اس سلسلے میں کسی قسم کا تغیرو تبدل نہ کیا۔

شہزادہ عبدالقادر کی ولی عہدی

سلطان غیاث الدین نے اپنے بڑے بیٹے عبدالقادر کو ناصرالدین کا خطاب دے کر اپنا ولی عہد مقرر کیا اور اسے عہدہ وزارت عطا کیا نیز چتر اور بارہ ہزار سواروں کی جاگیر مرحمت فرمائی۔

عیش پرستی

تخت نشینی کی رسم کے بعد غیاث الدین نے تمام عہدے اپنے تجربہ کار امیروں میں تقسیم کیے اور ان سے کہا کہ میں نے سلطان محمود خلجی کے عہد حکومت میں پورے چونتیس سال تک لشکر کشی کی ہے۔ اس زمانے میں میرا بہت سا وقت میدان جنگ میں ہی گزرا ہے لہذا اب میری آسائش کا وقت آیا ہے۔ مجھے یہ سلطنت جو اپنے باپ سے ترکے میں ملی ہے میں اس میں مزید توسیع کی خواہش نہیں کرتا اسی پر قانع رہوں گا اور اس کی حفاظت کروں گا۔ اس کے بعد بادشاہ عیش و عشرت میں مشغول ہو گیا اور اس نے حکم دیا کہ عیش و عشرت کا جو سامان بھی مہیا ہو سکے فراہم کیا جائے۔

عورتوں میں دلچسپی

اس کے بعد بادشاہ کے حرم میں بہت سی خوبصورت اور پری چہرہ کنیزیں جمع ہو گئیں۔ کوئی ان میں ساز بجانے میں مہارت رکھتی تھی اور کوئی فن رقص میں اپنی مثال آپ تھی۔ ان کنیزوں کی تعداد میں روز بروز اضافہ ہوتا گیا' تھوڑے ہی عرصے میں بادشاہ کے حرم میں دس ہزار کے قریب کنیزیں اور راجاؤں کی بیٹیاں جمع ہو گئیں۔

عورتوں میں عہدوں کی تقسیم

بادشاہ نے راجاؤں اور امیروں کی بیٹیوں کو عہدے عطا کیے۔ جس طرح شاہی حرم کے باہر امراء میں عہدے تقسیم کیے جاتے ہیں اسی طرح حرم کے اندر بھی یہی طریقہ اختیار کیا گیا۔ ان عورتوں میں سے کسی کو وکیل وزیر' دبیر' مشرف' خیردار' نوسندہ اور منجم مقرر کیا اور کسی کو صدر مدرس' حکم' ندیم' محتسب' مفتی' حافظ اور موذن بنایا اسی طور سے کنیزوں کو ہنر اور صنعتی تعلیم دلوائی۔ یہ کنیزیں مختلف کاموں مثلاً آہن گری' مخمل بافی' زرگری' تیرگری' کمان گری' کوزہ گری' جامہ بافی' ترکش دوزی' کفش دوزی' نجاری اور شعبدہ بازی میں ماہر تھیں۔ شاہی حرم میں یہ اس قسم کے کاموں میں مصروف رہتی تھیں۔

عورتیں لشکر میں

سلطان غیاث الدین نے پانچ سو ترکی کنیزوں کو مردانہ لباس پہنا کر تیر اندازی اور نیزہ بازی کی تعلیم دلوائی۔ اس جماعت کو "سپاہ ترک"

marfat.com

Marfat.com

کا لقب دیا گیا اور شاہی لشکر کے میمنہ میں داخل کیا۔ اسی طرح پانچ سو حبشی کنیزوں کو بھی شمشیربازی اور تفنگ اندازی کی تعلیم دی گئی اور میسرہ میں داخل کیا گیا۔

حرم سرا میں بازار کا قیام

بادشاہ نے اپنے حرم سرا میں ایک بازار بھی تعمیر کیا اور حکم دیا کہ اس بازار میں تمام چیزیں انہیں قیمتوں پر فروخت کی جائیں جن قیمتوں پر شہر میں فروخت ہوتی ہیں۔ بوڑھی اور بدشکل عورتوں کو شاہی حرم سرا میں داخل نہ کیا جاتا تھا اور نہ ہی وہ کسی خدمت پر فائز رہ سکتی تھیں۔ اگر اتفاق سے اس قسم کی کوئی عورت شاہی حرم میں آ جاتی تو اسے بادشاہ کے سامنے جانے کی اجازت نہ تھی۔

مساوات

یہ ایک تعجب خیز امر ہے کہ شاہی حرم کی تمام عورتوں کو ایک ہی جتنا غلہ اور یکساں جیب خرچ دیا جاتا تھا۔ ہر عورت خواہ وہ بہت خوبصورت ہو یا محض قبول صورت منصب دار ہو یا غیر منصب دار اسے دو تنگے اور دو من غلہ دیا جاتا تھا۔ بقیہ جانداروں سے بھی جو حرم سرا میں موجود تھے یہی سلوک کیا جاتا تھا یہاں تک کہ طوطوں' میناؤں اور کبوتروں کا روزینہ بھی یہی مقرر تھا۔

چوہے کا روزینہ

اس سلسلے میں ایک دلچسپ روایت بیان کی جاتی ہے کہ ایک بار بادشاہ کو شاہی حرم میں ایک چوہا نظر آیا۔ بادشاہ نے اسی وقت اس چوہے کا روزینہ دو تنگے اور دو من غلہ مقرر کر دیا۔ اور ایک کنیز کو یہ حکم دیا کہ روزانہ وہ چوہے کی بل کے پاس غلہ رکھ دیا کرے۔

حسینوں سے رعایت

جن عورتوں اور کنیزوں کو بادشاہ بہت پسند کرتا تھا ان کو بھی روزینہ دوسری عورتوں کے برابر ہی دیا جاتا تھا لیکن ان سے دوسری قسم کی مراعات برتی جاتی تھیں مثلاً یہ کہ انہیں طلائی اور مرصع زیورات اور دیگر گراں قدر اشیاء مرحمت کی جاتی تھیں۔

سخاوت و دریا دلی

بادشاہ کا یہ معمول تھا کہ وہ ہر رات اپنے تکیے کے نیچے ایک سو اشرفیاں رکھ کر سوتا تھا اور صبح ہوتے ہی ان اشرفیوں کو محتاجوں اور مستحقوں میں تقسیم کر دیتا تھا۔ بادشاہ کا ایک معمول یہ بھی تھا کہ اس نے حکم دے رکھا تھا کہ جب کبھی وہ اپنے بیوی بچوں کو دیکھ کر خدائے تعالیٰ کا شکر ادا کرے تو لفظ "شکر" جونہی زبان سے نکلے اسی وقت غریبوں میں پچاس تنگے تقسیم کر دیئے جائیں۔ اس کے علاوہ بادشاہ کا یہ دستور تھا کہ جب کبھی وہ دربار کرتا یا سوار ہوتا تو اس وقت جس کسی سے گفتگو ہوتی اس کو ایک ہزار تنگے مرحمت کیے جاتے۔

خوف خدا

شاہی حرم میں ایک ہزار کنیزیں ایسی تھیں کہ جنھوں نے قرآن حفظ کر رکھا تھا۔ بادشاہ نے یہ حکم کر رکھا تھا کہ جب وہ لباس تبدیل کرے اس وقت تمام کنیزیں قرآن مجید ختم کر کے شاہی لباس پر دم کریں۔ جب ایک گھڑی رات باقی رہ جاتی تھی تو بادشاہ بیدار ہو کر ذکر الٰہی میں مصروف ہو جاتا تھا۔ اس نے اہل حرم کو تاکید کر رکھی تھی کہ تہجد کی نماز کے لیے اسے بہر قیمت جگایا کریں۔ اگر ضرورت ہو تو اس کے منہ پر پانی چھڑک دیا کریں۔ اگر وہ گہری نیند میں مستغرق ہو تو اسے زور سے جھنجوڑا کریں۔ اور اگر اس سے بھی اس کی نیند نہ کھلے تو اس کا بازو پکڑ کر اٹھا دیا کریں۔ الغرض عیش پرستی کے ساتھ ساتھ بادشاہ کے دل میں خدا کا خوف بھی جاگزین تھا۔

آخرت کا خیال

بادشاہ نے یہ بھی حکم دے رکھا تھا کہ جب وہ عیش پرستی میں مشغول ہو یا دنیاوی امور میں مصروف ہو تو اس کے سامنے ہر ایسی چیز

marfat.com
Marfat.com

کا لقب دیا گیا اور شاہی لشکر کے میمنہ میں داخل کیا۔ اسی طرح پانچ سو حبشی کنیزوں کو بھی شمشیربازی اور تفنگ اندازی کی تعلیم دی گئی اور میسرہ میں داخل کیا گیا۔

حرم سرا میں بازار کا قیام

بادشاہ نے اپنے حرم سرا میں ایک بازار بھی تعمیر کیا اور حکم دیا کہ اس بازار میں تمام چیزیں انہیں قیمتوں پر فروخت کی جائیں جن قیمتوں پر شہر میں فروخت ہوتی ہیں۔ بوڑھی اور بدشکل عورتوں کو شاہی حرم سرا میں داخل نہ کیا جاتا تھا اور نہ ہی وہ کسی خدمت پر فائز رہ سکتی تھیں۔ اگر اتفاق سے اس قسم کی کوئی عورت شاہی حرم میں آ جاتی تو اسے بادشاہ کے سامنے جانے کی اجازت نہ تھی۔

مساوات

یہ ایک تعجب خیز امر ہے کہ شاہی حرم کی تمام عورتوں کو ایک ہی جتنا غلہ اور یکساں جیب خرچ دیا جاتا تھا۔ ہر عورت خواہ وہ بہت خوبصورت ہو یا محض قبول صورت منصب دار ہو یا غیر منصب دار اسے دو تنکے اور دو من غلہ دیا جاتا تھا۔ بقیہ جانداروں سے بھی جو حرم سرا میں موجود تھے یہی سلوک کیا جاتا تھا یہاں تک کہ طوطوں' میناؤں اور کبوتروں کا روزینہ بھی یہی مقرر تھا۔

چوہے کا روزینہ

اس سلسلے میں ایک دلچسپ روایت بیان کی جاتی ہے کہ ایک بار بادشاہ کو شاہی حرم میں ایک چوہا نظر آیا۔ بادشاہ نے اسی وقت اس چوہے کا روزینہ دو تنکے اور دو من غلہ مقرر کر دیا۔ اور ایک کنیز کو یہ حکم دیا کہ روزانہ وہ چوہے کی بل کے پاس غلہ رکھ دیا کرے۔

حسینوں سے رعایت

جن عورتوں اور کنیزوں کو بادشاہ بہت پسند کرتا تھا ان کو بھی روزینہ دوسری عورتوں کے برابر ہی دیا جاتا تھا لیکن ان سے دوسری قسم کی مراعات برتی جاتی تھیں مثلاً یہ کہ انہیں طلائی اور مرصع زیورات اور دیگر گراں قدر اشیاء مرحمت کی جاتی تھیں۔

سخاوت و دریا دلی

بادشاہ کا یہ معمول تھا کہ وہ ہر رات اپنے تکیے کے نیچے ایک سو اشرفیاں رکھ کر سوتا تھا اور صبح ہوتے ہی ان اشرفیوں کو محتاجوں اور مستحقوں میں تقسیم کر دیتا تھا۔ بادشاہ کا ایک معمول یہ بھی تھا کہ اس نے حکم دے رکھا تھا کہ جب کبھی وہ اپنے بیوی بچوں کو دیکھ کر خدائے تعالیٰ کا شکر ادا کرے تو لفظ "شکر" جونہی زبان سے نکلے اسی وقت غریبوں میں پچاس تنکے تقسیم کر دیئے جائیں۔ اس کے علاوہ بادشاہ کا یہ دستور تھا کہ جب کبھی وہ دربار کرتا یا سوار ہوتا تو اس وقت جس کسی سے گفتگو ہوتی اس کو ایک ہزار تنکے مرحمت کیے جاتے۔

خوف خدا

شاہی حرم میں ایک ہزار کنیزیں ایسی تھیں کہ جنہوں نے قرآن حفظ کر رکھا تھا۔ بادشاہ نے یہ حکم کر رکھا تھا کہ جب وہ لباس تبدیل کرے اس وقت تمام کنیزیں قرآن مجید ختم کر کے شاہی لباس پر دم کریں۔ جب ایک گھڑی رات باقی رہ جاتی تھی تو بادشاہ بیدار ہو کر ذکر الٰہی میں مصروف ہو جاتا تھا۔ اس نے اہل حرم کو تاکید کر رکھی تھی کہ تہجد کی نماز کے لیے اسے بہر قیمت جگایا کریں۔ اگر ضرورت ہو تو اس کے منہ پر پانی چھڑک دیا کریں۔ اگر وہ گہری نیند میں مستغرق ہو تو اسے زور سے جھنجوڑا کریں۔ اور اگر اس سے بھی اس کی نیند نہ کھلے تو اس کا بازو پکڑ کر اٹھا دیا کریں۔ الغرض عیش پرستی کے ساتھ ساتھ بادشاہ کے دل میں خدا کا خوف بھی جاگزین تھا۔

آخرت کا خیال

بادشاہ نے یہ بھی حکم دے رکھا تھا کہ جب وہ عیش پرستی میں مشغول ہو یا دنیاوی امور میں مصروف ہو تو اس کے سامنے ہر ایسی چیز

marfat.com
Marfat.com

لائی جائے کہ جس پر کفن کا اطلاق ہو سکے۔ تاکہ وہ اپنے انجام سے بے خبر نہ رہے اور اسی وقت مجلس سے اٹھ کر وضو کرے اور خداوند تعالیٰ سے اپنے گناہوں کی معافی مانگے۔

نشہ آور چیزوں سے نفرت

شاہی مجلس میں غیر شرعی باتوں اور غیر اخلاقی امور پر گفتگو کرنے کی قطعاً اجازت نہ تھی۔ سلطان غیاث الدین نشہ آور چیزوں سے سخت نفرت کرتا تھا۔ ایک بار بادشاہ کے لیے معجون تیار کی گئی جس پر ایک لاکھ تنکہ خرچ ہوا تھا۔ بادشاہ نے کہا کہ اس معجون کے اجزاء کی تفصیل بتائی جائے۔ اس میں تین سو سے زیادہ ادویات شامل تھیں ان دواؤں میں ایک نشہ آور دوا بھی تھی جونہی بادشاہ نے اس کا نام سنا تو یہ حکم دیا۔ "اس معجون کو آگ میں ڈال کر ضائع کر دیا جائے۔" ایک مقرب نے عرض کیا "چونکہ اس پر بہت صرفہ آیا ہے اس لیے یہ بہتر ہو گا کہ حضور یہ معجون کسی اور شخص کو عنایت فرمادیں تاکہ وہ اس سے فائدہ اٹھائے۔" بادشاہ نے اس کے جواب میں کہا "جو چیزیں اپنے لیے ناجائز سمجھتا ہوں وہ میں کسی دوسرے کے لیے کیسے جائز سمجھ سکتا ہوں۔"

انسانی ہمدردی

ایک بار ایک شخص سلطان غیاث الدین کے حاجب شیخ لقمان کے پاس آیا اور اس سے کہا۔ "میں بادشاہ کی سخاوت اور دریا دلی کی داستان سن کر تمہارے پاس آیا ہوں۔ تاکہ تمہارے ذریعے سے بادشاہ تک پہنچوں اور اس سے اپنی بیٹی کی شادی کے لیے مدد مانگوں۔" شیخ لقمان نے اس شخص سے کہا۔ "میں تیری ضرورت کو اپنے ذاتی مال سے پورا کر سکتا ہوں اس لیے بادشاہ سے ملنے کی ضرورت نہیں ہے۔" ۔ اس شخص نے کہا "میں تم سے کسی قسم کی مدد لینا نہیں چاہتا میری خواہش ہے کہ بادشاہ خود اپنے ہاتھ سے مجھے عطیہ دے کر میری عزت افزائی کرے۔" شیخ نے اس شخص کو بہت سمجھایا اور کہا۔ "میں دوسرے لوگوں کو بادشاہ تک اس وجہ سے پہنچا دیتا ہوں کہ ان میں ذاتی قابلیت یا خاندانی بلند نامی ہوتی ہے۔ لیکن تجھ میں یہ دونوں باتیں ہی نہیں ہیں پھر بھلا میں کس طرح تجھے بادشاہ تک پہنچاؤں۔" اس شخص نے جواب دیا "میں نے اپنے آپ کو تجھ تک پہنچا دیا ہے اب یہ تیرا کام ہے کہ تو مجھ کو بادشاہ تک پہنچا دے۔"

آخرکار مجبور ہو کر شیخ لقمان اس شخص کو شاہی دربار میں لے گیا اور اس کو ہدایت کر دی کہ وہ گیہوں کے اس ذخیرے میں سے جو فقیروں کے لیے تولا جا رہا ہے ایک مٹھی گیہوں لے کر اپنے پاس محفوظ رکھے۔ شیخ لقمان اور وہ سائل دونوں بادشاہ کی خدمت میں پہنچے۔ بادشاہ نے لقمان سے پوچھا کہ "وہ شخص کون ہے؟" لقمان نے جواب دیا۔ "یہ اہل استحقاق میں سے ہے اور آپ کے لیے ایک ہدیہ لے کر آیا ہے۔" اس پر بادشاہ نے کہا تو اسے یہاں کیوں لے آیا یہ تو میرا فرض تھا کہ میں اس کے پاس خود جاتا اور ملاقات کرتا۔" اس کے جواب میں لقمان نے عرض کیا اس شخص میں اتنی لیاقت اور قابلیت نہیں ہے کہ حضور اس سے ملاقات کے لیے تشریف لے جاتے۔"

بادشاہ نے کہا۔ "اگر یہ شخص اس قابل نہ تھا تو اس کا ہدیہ تو ضرور اس قابل تھا کہ میں اس کے پاس خود جاتا" اس کے بعد بادشاہ نے ہدیہ پیش کرنے کے لئے اصرار کیا۔ اس پر حاجب نے کہا "یہ شخص چاہتا ہے کہ اپنا ہدیہ جمعہ کے روز مجلس میں آپ کی خدمت میں پیش کرے۔ جمعہ کے روز اس شخص نے بادشاہ کے حکم سے منبر پر چڑھ کر وہی گیہوں بادشاہ کے دامن میں ڈال دیئے یہ اس کا ہدیہ تھا اس کے عوض بادشاہ نے اس شخص کو طرح طرح کے انعامات سے نوازا۔

خوب سے خوب تر کی تلاش

ایک روز سلطان غیاث الدین نے اپنے مقربین سے کہا۔ "میرے حرم میں کئی ہزار عورتیں ہیں اگرچہ ان میں حسن و جمال کی کمی نہیں۔ اور ایک سے ایک عورت میرے سامنے رہتی ہے لیکن جس حسن کو میری نگاہیں ڈھونڈتی ہیں وہ مجھے آج تک نہیں ملا کاش! مجھے کوئی ایسی صورت مل جاتی جس سے میرے دل و نگاہ مطمئن ہو جاتے۔"

marfat.com

Marfat.com

لائی جائے کہ جس پر کفن کا اطلاق ہو سکے۔ تاکہ وہ اپنے انجام سے بے خبر نہ رہے اور اسی وقت مجلس سے اٹھ کر وضو کرے اور خداوند تعالیٰ سے اپنے گناہوں کی معافی مانگے۔

نشہ آور چیزوں سے نفرت

شاہی مجلس میں غیر شرعی باتوں اور غیر اخلاقی امور پر گفتگو کرنے کی قطعاً اجازت نہ تھی۔ سلطان غیاث الدین نشہ آور چیزوں سے سخت نفرت کرتا تھا۔ ایک بار بادشاہ کے لیے معجون تیار کی گئی جس پر ایک لاکھ تنکہ خرچ ہوا تھا۔ بادشاہ نے کہا کہ اس معجون کے اجزاء کی تفصیل بتائی جائے۔ اس میں تین سو سے زیادہ ادویات شامل تھیں ان دواؤں میں ایک نشہ آور دوا بھی تھی جونہی بادشاہ نے اس کا نام سنا تو یہ حکم دیا۔ "اس معجون کو آگ میں ڈال کر ضائع کر دیا جائے۔" ایک مقرب نے عرض کیا "چونکہ اس پر بہت صرفہ آیا ہے اس لیے یہ بہتر ہو گا کہ حضور یہ معجون کسی اور شخص کو عنایت فرما دیں تاکہ وہ اس سے فائدہ اٹھائے۔" بادشاہ نے اس کے جواب میں کہا "جو چیزیں اپنے لیے ناجائز سمجھتا ہوں وہ میں کسی دوسرے کے لیے کیسے جائز سمجھ سکتا ہوں۔"

انسانی ہمدردی

ایک بار ایک شخص سلطان غیاث الدین کے حاجب شیخ لقمان کے پاس آیا اور اس سے کہا۔ "میں بادشاہ کی سخاوت اور دریا دلی کی داستان سن کر تمہارے پاس آیا ہوں۔ تاکہ تمہارے ذریعے سے بادشاہ تک پہنچوں اور اس سے اپنی بیٹی کی شادی کے لیے مدد مانگوں۔" شیخ لقمان نے اس شخص سے کہا۔ "میں تیری ضرورت کو اپنے ذاتی مال سے پورا کر سکتا ہوں اس لیے بادشاہ سے ملنے کی ضرورت نہیں ہے۔" اس شخص نے کہا "میں تم سے کسی قسم کی مدد لینا نہیں چاہتا میری خواہش ہے کہ بادشاہ خود اپنے ہاتھ سے مجھے عطیہ دے کر میری عزت افزائی کرے۔" شیخ نے اس شخص کو بہت سمجھایا اور کہا۔ "میں دوسرے لوگوں کو بادشاہ تک اس وجہ سے پہنچا دیتا ہوں کہ ان میں ذاتی قابلیت یا خاندانی بلند نامی ہوتی ہے۔ لیکن تجھ میں یہ دونوں باتیں ہی نہیں ہیں پھر بھلا میں کس طرح تجھے بادشاہ تک پہنچاؤں۔" اس شخص نے جواب دیا "میں نے اپنے آپ کو تجھ تک پہنچا دیا ہے اب یہ تیرا کام ہے کہ تو مجھ کو بادشاہ تک پہنچا دے۔"

آخرکار مجبور ہو کر شیخ لقمان اس شخص کو شاہی دربار میں لے گیا اور اس کو ہدایت کر دی کہ وہ گیہوں کے اس ذخیرے میں سے جو فقیروں کے لیے تولا جا رہا ہے ایک مٹھی گیہوں لے کر اپنے پاس محفوظ رکھے۔ شیخ لقمان اور وہ سائل دونوں بادشاہ کی خدمت میں پہنچے۔ بادشاہ نے لقمان سے پوچھا کہ "وہ شخص کون ہے؟" لقمان نے جواب دیا۔ "یہ اہل استحقاق میں سے ہے اور آپ کے لیے ایک ہدیہ لے کر آیا ہے۔" اس پر بادشاہ نے کہا تو اسے یہاں کیوں لے آیا یہ تو میرا فرض تھا کہ میں اس کے پاس خود جاتا اور ملاقات کرتا۔" اس کے جواب میں لقمان نے عرض کیا اس شخص میں اتنی لیاقت اور قابلیت نہیں ہے کہ حضور اس سے ملاقات کے لیے تشریف لے جاتے۔"

بادشاہ نے کہا۔ "اگر یہ شخص اس قابل نہ تھا تو اس کا ہدیہ تو ضرور اس قابل تھا کہ میں اس کے پاس خود جاتا" اس کے بعد بادشاہ نے ہدیہ پیش کرنے کے لئے اصرار کیا۔ اس پر حاجب نے کہا "یہ شخص چاہتا ہے کہ اپنا ہدیہ جمعہ کے روز مجلس میں آپ کی خدمت میں پیش کرے۔ جمعہ کے روز اس شخص نے بادشاہ کے حکم سے منبر پر چڑھ کر وہی گیہوں بادشاہ کے دامن میں ڈال دیئے یہ اس کا ہدیہ تھا اس کے عوض بادشاہ نے اس شخص کو طرح طرح کے انعامات سے نوازا۔

خوب سے خوب تر کی تلاش

ایک روز سلطان غیاث الدین نے اپنے مقربین سے کہا۔ "میرے حرم میں کئی ہزار عورتیں ہیں اگرچہ ان میں حسن و جمال کی کمی نہیں۔ اور ایک سے ایک عورت میرے سامنے رہتی ہے لیکن جس حسن کو میری نگاہیں ڈھونڈتی ہیں وہ مجھے آج تک نہیں ملا کاش! مجھے کوئی ایسی صورت مل جاتی جس سے میرے دل و نگاہ مطمئن ہو جاتے۔"

marfat.com

Marfat.com

حسن کا معیار

اس موقعے پر ایک مقرب نے بادشاہ سے عرض کیا "جو لوگ عورتوں کی فراہمی پر مامور ہیں وہ عقل کے کچے ہیں انہیں یہ علم نہیں ہے کہ حسن کیا ہے؟ اسی وجہ سے اب تک وہ آپ کو مطمئن کرنے سے قاصر رہے ہیں۔ اگر یہ خدمت میرے سپرد کی جائے تو ممکن ہے کہ آپ کی پسند کے موافق کوئی عورت مجھے مل جائے۔ بادشاہ نے اس درباری سے پوچھا "تمہارے نزدیک حسن کا معیار کیا ہے؟" درباری نے جواب دیا "میرے نزدیک کمال یہ ہے کہ اگر کسی حسین کے جسم کا ایک حصہ نظر آ جائے تو دیکھنے والا اس حصے کے حسن میں اتنا محو ہو جائے کہ اس کو دوسرے حصوں کو دیکھنے کی تمنا نہ رہے مثلاً اگر کوئی شخص کسی حسین کا قامت دیکھے تو اس پر اس حد تک فریفتہ ہو جائے کہ پھر حسین کا چہرہ دیکھنے سے بے نیاز ہو جائے۔" بادشاہ کو حسن کی یہ تعریف بہت پسند آئی اور اس نے اپنے اس درباری کے ذوق جمال کو سراہا اور اجازت دی کہ وہ حسن کی تلاش کرے۔

ایک مثالی حسین کی تلاش

اس درباری نے تمام ملک محروسہ کا سفر کیا اور سارے ملک کا کونہ کونہ چھان مارا لیکن اسے کوئی عورت حسب خواہش دستیاب نہ ہو سکی آخر کار وہ درباری مایوس ہو کر واپس آ گیا۔ اتفاق سے ایک روز اس درباری نے ایک لڑکی کو دیکھا جو خراماں خراماں جا رہی تھی اس لڑکی کا قامت اور طرز رفتار بڑی دلکش تھی۔ درباری نے اسے دیکھا اور بہت خوش ہوا اور جب لڑکی سے اس کا سامنا ہوا تو اس کی خوشی کی کوئی انتہا نہ رہی کیونکہ وہ جس صورت کا تصور کیے ہوئے تھا اس سے یہ لڑکی ہزار گنا زیادہ خوبصورت تھی۔

گوہر مراد

درباری نے جس طرح بھی ہو سکا اس لڑکی کو حاصل کر لیا اور بادشاہ کی خدمت میں پیش کر دیا۔ بادشاہ اس لڑکی کو دیکھ کر بہت خوش ہوا اور اس نے لڑکی کے حسن و جمال اور درباری کی نظر انتخاب کی بے حد تعریف کی۔ درباری نے بادشاہ سے کہا کہ میں نے اس لڑکی کو کئی ہزار تنکوں میں خریدا ہے۔

لڑکی کے والدین کی فریاد

درباری اس لڑکی کو چوری چھپے اغوا کر کے لایا تھا۔ لڑکی کے ماں باپ بڑے پریشان تھے اور اس کی تلاش میں سرگرداں تھے آخر کار انہوں نے پتہ چلا لیا کہ لڑکی کہاں ہے۔ لڑکی کے والدین بادشاہ سے فریاد کرنے کے لئے آئے ایک روز جب کہ سلطان غیاث الدین کی سواری گزر رہی تھی تو ان لوگوں نے راستے میں کھڑے ہو کر فریاد کی۔ بادشاہ نے اسی وقت اپنی سواری روک لی اور اسی مقام پر بیٹھ کر علماء کو اپنی خدمت میں طلب کیا۔

سلطان غیاث الدین کا انصاف

علماء جب آ گئے تو سلطان غیاث الدین نے ان سے کہا "مجھ پر شرعی حکم جاری کیا جائے۔" داد خواہوں نے جب یہ صورت حال دیکھی تو انہوں نے کہا "ہمارا منشا یہ تھا کہ لڑکی اگر اغوا کرنے والے کے پاس ہوتی تو اسے سزا دی جاتی لیکن اب جب کہ لڑکی آپ کے پاس ہے تو ہمیں کوئی شکایت نہیں ہے بلکہ یہ امر ہمارے لیے باعث فخر ہے اور ہم آپ کے ممنون ہیں کہ آپ نے ہمیں اس قابل سمجھا۔"
یہ سن کر بادشاہ نے علماء سے کہا "اگرچہ لڑکی کے والدین کے اس بیان کے بعد وہ لڑکی مجھ پر مباح ہو گئی ہے لیکن ایام گذشتہ کی تلافی میں جو حکم شرعی ہو اسے پورا کرو' خواہ اس سلسلے میں مجھ کو قتل ہی کیوں نہ کرنا پڑے۔" علماء نے کہا "جو کام نادانستہ طور پر عمل میں آئے' وہ معافی کے قابل ہوتا ہے اور کفارہ سے اس کی تلافی ہو سکتی ہے۔" اس واقعے سے بادشاہ بہت شرمندہ ہوا اور اس نے حکم دے دیا کہ آئندہ سے تمام اشخاص عورتوں کی فراہمی کا کام بالکل بند کر دیں۔

marfat.com

Marfat.com

حسن کا معیار

اس موقعے پر ایک مقرب نے بادشاہ سے عرض کیا "جو لوگ عورتوں کی فراہمی پر مامور ہیں وہ عقل کے کچے ہیں انہیں یہ علم نہیں ہے کہ حسن کیا ہے؟ اسی وجہ سے اب تک وہ آپ کو مطمئن کرنے سے قاصر رہے ہیں۔ اگر یہ خدمت میرے سپرد کی جائے تو ممکن ہے کہ آپ کی پسند کے موافق کوئی عورت مجھے مل جائے۔ بادشاہ نے اس درباری سے پوچھا "تمہارے نزدیک حسن کا معیار کیا ہے؟" درباری نے جواب دیا "میرے نزدیک کمال یہ ہے کہ اگر کسی حسین کے جسم کا ایک حصہ نظر آجائے تو دیکھنے والا اس حصے کے حسن میں اتنا محو ہو جائے کہ اس کو دوسرے حصوں کو دیکھنے کی تمنا نہ رہے مثلاً اگر کوئی شخص کسی حسین کا قامت دیکھے تو اس پر اس حد تک فریفتہ ہو جائے کہ پھر حسین کا چہرہ دیکھنے سے بے نیاز ہو جائے۔" بادشاہ کو حسن کی یہ تعریف بہت پسند آئی اور اس نے اپنے اس درباری کے ذوق جمال کو سراہا اور اجازت دی کہ وہ حسن کی تلاش کرے۔

ایک مثالی حسین کی تلاش

اس درباری نے تمام ملک محروسہ کا سفر کیا اور سارے ملک کا کونہ کونہ چھان مارا لیکن اسے کوئی عورت حسب خواہش دستیاب نہ ہو سکی آخرکار وہ درباری مایوس ہو کر واپس آگیا۔ اتفاق سے ایک روز اس درباری نے ایک لڑکی کو دیکھا جو خراماں خراماں جا رہی تھی اس لڑکی کا قامت اور طرز رفتار بڑی دلکش تھی۔ درباری نے اسے دیکھا اور بہت خوش ہوا اور جب لڑکی سے اس کا سامنا ہوا تو اس کی خوشی کی کوئی انتہا نہ رہی کیونکہ وہ جس صورت کا تصور کیے ہوئے تھا اس سے یہ لڑکی ہزار گناہ زیادہ خوبصورت تھی۔

گوہر مراد

درباری نے جس طرح بھی ہو سکا اس لڑکی کو حاصل کر لیا اور بادشاہ کی خدمت میں پیش کر دیا۔ بادشاہ اس لڑکی کو دیکھ کر بہت خوش ہوا اور اس نے لڑکی کے حسن و جمال اور درباری کی نظر انتخاب کی بے حد تعریف کی۔ درباری نے بادشاہ سے کہا کہ میں نے اس لڑکی کو کئی ہزار تنکوں میں خریدا ہے۔

لڑکی کے والدین کی فریاد

درباری اس لڑکی کو چوری چھپے اغوا کر کے لایا تھا۔ لڑکی کے ماں باپ بڑے پریشان تھے اور اس کی تلاش میں سرگرداں تھے آخرکار انہوں نے پتہ چلا لیا کہ لڑکی کہاں ہے۔ لڑکی کے والدین بادشاہ سے فریاد کرنے کے لئے آئے ایک روز جب کہ سلطان غیاث الدین کی سواری گزر رہی تھی تو ان لوگوں نے راستے میں کھڑے ہو کر فریاد کی۔ بادشاہ نے اسی وقت اپنی سواری روک لی اور اسی مقام پر بیٹھ کر علماء کو اپنی خدمت میں طلب کیا۔

سلطان غیاث الدین کا انصاف

علماء جب آگئے تو سلطان غیاث الدین نے ان سے کہا "مجھ پر شرعی حکم جاری کیا جائے۔" داد خواہوں نے جب یہ صورت حال دیکھی تو انہوں نے کہا "ہمارا منشا یہ تھا کہ لڑکی اگر اغوا کرنے والے کے پاس ہوتی تو اسے سزا دی جاتی لیکن اب جب کہ لڑکی آپ کے پاس ہے تو ہمیں کوئی شکایت نہیں ہے بلکہ یہ امر ہمارے لیے باعث فخر ہے اور ہم آپ کے ممنون ہیں کہ آپ نے ہمیں اس قابل سمجھا۔"
یہ سن کر بادشاہ نے علماء سے کہا "اگرچہ لڑکی کے والدین کے اس بیان کے بعد وہ لڑکی مجھ پر مباح ہو گئی ہے لیکن ایام گذشتہ کی تلافی میں جو حکم شرعی ہو اسے پورا کرو' خواہ اس سلسلے میں مجھ کو قتل ہی کیوں نہ کرنا پڑے۔" علماء نے کہا "جو کام نادانستہ طور پر عمل میں آئے' وہ معافی کے قابل ہوتا ہے اور کفارہ سے اس کی تلافی ہو سکتی ہے۔" اس واقعے سے بادشاہ بہت شرمندہ ہوا اور اس نے حکم دے دیا کہ آئندہ سے تمام اشخاص عورتوں کی فراہمی کا کام بالکل بند کر دیں۔

marfat.com
Marfat.com

بادشاہ کی سادہ لوحی

سلطان غیاث الدین کی سادہ لوحی اور حسن اعتقاد کے بارے میں یہ روایت بھی بیان کی جاتی ہے کہ ایک روز ایک شخص بادشاہ کی خدمت میں حاضر ہوا اور گدھے کا ایک سم بادشاہ کو دکھا کر کہنے لگا۔ "یہ سم حضرت عیسیٰ کے گدھے کا ہے۔" بادشاہ نے اسی وقت اپنے عاملوں کو حکم دیا کہ پچاس ہزار تنگہ سیاہ دے کر اس سم کو خرید لیا جائے۔

خوش اعتقادی

اس کے بعد تین دوسرے اشخاص بھی حضرت عیسیٰ کے گدھے کا سم لے کر آئے اور بادشاہ نے ان تینوں سے پچاس ہزار تنگے پر وہ سم خرید لیے۔ اس کے بعد ایک شخص آیا اس کے پاس بھی ایک سم تھا بادشاہ نے وہ سم بھی اسی قیمت پر خرید لیا اس پر ایک درباری نے بادشاہ سے کہا "کیا حضرت عیسیٰ کے گدھے کے پانچ سم تھے جو آپ نے پانچواں سم بھی پچاس ہزار تنگوں کے عوض خرید لیا۔ اس کے جواب میں بادشاہ نے کہا۔ "ہو سکتا ہے یہ سچ بول رہا ہو اور اس سے کسی اور نے کذب بیانی کی ہو۔"

شکار کا شوق

سلطان غیاث الدین کو شکار سے بہت دلچسپی تھی اس نے بہت سے آہو خانے بنوائے اور ان میں انواع و اقسام کے جانور اور پرندے جمع کیے۔ بادشاہ عورتوں کو ہمراہ لے کر سوار ہوتا اور آہو خانے میں شکار کھیلتا تھا۔

عیش و عشرت میں انہماک

بادشاہ کو خوبصورت اور پری چہرہ عورتوں کی صحبت اور نغمہ و رقص سے بے انتہا انسیت تھی۔ اسی وجہ سے اس کا زیادہ وقت حرم سرا کے اندر ہی گزرتا تھا۔ عام طور پر یہی ہوتا تھا کہ بادشاہ تھوڑی سی دیر کے لیے دربار میں آتا تخت پر بیٹھتا امراء و ارکین سلطنت کا سلام لیتا اور چند بہت ہی ضروری اور اہم امور کا تصفیہ کر کے فوراً حرم سرا کے اندر چلا جاتا۔ باقی تمام امور وکیلوں اور وزیروں کے سپرد کر دیئے جاتے اور یہی لوگ ان کا تصفیہ کرتے کبھی کبھی ایسا بھی ہوتا کہ بادشاہ کئی کئی ہفتوں تک حرم سرا سے باہر نہ نکلتا۔ ایسے ایام میں یہ حکم تھا کہ اگر کوئی بہت اہم ضروری کام آپڑے یا سرحدی مقامات سے کوئی عرض داشت آئے تو اس سے بادشاہ کو مطلع کیا جائے۔ اس کے علاوہ دیگر امور وزیر خود ہی انجام دے لیا کریں۔ اس طرح بادشاہ کے عیش و عشرت میں سلطنت کی ذمہ داریاں دخل انداز نہیں ہوتی تھیں۔

پالن پور میں بہلول لودھی کا ہنگامہ

سلطان غیاث الدین کا عہد حکومت بہت ہی پرامن تھا اس زمانے میں کسی قسم کا انتشار پیدا نہ ہوا اس قسم کا صرف ایک واقعہ ظہور پذیر ہوا۔ یعنی ۸۸۹ھ میں دہلی کے بادشاہ سلطان بہلول لودھی نے پالن پور کے مضافات رنتھنبور یعنی شہر نو میں فتنہ و فساد کا بازار گرم کیا۔ یہ خبر مندو میں پہنچی لیکن کسی شخص کو اتنی ہمت نہ ہوئی کہ وہ سلطان غیاث الدین کو اس بدنظمی سے آگاہ کرتا۔

سلطان غیاث الدین کا مطلع ہونا

آخرکار احسن خاں نے جرات کی اور ایک روز موقع پا کر بادشاہ سے عرض کیا۔ "سلطان بہلول لودھی سلطان محمود خلجی کے عہد حکومت میں پیش کش کی ایک بھاری رقم بھجوایا کرتا تھا لیکن اب وہ اپنے آپ کو کچھ سمجھنے لگا ہے۔ اور اس نے قصبہ پالن پور میں فتنہ و فساد کا بازار گرم کر رکھا ہے۔"

بہلول کی مدافعت

یہ سنتے ہی سلطان غیاث الدین نے چندیری کے حاکم شیر خاں بن مظفر خاں کو لکھا۔ "بھیلسہ اور سارنگ پور کا لشکر لے کر سلطان بہلول

marfat.com
Marfat.com

بادشاہ کی سادہ لوحی

سلطان غیاث الدین کی سادہ لوحی اور حسن اعتقاد کے بارے میں یہ روایت بھی بیان کی جاتی ہے کہ ایک روز ایک شخص بادشاہ کی خدمت میں حاضر ہوا اور گدھے کا ایک سم بادشاہ کو دکھا کر کہنے لگا۔ "یہ سم حضرت عیسیٰ کے گدھے کا ہے۔" بادشاہ نے اسی وقت اپنے عاملوں کو حکم دیا کہ پچاس ہزار تنگہ سیاہ دے کر اس سم کو خرید لیا جائے۔

خوش اعتقادی

اس کے بعد تین دوسرے اشخاص بھی حضرت عیسیٰ کے گدھے کا سم لے کر آئے اور بادشاہ نے ان تینوں سے پچاس ہزار تنگے پر وہ سم خرید لیے۔ اس کے بعد ایک شخص آیا اس کے پاس بھی ایک سم تھا بادشاہ نے وہ سم بھی اسی قیمت پر خرید لیا اس پر ایک درباری نے بادشاہ سے کہا "کیا حضرت عیسیٰ کے گدھے کے پانچ سم تھے جو آپ نے پانچواں سم بھی پچاس ہزار تنگوں کے عوض خرید لیا۔ اس کے جواب میں بادشاہ نے کہا۔ "ہو سکتا ہے یہ سچ بول رہا ہو اور اس سے کسی اور نے کذب بیانی کی ہو۔"

شکار کا شوق

سلطان غیاث الدین کو شکار سے بہت دلچسپی تھی اس نے بہت سے آہو خانے بنوائے اور ان میں انواع و اقسام کے جانور اور پرندے جمع کیے۔ بادشاہ عورتوں کو ہمراہ لے کر سوار ہوتا اور آہو خانے میں شکار کھیلتا تھا۔

عیش و عشرت میں انہماک

بادشاہ کو خوبصورت اور پری چہرہ عورتوں کی صحبت اور نغمہ و رقص سے بے انتہا انسیت تھی۔ اسی وجہ سے اس کا زیادہ وقت حرم سرا کے اندر ہی گزرتا تھا۔ عام طور پر یہی ہوتا تھا کہ بادشاہ تھوڑی سی دیر کے لیے دربار میں آتا تخت پر بیٹھتا امراء و اراکین سلطنت کا سلام لیتا اور چند بہت ہی ضروری اور اہم امور کا تصفیہ کر کے فوراً حرم سرا کے اندر چلا جاتا۔ باقی تمام امور وکیلوں اور وزیروں کے سپرد کر دیئے جاتے اور یہی لوگ ان کا تصفیہ کرتے کبھی کبھی ایسا بھی ہوتا کہ بادشاہ کئی کئی ہفتوں تک حرم سرا سے باہر نہ نکلتا۔ ایسے ایام میں یہ حکم تھا کہ اگر کوئی بہت اہم ضروری کام آ پڑے یا سرحدی مقامات سے کوئی عرض داشت آئے تو اس سے بادشاہ کو مطلع کیا جائے۔ اس کے علاوہ دیگر امور وزیر خود ہی انجام دے لیا کریں۔ اس طرح بادشاہ کے عیش و عشرت میں سلطنت کی ذمہ داریاں دخل انداز نہیں ہوتی تھیں۔

پالن پور میں بہلول لودھی کا ہنگامہ

سلطان غیاث الدین کا عہد حکومت بہت ہی پرامن تھا اس زمانے میں کسی قسم کا انتشار پیدا نہ ہوا اس قسم کا صرف ایک واقعہ ظہور پذیر ہوا۔ یعنی ۸۸۹ھ میں دہلی کے بادشاہ سلطان بہلول لودھی نے پالن پور کے مضافات رنتھنبور یعنی شہر نو میں فتنہ و فساد کا بازار گرم کیا۔ یہ خبر مندو میں پہنچی لیکن کسی شخص کو اتنی ہمت نہ ہوئی کہ وہ سلطان غیاث الدین کو اس بدنظمی سے آگاہ کرتا۔

سلطان غیاث الدین کا مطلع ہونا

آخرکار احسن خاں نے جرات کی اور ایک روز موقع پا کر بادشاہ سے عرض کیا۔ "سلطان بہلول لودھی سلطان محمود خلجی کے عہد حکومت میں پیش کش کی ایک بھاری رقم بھجوایا کرتا تھا لیکن اب وہ اپنے آپ کو کچھ سمجھنے لگا ہے۔ اور اس نے قصبہ پالن پور میں فتنہ و فساد کا بازار گرم کر رکھا ہے۔"

بہلول کی مدافعت

یہ سنتے ہی سلطان غیاث الدین نے چندیری کے حاکم شیر خاں بن مظفر خاں کو لکھا۔ "بھیلسہ اور سارنگ پور کا لشکر لے کر سلطان بہلول

marfat.com

Marfat.com

لودھی کی تادیب کے لئے روانہ ہو جاؤ- جب شیر خاں کے پاس شاہی فرمان پہنچا تو وہ لشکر تیار کر کے بیانہ کی طرف روانہ ہوا۔

بہلول کا فرار

سلطان بہلول لودھی میں اتنی ہمت نہ تھی کہ وہ شیر خاں کا مقابلہ کرتا اس لیے وہ بیانہ سے کوچ کر کے دہلی کی طرف چلا گیا۔ شیر خاں بھی اس کے تعاقب میں دہلی کی طرف چل دیا- یہ صورت حال دیکھ کر بہلول لودھی نے صلح کا ہاتھ بڑھایا اور شیر خاں کو پیش کش دے کر واپس کر دیا- شیر خاں نے پالن پور کو از سرنو آباد کیا اور پھر چندیری چلا آیا۔

نحوست کا اثر

نظام الدین احمد بخشی نے اپنی تاریخ میں لکھا ہے کہ ۸۸۷ھ میں زحل اور مشتری برج عقرب میں ایک ہی درجہ و دقیقہ میں یک جا ہوئے اور پانچوں کواکب بھی ایک ہی برج میں جمع ہو گئے- اس وجہ سے نحوست کا اثر بہت سے ملکوں پر پڑا خاص طور پر خلجی ممالک میں تو زبردست انتشار پیدا ہوا- کہا جاتا ہے کہ سلطان بہلول لودھی کی آمد اور پالن پور کی تباہی کا سبب یہی نحوست ہے۔

شیخ سعد اللہ لاری کا انتقال

۱۱ جمادی الآخر ۹۰۲ھ میں اس کے عہد کے مشہور محدث مفسر اور محقق شیخ سعد اللہ لاری المشہور بہ مندوی نے داعی اجل کو لبیک کہا۔ انہیں سلطان محمود خلجی کے گنبد میں دفن کیا گیا۔

شہزادوں کی مخالفت

۹۰۳ھ میں سلطان غیاث الدین کی صحت جواب دے چکی تھی بڑھاپے کی وجہ سے وہ بہت کمزور ہو چکا تھا- باپ کی یہ حالت دیکھ کر شہزادوں میں سخت مخالفت ہو گئی- ایک طرف شہزادہ ناصر الدین تھا اور دوسری طرف شجاعت خاں المعروف بہ علاؤ الدین ان دونوں کی والدہ رانی خورشید (جو راجہ بگلانہ کی بیٹی تھی) نے اپنے بیٹے شہزادہ شجاعت خاں کا ساتھ دیا اور تمام امیروں کو شجاعت خاں کا بہی خواہ بنا دیا۔

شہزادہ ناصر الدین کا فرار

ملک خورشید نے سلطان غیاث الدین کو شہزادہ ناصر الدین سے سخت بدظن کر دیا' بادشاہ نے شہزادے کی گرفتاری کا حکم دے دیا- یہ خبر جب شہزادے کو معلوم ہوئی تو ۹۰۵ھ میں مندو سے بھاگ گیا۔

ناصر الدین کے قتل کی سازش

شہزادہ ناصر الدین کے تمام مال و اسباب پر شہزادہ شجاعت خاں نے قبضہ کر لیا اور پھر آخر الذکر ناصر الدین کو قتل کرنے کے خواب دیکھنے لگا- ناصر الدین کو جب اس سے آگاہی ہوئی تو وہ وسط مملکت میں چلا گیا- وہاں آس پاس کے تمام امراء اس کے گرد جمع ہو گئے اور اس نے بہت قوت حاصل کر لی۔

ناصر الدین مندو میں

ناصر الدین نے لشکر تیار کیا اور مندو میں آ کر شہر کا محاصرہ کر لیا- یہ شہزادہ چونکہ ایک عرصے تک وزارت کے منصب پر فائز رہ چکا تھا اس لیے بہت سے لوگ اس کے بہی خواہ بن گئے- ان لوگوں نے ایک دم قلعے کا دروازہ کھول دیا اور ناصر الدین قلعے میں داخل ہو گیا۔

شجاعت خاں اور اس کے بیٹوں کا قتل

شجاعت خاں قلعے کی حفاظت پر متعین تھا اس نے فرار ہو کر سلطان غیاث الدین کے محل میں پناہ لی- ناصر الدین نے بڑی بے ادبی کا

marfat.com
Marfat.com

مظاہرہ کیا اور ایک جماعت کو رانی خورشید اور شہزادہ شجاعت خاں کی گرفتاری کے لیے نامزد کیا۔ حکم کی تعمیل کی گئی اور شجاعت خاں اور اس کے بیٹوں کو بڑی بے دردی سے قتل کر دیا گیا۔ اس کے بعد ناصرالدین نے باقاعدہ بادشاہت شروع کر دی۔

سلطان غیاث الدین کی وفات

سلطان غیاث الدین امور سلطنت سے قطع تعلق کر کے گوشہ نشین ہو چکا تھا۔ بیماری اور بڑھاپے کے بعد اس نئے غم نے اس کو ختم کر دیا۔ کہا جاتا ہے کہ ناصرالدین نے غیاث الدین کو زہر دے کر ہلاک کیا۔ اس وجہ سے ناصرالدین ساری دنیا میں بدنام ہے۔

سلطان غیاث الدین نے تینتیس سال تک حکومت کی۔

marfat.com

Marfat.com

سلطان ناصرالدین بن سلطان غیاث الدین خلجی

ولادت

ناصرالدین جن دنوں پیدا ہوا تھا ان دنوں سلطان محمود خلجی بقید حیات تھا۔ اس کی پیدائش کی محمود خلجی کو بہت خوشی ہوئی تھی اور اس نے ایک عظیم الشان جشن مسرت منعقد کیا تھا جو ایک مہینے تک جاری رہا تھا۔ محمود نے چوتھے پوتے کی ولادت کو خداوند تعالیٰ کا ایک گرانقدر عطیہ سمجھا اور سجدہ شکرانہ ادا کیا۔ اس نے تمام رعیت کو اور خاص طور پر عالموں اور فاضلوں کو طرح طرح کے انعامات سے نوازا۔

ابتدائی حالات

نجومیوں نے نومولود شہزادے کے مستقبل کے حالات وضاحت سے بیان کیے اور ساتویں روز سلطان محمود خلجی نے اس کو گود میں لیا بزرگان دین کی خدمت میں آیا۔ شہزادے کا نام اس وقت عبدالقادر رکھا گیا۔ جب ناصرالدین سن بلوغ کو پہنچا تو سلطان غیاث الدین نے اسے اپنا ولی عہد مقرر کیا اور وزارت کا عہدہ اس کے حوالے کیا۔ الغرض بچپن سے جوانی تک ناصرالدین کی تربیت بڑے عمدہ طریقے سے ہوئی۔

شجاعت خاں کی مخالفت

ناصرالدین کا چھوٹا بھائی شجاعت خاں (المشہور بہ علاؤ الدین) اگرچہ ظاہری طور پر تو اپنے بڑے بھائی کا حامی اور فرمانبردار تھا لیکن باطنی طور پر وہ ناصرالدین کے بہت خلاف تھا اور اس سلسلے میں وہ ہمیشہ موقع و محل کا منتظر رہتا تھا تاکہ کسی وقت بھی اپنے بھائی کی مخالفت سے غافل نہ ہو۔

غیاث الدین سے شکایت

سلطان غیاث الدین خلجی کے عہد حکومت کے آخر میں ایک روز شہزادہ شجاعت خاں نے بادشاہ سے کہا۔ "ناصرالدین آج کل کسی اور ہی رنگ میں رنگا ہوا ہے اس نے بدمعاشوں اور لفنگوں کی ایک جماعت جمع کر رکھی ہے اور ابھی سے حکومت کے خواب دیکھنے شروع کر دیئے ہیں وہ آپ کو معزول کر کے خود بادشاہ بننا چاہتا ہے اگر آپ نے اس وقت اس کو درست نہ کیا تو پھر نتائج بڑے خطرناک ہوں گے۔"

غیاث الدین کا اقدام

یہ سن کر سلطان غیاث الدین کو بہت غصہ آیا اور اس نے شہزادہ ناصرالدین کو گرفتار کرنے کا ارادہ کیا لیکن شہزادے کی خوش قسمتی سے اس کی نوبت نہ آئی۔ اور غیاث الدین نے یہ ارادہ ترک کر کے شہزادے کو لطف و کرم سے اپنے قابو میں کرنے کی کوشش کی۔ بادشاہ نے ناصرالدین کے منصب اور جاگیر میں گراں قدر اضافہ کیا اور عارض ممالک کو یہ حکم دیا کہ وہ ہر صبح کو تمام امیروں اور لشکر کے سرداروں کے ساتھ ناصرالدین کی قیام گاہ میں آیا کرے۔

ناصرالدین کی قوت میں اضافہ

اس صورت حال سے شہزادے کی قوت پہلے سے زیادہ بڑھ گئی اور وہ بڑی ثابت قدمی سے ملکی و مالی امور کا تصفیہ کرنے لگا۔ اس نے

marfat.com
Marfat.com

ہر مقام پر اپنے گماشتے مقرر کیے۔ خالصہ کے پرگنوں کے عمال مولی خاں اور مکھن خاں کو معزول کر کے اس کی جگہ شیخ حبیب اللہ اور خواجہ سہیل کو نامزد کیا۔

ملکہ خورشید کی روش

ملکہ خورشید کو اپنے چھوٹے بیٹے شہزادہ شجاعت خاں سے بہت زیادہ محبت تھی اور بڑے بیٹے یعنی ناصر الدین سے کبیدہ خاطر تھی ایک روز رانی خورشید نے شجاعت خاں کے مشورے سے سلطان غیاث الدین سے کہا۔ "ملک محمود کوتوال اور سونداس بقال بڑے دون فطرت اور غدار ہیں۔ اور یہ دونوں شہزادہ ناصر الدین سے مل گئے ہیں ان کے ارادے بڑے خطرناک معلوم ہوتے ہیں۔"

محمود کوتوال کا قتل

سلطان غیاث الدین چونکہ عورتوں میں زیادہ وقت بسر کرتا تھا لہٰذا ان کی ہر بات کو صحیح سمجھ لیا کرتا تھا۔ ملکہ خورشید کے بیان کو بھی اس نے صحیح سمجھا اور فوراً محمود کوتوال اور سونداس بقال کے قتل کا حکم جاری کر دیا ان دونوں گھروں کو تباہ و برباد کرنے کا حکم بھی دیا۔ اس واقعے سے ناصر الدین کو بہت تکلیف پہنچی اور اس نے شاہی محل میں آنا جانا ختم کر دیا۔ یہاں تک کہ دربار میں بادشاہ کے سلام کے لیے بھی نہ جاتا۔

ملکہ خورشید اور شہزادہ شجاعت کی نئی چال

ملکہ خورشید اور شہزادہ شجاعت خاں نے اس کے بعد ایک چال چلی اور معزول شدہ عمال مکھن خاں اور مولی خاں سے سازباز کی اور ان دونوں کے ذریعے بادشاہ کے کان بھرے۔ ملکہ اور شجاعت نے ملکی و مالی معاملات میں دخل دینا شروع کر دیا اور خزانے پر بھی قبضہ کر لیا۔

مولی خاں بقال کا قتل

شیخ حبیب اللہ اور سہیل خواجہ سرا نے جب یہ دیکھا کہ مولی خاں بقال کا وجود فتنہ و فساد کی جڑ ہے تو انہوں نے اس جڑ ہی کو کاٹ دیا۔ ان دونوں نے مولی خاں کو شاہی حرم سرا کے اندر لے جا کر مار ڈالا۔ ملکہ خورشید نے بادشاہ سے اس واقعے کو خوب نمک مرچ لگا کر بیان کیا۔ بادشاہ نے مکھن خاں کو حکم دیا کہ شہزادہ ناصر خاں کے مکان سے شیخ حبیب اللہ اور سہیل خواجہ سرا کو گرفتار کر کے لائے اور ساتھ ہی ساتھ یہ بھی کہا کہ "ناصر الدین کی عزت کا پورا پورا خیال رکھنا۔ اس کی شان میں کسی قسم کی گستاخی نہ کرنا ورنہ شہزادہ یہ کہے گا کہ بادشاہ اپنے ملازموں سے ولی عہد کی بے عزتی کرواتا ہے۔"

شیخ حبیب اللہ اور خواجہ سہیل کا فرار

کسی نہ کسی طرح شیخ حبیب اللہ اور خواجہ سہیل کو اس واقعے کی اطلاع ہو گئی وہ ناصر الدین کے مکان سے نکل کر جنگل کی طرف چلے گئے راستے میں یہ دونوں بلند آواز سے کہتے جاتے تھے۔ "ہم قاضی کے مکان کی طرف جا رہے ہیں جس کو مولی خاں کے خون کا دعویٰ ہو وہ قاضی کے مکان پر آئے۔"

ناصر الدین سے قاتلوں کی طلبی

مکھن خاں ناصر الدین کے مکان پر آیا اور یہ پیغام بھجوایا "مولی خاں کے قاتلوں کو میرے حوالے کر دیا جائے۔" ناصر خاں نے جواب دیا خواجہ سہیل اور شیخ حبیب اللہ نے میرے حکم یا ارشاد سے مولی خاں کو قتل نہیں کیا ہے مجھے قطعاً معلوم نہیں ہے کہ یہ دونوں اشخاص کس طرف بھاگ گئے ہیں۔

marfat.com

Marfat.com

ناصر الدین کے مکان کا محاصرہ

بادشاہ نے اگرچہ مکھن خاں کو کہہ دیا تھا کہ ناصر الدین سے کسی قسم کی بے ادبی نہ کی جائے لیکن مکھن خاں بقال نے ملکہ خورشید کے کہنے پر ناصر الدین کے مکان کا محاصرہ کر لیا یہ محاصرہ تین روز تک جاری رہا۔

ناصر الدین کے نام سلطان غیاث الدین کا پیغام

انہیں دنوں سلطان غیاث الدین اپنی بیماری کی وجہ سے زندگی سے مایوس ہو چکا تھا اس نے ناصر الدین کو یہ پیغام دیا۔ "اگر تمہیں میری ذات سے کوئی تکلیف پہنچی ہو تو اسے فراموش کر دو میں بہرحال تمہارا باپ ہوں اور ہم دونوں میں جو رشتہ ہے وہ کبھی نہیں ٹوٹ سکتا میرے دل میں تمہاری بڑی محبت ہے اس لیے میں زیادہ دیر تک مفارقت برداشت نہیں کر سکتا۔ لہٰذا تم پہلے کی طرح میرے پاس آ جاؤ۔"

باپ بیٹے میں صلح

ناصر الدین کو اچھی طرح معلوم تھا کہ موجودہ حالات میں شاہی محل میں جانا خطرے سے خالی نہیں ہے لیکن اس نے اپنے باپ کو مایوس نہ کیا اور اس کی قدم بوسی کے لیے محل میں گیا۔ دونوں باپ بیٹے ایک دوسرے سے ملے۔ ادھر ادھر کی بہت سی باتیں ہوئیں اور اس طرح دونوں نے ایک دوسرے کے خلاف جو کچھ کہہ سن رکھا تھا اسے فراموش کر دیا۔ ناصر الدین دوبارہ اپنی قدیم خدمت پر بحال ہوا اور ملکی و مالی مہمات کو انجام دینے لگا۔ اور سلطان غیاث الدین بھی پہلے کی طرح اسے شاہی عنایات کا سب سے بڑا مستحق سمجھنے لگا۔

ملکہ خورشید کی ایک اور چال

ناصر الدین نے شاہی محل سرا کے قریب ہی ایک عمارت بنوائی تاکہ وہ جب بھی چاہے بادشاہ کی خدمت میں حاضر ہو سکے۔ ملکہ خورشید اس عمارت کو دیکھ کر جل گئی اور اس نے بادشاہ سے کہا۔ "ناصر الدین نے اپنے مکان کو کوشک جہاں نما کی چھت سے ملا دیا ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ غداری کرنے کا ارادہ رکھتا ہے۔"

ناصر الدین اور غیاث الدین میں دوبارہ ناراضگی

سلطان غیاث الدین بڑھاپے کی وجہ سے ایک بڑی حد تک مخبوط الحواس ہو چکا تھا۔ اس نے پھر ملکہ کی بات کو مبنی بر صداقت سمجھ لیا اور ۹۰۵ھ میں غالب خاں کوتوال کو حکم دیا کہ وہ ناصر الدین کے مکان کو مسمار کر دے۔ ناصر الدین کو جب اس کا علم ہوا تو وہ بہت آزردہ خاطر ہوا۔ اس نے اپنے بال بچوں اور ساتھیوں کو ہمراہ لیا اور دھار (جو ایک جنگل میں واقع ہے) کی طرف روانہ ہو گیا۔ شیخ حبیب اللہ اور خواجہ سہیل بھی دھار پہنچ کر ناصر الدین کی خدمت میں حاضر ہوئے۔

حریفوں کا ایک نیا حربہ

ملکہ خورشید اور شہزادہ شجاعت خاں نے شہزادہ ناصر الدین کو پایہ تخت سے نکلوانے پر ہی اکتفا نہ کی اور ناصر الدین کے خلاف ایک اور قدم اٹھایا انہوں نے غیاث الدین کو بتائے بغیر ہی تاتار خاں کو یہ حکم دیا کہ وہ ناصر الدین کی دل جوئی کر کے اسے شہر میں لے آئے۔ تاتار خاں نے اپنے لشکر کو کمین گاہ میں چھپا دیا اور ملک فضل اللہ میر شکار کو ساتھ لے کر ناصر الدین کے پاس پہنچا۔

ناصر الدین کی مدافعت کے لیے تاتار خاں کی نامزدگی

ناصر الدین نے سلطان غیاث الدین کے نام ایک خط لکھ کر تاتار خاں کو دیا اور اس سے یہ کہا کہ وہ یہ خط لے جائے اور خود بادشاہ کو پڑھ کر سنائے۔ تاتار خاں یہ خط لے کر جلد از جلد شادی آباد مندو کی طرف پہنچا اور بادشاہ کو یہ خط سنایا۔ بادشاہ نے ابھی اس خط کا کوئی جواب بھی نہ دیا تھا کہ ملکہ خورشید نے جو بادشاہ پر بہت حاوی تھی۔ بادشاہ سے یہ حکم صادر کروا دیا کہ تاتار خاں ناصر الدین کی مدافعت

marfat.com

Marfat.com

کرے۔

تاتار خاں کی پریشانی

تاتار خاں یہ حکم پاکر بڑا پریشان ہوا لیکن مرتا کیا نہ کرتا وہ نیچے اتر کر کبا پور میں آیا۔ یہاں پہنچ کر وہ سوچنے لگا کہ اگر اس نے ناصر الدین سے جنگ کی تو ناصرالدین بادشاہ ہو کر اس سے سخت انتقام لے گا اگر وہ بغیر جنگ کے واپس لوٹ گیا تو ملکہ خورشید اس سے باز پرس کرے گی۔ تاتار خاں ابھی انہیں خیالات میں کھویا ہوا تھا کہ سلطان غیاث الدین کے دو مقتدر امراء ملک مہتہ اور ملک ہیبت ناصرالدین سے مل گئے اور اس کی قوت و شوکت پہلے سے کہیں زیادہ ہو گئی۔

ناصرالدین قصبہ حاویہ میں

ناصرالدین نے اپنا لشکر مرتب و منظم کیا اور قصبہ حاویہ میں آیا۔ مولانا عماد الدین افضل خاں اور کئی زمینداروں نے ناصرالدین کا ساتھ دیا اور اس نے عید کا دن اسی قصبے میں گذارا۔ ناصرالدین نے چتر شاہی کو اپنے سر پر سایہ فگن کیا اور اپنے امیروں کو خلعت سے نوازا۔

ملک محمود اور شہزادہ شجاعت کے لشکر میں جنگ

اسی اثناء میں یہ خبر آئی کہ شہزادہ شجاعت خاں کا لشکر جنگ کرنے کے لیے آ رہا ہے اور وہ قصبہ کنکانوے سے بڑھ کر قصبہ کندور تک آ گیا ہے۔ ناصرالدین نے ملک محمود کو ایک فوج کے ساتھ دشمن سے مقابلہ کے لیے روانہ کیا۔ ملک محمود نے بڑی جانفشانی سے دشمن کا مقابلہ کیا اسے شکست دی' دشمن کا لشکر شکست کھا کر فرار ہو گیا۔ محمود بہت سا مال غنیمت لے کر قصبہ حاویہ میں ناصرالدین کی خدمت میں حاضر ہوا۔

ناصرالدین اجین میں

۲۹ شوال ۹۰۵ھ میں ناصرالدین نے قصبہ حاویہ سے کوچ کیا اور اجین کی طرف روانہ ہوا۔ راستے میں بہت سے امیر اور حاکم شہزادے سے آ کر ملتے گئے۔ جب ناصرالدین اجین میں پہنچا تو اس کے پاس سپاہیوں کی ایک بڑی تعداد تھی۔

سلطان غیاث الدین کا پیغام ناصرالدین کے نام

شہزادہ شجاعت خاں اور ملکہ خورشید کو جب یہ خبریں ملیں تو انہوں نے سلطان غیاث الدین سے کہا "ہم کو یہ اطلاع ملی ہے کہ ناصر الدین نے ایک بہت بڑا لشکر جمع کر لیا ہے اور وہ عنقریب مندو میں آ کر قلعے کا محاصرہ کرنے والا ہے۔" غیاث الدین نے اپنے زمانے کے مشہور و مقبول بزرگان دین شیخ اولیاء اور شیخ برہان کو اپنا پیغامبر بنا کر ناصرالدین کے پاس روانہ کیا اور اسے یہ پیغام دیا۔ "میں ایک مدت سے امور سلطنت سے علیحدہ ہو چکا ہوں اور تمام معاملات کی باگ ڈور تمہارے ہاتھ میں دے رکھی ہے۔ میں نے سنا ہے کہ تمہارے گرد بدمعاشوں اور لفنگوں کا ایک گروہ جمع ہو گیا ہے۔ اگر تم ان لوگوں کو رخصت کر کے میرے پاس آ جاؤ تو میں تمام اختیارات دوبارہ تمہیں سونپ دوں گا۔"

ناصرالدین کی مکھن خاں سے جنگ

ناصرالدین نے سلطان غیاث الدین کو کوئی جواب نہ بھجوایا اور اسی سال ذیقعدہ کے مہینے میں اجین سے قصبہ دھار میں آیا۔ اس نے چند روز تک اس قصبے میں قیام کیا ناصرالدین کو اسی مقام پر یہ اطلاع ملی کہ مکھن خاں جو فتنہ و فساد کا اصل بانی ہے تین ہزار سپاہیوں کو ساتھ لے کر جنگ کرنے کے لیے آ رہا ہے۔ ناصرالدین نے ملک عطا کو پانچ سو سپاہیوں کے ہمراہ مکھن خاں کا مقابلہ کرنے کے لیے روانہ کیا موضع ہانس پور میں لڑائی ہوئی۔ ملک عطا نے مکھن خاں کو شکست دی اور اس کے ایک سو سپاہیوں کو تلوار کے گھاٹ اتارا۔ مکھن خاں

marfat.com
Marfat.com

شکست کھا کر مندو کی طرف بھاگ گیا۔

مکھن خاں سے دوسری جنگ

ملکہ خورشید نے دوبارہ مکھن خاں کو ایک زبردست لشکر دے کر ناصر الدین سے جنگ کرنے کے لیے روانہ کیا۔ اس بار بھی ناصر الدین کے لشکر نے مکھن خاں کو شکست فاش دی اور واپس قلعہ مندو میں چلا گیا۔

ناصر الدین کو شک جہاں نما میں

اسی سال ۲۲ ذی الحجہ کو ناصر الدین کو شک جہاں نما میں قیام پذیر ہوا۔ اسے جاسوسوں نے یہ اطلاع دی کہ سلطان غیاث الدین بذات خود اس کے پاس آ کر صلح کی بات چیت کرنا چاہتا ہے۔ ناصر الدین یہ سن کر بہت خوش ہوا اور اپنے باپ کی آمد کا انتظار کرنے لگا۔ ملکہ خورشید اور شجاعت خاں معانہ اٹھا کر ظفر آباد نعلچہ کی طرف روانہ ہوئے تاکہ ناصر الدین اپنے باپ سے ملاقات کرنے کے بہانے سے قلعے میں داخل ہو تو اس کا کام تمام کر دیا جائے۔

بادشاہ کی واپسی

سلطان غیاث الدین دہلی دروازے کے قریب پہنچا چونکہ بادشاہ بہت ہی کمزور تھا اس لیے اس نے اپنے مقربین سے یہ پوچھا کہ مجھے کہاں لیے جا رہے ہو؟" کچھ لوگوں نے بادشاہ کو اصل واقعہ بتا دیا اس پر بادشاہ نے کہا "آج رہنے دو میں کل چلوں گا۔ اس وقت شاہی محل میں واپس چلو" خدمتگاروں کو سر تسلیم خم کرنے کے سوا کوئی چارہ ہی نہ تھا لہٰذا وہ بادشاہ کو لے کر واپس آ گئے۔

ملکہ کی ناراضگی

ملکہ خورشید کو جب بادشاہ کی واپسی کا علم ہوا تو وہ بہت جز بز ہوئی اس نے خدمت گاروں کو بلا کر انہیں بہت ڈانٹا اور بادشاہ کی واپسی کا سبب پوچھا۔ خدمت گاروں نے بتایا "بادشاہ اپنی مرضی سے واپس ہوا۔" یہ واقعہ کسی اور شخص کی مرضی سے ظہور پذیر نہیں ہوا لیکن ملکہ یہی سمجھتی رہی کہ ناصر الدین کے حامیوں نے بادشاہ کو واپس بھیج دیا ہے۔

قلعے کا محاصرہ

شہزادہ شجاعت اور ملکہ خورشید نے قلعے کی مرمت کروائی اور مورچل تقسیم کیے۔ ناصر الدین نے آگے بڑھ کر قلعے کا محاصرہ کر لیا اس کے بعد جنگ شروع ہو گئی۔ اور دونوں طرف کے لشکر داد شجاعت دینے لگے۔ روزانہ اہل قلعہ کا ایک لشکر باہر آتا اور ناصر الدین سے لڑائی کرتا اور اس طرح ہر روز دونوں طرف کے سپاہی مارے جاتے۔

اہل قلعہ کی پریشانی

محاصرہ طویل ہوتا گیا لیکن کوئی واضح نتیجہ نہ نکلا۔ قلعے میں غلہ اور دیگر سامان ضرورت ختم ہو گیا اس وجہ سے اہل قلعہ سخت پریشان ہوئے۔ بعض بڑے بڑے امیروں (مثلاً موافق خاں اور ملک فضل اللہ میر شکار وغیرہ) نے جب یہ صورت حال دیکھی تو انہوں نے ناصر الدین کا ساتھ دینا ہی مناسب سمجھا اور موقع پا کر قلعہ سے باہر نکل آئے اور ناصر الدین سے مل گئے۔

ملکہ کا ظلم و ستم

ملکہ خورشید جب امیروں کی اس روش سے مطلع ہوئی تو اس نے علی خاں کو قلعے کی حکومت سے معزول کر دیا اور اس کی جگہ ملک بیارہ کو "علی خان" کا خطاب دے کر شہر اور قلعے کی حفاظت پر متعین کیا۔ اس کے علاوہ ملکہ نے محافظ خاں اور سورج مل کو قتل کر ڈالا کیونکہ ان دونوں پر اسے ناصر الدین سے ساز باز کرنے کا شک تھا۔ اہل شہر اور امراء نے جب ملکہ کے ظلم و ستم کا یہ حال دیکھا تو وہ بہت

marfat.com

Marfat.com

آزردہ خاطر ہوئے اور انہوں نے ناصر الدین سے درخواست کی کہ اس فتنے کا جلد از جلد سدباب کیا جائے۔ ناصر الدین نے امیروں کے نام تسلی آمیز خط لکھے جنہیں پڑھ کر یہ امراء بہت متاثر ہوئے اور ناصر الدین سے مل گئے۔

قلعے کو فتح کرنے کی کوشش

۱۷ صفر ۹۰۶ھ میں ناصر الدین نے قلعہ کو فتح کرنے کے لیے بے انتہا کوشش کی اہل قلعہ بھی ہوشیار ہو گئے اور انہوں نے ناصر الدین کے لشکر پر تیر اور منجنیقیں چلائیں۔ اس وجہ سے ناصر الدین کے لشکر کے بہت سے تجربہ کار سپاہی زخمی ہو گئے لیکن اس کے باوجود ناصر الدین نے ہمت نہ ہاری اور سات سو زینے مورچل کی جانب آگے بڑھا کر قلعے میں داخل ہو گیا اسی دوران میں شجاعت خاں بہادروں کا ایک لشکر لے کر قلعے کے برج پر آ گیا۔ اور جنگ آزمائی میں مشغول ہوا۔ ناصر الدین نے بڑی ثابت قدمی کا ثبوت دیا اور تیراندازی میں مشغول رہا اور اس نے دشمن کے بہت سے بہادروں کو مار گرایا۔ شجاعت خاں کو ہر لحہ تازہ کمک پہنچ رہی تھی اس لیے ناصر الدین نے زیادہ دیر قلعے میں ٹھہرنا مناسب نہ سمجھا اور اپنی لشکر گاہ میں واپس چلا آیا۔ جن لوگوں نے اس معرکے میں بہادری کا ثبوت دیا تھا انہیں ناصر الدین نے انعام و اکرام سے نوازا۔

لشکر چندیری کی آمد

کچھ دنوں کے بعد حاکم چندیری مظفر خاں کا لڑکا شیر خاں ایک ہزار سواروں اور گیارہ ہاتھیوں کی جمعیت کے ساتھ ناصر خاں سے آ ملا۔ اس لشکر کے آ جانے کی وجہ سے ناصر الدین بہت خوش ہوا اور اس کے سپاہیوں کی ہمتیں بڑھ گئیں۔ اس موقعے پر ناصر الدین نے اپنے بڑے بیٹے "شیر خاں" کو مظفر خاں اور چھوٹے بیٹے کو "سعید خاں" کا خطاب دیا۔

محافظان دروازہ بالا پور کی اطاعت

اہل قلعہ میں بہت سے دوسرے لوگوں نے بھی ناصر الدین کی بہی خواہی کا اعلان کیا۔ دروازہ بالا پور کے محافظوں نے بھی اپنی اطاعت کا یقین دلایا اور ناصر الدین کو پیغام بھیج کر اس دروازے کی طرف بلایا۔ ناصر الدین نے ۲۴ ربیع الثانی کو شیخ حبیب اللہ موافق خاں خواجہ سہیل کو دروازہ بالا پور کی جانب روانہ کیا۔ شہزادہ شجاعت کو اس کا علم ہو گیا وہ اپنا تھوڑا بہت لشکر لے کر بالا دروازے کی طرف آیا لیکن شکست کھا کر سلطان غیاث الدین کے محل میں پناہ گزین ہو گیا۔

ناصر الدین کا قلعے میں داخلہ

جب شیخ حبیب اللہ وغیرہ قلعے کے اندر داخل ہو گئے۔ تو انہوں نے بادشاہ کو بھی وہیں بلا لیا اس کے بعد تمام امراء ناصر الدین کو مبارک باد دینے کے لیے اس کے گرد جمع ہو گئے اسی دوران میں لوگوں نے شہر کی تباہی و بربادی کی طرف بھی توجہ کی۔ بہت کچھ لوٹ مار کی گئی یہاں تک کہ شاہی عمارتوں کو بھی نذر آتش کر دیا۔

ملکہ خورشید اور شہزادہ شجاعت خاں کو ناصر الدین کے حکم سے سلطانی محل سرا سے نکالا گیا اور سلطان غیاث الدین بھی ایک دوسرے محل میں جو اس نے عیش و عشرت کے لیے بنایا تھا منتقل ہو گیا۔

ناصر الدین کی تخت نشینی

۲۷ ربیع الثانی بروز جمعہ ناصر الدین تخت سلطنت پر بیٹھا اور ملک میں اس کے نام کا خطبہ و سکہ جاری ہوا۔ امیروں اور دوسرے لوگوں نے بادشاہ پر جس قدر بھی زر و جواہر اور نقد دولت نثار کی وہ سب کی سب غریبوں اور محتاجوں میں تقسیم کر دی گئی۔

marfat.com

مخالفین کی سزائیں

ناصرالدین نے سب سے پہلا کام یہ کیا کہ اپنے مخالف امیروں کو تلوار کے گھاٹ اتارا اور اس طرح مکھن خاں بقال محافظ خاں اور مفرح حبشی وغیرہ اپنی سزا کو پہنچے انہیں دنوں شہزادہ شجاعت کو بھی قتل کیا گیا۔ سلطان ناصرالدین نے ملکہ خورشید کو موکلوں کے سپرد کر دیا۔

ولی عہد کا تقرر اور انعامات کی تقسیم

جب سلطان ناصرالدین کو مخالفین کی طرف سے اچھی طرح اطمینان ہو گیا تو اس نے اپنے منجھلے بیٹے کو جو منجھلے میاں کے نام سے مشہور تھا اپنا ولی عہد مقرر کیا اور اسے "شہاب الدین" کا خطاب دیا۔ شیخ حبیب اللہ کو "عالم خاں" کا خطاب دیا گیا اور اسے امراء کی جماعت میں داخل کیا گیا۔ خواجہ سہیل خواجہ سرا کو سپہ سالار بنایا گیا۔ بادشاہ نے اپنے دوسرے بہی خواہوں کو بھی انعامات و جاگیرات سے نوازا۔

باپ بیٹے کی ملاقات

۱۳ جمادی الثانی کو سلطان ناصرالدین اپنے باپ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ سلطان غیاث الدین نے بیٹے کو آغوش میں لے لیا اور اس کے سر اور چہرے کو بوسہ دے کر دیر تک روتا رہا۔ اس کے بعد سلطان غیاث الدین نے سلطان ناصرالدین کو سید محمد نور بخشی کی عطا کردہ قبا جو دربار عام اور اس قسم کی دوسری اہم تقریبات پر پہنی جاتی تھی مرحمت کی تاج سلطنت اس کے سر پر رکھا اور خزانے کی چابیاں اس کے ہاتھ میں دیں۔ اس کے بعد غیاث الدین نے بیٹے کو تخت نشینی کی مبارک باد دی اور محل سرا میں جانے کی اجازت دی۔

ولی عہد پر شاہانہ عنایات

اسی سال ۱۹ رجب کو سلطان غیاث الدین نے ایک قبائے خاص کلاہ دولت' بیس ہاتھی' سو گھوڑے گیارہ چتر' دو پالکیاں' نقارہ' سراپردہ سرخ اور بیس لاکھ تنکے نقد اپنے ولی عہد شہاب الدین کو مرحمت فرمائے۔

حاکم مندسور کی بغاوت

اسی سال یہ اطلاع ملی کہ مندسور کا حاکم مقبل خاں بغاوت پر آمادہ ہے اور مخالفانہ حرکتوں کا ارتکاب کر رہا ہے۔ سلطان ناصرالدین نے مہابت خاں کو مقبل خاں کی گرفتاری کے لیے روانہ کیا۔ مہابت خاں مندسور پہنچا لیکن مقبل خاں ہاتھ نہ آیا اور چندیری کے حاکم شیر خاں کے پاس چلا گیا۔ دوسرے کئی امراء (مثلاً علی خاں وغیرہ) جو اپنی سابقہ بداعمالیوں کی وجہ سے سلطان ناصرالدین سے خائف تھے وہ بھی شیر خاں کے پاس چلے گئے۔

شیر خاں کا اعلان بغاوت

شیر خاں اچھی طرح جانتا تھا کہ ناصرالدین شراب کے نشے میں وحشت ہو کر ہوش و حواس کھو بیٹھتا ہے اور پھر اس عالم میں اپنے باپ کے عہد حکومت کے امیروں اور اکابر کو قتل کرنے کا حکم دیتا ہے۔ اس قسم کا ظلم و ستم ناصرالدین ہر روز ہی کرتا ہے اس وجہ سے شیر خاں بھی بادشاہ سے بہت سخت خائف تھا اور اس وجہ سے اس نے اپنی مخالفت کا اعلان بھی کر دیا۔

شورش انگیزی

سلطان ناصرالدین نے مبارک خاں اور شیخ حبیب اللہ المخاطب بہ عالم خاں کو چندیری بھیجا تاکہ یہ دونوں امیر شیر خاں کو سمجھا بجھا کر راہ راست پر لائیں۔ مگر شیر خاں راہ راست پر نہ آیا بلکہ اور زیادہ شورش انگیزی کرنے لگا۔ اس نے مبارک خاں اور عالم خاں کو گرفتار کرنے کا ارادہ کر لیا عالم خاں تو اس کے ہاتھ نہ آیا البتہ مبارک خاں کو شیر خاں نے گرفتار کر لیا۔

marfat.com
Marfat.com

بادشاہ کا غصہ

عالم خاں واپس پایہ تخت میں آیا اور اس نے سلطان ناصرالدین کی خدمت میں حاضر ہو کر تمام واقعہ سنایا۔ بادشاہ کو شیر خاں کی نازیبا حرکت پر سخت غصہ آیا اسی سال بادشاہ کوشک جہاں نما میں قیام پذیر ہوا۔ شیر خاں اجین چلا گیا اور پھر مہابت خاں کے اغوا سے واپس ہو کر دیپال پور پہنچا اس نے قصبہ ہدیہ میں تباہی و بربادی کا بازار گرم کیا۔ سلطان ناصرالدین کو جب اس کی اطلاع ملی تو وہ فوراً کوچ کر کے کوشک دھار میں مقیم ہوا۔

غیاث الدین کا قاتل؟

اسی اثناء میں سلطان غیاث الدین نے داعی اجل کو لبیک کہا چونکہ تمام مقتدر امراء سلطان غیاث الدین کے بہی خواہ اور سلطان ناصر الدین کے مخالف تھے۔ اس لیے ان کو یقین ہو گیا کہ ناصرالدین نے زہر دے کر اپنے باپ کو ہلاک کیا ہے اس بارے میں راقم الحروف مورخ فرشتہ کا خیال یہ ہے کہ جو بادشاہ اپنے باپ کو قتل کرتا ہے وہ زیادہ سے زیادہ ایک سال زندہ رہتا ہے اور اس دوران میں بھی وہ کامیابی سے حکومت نہیں کرتا لیکن سلطان ناصرالدین اس کے بعد ایک عرصے تک زندہ رہا اور حکومت کرتا رہا۔ اس لیے یہ کہنا کہ سلطان غیاث الدین کا قاتل وہی ہے ایک ناقابل یقین امر ہے۔ اگر ناصرالدین اس ناشائستہ حرکت کا ارتکاب کرتا تو یقیناً اس پر وبال پڑتا لیکن ایسا نہیں ہوا۔ اس لیے اس سلسلے میں سلطان ناصرالدین کو مجرم قرار دینا محض ایک تہمت ہے یہ محض ایک رائے ہے اصل حقیقت تو خدا ہی جانتا ہے۔

شیر خاں کی مدافعت

سلطان ناصرالدین اپنے باپ کی وفات حسرت آیات پر بہت رویا تین روز تک اس نے تعزیت کی رسم ادا کی اور اس کے بعد چندیری کی طرف روانہ ہوا تاکہ شیر خاں کا مزاج درست کرے۔ عین الملک اور دوسرے سرداروں نے شیر خاں کا ساتھ چھوڑ دیا اور بادشاہ سے آ ملے۔ شیر خاں سلطان ناصرالدین کے خوف سے سارنگ پور کی طرف بھاگ گیا' بادشاہ نے اس کا تعاقب کیا۔ آخرکار دونوں میں جنگ ہوئی اور شیر خاں شکست کھا کر ایرجہ کی طرف چلا گیا۔ بادشاہ چندیری پہنچا اور چند روز تک اسی جگہ مقیم رہا۔

چندیری کے شیخ زادوں کا خط شیر خاں کے نام

چندیری کے شیخ زادوں نے شیر خاں کے نام ایک خط لکھا کہ "بادشاہ کے اکثر سپاہی اور امراء اپنی جاگیروں پر چلے گئے ہیں آج کل بارشیں ہو رہی ہیں اس وجہ سے بادشاہ بہ عجلت لشکر فراہم نہیں کر سکتا۔ اگر تم چندیری چلے آؤ تو ہم یہاں کے عوام کو اپنے ساتھ ملا کر بادشاہ کو بڑی آسانی سے قید کر سکتے ہیں اگر آنا ہے تو جلد آؤ۔ ورنہ یہ کام پورا نہ ہو سکے گا۔"

معرکہ آرائی اور شیر خاں کی وفات

سلطان ناصرالدین کو شیخ زادوں کی سازش کی اطلاع ہو گئی اس نے اقبال خاں اور ملو خاں کو ایک زبردست لشکر کے ساتھ شیر خاں کی مدافعت کے لیے روانہ کیا ان دونوں سرداروں نے چندیری سے دو کوس کے فاصلے پر شیر خاں سے معرکہ آرائی کی' دوران جنگ میں شیر خاں زخمی ہوا اور اس کا بہترین ساتھی سکندر خاں مارا گیا۔ اس کے بعد مہابت خاں نے اس کی لاش کو دفن کیا اور خود اطراف ممالک کی طرف چلا گیا۔

بادشاہ سعدالپور میں

سلطان ناصرالدین میدان جنگ میں آیا اور اس نے شیر خاں کی لاش کو قبر سے نکلوا کر چندیری بھجوا دیا تاکہ اس کو وہاں پھانسی پر لٹکا دیا

marfat.com

Marfat.com

جائے۔ اس کے بعد بادشاہ نے چندیری کی حکومت بہجت خاں کے حوالے کی اور خود سفر کی منزلیں طے کرتا ہوا سعد اپور میں پہنچا۔

عالم خاں کی گرفتاری

سلطان ناصرالدین کو یہ اطلاع ملی کہ شیخ حبیب اللہ المخاطب عالم خاں کی نیت ٹھیک نہیں ہے اور بغاوت کا ارادہ کیے ہوئے ہے بادشاہ نے عالم خاں کو قید کر لیا اور اپنی روانگی سے پہلے ہی اس کو مندو کی طرف بھجوا دیا۔ اس کے بعد بادشاہ خود بھی واپس مندو میں آیا۔

سلطان ناصرالدین کی عاقبت اندیشی

سلطان ناصرالدین کو اپنے باپ کے قدیم ملازمین سے ہمیشہ بوئے بغاوت آتی تھی اس لیے وہ ان سے کچھ خوش نہ تھا اسی وجہ سے اپنے خاص ملازمین کی طرف توجہ کی اور ان کو ہر طرح سے لطف و کرم کا سزا وار سمجھا۔ بادشاہ نے اپنی والدہ ملکہ خورشید کے ساتھ بھی بڑی بے ادبی کی اور اپنے باپ کا خزانہ جو ملکہ کے پاس تھا بہ جبر اس سے چھین لیا۔

بادشاہ کی مے نوشی اور خون ریزی

اس واقعہ کے بعد بادشاہ کا سارا وقت شراب نوشی اور خون ریزی میں گزرتا تھا وہ اکثر اوقات شراب کے نشے میں کھویا رہتا یا اپنے باپ کے پرانے ملازموں کو شراب پلا کر دھوکے سے قتل کرتا رہتا تھا۔ بادشاہ کی ان بری عادتوں کی وجہ سے ملک میں سخت انتشار پھیل گیا اور رعایا سلطان ناصرالدین سے نفرت کرنے لگی۔

ناصرالدین کے ظلم و ستم کا ایک واقعہ

ایک روز بادشاہ نے حرم سرا کے اندر حوض کالیادہ کے کنارے محفل عیش و عشرت بپا کی۔ اس محفل میں اس نے اس قدر شراب نوشی کی کہ وہ اپنے آپ سے بالکل بے خبر ہو گیا۔ اس کے بعد بادشاہ اسی جگہ سو گیا سوتے میں اس نے کروٹ لی اور حوض میں جا گرا اس وقت چار کنیزیں وہاں موجود تھیں انہوں نے بادشاہ کو بڑی مشکلوں سے پانی سے باہر نکالا اور اس کا لباس جو گیلا ہو گیا تھا اتار کر دوسرا خشک لباس اسے پہنایا۔ جب بادشاہ کو ہوش آیا تو اس نے درد سر کی شکایت کی کنیزوں نے اسے حوض میں گرنے کا واقعہ سنایا۔ بادشاہ کے جی میں خدا جانے کیا آیا کہ اس نے اسی وقت تلوار نکال کر ان چاروں بے گناہوں کو قتل کر دیا۔ اس واقعے سے ناصرالدین کے ظلم و ستم کا اندازہ ہو سکتا ہے۔

کچھوارہ پر لشکر کشی

۹۰۸ھ میں سلطان ناصرالدین نے کچھوارہ پر لشکر کشی کرنے کا ارادہ کیا اور اس مقصد سے قصبہ نعلچہ میں آیا۔ یہاں سے بادشاہ قصبہ آگرہ پہنچا اس مقام کی آب و ہوا سلطان ناصرالدین کو بہت پسند آئی اور اس نے یہاں ایک عظیم الشان محل تعمیر کیا جو فن تعمیر کے نقطہ نظر سے اپنی مثال آپ ہے۔ اس کے بعد بادشاہ نے ولایت کچھوارہ میں تباہی و بربادی کا بازار گرم کیا اور کچھ دنوں بعد واپس لوٹا۔

چیتور کا سفر

۹۰۹ھ میں سلطان ناصرالدین نے چیتور کا سفر کیا۔ راجہ رنمل اور تمام زمینداروں سے پیش کش وصول کی۔ راجہ رنمل کے ایک رشتہ دار جیون مل نے بادشاہ کی خدمت میں اپنی بیٹی پیش کی۔ بادشاہ نے اس لڑکی کا نام رانی چیتوری رکھا اور واپس لوٹا۔

احمد نظام شاہ کا برہان پور پر حملہ

راستے میں سلطان ناصرالدین کو یہ اطلاع ملی کہ احمد نظام شاہ بحری نے کچھ واقعات سے برافروختہ ہو کر برہان پور پر حملہ کر دیا ہے۔ اور اس مملکت کو تباہ و برباد کر رہا ہے حاکم برہان پور داؤد خاں فاروقی قلعہ اسیر میں محصور ہے کیوں کہ وہ احمد نظام شاہ بحری کا مقابلہ نہیں کر

marfat.com

Marfat.com

سکتا۔

داؤد خاں فاروقی کی مدد

داؤد خاں فاروقی حاکم اسیر سے سلطان ناصرالدین کے بہت خوشگوار تعلقات تھے۔ داؤد خاں کو جب بھی کبھی ضرورت پڑتی تھی وہ ناصر الدین سے امداد حاصل کیا کرتا تھا۔ اس بار بھی سلطان ناصرالدین نے دوستی کا حق ادا کیا اور اقبال خاں اور ملو خاں کو ایک زبردست لشکر کے ساتھ برہان پور روانہ کیا۔ احمد نظام شاہ کو جب اس کی اطلاع ہوئی تو وہ لشکر مالوہ کے خوف سے اپنے پایہ تخت احمد نگر کو واپس چلا گیا۔ اقبال خاں نے برہان پور میں سلطان ناصرالدین کے نام کا خطبہ جاری کیا اور منڈو واپس آ گیا۔

شہزادہ شہاب الدین کی ناصرالدین سے ناراضگی

جیسا کہ گذشتہ اوراق میں بیان کیا جا چکا ہے کہ سلطان ناصرالدین نے اپنے باپ غیاث الدین کے خلاف سرکشی کی تھی اس وجہ سے اسے اپنے بیٹے شہاب الدین سے خطرہ رہتا تھا کہ کہیں وہ بغاوت نہ کر بیٹھے۔ شہاب الدین بھی اپنے باپ کی اس احتیاط سے واقف ہو گیا تھا اسی لیے وہ شاہی بارگاہ میں ذرا کم ہی جاتا تھا وہ اپنے باپ کے ظلم و ستم سے بھی بخوبی واقف تھا۔ اور اس وجہ سے اس سے ناخوش تھا۔ اس طرح دوسرے ارکین سلطنت بھی بادشاہ سے سخت تنگ آئے ہوئے تھے اور ہر وقت اس کی موت کی دعائیں مانگتے رہتے تھے۔

ناصرالدین کی مخالفت

۹۱۶ھ میں بعض مالوی امیروں نے سلطان شہاب الدین سے بات چیت کر کے اسے بادشاہ کی مخالفت کی ترغیب دلائی۔ وہ تو پہلے ہی سے اپنے باپ کے خلاف بھرا بیٹھا تھا اب جو اسے امراء کی تائید حاصل ہوئی تو اس کے حوصلے بڑھ گئے۔ وہ پایہ تخت سے کوچ کر کے وسط مملکت میں چلا آیا اور اس نے باپ کے خلاف لوگوں کو بھڑکایا۔ لوگ تو ناصرالدین کے ظلم و ستم سے تنگ آئے ہی ہوئے تھے لہٰذا وہ سب شہاب الدین کے گرد جمع ہو گئے۔

باپ بیٹے میں جنگ

سلطان ناصرالدین کو جب اپنے بیٹے کی بغاوت کا حال معلوم ہوا تو وہ لشکر تیار کر کے اس سے جنگ کرنے کے لیے نکلا باپ بیٹے میں ایک خون ریز جنگ ہوئی۔ اگرچہ سلطان ناصرالدین کے پاس بہت کم لشکر تھا مگر اس نے شہاب الدین کو شکست دے دی۔ شہاب الدین شکست کھا کر دہلی کی طرف فرار ہو گیا۔ ناصرالدین اگر چاہتا تو شہاب الدین کو تعاقب کر کے اسے گرفتار کر سکتا تھا لیکن محبت پدری نے اسے ایسا نہ کرنے دیا اور وہ واپس آ گیا۔

باپ کا بلاوا' بیٹے کا انکار

سلطان ناصرالدین نے اپنے چند قابل اعتبار آدمیوں کو شہاب الدین کے پاس بھیجا تاکہ اسے نصیحت کر کے واپس لائیں۔ شہاب الدین نے باپ کے اس پیغام کو فریب اور مکاری پر محمول کیا اور جان کے خوف سے آنے سے انکار کر دیا۔ بادشاہ کو جب بیٹے کا یہ جواب ملا تو بے اختیار اس کی زبان سے نکلا۔

تخمے کہ در ہوائے تو کشتیم' خاک خورد

ناصرالدین کی بیماری

شراب نوشی بادشاہ کے جسم کو گھن کی طرح کھائے جا رہی تھی آخرکار اس بری عادت کا برا نتیجہ نکلا اور وہ تپ محرقہ میں مبتلا ہو گیا ایک روز بخار بہت تیز ہو گیا۔ بادشاہ کو بے حد گرمی محسوس ہوئی باوجود اس کے ان دنوں سردی کا موسم تھا بادشاہ نے ٹھنڈے پانی سے

marfat.com

Marfat.com

غسل کیا اس وجہ سے اس کی حالت بہت بگڑ گئی اور جان کے لالے پڑ گئے۔

وفات

حکیموں اور طبیبوں نے بہت علاج کیا لیکن بادشاہ کا مرض بڑھتا ہی گیا اسی حالت میں ایک روز بادشاہ نے اپنے تمام امراء اور اراکین سلطنت کو جمع کیا اور ان کی موجودگی میں اپنے تیسرے بیٹے سلطان محمود کو موضع بہشت پور میں اپنا ولی عہد نامزد کیا۔ اس واقعے کے بعد بادشاہ نے اپنے گناہوں سے توبہ کی اور دوسرے ہی لمحے اس کی روح قفس عنصری سے پرواز کر گئی۔

ناصر الدین خلجی گیارہ سال چار مہینے اور تین دن تک حکمران رہا۔

marfat.com

Marfat.com

سلطان محمود ثانی بن ناصرالدین خلجی

شہاب الدین کی تگ و دو

سلطان ناصرالدین کے انتقال کی خبر جب عام ہوئی تو شہاب الدین جو دہلی کی طرف جا رہا تھا اس نے اپنا ارادہ ترک کر دیا اور راستے ہی میں سے لوٹ آیا۔ شہاب الدین جلد از جلد مندو آیا اور سلطان محمود ثانی کے پہنچنے سے پہلے ہی ظفر آباد نعلچہ میں پہنچ گیا۔ محافظ خاں خواجہ سرا اور خواص خاں نے قلعے کا دروازہ بند کر دیا شہاب الدین کو راستہ نہ دیا۔ اسی دوران میں سلطان محمود بھی شہاب الدین کے قریب پہنچ گیا اب تو آخر الذکر بڑا خوف زدہ ہوا اور اسیر کی طرف بھاگ گیا۔

محمود کی تخت نشینی

سلطان محمود ثانی بغیر کسی روک ٹوک کے قلعے میں داخل ہوا اور تخت حکومت پر جلوہ افروز ہوا اسی روز محمود کی تخت نشینی عمل میں آئی۔ سات سو ہاتھی دربار میں لائے گئے کہ جن پر مخمل اور زربفت کی جھولیں پڑی ہوئی تھیں تمام امراء اور اکابر جمع ہوئے اور شاہی چترپر سے بے شمار زر و جواہر نچھاور کیے گئے بادشاہ نے یہ رقم غریبوں اور محتاجوں میں تقسیم کر دی۔

بسنت رائے کا قتل

بسنت رائے سلطان محمود کا منہ چڑھا امیر تھا اسے بادشاہ کے مزاج میں بہت دخل تھا اور وہ محمود کی خدمت میں اس وقت سے تھا جب کہ بادشاہ بہت کم سن تھا۔ امیروں نے بسنت رائے کے اس اقتدار کو شک و شبہ کی نظر سے دیکھا اور اسے قتل کر دیا پھر بادشاہ سے آ کر کہا۔ "بسنت رائے باغیانہ خیالات رکھتا تھا وہ امیروں اور سپاہیوں کو ورغلا کر ملک میں انتشار پیدا کرنا چاہتا تھا اس لیے ہم نے اسے قتل کر دیا۔

امیروں کا ناروا طرز عمل

اگرچہ بادشاہ نے اس امر کو پسند نہ کیا لیکن وہ مصلحتاً خاموش رہا۔ اس کے بعد امیروں نے بادشاہ سے عرض کیا "نقد الملک بسنت رائے کا پیرو ہے وہ بھی بہت ہی چالاک اور مکار ہے اس لیے اس کا وجود بھی مملکت کے لیے ایک مستقل خطرے کی حیثیت رکھتا ہے بہتر ہے کہ اسے بھی قتل کر دیا جائے۔" سلطان محمود نے مجبور ہو کر نقد الملک کو امیروں کے پاس بھیج دیا اور کہا "اسے قتل نہ کیا جائے بلکہ خارج البلد کر دیا جائے امیروں نے نقد الملک کو شہر سے باہر نکال دیا امیروں کے اس طرز عمل سے بادشاہ کو بہت تکلیف پہنچی۔

محافظ خواجہ سرا کی فتنہ انگیزی

شہر کا حاکم محافظ خاں خواجہ سرا بڑا دوں فطرت انسان تھا اس نے جب مہمات سلطنت کو اس حالت میں دیکھا تو اس نے پر نکالے اور اپنا اقتدار بڑھانے کی کوشش کی۔ ایک روز محافظ خاں نے موقع پا کر بادشاہ سے کہا "آپ کے دو بھائی قلعہ میں نظر بند ہیں اور یہ دونوں ہی موقع و محل کے منتظر ہیں تاکہ رہائی حاصل کر کے حکومت پر قبضہ کر لیں۔ اگر آپ کو سلطنت کرنا مقصود ہے تو بہتر یہی ہے کہ آپ ان دونوں کو تلوار کے گھاٹ اتار دیں ورنہ بعد میں آپ کو پچھتانا پڑے۔"

بادشاہ کے حضور محافظ خاں کی گستاخی

محافظ خاں خواجہ سرا کا یہ طرز تکلم بادشاہ کو قطعاً پسند نہ آیا اور وہ محافظ خاں کی اس بے ادبی سے سخت آزردہ ہوا اور یہ کہا "تم اپنی

marfat.com

Marfat.com

حقیقت کو سمجھو تم جیسے معمولی اشخاص کا یہ کام نہیں ہے کہ شاہی خاندان کے افراد کو قتل کرنے کا مشورہ دیں اور شاہی بارگاہ میں اس گستاخی اور بے ادبی سے گفتگو کریں۔" اس کے جواب میں محافظ خاں نے کچھ ناشائستہ کلمات زبان سے نکالے۔

محافظ خاں پر بادشاہ کا حملہ

یہ دیکھ کر سلطان محمود کو سخت غصہ آیا اور اس سے ایک ملازم کی گستاخی برداشت نہ ہو سکی اس نے محافظ خاں کے ہاتھ سے اسی کی تلوار چھین کر اس پر حملہ کر دیا۔ محمود نے محافظ خاں کے سر پر ایک وار کیا اسے اچھا خاصہ زخم آیا اور اس کے سر میں خون کا فوارہ نکل پڑا' محافظ اسی عالم میں باہر چلا گیا۔

بادشاہ کے قتل کی سازش

محافظ خاں نے اپنے بہی خواہوں اور دوستوں کو اکٹھا کیا اور بادشاہ کو قتل کرنے کے ارادے سے شاہی قیام گاہ کی طرف آیا۔ بڑے بڑے امیروں نے اس موقع پر غیر جانبدارانہ رویہ اختیار کیا اور خاموش تماشائیوں کی حیثیت سے اپنے گھروں میں بیٹھے رہے۔ سلطان محمود نے اپنے لشکر خاصہ کی ایک جماعت (جس میں عراقی' خراسانی اور حبشی سپاہی شامل تھے) اور اپنے مقربین کو تیار کیا اور محافظ سے جنگ کرنے کے لیے اپنی قیام گاہ سے باہر نکلا۔

صاحب خاں کی بادشاہت

محافظ خاں نے سلطان محمود خلجی ثانی کے بھائی صاحب خاں کو قید سے باہر نکالا اور اسے اپنا بادشاہ تسلیم کر لیا۔ محمود خلجی نے وسط مملکت میں قیام کیا اور لشکر فراہم کرنے کی کوشش کرنے لگا۔ سب سے پہلے امراء میں سے میدنی رائے بادشاہ کے ساتھ آ کر ملا اس کی قوم اور رشتہ داروں نے بھی بادشاہ کا ساتھ دیا۔ اس کے بعد حاکم چندیری بہجت خاں کا لڑکا شرزہ خاں بادشاہ کی خدمت میں آیا اس کے بعد اور بہت سے امیر بادشاہ کے پاس آ گئے اور اس طرح سلطان محمود کی قوت میں بہت اضافہ ہو گیا۔

صاحب خاں اور سلطان محمود میں جنگ

صاحب خاں اور محافظ خاں نے بھی بہت کوشش کی اور بے شمار دولت صرف کر کے ایک بہت بڑا لشکر جمع کر لیا۔ سلطان محمود اپنے لشکر جرار کے ساتھ دولت آباد مندو آیا۔ فریقین میں جنگ شروع ہو گئی بڑا گھمسان کا رن پڑا دونوں لشکروں نے میدان مارنے کے لیے ہر ممکن کوشش کی۔

صاحب خاں کا قلعہ مندو میں محصور ہونا

صاحب خاں نے بڑی جرات سے سلطان محمود کے لشکر پر پے در پے کئی حملے کیے۔ اسی دوران میں صاحب خاں کا ایک ہاتھی سلطان محمود کی طرف آتا ہوا دکھائی دیا۔ سلطان محمود نے مہاوت کے سینہ کا نشانہ باندھ کر تیر پھینکا اور وہ مہاوت اور ہاتھی دونوں کی پشت پر سے گزر گیا۔ اسی دوران میں میدنی رائے نے راجپوتوں کے گروہ کے ہمراہ جو برچھا اور جمدھر کے استعمال میں اپنی مثال آپ تھا دشمن پر شدید حملہ کیا۔ صاحب خاں اس حملے کی تاب نہ لا سکا اور پریشان ہو کر قلعہ مندو میں پناہ گزین ہو گیا۔

صاحب خاں کے نام سلطان محمود کا پیام

سلطان محمود نے حوض حسین تک صاحب خاں کا تعاقب کیا اور پھر اسی مقام پر قیام پذیر ہو گیا۔ سلطان محمود نے اپنے بھائی کے نام یہ پیغام بھجوایا "کچھ ہوش کرو اور سوچو کہ تم کس قدر نازیبا حرکت کا ارتکاب کر رہے ہو تجھے جس قدر دولت چاہیے میں دینے کو تیار ہوں اور جو مقام تجھے پسند ہے اسے تیرے حوالے کرنے میں مجھے کوئی اعتراض نہیں لیکن بادشاہت کا خیال دل سے نکال دو۔"

marfat.com

Marfat.com

قلعے کا محاصرہ

صاحب خاں قلعے کی مضبوطی اور استحکام پر نازاں تھا اس نے سلطان محمود کے پیغام کو کوئی اہمیت نہ دی اور اپنے ارادے پر ڈٹا رہا۔ سلطان محمود نے قلعے کا محاصرہ کر لیا اور اہل قلعہ پر طرح طرح کی سختیاں کرنے لگا۔

محافظ خاں کا فرار

قلعے کے اندر بعض امیر ایسے بھی تھے جو محافظ خاں کے خلاف تھے اور اس کے اقتدار کو سخت ناپسند کرتے تھے انہوں نے سلطان محمود کو پیغام بھجوایا کہ "اگر آپ قلعے میں داخل ہونا چاہتے ہیں تو آپ فلاں راستے سے آیئے ہم ہر ممکن طریقے سے خدمت کے لیے تیار ہیں۔" محافظ خاں کو اس کا علم ہو گیا اور اس نے سمجھ لیا کہ اب معاملہ نازک ہے لہٰذا اس نے بہت سامال و دولت' زر و جواہر وغیرہ ساتھ لیے اور صاحب خاں کو تنہا چھوڑ کر گجرات کی طرف بھاگ گیا۔

محافظ خاں کی آوارہ گردی

گجرات پہنچ کر محافظ خاں کی فتنہ انگیزی نے ایک نیا گل کھلایا اور وہاں اس نے شاہ اسمٰعیل بادشاہ ایران کے سفیر سے لڑائی کر لی اس وجہ سے گجرات میں بھی اس کا رہنا مشکل ہو گیا اور وہاں سے سلطان مظفر کی اجازت کے بغیر ہی اسیر چلا گیا اسیر سے محافظ خاں نے تین سو سواروں کے ہمراہ کاویل کا رخ کیا اور عماد الملک کے پاس جا پہنچا اور اس سے مدد کی درخواست کی۔ عماد الملک نے چند دیہات اس کو اخراجات کے لیے عطا کیے اور مدد کا وعدہ کیا۔

اقبال خاں اور مخصوص خاں کی مندو کی طرف آمد

سلطان محمود نے صاحب خاں کے فرار کے بعد قلعہ شادی آباد مندو میں داخل ہو کر امور سلطنت کی طرف توجہ کی۔ اقبال خاں اور مخصوص خاں کسی وجہ سے مذکورہ بالا واقعے سے پہلے ہی اسیر چلے گئے۔ انہیں جب صاحب خاں کے ہنگامے کی اطلاع ہوئی تو انہوں نے شہاب الدین کے سر پر چتر شاہی سایہ فگن کیا اور گرمیوں کے موسم میں جب کہ بڑی سخت گرمی پڑ رہی تھی برہان پور اسیر سے شادی آباد مندو کی طرف روانہ ہوا۔

شہاب الدین کا قتل

ان دونوں نے بڑی تیزی سے سفر طے کیا اور ایک دن ایک رات میں تیس کوس کی مسافت طے کی۔ ان دونوں کو یہ معلوم نہ تھا کہ صاحب خاں اور محافظ خاں سلطان محمود کے مقابلے کی تاب نہ لا کر مندو سے فرار ہو چکے ہیں۔ اس وجہ سے اقبال خاں اور مخصوص خاں نے توقف کیے بغیر ہی سفر کی منزلیں طے کیں۔ شہاب الدین شدید گرمی کی وجہ سے بیمار پڑ گیا اور کچھ ہی عرصے میں اس نے انتقال کیا۔

اقبال اور مخصوص کا فرار

شہاب الدین کے انتقال کے بعد مخصوص خاں اور اقبال خاں نے شہاب الدین کے بیٹے کے سر پر چتر شاہی سایہ فگن کیا اور اسے سلطان ہوشنگ کا خطاب دے کر اسے اپنا بادشاہ تسلیم کیا' یہ دونوں امیر سلطان ہوشنگ کو لے کر مالوہ میں آئے۔ سلطان محمود نے ان دونوں کا مقابلہ کیا۔ طرفین میں زبردست جنگ ہوئی' اقبال خاں اور مخصوص خاں زیادہ دیر تک سلطان محمود کے سامنے ٹھہر نہ سکے اور شکست کھا کر میدان جنگ سے بھاگ نکلے اور پہاڑیوں میں چھپ گئے۔

اقبال اور مخصوص خاں کی معافی

کچھ دنوں بعد ان دونوں امیروں نے اپنے گناہوں کی معافی مانگ لی اور سلطان محمود کی خدمت میں حاضر ہو کر بادشاہ کی بہی خواہی اور

marfat.com

Marfat.com

وفاداری کا وعدہ کیا۔ بادشاہ نے ان کی خطا معاف کی اور انعام و اکرام سے نوازا۔

افضل خاں اور اقبال کا قتل

میدنی رائے' اقبال خاں اور افضل خاں کو اپنا دشمن سمجھتا تھا۔ اور ان کے وجود کو اپنی ترقی کے راستے کا سنگ گراں سمجھتا تھا اس نے سلطان محمود کو ان دونوں امیروں کے خلاف بھڑکایا اور کہا "یہ دونوں امیر صاحب خاں کے بہی خواہ ہیں اور انہوں نے اس کے نام خطوط لکھ کر اسے مندو پر حملہ کرنے کی دعوت دی ہے۔" سلطان محمود یہ سن کر بہت غصے میں آیا اور اس نے حکم دیا کہ جب یہ امیر بادشاہ کی خدمت میں سلام کے لیے حاضر ہوں تو ان کو قتل کر دیا جائے۔ شاہی حکم کی تعمیل کی گئی اور اس طرح ان دونوں امیروں کی زندگی کا پیمانہ لبریز ہو گیا۔

حاکم چندیری کی طلبی

میدنی رائے نے اس کے بعد بادشاہ کو چندیری کے حاکم بہجت خاں کے خلاف بھڑکایا۔ بادشاہ نے بہجت خاں کو پایہ تخت میں طلب کیا۔ بہجت خاں کو معلوم ہو چکا تھا کہ میدنی رائے اس کا دشمن ہے اور ضرور اس نے کوئی چال چلی ہو گی' لہٰذا بہجت نے برسات کا بہانہ کر کے بادشاہ کی خدمت میں حاضر ہونے سے معذوری کا اظہار کیا۔

سکندر خاں کی بغاوت

سلطان محمود نے حاکم بھیلسا منصور خاں کو سکندر خاں کی مدافعت کے لیے نامزد کیا۔ سکندر خاں ان دنوں مندو سے بھاگ کر ملک میں بغاوت کا علم بلند کیے ہوئے تھا اور اس نے گندوبر سے شہاب آباد تک کے علاقے پر قبضہ کر رکھا تھا سکندر خاں کو جب منصور خاں کی اطلاع ہوئی تو اس نے بہت سا لشکر جمع کر لیا نیز گوندوانہ کے راجے بھی اس کی مدد کے لیے آ گئے۔ اس وجہ سے منصور خاں میں اتنی ہمت نہ ہوئی کہ وہ سکندر کا مقابلہ کرتا۔

سکندر کی مدافعت

منصور خاں نے بادشاہ کو حقیقت حال کی اطلاع دی اور کہا کہ موجودہ صورت حال میں سکندر خان کا مقابلہ کرنا مشکل ہے۔ میدنی رائے (جو قدیم ملازموں کی تباہی و بربادی کا دل و جان سے خواہاں تھا) نے منصور کو پیغام بھجوا دیا "تمہیں دشمن کی کثرت کا قطعاً خیال نہ کرنا چاہیے بادشاہ کا اقبال دشمن کی تباہی کے لیے کافی ہے لہٰذا تم قدم آگے بڑھاؤ اور دشمن سے جنگ کرو۔"

منصور خاں کا فرار

یہ جواب پا کر منصور خاں بہت پریشان ہوا اور اس نے جہاز خاں جو ایک مقتدر امیر تھا سے مشورہ کیا۔ ان دونوں امیروں نے کافی غور و فکر کے بعد بہجت خاں کے پاس جانے کا فیصلہ کیا اور جلد ہی چندیری کی طرف روانہ ہو گئے۔

سکندر خاں کی امان طلبی

سلطان محمود کو جب یہ معلوم ہوا تو وہ لشکر تیار کر کے دھار کی طرف روانہ ہو گیا اور میدنی رائے کو ایک زبردست لشکر اور پچاس ہاتھیوں کے ساتھ سکندر خاں کی مدافعت کے لیے نامزد کیا۔ میدنی رائے کے ساتھ تقریباً دس ہزار راجپوت سپاہی تھے۔ اس نے سکندر خاں کو ناک چنے چبوا دیے۔ آخر کار اس نے مجبور ہو کر امان طلبی کی اور اپنے گناہوں کی معافی مانگی۔ میدنی رائے نے اس کی خطا معاف کی اور اسے قدیم جاگیر پر بحال کر دیا۔

marfat.com

Marfat.com

ایک نیا فتنہ

رفتہ رفتہ نوبت یہ پہنچی کہ میدنی رائے کا اقتدار اپنی انتہا کو پہنچ گیا۔ انہیں دنوں جب کہ سلطان محمود شادی آباد مندو سے باہر تھا مفسدوں اور فتنہ انگیزوں کی ایک جماعت نے ایک مجہول النسب شخص کو اپنا بادشاہ تسلیم کر لیا۔ اور سلطان غیاث الدین کی قبر سے چتر شاہی اتار کر اس کے سر پر سایہ فگن کر دیا۔ داروغہ شہر نے اس موقع پر بڑی بہادری کا ثبوت دیا اور مفسدوں کو مار بھگایا۔

بہجت خاں کا اقدام

بہجت خاں کو میدنی رائے کے اقتدار اور سلطان محمود کی بے کسی کی اطلاع ہوئی تو اس نے اپنے چند آدمیوں کو کاویل بھیج کر صاحب خاں کو طلب کیا اور سلطان سکندر لودھی بادشاہ دہلی کے نام سے اس مضمون کا خط لکھا۔ "مالوہ میں راجپوت کافروں نے مسلمانوں پر پوری طرح غلبہ حاصل کر لیا ہے۔ میدنی رائے جو ان کافروں کا سردار ہے بہت ہی صاحب اقتدار ہو گیا ہے وہ اب تک ان گنت قدیم ملازموں کو قتل کروا چکا ہے اور جو لوگ اس کی زد سے بچے ہوئے ہیں وہ ملک کے اطراف و جوانب میں پریشان حال ہیں۔"

سلطان محمود کی بے دست و پائی

"سلطان محمود میدنی رائے کو ہر طرح کے اختیارات سونپ کر خود بے دست و پا ہو چکا ہے اور وہ اپنی اس عاقبت نا اندیشی سے اب بہت نادم ہے۔ اس کے باوجود وہ عجیب گومگو حالت میں ہے ہم قدیم جاں نثاروں پر اسے قطعاً اعتماد نہیں ہے اور اس وجہ سے ابھی تک میدنی رائے کا دست نگر ہو کر اس کی ہر رائے پر عمل کرتا ہے۔

بے دینی کا دور دورہ

سلطان محمود میدنی رائے کے کہنے سے قدیم ملازمین بارگاہ کے خون کا پیاسا ہے اور ان کو تلوار کے گھاٹ اتارنے کی کوششوں میں لگا ہوا ہے سارے ملک میں سخت انتشار پھیلا ہوا ہے مذہبی احکامات کی سخت توہین ہو رہی ہے مسجدوں اور مدرسوں میں نمازی اور طالب علم نام کو بھی نہیں رہے۔ اور یہ مقدس مقامات بے دینوں کے مرکز بنے ہوئے ہیں۔

بادشاہ دہلی سے مدد کی درخواست

اس وقت میدنی رائے اتنا اقتدار حاصل کر چکا ہے کہ وہ بآسانی سلطان محمود کو معزول کر کے خود بادشاہ بن سکتا ہے۔ ایسے موقع پر آپ کی مدد کی ضرورت ہے آپ اپنے لشکر کو اس طرف بھیجئے تاکہ صاحب خاں کو تخت نشین کیا جا سکے۔ میں وعدہ کرتا ہوں کہ چندیری وغیرہ میں آپ کے نام کا خطبہ جاری کر دیا جائے گا۔"

محافظ خاں دہلی میں

صاحب خاں اور محافظ خاں دونوں گجرات سے دکن کی طرف جا رہے تھے راستے میں محافظ خاں نے اپنے ساتھی سے علیحدگی اختیار کی اور دہلی جا پہنچا۔ اس نے بادشاہ دہلی سلطان سکندر لودھی سے تعلقات پیدا کئے اور بادشاہ دہلی نے اسے "سلطان محمد" کا خطاب عطا کیا اور عماد الملک اور سعید خاں لودھی کی نگرانی میں بارہ ہزار سپاہیوں کا ایک لشکر مالوہ کی مہم کے لیے نامزد کیا۔

مالوہ میں بدامنی

انہیں دنوں سلطان گجراتی بھی زبردست لشکر اور بہت سے ہاتھی لے کر دھار میں آیا اس کے علاوہ سکندر خاں نے بھی دوبارہ علم بغاوت بلند کیا۔ اور ان وجوہ کی بنا پر سارے ملک میں سخت بدامنی پھیل گئی میدنی رائے نے اس بدامنی کو ختم کرنے کی ہر ممکن کوشش کی اور فتنہ پردازوں کی مدافعت پر کمر باندھی۔

marfat.com

Marfat.com

سلطان مظفر کی واپسی

میدنی رائے سلطان محمود کو قلعے سے باہر لایا اور راجپوتوں کا ایک لشکر گجراتی فوج کے مقابلے پر روانہ کیا۔ حاکم کھندونی ملک لودہ کو سکندر خاں کا مقابلہ کرنے کے لیے نامزد کیا۔ اتفاق سے گجراتی لشکر کے ایک حصے کو راجپوتوں نے شکست دی۔ سلطان مظفر گجراتی نے اس امر کو فال بد سمجھا اور اپنے ملک کو واپس چلا گیا۔

سکندر اور ملک لودہ کی جنگ

ملک لودہ نے سکندر خاں سے جنگ کی اور اسے شکست دی۔ جس وقت ملک لودہ دشمن کے لشکر کو تباہ و برباد کر رہا تھا اس وقت سکندر خاں کا ایک سپاہی جس کے بال بچوں کو ملک لودہ کے سپاہیوں نے گرفتار کر لیا تھا ملک لودہ کے پاس آیا قدم بوسی کے بہانے سے یہ سپاہی آگے بڑھا اور خنجر سے ملک لودہ پر حملہ کر دیا۔ ملک لودہ کے پہلو میں شدید زخم آیا اور وہ وہیں فوت ہو گیا۔ اس کے بعد سکندر خاں نے شاہی لشکر کو خوب پراگندہ کیا اور چھ قوی ہیکل ہاتھیوں کو بطور مال غنیمت کے اپنے ساتھ لے کر سواسن چلا گیا۔

دہلی کے لشکر اور صاحب خاں کی آمد

سلطان محمود نے میدنی رائے کے مشورے سے اس مہم کو فی الحال موقوف کیا اور خود بہجت خاں کی سرکوبی کے لیے چندیری کی جانب روانہ ہوا۔ راستے میں سلطان محمود خلجی کو یہ معلوم ہوا کہ صاحب خاں قریب آ پہنچا ہے۔ منصور خاں نے اس کا استقبال کر کے چتر شاہی اس کے سر پر سایہ فگن کر دیا ہے یہ بھی معلوم ہوا کہ لشکر دہلی سعید خاں محافظ خاں اور عماد الملک لودھی کی نگرانی میں صاحب خاں کی مدد کے لیے قریب پہنچ چکا ہے۔

صدر خاں اور مخصوص خاں کی علیحدگی

یہ تمام خبریں سن کر سلطان محمود خلجی سخت پریشان ہوا اور سوچنے لگا کہ آخر وہ کون سی تدابیر اختیار کی جائیں کہ ان مصیبتوں سے نجات ملے۔ اسی اثنا میں اس کے دو نمایاں امیر صدر خاں اور مخصوص خاں اس کے لشکر سے علیحدہ ہو کر صاحب خاں کے پاس چلے گئے اور اس کی ملازمت کر لی۔

لشکر دہلی کی واپسی

عماد الملک اور سعید خاں نے محافظ خاں کے مشورے سے بہجت خاں کو یہ پیغام دیا۔ "تم ملک سلطان سکندر کے نام کا خطبہ و سکہ جاری کرو۔" بہجت خاں نے اس پیغام کا کوئی جواب نہ دیا۔ عماد الملک وغیرہ نے اس امر کو بہانہ بنایا اور روانہ ہوئے اور چندیری سے چودہ کوس کے فاصلے پر مقیم ہوئے اس کے لئے کسی جنگ کی نوبت نہ آئی کیونکہ سلطان سکندر نے دہلی سے فرمان بھیج کر اپنے لشکر کو واپس بلا لیا۔

ایک دوسری روایت

اس سلسلے میں ایک روایت یہ بھی بیان کی جاتی ہے کہ چندیری میں سلطان سکندر کے نام کا خطبہ پڑھا گیا لیکن سلطان سکندر نے اپنے لشکر کو چندیری میں زیادہ دیر ٹھہرنے نہ دیا کیونکہ سلطان سکندر کے لشکر میں چالیس ہزار راجپوت تھے اور ان کی بہادری اپنی مثال آپ تھی۔

محافظ خاں کی آمد

لشکر دہلی کی واپسی پر سلطان محمود نے خداوند تعالیٰ کا شکر ادا کیا اور اس مصیبت سے چھٹکارا پا کر دل بہلاوے کے لیے شکار میں

marfat.com
Marfat.com

مصروف ہوا۔ چند روز تک یہی مشغولیت رہی اسی دوران میں یہ خبر ملی کہ محافظ خاں بہجت خاں کے کہنے پر ایک لشکر جرار لے کر دہلی سے شادی آباد مندو کی طرف آ رہا ہے۔ بادشاہ نے حبیب خاں اور فخر الملک کو امیروں کی ایک جماعت کے ہمراہ جو سب راجپوت تھے محافظ خاں کی مدافعت پر نامزد کیا۔

لڑائی اور محافظ خاں کی ہلاکت

ظفر آباد کے نواح میں محمود شاہی لشکر اور محافظ خاں کی فوج میں مقابلہ ہوا۔ فریقین میں بڑے زور کی جنگ ہوئی محمود کا اقبال کام آیا اور دشمن کو شکست فاش ہوئی محافظ خاں مارا گیا۔ اس وجہ سے بہجت خاں اور مخصوص خاں بہت پریشان ہوئے اور انہوں نے صاحب خاں سے مشورہ کر کے بادشاہ سے صلح کی درخواست کی۔

صلح

صاحب خاں نے سلطان محمود کے پاس شیخ اولیاء نامی ایک عالم کو روانہ کیا اور صلح کی بات چیت کی۔ سلطان محمود تو اس امر کا دل و جان سے خواہاں تھا اس نے شیخ اولیاء کی آمد کو خداوند تعالیٰ کا کرم خیال کیا اور اسی وقت فرمان امان بہجت خاں کے نام روانہ کیا۔ اس کے بعد وہ قلعہ رائسین، قصبہ بھیلسا اور ہار موتی بھی ان کو دیئے۔ نیز دس لاکھ تنگے اور بارہ ہاتھی بھی ان کو عنایت کیے۔ محافظ نے تمام ہاتھی اور دو لاکھ تنگے لے لیے اور باقی سب کچھ صاحب خاں کے حوالے کر دیا۔

سلطان محمود کی واپسی

کچھ مفسدوں اور فتنہ پردازوں نے صاحب خاں کو بہجت خاں کے خلاف بھڑکایا اور اس سے کہا کہ بہجت خاں تجھے قید کرنا چاہتا ہے صاحب خاں یہ سن کر ڈر گیا اور چپکے سے سلطان سکندر لودھی کے پاس بھاگ گیا۔ بہجت خاں اور دوسرے تمام امیر سلطان محمود کی خدمت میں حاضر ہوئے اور سلطان محمود ہنسی خوشی اپنے پایہ تخت کو واپس آیا۔

سلطان محمود کی ستم کشی

میدنی رائے کا اقتدار بدستور قائم تھا اور سلطان محمود اس کے اشارے سے حسب معمول امیروں اور لشکر کے سرداروں پر ظلم کرتا تھا۔ تقریباً ہر روز کوئی نہ کوئی بے گناہ کسی ناکردہ جرم کی پاداش میں تلوار کے گھاٹ اتارا جاتا۔ آخر کار نوبت یہاں تک پہنچی کہ سلطان محمود تمام امیروں بلکہ تمام مسلمانوں سے نفرت کرنے لگا۔

ہندو نوازی

بادشاہ نے ان تمام مسلمان عمالوں کو جو سلطان غیاث الدین اور سلطان ناصر الدین کے وقت سے دیوانی کی خدمات بجالاتے رہے تھے معزول کر دیا اور ان کی جگہ میدنی رائے کے ہم مذہبوں اور رشتہ داروں کو مقرر کیا۔ بادشاہ کا یہ اقدام تمام امیروں کے لیے انتہائی مایوس کن تھا لہٰذا انہوں نے اپنے بال بچوں کو ساتھ لے کر ترک وطن کرنا شروع کر دیا۔

مسلم آزار حرکات

ایک وقت وہ تھا کہ شادی آباد مندو علم و فن کا گہوارہ تھا یہاں ایسے علماء اور فضلاء تھے کہ جنہیں بجا طور پر انتخاب روزگار کہا جا سکتا ہے لیکن سلطان محمود کی عاقبت نااندیشی کی وجہ سے یہ لوگ اس جگہ سے کوچ کر کے دوسرے مقامات پر چلے گئے اور یہ شہر پوری طرح ہندوؤں کے قبضے میں آ گیا۔ ہندوؤں کا اقتدار یہاں تک بڑھا کہ دربانی اور فیل بانی کی خدمت بھی انہیں کو سونپ دی گئی ہندوں نے موقع پا کر مسلمانوں کو خوب ذلیل و خوار کیا یہاں تک کہ مسلمانوں کی کنواری لڑکیوں کی عصمت دری کرنے لگے۔

marfat.com

Marfat.com

قلعہ مندو پر علی خاں کا قبضہ

علی خاں ایک پرانا امیر اور شہر کا حاکم تھا اس سے یہ مسلم آزار حرکتیں نہ دیکھی گئی لہٰذا اس نے بادشاہ کی مخالفت شروع کر دی ایک روز سلطان محمود خلجی ثانی شکار کے لیے شہر سے باہر گیا ہوا تھا علی خاں نے اس موقعے کو غنیمت سمجھا اور قلعہ مندو پر قبضہ کر لیا شہر کے وہ تمام لوگ جو راجپوتوں کے غلبے کی وجہ سے سخت پریشان تھے۔ انہوں نے علی خاں کا ساتھ دیا۔

علی خاں کا فرار اور قتل

سلطان محمود کو جب اس کی اطلاع ہوئی تو وہ جلد از جلد واپس آیا اور اس نے قلعے کا محاصرہ کر لیا بادشاہ نے محصورین کو طرح طرح کی تکلیفیں دیں علی خاں ان تکالیف کو برداشت نہ کر سکا اور اپنے ساتھیوں کے ہمراہ قلعے سے نیچے اتر کر فرار ہو گیا۔ بادشاہ قلعے میں داخل ہو گیا اور اس نے راجپوتوں کے ایک لشکر کو علی خاں کے تعاقب میں روانہ کیا۔ راجپوتوں نے علی خاں کو گرفتار کر کے تلوار کے گھاٹ اتار دیا۔

سلطان محمود کی پریشانی

اس واقعے کے بعد میدنی رائے کے اقتدار میں اور زیادہ اضافہ ہو گیا اور اس نے مالوہ کے تمام امیروں اور منصب داروں کو اپنا ہی خواہ بنا لیا۔ بادشاہ بارگاہ کے ملازمین بارگاہ میں صرف دو سو باقی رہ گئے اور باقی تمام ہندو تھے۔ سلطان محمود نے جب راجپوتوں کا یہ اقتدار دیکھا تو اس کی آنکھیں کھلیں اور وہ کچھ پریشان ہوا اور میدنی رائے کے اقتدار کو ختم کرنے اور راجپوتوں کے غلبے سے نجات پانے کی تدبیریں سوچنے لگا۔

میدنی رائے کی ملازمت سے برطرفی

اہل ہند کا یہ دستور ہے کہ جب وہ اپنے ملازمین یا مہمانوں کو رخصت کرتے ہیں انھیں پان پیش کرتے ہیں۔ سلطان محمود نے میدنی رائے سے چھٹکارا پانے کے لیے یہی انداز اختیار کیا۔ اس نے آرائش خاں کے ہاتھ میدنی رائے کو پان کا بیڑہ بھجوایا اور یہ پیغام دیا "میں تمہیں اپنی ملازمت سے علیحدہ کرتا ہوں لہٰذا تم میری مملکت سے باہر چلے جاؤ۔"

راجپوتوں کا پیغام بادشاہ کے نام

راجپوتوں نے اس کے جواب میں بادشاہ کو پیغام بھیجا کہ "ہم راجپوت سپاہی تعداد میں چالیس ہزار ہیں اور ہم سب نے ہر ممکن طریقے سے حضور کی خدمت کی ہے اور بڑی جانفشانی سے اپنے فرائض ادا کیے ہیں ہم نے کبھی کوئی ایسی حرکت نہیں کی جو حضور کے مزاج کے خلاف ہو آخر ہمارا قصور کیا ہے جو ہمیں اتنی بڑی سزا دی جا رہی ہے۔

میدنی رائے کی دور اندیشی

راجپوتوں نے آپس میں طے کیا کہ جس طرح بھی ہو سلطان محمود خلجی کو قتل کر دیا جائے اور اس کی برائے نام بادشاہت کو ختم کر کے حکومت اپنے ہاتھ میں لے لی جائے۔ میدنی رائے بہت ہی چال باز اور ہوشیار آدمی تھا اس کی دور رس نظریں مستقبل پر لگی ہوئی تھیں اس لیے اس نے راجپوتوں کو اس ارادے سے روکا اور کہا "ہمیں ایسا نہیں کرنا چاہیے ورنہ گجراتی ہم پر حملہ کر دے گا جس طرح بھی ہو ہمیں سلطان محمود کو خوش رکھنا چاہیے تاکہ اقتدار بدستور ہمارے ہاتھ میں رہے۔

میدنی رائے کی خطاؤں کی معافی

میدنی رائے سلطان محمود کی خدمت میں حاضر ہوا اور اپنی خطاؤں کی معافی طلب کی۔ بادشاہ نے مجبور ہو کر اس کو ان شرائط پر معاف

marfat.com

Marfat.com

کر دیا۔ ۱۔ ان تمام کاموں پر پہلے کی طرح مسلمانوں کو متعین کیا جائے جن پر اب تک راجپوت کام کرتے رہے ہیں۔ ۲۔ میدنی رائے ملکی مہمات میں کسی قسم کی مداخلت نہ کرے۔ ۳۔ تمام ہندو مسلمان عورتوں کو اپنے گھروں سے نکال دیں اور بے گناہ مسلمانوں پر ظلم کرنے سے باز آ جائیں۔

سالباہن کی مخالفانہ روش

میدنی رائے نے ان شرائط کو مان لیا اور سلطان محمود خلجی کو اپنی اطاعت و وفاداری کا یقین دلایا۔ سالباہن چوربیہ ایک صاحب اقتدار امیر تھا اس نے ان شرائط کو ماننے سے انکار کر دیا۔ اور بادشاہ کی اطاعت سے منحرف ہو کر حسب سابق برے کاموں میں مشغول رہا۔

بادشاہ کی بلند ہمتی

بادشاہ کو جب اس کا علم ہوا تو اس کو سخت غصہ آیا اور اس نے میدنی رائے اور سالباہن کو قتل کرنے کا ارادہ کر لیا۔ اگرچہ بادشاہ کے پاس صرف دو سو سوار تھے لیکن اس نے ہمت نہ ہاری اور اپنے چند معتمد سواروں کو یہ حکم دیا کہ جب بادشاہ شکار کے لیے جائے اور واپسی پر سالباہن اور میدنی رائے اپنے گھر کی طرف روانہ ہوں' تو انہیں قتل کر دیا جائے۔

سالباہن کا قتل

دوسرے روز قرارداد کے مطابق بادشاہ شکار پر روانہ ہوا میدنی رائے اور سالباہن اس کے ساتھ تھے۔ واپسی پر بادشاہ ان دونوں امیروں کو رخصت کر کے خود اپنے محل پر چلا گیا۔ منصوبے کے مطابق بادشاہ کے خاص آدمی ان دونوں امیروں کی گھات میں بیٹھے ہوئے تھے جب یہ دونوں جا رہے تھے تو پیچھے سے بادشاہ کے آدمیوں نے ان پر حملہ کر دیا۔ سالباہن تو اسی وقت واصل بہ جہنم ہوا۔ البتہ میدنی رائے صرف زخمی ہوا اسے اس کے ملازموں نے بچا لیا اور اس کے گھر پر لے آئے۔

راجپوتوں کا اشتعال

راجپوتوں کو جب اس حادثے کا علم ہوا تو وہ جوق در جوق میدنی رائے کے مکان پر جمع ہونے لگے۔ انہوں نے سمجھ لیا کہ یہ حادثہ بادشاہ کے اشارے سے عمل میں آیا لہٰذا انہوں نے میدنی رائے کو بتائے بغیر ہی جنگ کا ارادہ کر لیا اور شاہی دربار کی طرف روانہ ہوئے۔

راجپوتوں سے بادشاہ کی جنگ

سلطان محمود خلجی اگرچہ عقل کا کچا تھا لیکن بہادری اور جرات میں اپنی مثال آپ تھا اسے جب راجپوتوں کی آمد کی اطلاع ہوئی تو وہ چند مسلمان پیادوں اور سولہ سواروں کے ساتھ جذبہ شہادت سے سرشار ہو کر اپنے خلوت خانے سے باہر آیا اور کئی ہزار راجپوتوں سے جنگ کرنے میں مشغول ہو گیا۔

بادشاہ کی بہادری

ایک راجپوت سپاہی جو اپنی بہادری کی وجہ سے بہت مشہور تھا سب سے پہلے میدان میں آیا۔ اور اس نے بادشاہ پر تلوار کا وار کیا۔ بادشاہ نے بڑی پھرتی سے اس کے وار کو روکا اور حریف پر تلوار کا ایسا ہاتھ مارا کہ وہ وہیں دو ٹکڑے ہو گیا۔ اس کے بعد ایک دوسرا راجپوت بادشاہ کے مقابلے پر آیا اور حملہ آور ہوا۔ بادشاہ نے اس کے وار کو بھی روکا اور اس کا کام تمام کر دیا۔

راجپوتوں کو میدنی رائے کا مشورہ

راجپوتوں نے جب بادشاہ کو اس جرات اور دلاوری سے لڑتا دیکھا تو انہوں نے جنگ مغلوبہ کیے بغیر ہی واپسی کی ٹھان لی اور میدنی رائے کے مکان کے وسیع احاطے میں آ کر جمع ہو گئے۔ راجپوتوں نے دوبارہ فوج تیار کی اور میدنی رائے سے جنگ کی اجازت طلب کی

marfat.com
Marfat.com

اس موقع پر میدنی رائے نے کہا "سلطان محمود نے اگرچہ مجھے قتل کروانے کی کوشش کی' لیکن اس میں شک نہیں کہ وہ میرا آقا اور ولی نعمت ہے اور اس کا ہر فعل عین حق ہے۔ لہٰذا تم لوگ اس معاملے میں قطعاً مشتعل نہ ہو میری حمایت تمہیں ترک کر دینا چاہیے۔ بہتر یہی ہے کہ تم جنگ کا خیال دل سے نکال کر اپنے اپنے گھروں کو چلے جاؤ۔"

میدنی رائے کا پیغام بادشاہ کے نام

میدنی رائے کو اچھی طرح معلوم تھا کہ اگر سلطان محمود خلجی مارا گیا تو گجرات' خاندیش اور برار وغیرہ کے فرماں روا انتقام کے لیے اٹھ کھڑے ہوں گے۔ میدنی رائے نے ایک طرف تو راجپوتوں کو سمجھایا اور دوسری طرف سلطان محمود کو پیغام بھیجا "چونکہ میں نے اب تک حضور کی نمک حرامی نہ کی تھی اس لیے باوجود ان زخموں کے زندہ رہا اگر میری ہلاکت سے سلطنت کو کچھ فائدہ ہو سکتا ہے تو میں اپنی جان دینے کو تیار ہوں۔"

بادشاہ کا مصالحانہ جواب

سلطان محمود کو بخوبی علم تھا کہ میدنی رائے کو جو زخم آئے ہیں وہ ایسے کاری نہیں ہیں کہ وہ ہلاک ہو سکے۔ اس لیے اس نے بھی صلح و نرمی کی روش اختیار کی اور اسے پیغام بھیجا۔ "اب میں نے اچھی طرح جان لیا ہے کہ تو ہر طرح سے میرا خیر خواہ اور وفادار ہے تو نے اپنی نیک چلنی سے راجپوتوں کو فتنہ و فساد سے باز رکھا۔ خدا کا شکر ہے کہ سالباہن جو انتہائی مغرور اور بدمزاج انسان تھا مارا گیا۔ اب توقع ہے کہ تمام امور سلطنت اچھی طرح انجام پائیں گے اور کوئی ناخوشگوار واقعہ پیش نہ آئے گا۔

میدنی رائے کی احتیاطی تدابیر

اس کے بعد میدنی رائے نے ظاہری طور پر بادشاہ کی اطاعت و وفاداری کا دم بھرنا شروع کیا۔ وہ کبھی گذشتہ واقعات کے بارے میں ایک لفظ بھی اپنی زبان سے نہ نکالتا۔ جب بھی وہ بادشاہ کی خدمت میں حاضر ہوتا تو بطور احتیاط کے پانچ سو مسلح سپاہیوں کو اپنے ساتھ رکھتا تھا کیونکہ اسے یہ خطرہ تھا کہ نہ جانے کب کیا واقعہ پیش آ جائے۔

سلطان محمود گجرات میں

بادشاہ میدنی رائے کی اس حرکت سے اور زیادہ پریشان ہوا۔ ایک روز اس نے شکار کے بہانے سے راجپوتوں کو بہت ڈرایا بھگایا۔ اور پھر اسی رات کو اپنی پیاری رانی کنیا کے ساتھ ایک سوار اور چند پیادوں کو لے کر قلعے سے باہر نکلا اور گجرات کی سرحد کی طرف چلا گیا۔ گجراتی حکام سلطان محمود کے ساتھ بہت اچھی طرح پیش آئے اور اس کو بہت سی ضرورت کی چیزیں بطور تحفہ پیش کیں۔ ان حاکموں نے بعد ازاں سلطان مظفر گجرات کو سلطان محمود کی آمد سے مطلع کیا۔

سلطان مظفر اور سلطان محمود کی ملاقات

سلطان مظفر' سلطان محمود کی آمد سے بہت خوش ہوا اور اس نے قیصر خاں' تاج خاں قوام الملک اور دوسرے نامی گرامی امیروں کو فرماں روائے مالوہ کے استقبال کے لیے روانہ کیا۔ اور وہ تمام سامان (مثلاً عربی گھوڑے' چند ہاتھی' توش خانے کا سامان' سراپردہ سرخ وغیرہ) جو بادشاہوں کے لیے ضروری ہوتا ہے روانہ کیا۔ سلطان مظفر خود بھی چند منزل تک بادشاہ کے استقبال کے لیے آیا۔ دونوں بادشاہوں نے آپس میں ملاقات کی اور مجلس میں ایک ہی تخت پر بیٹھ کر بات چیت کی۔

سلطان محمود کی مدد کا وعدہ

سلطان مظفر' سلطان محمود سے بڑی اچھی طرح پیش آیا اور اس سے پرسش حالات کی۔ سلطان محمود نے گجراتی فرماں روا کو تمام حالات

marfat.com

Marfat.com

سے آگاہ نہ کیا اور اس مقصد سے لشکر کی فراہمی کے لیے کوشاں ہوا۔

سلطان مظفر گجراتی کی مالوہ پر لشکر کشی

۹۲۳ھ میں سلطان مظفر گجراتی' سلطان محمود خلجی کے ہمراہ مالوہ کی طرف روانہ ہوا۔ میدنی رائے کو جب ان دونوں بادشاہوں کی آمد کی اطلاع ہوئی تو اس نے قلعہ شادی آباد مندو کو اپنے بیٹے نتھو رائے کے سپرد کیا۔ اور بارہ ہزار سپاہیوں اور بے شمار پیادوں کو اس کے ساتھ رہنے دیا۔ میدنی رائے خود قلعہ دھار میں چلا آیا اور اس قلعے کے استحکام و مضبوطی کی کوشش کرنے لگا۔

میدنی رائے کا فرار

سلطان مظفر کا لشکر جب قریب پہنچا تو میدنی رائے سخت پریشان ہوا اس میں اتنی قوت نہ تھی کہ وہ اس عظیم الشان لشکر کا مقابلہ کرتا۔ اس نے اپنے لشکر کا ایک بڑا حصہ تو نتھو رائے کی مدد کے لیے روانہ کر دیا۔ اور خود رانا سنگا کے پاس جے پور چلا گیا۔

دھار کی فتح اور مندو کا محاصرہ

سلطان مظفر قلعہ دھار کے سامنے مقیم ہوا اور اس نے تھوڑی سی مدت میں اس قلعے کو فتح کر لیا۔ اس کے بعد مظفر گجراتی نے شادی آباد مندو میں داخل ہو کر قلعے کا محاصرہ کر لیا۔ اس نے اسیر کے حاکم عادل خاں کو بہت سے گجراتی امیروں کے ہمراہ رانا سنگا اور میدنی رائے کے مقابلے کے لیے روانہ کیا۔

قلعہ مندو کی فتح

جیسا کہ سلاطین گجرات کے تذکرے میں بیان کیا جا چکا ہے۔ ۹۲۴ھ میں سلطان مظفر گجراتی نے قلعہ مندو کو فتح کر لیا فتح کے روز نوے ہزار راجپوتوں کو تلوار کے گھاٹ اتارا گیا اس کے علاوہ بہت سے راجپوتوں نے جوہر کی رسم ادا کر کے اپنے آپ کو ہلاک کر لیا۔

قلعہ مندو سلطان محمود کی تحویل میں

سلطان محمود خلجی پیچھے رہ گیا تھا۔ وہ عین فتح کے وقت مندو میں پہنچا اور اس نے سلطان مظفر کو اس عظیم الشان کامیابی پر مبارک باد دی اور بڑے اشتیاق سے یہ سوال کیا۔ "اب میرے متعلق جناب کا کیا خیال ہے؟" سلطان مظفر نے بڑی منصف مزاجی کا ثبوت دیا اور کہا۔ "مالوہ کی حکومت تم کو مبارک ہو۔" اس کے بعد سلطان مظفر نے قلعہ سلطان محمود کے سپرد کر دیا اور خود اپنے لشکر میں آ گیا۔

سلطان مظفر دھار میں

سلطان مظفر میدنی رائے اور رانا سنگا کی سرزنش کے لیے مندو سے روانہ ہوا۔ بادشاہ جب دھار میں پہنچا تو جاسوسوں نے یہ اطلاع دی کہ "عادل خاں اور گجراتی امراء ابھی دیپالپور سے آگے بھی نہ بڑھے تھے کہ دشمنوں نے فتح کی خبر سن لی اور وہ چندیری کی طرف بھاگ گئے۔

سلطان مظفر کی مندو میں واپسی

ایک روز جب کہ سلطان مظفر دھار ہی میں تھا۔ سلطان محمود اس کے پاس آیا اور اسے ایک دن کے لیے مندو چلنے کی دعوت دی۔ سلطان مظفر نے اس دعوت کو قبول کیا اور اپنے لشکر کو اسی جگہ چھوڑ کر خود قلعہ مندو میں واپس آیا۔ محمود نے بڑے پرتپاک انداز سے مظفر گجراتی کا خیر مقدم کیا اور اس کے اعزاز میں ایک شاندار تقریب منعقد کی۔ بہت سے گراں قدر تحفے اس کی خدمت میں پیش کیے اور جب وہ رخصت ہونے لگا تو اس کو کچھ دور تک چھوڑنے گیا۔

marfat.com
Marfat.com

سلطان مظفر کی گجرات کو روانگی

سلطان مظفر گجراتی نے اپنے جاں باز اور مقتدر امیر آصف خاں گجراتی کو چند ہزار سواروں کے ہمراہ سلطان محمود کی مدد کے لیے مندو ہی میں چھوڑا اور خود اپنے وطن کی طرف روانہ ہوا۔

کاکرون پر محمود کا حملہ

چندیری اور کاکرون پر میدنی رائے کا قبضہ تھا اور قلعہ رائسین' بھیلسہ اور سارنگ پور سلہدی پوربیہ کی تحویل میں تھے۔ ان مقامات کو سلطان محمود خلجی نے اپنے قبضے میں کرنے کا ارادہ کیا سب سے پہلے اس نے قلعہ کاکرون پر حملہ کیا۔ میدنی رائے نے اس بار بھی رانا سنگا سے مدد طلب کی' رانا سنگا ایک لشکر جرار لے کر اس کی مدد کو آگیا۔

رانا سنگا کی تیاریاں

سلطان محمود سفر کی منزلیں طے کرتا ہوا دشمن کی جانب بڑھتا چلا گیا جب وہ رانا سنگا کے لشکر سے سات کوس کے فاصلے پر رہ گیا تو وہاں اس نے قیام کرنے کے ارادے سے اپنے خیمے لگا دیئے۔ رانا سنگا کو جب اس کی خبر پہنچی تو اس نے اپنے سرداران لشکر کو جمع کر کے ان سے کہا۔ "اس وقت ہمارا دشمن سفر کی تھکان سے چور ہے اس لیے بہتر یہی ہے کہ ہم فوراً اس پر حملہ کر دیں۔ تاکہ اسے تازہ دم ہونے اور اپنے لشکر کو منظم و مرتب کرنے کا موقع نہ ملے۔ تمام سرداران لشکر نے رانا سنگا کی اس رائے کی تائید کی اور جنگ کی تیاریاں شروع کر دیں۔

رانا سنگا' سلطان محمود کے مقابلے پر

رانا سنگا نے اپنا لشکر تیار کیا اور سلطان محمود خلجی سے جنگ کرنے کے لیے روانہ ہوا اور مسلمانوں کے لشکر کے قریب پہنچ گیا۔ سلطان محمود کو رانا سنگا کی آمد کی قطعاً اطلاع نہ تھی لیکن بعض امیروں کو اس کا علم ہو گیا۔ انہوں نے بادشاہ کو مطلع کیا بادشاہ نے دشمن سے جنگ کرنے کی ٹھان لی۔ اگرچہ آصف خاں گجراتی اور دوسرے امیروں نے بادشاہ کو سمجھایا کہ "آج کے دن جنگ کرنا مناسب نہیں ہے کیونکہ ہمارا لشکر غیر منظم ہے۔" لیکن کم عقل بادشاہ کی سمجھ میں یہ موٹی سی بات بھی نہ آئی اور اس نے دشمن سے جنگ کرنے کا مصمم ارادہ کر لیا۔

مالوی لشکر کی تباہی

فریقین میں جنگ شروع ہو گئی تھوڑی سی دیر میں سلطان محمود خلجی کے لشکر کا صفایا ہو گیا اور اس کی فوج کے بتیس نامی گرامی سردار ایک ایک کر کے مارے گئے۔ آصف خاں گجراتی بھی اس جنگ میں مع پانچ سو گجراتی سپاہیوں کے ہلاک کر دیا گیا۔ الغرض مالوی لشکر پر ایسی تباہی آئی کہ الامان و الحفیظ۔ سارے لشکر میں سے صرف گیارہ آدمی زندہ بچے۔ ایک سلطان محمود اور دس سوار' باقی سارا لشکر ہندوؤں کی تلوار کا نشانہ بن گیا یہ ایسی زبردست تباہی تھی کہ اس کی نظیر ملنا مشکل ہے۔

دشمن پر سلطان محمود کا حملہ

سلطان محمود نے دیکھا کہ اب اس کے سپاہیوں کی تعداد نہ ہونے کے برابر ہے لیکن پھر بھی اس نے ہمت نہ ہاری اور اس موقع پر لاجواب بہادری کا ثبوت دیا اور اپنے سواروں کو ساتھ لے کر دشمن پر حملہ کر دیا۔ دشمن کی تعداد پچاس ہزار تھی اور حملہ آور صرف گیارہ۔ اس تفاوت کے باوجود بادشاہ کی ہمت ہر لحظہ جوان ہوتی چلی گئی۔

marfat.com

Marfat.com

محمود کی عدیم المثال بہادری

سلطان محمود کے ساتھی تو فوراً ہی دشمن کے ہاتھوں مارے گئے لیکن سلطان اپنی بہادری کی وجہ سے دشمن کا مردانہ وار مقابلہ کرتا رہا۔ بادشاہ نے اپنے گھوڑے کو بڑھایا اور دشمن کی صفیں چیرتا ہوا آگے بڑھ گیا۔ اس نے بجلی کی سی رفتار کے ساتھ بے شمار راجپوتوں کو قتل کیا۔ راجپوت سلطان محمود کی بہادری پر عش عش کر اٹھے جب تک بادشاہ کے جسم میں طاقت رہی وہ لڑتا رہا۔ اس کے جسم پر بے شمار زخم آئے لیکن اس نے ان کی پروانہ کی اور برابر تیغ آزمائی کرتا رہا۔ آخرکار راجپوتوں نے اس کو گھیر کر گھوڑے سے نیچے گرا دیا وہ لوگ بادشاہ کی بہادری سے اس قدر متاثر ہوئے کہ اسے قتل نہ کیا اور زندہ گرفتار کر کے رانا سنگا کے پاس لے آئے۔

رانا سنگا کا سلطان محمود سے اچھا برتاؤ

راجپوت لشکریوں نے اپنے سردار اعلیٰ رانا سنگا سے سلطان محمود کی بے انتہا تعریف کی اور اس کی بہادری کو بہت سراہا۔ رانا نے بھی بادشاہ کی بڑی تعظیم کی اور اسے ایک مناسب جگہ پر بٹھا کر خود اس کے سامنے دست بستہ کھڑا ہوا۔ رانا سنگا نے بادشاہ کا علاج کروایا جب اس کے زخم مندمل ہو گئے تو اسے چھ ہزار راجپوتوں کے ہمراہ بہت ہی عزت سے شادی آباد مندو کی طرف روانہ کر دیا۔

مالوہ میں بدامنی اور انتشار

سلطان محمود خلجی اب تیسری بار مالوہ کے تخت پر بیٹھا اور اس نے حکومت کے انتظامات کی طرف توجہ کی۔ ان دنوں ملک میں سخت بدامنی اور انتشار پھیلا ہوا تھا اکثر شہروں پر باغی امیروں نے قبضہ کر رکھا تھا رعایا بہت نڈر اور بے خوف ہو گئی تھی اور بادشاہ کی وفاداری نہ کی جاتی تھی۔

امراء کی سرکشی

امراء کی بغاوت اور سرکشی اپنے شباب پر تھی۔ سکندر سیواجی نے بہت سے پرگنوں پر قبضہ کر کے اپنی مستقل حکومت قائم کر رکھی تھی۔ میدنی رائے چندیری کاکرون اور دوسرے بہت سے پرگنوں کا مالک بنا بیٹھا تھا اور بادشاہ کے خلاف مختلف حرکتیں کرتا رہتا تھا۔ اس طرح دوسرے امراء بھی من مانی کر رہے تھے' جس کی سمجھ میں جو آتا کرتا۔ جس علاقے پر جس کی نظر پڑتی اسی کو اپنے قبضے میں کر لیتا۔

زوال کے آثار

امراء کی بغاوت نے ملک میں جو بدامنی اور انتشار پیدا ہوا اس نے سلطنت کی بنیادوں کو متزلزل کر دیا اور زوال کے آثار جابجا نظر آنے لگے۔ اس صورت حال کا اصل سبب یہ تھا کہ سلطان محمود ثانی نے سلطان محمود اول کی طرح دور اندیشی اور معاملہ فہمی کو کبھی اپنا شعار نہ بنایا اور ہمیشہ ہر کام کو بہ نوک شمشیر پورا کرنے کی کوشش کی۔ ظاہر ہے کہ یہ طریق کار کسی طرح بھی مستحسن نہیں۔

سلطان محمود کا سلہدی پوربیہ پر حملہ

۹۲۶ھ میں سلطان محمود نے سلہدی پوربیہ کی سرزنش کا ارادہ کیا اور اس مقصد سے لشکر تیار کر کے روانہ ہوا۔ سلہدی پوربیہ نے ان گنت راجپوتوں کو اپنے گرد جمع کر لیا اور میدنی رائے سے بھی مدد طلب کر کے اپنے لشکر کی تعداد میں اضافہ کیا اور سارنگ پور میں بادشاہ سے لڑنے کے لئے مقیم ہوا۔

سلہدی پوربیہ کی شکست

فریقین میں جنگ شروع ہوئی پہلے تو راجپوتوں نے مسلمانوں کو شکست دی اور لوٹ مار میں مشغول ہو گئے۔ سلطان محمود اس شکست سے ہراساں نہ ہوا اور چٹان کی طرح اپنی جگہ پر کھڑا رہا۔ جب بادشاہ نے اچھی طرح اطمینان کر لیا کہ دشمن لوٹ مار میں مشغول ہے تو

marfat.com
Marfat.com

اس نے راجپوتوں پر بڑے زور شور سے حملہ کر دیا۔ سلدی کو شکست ہوئی اور وہ میدان جنگ سے فرار ہو گیا۔ بادشاہ نے سلدی کے چوبیس ہاتھی گرفتار کیے اور سارنگ پور کو اس کے قبضے سے نکال لیا۔ سلدی پوربیہ نے اپنی قدیم جاگیر پر قناعت کیا اور سلطان محمود کی اطاعت قبول کی۔ سلطان محمود نے اس امر کو خدا کی نعمت تصور کیا اور شادی آباد مندو میں واپس آ گیا۔

شہزادہ چاند خاں گجراتی مندو میں

۹۳۲ھ میں گجرات کی حکومت سلطان بہادر شاہ کے قبضے میں آئی تو شہزادہ چاند خاں بن مظفر شاہ گجراتی فرار ہو کر شادی آباد مندو میں آ گیا چونکہ سلطان محمود پر مظفر گجراتی کے بے شمار احسانات تھے اس لیے مرحوم گجراتی فرماں روا کے بیٹے چاند خاں کا شایان شان استقبال کیا اور اس سے بہت خلوص و محبت سے پیش آیا۔

رضی الملک گجراتی کی کوششیں

انہیں دنوں ایک مشہور و معروف گجراتی امیر سلطان بہادر شاہ گجراتی کے خوف سے ظہیر الدین بابر کے پاس چلا گیا۔ اس امیر نے سلطان بہادر کو معزول کر کے شہزادہ چاند خاں کو گجرات کے تخت پر بٹھانے کی کوششیں شروع کر دیں۔ اس مقصد سے وہ ایک بار آگرہ سے شادی آباد مندو میں بھی آیا اور اس نے شہزادہ چاند خاں سے مشورہ کیا اور پھر واپس گجرات چلا گیا۔

سلطان بہادر کا خط محمود کے نام

سلطان بہادر گجراتی کو اس واقعے کا علم ہو گیا۔ اس نے سلطان محمود کے نام اس مضمون کا ایک خط لکھا "آپ میں اور مجھ میں جو مخلصانہ تعلقات ہیں ان کا تقاضا ہے کہ آپ میرے دشمنوں کی سرپرستی نہ کریں۔ مجھے حیرت ہے کہ آپ نے رضی الملک جیسے نمک حرام کو کیونکر شادی آباد مندو میں آنے کی اجازت دی۔ نیز اسے شہزادہ چاند خاں سے سازباز کرنے کا موقع دیا مجھے امید ہے کہ آپ آئندہ اس سلسلے میں احتیاط برتیں گے تاکہ آپ کے اور میرے تعلقات ہمیشہ خوشگوار رہیں۔

بہادر گجراتی کی مالوہ پر حملے کی تیاریاں

اتفاق سے انہیں دنوں رضی الملک نے بابر کے امراء سے کچھ بات چیت کی اور دوبارہ شادی آباد مندو میں آ کر شہزادہ چاند خاں سے آ ملا۔ اس مرتبہ پھر سلطان بہادر کو پتہ چل گیا اسے بہت غصہ آیا۔ اب کی بار اس نے سلطان محمود سے کسی قسم کی کوئی شکایت نہ کی اور مالوہ پر لشکر کشی کرنے کی تیاریاں کرنے لگا۔ چونکہ مالوہ میں خلجی حکومت کے خاتمے کا وقت آ چکا تھا اس لیے سلطان محمود نے اپنی کم عقلی کی وجہ سے اس سلسلے میں کسی قسم کی تگ و دو نہ کی اور آنے والے فتنے کے تدارک کے لیے کچھ سوچ بچار نہ کی۔

بجے پور کے بعض پرگنوں پر لشکر کشی

اسی اثنا میں سلطان محمود خلجی کو رانا سنگا کے انتقال کی خبر ملی اور یہ معلوم ہوا کہ اس کی جگہ اس کا بیٹا رتنسی تخت نشین ہوا ہے۔ بادشاہ نے شرزہ خاں کو رتنسی پر لشکر کشی کرنے کے لیے روانہ کیا۔ شرزہ خاں نے بجے پور کے بعض پرگنوں پر حملہ کر کے انہیں تباہ و برباد کیا۔

محمود خلجی سارنگ پور میں

رتنسی کو سلطان بہادر گجراتی اور سلطان محمود خلجی کی ناراضگی کا علم ہو چکا تھا اور یہ بھی معلوم ہو چکا تھا اول الذکر اپنے ملک سے کوچ کر کے مالوہ کی طرف چل دیا ہے۔ رتنسی نے اپنا لشکر فراہم کیا اور وہ بھی مالوہ کی جانب روانہ ہو گیا۔ سلطان محمود نے سلطان بہادر گجراتی کے استقبال کا ارادہ کیا اور سارنگ پور پہنچ گیا۔ ان دنوں سکندر خاں میواتی کا انتقال ہو چکا تھا۔ محمود خلجی نے اس کے منہ بولے بیٹے معین خاں کو (جو حقیقت میں ایک روغن فروش کا بیٹا تھا) کو سیواس سے بلوایا، اسے مسند عالی کا خطاب اور سراپردہ سرخ (جو بادشاہوں کے لیے

marfat.com
Marfat.com

مخصوص ہوتا ہے) عطا کیا۔

محمود خلجی کی بہادر گجراتی سے شکایت

سلطان محمود نے سلہدی پوربیہ کو بھی بلوایا اور اس کی جاگیر میں چند پرگنوں کا اضافہ کیا۔ سلہدی پوربیہ کو بادشاہ کی نیت پر شک گزرا اور وہ معین خاں کو ساتھ لے کر رتنسی کے پاس چلا گیا۔ وہاں سے اس نے اپنے بیٹے بھوپت کو ساتھ لیا اور سلطان بہادر گجراتی کی خدمت میں حاضر ہو کر اس سے سلطان محمود خلجی کی شکایت کی۔

محمود خلجی کا پیغام بہادر گجراتی کے نام

سلطان محمود خلجی کو جب ان حالات کا علم ہوا تو وہ بہت پریشان ہوا اس نے دریا خاں لودھی کو سلطان بہادر گجراتی کی خدمت میں روانہ کیا اور یہ پیغام بھجوایا۔ "آپ کے خاندان کے مجھ پر بہت زیادہ احسانات ہیں چونکہ آپ اس طرف تشریف لا رہے ہیں اور اب مسافت بہت کم باقی رہ گئی ہے اس لیے میرا ارادہ ہے کہ آپ کی خدمت میں حاضر ہو کر سلطنت کی مبارک باد پیش کروں۔"

سلطان بہادر کی شرافت

سلطان بہادر نے جیسا کہ اس کے حالات میں لکھا جا چکا ہے اس پیغام کا نہایت ہی معقول اور مخلصانہ جواب دیا اور وہ دریائے کرخی کے کنارے فروکش ہو کر سلطان محمود کی آمد کا انتظار کرنے لگا۔ اس جگہ سے رتنسی تو اپنے مکان کو واپس چلا گیا البتہ سلہدی پوربیہ سلطان بہادر کی لشکر گاہ ہی میں ٹھہرا رہا۔

سلطان محمود کی کم عقلی کا ایک اور مظاہرہ

سلطان محمود کی کم عقلی نے ایک اور گل کھلایا اور اس نے سلطان بہادر سے ملاقات کرنے کا ارادہ ترک کر دیا اور سکندر خاں کے ملازموں کی سرزنش کا بہانہ کر کے سیواس کی طرف چلا گیا۔ راستے میں اس نے شکار کھیلنے کا ارادہ کیا اور اسی مشغولیت میں وہ گھوڑے سے گر پڑا۔ اس کا داہنا ہاتھ ٹوٹ گیا اس واقعے کو بادشاہ نے فال بد سمجھا اور اپنا ارادہ ترک کر کے قلعہ مندو میں واپس آ گیا اور قلعے کے استحکام کی طرف متوجہ ہوا۔

قلعہ مندو کا محاصرہ

سلطان بہادر گجراتی نے بھی سلطان محمود کا انتظار ترک کر دیا اور شادی آباد مندو کی طرف روانہ ہوا۔ سلطان محمود کے بہت سے ملازمین گجراتی فرماں روا سے آ کر ملتے رہے۔ یہاں تک کہ دھار کا حاکم شرزہ خاں بھی سلطان بہادر سے مل گیا۔ سلطان بہادر گجراتی نے مظفر آباد نعلچہ میں آ کر قلعہ کا محاصرہ کر لیا اور مورچل تقسیم کیے۔

دم واپسیں

سلطان محمود خلجی تین ہزار سپاہیوں کے ساتھ قلعے میں محصور ہو گیا۔ وہ ہر رات کو تمام مورچوں کا معائنہ کرتا اور سلطان غیاث الدین کے مدرسے میں آرام کرتا۔ جب بادشاہ کو اہل قلعہ کے باہمی نفاق کا علم ہو گیا تو وہ مدرسہ کی بجائے اپنے محلات میں رہنے لگا اور عیش و عشرت میں غرق ہو گیا۔ بعض دور اندیش اور معاملہ فہم لوگوں نے اشارتاً بادشاہ سے کہا کہ یہ موقع عیش و عشرت کا نہیں ہے۔ بادشاہ نے جواب دیا۔ "اب میرا آخری وقت آ پہنچا ہے اس لیے جو لمحہ بھی عیش و عشرت میں گزرے وہ غنیمت ہے۔"

قلعہ مندو پر بہادر گجراتی کا قبضہ

۹ شعبان ۹۳۷ھ کو صبح کو سلطان بہادر گجراتی نے قلعہ مندو کو فتح کر لیا اور شہزادہ چاند خاں جو تمام جھگڑے کی بنیاد تھا قلعے سے نکل کر

marfat.com

Marfat.com

دکن کی طرف بھاگ گیا۔ سلطان محمود خلجی نے تھوڑے سے لشکر کو ہمراہ لیا اور سلطان بہادر سے لڑائی کرنے کے لیے باہر نکلا لیکن اس میں گجراتی فرماں روا کا مقابلہ کرنے کی ہمت نہ ہوئی اور وہ واپس لوٹ آیا۔

محمود کا اپنے اہل و عیال کو قتل کرنے کا ارادہ

سلطان محمود اگر اس موقعے پر چاہتا تو قلعے سے نکل کر وسط مملکت میں جا سکتا تھا' لیکن اس کی کم عقلی نے اسے ایسا کرنے کی اجازت نہ دی۔ اس نے ایک ہزار سواروں کو ساتھ لیا اور اپنے بال بچوں کو قتل کرنے کے ارادے سے شاہی حرم کی طرف بڑھا۔ مگر کچھ لوگوں نے بادشاہ کو اس ارادے سے باز رکھا اور یہ کہا۔ سلطان بہادر گجراتی ایسا شخص نہیں ہے کہ آپ کے اہل و عیال کے ساتھ برا سلوک کرے اس لیے آپ اس خیال کو دل سے نکال دیں' اس وقت بہتر یہی ہے کہ ہم قلعہ سے باہر نکل کر لشکر فراہم کریں اور دشمن کی مدافعت کریں۔"

دونوں بادشاہوں کی ملاقات

بادشاہ اور اس کے ساتھیوں میں یہ بات چیت ہو ہی رہی تھی کہ سلطان بہادر گجراتی بھی اس طرف آ گیا۔ وہ لعل محل کے بام پر گیا اور وہاں سلطان محمود کو اپنی خدمت میں طلب کیا۔ محمود خلجی نے اپنے تمام ساتھیوں کو اسی جگہ چھوڑا اور خود سات سواروں کے ہمراہ سلطان بہادر گجراتی کے پاس آیا۔ گجراتی فرماں روا محمود سے بہت اچھی طرح پیش آیا' بغل گیر ہونے کے بعد اسے اپنے پاس بٹھایا۔

تغیر مزاج

اس کے بعد سلطان بہادر گجراتی نے اپنے حریف بادشاہ سے کچھ گفتگو بڑے سخت اور درشت لہجے میں کی۔ اس کے بعد وہ خاموش ہو گیا لیکن اس کے چہرے سے اندازہ ہوتا تھا کہ اس کا دل سخت مضطرب ہے اور وہ نہ جانے کیا کچھ کرنے کا ارادہ رکھتا ہے اس غصے پریشانی کے عالم میں سلطان بہادر گجراتی نے کہا۔ "میں تمام مالوی امیروں کو جان کی امان دیتا ہوں لہٰذا وہ سب اپنے اپنے گھروں کو چلے جائیں۔"

محمود خلجی کی گرفتاری

بعض کتابوں میں یہ بھی لکھا ہے کہ گفتگو میں سلطان محمود خلجی نے سختی اور درشتی سے کام لیا اور سلطان بہادر گجراتی جو اپنے حریف بادشاہ کو معاف کر دینے کا ارادہ رکھتا تھا اس سے مشتعل ہو گیا اس نے سلطان محمود کی گرفتاری کا حکم دے دیا۔ جمعہ کے روز شادی آباد مندو کی تمام مسجدوں میں سلطان بہادر گجراتی کے نام کا خطبہ پڑھا گیا۔ سلطان محمود کے پاؤں میں بیڑیاں ڈالی گئیں اور اسے مع اس کے ساتوں بیٹوں کے آصف خاں کے حوالے کیا گیا تاکہ ان کو قلعہ چینانیر میں نظربند کر دیا جائے۔

محمود خلجی کا قتل

راستے میں کول اور بھیل قوم کے دو ہزار افراد نے آصف خاں کے لشکر پر شب خون مارا۔ سلطان محمود اس وقت نماز سے فارغ ہو کر سونے کے لیے لیٹا ہی تھا کہ اس کے کانوں میں شور و غل کی آواز آئی۔ اس نے جلدی سے فرار ہونے کا ارادہ کیا اور اپنے پاؤں کی زنجیر کو توڑا۔ پاسبانوں کو اس کی اطلاع ہو گئی اور انہوں نے اس خیال سے کہ کہیں یہ شب خون سلطان محمود کے بہی خواہوں نے مارا ہو بادشاہ کو قتل کر دیا۔

سلطنت خلجیہ کا خاتمہ

صبح ہوئی تو آصف خاں نے سلطان محمود کو حوض دہور کے کنارے دفن کر دیا اور اس کے لڑکوں کو چینانیر لے جا کر قید کر دیا کچھ عرصے بعد اس خاندان کا سوائے محمد شاہ بن سلطان ناصر الدین کے (جو بابر بادشاہ کا ملازم تھا) کوئی وارث نہ رہا۔ الغرض اس طرح خلجی خاندان کی

marfat.com
Marfat.com

بادشاہت ختم ہو گئی اور مالوہ کی حکومت گجراتی فرماں رواؤں کے ہاتھ میں آ گئی۔

گجراتیوں نے ۹۴۱ھ تک مالوہ پر حکمرانی کی۔ اس کے بعد زمانے کے دستور کے مطابق یہ حکومت دست بدست منتقل ہوتی رہی یہاں تک کہ ۹۶۸ھ میں جلال الدین اکبر نے اس پر قبضہ کر لیا اور ہر شخص نے دنیا کی بے وفائی اور زمانے کے انقلاب کا نقشہ اپنی آنکھوں سے دیکھ لیا۔

سلاطین خلجیہ کے بعد مالوہ کی حالت

سلطان بہادر گجراتی کا غلبہ

بعض تاریخی کتابوں میں یہ امر پوری تحقیق کے بعد لکھا گیا ہے کہ سلطان محمود خلجی کے بعد مالوہ پر سلطان بہادر گجراتی کا مکمل قبضہ ہو گیا اور تمام مالوی امیروں نے گجراتی فرماں روا کی اطاعت قبول کر لی۔ بادشاہ نے بھی ان امیروں کو انعامات و اکرام سے نوازا اور انہیں ہر طرح سے اپنا بہی خواہ اور اطاعت گزار بنانے کی کوشش کی۔

سلہدی پوربیہ کا حشر

سلہدی پوربیہ، مالوہ کے امیروں میں پہلا شخص تھا جو سلطان بہادر گجراتی کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اس وجہ سے سلطان بہادر اس سے بہت خوش تھا لہٰذا اسے اجین سارنگ پور اور رائسین کے پرگنے عطا کیے لیکن سلطان بہادر اس امیر سے زیادہ خوش نہ رہ سکا جیسا کہ سلاطین گجرات کے حالات میں بیان کیا جا چکا ہے۔ سلہدی پوربیہ نے سلطان بہادر کے خوف سے قلعہ رائسین میں خودکشی کر لی اور اس کا بیٹا بھوپت فرار ہو گیا۔ اس واقعے کی تفصیل چونکہ پہلے بیان کی جا چکی ہے اس لیے اسے اس جگہ نظرانداز کیا جاتا ہے۔

سلطان بہادر کی جیپانیر کو واپسی

اس کے بعد سلطان بہادر گجراتی نے دریا خاں لودھی کو اجین کا حاکم بنایا۔ رائسین کی حکومت عالم خاں حاکم کالپی کے سپرد کی اور شادی آباد مندو پر اختیار خاں کو نامزد کیا۔ سلطان بہادر خود جیپانیر واپس آ گیا۔

مندو پر ہمایوں کا قبضہ

ان واقعات کے بعد نصیر الدین ہمایوں نے گجرات کو فتح کر لیا اور سلطان بہادر گجراتی بندر دیب کی طرف بھاگ گیا۔ اس کے بعد ہمایوں شادی آباد مندو میں بھی آیا اور یہاں اپنے نام کا خطبہ و سکہ جاری کیا۔ ہمایوں نے مندو کو اپنے معتمد امیروں کے سپرد کیا اور خود واپس آگرہ چلا گیا۔

marfat.com
Marfat.com

سلطان عبدالقادر

ملو خاں، نصیرالدین ہمایوں کا ایک خلجی غلام تھا اس نے اپنی محنت سے بہت اقتدار حاصل کر لیا- اس نے مالوہ میں اپنی خودمختار حکومت قائم کر لی اور اپنا نام سلطان عبدالقادر رکھا- اس نے بھیلسہ سے دریائے نربدہ تک کے علاقے پر قبضہ کر کے اپنے نام کا خطبہ و سکہ جاری کیا اور سلہدی پوربیہ کے بیٹوں بھوپت اور پورن مل نے قلعہ جے پور سے نکل کر رائسین پر قبضہ کر لیا- اور سلطان عبدالقادر کی اطاعت کر کے اس کی خدمت میں پیش کش روانہ کی-

شیر شاہ سوری کا پیغام عبدالقادر کے نام

کچھ ہی عرصے میں سلطان عبدالقادر کا اقتدار اس حد تک بڑھ گیا کہ شیر شاہ سوری نے اس زمانے میں جب کہ بنگالہ میں نصیرالدین ہمایوں سے اس کی معرکہ آرائی ہو رہی تھی- عبدالقادر کو یہ پیغام بھیجا "مغلیہ لشکر بنگالہ میں داخل ہو گیا ہے اس لیے تم آگرہ کی طرف توجہ کرو یا اس نواح میں اپنا لشکر بھیج کر کچھ فتنہ و فساد برپا کرو تاکہ مغل بے چین ہو کر آگرہ کی طرف واپس چلے جائیں اور میں بنگالہ میں اطمینان سے حکومت کر سکوں-"

عبدالقادر کی خفگی

یہ پیغام شیر شاہ سوری نے ایک فرمان کی صورت میں روانہ کیا تھا اور اس پر اپنی مہر بھی ثبت کی تھی- عبدالقادر نے جب اس فرمان کو دیکھا تو اسے بہت غصہ آیا- اس نے اپنے منشی کو حکم دیا کہ اس فرمان کے جواب میں فرمان ہی بھیجا جائے اور اس پر عبدالقادر کی مہر ثبت کی جائے اس موقعہ پر عبدالقادر کے ایک مقرب سیف خاں دہلوی نے اس سے کہا- شیر شاہ جون پور کا بادشاہ ہے اور اس کے پاس اس قدر لشکر موجود ہے کہ وہ بادشاہ دہلی کا مقابلہ کر سکتا ہے- اس لیے اگر اس نے آپ کے نام فرمان بھیجا تو اس میں غصے کی کوئی بات نہیں ہے-"

شیر شاہ کے نام جوابی فرمان

عبدالقادر نے اس کے جواب میں کہا- "اگر شیر شاہ بنگالہ جون پور کا بادشاہ ہے تو میں بھی مالوہ کا فرماں روا ہوں- جب وہ میرا ادب نہیں کرتا تو میں کیوں اس کا احترام کروں- الغرض عبدالقادر نے شیر شاہ کو جواب میں فرمان ہی بھجوایا- جب یہ فرمان شیر شاہ کو ملا تو اس کو بھی سخت غصہ آیا اور اس نے کہا کبھی موقع ملا تو عبدالقادر کو اس گستاخی کا مزہ چکھاؤں گا-"

شیر شاہ کا مالوہ کو فتح کرنے کا ارادہ

شیر شاہ سوری جب بادشاہ دہلی ہو گیا اور اس نے ہندوستان کو فتح کر لیا- ۹۴۹ھ میں اس نے مالوہ کو فتح کرنے کے ارادے سے کوچ کیا- جب شیر شاہ سارنگ پور کے قریب پہنچا تو سلطان عبدالقادر بہت پریشان ہوا اسے خوف تھا کہ کہیں شیر شاہ اس سے اس کی گستاخی کا انتقام نہ لے- اس موقعے پر سیف خاں دہلوی نے عبدالقادر کو یہ مشورہ دیا- "ہم شیر شاہ کے مقابلے کی ہمت قطعاً نہیں رکھتے لہٰذا اب یہی بہتر ہے کہ آپ جلد از جلد سارنگ پور پہنچ کر شیر شاہ سے ملاقات کریں-"

شیر شاہ سوری اور عبدالقادر کی ملاقات

سلطان عبدالقادر کو یہ مشورہ بہت پسند آیا اور اسی وقت روانہ ہو گیا- اور سارنگ پور پہنچ کر شیر شاہ کے دربار میں حاضر ہوا- شیر شاہ

marfat.com

Marfat.com

کے ملازموں نے اپنے آقا کو عبدالقادر کے آنے کی اطلاع دی۔ بادشاہ نے عبدالقادر کو اپنے حضور طلب کیا۔ شیر شاہ عبدالقادر سے نہایت مہربانی سے پیش آیا اور اس کو خلعت خاص سے نوازا۔ دوسرے روز شیر شاہ اجین کی طرف روانہ ہو گیا' اور اس نے شجاع خاں کو یہ تاکید کر دی کہ وہ عبدالقادر کے آرام اور آسائش کا خیال رکھے۔

شیر شاہ کا اجین پر قبضہ کرنے کا ارادہ

اجین پہنچ کر شیر شاہ نے اس مملکت پر قبضہ کرنے کا ارادہ کر لیا۔ عبدالقادر کو اس کی توقع نہ تھی شیر شاہ نے وقتی مصلحتوں کا خیال کر کے عبدالقادر کو لکھنوتی کی حکومت پر نامزد کیا اور اسے حکم دیا کہ وہ اپنے بیوی بچوں کو وہاں بھیج کر خود بادشاہ کی خدمت میں رہے۔

عبدالقادر کا سارنگ پور میں قیام

عبدالقادر نے جب سارا معاملہ دگرگوں دیکھا تو اس نے اپنے بال بچوں کو اجین سے بلا لیا اور ایک باغ میں جو قصبہ سارنگ پور اور لشکر گاہ کے درمیان واقع تھا مقیم ہو گیا۔ انہیں دنوں سکندر خاں میواتی کا منہ بولا بیٹا معین خاں بھی شیر شاہ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ شیر شاہ نے اسے سکندر خاں کا خطاب دیا اور عمدہ جاگیر سے نوازا۔

شیر شاہ کی رفاقت------ایک مہنگا سودا

ایک روز عبدالقادر اپنی قیام گاہ سے شیر شاہ کے دربار کی طرف جا رہا تھا کہ راستے میں اس نے دیکھا کہ مغل قوم کے بہت سے افراد جنہیں افغانیوں نے گرفتار کر رکھا تھا بیلداری اور گل کاری میں مشغول تھے۔ یہ لوگ ہمیشہ لشکر گاہ کے گرد خندق کھودنے کا کام کرتے رہتے تھے۔ جب عبدالقادر ان لوگوں کے قریب سے گزرا تو ایک مغل نے یہ مصرعہ باواز بلند پڑھا۔

"مرائی بیں بدیں احوال و فکر خویشتن می کن"

یہ مصرعہ سن کر عبدالقادر چوکنا ہو گیا اور فوراً اس کے ذہن میں یہ خیال آیا کہ اگر میں شیر شاہ کے ساتھ رہا تو وہ یقیناً گل کاری کا حکم دے گا۔

شیر شاہ کی معاملہ فہمی

عبدالقادر نے شیر شاہ سے علیحدہ ہونے کا ارادہ کر لیا اور فرار ہونے کے ذرائع پر غور کرنے لگا۔ شیر شاہ بہت ہی فہیم و دانشمند انسان تھا اس نے عبدالقادر کی نیت بھانپ لی اور شجاع خاں سے کہا "میں عبدالقادر کی مشتبہ حرکات سے پوری طرح باخبر ہوں۔ مجھے معلوم ہے کہ یہ میرے ساتھ وفاداری نہ کرے گا کیونکہ میرے بلائے بغیر ہی یہ میری خدمت میں حاضر ہوا ہے۔ میں فی الحال اسے سزا نہیں دینا چاہتا ورنہ یہ بھاگ جائے گا کچھ عرصے بعد اسے گرفتار کر کے معقول سزا دوں گا۔"

عبدالقادر کا فرار

ادھر عبدالقادر اپنی کوششوں میں پوری سرگرمی سے منہمک تھا۔ ایک روز اسے موقع مل گیا اور اس نے راہ فرار اختیار کی۔ شیر شاہ نے اپنے کچھ سپاہیوں کو عبدالقادر کا تعاقب کرنے کا حکم دیا۔ یہ سپاہی عبدالقادر کے پیچھے بھاگے' لیکن اس کی گرد کو بھی نہ پہنچ سکے۔ اور ناکام و نامراد واپس لوٹے۔ اس موقعے پر شیر شاہ نے فی البدیہہ یہ مصرعہ پڑھا۔

"باجاچہ کرد دیدی ملو غلام گیری"

اس مجلس میں شیخ جمال شاعر کا بیٹا شیخ عبدالحئی (جو بادشاہ کا مصاحب تھا) بھی موجود تھا اس نے فوراً دوسرا مصرعہ موزوں کر دیا۔

"قویست مصطفیٰ رالا خیر فی العبیدی"

marfat.com
Marfat.com

شجاع خاں

عبدالقادر کے فرار کے بعد شیر شاہ نے چند روز تک اجین میں قیام کیا اور مالوہ کو اپنے امیروں میں تقسیم کر دیا۔ اجین' سارنگ پور اور دوسرے کئی پرگنے شجاع خاں کی جاگیر میں دیے گئے اور اس کو اس مملکت کا سپہ سالار مقرر کیا۔ شیر شاہ خود رنتھنبور چلا گیا' اس نے اس خیال سے کہ کہیں سکندر خاں بھاگ نہ جائے اسے قید کر دیا۔

نصیر خاں کا شجاع پر حملہ

سکندر خاں کے بیٹے نصیر خاں کو جب اپنے باپ کی گرفتاری کا علم ہوا تو اس نے سیواس میں لشکر فراہم کرنا شروع کر دیا اور ایک بھاری جمعیت لے کر شجاع خاں سے جنگ کرنے کے لیے آیا۔ نصیر خاں نے اپنے ساتھیوں سے یہ کہا کہ "شجاع خاں کو زندہ گرفتار کرنا چاہیے تاکہ میں اسے اپنے باپ کے معاوضے میں اپنے پاس رکھوں اور اس طرح سکندر خاں کو دشمن کی قید سے رہائی دلاؤں۔"

معرکہ آرائی

فریقین میں جنگ شروع ہو گئی تو نصیر خاں اور اس کے بعض ساتھی کسی نہ کسی طرح شجاع خاں کے پاس پہنچ گئے اور اسے بالوں اور گریبان سے پکڑ کر اپنے لشکر کی طرف روانہ ہوئے۔ مبارک خاں شیروانی نے جب شجاع خاں کو اس حالت میں دیکھا تو وہ اس کے بچاؤ کے لیے آیا اور بہت بہادری سے جنگ کر کے شجاع خاں کو دشمن کے پنجے سے نکال لیا۔

اس لڑائی میں مبارک خاں کا ایک پاؤں کٹ گیا اور وہ کمزوری کی وجہ سے اپنے گھوڑے سے نیچے گر پڑا۔ نصیر خاں کے سپاہی فوراً اس کی طرف لپکے اور اسے قتل کرنا چاہا لیکن راجہ گوالیار نے عین موقع پر اس کو بچا لیا۔

نصیر خاں کو شکست

نصیر خاں نے اس معرکے میں بے پناہ جرات اور بہادری کا مظاہرہ کیا مگر قسمت نے اس کا ساتھ نہ دیا اور اپنے دشمن کے ہاتھوں شکست کا سامنا کرنا پڑا۔ نصیر خاں میدان جنگ سے فرار ہو کر کواندارہ میں پناہ گزیں ہوا۔ شجاع کے چہرے اور بازو پر پانچ چھ زخم آئے تھے اس کے بہی خواہ اسے اٹھا کر اپنی لشکر گاہ میں لے گئے۔

سلطان عبدالقادر کا دھار پر حملہ

شجاع خاں کے زخم ابھی اچھے بھی نہ ہوئے تھے کہ دھار کے جاگیردار حاجی خاں کا خط اس مضمون کا آیا۔ "سلطان عبدالقادر ایک زبردست لشکر لے کر میرے مقابلے پر آ گیا ہے اور آج کل ہی میں جنگ ہونے والی ہے" یہ خط ملتے ہی شجاع خاں اسی بیماری کی حالت میں پالکی میں سوار ہوا اور دھار کی طرف روانہ ہو گیا۔ رات کے آخری حصہ میں وہ ڈیڑھ سو سواروں کے ہمراہ دھار پہنچ گیا۔

عبدالقادر کی شکست

جس وقت شجاع خاں حاجی خان کی لشکر گاہ میں پہنچا تو حاجی خاں سو رہا تھا' شجاع نے اسے جگایا اور اس وقت جنگ کی تیاریاں شروع کر دیں۔ تھوڑی سی دیر میں جب لشکر تیار ہو گیا تو سلطان عبدالقادر پر حملہ کر دیا گیا۔ فریقین میں بڑی خونریزی ہوئی جس کے نتیجے میں عبدالقادر شکست کھا کر گجرات کی طرف بھاگ گیا۔ اس واقعے سے وہ ایسا تباہ حال ہوا کہ پھر اسے کبھی سر اٹھانے کی ہمت نہ ہوئی۔

marfat.com

Marfat.com

شجاع خاں کے اقتدار میں اضافہ

اس واقعے کے بعد شجاع خاں کی قوت اور شوکت میں روز بروز اضافہ ہوتا گیا۔ تمام مملکت مالوہ پر اس کا پرچم لہرانے لگا اور کوئی حریف باقی نہ رہا۔ انہیں دنوں کالنجر میں شیر شاہ سوری نے داعیٔ اجل کو لبیک کہا اور اس کی جگہ اس کا بیٹا سلیم شاہ تخت نشین ہوا۔

سلیم شاہ اور شجاع خاں کے تعلقات

سلیم شاہ' شجاع خاں کو سخت ناپسند کرتا تھا لیکن ظاہری طور پر وہ التفات و خلوص کا مظاہرہ کرتا تھا۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ شجاع خاں کا منہ بولا بیٹا دولت خاں' سلیم شاہ کے مقربین خاص میں شامل تھا۔ سلیم شاہ نے باوجود شجاع خاں سے نفرت کرنے کے اپنے باپ کی طرح مالوہ کی حکومت شجاع خاں کے ہاتھوں ہی میں رہنے دی۔

ایک شرابی کا واقعہ

ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ عثمان خاں نامی ایک شخص شراب پی کر شجاع خاں کے دیوان خانہ میں آگیا۔ عثمان نے اس قدر شراب چڑھا رکھی تھی کہ اس کے منہ سے لعاب گرتا جا رہا تھا اور دیوان خانے کا فرش خراب ہو رہا تھا' فراش نے عثمان کو ٹوکا۔ عثمان نے آؤ دیکھا نہ تاؤ فراش کے منہ پر بڑے زور سے ایک گھونسہ رسید کیا۔ شجاع خاں کو اس واقعے کی اطلاع ہوئی تو اس نے کہا۔ "عثمان خاں سے تین جرم سرزد ہوئے ہیں' اول یہ کہ اس نے شراب پی' دوسرے یہ کہ نشے کے عالم میں دیوان خانے میں آیا' تیسرے یہ کہ فراش کو مارا۔ اس لیے اس کی سزا یہی ہے کہ اس کے دونوں ہاتھ کاٹ دیئے جائیں۔"

سلیم شاہ سے شجاع کی شکایت

شجاع خاں کے حکم کی تعمیل کی گئی اور عثمان خاں کے دونوں ہاتھ کاٹ دیئے گئے۔ یہ عبرت ناک سزا پانے کے بعد عثمان خاں زندہ رہا اور سلطان سلیم شاہ کے پایہ تخت گوالیار پہنچا وہاں اس نے بادشاہ سے شکایت کی اور اسے تمام ماجرا سنایا۔ سلیم شاہ نے فریادی سے کہا۔ "جو سلوک شجاع خاں نے تجھ سے کیا ہے' تو بھی اس کے ساتھ یہی سلوک کر۔"

شجاع خاں پر حملہ

سلیم شاہ کا یہ جواب شجاع خاں کو برا معلوم ہوا اور اسے سخت غصہ آیا۔ اس غصے کے عالم میں اس نے سلیم شاہ کو برا بھلا بھی کہا۔ ایک روز شجاع خاں' سلیم شاہ کو سلام کرنے کے لیے قلعہ گوالیار کی جانب روانہ ہوا۔ جب اس کی پالکی دروازہ ہتیاپول کے قریب پہنچی تو اس نے عثمان خاں (شرابی) کو ایک دکان پر بیٹھے ہوئے دیکھا۔ عثمان نے اپنے آپ کو پرانی بکتر سے چھپا رکھا تھا۔ شجاع خاں نے عثمان کو تسلی دینے اور اس کا حال پوچھنے کا ارادہ کیا۔ اتنے میں عثمان بجلی کی سی تیزی کے ساتھ شجاع کی پالکی پر چڑھ آیا اور اس پر حملہ کر دیا۔ شجاع خاں کے محافظوں نے اسی وقت عثمان خاں کو پکڑ لیا اور قتل کر دیا۔

شجاع خاں کا زخمی ہونا

عثمان خاں کے جسم کو شجاع خاں کے محافظوں نے غور سے دیکھا تو معلوم ہوا کہ اس نے اپنا ایک ہاتھ لوہے کا بنوا رکھا ہے اور اسی مصنوعی ہاتھ سے اس نے شجاع خاں پر حملہ کیا تھا۔ اس کے بعد شجاع خاں بادشاہ سے ملے بغیر ہی اپنے گھر واپس آگیا۔ شجاع کے متعلقین نے اس کا لباس اتار کر دیکھا تو معلوم ہوا کہ عثمان خاں کے حملے سے شجاع کا ایک پہلو زخمی ہو گیا ہے۔ سب لوگوں نے اشاروں کنایوں میں سلیم شاہ کو برا بھلا کہا کیونکہ یہ حملہ اس کی ترغیب سے ہوا تھا۔

marfat.com
Marfat.com

پرسش حال

سلیم شاہ کو جب شجاع خاں کے زخمی ہونے کی خبر ملی تو اس نے اپنے امیروں اور اراکین دولت کو شجاع خاں کی پرسش حال کے لیے روانہ کیا اور خود بھی اس کی عیادت کے لیے اس کے مکان پر جانے کا ارادہ کیا لیکن شجاع خاں نے بادشاہ کو منع کر دیا۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ شجاع خاں کے ملازم اور مقربین سبھی عثمان خاں کے حملے کو سلیم شاہ کی درپردہ شہ کا نتیجہ سمجھتے تھے۔ اس لیے اس امر کا امکان تھا کہ اگر سلیم شاہ شجاع خاں کے گھر آتا تو ضرور کوئی نہ کوئی فساد پیدا ہو جاتا۔

شجاع کا پیغام' سلیم شاہ کے نام

شجاع خاں نے بادشاہ کے نام پیغام بھجوایا۔ "میں حضور کا خانہ زاد غلام ہوں' میں نے آپ کی خدمت کرنے میں کبھی کسی قسم کی کوتاہی نہیں کی اور نہ ہی کبھی اپنی زندگی اور موت کے بارے میں کچھ سوچا ہے۔ ساری دنیا جانتی ہے کہ میں نے صرف چھتیس سواروں کو ساتھ لے کر آپ کی سلطنت قائم کی ہے اور اگر اب بھی میں زندہ رہ گیا تو ایک نہ ایک دن آپ پر اپنی جان نثاری کر دوں گا۔ آپ غریب خانے پر تشریف لانے کی زحمت نہ کریں صحت کے بعد میں خود ہی حضور کی خدمت میں حاضر ہو جاؤں گا۔"

سلیم شاہ کا شجاع کے گھر جانا

شجاع خاں نے واقعی سلیم شاہ کی بہت خدمت کی تھی اور سلیم شاہ پر اس کے بہت زیادہ احسانات تھے۔ سلیم شاہ نے شجاع خاں کے پیغام اور امراء کی گفتگو سے جان لیا کہ اصل معاملہ کیا ہے اور شجاع خاں کسی وجہ سے اس سے ناراض ہے دوسرے روز بادشاہ شجاع کی عیادت کے لیے اس کے گھر گیا۔

بادشاہ کے قتل کی ناکام سازش

شجاع خاں کا ہم زلف فتح خاں اپنی جسمانی قوت اور پنجہ کشی کے لحاظ سے تمام لوگوں میں ممتاز و نمایاں حیثیت رکھتا تھا۔ اس نے جب یہ دیکھا کہ سلیم شاہ اکیلا ہی شجاع خاں کے سراپردہ میں داخل ہو گیا ہے تو اس نے بادشاہ کو ٹھکانے لگانے کا ارادہ کیا۔ اس نے اس معاملے میں شجاع خاں کے بیٹے بایزید کو جو باز بہادر کے نام سے مشہور تھا اپنے ساتھ شریک کر لیا۔ شجاع خاں کو اس کا پتہ چل گیا اس نے اسی وقت فتح خاں کو اس بہانے سے کہ وہ پیش کش کے گھوڑوں کو تیار رکھے باہر بھیج دیا اور اس طرح فتح خاں کی سازش ناکام ہو گئی۔

صاف گوئی

اس کے بعد شجاع خاں نے سلیم شاہ سے کہا۔ "آپ آئندہ کبھی میرے غریب خانے پر تشریف لانے کی زحمت گوارا نہ فرمائیں کیونکہ مجھے یہ خوف ہے کہ میرے مقربین کوئی ایسی ناشائستہ حرکت نہ کر بیٹھیں جس کے دور رس نتائج آپ کی سلطنت کے لیے نقصان دہ ہوں۔"

شجاع خاں کی سارنگ پور کو روانگی

اس واقعے کے چند روز بعد شجاع خاں نے غسل صحت کیا اور سلیم شاہ کی خدمت میں سلام کے لیے گیا۔ بادشاہ نے شجاع خاں کی بہت آؤ بھگت کی اور اسے طرح طرح کے انعام و اکرام سے نوازا۔ ایک سو گھوڑے اور ریشمی کپڑوں کی اتنی ہی گٹھڑیاں شجاع خاں کو بطور تحفہ دی گئیں۔ شجاع خاں نے محسوس کیا کہ بادشاہ کے اس خلوص کے پس پردہ نفرت کا جذبہ کار فرما ہے وہ کچھ دیر وہاں ٹھہرا اور پھر اٹھ کر اپنے مکان پر چلا آیا۔ اس نے اسی روز اپنے مقربین کو یہاں سے کوچ کی تیاری کا حکم دیا اور کہا کہ یہ جگہ بہت غلیظ ہو گئی ہے اس لیے یہاں رہنا مناسب نہیں۔ اس کے بعد شجاع خاں اپنے تمام سامان اور ملازمین کے ہمراہ سارنگ پور کی طرف روانہ ہو گیا۔

marfat.com

Marfat.com

شجاع خاں کا تعاقب

سلیم شاہ کو جب اس کی اطلاع ملی تو وہ بہت برہم ہوا' اس نے شجاع خاں کے اس اقدام کو گستاخی اور بے ادبی سمجھ کر اپنے لشکر کو اس کے تعاقب میں روانہ کیا اور پھر خود بھی اپنے لشکر کے پیچھے چل دیا۔ سارنگ پور پہنچ کر شجاع خاں نے لشکر جمع کرنا شروع کیا۔ جب اسے سلیم شاہ کی آمد کی اطلاع ہوئی تو اس نے اپنی قیام گاہ بدل دینے کا ارادہ کیا۔ بعض لوگوں نے اسے سلیم شاہ سے جنگ کرنے کا مشورہ دیا۔ اس کے جواب میں شجاع خاں نے کہا۔ "سلیم شاہ میرے آقا کا بیٹا ہے میں کسی طرح بھی اس سے جنگ کرنے کی ہمت نہیں کر سکتا۔ اس کے باپ کے مجھ پر بہت احسانات ہیں۔ میں اس قسم کا کوئی مشورہ سننے کے لئے تیار نہیں ہوں لہٰذا آئندہ مجھ سے ایسی بات نہ کی جائے۔

شجاع کی بانسوالہ کو روانگی

شجاع خاں شہر سے باہر آگیا۔ پہلے تو اس نے اپنے اہل و عیال کو روانہ کیا پھر خود بھی بانسوالہ کی طرف چل دیا۔ سلیم شاہ نے مالوہ پر قبضہ کر لیا۔ اس نے عیسیٰ خاں سوری کو دو ہزار سواروں اور بیس ہاتھیوں کے ساتھ اجین کی حکومت پر نامزد کیا اور خود گوالیار میں آیا۔

شجاع کی معافی اور بحالی

شجاع خاں کے پاس لشکر بھی تھا اور اقتدار بھی۔ وہ چاہتا تو بہت کچھ کر سکتا تھا' مگر اس نے اپنی وضع داری کا خیال کیا' اور مملکت مالوہ کو کسی قسم کا نقصان نہ پہنچایا اسی دوران میں دولت خاں نے سلیم شاہ سے شجاع خاں کی سفارش کی اور اس کی خطا معاف کرنے کے لئے کہا۔ سلیم شاہ نے دولت خان کی درخواست منظور کی' شجاع خاں' سلیم شاہ کی خدمت میں حاضر ہوا اور بادشاہ نے اسے معاف کر دیا۔ بادشاہ نے شجاع کو ایک سو گھوڑے اور بے شمار ریشمی کپڑے عنایت کیے' رائسین' سارنگ پور' اور بعض دوسرے پرگنے اس کی جاگیر میں دیئے اور اسے مالوہ کا سپہ سالار مقرر کر کے مالوہ جانے کی اجازت دی۔

سلیم شاہ کا انتقال

انہیں دنوں سلیم شاہ سوری نے اپنی طبعی اجل سے اپنی جان جان آفرین کے سپرد کی اور حکومت مبارز خاں عدلی کے ہاتھ آئی۔ عدلی نے اپنے بزرگوں کی پیروی کی اور شجاع خاں کو مالوہ کی حکومت پر بحال رکھا۔

مملکت کی تقسیم

شجاع خاں نے مملکت مالوہ کو اپنے بیٹوں اور بہی خواہوں میں اس طرح تقسیم کیا کہ اجین اور نواحی کی حکومت دولت خاں کو دی۔ اپنے چھوٹے بیٹے ملک مصطفیٰ کو رائسین اور بھیلسہ کا حاکم بنایا اور خود سارنگ پور میں مقیم ہوا۔ سالہا سال تک وہ اسی طرح ہنسی خوشی دن بسر کرتا رہا۔

بادشاہت کے خواب

جس زمانے میں دہلی کی سلطنت میں انتشار پیدا ہوا اور چاروں طرف بدامنی کا دور دورہ ہوا تو ہر شخص خود مختاری اور بادشاہت کے خواب دیکھنے لگا۔ شجاع خاں نے بھی موقع سے فائدہ اٹھا کر مالوہ میں اپنے نام کا خطبہ و سکہ جاری کرنا چاہا' لیکن موت کے ظالم ہاتھوں نے اسے مہلت نہ دی۔

وفات

۹۶۲ھ میں شجاع خان نے داعی اجل کو لبیک کہا۔ اس نے بارہ سال تک مالوہ پر حکومت کی۔ اجین کے قریب شجاول پور نام کا قصبہ اسی کا آباد کیا ہوا ہے۔ مالوہ میں اس قصبہ کے علاوہ شجاع خاں کے اور بھی بہت سے آثار ہیں۔

شجاع خاں کے بعد اس کا بیٹا بایزید' باز بہادر' کے نام سے اپنے باپ کا جانشین ہوا۔

marfat.com

Marfat.com

باز بہادر

دولت خان سے جنگ اور صلح

شجاع خاں کی وفات کے بعد اس کا بڑا بیٹا بایزید ہندویہ سے سارنگ پور آیا اور اس نے اپنے باپ کے تخت پر قبضہ کر لیا۔ دولت خاں جو سلطان سلیم شاہ کے دربار کا ایک معزز امیر تھا۔ اس نے بایزید کو ناپسندیدگی کی نظر سے دیکھا اور جنگ کا ارادہ کیا۔ مالوہ کے سارے لشکر نے دولت خاں کا ساتھ دیا۔ بایزید نے اس جھگڑے کو ختم کرنے کے لئے اپنی والدہ کو معزز امراء کی ایک جماعت کے ساتھ دولت خاں کے پاس بھیجا اور یہ طے پایا کہ اجین' مندو اور بعض دوسرے علاقوں پر دولت خاں قابض ہو جائے' سارنگ پور' سیواس سروہی' براہمہ اور بھلوارہ وغیرہ ملک بایزید کے قبضے میں رہیں' رائسین اور بھیلسہ وغیرہ ملک مصطفیٰ کی جاگیر میں دیئے جائیں۔

دولت خاں کا قتل

اس صلح کے بعد بایزید نے ایک نہایت ہی مکارانہ چال چلی اور اجین کی طرف روانہ ہو گیا۔ اس نے سب میں تو یہی مشہور کیا کہ وہ دولت خاں کے پاس شجاع خاں کی تعزیت کے لئے جا رہا ہے' لیکن اصل معاملہ کچھ اور ہی تھا وہ دولت خاں کو قتل کر کے اس کے پرگنوں اور علاقوں پر بھی قبضہ کرنا چاہتا تھا۔ دولت خاں کو بایزید کی مکاری کا علم نہ ہوا اور وہ بے خبری اور غفلت کے عالم میں اس کے ہاتھوں مارا گیا۔ ملک بایزید نے دولت خاں کا سر علیحدہ کر کے سارنگ پور روانہ کیا جو شہر کے دروازے پر لٹکا دیا گیا۔ اس کے بعد بایزید مالوہ کے بیشتر حصوں پر قابض ہو گیا۔

بادشاہت

۹۶۳ھ میں ملک بایزید نے چتر شاہی اپنے سر پر سایہ فگن کیا اور ملک میں اپنے نام کا خطبہ جاری کیا۔ اس نے اپنا نام بدل کر "باز بہادر" رکھ لیا اپنے علاقوں کے انتظام کے بعد باز بہادر نے رائسین کی طرف نظریں ڈالیں۔ اس کے چھوٹے بھائی ملک مصطفیٰ نے جو اس علاقے کا جاگیردار تھا' باز بہادر کا مقابلہ کیا۔

رائسین اور بھیلسہ پر قبضہ

دونوں بھائیوں میں زبردست جنگ چھڑ گئی اگرچہ مصطفیٰ بہت ہی دلیر اور جان باز نوجوان تھا لیکن متعدد معرکہ آرائیوں کی وجہ سے وہ ہمت ہار بیٹھا۔ مصطفیٰ کو شکست ہوئی اور اس طرح رائسین اور بھیلسہ پر باز بہادر کا قبضہ ہو گیا۔

کدوالہ کی فتح

اس کے بعد باز بہادر نے کدوالہ کو فتح کرنے کا ارادہ کیا۔ باز بہادر کے کئی فوجی سردار اس کے ساتھ بے ادبی سے پیش آیا کرتے تھے۔ باز بہادر نے ان سب کو گرفتار کر کے کنوئیں میں پھینکوا دیا اس طرح یہ لوگ اپنی موت آپ مر گئے۔ حریف سے دیر تک جنگ کرنے کے بعد باز بہادر نے کدوالہ کو فتح کر لیا۔ اسی زمانے میں دوران جنگ باز بہادر کے خالو فتح خاں کو ایک گولہ لگا اور وہ مر گیا۔ باز بہادر نے فتح خاں کی جگہ اس کے بیٹے کو نامزد کیا اور واپس سارنگ پور آیا۔

رانی درگاوتی سے جنگ

کچھ دنوں کے بعد باز بہادر نے راجہ کھنبکہ کے ساتھ جنگ کرنے کا ارادہ کیا اور لشکر کو مرتب کر کے روانہ ہو گیا۔ جب باز بہادر وہاں

marfat.com

Marfat.com

پہنچا تو رانی درگاوتی نے (جس نے اپنے شوہر کے انتقال کے بعد عنان حکومت اپنے ہاتھ میں لے رکھی تھی) گونڈوں کو جمع کیا اور گھاٹی پر باز بہادر کا مقابلہ کیا۔ رانی کے پیادے تعداد میں بہت زیادہ تھے' ان پیادوں نے باز بہادر کی فوج کو چاروں طرف سے گھیر لیا۔

باز بہادر کی شکست

باز بہادر اس صورت حال سے سخت پریشان ہوا اور میدان جنگ سے بھاگ نکلا۔ اس کے لشکر کا ایک حصہ اس لڑائی میں مارا گیا۔ باز بہادر بڑی مشکلوں سے سفر کی منزلیں طے کرتا ہوا سارنگ پور پہنچا۔ اس نے اپنی شکست کا بدلہ لینے کی طرف مطلق دھیان نہ دیا اور اپنی تھکن دور کرنے کے لئے عیش و عشرت میں مشغول ہو گیا۔

موسیقی سے دلچسپی

باز بہادر کو فن موسیقی سے بے انتہا دلچسپی تھی' اس نے بہت سی گانے والی عورتوں کو اپنے گرد جمع کر رکھا تھا۔ اس دلچسپی کی وجہ باز بہادر امور سلطنت سے بالکل بیگانہ ہو گیا اور اس کا تمام وقت موسیقی کے شغل میں ہی گزرنے لگا۔

روپ متی سے عشق

ایک گانے والی عورت جس کا نام روپ متی تھا باز بہادر کی نظروں میں سما گئی۔ اس عورت نے اپنے حسن اور موسیقی میں کمال کی وجہ سے باز بہادر کے دل کو لبھا لیا۔ باز بہادر کو اس عورت سے بے پناہ محبت تھی' روپ متی بھی اپنے عاشق سے سچی محبت کرتی تھی' نتیجہ یہ ہوا کہ دونوں ایک دوسرے سے ایک لمحے کے لئے بھی جدا نہ ہوتے تھے ان دونوں کے عشق کی سارے ہندوستان میں شہرت پھیل گئی۔

مالوہ پر اکبر کی نظریں

باز بہادر جب امور سلطنت سے بیگانہ ہوا تو مالوہ کے لشکر میں بھی کچھ ترتیب و تنظیم باقی نہ رہی۔ اس کی خبر جب جلال الدین اکبر کو ملی تو اس نے مالوہ کو فتح کرنے کی ٹھان لی۔ اکبر نے ۹۶۸ھ میں اپنے امیروں کی ایک جماعت کو ادھم خاں کی نگرانی میں مالوہ فتح کرنے کے لئے روانہ کیا۔

مغل فوج مالوہ میں

باز بہادر تو عشق و عاشقی اور موسیقی کے اشغال میں اس قدر گم تھا کہ اسے کچھ معلوم ہی نہ ہوا کہ اکبر بادشاہ کے کیا ارادے ہیں۔ اس کی آنکھیں تو اس وقت کھلیں کہ جب مغلوں کا لشکر مالوہ پہنچ چکا تھا۔ باز بہادر نے جلدی جلدی جو کچھ ہو سکتا تھا کیا۔ بے سروسامان لشکر کو فراہم کیا اور عورتوں کی صحبت سے اٹھ کر انتہائی بے سروسامانی کی حالت میں دشمن کی طرف روانہ ہوا جو سارنگ پور سے ایک کوس کے فاصلے پر تھا۔

باز بہادر کا فرار

باز بہادر نے جنگ کا ارادہ تو کر لیا' لیکن طاقت ور حریف کے سامنے ٹھہرنا کوئی معمولی بات نہ تھی۔ وہ مغلوں کے حملے کی تاب نہ لا سکا اور مالوہ کے ایک انتہائی دور دراز گوشے میں چلا گیا۔ باز بہادر کی زندگی بھر کا سرمایہ یہی گانے بجانے والی عورتیں تھیں جنہیں ہندوؤں کی اصطلاح میں پاتر کہا جاتا ہے۔ باز بہادر نے اپنے آدمیوں کے ایک گروہ کو اس کام پر متعین کیا تھا کہ اگر اسے مغلوں کے مقابلے پر شکست ہو جائے تو ان گانے والیوں کو فوراً قتل کر دیا جائے۔

گانے والیوں کا حشر

جب باز بہادر کو شکست ہو گئی تو مقررہ آدمیوں نے اپنے آقا کے حسب ہدایت ان گانے والیوں پر تلواریں اٹھائیں۔ ان قاتلوں نے

marfat.com
Marfat.com

روپ متی اور دوسری گانے والیوں کو پریشانی کے عالم میں زخمی کیا۔ چونکہ ان عورتوں نے روپ متی اور اس کی سہیلیوں کا حشر دیکھ لیا تھا اس لئے وہ قاتلوں سے ڈر کر ادھر ادھر بھاگ گئیں۔ قاتلوں کو اتنی فرصت کہاں تھی وہ یہ تحقیق کرتے کہ کون عورت زندہ ہے اور کون قتل ہوئی۔ جو عورتیں زندہ تھیں وہ ایک ٹولی کی صورت میں باز بہادر کے پیچھے پیچھے روانہ ہو گئیں۔

روپ متی کی تلاش

مغل سپہ سالار ادھم خاں شہر میں داخل ہوا تو اس نے تمام مفرور عورتوں کو اپنی تحویل میں لے لیا اور ان سے پوچھا کہ روپ متی کہاں ہے؟ ان عورتوں نے بتایا کہ روپ متی فلاں محل میں اپنی سہیلیوں کے ساتھ قتل کر دی گئی ہے۔ ادھم خاں نے اس بیان کی تصدیق کے لئے چند آدمیوں کو روپ متی کے محل میں بھیجا۔ ان آدمیوں نے جاکر دیکھا تو انہیں معلوم ہوا کہ روپ متی اور اس کی سہیلیاں زخمی ہو گئی ہیں اور تاحال زندہ ہیں۔

ادھم خاں کا پیغام روپ متی کے نام

ادھم خاں کو جب یہ خبر ملی تو وہ بہت خوش ہوا اس نے بہت پہلے سے روپ متی کا نام سن رکھا تھا اور اسی وجہ سے وہ اس میں دلچسپی لے رہا تھا۔ ادھم خاں نے روپ متی کو سبز باغ دکھایا اور اسے پیغام دیا۔ "تم اچھی طرح اپنا علاج کرواؤ جب تم کو کامل صحت ہو جائے گی تو میں تمہیں باز بہادر کے پاس پہنچا دوں گا۔"

روپ متی کی صحت یابی

یہ مژدہ جاں فزا سن کر روپ متی کی جان میں جان آگئی اور اس نے ادھم خاں کا شکریہ ادا کیا۔ اس کے بعد روپ متی اپنی صحت کی طرف متوجہ ہوئی اور اس نے نہایت تندہی سے اپنا علاج کروایا۔ جب اس کے زخم اچھے ہو گئے تو روپ متی نے ادھم خاں کو مطلع کیا کہ میں اب خدا کے فضل و کرم سے صحت یاب ہو گئی ہوں۔ لہٰذا آپ اپنا وعدہ پورا کیجئے اور مجھے باز بہادر کے پاس بھجوا دیجئے میں آپ کا احسان زندگی بھر نہ بھولوں گی اور تا عمر دعا گو رہوں گی۔

ہوس کو ہے نشاط کار کیا کیا

ادھم خاں کے سر پر تو ہوس کا بھوت سوار تھا اس نے وعدہ ہی کون سے سچے دل سے کیا تھا جو اب ایفاء کرتا۔ اس نے روپ متی کو یہ جواب بجھوایا۔ "باز بہادر بادشاہ کا باغی ہے اگر وہ اطاعت گذاری کرتا اور شاہی بارگاہ میں حاضر ہو کر اپنی خطاؤں کی معافی مانگتا تو میں فوراً تجھ کو اس کے پاس بھجوا دیتا' لیکن اب معاملہ دوسرا ہے' اگر اس وقت میں نے بادشاہ کی اجازت کے بغیر تجھے باز بہادر کے پاس روانہ کر دیا تو بادشاہ مجھ سے ناراض ہو گا اور پھر مجھ پر شاہی عتاب نازل ہو گا۔"

پیت کی ماری روپ متی

اس کے بعد ادھم خاں نے اپنے ایک راز دار مقرب کو روپ متی کے پاس آدھی رات کے وقت بھیجا اور ملاقات کی خواہش ظاہر کی۔ روپ متی بڑی ذہین عورت تھی وہ فوراً ادھم خاں کی نیت کو بھانپ گئی اور اس نے سوچا کہ اگر اس نے ادھم خاں سے ملنے سے انکار کیا تو وہ زبردستی تصرف میں لائے گا اور اگر اقرار کیا تو اس سے عشق کی آبرو جائے گی۔ روپ متی باز بہادر کو دل و جان سے چاہتی تھی اور اس سے وعدہ کر چکی تھی کہ وہ زندگی بھر کسی دوسرے سے کوئی تعلق پیدا نہ کرے گی اور کسی اور سے محبت نہ کرے گی۔

ادھم خاں کو روپ متی کا جواب

بہت سوچ بچار کے بعد روپ متی نے یہ فیصلہ کیا کہ کوئی ایسی ترکیب کرنی چاہئے کہ سانپ بھی مرے اور لاٹھی بھی نہ ٹوٹے یہ سوچ

marfat.com

Marfat.com

کر اس نے ادھم خاں کے قاصد سے کہا میں تو ادھم خاں کی کنیز ہوں۔ وہ جو کہیں میں کرنے کو تیار ہوں۔ ان کے پاس جانے میں مجھے کوئی اعتراض نہیں ہے' لیکن وہ اگر خود یہاں تشریف لے آئیں تو یہ امر میری عزت افزائی کا باعث ہو گا۔"

ادھم خاں روپ متی کے مکان پر

ادھم خاں کا قاصد یہ جواب پا کر اپنے آقا کے پاس واپس آیا اور اسے روپ متی کا جواب سنایا۔ یہ سن کر ادھم خاں جو ایک ہوس کار نوجوان تھا بہت خوش ہوا اور روپ متی سے ملاقات کرنے کی تیاریاں کرنے لگا۔ ادھم خاں کو یہ خوف تھا کہ اس کی اس حرکت کا کہیں بادشاہ کو علم نہ ہو جائے لہٰذا وہ اپنا حلیہ بدل کر صرف دو تین ساتھیوں کے ہمراہ روپ متی کے مکان پر پہنچا۔

عشق و ہوس کا فرق

ادھم خاں نے کنیزوں سے دریافت کیا کہ روپ متی کہاں ہے' جواب ملا کہ وہ سو رہی ہے۔ ادھم خاں اس کے پلنگ کے قریب گیا اور چادر کو اس کے منہ سے ہٹایا۔ اس وقت روپ متی ان گنت خوشبوؤں میں بسی ہوئی تھی۔ اس کے گلے میں پھولوں کے ہار تھے اور وہ بڑی تمکنت سے بستر خواب پر دراز تھی۔ ادھم خاں نے روپ متی کے جسم کو غور سے دیکھا تو معلوم ہوا کہ اس کا جسم بے جان ہے۔

کشتہ عشق

روپ متی کو اس حالت میں دیکھ کر ادھم سخت حیران ہوا اور اس نے خدمت گاروں سے اس بارے میں استفسار کیا ملازموں نے بتایا آپ کا قاصد روپ متی کو بلانے کے لئے آیا تو اس نے جواب دے کر قاصد کو رخصت کر دیا۔ بعد ازاں وہ باز بہادر کو یاد کر کے روتی رہی اور اسی رنج و الم کی حالت میں اس نے کافور اور روغن کنجد کھا لیا۔ جب اس کی حالت بگڑنے لگی تو وہ پلنگ پر جا لیٹی اور اب وہ جیسی ہے آپ کے سامنے پڑی ہے۔"

ادھم خاں کی معزولی

یہ سن کر ادھم خاں روپ متی کے عشق صادق اور ایفائے عہد سے سخت متاثر ہوا اور مرحومہ کی ہمت پر آفرین کہا' اسی دوران میں ادھم خاں معزول کر دیا گیا اور اس کی جگہ پیر محمد خاں شیروانی کو مالوہ کی حکومت پر مقرر کیا گیا۔

باز بہادر کے استیصال کی کوشش

۹۶۹ھ میں پیر محمد خاں شیروانی نے باز بہادر کے استیصال کے لئے جو سرحد مالوہ میں مقیم تھا لشکر کشی کی۔ باز بہادر نے حاکم برار تفال خاں اور والی برہان پور میراں مبارک فاروقی سے مدد طلب کی ان دونوں فرماں رواؤں نے باز بہادر کی درخواست منظور کی اور اس کی مدد کے لئے لشکر فراہم کرنے میں مصروف ہوئے۔

مالوی' براری اور برہان پوری فرماں رواؤں کا اتحاد

پیر محمد خاں شیروانی کو باز بہادر میراں مبارک شاہ فاروقی اور تفال خاں کی باہمی مشورت کا علم ہو گیا اور اس نے مملکت میں تباہی و بربادی کا بازار گرم کیا۔ اس نے برہان پور پہنچ کر بھی اسی قسم کا ہنگامہ بپا کیا۔ اسی دوران میں متذکرہ بالا تینوں فرماں رواؤں نے پیر محمد شیروانی کے دفعیے پر کمر باندھی اور اپنے زبردست لشکروں کو لے کر روانہ ہوئے۔

مالوہ سے مغلوں کا اخراج

پیر محمد ان تینوں کی مجموعی قوت سے سخت پریشان ہوا اور جلد واپس لوٹا۔ تینوں فرماں رواؤں نے اس کا تعاقب کر کے اس کے لشکر کو بہت نقصان پہنچایا۔ جیسا کہ سلاطین دہلی کے تذکرے میں بیان کیا جا چکا ہے کہ پیر محمد خاں فرار کی حالت ہی میں دریائے نربدہ میں ڈوب کر

marfat.com
Marfat.com

ہلاک ہو گیا۔ اس کے بعد مغل امیروں کے لئے مالوہ میں رہنا دو بھر ہو گیا اور وہ یہاں سے چلے گئے۔

باز بہادر کی دوبارہ تخت نشینی اور جلاوطنی

باز بہادر دوبارہ تخت نشین ہوا اور لشکر کی فراہمی کی طرف متوجہ ہوا ابھی اس کی حالت پوری طرح سنبھلی بھی نہ تھی کہ جلال الدین اکبر کے ایک امیر عبداللہ خان نے ۹۷۰ھ میں ایک زبردست لشکر کے ساتھ مالوہ پر حملہ کر دیا۔ باز بہادر عیش و آرام کا عادی تھا وہ مغلوں کے لشکر کا مقابلہ نہ کر سکا اور بغیر کسی معرکہ آرائی کے مالوہ سے باہر چلا گیا۔

باز بہادر اکبری بارگاہ میں

ایک مدت تک باز بہادر' مالوہ' خاندیش اور دکن کے پہاڑوں اور جنگلوں میں آوارگی کی زندگی بسر کرتا رہا اور گاہے گاہے مغلوں سے معرکہ آرائیاں بھی کرتا رہا لیکن اسے اپنے مقصد میں کامیابی نہ ہوئی آخرکار اس نے مجبور ہو کر اکبر بادشاہ سے امان طلب کی اور اس کے دربار میں حاضر ہوا۔ اکبر نے باز بہادر کو دو ہزاری منصب پر فائز کر کے اپنے امیروں کے گروہ میں داخل کر لیا۔ باز بہادر کی بقیہ عمر اسی امارت میں عیش و عشرت سے گزری۔

باز بہادر کا چھوٹا بھائی ملک مصطفیٰ بھی اس کے ساتھ اکبر کے دربار میں حاضر ہوا۔ جن دنوں حکیم ابوالفتح یوسف زئی افغانوں سے جنگ کرنے گیا تو ملک مصطفیٰ بھی اس کے ساتھ تھا اور وہ اس معرکے میں مارا گیا۔

باز بہادر نے ابتدائے حکومت سے لے کر معزولی کے زمانے تک کل سترہ سال حکومت کی۔ ۹۷۸ھ سے لے کر ۱۰۱۸ھ تک مالوہ کا ملک بادشاہ دہلی کی سلطنت میں شامل ہے۔

marfat.com

Marfat.com

marfat.com

برہان پور کے فاروقی سلاطین

Marfat.com

ملک راجہ فاروقی

خاندانی حالات

خاندیش پر جس شخص نے سب سے پہلے اپنی حکومت قائم کی وہ ملک راجہ فاروقی تھا۔ اس کے باپ کا نام خان جہاں فاروقی تھا' اس کے بزرگ علاؤ الدین خلجی اور سلطان محمد تغلق کے درباروں میں نامی گرامی امیر تھے' زمانے کی گردش کے ہاتھوں' ملک راجہ فاروقی اپنے اسلاف کی طرح درجہ امارت پر فائز نہ ہو سکا اور بڑی پریشانی اور مفلسی کی حالت میں اپنی زندگی کے دن گزارتا رہا۔ اس کو شکار سے بہت دلچسپی تھی' باوجود مفلسی اور بے سروسامانی کے وہ کبھی کبھی اس شغل سے دل بہلا ہی لیتا تھا۔

سلطان فیروز شاہ کا ایک واقعہ

ایک بار سلطان فیروز شاہ مندو کے راستے گجرات آیا اور اپنے چند خاص ساتھیوں کے ہمراہ شکار کی تلاش میں چودہ پندرہ کوس تک بھاگتا چلا گیا۔ اسی دوران میں بادشاہ کو بھوک نے خوب ستایا' لیکن نہ تو اس کے ساتھیوں کے پاس ہی کچھ تھا اور نہ ہی کوئی آبادی نزدیک تھی کہ کھانے کی اشیاء منگوالی جائیں۔ بھوک سے نڈھال ہو کر فیروز شاہ ایک درخت کے سائے میں بیٹھ گیا۔

فیروز شاہ اور ملک راجہ میں ملاقات

سلطان فیروز اسی پریشانی کے عالم میں بیٹھا ہوا تھا کہ معاً اس کی نظر ایک سوار پر پڑی جس کے ساتھ دو شکاری کتے اور کچھ دوسرے جانور تھے اور جو ایک شکار کے پیچھے چلا جا رہا تھا۔ بادشاہ نے اشارے سے اس سوار کو بلایا اور اس سے پوچھا کہ تمہارے پاس کھانے کے لئے کچھ ہے؟ اس سوار کے پاس روکھا سوکھا جو کچھ بھی تھا وہ اس نے بادشاہ کے سامنے رکھ دیا اور خود بادشاہ کے پیچھے کھڑا ہو گیا۔

لطف شاہانہ

جب بادشاہ نے کھانا کھا لیا تو وہ اس سوار کے حسن خدمت اور انداز گفتگو سے بہت متاثر ہوا اور اس سے سوال کیا "تو کون ہے اور کہاں رہتا ہے؟" سوار نے بڑے ادب کے ساتھ جواب دیا "میرا نام ملک راجہ فاروقی ہے اور میں خان جہاں فاروقی کا بیٹا ہوں۔ میری خواہش ہے کہ بادشاہ کے ملازمین خاصہ میں داخل ہو کر سرفرازی حاصل کروں۔" بادشاہ خان جہاں فاروقی کو اچھی طرح جانتا تھا' دوسرے ملک راجہ کے حسن خدمت سے بھی فیروز شاہ بہت خوش ہوا تھا اس لئے اس نے اپنے ایک مقرب سے کہا۔ "جس روز دربار عام منعقد ہو ملک راجہ کو میری خدمت میں پیش کیا جائے۔"

ملک راجہ مرتبہ امارت پر

ملک راجہ دربار عام میں بادشاہ کی خدمت میں پیش ہوا۔ سلطان فیروز شاہ نے اپنے امیروں اور اراکین سلطنت کو مخاطب کر کے کہا۔ "اس شخص کے مجھ پر دو حق ہیں' اول تو یہ کہ یہ میرے ایک واقف کار کا بیٹا ہے اور دوسرے یہ کہ اس نے ایک روز شکار گاہ میں میری خدمت کی تھی۔ اس مجلس میں سلطان فیروز شاہ نے ملک راجہ فاروقی کو دوہزاری منصب داروں میں شامل کیا اور تھالیز اور کروند کی جاگیر جو مملکت خاندیش میں ہے اور دکن کی سرحد میں واقع ہے اسے عطا کی۔

راجہ بہارجی پر حملہ

۷۷۶ھ میں راجہ فاروقی اپنی جاگیر پر گیا اور اس علاقے کے انتظامات اور دیکھ بھال میں معروف ہوا۔ اس نے راجہ بہادر جی پر لشکر

marfat.com
Marfat.com

کشی کی کیونکہ یہ راجہ سلطان فیروز شاہ کے حلقہ اطاعت میں داخل نہ ہوا تھا۔ ملک راجہ نے راجہ بہار جی کو باجگذار بنایا اور اس سے پانچ قوی ہیکل ہاتھی، دس چھوٹے ہاتھی اور بہت سی دوسری گراں قدر چیزیں بطور پیش کش وصول کیں۔ اس کے علاوہ بہت سا نقد روپیہ بھی وصول کیا۔

ملک راجہ کی خوش اسلوبی

ملک راجہ نے اہل دکن کی تقلید میں ہاتھیوں کو سونے کی زنجیروں میں باندھا اور مخمل کی شاندار جھولیں ان پر ڈالیں۔ تمام اشیائے پیش کش اور روپے کو اونٹوں پر لادا اور ان اونٹوں کو بھی مخمل سے مزین کیا۔ ملک راجہ نے یہ اونٹ اور ہاتھی سلطان فیروز شاہ کی خدمت میں روانہ کئے۔ جب راجہ بہار جی کی پیش کش اس خوبصورت انداز سے بادشاہ کے سامنے آئی تو وہ بہت خوش ہوا اور اس نے ملک راجہ فاروقی کی خوش اسلوبی کو بہت سراہا اور کہا جو خدمت دکنی حکام کے سپرد تھی اس کو ملک راجہ فاروقی نے بحسن و خوبی انجام دیا ہے۔"

ملک راجہ کی ترقی اقبال

سلطان فیروز شاہ نے ملک راجہ فاروقی کو سہ ہزار منصب عطا کیا اور اسے خاندیش کا سپہ سالار بنا دیا۔ رفتہ رفتہ ملک راجہ فاروقی کی قسمت کا ستارہ عروج پر پہنچتا گیا اور اس نے کچھ ہی عرصے میں بارہ ہزار سواروں کا ایک لشکر جمع کیا۔ چونکہ ولایت خاندیش کا محصول اس لشکر کے اخراجات کے لئے کافی نہ تھا۔ اس لئے ملک راجہ فاروقی کو ندوارہ اور آس پاس کے دوسرے راجاؤں پر لشکر کشی کر کے ان سے پیش کش وصول کرنا رہتا تھا۔

مرتبہ بادشاہت

تھوڑے سے عرصے میں ملک راجہ نے یہاں تک اپنی قوت کو بڑھایا اور اپنے اقتدار کو ترقی دی کہ جاج نگر کے راجہ نے بھی باوجود بہت دور ہونے کے دوستی محبت کا ہاتھ بڑھایا، الغرض ملک راجہ فاروقی نے اپنی محنت اور دانشمندی سے رفتہ رفتہ اپنے آپ کو مرتبہ بادشاہت تک پہنچا دیا۔

ملک راجہ اور دلاور خان میں برادرانہ تعلقات

سلطان فیروز شاہ کے انتقال کے بعد مالوہ کی حکومت دلاور خاں غوری کے ہاتھ آئی۔ یہ دونوں فرماں روا ایک دوسرے کو بہت عزیز رکھتے تھے، ان میں بھائیوں جیسے تعلقات تھے آخر میں رشتہ داری بھی ہو گئی وہ اس طرح کہ ملک راجہ کی بیٹی ہوشنگ کے ساتھ بیاہی گئی اور دلاور خاں غوری کی بیٹی کی شادی نصیر خاں ولد ملک راجہ فاروقی سے کر دی گئی۔

سلطان پور اور اندربار پر حملہ

انہیں دنوں گجرات میں سلطان مظفر نے عنان حکومت اپنے ہاتھ میں لی۔ اس وجہ سے ملک راجہ فاروقی کی مملکت میں کسی قدر انتشار پیدا ہوا۔ ملک راجہ فاروقی نے موقع پا کر دلاور خاں غوری کی مدد سے سلطان پور اور اندربار پر لشکر کشی کر دی اور سلطان مظفر گجراتی کے مقرر کردہ حاکموں کو معزول کر دیا۔

ملک راجہ اور مظفر گجراتی میں صلح

سلطان مظفر گجراتی ان دنوں ہندوؤں سے معرکہ آراء تھا اس نے فوراً اس جنگ کو ملتوی کر دیا اور جلد از جلد سلطان پور پہنچ گیا۔ ملک راجہ فاروقی گجراتی فرماں روا کا مقابلہ نہ کر سکا اور قلعہ تھالیز میں پناہ گزیں ہو گیا۔ ملک راجہ فاروقی نے چند عالموں اور مذہبی بزرگوں کے ذریعے سے سلطان مظفر سے صلح کی بات چیت کی۔ سلطان مظفر نے یہ درخواست منظور کر لی اور صلح کے بعد واپس چلا آیا۔

marfat.com

Marfat.com

ان واقعات کے بعد ملک راجہ فاروقی نے مملکت اور رعایا کی فلاح و بہبود کی طرف توجہ کی اس نے تعمیرات اور زراعت کی ترقی کو خاص طور پر ملحوظ خاطر رکھا اس نے اس کے بعد پھر بھی کسی جانب سفر نہ کیا۔

ملک راجہ فاروقی کا انتقال

آخرکار وہ دن بھی آ گئے جب ملک راجہ فاروقی کی صحت خراب ہونے لگی اور وہ مرض الموت میں مبتلا ہو گیا۔ اس نے اپنے بڑے بیٹے ملک نصیر کو اپنا ولی عہد مقرر کیا اور وہ خرقہ ارادت جو اسے اپنے مرشد شیخ زین الدین سے ملا تھا' ملک نصیر کے حوالے کر دیا۔ ملک راجہ فاروقی نے اپنے چھوٹے بیٹے ملک افتخار کو قلعہ تھالیز مع اس کے مضافات کے عطا کیا۔ ۲۲ شوال بروز جمعہ ۸۰۱ھ میں راجہ نے سفر آخرت اختیار کیا اور اسے تھالیز میں دفنایا۔

مورخ فرشتہ کی تحقیق

۱۰۱۳ھ میں راقم الحروف محمد قاسم فرشتہ مولف کتاب ہذا کو عادل شاہ کی بیٹی سلطان بیگم کی پالکی کے ساتھ بیجاپور جانے کا اتفاق ہوا تھا۔ میں نے خواجہ میرزا علی اسفر آئینی سے ملاقات کی۔ جس نے قلعہ اسیر کی فتح کے بعد فاروقی سلاطین کے کتب خانے کا معائنہ کیا تھا۔ میں نے خواجہ میرزا اسفر آئینی سے اس کتاب کے بارے میں پوچھا جس میں خاندان فاروقی کے حالات درج تھے۔ خواجہ نے اس کتاب کے بارے میں لاعلمی کا اظہار کیا۔ مجھے وہ کتاب نظر آ گئی اس کے ایک ورق پر ملک راجہ کا نسب مع تخت نشینی اور وفات کی تاریخوں کے درج تھا میں نے اس کتاب کی نقل حاصل کر لی اور اس خاص ورق کو غور سے دیکھا۔ اس سے معلوم ہوا کہ ملک راجہ فاروقی اپنے آپ کو حضرت عمرؓ کی اولاد سے بتاتا ہے۔

ملک راجہ فاروقی کا سلسلہ نسب

مذکورہ کتاب میں یہ نسب نامہ یوں درج ہے' ملک راجہ بن خان جہاں بن علی خاں بن عثمان بن شمعون شاہ بن اشعث شاہ بن سکندر شاہ بن دانیال شاہ بن اشعث شاہ بن ارمیانہ شاہ بن سلطان التارکین برہان العارفین ابراہیم شاہ بلخی بن ادہم شاہ بن محمود شاہ بن احمد شاہ بن محمود شاہ بن اعظم شاہ بن اصغر بن محمد احمد بن محمد بن عبداللہ بن امیرالمومنین حضرت عمر فاروقؓ۔

شیخ زین سے ارادت

ملک راجہ فاروقی شیخ الاسلام شیخ زین دولت آبادی کا مرید تھا اور اس نے ان سے خرقہ ارادت بھی حاصل کیا تھا یہی خرقہ اس نے اپنے بیٹے نصیر خاں کو ولی عہدی کے وقت عطا کیا تھا۔ دو سو سال تک اسی طرح یہ خرقہ ہر بادشاہ اپنے ولی عہد کو دیتا رہا یہاں تک کہ اس خاندان کے آخری بادشاہ بہادر خاں فاروقی نے یہ خرقہ اپنے باپ علی خاں سے وراثت میں پایا۔ ملک راجہ فاروقی کی مدت حکومت انتیس (۲۹) سال ہے۔

marfat.com
Marfat.com

نصیر خاں فاروقی بن ملک راجہ فاروقی

علم دوستی

نصیر خاں کے عہد حکومت میں فاروقی خاندان نے بڑی ترقی کی اور اس کی عزت و شان پہلے سے کہیں زیادہ ہو گئی۔ نصیر خاں نے دوسرے بادشاہوں کی طرح اپنے دربار میں بہترین لوگوں کو جمع کیا۔ اہل علم کی اس نے اس قدر عزت افزائی کی کہ خاندیش اہل علم و ارباب کمال کا مرکز بن گیا۔ نصیر خاں نے ہر ایک کو حتی الامکان وظیفے اور جاگیر سے نوازا۔

خاندیش میں نصیر کے نام کا خطبہ

نصیر خاں کو سلطان احمد گجراتی نے سلطنت کا اثاثہ اور نصیر خاں کا خطاب عطا کیا۔ نصیر نے خاندیش میں اپنے نام کا خطبہ جاری کیا اور اس طرح وہ آرزو جو ملک راجہ فاروقی کی زندگی میں پوری نہ ہو سکی' اس کے بیٹے نے پوری کر دی۔ اس طرح فاروقی خاندان کا شمار بھی بادشاہوں کے خاندانوں میں ہونے لگا۔

نصیر خاں نے سراپردہ سرخ تیار کروایا اور چتر اپنے سر پر سایہ فگن کیا۔ اس نے قلعہ اسیر کو آسا اہیر کے قبضے سے نکال کر شہر برہان پور کو آباد کیا۔ اس کا تفصیلی تذکرہ ذیل کی سطور میں دیا جاتا ہے۔

قلعہ اسیر

آسا اہیر کے آباؤ اجداد نے خاندیش کے پہاڑ پر پتھر اور مٹی کا ایک حصار تعمیر کیا تھا اور یہ خاندان جس کا پیشہ زمینداری تھا' ایک عرصے سے اسی قلعے میں آباد تھا۔ اس قلعے کی تعمیر کے ایک سو سال بعد آسا اہیر اپنے بزرگوں کا قائم مقام ہوا اس نے بڑی ترقی کی اس کے پاس پانچ ہزار بھینسیں' پانچ ہزار گائیں' بیس ہزار بکریاں اور بھیڑیں اور ایک ہزار گھوڑیاں تھیں۔

آسا اہیر

اس کے ملازموں کی تعداد جو ان مویشیوں کی نگہداشت پر مقرر تھے دو ہزار سے زیادہ تھی۔ خاندیش اور گوندوارہ کے لوگوں کو جب کبھی ضرورت پڑتی تھی وہ آسا اہیر سے نقد رقم بطور قرض لیتے تھے تاکہ غلہ اور دیگر سامان ضرورت خرید سکیں۔ امراء کو بھی جب بھی کسی عمدہ گھوڑے کی ضرورت ہوتی تھی تو وہ آسا اہیر کے ذریعے ہی اپنی ضرورت پوری کرتے تھے اگرچہ یہ شخص (آسا) قوم کا اہیر تھا لیکن اس کی شہرت دور دور تک پھیل گئی تھی۔

آسا اہیر کا اقتدار

آسا اہیر کا اقتدار اس حد تک بڑھ گیا کہ جب کبھی لوگوں میں جھگڑا ہو جاتا یا کوئی مشکل درپیش ہوتی تو وہ اس کا فیصلہ کروانے یا اس کا حل تلاش کرنے کے لئے آسا اہیر ہی کے پاس آتے کیونکہ انہیں اس کی دانش مندی اور فہم و فراست پر پورا پورا بھروسہ تھا۔

زبردست قحط

ملک راجہ فاروقی کی آمد سے کچھ عرصہ پہلے خاندیش' مالوہ' برار اور سلطان پور ندرہار میں زبردست قحط پڑا۔ خوراک نہ ملنے کی وجہ سے بہت سے انسان ہلاک ہو گئے۔ گونڈ واڑہ وغیرہ میں تو ایسی تباہی مچی کہ ساری رعایا بمشکل دو تین ہزار کومی اور بھیل زندہ رہے اسی طرح خاندیش کے باشندے بھی ہلاک ہوئے ان میں جو بچے وہ آسا اہیر کے پاس چلے گئے۔

marfat.com

Marfat.com

کونڈواڑہ میں آسااہیر کے غلے کے دو ہزار انبار موجود تھے اس کے گماشتوں نے غلہ بیچ کر رقم اپنے مالک کے پاس بھیجنی شروع کر دی۔ آسااہیر کی بیوی بڑی نیک اور پارسا تھی اس نے اپنے شوہر سے کہا "خدا نے ہم کو بہت کچھ دیا ہے اس لئے دنیاوی مال کی پروا نہیں کرنی چاہئے کہ ہمارے لئے یہ مناسب نہیں ہے کہ ہم لوگوں سے غلے کی قیمت وصول کریں' ہمیں کوئی ایسا کام کرنا چاہئے کہ یادگار رہے۔" آسااہیر نے اپنی بیوی سے اس اجمال کی تفصیل پوچھی تو اس نے کہا۔ "میری رائے یہ ہے کہ اس پر ایک حصار چونے اور پتھر سے تعمیر کیا جائے اور ایک لنگر خانہ کھولا جائے۔ جس میں فقیروں اور محتاجوں کو کھانا کھلایا جائے۔"

آسااہیر نے اپنی بیوی کے مشورے پر عمل کیا اور خاندیش اور اس کے نواح میں لنگر خانے تعمیر کروائے۔ پرانی چار دیواری کو توڑ کر چونے اور پتھر کا ایک پختہ قلعہ تعمیر کروایا۔ پہلے پہل اس قلعے کا نام قلعہ آسااہیر رکھا گیا۔ لیکن رفتہ رفتہ کثرت استعمال سے اسے قلعہ اسیر کہا جانے لگا۔

سلطان فیروز شاہ کو جب اس قلعے کی تعمیر کا علم ہوا تو اس نے حاکم اسیر کو ایک خط لکھا اور اس سے پوچھا کہ ایک اہیر کو ایسا مضبوط قلعہ تعمیر کرنے کی اجازت کیوں دی گئی۔ اس کے بعد ملک راجہ فاروقی جب خاندیش کا حاکم مقرر ہوا تو آسااہیر نے ملک راجہ کی اطاعت گذاری کو اپنا شعار بنایا' اگرچہ ملک راجہ قلعہ اسیر کو فتح کرنا چاہتا تھا' لیکن قلعے کی مضبوطی دیکھ کر اس کی ہمت نہ پڑتی تھی۔

نصیر خاں کا ارادہ تسخیر قلعہ اسیر

جب خاندیش کی حکومت نصیر خاں فاروقی کے ہاتھ میں آئی تو اس نے قلعہ اسیر کو تسخیر کرنے کا مصمم ارادہ کر لیا اس نے اپنے عہد حکومت کے ابتدائی زمانے میں ایک تدبیر سوچی اور آسااہیر کو یہ پیغام دیا۔ "راجہ بگلانہ رنتھنبور نے بہت سا لشکر جمع کر لیا ہے اور یہ دونوں راجے پہلے کی طرح ہمارے بہی خواہ نہیں رہے۔ بلکہ راجہ کھیرالہ کے اکسانے پر آمادہ بغاوت ہو گئے ہیں اور انہوں نے میرے ملک پر حملہ کرنے کا ارادہ کر لیا ہے قلعہ تھالیز پر میرے باپ کی وصیت کے مطابق ملک افتخار قابض ہے اور قلعہ تلنگ کے استحکام پر مجھے بھروسہ نہیں ہے کیونکہ وہ دشمنوں سے قریب ہے اس لئے میں چاہتا ہوں کہ اپنے بال بچوں کو تمہارے پاس قلعہ اسیر میں بھیج دوں تاکہ وہ وہاں امن و اطمینان سے رہ سکیں۔ اور میں پوری توجہ کے ساتھ دشمن کی مدافعت کر سکوں۔"

تسخیر قلعہ کا پر فریب طریقہ

آسااہیر نے بڑی خوشی سے نصیر خاں کا پیغام قبول کیا اور اس کو اپنی اطاعت و وفاداری کا یقین دلایا۔ نیز قلعہ اسیر میں شاہی خاندان کے افراد کے لئے ایک مکان مخصوص کر دیا۔ نصیر خاں نے پہلے تو عورتوں کی چند ڈولیاں قلعہ اسیر کو روانہ کیں اور ان عورتوں کو یہ ہدایت کی کہ اگر آسااہیر کی عورتیں تمہارے پاس آئیں تو تم ان سب سے بہت اچھی طرح پیش آنا اور ان کا بہت احترام کرنا۔

اس کے بعد نصیر خاں نے دوسرے روز کچھ اور ڈولیاں منگوائیں اور ان میں دو سو سواروں کو برقع پہنا کر سوار کر دیا گیا اور یہ خبر مشہور کر دی کہ نصیر خاں کی والدہ اور حرم کی دوسری معزز خواتین قلعہ اسیر کو جا رہی ہیں۔ جب یہ ڈولیاں قلعے کے پاس پہنچیں تو آسااہیر نے حکم دیا کہ وہ دروازہ کھول کر دربان ایک طرف ہو جائیں۔ حکم کی تعمیل کی گئی اور یہ سب ڈولیاں قلعے کے احاطے میں پہنچ گئیں۔

آسااہیر کا قتل

ڈولیوں کے اندر جو مسلح نوجوان بیٹھے تھے انہوں نے جب دیکھا کہ وہ منزل مقصود پر پہنچ گئے ہیں تو وہ تلواریں سونت کر ڈولیوں سے باہر نکل آئے اور آسااہیر کے مکان کی طرف روانہ ہوئے۔ اتفاق سے اس وقت آسااہیر اور اس کے سب بیٹے جنہیں اصل صورت حال کا قطعاً علم نہ تھا' مبارک باد دینے کے لئے آ رہے تھے نصیر خاں کے سپاہیوں نے فوراً ان سب کو قتل کر دیا۔

marfat.com

Marfat.com

قلعہ اسیر کی فتح

اہل قلعہ نے جب آسا اہیر اور اس کے بیٹوں کو قتل ہوتے دیکھا تو وہ بہت پریشان ہوئے۔ انہوں نے نہایت عجز و انکساری سے امان طلب کی اور اپنے اہل و عیال کے ساتھ قلعے کے باہر چلے گئے اس طرح قلعہ اسیر فتح ہو گیا۔ اس فتح کی خبر نصیر خاں کو جب ملی تو وہ قلعہ تنگ میں تھا وہ فوراً قلعہ اسیر میں پہنچا اور اس قلعے کو از سر نو تعمیر کروانے کا حکم دیا۔

فاروقی عمال کی دیانت داری

واضح رہے کہ اس واقع سے ایک سو تیس سال بیشتر شیر شاہ سوری نے قلعہ رہتاس کو اسی طریقے سے فتح کیا تھا۔ یہ بات عام طور پر مشہور ہے کہ فاروقی عمال نے آسا اہیر کے سامان و مال کو قطعاً ہاتھ نہ لگایا اور بطور امانت کے اسے ویسے ہی رہنے دیا کہ جیسا تھا یہاں تک کہ ایک زمانے میں اکبر بادشاہ نے اس قلعے کو فتح کیا تو وہ تمام مال و اسباب کو اپنے تصرف میں لایا۔ اکبر نے تمام مشکوک اور غیر مشکوک چاندی سونا اور دار الضرب بھجوا کر حکم دیا کہ اس کو گلا کر اکبری سکہ تیار کیا جائے۔

شیخ زین الدین کی آمد

اس عظیم الشان فتح کی خوشخبری میں شیخ زین الدین دولت آباد سے خاندیش میں آئے تاکہ نصیر خاں کو مبارک باد دیں۔ نصیر خاں اپنے امیروں ارا کین سلطنت اور لشکر کے ہمراہ شیخ صاحب کا استقبال کرنے کے لئے قلعے سے باہر آیا اور اس نے شیخ صاحب سے دریائے تپتی کے کنارے اس جگہ جہاں آج کل قصبہ زین آباد واقع ہے ملاقات کی اور انہیں قلعہ اسیر میں چلنے کی دعوت دی۔ شیخ صاحب نے فرمایا "مجھے دریائے تپتی کو عبور کرنے کا حکم نہیں ہے ورنہ میں قلعہ اسیر میں ضرور چلتا۔"

فیض صحبت

نصیر خاں، شیخ صاحب سے اجازت لے کر واپس ہوا اور دریائے تپتی کے کنارے پر جہاں آج کل برہان پور آباد ہے، مع اپنے لشکر کے مقیم ہوا وہ روزانہ شیخ صاحب سے پانچ بار ملاقات کرتا اور ان کی صحبت سے مستفید ہوتا۔ دو ہفتے اسی طرح سے گزر گئے اور پھر شیخ صاحب نے دولت آباد واپس جانے کا ارادہ کیا۔ نصیر خاں نے ہر ممکن طریقے سے شیخ صاحب کی خدمت کی اور ان سے التماس کی کہ وہ خانقاہ کے مصارف کے لئے کوئی قصبہ یا پرگنہ قبول فرمائیں۔ شیخ صاحب نے اس کے جواب میں کہا۔ "فقیروں اور درویشوں کو قصبوں اور پرگنوں سے کوئی تعلق نہیں ہوتا یہ دنیاوی چیزیں اہل دنیا ہی کو زیب دیتی ہیں۔ ہم فقیر بھلا ان تکلفات میں پھنس کر کیا کریں گے۔"

شیخ زین الدین کی خواہش

نصیر خاں نے دوبارہ یہی درخواست کی۔ اس پر شیخ صاحب نے فرمایا۔ "میں اس مملکت میں صرف اپنے نام کی بقاء چاہتا ہوں اس دریا کے کنارے پر جہاں تمہارا قیام ہے تم ایک شہر آباد کرو اور اس کا نام شیخ برہان الدین کے نام پر رکھو یہاں تم ایک عظیم الشان مسجد بھی بناؤ اور اس شہر کو اپنا پایہ تخت قرار دو۔ دریا کے دوسرے کنارے پر کہ جہاں میں مقیم ہوں یہاں بھی ایک قصبہ آباد کرو اور اس کا نام زین آباد رکھو۔"

زین آباد اور برہان پور کی تعمیر

شیخ زین الدین کی زبان سے یہ الفاظ سن کر نصیر خاں بہت خوش ہوا اور اس نے اسی وقت اپنے ارا کین سلطنت کو حکم دیا کہ برہان پور اور زین آباد کی تعمیر کا کام شروع کر دیا جائے۔ شیخ صاحب دوسرے روز دولت آباد رخصت ہو گئے۔ یہ دونوں مقامات قلیل مدت میں تعمیر و آباد ہو گئے اور نصیر خاں نے برہان پور کو اپنا پایہ تخت بنایا۔

marfat.com

Marfat.com

ارادہ تسخیر قلعہ تھالیز

وہ جو یہ کہا جاتا ہے کہ ایک گودڑی میں دو فقیر تو سما سکتے ہیں لیکن ایک ملک میں دو بادشاہ نہیں سما سکتے۔ اس کے مصداق نصیر خاں نے اپنے بھائی کے قبضے سے قلعہ تھالیز کو نکالنے کا ارادہ کیا تاکہ وہ سارے ملک پر بلاشرکت غیرے حکمرانی کرے۔ اس مقصد سے نصیر خاں نے مالوہ کے فرماں روا سلطان ہوشنگ سے جو اس کا برادر نسبتی تھا مدد طلب کی کیونکہ اکیلے طور پر قلعہ تھالیز کو فتح کرنا ذرا مشکل کام تھا۔

قلعہ تھالیز کی فتح

۸۲۰ھ میں نصیر خاں نے قلعہ تھالیز کا محاصرہ کر لیا۔ ملک افتخار نے سلطان احمد شاہ گجراتی سے مدد کی درخواست کی۔ گجراتی فرمانروا نے یہ درخواست منظور کی اور لشکر فراہم کر کے سفر کی تیاری کرنے لگا۔ وہ روانہ ہونے ہی والا تھا کہ سلطان ہوشنگ کا لڑکا غزنین خاں پندرہ ہزار سواروں کو ساتھ لے کر نصیر خاں کی مدد کے لئے آگیا۔ اور سلطان احمد گجراتی کے پہنچنے سے پہلے ہی غزنین خاں اور نصیر خاں نے قلعہ تھالیز کو فتح کر لیا۔ ملک افتخار کو قید کر کے قلعہ اسیر میں روانہ کر دیا گیا۔

سلطان پور ندربار پر لشکر کشی

اس کے بعد غزنین خاں اور نصیر خاں نے سلطان پور اور ندرباد کو گجراتی عمال کے قبضے سے نکال کر مملکت مالوہ میں شامل کرنے کا ارادہ کیا۔ یہ دونوں اس مقصد سے سلطان پور پہنچے' ملک حبیب جاگیردار نے فوراً سلطان احمد گجراتی کو اس صورت حال سے آگاہ کر دیا۔

سلطان احمد گجراتی کا اقدام

سلطان احمد گجراتی کو جب یہ خبر ملی تو وہ غصے سے آگ بگولا ہو گیا اس نے ایک عظیم الشان لشکر جمع کیا اور جلد از جلد سفر کی منزلیں طے کرتا ہوا سلطان پور کی جانب روانہ ہوا۔ اس نے اپنے سے پہلے ملک محمود ترک کو ایک عظیم الشان فوج کے ساتھ روانہ کر دیا۔ غزنین اور نصیر خاں کو جب ملک محمود ترک کی آمد کی خبر ملی تو اول الذکر اسی رات کو مندو کی طرف بھاگ گیا اور ثانی الذکر قلعہ تھالیز میں پناہ گزین ہو گیا۔

نصیر خاں کی معافی

ملک محمود نے تھالیز پہنچ کر قلعے کا محاصرہ کر لیا اور سلطان احمد گجراتی سلطان پور میں قیام پذیر ہوا۔ نصیر خاں اس صورت حال سے سخت پریشان ہوا۔ جب اسے رہائی کی کوئی صورت نظر نہ آئی تو اس نے گجراتی امیروں کو نقد رقم دے کر انہیں سلطان گجراتی کو شیشے میں اتارنے کے لئے کہا۔ گجراتی امیروں نے موقع و محل دیکھ کر اپنے بادشاہ سے نصیر خاں کی سفارش کی اور اس کی خطا معاف کرا دی۔

عزت افزائی

نصیر خاں کو اس وقت تک ملک نصیر کہا جاتا تھا "نصیر خاں" کا خطاب اسے سلطان احمد گجراتی نے دیا۔ اس کے علاوہ گجراتی فرماں روا نے نصیر خاں کو سرخ سراپردہ شاہی اور چتر شاہی بھی عطا کیا۔ نصیر خاں نے پانچ مست ہاتھی چالیس عربی و عراقی گھوڑے اور دوسری بہت سی گراں قدر اشیاء احمد گجراتی کی خدمت میں پیش کیں اور اسے اس کے پایہ تخت کو رخصت کیا۔

شہزادی زینب کا عقد

کچھ عرصے بعد دکنی فرماں روا احمد شاہ بہمنی نے اپنے چند نامی گرامی امیروں کو برہان پور روانہ کیا اور اپنے بیٹے کے لئے نصیر خاں کی بیٹی کا رشتہ مانگا۔ نصیر خاں نے اس امر کو اپنی تقویت اور عزت افزائی کا باعث سمجھ کر اس پیغام کو قبول کر لیا۔ اور ایک عظیم الشان جشن منعقد کرنے کے بعد اپنی بیٹی زینب کی پالکی محمد آباد بیدر روانہ کر دی۔

marfat.com

Marfat.com

راجہ کانہا پر احمد گجراتی کا حملہ

۸۳۳ھ میں جالوارہ کے راجہ کانہا پر گجراتی فرماں روا نے لشکر کشی کی۔ راجہ کانہا فرار ہو کر اسیر آباد آیا اور اس نے نصیر خاں سے مدد کے لئے درخواست کی۔ نصیر خاں نے تنہائی میں راجہ سے کہا مجھ میں اتنی طاقت نہیں ہے کہ بادشاہ گجرات کی دشمنی مول لوں۔ اگر تو دکنی فرماں روا احمد شاہ بہمنی کی بارگاہ میں یہ درخواست لے کر جائے تو مناسب ہے وہ ضرور تیری مدد کرے گا اور تیرے ملک کو گجراتیوں کے قبضے سے نکال کر تیرے حوالے کر دے گا۔ اگر تو کہے تو اس بارے میں ایک سفارشی خط میں بھی بہمنی فرماں روا کے نام لکھ دوں۔" یہ جواب پا کر راجہ کانہا بظاہر نصیر خاں سے ناراض ہوا لیکن کیا ہو سکتا تھا نصیر خاں نے حقیقت حال بیان کی تھی مکر و فریب سے کام نہ لیا تھا۔ خیر راجہ کانہا سلطان احمد شاہ بہمنی کے پاس پہنچا اور اس سے مدد کی درخواست کی۔ احمد شاہ نے راجہ کی بہت دل جوئی کی اور اپنے چند امیروں کو مع لشکر کے راجہ کے ساتھ جالوارہ کی طرف روانہ کر دیا۔

دکنیوں اور گجراتیوں کی لڑائی

راجہ کانہا بہمنی امراء کو لے کر ندربار کے نواح میں پہنچا اور وہاں فتنہ و فساد کا بازار گرم کیا۔ اسی دوران میں گجراتی لشکر بھی آ گیا اور فریقین میں جنگ شروع ہو گئی۔ بہمنی لشکر مغلوب ہوا اور اکثر دکنی سپاہی میدان جنگ سے فرار ہوتے ہوئے مارے گئے۔ اس معرکہ آرائی میں گجراتیوں کا پلہ بھاری رہا اور انہوں نے خوب دل کھول کر دکنیوں کو قتل کیا۔

دوسری شکست

سلطان احمد شاہ بہمنی کو جب اس کی اطلاع ہوئی تو اس نے اپنے لشکر کے اس نقصان کا انتقام لینے کا فیصلہ کیا اور اس غرض سے شہزادہ علاؤ الدین کو ایک زبردست لشکر کے ساتھ روانہ کیا۔ شہزادہ دولت آباد میں آیا اور وہاں راجہ کانہا اور نصیر خاں فاروقی بھی اس کی خدمت میں حاضر ہوئے جیسا کہ پہلے بیان کیا جا چکا ہے۔ اس بار بھی گجراتیوں نے بہمنیوں کو شکست دی اور راجہ کانہا میدان جنگ سے بھاگ کر کوہستان کلید میں پناہ گزیں ہو گیا۔ گجراتیوں نے خاندیش کو خوب بری طرح تباہ کیا اور اپنے ملک کو واپس چلے گئے۔ اس کے بعد نصیر خاں اپنے برہان پور واپس آ گیا اور امور سلطنت میں مشغول ہوا۔

نصیر خاں کی بیٹی کی بے کسی

۸۴۰ ہجری میں نصیر خاں فاروقی کی بیٹی زینب نے اپنے شوہر سلطان علاؤ الدین بہمنی کی بدسلوکی کی اپنے باپ سے شکایت کی اور یہ بتایا کہ وہ بے کسی کے عالم میں اپنی زندگی کے دن کاٹ رہی ہے۔ اس معاملے میں نصیر خاں نے جب علاؤ الدین سے پوچھ گچھ کی تو دونوں میں جھگڑا ہو گیا۔

نصیر خاں کا ارادۂ تسخیر برار

نصیر خاں فاروقی نے سلطان احمد شاہ گجراتی کے مشورہ سے برار کو فتح کرنے کا ارادہ کیا۔ برار کے امراء اپنے بہمنی آقا سے کبیدۂ خاطر تھے انہیں جب نصیر خاں کے ارادے کی اطلاع ہوئی تو وہ بہت خوش ہوئے اور اسے پیغام بھجوایا۔ "آپ حضرت عمر فاروق کی اولاد میں سے ہیں آپ کی خدمت کرنا ہمارے لئے باعث فخر ہو گا۔ خدا وہ دن لائے کہ ہم آپ کی خدمت گزاری میں مرتبہ شہادت حاصل کریں۔"

برار میں نصیر خاں کے نام کا خطبہ

خان جہاں، دکن اور برار کا سپہ سالار تھا اور بہمنی سلطنت کا رکن اعظم تھا۔ جب اسے براری امراء کی حکومت کا علم ہوا تو وہ قلعہ پرنالہ میں پناہ گزین ہو گیا اور اس نے سلطان علاؤ الدین کو تمام حالات سے آگاہ کیا۔ براری امیروں نے ملک میں نصیر خاں کے نام کا خطبہ

marfat.com

Marfat.com

جاری کر دیا اور قلعے کا محاصرہ کر لیا۔

نصیر خاں کا برار سے اخراج

علاؤ الدین نے فوراً ملک التجار حاکم دولت آباد کو سپہ سالار مقرر کیا اور اسے مغل امیروں اور بہمنی سپاہیوں کے ایک لشکر جرار کے ساتھ برار روانہ کیا۔ نصیر خاں میں اتنی ہمت نہ تھی کہ وہ ملک التجار کا مقابلہ کرتا' لہٰذا وہ براری امراء کے ساتھ برار سے باہر نکل گیا۔ ملک التجار' نصیر خاں کے تعاقب میں روانہ ہوا۔ نصیر خاں نے چونکہ سلطان احمد شاہ گجراتی سے مدد طلب کی تھی اس لیے اس نے قلعہ تلنگ کا رخ کیا۔

ملک التجار کی آمد

ملک التجار برہان پور میں آیا اور اس نے تمام اچھی اچھی عمارتوں کو جلا کر خاک کر دیا۔ اسے جب یہ معلوم ہوا کہ سلطان پور اور ندر باد کا لشکر اور مالوہ کی فوج خاندیش میں آنے ہی والی ہے تو وہ فوراً قلعہ تلنگ کی جانب روانہ ہو گیا تاکہ فوجی امداد ملنے سے پہلے ہی دشمن سے معرکہ آرائی کرے۔

ملک التجار اور نصیر خاں میں جنگ

تین ہزار سواروں کے ساتھ ملک التجار نے طویل راستہ بہت کم وقت میں طے کر لیا اور بہت ہی تھکا ہوا قلعہ تلنگ کے نواح میں پہنچا۔ نصیر خاں فاروقی نے کمک کا انتظار نہ کیا اور ایک زبردست لشکر کے ہمراہ میدان جنگ میں آ گیا۔ اس معرکہ آرائی میں نصیر خاں کو شکست ہوئی اور اس کا تمام سامان مع بیس ہاتھیوں کے دشمن کے قبضے میں آ گیا۔ بڑی مشکلوں سے نصیر خاں نے جان بچائی اور قلعہ تلنگ میں پناہ گزیں ہوا۔

وفات

نصیر خاں کو اس شکست کا اتنا غم ہوا کہ وہ آخر کار بیمار پڑ گیا یہ بیماری چند ہی دنوں میں مرض الموت بن گئی اور اسی سال ۱۳/ ربیع الاول کو نصیر خاں کا انتقال ہو گیا۔ نصیر خاں کے بیٹے عادل خاں نے باپ کی لاش تھالیز روانہ کی۔ اور نصیر خاں کو ملک راجہ فاروقی کے پہلو میں دفن کیا گیا۔

نصیر خاں کی مدت حکومت چالیس سال چھ مہینے اور چھبیس روز ہے۔

marfat.com

Marfat.com

میراں عادل خاں بن نصیر خاں فاروقی

میراں عادل فاروقی سلطان ہوشنگ کی بہن کے بطن سے تھا۔ عادل اپنے باپ کی وفات کے بعد تخت نشین ہوا اور ملک التجار کی مدافعت میں مشغول ہوا۔ میراں عادل نے چند آدمی بھیج کر سلطان پور سے امدادی لشکر منگوایا۔ ملک التجار کو جب اس کا علم ہوا تو وہ واپس دکن چلا گیا۔ اس کے بعد عادل خاں سلطنت کے کاموں میں مشغول و منہمک ہو گیا۔ اس نے تین سال چھ ماہ تینتیس دن حکومت کی۔ اس کا انتقال ۹/ ذی الحجہ ۸۲۴ ہجری جمعہ کو ہوا۔

میراں عادل خاں فاروقی کے تفصیلی حالات راقم الحروف مورخ فرشتہ کو دستیاب نہ ہو سکے لہٰذا مختصر سے بیان پر اکتفا کیا جاتا ہے۔ عادل خاں نے اپنے بیٹے مبارک خاں کو اپنا ولی عہد مقرر کیا جو اس کے بعد تخت نشین ہوا۔ وفات کے بعد عادل خاں کی لاش تھالیز روانہ کر دی گئی اور اسے اس کے باپ دادا کے پہلو میں دفن کیا گیا۔

مبارک خاں فاروقی بن عادل خاں فاروقی

عادل خاں فاروقی کی وفات کے بعد مبارک خاں خاندیش کا حکمران ہوا۔ اس نے سترہ سال چھ ماہ اور نو دن تک حکومت کی۔ اس کا انتقال ۱۱/ رجب ۸۶۱ ہجری کو جمعہ کے روز ہوا۔ اس کے بعد اس کا بیٹا میراں علینا عرف عادل خاں فاروقی تخت نشین ہوا۔ میراں علینا نے باپ کی لاش کو تھالیز روانہ کیا اور اس بادشاہ کو بھی اس کے اسلاف کے پہلو میں دفن کیا گیا۔

marfat.com
Marfat.com

میراں ملینا عرف عادل خاں فاروقی بن مبارک خاں فاروقی

استقلال اور شان و شکوہ

میراں ملینا الخاطب بہ عادل خاں فاروقی نے جس استقلال اور شان و شکوہ کے ساتھ حکومت کی' وہ استقلال اور شان و شکوہ اس کے اسلاف میں کسی کو نصیب نہیں ہوا۔ عادل خاں نے آس پاس کے تمام راجاؤں سے خراج وصول کیا اور گونڈ واڑہ اور گدھ کے مقاموں کو اپنا اطاعت گزار بنایا۔ اس بادشاہ کی احتیاط اور حسن تدبیر سے کولی اور بھیل جیسی بدنام اور جرائم پیشہ قومیں چوری اور ڈاکہ زنی جیسے غیر شریفانہ افعال سے تائب ہو گئیں۔

مالی گڑھ

میراں ملینا عرف عادل خاں فاروقی نے اس حصار (جسے آسا اہیر نے بنوایا تھا) کے دروازے کے مقابل ایک دوسرا قلعہ تعمیر کروایا اور دروازہ دوم بھی بنوایا اور یہاں "مالی گڑھ" آباد کیا۔ یہ دوسرا دروازہ اس انداز سے بنوایا گیا کہ اس کی وجہ سے حصار کو کسی حملہ آور کے لیے تسخیر کرنا مشکل بلکہ ناممکن ہو گیا تھا۔

سلطان جھاڑ کھنڈی

میراں ملینا نے برہان پور میں دریائے تپتی کے کنارے پر ایک قلعہ اور عظیم الشان عمارتیں تعمیر کروائیں وہ خود زیادہ تر اسی قلعے میں رہتا تھا۔ عادل خاں نے اپنا لقب سلطان جھاڑ کھنڈی یعنی شاہ کوہستان اختیار کیا۔ اہل ہند کی اصطلاح میں جھاڑ کھنڈی ایسے گھنے جنگل کو کہتے ہیں کہ جس سے انسان بمشکل گزر سکے۔

غرور و تکبر

میراں ملینا کی شوکت و حشمت اور شان و شکوہ اس کے اسلاف کے مقابلے میں کہیں زیادہ تھا اس وجہ سے وہ قدرے مغرور اور متکبر ہو گیا اور اپنے بزرگوں کی روش کے خلاف عمل کرنے لگا۔ اسی غرور و تکبر کی وجہ سے اس نے گجراتی فرماں روا کی طرف اپنے حاجبوں کو پیش کش لانے کے لیے روانہ کیا۔

گجراتیوں کی لشکر کشی

سلطان محمود بیکرا کو میراں ملینا کی یہ حرکت بہت ناگوار گزری اور اس نے ۸۹۴ ہجری میں ایک زبردست لشکر خاندیش روانہ کیا۔ خاندیش کے امیروں نے پہلے تو گجراتی لشکر کا مقابلہ کیا' لیکن بعد ازاں دشمن کو اپنے سے زیادہ قوی پا کر قلعہ تھالیز و اسیر میں پناہ گزین ہو گئے۔ گجراتیوں نے خاندیش میں بہت تباہی و بربادی مچائی اور ایسی لوٹ مار کی کہ الامان و الحفیظ!!

داغ ندامت

میراں ملینا عرف عادل خاں فاروقی ان دنوں قلعہ اسیر میں مقیم تھا اس نے جب گجراتیوں کے غلبے کو دیکھا تو وہ اپنی حرکات پر سخت نادم ہوا۔ اسے یہ توقع نہ تھی کہ گجراتی اس انداز سے تباہی و بربادی کا بازار گرم کریں گے۔ آخر کار اس نے مجبور ہو کر اپنے امیروں اور راکین سلطنت کی ایک جماعت کو سلطان بیکرا کی خدمت میں روانہ کیا اور اپنی وفاداری اور اطاعت گزاری کا یقین دلایا۔ محمود بیکرا نے س کی درخواست کو قبول کر لیا اور چند سال کا خراج پیشگی لے کر خاندیش کو گجراتیوں سے خالی کر دیا۔

marfat.com

Marfat.com

میراں ملیناکی وفات

میراں ملینا چھیالیس سال آٹھ ماہ اور بارہ روز تک انتہائی عیش و عشرت سے حکومت کرتا رہا۔ ۱۴/ ربیع الاول ۸۹۸ھ کو جمعہ کے روز اس کا انتقال ہوا۔ اسے اس کی وصیت کے مطابق برہان پور میں "محل دولت منداں" میں دفن کیا گیا۔

میراں ملینا کے کوئی بیٹا نہ تھا اس لیے اس کی وفات کے بعد اس کا بھائی داؤد خاں خاندیش کے تخت پر بیٹھا۔

marfat.com

Marfat.com

داؤد خاں بن مبارک خاں فاروقی

میراں علینا کی وفات کے بعد اس کا بھائی داؤد خاں تخت نشین ہوا۔ اس کے عہد حکومت میں دیار علی اور حسان علی نامی دو بھائیوں نے بہت اقتدار حاصل کیا۔ حسام علی کو "ملک حسام" کا خطاب ملا اور حکومت کے تمام کام اسی کی نگرانی میں انجام پانے لگے اور اس طرح وہ بادشاہ کا معتمد علیہ بن گیا۔

احمد نظام شاہ بحری کا حملہ

داؤد خاں نے ۸۶۶ ہجری میں بعض سرحدی پرگنوں کو احمد نظام شاہ بحری کے قبضے سے نکال لینے کا ارادہ کیا۔ احمد نظام شاہ کو جب اس کی اطلاع ہوئی تو وہ ایک زبردست لشکر لے کر خاندیش کی طرف روانہ ہوگیا۔ داؤد خاں قلعہ اسیر میں پناہ گزیں ہوگیا اور احمد نظام شاہ نے خاندیش پہنچ کر لوٹ مار اور تباہی و بربادی کا بازار گرم کر دیا۔ اس سلسلے میں دکنی فرماں روا نے ہر ممکن طریقے سے خاندیش کو صفحہ ہستی سے مٹانے کی کوشش کی۔ داؤد خاں نے جب طاقت ور دشمن کے یہ خطرناک عزائم دیکھے تو اس نے سلطان ناصرالدین خلجی سے امداد طلب کی۔

مندوی لشکر کی آمد

سلطان ناصرالدین خلجی نے ہمسائیگی کا حق ادا کیا اور اپنے ایک امیر اقبال خاں کو ایک زبردست لشکر کے ہمراہ داؤد خاں کی مدد کے لیے روانہ کیا۔ اقبال خاں اسیر کے نواح میں آیا' احمد نظام شاہ بحری کو مندوی لشکر کا مقابلہ کرنے کی ہمت نہ ہوئی اور وہ واپس احمد نگر چلا گیا۔

ناصرالدین خلجی کے نام کا خطبہ

اقبال خاں نے کچھ دنوں برہان پور میں قیام کیا اور داؤد خاں سے کہا کہ "سلطان ناصرالدین کے نام کا خطبہ جاری کیا جائے۔" داؤد خاں مجبور تھا۔ اگر وہ اقبال خاں کی یہ فرمائش پوری نہ کرتا تو یقیناً اسے ایک نئی مصیبت سے دوچار ہونا پڑتا لہٰذا اس نے اپنے ملک میں سلطان ناصرالدین خلجی کے نام کا خطبہ جاری کر کے اس آنے والی مصیبت سے نجات پائی۔ اور اقبال خاں کو بہت سے گراں قدر تحفے تحائف اور دو ہاتھی دے کر شادی آباد مندو کے لیے رخصت کیا۔

وفات

داؤد خاں نے یکم جمادی الاول ۹۱۴ ہجری کو سہ شنبہ کے دن انتقال پایا۔ اس کی مدت حکومت آٹھ (۸) سال ایک ماہ اور دو روز ہے۔

غزنین کی تخت نشینی اور ہلاکت

ملک حسام اور دوسرے امراء و اراکین سلطنت نے اتفاق سے داؤد خاں کے لڑکے غزنین خاں کو اپنا بادشاہ تسلیم کر لیا۔ اس بادشاہ نے صرف دس روز تک حکومت کی۔ اس کے بعد ملک حسام نے غزنین خاں کو کسی نامعلوم امر کی بناء پر زہر دے کر ہلاک کر دیا۔

عالم خاں کی تخت نشینی

داؤد خاں کا صرف ایک ہی بیٹا تھا۔ غزنین خاں جب وہ ہلاک ہوگیا تو ملک حسام کی نگہ انتخاب شہزادہ عالم خاں پر پڑی جو سلاطین فاروقیہ کے خاندان سے تھا' عالم خاں احمد نگر میں مقیم تھا۔ اس لیے ملک حسام نے اپنے چند قاصدوں کو احمد شاہ بحری کی خدمت میں روانہ کیا تاکہ وہ عالم خاں کو بلا کر لائیں۔ عالم خاں برہان پور آیا اور ملک حسام نے احمد شاہ بحری اور فتح اللہ عماد شاہ کے مشورے سے اس کو

marfat.com
Marfat.com

برہان پور کا فرماں روا تسلیم کر لیا۔ ملک کے بیشتر امیروں اور ارا کین سلطنت نے بھی عالم خاں کی اطاعت گزاری کو اپنا شعار بنایا۔

ملک لادن کی بغاوت

خاندیش کا نامی گرامی امیر ملک لادن عالم خاں کو پسند نہ کرتا تھا اس لیے اس نے علم بغاوت بلند کیا اور قلعہ اسیر پر قبضہ کر کے ملک حسام (بادشاہ گر) کی مخالفت کرنے لگا۔ ملک لادن قلعے میں محصور ہو گیا۔

عادل بن نصیر کا خط شاہ گجرات کے نام

نصیر خاں فاروقی کا بیٹا عادل خاں جو سلطان محمود بیکرا کا نواسہ تھا۔ ان دنوں تھالیز کی سرحد پر مقیم تھا۔ اس نے اپنی والدہ کے مشورے سے سلطان محمود بیکرا کے نام اس مضمون کا ایک خط لکھ کر گجرات روانہ کیا "جب سے داؤد خاں کا انتقال ہوا ہے ملک کی حالت بہت خراب ہو گئی ہے' ہر طرف ایک عجیب قسم کی پراگندی اور انتشار کا عالم ہے۔ اس صورت حال کو درست کرنے کا ایک ہی طریقہ ہے اور وہ یہ کہ میں عنان حکومت اپنے ہاتھ میں لے لوں اگر آپ اس سلسلے میں میرے آبائی حقوق کو مد نظر رکھتے ہوئے میری مدد کریں تو میں تا عمر ممنون رہوں گا۔"

سلطان محمود بیکرا کی روانگی

سلطان محمود بیکرا نے عادل خاں کی درخواست منظور کی اور ایک لشکر جرار لے کر خاندیش کی طرف روانہ ہوا۔ ملک حسام کو جب اس کی اطلاع ملی تو وہ بہت پریشان ہوا اس نے فوراً احمد نظام بحری اور فتح اللہ عماد شاہ کے پاس اپنے قاصد روانہ کیے اور ان سے بڑی عاجزی و انکساری کے ساتھ مدد کی درخواست کی۔ ان دونوں فرماں رواؤں نے ملک حسام کی درخواست منظور کی اور اپنے اپنے لشکروں کو لے کر برہان پور آ گئے۔

محمود بیکرا تھالیز میں

سلطان محمود بیکرا نے راستے ہی میں خانزادہ عالم خاں کی تخت نشینی اور ملک لادن کی بغاوت کی خبریں سنیں۔ اس نے رمضان کا مہینہ دریائے نربدا کے کنارے گزارا اور ماہ شوال میں آگے بڑھا۔ محمود بیکرا جب تھالیز پہنچا تو قلعے کے تھانے دار عالم شاہ نے قلعہ سلطان پور کے تھانے دار عزیز الملک کے توسط سے بادشاہ کی ملازمت حاصل کی اور قلعہ خالی کر کے شاہی ملازموں کے سپرد کر دیا۔

نظام شاہ اور عماد الملک کی کاویل کو روانگی

احمد شاہ اور فتح اللہ عماد الملک نے خاندیش کے لشکر کے اس انتشار کو تشویش کی نظر سے دیکھا۔ دوسرے انہیں گجراتی لشکر کی کثرت و قوت کا بھی اندازہ تھا لہٰذا یہ دونوں فرماں روا عالم خاں اور ملک حسام کی مدد کے لیے چار ہزار سواروں کو چھوڑ کر کاویل کی طرف روانہ ہو گئے۔

دکنی لشکر کا فرار

عالم خاں تقریباً نصف مملکت خاندیش پر قابض تھا۔ سلطان محمود بیکرا نے آصف خاں اور عزیز الملک کو ملک حسام اور عالم خاں کی سرزنش کے لیے روانہ کیا۔ دکنی لشکر جو عالم خاں کی مدد کے لیے مقیم تھا اسے جب گجراتی لشکر کی آمد کا علم ہوا تو وہ کسی کو بتائے بغیر ہی خاندیش کی طرف روانہ ہو گیا۔

ملک لادن اور حسام سلطان بیکرا کی خدمت میں

سب سے پہلے ملک لادن نے جو بقیہ نصف خاندیش پر قابض تھا آصف خاں کا استقبال کیا اور اس کو اپنی حمایت کا یقین دلایا۔ آصف

marfat.com

Marfat.com

خاں اسے ساتھ لے کر سلطان محمود بیکرا کی خدمت میں آیا۔ ملک حسام کو جب اس کی اطلاع ہوئی تو اس نے عالم خاں کو دکن روانہ کر دیا اور خود سلطان محمود بیکرا کی بارگاہ میں آ گیا۔ سلطان محمود نے ملک حسام اور ملک لادن کو اپنے لطف و کرم سے نوازا اور ان دونوں امیروں کو خلعت دیئے۔

عادل خاں کی تخت نشینی

عید الاضحیٰ کے بعد سلطان محمود بیکرا نے عادل خاں کو "اعظم ہمایوں" کا خطاب دیا۔ سلطان مظفر گجراتی کی بیٹی سے اس کی شادی کی اور اسے برہان پور کے تخت پر بٹھا دیا۔ سلطان محمود نے ملک لادن کو "خان جہاں" کے خطاب سے نوازا اور موضع نباس (جو اس کا مولد تھا) جاگیر میں دیا۔ عماد الملک اسیری کے بیٹے ملک ماکھا "غازی خان" ملک عالم تھانیدار تھالیز کو "قطب خاں" اور ملک یوسف کو "سیف خاں" کے خطابات دے کر عادل خاں المخاطب بہ اعظم ہمایوں کے ساتھ کیا۔

محمود بیکرا کی واپسی

سلطان محمود بیکرا نے عادل خاں کو چار ہاتھی اور تیس لاکھ تنکے نقد بھی عطا کیے اور نصرۃ الملک اور مجاہد الملک کو اس کی مدد کے لیے چھوڑ کر خود سلطان پور اور ندر بار کی طرف روانہ ہوا۔ پہلی منزل میں بادشاہ نے ملک حسام کو "شہریار" کا خطاب دے کر واپسی کی اجازت دی۔

marfat.com

Marfat.com

عادل خاں فاروقی الخاطب بہ اعظم ہمایوں بن نصیر خاں فاروقی

یہ بیان کیا جا چکا ہے عادل خاں فاروقی نے اپنے نانا سلطان محمود بیکرا کی مدد سے خاندیش کی حکومت حاصل کی۔ محمود بیکرا کی واپسی کے بعد عادل خاں تھالیز سے برہان پور آیا اور سلطنت کے کاموں میں مشغول ہو گیا۔ ملک حسام الدین شہریار جو ملک لادن کا دشمن تھا وہ برہان پور سے تھالیز چلا گیا۔

ملک حسام کا ارادہ

کچھ دنوں بعد یہ معلوم ہوا کہ ملک حسام دوبارہ نظام شاہ سے مل گیا ہے اور وہ عالم خاں کو برہان پور کا حکمران بنانے کے خواب دیکھ رہا ہے۔ عادل خاں کو جب اس کی اطلاع ملی تو اس نے ایک شخص کو ملک حسام کی طلبی کے لیے روانہ کیا۔ ملک حسام نے چار ہزار سواروں کا لشکر ہمراہ لیا اور برہان پور کی طرف روانہ ہو گیا۔

ملک حسام برہان پور میں

ملک حسام جب برہان پور کے قریب پہنچا تو عادل خاں نے تین ہزار گجراتی سواروں کے ساتھ اس کا استقبال کیا اور اسے اپنے ساتھ لے کر شاہی محل سرا میں آگیا اور خلعت دے کر رخصت کیا۔ اس کے بعد عادل خاں نے ملک حسام کو قتل کرنے کا منصوبہ بنایا اور اپنے خاص آدمیوں کو اس سے آگاہ کر دیا۔ ور ثابہ گجراتی جو تیغ زنی میں اپنی مثال آپ تھا اسے ملک حسام کو ٹھکانے لگانے پر متعین کیا۔

ملک حسام کا قتل

عادل خاں نے دوسرے روز پھر ملک حسام کو شاہی محل سرا میں طلب کیا۔ ملک اپنے غرور و تکبر کی وجہ سے اپنے سارے لشکر کے ساتھ آیا۔ عادل خاں نے اس سے ادھر ادھر کی باتیں کیں اور پھر اس کا ہاتھ پکڑ کر خلوت خانہ کی طرف لے گیا۔ وہاں دونوں نے کچھ اور باتیں کیں اس کے بعد عادل خاں نے ملک حسام کو رخصت کر دیا۔ ور ثابہ گجراتی جو پہلے سے سوچے سمجھے منصوبے کے تحت گھات میں بیٹھا ہوا تھا' اس نے بڑی پھرتی سے ملک حسام پر تلوار کا ایک ایسا وار کیا کہ اس کا جسم دو ٹکڑے ہو گیا۔

باغیوں کا قلع قمع

عادل خاں کے وزیر اعظم ملک برہان عطاء اللہ گجراتی نے گجراتیوں کے ایک لشکر کو حکم دیا کہ ملک حسام کے ساتھیوں کو قتل کر دیا جائے۔ گجراتیوں نے اشارہ پاتے ہی ایک ہنگامہ بپا کر دیا۔ ملک ماکھا اور دوسرے امراء جو ملک حسام کے طرف دار تھے فوراً بھاگ گئے۔ گجراتیوں نے ان کا تعاقب کیا ملک ماکھا دیگر امراء اور بے شمار سپاہی مارے گئے اور اس طرح ملک کا نصف جو باغیوں کے ہاتھ میں تھا عادل خاں کے قبضے میں آگیا اور ملک مخالفوں کے وجود سے پاک ہو گیا۔

عادل خاں کا خط محمود بیکرا کے نام

ان واقعات کے بعد ایک روز عادل خاں الخاطب بہ اعظم ہمایوں قلعہ اسیر میں گیا وہاں اسے اپنے مخالفوں کے ارادہ و عمل سے واقفیت ہوئی واپسی پر اس نے سلطان محمود بیکرا کے نام خط لکھا۔ "میں ایک بار قلعے کے معائنے کے لیے گیا تھا وہاں جا کر مجھے معلوم ہوا کہ سیف خاں اور شیر خاں میرے سخت مخالف ہیں۔ ان دونوں امیروں نے احمد نظام شاہ بحری کے نام ایک خط لکھا ہے اور اسے خان زادہ عالم خاں کو ساتھ لے کر یہاں آنے کے لیے کہا۔ احمد نظام شاہ آج کل سرحدی علاقے میں ٹھہرا ہوا ہے میں نے یہ ارادہ کیا ہے کہ خان جہاں مجاہد

marfat.com

Marfat.com

الملک اور دوسرے امیروں کو ساتھ لے کر قلعہ اسیر کا محاصرہ کر لوں۔ اگر دوران محاصرہ میں احمد نظام شاہ بحری نے اس طرف کا رخ کیا تو میں محاصرہ ترک کر کے اس کا مقابلہ کروں گا۔"

محمود بیکرا کا جواب

سلطان محمود بیکرا کو عادل خاں کا یہ خط ملا اس نے فوراً بارہ لاکھ تنکے عادل خاں کو بھجوائے اور اس کے جواب میں یہ لکھا۔ "تمہیں بالکل پریشان نہیں ہونا چاہیے جس وقت بھی ضرورت پڑے گی میں خود تمہارے پاس چلا آؤں گا اور احمد نظام شاہ بحری کو سمجھ لوں گا۔ میرا خیال یہ ہے کہ احمد نظام چونکہ سلاطین دکن کا غلام زادہ ہے اس لیے اس کو اتنی ہمت نہیں ہو سکتی کہ وہ تمہیں اور تمہاری رعیت کو کسی قسم کا نقصان پہنچائے یا تمہاری مملکت میں داخل ہو کر تباہی و بربادی کا بازار گرم کرے۔

راجہ جالنہ پر حملہ

عادل خاں کے پاس جب گجراتی لشکر پہنچ گیا تو اس نے راجہ جالنہ پر (جو احمد نظام شاہ بحری کا اطاعت گزار تھا) حملہ کر دیا اور راجہ کے کئی موضعوں کو تباہ و برباد کر دیا۔ راجہ اس صورت حال سے سخت پریشان ہوا اور اس نے اپنی عاجزی اور انکساری کا اظہار کر کے معذرت پیش کی۔ اس کے بعد عادل خاں فاروقی نے گجراتی لشکر کو واپس کر دیا اور خود اسیر آ گیا۔

شادی آباد مندو کا سفر

۹۲۳ ہجری میں عادل خاں سلطان مظفر گجراتی کے ساتھ شادی آباد مندو میں گیا اور وہاں کئی کارہائے نمایاں سرانجام دیئے چونکہ تمام واقعات کو تفصیل کے ساتھ گجراتی بادشاہوں کے حالات میں لکھا جا چکا ہے۔

انتقال

اسی سال عادل خاں بیمار پڑا اور ۱۰/ رمضان بروز جمعہ اس نے سفر آخرت اختیار کیا۔ اس کی مدت حکومت انیس سال ہے۔ عادل خاں کے بعد اس کا بیٹا میراں محمد شاہ فاروقی جو سلطان مظفر گجراتی کی بہن کے بطن سے تھا تخت نشین ہوا۔

marfat.com

Marfat.com

میراں محمد شاہ فاروقی بن عادل خاں فاروقی

مرتبہ شاہی

عادل خاں فاروقی کی وفات کے بعد میراں محمد شاہ برہان پور کا والی ہوا۔ چونکہ اس نے آخر میں گجرات پر بھی حکومت کی تھی اس لیے "شاہ" کا لفظ اس کے نام کا جزو ہو گیا۔ میراں محمد شاہ فاروقی خاندان کا پہلا فرد ہے کہ جو شاہی کے مرتبے تک پہنچا۔

نظام شاہ اور عماد الملک میں جھگڑا

انہیں دنوں نظام شاہ اور عماد الملک میں قلعہ ماہور اور چند دوسرے پرگنوں کی بابت جھگڑا پیدا ہو گیا۔ عماد الملک نے میراں محمد شاہ فاروقی کے توسط سے سلطان مظفر گجراتی سے مدد طلب کی۔ سلطان بہادر گجراتی نے عین الملک (حاکم پٹن) کو دکنی سرحد کی طرف روانہ کیا تاکہ وہ صورت حال کا صحیح اندازہ کرے اور نظام شاہ اور عماد الملک میں صلح کروا دے۔ نظام شاہ نے سلطان بہادر گجراتی کا خیال کر کے عماد الملک سے صلح کر لی اور اپنے ملک کو واپس چلا گیا۔

نظام شاہ سے جنگ

دوسرے سال پھر برہان نظام شاہ نے ملک گیری کا خیال کیا اور برار کے چند پرگنوں اور قلعہ ماہور پر قابض ہو گیا۔ عماد الملک نے پریشان ہو کر میراں محمد شاہ فاروقی سے مدد کی درخواست کی۔ ۹۳۴ ہجری میں میراں محمد شاہ اپنے ہاتھیوں اور لشکر کو لے کر عماد الملک کی مدد کے لیے دکن میں آیا اور اس کے ساتھ مل کر دریائے گنگا کے کنارے برہان نظام شاہ سے معرکہ آراء ہوا۔ میراں محمد شاہ فاروقی نے نظام شاہی لشکر کو شکست دی اور بڑی بے فکری سے میدان جنگ میں کھڑا رہا۔ خاندیش اور براری فوجیں کچھ تو نظام شاہی لشکر کے تعاقب میں مصروف ہو گئیں اور کچھ لوٹ مار میں۔

میراں محمد شاہ کی فتح ------- اور شکست

برہان نظام شاہ شکست کے بعد ایک گاؤں میں پناہ گزیں ہو گیا اور وہاں سے تین ہزار سواروں کے ہمراہ میدان جنگ میں واپس آیا۔ نظام شاہ نے ایسی چابک دستی سے حریف پر حملہ کیا کہ میراں محمد شاہ اور عماد الملک کو اپنی فوجیں مرتب و منظم کرنے کا موقع ہی نہ ملا اور یہ دونوں میدان جنگ سے فرار ہو گئے۔ نظام شاہ نے تقریباً چار کوس تک ان دونوں فرماں رواؤں کا تعاقب کیا اور ان کے توپ خانے پر قبضہ کر لیا بہت سے براری اور خاندیشی سپاہی مارے گئے' عماد الملک اور میراں محمد شاہ بہت بری حالت میں اپنے پایہ تخت کو واپس ہو گئے۔ الغرض برہان نظام شاہ نے اپنی مستعدی اور موقع شناسی سے اپنی شکست کو شاندار فتح میں تبدیل کر لیا۔

بہادر گجراتی کی آمد

اس واقعہ کے بعد میراں محمد شاہ اور عماد الملک نے سلطان بہادر گجراتی سے مدد کی درخواست کی۔ گجراتی فرماں روا ایک زبردست لشکر لے کر برہان پور میں آیا اور میراں محمد شاہ فاروقی کو ساتھ لے کر برار میں داخل ہو گیا۔ جالنہ پہنچ کر بہادر گجراتی کی نیت میں فتور آ گیا اور اس نے ارادہ کیا کہ ملک برار عماد الملک کے قبضے سے نکل کر اپنے ملازموں کے سپرد کر دے اور اس کے بعد احمد نگر پہنچ کر برہان نظام شاہ کے مقبوضات اپنے قبضے میں کر کے ان علاقوں میں اپنا خطبہ اور سکہ جاری کرے۔

marfat.com

Marfat.com

عماد الملک کی پریشانی

عماد الملک جب سلطان بہادر گجراتی کے ارادوں سے آگاہ ہوا تو اسے بڑی پریشانی ہوئی اور اس نے میراں محمد شاہ فاروقی سے سلطان بہادر کی شکایت کی۔ میراں محمد شاہ فاروقی نے اس کے جواب میں کہا "بدقسمتی کا کوئی علاج نہیں ہے۔ غلطی ہماری ہی ہے جو ہم نے سلطان بہادر کو یہاں بلایا ہمیں ایسا نہیں کرنا چاہیے تھا مگر اب سوائے صبر کے اور کوئی چارہ نہیں ہے اور حالات کو خدا پر چھوڑ دینا چاہیے۔"

میراں محمد شاہ کی تدبیر

انہیں دنوں ایک روز موقع پا کر میراں محمد شاہ فاروقی نے سلطان بہادر گجراتی سے کہا۔ برار کا ملک تو آپ کے قبضے میں آ ہی چکا ہے اس لیے اب یہاں زیادہ دیر قیام کرنا آپ کے لیے مناسب نہیں ہے میری رائے یہ ہے کہ آپ اس ملک میں اپنے نام کا خطبہ جاری کریں اور عماد الملک کو اپنے ملازمین میں شامل کر لیں اور پھر احمد نگر پہنچ کر نظام شاہی مملکت کو اپنے ہاتھ میں لے لیں۔

برار میں بہادر گجراتی کے نام کا خطبہ

سلطان بہادر گجراتی کو میراں محمد شاہ کی رائے بہت پسند آئی اس نے برار میں اپنے نام کا خطبہ جاری کر کے عماد الملک کو اپنے امراء میں داخل کر لیا اس کے بعد وہ احمد نگر کی طرف روانہ ہوا۔ احمد نگر پہنچ کر سلطان بہادر نے دولت آباد کا رخ کیا (اس سلسلے کی تمام تفصیلات پہلے بیان کی جا چکی ہیں۔ اس لیے راقم الحروف انہیں اس جگہ دہرانا پسند نہیں کرتا) الغرض میراں محمد شاہ فاروقی کے حسن تدبیر سے سلطان بہادر گجراتی نظام شاہ اور عماد الملک کے ملکوں پر قبضہ کرنے سے باز رہا اور اپنے پایہ تخت کی طرف روانہ ہو گیا۔

فتح مندو

سلطان بہادر گجراتی نے ۹۳۷ ہجری میں مالوہ کو فتح کرنے کا ارادہ کیا۔ اس نے میراں محمد شاہ فاروقی کو اپنے پاس بلایا دونوں فرماں رواؤں نے مل کر مندو کو فتح کیا۔ فتح کے بعد میراں محمد شاہ فاروقی اسی سال برہان پور واپس آ گیا۔

برہان نظام کی پریشانی

برہان نظام شاہ کو جب مالوہ کی فتح کی خبر معلوم ہوئی تو وہ بہت پریشان ہوا اس نے شاہ طاہر کو اپنا قاصد بنا کر برہان پور روانہ کیا تاکہ فریقین میں باہمی خلوص و محبت پیدا ہو۔ ۹۳۸ھ میں سلطان بہادر گجراتی برہان پور آیا جیسا کہ اس سے پہلے گجرات اور دکن کے فرماں رواؤں کے حالات میں بیان کیا جا چکا ہے کہ میراں محمد شاہ فاروقی کی خوش اسلوبی سے برہان نظام شاہ اور سلطان بہادر گجراتی میں دوستانہ مراسم قائم ہو گئے۔

برہان نظام شاہ اور بہادر گجراتی میں صلح

برہان نظام شاہ میراں محمد شاہ فاروقی کے مشورے پر عمل کرتے ہوئے برہان پور میں آیا اور سلطان گجراتی سے ملاقات کی۔ سلطان بہادر گجراتی دکنی فرماں روا سے بڑی اچھی طرح پیش آیا اور اسے نظام شاہی خطاب، چتر اور سرا پردہ سرخ عنایت کیا اور یہ کہا "میں نے دشمنوں کو خاک میں ملا دیا اور دوست کو صاحب تخت و تاج بنایا۔" اس کے بعد بہادر گجراتی نے برہان نظام شاہ کو رخصت کی اجازت دی۔

دوڑ دھوپ

سلطان بہادر دوسری بار مالوہ میں آیا میراں محمد شاہ فاروقی بھی اس کے ساتھ تھا کچھ دنوں بعد محمد شاہ فاروقی برہان پور واپس آیا، اسی دوران میں سلطان بہادر گجراتی نے قلعہ چتوڑ پر حملہ کر دیا۔ میراں محمد شاہ فاروقی بھی اپنا لشکر درست کر کے موقع واردات پر پہنچ گیا۔ مغل بادشاہ نصیر الدین ہمایوں کے مقابلے پر سلطان بہادر گجراتی فرار ہوا اور مع محمد شاہ فاروقی کے مندو آیا۔ بہادر گجراتی خود تو مندو سے جنپانیر کی

Marfat.com
marfat.com

طرف روانہ ہو گیا اور محمد شاہ فاروقی کو برہان پور جانے کی اجازت دے دی۔

نصیرالدین ہمایوں گجرات میں

انہیں دنوں نصیرالدین ہمایوں نے گجرات کو فتح کر لیا اور اپنے ایک معتمد امیر آصف خاں کو احمد نگر روانہ کر کے برہان نظام سے پیشکش طلب کی۔ اس کے بعد ہمایوں خاندیش کو فتح کرنے کے لیے خاندیش آیا۔ میراں محمد شاہ فاروقی نے پریشان ہو کر برہان نظام شاہ کو متعدد خطوط لکھے اور اسے سابقہ تعلقات کا واسطہ دے کر موجودہ مصیبت سے چھٹکارا دلانے کی درخواست کی۔

برہان نظام کا خط ہمایوں کے نام

برہان نظام شاہ نے نصیرالدین ہمایوں کے نام ایک عریضہ روانہ کیا جس کا مضمون یہ تھا۔ انتہائی ادب سے میں حضور کی خدمت میں گوش گزار کرنا چاہتا ہوں کہ آپ کی ذات بابرکات ہم لوگوں کے لیے خداوند کریم کی ایک بہترین نعمت ہے۔ ہم پر آپ کے جو احسانات ہیں ان کا شکریہ ادا کرنا ہمارے بس کی بات نہیں ہے۔ میں یہ سطور اس مقصد سے لکھ رہا ہوں کہ آپ سے برہان پور اور اسیر کے فرماں روا کی سفارش کروں۔ میراں محمد شاہ کو آپ کی ذات سے بے پناہ لگاؤ اور محبت ہے ان دنوں آپ نے خاندیش کو فتح کرنے پر کمر باندھ رکھی ہے۔ میراں محمد شاہ چونکہ آپ کا ہی خواہ ہے اس لیے آپ اس سے ایسا سلوک نہ کریں اور از راہ لطف و کرم اس کی مملکت سے اپنا تصرف اٹھائیں اور اس کے عوض اس کو اپنے الطاف کا سزاوار رکھیں۔

ہمایوں کی مندو کو روانگی

اس کے بعد برہان نظام شاہ' ابراہیم عادل شاہ' سلطان قلی قطب شاہ اور علاؤ الدین' عماد الملک نے میراں محمد شاہ کی مدد کے لیے لشکر کشی کی۔ اتفاق سے انہیں دنوں میرزا امان کی مخالفت اور شیر شاہ کی ہنگامہ آرائیوں نے زور پکڑا اور ہمایوں خاندیش پر حملہ کر کے اس ملک کو برباد و تاراج کرنے کے بعد شادی آباد مندو کی طرف روانہ ہو گیا۔

مغل امراء کا مالوہ سے اخراج

مالوہ میں بہت سے مغل امیر باقی تھے۔ سلطان بہادر گجراتی نے میراں محمد شاہ فاروقی کو ان امیروں کے اخراج پر متعین کیا۔ میراں محمد شاہ نے ملو خاں کی مدد سے ان مغلوں کو شادی آباد مندو سے باہر کر دیا اور مندو کو ان کے قبضے سے نکال لیا۔

میراں محمد شاہ کی حکومت گجرات پر

میراں محمد شاہ ابھی مالوہ ہی میں تھا کہ فرنگیوں کے ہاتھوں سلطان بہادر گجراتی نے سفر آخرت اختیار کیا' سلطان بہادر گجراتی بے اولاد مرا تھا اس لیے گجراتی امیروں نے متفقہ طور پر میراں محمد شاہ فاروقی کو اپنا فرمانروا منتخب کیا اور اس کی عدم موجودگی میں اس کے نام کا خطبہ و سکہ جاری کر دیا۔ میراں محمد شاہ کے اصلی نام محمد خاں میں لفظ "شاہ" کا اضافہ بھی کیا گیا۔ میراں محمد شاہ خاندان فاروقیہ کا پہلا شخص ہے جس نے "شاہ" کا خطاب حاصل کیا۔

میراں محمد شاہ کی وفات

گجراتی امیروں نے سلطان بہادر گجراتی کا چتر اور تاج مرصع میراں محمد شاہ کی خدمت میں روانہ کیا اور اس سے گجرات آنے کی درخواست کی۔ میراں محمد شاہ نے یہ تاج سر پر رکھا اور گجرات جانے کی تیاریاں کیں۔ جب بادشاہ سفر کے لیے نکلنے ہی والا تھا کہ اس کی طبیعت ناساز ہو گئی' اس نے سفر کا ارادہ ملتوی کر دیا بیماری بڑھتی گئی یہاں تک کہ اس نے زندگی کا آخری سفر اختیار کیا۔ میراں محمد شاہ فاروقی نے ۱۳/ ذی قعدہ ۹۴۳ ہجری کو انتقال کیا۔ اراکین سلطنت نے اس کی لاش کو برہان پور میں عادل خاں فاروقی کے مزار کے قریب

marfat.com

Marfat.com

دفن کیا۔

میراں محمد شاہ کی اولاد میں کوئی فرد ایسا نہ تھا کہ جو فرماں روائی کے اہل ہوتا۔ اس لیے اراکین سلطنت نے اس کے بھائی مبارک خاں کو خاندیش کا فرماں روا منتخب کیا۔

میراں مبارک شاہ بن عادل خاں فاروقی

تخت نشینی

جیسا کہ بتایا جا چکا ہے کہ میراں محمد شاہ فاروقی کے بیٹوں میں کوئی اس قابل نہ تھا کہ اسے تخت نشین کیا جاتا اس لیے تمام امراء اور اراکین سلطنت نے باہمی اتفاق سے میراں مبارک شاہ کو تخت پر بٹھا دیا۔ میراں مبارک شاہ نے عنان اقتدار اپنے ہاتھوں میں لی اور بڑی خوش اسلوبی سے حکومت کرنے لگا۔ اس نے تمام اراکین دربار اور امیروں کے ساتھ بڑا اچھا برتاؤ کیا۔

امرائے گجرات کا فیصلہ

انہیں دنوں گجراتی امیروں نے محمود گجراتی بن شہزادہ لطیف خاں کو سلطنت گجرات کا صحیح وارث تسلیم کر لیا۔ اسے لانے کے لیے اختیار خاں کو برہان پور روانہ کیا واضح رہے کہ سلطان بہادر گجراتی نے محمود گجراتی کو جو اس کا بھتیجا تھا میراں محمد شاہ فاروقی کے حوالے کر دیا تھا۔ میراں محمد شاہ فاروقی نے محمود گجراتی کو قلعے میں قید کر دیا تھا۔

محمود گجراتی کی رہائی

اختیار خاں برہان پور آیا اور اس نے میراں مبارک شاہ سے ملاقات کر کے محمود گجراتی کو طلب کیا۔ میراں مبارک شاہ کو یہ خدشہ تھا کہ اگر محمود کو آزاد کر دیا گیا تو گجراتی امیر اس کو بادشاہ تسلیم کر لیں گے۔ لہٰذا اس نے ادھر ادھر کی باتیں کر کے اختیار خاں کو ٹال دیا۔ گجراتی امراء کو یہ امر ناگوار گزرا۔ انہوں نے لشکر تیار کیا اور جنگ کے ارادے سے خاندیش کی طرف روانہ ہوئے۔ میراں مبارک شاہ نے یہ صورت حال دیکھ کر محمود گجراتی کو رہا کر دیا اور اسے اختیار خاں کے ہمراہ گجرات روانہ کر دیا۔

عماد الملک برہان پور میں

انہیں دنوں فرماں روایان گجرات کا ایک غلام جس کا نام عماد الملک تھا فرار ہو کر برہان پور آیا۔ میراں مبارک شاہ نے اس توقع پر کہ سلطنت گجرات اس کے زیر نگیں آ جائے گی۔ عماد الملک کی مدد کی عماد الملک نے دس بارہ ہزار گجراتی سپاہیوں کا لشکر جمع کر لیا۔ دوسری طرف دریا خاں نے سلطان محمود گجراتی کو آمادۂ جنگ کیا اور وہ ایک زبردست لشکر لے کر میراں محمد شاہ اور عماد الملک سے جنگ کرنے کے مقصد سے روانہ ہوا۔

سلطان محمود گجراتی سے جنگ

خاندیش اور گجرات کی سرحد پر دونوں لشکروں میں زبردست جنگ ہوئی۔ میراں مبارک شاہ کو شکست ہوئی اور وہ قلعے میں پناہ گزیں ہو گیا۔ عماد الملک میدان جنگ سے بھاگ کر مندو چلا گیا اور قادر شاہ کے دامن میں پناہ لی۔ سلطان محمود گجراتی نے خاندیش کو تباہ و برباد کرنا شروع کر دیا۔ یہ صورت حال دیکھ کر میراں مبارک شاہ پریشان ہوا اور اس نے پیش کش دے کر سلطان محمود گجراتی سے صلح کر لی۔ اس کے بعد سلطان محمود اپنے پایہ تخت کو واپس آ گیا۔

marfat.com

Marfat.com

سلطان پور اور ندربار' مبارک شاہ کے قبضے میں

سلطان محمود گجراتی نے جب بہت اقتدار حاصل کر لیا اور اس کی سلطنت کی بنیادیں مضبوط ہو گئیں تو اس نے سلطان پور اور ندربار کا علاقہ میراں مبارک شاہ کو دے دیا۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ جس زمانے میں سلطان محمود گجراتی اور میراں مبارک شاہ دونوں قلعہ اسیر میں مقیم تھے' اول الذکر نے یہ وعدہ کیا تھا کہ اگر وہ کبھی گجرات کا بادشاہ بن گیا تو سلطان پور اور ندربار کا علاقہ میراں مبارک شاہ کو دے دوں گا۔

باز بہادر کی آمد اور پیر محمد کا حملہ

۹۶۹ھ میں جب مالوہ پر مغلوں نے قبضہ کر لیا تو وہاں کا حاکم باز بہادر برہان پور آگیا اور میراں مبارک شاہ کے پاس پناہ گزیں ہوا۔ مالوہ کے مغل حاکم پیر محمد خاں نے باز بہادر کے استیصال کا ارادہ کیا اور اس مقصد سے ایک لشکر جرار لے کر خاندیش میں آیا۔ پیر محمد خاں نے برہان پور تک تباہی و بربادی کا بازار گرم کیا اور اس سلسلے میں کوئی کسر نہ چھوڑی۔ خاندیش کے ہر طبقے کے لڑکوں اور لڑکیوں کو مغلوں نے گرفتار کر لیا اور ان سے طرح طرح کی وحشیانہ حرکتوں کا ارتکاب کیا۔

حاکم برار سے مدد کی طلب

میراں مبارک شاہ قلعہ اسیر میں پناہ گزین ہو گیا اور اس نے برار کے حاکم تفال خاں کو اپنی مدد کے لیے طلب کیا۔ تفال خاں جلد از جلد لشکر جرار لے کر خاندیش میں آیا۔ میراں مبارک شاہ اور باز بہادر بھی اس سے جا ملے اور ان تینوں فرماں رواؤں نے پیر محمد خاں کے دفیعے کے لیے مشترکہ کوششیں شروع کر دیں۔

مغل لشکر کی مالوہ کو روانگی

مغل امیروں اور سپاہیوں نے بہت سامان اور اسباب اپنے قبضے میں کر لیا اور غفلت و مدہوشی کے عالم میں عیش و عشرت میں مصروف ہو گئے۔ ان لوگوں نے دشمن سے جنگ کرنا مناسب نہ سمجھا۔ پیر محمد خاں نے اپنے سرداروں سے اس بارے میں مشورہ کیا۔ انہوں نے بھی یہی رائے دی لہٰذا پیر محمد خاں تمام مغل لشکر کو لے کر مالوہ کی طرف چل دیا۔

مغل لشکر گاہ پر حملہ اور پیر محمد کا فرار

تفال خاں' مبارک شاہ اور باز بہادر نے مغلوں کا تعاقب کیا۔ پیر محمد کا دھیان مال غنیمت میں لگا ہوا تھا لیکن اس کے لشکریوں کو جان کی فکر تھی۔ لہٰذا وہ اپنے سپہ سالار کو پیچھے چھوڑ کر دریائے نربدا کو پہلے ہی عبور کر گئے۔ تفال خاں حاکم برار کو اس صورت حال کی اطلاع ہو گئی۔ لہٰذا اس نے موقع پا کر دریائے نربدا کے اطراف میں مغل لشکر گاہ پر حملہ کر دیا۔ پیر محمد میں اتنی ہمت نہ تھی کہ وہ طاقت ور اور تازہ دم حریف کا مقابلہ کرتا لہٰذا وہ تمام سامان چھوڑ کر فرار ہو گیا۔

پیر محمد کی ہلاکت

تفال خاں بڑی تیز رفتاری سے پیر محمد کا تعاقب کرنے لگا۔ دوسری طرف باز بہادر کے سپاہیوں نے کشتیوں کو دریائے نربدہ کے کنارے سے ہٹا دیا تاکہ پیر محمد دریا کو عبور نہ کر سکے۔ پیر محمد جب دریا کے کنارے پہنچا تو وہ کشتیوں کو موجود نہ پا کر بہت پریشان ہوا' اسی پریشانی کے عالم میں وہ اپنے گھوڑے سمیت دریا میں اتر گیا جیسا کہ پہلے بیان کیا جا چکا ہے پیر محمد کو نربدا کی لہروں نے اپنی آغوش میں لے کر ہمیشہ کی نیند سلا دیا مغلوں کا بقیہ لشکر دریا پار کر گیا اور ان کا تمام سامان لوٹ لیا گیا۔

اس کے بعد میراں مبارک شاہ اور تفال خاں' باز بہادر کی مدد کے لیے مالوہ آئے اور تمام مغلوں کو انہوں نے یہاں سے نکال دیا۔ بہادر

marfat.com

Marfat.com

دوبارہ مالوہ کے تخت پر بیٹھا اور مبارک شاہ اور نقال خاں واپس آ گئے۔

میراں مبارک کی وفات

۶/ جمادی الثانی ۹۷۴ھ ہجری کو چہار شنبہ کے روز میراں مبارک کا انتقال ہوا۔ اس کی مدت حکومت بتیس سال ہے۔ میراں مبارک کے بعد اس کا بیٹا میراں محمد خاں باپ کا جانشین ہوا۔

marfat.com

Marfat.com

میراں محمد شاہ بن مبارک شاہ فاروقی

چنگیز خاں کا فتنہ

میراں مبارک شاہ فاروقی کے انتقال کے بعد اس کا بیٹا میراں محمد شاہ تخت نشین ہوا۔ تخت نشینی کے سال ہی کا واقعہ ہے کہ چنگیز خاں گجراتی اعتماد الملک وکیل السلطنت کے مشورے سے سلطان مظفر گجراتی کو اپنے ساتھ نذر بار لے کر آیا۔ چنگیز خاں نے میراں محمد شاہ کے تھانے کو اٹھا دیا اس حرکت پر اسے کسی نے نہ ٹوکا اس وجہ سے چنگیز خاں کی ہمت بڑھی اور پیش قدمی کر کے قلعہ تھانیسر کے نواح تک کے علاقے پر قابض ہو گیا۔

چنگیز خاں نے اپنی بساط کے مطابق میراں محمد شاہ کے ملک کو تباہ و برباد کیا۔ میراں محمد شاہ نے برار کے حاکم تفال خاں کو اپنی مدد کے لیے بلایا۔ تفال خاں ایک لشکر لے کر آگیا میراں محمد شاہ نے اسے ساتھ لے کر چنگیز خاں کا مقابلہ کیا' اگرچہ چنگیز خاں بہت بہادر اور باہمت انسان تھا لیکن خدا جانے اس کے دل میں کیا وہم سمایا کہ وہ خوف زدہ ہو کر ایک دشوار گزار مقام پر فروکش ہو گیا اس نے توپ و تفنگ کے ارابوں کو اپنے گرد فراہم کر لیا اور رات تک اسی جگہ مقیم رہا۔ اسی رات چنگیز خاں بھروچ کی طرف فرار ہو گیا۔

محمد شاہ کا عزم تسخیر گجرات

تفال خاں اور میراں محمد شاہ کو اس کی اطلاع ہوئی تو انہوں نے چنگیز خاں کے تمام سامان اور آلات جنگ پر قبضہ کر کے اس کا تعاقب کیا۔ اس زمانے میں گجرات میں سخت انتشار پھیلا اور وہاں کی رعایا نے یہ یقین کر لیا کہ سلطان مظفر گجراتی' گجرات کے شاہی خاندان سے نہیں ہے۔ ادھر میراں محمد شاہ فاروقی بھی گجرات کو اپنی وراثت سمجھتا تھا۔ اس نے بہت سا روپیہ صرف کر کے ایک زبردست لشکر تیار کیا۔ گجراتی امیروں کی ایک جماعت نے بھی محمد شاہ کا ساتھ دیا اور وہ تیس ہزار سپاہیوں کا ایک لشکر لے کر احمد آباد کو فتح کرنے کے لیے روانہ ہوا۔

چنگیز خاں سے جنگ اور محمود شاہ کی شکست

ان دنوں چنگیز خاں نے احمد آباد پر قبضہ کر رکھا تھا اور "میرزا برادران" اس کا ساتھ دے رہے تھے۔ چنگیز خاں کو جب میراں محمد شاہ کی آمد کا علم ہوا تو وہ سات آٹھ ہزار سواروں کا لشکر لے کر اس کے مقابلے پر آیا فریقین میں زبردست جنگ ہوئی۔ اس جنگ میں میرزا برادران نے چنگیز خاں کا پورا پورا ساتھ دیا اس وجہ سے اسے فتح نصیب ہوئی۔ میراں محمد شاہ اپنا تمام سامان اور ہاتھی گھوڑے وغیرہ چھوڑ کر میدان جنگ سے بھاگ گیا' چنگیز خاں نے اس تمام سامان پر قبضہ کر لیا۔ اس عظیم الشان فتح کی وجہ سے اس کی شان و شوکت اور اقتدار میں بہت اضافہ ہوا۔

میرزاؤں کی شورش

کچھ عرصہ بعد میرزا برادران کے تعلقات چنگیز خاں سے اچھے نہ رہے اور وہ گجرات سے فرار ہو کر خاندیش میں آگئے۔ خاندیش میں انہوں نے غلبہ حاصل کر کے خوب تباہی و بربادی مچائی۔ میراں محمد شاہ نے جب یہ عالم دیکھا تو اس نے لشکر جمع کر کے میرزاؤں کی سرکوبی کا ارادہ کیا' لیکن میرزاؤں نے اسے اتنا موقع ہی نہ دیا اور اپنا کام کر کے خاندیش سے چلے گئے۔

marfat.com

Marfat.com

برار پر مرتضیٰ نظام کا قبضہ

احمد نگر کے فرماں روا مرتضیٰ نظام شاہ بحری نے ۹۸۲ ہجری میں برار کو فتح کر کے حاکم برار کو قید کر لیا۔ اس کے بعد مرتضیٰ نظام اپنے ملک کو واپس روانہ ہو گیا۔ اسی دوران میں ایک شخص برار سے فرار ہو کر میراں محمد شاہ فاروقی کے پاس آیا اور اپنے آپ کو عماد شاہی خاندان کا فرد ظاہر کر کے میراں محمد شاہ سے مدد کی درخواست کی۔ فاروقی فرماں روا نے پانچ چھ ہزار سپاہیوں کا لشکر اس کے ہمراہ کر دیا اس وجہ سے مملکت برار میں سخت فتنہ پیدا ہوا۔

مرتضیٰ نظام خاندیش میں

مرتضیٰ نظام شاہ کو جب اس کی اطلاع ملی تو وہ خواجہ میرک دبیر اصفہانی المخاطب بہ چنگیز خاں کے مشورے سے واپس ہوا۔ پہلے تو اس نے میراں محمد شاہ فاروقی کے لشکر کو تباہ و برباد کیا اور پھر برہان پور کی طرف بڑھا۔ میراں محمد شاہ فاروقی میں اتنی ہمت کہاں تھی کہ وہ فرماں روائے احمد نگر کا مقابلہ کرتا۔ لہٰذا وہ قلعہ اسیر میں پناہ گزیں ہو گیا۔ مرتضیٰ نظام نے قلعے کا محاصرہ کر لیا اور اس کا لشکر خاندیش کو تباہ و برباد کرنے لگا۔

مرتضیٰ نظام کی واپسی

میراں محمد شاہ فاروقی بہت پریشان ہوا جیسا کہ پہلے تفصیل سے بتایا جا چکا ہے اس نے صلح کی کوشش شروع کی۔ اس نے چھ لاکھ مظفری (تین لاکھ تنکہ نقرہ) مرتضیٰ نظام شاہ اور اس کے وکیل السلطنت چنگیز خاں کو دے کر مخالفوں کو راضی کر لیا۔ اس کے بعد مرتضیٰ نظام شاہ قلعے کے محاصرے سے دستبردار ہو گیا اور اپنے پایہ تخت کو روانہ ہوا۔

میراں محمد شاہ کا انتقال

۹۸۴ھ میں میراں محمد شاہ بیمار ہوا اور اسی سال اس کا انتقال ہو گیا اس کا کم عمر بچہ حسن خاں فاروقی باپ کا جانشین ہوا۔

حسن خاں کی تخت نشینی اور معزولی

میراں محمد شاہ کا بھائی راجہ علی خاں فاروقی بن مبارک ان دنوں جلال الدین اکبر مغل بادشاہ کے پاس تھا۔ اس نے میراں محمد شاہ کی علالت کی خبر سنی، آگرہ سے روانہ ہو کر خاندیش میں آ گیا۔ جب وہ خاندیش پہنچا تو میراں محمد شاہ کا انتقال ہو چکا تھا۔ راجہ علی خاں فاروقی نے حسن خاں کو معزول کر کے عنان حکومت اپنے ہاتھ میں لے لی۔ رعایا نے بھی علی خاں کو اپنا فرماں روا تسلیم کر لیا۔

marfat.com

Marfat.com

میراں راجہ علی خاں فاروقی

بن مبارک خاں بن اعظم ہمایوں بن عادل خاں بن حسن خاں بن نصیر خاں بن ملک راجہ بن خان جہاں فاروقی

عاقبت اندیشی

جس زمانے میں راجہ علی خاں فاروقی تخت نشین ہوا ان دنوں ہندوستان کے تمام بڑے بڑے اور مشہور صوبے بنگالہ سے لے کر سندھ تک اور مالوہ سے لے کر گجرات تک مغل بادشاہ جلال الدین اکبر کے زیر نگیں آ چکے تھے۔ اس لیے راجہ علی خاں نے انتہائی عاقبت اندیشی سے کام لے کر اپنے نام میں سے "شاہ" کا لفظ نکال دیا اور جلال الدین اکبر کی باجگذاری اور اطاعت شعاری کو اپنا مقصد قرار دیا۔

راجہ علی خاں کا اعلیٰ کردار

راجہ علی خاں اکثر و بیشتر جلال الدین اکبر کی خدمت میں تحفے تحائف بھیج کر اپنے خلوص اور وفاداری کا اظہار کرتا رہتا تھا۔ اسی طرح دکنی فرماں رواؤں کے ساتھ بھی اس نے نہایت خوشگوار تعلقات پیدا کیے۔ راجہ علی خاں نہایت منصف مزاج معاملہ فہم اور بہادر انسان تھا تمام بری اور ناشائستہ عادات سے وہ کنارہ کش رہتا تھا اسی طرح دکنی ملک و رعایا کی بہبود کا اسے ہمیشہ خیال رہتا تھا مذہب حنفی کے عالموں، فاضلوں کی صحبت وہ پسند کرتا۔

سید مرتضیٰ اور صلابت خاں میں جنگ

۹۹۳ ہجری میں جب کہ مرتضیٰ نظام شاہ بحری امور سلطنت سے بے تعلق ہو کر گوشہ نشین ہو چکا تھا۔ اس کے سپہ سالار برار سید مرتضیٰ اور وکیل السلطنت صلابت خاں میں جھگڑا ہو گیا۔ احمد نگر سے چھ کوس کے مقام پر یہ دونوں امیر ایک دوسرے کے مقابلے پر آئے دونوں میں معرکہ آرائی ہوئی اور جس کے نتیجے میں صلابت خاں کامیاب ہوا اور سید مرتضیٰ خاں بارہ ہزار سپاہیوں کے ساتھ میدان جنگ سے فرار ہو کر برار میں آ گیا۔ صلابت خاں کے بہی خواہوں نے یہاں بھی سید مرتضیٰ کا پیچھا نہ چھوڑا۔ لہٰذا وہ پریشان ہو کر برہان پور میں چلا آیا۔

سید مرتضیٰ کی برہان پور میں آمد اور آگرہ کو روانگی

راجہ علی خاں کو اس کا اچھی طرح اندازہ تھا کہ سید مرتضیٰ اور اس کے ساتھی داد خواہی کے لیے جلال الدین اکبر کے پاس جائیں گے اور وہاں سے مغل لشکر کو اپنے ساتھ لے کر آئیں گے۔ راجہ علی خاں کے نزدیک یہ امر کچھ بہتر نہ تھا کیونکہ اس کے دور رس نتائج ایک انقلاب عظیم برپا کر سکتے تھے لہٰذا اس نے سید مرتضیٰ کو آگرہ جانے سے روکا۔ سید مرتضیٰ نے راجہ علی خاں کا مشورہ قبول نہ کیا۔ ایک دن راجہ علی خاں کو بتائے بغیر ہی برہان پور سے آگرہ کی طرف روانہ ہو گیا۔

خاندیشی لشکر اور سید مرتضیٰ میں جنگ

راجہ علی خاں کو جب سید مرتضیٰ کی روانگی کا علم ہوا تو اس نے ایک لشکر اس کے تعاقب میں روانہ کیا اور حکم دیا کہ جس طرح بھی ہو

marfat.com
Marfat.com

سکے خواہ بخوشی اور خواہ بہ جبر سید مرتضیٰ سبزواری کو آگرہ جانے سے روکا جائے اور اسے برہان پور واپس لائے۔ خاندیشی لشکر سید مرتضیٰ کے قریب پہنچا اور اس سے واپسی کے لیے کہا لیکن اس نے انکار کیا' اس پر فریقین میں جنگ شروع ہو گئی' خداوند خاں حبشی کی بہادری اور جانفشانی سے خاندیشی لشکر کو شکست ہوئی اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ خاندیشی لشکر سید مرتضیٰ سبزواری کو آگرہ جانے سے نہ روک سکا' لیکن اس نے حریف کے سامان کو خوب جی کھول کے لوٹا اور تقریباً ایک سو ہاتھیوں پر قبضہ کر لیا۔

سید مرتضیٰ ----اکبر کے حضور میں

سید مرتضیٰ سبزواری اور خداوند خاں حبشی خاندیشی لشکر کو شکست دینے کے بعد کامیابی کے ساتھ دریائے نربدا کے پار اتر گئے۔ یہ دونوں جلال الدین اکبر کے حضور میں پہنچے اور اس سے مدد کی درخواست کی۔

جلال الدین اکبر تو ایک عرصہ سے دکن کو فتح کرنے کے خیال میں تھا۔ اس نے سید مرتضیٰ اور خداوند خاں کی بڑی دل جوئی کی اور دوسرے دکنی امیروں سے بھی لطف و کرم سے پیش آیا۔ اکبر نے ان سب کو جاگیروں اور عہدوں سے نوازا اور حصول مقصد میں ان کا پورا پورا ساتھ دینے کا وعدہ کیا۔ راجہ علی خاں فاروقی کو جب اس صورت حال کا علم ہوا تو وہ بہت پریشان ہوا اور اس نے ان ایک سو ہاتھیوں کو جو سید مرتضیٰ اور دوسرے دکنی امیروں سے چھینے گئے تھے اکبر کی خدمت میں روانہ کیا اور اپنی وفاداری اور اطاعت گزاری کا یقین دلایا' نیز اپنے فعل پر ندامت کا اظہار کر کے معافی چاہی۔ اس واقعہ سے چند روز پہلے مرتضیٰ نظام شاہ کا سگا بھائی بھی اکبری مدد حاصل کرنے کے لیے آگرہ پہنچ چکا تھا اس لیے راجہ علی خاں کی کوشش کامیاب نہ ہوئی اور اس کی معذرت طلبی بے کار گئی۔

فتح دکن کا اکبری حکم

۱۰۰۳ھ میں جلال الدین اکبر نے برہان نظام شاہ ثانی' سید مرتضیٰ شاہ خداوند خاں حبشی اور تمام دکنی امیروں کو حاکم مالوہ خاں اعظم میرزا عزیز کوکہ کے پاس روانہ کیا اور اسے حکم دیا کہ ان لوگوں کو ساتھ لے کر دکن کو فتح کرے۔ خان اعظم شادی آباد مندو سے باہر آیا اور اس نے مالوی اور دکنی امراء کو ساتھ لے کر برار کا رخ کیا۔

مرتضیٰ نظام شاہ نے میرزا محمد تقی نظیری کو جو سادات میں سے تھا اپنا سپہ سالار مقرر کیا اور اسے میرزا کوکہ کی مدافعت کے لیے سرحد خاندیش کی طرف روانہ کیا۔ میرزا عزیز کوکہ نے عضد الدولہ شاہ فتح اللہ شیرازی کو راجہ علی خاں فاروقی کے پاس بھیجا اور اسے جلال الدین اکبر کی وفاداری کی تلقین کی۔ انہیں دنوں میرزا محمد تقی نظیری بھی اسیر میں آیا ہوا تھا' اس نے راجہ علی فاروقی کو مرتضیٰ نظام شاہ کا بہی خواہ بنانے کی کوشش کی۔

راجہ علی خاں اور میرزا محمد تقی میں اتحاد

راجہ علی خاں فاروقی نے بہت سوچ بچار کے بعد مرتضیٰ نظام شاہ کا ساتھ دینے کا فیصلہ کیا۔ اور شاہ فتح اللہ شیرازی سے معذرت طلب کر لی۔ راجہ علی خاں فاروقی اور میرزا محمد تقی تیس ہزار سواروں کا ایک زبردست لشکر اور بے شمار توپ خانہ لے کر مغل لشکر گاہ ہندیہ کی طرف بڑھے۔ ان دونوں نے مغل لشکر گاہ سے ایک کوس کے فاصلے پر قیام کیا۔ دوسرے روز جنگ شروع کرنے کا فیصلہ کیا۔

عزیز کوکہ کا جنگ سے اجتناب

خان اعظم میرزا کوکہ جب دشمن کی یہ کثرت دیکھ چکا تو اس نے فی الحال جنگ کا ارادہ ملتوی کر دیا' اسی رات اپنے خیموں اور مشعلوں کو لشکر گاہ ہی میں چھوڑ کر ایک دوسرے راستے سے برار کی طرف روانہ ہو گیا۔ مغل لشکر نے مالاپور اور ایلچ پور کو تباہ و برباد کر کے یہیں قیام کیا۔ راجہ علی خاں اور میرزا محمد تقی بھی مغلوں کا تعاقب کرتے ہوئے اس طرف آ نکلے' میرزا عزیز کوکہ نے اس بار بھی حریف سے معرکہ آرائی کرنے کا ارادہ نہ کیا اور ندربار کے راستے سے اپنی لشکر گاہ میں آ گیا۔

marfat.com

Marfat.com

راجہ علی خاں کی خوشی

راجہ علی خاں فاروقی کو جب مغلوں کی طرف سے اچھی طرح اطمینان ہو گیا تو اس نے میرزا محمد تقی نظیری کو رخصت کر دیا اور خود برہان پور واپس آ گیا۔ راجہ علی خاں فاروقی اس صورت حال سے بہت خوش تھا کیونکہ بغیر جنگ کے مقصد حاصل ہو گیا تھا۔ اس نے اس خوشی میں غریبوں اور محتاجوں میں بہت سا روپیہ تقسیم کیا۔

برہان نظام شاہ ثانی کے عزائم

برہان نظام شاہ ثانی نے جب یہ دیکھا کہ اس کی تدبیر کارگر نہیں ہوئی تو مجبوراً بڑی خاموشی کے ساتھ اکبر بادشاہ کی خدمت میں اپنی زندگی بسر کرنے لگا۔ ۹۰۷ ہجری برہان نظام شاہ کا بیٹا اسمٰعیل نظام شاہ احمد نگر میں تخت نشین ہوا۔ اس موقع پر برہان نظام شاہ ثانی (جیسا کہ اس کے حالات میں بیان کیا جا چکا ہے) کے دل میں پھر اپنے موروثی ملک کو حاصل کرنے کا خیال پیدا ہوا۔ جلال الدین اکبر کے مشورے سے نظام شاہ ہندیہ میں (جو اس کی جاگیر تھی) آیا اور راجہ علی خاں فاروقی سے مدد کی درخواست کی۔

جمال خاں مہدوی کا عزم برہان پور

راجہ علی خاں فاروقی نے ابراہیم عادل شاہ کے مشورے سے برہان نظام شاہ ثانی سے مدد کرنے کا وعدہ کر لیا۔ ان دنوں احمد نگر میں عنان اقتدار جمال خاں مہدوی کے ہاتھ میں تھی۔ اسے جب برہان نظام شاہ ثانی اور راجہ علی خاں کی ساز باز کا علم ہوا تو وہ اسمٰعیل نظام شاہ کو ساتھ لے کر برہان پور کی طرف روانہ ہوا۔

راجہ علی خاں اور جمال خاں میں جنگ

راجہ علی خاں فاروقی نے اپنے لشکر کو مرتب و منظم کیا اور برہان نظام شاہ ثانی کو ساتھ لے کر برار کی سرحد کی طرف روانہ ہو گیا۔ راجہ علی خاں نے جمال مہدوی کے پہنچنے سے پہلے ہی براری امیروں کو انعام و اکرام کے وعدوں سے اپنا ہم خیال بنایا اور برہان نظام شاہ کے پاس آیا۔ انہیں دنوں جمال خاں مہدوی نے گھاٹ روب نگر کو پار کیا اور فریقین ایک دوسرے کے قریب ہو گئے دونوں لشکروں میں جنگ شروع ہو گئی۔ فریقین بڑی ثابت قدمی اور استقلال سے ایک دوسرے سے لڑتے رہے۔ اتفاق سے بندوق کی ایک گولی جمال خاں مہدوی کے جسم پر لگی اور اس کا کام تمام ہو گیا۔

راجہ علی خاں کی فتح

جمال خاں مہدوی کے مرتے ہی دشمن میدان جنگ سے بھاگ نکلا۔ اس عظیم الشان کامیابی کے بعد راجہ علی خاں اور برہان نظام شاہ نے ایک جشن مسرت منعقد کیا۔ اس کے بعد دونوں ایک دوسرے سے رخصت ہوئے' برہان نظام شاہ ثانی احمد نگر کی طرف چل دیا اور راجہ علی خاں برہان پور واپس آیا۔

احمد نگر پر اکبری حملہ

۱۰۰۴ ہجری میں برہان نظام شاہ نے داعی اجل کو لبیک کہا اور شہزادہ مراد (جلال الدین اکبر کا بیٹا) اور میرزا عبد الرحیم خان خاناں (بیرم خاں کا بیٹا) نظام شاہی ملک کو فتح کرنے کے ارادے سے روانہ ہوئے۔ راجہ علی خاں فاروقی نے بھی ایک زبردست لشکر ساتھ لے کر جلال الدین اکبر کے حکم کے مطابق خان خاناں کا ساتھ دیا۔ شہزادہ مراد اور عبد الرحیم خان خاناں نے احمد نگر پہنچ کر شہر کا محاصرہ کر لیا۔ اس محاصرے کا کوئی نتیجہ نہ نکلا آخر کار فریقین میں اس شرط پر صلح ہو گئی کہ برار پر اکبر کا قبضہ رہے اور احمد نگر پر نظام شاہ کا قبضہ رہے۔

marfat.com

Marfat.com

مغلوں اور دکنی فوجوں میں جنگ

اس معاہدے کے مطابق شہزادہ مراد اور خان خاناں نے برار پر قبضہ کر لیا اور راجہ علی خاں برہان پور و اسیر کی جانب روانہ ہو گیا۔ اس واقعے کے کچھ عرصہ بعد دکنیوں نے باہمی اتفاق سے برار کو مغلوں کے قبضے سے نکالنے کا ارادہ کر لیا۔ دکنی سہیل خاں خواجہ سرا کی ماتحتی میں دریائے گنگا کے کنارے سون پت کے مقام پر جمع ہوئے۔ خان خاناں کو اس کی اطلاع ہوئی تو وہ اور شہزادہ مراد مع راجہ علی خاں اور مغل امراء کے سہیل خاں سے جنگ کرنے کے لیے روانہ ہوئے فریقین میں زبردست جنگ ہوئی جس کے نتیجے میں خان خاناں کو فتح حاصل ہوئی۔

راجہ علی خاں کی ہلاکت

راجہ علی خاں میدان جنگ میں ایسی جگہ پر متعین تھا کہ جہاں دکنیوں کی آتش بازی اپنے شباب پر تھی۔ راجہ علی خاں اس آتش بازی سے مع بہت سے خاندیشی امیروں کے جل کر ہلاک ہو گیا۔ اس کی لاش برہان پور لائی گئی اور وہاں اسے دفن کر دیا گیا۔

راجہ علی خاں کی مدت حکومت اکتیس سال ہے۔

marfat.com

Marfat.com

بہادر خاں فاروقی

ناتجربہ کار فرماں روا

۱۰۰۵ھ میں راجہ علی خاں فاروقی نے داعی اجل کو لبیک کہا اس کی جگہ اس کا بیٹا بہادر خاں فاروقی تخت نشین ہوا۔ یہ تخت نشینی خان خاناں کی تجویز اور جلال الدین اکبر کے فرمان کے مطابق عمل میں آئی۔ بہادر خاں فاروقی عقل کا کچا اور ناتجربہ کار انسان تھا۔ اس وجہ سے بہت سی بری عادتیں مثلاً شراب نوشی اور افیون خوری وغیرہ کی تھیں۔ اسے گانے سننے اور گانے والی عورتوں کی سرپرستی کرنے کا بھی بہت شوق تھا۔

بہادر آباد کی تعمیر

بہادر خاں نے دریائے تپتی کے کنارے ایک شہر آباد کیا اور اس کا نام بہادر پور رکھا اس نے اس شہر کی تعمیر اور ترقی میں بہت کوشش کی۔ بہادر خاں کو اچھی طرح معلوم تھا کہ ایک عظیم الشان مغل لشکر اس کے ہمسایہ میں موجود ہے اور وہ کسی وقت بھی اس کی حکومت کو اپنے قبضے میں کر سکتا ہے' لیکن اس ناتجربہ کار فرماں روا نے اس طرف مطلق توجہ نہ کی اور اپنا وقت عیش و عشرت میں بسر کرتا رہا۔ اس کے روز و شب مطربوں اور سازندوں کی صحبت میں گزرتے رہے۔

بہادر خاں کی کم عقلی

شہزادہ مراد کا جب انتقال ہوا تو اکبر نے اس کی جگہ اپنے دوسرے بیٹے شہزادہ دانیال کو دکن کا صوبہ دار مقرر کیا۔ شہزادہ دانیال جب دکن میں آیا تو اس موقعے پر بہادر خاں نے بڑی کم عقلی کا مظاہرہ کیا اور شہزادے سے ملاقات کرنے کے لیے نہ گیا۔ اسی طرح جب جلال الدین اکبر تسخیر دکن کے ارادے سے شادی آباد مندو میں آیا تو تب بھی بہادر خاں نے ایسا ہی کیا نہ تو بادشاہ کا استقبال کیا اور نہ ہی اس سے ملاقات کرنے کے لیے گیا۔ بلکہ الٹی حرکت یہ کی کہ قلعہ اسیر میں داخل ہو کر قلعہ داری کا سامان مہیا کرنے میں مصروف ہو گیا اور ضروریات کا تمام سامان اور تمام اہم ملازمین کو مع رعایا کے اٹھارہ ہزار افراد کو قلعے میں لے گیا۔

قلعہ اسیر کی معموری

راقم الحروف مورخ فرشتہ کو آصف خاں میرزا جعفر اور محمد شریف نے بتایا کہ قلعہ جب فتح ہوا تو ہم نے اہل قلعہ کو شمار کیا۔ معلوم ہوا اسی ہزار عورتیں اور مرد قلعے سے باہر نکلے اس کے علاوہ چالیس ہزار افراد قلعے کے محاصرے کے دوران میں مارے گئے اس سے اندازہ کیا جا سکتا ہے کہ قلعے میں جانور (ہاتھی' گائے' گھوڑے بھینس وغیرہ) کتنی تعداد میں ہوں گے۔ الغرض بہادر خاں نے قلعے میں ایک دنیا آباد کر رکھی تھی۔

اکبر کی آمد اور قلعے کا محاصرہ

جلال الدین اکبر جب اپنے لشکر کے ساتھ برہان پور میں آیا تو اسے بہادر خاں کے حالات کا علم ہوا۔ اس نے خود احمد نگر کو جانے کا ارادہ ترک کر دیا۔ اور شہزاد دانیال' خان خاناں کو احمد نگر کی مہم پر متعین کر کے خود برہان پور ہی میں قیام کیا اور اپنے امیروں کو قلعہ اسیر کا محاصرہ کر لینے کا حکم دیا۔ محاصرے نے طوالت کھینچی' دس ماہ گزر گئے اور کوئی نتیجہ برآمد نہ ہوا۔ ایسے میں خدا کی طرف سے بھی اہل قلعہ پر مصیبت نازل ہوئی چونکہ قلعہ میں انسان اور جانور بہت زیادہ تعداد میں تھے اس لیے قلعہ کی آب و ہوا متعفن ہو گئی اس تعفن کی

marfat.com
Marfat.com

وجہ سے اہل قلعہ بیمار ہو ہو کر مرنے لگے۔ یہ سورت حال اہل قلعہ کے لیے بہت زیادہ پریشان کن ثابت ہوئی۔

افسوں و طلسمات

اسی دوران اہل قلعہ کو یہ خبر ملی کہ جلال الدین اکبر نے ایسے چند آدمیوں کو جو جادو اور ٹونے وغیرہ میں ماہر ہیں اس کام پر متعین کیا ہے کہ وہ ایسے عملیات سے کام لیں جن کی وجہ سے قلعے کو باسانی فتح کیا جا سکے۔ یہ بھی اطلاع ملی کہ اکبر بادشاہ خود ہر وقت تسبیح پڑھتا رہتا ہے اور قلعے کی فتح کی دعائیں مانگتا رہتا ہے اہل قلعہ نے یہ سمجھ لیا کہ قلعہ میں جو وبا آئی ہے وہ بادشاہ ہی کے تسبیح پڑھنے کا نتیجہ ہے۔ اس خیال نے سب لوگوں کو بہت پریشان کیا۔

اہل قلعہ کی حالت زار

بہادر خان گجراتی اور ان کے مقربین خاص بھی اپنی پریشانی اور بے بسی کے ہاتھوں ہوش و حواس کھو بیٹھے' انہوں نے یہ نہ سوچا کہ وبا کا اصل سبب یہ ہے کہ انسانوں اور جانوروں کی تعداد قلعے کی وسعت و گنجائش کے مناسب نہیں ہے اور اس سلسلے میں کوئی قدم اٹھانے کی زحمت گوارا نہ کی بلکہ ہاتھ پر ہاتھ دھرے بیٹھے رہے۔ قلعے کے محافظوں کی حالت بھی بہت خراب تھی انہوں نے بہادر خاں سے غلے کی کمی کی شکایت کی۔ بہادر خاں نے انہیں ٹال دیا آخر کار ان محافظوں نے مجبور ہو کر قلعے کی حفاظت سے ہاتھ اٹھا لیا۔ اکبر کے لشکر نے محاصرے میں شدت سے کام لیا اور قلعہ مالیگر پر جو قلعہ اسیر کے مقابل ہی واقعہ ہے قبضہ کر لیا۔

بہادر خاں کی مخالفت

قلعہ اسیر میں اس قدر غلہ اور دیگر سامان موجود تھا کہ وہ اہل قلعہ کی ضروریات کے لیے دس سال تک کافی ہو سکتا تھا' لیکن بہادر خاں فاروقی نے حماقت کی وجہ سے کسی کو کچھ بھی نہ دیا۔ اس پر اہل قلعہ بہادر خاں کے خلاف ہو گئے اور انہوں نے یہ فیصلہ کیا کہ بہادر خان کو اور اس کے مقربین کو گرفتار کر کے جلال الدین اکبر کے حوالے کر دیا جائے۔ ظاہر ہے کہ اہل قلعہ کو اپنی جان زیادہ عزیز تھی لہذا انہیں مجبوراً یہ فیصلہ کرنا پڑا۔

بہادر خاں کے امراء کا مشورہ

بہادر خاں کو اہل قلعہ کے ارادے کی اطلاع ہو گئی اور اس نے اپنے اراکین حکومت آصف خاں' میرزا جعفر اور کبیر خاں وغیرہ سے مشورہ کیا۔ ان لوگوں نے بالاتفاق بہادر خاں سے یہ کہا "اس وقت صورت حال بہت نازک ہے قلعے میں وبا شدت سے پھیلی ہوئی ہے' اموات دھڑا دھڑ ہو رہی ہیں اگر اس وقت ہم نے اہل قلعہ کو غلہ اور دیگر سامان ضرورت دے بھی دیا تو تب بھی ہماری مشکل حل نہیں ہو سکتی۔ کیونکہ غلے وغیرہ سے بیماری اور موت کو روکا نہیں جا سکتا۔ دوسری بات یہ ہے کہ ہمارے لیے اکبر جیسے طاقتور بادشاہ کے ہاتھوں سے بچ نکلنا بھی ناممکن ہے اس لیے بہتر یہی ہے کہ آپ اکبر سے جان و مال کی امان طلب کر کے اس کی خدمت میں حاضر ہو جائیں اور قلعہ اس کے حوالے کر دیں۔"

قلعہ اسیر پر اکبر کا قبضہ

بہادر خاں فاروقی نے امیروں کی اس رائے کو بہت پسند کیا۔ اس نے خان اعظم میرزا عزیز کوکہ کے توسط سے اکبر سے جان کی امان طلب کی۔ اکبر نے اس درخواست کو قبول کیا۔ بہادر خاں نے خدا کا شکر ادا کیا اور فوراً قلعے سے باہر نکل کر عزیز کوکہ کے ساتھ بادشاہ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ بہادر خاں نے قلعہ اسیر (جس میں غلہ اس کثرت سے جمع کیا ہوا تھا کہ وہ اہل قلعہ کے لیے دس سال تک کافی ہوتا اور جس قلعہ کو آسانی کے ساتھ فتح کرنا دشوار تھا) اکبر بادشاہ کے ملازمین کے حوالے کر دیا۔

marfat.com

Marfat.com

قلعہ اسیر کی کیفیت

راقم الحروف مورخ فرشتہ نے ۱۰۲۳ ہجری میں اس قلعے کو دیکھا ہے۔ میں شہزادہ دانیال کے دیوان دار خواجہ حسن تربتی کے ہمراہ اس قلعے میں گیا تھا۔ قلعہ ایک نہایت بلند پہاڑ پر واقع ہے اس پہاڑ پر آدھا کوس یا اس سے کچھ زیادہ زمین ہموار اور مسطح ہے۔ یہاں چند چشمے ہیں اور کچھ حوض بھی بنائے گئے ہیں تاکہ پانی کا ذخیرہ کیا جا سکے' تاکہ خشک سالی یا چشموں کا پانی نہ ہونے کی وجہ سے ان کے ذخیرے کو کام میں لایا جا سکے۔ اس کی سطح زمین پہاڑ کی چوٹی پر ہے' یہ ایک نہایت ہی مضبوط اور مستحکم حصار بنایا گیا ہے۔

قلعے میں داخل ہونے کا راستہ

اس قلعے میں داخل ہونے کا راستہ بہت ہی دشوار گذار ہے ایک پیادہ بہت مشکل اور محنت سے قلعے میں داخل ہو سکتا ہے اگر کوئی سوار قلعے میں جانا چاہے تو اسے گھوڑے سے اترنا پڑتا ہے۔ سوار اور گھوڑا دونوں آگے پیچھے چل کر ہی منزل مقصود تک پہنچ سکتے ہیں۔ چھوٹے چھوٹے ہاتھیوں کو رسے سے باندھ کر بڑی احتیاط اور مشکل سے لے جایا جا سکتا ہے۔ قلعے کے اندر بہت سی خوب صورت اور اعلیٰ درجے کی عمارتیں ہیں' باغات ہیں اور بہت سے حوض ہیں۔ ایک جامع مسجد بھی ہے اس کی تعمیر میں نہایت خوش اسلوبی سے کام کیا گیا ہے' اس کو طرح طرح کے نقش و نگار سے آراستہ کیا گیا ہے' ایسی شاندار مسجد بڑے بڑے شہروں میں بھی نظر نہیں آتی۔

کہا جاتا ہے کہ اکبر قلعہ اسیر کی فتح کے بعد آگرہ واپس چلا گیا چونکہ وہ غیر اسلامی عقیدہ رکھتا تھا اس لیے اس نے حکم دیا کہ اس مسجد کو مسمار کر کے اس کی جگہ ایک مندر بنایا جائے' لیکن شہزادہ دانیال نے جو ان دنوں برہان پور میں موجود تھا اس پر عمل نہ کیا۔ راقم الحروف مورخ فرشتہ نے ایک بار خواجہ حسن تربتی سے جس نے ہندوستان کے بہت سے عالی شان قلعوں کو دیکھا تھا یہ سوال کیا کہ "کیا تمہاری نظر سے قلعہ اسیر کی مانند کوئی مستحکم قلعہ گزرا ہے؟" خواجہ حسن تربتی نے جواب دیا "ہاں! قلعہ رہتاس جو مشرقی ہندوستان میں واقع ہے اس سے زیادہ مستحکم قلعہ ہے لیکن وسعت میں وہ قلعہ اسیر سے کم ہے۔"

قلعہ مالیگر

فاروقی سلاطین نے قلعہ اسیر کے دروازے کے پاس ایک نیا قلعہ بھی تعمیر کروایا اور اس کا نام قلعہ "مالیگر" رکھا جیسا کہ پہلے بیان کیا جا چکا ہے۔ جب قلعے کے محافظوں نے بہادر خاں فاروقی سے ناراض ہو کر قلعے کی حفاظت سے کنارہ کشی اختیار کی تو اکبری لشکر نے قلعہ مالیگر پر قبضہ کر لیا۔ اگر اس قلعے میں چند برج تعمیر کر دیے جائیں۔ اسے توپ اور ضرب زن سے آراستہ کر دیا جائے اور اس کی حفاظت پر صرف دو سو سپاہیوں کو متعین کر دیا جائے تو پھر اس قلعے کو فتح کرنا بھی بہت دشوار ہو جائے۔

فاروقی سلطنت کا خاتمہ اور بہادر خاں کا انتقال

الغرض قلعہ اسیر جیسا مضبوط قلعہ اکبر بادشاہ کے قبضے میں آ گیا اور اس طرح ۱۰۰۸ ہجری میں فاروقی سلاطین کی حکومت ختم ہو گئی۔ بہادر خاں کو اکبر نے اپنے ساتھ لیا اور اسے لاہور لے آیا اور پھر دوبارہ اس غریب کو (بہادر خاں کو) حکومت و سلطنت کا منہ دیکھنا نصیب نہ ہوا۔ بہادر خاں اور اس کے بیٹوں کی اکبر نے تنخواہیں مقرر کر دیں۔

بہادر خاں فاروقی جہانگیر کے عہد حکومت تک زندہ رہا۔

۱۰۲۳ ہجری میں اس نے آگرہ میں داعی اجل کو لبیک کہا۔

بہادر خاں فاروقی کی مدت حکومت تین سال ہے۔

marfat.com

Marfat.com

سلاطین شرقیہ اور سلاطین پوربیہ

کے

مکمل حالات

marfat.com

Marfat.com

شرقی اور پوربی دونوں ہم معنی الفاظ ہیں- ایک عربی اور دوسرا ہندی حاجی پور ترہت اور اس کے نواح کے دوسرے صاحب سکہ و خطبہ بادشاہوں کو "سلاطین شرقی" کہا جاتا ہے' بنگالہ' لکھنوتی' ستار گاؤں' بہار' جاج نگر اور دوسرے شہروں کے فرمارواؤں کو سلاطین پوربی کہا جاتا ہے-

یہ امر واضح رہنا چاہیے کہ ہندوستان کی قابل اعتبار تاریخوں میں سلاطین شرقی و پوربی کے تفصیلی حالات بیان نہیں کئے گئے- راقم الحروف مورخ فرشتہ نے اس سلسلے میں "تاریخ الغنی" کو اپنا ماخذ بنایا ہے جو البادی ملا احمد منوی کی تالیف ہے- میں نے تمام مواد اسی تاریخ سے لیا ہے اور دوسری روایتوں سے بحث نہیں کی- اگر واقعات میں اختلاف یا کوئی غلطی نظر آئے تو قارئین کرام مجھے معاف فرمائیں-

marfat.com

Marfat.com

سلاطین پوربی یا والیان بنگالہ

محمد بختیار خلجی

ابتدائی حالات

اس ملک میں اسلامی حکومت قائم کرنے کا سہرا محمد بختیار خلجی کے سر ہے۔ اسی فرماں رواں نے مذہب اسلام کو اس خطے میں رواج دیا۔ بختیار خلجی غور کے اکابر کی نسل سے تھے۔ وہ سلطان غیاث الدین سامہ کے عہد حکومت میں غزنین اور اس کے کچھ عرصہ بعد ہندوستان پہنچا۔ یہاں وہ شہاب الدین غوری بادشاہ کے ایک نامی گرامی امیر ملک معظم حسام الدین کی خدمت میں حاضر ہوا۔ ملک حسام الدین کی کوششوں سے محمد بختیار خلجی کو میان دوآب میں کئی پرگنے بطور جاگیر حاصل ہوئے۔ بعد میں اس کی جاگیر میں کنپلہ اور پٹیالی کا بھی اضافہ کیا گیا۔

بہادری

محمد بختیار بہت ہی عقل مند' معاملہ فہم اور بہادر انسان تھا۔ اس کی ہیئت جسمانی بھی عجیب و غریب تھی۔ جب وہ اپنے ہاتھ چھوڑ کر کھڑا ہوتا تو اس کی انگلیاں اس کی پنڈلیوں کو چھونے لگتی تھیں۔ وہ ہمیشہ بہار کے علاقے پر لشکر کشی کر کے اس کے نواح کے سرکشوں اور باغیوں کو پامال کیا کرتا تھا اور اس علاقے کو لوٹ کر بہت سا مال غنیمت حاصل کیا کرتا تھا۔ تھوڑے ہی عرصے میں محمد بختیار کی شان و شوکت پہلے سے کہیں زیادہ بڑھ گئی اور چاروں طرف اس کے نام کا ڈنکا بجنے لگا۔ ہندوستان میں خراسان' غزنین اور غور کے بہت سے باشندے ادھر ادھر پریشان حال مارے مارے پھرتے تھے۔ ان سب کو جب محمد بختیار کی سخاوت کا علم ہوا تو وہ اس کے دامن میں پناہ گزین ہو گئے۔

بہار کی فتح

سلطان قطب الدین ایبک کو جب محمد بختیار خلجی کے احوال سے آگاہی ہوئی تو اس نے بختیار پر لطف و کرم کی نظر ڈالی اور لوازم شاہانہ اس کے پاس بہار روانہ کئے۔ فرماں روائے ہندوستان کی اس توجہ اور کرم سے بختیار خلجی کی بہت ہمت افزائی ہوئی اس نے ملک بہار کو باغیوں اور سرکشوں سے پاک کر کے قلعہ بہار پر قبضہ کر لیا اور مرتاض برہمنوں کو جو داڑھی مونچھ منڈوانے کے عادی تھے قتل کر دیا۔

بہار کی وجہ تسمیہ

بہاری ہندوؤں کی بہت سی مذہبی کتابیں بختیار خلجی کے ہاتھ لگیں' لیکن ان کو پڑھنے اور سمجھانے والا کوئی نہ ملا۔ "بہار" کی وجہ تسمیہ یہ ہے کہ اس قلعے میں ہندوؤں کے مدرس رہتے تھے۔ چونکہ ہندی میں بہار کے معنی مدرسہ ہیں اس لیے اس قلعے کا نام بھی "بہار" پڑ گیا۔

محمد بختیار سلطان ایبک کی خدمت میں

اس عظیم الشان فتح کے بعد محمد بختیار خلجی بے شمار مال غنیمت لے کر دہلی کی طرف روانہ ہوا اور یہ تمام سامان سلطان قطب الدین ایبک کی خدمت میں پیش کیا۔ سلطان ایبک محمد بختیار سے بڑی اچھی طرح پیش آیا اور اس پر شاہانہ نوازشیں کیں۔ دہلی میں محمد بختیار کی

marfat.com

Marfat.com

ایسی آؤ بھگت کی گئی کہ اس کے تمام معاصرین اس سے جلنے اور رشک کرنے لگے۔

آتش رشک و حسد

ان حاسدوں نے آپس میں چوری چھپے محمد بختیار کے خلاف کانا پھوسی شروع کر دی اور ایک روز موقع پا کر سلطان قطب الدین ایبک سے یہ کہا کہ محمد بختیار کو یہ دعویٰ ہے کہ وہ مست ہاتھی سے لڑائی کر سکتا ہے۔ "سلطان ایبک نے پہلے تو محمد بختیار کی ہلاکت کے خوف سے اس کا امتحان لینے سے انکار کیا' لیکن آخر کار اپنے مقربین دربار کے اصرار پر راضی ہو گیا۔

محمد بختیار کی ہاتھی سے لڑائی

ایک روز سلطان قطب الدین ایبک نے دربار عام منعقد کیا جس میں تمام امراء اور اراکین سلطنت نے شرکت کی۔ کچھ لوگوں نے بادشاہ کی خدمت میں ایک ہاتھی پیش کیا اور کہا "ہندوستان کا کوئی فرد اس ہاتھی کا مقابلہ نہیں کر سکتا۔"

سلطان قطب الدین ایبک نے یہ سن کر محمد بختیار سے کہا "اگر تمہیں جوان مردی کا دعویٰ ہے تو اس کے سامنے آؤ۔ کیونکہ بہادری کے مظاہرہ کا یہ بہترین موقع ہے۔" محمد بختیار خلجی نے اپنی غیرت اور دلیری کی وجہ سے انکار مناسب نہ سمجھا اس نے ایک گرز اپنے ہاتھ میں لیا اور ہاتھی کے سامنے آیا' بختیار نے اپنی پوری طاقت سے ہاتھی کی سونڈ پر' دونوں دانتوں کے درمیان گرز کی ایک ضرب لگائی جس سے ہاتھی کو شدید چوٹ آئی۔ اس کے بعد محمد بختیار دوسرا وار کرنے ہی والا تھا کہ ہاتھی چنگھاڑتا ہوا اس کے سامنے سے بھاگ گیا۔

داد شجاعت

محمد بختیار نے اس وقت بہادری کا ایسا مظاہرہ کیا کہ اپنے پرائے سب حیرت میں رہ گئے' چاروں طرف سے نعرہ ہائے تحسین بلند ہونے لگے۔ سلطان قطب الدین ایبک بھی بختیار کی شجاعت و دلیری سے بہت متاثر ہوا' بادشاہ نے بختیار کی بہت عزت افزائی کی اور اسے ایک بہت بڑی رقم انعام اور بہت سی گراں قدر اشیاء تحفے میں دیں۔ محمد بختیار جب شاہی دربار سے باہر نکلا تو اس نے رقم اور اشیاء جو اسے بادشاہ سے ملی تھیں غریبوں اور محتاجوں میں تقسیم کر دیں اور شاہی خلعت پہنے ہوئے اپنے گھر واپس آیا۔ یہ امر محمد بختیار کی دلیری کا مزید ثبوت ہے۔

لکھنوتی اور بنگالہ کی حکومت

دوسرے روز سلطان قطب الدین ایبک نے محمد بختیار کو بہار اور لکھنوتی کی حکومت عطا کی اور سراپردہ سرخ مع طبل و علم مرحمت فرمایا۔ بعضوں نے یہ لکھا ہے کہ لکھنوتی سے مراد ہندوستان کا وہ حصہ ہے جو کور اور بنگالہ سے لے کر دریائے گنگا تک پھیلا ہوا ہے' لیکن ایک دوسری روایت میں ہے کہ کورے سے لے کر بہار کی سرحد تک لکھنوتی ہے۔ اور کور کی دوسری طرف بنارس اور دریائے گنگا تک کا علاقہ بنگالہ یا بنگ کہلاتا ہے۔

راجہ لکھمنہ

اس کے بعد محمد بختیار اس نواح میں پہنچا اور بنگالہ اور لکھنوتی کو فتح کرنے کی کوشش کرنے لگا۔ اس علاقے پر لکھمنہ (رائے لکھمن کا بیٹا) حکمران تھا' مورخین کا بیان ہے کہ رائے لکھمن کا پایہ تخت لکھنوتی کا ایک شہر "توریا" تھا۔ راجہ کی بیوی بہت ہی عقل مند اور صاحب دانش عورت تھی جب یہ رانی حاملہ ہوئی اور بچہ پیدا ہونے کا دن آیا تو توریا کے برہمن نجومی پیدا ہونے والے بچے کا زائچہ تیار کرنے کے لیے راجہ کے محل میں آئے۔ انہوں نے بتایا کہ اگر بچہ اسی وقت پیدا ہو گیا تو وہ بہت ہی ظالم اور بد نصیب ہو گا' لیکن اگر اس کی ولادت دو گھڑی بعد ہوئی تو وہ صاحب اقبال اور نیک سیرت ہو گا اور دیر تک حکمرانی کرے گا۔"

marfat.com

Marfat.com

لکھمنہ کی پیدائش اور تخت نشینی

یہ سن کر رانی کے دل میں خیال آیا کہ بہتر یہی ہے کہ اس کا بچہ دو گھڑی بعد پیدا ہو۔ لہٰذا اس نے حکم دیا کہ اس کے دونوں پاؤں باندھ کر اسے الٹا لٹکا دیا جائے۔ رانی کے حکم کی تعمیل کی گئی اس طرح دو گھڑی تک بچہ پیدا نہ ہو سکا بعد میں جب بچہ پیدا ہوا تو رانی اس کو جنم دے کر خود وفات پا گئی۔ راجہ لکھمن اور اراکین دولت نے نومولود کا نام لکھمنہ رکھا اور ایک دایہ کو اس کی پرورش و نگہداشت پر مقرر کیا۔ راجہ لکھمن کی وفات کے بعد لکھمنہ تخت نشین ہوا اور ایک عرصے تک حکومت کرتا رہا۔ راجہ لکھمنہ بہت ہی منصف مزاج، عالی ظرف اور سخی فرماں روا تھا۔ وہ کبھی کسی پر ظلم نہ کرتا اور جب کبھی کسی کو انعام دیتا تو وہ ایک لاکھ روپے سے کم نہ ہوتا۔

نجومیوں کی بروقت تنبیہہ

قاضی منہاج السراج جرجانی نے لکھا ہے کہ نجومیوں اور برہمنوں نے راجہ لکھمنہ کو بتایا کہ پرانی کتابوں میں یہ درج ہے کہ ایک زمانہ ایسا آئے گا کہ یہ ملک ترکوں کے قبضے میں چلا جائے گا۔ وہ زمانہ اب قریب آ رہا ہے بہتر یہی ہے کہ تم ہماری رائے پر عمل کرو تاکہ ہم سب ہندو اس ملک سے جلا وطن ہو کر کہیں اور چلے جائیں اور ترکوں کے دست تصرف سے محفوظ رہیں۔ اس پر راجہ نے برہمنوں سے پوچھا کہ۔ "کیا قدیم کتابوں میں اس شخص کی کوئی نشانی بھی بتائی گئی ہے کہ جو ہمارے ملک کو فتح کرے گا؟" برہمنوں نے جواب دیا "ہاں! بعض قدیم کتابوں میں یہ آیا ہے کہ اس ملک کا فاتح جب کھڑا ہو کر اپنے ہاتھوں کو چھوڑے گا تو اس کی انگلیاں پنڈلیوں تک پہنچ جائیں گی۔"

راجہ اور برہمنوں کی پریشانی

راجہ لکھمنہ نے اپنے معتبر درباریوں کو ایسے آدمی کا سراغ لگانے کے لیے روانہ کیا۔ بہت تلاش و جستجو کے بعد راجہ لکھمنہ کے آدمیوں نے پتہ لگایا کہ محمد بختیار خلجی میں وہ علامت پائی جاتی ہے کہ جو برہمنوں نے بیان کی تھی۔ ان لوگوں نے راجہ کو اطلاع دی اس سے راجہ اور تمام برہمن پریشان ہوئے اور انہوں نے سمجھ لیا کہ کتابوں میں جو کچھ لکھا ہوا ہے اس کے مطابق تباہی اور بربادی کا وقت آن پہنچا ہے۔

شہر نودیا پر بختیار کا حملہ

سارے برہمن تو جلد از جلد "جگناتھ" کامرود اور بنگالہ کے سرحدی مقامات کی طرف روانہ ہو گئے لیکن لکھمنہ نے اپنے موروثی ملک سے جدا ہونا گوارا نہ کیا اور اسی وجہ سے اس نے برہمنوں کا ساتھ نہ دیا۔ اسی دوران میں محمد بختیار نے راجہ کے ملک پر حملہ کر دیا۔ محمد بختیار نے اس سلسلے میں اتنی عجلت سے کام لیا کہ اس سے پہلے کہ راجہ کو اس کی آمد کی خبر ملتی وہ خود ہی راجہ کے سر پر آن پہنچا۔ راجہ کو جس وقت محمد بختیار کی آمد کی اطلاع ملی وہ اس وقت کھانا کھانے کے لیے بیٹھا ہی تھا، یہ خبر سنتے ہی وہ فوراً محل کے پچھلے دروازے سے نکل کر بھاگ گیا اور اسی حالت میں اس کا انتقال ہو گیا۔

بختیار کی فتوحات

شہر نودیا، لکھنوتی اور بنگالہ کے درمیان واقع ہے۔ محمد بختیار نے اس میں بہت تباہی و بربادی مچائی کہ بستا ہوا شہر ویران ہو گیا۔ بختیار نے لکھنوتی کے ساتھ ساتھ بنگالہ کے بہت سے پرگنوں پر بھی قبضہ کر لیا، اس کے علاوہ جاج نگر بہار دیوکوٹ اور بار سوئی میں اپنے نام کا خطبہ و سکہ جاری کیا۔

marfat.com

Marfat.com

رنگ پور کی بنیاد

محمد بختیار نے بنگالہ کی سرحد پر شہر نودیا کی جگہ ایک دوسرا شہر آباد کیا اور اس کا نام "رنگ پور" رکھا۔ بختیار نے اس کو پایہ تخت بنایا اور یہاں بہت سی نئی عمارتیں تعمیر کروائیں مسجدیں خانقاہیں اور مدرسے بنوائے' ہندو مذہب کی جگہ مذہب اسلام کے احکامات کو رائج کیا۔ ان دنوں بختیار کے ہاتھ میں جو مال غنیمت آیا' اس میں سے تمام اعلیٰ اور گراں قدر چیزیں الگ کر لی گئیں۔ بختیار نے ان اشیاء کو سلطان قطب الدین ایبک کی خدمت میں بھجوایا اور اس طرح اپنی پاکیزہ نفسی اور نیک چلنی کو زمانے پر ظاہر کر دیا۔

تبت کو فتح کرنے کا ارادہ

چند سال کے اندر اندر سارا ملک بختیار کے قبضے میں آگیا اور بنگالہ کے تمام زمین دار اور راجگان اس کے اطاعت گذار اور بہی خواہ ہو گئے۔ اس کامیابی کے بعد محمد بختیار نے تبت اور ترکستان کو فتح کرنے کا ارادہ کیا۔ اس نے اپنے سپہ سالار محمد شیر خاں کو جاج نگر' لکھنوتی اور دیگر ممالک کی حفاظت کے لیے اپنا نائب مقرر کیا۔ اس کے بھائی کو جو ایک نامی گرامی امیر تھا اس کا معاون بنایا اور ایک دوسرے امیر علی مردان خلجی کو بارسول اور دیوکوٹ کا منتظم مقرر کیا۔ ان انتظامات کے بعد محمد بختیار بارہ ہزار جنگجو سپاہیوں کا لشکر لے کر اس کوہستان کی طرف روانہ ہوا جو لکھنوتی اور تبت کے درمیان واقع ہے۔

بختیار ابروبن میں

اس کوہستان میں تین قومیں آباد ہیں اول منج دوم کونچ اور سوم بہار' لیکن یہ تینوں قومیں شکل و صورت اور طرز معاشرت کے اعتبار سے ترک معلوم ہوتی ہیں۔ ان کی زبان بھی ترکی اور ہندی مخلوط صورت ہے۔ محمد بختیار نے راہبری کے لیے منج قوم کے ایک سردار کو اپنے ساتھ لیا جو سرحدی ہندوستان کا باشندہ تھا اور مسلمانوں کے ہاتھوں گرفتار ہو کر مشرف بہ اسلام ہو چکا تھا۔ یہ رہبر محمد بختیار کو ایک شہر میں لے آیا جس کا نام ابروبن تھا۔

دریائے تیمکری

ابروبن شہر کے سامنے ایک دریا بہتا تھا جس کی لمبائی' چوڑائی اور گہرائی دریائے گنگا سے چار گنا زیادہ تھی اس دریا کا نام تیمکری تھا۔ کہا جاتا ہے کہ جب گشتاسب نے ترکستان کے راستے سے ہندوستان پر حملہ کیا تو اس نے شہر ابروبن آباد کیا تھا۔ دریائے تیمکری پر (جس کو عبور کرنے کے لیے دس (۱۰) روز لگتے ہیں) اس نے تختوں کا ایک پل بنایا تھا اور اس کے ذریعے کامرود پہنچا تھا۔

راجہ کامرود کی بروقت تنبیہہ

محمد بختیار نے اپنے رہبر (جس کا نام علی منج تھا) کی رائے سے پل کے ذریعے دریا کو پار کر کے تبت پہنچنے کا ارادہ کیا اس مقصد سے وہ دشوار گذار پہاڑی راستے کو طے کرتا ہوا پل کے پاس پہنچا۔ بختیار نے اپنے دو امیروں کو جن میں سے ایک خلجی اور دوسرا ترک تھا۔ پل کی حفاظت پر مقرر کیا اور خود دریا کو پار کر کے دوسری طرف پہنچ گیا۔ راجہ کامرود' بختیار خلجی کا ہمدرد اور بہی خواہ تھا' اسے جب معلوم ہوا کہ بختیار نے دریا پار کر لیا ہے تو اس نے بختیار کو یہ پیغام بھجوایا تبت کے تمام راستے بہت ہی دشوار گذار اور خطرات سے پر ہیں تمام سرحدی قلعے بہت ہی مستحکم ہیں اس لیے بہتر یہی ہے کہ اس سال آپ تسخیر تبت کا ارادہ ترک کر دیں۔ آئندہ سال میں خود آپ کے ساتھ اس مہم میں حصہ لوں گا اور آپ کی ہر ممکن مدد کروں گا۔"

شہر اور قلعے کا محاصرہ

محمد بختیار کے برے دن آچکے تھے اس لیے اس نے راجہ کے پیغام کو کوئی اہمیت نہ دی اور جلد از جلد تبت کی طرف روانہ ہوا۔ پندرہ

marfat.com

Marfat.com

دن تک دشوار گذار راستہ طے کرنے کے بعد مسلمانوں کا لشکر ایک جنگل میں پہنچا اور پھر وہاں سے شہر کا رخ کیا' محمد بختیار نے شہر اور قلعے کا محاصرہ کر لیا۔ اہل شہر نے پوری قوت سے حملہ آوروں کا مقابلہ کیا۔ صبح سے لے کر شام تک فریقین میں معرکہ آرائی ہوتی رہی' اہل شہر نے مسلمانوں کے ایک گروہ کو زخمی کیا اور انہیں شہر اور قلعے سے باہر نکال دیا۔

شہر کرسین کی کیفیت

اس شہر کے باشندے تیر اندازی میں بڑی مہارت رکھتے تھے۔ ان کی کمانیں بڑی بڑی اور خانہ دار تھیں' نیزوں کا استعمال یہ لوگ بہت کم کرتے تھے' معرکہ آرائی کی رات کو محمد بختیار نے قلعے کے قریب ہی قیام کیا۔ اس ملک کے بارے میں معلومات حاصل کرنا شروع کیں۔ اسے معلوم ہوا کہ اس جگہ سے پندرہ کوس کے فاصلے پر کرسین نامی ایک شہر آباد ہے۔ جس میں پچاس ہزار جنگجو نیزہ باز ترک رہتے ہیں۔ اس شہر میں ہر روز ڈیڑھ ہزار گھوڑے فروخت ہوتے ہیں' بنگالہ اور لکھنوتی میں جس قدر گھوڑے بکنے کے لیے آتے ہیں وہ تاجر یہیں سے خرید کر لے جاتے ہیں۔

محمد بختیار کی واپسی

راستے کی دشواری اور معرکہ آرائی کی وجہ سے مسلمانوں کی حالت بہت خراب تھی۔ اب وہ اس قابل نہ تھے کہ زبردست دشمن سے مزید لڑائی کرتے لہٰذا انہوں نے واپسی ہی میں اپنی خیریت دیکھی۔ جب تھوڑی سی رات باقی رہ گئی تو مسلمانوں نے اس جگہ سے کوچ کیا اور واپس روانہ ہوئے۔ تبت کے باشندوں نے راستے میں مسلمانوں کو طرح طرح سے پریشان کیا' اس پر غلے اور چارے کی کمی مسلمانوں کے حق میں مزید زحمت ثابت ہوئی۔ الغرض محمد بختیار انتہائی پریشانی اور تباہ حالی کے عالم میں اپنے پراگندہ حال لشکر کے ساتھ کامرود پہنچا۔

مشکلیں ہی مشکلیں

کامرود پہنچ کر محمد بختیار کو ایک اور مصیبت سے سامنا کرنا پڑا۔ اس نے پل کی حفاظت کے لیے جن دو امیروں کو مقرر کیا تھا وہ وہاں موجود نہ تھے تحقیقات سے معلوم ہوا ہے کہ یہ دونوں آپس میں لڑ جھگڑ کر یہاں سے چلے گئے ہیں۔ یہاں کے باشندوں کو ان دونوں امیروں نے بہت تنگ کیا تھا اس لیے ان لوگوں نے غصے میں آ کر پل کے دو طاقوں کو گرا دیا ایسی صورت میں دریا کو عبور کرنا سخت مشکل تھا۔ محمد بختیار اس صورت حال سے سخت پریشان ہوا آخر کار یہ طے ہوا کہ لکڑی اور رسی تیار کی جائے اور اس کی مدد سے دریا کو پار کیا جائے۔ ان اشیاء کی دستیابی کے لیے آدمی دوڑائے گئے' اس دوران میں سارا لشکر قریب کے ایک مندر میں جو بہت بلند اور مضبوط تھا قیام پذیر ہوا۔

راجہ کامرود کا ارادہ

مسلمانوں کے لشکر کی پراگندہ حالی اور محمد بختیار کی پریشانی کی اطلاع جب کامرود کے راجہ کو ہوئی تو اس نے اس موقعے سے فائدہ اٹھانے کا ارادہ کیا اور اپنی فوج اور رعایا کو حکم دیا کہ چونکہ مسلمانوں سے میدان میں جنگ کرنا خطرے سے خالی نہیں ہے اس لیے مندر پر ایک بار حملہ کر کے اس کے دروازے بند کر دیے جائیں اور کسی کو باہر نہ نکلنے دیا جائے۔ اس طرح تمام مسلمان مندر کے اندر بھوک اور پیاس سے تڑپ تڑپ کر ہلاک ہو جائیں گے۔

دریا عبور کرنے کی تدبیر

محمد بختیار کو راجہ کے اس ارادے کی اطلاع ہو گئی اور وہ فوراً اپنے لشکر کے ساتھ مندر سے باہر نکل آیا اور دریا کے کنارے مقیم ہو کر دریا کو عبور کرنے کی تدبیریں سوچنے لگا۔ اسی دوران میں ایک سوار دریا میں کود گیا اور دریا کو پار کر کے دوسرے کنارے پر پہنچ گیا۔ اس سے مسلمانوں نے یہ اندازہ کیا کہ دریا پایاب ہے اور اسے بغیر کسی پل کی مدد کے بھی باسانی پار کیا جا سکتا ہے۔

marfat.com

Marfat.com

لشکر کی غرقابی

مسلمان اس وقت عجیب پریشانی کے عالم میں تھے انہیں یہ بھی خوف تھا کہ دشمن ان کا تعاقب کر رہا ہے اور اگر وہ سر پر پہنچ گیا تو حالات نازک ہو جائیں گے یہ سوچ کر سارا لشکر دریا میں کود گیا۔ محمد بختیار مع ایک سو سپاہیوں کے صحیح سلامت دوسرے کنارے پر پہنچ گیا' لیکن باقی سارا لشکر دریا کی بے رحم موجوں کے ہاتھوں موت کی آغوش میں چلا گیا۔ یہ ایسا جانکاہ حادثہ تھا کہ اس پر جس قدر افسوس بھی کیا جائے کم ہے۔

محمد بختیار کی بیماری

محمد بختیار خلجی اپنے ساتھیوں کے ہمراہ دیوکوٹ پہنچا' اسے اپنی مہم کی ناکامی اور اپنے لشکر کی تباہی کا بہت زیادہ غم تھا' اس غم میں گھل گھل کر وہ سخت بیمار پڑ گیا۔ اتفاق سے انہیں دنوں سلطان معزالدین محمد سام کے قتل کا واقعہ پیش آیا تھا محمد بختیار بیماری کی حالت میں بار بار یہ کہتا تھا۔ "سلطان معزالدین محمد سام کے قتل کی وجہ سے زمانے نے مجھ سے بے وفائی کی ہے۔"

محمد بختیار کا انتقال

محمد بختیار کے لشکر کی تباہی کی خبر سارے ملک میں پھیل گئی۔ جن لوگوں کے عزیز دریا میں غرق ہوئے تھے وہ جوق در جوق دیوکوٹ میں آنے لگے اور برسر عام محمد بختیار کو گالیاں دینے لگے۔ اس کا اثر بختیار کی صحت پر بہت برا ہوا اور آخر کار ۶۰۲ھ میں وہ غم و آلام کے ہاتھوں لقمہ اجل ہو گیا۔

طبعی موت یا قتل

طبقات ناصری میں لکھا ہے کہ محمد بختیار خود اپنی موت نہیں مرا بلکہ اسے قتل کیا گیا۔ جب علی مروان خلجی کو مذکورہ بالا حادثے کی اطلاع ملی تو وہ دیوکوٹ میں آیا اور محمد بختیار کے مکان پر پہنچا۔ بختیار اس وقت لیٹا ہوا تھا' علی مروان نے اس کے منہ سے چادر ہٹائی اور اس کے پیٹ میں خنجر بھونک دیا۔ بہرحال واقعہ جو کچھ بھی ہو محمد بختیار کی وفات کے بعد اس کی لاش بہار میں لائی گئی اور اسے وہاں سپرد خاک کر دیا گیا۔

محمد بختیار کے بعد اس ملک پر دہلی کے سلاطین اور بادشاہوں نے حکومت کی۔ ان کا حال شاہان دہلی کے تذکرے میں رقم کیا جا چکا ہے۔

marfat.com

Marfat.com

سلطان فخرالدین

ملک فخرالدین بنگالہ کے حاکم قدر خاں کا سلحدار تھا اور اس کی تلوار اپنے ہاتھ میں رکھتا تھا۔ قدر خاں نے سنار گاؤں میں داعی اجل کو لبیک کہا اور ۷۳۹ ہجری میں فخرالدین نے قدر خاں کے تمام سامان جاہ و حشم پر قبضہ کر کے اپنے آپ کو سلطان فخرالدین کے نام سے مشہور کیا اور ملک میں اپنا خطبہ اور سکہ جاری کر دیا۔

قدر خاں حاکم لکھنوتی کا حملہ اور فخرالدین کا فرار

سلطان محمد تغلق کو جب اس کی اطلاع ہوئی تو اس نے حاکم لکھنوتی قدر خاں کو اعز الدین بخشی' امیر کوہ اور دوسرے نامی گرامی امیروں کے ساتھ فخرالدین کی سرکوبی کے لیے روانہ کیا فریقین میں جنگ ہوئی۔ فخرالدین شکست کھا کر میدان جنگ سے بھاگ نکلا اور دور دراز کے جنگلوں میں چلا گیا۔ اس کے تمام گھوڑے اور ہاتھی قدر خاں کے قبضے میں آ گئے' قدر خاں نے یہیں قیام کیا اور دیگر امیر اپنی اپنی جاگیروں کو واپس چلے گئے۔

دوبارہ تخت نشینی

قدر خاں نے ہر ممکن طریقے سے روپیہ جمع کرنا شروع کر دیا تاکہ وہ جب دہلی پہنچے تو بادشاہ کے سامنے روپے کا ڈھیر لگا دے اس طرح اپنی کارگذاری کا لوہا منوائے۔ ملک فخرالدین کو اس کی اطلاع ہو گئی اور اس نے خفیہ طور پر اپنے قاصدوں کو اہل لشکر کے پاس بھیجا اور ان سے ساز باز کی' فخرالدین نے لشکریوں سے یہ وعدہ کیا کہ "جب میں قدر خاں کو مغلوب کر لوں گا تو وہ تمام روپیہ جو اس نے جمع کر رکھا ہے اہل لشکر میں تقسیم کر دوں گا۔ اس کے بعد فخرالدین' اپنے لشکر کے ساتھ جنگل سے نکلا اور سنار گاؤں کی طرف روانہ ہوا۔ ادھر باغی امیروں نے قدر خاں کو قتل کر دیا اور تمام روپیہ اور خزانہ لے کر فخرالدین کے پاس پہنچ گئے۔ اس طرح بنگالہ کی حکومت دوبارہ فخر الدین کے ہاتھوں میں آ گئی۔

سنار گاؤں --------- پایہ تخت

فخرالدین نے اہل لشکر سے جو وعدہ کیا تھا' اسے پورا کیا اور تمام روپیہ جو قدر خاں نے جمع کیا تھا لشکریوں میں تقسیم کر دیا۔ فخرالدین نے سنار گاؤں کو اپنا پایہ تخت بنایا اور حکومت کے کاموں میں مشغول ہو گیا۔

لکھنوتی پر قبضے کی ناکام کوشش

فخرالدین نے مخلص نامی اپنے ایک غلام کو لکھنوتی پر قبضہ کرنے کے لیے مقرر کیا۔ مخلص ایک لشکر جرار لے کر روانہ ہوا دوسری طرف سے قدر خاں کا سپہ سالار علی مبارک مقابلے پر آیا' اس نے بہت سے لوگوں کو اپنے ساتھ ملا لیا اور مخلص سے جنگ کی۔ علی مبارک کو فتح حاصل ہوئی اور اس نے سلطان محمد تغلق کی خدمت میں فتح نامہ روانہ کیا اور ساتھ اس مضمون کا ایک عریضہ ارسال کیا کہ۔ "اگر حکم ہو تو لکھنوتی کے انتظام کی ذمہ داری میں سنبھال لوں۔" محمد تغلق کو علی مبارک سے واقفیت نہ تھی اس لیے اس نے اس عریضے کا کوئی جواب نہ دیا اور دہلی کے داروغہ یوسف کو لکھنوتی کا حاکم مقرر کر کے روانہ کر دیا۔

لکھنوتی میں انقلاب

یوسف جب لکھنوتی پہنچا تو وہاں اس کا انتقال ہو گیا اس طرح لکھنوتی کی حکومت خود بخود علی مبارک کے قبضے میں آ گئی اس نے اپنے

marfat.com

Marfat.com

آپ کو "سلطان علاؤ الدین" کے نام سے مشہور کیا اسی دوران میں لکھنوتی کے نواح کے ایک امیر ملک الیاس نے تجربہ کار سپاہیوں کا ایک لشکر جمع کر کے لکھنوتی پر حملہ کر دیا۔ اس نے سلطان علاؤ الدین کو قتل کر کے حکومت پر قبضہ کر لیا اور سلطان شمس الدین کے نام سے حکومت کرنے لگا۔

فخرالدین کا قتل

۷۴۱ھ میں سلطان شمس الدین نے سنار گاؤں پر حملہ کیا اور سلطان فخرالدین کو زندہ گرفتار کر کے اپنے ساتھ لکھنوتی لے گیا وہاں اس نے سلطان فخرالدین کو تلوار کے گھاٹ اتار دیا۔

نظام الدین احمد بخشی کا بیان

نظام الدین احمد بخشی نے اپنی تاریخ میں یہ لکھا ہے کہ ملک فخرالدین قدر خاں کا سلاح دار تھا۔ لکھنوتی میں اس نے اپنے آقا کو قتل کیا اور خود بادشاہ بن بیٹھا۔ فخرالدین نے مخلص نامی اپنے ایک غلام کو لکھنوتی کی فتح کے لیے نامزد کیا۔ قدر خاں کے سپہ سالار علی مبارک نے مخلص کا مقابلہ کر کے اس کو شکست دی اور اس کے تمام اسباب شان و شکوہ پر قبضہ کر لیا۔ سلطان فخرالدین کو چونکہ حکومت نئی نئی ملی تھی اس لیے وہ اہل ملک کی طرف سے مطمئن نہ تھا' اس وجہ سے وہ علی مبارک پر حملہ کر کے اس کے فتنے کو ختم نہ کر سکا۔ ۷۴۱ھ میں فخر الدین نے لکھنوتی پر حملہ کیا' علی مبارک المشہور بہ سلطان علاؤ الدین نے اس کا مقابلہ کیا۔ دوران جنگ میں فخرالدین شمس کے ہاتھوں زندہ گرفتار ہو کر مارا گیا۔ فخرالدین کی مدت حکومت دو سال اور چند ماہ ہے۔

علی مبارک المشہور بہ سلطان علاؤ الدین

سلطان فخرالدین کو قتل کرنے کے بعد علی مبارک نے لکھنوتی میں تھانے بٹھائے اور بنگالہ کی طرف بڑھا۔ کچھ دنوں بعد ملک حاجی الیاس نے (جس کا بسایا ہوا شہر حاجی پور اب تک موجود ہے) علی مبارک کے لشکر کو اپنے ساتھ ملا کر لکھنوتی اور بنگالہ پر قبضہ کر لیا۔ حاجی الیاس نے علی مبارک کو قتل کر دیا اور اس کی جگہ سلطان شمس الدین کے نام سے خود تخت پر بیٹھا۔

علی مبارک کی مدت حکومت ایک سال اور پانچ ماہ ہے۔

حاجی الیاس المشہور بہ سلطان شمس الدین

سلطان علاؤ الدین کے قتل کے بعد لکھنوتی اور بنگالہ پر حاجی الیاس نے اپنے امیروں کے مشورے سے اپنا نام "سلطان شمس الدین بھنگرہ" رکھا۔ لفظ بھنگرہ کی وجہ تسمیہ کیا ہے اس بارے میں راقم الحروف مورخ فرشتہ کو معلوم نہیں ہو سکا۔ اپنی تخت نشینی کے کچھ دنوں بعد شمس الدین نے جاج نگر کی طرف توجہ کی۔ یہ ملک محمد بختیار خلجی کے بعد مسلمانوں کے قبضے سے نکل گیا تھا' شمس الدین نے جاج نگر سے بڑے ہاتھی حاصل کیے اور واپس آیا۔

فیروز شاہ کا حملہ

تیرہ برس اور تین مہینوں تک سلطان شمس الدین بڑے اطمینان سے حکومت کرتا رہا اور شاہان دہلی نے کبھی اس سے کسی قسم کی باز پرس نہ کی اور نہ ہی اس کے ملک کو فتح کرنے کی کوشش کی۔ ۷۵۴ھ میں شوال کی دسویں تاریخ کو فیروز شاہ دہلی سے ایک لشکر جرار لے کر لکھنوتی پر حملہ آور ہوا۔ شمس الدین کو جب اس کی خبر ملی تو وہ قلعہ اکنالہ میں پناہ گزین ہو گیا۔ فیروز شاہ اکنالہ کی طرف روانہ ہوا جب وہ قلعے کے قریب پہنچ گیا تو سلطان شمس الدین نے قلعے سے باہر نکل کر فیروز شاہ سے جنگ کی۔ فریقین میں زبردست جنگ ہوئی اور دونوں

marfat.com
Marfat.com

طرف کے بے شمار سپاہی مارے گئے۔ آخر کار شمس الدین میں لڑنے کی ہمت نہ رہی اور وہ میدان جنگ سے بھاگ کر قلعے میں پناہ گزین ہو گیا۔ فیروز شاہ نے شمس الدین کے ان ہاتھیوں پر قبضہ کر لیا کہ جو وہ جاج نگر سے لایا تھا اس کے کچھ دنوں بعد برسات کا موسم شروع ہو گیا اور فیروز شاہ دہلی واپس روانہ ہو گیا۔

فیروز شاہ کی خدمت میں پیش کش

۷۵۵ھ میں سلطان شمس الدین نے اپنے شیریں زبان قاصدوں کے ہاتھ ۔سلطان فیروز شاہ کی خدمت میں پیش کش روانہ کی۔ فیروز شاہ ان قاصدوں سے بڑی اچھی طرح پیش آیا اور انہیں انعام و اکرام سے نوازا اور واپسی کی اجازت دی۔

انتقال

۷۵۹ ہجری میں سلطان شمس الدین نے دوبارہ ملک تاج الدین کو بہت قیمتی تحفے تحائف کے ساتھ دہلی روانہ کیا۔ فیروز شاہ نے اس بار بھی شمسی قاصد کے ساتھ بڑا اچھا برتاؤ کیا اور کچھ دنوں کے بعد ملک سیف الدین شحنہ پیل کو تازی و ترکی گھوڑوں اور دیگر گراں قدر تحفوں کے ساتھ شمس الدین کے پاس بھیجا۔ لیکن ملک سیف الدین اور ملک تاج الدین ابھی راستے ہی میں تھے کے سلطان شمس الدین کا انتقال ہو گیا۔

سلطان شمس الدین کی مدت حکومت سولہ سال اور چند مہینے ہے۔

سکندر شاہ بن سلطان شمس الدین

سلطان شمس الدین کی وفات کے تیسرے روز تمام امیروں اور اراکین سلطنت کے باہمی مشورے سے مرحوم بادشاہ کا بڑا بیٹا سکندر شاہ تخت نشین ہوا۔ سکندر بہت ہی نیک اور منصف مزاج بادشاہ تھا اور وہ ہر معاملے میں سلطان فیروز شاہ کی رضا جوئی کی کوشش کرتا تھا۔ اس نے تخت نشینی کے بعد پچاس ہاتھی اور دوسرے بہت سے قیمتی تحفے فیروز شاہ کی خدمت میں بطور نذرانہ عقیدت روانہ کیے۔

فیروز شاہ کی لشکر کشی

۷۶۰ھ میں سلطان فیروز شاہ نے بنگالہ کی تسخیر کا ارادہ کیا اور اس مقصد سے ایک عظیم الشان لشکر لے کر لکھنوتی کی طرف روانہ ہوا۔ سلطان سکندر کو جب اس کی اطلاع ہوئی تو اس نے قلعے کو مستحکم کیا۔ جب فیروز مظفر آباد پہنچا تو سکندر شاہ نے اپنے باپ کی تقلید کی' حصار اکدالہ میں پناہ گزیں ہو گیا۔ سکندر شاہ میں اتنی ہمت نہ تھی کہ وہ فیروز شاہ کا مقابلہ کرتا اس لیے اس نے سالانہ پیش کش ادا کرتے رہنے کا وعدہ کر کے فیروز شاہ کے دست تصرف سے نجات پائی اور اسے اپنے ملک سے رخصت کیا۔

فیروز شاہ ابھی راستے ہی میں تھا کہ سلطان سکندر نے سینتیس ہاتھی اور دوسرے بہت سے قیمتی تحائف اس کی خدمت میں ارسال کیے اور معذرت کا اظہار کیا۔ اس کے بعد سکندر نے اپنے باپ کی روش اختیار کی اور باقی تمام عمر عیش و عشرت سے گزاری۔

سکندر کی مدت حکومت نو سال اور چند مہینے ہے۔

غیاث الدین بن سکندر شاہ

سکندر کے انتقال کے بعد اس کا بیٹا غیاث الدین باپ کا جانشین ہوا' اس نے بھی اپنے باپ دادا کی روش اختیار کی اور ساری زندگی عیش و عشرت میں گزاری۔ اس کا انتقال ۷۷۵ ہجری میں ہوا۔

غیاث الدین کی مدت حکومت سات سال اور چند ماہ ہے۔

marfat.com

Marfat.com

سلطان السلاطین بن غیاث الدین

سلطان غیاث الدین کی وفات کے بعد امراء اور اراکین سلطنت نے اس کے بیٹے کو سلطان السلاطین کا خطاب دے کر تخت پر بٹھایا۔ یہ فرماں روا بہت ہی نیک طبیعت' بہادر اور رعایا پرور تھا' تمام امراء اور وزراء اس کی معاملہ فہمی اور دور اندیشی کی وجہ سے ہر وقت محتاط رہتے تھے اور کبھی کوئی غلط کام نہیں کرتے تھے۔ سلطان السلاطین اپنی عادات اور اطوار کے لحاظ سے بھی پسندیدہ شخصیت رکھتا تھا اس نے زندگی بھر کبھی کوئی ایسا کام نہیں کیا جو اخلاقی نقطہ نظر سے قابل اعتراض ہو۔ آس پاس کے تمام راجہ بادشاہ کے اطاعت گزار تھے اور وقت مقرر پر مال گذاری کی رقم ادا کر دیتے تھے اس سلسلے میں انہوں نے کبھی تاخیر نہیں کی۔ سلطان السلاطین نے ۷۸۵ھ میں داعی اجل کو لبیک کہا' اس نے دس سال حکومت کی۔

شمس الدین ثانی بن سلطان السلاطین

سلطان السلاطین کے انتقال کے بعد امراء اور اراکین سلطنت نے اس کے بیٹے کو شمس الدین ثانی کا خطاب دے کر اپنا بادشاہ تسلیم کر لیا۔ شمس الدین کم عمری اور ناتجربہ کاری کی وجہ سے حکومت کے کاموں کو انجام دینے کی صلاحیت نہ رکھتا تھا اور اس وجہ سے اس کے عہد حکومت میں کانس نامی ایک ہندو امیر نے بہت زیادہ اقتدار حاصل کر لیا اور ملک کا تمام انتظام اس نے اپنے ہاتھوں میں لے لیا۔ شمس الدین نے ۷۸۷ ہجری میں انتقال کیا تو اس کی جگہ کانس نے قبضہ کر لیا اور وہ بنگالہ اور لکھنوتی کا فرمانروا بن بیٹھا۔

راجہ کانس

راجہ کانس اگرچہ مسلمان نہ تھا' لیکن وہ مسلمانوں سے محبت کرتا تھا۔ اس وجہ سے اکثر امیروں نے راجہ کے مسلمان ہونے کی گواہی دی اور اس کے انتقال کے بعد امیروں نے یہ طے کیا کہ راجہ کو مسلمانوں کے طریقے کے مطابق دفن کیا جائے۔ راجہ کانس نے سات سال تک بڑے شان و شکوہ سے حکومت کی اور اس کا بیٹا مسلمان ہو کر تخت پر بیٹھا۔

سلطان جلال الدین چن مل ولد راجہ کانس

قبول اسلام

جب راجہ کانس کا انتقال ہوا تو اس کے بیٹے چن مل نے تمام امیروں اور اراکین سلطنت کو جمع کیا اور ان سے کہا۔ "مجھ پر یہ اچھی طرح واضح ہو گیا ہے کہ سب سے اچھا اور بہتر مذہب اسلام ہے۔ لہٰذا میں علانیہ اپنے مسلمان ہونے کا اقرار کرتا ہوں اگر تمہیں یہ منظور ہے تو مجھے اپنا فرمانروا منتخب کر لو ورنہ میرے چھوٹے بھائی کو تخت نشین کر دو۔" اس کے جواب میں امیروں نے کہا۔ "ہم تو حضور کے خادم اور بہی خواہ ہیں' آپ جو مناسب سمجھتے ہیں کریں۔ تبدیلی مذہب آپ کا ذاتی معاملہ ہے' کیونکہ مذہب کو دنیاوی امور سے کوئی تعلق نہیں ہوتا۔" اس کے بعد چن مل نے لکھنوتی کے تمام عالموں اور فاضلوں کو بلایا اور ان کے سامنے کلمہ شہادت پڑھ کر مشرف بہ اسلام ہوا۔

عدل و انصاف

چن مل نے اپنا نام بدل کر سلطان جلال الدین رکھا اور تخت نشینی کے بعد ایسی عمدگی سے حکومت کی کہ رعایا اس کو دل و جان سے چاہنے لگی۔ وہ نہایت عادل اور منصف مزاج تھا اور اس وجہ سے اگر اسے نوشیرواں ثانی کہا جائے تو بے جا نہ ہو گا۔

marfat.com
Marfat.com

جلال الدین نے سترہ سال اور چند ماہ حکومت کرنے کے بعد داعی اجل کو لبیک کہا۔

سلطان احمد بن سلطان جلال الدین

سلطان جلال الدین کی وفات کے بعد اس کا بیٹا احمد شاہ تخت نشین ہوا۔ احمد شاہ نے بھی اپنے باپ کی طرح رعایا کی خبر گیری اور نگہداشت کو اپنا مقصد بنایا اور اس طرح بڑی خوش اسلوبی کے ساتھ سولہ برس تک حکومت کی۔ اس کا انتقال ۸۳۰ھ میں ہوا۔

ناصر الدین غلام

سلطان احمد کی وفات کے بعد ناصر الدین نام کے ایک غلام نے سلطنت و حکومت پر قبضہ کر لیا۔ اس نے تخت پر بیٹھتے ہی نمک حرامی کو اپنا شعار بنایا اور ملک کے وارثوں کو تباہ و برباد کرنے کی کوشش کرنے لگا۔ اسی وجہ سے دین اور دنیا دونوں میں اس کا منہ کالا ہوا۔

ناصر الدین نے سات دن تک حکومت کی۔ ایک روایت یہ ہے کہ اس کی مدت حکومت صرف نصف دن ہے۔ بہرحال کچھ بھی ہو خاندان بھنکرہ کے امیروں نے اسے گرفتار کر کے قتل کر دیا۔ ناصر الدین کے بعد ناصر شاہ جو سلطان شمس الدین بھنکرہ کی نسل سے تھا اپنے موروثی تخت پر بیٹھا۔

ناصر شاہ بن شاہ بھنکرہ

قسمت کی نیرنگی

دنیا کی تاریخ کا یہ عجیب و غریب واقعہ ہے کہ سلاطین بھنکرہ کی حکومت ختم ہونے کے ایک طویل عرصے بعد دوبارہ حکومت اس خاندان میں منتقل ہوئی اور اس خاندان کی پہلی شان و شوکت جو زمانے کی گردش کے ہاتھوں افسانہ بن گئی تھی از سر نو زندہ ہوئی۔ ناصر شاہ ایک کسان کے گھر رہتا تھا اور زراعت کا پیشہ تھا۔ حکومت کا خیال کبھی اس کے دل میں بھول کر بھی نہ آیا تھا' لیکن قسمت نے اس کی یاوری کی اور آخر کار وہ صاحب تاج و تخت ہو کر بنگالہ اور لکھنوتی کا فرماں روا تسلیم کیا گیا۔

عمدہ کردار

ناصر شاہ اپنی عادات و اطوار کے لحاظ سے نہایت عالی مرتبہ انسان تھا۔ راجہ کانس اور سلطان جلال الدین کے زمانے میں بھنکرہ خاندان کے جو متعلقین اور ملازم ادھر ادھر چلے گئے تھے انہیں جب ناصر شاہ کی تخت نشینی کی اطلاع ملی تو وہ فوراً شاہی دربار میں حاضر ہو گئے۔ کچھ ہی عرصے میں ناصر شاہ کے گرد ایک زبردست لشکر جمع ہو گیا اور اس کی اچھی عادتوں کی وجہ سے تمام رعایا اس کی گرویدہ ہو گئی۔

انتقال

سلطنت بنگالہ اور سلطنت دہلی کے درمیان سلاطین شرقیہ کی مملکت تھی اس لیے ناصر شاہ کو دہلی کی طرف سے کبھی کوئی خطرہ محسوس نہ ہوا اور اس نے بتیس سال تک بڑے اطمینان سے حکومت کی۔ ناصر شاہ نے ۸۶۲ ہجری میں انتقال کیا۔

باربک شاہ بن ناصر شاہ

ناصر شاہ بن شاہ بھنکرہ کی وفات کے بعد اس کا بیٹا باربک شاہ تخت نشین ہوا۔ اس بادشاہ کے عہد حکومت میں رعیت اور لشکری آسودہ حال رہے۔ باربک ہندوستانی بادشاہوں میں پہلا ہے کہ جس نے حبشیوں پر نگاہ التفات ڈالی اور انہیں اعلیٰ مراتب تک پہنچایا۔ اس نے اپنے دربار میں آٹھ ہزار حبشی جمع کیے اور انہیں حکومت کے اعلیٰ عہدے (وکالت' امارت اور وزارت وغیرہ) عطا کیے۔ گجراتی اور دکنی فرماں

marfat.com

Marfat.com

رواؤں نے بھی باربک کی تقلید کی اور حبشیوں کی سرپرستی کی۔ باربک نے سترہ سال تک امن و امان اور عیش و عشرت سے حکومت کرنے کے بعد ۸۷۹ھ میں سفر آخرت اختیار کیا۔

یوسف شاہ بن باربک شاہ

باربک شاہ کی وفات کے بعد اس کا بیٹا یوسف شاہ تخت نشین ہوا اور اس نے بھی عدل و انصاف کو اپنا شعار بنایا' علم و فضل اور انتظام سلطنت میں یہ فرماں روا اپنی مثال آپ تھا۔ اس کے عہد حکومت میں مذہبی احکام سختی سے نافذ تھے۔ کسی شخص کو علانیہ شراب خوری کی ہمت نہ تھی اور نہ ہی کوئی بادشاہ کے کسی حکم کی تعمیل میں تاخیر کر سکتا تھا۔ یوسف نے ایک روز علماء کو اپنی خدمت میں طلب کیا اور ان سے کہا۔ "مقدمات کا فیصلہ کرنے میں تم کبھی کسی کی رو رعایت نہ کرنا ورنہ مجھ میں اور تم میں بن نہ سکے گی۔" مذہبی علم میں بھی یوسف یگانہ روزگار تھا اور ایسے مسائل جو قاضیوں سے حل نہ ہوتے تھے انہیں خود حل کرتا تھا۔ اس نے سات برس تک حکومت کرنے کے بعد ۸۸۷ھ میں انتقال کیا۔

سکندر شاہ

یوسف شاہ کے انتقال کے بعد امراء اور اراکین سلطنت نے باہمی اتفاق سے سکندر شاہ کو تخت نشین کیا۔ سکندر شاہ میں فرماں روائی کی قطعاً اہلیت نہ تھی اس لیے اسے معزول کر کے فتح شاہ کو تخت پر بٹھایا گیا۔

فتح شاہ

علم دوستی

کہا جاتا ہے کہ فتح شاہ بہت ہی پڑھا لکھا فرماں روا تھا۔ اس نے دوسرے بادشاہوں کی طرح امراء اور اراکین سلطنت کو ان کی حیثیت کے مطابق نوازا۔ وہ حبشی غلام جنہوں نے باربک شاہ اور یوسف شاہ کے زمانے میں بہت اقتدار حاصل کر لیا تھا۔ وہ اب اپنی حیثیت سے بڑھ کر بے اعتدالیاں کرنے لگے۔ فتح شاہ نے بڑی خوش اسلوبی سے اس فتنے کا سدباب کیا۔

فتح شاہ کے خلاف سازش

اس زمانے میں یہ رواج تھا کہ رات کے وقت بادشاہی محل پر پانچ ہزار سپاہی پہرہ دیتے تھے اور جب بادشاہ سو کر اٹھتا تو یہ سپاہی سلام کر کے رخصت ہو جاتے اور ان کی جگہ دوسرے سپاہی آ جاتے تھے۔ ان سپاہیوں کی ایک جماعت مدت سے آمادۂ بغاوت تھی' یہ لوگ اپنے ہم قبیلہ امیر مسمی سلطان شہزادہ کے پاس گئے جو نوبتیوں کا سردار اور شاہی محلات کا کلید بردار تھا۔ باغی سپاہیوں نے سلطان شہزادہ سے درخواست کی کہ وہ عنان حکومت اپنے ہاتھ میں لے لے اور فتح شاہ کو معزول کر دے۔ سلطان شہزادہ تو دل و جان سے یہی چاہتا تھا اس نے سپاہیوں کی درخواست قبول کر لی۔

اتفاق سے ان دنوں خان جہاں ملک الامراء اندیل لشکر کے بہترین حصے کے ساتھ گرد و نواح کے راجاؤں کی سرکوبی کے لیے گیا ہوا تھا۔ سلطان شہزادہ نے اس موقعے سے فائدہ اٹھایا اور اس نے باربکوں اور خواجہ سراؤں کی مدد سے ۸۹۶ھ میں فتح شاہ کو تہ تیغ کر دیا۔ دوسرے روز وہ بنگالہ کے تخت پر بیٹھ گیا۔

فتح شاہ کی مدت حکومت سات سال اور پانچ ماہ ہے۔

marfat.com

Marfat.com

سلطان باربک

سفلہ مزاجوں کا ہجوم

سلطان شہزادہ نے اپنے آقا فتح شاہ کو قتل کرنے کے بعد عنان حکومت اپنے ہاتھ میں لے لی اور سلطان باربک کے نام سے تخت پر بیٹھا۔ باربک کی تخت نشینی کے فوراً بعد خواجہ سرا جو ادھر ادھر آوارہ پھر رہے تھے اس کے گرد جمع ہو گئے اور اس طرح اس کمینہ خصلت فرماں روا نے بہت سے اپنے جیسے ذلیل اور سفلہ مزاج لوگوں کو اپنے گرد جمع کر لیا۔

امراء کا استیصال اور ملک اندیل کی آمد

رفتہ رفتہ باربک کے شان و شکوہ میں اضافہ ہوتا گیا اور اس نے امراء کے استیصال کا ارادہ کیا کہ جو صاحب جمعیت تھے' ملک کے امیروں کا سردار ملک اندیل حبشی ان دنوں سرحدی علاقے میں تھا اسے جب باربک کے خطرناک ارادوں کا علم ہوا تو اس نے طے کیا کہ پایہ تخت پہنچ کر اس نمک حرام خواجہ سرا کو سزا دے۔ اتفاق سے انہیں دنوں باربک نے جس کے سر پر موت سوار تھی' ملک اندیل کو اس مقصد سے پایہ تخت پر طلب کیا کہ اسے قید میں ڈال دے۔ ملک اندیل اس طلبی سے بہت خوش ہوا اور وہ ایک اچھا خاصا لشکر لے کر باربک کے پاس آیا۔

ملک اندیل اور باربک کی ملاقات

ملک اندیل بڑی احتیاط کے ساتھ دربار میں آیا اس لیے باربک کو اس پر ہاتھ ڈالنے کی ہمت نہ ہوئی۔ ایک روز باربک نے شاہی مجلس آراستہ کی اور دارالامارت میں دس بارہ افراد کو جمع کیا۔ ان سب کے سامنے باربک نے ملک اندیل کو بلایا اور اس سے سوال کیا۔ "میں نے ایک جماعت کو رضا مند کر کے فتح شاہ کو قتل کیا اور عنان اقتدار اپنے ہاتھوں میں لے لی۔ میرے اس فعل کے متعلق تمہاری کیا رائے ہے؟"۔

عہد و پیمان

ملک اندیل نے اس کے جواب میں یہ مصرعہ پڑھا؛

"ہرچہ آں خسرو کند شیریں بود"

باربک یہ جواب پا کر بہت خوش ہوا اور اسی وقت ملک اندیل کو خلعت خاص' کمر بند' خنجر مرصع اور چند ہاتھی گھوڑے عنایت کیے۔ باربک نے اس کے بعد ملک اندیل کو قرآن کی قسم دلا کر یہ وعدہ لیا کہ جب تک وہ (باربک) تخت نشین رہے گا۔ ملک اندیل اس کو کسی قسم کا نقصان نہ پہنچائے گا۔

باربک کے قتل کا منصوبہ

سلطان باربک کے خلاف خواجہ سراؤں کا ایک گروہ موجود تھا ملک اندیل نے ان لوگوں سے ساز باز کر کے باربک کو قتل کرنے کا منصوبہ تیار کر لیا اور موقعے کا انتظار کرنے لگا۔ ایک روز باربک شراب پی کر شاہی تخت پر سو گیا' ملک اندیل کو معلوم ہوا تو وہ حبشی دربانوں کو ساتھ لے کر باربک کو قتل کرنے کے لیے شاہی حرم سرا میں داخل ہوا۔ ملک اندیل نے جب یہ دیکھا کہ سلطان باربک شاہی تخت پر سوار ہو رہا ہے تو اسے اپنی قسم یاد آ گئی اور وہ سوچنے لگا کہ اسے کیا کرنا چاہیے۔ اسی دوران میں اتفاق سے باربک نے کروٹ بدلی اور تخت سے نیچے زمین پر گر پڑا۔

marfat.com

Marfat.com

ملک اندیل اور باربک کی ہاتھاپائی

ملک اندیل نے اس واقعہ کو اپنی خوش قسمتی سمجھا اور باربک پر تلوار کا ایک وار کیا یہ وار کارگر نہ ہوا اور باربک ہوشیار ہو گیا۔ اس نے جب اپنے سامنے ننگی تلوار دیکھی تو وہ ملک اندیل سے لپٹ گیا اور اسے نیچے گرا کر خود اس کے اوپر چڑھ بیٹھا۔ واضح رہے کہ باربک ملک اندیل سے زیادہ طاقت ور اور عظیم الجثہ تھا۔ نیچے سے ہاتھ بڑھا کر ملک اندیل نے باربک کے بالوں کو مضبوطی سے پکڑ لیا اور انہیں کسی طرح نہ چھوڑا۔

ملک اندیل نے سخرش خاں ترک کو جو باہر کھڑا ہوا تھا آواز دی۔ سخرش خاں حبشیوں کی ایک جماعت کے ساتھ اندر آیا اس نے جب ملک اندیل کو باربک کے نیچے دیکھا تو اس نے تلوار چلانے سے احتراز کیا۔ اس پر ملک اندیل نے اس سے کہا "اگرچہ یہاں شمع گل ہو جانے کی وجہ سے تاریکی ہو رہی ہے اور ہم دونوں تمہیں پوری طرح نظر نہیں آ رہے' مگر تم بے خوف ہو کر باربک پر تلوار کا وار کرو۔ میں نے اس کے سر کے بال مضبوطی سے پکڑ رکھے ہیں اس کا جسم اس قدر چوڑا ہے کہ میں اس کے نیچے چھپا ہوا ہوں اور اس طرح وہ میری سپر بن گیا۔ لہٰذا تم اس پر تلوار چلاؤ' تلوار اس کے جسم سے گزر کر مجھ تک نہ پہنچ سکے گی۔ اگر بفرض محال مجھے نقصان پہنچ بھی جائے تو کوئی مضائقہ نہیں ہے کیونکہ سلطان فتح شاہ کے خون کا انتقام لینے میں اگر مجھ جیسے ہزار آدمیوں کی بھی جان چلی جائے تو کوئی بات نہیں۔"

جھوٹ موٹ کی "موت"

سخرش خاں نے آہستہ آہستہ باربک پر تلوار کے وار کیے۔ باربک نے اپنے آپ کو جھوٹ موٹ "مردہ" بنا لیا اور ایک طرف گر گیا۔ ملک اندیل اور سخرش خاں نے بھی یہی سمجھا کہ باربک مر گیا' لہٰذا وہ دونوں باہر آ گئے۔ تواچی خاں حبشی باہر کھڑا ہوا تھا اس نے ان لوگوں سے کہا تم کیا کام کر کے آئے ہو۔ انہوں نے جواب دیا ہم نے نمک حرام باربک کو ہمیشہ کے لیے سلا دیا ہے۔

تواچی حبشی' باربک کی خواب گاہ میں گیا اور اس نے وہاں شمع روشن کی۔ باربک نے یہ سمجھا کہ ملک اندیل آ گیا ہے لہٰذا وہ فوراً مخزن میں چھپ گیا۔ تواچی بھی مخزن کے اندر گیا' باربک نے دوبارہ اپنے آپ کو مردوں کی طرح گرا دیا' تواچی کی زبان سے بے اختیار نکلا۔ افسوس کہ غداروں نے ہمارے بادشاہ کو ختم کر دیا۔ "باربک نے یہ آواز سنی اور سمجھ گیا کہ یہ کوئی اس کا بہی خواہ ہے' لہٰذا اس نے فوراً حبشی سے کہا خاموش رہو۔ یہ بتاؤ ملک اندیل کہاں ہے میں زندہ ہوں مرا نہیں۔"

باربک کا حکم

تواچی حبشی نے باربک کو بتایا کہ ملک اندیل اسے مردہ سمجھ کر اپنے گھر چلا گیا باربک نے حبشی سے کہا۔ تم باہر جا کر فلاں فلاں امیروں کو جمع کرو اور ان کو ملک اندیل کے مقابلے پر روانہ کرو تاکہ اس مردود کا سر قلم کیا جا سکے نیز محل کے تمام دروازوں پر بہادر سپاہیوں کو متعین کرو اور ان سے کہو کہ وہ مسلح اور ہوشیار رہیں۔" تواچی نے اس کے جواب میں کہا "میں ابھی باہر جاتا ہوں اور آپ کے حسب منشاء تمام معاملات طے کیے دیتا ہوں۔"

باربک کا قتل

تواچی حبشی باہر آیا اور اس نے چپکے سے ملک اندیل سے تمام کیفیت بیان کر دی ملک اندیل فوراً تواچی کے ہمراہ باربک کی خواب گاہ میں گیا اور اپنے خنجر سے باربک کا کام تمام کر دیا۔ اس کے بعد ملک اندیل نے مکان کے دروازے پر قفل لگایا اور باہر آ کر خاں جہاں وزیر کو طلب کیا۔

marfat.com

Marfat.com

نئے بادشاہ کا انتخاب

خان جہاں جب آگیا تو تمام امیروں میں یہ مشورہ ہونے لگا کہ بادشاہ کس کو بنایا جائے۔ فتح شاہ کی اولاد میں صرف ایک لڑکا تھا' جس کی عمر دو سال تھی' ظاہر ہے کہ یہ بچہ حکمرانی کے قابل نہ تھا۔ تمام امیر سلطان فتح شاہ کی بیوہ کے پاس گئے اور اس سے کہا تمہارا بچہ صرف دو سال کا ہے وہ اتنا کم سن ہے کہ اسے کسی طرح بھی تخت پر نہیں بٹھایا جا سکتا' اس لیے تم بتاؤ کہ عنان حکومت کس کے حوالے کی جائے کہ وہ بچے کے جوان ہونے تک سلطنت کے کاموں کو انجام دے سکے۔ "بیگم نے اس کے جواب میں کہا۔" میں نے خداوند تعالیٰ سے یہ عہد کیا تھا کہ اپنے شوہر کے قاتل کو اس ملک کا حکمران بناؤں گی۔"

ملک اندیل کی تخت نشینی

یہ جواب پا کر سب لوگوں نے ملک اندیل سے درخواست کی کہ وہ حکومت سنبھال لے' لیکن اس نے انکار کیا' آخر جب امیروں کا اصرار بڑھا تو ملک اندیل نے ان کی درخواست قبول کر لی اور فیروز شاہ کے لقب سے تخت نشین ہو گیا۔

باربک شاہ کا عہد پر فتن آٹھ ماہ یا ایک روایت کے مطابق صرف ڈھائی ماہ تک رہا۔ باربک کے قتل کے بعد بنگالہ میں یہ دستور ہو گیا کہ جب کوئی شخص اپنے حاکم کے قاتل کو تہ تیغ کر کے اپنی بادشاہت کا اعلان کرتا تو تمام امراء اور رعایا اس کی بادشاہت کو تسلیم کر لیتے۔

ملک اندیل المخاطب بہ فیروز شاہ

تخت نشینی کے بعد فیروز شاہ نے پایہ تخت شہر کور میں قیام کیا اور بڑے انصاف اور خوش اسلوبی سے حکومت کی۔ فیروز شاہ نے چونکہ اپنی امارت کے زمانے میں بڑے بڑے کام سرانجام دیئے تھے اس وجہ سے لشکر اور عام رعیت اس کی بہت قدر کرتی تھی اور اسے دل و جان سے چاہتی تھی۔ فیروز شاہ نے بڑی شان و شوکت سے تین سال تک حکومت کر کے ۸۹۹ھ میں سفر آخرت اختیار کیا۔

محمود شاہ بن فیروز شاہ

فیروز شاہ کے انتقال کے بعد امراء اور اراکین سلطنت نے باہمی اتفاق رائے سے اس کے بیٹے محمود شاہ کو اپنا فرماں روا تسلیم کر لیا۔ اس بادشاہ کے عہد میں حبشی خاں نامی ایک حبشی غلام نے بڑی قوت حاصل کی اور عنان اقتدار اپنے ہاتھ میں لے کر بادشاہ کو محض نام کا بادشاہ بنا دیا۔ ایک دوسرا حبشی امیر مسمی سیدی بدر دیوانہ' حبشی خاں کو اچھی نظر سے نہ دیکھتا تھا اس نے حبشی خاں کو قتل کر دیا اور زمام اقتدار اپنے ہاتھ میں لے لی۔ کچھ دنوں بعد حبشی خاں نے سلطان محمود کو بھی قتل کر دیا اور وہ "مظفر شاہ" کا لقب اختیار کر کے بنگالہ کا خود مختار حاکم بن بیٹھا۔

سلطان محمود کی مدت حکومت صرف ایک سال ہے۔

حاجی محمد قندھاری نے اپنی تاریخ میں لکھا ہے کہ سلطان محمود فتح شاہ کا بیٹا تھا۔ باربک شاہ غلام مسمی حبشی خاں نے فیروز شاہ کے حکم سے محمود شاہ کی پرورش و تربیت کے فرائض انجام دیئے۔ فیروز شاہ کے انتقال کے بعد محمود شاہ تخت پر بیٹھا اور اس نے چھ سال تک حکمرانی کی تھی کہ حبشی خاں بادشاہت کے خواب دیکھنے لگا۔ آخر کار سیدی بدر دیوانہ نے حبشی خاں کا کام تمام کر دیا۔

marfat.com

Marfat.com

سیدی بدر دیوانہ المخاطب بہ مظفر شاہ

ستم شعاری

مظفر شاہ حبشی بہت ہی ظالم اور نڈر فرماں روا تھا۔ بہت سے علماء فضلاء اور مذہبی بزرگ جو اس کی حکومت کو پسندیدہ نگاہوں سے نہ دیکھتے تھے۔ ان سب کو مظفر شاہ نے قتل کروا دیا۔ اس کے علاوہ مظفر شاہ نے ان غیر مسلم راجاؤں پر بھی لشکر کشی کی جو شاہان بنگالہ کی مخالفت کرتے تھے۔ ان مخالف راجاؤں کو مظفر شاہ نے بہت بری طرح تباہ و برباد کیا۔

سید شریف مکی کا تقرر

سید شریف مکی کو مظفر شاہ نے وزارت کے عہدے پر سرفراز کر کے تمام ملکی و مالی امور کا مختار بنا دیا۔ شریف مکی نے بادشاہ کو مشورہ دیا کہ سواروں اور پیادوں کی تنخواہوں میں کمی کر دی جائے۔ بادشاہ نے اس مشورے پر عمل کیا اور اس طرح بے شمار روپیہ شاہی خزانے میں جمع ہونے لگا۔

بغاوت

بے شمار لوگ مظفر شاہ کی ناشائستہ حرکات کی وجہ سے اس سے آزردہ ہو گئے' ملک کے بے شمار لوگوں نے باغیانہ خیالات کا اظہار کرنا شروع کر دیا' بہت سے نامی گرامی امراء بھی باغی ہو گئے' نوبت یہاں تک پہنچی کہ مظفر شاہ پانچ ہزار حبشیوں اور تین ہزار بنگالی اور افغانی سواروں کے ساتھ قلعے میں پناہ گزیں ہو گیا۔ چار دن یا چار ماہ تک بادشاہ اور باغیوں کے درمیان جنگ ہوتی رہی۔

جانوں کا زیاں

اس معرکہ آرائی کی وجہ سے روزانہ بے شمار لوگوں کی جانیں ضائع ہونے لگیں اگر باغیوں کی جماعت کا کوئی فرد گرفتاری کے بعد بادشاہ کے سامنے لایا جاتا تو مظفر شاہ اسے دیکھ کر اس قدر غصہ میں آتا کہ اس شخص کو خود اپنے ہاتھ سے تہ تیغ کرتا۔ الغرض اس قدر لوگ مارے گئے کہ صرف بادشاہ کے طرف داروں میں سے چار ہزار جانوں کا زیاں ہوا۔

مظفر شاہ کا قتل

آخر کار اس صورت حال سے تنگ آ کر مظفر شاہ اپنے لشکر کے ساتھ قلعے سے باہر نکلا اور امراء سے جن میں شریف مکی بھی شامل تھا معرکہ آرا ہوا۔ فریقین میں زبردست جنگ ہوئی' اس قدر خون ریزی ہوئی کہ الامان و الحفیظ! دونوں طرف کے تقریباً بیس ہزار سپاہی میدان جنگ میں کام آئے۔ اس جنگ میں مظفر شاہ کو شکست ہوئی اور اسے اس کے مقرب درباریوں کے ہمراہ قتل کر دیا گیا۔

حاجی محمد قندھاری نے اپنی تاریخ میں لکھا ہے کہ اس معرکے میں شروع سے لے کر آخر تک کل ایک لاکھ بیس ہزار جانیں تلف ہوئیں۔ مرنے والوں میں ہندو' مسلمان دونوں شامل تھے۔ مظفر شاہ کے قتل کے بعد سید شریف مکی نے عنان حکومت اپنے ہاتھ میں لے لی لیکن تاریخ نظامی کا بیان مختلف ہے اس میں لکھا ہے کہ سید شریف مکی کو جب یہ معلوم ہوا کہ رعایا مظفر شاہ کی جانی دشمن ہو گئی ہے تو اس نے بارکیوں کے ہمراہ حرم میں داخل ہو کر مظفر شاہ کو قتل کر دیا اور سلطان علاؤالدین کا لقب اختیار کر کے اپنی تخت نشینی کا اعلان کر دیا۔

مظفر شاہ کی مدت حکومت تین سال اور پانچ ماہ ہے۔

marfat.com

Marfat.com

شریف مکی المشہور بہ سلطان علاؤ الدین

ہردلعزیزی

جس زمانے میں شریف مکی مظفر شاہ کا وزیر تھا ان دنوں وہ رعایا سے بڑی اچھی طرح پیش آیا تھا اور لوگوں سے اکثر کہا کرتا تھا کہ سلطان مظفر شاہ فرماں روائی کے قابل نہیں ہے میں اسے بارہا سمجھاتا ہوں کہ وہ اپنے امیروں اور سپاہیوں سے اچھی طرح پیش آئے لیکن وہ اس طرف توجہ نہیں کرتا اور اپنا تمام وقت روپیہ جمع کرنے کی کوششوں میں صرف کر دیتا ہے۔" اس وجہ سے تمام امرا اور لشکری شریف مکی کو بہت پسند کرتے تھے اور تہہ دل سے اس کے بہی خواہ تھے۔

تخت نشینی

جس روز سلطان مظفرشاہ کو قتل کیا گیا اس روز تمام امیروں نے متفقہ طور پر شریف مکی کو اپنا فرماں روا منتخب کیا۔ اس موقعے پر امیروں نے شریف مکی سے پوچھا "اگر ہم تمہیں اپنا بادشاہ تسلیم کر لیں تو تم ہمارے ساتھ کیا سلوک کرو گے۔ شریف مکی نے اس کے جواب میں کہا۔ جس طرح تم کہو گے میں اسی طرح بادشاہی کروں گا اور کبھی تمہارے مشورے کے خلاف عمل نہ کروں گا۔" تخت نشین ہونے کے بعد میں تمہارے لیے جلد از جلد جو کچھ کر سکتا ہوں وہ یہ ہے کہ شہر میں زمین کے اوپر جو کچھ ہے وہ میں تمہیں دے دوں گا اور زمین کے اندر جو کچھ ہے وہ خود لے لوں گا۔"

شہر کور میں لوٹ مار

سب لوگوں نے مال و دولت حاصل کرنے کے شوق میں یہ شرط منظور کر لی اور شہر کور کو جو اپنی معموری کے لحاظ سے مصر سے بھی آگے تھا لوٹنا شروع کر دیا۔ شریف مکی نے بڑی آسانی سے چتر شاہی سر پر سایہ فگن کر کے ملک میں اپنے نام کا خطبہ و سکہ جاری کر دیا۔ چند روز بعد اس نے اہل شہر کو حکم دیا کہ اب وہ شہر کو لوٹنا بند کر دیں' لیکن لوٹنے والوں نے شاہی حکم کی پروا نہ کی اور اپنے کام میں برابر مشغول رہے۔ اس پر شریف مکی نے ان لوگوں کے قتل کا حکم دیا' حکم کی تعمیل کی گئی اور صرف ایک دن میں بارہ ہزار آدمی قتل کیے گئے۔

لوٹ کے سامان کی برآمد

شریف مکی یعنی سلطان علاؤ الدین نے بہت تلاش و جستجو کے بعد بہت سا لوٹا ہوا سامان برآمد کیا۔ اس طرح اس کے ہاتھ میں بہت دولت آئی' اس سامان میں ایک ہزار طلائی کشتیاں بھی تھیں۔ بنگالہ میں یہ دستور تھا کہ امراء سونے کی کشتیوں میں کھانا کھاتے تھے اور شادی بیاہ اور دوسری تقاریب پر جو شخص اپنے مہمانوں کے سامنے جتنی زیادہ طلائی کشتیاں حاضر کرتا تھا اسے اتنا ہی زیادہ امیر سمجھا جاتا تھا۔ بنگالہ میں اب تک یہی دستور مروج ہے۔

حبشیوں کی جلاوطنی

سلطان علاؤ الدین بہت ہی ذہین اور معاملہ فہم فرماں روا تھا اس نے شریف اور عالی خاندان امراء کی بڑی سرپرستی کی اور انہیں عمدہ عہدوں پر فائز کیا۔ اس نے ہاریکوں کو چوکی سے معزول کر کے حبشیوں کو اپنے ملک سے باہر نکال دیا' چونکہ حبشی فتنہ پردازی اور شورش انگیزی میں عالم گیر شہرت رکھتے تھے' اس لیے ان کو جونپور اور ہندوستان (دہلی) کی سلطنتوں میں بھی داخل ہونے کی اجازت نہ ملی آخر کار وہ دکن اور گجرات کی طرف روانہ ہو گئے۔

marfat.com

Marfat.com

امن و امان

سلطان علاؤ الدین نے مغلوں اور افغانوں کو خاص طور پر اپنے التفات کا مرکز بنایا' اور انہیں مختلف خدمتوں پر نامزد کیا' ان انتظامات کی وجہ سے ملک میں امن ہو گیا اور زوال کے وہ آثار جو گذشتہ فرماں رواؤں کے زمانے میں پیدا ہوئے تھے' ختم ہو گئے۔ ملک کے تمام سرکش اور باغی بادشاہ کے مطیع ہو گئے' اطراف کے راجاؤں نے بھی اطاعت و وفاداری کو اپنا شعار بنایا۔

حضرت قطب عالمؒ سے عقیدت

علاؤ الدین نے کئی گاؤں حضرت شیخ نور قطب عالمؒ کے لنگر کے اخراجات کے لیے وقف کیے' اسے حضرت شیخؒ سے بڑی عقیدت تھی وہ اپنے پایہ تخت اکدوالہ سے قصبہ بندوہ (پنڈہ) میں ان کے مزار کی زیارت کے لیے اکثر جایا کرتا تھا۔

انتقال

علاؤ الدین نے سینتالیس سال تک نہایت امن و امان اور خوش اسلوبی سے حکومت کی اس کا انتقال ۹۲۷ ہجری میں اپنی طبعی موت سے ہوا۔

marfat.com

Marfat.com

نصیب شاہ بن علاؤ الدین شاہ

بھائیوں سے محبت

سلطان علاؤ الدین نے وفات کے بعد اٹھارہ لڑکے اپنی یادگار چھوڑے ان میں نصیب شاہ سب سے بڑا تھا۔ امراء اور ارکین سلطنت نے اسی کو اپنا بادشاہ تسلیم کر لیا۔ نصیب شاہ نے ایک کام ایسا کیا کہ جو اپنی مثال آپ ہے اس نے اپنے بھائیوں میں کسی کو نقصان نہ پہنچایا اور نہ ہی کسی کو نظربند کیا بلکہ ان کو ہر لحاظ سے پہلے سے زیادہ سہولتیں دیں۔ علاؤ الدین نے اپنے بیٹوں کو جو کچھ دیا تھا' نصیب شاہ نے اس میں بہت اضافہ کیا۔

افغانی امراء کی آمد

نصیب شاہ کے عہد حکومت ہی میں ظہیرالدین بابر نے سلطان ابراہیم لودھی کو قتل کر کے ہندوستان پر قبضہ کر لیا۔ اس وجہ سے بہت سے افغانی امیر دہلی سے بھاگ کر نصیب شاہ کے پاس پناہ گزیں ہوئے۔ ابراہیم لودھی کا بھائی سلطان محمود بھی بنگالہ میں آیا۔ نصیب شاہ ان سب پناہ گزینوں کے ساتھ بڑی اچھی طرح پیش آیا' ان میں سے ہر ایک کو اس کی حیثیت کے مطابق جاگیر دی۔ سلطان ابراہیم لودھی کی بیٹی بھی بنگالہ میں پناہ گزیں ہوئی تھی نصیب شاہ نے اس کے ساتھ شادی کر لی۔

بابر کا عزم تسخیر بنگالہ

ظہیرالدین بابر نے ۹۳۵ھ میں جونپور پر قبضہ کر لیا اور اس کے بعد بنگالہ کو فتح کرنے کے ارادے سے آگے بڑھا۔ نصیب شاہ کو جب اس کی خبر ملی تو وہ بہت پریشان ہوا' اس نے بہت سے قیمتی تحفے بابر کی خدمت میں ارسال کیے اور اپنی اطاعت گذاری کا یقین دلایا۔ بابر نے اپنی مصلحتوں کے خیال سے نصیب شاہ سے صلح کر لی اور بنگالہ کو فتح کرنے کا ارادہ ترک کر دیا۔

بہادر گجراتی سے دوستانہ مراسم

بابر کے بعد ہمایوں نے بھی بنگالہ کو فتح کرنے کا ارادہ کیا۔ نصیب شاہ کو جب اس کی اطلاع ہوئی تو اس نے ۹۳۶ ہجری میں سلطان بہادر گجراتی سے دوستانہ مراسم پیدا کیے اور ملک مرجان خواجہ سرا کے ذریعے بہت سے قیمتی تحفے سلطان بہادر کی خدمت میں روانہ کیے۔ ملک مرجان نے قلعہ مندو میں گجراتی فرماں روا سے ملاقات کی' بادشاہ نے ملک مرجان کو خلعت و انعام سے نوازا۔

نصیب شاہ کی وفات

اسی زمانے میں نصیب شاہ نے باوجود سید ہونے کا دعویٰ رکھنے کے ظلم و ستم کو اپنا شعار بنایا اور رعایا کو طرح طرح کی مصیبتوں میں مبتلا کیا اس وجہ سے ساری خلقت اس کے خلاف ہو گئی۔ رعایا کی بددعائیں اثر لائیں ۹۴۳ھ میں نصیب شاہ نے اپنی طبعی موت سے یا کسی سازش سے قتل ہو کر سفر آخرت اختیار کیا۔

نصیب کے بعد

نصیب شاہ کے بعد ایک بنگالی امیر سلطان محمود نے بنگالہ میں اپنی حکومت قائم کی۔ شیر شاہ سوری نے جو بعد میں ہندوستان کا بادشاہ ہوا۔ سلطان محمود پر حملہ کیا۔ سلطان محمود ہمایوں کے پاس پناہ گزیں ہو گیا' ۹۶۵ھ میں ہمایوں نے بنگالہ کو شیر شاہ سوری کے قبضے سے نکال لیا اور شہر کور میں اپنے نام کا خطبہ پڑھوا کر اس شہر کو "جنت آباد" کا نیا نام دیا۔ ہمایوں زیادہ عرصے تک بنگالہ کو اپنے قبضہ میں نہ رکھ سکا اور شیر

marfat.com

Marfat.com

شاہ نے دوبارہ یہاں اپنی حکومت قائم کی۔ سلیم شاہ سوری نے اپنے عہد حکومت میں محمد خاں نامی ایک امیر کو بنگالہ کا حاکم مقرر کیا۔ محمد خاں کی وفات کے بعد اس کا بیٹا سلیم شاہ سوری کے خلاف ہو گیا اور اس نے سلطان بہادر شاہ کا لقب اختیار کر کے بنگالہ میں اپنے نام کا خطبہ و سکہ جاری کر دیا۔

سلطان بہادر شاہ

بہادر شاہ نے سلیم شاہ سوری کے خلاف علم بغاوت بلند کر کے بنگالہ میں اپنی خود مختار حکومت قائم کر لی تھی۔ سلیم شاہ کے ایک دوسرے امیر سلیمان کرانی افغانی نے سلطان بہادر شاہ سے جنگ کر کے اسے شکست دے دی۔

سلیمان کرانی افغانی

سلیم شاہ کے انتقال کے بعد سلیمان کرانی افغانی بنگالہ کا مستقل فرماں روا ہوا اس نے اپنے آپ کو "حضرت اعلیٰ" کے لقب سے مشہور کیا۔ سلیمان افغانی ظاہری طور پر جلال الدین اکبر کی اطاعت گذاری کا دم بھرتا تھا اور گاہے گاہے تحفے تحائف اکبر کی خدمت میں روانہ کرتا تھا' اس فرماں روا نے پچیس سال تک حکومت کرنے کے بعد ۹۸۱ھ میں داعی اجل کو لبیک کہا۔

بایزید بن سلیمان

سلیمان کرانی کی وفات کے بعد اس کا بیٹا بایزید بنگالہ کا حاکم ہوا۔ بایزید کی حکومت کو ابھی ایک ہی مہینہ گزرا تھا کہ اس کے چچا زاد بھائی ہانسو افغانی نے دیوان خانہ میں بایزید کو قتل کر دیا' اسی جگہ لوگوں نے ہانسو کو بھی تلوار کے گھاٹ اتار دیا۔ بایزید کے بعد اس کے چھوٹے بھائی داؤد خاں نے عنان حکومت سنبھالی۔

داؤد خان بن سلیمان خان

بایزید کے قتل کے بعد بنگالہ کی حکومت داؤد خاں کے ہاتھ میں آئی۔ اس نے باغی اور فتنہ پرداز امیروں کا قلع قمع کر کے ملک میں اپنے نام کا خطبہ و سکہ جاری کیا۔ داؤد خاں کو شراب سے بڑی رغبت تھی اور اس کی مجلس میں بدمعاش اور لفنگے بھرے رہتے تھے۔

منعم خاں کی بنگالہ پر لشکر کشی

اکبر بادشاہ داؤد خاں کو بہت ناپسند کرتا تھا کیونکہ اس کی سلطنت کو اس (داؤد) کی وجہ سے نقصان پہنچتا تھا۔ اکبر نے جونپور کے حاکم منعم خاں کو داؤد خاں کے استیصال کے لیے نامزد کیا۔ داؤد خاں نے اپنے ایک افغان امیر کو جس کا نام لودھی خاں تھا منعم خاں کا مقابلہ کرنے کے لیے روانہ کیا۔ فریقین ایک دوسرے کے سامنے آئے اور معرکہ آرائی شروع ہو گئی جو چند روز تک جاری رہی' آخر کار منعم خاں اور لودھی خاں نے ایک دوسرے سے صلح کر لی اور دونوں اپنے اپنے ملک کو واپس چلے گئے۔

داؤد کا اکبری لشکر سے مقابلہ

اکبر بادشاہ نے دوبارہ منعم خاں' خان خاناں کو بنگالہ کی تسخیر کے لیے نامزد کیا۔ ان دنوں داؤد خاں اور لودھی خاں میں جو ایک نامی گرامی افغانی امیر تھا' کسی معاملے پر جھگڑا ہو گیا تھا۔ داؤد خاں کو جب یہ معلوم ہوا کہ خان خاناں بنگالہ کو فتح کرنے کے لیے آ رہا ہے تو وہ بہت پریشان ہوا۔ اس نے لودھی خاں کے نام خطوط لکھے اور اسے اپنی بے بسی اور بے کسی کا واسطہ دے کر اس سے صلح کر لی۔ اس کے بعد داؤد خاں نے بڑی مکاری سے لودھی خاں جیسے بہادر امیر کو قتل کر دیا اور دریائے سون اور گنگا کے سنگم پر اکبری لشکر کا مقابلہ کیا۔

marfat.com
Marfat.com

داؤد کی شکست اور فرار

فریقین میں خون ریز جنگ ہوئی جس کے نتیجے میں افغانی شکست کھا کر فرار ہو گئے۔ مغلوں نے افغانوں کی چند کشتیوں کو اپنے قبضے میں کر لیا اور ان کے ذریعے دریا کو پار کر کے دوسری طرف پہنچ گئے۔ منعم خاں نے اس قلعے کا محاصرہ کر لیا کہ جس میں داؤد خاں پناہ گزیں ہوا تھا۔ اہل قلعہ اور مغل لشکر میں جنگ شروع ہو گئی اسی دوران میں اکبر بھی وہاں پہنچ گیا اور داؤد خاں فرار ہو گیا۔ مغلوں نے پٹنہ اور حاجی پور کے قلعوں کو فتح کیا اور داؤد خاں کے چار سو ہاتھیوں کو اپنے قبضے میں کر لیا۔

داؤد اڑیسہ میں

داؤد خاں نے بنگالے کا رخ کیا اور گڑھی پہنچا' وہاں سے اس نے اڑیسہ کی طرف کوچ کیا' بعض مغل امراء نے جو اڑیسہ میں موجود تھے داؤد خاں کے بیٹے جنید خاں سے جنگ کی اور اس کے مقابلے کی تاب نہ لا کر پسپا ہو گئے۔ منعم خاں کو جب اس واقعے کی اطلاع ہوئی تو وہ بذات خود اڑیسہ کی جانب روانہ ہوا۔

داؤد اور منعم میں صلح

داؤد نے منعم خاں کا مقابلہ کیا۔ فریقین میں زبردست جنگ ہوئی اس جنگ میں داؤد خاں کو ایک بار پھر شکست ہوئی اور وہ اس قلعے میں جو دریائے گنگا کے کنارے واقع تھا پناہ گزیں ہو گیا۔ داؤد نے اپنے بال بچوں کو اس قلعے ہی میں چھوڑا اور خود دوبارہ معرکہ آرائی کے لیے حریف کے سامنے آیا۔ اس بار جنگ کی نوبت نہ آئی اور داؤد خاں اور منعم خاں میں صلح ہو گئی۔ منعم خاں نے اڑیسہ اور بنارس کو داؤد خاں کے قبضے میں دیا اور باقی ملک پر خود آپ قبضہ کر لیا۔

داؤد کا قتل اور سلاطین پوربی کی حکومت کا خاتمہ

کچھ عرصے بعد منعم خاں کا انتقال ہو گیا اور اکبر بادشاہ نے خان جہاں ترکمان کو بنگالہ کا حاکم بنایا۔ منعم خاں کی وفات کے بعد داؤد خاں نے بنگالہ پر دوبارہ قبضہ کر لیا۔ خاں جہاں ترکمان نے ۹۸۳ھ میں گڑھی اور ٹانڈر کے درمیان داؤد خاں سے جنگ کی۔ داؤد اسی لڑائی میں مارا گیا اور اس کا بیٹا شدید زخمی ہوا۔ وہ اگرچہ میدان جنگ سے فرار ہو گیا' لیکن دو تین روز زندہ رہ کر اس نے بھی سفر آخرت اختیار کیا۔ اس واقعے سے بنگالہ' اڑیسہ اور بنارس وغیرہ' خاں جہاں ترکمان کی کوششوں سے مغل سلطنت کا جزو بن گئے اور اس طرح سلاطین پوربی کی حکومت کا خاتمہ ہو گیا۔

عثمانی افغانی کی بغاوت

افغانی امراء حسین خاں وغیرہ جو ادھر ادھر پناہ گزیں ہو گئے تھے مغلوں کے تسلط سے تنگ آ کر بنگالہ کے سرحدی مقامات میں چلے گئے۔ اکبر کی وفات کے بعد عثمان نامی ایک افغان نے تیس ہزار افغانوں کا لشکر جمع کر کے علم بغاوت بلند کیا اور نور الدین جہانگیر کی سلطنت کو نقصان پہنچانے کی کوشش کی۔ حاکم بنگالہ اسلام خاں اور شیخ بدر الدین فتح پوری کو اس کے استیصال کے لیے مقرر کیا گیا ہے' لیکن اب تک یعنی ۱۰۱۸ھ تک اس معاملے کا کوئی فیصلہ نہیں ہوا۔

سلاطین شرقیہ

سطور بالا میں یہ بیان کیا جا چکا ہے کہ جن بادشاہوں نے جونپور اور ترہٹ میں حکومت کی ان کو مورخوں کی اصطلاح میں سلاطین شرقیہ کہا جاتا ہے۔

marfat.com

Marfat.com

سلطان الشرق خواجہ جہاں

جمادی الاول ۷۷۶ھ میں ناصر الدین محمود شاہ نے خواجہ جہاں کو ملک الشرق کا خطاب عطا کیا اور اسے جونپور' ترہٹ اور بہار کا حاکم مقرر کیا۔ خواجہ جہاں نے اس علاقے کا اچھا انتظام کیا اور اپنی خوش اسلوبی سے گرد و نواح کے راجاؤں کو اپنا مطیع بنایا۔ وہ قلعے کہ جو غیر مسلموں کے قبضے میں تھے ان کو اپنے قبضے میں کر کے مسمار کروا دیا اور پھر انہیں از سر نو تعمیر کر کے تجربہ کار سپاہیوں کے سپرد کیا۔

رفتہ رفتہ خواجہ جہاں کی قوت میں اضافہ ہوتا گیا اور اس نے ناصر الدین محمود کے اثر کو کم کر کے سلطان الشرق کا لقب اختیار کیا۔ اس نے دہلی کی طرف پرگنہ کول سے ابڑی تک اور دوسری جانب بہار اور ترہٹ تک کے تمام باغیوں اور سرکشوں کو مغلوب کیا اور بڑی شان و شوکت سے حکومت کرنے لگا اس نے اپنی دھاک ایسی بٹھائی کہ سلاطین بنگالہ اور لکھنوتی بھی اس سے بڑی اچھی طرح پیش آتے تھے۔ اور اس کی خدمت میں تحفے ارسال کرتے رہتے تھے' سلطان الشرق نے چھ سال حکومت کرنے کے بعد ۸۰۲ھ میں انتقال پایا۔

مبارک شاہ شرقی

سلطان الشرق کے انتقال کے بعد اس کے متبنی بیٹے ملک قرنفل نے عنان حکومت اپنے ہاتھ میں لی اس نے جونپور اور دوسرے شہروں پر قبضہ کر کے اپنی قوت میں خاطر خواہ اضافہ کر لیا۔ ان دنوں سلطنت دہلی روبہ زوال تھی' ملک قرنفل نے موقع سے فائدہ اٹھایا اور اپنے سرداران لشکر سے مشورہ کر کے مبارک شاہ کا لقب اختیار کیا اور اپنی خود مختار حکومت قائم کر لی۔ سلطان محمود کے وکیل مطلق اقبال خاں کو جب اس کی اطلاع ملی تو وہ سخت غصے میں آیا اور اس نے ۸۰۳ھ میں مبارک شاہ پر حملہ کر دیا۔ اقبال خاں جب قنوج پہنچا تو مبارک شاہ نے افغانوں' مغلوں' راجپوتوں اور تاجیک قوم کی ایک بہت بڑی جماعت کے ساتھ اس کا مقابلہ کرنے کے لیے روانہ ہوا۔

دریائے گنگا کے ایک کنارے پر اقبال خاں نے قیام کیا اور دوسرے کنارے پر مبارک شاہ اپنے لشکر کے ساتھ مقیم ہوا۔ بیچ میں چونکہ دریا پڑتا تھا اس لیے فریقین میں سے کسی نے دریا کو پار کر کے حریف تک پہنچنے کی کوشش نہ کی دو ماہ اسی عالم میں گزر گئے آخر بغیر جنگ کیے ہی دونوں فریقوں نے واپسی کے لیے کوچ کیا۔

مبارک شاہ جب جونپور پہنچا تو اسے معلوم ہوا کہ سلطان محمود مالوہ سے واپس آگیا ہے اور اس نے اقبال خاں کو ساتھ لے کر جونپور کو فتح کرنے کے ارادے سے سفر اختیار کیا ہے۔ مبارک شاہ نے سلطان محمود سے جنگ کرنے کی تیاریاں شروع کر دیں لیکن موت نے اسے مہلت نہ دی۔

مبارک شاہ نے ۸۰۴ ہجری میں انتقال کیا۔ اس کی مدت حکومت ایک سال اور چند ماہ ہے۔

marfat.com

Marfat.com

ابراہیم شاہ شرقی

اہل علم کی سرپرستی

مبارک شاہ کے انتقال کے بعد اس کا چھوٹا بھائی ابراہیم شاہ کے لقب سے تخت نشین ہوا۔ یہ بادشاہ عقل و فہم اور علم و فضل کے لحاظ سے اپنی مثال آپ تھا۔ اس کے عہد حکومت میں ہندوستان کے عالموں فاضلوں کے علاوہ ایران و توران کے علماء بھی جونپور میں آئے۔ ابراہیم شاہ نے ہر طرح سے ان کی دل جوئی کی' انہیں امن و اطمینان سے زندگی گزارنے کا سامان بہم پہنچایا۔ علماء نے بہت سے کتابیں ابراہیم شاہ کے نام سے معنون کیں۔ بادشاہ کے دربار میں پڑھے لکھوں کی ایک ایسی جماعت جمع ہو گئی کہ جونپور ایک اہم علمی مرکز بن گیا۔

اقبال خاں کا جونپور کو فتح کرنے کا ارادہ

ابراہیم شاہ کے عہد حکومت کے ابتدائی دنوں میں' سلطان محمود اور اقبال خاں جونپور کو فتح کرنے کے خیال سے قنوج میں آئے۔ ابراہیم شاہ نے بھی ایک زبردست لشکر جمع کیا اور حریف سے معرکہ آرا ہونے کے لیے دریائے گنگا کے کنارے مقیم ہوا۔ فریقین ایک عرصے تک ایک دوسرے کے سامنے ڈٹے رہے' لیکن معرکہ آرائی کی نوبت نہ آئی۔ اسی دوران میں اقبال خاں اور سلطان محمود میں نااتفاقی ہو گئی اور سلطان محمود شکار کا بہانہ کر کے ابراہیم شرقی کے پاس چلا آیا۔

سلطان محمود کی ابراہیم شرقی کے پاس آمد اور روانگی

سلطان محمود کا خیال تھا کہ ابراہیم شرقی آقا اور ملازم کے تعلق کو مد نظر رکھتے ہوئے اسے بادشاہ بنا دے گا۔ اگر یہ نہیں تو پھر وہ سلطان محمود کو اقبال خاں کے خلاف لڑنے میں مدد ضرور دے گا' مگر افسوس کہ سلطان محمود کی یہ توقعات پوری نہ ہوئیں۔ ابراہیم شرقی نے نہ تو اسے بادشاہت پیش کی اور نہ ہی اسے اقبال خاں کے خلاف مدد دینے کے ارادہ کا اظہار کیا۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ اول تو ابراہیم شرقی اپنی بادشاہت کو کسی طرح ختم نہ کرنا چاہتا تھا' دوسرے یہ کہ ابھی اس کی قوت اتنی زیادہ نہ تھی کہ وہ سلطان محمود کی مدد کرتا۔ ابراہیم شرقی نے سلطان محمود کی آؤ بھگت بھی ذرا کم ہی کی اس وجہ سے وہ شکستہ خاطر ہو کر قنوج چلا گیا۔

قنوج پر سلطان محمود کا قبضہ

سلطان محمود نے قنوج پہنچ کر ابراہیم شرقی کے بہی خواہ امیر زادہ ہروی کو جو قنوج کا حاکم تھا شہر بدر کر کے قنوج کو اپنے قبضے میں کر لیا' ابراہیم شرقی اور اقبال خاں نے جب دیکھا کہ سلطان محمود قنوج پر قانع ہو گیا ہے تو ان دونوں نے لڑائی کا ارادہ ترک کر دیا اور اپنی اپنی قیام گاہوں کی طرف روانہ ہو گئے۔ بعض تاریخوں میں یہ بھی لکھا ہے کہ سلطان محمود مبارک شاہ شرقی کے عہد حکومت میں جونپور آیا تھا اور انہیں دنوں ہی مبارک شاہ کا انتقال ہوا اور ابراہیم شرقی تخت نشین ہوا۔ قنوج پر سلطان محمود نے ابراہیم شرقی کے عہد میں قبضہ کر لیا۔

ابراہیم کا قنوج پر حملہ

جیسا کہ سلاطین دہلی کے حالات میں بیان کیا جا چکا ہے ۸۰۸ھ میں اقبال خاں کا قتل ہوا اور سلطان محمود دہلی کی طرف روانہ ہوا۔ ابراہیم شرقی نے اس موقعے سے فائدہ اٹھایا اور ۸۰۹ھ میں قنوج پر حملہ کر دیا۔ محمود شاہ لشکر دہلی کو ساتھ لے کر ابراہیم شرقی سے جنگ کرنے کے لئے چلا اور فریقین پہلے کی طرح دریائے گنگا کے کنارے ایک دوسرے کے سامنے آئے۔ چند روز تک دونوں ہی ایک دوسرے سے لڑنے کا ارادہ کرتے رہے لیکن لڑائی کی نوبت نہ آئی اور دونوں لشکر واپس ہو گئے۔

marfat.com

Marfat.com

قنوج پر ابراہیم کا قبضہ

سلطان محمود جب دہلی پہنچ گیا اور اس کے تمام امیر بادشاہ کی اجازت سے اپنی اپنی جاگیروں پر چلے گئے اور ابراہیم شرقی نے دوبارہ قنوج پر حملہ کیا اور شہر کا محاصرہ کر لیا۔ قنوج کے حاکم ملک محمود ترمذی نے چند مہینے تک دہلی کی امداد کا انتظار کیا' لیکن جب اس کی کوئی امید باقی نہ رہی تو اس نے قلعہ ابراہیم شرقی کے سپرد کر دیا۔

عزم تسخیر دہلی

ابراہیم شرقی نے قنوج میں برسات کا موسم گزار کر جمادی الاول ۸۱۰ھ میں دہلی فتح کرنے کا ارادہ کیا اور اس مقصد سے روانہ ہوا۔ ابراہیم شرقی بہت ہی ذہین اور معاملہ فہم انسان تھا اس کی مناسب تدبیروں سے دہلی کے اکثر امیر سارنگ خاں کا بیٹا تاتار خاں اور اقبال خاں کا غلام ملک خاں وغیرہ اس سے آ ملے۔ اس طرح ابراہیم شرقی کی قوت میں زبردست اضافہ ہوا اور وہ سنبھل کی طرف روانہ ہوا۔ سنبھل کا حاکم اسد خاں لودھی بھاگ نکلا۔ ابراہیم شرقی نے سنبھل تاتار خاں کے حوالے کیا اور خود آگے بڑھا۔

واپسی

سفر کی منزلیں طے کرتا ہوا ابراہیم شرقی دریا کے کنارے پہنچا یہاں اسے معلوم ہوا کہ سلطان مظفر گجراتی نے سلطان ہوشنگ کو قید کر کے مالوہ پر قبضہ کر لیا ہے اور اب وہ سلطان محمود کی مدد کے لیے آ رہا ہے یہ بھی معلوم ہوا کہ مظفر گجراتی جونپور پر قبضہ کرنے کا بھی خواہاں ہے۔ ابراہیم نے یہ معلومات حاصل کرنے کے بعد دہلی پر حملہ کرنے کا ارادہ ترک کر دیا اور جونپور پر واپس آ گیا۔ محمود شاہ نے دہلی سے سنبھل پہنچ کر اس شہر پر قبضہ کر لیا۔ تاتار خاں نے راہ فرار اختیار کی اور ابراہیم شرقی کے پاس جونپور میں چلا گیا۔ ابراہیم نے ایک زبردست لشکر فراہم کر کے ۸۱۶ھ میں دوبارہ دہلی کو فتح کرنے کے خیال سے سفر اختیار کیا' لیکن راستے ہی سے وہ لوٹ کر آ گیا۔

خوش حالی

اس کے بعد ابراہیم شرقی نے علماء وفضلاء سے اکتساب فیض کرنے اور ملک کی ترقی اور خوش حالی کی تدبیروں کو عمل میں لانے کی طرف توجہ کی۔ اس زمانے میں تمام ہندوستان طرح طرح کی شورشوں اور فتنہ انگیزیوں کا مرکز بنا ہوا تھا۔ اس وجہ سے ہر جگہ کے علماء و فضلاء جونپور میں آ گئے اور یہ شہر دہلی کا جواب بن گیا۔ بادشاہ نے ان علماء اور اہل کمال کی جی کھول کر سرپرستی کی اور ہر شخص کو اس کی حیثیت کے مطابق انعام و اکرام سے مالا مال کیا۔ جونپور کی تمام رعایا ابراہیم شرقی سے بے حد خوش تھی ہر فرد اپنے بادشاہ کو خدا کی نعمت سمجھتا تھا' ملک میں چاروں طرف امن و امان اور خوش حالی کا دور دورہ تھا۔

تھانہ پر لشکر کشی

۸۳۱ھ میں میوات کا حاکم محمد خاں' ابراہیم شرقی کے پاس آیا اور اسے تھانہ کو فتح کرنے کی ترغیب دی۔ ابراہیم نے محمد خاں کی بات مان لی اور لشکر تیار کر کے اس مقصد کے لیے روانہ ہو گیا۔ دوسری طرف سے دہلی کا بادشاہ سلطان مبارک شاہ ایک لشکر جرار لے کر ابراہیم شرقی کا مقابلہ کرنے کے لیے نکلا۔ تھانہ سے چار کوس کے فاصلے پر دونوں فریقوں نے خندق کھود کر اپنے آپ کو محفوظ کیا اور دونوں طرف کے تھوڑے تھوڑے سپاہی آپس میں لڑتے رہے۔ آخر کار فریقین میں باقاعدہ جنگ ہوئی اور بغیر ہار جیت کا فیصلہ کیے ہوئے ختم ہو گئی۔ ابراہیم شرقی جونپور کی طرف اور مبارک شاہ دہلی کی طرف روانہ ہو گیا۔

کالپی کو فتح کرنے کا خیال

۸۳۷ھ میں ابراہیم شرقی نے کالپی کو فتح کرنے کا ارادہ کیا اور ایک لشکر جرار لے کر اس مقصد سے روانہ ہوا اور راستے میں اسے یہ

marfat.com

Marfat.com

اطلاع ملی کی سلطان ہوشنگ غوری بھی کالپی کو فتح کرنا چاہتا ہے اور اس مقصد سے اس طرف آ رہا ہے۔ دونوں بادشاہ ایک دوسرے کے سامنے آئے اور جنگ کی تیاریاں کرنے لگے' ابھی جنگ کی نوبت ہی نہ آئی تھی کہ ابراہیم شرقی کو یہ اطلاع ملی۔ بادشاہ دہلی مبارک شاہ ایک زبردست لشکر لے کر دہلی سے جونپور کی طرف روانہ ہوگیا ہے۔ ابراہیم شرقی یہ خبر سن کر بہت پریشان ہوا اور فوراً جونپور کی طرف روانہ ہوگیا۔ سلطان ہوشنگ غوری نے مبارک شاہ کے مقرر کردہ حاکم کالپی عبد القادر الموسوم بہ قادر شاہ کو معزول کر کے بغیر معرکہ آرائی کے کالپی پر قبضہ کر لیا۔

وفات

۸۴۴ ہجری میں ابراہیم شرقی بیمار پڑا کچھ ہی عرصے میں یہ بیماری اس حد تک بڑھ گئی کہ بادشاہ کی زندگی کا پیمانہ لبریز ہوگیا۔ ابراہیم کی وفات کا جونپور والوں کو بہت صدمہ پہنچا' اہل شہر اس قدر روئے کہ انہوں نے نوحہ و فریاد سے آسمان کو سر پر اٹھا لیا۔ ابراہیم شرقی نے چالیس سال تک حکومت کی۔ حاجی محمد قندھاری کا بیان ہے کہ ابراہیم شرقی کا سال وفات ۸۴۰ھ ہے' اگر اس بیان کو صحیح تسلیم کر لیا جائے تو اس کی مدت حکومت چھتیس سال ہوتی ہے۔

قاضی شہاب الدین جونپوری

ابراہیم شرقی کے عہد حکومت کے علماء و فضلاء میں قاضی شہاب الدین جونپوری بڑی اہمیت رکھتے ہیں۔ قاضی صاحب کا آبائی وطن تو غزنی تھا لیکن ان کی نشو و نما دولت آباد دکن میں ہوئی۔ ابراہیم شرقی قاضی صاحب کے علم و فضل کا بڑا قدر دان تھا اور ان کا بہت خیال کرتا تھا۔ قاضی صاحب کی توقیر و تعظیم کا یہ عالم تھا کہ مقدس دنوں میں قاضی صاحب شاہی مجلسوں میں چاندی کی کرسی پر بیٹھتے تھے' کہا جاتا ہے کہ ایک بار قاضی صاحب سخت بیمار پڑے۔ ابراہیم شرقی ان کی مزاج پرسی کے لیے گیا ادھر ادھر کی باتوں کے بعد بادشاہ نے ایک پیالہ پانی کا طلب کیا۔ پانی جب آگیا تو ابراہیم شرقی نے اس کو قاضی صاحب کے سر پر سے تصدق کر کے خود پی لیا اور کہا۔ "اے خدا! جو مصیبت قاضی صاحب کے سر پڑی ہوئی ہے اس سے انہیں نجات دے اور مجھ کو اس مصیبت میں ڈال دے تاکہ قاضی صاحب صحت یاب ہو جائیں۔"

تصانیف

اس واقعے سے ابراہیم شرقی کے کردار کا اندازہ ہو سکتا ہے کہ اسے علماء دین سے کس قدر عقیدت تھی۔ قاضی صاحب کو جو شہرت حاصل ہوئی اس کا تذکرہ لاحاصل ہے ان کی مشہور تصانیف یہ ہیں' حاشیہ ہندی' مصباح متن ارشاد' بدیع البیان' فتاویٰ ابراہیم شاہی' تفسیر فارسی المعروف بہ بحر امواج' رسالہ مناقب سادات اور رسالہ شہابیہ (وغیرہ وغیرہ) قاضی صاحب کو بھی ابراہیم شرقی سے بہت خلوص تھا' اس کی وفات سے وہ اس حد تک مغموم ہوئے کہ اسی سال یعنی ۸۴۰ ہجری کو سفر آخرت اختیار کیا۔ ایک روایت یہ بھی ہے کہ قاضی صاحب کا انتقال ابراہیم کی وفات کے دو سال بعد یعنی ۸۴۲ھ میں ہوا۔

marfat.com

Marfat.com

سلطان محمود بن ابراہیم شرقی

تخت نشینی

ابراہیم شرقی کے انتقال کے بعد اس کا بیٹا سلطان محمود تخت نشین ہوا اور بڑی احتیاط سے سلطنت کے کاموں کو سرانجام دینے لگا۔ محمود نے اپنے باپ کی تقلید کر کے رعایا کو ہر ممکن طریقے سے خوش و خرم رکھنے کی کوشش کی' اس وجہ سے ملک کے سارے باشندے اس سے بھی بے پناہ محبت کرنے لگے۔

حاکم مالوہ سے حاکم کالپی کی شکایت

۸۴۷ھ میں محمود شرقی نے سلطان محمود خلجی کی خدمت میں بہت سے گراں قدر تحفے ارسال کیے اور اسے یہ پیغام دیا "کالپی کا حاکم نصیر خاں ولد قادر خاں شریعت کی حدود سے تجاوز کر رہا ہے وہ کفر و ارتداد کی طرف مائل ہے۔ اس نے قصبہ شاہ پور کو بڑی بری طرح تباہ و برباد کیا ہے اور یہاں کے مسلمانوں کو جلا وطن کر کے ان کی عورتوں کو غیر مسلموں کے حوالے کر دیا ہے۔ الغرض وہ ہر طرح خدا اور اس کے رسول کی اطاعت سے کنارہ کش ہو گیا ہے۔ سلطان ہوشنگ کے زمانے سے آپ کے اور ہمارے درمیان جو خوشگوار تعلقات قائم ہیں ان کا تقاضا یہ ہے کہ بغیر آپ کے علم و اطلاع کے کوئی قدم نہ اٹھایا جائے۔ اگر آپ میری تائید فرمائیں تو میں نصیر خاں کو اس کی کفر دوستی کا مزہ چکھاؤں اور کالپی میں دوبارہ شریعت اسلام کو مروج کروں۔

حاکم مالوہ کا جواب

سلطان محمود خلجی نے اس پیغام کا یہ جواب دیا اس سے پہلے بھی مجھ تک نصیر خاں کی شکایتیں پہنچ چکی ہیں لیکن وہ چونکہ غیر معتبر ذرائع سے پہنچی تھیں اس لیے میں نے ان کا کچھ اعتبار نہ کیا' اب چونکہ آپ نے صحیح صورت حال سے آگاہ کیا ہے۔ اس لیے ان خبروں کی تصدیق ہو گئی ہے' نصیر خاں جیسے بد کردار شخص کو راہ راست پر لگانا ہر مسلمان بادشاہ کا فرض ہے اگر آپ اس طرف توجہ نہ کرتے تو پھر میں خود ہی اس فاجر اعظم پر لشکر کشی کرتا۔ آپ نے جو ارادہ کیا ہے وہ بہت ہی مبارک ہے اور میں آپ کی کامیابی کے لیے دست بدعا ہوں۔"

کالپی پر لشکر کشی

سلطان محمود خلجی کا یہ جواب پا کر محمود شرقی بہت خوش ہوا اس نے انتیس ہاتھی تحفے کے طور پر حاکم مالوہ کی خدمت میں ارسال کیے اور خود لشکر تیار کر کے کالپی کی طرف روانہ ہوا۔ نصیر خاں کو جب اس کی اطلاع ہوئی تو اس نے سلطان محمود خلجی کی خدمت میں ایک عریضہ ارسال کیا جس کا مضمون یہ تھا۔ "کالپی کا علاقہ سلطان ہوشنگ نے مجھے مرحمت فرمایا ان دنوں سلطان محمود شرقی مجھ پر حملہ کر کے کالپی کو اپنے قبضے میں کرنا چاہتا ہے اس لیے درخواست ہے کہ آپ میری مدد کریں اور مجھے محمود شرقی کے فتنے سے بچائیں۔"

حاکم مالوہ کا خط

سلطان محمود خلجی نے نصیر خاں کا عریضہ پڑھ کر محمود شرقی کے نام ایک خط لکھا کہ "حاکم کالپی نصیر خاں خدا کے خوف اور آپ کی بروقت تنبیہہ سے راہ راست پر آ گیا ہے اور اس نے اپنے گناہوں سے توبہ کر کے یہ عہد کیا ہے کہ وہ آئندہ مذہبی احکام کی سختی سے پابندی کرے گا اور کبھی مذہبی معاملات میں دخل نہ دے گا۔ آپ جانتے ہیں کہ یہ ملک سلطان ہوشنگ نے نصیر خاں کے باپ قادر خاں کو

marfat.com
Marfat.com

عطا کیا تھا چونکہ یہ خاندان حکومت مالوہ کا اطاعت گزار ہے اس لیے آپ اس کو کسی قسم کا نقصان نہ پہنچائیں۔

محمود شرقی کا کالپی پر قبضہ

نصیر خان کے پہلے عریضے ہی کا جواب ابھی ارسال نہ کیا گیا تھا کہ ایک دوسرا عریضہ بھی آ پہنچا جس میں لکھا تھا "یہ بندۂ حقیر سلطان ہوشنگ کے زمانے سے حکومت مالوہ کا مطیع و فرمان بردار ہے۔ ان دنوں سلطان محمود شرقی نے پرانی دشمنی کی وجہ سے کالپی پر حملہ کر کے شہر کو اپنے قبضے میں لے لیا ہے۔ اس نے مسلمانوں کی عورتوں کو نظربند اور جلاوطن کر دیا ہے اور خود چندیری چلا گیا ہے۔"

سلطان مالوہ کا عزم کالپی و چندیری

سلطان محمود خلجی نے خود ہی سلطان محمود شرقی کو نصیر خاں پر حملہ کرنے کی اجازت دی تھی لیکن جب نصیر خاں نے منت سماجت کی تو سلطان خلجی اس کا طرف دار ہو گیا اور اس کی مدد کے لیے ۲/ شعبان ۸۴۸ ہجری کو اجین سے کالپی اور چندیری کی جانب روانہ ہوا۔ چندیری میں نصیر خاں نے سلطان محمود خلجی سے ملاقات کی اور موخر الذکر ایرچہ کی طرف روانہ ہوا۔

محمود شرقی اور محمود خلجی میں جنگ

سلطان محمود شرقی کو جب ان حالات کا علم ہوا تو وہ سلطان مالوہ کا مقابلہ کرنے کے لیے روانہ ہوا۔ سلطان محمود خلجی نے اپنے لشکر کے ایک حصے کو تو محمود شرقی کے مقابلے کے لیے نامزد کیا اور دوسرے حصے کو جو جونپور پر حملہ کرنے کا حکم دیا۔ لشکر کے اس حصے نے جونپور پر حملہ کر کے تباہی و بربادی کا بازار گرم کیا' جو حصہ لشکر جونپور کا مقابلہ کرنے کے لیے متعین ہوا تھا اس نے حریف سے معرکہ آرائی کی۔ فریقین میں زبردست جنگ ہوئی جس میں دونوں طرف کے بہت سے بہادران صف شکن کام آئے۔ اس کے بعد دونوں لشکر اپنی اپنی قیام گاہوں میں واپس آ گئے۔

جنگ' صلح اور پھر جنگ

دوسرے روز صبح کے وقت سلطان محمود خلجی نے اپنے ایک امیر عماد الملک کو اس مقصد سے روانہ کیا کہ وہ سرراہ قیام کر کے حریف کے لیے راستہ مسدود کر دے۔ محمود شرقی کو اس کی اطلاع ہو گئی اس نے اس جگہ جو ایک مستحکم مقام تھا' قیام کیا۔ جب محمود خلجی' شرقی فرماں روا کے استحکام سے واقف ہوا تو اپنے لشکر کے حصے کو اس نواح میں لوٹ مار کا حکم دیا۔ اس لشکر نے بہت سا مال غنیمت اپنے قبضے میں کیا' اسی دوران میں برسات کا موسم آ گیا اس وجہ سے فریقین نے صلح کر لی اور واپس ہوئے۔ محمود خلجی چندیری کی طرف روانہ ہو گیا۔ محمود شرقی نے موقع پا کر برہار پر لشکر کشی کر دی کہ جہاں کے باشندے محمود خلجی کے مطیع و فرماں بردار تھے۔ محمود خلجی کو جب اس کی اطلاع ملی تو اس نے اپنے سپاہیوں کی ایک جماعت برہار کے حاکم کی مدد کے لیے روانہ کی' محمود شرقی اس نووارد لشکر کا مقابلہ نہ کر سکا اور واپس چلا گیا۔

پھر صلح

حضرت شیخ الاسلام جاہیں لڈہ اپنے زمانے کے نامی گرامی بزرگ تھے ان کے توسط' محمود خلجی اور محمود شرقی میں صلح ہو گئی اور یہ قرار پایا کہ محمود شرقی' قادر خاں کی اولاد خصوصاً نصیر خاں کو کوئی نقصان نہ پہنچائے گا اور چار ماہ بعد ایرچہ اور کالپی واپس کر دے گا۔ اس صلح کے بعد سلطان محمود خلجی شادی آباد مندو کی طرف روانہ ہو گیا اور سلطان محمود شرقی نے جونپور کا راستہ لیا۔

حساون پر لشکر کشی

محمود شرقی نے اپنے مرحوم باپ کی پیروی میں عالموں فاضلوں اور عام لوگوں پر بے انتہا نوازشات کیں اور انہیں انعام و اکرام سے مالا

marfat.com

Marfat.com

مال کر دیا' کچھ عرصہ بعد جب اس لشکر کی تھکان دور ہو گئی تو اس نے حساون پر لشکر کشی کی اور یہاں کے باغیوں اور فتنہ پردازوں کا قلع قمع کیا۔ محمود شرقی نے حساون کے عظیم الشان مندر کو مسمار کر کے بہت سی دولت حاصل کی اور جونپور واپس آیا۔

دہلی پر ناکام حملہ

محمود شرقی نے ۸۵۶ھ میں دہلی پر حملہ کیا اور کچھ عرصہ تک محاصرہ کر کے اہل شہر سے معرکہ آرائی کرتا رہا۔ سلطان بہلول دیپال پور سے ایک زبردست لشکر لے کر آیا اور محمود شرقی سے مقابلہ کرنے کی تیاریاں کرنے لگا۔ دریا خاں افغان بادشاہ دہلی سے کبیدہ خاطر ہو کر محمود شرقی سے آملا تھا اور اس کی ملازمت اختیار کر لی تھی اس نے اسی اثناء میں غداری کی اور فرار ہو گیا۔ دریا خاں کے فرار کے بعد محمود شرقی نے زیادہ دیر ٹھہرنا مناسب نہ سمجھا اور واپس ہوا۔ اہل دہلی نے محمود شرقی کا تعاقب کیا' اس شورش میں ایک نامی گرامی شرقی امیر مسمی فتح خاں مارا گیا اور سات شرقی ہاتھیوں پر دشمن نے قبضہ کر لیا۔

دہلی پر دوبارہ حملہ

۸۶۱ھ میں جب بہلول لودھی نے آتاوے کر چودھری پر لشکر کشی کر دی تو محمود شرقی نے موقع پا کر دوبارہ دہلی پر حملہ کیا جیسا کہ مناسب مقام پر بالتفصیل لکھا جا چکا ہے۔ فریقین ایک عرصے تک ایک دوسرے کے سامنے ڈٹے رہے' سلطان بہلول لودھی کے چچا زاد بھائی قطب خاں نے شرقی فوج پر شب خون مارا لیکن اسے کامیابی حاصل نہ ہوئی اور وہ دشمن کے ہاتھوں گرفتار ہوا۔

وفات

ابھی سلطان بہلول لودھی نے اس جنگ میں شرکت بھی نہ کی تھی کہ سلطان محمود شرقی بیمار پڑ گیا اور چند روز بعد اس کا انتقال ہو گیا۔ محمود شرقی کی مدت حکومت بیس سال اور چند ماہ ہے۔

marfat.com

Marfat.com

سلاطین سندھ اور ٹھٹھہ کے حالات

marfat.com

Marfat.com

سندھ میں اسلام کی ترویج و اشاعت

حجاج کا ارادہ تسخیر ہندوستان

سندھ اور ٹھٹھہ میں اسلام کی ترویج و اشاعت کے بارے میں "خلاصۃ الحکایات" "حجاج نامہ" حاجی محمد قندھاری کی تاریخ اور دوسری تاریخی کتابوں میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ حجاج بن یوسف نے جو ولید بن عبدالملک کی طرف سے عراق عرب بلکہ ایران و توران کا بھی حاکم تھا ہندوستان کو فتح کرنے کا ارادہ کیا۔

مکران کی فتح

حجاج نے سب سے پہلے ۸۶ھ کے شروع میں محمد ہارون کو ایک زبردست لشکر کے ساتھ مکران کی طرف روانہ کیا۔ محمد ہارون نے مکران پہنچ کر اس شہر کو فتح کر لیا اور یہاں کے باشندے جن میں بلوچوں کا بھی ایک قبیلہ شامل تھا مشرف بہ اسلام ہو گئے اسی زمانے سے سندھ میں اسلام کی اشاعت شروع ہوتی ہے۔ ان دنوں مکران میں جابجا مسجدیں تعمیر کی گئیں اور شریعت اسلامی کے احکامات جاری کیے گئے۔

عرب و ہند کے تعلقات ظہور اسلام سے پہلے

جزیرہ سراندیپ کے باشندوں کا خیال ہے کہ ہندوستان کے باشندے حضرت آدمؑ کے زمانے سے کشتیوں کے ذریعے مکہ معظمہ اور عرب کے دوسرے شہروں میں جایا کرتے تھے۔ ظہور اسلام سے پہلے ہندوستان کے برہمن خانہ کعبہ کی زیارت اور بتوں کی پوجا کے لیے مکہ معظمہ جایا کرتے تھے اور کعبہ کو بہترین معبد سمجھتے تھے۔

راجہ سراندیپ کی اسلام دوستی

ان تعلقات کی وجہ سے سراندیپ کا راجہ ہندوستان کے دوسرے راجاؤں کی نسبت اسلام کی حقیقت سے جلد آگاہ ہوا وہ صحابہ اکرام کے زمانے میں ہی مشرف بہ اسلام ہو گیا تھا۔ اس راجہ کو اسلامی فرماں رواؤں سے بہت عقیدت تھی' ایک مرتبہ اس نے بہت سے تحفے اور قیمتی اشیاء غلاموں اور کنیزوں کے ہمراہ سمندر کے راستے سے ولید کے پایہ تخت کو روانہ کیں۔ جب یہ کشتیاں عجم کے نواح میں پہنچیں تو لوگ کے ان باشندوں نے جو حاکم دیبل کے حکم سے سمندر میں گشت لگایا کرتے تھے ان کشتیوں کو اپنی تحویل میں لے لیا۔

مسلمان عورتوں کی گرفتاری

ان کشتیوں میں جو سامان بھرا ہوا تھا اسے ان لوگوں نے لوٹ لیا اور چند مسلمان عورتوں کو جو حج کے ارادے سے ان کشتیوں میں سوار تھیں گرفتار کر کے اپنے ساتھ لے گئے۔ جو لوگ گرفتاری سے بچ گئے وہ بحال تباہ حجاج کے پاس پہنچے اور اس کو تمام واقعہ سنا کر داد خواہی کی درخواست کی۔

راجہ داہر کے نام حجاج کا خط اور اس کا جواب

یہ روداد سن کر حجاج کو سخت غصہ آیا اور اس نے اسی وقت سندھ کے حاکم راجہ داہر بن صعصعہ کے نام ایک خط لکھا اور محمد ہارون کو بھیجا تا..کہ وہ اپنے قاصدوں کے ذریعے اس خط کو راجہ داہر تک پہنچا دے۔ محمد ہارون نے یہ خط داہر کو بھجوا دیا' اس نے یہ خط پڑھ کر جواب میں لکھا۔ "جن لوگوں نے یہ جرم کیا ہے ان کی طاقت بہت زیادہ ہے۔ اس لیے میں ان کو مجبور نہیں کر سکتا کہ وہ تمام لوٹا ہوا مال واپس کر دیں اور مسلمان قیدی عورتوں کو رہا کر دیں۔

marfat.com
Marfat.com

اہل دیبل سے جنگ ' بدمن کی شہادت

حجاج بن یوسف نے یہ جواب پا کر ولید بن عبدالملک سے اہل ہند سے جہاد کرنے کی اجازت لی اور بدمن نامی ایک شخص کو تین ہزار سواروں کے ساتھ محمد ہارون کے پاس بھیجا۔ محمد ہارون کو یہ حکم دیا گیا کہ وہ ایک ہزار تجربہ کار سپاہیوں کو بدمن کے ساتھ دیبل والوں سے جنگ کرنے کے لیے روانہ کرے۔ بدمن ان سپاہیوں کو لے کر دیبل پہنچا اور وہاں اس نے اہل دیبل سے جنگ کی' اس جنگ میں اسے شہادت نصیب ہوئی۔

محمد بن قاسم اور دیبل کا محاصرہ

بدمن کی شہادت کی خبر جب حجاج کو ملی تو وہ بہت پریشان ہوا اس نے اس ناکامی کی تلافی کے لیے اپنے چچازاد بھائی اور داماد عماد الدین محمد بن قاسم کو جس کی عمر صرف سترہ سال تھی ۹۳ھ میں سندھ کی طرف روانہ کیا۔ محمد بن قاسم چھ ہزار تجربہ کار شامی سپاہیوں کے ساتھ شیراز کے راستے سے دیبل کے سرحدی شہروں دیون اور درسنہ میں پہنچا۔ یہاں سے اس نے کوچ کیا اور دیبل شہر میں جو دریائے عمان کے کنارے واقع ہے اور آج کل ٹھٹھہ کے نام سے مشہور ہے پہنچا محمد بن قاسم نے اس شہر کا محاصرہ کر لیا۔

دیبل کا عظیم الشان مندر

دیبل میں ایک بہت بڑا مندر تھا جو اپنی مضبوطی اور ساخت کے اعتبار سے ایک قلعے سے مماثلت رکھتا تھا۔ جب محاصرے کو کافی دن ہو گئے تو ایک برہمن جان کی امان طلب کر کے محمد بن قاسم کے پاس آیا۔ محمد بن قاسم نے اس برہمن سے شہر دیبل اور وہاں کے بڑے مندر کی کیفیت پوچھی اس برہمن نے بتایا کہ "اس مندر میں چار ہزار راجپوت سپاہی اور دو تین ہزار برہمن پجاری ہر وقت موجود رہتے ہیں۔ برہمن پجاریوں نے ایک ایسا جادو کیا ہوا ہے کہ جس کی وجہ سے مندر کو فتح کرنا ناممکن ہو گیا ہے جب تک اس جادو کے اثر کو زائل نہ کیا جائے مندر کو فتح نہیں کیا جا سکتا یہی وجہ ہے کہ آج تک اس مندر کو کسی فاتح نے تسخیر نہیں کیا۔"

جادو کا اثر

محمد بن قاسم نے اس برہمن سے پوچھا کہ اس جادو کے اثر کو کیسے زائل کیا جا سکتا ہے؟ برہمن نے جواب دیا "فلاں جھنڈے کی بنیاد میں پجاریوں نے طلسم باندھ رکھا ہے اگر اس بنیاد کو تباہ کر دیا جائے تو جادو کا اثر زائل ہو سکتا ہے۔" محمد بن قاسم نے جنوبیہ نامی ایک منجنیق انداز کو حکم دیا کہ اس جھنڈے کی بنیاد پارہ پارہ کر دے۔ جنوبیہ نے تین بار اس جھنڈے پر پتھر پھینکے اور اس کی بنیاد کو بالکل تباہ کر دیا اور اس طرح جادو کا اثر ختم ہو گیا۔

مندر کی فتح

اس واقعہ کے کچھ عرصہ بعد مندر فتح ہو گیا۔ محمد بن قاسم نے اس کی چاردیواری کو مسمار کر کے زمین کے برابر کر دیا اور برہمنوں کو اسلام لانے کی دعوت دی برہمنوں نے اس سے انکار کیا اس پر محمد بن قاسم نے لڑکوں' لڑکیوں اور جوان عورتوں کو لونڈی غلام بنا کر قید کر لیا اور سترہ برس سے زیادہ عمر کے مردوں کو قتل کر دیا۔ لونڈی غلاموں کے علاوہ محمد بن قاسم کے ہاتھ بہت سا مال غنیمت بھی آیا اس نے اس کے پانچ حصے کیے ایک حصہ مع پچھتر کنیزوں کے حجاج کے پاس روانہ کیا اور باقی سب اہل لشکر میں تقسیم کر دیا۔

ہراون کی فتح

اس کے بعد محمد بن قاسم شہر ہراون کی طرف روانہ ہوا۔ جب شہر کے حاکم کو اس کی اطلاع ہوئی تو وہ قلعہ برہمن آباد قدیم کی طرف چلا گیا' اس کے درباریوں اور دیگر معتبر اشخاص نے جان کی امان طلب کر کے قلعہ محمد بن قاسم کے حوالے کر دیا۔ محمد بن قاسم نے شہر کی

marfat.com

Marfat.com

حکومت ایک مسلمان امیر کے حوالے کی اور اہل لشکر کی ضرورت کے لیے غلہ اور دیگر اشیاء فراہم کر کے سیوان کی جانب روانہ ہو گیا۔

سیوان کے برہمن

اہل سیوان کو جو سب کے سب برہمن قوم سے تعلق رکھتے تھے جب محمد بن قاسم کی آمد کی اطلاع ملی تو وہ اپنے حاکم کجرائے کے پاس گئے اور اس سے کہا کہ ہمارے مذہب کی رو سے خون ریزی ناجائز ہے اس لیے ہم مسلمانوں سے جنگ نہیں کر سکتے لہٰذا ہماری رائے میں سب سے بہتر طریقہ یہ ہے کہ ہم محمد بن قاسم سے امان طلب کر لیں اور اس کی اطاعت گزاری کو اپنا شعار بنائیں۔"

سیوان کی فتح

کجرائے برہمنوں کی زبان سے یہ کلمات سن کر بہت غصے میں آیا اور انہیں برا بھلا کہنے لگا' مسلمانوں نے شہر کا محاصرہ کر لیا۔ جب محاصرے کو ایک ہفتہ گزر گیا تو راجہ کجرائے رات کے وقت اپنے راجپوت سپاہیوں کی ایک جماعت کے ساتھ فرار ہو کر قلعہ سلیم کے راجہ کے پاس پہنچا اور اس سے مدد کی درخواست کی۔ صبح ہوئی تو برہمنوں نے محمد بن قاسم سے امان طلب کر کے شہر اسکے حوالے کر دیا۔

حصار سلیم کی فتح

محمد بن قاسم کے ہاتھ بہت سا مال غنیمت آیا۔ اس نے اس میں سے پانچواں حصہ الگ کر کے بقیہ اہل لشکر میں تقسیم کر دیا۔ یہاں سے فتح سیوان کے بعد محمد بن قاسم نے حصار سلیم کا رخ کیا اور وہاں پہنچ کر اس شہر کو بھی فتح کر لیا۔ یہاں جو مال غنیمت ہاتھ آیا اس کو بھی حسب سابق تقسیم کر دیا گیا مسلمانوں نے اس شہر میں چند روز تک قیام کیا۔

بیلسہ اور محمد بن قاسم کی جنگ

اسی دوران میں راجہ داہر کا بڑا بیٹا جس کا نام بیلسہ تھا ایک عظیم الشان لشکر لے کر محمد بن قاسم کے مقابلے میں آیا۔ انہیں دنوں ایک اور مصیبت بھی نازل ہوئی اور وہ یہ کہ بیماری کی وجہ سے مسلمانوں کے بہت سے گھوڑے ہلاک ہو گئے یہ انتہائی پریشان کن حادثہ تھا۔ محمد بن قاسم نے فوراً حجاج بن یوسف کو اطلاع دی' حجاج نے بلا تاخیر دو ہزار گھوڑے بھجوائے اس کے بعد مسلمانوں نے بیلسہ کے لشکر کا محاصرہ کر لیا اور فریقین میں زبردست جنگ چھڑ گئی دو تین بار معرکہ آرائی ہوئی لیکن اس کا کوئی خاص نتیجہ نہ نکلا۔

نجومیوں کی حق گوئی

راجہ داہر نے اپنے ملک کے تمام نجومیوں کو اکٹھا کیا اور ان سے پوچھا کہ مسلمانوں کے لشکر کا کیا انجام ہو گا۔ نجومیوں نے جواب دیا کہ ہم نے پرانی کتابوں میں پڑھا ہے کہ ایک زمانے میں عرب میں ایک ایسا شخص (صلی اللہ علیہ وسلم) پیدا ہو گا جو نبوت کا دعویٰ کرے گا اور ساری دنیا کو اپنی طرف کھینچ لے گا۔ اس مبارک ہستی کے وصال کے بعد ۸۶ھ میں عربی لشکر دیبل کے نواح میں پہنچے گا اور "۹۲ھ میں اس شہر میں داخل ہو کر سارے ملک پر قبضہ کر لے گا۔ راجہ داہر نے نجومیوں کی یہ بات سنی اور ان سنی کر دی۔ اگرچہ وہ پہلے بھی ان نجومیوں کو کئی بار آزما چکا تھا اور ان پر بڑا اعتماد رکھتا تھا' لیکن اس بار چونکہ اس کا آخری وقت قریب آ چکا تھا' اس لیے اس نے یہ روش اختیار کی۔

راجہ داہر سے جنگ

راجہ داہر نے جنگ کا ارادہ کر لیا' اس نے پچاس ہزار راجپوت' سندھی اور ملتانی سواروں کا زبردست لشکر تیار کیا اور ۱۰ رمضان المبارک بروز جمعرات ۹۳ھ ہجری کو محمد بن قاسم کے مقابلے پر آیا۔ محمد بن قاسم نے چھ ہزار صف شکن عرب سپاہیوں کے ساتھ راجہ داہر کا سامنا کیا۔ فریقین میں لڑائی شروع ہو گئی جو چند روز تک جاری رہی راجہ داہر کے سپاہیوں نے بڑی جان بازی کا مظاہرہ کیا اور مسلمانوں

marfat.com
Marfat.com

کو مغلوب کرنے کی بہت کوشش کی۔

جنگ مغلوبہ

ایک روز راجہ داہر ایک سفید ہاتھی پر سوار ہو کر بڑی شان و شوکت کے ساتھ میدان جنگ میں آیا۔ محمد بن قاسم بھی اپنے لشکر کے ساتھ دشمن کی طرف بڑھا۔ پہلے تو فریقین فرداً فرداً لڑتے رہے اور اس میں مسلمانوں کا پلہ بھاری رہا اس پر راجہ داہر نے جنگ مغلوبہ شروع کر دی۔ اس میں وہ خود بھی شریک ہوا اور بڑی بہادری سے تلوار چلاتا رہا اس پر راجہ داہر اور اس کے لشکریوں نے بہادری کا شاندار مظاہرہ کیا۔ اسی اثناء میں ایک عرب گولہ انداز نے راجہ کے ہاتھی پر ایک گولہ پھینکا' آگ دیکھ کر ہاتھی بے قابو ہو گیا اور میدان جنگ سے بھاگ نکلا۔ مہابت نے ہاتھی کو قابو میں کرنے کی بہت کوشش کی لیکن اس کا کوئی نتیجہ نہ نکلا۔

راجہ داہر کی ہلاکت

ہاتھی بھاگتا ہوا دریا کے کنارے پہنچا اور پانی میں اتر گیا۔ محمد بن قاسم نے راجہ داہر کا تعاقب کیا اور اس کے پیچھے دریا کے کنارے آیا' یہاں پھر جنگ شروع ہو گئی راجہ نے اپنے ہاتھی کو مسلمانوں پر دوڑایا اور نیزے اور تلواریں مار مار کر بہت سے مسلمانوں کو شہید کیا۔ اسی دوران میں راجہ کو ایک تیر لگا اور ہاتھی سے نیچے گر گیا اس موقعے پر راجہ نے ایک بار پھر بہادری کا مظاہر کیا اور بڑی پھرتی سے ایک گھوڑے پر سوار ہو گیا ایک عربی سوار نے راجہ پر حملہ کر دیا اور تلوار کے ایک ہی وار میں اسے ہلاک کر دیا۔

قلعہ ازدر پر حملہ

راجہ کے لشکریوں نے جب اپنے آقا کی یہ حالت دیکھی تو وہ حواس باختہ ہو کر میدان جنگ سے بھاگ نکلے اور قلعہ ازدر میں پناہ گزین ہو گئے۔ مسلمانوں کو فتح حاصل ہوئی اور بہت سا مال غنیمت ان کے ہاتھ آیا۔ اس کے بعد محمد بن قاسم نے قلعہ کو فتح کرنے کی کوشش کی' راجہ داہر کے بیٹے ہیلسہ نے یہ ارادہ کیا کہ قلعے کو بہادر سپاہیوں کی تحویل میں دے دیا جائے اور وہ خود قلعے سے باہر نکل کر محمد بن قاسم سے معرکہ آرائی کرے لیکن ہیلسہ کے مقربین نے اسے ایسا کرنے سے روک دیا اور اسے اپنے ساتھ لے کر برہمن آباد چلے گئے۔

زوجہ داہر کی بہادری

راجہ داہر کی بیوی بہت ہی جرات مند اور بہادر عورت تھی اس نے اپنے بیٹے ہیلسہ کے ساتھ برہمن آباد جانے سے انکار کر دیا اور پندرہ ہزار راجپوت سواروں کا ایک زبردست لشکر لے کر قلعے سے باہر نکلی اور مسلمانوں کے مقابلے پر آئی۔ محمد بن قاسم نے ایک عورت کا مقابلے کرنا مناسب نہ سمجھا اس پر رانی قلعے میں محصور ہو گئی اور اپنے بچاؤ کی تدبیریں سوچنے لگی۔

مسلمانوں نے قلعے کا محاصرہ کر لیا جو ایک عرصے تک قائم رہا۔ اہل قلعہ محاصرے کی طوالت کی وجہ سے سخت پریشان ہوئے جب اس مصیبت سے نجات کی کوئی صورت نہ دیکھی تو انہوں نے آگ کا ایک بڑا الاؤ روشن کر کے اپنے بیوی بچوں کو اس کے سپرد کر دیا اور قلعے کے دروازے کھول دیئے۔ راجپوت راجہ داہر کی بیوی کی نگرانی میں قلعہ سے باہر نکلے اور مسلمانوں کے ساتھ جنگ کرنے لگے۔ یہ تمام راجپوت اس حد تک لڑے کہ سب مع رانی کے مارے گئے اس کے بعد مسلمانوں کا لشکر قلعے میں داخل ہوا انہوں نے چھ ہزار راجپوتوں کو قتل اور بیس ہزار کو قید کیا۔ ان قیدیوں میں راجہ داہر کی دو لڑکیاں بھی تھیں جن کو محمد بن قاسم نے خلیفہ کے پاس بطور تحفہ ارسال کیا۔

ملتان کی فتح

محمد بن قاسم نے دیبل کا تمام ملک عربی امراء میں تقسیم کر دیا۔ جب اس کو یہ معلوم ہوا کہ ملتان بھی راجہ داہر کے قبضے میں تھا تو اس نے اس شہر کو بھی فتح کر لیا۔ محمد بن قاسم نے ملتان کو پایہ تخت بنایا اور یہاں کے تمام مندروں کو مسمار کر کے ان کی جگہ مسجدیں تعمیر کیں۔

marfat.com

Marfat.com

داہر کی بیٹیاں اور خلیفہ ولید

حجاج بن یوسف نے راجہ داہر کی دونوں بیٹیوں کو خلیفہ کے پاس دمشق روانہ کر دیا اور یہ لڑکیاں خلیفہ کے محل میں رہنے لگیں ایک عرصے بعد خلیفہ ولید کو ان لڑکیوں کا خیال آیا اور اس نے انہیں اپنے پاس بلایا۔ خلیفہ کے پوچھنے پر ان لڑکیوں نے اپنے نام بتائے' بڑی کا نام سرلا دیوی اور چھوٹی کا نام پرمل دیوی۔ سرلا دیوی ولید کو بہت پسند آئی اور اسے اپنے محل میں داخل کرنے کا ارادہ کیا۔ سرلا کو جب یہ معلوم ہوا تو اس نے کہا "میں آپ کے محل میں داخل ہونے کے قابل نہیں ہوں کیونکہ محمد بن قاسم تین راتیں میرے ساتھ گزار چکا ہے' کیا مسلمانوں میں یہی رواج ہے کہ عورت پر پہلے تو ملازم اپنے ہاتھ صاف کریں اور بعد میں اپنے خلیفہ کے پاس بطور تحفہ روانہ کر دیں۔

محمد بن قاسم کا عبرتناک انجام

یہ سن کر خلیفہ ولید سخت طیش میں آگیا اور اس نے اسی وقت اپنے ہاتھ سے یہ فرمان لکھا۔ "محمد بن قاسم جہاں کہیں بھی ہو فوراً اپنے آپ کو گائے کی کھال میں بند کر کے پایہ تخت پہنچ جائے۔" محمد بن قاسم کو جب یہ فرمان ملا تو اس بے چارے نے مجبوراً خلیفہ کے حکم کی تعمیل کی اس نے اپنے آپ کو گائے کی کھال میں لپیٹا اور اپنے آدمیوں سے کہا "مجھے ایک صندوق میں بند کر کے خلیفہ کے پاس پہنچا دو" ایسا ہی کیا گیا اور بے بس و بے کس محمد بن قاسم کو دمشق پہنچا دیا گیا۔

صندوق میں بند (مرا ہوا) محمد بن قاسم جب خلیفہ کے سامنے پہنچا تو ولید نے سرلا دیوی کو بلا کر کہا "دیکھو میں مجرموں کو ایسی عبرتناک سزا دیتا ہوں۔" اس پر سرلا نے ولید سے کہا۔ "آپ کے لیے یہ مناسب نہیں ہے کہ آپ بغیر تحقیق کسی کی بات کا یقین کریں ہر بات کو آپ پہلے میزان عقل پر تولا کریں اور اس کے بعد کوئی فیصلہ کیا کریں۔ آپ نے محمد بن قاسم کے ساتھ جو سلوک کیا ہے اس سے یہی اندازہ ہوتا ہے کہ آپ عقل سے بے بہرہ ہیں اور محض خدا کے سہارے حکومت کر رہے ہیں۔ محمد بن قاسم نے میری طرف کبھی دست تصرف نہیں بڑھایا اور ہمیشہ مجھے اپنی بہن کی طرح اپنے ساتھ رکھا ہے چونکہ اس نے ہماری قوم کو تباہ و برباد کیا تھا اس لیے میں نے انتقامی جذبے کے تحت اس پر الزام تراشی کی مجھے خوشی ہے کہ میں محمد بن قاسم سے انتقام لینے میں کامیاب ہوئی ہوں۔" ولید سرلا دیوی کی زبان سے یہ کلمات سن کر بہت شرمندہ ہوا لیکن اب کیا ہو سکتا تھا جو کچھ ہونا تھا وہ ہو کر ہی رہا۔

محمد بن قاسم کے بعد-----!!

محمد بن قاسم کی وفات کے بعد سندھ کی حکومت کا تفصیلی تذکرہ کسی مشہور تاریخ میں نہیں ملتا' تاریخ "بہادر شاہی" میں تذکرہ تو ہے مگر تفصیل نہیں مولف نے صرف سندھ کے حاکموں کے نام لکھ دیئے ہیں۔ محمد بن قاسم کے بعد سندھ پر ایک ایسے گروہ نے حکومت کی جو اپنے آپ کو تمیم انصاری کی اولاد بتاتا تھا لیکن اس خاندان کے فرماں رواؤں کے نام راقم الحروف مورخ فرشتہ کی نظر سے کسی کتاب میں نہیں گزرے۔

شاہان جام

اس خاندان کے بعد سومرکان کے قبیلے نے زمام اقتدار اپنے ہاتھ میں لی' پھر سندھ کے زمینداروں کے ایک خاندان "سمگان" میں حکومت منتقل ہوئی' اس خاندان کے بادشاہوں کو شاہان جام کہا جاتا ہے۔

ان دونوں خاندانوں کے عہد حکومت میں کبھی کبھی غزنین غور اور دہلی کے مسلمان بادشاہ سندھ پر حملہ آور ہوتے رہے ہیں اور اس ملک کے بعض شہروں کو فتح کر کے اپنے پایہ تخت کو واپس چلے جاتے تھے' لیکن ناصر الدین قباچہ نے ایسا نہ کیا اس نے سندھ کو فتح کر کے اپنا پایہ تخت بھی یہیں بنایا۔ آئندہ اوراق میں سندھ کے غوری' غزنی اور دہلوی حملہ آوروں کے حالات بیان نہیں کئے جائیں گے کیونکہ راقم الحروف اپنی اس تالیف میں ان فرماں رواؤں کے حالات مناسب مقامات پر سپرد قلم کر چکا ہے۔ ذیل کی سطور میں پہلے تو ناصر

marfat.com
Marfat.com

الدین قباچہ کے حالات لکھے جائیں گے اور پھر شاہان جام یعنی قبیلہ سمگان کے بادشاہوں کا تذکرہ کیا جائے گا۔

ناصرالدین قباچہ

ہندوستان کے تمام مورخین نے ناصرالدین قباچہ کے حالات سلاطین دہلی کے تذکرے کے ساتھ بیان کئے ہیں لیکن راقم الحروف مورخ فرشتہ نے اس عام روش کی پیروی نہیں کی' اس لیے اس بادشاہ کے حالات فرماں روایان سندھ کے ضمن میں تحریر کیے جاتے ہیں۔

سلطان معزالدین سام کا فیض صحبت

ناصرالدین قباچہ سلطان معزالدین بن سام کا ترکی غلام تھا جو عقل مندی' معاملہ فہمی اور بہادری میں اپنی مثال آپ تھا۔ سلطان معز الدین بن سام کی خدمت میں رہنے کی وجہ سے ناصرالدین قباچہ کے تجربات میں بڑا اضافہ ہوا تھا اور اسی سلطان کے فیض صحبت سے اس نے قواعد جہاں بانی و کشور کشائی میں کمال حاصل کیا تھا۔ سلطان معزالدین نے ملک خطا پر حملہ کیا اور اہل خطا سے ایک زبردست جنگ کی اس جنگ میں اوچھ کا جاگیردار تیمر مارا گیا۔ سلطان معزالدین نے ناصرالدین قباچہ کو اوچھ کا حاکم بنا دیا۔

قطب الدین ایبک کی اطاعت

ناصرالدین قباچہ سلطان قطب الدین ایبک کا داماد تھا اس کی دو بیٹیاں یکے بعد دیگرے اس سے بیاہی گئی تھیں۔ ناصرالدین اپنے آقا سلطان معزالدین کے حکم کے مطابق سلطان قطب الدین ایبک سے ملنے کے لیے کبھی کبھی اوچھ سے دہلی میں آیا کرتا تھا۔

وسعت سلطنت

سلطان قطب الدین ایبک کے انتقال کے بعد ناصرالدین قباچہ نے سندھ کے بیشتر قلعوں اور شہروں پر قبضہ کر لیا اس قبیلہ سومرکان کو ایسا تباہ و برباد کیا کہ ان کے قبضے میں ٹھٹھہ اور جنگلی علاقے کے سوا اور کچھ نہ رہا (واضح رہے کہ قبیلہ سومرکان میں ہندو اور مسلمان دونوں مذہبوں کے ماننے والے پائے جاتے تھے) اس قبیلے کے افراد نے مجبور ہو کر زراعت کو اپنا پیشہ بنایا اور گوشہ نشین ہو گئے۔ ناصر الدین قباچہ کے بعد اس قبیلے نے دوبارہ سر اٹھایا اور رفتہ رفتہ سندھ کو دہلی کے فرماں رواؤں کے قبضے سے نکال لیا۔

خود مختار حکومت

ناصرالدین نے سندھ میں اپنی مستقل حکومت قائم کر لی اور دریا سرستی کے کنارے تک سرہند' کہرام اور ملتان وغیرہ مقامات کو اپنے قبضے میں کر لیا۔ سلطان تاج الدین یلدوز نے ناصرالدین قباچہ کی مملکت کو فتح کرنے کا ارادہ کیا اور اس مقصد سے چند مرتبہ غزنی سے اپنا لشکر بھی روانہ کیا لیکن ہر مرتبہ اس کو ناکامی کا منہ دیکھنا پڑا اور اس کا خواب کبھی شرمندہ تعبیر نہ ہو سکا۔

خوارزمی لشکر سے جنگ

۶۱۱ھ میں خوارزمی لشکر جو سلطان جلال الدین کی طرف سے غزنی میں مقیم تھا ہندوستان کے سرحدی مقامات پر قابض ہو گیا۔ ناصر الدین نے اس لشکر کا مقابلہ کیا اور فریقین میں زبردست معرکہ آرائی ہوئی اگرچہ اس جنگ میں خلجی سردار مارا گیا لیکن غزنی کا وزیر شکست کھا کر میدان جنگ سے فرار ہو گیا۔

لاہور پر حملہ

۶۰۴ھ میں ناصرالدین نے لاہور پر حملہ کیا اور سرہند تک کا علاقہ اپنے قبضے میں کر لیا' اسی دوران میں اسے معلوم ہوا کہ سلطان شمس

marfat.com

Marfat.com

الدین اس سے مقابلہ کرنے کے لیے آ رہا ہے۔ شمس الدین کی مستعدی کا اندازہ اس سے ہو سکتا ہے کہ اس نے حریف تک جلد از جلد پہنچنے کے خیال سے بغیر کسی تکلف کے دریا میں اپنا گھوڑا ڈال دیا۔ تمام امیروں اور لشکریوں نے بھی اپنے بادشاہ کی پیروی کی اس وجہ سے شمس الدین کے لشکر کا بڑا حصہ دریا میں ڈوب گیا۔ ناصرالدین قباچہ نے شمس الدین کی آمد کی خبر سنی تو وہ ملتان کی طرف بھاگ گیا اس افراتفری میں شمس الدین نے ناصرالدین کے علم و طبل پر قبضہ کر لیا۔

پناہ گزین مسلمانوں کی دل جوئی

جس زمانے میں چنگیز خاں کے انسانیت سوز مظالم مسلمانوں کے لیے سوہان روح بنے ہوئے تھے غزنی خراسان اور غور کے بے شمار مسلمان ناصرالدین قباچہ کے پاس آئے۔ ناصر نے ان سب کی دل جوئی کی اور ان میں سے ہر شخص کو اس کی حیثیت کے مطابق انعام و اکرام سے نوازا۔

سلطان جلال الدین کی ہندوستان میں آمد

چنگیز خاں کی خون آشام تلوار نے سلطان جلال الدین بن سلطان محمد خوارزم کو ہندوستان آنے پر مجبور کر دیا۔ یہ فرماں روا ہندوستان کے مختلف حصوں میں اپنی بہادری اور حکمت عملی سے لڑتا اور اپنی قوت بڑھاتا رہا نوبت یہاں تک پہنچی کہ اس نے دس ہزار سپاہیوں کا ایک زبردست لشکر اپنے گرد جمع کر لیا۔ جلال الدین یلدوز کو (جو سلطان شہاب الدین کے زمانے میں مشرف بہ اسلام ہو چکا تھا) اپنا قاصد بنا کر کھکروں کے راجہ کو کار سنکر کے پاس بھیجا اور راجہ سے اس کی بیٹی کا رشتہ مانگا۔ کوکار سنکر نے اپنی بیٹی کو جلال الدین کی خدمت میں بھیج کر یہ درخواست کی کہ ناصرالدین قباچہ ہم کھکروں کا جانی دشمن ہے۔ آپ ازراہ کرم اس کو راہ راست پر لائیں' ہماری قوم تا عمر آپ کی ممنون احسان رہے گی۔"

ناصرالدین قباچہ پر جلال الدین کا حملہ

سلطان جلال الدین نے راجہ کوکار سنکر کے بیٹے کو (جو اس کی خدمت میں حاضر تھا) قلیج خاں کے خطاب سے نوازا اور اپنے ایک امیر کے ساتھ (جو ایک مشہور اوزبک پہلوان تھا) مع سات ہزار سواروں کے ناصرالدین قباچہ کے مقابلے کو روانہ کیا۔ ناصرالدین کو جب اس کا علم ہوا تو اس نے بیس ہزار سواروں کا ایک لشکر تیار کیا اور دشمن کا مقابلہ کرنے کے لیے اوچھ کے قریب دریائے سندھ کے کنارے مقیم ہوا۔ اوزبک باشی نے موقع پا کر قباچہ کے لشکر پر شب خون مارا اور اس کے لشکر کو سخت پریشان کیا ناصرالدین بڑی مشکلوں سے جان بچا کر ایک کشتی کے ذریعے دشمن کے چنگل سے بھاگ نکلا۔ اوزبک باشی نے اپنی اس کامیابی سے سلطان جلال الدین کو مطلع کیا۔

جلال الدین اوچھ میں

اسی دوران میں یہ خبر ملی کہ دہلی کا لشکر اس طرف آ رہا ہے۔ سلطان جلال الدین نے وہاں قیام کرنا مناسب نہ سمجھا اور اوچھ میں آ گیا۔ اوچھ میں اس نے سلطان ناصرالدین قباچہ کی بارگاہ میں قیام کیا اور قباچہ کے پاس قاصد روانہ کر کے اسے یہ پیغام دیا۔ "امیر خان کا بیٹا اور بیٹی جو حال ہی میں دریائے سندھ کے کنارے سے فرار ہو کر اس نواح میں آئے ہیں انہیں میرے پاس بھیج دیا جائے۔" ناصرالدین نے حکم کی تعمیل کی اور دونوں مطلوبہ افراد کو مع بہت سے تحفوں کے جلال الدین کی خدمت میں روانہ کیا۔

شہزادہ چغتائی خاں کی آمد

سلطان جلال الدین نے اوچھ میں کسی قسم کا ہنگامہ بپا نہ کیا اسی دوران میں گرمیوں کا موسم آ گیا اور وہ کوہ جود اور بنگالہ کی چھاؤنی کی طرف روانہ ہو گیا۔ راستے میں ایک قلعہ نظر آیا' سلطان جلال الدین نے اس کا محاصرہ کر کے فتح کا جھنڈا لہرا کر اہل قلعہ کو قتل کر دیا اسی دوران میں یہ خبر ملی کہ چنگیز خاں کے حکم سے شہزادہ چغتائی خاں' سلطان جلال الدین کو گرفتار کرنے کے لیے آ رہا ہے۔ سلطان جلال الدین

marfat.com
Marfat.com

کو یہ شک گزرا کہ ناصرالدین قباچہ شہزادہ چغتائی خاں کی مدد کر رہا ہے۔ اس خیال سے جلال الدین اوچھ کی طرف روانہ ہوا۔

اوچھ کی آتش زدگی

ملتان پہنچ کر سلطان جلال الدین نے سلطان ناصرالدین قباچہ پر دباؤ ڈالنے کی کوشش کی لیکن ناصرالدین اس کے قابو میں نہ آیا اور مقابلے کی تیاریاں کرنے لگا۔ یہ دیکھ کر جلال الدین اوچھ کی طرف روانہ ہو گیا اس نے اہالیان اوچھ کو اپنی اطاعت کے لیے کہا مگر یہ لوگ نہ مانے اس پر جلال الدین نے شہر کو نذر آتش کر دیا اور لوٹ مار کا بازار گرم کر کے دیبل کی جانب جو ان دنوں ٹھٹھہ کے نام سے مشہور ہے روانہ ہوا۔

قباچہ کے قصبات اور شہروں کی تباہی

راستے میں جب کوئی ایسا شہر یا قصبہ نظر آتا جو ناصرالدین قباچہ کے زیر حکومت ہوتا تو جلال الدین فوراً اسے تباہ و برباد کر دیتا اور پھر آگے بڑھتا۔ غرض اس طریقے سے سفر کی منزلیں طے کرتا ہوا وہ ٹھٹھہ پہنچا' ٹھٹھہ کے راجہ حبشی کو جو قبیلہ سومرکان سے تعلق رکھتا تھا جب جلال الدین کی آمد کی اطلاع ہوئی تو وہ اپنے تمام مال و اسباب اور بیوی بچوں کو لے کر قریب کے ایک جزیرے میں (کشتیوں کے ذریعے) چلا گیا۔

جلال الدین کی عراق کو روانگی

جلال الدین نے ٹھٹھہ میں قیام کر کے یہاں کے عظیم الشان مندر کو مسمار کروا دیا اور اس کی جگہ ایک شاندار مسجد تعمیر کی۔ جلال الدین نے پہلے سندھ اور گجرات کو فتح کرنے کا ارادہ کیا تھا لیکن وہ کچھ اور مکران کے راستے سے ۶۲۰ھ میں عراق کی طرف روانہ ہو گیا جس کی تفصیل تاریخ عجم میں مرقوم ہے۔

چغتائی خاں کی شورش

جب شہزادہ چغتائی خاں مغل لشکر کو لے کر جلال الدین کے تعاقب میں ملتان پہنچا تو ناصرالدین قباچہ نے جرات اور بہادری کا ایسا شاندار مظاہرہ کیا کہ چالیس روز کے بعد اہل ملتان نے مغلوں کے محاصرے سے نجات حاصل کر لی۔ اس کے بعد چغتائی خاں کچھ اور مکران کی طرف روانہ ہوا۔ اس نے ان علاقوں کو خوب جی کھول کر لوٹا اور پھر سردیوں کا موسم گزارنے کے لیے کالنجر کے علاقے میں جو دریائے سندھ کے کنارے واقع ہے مقیم ہوا۔ چغتائی خاں نے مختلف معرکوں میں تیس چالیس ہزار ہندوستانیوں کو قید کر رکھا تھا۔ ان مظلوم ہندوستانیوں کو اس بہانے سے قتل کر دیا گیا کہ ان کی موجودگی سے مغل لشکر کی ہوا میں بدبو پیدا ہو گئی ہے۔ اس کے بعد چغتائی خاں توران کی طرف چلا گیا۔ کالنجر کے حاکم سالار احمد نے ناصرالدین قباچہ کو چغتائی خاں کی فتنہ پردازی اور غارت گری کی اطلاع دی جس سے وہ بہت غمگین ہوا۔

التمش کا حملہ اور قباچہ کی غرقابی

۶۲۲ھ میں سلطان شمس الدین التمش نے ناصرالدین قباچہ کو تباہ کرنے کی کوشش کی اور اس مقصد سے چند بار سندھ پر لشکر کشی بھی کی۔ التمش جب اپنا لشکر لے کر اوچھ تک آ گیا تو ناصرالدین قباچہ شہر کو مستحکم کر کے بکر کی طرف چلا گیا۔ التمش نے اوچھ کا محاصرہ کر لیا اور نظام الملک بن ابو سعید جنیدی کو (جس نے کتاب جامع الحکایات التمش کے نام سے معنون کی ہے) قلعہ بکر کی فتح کے لیے روانہ کیا۔ ناصر الدین قباچہ کشتی کے ذریعے سے ایک نواحی جزیرے کی طرف روانہ ہو گیا لیکن اسے منزل مقصود پر پہنچنا نصیب نہ ہوا اور کشتی دریا میں ڈوب گئی اور قباچہ ہلاک ہو گیا۔

marfat.com

Marfat.com

قباچہ کی غرقابی کی صحیح روایت

ناصرالدین قباچہ کے غرق دریا ہونے کی صحیح روایت یہ ہے کہ التمش کے خوف سے قباچہ جب اوچھ سے بکر کی طرف روانہ ہوا تو التمش نے یہ مہم اپنے وزیر نظام الملک کے سپرد کردی اور خود واپس دہلی چلا گیا۔ نظام الملک نے دو ماہ کی لگاتار کوششوں کے بعد اوچھ کو فتح کرلیا اور بڑے تزک و احتشام سے بکر کی جانب روانہ ہوا۔ ناصرالدین قباچہ کو جب اس کا علم ہوا تو اس نے اپنے عزیزوں رشتہ داروں کو ساتھ لیا اور تمام زر و جواہر ہمراہ لے کر کشتی کے ذریعے سے اس نواح کے ایک جزیرے کی طرف روانہ ہوگیا اتفاق سے دریا کی خونی لہروں میں تموج پیدا ہوا۔ بادشاہ کی کشتی ان لہروں کی لپیٹ میں آگئی اور ڈوب گئی باقی کشتیاں تو ساحل پر پہنچ گئیں' لیکن قباچہ کا کچھ پتہ نہ چلا قباچہ نے سندھ اور ملتان پر بائیس سال حکومت کی۔

marfat.com

Marfat.com

زمینداران سندھ یعنی قبیلہ ستم گان کی حکومت

سندھ میں دو طرح کے زمیندار آباد تھے۔ ان میں سے ایک قبیلے کو "سومرکان" اور دوسرے کو "ستم گان" کہا جاتا تھا۔ محمد شاہ تغلق کے عہد حکومت کے آخر میں سندھ کی حکومت "سومرکان" قبیلے کے ہاتھوں سے نکل گئی اور قبیلہ ستم گان سندھ پر قابض ہو گیا۔ اس قبیلے کے بیشتر فرماں روا شاہان دہلی کے اطاعت گزار اور باج گزار تھے' لیکن کبھی کبھی کوئی ستم گان حاکم اس تعلق کو توڑ کر اپنی خود مختاری کا اعلان بھی کر دیتا تھا۔ ستم گانوں کا یہ دعویٰ تھا کہ وہ جمشید کی نسل سے ہیں اور اس لیے ان کا ہر فرماں روا "جام" کا لقب اختیار کرتا تھا۔

جام افزاہ

ہندوستان میں مسلمانوں کے عہد حکومت میں سب سے پہلے قبیلہ ستم گان کا جو شخص فرماں روائی کے مرتبے تک پہنچا اس کا نام جام افزاہ تھا۔ یہ فرمان روا بہت ہی دور اندیش اور معاملہ فہم انسان تھا۔ اس نے تین سال اور چھ ماہ تک حکومت کر کے داعیٔ اجل کو لبیک کہا۔

جام جونا

جام افزاہ کی وفات کے بعد اس کی وصیت کے مطابق اس کا چھوٹا بھائی جام جونا حکومت کا وارث ہوا۔ یہ بہت ہی علم دوست انسان اور انصاف پسند حاکم تھا' اس نے سندھ پر چودہ سال حکومت کرنے کے بعد انتقال کیا۔

جام مانی بن جام جونا

فیروز شاہ کا پہلا حملہ

جام جونا کی وفات کے بعد جام مانی نے عنان حکومت اپنے ہاتھ میں کی اور تمام سرداروں اور امیروں کو اپنا بہی خواہ بنا لیا۔ جام مانی نے سلطنت دہلی کا مطیع رہنا مناسب نہ سمجھا اور خراج دینے سے انکار کیا۔ اس وجہ سے ۷۶۲ ہجری میں سلطان فیروز شاہ نے سندھ پر حملہ کر دیا۔ جام مانی ایک محفوظ مقام پر فروکش ہوا اور اس نے اپنی ضرورت کے مطابق غلہ اور چارہ فراہم کر کے بقیہ تمام غلے اور چارے کو نذر آتش کر دیا' تاکہ وہ اس پر قبضہ کر کے فائدہ نہ اٹھائے۔ سلطان فیروز شاہ کو جام مانی کے اس اقدام کی وجہ سے بڑی پریشانی اٹھانی پڑی' غلے اور چارے کی کمی کی وجہ سے اس کا سندھ میں ٹھہرنا مشکل ہو گیا اور وہ گجرات کی طرف چلا گیا۔

فیروز شاہ کا دوسرا حملہ

برسات کا زمانہ فیروز شاہ نے گجرات میں بسر کیا اور پھر سردیوں کے شروع میں دوبارہ سندھ پر حملہ کیا۔ اب کی بار چونکہ جام مانی اجناس کو نذر آتش نہ کر سکا تھا۔ اس لیے فیروز شاہ کو کوئی زحمت نہ اٹھانا پڑی' یہ صورت حال دیکھ کر جام مانی بہت پریشان ہوا اور اس نے فیروز شاہ سے امان طلب کی۔ فیروز شاہ نے سندھ پر قبضہ کر کے یہ ملک اپنے ایک امیر کے سپرد کر دیا اور خود جام مانی اور دوسرے سندھی سرداروں کو اپنے ساتھ لے کر دہلی روانہ ہو گیا۔

جام مانی کا انتقال

کچھ عرصے تک جام مانی بڑی خوش اسلوبی اور تن دہی سے سلطان فیروز شاہ کی خدمت کرتا رہا اس وجہ سے فیروز شاہ اس سے بہت خوش ہوا اور اسے دوبارہ سندھ کا حاکم مقرر کر دیا۔ جام مانی اپنے وطن میں آیا اور امن و اطمینان سے حکومت کرنے لگا۔ اس نے پندرہ

marfat.com

Marfat.com

سال حکومت کرنے کے بعد وفات پائی۔

جام تماجی بن جام مانی

جام مانی کے انتقال کے بعد سندھ کی حکومت اس کے بیٹے جام تماجی کے ہاتھ آئی اس نے تیرہ برس اور چند ماہ تک بغیر کسی خوف و خطر کے حکومت کرنے کے بعد انتقال کیا۔

جام صلاح الدین

جام تماجی کے بعد جام صلاح الدین سندھ کا فرماں روا ہوا۔ اس نے بڑی فارغ البالی سے حکومت کی' اس کی مدت حکومت گیارہ برس ہے۔

جام نظام الدین

صلاح الدین کے بعد اس کا بیٹا جام نظام الدین تخت پر بیٹھا اس کی مدت حکومت دو سال اور چند ماہ ہے۔

جام علی شیر

نظام الدین کی وفات کے بعد اس کا بیٹا جام علی شیر اپنے باپ کا جانشین ہوا۔ اس نے بڑی خوش اسلوبی سے حکومت کے کاموں کو انجام دیا اور نہایت عدل و انصاف سے حکومت کر کے رعایا کو خوش و خرم رکھا۔ اس کے عہد حکومت میں چوروں اور ڈاکوؤں کا قلع قمع ہو گیا اور ملک میں مکمل امن و امان کا دور دورہ ہوا۔ اس نے چھ برس اور چند مہینوں تک حکومت کرنے کے بعد انتقال کیا' اس کی موت پر رعایا نے بڑا ماتم کیا۔

جام کران بن جام تماجی

جام علی شیر کے بعد جام کران نے حکومت کا دعویٰ کیا اور یہ دلیل پیش کی کہ چونکہ اس کا باپ جام تماجی سندھ کا حکمران تھا اس لیے باپ کی سلطنت اسی کو وراثت میں ملنی چاہیے اس تدبیر سے اس نے سرداروں کو اپنا ہی خواہ بنا کر عنان حکومت اپنے ہاتھ میں لے لی' مگر خداوند تعالیٰ کی رضا یہی تھی کہ وہ حکومت نہ کرے' صرف ڈیڑھ دن کے بعد اس کا انتقال ہو گیا۔ اس کے بعد ستم گانوں نے آپس میں مشورے کے بعد فتح خاں بن اسکندر خاں کو اپنا حکمران منتخب کیا' جام سکندر کی مدت حکومت پندرہ سال ہے۔

جام تغلق بن جام سکندر

جام سکندر کے بعد اس کا چھوٹا بھائی جام تغلق تخت نشین ہوا اس نے حکومت کے کاموں کو بڑی اچھی طرح انجام دیا اور اس طرح تمام رعایا کو اپنا ہی خواہ بنا لیا۔ جام تغلق کے عہد حکومت میں سلطنت دہلی کا وہ پہلا سا رعب و دبدبہ باقی نہ رہا تھا اس وجہ سے جام تغلق نے شاہان گجرات سے دوستانہ مراسم پیدا کیے جام تغلق کے بعد سندھ کے فرمانرواؤں کا یہ دستور ہو گیا تھا کہ وہ ہمیشہ شاہان گجرات کو دوست بنائے رکھتے تھے اور ضرورت کے وقت ان کی مدد حاصل کرتے تھے۔ جام تغلق نے اٹھائیس سال حکومت کی۔

marfat.com

Marfat.com

جام مبارک

جام مبارک جام تغلق کا رشتہ دار تھا آخر الذکر کی وفات کے بعد اس نے زمام اقتدار اپنے ہاتھ میں لے لی لیکن اسے زیادہ دیر حکومت کرنا نصیب نہ ہوئی اور تخت نشینی کے تیسرے ہی روز اس نے انتقال کیا۔

جام اسکندر بن جام فتح بن سکندر

جام مبارک کے بعد تمام امراء نے متفقہ طور پر جام اسکندر کو اپنا حکمران تسلیم کر لیا۔ اس فرماں روا نے ایک سال چھ ماہ تک حکومت کی۔

جام سنجر

جام اسکندر کی وفات کے بعد امیروں اور وزیروں نے جام سنجر کو سندھ کا حکمران بنا دیا۔ اس کا تعلق شاہی خاندان سے تھا' نیز وہ پچھلے فرماں رواؤں کے عہد میں ملکی و مالی خدمات انجام دے چکا تھا اس وجہ سے سندھ کی فرمانروائی کے لیے اس کا انتخاب بہت موزوں تھا جام سنجر نے آٹھ سال اور چند ماہ تک حکومت کی۔

جام نظام الدین المشہور بہ جام نندا

شاہ بیگ ارغوان کا حملہ

جام سنجر کے انتقال کے بعد جام نندا تخت نشین ہوا اس کے عہد حکومت میں سندھ نے بہت ترقی کی اور اس کی آبادی و معموری میں بہت اضافہ ہوا۔ جام نندا سلطان حسین لنگاہ کا ہم عصر تھا اور اسی کے عہد حکومت میں شاہ بیگ ارغوان قندھار سے آ کر قلعہ سولی پر قابض ہو گیا۔ اس قلعے کا حاکم بہادر خاں نامی ایک سندھی امیر تھا۔ شاہ بیگ نے اسے برطرف کر کے اپنے چھوٹے بھائی سلطان محمد خاں کو اس قلعے کا حاکم بنایا اور خود قندھار واپس چلا گیا۔

قلعہ سولی پر نندا کا دوبارہ قبضہ

شاہ بیگ کی واپسی کے بعد جام نندا نے مبارک خاں نامی اپنے ایک بہادر اور تجربہ کار امیر کو سلطان محمد سے مقابلہ کرنے کے لیے روانہ کیا۔ فریقین میں کئی بار لڑائی ہوئی آخر کار سلطان محمد مارا گیا اور اس طرح قلعہ سولی دوبارہ جام نندا کے قبضے میں آ گیا۔

میرزا عیسیٰ خاں کا حملہ

شاہ بیگ کو جب اپنے بھائی کے قتل کی خبر ملی تو اس نے میرزا عیسیٰ خاں کو ایک زبردست لشکر کے ساتھ جام نندا پر حملہ کرنے کے لیے روانہ کیا۔ جام نندا نے بھی بہادر سپاہیوں کی ایک فوج تیار کی اور سرحد پر میرزا عیسیٰ خاں سے معرکہ آرا ہوا۔ اس لڑائی میں جام نندا کے بہت سے تجربہ کار اور جاں باز امیر مارے گئے۔ مبارک خاں زخمی ہو کر میدان جنگ سے بھاگ نکلا اور قصبہ بھکر میں پناہ گزیں ہوا۔

بھکر پر شاہ بیگ کا قبضہ

میرزا عیسیٰ کی کامیابی کی خبر جب شاہ بیگ کو پہنچی تو اس نے سارے ملک سندھ پر قبضہ کرنے کا ارادہ کر لیا۔ اس مقصد سے وہ ایک لشکر جرار لے کر قندھار سے روانہ ہوا اور بھکر پہنچ کر تباہی و بربادی اور غارت گری کا بازار گرم کیا۔ قاضی قادن بھکر کا حاکم تھا جسے جام

marfat.com
Marfat.com

نندا نے مقرر کیا تھا' قاضی قاون نے ہر چند شاہ بیگ کی مدافعت کی' لیکن اسے کامیابی نہ ہوئی۔ اس کی دو وجوہ تھیں ایک تو یہ کہ قلعہ بکھر اس وقت تک کچھ زیادہ مستحکم نہ تھا' دوسرے اہل بکھر کو جام نندا کی طرف سے مدد نہ ملی۔ قاضی قاون نے مجبور ہو کر امان طلب کی اور قلعہ دشمن کے حوالے کر دیا۔

سہوان پر شاہ بیگ کا قبضہ

شاہ بیگ نے قلعہ بکھر کی حکومت اپنے نامی گرامی امیر فاضل بیگ کو کاتاش کے حوالے کی اور خود سہوان کی جانب روانہ ہوا۔ شاہ بیگ نے سہوان کو بھی فتح کر لیا اور اس شہر کا حاکم خواجہ بیگ کو مقرر کیا' اس سال شاہ بیگ نے صرف انہیں فتوحات پر اکتفا کیا اور قندھار واپس چلا گیا۔

سندھیوں کی بزدلی

جام نندا نے بے شمار دولت صرف کر کے ایک زبردست لشکر تیار کیا اور قلعہ سوی کو دوبارہ اپنے قبضے میں کرنے کی کوشش کی' لیکن اس کی یہ آرزو پوری نہ ہوئی اس کا سبب یہ تھا کہ سندھی سپاہی عیسیٰ خاں کے ترکی سپاہیوں کی بہادری اور جرات سے بہت خائف تھے اور ان کا مقابلہ کرنے سے کتراتے تھے۔ ایک دفعہ کا واقعہ ہے کہ ایک ترکی سپاہی اپنے گھوڑے کی زین کو درست کرنے کے لیے نیچے اترا' اسی اثناء میں چالیس سندھی سپاہی بھی اس کے قریب پہنچ گئے ان سندھیوں نے اکیلے ترکی پر حملہ کرنے کا ارادہ کیا' ترکی فوراً گھوڑے پر سوار ہوا تاکہ وہ راہ فرار اختیار کرے۔ سندھی یہ سمجھے کہ شاید وہ ان پر حملہ آور ہونا چاہتا ہے اس خیال سے فوراً اس کے سامنے سے بھاگ گئے۔

جام نندا کا انتقال

جام نندا اپنی سلطنت کو مائل بہ زوال ہوتے دیکھ کر بیمار پڑ گیا اور آخر کار ساٹھ برس تک حکومت کر کے اس نے سفر آخرت اختیار کیا۔

جام فیروز

جام نندا کی وفات کے بعد اس کا بیٹا جام فیروز سندھ کی حکومت کا وارث ہوا۔ اس نے اپنے ایک رشتہ دار مسمی رشید خاں کو میر جملہ اور مختار سلطنت بنایا۔ اس کے ایک دوسرے رشتہ دار جام صلاح الدین نے سلطنت کا دعویٰ کیا اور ملک پر قبضہ کرنے کے لیے اس نے کئی بار جام فیروز سے جنگ کی' لیکن ہر مرتبہ اسے ناکامی کا منہ دیکھنا پڑا۔

جام صلاح الدین کی یورش

جام صلاح الدین مایوس ہو کر گجرات چلا گیا اس کی چچا زاد بہن سلطان مظفر شاہ گجراتی کی بیوی تھی' اس رشتہ داری کی وجہ سے سلطان مظفر نے جام صلاح الدین کی مدد کی اور اس کو ایک بہت بڑا لشکر دے کر ٹھٹھہ پر حملہ کرنے کی ترغیب دی۔ جام صلاح الدین اس لشکر کو لے کر سندھ کی سرحد پر پہنچا اس نے جام فیروز کے مختار کل دریا خاں سے ساز باز کر کے تمام سندھ پر قبضہ کر لیا۔

دریا خاں کا اقتدار

دریا خاں ایک زبردست امیر تھا حکومت کے تمام کام اسی کے ذریعے انجام پاتے تھے۔ پہلے تو اس نے جام صلاح الدین کا ساتھ دیا' لیکن بعد میں اس نے اپنے قدیم آقا جام فیروز کا حق نمک ادا کیا اور اس کو دوبارہ سندھ کا حکمران بنا دیا۔ جام صلاح الدین اس وجہ سے بہت پریشان ہوا اور دوبارہ گجرات چلا گیا۔

marfat.com
Marfat.com

جام صلاح الدین کا سندھ پر قبضہ

جام صلاح الدین نے دوبارہ لشکر جمع کیا اور ۹۲۶ھ میں سندھ پر حملہ آور ہوا اس بار اس نے جام فیروز کو شکست دی اور سارا ملک اپنے قبضے میں کر لیا۔ جام فیروز نے پریشان ہو کر شاہ بیگ ارغوان سے مدد کی درخواست کی۔ شاہ بیگ نے اس کی درخواست کو منظور کیا اور اپنے ایک غلام مسمی سہیل کو ایک زبردست لشکر دے کر جام فیروز کی مدد کے لیے روانہ کیا۔

سندھ پر جام فیروز کا دوبارہ قبضہ

جام فیروز سہیل کے ہمراہ سہوان کے نواح میں پہنچا اور اس مقام پر جام صلاح الدین سے جنگ کی' فریقین میں زبردست لڑائی ہوئی' اگرچہ دونوں طرف کے بہادروں نے جی کھول کر داد شجاعت دی' لیکن میدان جام فیروز کے ہاتھ رہا۔ جام صلاح الدین اور اس کا بیٹا میدان جنگ میں مارے گئے اور سندھ پر جام فیروز دوبارہ قابض ہو گیا۔

سندھ پر شاہ بیگ ارغوان کا قبضہ

شاہ بیگ ارغوان ایک عرصے سے سندھ پر قبضہ کرنے کا ارادہ کیے ہوئے تھا اس نے اس موقع کو غنیمت سمجھا اور قندھار سے لشکر لے کر سندھ آیا۔ اس نے ۹۲۷ھ میں سندھ پر قبضہ کر لیا۔ "خرابی سندھ" اس واقعہ کی تاریخ ہے۔

جام فیروز گجرات میں

جام فیروز کے مختار کل دریا خاں کو شاہ بیگ کے سپاہیوں نے قتل کر دیا اور جام فیروز دو تین سال تک سندھ کے گرد و نواح میں زندگی بسر کرتا رہا۔ اگرچہ اس نے سندھ کو ایک بار پھر اپنے قبضے میں کرنے کی بہت کوششیں کیں لیکن اسے کامیابی نہ ہوئی اور آخر کار مایوس ہو کر وہ گجرات چلا گیا۔

جام فیروز گجراتی امیروں کی صف میں

جام فیروز جب گجرات پہنچا تو اس زمانے میں سلطان مظفر شاہ گجراتی کا انتقال ہو چکا تھا۔ اس لیے گجراتیوں سے مدد ملنے کی امید بھی جاتی رہی۔ گجرات سے وہ پھر سندھ واپس آیا یہاں پہنچ کر اسے اندازہ ہوا کہ ارغوانیوں نے سندھ میں اپنے قدم اس طرح جما رکھے ہیں کہ اب ان کو یہاں سے باہر کرنا بہت مشکل ہے۔ یہ صورت حال دیکھ کر اس نے سندھ پر حکومت کرنے کا خیال دل سے نکال دیا اور اپنے بال بچوں کو لے کر دوبارہ گجرات آ گیا اور سلطان بہادر گجراتی کے امیروں میں داخل ہو گیا۔

خاندان ستم گان کی حکومت کا خاتمہ

جام فیروز کے گجرات چلے جانے سے سندھ میں ستم گان خاندان کا خاتمہ ہو گیا۔ اور یہ ملک ارغوانیوں کے قبضے میں آ گیا کچھ عرصہ تک ارغونی سلاطین سندھ پر حکومت کرتے رہے۔ کہا جاتا ہے کہ بدیع الزمان میرزا بن سلطان حسین ۹۲۰ھ میں شاہ اسمٰعیل صفوی سے ناراض ہو کر سندھ آیا۔ جام فیروز نے اس کی بہت آؤ بھگت کی' لیکن ایک سال بعد بدیع الزمان شاہ اسمٰعیل کی خدمت میں واپس چلا گیا۔

marfat.com

Marfat.com

شاہ بیگ ارغون

امیر ذوالنون

شاہ بیگ' امیر ذوالنون کا بیٹا تھا' امیر ذوالنون' ہرات کے بادشاہ سلطان حسین میرزا کا سپہ سالار اور اس کے بیٹے بدیع الزماں کا اتالیق تھا۔ شاہ بیگ کے آباؤ اجداد چنگیز خاں کے زمانے سے صاحب اقتدار اور امراء کے گروہ میں شامل تھے۔ ۸۸۴ھ میں داور' ساغر' توبک اور قراہ کی حکومت ذوالنون کے سپرد کی گئی۔ اس دوران میں کئی شہزادوں کو یکے بعد دیگرے قندھار کا حاکم مقرر کیا گیا' آخر کار امیر ذوالنون ہی اس علاقے کا مستقل حاکم ہوا اور اس نے اپنی خود مختار حکومت کر لی۔

امیر ذوالنون نے اپنے بیٹے شجاع بیگ المشہور بہ شاہ بیگ کو قندھار کی حکومت سونپی۔ توبک اور ساغر کا داروغہ عبدالعلی قرخان کو بنایا۔ غور کا حاکم' امیر فخرالدین کو مقرر کیا اور خود داور میں مقیم ہوا۔

شاہ بیگ کے سندھ پر حملے

جیسا کہ اوپر بیان کیا جا چکا ہے' شاہ بیگ ارغون نے اپنے باپ کی زندگی میں سندھ کے اکثر شہروں کو فتح کیا اور ذوالنون کی وفات کے بعد سندھ کا باقی تمام حصہ فتح کرنے کی کوشش کرنے لگا۔ اتفاق سے اسی زمانے میں ظہیرالدین بابر نے قندھار پر حملہ کر دیا۔ شاہ بیگ نے جیسا کہ بابر کے حالات میں بیان کیا جا چکا ہے حتی الامکان اپنے بچاؤ کی کوشش کی اور قلعے کو مضبوط بنانے کی طرف توجہ کی۔

شاہ بیگ کی سندھ میں حکومت

اتفاق سے اسی دوران میں سندھ جام صلاح الدین اور جام فیروز میں لڑائی ہو گئی۔ شاہ بیگ نے اس موقع سے فائدہ اٹھانے کا ارادہ کیا اور قلعہ قندھار کو مضبوط کرنے کی کوششوں سے کنارہ کش ہو کر بھکر پہنچا۔ بھکر میں شاہ بیگ نے اسباب جنگ مہیا کیے اور اسی سال ٹھٹھہ پہنچ کر اپنے نام کا خطبہ اور سکہ جاری کر دیا۔

عادات و کردار

شاہ بیگ بہت ہی پڑھا لکھا انسان تھا' اس نے شرح عقائد حنفی' شرح کافیہ اور شرح مطالع تصنیف کیں۔ وہ بہادری اور جرات میں بھی اپنی مثال آپ تھا اس کا دستور تھا کہ میدان جنگ میں دشمن پر حملہ کرنے میں وہ خود پہل کرتا' ایسے موقعوں پر اس کے بہی خواہ سے ٹوکا کرتے تھے اور سمجھاتے تھے کہ سرداروں کے لئے یہ طریق کار مناسب نہیں ہے۔ شاہ بیگ اس کے جواب میں کہا کرتا تھا کہ میں اپنی طبیعت سے مجبور ہوں' میدان جنگ میں آ کر مجھے یہ محسوس ہوتا ہے کہ یہاں میرا مقابلہ کرنے والا کوئی نہیں ہے۔

شاہ بیگ کا انتقال ۹۳۰ھ میں ہوا۔

marfat.com

Marfat.com

شاہ حسین

شاہ بیگ ارغون کے بعد اس کا بیٹا شاہ حسین سندھ کا فرماں روا ہوا۔ سندھ کے بعض ایسے حصے جن پر شاہ بیگ قبضہ نہ کر سکا تھا' شاہ حسین نے ان کو بھی فتح کر لیا۔ اس نے سیکری کو از سرنو تعمیر کروایا اور ظہیرالدین بابر کے حسب ہدایت ملتان کو فتح کرنے کی تیاریاں کیں۔

ملتان پر قبضہ

۹۲۲ھ میں شاہ حسین نے ملتان پر حملہ کیا۔ ملتان کے حاکم سلطان محمود کو جب اس کی اطلاع ہوئی تو ایک لشکر روانہ کر کے شاہ حسین کو ملتان پر قبضہ کرنے سے روکا۔ اسی دوران میں اچانک سلطان محمود کا انتقال ہو گیا اور اس کی جگہ اس کا بیٹا سلطان حسین ملتان کا حاکم ہوا شاہ حسین نے اس موقعے سے فائدہ اٹھایا اور جلد از جلد ملتان پہنچ کر شہر کا محاصرہ کر لیا ایک سال اور چند ماہ کی کوششوں کے بعد شاہ حسین نے ملتان کو فتح کر لیا ۹۲۲ھ میں شاہ حسین ملتان پر قابض ہو گیا۔

اہل ملتان سے برتاؤ

شاہ حسین نے ملتانیوں میں سے بہت سوں کو قتل اور گرفتار کر لیا سلطان حسین کو بھی گرفتار کیا گیا۔ ملتان کے نامی گرامی امیر شجاع الملک کو شکنجے میں سے دبا کر ہلاک کر دیا گیا۔ ملتان کی حکومت شاہ حسین نے خواجہ شمس الدین کے سپرد کی اور خود ٹھٹھہ واپس آ گیا۔ شاہ حسین کی واپسی کے بعد ملتانیوں نے خواجہ شمس الدین کو شہر سے باہر نکال دیا اور لنگر خان کو اپنا حاکم تسلیم کر لیا۔ مصلحت وقت کا خیال کر کے شاہ حسین نے اس معاملے میں مداخلت نہ کی اور خاموش رہا۔

ہمایوں سندھ میں

۹۴۷ ہجری میں جب شیر شاہ نے ہندوستان پر قبضہ کر لیا تو نصیرالدین ہمایوں امداد حاصل کرنے کے ارادے سے سندھ میں آیا۔ بھکر کے نواح میں پہنچ کر ہمایوں نے شاہ حسین کو اپنی خدمت میں طلب کیا۔ شاہ حسین نے پہلے تو چند ماہ تک ٹال مٹول کی اور آخر کار جیسا کہ بیان کیا جا چکا ہے ایک غیر معقول جواب دیا' اس پر ہمایوں نے شاہ حسین کو راہ راست پر لانے کا ارادہ کیا اور بھکر کی حکومت اپنے چچا ناصر میرزا کے سپرد کر کے خود ٹھٹھہ کی جانب روانہ ہوا۔

شاہ حسین کی چالاکی

شاہ حسین بڑا چالاک اور معاملہ فہم انسان تھا۔ اس نے اس موقعے پر یہ چال چلی کہ پہلے تو ناصر میرزا سے یہ وعدہ کیا کہ اپنی لڑکی کی شادی اس سے کر دے گا اور پھر بھکر میں اس کے نام کا خطبہ اور سکہ جاری کروا دیا۔ اس کے بعد شاہ حسین نے ہمایوں کے لشکر میں غلہ ور دیگر سامان ضرورت کی رسد بند کر دی۔

ہمایوں اور شاہ حسین میں صلح

ہمایوں اس صورت حال سے بہت پریشان ہوا' آخر کار اس نے بیرم خاں کے مشورے سے شاہ حسین سے صلح کر لی۔ ہمایوں نے شاہ حسین سے کشتیاں اور اونٹ حاصل کیے اور ڈھائی برس تک سندھ کے نواح میں رہنے کے بعد دریا کے راستے سے قندھار کی طرف چلا گیا۔ شاہ حسین نے اپنی چالاکی سے اپنا مقصد حاصل کر لیا۔ اس کے بعد اس نے ناصر میرزا سے وعدہ خلافی کی اور اس کے ساتھ بدسلوکی کی' ناصر میرزا شکستہ خاطر ہو کر کابل چلا گیا۔

marfat.com

Marfat.com

کامران میرزا کی آمد

کامران میرزا، ہمایوں کے خوف سے ۹۵۲ ہجری میں سندھ چلا آیا اور شاہ حسین کے پاس پناہ گزین ہوا۔ شاہ حسین نے کامران کی بڑی آؤ بھگت کی اور اپنی بیٹی کی شادی اس سے کر دی۔ اس کے بعد شاہ حسین نے کامران میرزا کو ایک لشکر جرار کے ساتھ کابل فتح کرنے کے لئے روانہ کیا۔

شاہ حسین کا انتقال

اسی دوران میں شاہ حسین کا آخری وقت آگیا اور اس نے بتیس سال حکومت کرنے کے بعد ۹۶۴ ہجری میں داعی اجل کو لبیک کہا۔

میرزا عیسیٰ ترخان

شاہ حسین کی وفات کے بعد بھکر میں سلطان محمود نے اور ٹھٹھہ میں میرزا عیسیٰ خاں ترخان نے الگ الگ حکومتیں قائم کر لیں اور اپنے اپنے نام کا خطبہ و سکہ جاری کیا۔ میرزا عیسیٰ ترخان اور سلطان محمود کے تعلقات کچھ ایسے تھے کہ کبھی تو جنگ ہو جاتی تھی اور کبھی صلح۔ میرزا عیسیٰ ترخان نے تیرہ سال تک حکومت کی، راقم الحروف مورخ فرشتہ کو اس بارے میں کچھ علم نہیں ہے کہ خاندان ارغونیہ سے خاندان ترخانیہ میں حکومت کس طرح منتقل ہوئی۔ اس لئے اس موضوع پر کچھ تحریر کرنے سے قاصر ہوں، صرف اتنا معلوم ہے کہ میرزا عیسیٰ ترخان ترکمانی تھا اور شاہ بیگ ارغون کا سپہ سالار تھا۔

میرزا باقی

میرزا عیسیٰ خاں ترخان کی وفات کے بعد اس کے دونوں بیٹوں میرزا محمد باقی اور میرزا جان بابا میں حکومت کے لئے جھگڑا ہوا، آخر کار بڑا بیٹا میرزا عیسیٰ خاں اپنی دانش مندی سے اپنے چھوٹے بھائی میرزا جان بابا پر غالب آیا اور ٹھٹھہ کی حکومت اس کے قبضے میں آگئی۔ میرزا باقی نے جلال الدین اکبر بادشاہ ہندوستان سے بڑے اچھے مراسم پیدا کئے اور ہمیشہ اس کی خدمت میں تحفے تحائف بھیجتا رہتا تھا۔ اپنے باپ کی طرح میرزا باقی بھی سلطان محمود بھکری سے کبھی جنگ کرتا تھا اور کبھی صلح۔ میرزا باقی نے اٹھارہ سال تک بڑے عیش و عشرت سے حکومت کرنے کے بعد ۹۹۳ ہجری میں انتقال کیا۔

میرزا جانی

میرزا محمد باقی کے انتقال کے بعد ٹھٹھہ کی حکومت میرزا جانی کے ہاتھ آئی۔ میرزا محمد جانی کی تخت نشینی کے زمانے میں جلال الدین اکبر لاہور میں تھا کہ میرزا جانی اظہار خلوص کے لئے اس کی خدمت میں حاضر ہو گا لیکن میرزا جانی نے ایسا نہ کیا اس سے اکبر بہت برافروختہ ہوا اور اس نے ٹھٹھہ کو فتح کرنے کا ارادہ کر لیا۔

عبدالرحیم خان خاناں کی آمد

اکبر نے ۹۵۹ ہجری میں اپنے سپہ سالار عبدالرحیم خاں خاناں کو ملتان اور بھکر کا جاگیردار مقرر کر کے اس جانب روانہ کیا۔ خان خاناں نے سب سے پہلے قلعہ سہوان کا محاصرہ کر لیا، میرزا جانی کو جب اس کی اطلاع ہوئی تو اس نے ایک زبردست لشکر جمع کیا اور تمام زمینداروں کو ساتھ لے کر مع ایک بہت بڑے توپ خانے کے سہوان کی طرف روانہ ہو گیا۔ خان خاناں نے قلعے کا محاصرہ ترک کر کے میرزا جانی کا مقابلہ کرنے کا ارادہ کیا اور اس مقصد سے نصیر پور پہنچا۔ جب دونوں لشکروں میں سات کوس کا فاصلہ رہ گیا تو میرزا جانی نے

marfat.com
Marfat.com

اپنے اراب جو تعداد میں ایک سو سے زیادہ تھے مع دو سو کشتیوں کے جن میں توپ خانے بھرے ہوئے تھے دشمن کی طرف روانہ کیے۔
عبدالرحیم خان خاناں کے پاس اگرچہ صرف پچیس اراب تھے لیکن اس نے اپنی فوج کو مقابلے کے لئے روانہ کر دیا۔

خان خاناں اور میرزا جانی میں جنگ

فریقین میں زبردست جنگ شروع ہو گئی جو ایک دن اور ایک رات جاری رہی' آخر کار میرزا جانی کے لشکر کو شکست ہوئی اور خان خاناں کامیاب و کامران ہوا۔ یہ واقعہ ۲۶ محرم ۱۰۰۰ھ کا ہے' میرزا جانی نے سندھ کے کنارے ایک ایسے مقام پر قیام کیا' جس کے چاروں طرف دلدل ہی دلدل تھی' دو ماہ تک فریقین میں معرکہ آرائیوں کا سلسلہ جاری رہا۔ دونوں طرف سے سپاہی میدان میں آتے تھے اور قتل ہوتے تھے۔

خان خاناں کے لشکر میں قحط

سندھیوں نے اس موقعے پر یہ ترکیب کی کہ چاروں طرف سے راستے مسدود کر دیئے۔ اس طرح خان خاناں کے لشکر میں غلے اور دیگر سامان ضرورت کی کمی ہو گئی اور لشکر میں زبردست قحط پڑ گیا۔ یہ صورت حال دیکھ کر خان خاناں نے مجبوراً وہاں سے کوچ کیا اور ٹھٹھہ کے قریب پرگنہ جوان میں مقیم ہوا۔

خان خاناں نے اپنے لشکر کے ایک حصہ کو سہوان کی فتح کے لئے متعین کیا تھا۔ میرزا جانی نے ان کو کمزور جان کر سہوان پر حملہ کر دیا خان خاناں نے فوراً اپنے سپہ سالار دولت خاں لودھی کو اپنے لشکریوں کی مدد کے لئے روانہ کیا۔ فریقین میں زبردست جنگ ہوئی جس کے نتیجے میں میرزا جانی کو شکست ہوئی' اس کے بعد میرزا جانی نے موضع اور سول میں قیام کیا اور اپنے لشکر کے گرد حصار کھینچ لیا۔ خان خاناں نے میرزا جانی کا محاصرہ کر لیا اور فریقین میں روزانہ جنگ ہونے لگی سندھیوں کے لشکر میں غلے اور چارے کی کمی ہوئی' نوبت یہاں تک پہنچی کہ اونٹوں اور گھوڑوں کو ذبح کر کے کھانے لگے۔ اس عالم میں میرزا جانی نے مجبور ہو کر خان خاناں کو پیغام دیا۔ "میں اکبر کی ملازمت کرنا چاہتا ہوں مجھے کچھ دنوں کی مہلت دی جائے۔ میں تین مہینے بعد اکبر کی خدمت میں حاضر ہو جاؤں گا۔"

میرزا جانی اکبری امراء کی صف میں

خان خاناں نے میرزا جانی کی درخواست منظور کر لی اور اپنے بیٹے میرزا ایرج کی شادی میرزا جانی کی لڑکی سے کر دی۔ برسات کے موسم کے بعد خان خاناں نے سہوان' ٹھٹھہ اور سندھ کے دوسرے شہروں پر قبضہ کر لیا اور میرزا جانی کو ساتھ لے کر ۱۰۰۱ھ میں اکبر کے پاس چلا گیا۔ میرزا جانی کو اکبری امراء میں داخل کیا گیا اور سندھ کا ملک دہلی کی سلطنت میں شامل کیا گیا۔

سلطان محمود بھکری

سلطان محمود نہایت ہی ظالم اور خبط الحواس انسان تھا وہ ذرا ذرا سی بات پر لوگوں کو قتل کروا دیتا تھا۔ اکبر نے میر خلیفہ کے بیٹے محب علی کو بھکر فتح کرنے کا حکم دیا۔ محب علی نے اس علاقے میں پہنچ کر سلطان محمود کو بہت تنگ کیا اور بہت سا علاقہ اپنے قبضے میں کر لیا۔ محمود نے پریشان ہو کر اکبر کو لکھا "آپ محب علی کے سوا کسی اور شخص کو بھیجئے میں قلعہ بھکر اس کے حوالے کر دوں گا۔" اکبر نے گیسو خاں کو روانہ کیا لیکن گیسو خاں کے پہنچنے سے پہلے ہی سلطان محمود نے اپنی طبعی موت سے سفر آخرت اختیار کیا۔
گیسو خاں نے بغیر کسی محنت کے قلعہ بھکر کو فتح کر لیا۔ سلطان محمود کی مدت حکومت بیس سال ہے۔

marfat.com

Marfat.com

سلاطین ملتان

marfat.com

Marfat.com

ملتان میں اسلام کا آغاز محمد بن قاسم کے زمانے سے ہوتا ہے' محمد بن قاسم کے بعد سلطان محمود غزنوی کے زمانے تک ملتان کی تاریخ کسی کتاب میں نہیں ملتی اور نہ کسی اور ذریعے سے اس ملک کے بارے میں کوئی روایت یا یہاں کے لوگوں کے متعلق کوئی واقعہ معلوم ہوتا ہے۔ تاریخ یمینی کے ترجمے میں صرف اس قدر لکھا ہے کہ سلطان محمود غزنوی نے ملحدوں کو شکست دے کر ملتان پر قبضہ کر لیا اور یہ شہر ایک عرصہ تک غزنوی سلطنت میں شامل رہا۔ جب غزنوی سلطنت مائل بہ زوال ہوئی تو ملتان پر قرامطہ نے دوبارہ قبضہ کر لیا۔ اس کے بعد سلطان معز الدین محمد سام نے ملتان پر قبضہ کیا اور ۸۴۷ھ تک یہ شہر شاہان دہلی کے قبضے میں رہا ہندوستان کی حکومت جب افراط و تفریط کا شکار ہوئی تو حاکم ملتان نے دہلی سے قطع تعلق کر کے خود مختار حکومت قائم کر لی۔ اس کے بعد چند فرماں رواؤں نے یکے بعد دیگرے ملتان پر حکومت کی۔

marfat.com
Marfat.com

شیخ یوسف چشتی

مغلوں کے حملے

دہلی کی حکومت جب سلطان محمد بن محمد شاہ بن فرید شاہ بن مبارک شاہ بن خضر خاں کے ہاتھ آئی تو ملک میں سخت انتشار اور پراگندگی کا دور دورہ ہوا۔ اراکین دولت میں باہمی اتفاق مفقود ہو گیا' اس زمانے میں ملتان پر قندھار' غزنی اور کابل کے مغل فرماں رواؤں نے پے در پے حملے کیے اور اس شہر کو بری طرح برباد و تاراج کیا۔

شیخ یوسف چشتی کا انتخاب

اہل ملتان نے جب یہ دیکھا کہ ان کا کوئی مستقل حکمران نہیں ہے اور جس کے جی میں آتا ہے ان پر حملہ کر بیٹھتا ہے تو انہوں نے آپس میں مشورہ کرنا شروع کیا کہ کسی ایک شخص کو ملتان کا حاکم تسلیم کر لیا جائے۔ اہل شہر کی نگہ انتخاب شیخ یوسف چشتی پر پڑی جو حضرت بہاؤ الدین زکریا ملتانی" کے خاندان سے تھے اور ان کے مزار کے متولی اور مجاور تھے۔ ظاہر ہے کہ حضرت زکریا ملتانی" کے خاندان کی شرافت اور علو شان کے بارے میں کچھ کہنے کی ضرورت نہیں۔ ۸۴۷ھ میں شیخ یوسف چشتی کی حکمرانی کا اعلان کر کے ملتان' اوچھ اور اس کے نواح میں ان کے نام کا خطبہ و سکہ جاری کر دیا گیا۔

شیخ یوسف چشتی نے عنان حکومت سنبھالنے کے بعد اپنے خاندان کی شرافت و نجابت کے لحاظ سے اہل ملتان پر بہت مہربانیاں کر کے انہیں ہر طرح سے مطمئن کیا اور ملتان کے تمام زمینداروں کو اپنا بہی خواہ بنایا۔

قبیلہ لنگاہ کے سردار کا پیغام

قصبہ سوئی اور اس کے نواح کے جاگیردار اور افغانوں کے قبیلے لنگاہ کے سردار رائے سہرہ نے یوسف چشتی کو پیغام دیا کہ "میں سلسلہ عالیہ بہائیہ کا عقیدت مند ہوں اس لئے مناسب ہے کہ آپ میرے حال پر کرم فرمائیں اور مجھے اپنا ایک حقیر ملازم سمجھیں۔ چونکہ ان دنوں دہلی کی سلطنت انتشار اور پراگندگی کی نذر ہو چکی ہے۔ اور سلطان بہلول لودھی نے دہلی میں اپنا خطبہ و سکہ جاری کر دیا ہے اس لئے یہ ضروری ہے کہ آپ میں اور قوم لنگاہ میں خوشگوار تعلقات رہیں۔ ان تعلقات کا آغاز میں اس طرح کرتا ہوں کہ اپنی بیٹی کو آپ کی زوجیت میں دیتا ہوں۔

رائے سہرہ کی ملتان میں آمد و رفت

یہ پیغام پا کر شیخ یوسف چشتی بہت خوش ہوئے اور انہوں نے رائے سہرہ کی لڑکی سے شادی کر لی۔ رائے سہرہ اس کے بعد کبھی کبھی اپنی بیٹی سے ملنے کے لئے سوئی سے ملتان آتا اور شیخ یوسف چشتی کے لئے بہترین تحفے اور گراں قدر ہدیئے ساتھ لاتا۔ یوسف چشتی احتیاطاً ان تحفوں اور ہدیوں کو قبول نہیں کرتے تھے۔ انہیں اندیشہ تھا کہ کہیں رائے سہرہ ملتان میں مستقل رہائش اختیار نہ کرے' رائے سہرہ جب ملتان میں آتا تو وہ شہر کے باہر کسی جگہ مقیم ہوتا تھا اور اپنی بیٹی کو دیکھنے تنہا شیخ صاحب کے مکان پر آتا تھا۔

رائے سہرہ کی بدنیتی

رائے سہرہ کی نیت خراب تھی وہ چاہتا تھا کہ کسی طرح شیخ یوسف چشتی کو معزول کر کے ملتان کی حکومت اپنے ہاتھ میں لے لے۔ ایک بار وہ سوئی سے ایک لشکر جرار لے کر ملتان کی طرف روانہ ہوا اور شیخ یوسف چشتی کو پیغام بھجوایا کہ اس مرتبہ میں اپنی ساری قوم

marfat.com

Marfat.com

"لنگاہ" کو ساتھ لایا ہوں تاکہ یہ لوگ آپ کی ملاقات کا شرف حاصل کریں۔ آپ ہم لوگوں کے سپرد اگر کوئی خدمت کریں گے تو ہم خندہ پیشانی سے اسے قبول کریں گے۔" شیخ یوسف چشتی کو رائے سہرہ کی بدنیتی کا علم نہ تھا اس لئے انہوں نے بخوشی اس کی درخواست قبول کر لی۔

شاطرانہ چال

رائے سہرہ نے اپنے لشکر کو تو شہر سے باہر ٹھہرایا اور خود ایک خدمت گار کے ساتھ اپنی بیٹی سے ملنے کے لئے شہر آیا۔ اس نے اپنے خدمت گار کو حکم دیا کہ وہ چپکے سے کسی گوشے میں ایک بکری ذبح کر کے اس کے خون کا ایک پیالہ بھر لائے۔ خدمت گار نے حکم کی تعمیل کی اور رائے سہرہ نے بکری کا خون پی لیا۔ اس کے بعد اس نے مکر و فریب سے چلانا شروع کیا کہ اس کے پیٹ میں درد ہے اور بناوٹی تکلیف سے اس نے سب کو اپنی حالت زار کا یقین دلا دیا۔ آدھی رات کے وقت رائے سہرہ نے شیخ یوسف چشتی کے وکیلوں کو وصیت کرنے کے بہانے سے اپنے پاس بلایا اور ان کی موجودگی میں خون کی قے کی۔

شیخ یوسف کے وکیلوں نے رائے سہرہ کی یہ حالت دیکھ کر اس کو قریب الموت سمجھا اور اس سے اظہار ہمدردی کرنے لگے۔ اسی دوران میں رائے سہرہ نے اپنے ہم قوم افراد کو جو بیرون شہر مقیم تھے آخری ملاقات کے لئے اپنے پاس بلایا۔ شیخ یوسف کے وکیلوں نے اس پر کوئی اعتراض نہ کیا اور ازراہ ہمدردی غیر قوم کے افراد کو شہر میں داخل ہونے سے نہ روکا۔ الغرض قبیلہ لنگاہ کے افراد رائے سہرہ کے گرد جمع ہو گئے اس کے بعد رائے سہرہ حکومت ہاتھ میں لینے کے ارادے سے بستر مرگ سے اٹھا اور اپنے ملازموں کو قلعے کے دروازے پر مقرر کر دیا اور انہیں ہدایت کر دی کہ شیخ یوسف چشتی کے ملازموں اور وکلاء کو قلعے سے باہر نہ نکلنے دیں۔ اس انتظام کے بعد رائے سہرہ شیخ یوسف کی خواب گاہ میں آیا اور ان کو گرفتار کر لیا۔

قطب الدین لنگاہ

تخت نشینی

شیخ یوسف چشتی کو گرفتار کرنے کے بعد رائے سہرہ نے عنان حکومت اپنے ہاتھ میں لی اور سلطان قطب الدین لنگاہ کے نام سے ملتان کا فرماں روا بن گیا۔ اس نے ملک میں اپنے نام کا خطبہ اور سکہ جاری کیا اور مختلف تدبیروں سے اہل ملتان کو اپنا بہی خواہ بنا لیا۔

شیخ یوسف چشتی کا شہر بدر ہونا

سلطان قطب الدین نے شیخ یوسف چشتی کو شہر کے اس دروازے سے جو حضرت شیخ بہاؤ الدین زکریا ملتانی کے مزار کے شمال میں واقع ہے، شہر سے نکال دیا اور پھر یہ حکم دیا کہ اس دروازے کو پختہ اینٹوں سے چن دیا جائے۔ کہا جاتا ہے کہ یہ دروازہ آج تک یعنی ۱۰۱۸ھ تک اسی طرح بند ہے۔

شیخ یوسف دہلی میں

شیخ یوسف چشتی سفر کی منزلیں طے کرتے ہوئے دہلی پہنچے۔ سلطان بہلول لودھی بادشاہ دہلی نے ان کی بہت آؤ بھگت کی۔ اپنی بیٹی کو شیخ صاحب کے بیٹے شیخ عبداللہ سے بیاہ دیا۔ بہلول لودھی نے شیخ صاحب کو ہمیشہ اس وعدے سے خوش رکھا کہ وہ ان کی مدد کرے گا تاکہ ملتان کی حکومت پر دوبارہ ان کو قبضہ دلا سکے۔

marfat.com
Marfat.com

قطب الدین لنگاہ نے بڑے اطمینان کے ساتھ ملتان پر سولہ برس حکومت کی' اس کا انتقال ۸۴۷ھ میں ہوا۔

حسین لنگاہ بن قطب الدین

سلطان قطب الدین لنگاہ کی وفات کے بعد امراء اور ارا کین سلطنت نے اس کے بڑے بیٹے کو حسین شاہ لنگاہ کا خطاب دے کر ملتان کا فرماں روا تسلیم کر لیا۔ حسین لنگاہ نہایت ہی قابل اور جرات مند فرماں روا تھا۔ اس کی نیک عادتیں اپنی مثال آپ تھیں' اس کے عہد حکومت میں علم و فضل کی ترقی بھی ہوئی اور قدر بھی!

قلعہ شور پر حملہ

حسین لنگاہ نے اپنے عہد حکومت کی ابتداء میں قلعہ شور پور پر حملہ کیا ان دنوں قلعہ شور کی حکومت غازی خاں کے ہاتھ میں تھی۔ اس کو جب حسین لنگاہ کے حملے کی اطلاع ملی تو اس نے جنگ کی تیاری کی اور قلعہ سے باہر نکل کر حسین لنگاہ سے معرکہ آراء ہوا۔ غازی خاں نے اگرچہ اس لڑائی میں بہادری کا شاندار مظاہرہ کیا' لیکن پھر بھی اسے ناکامی کا منہ دیکھنا پڑا۔ غازی خاں میدان جنگ سے فرار ہو کر قلعہ شور کی بجائے قلعہ بھیرہ میں پناہ گزیں ہو گیا۔

قلعہ شور پر حسین لنگاہ کا قبضہ

غازی خاں کے بیوی بچے اور دیگر متعلقین قلعہ شور ہی میں تھے ان لوگوں نے قلعے کو مستحکم کیا اور دشمن کی مدافعت میں مصروف ہو گئے۔ اہل قلعہ کو ہروقت یہ امید رہتی تھی کہ غازی خاں کے وہ امراء جو بھیرہ' خوشاب اور چنیوب پر حکومت کرتے ہیں وہ ضرور ان کی مدد کے لئے آئیں گے' لیکن یہ امید پوری نہ ہوئی۔ جب محاصرے کو ایک عرصہ گذر گیا تو اہل قلعہ نے پریشان ہو کر قلعہ حسین لنگاہ کے حوالے کر دیا اور خود بھیرہ کی جانب روانہ ہو گئے۔

قلعہ جینیوب کی فتح

حسین لنگاہ نے کچھ دنوں تک قلعہ شور میں قیام کر کے اس کے گرد و نواح کے انتظامات کی طرف توجہ کی اور اس کے بعد جینیوب کی طرف روانہ ہوا۔ اس قلعہ کے داروغہ ملک ماجھی کھکھر نے پہلے تو حسین لنگاہ کا مقابلہ کیا' لیکن جب اسے کامیابی کی کوئی صورت نظر نہ آئی تو اس نے امان طلب کر کے یہ قلعہ حسین لنگاہ کے سپرد کر دیا۔ ملک ماجھی کھکھر بھی اہالیان قلعہ شور کی طرح بھیرہ کی جانب روانہ ہو گیا۔ حسین لنگاہ سرحد کے انتظامات کے بعد ملتان واپس آیا اور یہاں چند روز تک آرام کرنے کے بعد کوٹکر کی جانب روانہ ہوا۔ اس نے قلعہ دھنکوٹ تک کا علاقہ اپنے قبضے میں کر لیا۔

بہلول لودھی کا عزم تسخیر ملتان

شیخ یوسف چشتی جو دہلی میں رہتے تھے۔ وہ اکثر سلطان بہلول لودھی سے ملتان پر حملہ کرنے کو کہا کرتے تھے' تاکہ ان کی سلطنت انہیں واپس مل جائے۔ جن دنوں حسین لنگاہ دھنکوٹ کی طرف گیا ہوا تھا' ان دنوں سلطان بہلول لودھی نے موقع کو غنیمت سمجھا اور اپنے بیٹے باربک شاہ کو (جس کے حالات شاہان دہلی و جونپور کے ضمن میں بیان کیے جا چکے ہیں) ملتان فتح کرنے کا حکم دیا۔ تاتار خاں لودھی کو یہ ہدایت کی گئی کہ وہ پنجاب کا لشکر لے کر باربک شاہ کے ساتھ ملتان جائے۔ باربک شاہ اور تاتار خاں لودھی بادشاہ کے حسب الحکم ملتان کو فتح کرنے کے لئے روانہ ہو گئے۔

شہاب الدین کی بغاوت

اسی زمانے میں حسین لنگاہ کے حقیقی بھائی نے جو قلعہ کوٹ کرور کا حاکم تھا نے اپنے بھائی کے خلاف بغاوت کی اور اپنے کو شہاب

marfat.com

Marfat.com

الدین لنگاہ مشہور کر کے خود مختار فرمانروا بن بیٹھا۔ حسین لنگاہ نے شہاب الدین کی طرف توجہ کی اور کوٹ کرور پہنچ کر اس کو گرفتار کر لیا۔

دہلوی فوج کی آمد آمد' حسین لنگاہ کا اپنے لشکر سے خطاب

اسی دوران میں یہ اطلاع ملی کہ باربک شاہ اور تاتار خاں لودھی ملتان کے نواح میں پہنچ چکے ہیں اور شہر پر قبضہ کرنے کی تیاریاں کر رہے ہیں۔ حسین لنگاہ اس وقت دریائے سندھ کے کنارے پر مقیم تھا' یہ خبر سنتے ہی فوراً ملتان پہنچا اور اپنے تمام سپاہیوں کو جمع کر کے ان سے کہا "ہر لشکری سے یہ توقع رکھنا کہ وہ میدان جنگ میں جان کے زیان کے خوف سے بے پروا ہو کر لڑے گا مناسب نہیں ہے' کیونکہ بہت سے سپاہی ایسے ہوتے ہیں جنہیں اپنے بال بچوں کی محبت ایسا کرنے سے باز رکھتی ہے ایسے سپاہی صرف اسی کام آ سکتے ہیں کہ لشکر کی تعداد میں اضافہ کریں یا قلعے کی حفاظت کریں۔ اس حقیقت کے پیش نظر میں یہ چاہتا ہوں کہ تم لوگوں میں سے جو میدان جنگ میں لڑنا مناسب سمجھیں وہ صبح کو شہر کے باہر چلے جائیں اور باقی سپاہی قلعے کی حفاظت کریں۔"

دہلوی فوج پر حملہ

حسین لنگاہ کی اس تقریر سے تقریباً دس بارہ ہزار سوار اور پیادے دشمن سے لڑنے کے لئے تیار ہوئے۔ صبح کو اس لشکر کو لے کر شہر سے باہر نکلے اور دہلوی فوج کے مقابلے پر آیا۔ حسین لنگاہ نے اپنے تمام سواروں کو حکم دیا کہ وہ اپنے گھوڑوں سے اتر جائیں سب سے پہلے حسین لنگاہ خود گھوڑے سے اترا اور بعد میں دوسرے سواروں نے اس کی تقلید کی اس کے بعد حسین لنگاہ پہلے سپاہیوں کو ہدایت کی کہ تمام سپاہی ایک ساتھ تین تین تیر چلائیں' پہلی بار تیر چلائے گئے' بارہ ہزار تیر جب دہلوی لشکر پر گرے تو ایسا محسوس ہوا کہ جیسے بجلی گر گئی ہے' دوسری بار تیر چلائے گئے تو دشمن کے سپاہی حواس باختہ ہو گئے اور تیسری بار تو وہ میدان جنگ سے بھاگ نکلے۔

حسین لنگاہ کی فتح

دہلوی لشکر پر ملتانیوں کا ایسا خوف چھا گیا کہ وہ بھاگتے بھاگتے قلعہ شور تک پہنچ گئے۔ اس قلعے کی طرف انہوں نے مطلق توجہ نہ کی اور اپنے سفر کو جاری رکھا اور قلعہ جینیوب کی طرف روانہ ہو گئے۔ ملتانیوں نے دشمن پر غلبہ پا کر بے شمار مال غنیمت اپنے قبضے میں کیا۔ باربک شاہ اور تاتار خاں نے قلعہ جینیوب کے پاس پہنچ کر حسین لنگاہ کے تھانیدار کو بہانے سے اپنے پاس بلایا اور قتل کر دیا۔ حسین لنگاہ نے اس طرف کوئی توجہ نہ کی اس نے اپنی فتح کو ایک بہت بڑی نعمت سمجھ کر مزید ہاتھ پاؤں مارنا مناسب نہ سمجھا۔

ملک سہراب بلوچ کی آمد

انہیں دنوں ملک سہراب بلوچ جو اسمٰعیل خاں اور فتح خاں کا باپ تھا' اپنی قوم روہیلہ کے ساتھ کیچ اور مکران کے نواح سے حسین شاہ لنگاہ کے پاس آیا۔ حسین لنگاہ نے اس کی بہت آؤ بھگت کی اور اسے قلعہ کوٹ کرور سے قلعہ دھنکوٹ تک کا تمام علاقہ جاگیر میں دے دیا۔ اس کے بعد بے شمار بلوچی ملتان میں آئے اور اس طرح حسین لنگاہ کے لشکر میں بہت اضافہ ہوا۔ اس نے دریائے سندھ کے کنارے کا بقیہ علاقہ بھی بلوچیوں کو جاگیر میں دے دیا۔ اس طرح رفتہ رفتہ سنیت پور سے دھنکوٹ تک کا علاقہ بلوچیوں کے قبضے میں آ گیا۔

جام بایزید اور جام ابراہیم کی آمد

انہیں دنوں قبیلہ سیلہ کے سردار جام بایزید جام ابراہیم سندھ کے حاکم جام نندا سے کبیدہ خاطر ہو کر حسین لنگاہ کے پاس ملتان میں آئے۔ حسین لنگاہ نے ان دونوں کا خندہ پیشانی سے استقبال کیا اور انعام و اکرام سے نوازا۔ جام بایزید اور جام ابراہیم کو بالترتیب شور اور اوچھ کے شہر جاگیر میں دیے گئے۔

marfat.com

Marfat.com

جام بایزید کی علم دوستی

جام بایزید بہت ہی علم دوست انسان تھا وہ ہمیشہ عالموں فاضلوں کی صحبت میں اپنا وقت گزارتا۔ اس کے علاقے میں جو عالم و فاضل شخص آتا' جام بایزید اس کی عزت افزائی کرتا اور اسے مال و دولت سے نوازتا اس طریق کار کا یہ نتیجہ ہوتا کہ وہ عالم مستقل طور پر بایزید کے دربار سے منسلک ہو جاتا۔ شیخ جمال الدین قریشی' شیخ عالم قریشی کی اولاد میں سے تھے وہ اپنے عہد کے ایک زبردست عالم تھے انہوں نے خراسان میں قیام کر کے مختلف علوم کی تکمیل کی تھی اور علم میں اس درجہ مستغرق ہو گئے تھے کہ ان کے حواس میں اختلال واقع ہو گیا تھا۔ جام بایزید نے محض اپنی علم دوستی کی وجہ سے ان کو اپنا وزیر سلطنت بنایا اور تمام ملکی و مالی مہمات ان کے سپرد کر دیں۔

دیانت داری

جام بایزید انتہائی دیانت دار اور مذہبی احکام کا پابند تھا اس کی دیانتداری کا یہ واقعہ اچھی مثال آپ ہے کہ ایک بار ملک شور میں وہ ایک نئی عمارت تعمیر کروا رہا تھا کہ زمین کے اندر سے ایک خزانہ برآمد ہوا۔ جام بایزید اگر چاہتا تو اس خزانے کو اپنے قبضے میں کر سکتا تھا لیکن اس نے ایسا نہ کیا اور یہ خزانہ حسین لنگاہ کو بھجوا دیا۔ حسین لنگاہ بایزید کی دیانتداری سے بہت متاثر ہوا اور پہلے سے زیادہ اس کی قدر کرنے لگا۔

فرماں روائے دہلی سے صلح

سلطان بہلول لودھی کی وفات کے بعد دہلی کی سلطنت سلطان سکندر کے قبضے میں آئی۔ اس موقعے پر حسین لنگاہ نے ایک تعزیت نامہ اور ایک تہنیت نامہ مع بہت سے گراں قدر تحفوں کے سلطان سکندر کی خدمت میں روانہ کیا اور صلح کا پیغام دیا۔ سلطان سکندر نے یہ پیغام قبول کیا اور اس طرح فریقین میں صلح ہو گئی۔ دونوں فرماں رواؤں نے یہ طے کیا کہ وہ ہمیشہ ایک دوسرے سے صلح اور نرمی سے پیش آئیں گے اور کبھی جنگ نہ کریں گے۔ اگر فریقین میں سے کسی پر کوئی مصیبت پڑی تو دوسرا اس کی مدد کرے گا ان شرائط پر مشتمل ایک عہد نامہ لکھا گیا اور اس پر تمام امیروں اور ارا کین سلطنت نے اپنی مہریں ثبت کیں۔ سلطان سکندر نے ملتانی قاصدوں کو انعام و اکرام سے نوازا اور واپسی کی اجازت دی۔

مظفر گجراتی سے دوستانہ مراسم

بعض لوگوں نے یہ بھی بیان کیا ہے کہ حسین لنگاہ نے سلطان مظفر گجراتی سے بھی دوستانہ مراسم پیدا کیے اور ایک عالم فاضل شخص مسمی قاضی محمد کو اپنا قاصد بنا کر مع گراں قدر تحفوں کے سلطان مظفر گجراتی کی خدمت میں روانہ کیا۔ حسین لنگاہ نے قاضی محمد کو بطور خاص یہ تاکید کی کہ تم سلطان مظفر گجراتی سے یہ درخواست کرنا کہ وہ تمہیں گجراتی عمارتوں کی سیر کروائے۔ اس سے حسین لنگاہ کا مقصد یہ تھا کہ وہ گجراتی عمارت کے طرز پر ملتان پر عمارتیں تعمیر کروائے۔

گجراتی عمارتیں

قاضی محمد گجرات پہنچ کر سلطان مظفر گجراتی کی خدمت میں حاضر ہوا اور تحائف جو وہ اپنے ساتھ لایا تھا گجراتی فرماں روا کی خدمت میں پیش کیے۔ رخصت کے وقت قاضی محمد نے مظفر گجراتی سے درخواست کی کہ "میں گجراتی محلات دیکھنا چاہتا ہوں۔" شاہ گجرات نے یہ درخواست قبول کی اور قاضی محمد کو اپنے ملازموں کے ساتھ کر کے گجرات کی شاہی عمارتوں کی سیر کروائی۔ ملتان واپس پہنچ کر قاضی محمد' حسین لنگاہ کو گجراتی عمارتوں کی تفصیل بتاتے ہوئے کہا "وہ عمارتیں ایسی خوبصورت اور دلکش ہیں کہ ان کی تعریف کے لئے الفاظ نہیں ملتے۔ مجھے امید نہیں کہ آپ ملتان میں ویسی کوئی عمارت تعمیر کر سکیں گے۔ میری ناچیز رائے یہ ہے کہ اگر آپ ملتان کی ایک سال کی تمام آمدنی بھی خرچ کر دیں تو ویسی عمارت تعمیر نہیں ہو سکتی۔"

marfat.com
Marfat.com

حسین لنگاہ کا غم

قاضی محمد کی گفتگو سن کر حسین لنگاہ بہت غمگین ہوا (کیونکہ وہ ملتان میں گجراتی طرز کی عمارتیں بنوانے کا خواہاں تھا' لیکن اس کے پاس اتنا سرمایہ نہ تھا) حسین لنگاہ کے وزیر عماد الملک توبک نے جب بادشاہ کو یوں غمگین دیکھا تو اس نے اس غم کی وجہ دریافت کی۔ حسین لنگاہ نے جواب دیا۔ "میں یہ سوچ رہا تھا کہ قسمت نے مجھے بادشاہ تو بنا دیا لیکن شاہی کے لوازم عطا نہیں کیے' میرے پاس اتنی دولت نہیں ہے کہ میں بادشاہوں کی طرح اپنی شان و شوکت کا سکہ جما سکوں۔"

ملتان کی خصوصیت

عماد الملک نے اس کے جواب میں کہا "یہ کوئی ایسی بات نہیں ہے کہ آپ پریشان ہوں' ہر ملک میں کوئی نہ کوئی خوبی موجود ہوتی ہے۔ اگر خداوند تعالیٰ نے دکن مالوہ اور بنگالہ وغیرہ کو زرخیز بنا کر وہاں کے لوگوں کو عیش و عشرت سے زندگی بسر کرنے کا موقع دیا ہے تو ملتان کو یہ بھی فضیلت دی ہے کہ یہاں ایسے ایسے انسان پیدا کیے جو ہر جگہ معزز و محترم رہے۔ حضرت بہاؤالدین زکریا ملتانیؒ کے خاندان کے بہت سے افراد آج بھی یہاں موجود ہیں اور وہ سلطان بہلول لودھی کے سدھی شیخ یوسف سے بدرجہ بہتر ہیں۔ اسی طرح بعض دوسرے خاندانوں کے روشن چراغ بھی ملتان میں موجود ہیں' مثلاً طبقہ بخاریہ کے کئی ایسے نیک سیرت و پاک باطن بزرگ ملتان میں موجود ہیں جو اپنے باطنی کمالات میں حاجی عبدالوہاب سے بہت آگے ہیں۔ مولانا فتح اللہ اور ان کے شاگرد مولانا عزیز اللہ بھی ملتان ہی سے تعلق رکھتے ہیں' جن کے علم و فضل کی ساری ہندوستان میں دھوم ہے۔ کیا یہ ملتان کی برتری کا ثبوت نہیں ہے۔" عماد الملک کی یہ گفتگو سن کر حسین لنگاہ بہت ہی خوش ہوا۔

حسین لنگاہ کی گوشہ نشینی

حسین لنگاہ حکومت کرتے کرتے بہت بوڑھا ہو گیا آخر اس نے اپنے بیٹے فیروز شاہ کو تخت نشین کر کے ملک میں اس کے نام کا خطبہ و سکہ جاری کر دیا اور خود گوشہ نشین ہو کر اپنا تمام وقت خدا کی عبادت میں گزارنے لگا۔

عماد الملک توبک حسب سابق وزارت کے منصب پر فائز رہا۔

فیروز شاہ لنگاہ

ناتجربہ کاری اور کوتاہ بینی

فیروز شاہ بہت ہی ناتجربہ کار اور کوتاہ بیں فرماں روا تھا' وہ بہت ہی مغلوب الغضب اور شکی مزاج رکھتا تھا وہ عماد الملک کے بیٹے بلال سے جو بہت ذہین اور قابل تھا' بہت ہی حسد کیا کرتا تھا۔ اس حسد کی آگ میں جل کر اس نے اپنے ایک غلام کے ذریعے بلال کو قتل کروا دیا۔ عماد الملک نے جب اپنے بیٹے کا یہ حشر دیکھا تو اس نے بھی فیروز شاہ سے انتقام لینے کا ارادہ کیا۔

فیروز کی ہلاکت

عماد الملک نے ایک روز موقع پا کر فیروز شاہ کو زہر دے کر ہلاک کروا دیا۔ حسین لنگاہ کو جوان بیٹے کی موت کا بہت صدمہ ہوا' اس نے دوبارہ عنان حکومت اپنے ہاتھ میں لی اور ملک میں اپنے نام کا خطبہ و سکہ جاری کر دیا۔ اس نے فیروز شاہ کے بیٹے محمود خاں کو اپنا ولی عہد بنایا۔ عماد الملک اگرچہ اب تک وزارت کے عہدے پر فائز تھا لیکن حسین لنگاہ اس کو بالکل پسند نہ کرتا تھا اور اس سے اپنے بیٹے کے خون کا بدلہ لینے کا ارادہ کیے ہوئے تھا۔

marfat.com

Marfat.com

عماد الملک کا حشر

حسین لنگاہ ظاہری طور پر عماد الملک سے بڑی اچھی طرح ملتا تھا اور اس طرح اپنی دلی کدورت کو کبھی اس پر ظاہر نہ ہونے دیا۔ ایک روز بادشاہ نے جام بایزید کو تنہائی میں اپنے پاس بلایا اور اس سے کہا۔ "تم تمام حالات سے اچھی طرح واقف ہو اور تمہیں معلوم ہے کہ نمک حرام عماد الملک نے میرے بیٹے فیروز شاہ کو ہلاک کروا دیا تھا اس لئے تم کوئی ایسی تدبیر کرو کہ عماد الملک کو ٹھکانے لگا دیا جائے اور میں اپنی آتش انتقام کو بجھاؤں۔" جام بایزید نے اس کام کو پورا کرنے کا وعدہ کیا اور دوسرے روز اپنے لشکر کی مدد سے عماد الملک کو گرفتار کر لیا۔

حسین لنگاہ کی وفات

حسین لنگاہ نے جام بایزید کو عماد الملک کی جگہ اپنا وزیر مقرر کیا نیز محمود خاں بن فیروز کا اتالیق بھی بنایا۔ اس واقع کے کچھ دنوں بعد ۲۶ صفر کو پیر کے دن ۹۰۸ ہجری یا ۹۰۴ ہجری میں حسین لنگاہ نے وفات پائی۔ اس کی مدت حکومت چونتیس سال ہے۔

طبقات بہادر شاہی کے مولف سے چند غلطیاں سرزد ہوئی ہیں' ایک تو اس نے محمود خاں کو حسین لنگاہ کا بیٹا بتایا ہے اور دوسرے اس نے فیروز کے حالات محمود کے بعد تحریر کئے ہیں۔ اس مولف نے یہ بھی لکھا ہے کہ محمود اور فیروز حقیقی بھائی تھے۔ ظاہر ہے کہ یہ غلط ہے محمود' فیروز کا بیٹا تھا اور وہ اپنے باپ کے بعد ملتان کے تخت پر بیٹھا۔

محمود شاہ لنگاہ

اوباشوں کی صحبت

حسین لنگاہ کی وفات کے بعد اس کا پوتا محمود بن فیروز تخت نشین ہوا۔ کم عمری اور ناتجربہ کاری کی وجہ سے محمود نے ایسے لوگوں کو اپنے گرد جمع کر لیا جو اوباش اور دوں فطرت انسان تھے۔ محمود کا سارا وقت انہیں سفلہ مزاجوں کی صحبت میں گزرتا تھا۔ شرفا نے بادشاہ کی یہ حالت دیکھی تو وہ ایک ایک کر کے شاہی مجلس سے کنارہ کشی اختیار کرنے لگے۔ اوباشوں نے جب میدان خالی دیکھا تو انہوں نے جام بایزید کو منصب وزارت سے علیحدہ کروانے کی تدبیریں سوچنی شروع کیں۔

جام بایزید کے خلاف سازش

ان لوگوں نے محمود شاہ کو جام بایزید کے خلاف بھڑکانا شروع کر دیا۔ جام بایزید کو جب اس کا علم ہوا تو اس نے اپنے مکان پر جو دریائے چناب کے کنارے ملتان سے ایک کوس کے فاصلے پر واقع تھا رہائش اختیار کی اور وہیں سے حکومت کے کاموں کو انجام دینے لگا۔ اس نے شہر میں آمد و رفت بالکل بند کر دی۔

انہیں دنوں جام بایزید نے بعض قصبوں کے کچھ نافرمان لوگوں کو لگان وصول کرنے کے لئے اپنے پاس بلایا۔ ان میں سے بعضوں نے لگان ادا کرنے سے بالکل انکار کر دیا۔ جام بایزید نے ان لوگوں کے سر منڈوا کر انہیں سارے شہر میں گھمایا۔ چغل خوروں نے اس موقع سے فائدہ اٹھایا اور محمود لنگاہ سے کہا۔ "جام بایزید کی عاقبت نااندیشی اپنے شباب پر ہے' اب اس نے ملازمین خاصہ پر بھی ظلم ڈھانے شروع کر دیئے ہیں' اس نے دیوان خانے میں حاضر ہونا بھی ترک کر دیا ہے اور اپنی جگہ اپنے بیٹے عالم خاں کو بھیجتا ہے اس لئے مناسب یہی ہے کہ عالم خاں کی توہین کی جائے۔

عالم خاں سے بدسلوکی

عالم خاں بہت ہی ذہین اور نیک طبیعت نوجوان تھا سیرت کے ساتھ ساتھ خدا نے اسے صورت کا حسن بھی عطا کیا تھا۔ ایک روز عالم

marfat.com
Marfat.com

خاں بادشاہ کو سلام کرنے کے لئے حاضر ہوا ایک اوباش درباری نے عالم خاں سے کہا۔ "فلاں آدمی سے ایسا کون سا جرم ہوا تھا جو تمہارے باپ نے اس کا سرمنڈوا کر اسے سارے شہر میں گھمایا۔ انصاف کا تقاضا ہے کہ اسی طرح تمہاری بھی شہر میں تشہیر کی جائے۔"

عالم خاں کی بہادری

عالم خاں نے جب یہ کلمات سنے تو اس نے اس درباری سے کہا۔ "اے بدبخت! شاہی دربار میں اس قسم کی نازیبا باتیں کرنا مناسب نہیں۔ عالم خاں نے ابھی اتنا کہا ہی تھا کہ دس بارہ آدمیوں نے گھیر کر زمین پر گرا دیا اور اس کے سر سے پگڑی اتار لی عالم خان نے بڑی مشکل سے اپنے خنجر کو غلاف سے نکالا اور بدمعاشوں کو مارنے کے لئے ہاتھ بڑھایا اتفاق سے بادشاہ قریب ہی کھڑا تھا خنجر کی نوک اس کے ماتھے پر لگ گئی اور وہ چیختا چلاتا زمین پر گر پڑا۔ محمود شاہ کے زخم سے بہت زیادہ خون جاری ہونے لگا جن لوگوں نے عالم خاں کو دبوچ رکھا تھا وہ فوراً بادشاہ کی طرف متوجہ ہوئے۔ عالم خاں نے اس موقع سے فائدہ اٹھایا اور باہر کی طرف بھاگا دروازے پر پہنچ کر اسے معلوم ہوا کہ دروازہ مقفل ہے۔ عالم خاں نے بڑی بہادری سے دروازے کو توڑا اپنے ایک ملازم سے پگڑی لے کر سر پر باندھی اور اپنے گھر کی طرف بھاگ گیا۔

جام بایزید کی قلعہ شور کو روانگی

گھر پہنچ کر عالم خاں نے تمام واقعہ اپنے باپ جام بایزید سے بیان کیا۔ جام بایزید نے بیٹے سے کہا "افسوس کہ تیری اس حرکت نے مجھ کو کہیں کا نہ رکھا۔ اب بہتر یہی ہے کہ ہم لوگ یہاں سے روانہ ہوں اور قلعہ شور کا راستہ لیں۔ جام بایزید نے اپنا لشکر تیار کیا اور قلعہ شور کی طرف روانہ ہوا۔

تعاقب کی ناکام کوشش

محمود لنگاہ کو جب جام بایزید کی روانگی کا علم ہوا تو اس نے اپنے چند امیروں کو اس کے تعاقب میں روانہ کیا۔ محمود کے امیر کو جب جام بایزید کے لشکر کے قریب پہنچے تو فریقین میں زبردست معرکہ آرائی ہوئی جس کے نتیجے میں جام بایزید کو کامیابی نصیب ہوئی۔ اس نے اپنا سفر جاری رکھا اور قلعہ شور پہنچ گیا۔

جام بایزید اور سکندر لودھی میں خوش گوار مراسم

جام بایزید نے قلعہ شور میں سلطان سکندر لودھی کے نام کا خطبہ پڑھوا دیا اور اسے ایک خط لکھ کر تمام حالات سے آگاہ کیا۔ سکندر لودھی' جام بایزید کے اس اقدام سے بہت خوش ہوا اور پنجاب کے حاکم دولت خاں لودھی کے نام اس مضمون کا ایک فرمان روانہ کیا۔ جام بایزید نے مجھے اپنی بہی خواہی کا یقین دلایا ہے اور قلعہ شور میں میرے نام کا خطبہ جاری کیا ہے۔ اس لئے تمہیں اس کے حال سے باخبر رہنا چاہئے اور بوقت ضرورت اس کی مدد کرنی چاہئے۔"

محمود لنگاہ کا قلعہ شور پر حملہ

کچھ دنوں کے بعد محمود لنگاہ نے لشکر جمع کر کے قلعہ شور پر حملہ کر دیا۔ جام بایزید نے بھی اپنا لشکر تیار کیا اور مع اپنے بیٹے عالم خاں کے قلعے سے باہر نکلا' اس نے دولت خاں لودھی کے نام ایک خط روانہ کر کے اسے حالات سے آگاہ کر دیا۔ جام بایزید اور لنگاہ کے لشکر میں لڑائی ہوئی لیکن کوئی نتیجہ برآمد نہ ہوا' اسی دوران میں دولت خاں لودھی کا لشکر جام بایزید کی مدد کے لئے آ گیا۔ دولت خاں نے محمود لنگاہ سے صلح کی بات چیت شروع کی جو کامیاب ہوئی۔ فریقین میں اس شرط پر صلح ہو گئی کہ جام بایزید اور محمود شاہ کے درمیان دریائے راوی حد فاصل ہے۔

marfat.com

Marfat.com

میر عماد کرویزی

محمود لنگاہ ملتان پر حاکم رہا اور قلعہ شور جام بایزید کے پاس رہا۔ یہ صلح کچھ زیادہ دنوں تک قائم نہ رہی۔ اسی دوران میں عماد کرویزی اپنے دونوں بیٹوں میرزا شہید اور میرزا شہدا کے ساتھ سوئی سے ملتان آیا (نظام الدین احمد بدخشی نے اپنی تاریخ میں لکھا ہے کہ ملتان میں سب سے پہلے مذہب شیعہ کو میر شہدا بن میر عماد کرویزی نے رواج دیا لیکن یہ نہیں لکھا کہ میر عماد کون تھا اور ان کا تعلق کس خاندان سے تھا نیز یہ بھی نہیں بتایا کہ اس زمانے میں میر شہدا کو ملتان میں شیعہ مذہب کی ترویج و اشاعت کا موقع کیوں اور کیسے ملا) ان دنوں ملک سہراب بلوچ سلاطین لنگاہ کے ساتھ بہت دوستانہ مراسم رکھتا تھا۔ اس وجہ سے میر عماد کرویزی ملتان میں زیادہ دیر ٹھہر نہ سکا' اس لئے وہ جام بایزید کے پاس چلا گیا۔

میر عماد' جام بایزید کے پاس

جام بایزید میر عماد کرویزی سے بہت اچھی طرح پیش آیا اور اس کی بہت عزت کی۔ جام بایزید نے اپنے ملک کا ایک حصہ جو اخراجات خاصہ کے لئے مخصوص تھا۔ میر عماد کرویزی اور اس کے بیٹوں کو جاگیر میں دے دیا۔ جام بایزید بہت ہی سخی اور نیک دل انسان تھا وہ اہل علم و فضل کی بہت قدر کرتا اور ان کے لئے زندگی کی ہر ممکن آسائش مہیا کرتا تاکہ وہ فکر دنیا سے بے نیاز ہو کر پورے سکون کے ساتھ علم کی خدمت کر سکیں۔

جام بایزید کی علم دوستی

بعض مورخین نے لکھا ہے کہ جام بایزید زمانہ جنگ میں علماء و فضلائے ملتان کے لئے قلعہ شور سے ضروریات کا تمام سامان کشتیوں پر لاد کر ملتان بھیجا کرتا تھا۔ اہل ملتان پر اس کے اتنے احسانات تھے کہ تمام ملتانی دل و جان سے اس کے بہی خواہ تھے اسی طریق کار کا یہ نتیجہ ہوا کہ بے شمار ملتانی' ملتان کی سکونت ترک کر کے شور چلے آئے۔ ان لوگوں میں سے بعض ایسے بھی تھے' جنہیں خود جام بایزید نے اپنے پاس بلایا تھا' مثلاً مولانا عزیز اللہ جو مولانا فتح اللہ کے شاگرد رشید تھے' جام بایزید نے ان بزرگ کو شور میں بلایا اور جب وہ آئے تو بڑی دھوم دھام سے ان کا استقبال کیا اور اپنی حرم سرا میں ان کے قیام کا انتظام کیا۔ مولانا عزیز اللہ سے جام بایزید کو بڑی عقیدت تھی' جس روز وہ تشریف لائے جام بایزید نے اپنے ملازموں کو حکم دیا کہ وہ مولانا کے ہاتھ دھلوائیں' ملازموں نے حکم کی تعمیل کی جام بایزید نے بعد میں اس پانی کو حصول برکت کے لئے اپنے مکان کے چاروں گوشوں میں چھڑکوایا۔

میرزا شاہ حسین ارغون کا ہنگامہ

۹۰۳ ہجری میں ظہیر الدین بابر' پنجاب پر قبضہ کرنے کے بعد دہلی روانہ ہو گیا۔ بابر نے حاکم ٹھٹھہ میرزا شاہ حسین ارغون کے نام ایک فرمان روانہ کر کے اسے ملتان اور اس کے نواح پر قبضہ کرنے کا حکم دیا۔ میرزا حسین ارغون ایک لشکر جرار لے کر قلعہ بکھر سے روانہ ہوا اور ملتان کے نواح کو تباہ و برباد کرنے لگا۔ محمود لنگاہ کو جب اس کی اطلاع ملی تو وہ بہت پریشان ہوا۔

شیخ بہاؤ الدین قریشی اور مولانا بہلول' میرزا حسین ارغون کی خدمت میں

محمود لنگاہ نے لشکر جمع کیا اور شہر کے باہر مقیم ہوا' اس نے شیخ بہاء الدین زکریا ملتانی" کے سجادہ نشین شیخ بہاء الدین قریشی کو اپنا قاصد بنا کر شاہ حسین ارغون کے پاس بھیجا۔ محمود نے مولانا بہلول کو بھی جو اپنے زمانے کے مانے ہوئے لسان اور شریں بیان تھے' شیخ بہاء الدین قریشی کے ہمراہ روانہ کیا۔ یہ دونوں قاصد شاہ حسین ارغون کے دربار میں پہنچے اور اپنی آمد کا مقصد بیان کیا۔ میرزا حسین ارغون نے اس کے جواب میں کہا "میں یہاں اس لئے آیا ہوں کہ محمود لنگاہ کی تربیت کروں اور حضرت بہاء الدین زکریا ملتانی" کے مزار مبارک کی زیارت کروں۔" حضرت مولانا بہلول نے اس پر یہ کہا۔ کیا ہی اچھا ہو تاکہ آپ روحانیت کے ذریعہ سے محمود لنگاہ کو اس طرح تربیت دیتے

marfat.com

Marfat.com

کہ جس طرح حضرت محمد صلعم نے حضرت اویس قرنی کو تعلیم دی تھی' رہا آپ کا دوسرا مقصد تو وہ بھی حل ہو گیا ہے۔ حضرت بہاء الدین" کے ہم نام اور ان کے فرزند آپ کے سامنے موجود ہیں۔ میری مراد شیخ بہاء الدین قریشی سے ہے۔ مولانا بہلول کی اس مدلل تقریر سے میرزا حسین ارغون قطعاً متاثر نہ ہوا اور دونوں قاصد ناکام لوٹے۔

محمود کا انتقال

انہیں دنوں ایک روز رات کے وقت محمود لنگاہ کا انتقال ہو گیا۔ بعض مورخین کا یہ بیان ہے کہ شاہی خاندان کے ایک غلام مسمی لنگر خان نے ۹۳۱ھ میں محمود لنگاہ کو زہر دے کر ہلاک کیا۔

محمود لنگاہ کی مدت حکومت ستائیس سال ہے۔

marfat.com
Marfat.com

حسین شاہ ثانی بن محمود شاہ لنکاہ

شجاع الملک بخاری کا اقتدار

محمود شاہ لنکاہ کی وفات کے بعد اس قوم کے اکثر افراد نے بغاوت کی اور میرزا شاہ حسین ارغنون سے جا ملے ان لوگوں نے قوت حاصل کر کے ملتان کے اکثر قصبوں پر قبضہ کر لیا۔ بقیہ امراء نے ملتان میں محمود شاہ کے کم سن لڑکے کو حسین شاہ کا خطاب دے کر تخت پر بٹھا دیا اور اس کے نام کا خطبہ و سکہ جاری کیا۔ حسین شاہ کی بادشاہت برائے نام تھی اصل اقتدار شیخ شجاع الملک بخاری کے ہاتھ میں تھا جو محمود شاہ کا داماد تھا اس نے وزیر سلطنت بن کر حکومت کے کاموں کو انجام دینا شروع کر دیا۔

ملتان پر حسین ارغنون کا قبضہ

شیخ شجاع الملک بخاری بہت ہی ناتجربہ کار اور نادان شخص تھا اس کی عاقبت نااندیشی کی وجہ سے اہل ملتان کو بہت مصیبتوں کا سامنا کرنا پڑا۔ میرزا حسین ارغنون نے قلعے کا محاصرہ کر لیا' اہل قلعہ کے پاس ضرورت کے مطابق غلہ اور دیگر سامان موجود نہ تھا اس پر بھی شجاع الملک نے حصار بندی پر ضد کی۔ اہل قلعہ بھوک سے مرنے لگے جب چند ماہ اسی عالم میں گزر گئے تو حسین ارغنون نے ملتان کو فتح کر لیا۔

حسین لنکاہ کی گرفتاری

حصار ملتان فتح کرنے کے بعد حسین ارغنون نے حسین لنکاہ کو گرفتار کر کے اپنے موکلوں کے سپرد کر دیا۔ شجاع الملک بخاری بھی گرفتار ہوا اور اس سے بھاری رقمیں وصول کی گئیں۔ اس زمانے میں ملتان بڑی بری طرح تباہ ہوا اور ایسا خیال ہوتا کہ اب دوبارہ اس شہر کا بسنا محال ہے۔ حسین ارغنون نے خواجہ شمس الدین کو ملتان کا حاکم اور لنگر خاں کو پیش دست مقرر کیا اور خود واپس ٹھٹھہ آیا۔ لنگر خاں نے اہل ملتان کو دلاسے دے کر ان کی دل جوئی کی اور شہر کو دوبارہ آباد کیا۔ اس نے اہل شہر کو اپنے ساتھ ملا کر خواجہ شمس الدین کو شہر بدر کر دیا اور خود ملتان پر قبضہ کر لیا۔

بابر کی وفات کے بعد ہمایوں نے میرزا کامران کو پنجاب کا حاکم مقرر کیا۔ میرزا کامران نے لنگر خاں کو اپنے پاس بلایا اور اسے ملتان کے عوض کابل کی حکومت عطا کی۔ لنگر خاں نے میرزا کامران سے لاہور میں ملاقات کی تھی اور ان ہی دنوں شہر کے باہر ایک مقام پر قیام کیا تھا یہ جگہ اب "دائرہ لنگر خاں" کے نام سے مشہور ہے اور لاہور کا ایک محلہ ہے۔ لنگر خاں کے بعد ملتان سلاطین دہلی کے قبضے میں آ گیا۔ ہمایوں کے بعد یکے بعد دیگرے اس پر شیر شاہ سوری' سلیم شاہ' اکبر اور جہانگیر نے حکومت کی۔

marfat.com
Marfat.com

سلاطین کشمیر

marfat.com

Marfat.com

خطہ کشمیر

کشمیر کا شمار دنیا کے مشہور ترین ملکوں میں ہوتا ہے' یہ خطہ اپنی متنوع خصوصیات کی وجہ سے اپنی مثال آپ ہے۔ میرزا حیدر دوغلات نے ایک کتاب لکھی ہے جس میں کشمیر کے صحیح حالات درج کیے ہیں۔ راقم الحروف مورخ فرشتہ کے نزدیک میرزا حیدر دوغلات کے بیانات چونکہ بالکل صحیح ہیں لہٰذا میں انہیں کو مختصر کر کے اپنی تاریخ میں لکھتا ہوں۔

جغرافیائی حالات

کشمیر صوبہ پنجاب کے ایک مقام پگلی کے جنوب و مشرق میں واقع ہے۔ یہ ملک دو پہاڑوں کے درمیان گھرا ہوا ہے' اس وادی کا طول ایک سو کوس' عرض دس سے بیس کوس ہے' یہ ساری زمین انتہا کی سرسبز و شاداب ہے' یہاں کی زمین چار قسم کی ہے' ایک حصے کو زراعت آبی کہتے ہیں اور اس میں بہت عمدہ زعفران پیدا ہوتا ہے' دوسرے حصے کو علمی کہتے ہیں' تیسرا حصہ باغات پر مشتمل ہے اور چوتھے میں میدان ہیں۔ کشمیر کے میدان دریا کے کنارے واقع ہیں' ان میں انواع و اقسام کے پھول' سوسن' بنفشہ' نسرین' نسترن' سنبل' نرگس اور یاسمین وغیرہ بکثرت پائے جاتے ہیں۔

موسم

اس زمین میں چونکہ رطوبت بہت زیادہ ہوتی ہے اس لئے یہاں زراعت نہیں ہوتی اور اس لئے یہ ویران پڑی رہتی ہے لیکن اس ویرانی کا حسن بھی ایسا لاجواب ہے جس پر کئی آبادیاں نثار کی جا سکتی ہیں۔ ایران کی طرح کشمیر میں بھی سال میں چار فصلیں ہوتی ہیں۔ گرمیوں کے زمانے میں حرارت بہت کم ہوتی ہے' موسم انتہائی خوشگوار رہتا ہے اور گرمی بالکل محسوس نہیں ہوتی۔ جاڑے کے موسم میں اگرچہ برفباری ہوتی ہے اور سردی کی بہت شدت ہوتی ہے لیکن پھر بھی صحت کو کوئی نقصان نہیں پہنچتا' البتہ جب کبھی سورج بادلوں میں چھپ جاتا ہے تو اس وقت یہ ضرورت ہوتی ہے کہ شراب کی حدت سے جسم کو گرم رکھا جائے۔

مکانات اور بازار

کشمیر میں عمارتیں ساج کی لکڑی سے بنائی جاتی ہیں اور بیشتر مکان' پانچ حصوں پر مشتمل ہوتے ہیں' ہر حصے میں برآمدے' کمرے' کھڑکیاں اور دروازے ہوتے ہیں اور ان مکانوں کو طرح طرح کے نقش و نگار سے آراستہ کیا جاتا ہے اس وجہ سے دیکھنے میں بہت خوبصورت معلوم ہوتے ہیں۔ بازاروں' شہروں اور گلیوں وغیرہ کے فرش پتھر کے ہوتے ہیں' بازار عموماً بند رہتے ہیں سوائے بزازوں اور خوردہ فروشوں کے یہاں اور کوئی نہیں ہوتا۔ بقال' عطار اور میوہ فروش وغیرہ ان بازاروں میں نہیں بیٹھتے۔ اہل حرفہ اپنے مکانوں میں ہی اپنا کام کرتے ہیں۔

میوہ جات

کہا جاتا ہے کہ جب سے مغل امیروں نے یہاں آنا جانا شروع کیا ہے بازاروں کی رونق بڑھ گئی ہے اور ہر قسم کے پیشہ ور دکانوں میں بیٹھنے لگے ہیں۔ پھلوں میں شہتوت' گیلاس' انگور' عناب' سیب' ناشپاتی' شفتالو' پستہ اور انجیر وغیرہ بکثرت ہوتے ہیں۔ کشمیر میں شہتوت عام طور پر کھائے جاتے ہی نہیں بلکہ ان کو ریشم کے کیڑے پالنے کے لئے استعمال کیا جاتا ہے۔ پھل یہاں اتنی کثرت سے ہوتے ہیں کہ ان کو بیچنے اور خریدنے کا دستور نہیں۔

marfat.com
Marfat.com

باغات

یہاں کے باغات چار دیواری سے گھرے ہوئے نہیں ہوتے بلکہ کھلے ہوتے ہیں اور جس کا جی چاہتا ہے وہ ان باغوں میں جا کر حسب خواہش پھل کھاتا ہے: یہاں یہ دستور ہے کہ اگر کسی شخص کو باغ میں جانے سے روکا جائے تو اس بات کو بہت برا سمجھا جاتا ہے۔

کشمیر کے حسن کی تعریف

جن دنوں کشمیر' دہلی اور لاہور کے فرماں رواؤں کے قبضے میں نہ تھا- ان دنوں ہندوستان کے لوگ اس وادی میں بہت کم آتے جاتے تھے- ۹۹۵ھ میں اکبر نے کشمیر کو فتح کیا اور اس کے بعد سے اہل ذوق اور ارباب علم اس ملک میں آمد و رفت رکھنے لگے- شاعروں نے اس ملک کی تعریف میں بہت سے اشعار کہے ہیں- فیضی' عرفی اور دوسرے نامور شاعروں نے کشمیر کے بارے میں جو کچھ لکھا ہے وہ مشہور خاص و عام ہے-

مندروں کی تعمیر

کشمیر میں عجائبات کی کثرت ہے' اس ملک میں مندروں کی تعداد ڈیڑھ سو سے زیادہ ہے- ان مندروں کی تعمیر میں پتھر لگایا گیا ہے پتھر کے ٹکڑوں کو بغیر کسی مسالے کے ایک دوسرے پر رکھا گیا ہے' یہ ٹکڑے اس طرح آپس میں ملے ہوئے ہیں کہ دراڑوں میں باریک سے باریک شے بھی داخل نہیں ہو سکتی- اس سے اندازہ ہو سکتا ہے کہ پتھر کو کاٹنے میں کس قدر محنت اور نفاست سے کام لیا گیا ہے' ہر پتھر آٹھ گز سے لے کر تین گز تک لمبا اور ایک گز سے پانچ گز تک چوڑا ہے- ان کو کس طرح آپس میں پیوست کیا گیا؟ اور اٹھا کر کس طریقے سے ایک دوسرے پر رکھا گیا؟ ان سوالوں کا جواب دینے سے عقل حیران ہوتی ہے ان پتھروں میں سے اکثر ایک ہی قسم کے ہیں' مندروں کے اردگرد چار دیواری ہے' جس کے چاروں حصے تقریباً تین سو گز لمبے ہیں- دیوار کی بلندی بعض جگہ تمیں گز اور بعض جگہ اس سے کم ہے- چار دیواری کے اندر کی تمام عمارتیں پتھر کی بنی ہوئی ہیں جو سب کی سب پتھر کے ستونوں پر قائم ہیں- ان ستونوں کے طاق تین گز سے چار گز تک چوڑے ہیں' بعض بعض طاقوں میں نقوش اور تصویریں بھی بنی ہوئی ہیں' کسی تصویر میں کوئی روتا ہوا چہرہ نظر آتا ہے اور کوئی ہنستا ہوا' ان تصویروں کو دیکھ کر حیرت ہوتی ہے کہ بنانے والوں نے کتنی مشاقی سے کام کیا ہے- احاطے کے درمیان میں پتھر کی بنی ہوئی ایک بلند کرسی ہے اور کرسی پر گنبد بنا ہوا ہے- مختصر یہ کہ ان مندروں کی خوبصورتی اور دل کشی اپنی مثال آپ ہے بلاخوف تردید یہ کہا جا سکتا ہے کہ ان مندروں کا ثانی دنیا میں کہیں اور نہیں ہے-

عجیب و غریب حوض

کشمیر کی دوسری عجیب و غریب چیز یہ ہے کہ یہاں کے ایک ضلع "بریک" میں ایک پہاڑی ہے' پہاڑی کے نیچے ایک غار ہے جس کی شکل حوض کی سی ہے' اس حوض کی تہہ میں ایک سوراخ ہے یہ حوض سارا سال خشک رہتا ہے لیکن جب سورج برج ثور میں داخل ہوتا ہے تو متذکرہ سوراخ میں سے پانی نکلنا شروع ہو جاتا ہے اور یہ حوض بھر جاتا ہے- سوراخ میں سے پانی اتنے زور اور جوش کے ساتھ نکلتا ہے کہ قرب و جوار کی زمین دو تین میل کے فاصلے تک بہنے لگتی ہے- کچھ دنوں بعد جوش قدرے کم ہو جاتا ہے اور رفتہ رفتہ یہ حوض خشک ہو جاتا ہے اور سارا سال اسی طرح رہتا ہے' اس حوض کے سوراخ کو اگرچہ بڑی مضبوطی کے ساتھ بند کیا جاتا ہے' لیکن وقت آنے پر پانی کا جوش اس سوراخ کو پھر کھول دیتا ہے اور پانی باہر نکلنے لگتا ہے-

عجیب و غریب درخت

کشمیر کی تیسری عجیب و غریب چیز بید کا ایک درخت ہے جو کشمیر کے "ناکام" نامی موضع میں واقع ہے- یہ درخت بلندی میں اپنی مثال آپ ہے' بڑے بڑے تیرانداز بھی اگر چاہیں تو اپنے تیر کو درخت کے آخری سرے تک نہیں پہنچا سکتے- اگر کوئی اس درخت کی ایک

marfat.com

Marfat.com

شاخ پکڑ کر ہلائے تو سارا درخت لرزنے لگتا ہے۔

چشمہ فال

کشمیر میں "دیو سرہ" نامی ایک مقام میں ایک چشمہ ہے جو حوض کی صورت کا ہے اس چشمے کے آس پاس بہت سے سایہ دار درخت کھڑے ہوئے ہیں اور ان کی وجہ سے ماحول کے حسن میں بڑا اضافہ ہوتا ہے۔ اہل شہر اس چشمے سے فال نکالتے ہیں' اس کا طریقہ یہ ہے کہ چاول پکا کر ایک کوزے میں ڈال دیئے جاتے ہیں اور کوزے کا منہ مٹی سے بند کر کے اس چشمے میں پھینک دیا جاتا ہے۔ اس پر صاحب فال کا نام بھی لکھ دیا جاتا ہے یہ کوزہ پانچ سال پانچ ماہ یا پانچ دن کے بعد چشمے کی تہہ سے نکلتا ہے اور سطح پر آ جاتا ہے۔ لوگ اس کو کھول دیتے ہیں اگر پکے ہوئے چاول اپنی اصلی حالت میں ہوں تو اسے نیک شگون سمجھا جاتا ہے اور سڑ گل گئے ہوں تو اس سے بدشگونی مراد لی جاتی ہے۔"

ایک دل کشا عمارت

کشمیر میں ایک تالاب ہے جس کا نام "اوسر" ہے اور اس کا دور سات کوس کا ہے اور اس کے درمیان کشمیر کے سلطان زین العابدین نے ایک عمارت تعمیر کروائی ہے جو حسن و دلکشی میں بے نظیر ہے۔ یہ عمارت اس طریقے سے تعمیر کی گئی ہے کہ پہلے تو تالاب میں پتھر بچھائے گئے' جب یہ پتھریلی سطح پانی کے اوپر آ گئی تو اس پر چار سو (۴۰۰) مربع گز کا ایک چبوترہ جو پانی کی سطح سے دس گز بلند تھا تعمیر کیا گیا۔ اس چبوترے پر اصل عمارت بنائی گئی ہے عمارت کے چاروں طرف سایہ دار درخت لگا کر اس کے حسن میں قابل قدر اضافہ کیا گیا ہے۔ جنہوں نے اس عمارت کو دیکھا ہے' ان کا خیال ہے کہ ایسی خوبصورت عمارت ساری دنیا میں کہیں موجود نہیں ہے۔

راج دان

ایک دوسری خوبصورت عمارت سلطان زین العابدین نے سری نگر میں تعمیر کروائی ہے۔ اہل کشمیر نے اس عمارت کا نام "راج دان" رکھا ہے' یہ عمارت بیس درجوں پر مشتمل ہے۔ بعض درجوں میں حجروں' دلانوں اور کھڑکیوں وغیرہ کی تعداد پچاس پچاس تک ہے' یہ عجیب و غریب عمارت تمام کی تمام لکڑی کی بنی ہوئی ہے۔ دنیا کی دیگر مشہور اور بہترین عمارتیں' ہو سکتا ہے کہ طرز تعمیر اور خوبصورتی کے لحاظ سے اس سے بہتر ہوں لیکن جو حیرت انگیز فن کاری اس عمارت میں ملتی ہے اس کا کسی دوسری جگہ نظر آنا مشکل ہے۔

"ظفر نامہ" کے مولف کا بیان

ظفر نامہ کے مولف نے کشمیر کا تذکرہ اس طرح کیا ہے کہ یہ شہر دنیا کے مشہور ترین مقامات میں سے ہے' اپنے محل وقوع کے لحاظ سے یہ مقام عجیب و غریب ہے' یہ شہر جو اقلیم چہارم کے وسط میں واقع ہے ایک خوبصورت وادی ہے' جس کے جنوب میں ہندوستان' مشرق میں تبت' شمال میں کاشغر اور جنوب مغرب میں افغانستان ہے۔ جس وادی میں یہ شہر واقع ہے وہ میرے علم کے مطابق شرقاً غرباً ایک کوس اور شمالاً جنوباً پچیس کوس ہے۔ یہ ایک ہزار موضعوں پر مشتمل ہے اور چشموں کی یہاں کثرت ہے' سبزے کی لطافت عجیب حسن رکھتی ہے' آب و ہوا کے لحاظ سے اس شہر کا جواب نہیں۔ حسن جتنا یہاں ہے اتنا ساری دنیا میں نہیں' یہاں کے پہاڑوں اور جنگلوں میں خوش ذائقہ اور لطیف پھلوں کی افراط ہے جو صحت کے لئے انتہائی مفید ہوتے ہیں' یہاں کی آب و ہوا سرد ہوتی ہے اس لئے گرم پھل مثلاً کھجور' نارنگی اور لیموں وغیرہ یہاں پیدا نہیں ہوتی۔ یہ پھل آس پاس کے گرم ممالک سے منگوائے جاتے ہیں۔

سری نگر

کشمیر کا پایہ تخت سری نگر ہے' اس شہر کا محل وقوع بغداد سے ملتا جلتا ہے' شہر کے بیچوں بیچ ایک دریا بہتا ہے جو دریائے دجلہ سے بڑا ہے' تعجب کی بات یہ ہے کہ دریا کا پانی جس کی کثرت کی کوئی انتہا نہیں۔ ایک ہی چشمے سے نکلتا ہے' یہ چشمہ بھی اسی شہر میں موجود ہے'

marfat.com
Marfat.com

شہر کے باشندے لاتعداد کشتیاں دریا کے کنارے باندھ دیتے ہیں اور بوقت ضرورت ان کے ذریعے ایک سے دوسری جگہ آتے جاتے ہیں۔ یہ دریا کشمیر سے نکل کر ملتان کے بالائی حصے میں دریائے چناب سے مل جاتا ہے۔ شہر سری نگر کو خداوند تعالیٰ نے ایسی جگہ آباد کیا ہے جہاں چاروں طرف پہاڑ ہیں اس وجہ سے یہاں کے باشندے حملہ آوروں سے بے خوف ہو کر زندگی بسر کرتے ہیں۔

کشمیر کے راستے

کشمیر سے دیگر ممالک کو تین راستے جاتے ہیں ایک خراسان کی طرف دوسرا ہندوستان کی طرف اور تیسرا تبت کی طرف' خراسان کا راستہ بہت دشوار گزار ہے اس راستے سے مال و اسباب جانوروں پر لاد کر لے جانا بہت مشکل ہے اس وجہ سے سامان اٹھانے کا کام آدمیوں سے لیا جاتا ہے۔ یہاں مزدور بکثرت ملتے ہیں جو سامان اٹھا کر ایسی جگہوں تک پہنچا دیتے ہیں کہ جہاں سے جانوروں کے ذریعے سامان لے جا سکتے ہیں۔ ہندوستان کا راستہ بھی بہت دشوار گزار ہے' البتہ تبت کا راستہ نسبتاً آسان ہے' لیکن اس راستے میں جانوروں کے لئے چارہ نہیں ملتا۔ صرف ایک زہریلی گھاس ملتی ہے جسے کھا کر جانور ہلاک ہو جاتے ہیں اس وجہ سے لوگ جانوروں کی ہلاکت کے خوف سے سفر کرتے ہوئے گھبراتے ہیں۔

کشمیریوں کا مذہب

میرزا حیدر دوغلات نے "کتاب رشیدی" میں لکھا ہے کہ کشمیری باشندے مذہباً حنفی مسلمان تھے۔ فتح شاہ کے زمانے میں عراق سے شمس الدین نامی ایک شخص آیا اور اس نے خود کو میر محمد نور بخش سے منسوب کر کے ایک غیر معروف مذہب کی اشاعت کرنی شروع کی۔ شمس الدین نے اس نئے مذہب کا نام "نور بخش" رکھا' یہ مذہب شیعہ اور سنی دونوں عقیدوں کے خلاف ہے۔ اس مذہب کے ماننے والے حضرت عائشہ اور خلفائے ثلاثہ کی شان میں بے ادبی کرتے ہیں اور میر نور بخش کو مہدی موعود سمجھتے ہیں پہلی بات سنی مذہب اور دوسری بات شیعہ مذہب کے خلاف ہے۔

فرقہ نور بخش

اس فرقے کے ماننے والے شیعہ مذہب کے برخلاف تمام اولیائے کرام کو سنی المذہب سمجھتے ہیں۔ ان لوگوں نے عبادات اور احکام مذہبی میں بھی عام مسلمانوں سے علیحدہ روش اختیار کی ہے۔ راقم الحروف نے اس مذہب کے ماننے والوں کو بدخشاں وغیرہ میں دیکھا ہے یہ لوگ میرے ساتھ پڑھا کرتے تھے۔ میر سید محمد نور بخش کے ایک بیٹے نے مجھے اپنے والد کا ایک رسالہ دکھایا' اس رسالے میں ایک بات نہایت عمدہ ہے جس کا مفہوم یہ ہے کہ یہ خیال غلط ہے کہ حکومت ظاہری اور تقویٰ و طہارت کا ایک ہی شخص میں جمع ہونا ناممکن ہے اس کا سب سے بڑا ثبوت یہ ہے کہ انبیائے کرام میں سے حضرت یوسفؑ ' حضرت سلیمانؑ ' حضرت داؤدؑ اور حضرت محمد صلعم باوجود نبی مرسل ہونے کے حکمران بھی تھے۔ ظاہر ہے کہ یہ عقیدہ اہل سنت کے مذہب کے مطابق ہے اور نور بخشی مذہب کی تعلیمات کے خلاف ہے۔

فقہ اخوطہ

ایک کتاب "فقہ اخوطہ" کشمیر میں بہت مشہور و مقبول تھی میں نے اس کتاب کے بارے میں ہندوستان کے علمائے کرام سے فتویٰ طلب کیا۔ تمام علماء نے اس کتاب کے بارے میں بڑی بری رائے دی اور لکھا کہ یہ کتاب بہت ہی مضر ہے اور اس کا مصنف زندیق اور دائرہ اسلام سے خارج ہے۔ ہر مسلمان کا فرض ہے کہ اس کتاب کو جہاں بھی دیکھے ضائع کر دے۔ اس مذہب کے ماننے والوں کو نصیحت کرنی چاہئے اگر وہ اپنے باطل عقائد سے توبہ کر کے امام ابو حنیفہ کی تقلید کریں تو بہتر ہے ورنہ انہیں قتل کر دیا جائے۔

marfat.com

Marfat.com

نوربخشیوں کے عقائد

میرے پاس جب یہ تحریر آئی تو میں نے ان کشمیریوں کو جو باطل عقائد کو مانتے تھے تنبیہہ کی۔ ان میں سے بہت سے تو راہ راست پر آ گئے اور بہت سوں کو میں نے قتل کر دیا۔ ان لوگوں میں سے بعض نے اپنے آپ کو صوفی مشہور کر کے اپنی جان بچائی' حالانکہ یہ بدعقیدہ ہرگز صوفی ہونے کے لائق نہیں بلکہ زندیق اور ملحد ہیں جنہوں نے مسلمانوں کو گمراہ کرنے پر کمر باندھ رکھی ہے۔ ان لوگوں کو قطعاً یہ معلوم نہیں کہ حرام اور حلال میں فرق کیا ہے۔ زہد و تقویٰ کا انہوں نے جو مطلب لیا ہے وہ یہ ہے کہ رات کو جاگا جائے اور کم کھایا جائے۔ یہ لوگ سخت لالچی ہوتے ہیں' جو کچھ نظر آتا ہے اسے حاصل کرنے کی تمنا کرتے ہیں' کھانے کے معاملے میں بھی سخت بداختیار ہیں جو کچھ مل جائے پیٹ میں ڈال لیتے ہیں۔

مہملات فرقہ نوربخش

نوربخشیوں کا قاعدہ یہ ہے کہ وہ لوگوں سے اپنے پریشان خواب بیان کر کے آنے والے وقت کے بارے میں پیشین گوئیاں کرتے رہتے ہیں۔ اس سے ان کا مقصد یہ ہوتا ہے کہ لوگوں پر یہ ظاہر کریں کہ ہم صاحب عرفان ہیں یہ لوگ ایک دوسرے کو سجدہ بھی کرتے ہیں اور باوجود ان مہملات کے اربعین کا چلہ بھی کھینچتے ہیں۔ یہ لوگ عالموں' فاضلوں کے علم و فضل کو اچھا نہیں سمجھتے' خود کو اہل طریقت بتاتے ہیں لیکن شریعت کے احکام کی پابندی نہیں کرتے۔ ان کا عقیدہ ہے کہ طریقت کو شریعت سے کوئی تعلق نہیں ایسے بدعقیدہ لوگ سوائے کشمیر کے اور کہیں نہیں پائے جاتے۔

آفتاب پرست

نوربخشیوں سے پہلے کشمیر میں آفتاب پرستوں کی کثرت تھی اس فرقے کو "شماسین" بھی کہا جاتا ہے۔ ان لوگوں کا یہ عقیدہ تھا کہ آفتاب سراپا نور ہے اور اس کا سبب ہمارے عقیدے کی صفائی ہے اور ہمارا وجود ہے' سورج کے نور کا پرتو ہے' اگر ہم بدعقیدہ ہو جائیں تو سورج سے وجود کو کوئی تعلق نہ رہے گا اور اگر سورج ہمیں فیض یاب نہ کرے تو ہماری ذات سے وجود قائم نہ رہے گا۔ مراد یہ ہے کہ سورج سے ہمارا وجود اور ہم سے سورج کا وجود قائم ہے' اس لئے ہمارا فرض ہے کہ اپنا وقت خیر و خوبی سے گزاریں کیونکہ اس پر ہمارا حال ظاہر رہتا ہے۔ جب سورج ہماری نظروں سے اوجھل ہو جائے یعنی رات آ جائے تو اس وقت ہم جو چاہیں کر سکتے ہیں اس وقت ہمارے اعمال کی کوئی باز پرس نہ ہو گی اور ہم اپنی مرضی کے مالک ہوں گے۔ سورج سے تعلق کی مناسبت سے یہ لوگ اپنے بانی مذہب کا لقب "شمس الدین" بتاتے ہیں۔ کشمیر نے اس لقب کو مخفف کر کے "شماسی" بنا لیا ہے۔ (یہاں میرزا حیدر دوغلات کی عبارت ختم ہوتی ہے۔)

کشمیریوں کا موجودہ مذہب

راقم الحروف مورخ فرشتہ نے ایسے لوگوں سے جو کشمیر کا سفر کر چکے ہیں کشمیریوں کے مذہب کی بابت دریافت کیا ہے۔ ان لوگوں نے بتایا ہے کہ آج کل تمام کشمیری حنفی المذہب سنی ہیں۔ اس ملک کے سپاہی پیشہ لوگ امامیہ مذہب رکھتے ہیں' لیکن اہل علم میں اس مذہب کے جاننے والے بہت کم ہیں' تبت کوچک کا حکمران بڑا غالی شیعہ ہے اس کا حکم ہے کہ جو لوگ اصحاب کبار رضی اللہ عنہم کے حضور میں بے ادبی نہ کرتے ہوں وہ شہر میں داخل نہ ہوں۔

قبیلہ چک کا بیان ہے کہ میر شمس الدین عراقی شیعہ مذہب رکھتا تھا۔ بہت سے ملحد اور اس زمانے کے سلاطین اس کے معتقد ہوئے اور ملک میں خطبہ امامیہ جاری کیا گیا' لیکن کتاب فقہ احوطہ کی تالیف سے اس شمس الدین کو کوئی تعلق نہیں۔ اس کا مولف ایک اور شخص تھا جو گمراہ اور ملحد تھا۔

marfat.com

Marfat.com

سلطان شمس الدین

راقم الحروف مورخ فرشتہ نے زیر نظر تالیف میں یہ التزام کیا ہے کہ اپنے بیانات کو مسلمان فرماں رواؤں تک محدود رکھا ہے اور کسی ملک کی حکومت کا تذکرہ کرتے ہوئے وہاں کے ہندو حکمران کا ذکر نظرانداز کر دیا ہے اسی اصول کے مطابق سلاطین کشمیر کا تذکرہ بھی وہاں کے پہلے مسلمان فرمانروا کے حالات سے شروع کیا جاتا ہے۔

شاہ میرزا کی کشمیر میں آمد

کشمیریوں کو اسلام لائے ہوئے تھوڑی مدت ہی ہوئی ہے اس ملک کے قدیم حکمران ہندو تھے اور برہما کی پوجا کرتے تھے۔ ۷۱۵ھ میں جب کہ کشمیریوں کی حکومت سیہ دیو نامی راجہ کے ہاتھ میں تھی کشمیر میں ایک شخص مسمی شاہ میرزا' فقیروں کے لباس میں آیا اور راجہ کے ملازموں میں داخل ہو گیا۔ شاہ میرزا اپنے آپ کو ارجن کی نسل سے بتاتا تھا اور اپنا شجرہ نسب یوں بیان کرتا تھا' شاہ میرزا بن ماہر بن آل بن گرشاسپ بن نکودر' نکودر کے بارے میں شاہ میرزا کا بیان تھا کہ یہ شخص ارجن کی نسل سے تھا' جو مشہور پانڈو ہے۔ واضح رہے کہ پانڈوؤں کا قصہ "مہابھارت" میں تفصیل سے لکھا ہوا ہے۔

راجہ ارجن کی ملازمت

شاہ میرزا نے ایک عرصے تک راجہ سیہ دیو کی خدمت کر کے اس کے دل میں گھر کر لیا۔ راجہ سیہ دیو کی وفات کے بعد اس کا بیٹا راجہ ارجن اپنے باپ کی گدی پر بیٹھا ارجن نے شاہ میرزا کو اپنا وزیر بنایا اور اسے تمام امور سلطنت سونپ دیئے۔ شاہ میرزا کو راجہ نے اپنے بیٹے کا اتالیق بھی مقرر کیا۔ راجہ ارجن کے انتقال کے بعد اس کے عزیز نے قندھار سے کشمیر پر حملہ آور ہو کر اس ملک پر قبضہ کر لیا اس شخص کا نام اودن تھا۔

شاہ میرزا کے بیٹے

راجہ اودن نے بھی شاہ میرزا علی کو اپنا وزیر بنایا اور اس کے دونوں بیٹوں جمشید اور علی شیر پر بھی اعتماد کر کے انہیں صاحب اقتدار کیا۔ شاہ میرزا کے دو اور بیٹے "سرات مک" اور "ہنڈال" بھی تھے' ان چاروں نے کشمیر میں بہت قوت حاصل کر لی اور اس وجہ سے راجہ اودن نے ان چاروں کا اپنے گھر میں داخلہ بند کر دیا۔

راجہ ارجن کی وفات

شاہ میرزا اور اس کے بیٹوں نے رفتہ رفتہ کشمیر کے تمام پرگنوں پر قبضہ کر لیا اور راجہ اودن کے بیشتر ملازموں کو اپنا طرف دار بنا لیا۔ جس رفتار سے شاہ میرزا کشمیر پر قبضہ کرتا چلا جا رہا تھا اسی رفتار سے راجہ اودن کی حالت خراب ہوتی جا رہی تھی آخرکار راجہ نے ۷۴۷ ہجری میں سفر آخرت اختیار کیا۔

رانی کولادیوی

راجہ کی وفات کے بعد اس کی بیوی کولادیوی نے اپنے شوہر کی جگہ سنبھالی اور اس نے شاہ میرزا کو ختم کر کے امن و اطمینان سے حکومت کرنے کا ارادہ کیا۔ رانی نے شاہ میرزا کو پیغام بھجوایا کہ تم ایک عرصے تک ارجن کے بیٹے چندر کے اتالیق رہے ہو اس لئے تمہارا یہ فرض ہے کہ تم چندر کو تخت نشین کر کے حکومت کے کاموں کو انجام دو۔ شاہ میرزا نے رانی کے پیغام کو قابل التفات نہ سمجھا' اس پر

marfat.com

Marfat.com

رانی نے شاہ میرزا پر لشکر کشی کی فریقین میں جنگ ہوئی۔ رانی نے شکست کھائی اور گرفتار ہوئی شاہ میرزا نے رانی کو مسلمان کر کے اپنی بیوی بنالیا' اس نے ایک دن اور ایک رات اس عورت کو اپنے گھر میں رکھا اور پھر بند کر دیا۔

شاہ میرزا کی خود مختار حکومت

اس کے بعد شاہ میرزا نے سلطان شمس الدین کا لقب اختیار کر کے کشمیر میں اپنی آزاد خود مختار حکومت قائم کی اور ملک میں اپنے نام کا خطبہ و سکہ جاری کیا۔ سلطان شمس الدین نے کشمیر میں حنفی مذہب جاری کیا اور تمام ملک کو جو دیجو میر بخشی کی چیرہ دستیوں کی وجہ سے برباد ہو گیا تھا دوبارہ آباد کیا۔

دیجو میر بخشی

دیجو میر بخشی کچھ عرصہ قبل قندھار سے کشمیر پر حملہ آور ہوا تھا اور اس نے سارے ملک کو تہس نہس کر دیا تھا۔ راجہ سیہ دیو ان دنوں کشمیر کا حاکم تھا۔ اس نے رعایا سے بہت سا مال و دولت لے کر دیجو میر بخشی کی نذر کیا' لیکن آخر الذکر پھر بھی راہ راست پر نہ آیا' یہ صورت حال دیکھ کر راجہ سیہ دیو نے گوشہ نشینی اختیار کر لی اور اس طرح دیجو میر بخشی کو کھیل کھیلنے کا خوب خوب موقع ملا۔ دیجو نے کشمیر کو جی بھر کر لوٹا اور یہاں کے باشندوں کو ہر ممکن طریقے سے تباہ و برباد کیا' وہ سردی کی شدت کی وجہ سے کشمیر میں زیادہ دیر قیام نہ کر سکا' اس لئے مجبوراً واپس قندھار چلا گیا۔

شمس الدین کا عہد حکومت

سلطان شمس الدین نے کشمیر کی عنان حکومت اپنے ہاتھوں میں لے کر بڑی مقبولیت اور ہردلعزیزی حاصل کی' اس نے اس قوم کے اکثر افراد کو تہ تیغ کیا' کیوں کہ یہ لوگ اس کی مخالفت کرتے تھے شمس الدین نے کشمیر کے دو قبیلوں "چک" اور "مکری" کی بڑی سرپرستی کی اور حکومت کے عہدوں پر زیادہ تر انہیں قبیلوں کے افراد کو فائز کیا۔

گوشہ نشینی اور وفات

جب سلطان شمس الدین بوڑھا ہو گیا اور اس نے اپنے میں فرماں روائی کی طاقت نہ دیکھی تو وہ اپنے دو بیٹوں جمشید اور علی شیر کو اپنا جانشین بنا کر خود حکومت سے دستبردار ہو گیا' سلطان شمس الدین نے گوشہ نشینی کی زندگی اختیار کر لی اور کچھ عرصہ بعد اسی عالم میں وفات پائی۔

اس بادشاہ کی مدت حکومت تین سال ہے۔

marfat.com

Marfat.com

جمشید شاہ بن سلطان شمس الدین

علی شیر کی بغاوت

سلطان شمس الدین کے انتقال کے بعد امراء اور اراکین سلطنت کے مشورے سے مرحوم بادشاہ کا بڑا بیٹا جمشید شاہ تخت نشین ہوا۔ جمشید کا چھوٹا بھائی علی شیر (جو سلطان شمس الدین کے زمانہ حیات میں اس کا شریک کار تھا) رعایا اور لشکر میں بہت مقبول تھا' اس نے باپ کی وفات کے بعد اپنے بڑے بھائی کے خلاف علم بغاوت بلند کیا۔ لشکر کے وہ سردار اور امراء جو علی شیر کے طرف دار تھے وہ اسے مدنی پور لے گئے اور وہاں اسے اپنا بادشاہ تسلیم کر لیا۔

جمشید کی معزولی اور وفات

جمشید شاہ نے علی شیر پر حملہ کیا۔ جمشید نے پہلے تو نرمی اور صلح جوئی کو اپنا شعار بنایا' لیکن علی شیر راہ راست پر نہ آیا' اور اس نے جمشید کے لشکر پر شب خوں مار کر اسے شکست دی۔ جمشید نے جب مدنی پور کو خالی پایا تو وہ اس طرف چلا گیا۔ علی شیر کے بہت سے طرف داروں نے جمشید کا راستہ روکا' لیکن ان میں سے بہت سے مارے گئے۔ علی شیر نے اپنے بھائی کا پیچھا کیا' جمشید میں مقابلے کی ہمت نہ تھی اس لئے وہ کجراج کی طرف بھاگ گیا۔ سری نگر کے محافظ سراج نامی نے پایہ تخت علی شیر کے حوالے کر دیا۔ ان واقعات کے بعد جمشید نے سلطنت سے کنارہ کشی اختیار کر لی اور کچھ عرصے بعد وفات پا گیا اس کی مدت حکومت ایک سال دو ماہ ہے۔

marfat.com

Marfat.com

سلطان علاؤ الدین بن سلطان شمس الدین

جمشید کے بعد اس کا چھوٹا بیٹا علی شیر سلطان علاؤ الدین کے لقب سے کشمیر کا فرماں روا ہوا۔ اور اس نے اپنے بھائی شیر شامک کو اپنا وکیل السلطنت مقرر کیا۔ علاؤ الدین کے عہد حکومت میں ابتدأ تو بڑی خوش حالی رہی لیکن آخر کار میں ایک زبردست قحط پڑا جس کی وجہ سے بے شمار جانیں تلف ہو گئیں۔ کچھ لوگ علاؤ الدین کے مخالف تھے اور اسی مخالفت کی وجہ سے وہ جلاوطن ہو کر کاشغر چلے گئے۔ علاؤ الدین نے ان لوگوں کو بڑی تدبیروں سے واپس کشمیر بلا کر نظر بند کر دیا۔

علاؤ الدین نے بخشی پور کے قریب اپنے نام کی مناسبت سے ایک شہر "علاء پور" آباد کیا۔ اس فرماں روا نے ایک نیا قانون جاری کیا کہ کوئی زانی عورت اپنے شوہر کی وارث نہیں ہو سکتی۔ اس قانون کی وجہ سے بہت سی عورتوں نے اس گناہ کبیرہ سے توبہ کی اور نیک زندگی بسر کرنے لگیں۔

علاؤ الدین نے بارہ سال آٹھ ماہ اور تیرہ روز حکومت کرنے کے بعد داعی اجل کو لبیک کہا۔

سلطان شہاب الدین بن سلطان شمس الدین

سلطان علاؤ الدین کی وفات کے بعد اس کے چھوٹے بھائی نے سلطان شہاب الدین کا لقب اختیار کر کے کشمیر کی حکومت اپنے ہاتھ میں لی۔ یہ فرماں روا بہت ہی بہادر اور جرات مند تھا اور اخلاقی اعتبار سے اس کا پایہ بہت بلند تھا۔ جس روز اسے کوئی نئی خبر نہ ملتی تھی اس روز کو وہ اپنی زندگی میں شمار نہ کرتا تھا اور اس امر پر افسوس کا اظہار کرتا تھا کہ عمر عزیز کا ایک دن بیکار گیا۔ شہاب الدین نے اپنے عہد حکومت میں مقبوضہ ممالک کو ان کے پرانے حاکموں کی تحویل میں دے دیا۔

پنجاب پر حملہ

سلطان شہاب الدین نے پنجاب پر حملہ کیا اور دریائے سندھ کے کنارے قیام کیا۔ حاکم سندھ نے علاؤ الدین کا مقابلہ کیا' لیکن شکست کھائی۔ شہاب الدین کے رعب و دبدبہ کا یہ عالم تھا کہ قندھار اور غزنی کے باشندے بھی اس کے نام سے کانپتے تھے۔ اسکر سے ہوتے ہوئے اس نے پشاور پر لشکر کشی کی اور بے شمار لوگوں کو قتل کرتا ہوا ہندو کش پہنچا۔

راجہ نگر کوٹ کی اطاعت

سفر کی تھکن کی وجہ سے شہاب الدین واپس ہوا اور اس نے دریائے ستلج کے کنارے قیام کیا اور اسی دوران میں راجہ نگر کوٹ سے ملاقات ہوئی۔ راجہ دہلی کے بعض پرگنوں میں لوٹ مار کر کے بے شمار دولت لے کر آ رہا تھا' اس نے یہ تمام دولت سلطان شہاب الدین کی خدمت میں پیش کی اور اس کے اطاعت گزاروں میں شامل ہو گیا۔ تبت کوچک کا حاکم بھی بادشاہ کی خدمت میں حاضر ہوا اور اس سے درخواست کی کہ اس کا لشکر تبت کوچک کو تباہ و برباد نہ کرے' اس کے بعد سلطان شہاب الدین کشمیر واپس آ گیا۔

شہزادوں کی جلاوطنی

شہاب الدین نے سری نگر میں قیام کیا اور اپنے بھائی ہندال کو اپنا جانشین مقرر کیا۔ بادشاہ نے اپنے دونوں بیٹوں حسن خاں اور علی خاں کو کشمیر سے نکال دیا۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ شہاب الدین کی ایک بیوی ان دونوں شہزادوں کی والدہ سے ناراض تھی اور اس نے بادشاہ کو

marfat.com

Marfat.com

ان شہزادوں کے خلاف کر دیا۔ پھلی نگر اور شہاب پور اسی بادشاہ کے بسائے ہوئے ہیں۔

انتقال

شہاب الدین کو اپنے عہد حکومت کے آخر میں شہزادہ حسن خاں کے اخراج پر سخت ندامت ہوئی۔ حسن خاں دہلی چلا گیا تھا' شہاب الدین نے اسے طلب کیا' شہزادہ باپ سے ملنے کے لئے روانہ ہوا' لیکن ابھی وہ خیمو تک ہی پہنچا تھا کہ شہاب الدین کا انتقال ہو گیا۔

شہاب الدین کی مدت حکومت بیس سال ہے۔

☆ تمت بالخیر☆

marfat.com

Marfat.com

سلطان قطب الدین

جب سلطان شہاب الدین مراحل زندگانی طے کر کے شہر خموشان میں داخل ہوا اس کے بھائی ہندال نے تخت سلطنت پر تمکن کیا اور اپنا لقب سلطان قطب الدین رکھا یہ بھی زیور اخلاق پسندیدہ سے آراستہ تھا اور اپنے احکام کے نفاذ و تعمیل میں اہتمام نہایت رکھتا تھا اور آخر سلطنت میں ایک سردار کو قلعہ لوہر کوٹ کی تسخیر کے واسطے جو بعضے امرائے سلطان شہاب الدین کے تصرفات میں تھا بھیجا جبکہ جنگ ہائے عظیم اور معرکہ ہائے شدید فریقین کے مابین واقع ہوئی وہ سردار مارا گیا پھر سلطان قطب الدین نے خطوط بھیج کر اپنے بھتیجے حسن خان کو دہلی سے طلب کیا لیکن جب حسن خان نے اطاعت کر کے قدم ولایت کشمیر میں رکھا ایک جماعت اہل حسد نے سلطان کو اس ارادہ سے پشیمان کر کے اس کی گرفتاری پر آمادہ کیا اور رائے دل جو امرائے شہاب الدین سے تھا اسے حسن خان کو اس ارادہ سے آگاہی دی حسن خان بھاگ کر لوہر کوٹ کی طرف گیا اور بادشاہ کے مخالف جو کہ اس مقام میں تھے اس کے آنے سے قوی پشت ہوئے۔ سلطان قطب الدین نے رائے دل کو گرفتار کر کے قید کیا اور وہ قید خانہ سے بھاگ کر حسن خان کی خدمت میں حاضر ہوا۔ چونکہ داعیہ فساد کا رکھتا تھا زمینداروں نے حسن خان اور رائے دل کو گرفتار کر کے سلطان کی خدمت میں بھیجا سلطان نے رائے دل کو تیغ سیاست سے قتل کر کے حسن خان کو مقید کیا اور آخر عمر یعنی پیری میں سلطان کو آفرید گار عالم نے دو فرزند کرامت فرمائے۔ ایک کا آشکار اور دوسرے کا ہیبت خان نام رکھا اور جب پندرہ سال اور پانچ ماہ اس کی حکومت سے گزرے آخر ۷۶۶ سات سو چھیاسٹھ ہجری میں وفات پائی اور اس کے بعد بڑا بیٹا اس کا تخت سلطنت پر متمکن ہوا اور اپنا خطاب سلطان سکندر رکھا۔ منقول ہے کہ شاہ قطب الدین کے عہد میں امیر کبیر میر سید علی ہمدانی قدس سرہ العزیز کشمیر کے اطراف میں رونق افزا ہوئے اور سلطان کو مکتوب لکھا شاہ نے بہ تعظیم تمام جواب ان کے خط کا لکھ کر اپنے حضور طلب فرمایا۔ جب حضرت میر نے اپنے شرف قدوم فیض لزوم سے سری نگر کے اطراف کو مشرف کیا شاہ استقبال کو آیا اور با عزاز و اکرام تمام حضرات کو شہر میں لایا اور کشمیر کے جمیع صغیر و کبیر آنجناب عالی مقام سے بارادت صادق پیش آئے اور بروایت میرزا حیدر دوغلات کے جو کتاب رشیدی میں درج ہے چالیس روز سے زیادہ اس شہر میں اقامت نہ کر کے وطن مالوف کی طرف معراجعت فرمائی اور قیاساً دریافت ہوتا ہے کہ خانقاہ معلے جو آنحضرت نے اس شہر میں بنا فرمائی تھی آنحضرت کے حضور اس شہر کے آدمیوں نے بنیاد ڈالی ہوگی یا آنحضرت کی غیبت میں تیار ہوئی ہو اس سبب سے کہ اگر سامنے تیار ہوئی تو ضرور جناب امیر کا مدت تک کشمیر میں رہنے کا اتفاق ہوا ہوگا کس واسطے کہ چالیس روز میں تعمیر ہونا ایسی خانقاہ معلیٰ اور عالی شان کا استبعاد اور صعوبت سے خالی نہیں۔ واللہ اعلم بالصواب۔

سلطان سکندر بت شکن

ناظرین پر تمکین پر واضح ہو کہ نام اصلی اس کا آشکار ہے اور یہ اپنے باپ کے بعد اپنی والدہ کی صلاح سے کہ سورہ نام رکھتی تھی تخت سلطنت پر بیٹھا۔ امراء اور ارکان دولت اس کے مطیع اور فرمانبردار ہوئے اور وہ تمام سلاطین کشمیر سے شوکت و عظمت اور کثرت افواج میں ممتاز ہوا اور دبدبہ اور رعب بہت رکھتا تھا اور سلطان سکندر کی ماں اوائل حکومت میں دخل مہمات ملکی میں کر کے اکثر امور کو بوجہ احسن انجام دیتی تھی اور جب مادر مشفقہ نے اپنے داماد شاہ محمد نام سے آثار مخالفت کے مشاہدہ کیے اسے اور اس کی زوجہ یعنی اپنی بیٹی کو ہلاک کر دیا اور رائے ماوری کہ امرائے عظام کے سلک میں انتظام رکھتا تھا اور مہمات شاہی کا اس پر مدار تھا۔ ہیبت خان یعنی شاہ سکندر کے بھائی کو زہر دے کر ہلاک کیا شاہ سکندر اس جرم عظیم کے صدور کے سبب اس سے نہایت رنجیدہ اور دفع کے فکر میں ہوا لیکن جو وہ کمال استقلال رکھتا تھا یکایک اس کی سیاست اور تنبیہہ سے متعذر تھا اور رائے ماوری حقیقت حال سے واقف ہوا تو شاہ سے التماس کی

marfat.com

Marfat.com

کہ اگر حکم ہو بندہ تبت کوچک کو جو کشمیر کے قریب ہے لے لے اور اس معروضہ سے غرض یہ تھی کہ آتش غضب سلطانی سے دور رہے اور شاہ نے اس امید پر کہ شاید اس طرف جا کر لڑائی میں مارا جائے تو گویا ہر مقصود بے سعی ہاتھ آئے اسے رخصت دی اور رائے مادری تبت کوچک پر فوج لے گیا اور اس ولایت کو بتدریج تمام مسخر کیا اور بعد چندے اپنے تصرف میں لایا پھر جمعیت تمام بہم پہنچا کر بغاوت پر کمر باندھی اس وجہ سے خود بنفس نفیس سکندر شاہ لشکر جمع لا کر اس طرف متوجہ ہوا اور سرحد میں جنگ واقع ہوئی رائے مادری بھاگا اور شاہ سکندر کے آدمیوں کے ہاتھ میں گرفتار ہوا اور شاہ نے اسے قید کیا اور بعد ایک مدت کے قید کی مصیبت سے وہ بہت تنگ آیا اور زہر کھا کر مسموم ہوا اور شاہ سکندر نے فوج کو آراستہ کر کے تبت اور اس کے اطراف کو جیسا کہ چاہئے محافظت کی اور ان دنوں میں امیر تیمور صاحبقران نے وقت عزیمت تسخیر ہندوستان اپنے ایلچیوں کو مع دو فیل شاہ سکندر کے پاس بھیجا تھا اس سبب سے افتخار اور مباہات بہت کر کے عرض داشت امیر تیمور صاحبقران کی خدمت میں باستدعائے ملازمت ارسال رکھی اور اخلاص اور بندگی ظاہر کر کے عرض کی کہ جس مقام میں حکم ہو ملاقات کو حاضر ہوں۔ اس کے بعد ایلچیوں کو زر خلیر دے کر با اعزاز و احترام رخصت کیا اور وہ جب صاحبقراں کی ملازمت میں مشرف ہوئے تو سلطان سے جو کچھ اخلاق اور رعایتیں مشاہدہ کی تھیں سمع مبارک میں پہنچائیں۔ آنحضرت مقام عنایت میں ہوئے اور اس کے واسطے خلعت زر دوزی اور گھوڑا مع سازو یراق مرصع بھیجا اور حکم فرمایا کہ جب رایات جلال آیات مابدولت و اقبال دہلی سے پنجاب کی طرف مراجعت فرمائیں اس مقام میں ملازمت سے مشرف ہو جب یہ حکم سلطان سکندر کو پہنچا پیشکش بہت فراہم کر کے سامان ملازمت درست کیا۔ جب سنا کہ صاحبقران سوالک کے راستہ سے پنجاب کی سمت عازم ہے۔ پیش کش بہت ہمراہ لے کر صاحبقران کی ملازمت کے واسطے متوجہ ہوا اور اثنائے راہ میں سنا کہ بعضے امراء اور وزراء صاحبقران نے کہا ہے کہ سلطان سکندر کو لائق ہے کہ تین ہزار گھوڑے اور ایک لاکھ اشرفی علائی پیشکش لائے۔ شاہ سکندر یہ خبر سن کر نہایت پریشان ہوا اور دریا کے راستہ سے معاودت کر کے عرض داشت صاحبقران کی ملازمت میں اس مضمون کی بھیجی کہ جو پیش کش بندگان حضرت کے لائق بہم نہیں پہنچی ہے کمترین نے اس سبب سے چند روز توقف کیا تو پیش کش لائق بہم پہنچا کر بندگی کے واسطے متوجہ ہوئے جب آنحضرت عرضداشت کے مضمون سے مطلع ہوئے سمجھے کہ میرے وزرا میں سے کسی نے اس قدر پیش کش لانے کے واسطے کہا ہے انہیں چشم نمائی کی اور شاہ سکندر کے ایلچیوں پر نہایت نوازش فرما کر ارشاد کیا کہ یہ امروزرائے نامعقول نے کہا ہے اس کا کچھ خیال نہ کرے اور باطمینان تمام ملازمت کے واسطے متوجہ ہو۔ جب ایلچی شاہ سکندر کے کشمیر میں پہنچے امیر تیمور صاحبقران سے جو کچھ سنا تھا عرض کیا سلطان سکندر یہ نوید سن کر نہایت محظوظ اور خوشحال ہوا اور جلد سامان سفر درست کر کے کشمیر سے برآمد ہوا۔ لیکن جس وقت کہ سکندر شاہ قصبہ بارہ مولہ میں پہنچا سنا کہ صاحبقران آب سندھ سے عبور کر کے بہ تعجیل تمام متوجہ سمرقند ہے۔ اس واسطے فسخ عزیمت کر کے ایلچیوں کو مع پیش کش بیسار آنحضرت کی ملازمت میں بھیجا اور خود کشمیر کی سمت مراجعت کی اور سلطان سکندر نہایت سخی اور جواد تھا۔ چنانچہ اس کی سخاوت کا شہرہ سن کر دانشمند عراق اور خراسان اور ماوراء النہر کے اس کی ملازمت کے واسطے حاضر ہوئے اور علم و فضل اور اسلام نے مملکت کشمیر میں بدرجہ نہایت رواج پایا۔ خطہ کشمیر خراسان و عراق کا نمونہ بلکہ اس سے بھی زیادہ ہوا اور شاہ تمام جماعت علماء سے سید محمد عالم کو جو اپنے زمانہ کے فرد تھے تعظیم بہت کرتا تھا اور آداب دین یعنی علم فقہ سیکھتا تھا اور شاہ نے ایک برہمن سیہ بٹ نام کو جو مسلمان ہوا تھا اسے وزیرالوزرا کر کے امور دنیوی میں اپنا معتمد کیا۔ وہ سیہ بٹ طالع ارجمند کی برکت کے سبب اس مرتبہ پر پہنچ کر ہنود کے آزاد اور ایذا رسانی میں بہت کوشش کرتا تھا یہاں تک کہ سلطان نے اس کے کہنے سے حکم فرمایا کہ تمام برہمن اور ہنود کے تمام دانشمند مسلمان ہو جائیں اور جو شخص کہ مسلمان نہ ہو کشمیر سے نکل جائے اور قشقہ یعنی ٹیکا پیشانی پر نہ کھینچے اور عورت ستی کو شوہر کے ہمراہ نہ جلائیں اور سونے اور چاندی کے بتوں کو دارالضرب یعنی ٹکسال میں گلا کر زر مسکوک بنادیں۔ اس سبب سے محنت اور معیشت بہت اس ولایت کے

marfat.com

Marfat.com

ہندوؤں کو کہ اکثر برہمن تھے پہنچی اور بت سے برہمنوں نے جن پر مسلمانی اور جلا وطنی اس شہر سے شاق اور دشوار تھی اپنے تئیں ہلاک کیا اور بعضے جلا وطن ہو کر دوسری ولایت کی طرف گئے اور بعضے براہمہ سلطان اور اس کے وزیر کے خوف و ہراس سے اظہار مسلمانی بطریق رفضہ تقیہ کر کے کشمیر میں رہے اور سلطان نے تمام ہمت بتوں اور بت خانوں کے توڑنے اور مسمار کرنے پر صرف کی اور ان میں کے اکثر بت کدہ خراب اور ویران کیے۔ ازانجملہ ایک بتکدہ بڑا کہ باغ بحر آرا میں تھا اور اسے ساتھ مہادیو کے منسوب کرتے تھے۔ سلطان کے حکم سے کھودنا شروع کیا اور ہرچند اس کی تہ کھودی اور پانی تک پہنچائی اس کی انتہا نہ پائی اور مقتدا یعنی پیشوا سب بتوں کا کہ جگدیو تھا اسے بھی شکستہ کیا اور عمارت و بت توڑنے کے وقت شعلہائے عظیم آتشیں اس مقام سے پیدا ہوتے تھے۔ سلطان اور ارکان دولت دیکھتے تھے اور کفار اسے اپنے معبودان باطل کی کرامات پر گمان کر کے جو کچھ چاہتے تھے کہتے تھے لیکن جو سلطان بتوں کو توڑنے میں بلند تھا ان شعلوں کو طلسم اور مثل اس کے جانتا تھا اس کے توڑنے سے ہاتھ نہ کھینچا یہاں تک کہ اس سے ایک نشان باقی نہ رہا اور اسی طرح سے کشمیر میں راجہ للتاوت نے ظہور اسلام سے پیشتر ایک دیوہرہ نہایت عظیم الشان اور مستحکم ترس پور میں تیار کیا تھا اور نجومیوں سے پوچھا تھا کہ یہ دیوہرہ کب تک قائم رہے گا اور کس طور سے ویران ہوگا۔ نجومیوں نے اوضاع فلکی کو مشاہدہ کر کے جواب دیا کہ اس تاریخ سے جب ایک ہزار اور ایک سو سال گزریں گے سکندر نام ایک بادشاہ اس بت خانہ کو خراب اور ویران کرے گا اور یہ دورہ عطارد کا ہے۔ وہ بادشاہ عطارد کی مورت کو اپنے ہاتھ سے فوراً توڑے گا للتاوت نے فرمایا کہ یہ مضمون ایک تانبے کے پتر پر کندہ کر کے ایک صندوق مسی میں رکھ کر اس عمارت کی بنیاد میں دفن کر دو۔ چنانچہ اس عمارت کے کھودنے میں وہ لوح برآمد ہوئی اور مضمون لکھا ہوا حرف بحرف معلوم ہوا۔ سلطان نے فرمایا کاش کہ وہ لوگ یہ نوشتہ اس عمارت کی دیوار پر نصب کرتے تو میں بعد اطلاع یابی ان منجمان کافر کے حکم کے خلاف اس عمارت کو مسمار نہ کرتا پھر سلطان سکندر اور بت خانوں کو جن کی عمارت نہایت عمدہ اور رفیع تھی خراب کر کے بت شکن مشہور ہوا اور سلطان کے احکام حسنہ سے یہ دو حکم ہیں کہ اس کے قلم میں شراب نہ بکتی تھی اور اس کی ولایت سے کسی شخص ہندو خواہ مسلمان سے تمغہ نہ لیتے تھے اور آخر عمر میں سلطان تپ محرق میں مبتلا ہوا اور اپنے تینوں فرزندوں کو کہ جن کا نام میر خان اور شاہی خان اور محمد خان تھا اپنے پاس بلا کر ان کے کان مصلحت کے گوہر روشن سے مزین کر کے اتحاد اور وفاق کے بارہ میں وصیت فرمائی اور اپنے بڑے بیٹے میر خان کو خطاب علی شاہ دے کر سلطنت اس کے تفویض کی اور ۸۱۹ھ آٹھ سو انیس ہجری میں فوت ہوا۔ اس کی سلطنت کی مدت بائیس سال اور نو ماہ تھی۔

سلطان علی شاہ بن سکندر شاہ بت شکن

سلطان علی شاہ اپنے باپ کے انتقال کے بعد کشمیر کے سریر جلوہ گر ہوا اور ہرچند خرد سال تھا لیکن جو سلطان سکندر کی مہابت اور صلابت لوگوں کے دل میں جاگزیں تھی اس کے حلقہ اطاعت سے قدم باہر نہ رکھا اور اس نے آغاز سلطنت میں جمیع مہمات ملکی سیہ بت سے جو وزیر سکندر شاہ تھا رجوع کیا اور اس نے چار برس کے عرصہ میں مسند وزارت پر بیٹھ کر رعایا پر قسم قسم کے ظلم سکندر شاہ کے زمانہ کے موافق ہندوؤں اور اپنے ہم قوم پر کہ مراد برہمنوں سے ہے۔ جائز رکھے جو شخص مسلمان نہ ہوا اسے تیغ بے دریغ سے قتل کر کے زمین اس کے خون سے رنگین کی جیسا کہ عرصہ قلیل میں اس گروہ سے کشمیر میں ایک نشان نہ رہا یا تو مسلمان ہوگئے یا ولایت سے نکل گئے ناگاہ سیہ بت تپ دق میں گرفتار ہو کر فوت ہوا۔ سلطان علی شاہ نے اس کے بعد اپنے بھائی شاہی خان کو جو صائب تدبیر اور شجاعت میں بے نظیر تھا امور مملکت کا مرجع کیا اور وہ جمیع مہمات شاہی کو انجام دے کر اپنے بھائی کو آسودہ رکھتا تھا اور جب علی شاہ کو جہان کی سیر کا شوق دامن گیر ہوا اور کشمیر سے سفر کرنے کا ارادہ کیا اس وقت شاہی خان کو اپنا جانشین کر کے اپنے بھائی محمد خان کو اس کی

marfat.com

Marfat.com

اطاعت اور فرمانبرداری کی نصیحت فرمائی اور رخصت کے واسطے راجہ جموں کے پاس جو علی شاہ کا خسر تھا گیا اور راجہ جموں اور راجہ راجوری نے اسے شاہی خان کے ولی عہد کرنے اور ترک شاہی کے سبب سرزنش کر کے پشیمان کیا اور جو جانتے تھے کہ بے مدد اور اعانت سلطنت مسترد نہ ہوگی راجہ جموں اور راجہ جوری مع لشکر کثیر سلطان علی شاہ کے ممد اور معاون ہو کر کشمیر کی طرف روانہ ہوئے اور اس خطہ کو شاہی خان کے تصرف سے بار آوردہ کر کے دوبارہ علی شاہ کے قبضہ میں لائے۔ شاہی خان کشمیر سے برآمد ہو کر سیالکوٹ کی سمت گیا اور انہیں دنوں میں جسرت شیخا کھکر نے سمرقند میں صاحبقران کی قید سے بھاگ کر پنجاب میں تسلط تمام پیدا کیا تھا۔ شاہی خان اس کے پاس التجا اور پناہ لایا اور سلطان علی شاہ نے مع لشکر بیکران کشمیر سے برآمد ہو کر جسرت اور شاہی خان کا تعاقب کیا اور انہوں نے اس کی تاخت اور تفرقہ اور خستگی سے واقف ہو کر اسی دن پہاڑوں کے درمیان میں صفوف جنگ آراستہ کیں اور علی شاہ کو شکست دی اور ایک روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ علی شاہ زندہ جسرت کے ہاتھ لگا اور ایک روایت یہ ہے کہ وہ شکست کھا کر بھاگا اور شاہی خان نے اس کا تعاقب کر کے ولایت سے باہر کیا اور خود تخت گاہ سلطنت میں جا کر زمام سلطنت قبضہ میں لیا اور شہر کشمیر کی خلقت کہ خواہاں اس کی تھی محظوظ اور خوش حال ہوئی اور شادیانہ کے نقارے بجانے لگی علی شاہ کی مدت سلطنت چھ سال اور نو ماہ تھی اور یہ واقعہ ۸۲۶ھ آٹھ سو چھبیس ہجری میں واقع ہوا تھا۔

سلطان زین العابدین

جب شاہی خان کشمیر میں بجائے برادر تخت نشین ہوا اپنا خطاب سلطان زین العابدین رکھ کر افواج کثیر جسرت کے ہمراہ کی تو اس کی مدد کے واسطے جا کر ولایت دہلی اور پنجاب کو تسخیر کرے۔ اگرچہ جسرت شاہ دہلی سے برابری نہ کر سکتا تھا لیکن سلطان کے لشکر کی قوت اور اعانت سے تمام پنجاب وغیرہ پر متصرف ہوا اور سلطان نے قصد جہانگیری کا کر کے لشکر تبت پر بھیجا اور اس ولایت کو بزور شمشیر لیا اور اکثر ولایت کو جو آب کشنہ کے کنارے تھی خراب اور ویران کر کے اس کے باشندوں کو قتل کیا اور اپنے بھائی محمد خان کو صاحب مشورہ کر کے مہمات جزوی و کلی ساتھ اس کے رجوع کیں اور خود قضایا تشخیص اور فیصل کرتا تھا اور جمی فریق کے آدمیوں سے صحبت رکھتا تھا اور جو کہ علوم و فنون تحصیل کر چکا تھا۔ ہمیشہ اس کی مجلس کہ مراد دربار سے ہے۔ داناؤں ہندو اور مسلمان سے معمور رہتی تھی اور علوم موسیقی میں بھی خوب طاق تھا اور اکثر اوقات اس کی ہمت ولایت کی آبادی اور زراعت کی تکثیر اور نہروں کے اجراء میں مصروف رہتی تھی اور حکم عام نافذ کیا تھا کہ تمام ولایت میں جس شخص کا مال چوری ہو جائے زمیندار اس موضع کے تاوان دیں۔ چنانچہ اس تقریب کے سبب اس کی تمام قلمرو میں چوری موقوف ہوئی اور وہ بدر سمیں جو سیہ بت سے باقی رہی تھی یک قلم دفع کیں اور نرخ نویسی اس کے زمانہ میں جاری ہوئی تھی۔ سلاطین سابق کے عہد میں نہ تھی دور کیا اور دستور العمل یعنی قواعد اور ضوابط مجریہ اپنے تختہائے مسی پر کندہ کر کے ہر ایک شہر اور موضع میں آویزاں کیے تھے یہاں تک کہ رسوم ظلم ولایت کشمیر سے دفع کی اور منقول ہے کہ اس نے تانبے کے پتروں پر لکھا تھا کہ جو شخص آئے اور ساتھ اس دستور کے کام نہ کرے خدا کی لعنت میں گرفتار ہو اور سلطان نے طبابت کے واسطے مری بھٹ کو جو طبیب حاذق تھا تربیت کی اور اس کے التماس کے موافق برہمنوں کو کہ سلطان سکندر کے زمانہ میں سیہ بت کے خوف سے نکل گئے تھے۔ ولایت دور دست سے طلب کر کے جاگیران کے واسطے مقرر کی اور ہنود کے معابد مقرری میں وقت تعین کر کے جزیہ کا مانع ہوا۔ اور گاؤ کشی بھی موقوف کی اور برہمنوں اور تمام ہندوؤں کو طلب کر کے ان سے عہد لیا کہ دروغ نہ کہیں جو کچھ کتب ہندی میں تحریر ہے اس سے خلاف نہ کریں اور ارباب کفر کی تمام عادتیں اور رسمیں جو شاہ سکندر کے عہد میں برطرف اور معدوم ہوئی تھیں مثل قشقہ کھینچنا اور جلانا عورت کا ہمراہ شوہر کے سلطان زین العابدین نے سب کو از سر نو زندہ کیا۔ نذر اور بھینٹ اور جرمانہ وغیرہ جو عامل اور

marfat.com

Marfat.com

تحصیلدار رعایا سے لیتے تھے موقوف کی اور حکم عام کیا کہ سوداگر جو متاع کہ ولایتوں سے لاتے ہیں اپنے مکان میں پوشیدہ نہ کریں ساتھ اس قیمت کے کہ خرید کی ہے نفع قلیل پر بیچتے رہیں اور بیع اور شرامیں غبن فاحش روا نہ رکھیں اور سلطان نے تمام قیدیوں کو کہ سلاطین سابق کے عہد میں مقید ہوئے تھے سب کو یک قلم آزاد کیا اور اس کے ضوابط سے ایک یہ ہے کہ جس ولایت کو فتح کرتا تھا' خزانہ اس کا فوج پر تقسیم فرماتا تھا اور اپنے پایہ تخت کے دستور کے مطابق خراج اس ملک کی رعایا پر مقرر کرتا تھا اور سرکشوں اور متکبروں کو گوشمالی دیتا تھا اور مرتبہ اعلیٰ سے ادنیٰ درجہ پر پہنچاتا تھا۔

فقیروں اور ضعیفوں کو نوازش کر کے درجہ اوسط میں نگاہ رکھتا تھا تاکہ نہ تو زیادہ توانگری سے بغاوت کریں اور نہ افلاس سے گدائے مطلق ہوں اور پارسائی اس کی اس درجہ تھی کہ عورت بیگانہ کو اپنی ماں اور بہن کی جگہ تصور کرتا تھا اور کسی صورت روا نہ رکھتا تھا کہ میری نظر نامحرم کے منہ یا مال غیر پر بنظر خیانت و طمع پڑے اور اس مہربانی کے سبب کہ رعایا پر رکھتا تھا۔ گز اور جریب جو ہمیشہ سے تھی اسے زیادہ کیا اور شاہ کی وجہ خرچ خاصہ اس زر کے حاصل سے تھی جو تانبے کی کان سے پیدا ہوتا تھا اور مزدور اس میں ہمیشہ کام کرتے تھے۔ یعنی تانبا نکالتے تھے اور جو شاہ سکندر کے عہد میں چاندی اور سونے وغیرہ کے بتوں کو توڑ کر دارالضرب میں مسکوک کیا تھا۔ وہ سونا کچھ کھوٹا تھا سلطان نے حکم فرمایا کہ مس خالص کو جو اس کان سے حاصل ہوا ہے ٹکسال میں بھیج کر مسکوک کریں اور رائج کریں اور سلطان جس شخص پر غضبناک ہوتا تھا لازم نہ تھا کہ اسے سزا پہنچائے۔ یعنی اس کے حق میں جو کچھ بدی کہہ دیتا وہی واقع ہو جاتی اور وہ جس کسی سے ناخوش رہتا تھا اسے اپنی ولایت کی حدود سے نکال دیتا تھا اور وہ نہ جانتا تھا کہ بادشاہ مجھ پر غضبناک ہے بلکہ راضی جاتا تھا اور اس ضمن میں کام ہو جاتا تھا اور لوگ اس کے عہد میں ساتھ جس ملت کے چاہتے تھے رہتے تھے اور کوئی ازروئے تعصب یعنی دین کی حمایت سے دوسرے کا متعرض نہ ہوتا تھا اور برہمن اور ہندو جو سلطان سکندر کے عہد میں مسلمان ہوئے تھے اس کے عہد میں مرتد ہو گئے تھے اور کوئی عالم اسلام ان پر ارتداد کے سبب پکڑ دھکڑ کی قدرت نہ رکھتا تھا اور سلطان نے کوہ باراں کے قریب ایک نہر لا کر نیا شہر بنا دیا تھا کہ آبادی اس کی بیچ کوس تھی اور علاوہ اس کے اور بھی شہر آباد کیے تھے اور کالپور وغیرہ میں پانی دور سے لا کر نہریں تیار کی تھیں اور پل باندھے تھے اور زراعت کی تکثیر کی تاکید فرماتا تھا اور ان مواضع میں کہ اس نے اپنی ذات خاص سے آبادی کی تھی علماء اور فضلاء اور غربا کو آباد کیا تھا تاکہ مسافروں کو طعام دیتے رہیں اور جو کچھ محتاجوں کو نقد جنس درکار ہو اس موضع کی جنس سے صرف کرتے رہیں اور مملکت کشمیر میں کوئی زمین بے آب و زراعت باقی نہ رہی مگر وہ مقام کہ جس کی خبر شاہ کو نہ پہنچی بے آب رہا اور سلطان نے ارادہ کیا کہ حوض ویرناک میں جو مثل دریا کے مشاہدہ ہوتا ہے اور احکام اس ناحیہ نے اس کا منفذ بند کیا ہے اس کے درمیان ایک عمارت عالی شان بنا کر پھر اس زمانہ کے داناؤں کو بلا کر مشورہ کیا۔ چنانچہ بعد تامل اور تفکر کے سب کی رائے نے اس پر اتفاق کیا کہ چند کوٹھیاں چوکور چوبی بنا کر انہیں پتھر سے پر کر کے پانی میں غرق کریں اور جب وہ پتھر پانی سے بلند ہو اس پر عمارت بنا دیں جب ایسا کیا وہ کوٹھیاں سنگین پانی سے چند گز بلند ہوئیں۔ سلطان نے اس مقام میں عمارت عالی یعنی مساجد اور منازل اور باغ تعمیر فرمائے اور اس کا نام زین لنکا رکھا اور فی الواقع وہ عمارت اس خوبی کے ساتھ تیار ہوئی کہ شاید تمام عالم میں کہیں اس کا نظیر ہو اور شاہ نے چند موضع اس مقام کی مصارف کے واسطے وقف کیے اور سلطان اس دنیائے فانی سے ایسا وارستہ اور آزاد تھا کہ باوجود اس حشمت و شوکت کے ہرگز اسباب سلطنت سے تعلق نہ رکھتا تھا اور خزانوں کی فراہمی کا اسے مطلق خیال و شوق نہ تھا اور سلطان زین العابدین کے عہد میں ملا محمد نام ایک شاعر دانشمند پیدا ہوا کہ ایک لحظہ میں مجلس میں بیٹھ کر جس بحر اور قافیہ میں کہ چاہتا تھا فی البدیہہ اشعار پر مضمون صدہا کہتا تھا اور جس مسئلہ مشکل کو پوچھتے تھے اسی وقت جواب دیتا تھا اور سلطان اس کی تعظیم اور جمیع علما کی تعظیم میں تقصیر نہ کرتا تھا اور کہتا تھا کہ یہ بزرگوار ہمارے مرشد اور قبلہ ہیں اور انہوں نے ہمیں ضلالت سے نکال کر ساتھ ہدایت کے پہنچایا ہے اور اسی طرح سے جوگیوں کا بھی احترام کرتا تھا اور

marfat.com
Marfat.com

کہتا تھا کہ یہ مرتاض اور غریب ہیں اور کسی فرقہ کے عیب کو مشاہدہ نہ کرتا تھا۔ اس کے ہنر کا جویا تھا اور فراست اور عقل کا ایسا تیز تھا کہ ہر قسم کے قضیہ اور مشکل کو جو عاقلوں سے حل نہ ہوتی تھی سلطان اس کا دم بھر میں فیصلہ واجبی کرتا تھا چنانچہ ایسے مقدموں سے ایک مقدمہ یہ ہے کہ اس کے عہد میں ایک عورت اپنی سوت سے عداوت قلبی رکھتی تھی اور اسے کسی حیلہ سے دفع نہ کر سکتی تھی۔ ایک رات کو اس بے وقوف نے اپنے چھوٹی بیٹے کو ہلاک کیا اور صبح کو اس کے خون کی تہمت اس پر کر کے بادشاہ کے پاس داد خواہ ہوئی۔

بادشاہ نے اس مقدمہ کو منصفوں کے سپرد کیا اور جب وہ اس معاملہ کی تشخیص سے عاجز ہوئے سلطان نے اول اس عورت کو جو متہم تھی خلوت میں طلب کر کے اس سے پوچھا کہ اگر فی الواقع تو نے اس لڑکے کو ہلاک کیا ہے مجھ سے سچ کہہ دے تو میں تجھے معاف کر دوں گا اور جو دروغ کہے گی تیرے قتل کا حکم جاری کروں گا۔ اس نے جواب دیا کہ آپ جو چاہیں فرمائیں خدا شاہد ہے میں اس لڑکے کے قتل ہونے سے ہرگز واقفیت نہیں رکھتی۔ سلطان نے جواب دیا اگر یہ فعل تجھ سے صادر نہیں ہوا ہے ایک کام کر کہ تو اس دربار میں مادر زاد برہنہ ہو کر حضار کے حضور اپنے مکان میں جا تو جانیں کہ اس خون کی تہمت سے پاک ہے۔ وہ اپنا سر گریبان فکر میں لے گئی اور بعد تامل کے یہ جواب دیا کہ اگر مجھے ہلاک کیجئے ہزار مرتبہ بہتر اس زندگانی سے ہے کہ یہ امر کمال بے شرمی اور بے حیائی کا مجھ سے مشاہدہ کیا جائے مجھے تہمت خون کی کیا کم ہے جو اس امر زشت پر قیام کروں۔ یہ جواب سن کر سلطان نے مدعیہ کو جس نے خون کی تہمت لگائی تھی اسے تنہا طلب کر کے پوچھا کہ سچ کہہ اس لڑکے کو کس نے قتل کیا ہے۔ عورت نے کہا کہ اگر یہ میری سوت اس لڑکے کی قاتل نہ ہو مجھے بجائے اس کے مقتول کیجئے۔ سلطان نے کہا اگر تو اس دعوٰی میں سچی ہے اہل مجلس کے روبرو برہنہ ہو وہ بے حیا فوراً اس امر پر راضی ہوئی اور بے حیائی سے ازار بند کھول کر برہنہ پر تھی کہ سلطان اس امر سے قانع ہوا اور فرمایا کہ یہ کام اسی بے حیاء کا ہے اپنی سوت کے نکالنے کے واسطے اس نے اپنے لخت دل کو قتل کیا اور تہمت اس پر رکھی۔ فرمایا چند تازیانہ مارو جب مار پڑنے لگی وہ اپنے فعل زشت کی مقر ہوئی اور سلطان کو یقین ہوا کہ اس طفل بیچارہ کی یہی قاتل ہے۔ اس کے قتل کا حکم صادر فرمایا اور سلطان کے جملہ عادات سے ایک عادت یہ تھی کہ چور کے قتل کا حکم نافذ نہ فرماتا تھا بلکہ جس مقام پر چور گرفتار ہوتا تھا حکم تھا کہ زنجیر اس کے پاؤں میں ڈال کر قید کرو اور اس سے ہر روز مشقت لو یعنی عمارت کی تعمیر کے واسطے پتھر اور مٹی اٹھواؤ اور مراحم قلبی سے آدمیوں کو شکار کی ممانعت کی تھی کہ جانور مارے نہ جائیں اور ماہ رمضان میں سلطان گوشت نہ کھاتا تھا۔ غرضیکہ جب آوازہ اس کے جود و احسان کا عالم میں منتشر ہوا مغنی اور سازندہ کہ علم موسیقی میں اپنے وقت کے نائیک تھے اطراف و جوانب سے اس قدر کشمیر میں آئے کہ کشمیر ان کی کثرت سے رشک فرنگ ہوا اور ملا عودی شاگرد عبدالقادر کا جو صاحب تصانیف مشہور ہے خراسان سے سلطان کے پاس آیا اور عود (نام ساز) ایسا بجایا کہ سلطان کو پسند آیا اور محظوظ ہو کر اس کے حال پر نوازش فرمائی اور انعام سے مالا مال کیا اور ملا جمیل متخلص نجاتنظی جو شعر گوئی اور خوش خوانی میں اپنا ثانی نہ رکھتا تھا مجلس سلطان میں حاضر ہو کر اس خوش الحانی سے غزلیں اور معرفتیں گاتا تھا کہ سلطان کو حالت وجد میں کبھی رقت تمام حاصل ہوتی تھی اور گاہے نہایت خوش ہوتا تھا۔ اس سبب سے ہر سال ملا جمیل کو اس قدر زر خطیر دیتا تھا کہ اس کی شرح کا مقدور نہیں ہے اور ملا جمیل کے نقش اور آثار سلطان کے ذکر جمیل کے مانند اس زمانہ تک کشمیر میں مشہور رہیں اور سلطان کے عہد میں حبیب نام ایک آتشباز پیدا ہوا کہ چشم زمانہ نے عینک مہر و ماہ سے اس سے پیشتر مشاہدہ نہ کیا تھا۔ اس نے فن آتشبازی میں ایسی ایجاد اور اختراعات کی تھی کہ لوگ حیران رہتے تھے اور کشمیر میں تفنگ اس نے پیدا کی اور بادشاہ کے سامنے دوائیں تیار کیں اور دیگر ہنر دکھلائے اور آدمیوں کو تعلیم دی اور وہ آتش بازی کے سوا جمیع علوم میں فائق تھا اور سلطان کی مجلس اہل نغمہ و ارباب طرب سے کہ حسن صورت اور قوالی اور خوش آوازی میں یکتائے روزگار تھے اور حرکات و سکنات میں جہان میں اپنا نظیر نہ رکھتے تھے۔ رشک بہشت تھی اور ناچنے والے اور نٹ اس کے زمانہ میں پیدا ہوئے اور بعضے گویے ان میں ایسی دستگاہ رکھتے تھے کہ ایک نقش کو بارہ مقام یعنی بارہ پردہ میں ادا کرتے تھے

marfat.com

Marfat.com

اور سلطان نے اہل طرب کے اکثر سازوں کو یعنی عود اور رباب اور طنبور وغیرہ کو طلائے خالص کے تختوں سے مڑھ کر جواہر سے مرصع کیا تھا اور سوم نام ایک کشمیری جو زبان کشمیری میں شعر کہتا تھا اور علوم ہندی میں فرد تھا اس نے زین حرب نام کتاب حالات سلطان کے بیان میں مشروحاً تصنیف کی اور مسی بودی بٹ جو شاہنامہ فردوسی طوسی کا آغاز سے انجام تک یاد رکھتا تھا اس نے زین نام ایک کتاب علم موسیقی میں شاہ کے نام سے تالیف کر کے بادشاہ کے حضور پڑھی اور اس کے صلہ میں نوازشہائے خسروانہ سے سرفراز ہوا اور شاہ جمیع لغات فارسی اور ہندی اور تبتی وغیرہ میں نہایت درجہ مہارت رکھتا تھا اور ہر ایک بولی میں کلام کرتا تھا۔

یہاں تک کہ اکثر کتب عربی اور فارسی کو ہندی میں ترجمہ کیا تھا اور کتاب راج ترنگنی کہ مراد شاہان کشمیر کی تاریخ سے ہے اس کے عہد میں تصنیف ہوئی اور محمد اکبر بادشاہ کے زمانہ میں مہابھارت کا ترجمہ جو بد عبارت تھا دوبارہ عبارت فصیح میں ہوا اور تاریخ کشمیر کو بھی فارسی میں ترجمہ کیا اور جو بادشاہ کہ شاہ زین العابدین کے ہمعصر تھے اس کی خوبیوں کا شہرہ سن کر اپنا اشتیاق ملاقات اظہار کرتے تھے۔ خصوصاً خاقان سعید ابوسعید شاہ نے خراسان سے گھوڑے تازی شائستہ اور خچر راہوار اور اونٹ قوی ہیکل اس کے واسطے ہدیہ بھیجے۔ بادشاہ اس امر سے نہایت محظوظ ہوا اور اس کے مقابلہ میں گونین زعفران کی اور کاغذ کشمیری عمدہ اور مشک اور عطر اور گلاب اور سرکہ اور دو شالے خوب اور بلور کے ظروف اور کشمیر کے اور بھی اشیائے نفیسہ اور نادر خاقان سعید کی خدمت میں ارسال فرمائے اور راجہ تبت سرور نے کہ ایک حوض مشہور ہے اور اس کا پانی کبھی تغیر اور تبدل نہیں قبول کرتا ہے۔ وہاں کے دو جانور کمیاب کہ راج ہنس نام رکھتے تھے اور نہایت خوبصورت اور عمدہ تھے۔ سلطان زین العابدین کے واسطے بھیجے سلطان انہیں دیکھ کر نہایت خوش ہوا اور خاصیت ان جانوروں کی یہ تھی کہ دودھ کو پانی میں مخلوط کر کے جب ان کے روبرو رکھو وہ اپنی منقاد یعنی چونچ سے شیر کے اجزاء پانی کے اجزاء سے جدا کر کے نوش کرتے تھے۔ آب خالص باقی رہتا تھا شاہ نے یہ امر مشاہدہ کر کے یقین جانا کہ جو کچھ ان کی خاصیت سنتے تھے سچ ہے اور شاہ نے آغاز شاہی سے جیسا کہ مذکور ہوا اپنے بھائی محمد خان کو وکیل مطلق اور ولی عہد مستقل کیا تھا۔ جب محمد خان نے وفات پائی اس کے فرزند حیدر کو جانشین پدر کیا اور مہمات ملکی کا اسے اختیار دیا اور مسعود اور شیرو اپنے دوکو کہ کو کہ دونوں برادر حقیقی اور سلطان کے کوکا تھے۔ ان کا بہت اعتبار کرتا تھا اور انہوں نے آپس میں خصومت کی اور شیرو نے اپنے بڑے بھائی مسعود کو ہلاک کیا اور شاہ نے اس کے قصاص میں شیرو کو بھی زندہ نہ چھوڑا اور سلطان کے تین فرزند تھے۔ آدم خان کہ سب سے بڑا تھا لیکن بادشاہ کی نظر میں ہمیشہ ذلیل اور خوار رہتا تھا اور حاجی خان منجھلے بیٹے کو نہایت دوست رکھتا تھا اور بہرام خان چھوٹے فرزند کو جاگیر بہت دی تھی اور ایک شخص ملا دریا نام کو پاچی گری (پیشہ) کے ساحل سے نکال کر دریا خان خطاب دے کر سرفراز کیا اور جمیع کاروبار مملکت اس کے سپرد کر کے بخاطر جمع عیش میں مشغول ہوا اور جس روز کہ شیرو کو کانے اس عالم سے کوچ کیا سلطان نے کروڑ کشمیری اشرفیاں کہ چار سو ششتریار طلا ہوتا ہے اس کی روح کی ترویج کے واسطے اطفال کو خیرات کیا اور یہ بھی روایت ہے کہ اس عرصہ میں شاہ زین العابدین کو ایسی بیماری سخت عارض ہوئی کہ زندگی سے مایوس تھا۔ قضارا انہیں دنوں میں ایک جوگی کشمیر میں وارد ہوا اور جب اس نے سنا کہ سلطان مرض صعب میں مبتلا ہے امرائے سلطنت کے پاس آکر یہ تقریر کی کہ تم لوگ اس کی صحت سے مایوس ہو اور میں ایک علم ایسا جانتا ہوں کہ بادشاہ کی بیماری اپنی طرف کھینچ لوں اور سلطان شفائے کامل پائے وہ یہ امر غنیمت بلکہ غریب جان کر اسے سلطان کے پاس لے گئے۔ جوگی نے دیکھ کر یہ بات کہی کہ بادشاہ کا مرض نہایت سخت ہے۔ مجھے مع ایک شاگرد یہاں چھوڑ کر تم چلے جاؤ تو میں علم کے زور سے بادشاہ کی بیماری اپنی طرف کھینچوں انہوں نے اسے مع شاگرد بادشاہ کے پاس چھوڑا اور جوگی ساتھ اس صنعت کے کہ رکھتا تھا اپنی روح سلطان کے قالب میں در لایا اور سلطان کی روح اپنے بدن میں منتقل کی اور شاگرد سے یہ بات کہی کہ میرے قلب کو آسن پر یعنی جوگنوں کے مقام میں لے جا کر اس کی محافظت میں مصروف رہ کہ کتا یا بلی یا اور کوئی جانور درندہ مجھے صدمہ نہ پہنچائے تو میں روح سلطان کی صحیح اور تندرست کر کے اپنی حالت اصلی پر

marfat.com

Marfat.com

آؤں غرضیکہ شاگرد اس جوگی کے بدن کو کہ ضعف اور ناتوانی کی شدت اور غلبہ سے بے حس و حرکت تھا۔ حجرے سے نکال لایا اور وزراء سے کہا کہ میرے استاد نے سلطان کی بیماری اپنے اوپر لی اور میں اس کا بدن معالجہ کے واسطے لیے جاتا ہوں اور تم سب صاحب اپنے مالک کو دیکھو ارکان دولت جب حجرہ میں آئے سلطان کو صحیح اور تندرست پایا۔ سب حیران ہوئے اور اس کے شکریہ میں چند روز جشن کیا اور صدقے اور نذریں آدمیوں کو دیں اور بعد اس قضیہ کے سلطان تامدت مدید زندہ رہا لیکن ارباب دانش نقل روح کے قائل نہیں اور کہتے ہیں کہ نقل روح ایک بدن سے دوسرے بدن میں ہرگز نہیں ہو سکتی اور مولف اس کتاب یعنی محمد قاسم فرشتہ کا یہ قول ہے کہ جو جوگی ریاضت کش اور صاحب کشف و کرامات اور مستجاب الدعوات ہوتے ہیں جس شخص پر کہ نظرالتفات مبذول رکھتے ہیں اس کے مرض کو بطریق نقل مرض اپنی طرف کھینچ لیتے ہیں یعنی نقل مرض اپنے بدن پر کرتے ہیں نہ نقل روح یا ان کی دعا کی تاثیر سے وہ مرض یا وہ شے جو ان کے مطلوب اور محبوب کو عارض ہوتی ہے نقل کرتی ہے اور وہ مریض اس بلا سے نجات پاتا ہے جیسا کہ رشحات میں جو ملا علی بن ملا حسین کاشفی کی تالیف ہے اور اس میں مشائخ نقشبندیہ کے حالات تحریر ہیں لکھا ہے کہ ایک پیر بزرگوار خاندان حضرت خواجہ محمد حسن پارسا قدس اللہ سرہ العزیز سے بہ نیت سفر حجاز پر سوار ہو کر سبزوار میں پہنچے اور چند روز وہاں قیام کیا اور طالبان صادق اور مستعدان واثق اس بلدہ کے آنحضرت کو غنیمت جان کر ان کی صحبت میں حاضر ہوتے تھے۔ از انجملہ ایک اس شہر کے بزرگوں میں سے کہ سادات عظام سے تھے۔

انہوں نے آنحضرت سے نہایت درجہ محبت اور اتحاد بہم پہنچایا اور جب وہ بزرگوار چند روز آنحضرت کی صحبت میں نہ پہنچے ان کے ایک آشنا سے پوچھا کہ کیا سبب ہے چند روز سے وہ سید میرے پاس تشریف نہیں لاتے۔ اس نے جواب دیا کہ دانتوں کی درد کی شدت سے ان کا منہ ورم کر آیا ہے اور تپ محرق میں گرفتار اور درد کی شدت سے نالاں اور بے قرار ہیں۔ شیخ نے فرمایا کہ وہ جوان قابل ہے میں اس کی عیادت کو جاؤں گا۔ جب ہمراہ جوان کے اس کے بالین پر تشریف لے گئے دیکھا کہ وہ سید درد دندان کے سبب تپ محرق میں بستر علالت پر پڑا ہوا لوٹتا ہے۔ شیخ بعد مزاج پرسی کے ایک لحظہ سکوت کر کے اس کے مرض کی طرف متوجہ ہوئے اور ایک ساعت کے بعد سر اٹھایا۔ اس عرصہ میں درد اس سید زادہ کے دانتوں کا بالکل دفع ہوا صحت پائی اور ورم اس کے منہ کا شیخ کے چہرہ مبارک پر منتقل ہوا۔ جب سید نے اس سے نجات پائی شیخ منزل مقصود کی طرف راہی ہوئے اور وہ سید زادہ اپنے مکان کے دروازہ تک مشایعت کر کے اپنی صحت سے خوش وقت ہوا اور شیخ پندرہ روز اس مرض میں مبتلا رہے آخر کو برطرف ہوا اور یہ سلب مرض کا عمل خانوادہ نقشبندیہ کا ہے۔ رضوان اللہ علیہم اجمعین اور قیاساً معلوم ہوتا ہے کہ جوگی اور سلطان زین العابدین کا بھی معاملہ ایسا ہی ہوگا واللہ اعلم بحقیقتہ الحال اور ان دنوں میں شہزادوں نے آپس میں نزاع کی اور آدم خان یعنی سلطان کا بڑا بیٹا اپنے باپ کے حکم کے بموجب کشمیر سے برآمد ہو اور جمعیت سوار اور پیادے اور گولہ انداز اور تیراندازوں کی بہم پہنچا کر ولایت تبت کو سہل ترین وجہ سے فتح کیا اور غنیمت بہت سلطان کے پاس لایا۔ سلطان محظوظ ہوا اور اس پر نظر نوازش بہت مبذول فرمائی اور حاجی خان کو لوہر کوٹ کی طرف نامزد کیا اور آدم خان کو حاجی خان کی ناموافقت کے سبب اپنے پاس نگاہ رکھا اور بعضے مفسدان واقعہ طلب نے حاجی خان کو اغوا کر کے لوہر کوٹ سے سلطان کے بدون حکم کشمیر کی سمت روانہ کیا۔ سلطان نے پہلے پیغام بھیج کر اسے نصیحت کی اور کشمیر کے آنے سے مانع ہوا۔ جب اس نے شاہ کا ارشاد گوش ارادت سے نہ سنا اور اپنے ارادہ سے باز نہ آیا۔ آخر کو سلطان خود مع لشکر عظیم کشمیر سے برآمد ہوا اور پل پل کے میدان میں بہ عزم جنگ فروکش ہوا اس وقت حاجی خان نے اپنے فعل زشت سے نادم ہو کر چاہا کہ شاہ کی ملازمت میں حاضر ہوں لیکن اس کے سپاہیوں نے نہ مانا۔ آخر وہ صف جنگ درست کر کے میدان میں آیا اور آتش جنگ مشتعل ہوئی اور سردار نامی طرفین کے کام آئے اور آدم خان نے اس معرکہ میں داد مردی اور مردانگی کی دی اپنی شجاعت سے اصلاً نہ پھرا اور صبح سے شام تک تنور جنگ گرم

marfat.com

Marfat.com

رہا۔ آخر کو حاجی خان تاب مقاومت نہ لایا اور افواج اس کی مغلوب ہوئی اور ہیرہ پور کی سمت بھاگی۔ آدم خان نے پیچھا کر کے اکثر مفروروں کو علف تیغ خون آشام کیا اور چاہا کہ جب تک حاجی خان گرفتار نہ ہو کسی مقام میں قیام نہ کروں۔ سلطان نے اسے تعاقب سے باز رکھا۔ حاجی خان بقیۃ السیف کو ہمراہ لے کر ہیرہ پور سے ․بنیر میں گیا اور زخمیوں کے معالجہ میں مشغول ہوا۔ سلطان بعد فتح کشمیر میں آیا اور مخالفوں کے سروں سے ایک مینار بلند بنایا اور حاجی خان کے لشکر کے اسیروں کے لیے حکم قتل نافذ فرمایا اور ولایت کامراج کی سپاہ آدم خان کے ہمراہ نامزد فرمائی اور آدم خان اس جماعت کی کہ حاجی خان کے باعث اغوا ہوئی تھی' جستجو کرتا تھا اور ان کے اہل و عیال پر بہت ایذا اور صعوبت پہنچا کر زر خطیر وصول کرتا تھا۔ بسبب اس تقریب کے اکثر سپاہی حاجی خان سے جدا ہو کر آدم خان کے شریک ہوئے اور سلطان نے بعد اس واقعہ کے آدم خان کو ولی عہد کیا اور آدم خان نے چھ برس حکومت باستقلال تمام کی اور ملک آباد تھا۔ اس کے بعد ولایت کشمیر میں ایسا قحط پڑا کہ آدمی بھوک کی شدت میں نان کے عوض میں جان دیتے تھے اور سونے اور چاندی کو چھوڑ کر غلہ اور ازوقہ کی چوری کو غنیمت جانتے تھے۔ فقراء اور غربا میوہ خام کھانے سے ہر طرف مرتے تھے اور بعضے بھوکے بھوسی پر قناعت کرتے تھے وہ بھی میسر نہ ہوتی تھی۔ اس واقعہ سے سلطان ہمیشہ محزون اور غمگین رہتا تھا اور ذخیرہ کا غلہ رعایا پر تقسیم فرماتا تھا۔ جب قحط کی بلا بالکل دفع ہوئی سلطان نے بعضے محال میں چوتھا حصہ اور بعضے مقاموں میں ساتواں حصہ خراج کا لکھ دیا اور آدم خان نے ولایت کمراج پر جب قدرت پائی قسم قسم کے ظلم و جور اس حدود میں برپا کیے اور جس شخص کے پاس جو شے دیکھتا تھا چھین لیتا تھا اور بہت لوگ اس کے ہاتھ سے عاجز ہو کر سلطان کے پاس داد خواہ ہوئے اور جو حکم کہ سلطان اس پر نافذ فرماتا تھا وہ ہرگز قبول نہ کرتا تھا بلکہ قطب الدین پور میں اقامت کی بنیاد ڈال کر سلطان کے مقابلہ کے واسطے لشکر بے شمار فراہم کیا اور سلطان نے اس سے متوہم ہو کر کسی حیلہ اور بہانہ سے تسلی دے کر پھر اس کو کمراج کی طرف بھیجا اور شر کے دفع ہونے کے واسطے بہ حساب ضرورت حاجی خان کے نام باستمالت تمام فرمان بھیج کر بسرعت طلب کیا۔ اتفاقاً انہیں دنوں میں آدم خان کامراج سے برآمد ہوا اور حاجی خان سے لڑ کر اسے شکست دے کر سوپور کو غارت کر کے خاک سیاہ کیا اور سلطان نے یہ خبر سن کر افواج قاہرہ آدم خان کے سر پر بھیجی اور طرفین نے ایسی جنگ عظیم کی کہ مافوق اس سے متصور نہیں ہے اور بہادر ان آدم خان مقتول اور مغلوب ہوئے اور اس کے فرار کے وقت پل سوپور کا جو دریائے بھٹ پر واقع تھا ٹوٹ گیا اور تین سو مرد اہل نبرد آدم خان کے غرق ہوئے اور سلطان اس وقت شہر سے برآمد ہو کر سوپور کی سمت روانہ ہوا اور رعایا کو دلاسا کر کے آب بھٹ کے اس طرف نزول اجلال فرمایا اور دریائے بھٹ کے اس پار آدم خان فروکش ہوا اور اس وقت حاجی خان سلطان کے حسب الحکم پنچھ کے راستہ سے کہ نام ایک موضع کا ہے ارمولہ کے قریب پہنچا اور سلطان نے اپنے چھوٹے بیٹے کو جس کا نام بہرام خان تھا حاجی خان کے استقبال کو بھیجا اور ان دونوں بھائیوں نے آپس میں خصوصیت اظہار کی اور آدم خان حاجی خان کے آنے سے رنجیدہ ہوا اور خوف و ہراس سے اس نے اس پر غلبہ کیا۔

شاہراہ کے راستہ سے بھاگا نیلاب میں جا کر پناہ لی اور سلطان نے حاجی خان کو ہمراہ لے کر شہر کی طرف مراجعت فرمائی اور نظر الطاف اس پر مبذول کر کے ولی عہد کیا اور وہ بھی شب و روز کمر خدمت پر باندھ کر اخلاص و ادب میں دقیقہ نامرعی نہ چھوڑتا تھا اور تقصیرات سابق کی تلافی بوجہ احسن کر کے ایسی شاہ کے دل میں جگہ کی کہ سلطان نے اور فرزندوں سے زیادہ تر اس پر رعایت فرمائی اور ایک پٹکا اور ایک شمشیر جو جواہر قیمتی سے مرصع اور مکلل تھے اسے مرحمت کیے اور اس کے آدمیوں کے واسطے مناصب اور جاگریں مقرر فرمائیں اور چند روز کے بعد سلطان حاجی خان سے بسبب مے نوشی مدام اور قبول نہ کرنے نصیحت کے آزردہ ہوا جب سلطان کو اسہال دموی یعنی خون کے دست شروع ہوئے اور مزاج اس کا حاجی خان سے متغیر ہوا مہمات شاہی معطل اور ملتوی رہے اور اعیان حضرت نے سلطان سے پوشیدہ آدم خان کو طلب کیا اور آدم خان نے آکر شاہ کو دیکھا لیکن آنا اور نہ آنا اس کا مساوی ہوا۔ سلطان ہرگز اس پر التفات نہ کرتا

marfat.com

Marfat.com

تھا لیکن آدم خان بھائیوں کے ساتھ عہد و پیمان درمیان میں لایا اور امراء سے بھی صلح اور موافقت کی چنانچہ خیر خواہوں نے سلطان سے عرض کیا کہ ملک خراب ہوتا ہے اپنے شاہزادوں میں سے جس کو لائق جانیں اسے سلطنت تفویض فرمائیں۔ سلطان نے قبول نہ کیا اور کام تقدیر الٰہی پر چھوڑا اور اتفاقاً بھائیوں کے درمیان رنجش بہم پہنچی۔ بہرام خان نے گفتگو وحشت آمیز اپنے دونوں بھائیوں میں ڈالی اور انہیں آپس میں دشمن کیا یہاں تک کہ انہوں نے اپنا عہد توڑ ڈالا اور آدم خان سلطان سے رخصت لے کر بھائیوں سے جدا ہوا اور قطب الدین پور میں گیا اور جو ان دنوں میں سلطان پر ضعف پیری اور بیماری غالب ہوئی آب و طعام کی طرف ملتفت نہ ہوتا تھا۔ اس واسطے امرا اور وزرا فساد کے خوف سے شاہزادوں کو سلطان کی عیادت کو نہ جانے دیتے تھے اور کبھی کبھی خلائق کی تسلی کے واسطے شاہ کو ایک مقام پر بلند پر بہزار تکلیف لاکر آدمیوں کو دکھلاتے تھے اور نقارہ شادیانے کا بجاتے تھے اور ملک کو اس طور سے نگاہ رکھتے تھے۔ القصہ حاجی خان اور بہرام خان مسلح ہو کر آدم خان کے مدافعہ پر آمادہ ہوئے اور ہر روز اس کے مقابلہ کو جاتے تھے اور سلطان کی بیماری اس خبر سے روزبروز افزوں ہوتی تھی اور انہیں دنوں اس کے ہوش و حواس میں فرق آیا اور بے ہوشی طاری ہوئی جب ایک شبانہ روز سلطان بے ہوش رہا آدم خان ایک رات کو تنہا قطب الدین پور سے سلطان کو دیکھنے آیا اور لشکر اطراف شہر میں محافظت کے واسطے چھوڑا اور وہ رات سلطان کے دیوان خانہ میں بسر کی اور حسن خان کجی کہ ایک امرائے نامدار سے تھا۔ اس نے اسی رات امرا اور وزرا سے حاجی خان کی بیعت کروائی اور دوسرے دن آدم خان کو کسی حیلہ سے کشمیر سے نکال دیا اور حاجی خان کو بسرعت تمام طلب کیا۔ حاجی خان دیوان خانہ میں آیا اور سلطان کے تمام اصطبل خاص کے گھوڑوں پر متصرف ہوا اور لشکر بے شمار فراہم کر کے قلعہ کے باہر قیام پکڑا اور سلطان کے دیکھنے کی تمنا کی لیکن دشمنوں کے عذر کے اندیشے سے محل میں نہ جاسکا اور آدم خان حاجی خان کی خبر دیوان عام کے داخلہ اور اس کے غالب ہونے کی سن کر کشمیر سے برآمد ہوا اور بارہ مولہ کے راستے سے قصد ہندوستان کا کیا۔ اس سبب سے اس کے نوکر مایوس اور بے دل ہو کر اس سے جدا ہوئے اور زین لارک کہ حاجی خان کے ایک امرائے معتبر سے تھا اس نے ایک جماعت اپنے ہمراہ لے کر آدم خان کا پیچھا کیا اور آدم خان بھی اس کا مقابلہ کر کے خوب لڑا اور زین لارک کے بھائیوں اور عزیزوں کو قتل کر کے نکل گیا اور اس وقت حسن خان بیٹا حاجی خان کا جو پنجھ میں تھا اپنے باپ کی خدمت میں حاضر ہوا اور حاجی خان نے اس کے آنے سے قوت تمام پائی۔ کام اس کے بالا ہوا اور جمیعت اور استقلال نہایت درجہ حاصل ہوئی اور سلطنت زین العابدین انہتر برس کی عمر میں آخر ۸۷۷ھ آٹھ سو ستتر ہجری میں فوت ہوا۔ اس کی سلطنت کی مدت باون برس تھی۔

حاجی خان المخاطب شاہ حیدر

حاجی خان نے اپنے باپ کے انتقال کے تین روز بعد خطاب شاہ حیدر پایا۔ سکندر پور میں جو بوسہ کہلاتا ہے اپنے باپ دادا کے آئین کے موافق تخت سلطنت پر جلوہ گر ہوا اور اہل استحقاق کو زر خطیر نثار فرمایا اور اس کے بھائی بہرام خان اور اس کے فرزند حسن خان نے اپنے ہاتھ سے تاج سلطنت اس کے زیب سر کر کے خدمت میں قیام کیا۔

چو مرگ افگند افسرے از سرے
نہد آسمان برسر دیگرے

شاہ حیدر نے ولایت کراج حسن خان کو جاگیر دے کر امیر الامرا اور اپنا ولی عہد کیا اور ولایت ناکام بہرام خان کو جاگیر دے کر اسے خوش دل کیا اور اطراف کے راجاؤں کو جو تعزیت اور تہنیت کے واسطے حاضر ہوئے تھے خلعت اور گھوڑے دے کر رخصت کیا۔ لیکن اکثر امراء اس سے ناراض ہو کر جاگیروں پر گئے تھے اور جو بادشاہ ملک کے احوال سے بے خبر اور غافل تھا وزیروں سے قسم قسم کے ظلم و

marfat.com

Marfat.com

تعدی رعایا پر ہوتے تھے اور شاہ نے بھولے نام حجام کو اپنے قرب میں ایسی خصوصیت بخشی تھی کہ جو کچھ وہ کہتا تھا شاہ اس پر عمل کر کے سرمو تجاوز نہ کرتا تھا اور وہ حجام آدمیوں سے رشوت لیتا تھا اور جس شخص سے بدظن ہوتا تھا اس سے سلطان کا مزاج منحرف کرتا تھا اور حسن خان کچھی کہ جس نے زیادہ تر اس کی بیعت میں کوشش کی تھی بھولے حجام کے اغوا سے مارا گیا اور اس وقت میں آدم خان لشکر کثیر فراہم لا کر باانتزاع ملک ولایت جموں میں پہنچا تھا۔ جب اس نے حسن خان کچھی کی خبر قتل سنی فسخ عزیمت کی اور ملک دیوراجہ کی برفاقت ان مغلوں کے جنگ کے واسطے کہ اس نواح میں آئے تھے روانہ ہوا قضارا اس معرکہ میں ایک تیر آدم خان کے دہن میں ایسا لگا کہ اس زخم کے صدمہ سے جانبر نہ ہوا۔ شاہ حیدر اس کی خبر وفات سن کر غمگین ہوا اور نعش اس کی جنگ گاہ سے اٹھوا کر باپ کے مقبرہ کے نزدیک مدفون کی اور جو ان دنوں میں شاہ بسبب شرب مدام امراض صعب میں مبتلا ہو گیا تھا۔ امراء نے اس کی غیبت میں بہرام خان سے اتفاق کر کے چاہا کہ اسے تخت پر بٹھا دیں اور جب یہ خبر فتح خان اور آدم خان کو جس نے شاہ کے حسب الحکم ہند کی سرحد پر جا کر بھٹ قلعے فتح کیا تھا پہنچی وہ مع لشکر جرار بطریق یلغار کشمیر میں داخل ہوا اور غنائم بے شمار شاہ کی خدمت میں لایا۔ لیکن جو شاہ کی بلا اجازت آیا تھا اہل غرض نے باتیں موحش کہہ کر شاہ کا مزاج اس سے متغیر اور منحرف کیا اور اس کی جانفشانی اور کوئی خدمت شاہ کو مقبول اور منظور نہ ہوئی۔ الغرض ایک دن بادشاہ قصر کچ گروہ کے کمرہ پر برآمد ہو کر شرب شراب میں مشغول تھا۔ حالت مستی میں پاؤں نے اس کے لغزش کی اس قصر رفیع سے زمین پر گرا اور مر گیا۔ اس کی سلطنت کی مدت ایک سال اور دو ماہ تھی۔

شاہ حسن ولد شاہ حیدر

شاہ حسن اپنے باپ کے ایک شبانہ روز کے بعد احمد اسود کی سعی کے سبب تخت شاہی کشمیر پر متمکن ہوا اور دوسرے دن ان لوگوں کو جن سے متوہم تھا قید کیا اور سکندر پور سے نئے شہر میں جا کر استقامت کی اور خزانہ باپ اور دادا اور چچا کا آدمیوں پر نثار کیا اور احمد اسود کو ملک احمد کا خطاب دے کر مہمات سلطنت اس سے رجوع کیں اور اس کے بیٹے نوروز کو دروازہ کا حاجب کیا اور بہرام خان اپنے فرزند کو لے کر کشمیر سے برآمد ہو کر ہندوستان کی طرف عازم ہوا اس وجہ سے سپاہ اس سے جدا ہوئی اس کا احوال عنقریب مذکور ہو گا اور شاہ حسن نے شاہ زین العابدین کے قواعد اور ضوابط جو شاہ حیدر کے عہد میں یک قلم موقوف اور معدوم ہو گئے تھے از سر نو زندہ کیے اور مدار کار انہیں آئین پر چھوڑا اور اس وقت میں بعضے مفسدوں اور فتنہ انگیزوں نے بہرام خان کے پاس جا کر اسے جنگ کی تحریض کی اور بعضے امراء نے بھی اسے معروضہ بھیج کر طلب کیا۔ بہرام خان ولایت کرمار سے پلٹ کر پہاڑوں کے راستہ سے ولایت کمراج میں پہنچا۔

سلطان اس وقت بقصد سیر دنیا پور میں گیا تھا۔ یہ خبر سن کر اپنے چچا سے لڑنے کو سوپور کی طرف روانہ ہوا اور بعض آدمیوں نے شاہ کو سمجھایا کہ آپ کو ہند کی طرف جانا مناسب ہے لیکن ملک احمد اسود نے اسے جنگ کی ترغیب دے کر ہند کی روانگی سے باز رکھا۔ شاہ کو اس کی رائے پسند آئی ملک تاج خان کو مع لشکر گراں بہرام خان کے مقابلہ کو بھیجا۔ بہرام خان اس امرا کا مستر صر تھا کہ لشکر سلطانی میرا شریک ہو گا لیکن اس کے خلاف عمل میں آیا اور موضع نور پور میں جنگ شدید واقع ہوئی اور اس حرب و ضرب میں ایک تیر بہرام خان کے دہن پر لگا کہ شکست کھا کر مریشہ کی سمت بھاگا اور افواج شاہی اس کے تعاقب میں روانہ ہوئی۔ چنانچہ اسے اور اس کے فرزند کو گرفتار کر لائی اور اس کا تمام ساز و سامان لوٹ لیا اور وہ بحال خراب شاہ کے پاس پہنچے۔ شاہ نے دونوں کو قید کیا اور چند روز کے بعد بہرام خان کی آنکھوں میں سلائی پھروائی تیسرے روز مرغ روح اس کا قفس تن سے پھڑک کر عالم باقی کی طرف پرواز کر گیا اور زین بدر جو شاہ زین العابدین کا وزیر تھا اور ملک احمد اسود سے تنازع رکھتا تھا اور اس نے بہرام خان کی آنکھوں میں سلائی پھیرنے کے لیے بہت کوشش کی تھی۔ شاہ حسن نے اس کو گرفتار کر کے اسی سلائی سے کہ جس سے بہرام خان کو اندھا کیا تھا اس کور نمک کو بھی کور کیا اور وہ بھی تین

marfat.com

Marfat.com

برس کے بعد قید خانہ میں مرگیا۔ مصرع کار بد کردہ راسزا نیست اور ملک احمد اسود کی وزارت زین بدر کے مرنے سے چمکی یعنی استقلال حاصل ہوا اور اس نے ملک باری بھٹ کو مع لشکر آراستہ دہلی کی طرف عجب دیو راجہ جموں کی حمایت کے واسطے راجوری کے راستہ سے روانہ کیا اور راجہ مذکور نے ملک باری بھٹ سے ملاقات کی اور ملک باری بھٹ نے لشکر انبوہ اس کی مدد کو دیا اور وہ جاکر تاتار خان سے جو از جانب بادشاہ دہلی ولایت پنجاب اور دامن کوہ کا حاکم تھا لڑا اور اس کی ولایت تاراج کر کے شہر سیالکوٹ کو خراب اور ویران کیا۔ القصہ سلطان حسن کی خاتون کے بطن سے جو سید حسن بن سید ناصر کی دختر تھی۔ دو فرزند توام یعنی جڑواں پیدا ہوئے۔ سلطان نے ایک کا نام محمد رکھا اور اسے ملک باری بھٹ کو پرورش کے واسطے سپرد کیا اور دوسرے کا اسم حسین رکھ کر ملی نوروز ولد ملک احمد اسود کو دیا اور اس کی تربیت کی تاکید فرمائی اور ان دنوں میں ملک احمد اور ملک باری سے ایسی رنجش ہوئی تھی کہ ایک دوسرے کو نہ دیکھ سکتا تھا اور امراء کے درمیان میں بھی دشمنی اور خصومت بہم پہنچی تھی یہاں تک کہ بڑے بڑے معرکے واقع ہوئے۔ رفتہ رفتہ یہ نوبت پہنچی کہ ایک رات کو سب جمعیت کر کے شاہ کے دیوان خانہ میں در آئے اور دست اندازی کر کے آگ لگائی اس سبب سے سلطان نے ملک احمد اسود کو مع عزیز و اقارب اور اعوان و انصار گرفتار کر کے قید کیا اور مال اس کا تاراج کیا اور وہ قید خانہ میں مرگیا۔ شاہ حسن نے سید ناصر کو جو سلطان زین العابدین کا مقرب تھا بلکہ سلطان مجلس میں اسے اپنے اوپر تقدیم دیتا تھا اسے کشمیر سے نکال دیا اور چند روز کے بعد پھر مقام عنایت میں ہو کر اسے اس ولایت سے طلب کیا سید ناصر جب کوہ پیر پنجال کے درہ کے قریب پہنچا قضائے الٰہی سے فوت ہوا پھر شاہ نے سید حسن ولد سید ناصر کو جو حیات خاتون کا والد تھا دہلی سے طلب کیا اور زمام اختیار اس کے کف اقتدار میں دی۔ سید حسن نے مزاج شاہ امرائے کشمیر سے منحرف کیا اور ایک جماعت کثیر اعیان ملک سے قتل کی اور ملک باری کو قید کیا اور بقیۃ السیف بھاگ کر اطراف و جوانب میں گئے اور جہانگیر ماکری کہ امرائے کبار سے تھا اس نے بھاگ کر لوہر کوٹ کے قلعہ میں پناہ لی اور بعد اس کے سلطان حسن کو کثرت جماع سے مرض اسہال طاری ہوا اور ضعف اور ناتوانی نے اس پر غلبہ کیا۔ زندگی سے مایوس ہو کر ارکان سلطنت سے وصیت کی کہ میرے فرزند صغیر ہیں۔ اس لیے یوسف خان ولد بہرام خان کو جو قید ہے یا فتح خان ولد آدم خان کو جو جسروتہ میں ہے سریر سلطنت پر بٹھاؤ اور محمد خان کو ولی عہد کرو۔ سید حسن نے ظاہر میں قبول کیا اور سلطان اس مرض سے جانبر نہ ہوا۔ اس کی حکومت کی مدت معلوم نہ تھی اس وجہ سے قلم انداز ہوئی۔

marfat.com

محمد شاہ ولد حسن خان

محمد خان سات برس کا تھا سید حسن کی سعی سے مسند حکومت پر فائز ہوا اور جب اس روز اس کے روبرو تمام اسباب طلائی اور نقرئی اور ہتھیار اور لباس اور متاع نفیسہ لائے اس نے کسی شے کی طرف التفات نہ کی۔ کمان ہاتھ میں لی حاضرین نے یہ عمل مشاہدہ کر کے اس کی بزرگی اور مردانگی پر دلیل کی اور آپس میں کہنے لگے کہ یہ بادشاہ امور جہانبانی میں نہایت کوشش کرے گا اور اس وقت میں سیدوں کا اس قدر عروج اور استقلال ہوا تھا کہ کسی امرا اور وزرائے اہل خطہ کو سلطان کی ملازمت میں جانے نہ دیتے تھے۔ کشمیریوں نے اس امر سے تنگ آکر ایک رات کو باتفاق راجہ جموں جو تاتار خان لودھی کے خوف سے کشمیر میں پناہ لایا تھا سید حسن کو مع تیس نفر اعیان سادات سے جو نوشہرہ کے باغ میں تھے عذر سے قتل کیا اور آب بھٹ سے عبور کر کے پل توڑ ڈالا اور اس طرف جمعیت کر کے بیٹھے اور سید محمد ولد سید حسن جو سلطان کا خالو تھا جمعیت کر کے سلطان کی محافظت کے واسطے دیوان خانہ میں آیا اور اسی شب میں کہ فتنہ عظیم واقعہ ہوا تھا۔ ہر شخص حیران تھا عبد زینا نے چاہا کہ یوسف خان بن بہرام خان کو جو قید خانہ میں تھا نکال لے جائے۔ سید علی نامی ایک امرائے سادات نے اس امر سے آگاہی پا کر یوسف خان کو قتل کیا اور باجی بھٹ کو بھی جو یوسف خان کے قتل ہونے سے تاسف کرتا تھا قتل کیا اور

Marfat.com

یوسف خان کی والدہ نے کہ وہ جس وقت سے بیوہ ہوئی تھی دنیا کا کارخانہ ہیچ سمجھ کر تمام دن روزہ رکھتی تھی اور افطار کے وقت جو کی روٹی تین لقمہ سے زیادہ تناول نہ کرتی تھی۔ اپنے فرزند کی نعش پاش پاش تین روز نگاہ میں رکھی اور اس کے بعد دفن کی اور ایک حجرہ اس کے مقبرہ کے قریب بنا کر مدت العمر اس میں رہی یہاں تک کہ ودیعت حیات قابض ارواح کے سپرد کی القصہ سید علی خان مع سادات دیگر مخالفوں کی جنگ میں مشغول ہوا اور جانبین سے تیرو حدنگ کی لڑائی ہونے لگی۔ طرفین سے آدمی بہت قتل ہوئے اور چور اور ڈاکو شہر کو علانیہ تاراج کرنے لگے۔ پھر سیدوں نے ایک خندق شہر کے گرد کھدوا کر چوروں کے شر سے نجات پائی اور مکان مخالفوں کے شہریا مواضع میں جہاں تھے سب کو خاک برابر کیا اور نہایت عجب اور تکبر سے محافظت اور نگہبانی نہ کرتے تھے۔ اس درمیان میں جہانگیر ماکری کہ لوہر کوٹ میں رہتا تھا۔ مخالفین کے حسب الطلب پہنچا ہرچند سید اسے صلح کا پیغام بھیجتے تھے۔ وہ قبول نہ کرتا تھا۔ ایک روز داؤد خان ولد جہانگیر ماکری اور شمق ماکری پل عبور کر کے سیدوں سے لڑے داؤد خان مع اکثر مخالفین مارا گیا اور سادات خوش حال ہوئے اور نقاری شادیانہ بجائے اور سر مخالفوں سے مینار بنائے دوسرے دن سیدوں نے چاہا کہ دھاوا کر کے پل سے عبور کریں۔ مخالف سد راہ ہوئے اور پل کے درمیان میں جنگ عظیم واقع ہوئی اور پل ٹوٹ گیا۔ خلائق طرفین سے بہت غرق ہوئی۔ اس کے بعد سیدوں نے تاتار خان لودھی حاکم پنجاب کو خط لکھ کر کمک کی درخواست کی۔ چنانچہ اس نے فوج بے شمار ان کی مدد کے واسطے بھیجی لیکن جب لشکر اس کا جنیر کی نواح میں پہنچا۔ دھنس نام وہاں کا راجہ اس فوج سے لڑا اور اس نے کئی آدمی بہادر اور نامی قتل کیے۔ مخالف یہ خبر سن کر خوشحال ہوئے اور سادات اور کشمیریوں کے درمیان دو ماہ تک جنگ قائم رہی۔ آخر کو کشمیریوں نے اپنی فوج کے تین بزن کر کے آب سے عبور کیا اور چاروں طرف سے پہاڑ کو گھیر لیا اور سیدوں نے ان سے مقابلہ کر کے داد مردی اور مردانگی دی اور جو جمعیت مخالفوں کی بہت زیادہ تھی۔ اکثر سیدوں کے سردار قتل ہوئے اور باقی منہزم ہو کر شہر میں آئے اور کشمیریوں نے تعاقب کر کے ہاتھ قتل و غارت میں دراز کیا اور شہر میں آگ لگائی۔ وہ آگ حضرت امیر کبیر سر سید ہمدانیؒ کی خانقاہ معلیٰ کے قریب پہنچ کر بجھ گئی اور خانقاہ معلیٰ کو کچھ آسیب نہ پہنچا اور اس روز عدد مقتولوں کے دس ہزار شمار ہوئے تھے اور یہ واقعہ ۸۹۲ھ آٹھ سو بانوے ہجری میں واقع ہوا تھا اور سید محمد حسین بن سید حسن نے مسمی کہرائی کے مکان میں جا کر پناہ لی اور مخالف تمام اکٹھا ہو کر دیوان خانہ میں بادشاہ کے مجرے اور سلام کو گئے اور شاہ کو موافق کر کے سید علی خان کو مع دیگر سادات کشمیر سے نکال دیا اور پر سرام کو زر خطیر دے کر رخصت کیا اور جو کہ ہر ایک کشمیری دعویٰ سرداری کا رکھتا تھا۔ تھوڑے عرصہ میں ان کے درمیان مخالفت اور دشمنی ظاہر ہوئی اور سلطنت کے انتظام میں فتور واقع ہوا اور فتح خان ولد آدم خان بن شاہ زین العابدین جب بعد وفات تاتار خان لودھی کے جالندھر سے بقصد انتزاع مملکت موروثی راجوری میں آ کر مقیم ہوا اور مردم واقع طلب اور جنگ جو امرا اور وزراء سے فوج فوج اس کے پاس پہنچے وہ ان میں سے ہر ایک کو انعام دے کر امیدوار کرتا تھا اور وہ متوقع اس امر کا تھا کہ جہانگیر ماکری سب سے پیشتر آ کر مجھ سے ملاقات کرے اور اس خیال سے مخالفوں نے پیشتر جا کر فتح خان سے ملاقات کی بے حاضر نہ ہوا۔

محمد شاہ کو کشمیر سے ہمراہ لے کر میدان کر سوار میں فروکش ہوا اور فتح خان نے بھی ہیرہ پورہ کے راستہ اودن کی نواحی میں پہنچ کر دریا پر قبضہ کیا اور شاہ کے مقابل آیا اور طرفین سے صفوف جنگ آراستہ ہوئیں اور تنور حرب گرم ہوا۔ پہلے تو فتح خان نے غلبہ کیا قریب تھا کہ لشکر سلطان کا متفرق اور پریشان ہو۔ آخر جہانگیر ماکری نے پائے ثبات زمین معرکہ میں محکم کر کے پچاس مرد نامی اور جرار فتح خان کے لشکر کے قتل کیے اور فتح خان کا لشکر شکست کھا کر متفرق ہوا اور قریب تھا کہ فتح خان جہانگیر ماکری کے تعاقب سے گرفتار ہو۔ کہ ایک منافق نے اثنائے تعاقب میں یہ خبر دروغ مشہور کی کہ سلطان محمد شاہ کو مخالفوں نے گرفتار کر لیا۔ جہانگیر یہ خبر سن کر اس کے تعاقب سے باز رہا اور سلطان نے مظفر اور منصور ہو کر کشمیر کی طرف معاودت فرمائی اور ملک باری بھٹ کو ان زمینداروں کے مواضع کی تاراجی کے

marfat.com

Marfat.com

واسطے جنہوں نے فتح خان کو جگہ دی تھی بھیجا اور فتح خان کہ غائب تھا پھر بہرام کلہ کے نواح میں کہ مواضعات کشمیر سے ہے۔ ظاہر آیا اور دوبارہ جمعیت بہم پہنچا کر کشمیر کی تسخیر کو آیا۔ جہانگیر ماکری مع لشکر انبوہ اس کے مقابلہ کے واسطے برآمد ہوا اور موضع کہوا کے میدان میں کہ پرگنہ ناکام سے ہے' داخل ہوا اور وزیر جو فتح خان کا خدمتگار تھا اس وقت فرصت پاکر شہر کی طرف گیا اور سیفی اور دانگرائی کو جو مع جماعت کثیر امرا قید تھے سب کو قید خانہ سے رہا کر دیا۔ جہانگیر ماکری ان کی رہائی سے غمگین ہوا اور فتح خان سے صلح کا ارادہ کیا اور راجوری کے راجہ کو کہ فتح خان اس کی مدد کو آیا تھا۔ پیغام کیا کہ فتح خان کے لشکر میں تفرقہ ڈالے اور راجوری کے راجہ اور جہانگیر ماکری نے متفق ہو کر فتح خان کو شکست دی اور ہیرہ پور تک اس کا پیچھا کیا اور فتح خان نے ملک جموں کو جا کر فتح کیا اور لشکر کثیر اور جمعیت غفیر بہم پہنچا کر دوبارہ بہ نیت تسخیر کشمیر کے آیا اور جہانگیر ماکری نے سیدوں کو جو قبل اس کے نکال دیا تھا تسلی اور دلاسا کر کے طلب کیا پھر سلطان اور فتح خان سے جنگ عظیم ہوئی اور سیفی دانگری بھی فتح خان کی طرف سے جنگ مردانہ بلکہ رستمانہ کی اور سلطان کی سمت سے سیدوں نے خوب داد مردی اور مردانگی دی اور ایک جماعت کثیر ان میں سے بدرجہ شہادت فائز ہوئی اور جو کہ ان میں سے باقی رہی سلطان اور جہانگیر ماکری کی محل اعتماد ہوئی اور اس مرتبہ بھی فتح خان شکست پاکر بھاگ گیا اور پھر ایک لشکر انبوہ فراہم کر کے کشمیر پر چڑھائی کی اور غالب ہوا۔ بیت

گل شادی اگر خواہی زخار غم مکش دامن
قدم گر طالب گنجے بکام اژدہا ورنہ

اور یہ نوبت پہنچی کہ سلطان محمد شاہ کے پاس کوئی نہ رہا اور خزانے اس کے لٹ گئے اور جہانگیر ماکری زخمی ہو کر کسی طرف بھاگ گیا اور سرسید بن سید حسن فتح خان کا شریک ہوا اور بعد چند روز کے محمد شاہ کو زمینداروں نے گرفتار کر کے فتح خان کے سپرد کیا اور اس وقت دس سال اور سات ماہ اس کی شاہی سے منقضی ہوئے تھے اور فتح خان اسے مع اپنے بھائیوں کے دیوان خانہ میں نگاہ رکھتا تھا اور حکم دیا تھا کہ تمام سامان عیش و عشرت اور اکل و شرب اور جمیع ضروریات اس کے واسطے مہیا رکھیں اور سیفی دانگری اس کی خدمت میں قیام کر کے کوئی دقیقہ تعظیم و تکریم کا فروگزاشت نہ کرتے تھے۔

marfat.com

فتح شاہ بن آدم خان

فتح خان بن آدم خان ۸۶۴ھ آٹھ سو چونسٹھ ہجری میں اپنا فتح شاہ خطاب رکھ کر سریر شاہی پر متمکن ہوا اور سیفی دانگری کو اپنے مہمات کا مدار المہام کیا۔ اس وقت میں میر شمس یعنی شاہ قاسم انوار بن سید محمد نور بخش کا مرید عراق سے کشمیر میں آیا اور خلائق کا محل اعتقاد ہوا اور اس کے مریدوں کے مصارف کے واسطے مواضع وقف ہوئے اور خانقاہ اور املاک رہنے کو ملی اور صوفی معابد کفار کی خرابی اور ویرانی میں کوشش کرتے تھے اور کوئی انہیں مانع نہ ہو سکتا تھا۔ غرضیکہ عرصہ قلیل میں مردم کشمیر خصوصاً طائفہ چک میر شمس کے مرید ہوئے اور لباس تصوف میں اس کا مذہب کہ مذہب شیعہ تھا' اختیار کیا اور اکثر لوگ اس نواح کے اس مذہب میں داخل ہوئے اور بعض کہ جاہل تھے اور میر شمس کے رمز اور باریکی نہ سمجھتے تھے اس کے بعد وفات ملحد ہوئے اور ماورا اس کے امراء کے درمیان نزاع اور خصومت بہم پہنچی۔ دیوان خانہ سلطان میں آکر بطور خانہ جنگی ایک نے دوسرے کو قتل کیا۔ ملک اجھی اور زینا کہ فتح خان کے اعیان سے تھے۔ محمد خان کو مجلس سے برآوردہ کر کے بارہ مولہ میں لائے جب اس میں رشد کے آثار مشاہدہ نہ ہوئے۔ اس حرکت سے نادم ہو کر چاہا کہ پھر محمد شاہ کو گرفتار کر کے فتح خان کے سپرد کریں۔ محمد شاہ یہ خبر سن کر اپنے باپ کی جاگیر کی سمت راہی ہوا اور اس کے بعد فتح شاہ نے ولایت کشمیر کو درمیان اپنے اور ملک اجھی اور سنکر کے برابر تقسیم کی اور ملک اجھی کو وزیر مطلق اور سنکر کو دیوان کل کیا اور ملک اجھی

Marfat.com

قضایا کے فیصل کرنے میں فراست کی تیزی سے نہایت دستگاہ رکھتا تھا۔ ازانجملہ یہ ہے کہ دو شخص ایک پیچک باریک ریشمی کے واسطے آپس میں نزع رکھتے تھے ہر ایک کہتا تھا کہ یہ پیچک میری ہے۔ جب یہ قضیہ ملک اجھی کی سماعت میں دائر ہوا۔ متخاصمین سے یہ سوال کیا کہ یہ پیچک انگلی پر لپٹی تھی۔ یا لتہ پر مدعا علیہ نے جواب دیا انگلی پر اور مدعی نے عرض کی لتہ پر جب کھولی گئی معلوم ہوا کہ انگلی پر لپٹی تھی القصہ جب ایک مدت فتح خان کی شاہی سے منقضی ہوئی۔ ابراہیم یعنی جہانگیر ماکری کا بیٹا جسے منصب باپ کا تفویض ہوا تھا محمد شاہ کی خدمت میں جا کر ہندوستان سے تحریض کر کے ولایت کشمیر پر چڑھالایا اور کھوہاسولہ کے اطراف میں اس سے اور فتح شاہ سے جنگ شدید واقع ہوئی اور فتح شاہ کے لشکر نے شکست پائی اور فتح شاہ ہیرہ پور کے راستہ سے ہندوستان کی طرف گیا اور منقول ہے کہ فتح شاہ نے نو سال بادشاہی کی تھی کہ یہ واقعہ وقوع میں آیا۔

محمد شاہ کی دوبارہ حکومت کشمیر پر

محمد شاہ جب دوبارہ تخت شاہی کشمیر پر متمکن ہوا۔ ابراہیم ماکری کو وزیر مطلق اور اسکندر خان کو جو شاہ شہاب الدین کی اولاد سے تھا اپنا ولی عہد کیا اور ابراہیم ماکری کے بیٹوں نے ملک اجھی کو کہ ان کے پاس تھا قید خانہ میں جا کر قتل کیا اور فتح شاہ عرصہ قلیل میں جمعیت کشمیر بہم پہنچا کہ پھر کشمیر کی طرف متوجہ ہوا اور محمد شاہ اس کے مقابلہ کی تاب نہ لا کر بے جنگ بھاگا۔ اس کی سلطنت کی مدت اس مرتبہ نو ماہ اور نو روز تھی۔

فتح شاہ کی دوبارہ شاہی

فتح شاہ دوبارہ کشمیر متصرف ہوا اور جہانگیر کو فرقہ بدرہ سے تھا وزیر مطلق اور سنکر زینا کو دیوان کل کیا اور سپاہ اور رعیت کے رفاہ کے واسطے عدل و انصاف کو مروج کیا اور محمد شاہ ہزیمت کھا کر شاہ سکندر لودھی کے پاس دہلی میں گیا اور شاہ موصوف نے لشکر بے شمار اس کی امداد کے لیے بھیجا اور جہانگیر بدرہ فتح شاہ سے رنجیدہ ہو کر محمد شاہ کی خدمت میں فائز ہوا اور اسے راجوری کے راستہ سے کشمیر کی سمت لے گیا۔ فتح شاہ نے جہانگیر ماکری کو اپنی فوج کا ہراول کر کے محمد شاہ کی جنگ کو بھیجا اور فتح شاہ کے لشکر نے شکست کھائی اور جہانگیر ماکری مع فرزند اس معرکہ میں مارا گیا اور فتح شاہ کے امرائے معتبر سے علی شاہ وغیرہ اس کی رفاقت چھوڑ کر محمد شاہ کی ملازمت میں داخل ہوئے۔ فتح شاہ ناچار ہو کر ہندوستان کی طرف بھاگ گیا اور اسی سرزمین پر فوت ہوا اس مرتبہ اس کی شاہی کی مدت ایک سال اور ایک ماہ تھی۔

سلطان محمد شاہ کی تیسری مرتبہ حکومت

نقل ہے کہ اس مرتبہ محمد شاہ نے سریر اجلاس کر کے نقارے شادیانہ کے بجائے اور سنکر زینا کو جو فتح شاہ کے امرائے معتبر سے تھا قید کیا اور ملک کاجی چک کو کہ فراست اور شجاعت میں موصوف اور معروف تھا منصب وزارت پر منصوب فرمایا۔ ملک کاجی بھی قضایا فیصل کرنے میں فراست عظیم رکھتا تھا۔ ازانجملہ ایک یہ ہے کہ ایک محرر کی ایک زوجہ تھی اور وہ بحسب اتفاق اس عورت سے چندے دور رہا عورت نے اس کی غیبت میں بے صبری کر کے دوسرا شوہر کیا۔ بعد اس کے جب وہ محرر سفر سے آیا اس سے اور دوسرے شوہر سے مناقشہ بہم پہنچا اور عورت نے شوہر اول کی تکذیب کی اور اس کی شوہریت سے منکر ہوئی۔ پھر تینوں شخص ملک کاجی کے پاس داد خواہ ہوئے اور جو کہ ان میں سے کوئی شخص گواہ اپنے دعوے کے موافق نہ رکھتا تھا۔ اس قضیہ کی تحقیقات اور تشخیص دشوار ہوئی۔ آخر کو ملک کاجی نے اس عورت سے یہ بات کہی کہ تو سچ کہتی ہے اور یہ محرر جھوٹا ہے۔ آ تھوڑا پانی میری دوات میں ڈال دے تو میں تیرے لیے ایک دستاویز لکھ دوں کہ اس کے بعد اس کو تجھ سے کچھ سروکار نہ رہے۔ عورت اٹھی اور جس قدر پانی کی ضرورت تھی دوات میں ڈالا۔ ملک

marfat.com

Marfat.com

نے کہا اور ڈال اس نے تھوڑا پانی ڈالا کہ سیاہی ضائع نہ ہو اور اس عمل میں کمال احتیاط بجالائی۔ اس وقت ملک کاجی نے حاضرین سے کہا کہ اس کی احتیاط اور ہوشیاری سے یقین ہوتا ہے کہ یہ عورت لکھنے والے کی ہے۔ پھر عورت نے بھی آخر کو اقرار کیا کہ یہ نو۔سندہ میرا پہلا خاوند ہے۔ قضیہ فیصل اور مناقشہ دور ہوا۔ الغرض جب محمد شاہ نے استقلال تمام بہم پہنچایا فتح شاہ کے اکثر امراء کو مثل سیفی وانکری وغیرہ کو تیغ سیاست سے قتل کیا اور سنکر زینا قضائے الٰہی سے فوت ہوا اور فتح شاہ کی نعش اس کے نوکر ہندوستان سے کشمیر میں لائے۔ محمد شاہ اس کے استقبال کو گیا اور شاہ زین العابدین کے مقبرہ کے اطراف میں دفن فرمائی اور یہ واقعہ ۹۲۲ نو سو بائیس ہجری میں واقع ہوا۔ جب ملک کاجی جک نے ابراہیم ماکری کو قید کیا اس کا بیٹا ابدال ماکری بعض مردم ہند کے اتفاق سے اسکندر خان بن فتح شاہ کو شاہ بنا کر کشمیر میں لایا اور محمد شاہ اور ملک کاجی جک نول پور پرگنہ ماہل میں ۹۳۱ نو سو اکتیس ہجری میں مخالفوں کی جنگ کے واسطے وارد ہوئے۔ اسکندر تاب مقاومت نہ لایا۔ قلعہ ناکام میں پناہ لی اور ملک کاجی نے اسے محاصرہ کیا اور چند روز فریقین کے درمیان جنگ قائم رہی۔ اس درمیان میں امرائے سلطان .بقصد بغاوت سلطان سے جدا ہو کر سکندر شاہ کے پاس حاضر ہوئے۔ ملک کاجی نے اپنے بیٹے مسعود نام کو ان کے مقابلہ کو بھیجا۔ وہ جنگ مردانہ کر کے مارا گیا لیکن فتح مسعود کے ہمراہیوں کو ہوئی اور اسکندر خان ناکام قلعہ ناکام چھوڑ کر نکل گیا اور ملک کاجی جک قلعہ میں داخل ہوا اور تمام ماکری ورق گنجفہ کی طرح ابتراور پریشان اسکندر خان کے پیچھے روانہ ہوئے اور محمد شاہ نے منصور اور مسرور ہو کر اپنی دارالحکومت کی طرف مراجعت کی اور صاحب استقلال ہوا اور اس عرصہ میں شاہ کا مزاج دشمنوں کی بدی اور بدگوئی کے سبب ملک کاجی سے منحرف ہوا اور ملک کاجی جک متوہم اور ہراسان ہو کر راجوری کی سمت راہی ہوا اور اس طرف کے راجاؤں کو اپنا مطیع اور فرمانبردار کیا۔ اس وقت میں اسکندر خان جو محمد شاہ سے شکست کھا کر گیا تھا۔ اب باتفاق ایک جماعت مغلاں فردوس مکانی ظہیرالدین محمد بابر شاہ کے آکر لوہر کوٹ پر متصرف ہوا اور ملک باری بھائی ملک کاجی جک کا اس امر سے خبردار ہو کر اس کے مقابلہ کو گیا اور بعد جنگ اسے دستگیر کر کے محمد شاہ کے پاس بھیجا۔ شاہ اس دولت خواہی کے سبب ملک کاجی جک سے راضی ہوا اور پھر عہدہ وزارت اس کو تفویض فرمایا اور اسکندر خان کی آنکھوں میں سلائی پھیری اور خود چشم زخم زمانہ سے مطمئن ہوا۔ ابراہیم خان بیٹا محمد شاہ کا جو اپنے باپ کے ہمراہ ابراہیم شاہ لودھی کے پاس دہلی گیا تھا شاہ ابراہیم لودھی نے اسے اپنی خدمت میں نگاہ رکھا اور اس کے باپ محمد شاہ کو مع لشکر بسیار رخصت کیا تھا۔ اس وقت میں بادشاہ ابراہیم لودھی کے حادثہ کے سبب کشمیر میں آیا اور ملک کاجی جک کہ بادشاہ سے اسکندر خان کی آنکھوں میں سلائی پھیرنے سے رنجیدہ تھا۔ پہلے اس کے مقربوں کو جس بہانہ سے کہ ممکن تھا قید کیا۔ اس کے بعد شاہ کو مقید کر کے ابراہیم خان کو تخت پر بٹھایا۔ محمد شاہ کی سلطنت کی مدت اس مرتبہ گیارہ سال اور گیارہ ماہ اور گیارہ روز تھی۔

ابراہیم شاہ بن محمد شاہ

ابراہیم شاہ جب تخت پر بیٹھا ملک کاجی جک کو بدستور اول وزیر مستقل کیا اور ابدال ماکری یعنی ابراہیم ماکری کا بیٹا کہ ملک کاجی جک کے دست ظلم سے ہند کی طرف گیا تھا۔ اس وقت فردوس مکانی ظہیرالدین محمد بابر بادشاہ کی ملازمت سے مشرف ہو کر عرض پرداز ہوا کہ بندہ دشمنوں کے غلبہ سے اس درگاہ میں پناہ لایا ہے۔ اگر حضرت میرے حال شکستہ بال پر نظر توجہ مبذول فرما کر ایک لشکر سے امداد فرمادیں کشمیر کو بندگان اعلیٰ کے واسطے سہل ترین وجہ سے تسخیر کروں۔ آنحضرت نے اس کی صورت اور سیرت کا مشاہدہ کر کے بزبان تلطف فرمایا کہ تعجب ہے جنگل میں بھی ایسے لائق آدمی بہم پہنچتے ہیں۔ یہ فرما کر پہلے اسے خلعت اور اسپ سے سرفراز کیا۔ من بعد بہت سپاہی اس کی ہمراہی کے واسطے تعین کیے اور شیخ علی بیگ اور محمود خان کو سردار اس لشکر کا کیا جب ابدال ماکری نے دیکھا کہ کشمیر مغلوں سے تنفر کریں گے مصلحتہ نام شاہی کا نازک شاہ بن ابراہیم پر رکھ کشمیر کی طرف متوجہ ہوا اور اس طرف سے ملک کاجی جک نے ابراہیم شاہ کو

marfat.com

Marfat.com

ہمراہ لے کر موضع سلاح پرگنہ بالکل میں لشکر گاہ کیا اور طرفین ایک دوسرے کے مقابل فروکش ہوئے ابدال ماکری نے ملک کاجی جک کو یہ پیغام بھیجا کہ میں فردوس مکانی ظہیرالدین محمد بابر شاہ کی خدمت میں جا کر مدد لایا ہوں۔ شوکت اور صلابت اس بادشاہ کی اس درجہ ہے کہ بادشاہ ابراہیم لودھی کو جو پانچ لاکھ مرد اہل نبرد رکھتا تھا اسے طرفتہ العین میں خاک برابر کیا۔ خیریت اسی میں ہے کہ تو جلد اپنے تئیں اس بادشاہ فلک بارگاہ کے سلک دولت خواہوں میں منتظم کر اور اگر یہ دولت تیرے نصیب نہیں ہے۔ اس لشکر ظفر پیکر سے مقابلہ کر کہ وقت مہلت اور غفلت کا نہیں ہے۔ ملک کاجی جک اس وقت سید ابراہیم خان اور شیر ملک اور ملک تازی کو تین فوج کا سردار کر کے جنگ کے واسطے برآمد ہوا اور طرفین میں معرکہ شدید اور مقاتا عظیم واقع ہوا آدمی بہت مارے گئے اور امرائے نامدار ابراہیم شاہ کے اور ملک تازی اور شیر ملک وغیرہ کے ایک رتبہ عظیم رکھتے تھے قتل ہوئے اور ایک ملک کاجی جک مضطرب ہو کر شہر کی طرف بھاگ گیا اور جب وہاں بھی مفر کی صورت نظر نہ آئی پہاڑوں کے سمت راہی ہوا اور ابراہیم شاہ کا کچھ احوال دریافت نہ ہوا کہ وہ کیا ہوا اور کہاں گیا۔ اس کی بادشاہی کی مدت آٹھ مہینے اور پانچ روز تھی۔

نازک شاہ بن ابراہیم شاہ بن محمد شاہ

اس نے اپنے دادا اور باپ کے بعد شہر سری نگر میں جلوس کیا اور مردم کشمیر کو جو مغلوں سے متوہم تھے انہیں دلاسا دے کر مطمئن کیا اور کشمیری اس کے جلوس سے خوش ہوئے اور شہر سے برآمد ہو کر نوشہر میں جو قدیم سے شاہان کشمیر کا پائے تخت تھا استقامت کی ابدال ماکری کو منصب وزارت دے کر وکیل مطلق کیا اور ابدال ماکری ملک کاجی کا پیچھا چہل نگری تک کر کے پلٹ آیا اور جب معلوم ہوا کہ وہ دستیاب نہ ہوگا ولایتوں کی تقسیم شروع کی۔ چنانچہ بعد تقرری خالصہ تمام ولایت کے چار حصہ قرار پائے۔ ایک حصہ ابدال ماکری اور ایک حصہ شیخ میر علی کو دیا اور باقی دو حصہ سپاہ کو واگزاشت ہوئے اور بابر شاہ کے ملازموں کو تحفہ و ہدیہ بہت دے کر ہند کی طرف رخصت کیا اور پیغام عتاب آمیز ملک کاجی چک کو بھیج کر محمد شاہ کو اپنے پاس طلب کیا اور شیخ میر علی نے وہاں جا کر محمد شاہ کو لوہر کوٹ کے قلعہ سے برآوردہ کیا اور دونوں باتفاق کشمیر میں آئے اور ملک کاجی چک کے آنے کی ممانعت کی۔ محمد شاہ چوتھی مرتبہ تخت پر متمکن ہوا۔

محمد شاہ کا چوتھی مرتبہ مملکت کشمیر پر جلوہ گر ہونا

محمد شاہ تخت پر بیٹھ کر شکر خدا تعالیٰ بجالایا۔ پھر نازک شاہ کو کہ بیس سال اور بیس روز بادشاہی کی تھی اپنا ولی عہد کیا اور اس سال میں فردوس مکانی ظہیرالدین محمد بابر بادشاہ نے عالم فانی سے انتقال کیا۔ جنت آشیانی نصیرالدین محمد ہمایوں بادشاہ نے سریر شاہی پر اجلاس فرمایا اور جب محمد شاہ کا زمانہ ایک سال بادشاہی کا گزارا ملک کاجی چک کہ ولایت کوہستان میں گیا تھا جمعیت انبوہ اس ولایت سے بہم پہنچا کر کھرار کے اطراف میں آیا اور ملک ابدال ماکری نے سبقت کر کے جنگ کی ملک کاجی بھاگ کر بھیرہ میں گیا اور جو کہ ان دنوں میں کامران مرزا ولایت پنجاب پر غلبہ تمام رکھتا تھا۔ شیخ علی بیگ اور محمد خان مغل جنہوں نے کہ بعد فتح کشمیر ابدال ماکری کے رخصت کرنے سے مراجعت کی تھی۔ کامران مرزا کی خدمت میں آ کر عرض پیرا ہوئے کہ جو ہم تمام ولایت کشمیر سے خبردار ہیں اگر آپ تھوڑی توجہ فرمائیں وہ ولایت نہایت آسانی سے دستیاب ہوگی کامران مرزا نے محرم بیگ کو لشکر کا سپہ سالار کر کے ہمراہ ان امراء کے جو کشمیر سے آئے تھے کشمیر کی تسخیر پر نامزد کیا اور جب مغلوں کی فوج کشمیر کے قریب پہنچی تمام کشمیری ان کے خوف سے مال و اسباب اپنا مکانوں میں چھوڑ کر کوہستان کی سمت بھاگ گئے اور مغل کی افواج نے کشمیر کو تاراج کیا اور آگ لگائی اور بعض کشمیری جو پہاڑوں سے مغل کے مقابلہ کو آئے تھے مارے گئے اور ابدال ماکری کو اول یہ گمان تھا کہ ملک کاجی چک لشکر مغل کے ہمراہ ہے جب اسے یقین ہوا کہ وہ مغلوں میں داخل نہیں ہے

marfat.com

Marfat.com

اتحاد اور یگانگی کا اظہار کر کے اسے مع لڑکوں اور بھائیوں کے طلب کر کے عہد و پیان درمیان میں لایا۔ یہ امر کشمیریوں کی قوت کا سبب ہوا اور جنگ پر ہمہ تن آمادہ ہوئے اور اتفاق کر کے مغلوں سے خوب لڑے اور مغل تاب مقاومت نہ لا کر اپنے ملک کی طرف راہی ہوئے اور بعد چند عرصہ کے ملک کاجی چک ملک ابدال کا مکر اور غدر اور غرور مشاہدہ کر کے وہاں کے رہنے سے ناراض ہو کر اسیر کی طرف گیا اور سال ۹۳۹ نو سو انتالیس ہجری میں شاہ سعید سلطان کاشغر نے اپنے فرزند شہزادہ سکندر خان کو مرزا حیدر کاشغری کے ہمراہ مع بارہ ہزار مرد تبت اور لار کے راستہ سے کشمیر پر بھیجا اور کشمیری ان کی بہادری اور شوکت کا آوازہ سن کر کشمیر خالی کر کے بے جنگ ہر ایک اطراف میں بھاگ گئے اور پہاڑوں میں پناہ لی۔ کاشغریوں نے ولایت کشمیر میں داخل ہو کر عمارات عالیہ کو جو شاہان سابق سے یادگار تھیں مسمار کر کے خاک برابر کیں اور شہر میں آگ لگائی اور خزانہ اور دفینہ جو زمین میں مدفون تھے سب کو تلاش کر کے بر آوردہ کیا اور تمام لشکر مال و اسباب سے متمول ہوا اور جس مقام میں کشمیریوں کی استقامت کی خبر پاتے تھے انہیں قتل اور اسیر کرتے تھے۔ غرضیکہ تین مہینے تک یہ حال رہا اور ملک کاجی چک اور ملک ابدال ماکری اور سرداران نامی نے چکدرہ کی طرف جا کر پناہ لی اور جب وہاں صورت مفرنہ دیکھی کھادر اور بارہ دار میں گئے اور وہاں سے بادہ کے راستہ سے پہاڑ سے اتر کر مغلوں کے مقابلہ کو روانہ ہوئے اور سکندر خان اور مرزا حیدر کاشغری بھی مع لشکر انبوہ ان کے مقابل آئے اور جنگ عظیم واقع ہوئی۔ کشمیر کے سرداران میں سے ملک علی اور میر حسن اور شیخ میر علی اور میر کمال مارے گئے اور کاشغریوں سے بھی مردم خوب قتل ہوئے اور کشمیری پسپا ہو کر منہ معرکہ سے پھیرنا چاہتے تھے کہ ملک کاجی چک اور ابدال ماکری نے پائے ثبات میدان کین میں محکم کر کے نئے کشمیریوں کو جنگ کی ترغیب اور تحریص کی اور داد مردی اور مردانگی دی طرفین سے آدمی بے شمار مقتول ہوئے اور چند قالب بے سر اٹھ کر حرکت میں آئے۔ وجہ اس کی سابق میں مذکور ہوئی غرضیکہ صبح سے شام تک جنگ قائم رہی اور شب کو طرفین اپنے غنیم کی سختی و شوکت خیال کرنے لگے۔ آخر دونوں گروہ جنگ سے دست کش ہو کر صلح پر راضی ہوئے پھر کاشغریوں نے صوف اور سقرلاط اور اشیائے نفیسہ بھیج کر نسبت خویشی کی قرار دی اور محمد شاہ نے بھی ملک ابدال ماکری اور ملک کاجی چک کی معرفت صلح نامہ لکھ کر مع نفائس کشمیر کاشغریوں کے پاس بھیجا اور یہ قرار پایا کہ محمد شاہ اپنی دختر شہزادہ سکندر خان کے عقد ازدواج میں لائے اور کشمیریوں کو جو مغلوں نے اسیر کیا ہے رہا کریں اور کاشغری اس صلح سے راضی ہو کر کاشغر کی طرف متوجہ ہوئے اور پریشانی جو کشمیر میں واقع ہوئی تھی ساتھ امن اور آسودگی کے مبدل ہوئی اور اس سال میں دو ستارے' ذات الاذناب یعنی دم دار طلوع ہوئے۔ انہیں دنوں میں قحط عظیم پیدا ہوا اور اکثر خلائق بھوک کی شدت سے ہلاک ہوئی اور باقی جو زندہ رہے تھے انہوں نے جلا وطنی اختیار کر کے دور دراز سفر کیا اور دبجو کا قصہ جس نے قتل عام کیا تھا آدمیوں کے دلوں سے فراموش ہوا۔ یعنی اس حادثہ کے مقابل آسان دکھائی دیتا تھا۔ خدا بھوک کی بلا سے جمیع خلائق کو محفوظ رکھے اور اس قحط نے دس ماہ کا طول کھینچا۔ جب فصل میوہ کی پہنچی خلق کو فی الجملہ آسودگی ہوئی اور اس وقت میں ملک کاجی چک اور ملک ابدال ماکری کے درمیان رنجش آئی۔ ملک کاجی چک شہر سے برآمد ہو کر زین پور میں مقیم ہوا اور ملک ابدال ماکری نے منصب وزارت پر قیام کیا اور حکام اور عمال رعایا پر جو چاہتے تھے کرتے تھے۔ کوئی شخص داد رسی نہ کرتا تھا۔ بعد چند روز کے محمد شاہ تپ محرق میں کہ مراد مرض الموت سے ہے مبتلا ہوا اور جس قدر زر نقد رکھتا تھا محتاجوں پر تقسیم کیا لیکن قضائے الٰہی سے جانبر نہ ہوا۔ اس کی شاہی کی مدت پچاس سال تھی۔

سلطان شمس الدین بن محمد شاہ

ظاہراً سلطان شمس الدین بعد وفات اپنے باپ کے تخت شاہی پر متمکن ہوا لیکن وزراء کی فہمائش سے تمام ولایت امراء پر تقسیم کی اور اہل کشمیر اس کے جلوس سے نہایت راضی اور خوش دل ہوئے اور تھوڑے عرصہ میں ملک کاجی چک اور ابدال ماکری سے باہم نزاع

marfat.com

Marfat.com

ہوئی ملک کاجی چک شاہ کو ملک ابدال ماکری کے مدافعہ کے واسطے کوسوار کی طرف لے گیا اور ملک ابدال بھی جمعیت تمام بہم پہنچا کر شاہ کے مقابل آیا۔ آخر کو صلح ہوئی ملک ابدال ماکری کراج میں کہ اس کی جاگیر تھی گیا اور سلطان شمس الدین اور ملک کاجی چک نے سری نگر کی طرف معاودت کی اور پھر چند روز کے بعد ملک ابدال ماکری سرباد شاہ کی اطاعت سے سر پھیر کر فساد پر آمادہ ہوا اور ولایت کراج میں فتور اور خلل برپا کیا لیکن اس مرتبہ بھی آتش فساد آسانی سے ساکن ہوئی۔ الغرض اس بادشاہ کا احوال تاریخ کشمیر میں اس سے زیادہ دریافت نہ ہوا۔ لہٰذا اسی پر اکتفا کی زمانہ شاہی اس کا تشخیص نہ ہوا۔

نازک شاہ کی دوبارہ حکومت کشمیر پر

بعد باپ کے اس کا بیٹا نازک شاہ مسند شاہی پر جلوہ گر ہوا لیکن ابھی پانچ چھ ماہ کا عرصہ نہ گزرا تھا کہ مرزا حیدر ترک غلبہ پا کر متصرف ہوا اور مرزا حیدر کی حکومت کا خطبہ اور سکہ بنام نامی جنت آشیانی نصیرالدین محمد ہمایوں بادشاہ کے تھا۔

مرزا حیدر ترک کی کشمیر پر حکومت

واضح ہو کہ ۹۴۸ ہجری میں جب جنت آشیانی نصیرالدین ہمایوں بادشاہ شیر شاہ سوری افغان سے شکست پا کر لاہور میں آیا تھا۔ ملک ابدال ماکری اور زنگی چک اور بعض اعیان مملکت کشمیر نے شاہ ممدوح کو عرضداشت کشمیر لینے کی ترغیب میں لکھ کر مرزا حیدر ترک کے ذریعہ سے بھیجی تھی۔ آنحضرت نے مرزا حیدر ترک کو اس طرف رخصت کر کے فرمایا کہ تو پیشتر روانہ ہو میں بھی پیچھے سے آتا ہوں جب مرزا حیدر ترک بھیر میں کہ نام ایک مقام کا ہے پہنچا تو وہاں ملک ابدال ماکری و زنگی چک آ کر شامل ہوگئے اور مرزا حیدر کے ہمراہ تین چار ہزار سوار سے زیادہ نہ تھے۔ لیکن جب راجوری میں پہنچا تو ملک کاجی چک جو کشمیر کا حاکم تھا مع تین چار ہزار سوار اور پچاس ہزار پیادے کتل کرتل (کتل گھاٹی کو کہتے ہیں) میں آیا اور محافظت اور دشمن کی سدراہ کے واسطے ناکوں پر جابجا مورچے تیار کیے مرزا حیدر ترک وہ راستہ چھوڑ کر پنچ کی طرف روانہ ہوا اور ملک کاجی چک نے ازروئے غرور اس راستہ کی محافظت نہ کی۔ مرزا حیدر ترک پہاڑ کو طے کر کے فضائے کشمیر میں داخل ہو کر یکایک شہر سری نگر پر قابض ہو گیا اور ملک ابدال ماکری اور زنگی چک استقلال پا کر مہمات کو انجام دینے لگے اور چند پرگنے مرزا کی جاگیر کے واسطے نامزد فرمائے۔ اتفاقات سے انہیں دنوں میں ملک ابدال ماکری کا پیمانہ عمر آب بقا سے لبریز ہوگیا۔ اس وقت زیست سے مایوس ہو کر اپنے بیٹوں کے واسطے مرزا حیدر ترک سے سفارش کر کے ودیعت حیات قابض ارواح کے سپرد کی جب مرزا حیدر ترک کشمیر میں داخل ہوا ملک کاجی چک شیر شاہ افغان سور کے پاس ہندوستان کی طرف گیا پانچ ہزار سوار جن کے حسین شیروانی اور عادل خان سردار تھے۔ مع دو فیل کمک کے واسطے لایا اور مرزا حیدر ترک بھی باتفاق زنگی چک اس کے مدافعہ کے واسطے متوجہ ہوا اور فریقین نے موضع ونہ دیار اور موضع کاوہ میں صفوف حرب آراستہ کیں اور تنور حرب گرم ہوا اور نسیم فتح مرزا حیدر ترک کے پرچم پر چلی شیر شاہ افغان سور کے امراء اور ملک کاجی چک نے ہزیمت پائی اور ملک کاجی چک نے بہرام کلہ میں استقامت کی اور ملا محمد یوسف خطیب مسجد جامع سری نگر نے اس لڑائی کا مادہ تاریخ فتح مکرر کہا اور ۹۵۰ نو سو پچاس ہجری میں مرزا حیدر ترک نے قلعہ اندر کوٹ میں اقامت کی اور چونکہ وہ زنگی چک کی طرف سے بدگمان ہوا تھا۔ زنگی چک بھاگ کر ملک کاجی چک کے پاس گیا۔ پھر دونوں اتفاق کر کے ۹۵۱ نو سو اکاون ہجری میں مرزا حیدر ترک کے مدافعہ اور اخراج کے واسطے سری نگر کی طرف متوجہ ہوئے اور بہرام چک یعنی زنگی چک کا بیٹا سری نگری میں پہنچا اور مرزا حیدر ترک نے بندگان کو کہ اور خواجہ حاجی کشمیری کو اس کے دفع کے لیے مقرر کیا اور بہرام چک تاب مقابلہ کی نہ لا کر بھاگا اور جب مرزا کے لشکر نے پیچھا کیا ملک کاجی چک اور زنگی چک نے فرار کو غنیمت جان کر بہرام کلہ میں دم لیا

marfat.com

Marfat.com

اور مرزا حیدر ترک بندگان کوکہ اور ایک جماعت کو سری نگر کی محافظت کے لیے چھوڑ کر تبت کی تسخیر کو متوجہ ہوا اور قلاع بزرگ سے قلعہ لوسور کو مع چند حصار دیگر فتح کیا اور ۹۵۲ نو سو باون ہجری میں کاجی چک اور بیٹا اس کا محمد چک مرض تپ لرزہ میں مرگیا اور مرزا حیدر ترک نے یہ سال بفراغت بسر کیا اور ۹۵۳ نو سو ترپن ہجری میں زنگی چک مرزا حیدر ترک کے آدمیوں کے ساتھ جنگ کر کے مارا گیا اور اس کا سر اور اس کے فرزند غازی خان کا سر کاٹ کر مرزا حیدر ترک کے پاس لائے اور ۹۵۴ء نو سو چون ہجری میں ایلچی کاشغر کی طرف سے پہنچے۔ مرزا حیدر ترک مع جماعت امراان کے استقبال کے لیے لار میں آیا اور خواجہ اوچہ بہرام نے جو بیٹا مسعود چک کا تھا اور سات برس تک ولایت کامراج میں خوب لڑا تھا اور سب کو مغلوب کر کے غالب ہوا تھا۔ جان میرک کے ساتھ باتیں صلح آمیز درمیان میں لا کر عہدوپیان کیا اور مرزا میرک نے عہد و سوگند کے بعد اسے اپنے پاس طلب کیا۔ جب اوچہ بہرام اس کی مجلس میں آیا میرک مرزا نے خنجر موزہ سے کھینچ کر اس کے شکم پر مارا اور وہ زخم کھا کر بھاگا اور جنگل میں داخل ہوا۔ جان میرک مرزا نے اس کا پیچھا کر کے اسے گرفتار کیا اور اس کا سرتن سے جدا کر کے اس گمان پر مرزا حیدر کے پاس لار میں لایا کہ وہ محظوظ اور خوش ہوگا۔ لیکن عبدی زینا اس کا سر پر خون دیکھ کر طیش میں آیا اور دربار سے اٹھا اور یہ بات کہی کہ عہدوپیان کے بعد اس کا قتل کسی طرح لائق نہ تھا مرزا حیدر ترک نے جواب دیا میں اس واقعہ سے آگاہی نہیں رکھتا۔ اس کے بعد مرزا حیدر ترک کستوار کی سمت متوجہ ہوا اور بندگان کوکا اور محمد باکری اور مرزا محمد اور یحیٰی زینا کو ہراول کر کے خود موضع جماپور میں جو کستوار کے نزدیک ہے وارد ہوا اور جماعت ہراولوں نے تین روز کا راستہ ایک روز میں طے کیا اور موضع دلوت میں جو دریائے مارما کے ساحل پر واقع ہے پہنچے اور جو لشکر کستوار کا دریا کے اس پار تھا لڑائی تیرو تفنگ کی طرفین سے شروع ہوئی۔ کوئی شخص دریا سے عبور نہ کر سکتا تھا۔ دوسرے دن مرزا حیدر ترک کے سپاہی وغیرہ راہ راست سے انحراف کر کے چاہتے تھے کہ کستوار میں داخل ہوں۔ جب موضع دھار میں پہنچے آندھی تند اٹھی اور گرد و غبار سے جہاں تاریک ہوا۔ مردم دھار ہجوم کر کے ان کے سر پر آئے بندگان کوکا کہ نام ایک سردار کا ہے اور وہ نہایت لائق اور عمدہ تھا۔ مع پانچ مرد اہل نبرد مقتول ہوا اور بقیہ السیف ہزار محنت اور خرابی کے بعد مرزا حیدر ترک کی خدمت میں حاضر ہوئے اور مرزا حیدر ترک وہاں سے برآمد ہو کر ۹۵۵ء نو سو پچپن ہجری میں تبت کی طرف متوجہ ہوا اور راجوری کو کشمیریوں کے قبضہ سے برآوردہ کر کے محمد نظیر اور ناصر علی کو مرحمت فرمایا اور بکلی کہ نام محال کا ہے۔ ملا عبداللہ کو اور تبت خرد پر ملا قاسم کو مقرر کیا اور تبت کلاں کو بھی فتح کر کے ملا حسن نام کو اس کی حکومت پر تعین فرمایا اور ۹۵۶ نو سو چھپن ہجری میں کہ مرزا حیدر ترک قلعہ وتیل کی طرف متوجہ ہوا تھا۔ آدم گکھر نے آکر مرزا سے ملاقات کی اور کاجی چک کے بھتیجے دولت چک کی عفو تقصیرات کی درخواست کی۔ مرزا نے قبول کی اور مرزا مدافعہ کے واسطے متوجہ ہوا اور مرزا حیدر ترک اور آدم گکھر خیمے میں داخل ہوئے اور دولت چک کو وہاں طلب کیا اور جس طرح اس کی مرضی تھی اعزازواکرام بجانہ لائے۔

اس واسطے دولت چک ناراض ہو کر اٹھ گیا اور ایک ہاتھی جو پیش کش کے واسطے لایا تھا اپنے ہمراہ لے کر روانہ ہوا لوگوں نے اس کے تعاقب کا ارادہ کیا مرزا حیدر ترک نے ممانعت کی اور بعد چند روز کے مرزا حیدر ترک نے کشمیریوں کی طرف مراجعت کی اور دولت چک مع غازی خان اور جے چک اور بہرام چک ہیبت (ہمت) خان نیازی کے پاس کہ جو سلیم شاہ افغان سور کی لڑائی میں شکست کھا کر راجوری کی طرف آیا تھا گئے اور سلیم شاہ بھی جب نیازیوں کے تعاقب میں بہ موضع مدوار ولایت نوشہرہ تک پہنچا ہیبت خان نیازی نے سید خان نیازی کو کہ اس کے معتبروں سے تھا۔ سلیم شاہ افغان سور کے پاس بھیجا اور سید خان نیازی مقدمات صلح درمیان میں لا کر ہیبت خان نیازی کی ماں اور فرزند کو سلیم شاہ افغان سور کے پاس لایا۔ سلیم شاہ افغان سور موضع بن نواحی سیالکوٹ میں پلٹ آیا اور وہاں استقامت کی اور کشمیری ہیبت خان نیازی کو بارمولہ میں لا کر چاہتے تھے کہ اسے کشمیر میں لے جا کر مرزا حیدر ترک کو درمیان سے نکالیں۔ لیکن ہیبت خان نیازی اس کی ہیبت سے یہ امراپنی نسبت قرار نہ دے سکا۔ اس واسطے ایک برہمن کو مرزا حیدر ترک کے پاس بھیج کر صلح کا پیغام

marfat.com

Marfat.com

دیا اور مرزا نے جب جواب شافی اس برہمن کی زبانی کہلا بھیجا۔ ہیبت خان وہاں سے موضع ہیر میں جو ولایت جموں سے علاقہ رکھتا ہے آیا اور تمام کشمیری اس سے جدا ہو کر سلیم شاہ افغان سور کے پاس گئے اور غازی خان چک مرزا حیدر ترک کے پاس روانہ ہوا اور ۹۵۷ نو سو ستاون ہجری میں مرزا حیدر ترک اطراف کی مہمات سے فراغت پا کر مطمئن ہوا اور خواجہ شمس مغل کو مع زعفران وافر سلیم شاہ افغان سور کی خدمت میں بھیجا اور ۹۵۸ نو سو اٹھاون ہجری میں خواجہ شمس مغل نے سلیم شاہ افغان سور کے پاس سے مع اسباب و قماش متاثر اور یٰسین نام افغان ایلچی کے کشمیر کی طرف مراجعت کی مرزا حیدر ترک نے شال اور زعفران بہت سلیم شاہ افغان کے ایلچی کو دے کر رخصت کی اور مرزا قراء بہادر کو پھرپل کی حکومت پر مامور فرمایا اور کشمیریوں سے عبدی زینا اور نازک شاہ اور حسین ماکری اور خواجہ حاجی کو اس کے ہمراہ کیا اور مرزا قراء بہادر اور کشمیریوں نے اندر کوٹ سے برآمد ہو کر بارمولہ میں اقامت کی اور فساد کے درپے ہوئے۔ اس سبب سے کہ مغل انہیں بنظر حقارت دیکھتے تھے اور مغلوں نے یہ خبر مرزا حیدر ترک کو پہنچائی۔ مرزا موصوف نے اس امر کو یقین اور باور نہ کیا بلکہ یہ جواب دیا کہ مغل کی قوم بھی کشمیریوں سے کم مفسد اور فتنہ پرداز نہیں ہے۔ حسین ماکری نے اپنے بھائی علی ماکری کو مرزا حیدر کی پاس بھیجا کہ وہ جا کر مرزا کو کشمیریوں کے غدر سے آگاہ کرے اور مرزا کو اس پر آمادہ کرے کہ وہ لشکر کو طلب کرے مرزا حیدر ترک نے یہ خبر سن کر جواب دیا کہ کشمیریوں کی یہ بھی مجال ہے کہ تم کو ان سے غدر کا اندیشہ ہے اور لشکر کو واپس طلب کرو۔ الغرض ماہ رمضان کی ستائیسویں تاریخ کو اندر کوٹ میں آتش عظیم پیدا ہوئی کہ اکثر مقامات جل کر خاکستر ہوئے مرزا قرا بہادر اور تمام آدمیوں نے جن کے مکانات جل گئے تھے پیغام کیا کہ اگر حکم ہو ہم آکر اپنے مکانات کو تعمیر کر لیں اور سال آئندہ میں پھرپل کی طرف متوجہ ہوں۔ مرزا حیدر ترک ہرگز اس امر پر راضی نہ ہوا لیکن خواہ مخواہ وہ لشکر پھرپل کی سمت متوجہ ہوا اور عبدی زینان اور تمام کشمیری اتفاق کر کے رات کو مغلوں سے جدا ہو کر کتل پھرپل میں آئے اور حسین ماکری اور علی ماکری کو معتمدوں سے جدا کر کے اپنے ہمراہ لیا تو مغلوں کے ساتھ وہ مارے نہ جائیں جب صبح ہوئی پھرپل کے آدمیوں کے ساتھ جنگ ہوئی۔ مغل پہاڑوں میں بند ہوئے اور سید مرزا نے بھاگ کر پھرپل کے قلعہ میں پناہ لی اور اسی (۸۰) مغل نامی اس معرکہ میں تخمیناً قتل ہوئے اور محمد تطیر اور مرزا قراء بہادر دستگیر ہوئے اور بقیہ السیف بھج کے راستہ سے ہرام کلہ میں آئے۔ مرزا حیدر ترک یہ خبر سن کر نہایت محزون اور مغموم ہوا اور فرمایا کہ چاندی کی دیگیں توڑ کر وہ روپیہ جو کشمیر میں رائج ہے مسکوک کریں اور جہانگیر ماکری کو معتبر سمجھ کر حسن ماکری کی جاگیر عنایت فرمائی اور اکثر اہل حرفہ کو گھوڑا اور خرچ دے کر سپاہی بنایا اور اس کے بعد یہ خبر پہنچی کہ ملا عبداللہ کشمیریوں کے خروج کی خبر سن کر ملازمت کے واسطے آتا تھا۔ جب بارہ مولہ کے قریب پہنچا کشمیریوں نے ہجوم کر کے اسے قتل کیا اور خواجہ قاسم تبت خرد میں مقتول ہوا اور محمد نظیر راجوری میں گرفتار ہوا اور کشمیری بہرام کلہ سے جمعیت کر کے ہیرہ پور میں آئے۔ مرزا حیدر ناچار ہو کر کشمیریوں کے مقابلہ کو اندر کوٹ سے برآمد ہوا اور مرزا کی کل جمعیت ہزار آدمی مغل مثل عبدالرحمٰن اور شہزادہ اور خان و میرک مرزا اور سکنہ مغل اور جر علی باقی اور سات سو آدمی تھے۔ مرزا حیدر ترک کے ہمراہ شہاب الدین پور میں اقامت کی اور دولت چک اور غازی خان چک اور دیگر سردار بھی امداد کے واسطے باتفاق عبدی زینا جمعیت کر کے ہیرہ پور میں آئے اور وہاں سے برآمد ہو کر موضع خانپور میں جمع ہوئے اور مرزا حیدر ترک خالد گڑھ کے میدان میں جو سری نگر کی متصل ہے وارد ہوا اور فتح چک کہ باپ اس کا خواجہ بہرام مغلوں کے ہاتھ سے قتل ہوا تھا۔ اپنے باپ کے خون کے انتقام کے واسطے مع تین ہزار مرد مبارز اندر کوٹ میں آیا اور مرزا حیدر کی عمارات جو باغ صفا میں تھی آگ لگا کر خاک سیاہ کی جب یہ خبر مرزا حیدر ترک کو پہنچی فرمایا میں یہ عمارات کاشغر سے نہ لایا تھا۔ پھر عنایت الٰہی سے بن جائے گی اور جر علی نے شاہ زین العابدین کی املاک کو سویہ میں تھی مرزا حیدر کی عمارت کے عوض میں جلائی لیکن مرزا حیدر کو یہ امر پسند نہ آیا اور سپاہیوں نے عمارات عبدی زینا میں نوروز چک کی کہ سری نگر میں تھی آگ دے کر برباد کی اور مرزا حیدر ترک نے موضع خان پور میں آکر استقامت فرمائی اور اس

marfat.com

Marfat.com

موضع میں ایک درخت بید کا ایسا چتنار تھا کہ اس کے سایہ میں دو سو سوار کھڑے ہو سکتے تھے اور سوائے اس کے یہ بھی تجربہ میں پہنچا کہ جس وقت اس کی ایک شاخ باریک کو حرکت پہنچے تمام درخت حرکت اور جنبش میں آتا تھا۔ القصہ کشمیری خان پور سے کوچ کر کے موضع ادنی پور میں آئے اور فاصلہ دو کوس سے زیادہ نہ رہا مرزا حیدر ترک نے ان پر عزم شبخون کیا اور مرزا عبدالرحمٰن نے اپنے چھوٹے بھائی کے لیے کہ صلاح و تقویٰ میں آراستہ تھا۔ ولی عہدی کی وصیت کر کے آدمیوں سے اس کے نام بیعت لی اور اپنے اعیان و انصار کو ہمراہ لے کر بقصد شبخون سوار ہوا۔ قضارا اس شب کو ابر سیاہ آسمان پر ظاہر ہوا جب خواجہ حاجی کے خیمہ کے قریب جو بانی فساد اور مرزا کا وکیل تھا پہنچے۔ تاریکی کے سبب کچھ نظر نہ آتا تھا اور شاہ نظر قورچی مرزا حیدر ترک کہتا ہے کہ اس وقت جب میں تیر پھینکتا تھا مرزا حیدر ترک کی آواز میرے گوش زد ہوئی کہ برا کیا تو نے اس سے مجھے معلوم ہوا کہ اس تاریکی میں تیر ناگہانی مرزا کے لگا اور یہ بھی منقول ہے کہ ایک قصاب نے ازراہ قساوت مرزا حیدر کی ران پر تیر مارا اور دوسرے راوی کا یہ قول ہے کہ کمال کوکا نے اسے زخم شمشیر سے ہلاک کیا لیکن اس کے جسم پر تیر کے زخم کے سوا کچھ ظاہر نہ تھا۔ خلاصہ یہ ہے کہ جب صبح ہوئی کشمیریوں کے لشکر میں مشہور ہوا کہ ایک مغل مقتول پڑا ہے۔ جب خواجہ حاجی اس کے سر پر پہنچا دیکھا کہ مرزا حیدر ترک ہے۔ اس کا سر زمین سے اٹھایا۔ اس وقت مرزا کا عالم نفس شماری تھا۔ آنکھیں کھولیں اور جان جان آفریں کے سپرد کی۔ مغلوں کو جب اپنے سردار کا قتل ہونا متحقق ہوا اندر کوٹ کی طرف بھاگ گئے اور کشمیریوں نے مرزا کی لاش دفن کی اور مغلوں کے تعاقب میں روانہ ہوئے۔ مغلوں نے اندر کوٹ میں پناہ لی اور تین روز تک لڑے چوتھے دن محمد رومی نے تانبے کے پیسوں کے گراب توپ میں دے کر فیر کرنے شروع کیے اور وہ گراب جس شخص کے لگتے تھے جانبر نہ ہوتا تھا۔ آخر مرزا حیدر کی زوجہ نے جس کا نام مسماۃ خاتی تھا اور مرزا کی ہمشیرہ مسماۃ خانجی نے مغلوں سے یہ بات کہی کہ جو مرزا حیدر ترک مرگیا۔ بہتر یہ ہے کہ کشمیریوں سے پیغام صلح کر کے اس قصہ کو دفع کرو۔ مغلوں نے یہ امر قبول کیا۔ امیر خان معمار کو صلح کے واسطے کشمیریوں کے پاس بھیجا۔ کشمیری صلح پر راضی ہوئے اور عہد نامہ اس مضمون کا لکھ دیا کہ آئندہ ہم مغلوں کے درپے ایذا نہ ہوں گے حکومت مرزا حیدر ترک کی دس سال تھی۔

نازک شاہ کی کشمیر پر تیسری بار حکومت

جب دروازے قلعہ کے مفتوح ہوئے کشمیریوں نے مرزا حیدر کے توشک خانہ میں جا کر دست تصرف دراز کیا اور نفائس نفیسہ لوٹ کر لے گئے اور مرزا کے اہل و عیال کو سری نگر میں لا کر حسن منو کے مکان میں جگہ دی اور ولایت کشمیر آپس میں تقسیم کی۔ پرگنہ دیو۔ سر دولت چک کو اور پرگنہ دہی غازی خان چک کو اور پرگنہ کمراج یوسف چک اور بہرام چک کو دیا اور ایک لاکھ خروار شالی خواجہ حاجی وکیل مرزا کے واسطے معین ہوا۔ عموماً تمام امرائے کشمیر اور خصوصاً عبدی زینا نے تسلط تمام حاصل کیا اور نازک شاہ کو برائے نام بادشاہ بنایا اور حقیقت میں عبدی زینا بادشاہ تھا اور ۹۵۹ نو سو انسٹھ ہجری میں سنگر چک ولد کاجی چک اس سبب سے کہ بے جاگیر تھا اور غازی خان نے کہ اپنے تئیں کاجی چک کا فرزند قرار دیتا تھا اور جاگیر بہت رکھتا تھا۔ کشمیر سے برخاستہ خاطر ہو کر چاہا کہ یہاں سے نکل جاؤں۔ چنانچہ تفصیل اس اجمال کی یہ ہے کہ سنگر چک بلا شبہ کاجی چک کا بیٹا تھا اور غازی خان چک اگرچہ کاجی چک کا فرزند مشہور تھا لیکن حقیقت میں اس کا بیٹا صلبی نہ تھا۔ کس واسطے کہ ملک کاجی چک اپنے بھائی حسن چک کے بعد وفات اس کی زوجہ کو جو غازی خان کو شکم میں رکھتی تھی اپنے عقد میں لایا تھا اور دو تین ماہ کے عرصہ میں غازی خان چک متولد ہوا اس جہت سے سنگر کو چک نے چاہا کہ میں کشمیر سے برآمد ہو کر عبدی زینا کے پاس جاؤں اور جب یہ خبر مشہور ہوئی دولت چک اور غازی خان چک نے اسمٰعیل ہانت اور ہرجو کو مع جمعیت سو آدمی کے بھیج کر کہا کہ اگر وہ نہ آئے اسے زبردستی لاؤ لیکن سنگر چک ان کے بلانے سے نہ آیا۔ عبدی زینا کے پاس گیا۔ آخر کو عبدی زینا نے ان سے صلح

marfat.com

Marfat.com

کی اور پرگنہ کو ٹھار اور کھاور اور ماور سنگر چک کی جاگیر قرار پائی اور آتش فساد ساکن ہوئی اور ان دنوں میں چار گروہ کشمیر میں اعتبار رکھتے تھے اول عبدی زینا مع اپنے گروہ کے دوسرے حسن ماکری ولد ملک ابدال ماکری مع اپنی جمعیت کے تیسرے کپوریان کہ بہرام چک اور یوسف چک وغیرہم سے مراد ہے۔ چوتھے کاسیان (کاجیان) کاجی چک اور دولت چک اور غازی خان چک سے عبارت ہے۔ پھر یحییٰ زینا اپنی دختر حسین خان ولد ملک کاجی چک کے عقد ازدواج میں لایا اور دولت چک کی دختر محمد ماکری ولد ملک ابدال ماکری کے عقد نکاح میں منعقد ہوئی اور یوسف چک ولد زنگی چک کو تواری کی بہن غازی خان چک کے نکاح میں داخل ہوئی اور یہ نسبتیں چکان کی قوت اور غلبہ کے باعث ہوئیں اور باتفاق ایک دوسرے کے ہر اطراف میں متفرق ہوئے۔ یعنی غازی خان چک ولایت کامراج کی سمت اور دولت چک لسوپور کی طرف اور تمام ماکری بالکل کی جانب روانہ ہوئے۔ اس سبب سے عبدی زینا سری نگر میں محزون ہو کر بیٹھا اور ان لوگوں کے رفع کی تدبیر میں رہتا تھا اور جب موسم بادنجان کا آیا عبدی زینا نے فرمایا کہ مرغ کا گوشت اور بیگن لاؤ کہ ہم دونوں کو ایک میں پکا دیں اور یہ طعام لطیف بیگن کشمیریوں کی غذا ہے۔ بہرام چک اور سید ابراہیم اور سید یعقوب اس کی دعوت میں آئے اور یوسف چک نہ آیا۔ عبدی زینا نے تینوں کو گرفتار کر کے مقید کیا اور یوسف چک یہ خبر سن کر مع تین سو سوار اور سات سو پیادہ کامراج کے راستہ سے جا کر دولت چک سے ملحق ہوا۔ عبدی زینا نے جب دیکھا کہ کشمیری چکان میں آئے مغلوں سے مرزا قرا بہادر اور مرزا عبدالرحمن اور مرزا جان میرک اور مرزا۔ بلکہ مغل اور میر شاہ اور شہزادہ بیگ مرزا محمد نظیر اور جر علی کو قید خانہ سے بر آوردہ کر کے ہر ایک کو گھوڑا اور خلعت اور خرچ عنایت فرمایا اور موضع چک پور میں مقیم ہوا۔

اس درمیان میں سید یعقوب اور سید ابراہیم باتفاق جارود کے جو ان کا نگہبان تھا بھاگ کر کمراج میں گئے اور دولت چک کے شریک ہوئے اور بہرام چک بھاگ نہ سکا۔ دوسرے دن غازی خان چک مع تین سو سوار سری نگر میں آیا اور عبدی زینا نے مغلوں کو اس کے مقابلہ کو بھیجا اور اس نے تمام پلوں کو خراب کیا اور مغل معطل رہے اس وقت دولت چک بھی سری نگر میں جا کر غازیخان چک سے ملحق ہوا اور باتفاق عیدگاہ میں پڑاؤ کیا اور ہر روز فریقین کے مابین جنگ ہوتی تھی۔ یہاں تک کہ بابا خلیل عبدی زینا کے پاس صلح کے واسطے آیا اور یہ بات کہی کہ آپ کو مغلوں کا اعتبار کرنا اور کشمیریوں کو نظر سے گرانا مناسب نہ تھا اور اس طرح کے اور بھی کلام کیے کہ عبدی زینا اور کشمیریوں کے درمیان صلح واقع ہوئی اور مغلوں کو مع اہل و عیال رخصت دی اور خانجی یعنی مرزا حیدر ترک کی بہن بگلی کے راستہ سے کابل میں گئی اور کشمیریوں نے مرزا جر علی بلکہ اور بھی مغلوں کے اہل و عیال قتل کیے اور خانم کاشغر میں پہنچی اور بعد میں اس واقعہ کی خبر آئی کہ ہیبت خان اور سعید خان اور شہباز خان افغان جو قوم نیازی سے ہیں' کشمیر کی تسخیر کے واسطے آتے ہیں اور پرگنہ پانسال میں پہنچ کر کوہ تون میں داخل ہوئے ہیں۔ عبدی زینا اور حسین ماکری اور بہرام چک اور دولت چک اور یوسف خان متفق ہو کر نیازیوں کی جنگ کے واسطے برآمد ہوئے اور طرفین مقابل ہو کر خوب لڑے اور بی بی رابعہ زوجہ ہیبت خان نیازی نے بھی جنگ مردانہ کر کے علی چک پر تلوار کا وار ڈالا۔ آخر کو ہیبت خان اور سید خان اور شہید خان نیازی اور بی بی رابعہ اس لڑائی میں مارے گئے اور کشمیریوں نے مظفر اور منصور ہو کر سری نگر میں مراجعت کی اور مقتولوں کے سر یعقوب خان کے ہاتھ سلیم شاہ افغان سور (سلیم شاہ سے یہ لوگ باغی تھے) کے پاس بھیجے اور اس کے بعد کشمیریوں کے درمیان میں عداوت بہم پہنچی۔ عبدی زینا نے باتفاق فتح چک اور لوہر ماکری اور یوسف چک اور بہرام چک اور ابراہیم چک خالد گڑھ میں آ کر اقامت اختیار کی اور دولت چک اور غازی خان چک اور حسین ماکری اور سید ابراہیم اور رومان کے گروہ نے یک جا ہو کر عیدگاہ میں منزل کی جب دو ماہ کا عرصہ گزرا یوسف چک اور فتح چک اور ابراہیم چک عبدی زینا سے جدا ہو کر دولت چک کے پاس آئے اور جب دولت چک مع جمعیت تمام سوار ہو کر عبدی زینا کے سر پر گیا وہ تاب مقاومت نہ لا کر بے جنگ بھاگ کر مرو میں گیا اور وہاں پہنچ کر دوسرے گھوڑے پر سوار ہونے لگا۔ اس نے قضارا ایسی لات اس کے سینہ پر ماری کی موضع ساک میں

marfat.com

Marfat.com

مخفی ہوا اور اسی مقام میں عالم باقی کی طرف سفری ہوا اور لاش اس کی سری نگر میں لاکر موضع موسیٰ زینا میں دفن کی اور امراء نے خروج کر کے نازک شاہ کو جو نام کے سوا شاہی سے علاقہ نہ رکھتا تھا۔ شاہی سے معزول کیا اور ارادہ خود سری کا کیا اور بعد مرزا حیدر ترک کے تیسرے مرتبہ دس ماہ شغل فرمانروائی میں مشغول رہا۔

ابراہیم شاہ کی تیسری مرتبہ حکومت

یہ نازک شاہ کا بیٹا ہے۔ جب عبدی زینا مقتول ہوا دولت چک (دارالملک میں جا کر مہمات شاہی انجام دینے لگا اور جب دیکھا کہ تخت سلطنت خالی ہے برائے نام کسی کو بادشاہ بنانا چاہیے۔ ابراہیم شاہ کو تخت پر بٹھایا اور اس وقت خواجہ حاجی وکیل مرزا حیدر ترک جنگل سے برآمد ہو کر سلیم شاہ افغان سور کے پاس گیا اس وقت عبدی زینا (معلوم ہوتا ہے امیر دوسرا تھا یا پیشتر کا تذکرہ ہے کہ وہ زندہ تھا الغرض اسے) اور شمس زینا اور بہرام چک کو گرفتار کر کے قید خانہ میں مقید کیا اور جب عبدالفطر کا روز ہوا اور دولت چک نے قابوق کے نیچے آ کر تیر اندازی شروع کی اور یوسف چک نے قابوق میں گھوڑا سرپٹ دوڑایا اور پیادے کہ تیر جمع کرتے گھوڑا ان میں الجھ کر چراغ پا ہوا اور یوسف چک اس پر سے گر پڑا اور اس کی گردن ٹوٹ گئی اور ۹۶۰ نو سو ساٹھ ہجری میں غازی خان چک اور دولت چک میں نزاع واقع ہوئی اور تمام کشمیر میں اختلاف پیدا ہوا۔ حسین ماکری اور شمس زینا کہ ہندوستان میں تھے۔ ۹۶۱ نو سو اکسٹھ ہجری میں غازی خان کے شریک ہوئے اور یوسف چک اور بہرام چک کے بیٹے دولت چک کے پاس آئے اور اس اختلاف اور نزاع نے دوماہ کا طول کھینچا۔ آخر کو ایک کاشتکار نے دولت خان کے روبرو آ کر اسکے کان میں یہ بات کہی کہ مجھے غازی خان نے تمہارے پاس بھیج کر یہ پیغام دیا ہے کہ تو نے تمام ان آدمیوں کو بے تقریب کس واسطے اپنے پاس جمع کیا ہے کہ یہ سب تیرے دشمن ہیں اور غازی کو چک سے یہ کہا کہ دولت چک صلح کے درپے ہے تم اس سے کس واسطے لڑتے ہو۔ بس اس طور سے کلام کر کے ان کے درمیان صلح کرائی اور شمس زینا پھر ہند کی طرف بھاگ گیا اور ان دنوں میں تبت کلاں کے باشندے پرگنہ کھاور اور بارہ میں کہ حبیب خان چک اور نصرت خان کے بھائی کی جاگیر تھی آ کر بکریاں ہانک لے گئے۔ اس سبب سے دولت چک اور سنکر چک اور ابراہیم چک اور حیدر چک اور پسران غازی خان اور بھی اعیان کو مع لشکر انبوہ لار کے راستہ سے تبت کلاں میں بھیجا اور حبیب خان چک کہ ہمراہ ان کے ساتھ تھا۔ بہ سبیل استعجال جس راستہ سے کہ بکریاں لے گئے تھے تبتیان کے تعاقب میں دوڑا اور بجلی کی طرح قلعہ تبت کلاں میں پہنچ کر جنگ کی اور ان کے سرداروں کو شمشیر سے قتل کیا اور وہ سب بھاگے۔ حبیب خان چک نے اس مقام میں نزول کر کے اپنے چھوٹے بھائی درویش چک سے کہا تو مع لشکر سوار ہو کر تبت کلاں میں داخل ہو درویش چک نے تغافل کر کے اس کے کہنے پر عمل نہ کیا اور حبیب خان چک باوجود اس کے کہ اس کے زخموں سے خون جاری تھا۔ سوار ہو کر تبت کلاں کے قصرہائے عالی میں داخل ہوا اور اہل تبت کلاں تاب مقاومت نہ لا کر بے جنگ بھاگے اور چالیس آدمی ان میں سے جو قصر کی چھت پر چسپیدہ اور پوشیدہ تھے دستگیر ہوئے اور نہایت عجز اور خاکساری سے پیش آئے اور کہا ہمیں قتل نہ کرو اور پانچ سو گھوڑے اور ہزار پارچہ پٹو اور پچاس بیل قسطاش اور دو سو بکریاں اور دو سو تولہ سونا دینا قبول کیا۔ لیکن حبیب خان چک نے ان کی باتوں پر التفات نہ کر کے سب کو درپر کھینچا اور وہاں سے سوار ہو کر دوسرے قلعہ میں آیا اور اس قلعہ کو بھی خراب اور ویران کیا اور تبت کلاں کے رئیسوں نے تین سو گھوڑے اور پانچ سو پارچہ پٹو اور تیس راس گاؤ قسطاش جناب حبیب خان چک کے واسطے بھیجے اور گھوڑے خوب کاشغری کہ اہل تبت کلاں کے ہاتھ آئے تھے۔ وہ گھوڑے بھی ان سے لیے اور حیدر چک اور پسر غازی خان چک نے مسمی کھانی اپنے بھائی حقیقی کو حبیب خان چک کے پاس بھیجا کہ اہل تبت کلاں نے وہ گھوڑے غازی خان چک کے واسطے نگاہ رکھے تھے۔ مناسب ہے کہ ان گھوڑوں کو بھیجے تو ہم غازی خان کی خدمت میں روانہ کریں۔ جبیب خان چک ترکمانی نے در جواب اس کے قریب دو سو آدمی کے

marfat.com

Marfat.com

اس نیت سے روانہ کیے کہ منازعت درمیان میں ڈالیں لیکن لوگوں نے درمیان میں آکر صلح کروائی۔ آتش فساد ساکن ہوئی بعد اس کے سری نگر کی طرف آیا اور یہ تمام اشیاء وہاں کے آدمیوں کو تقسیم کیں اور ۹۶۲ نو سو باسٹھ ہجری میں زلزلہ عظیم کشمیر میں واقع ہوا۔ اکثر موضع اور شہر خراب اور منہدم ہوئے اور موضع نیلو اور آدم پور مع عمارت و اشجار آب بھٹ کے اس طرف سے منتقل ہو کر اس پار ظاہر ہوئے اور موضع ماور میں جو پہاڑ کے زیردامن میں واقع ہے اس کے گرنے سے وہاں کے تخمیناً چھ سو آدمی ہلاک ہوئے۔

اسمٰعیل شاہ برادر ابراہیم شاہ

جب پانچ ماہ ابراہیم شاہ کی حکومت کے گزرے اگرچہ اس وقت میں دولت چک درحقیقت فرمانروا تھا۔ زمانہ غازی خان چک کے موافق ہوا اور دولت چک مغلوب اور منکوب ہوا۔ غازی خان چک نے دم استقلال سے مارا اور اسمٰعیل شاہ کو برائے نام شاہ بنا کر ۹۶۳ نو سو ترسٹھ ہجری میں تخت پر بٹھایا اور اس سال حبیب خان چک نے چاہا کہ دولت چک سے یک دل ہو جاؤں یہ عزیمت کر کے مرداودن کے سمت متوجہ ہوا۔ غازی خان چک نے نصرت خان چک سے یہ بات کہی کہ تیرا بھائی حبیب خان چک دولت چک سے مل گیا ہے مناسب یہ ہے کہ وہ نہ آنے پائے اور ہم دولت چک کو گرفتار کریں۔ کیونکہ اس کے آنے کے بعد کام مشکل ہوگا ناگاہ دولت چک کشتی میں سوار ہو کر حوض ڈل کی طرف مرغابی کے شکار کو گیا تھا۔ اس درمیان میں غازی خان چک نے تاخت کر کے اس کے گھوڑوں کو گرفتار کیا اور وہ بھاگ کر پہاڑ پر چڑھ گیا اسے بھی گرفتار کر کے اس کی آنکھوں میں سلائی پھیری کہ وہ کور ہوا بعد اس کے حبیب خان چک آیا۔ غازی خان چک نے کہ اس سے ناراض تھا نازک چک کو جو دولت چک کا بھتیجا تھا طلب کر کے اسے وکالت کی تکلیف دی اور جو کہ غازی خان چک نے اس کے چچا کی آنکھوں میں سلائی پھیری تھی۔ اس تعصب سے منصب وکالت قبول نہ کیا۔ غازی خان چک نے چاہا کہ نازک چک کو بھی گرفتار کر کے مقید کرے۔ وہ خبردار ہو کر بھاگا اور حبیب خان چک کے پاس جا کر پناہ لی۔

حبیب شاہ بن اسمٰعیل

جب دو سال اسمٰعیل شاہ کی حکومت سے گزرے قضائے الٰہی سے فوت ہوا۔ غازی چک نے اس کے فرزند کو سریر حکومت پر متمکن کیا اور آخر ۹۶۴ نو سو چونسٹھ ہجری میں نصرت خان چک او رنازک چک اور سنکر چک بردار غازی خان چک اور یوسف چک اور ہستی خان چک سب نے ایک جگہ جا کر آپس میں عہد کر کے یہ تجویز کی کہ آج غازی خان چک نے دوا استعمال کی ہے اور اس کا بھائی حسین خان چک قید ہے اسے زندان سے برآوردہ کر کے غازی خان چک کو ہلاک کریں جب یہ خبر غازی خان چک کو پہنچی۔ یوسف چک اور سنکر چک کو راضی کر کے اپنے پاس طلب کیا اور حبیب خان چک اور نصرت خان چک اور درویش چک نہ گئے اور یہ بات کہی کہ ہم علماء اور قاضیوں کو درمیان میں لا کر عہدو قول اس سے لے کر جائیں گے نہیں راہ فرار اختیار کریں گے اور نصرت خان چک غازی خان چک کے پاس بے قول گیا۔ زندان مصیبت میں گرفتار ہوا اور حبیب خان چک نے باتفاق نازک خان چک کے پلوں کو توڑ کر خروج کیا اور ہستی خان چک بہ جمعیت تمام آکر اس سے ملحق ہوا۔ غازی خان چک نے لشکر کثیران کے مقابلہ کو بھیجا۔ جنگ عظیم واقع ہوئی اور غازی خان چک کا لشکر شکست کھا کر متفرق ہوا۔ بعض گرفتار ہوئے اور حبیب خان چک فتح کر کے کھوبہ ہامون کی طرف گیا اور غازی خان چک اس شکست کے بعد حبیب خان چک کے مدافعہ کے واسطے خود سوار ہو کر دومرو کی طرف گیا اور تین چار کشتی بہم پہنچا کر مع تین فیل اور تین ہزار ظاہراً تین سو آدمی ہیں۔ مرد جرار دریا سے عبور کیا اور جب خالد گڑھ کے میدان میں پہنچا۔ حبیب خان چک بھی اس کے مقابلہ کو آٹھ سو آدمی سے آکر ہم مصاف ہوا اور بعد جنگ شدید تاب مقاومت نہ لا کر آب بہجہ کے پل میں در آیا اور گھوڑا اس کا اس پل سے عبور نہ کر

marfat.com

Marfat.com

سکا۔ اس درمیان میں غازی خان چک کے ایک فیل بان نے اسے گرفتار کیا۔ غازی خان چک نے اس کا سر جدا کرنے کا حکم دیا۔ جب فیل بان ہاتھ اس کے دہن کے قریب لے گیا۔ حبیب خان نے اس کی انگلیاں دانتوں سے پکڑ کر خوب کاٹیں۔ آخر فیل بان نے سر اس کا جدا کر دیا اور کلہ نامت میں کہ جہاں اس کا مکان تھا لا کر آویزاں کیا اور درویش چک اور نازک چک کو بھی گرفتار کر کے دار پر کھینچا اور چند عرصہ کے بعد بہرام چک ہندوستان سے غازی خان کے پاس سری نگر میں آیا پرگنہ کھوبہ ہامون کی جاگیر پائی اور سری نگر سے رخصت ہو کر پرگنہ زین گڑھ کے قصبہ بدانچہ کی طرف کہ وطن اس کا تھا گیا پھر سنکر چک اور فتح چک وغیرہ بہرام چک کے پاس جا کر آپس میں متفق ہو کر پرگنہ سوپہ پور میں آئے اور بنیاد فساد کی قائم کی۔ غازی خان چک نے اپنے بیٹوں اور بھائیوں کو ان کے تدارک کے واسطے روانہ کیا اور وہ تاب جنگ نہ لا کر پہاڑ کی سمت بھاگے۔

غازی خان چک نے اسی روز انہیں ان کے تعاقب کو بھیجا وہ جاتے ہی اس جماعت کو گرفتار کر لائے۔ دوسرے دن یہ خبر پہنچی کہ بہرام چک سرکوب سے کسی طرف راہی ہوا اور سنکر چک اور فتح چک اس سے جدا ہوئے۔ غازی خان چک بسرعت تمام کھوبہ ہامون میں گیا اور چھ روز تک بہرام چک کی بہت تلاش کی لیکن ہاتھ نہ آیا اور جب احمد جورین برادر حیدر چک ولد غازی خان چک نے اس کی گرفتاری کا ذمہ کیا۔ غازی خان چک شہر میں پلٹ آیا احمد جورین نے سرکوب میں کہ مسکن ریشیان یعنی صوفیوں کا تھا جا کر انہیں گرفتار کیا اور بہرام چک کی جستجو کی وہ بولے کہ ہم نے اسے کشتی میں سوار کر کے امیر زینا کے مکان میں جو موضع بادیلی میں واقع ہے پہنچایا ہے اور ریشیان ایک فرقہ ہے کہ وہ ہمیشہ زراعت کرتے اور باغ لگاتے ہیں اور پھل و غلہ خدا کی راہ میں خیرات کرتے ہیں اور خود مجرد رہتے ہیں۔ الغرض جب احمد جورین امیر زینا کے پاس گیا اور بہرام چک کو بتلاش تمام گرفتار کر کے سری نگر میں لایا اور دار پر کھینچا۔ احمد جورین امیر اس فتح اور نصرت کے سبب مختص ہوا۔ ان دنوں میں شاہ ابوالمعالی کو کہ لاہور سے بھاگ کر بعضے گکھر کے قید میں تھا پابہ زنجیر یوسف کے شانہ پر سوار ہو کر برآمد ہو اور کمال خان گکھر کے ساتھ موافق ہو کر مرزا حیدر ترک کے مانند کشمیر کی تسخیر کا ارادہ کیا۔ جب راجوری میں پہنچا مغلوں کی ایک جماعت بھی اس کے شریک ہوئی اور دولت چک اندھا اور فتح چک اور دوسرے چک اور لوہرذانگری بھی شاہ ابوالمعالی کے پاس آئے اور ۹۶۵ نو سو پینسٹھ ہجری میں کشمیر کے سمت متوجہ ہوئے اور جب بارمولہ میں پہنچے حیدر چک اور فتح خان چک جو راستہ کی محافظت کرتے تھے بھاگ کر موضع یادوکھی میں آئے اور شاہ ابوالمعالی نے عدالت کو کام فرما کر سپاہیوں کو رعایا کے جور و تعدی سے ممانعت کی اور موضع بارمولہ میں جو یادوکھی کے قریب ہے۔ پہنچ کر ایک بلندی پر وارد ہوا اور غازی خان چک اپنے بھائی حسین خان چک کو ہراول کر کے موضع کھنود میں مقیم ہوا اور کشمیریوں نے جو شاہ ابوالمعالی کے ہمراہ تھے۔ اس کی بلا اجازت حسین خان چک کی فوج پر حملہ آور ہو کر پسپا کیا۔ غازی خان چک اس کی کمک کو پہنچا اور داد مردی و مردانگی دے کر بہت کشمیریوں کو تہ تیغ کر کے لڑائی فتح کی شاہ ابوالمعالی یہ حال دیکھ کر بے جنگ بھاگا اور جب گھوڑا اس کا راستہ میں تھک گیا ایک مغل جان نثار شاہ کی خدمت میں حاضر ہوا اور اپنا گھوڑا کہ تازہ زور تھا شاہ کو اس پر سوار کیا اور اس کا گھوڑا ماندہ لے کر اسی مقام میں استادہ ہوا کشمیری کہ شاہ کے تعاقب میں آتے تھے۔ انہیں تیر باران کر کے روکا جب ترکش اس کے خالی ہوئے کشمیریوں نے اس بہادر کو نرغہ کر کے تیغ سیاست سے قتل کیا اور اس فرصت میں شاہ ابوالمعالی کو سون نکل گیا۔ سبحان اللہ بہادر اور خیر خواہ یہ لوگ تھے کہ اپنے آقا کی جانبری کے واسطے اپنے تئیں فدا کیا جان عزیز کا کچھ پاس نہ کیا۔

القصہ غازی خان یادوکھی میں پلٹ آیا اور جس مغل کو اس کے پاس لاتے تھے اس کی گردن مارتا تھا لیکن حافظ مرزا حسینی کو جو جنت آشیانی نصیرالدین محمد ہمایوں بادشاہ کے خوانندہ تھے بہ سبب خوش خوانی کے انہیں قتل نہ کیا اور اس فتح کے بعد نصرت خان چک کو زندان سے نکال کر جلال الدین محمد اکبر بادشاہ کی ملازمت کے واسطے بھیجا اور نصرت خان چک بیرم خان سے مل کر متوسل ہوا اور ۹۶۶ نو سو

marfat.com

Marfat.com

چیاسٹھ ہجری میں غازی خان کے مزاج میں ایک تغیر واقعہ ہوا۔ دست تعدی دراز کیا خلائق اس سے نہایت متنفر ہوئی اور مخبروں نے انہیں دنوں میں اسے یہ خبر پہنچائی کہ حیدر چک آپ کا فرزند بعض لوگوں کے اتفاق سے کشمیر لینا چاہتا ہے۔ غازی خان نے محمد جنید کو جو اس کا وکیل تھا اور بہادر بھٹ کو طلب کر کے یہ بات کہی کہ لوگ اس طرح کہتے ہیں تم جا کر اسے نصیحت کرو تو وہ دوبارہ اس خیال فاسد کو اپنے دل میں راہ نہ دے۔ پھر محمد جنید نے حیدر چک کو اپنے مکان پر بلا کر بہت چشم نمائی کی اور سخت وست کہا۔ حیدر چک نے طیش کھا کر خنجر محمد جنید کی کمر سے بزور نکال کر اس کے شکم پر مارا کہ وہ جانبر نہ ہوا۔ لوگوں نے ہجوم کر کے حیدر چک کو گرفتار کیا اور غازی خان کے حکم کے بموجب اسے قتل کر کے لاش اس کی زینہ گڑھ کے دروازہ پر آویزاں کی اور جو لوگ کہ اس کے شریک اور موافق تھے سب کو تہ تیغ کیا اور ۹۶۷ نو سو سرسٹھ ہجری میں مرزا قراء بہادر نے ہندوستان سے مع لشکر کثیر اور نوز نجیر فیل آ کر لالہ پور میں تین ماہ اقامت کی اور کشمیریوں سے نصرت چک اور فتح چک وغیرہ اور ککر ان سے بھی ایک جماعت کثیر ہمراہ رکھتا تھا اور امیدوار تھا کہ مردم کشمیر میرے شریک ہوں گے۔ اس عرصہ میں نصرت خان چک اور فتح چک اور لوہر وانگری اس کے پاس سے بھاگ کر غازی خان کی خدمت میں حاضر ہوئے اس سبب سے مرزا قراء بہادر کے لشکر میں بہت فتور برپا ہوا اور غازی خان چک کشمیر سے برآمد ہو کر نو روز کوٹ میں پہنچا اور پیادوں کو مرزا قراء بہادر کے مقابلہ کو بھیج کر شکست دی اور مرزا بھاگ کر قلعہ دائرہ میں داخل ہوا دوسرے دن میرزا قراء بہادر پھر پیادوں کی جنگ سے بھاگا اور اس کے ہاتھی پیادوں کے ہاتھ آئے اور پانچ سو مغل مارے گئے اور جب پانچ سال حبیب شاہ کی شاہی کے منقضی ہوئے غازی خان نے اسے گوشہ میں بٹھا کر خود فرمانروائی کا نشان بلند کیا اور نام بادشاہی کا دوسرے پر روانہ رکھا۔ خطبہ اور سکہ اپنا نام جاری کر کے اپنے تئیں غازی شاہ مشہور کیا۔

غازی شاہ

غازی خان چک نے شاہان کشمیر کے آئین کے موافق جلوس کیا اور اپنے تئیں غازی شاہ کا خطاب دیا۔ لیکن مرض جذام کے سبب سے کہ اس سے پیشتر بہم پہنچا تھا۔ ان دنوں میں اس کی شدت سے اس کی آواز متغیر ہوئی اور انگلیاں اس کی گرنے پر تھیں اور دانتوں میں زخم ظاہر ہوئے اور ۹۶۸ نو سو اڑسٹھ ہجری میں فتح خاں چک اور لوہر وانگری اور بھی کشمیری غازی شاہ سے متوہم اور ہراساں ہو کر پہاڑوں میں داخل ہوئے اور غازی شاہ نے اپنے بھائی حسین چک کو مع دو ہزار آدمی ان کے تعاقب میں بھیجا۔ جب موسم سرما اور برف باری کے ایام آئے مخالف ہلاک ہوئے اور جو باقی رہے کھنوار میں گئے اور وہاں سے مضطرب اور متردد ہو کر حسین خان چک کے پاس آ کر پناہ لی۔ حسین خان چک نے ان کے عفو گناہ کے لیے غازی شاہ سے درخواست کی اور شاہ نے ان کی تقصیر معاف فرما کر جاگیر خوب عنایت فرمائیں اور ۹۷۰ نو سو ستر ہجری میں غازی شاہ نے کشمیر سے برآمد ہو کر لار میں قیام کیا اور اپنے فرزند احمد خان کو فتح خان چک اور ناصر کناجی اور بھی امرائے نامدار کے ہمراہ تبت کلاں کی تسخیر کو بھیجا اور جب یہ تبت سے پانچ کوس کے فاصلہ پر پہنچے فتح خان چک احمد خان کے بے رخصت جا کر شہر تبت میں داخل ہوا۔ اہل تبت اس کا سازو سامان دیکھ کر جنگ پر راضی نہ ہوئے اور پیشکش بہت قبول کی اور وہاں سے جلد برخاست کرایا۔ اس کے بعد احمد خان کے دل میں یہ ہوس ہوئی کہ فتح خان چک تبت میں جا کر فائز المرام ہو کر آیا۔ اگر میں بھی ایسا کروں گا اہل کشمیر میری تعریف کریں گے یہ تجویز کر کے تنہا چلنے کا ارادہ کیا۔ فتح خان چک نے عرض کی کہ آپ کا جریدہ جانا مناسب نہیں ہے۔ اگر یہی ارادہ ہے جمعیت لے کر جائیے۔ احمد خان نے اس کے کہنے پر التفات نہ کی۔ پانچ سو آدمی لے کر روانہ ہوا اور فتح خان چک کو لشکر گاہ میں چھوڑا اہل تبت نے جب احمد خان کو جریدہ دیکھا جمعیت کر کے اس پر تاخت لائے وہ تاب مقابلہ کی نہ لا کر بھاگا اور فتح خان کے پاس آ کر یہ بات کہی کہ آج میں تبتیوں سے مقابلہ اور مقاتلہ کو جاتا ہوں تم میری فوج کے آگے چلو وہ بلا توقف جریدہ آگے روانہ ہوا۔

marfat.com

Marfat.com

اہل تبت اسے تنہا دیکھ کر جنگ میں مشغول ہوئے۔ فتح خان کی رگ شجاعت اور غیرت جنبش میں آئی۔ تنہا جنگ کر کے مارا گیا۔ غازی شاہ یہ خبر سن کر احمد خان سے نہایت ناراض ہوا اور سخت و ست کہا۔ ایام دولت اس کے چار برس کے بعد آخر ہوئے۔

حسین شاہ

یہ غازی شاہ کا بھائی تھا۔ ۹۷۱ نو سو اکہتر ہجری میں غازی شاہ تبت کلاں کی تسخیر کے ارادہ سے کشمیر سے برآمد ہوا اور مولد کھار میں استقامت کی اور غلبہ مرض جذام کے سبب اس کی آنکھیں بیکار ہوئیں اور آخر عمر میں شعار بدی کر کے خلق پر دست تعدی دراز کرتا تھا اور بے صدور قصور لوگوں سے جرمانہ لیتا تھا۔ اس سبب سے آدمی اس سے رنجیدہ ہو کر دو گروہ ہوئے۔ ایک جماعت اس کے فرزند احمد خان کی شریک ہوئی اور ایک جماعت اس کے بھائی حسین چک کی ممد و معاون ہوئی۔ غازی شاہ یہ خبر سن کر مولد کھار سے مراجعت کر کے سری نگر میں آیا اور جو حسین چک پر اس کی مہر و شفقت زیادہ تھی اسے اپنا جانشین کر کے سریر سلطنت پر بٹھایا اور غازی شاہ کے تمام وکلاء اور وزراء حسین چک کے مکان پر حاضر ہوئے اور شرائط خدمتگاری اور لوازم فرمان برداری میں قیام کیا اور پندرہ روز کے بعد غازی شاہ نے تمام قماش اور اسباب اپنا دو حصہ کر کے ایک حصہ اپنے بیٹوں کو دیا اور دوسرا حصہ مہاجنوں کے سپرد کیا کہ اس کی قیمت پہنچا دیں۔ مہاجن حسین چک کے پاس داد خواہ ہوئے۔ حسین چک نے غازی شاہ کو منع کیا اور غازی شاہ نے رنجید ہو کر چاہا کہ اپنے فرزند کو جانشین کرے۔ حسین چک یہ خبر سنتے ہی احمد خان پسر غازی شاہ اور ابدال خان اور بھی اعیان دولت کو طلب کر کے اپنی اطاعت کے بارہ میں ان سے عہد و پیمان لیا۔ غازی شاہ ترک سلطنت سے نہایت پشیمان ہوا۔ اپنے خاص آدمیوں اور مغلوں کو طلب کر کے جمعیت کی اور حسین چک بھی مقابلہ کو آمادہ ہوا۔ اہالی شہر اور قصبات نے درمیان میں آ کر آتش فساد ساکن کی اور غازی شاہ نے شہر سے برآمد ہو کر رہین پور میں اقامت کی اور تین مہینے کے بعد پھر سری نگر میں آیا اور حسین چک نے استقلال تمام بہم پہنچا کر ولایت کشمیر آدمیوں کے درمیان میں تقسیم کی اور ۹۷۲ نو سو بہتر ہجری میں حسین چک نے اپنے بڑے بھائی سنکر چک کو راجوری اور نوشہرہ جاگیر دے کر رخصت کیا اور اس کے بعد یہ خبر پہنچی کی سنکر چک نے خروج کیا ہے۔ اس واسطے اس کی جاگیر محمد خان ماکری کے نام مقرر کی اور احمد خان اور فتح خان چک اور خواجہ مسعود اور مانک چک کو مع لشکر جرار اس کے تدارک کو تعینات فرمایا۔ انہوں نے جا کر فتح کی اور حسین چک ان کے استقبال کو گیا اور باعزاز تمام انہیں سری نگر میں لایا اور چند روز کے بعد معلوم ہوا کہ احمد خان اور محمد خان ماکری اور نصرت خان چک اس کے قتل کا ارادہ رکھتے ہیں۔ چاہا انہیں کسی ڈھب سے گرفتار کروں انہوں نے یہ خبر سنی تو بہ جمعیت تمام حسین چک کے پاس آیا کرتے تھے۔ جب حسین چک نے دیکھا کہ یہ لوگ حقیقت حال سے واقف ہوگئے ہیں تو ملک لونڈنی لوند کو ان کے پاس بھیجا کہ انہیں ایک جا فراہم کر کے عہد و پیمان لے کہ کوئی شخص کسی سے عداوت نہ کرے۔ ملک لونڈنی ان کے پاس گیا اور مقدمات صلح میں مشغول ہوا اور سب احمد خان کے مکان پر گئے اور یہ تجویز کی کہ احمد خان جو چند روز سے حسین چک کے پاس نہیں گیا تھا اسے حسین چک کے مکان پر لے جائیں۔ احمد خان نے بعد مبالغہ اور اصرار کے قبول کیا اور نصرت خان چک اور ملک لونڈنی لوند کے ہمراہ حسین چک کے مکان پر گیا اور قاضی حبیب جو اعیان شہر سے تھا مع محمد ماکری اس مقام میں حاضر ہوا اور دیوان خانہ میں مجلس منعقد ہوئی اور جب رات ہوئی حسین چک نے کہا کہ ہم آج شب کو تنبورہ (فنتو بازی) نوازی کریں گے۔ جو یہاں قاضی متشرع ہے تم سب کوٹھے پر چل کر محفل سرور میں شریک ہو میں بھی پیچھے آتا ہوں۔ جب یہ کوٹھے پر گئے آدمیوں کو بھیج کر انہیں قید کیا اور بعد اس کے علی خان اور خان زمان کو کہ اصلی نام ان کا فتح خان تھا مع فوج کثیر سنکر چک کے مدافعہ کو جو راجوری کے قریب تھا بھیجا اور فتح خان عرف خان زمان نے مع لشکر ظفر پیکر جا کر اسے شکست دی اور فتحیاب ہو کر واپس آیا اور خان زمان نے اختیار تمام پیدا کیا اور امراء کو یہ حکم ہوا کہ تم ہر روز اس کے مکان پر جایا کرو اور ۹۷۳ نو سو تہتر

marfat.com

Marfat.com

ہجری میں امرا نے غیبت خان زمان کی حسین چک سے کی تو اس نے لوگوں کو اس کے مکان پر جانے کی ممانعت کی اور خان زمان کشمیر سے نکل جانے کی فکر میں تھا کہ حسین ماکری نے آکر خان زمان سے یہ بات کہی کہ تو کیوں شہر سے نکلتا ہے حسین چک شکار کو گیا ہے اور مکان اس کا خالی ہے۔ اس کے مکان پر جا کر اس کے تمام اسباب اور خزانوں پر متصرف ہو' پھر ایسا وقت ہاتھ نہ آئے گا۔ اس نے یہ بات پسند کی اور باتفاق فتح خان چک اور لوہر واکری اور مثل ان کے حسین چک کے مکان پر جا کر دروازہ میں آگ لگائی اور چاہا کہ احمد خان اور محمد خان ماکری اور نصرت خان کو زندان سے برآوردہ کروں مسعود مانک واکری جو جیل خانہ کا داروغہ تھا اس نے پانی دیوان خانہ کے صحن میں اس قدر چھڑکایا کہ دلدل ہوگئی اور دولت خان نام ایک شخص مردم چک سے ترکش باندھے کھڑا تھا۔ بہادر خان ولد خان زمان نے اس پر حملہ کر کے تلوار کا وار کیا لیکن ترکش پر پڑا وہ محفوظ رہا۔ پھر دولت خان نے ایک تیر ایسا اس کے گھوڑے کی آنکھ میں مارا کہ گھوڑا چراغ پا ہوا اور بہادر خان اس کی پشت سے زمین پر گرا مسعود مانک واکری نے جاتے ہی اس کا سر خنجر سے کاٹا اور خان زمان جو باہر کھڑا تھا بھاگا اور مسعود مانک نے اس کا تعاقب کر کے گرفتار کیا اور حسین چک کے روبرو لے گیا اور حسین چک کے حکم کے موافق سے زین گڑھ میں لے جا کر ناک کان دست و پا کاٹ کر سولی پر چڑھایا اور حسین چک نے مسعود مانک واکری کو فرزند ارجمند کہہ کر ساتھ خطاب مبارز خانی کے سرفراز فرمایا اور پرگنہ بانکل کو اس کی جاگیر مقرر کی اور ۹۷۴ نو سو چوہتر ہجری میں حسین چک نے احمد خان پسر غازی شاہ اور نصرت خان چک اور محمد خان ماکری کی آنکھوں میں میل کھچوائی۔ غازی شاہ یہ خبر سن کر نہایت محزون اور ملول ہوا اور اس کوفت میں بیمار ہو کر مرگیا اور حسین چک مدرسہ بنا کر وہاں کے علما اور صلحا کے ساتھ صحبت رکھتا تھا اور پرگنہ زین پور ان کی جاگیر مقرر کی اور ۹۷۵ نو سو پچھتر ہجری میں لونڈی لوند نے یہ خبر حسین چک کے سمع مبارک میں پہنچائی کہ مسعود مانک واکری المخاطب مبارز خان کہتا ہے جو حسین چک نے مجھے فرزند کہا ہے چاہیے کہ اپنے خزانہ سے مجھے بھی حصہ دے۔ یہ سنتے ہی حسین چک نہایت آزردہ ہوا۔ ایک دن مسعود مانک واکری المخاطب بمبارز خان کے مکان پر گیا اور اصطبل میں گھوڑے افراط سے دیکھ کر اس کا دل اور بھی مبارز خان سے منحرف ہوا اور اسے یوں محبوس کیا اور تمام مہمات ملکی لونڈی لوند کے متعلق ہوئیں اور عرصہ قلیل میں وہ بھی بسبب اس جرم کے کہ اس نے چالیس ہزار خروار دھان سرکار سے خیانت کیے تھے۔ قید ہوا اور علی کوکا بجائے اس کے منصوب ہوا اور ۹۷۶ نو سو چھتر ہجری میں قاضی حبیب جو حنفی مذہب تھا روز جمعہ کو مسجد جامع سے برآمد ہو کر دامن کوہ ماراں میں قبروں کی زیارت کے لیے گیا تھا۔ یوسف نامی کہ شیعہ مذہب تھا اس نے تلوار غلاف سے کھینچ کر قاضی کے سر پر رسید کی وہ مجروح ہوا۔ پھر دوسرا وار کیا قاضی نے سر دست اپنا ہاتھ سپر کیا انگلیاں کٹ گئیں اور اختلاف مذہب کے سوا کوئی امرا اور تعصب کا درمیان میں نہ تھا۔ مولانا کمال کہ قاضی کا داماد تھا اور سیالکوٹ میں جا کر درس میں مشغول رہتا تھا۔ قاضی کے ہمراہ تھا یوسف قاضی کو زخمی کر کے بھاگا اور حسین چک نے باوصف اس کے کہ خود شیعہ مذہب تھا یہ خبر سن کر یوسف کی گرفتاری کو آدمی تعین کیے وہ اسے پکڑ لائے اور حسین چک نے فقہا یعنی دانشمندوں کو مثل ملا یوسف اور ملا فیروز اور مانند ان کے ایک جا کر کے فرمایا کہ جو کچھ اس کے بارہ میں شرع کے موافق ہو فتوئ جاری کرو۔ عالموں نے جواب دیا کہ ایسے شخص کا قتل کرنا ازروئے سیاست جائز ہے قاضی جو زخمی ہوا تھا اس نے جواب دیا کہ میں زندہ ہوں۔ اس شخص کا قتل کرنا جائز نہیں ہے۔ آخر اسے سنگسار کیا اتفاقاً ان دنوں میں ایک جماعت کہ ساتھ اس کے مذہب اور اعتقاد میں ایک تھی۔ مثل مرزا مقیم اور میر یعقوب پسر بابا علی برسم سفارت جلال الدین محمد اکبر بادشاہ کی درگاہ سے آئے جب بھیرہ پور میں پہنچے حسین چک ان کے استقبال کو ایک خیمہ عالی استادہ کر کے مقیم ہوا جب سنا کہ ایلچی قریب آئے حسین چک برآمد ہوا اور ایلچیوں کو لا کر خیمہ میں اکٹھا بٹھایا اور بعد اس کے ایلچی حسین چک کے فرزند کے ہمراہ کشتی میں بیٹھ کر شہر کی طرف روانہ ہوئے اور حسین چک خشکی کے راستہ سے کشمیر میں گیا اور حسین ماکری کا مکان ان کے نزول کے واسطے مقرر کیا اور بعد چند روز کے مرزا مقیم کہ وہ بھی ساتھ یوسف کے ہم مذہب تھا۔ اس نے حسین چک سے یہ

marfat.com

Marfat.com

بات کہی کہ جو تم نے یوسف کو مفتیوں کے کہنے سے قتل کیا ان مفتیوں کو میرے پاس بھیجو۔ حسین نے مفتیوں کو ان کے پاس بھیجا۔ قاضی زین جو یوسف کا ہم مذہب تھا اس نے مفتیوں سے یہ تقریر کی کہ تم نے فتوے میں غلطی کی ہے۔ مفتیوں نے جواب دیا ہم نے فتویٰ علی الاطلاق اس کے قتل کے واسطے نہیں دیا تھا۔ ہم نے یہ کہا تھا کہ ایسے شخص کا قتل کرنا سیاست کے واسطے روا ہے۔ مرزا مقیم نے مفتیوں کو سر دربار برا بھلا کہہ کر فتح خان چک کے سپرد کیا اور انہیں بہت ایذا دی اور حسین چک کشتی میں بیٹھ کر کمراج کی سمت گیا اور فتح خان چک نے مرزا مقیم کے کہنے سے مفتیوں کو مقتول کر کے ان کے پاؤں میں رسی باندھی اور لاشیں ان کی کوچہ و بازار میں پھرائیں اور حسین چک نے اپنی دختر مع تحفہ و ہدایا ایلچیوں کے ہمراہ جلال الدین محمد اکبر بادشاہ کی خدمت میں بھیج کر اطاعت ظاہر کی۔

علی شاہ

۹۷۷ نو سو ستتر ہجری میں خبر پہنچی کہ جلال الدین محمد اکبر بادشاہ نے مرزا مقیم کو مفتیوں کے خونہائے ناحق کے عوض میں قتل کیا اور حسین چک کی بیٹی واپس بھیجی اور حسین چک کو یہ خبر سنتے ہی اسہال دموی عارض ہوا یعنی خون کے دست آنے لگے۔ جب تین چار ماہ اسی حال میں گزرے اس وقت میں حسین چک نے محمد خان اور بھٹ یوسف فرزند علی خان چک سے یہ بات کہی کہ تو علی خان چک کے پاس جو سوپور میں ہے جا کر مقیم ہو جب بھٹ یوسف علی خان چک کے پاس گیا اور لوگ بھی باری باری بھاگ کر علی خان چک کے پاس حاضر ہوئے اور حسین چک نے جب یہ خوشخبری سنی آدمی بھیج کر علی خان چک کو یہ پیغام دیا کہ ہم سے کیا گناہ واقع ہوا بلکہ میرے فرزند کو بلا تعرض تیرے پاس بھیجا علی خان چک نے اس کے در جواب کہلا بھیجا کہ میری بھی کچھ تقصیر نہیں ہے۔ آدمی خود بخود بھاگ کر میرے پاس چلے آتے ہیں ہر چند انہیں سمجھاتا ہوں۔ فائدہ نہیں بخشتا آخر علی خان چک سری نگر کی طرف متوجہ ہو کر سات کوس پر وارد ہوا۔ ملک لونڈی لوند بھاگ کر علی خان چک کی خدمت میں حاضر ہوا اور حسین چک نے شہر سے برآمد ہو کر جلہ حاجم میں جو شہر سے ایک کوس پر ہے مع لشکر نزول کیا اور احمد اور محمد ماکری کہ اس کے امراء کے سلک میں منتظم تھے۔ اسی رات کو علی خان چک کے پاس بھاگ آئے اور دولت چک کہ حسین چک کے مقربوں سے تھا۔ اس نے اس سے یہ بات کہی کہ جو تمام آدمی ہمارے پاس سے بھاگے جاتے ہیں بہتر یہ ہے کہ اسباب شاہی جس کے واسطے نزاع ہے علی خان چک کے پاس کہ تمہارا بھائی ہے غیر نہیں ہے۔ بھیج دو حسین چک نے چتر اور قطاس اور تمام جلوس شاہی یوسف کے ہاتھ علی خان کے پاس بھیج کر یہ پیغام دیا کہ گناہ میرا یہ ہے کہ بیمار ہوں نہیں تو میں خود اس اسباب کے ہمراہ آتا۔ پھر علی خان چک حسین چک کے مکان پر عیادت کو آیا پھر دونوں بھائی بغلگیر ہو کر گریہ و زاری کرنے لگے پھر حسین چک نے شہر علی خان چک کے سپرد کر کے زین پور میں آ کر اقامت کی اور علی خان چک علی شاہ ملقب ہوا اور امر شاہی ساتھ اس کے رجوع ہوئے اور دو کہ کہ وکیل حسین چک کا تھا معتمد علیہ وکیل السلطنہ ہوا اور حسین چک کا پیمانہ حیات آب بقا سے لبریز ہو کر دست قضا سے ٹوٹا اور علی شاہ نے اس کے جنازہ کے ہمراہ جا کر اسے حیران بازار کے قریب دفن کیا اور انہیں دنوں میں شاہ عارف درویش جو اپنے تئیں شاہ طہماسپ صفوی بادشاہ ایران کی اولاد سے شمار کرتا تھا اور شیعہ مذہب تھا بلباس فقرا اور ارباب تصوف لاہور سے حسین قلی خان ترکمان حاکم پنجاب کے پاس سے برآمد ہو کر کشمیر میں آیا والی کشمیر علی شاہ کہ شیعہ مذہب تھا۔ اس بزرگوار کے آنے سے نہایت محظوظ ہوا اور شرائط تعظیم و تکریم کے بعد اعتقاد اور ارادت کے اظہار کے واسطے اپنی دختر اس کے عقد ازدواج میں لایا اور اس کو مہدی آخر الزمان سمجھ کر متعقد ہوا اور علی چک اور نوروز چک اور ابراہیم چک یعنی غازی شاہ کے فرزندوں نے کہ تمام رافضی تھے اس سے اس قدر اعتقاد بہم پہنچایا کہ سجدہ کرتے تھے اور آخر کو اسے ہر امور کے لائق جان کر قرار دیا کہ اسے سریر شاہی پر بٹھا دیں۔

جب یہ خبر علی شاہ کے کان میں پہنچی اس سے نہایت رنجیدہ ہو کر ایذا رسانی کے درپے ہوا اور شاہ عارف کی کیمیا گری اور تسخیر جن

marfat.com

Marfat.com

میں مشہور تھا اس مضمون کو دریافت کر کے یہ مشہور کیا کہ میں یہاں نہ رہوں گا- ایک دن میں بزور علم تسخیر لاہور کی طرف یا اور ولایت کی سمت جاؤں گا- اس کے بعد پوشیدہ ہوا تو لوگ اعتقاد کریں کہ غیبت کی ہے لیکن تین روز کے بعد معلوم ہوا کہ دو اشرفی ملاحوں کو دے کر کشتی میں سوار ہو کر بارمولہ میں پہنچ کر پہاڑ پر برآمد ہوا- علی شاہ نے آدمی اس کی گرفتاری کو بھیجے اور وہاں سے طلب کر کے حوالات میں بند کیا اور جب دوبارہ بھاگا لوگ کوہ مہتر سلیمان سے پھر گرفتار کر لائے اس مرتبہ علی شاہ نے ہزار اشرفی اپنی دختر کے مہر کے عوض اس سے لے کر طلاق لی اور اس کے خواجہ سرا کو بھی جدا کر لیا اور چند روز قید کر کے تبت کی طرف رخصت کیا اور علی رائے والی تبت جو آل عبا کی محبت کا دم مارتا تھا عارف شاہ درویش کے استقبال کو روانہ ہوا اور اس کے قدم میمنت لزوم کو موہبت عظمیٰ تصور کر کے اس کی تعظیم و تکریم میں کوئی دقیقہ فروگزاشت نہ کیا اور عارف شاہ کو اپنے ملک میں متوطن کر کے بارادت تمام اپنی بیٹی کو جسے نہایت عزیز اور شریف جانتا تھا اس کے عقد نکاح میں دے دیا اور شاہ عارف چند روز وہاں رہے- اس کے بعد حضرت جلال الدین محمد اکبر بادشاہ کے حسب الطلب ارادہ سفر ہندوستان کر کے دارالخلافت آگرہ میں پہنچتے ہی دار بقا کی طرف کوچ کیا اور ۹۷۹ نو سو اناسی ہجری میں علی چک ولد نوروز چک علی شاہ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض پرداز ہوا کہ دو کمہ نے میری جاگیر میں آکر خلل ڈالا ہے- اگر سرکار اسکا تدارک کر کے ممانعت نہ فرمائے گی میں اپنے گھوڑوں کے شکم پھاڑ ڈالوں گا- علی شاہ یہ معما سن کر سمجھا کہ مقصود اس کا میرے شکم پھاڑنے سے ہے- اس سبب سے آتش غضب اس کے دماغ میں شعلہ زن ہوئی اسے قید کر کے ولایت کمراج میں بھیجا اور وہاں سے بھاگ کر حسین قلی خان حاکم پنجاب کے پاس گیا اور جب ملاقات کے وقت حسین قلی خان تواضع متعارفہ بجا نہ لایا تو لاہور سے نکل کر پھر ولایت کشمیر میں آیا اور علی شاہ نے اسے پھر گرفتار کر کے مقید کیا اور بعد چند روز کے پھر قید خانہ سے بھاگا اور نوشہرہ میں داخل ہوا- علی شاہ نے لشکر اس کے سر پر بھیج کر پھر دستگیر کیا اور ۹۸۲ نو سو بیاسی ہجری میں علی شاہ نے کستوار پر جس کو کشتوار بھی کہتے ہیں لشکر کشی کی اور وہاں کے حاکم سے اپنے پوتے یعقوب کے لیے دختر لے کر معاودت فرمائی اور انہی دنوں میں ملا عشقی اور قاضی صدرالدین جلال الدین محمد اکبر بادشاہ کے دربار سے برسم رسالت آئے- علی شاہ نے اپنے بھتیجے کی بیٹی شہزادہ کامگار سلطان کی خدمت کے واسطے ملا عشقی اور قاضی صدرالدین کی صحابت سے مع تحفہ اور ہدایا بطور پیشکش ارسال کی اور خطبہ اور سکہ ولایت کشمیر کا محمد اکبر بادشاہ کے نام جاری کیا اور اس عرصہ میں یوسف فرزند علی شاہ نے محمد بھٹ کے اغوا سے ابراہیم خان ولد غازی خان کو بے اجازت باپ کے مقتول کیا اور باپ کے خوف سے محمد بھٹ کے ہمراہ بھاگ کر بارمولہ میں گیا اور علی شاہ اس کی اس حرکت خلاف وضع سے نہایت آزردہ اور اس کے تدارک کی فکر میں ہوا- لوگوں نے یوسف کی عفو تقصیر کی درخواست کر کے اسے طلب کیا اور محمد بھٹ کو جو اس فساد کا باعث تھا قید کیا اور ۹۸۲ نو سو بیاسی ہجری میں علی شاہ لشکر کستوار کہ اسے کشتوار بھی کہتے ہیں لے گیا اور اس مقام کے حاکم کی لڑکی اپنے پوتے یعقوب کے لیے لے کر صلح کی اور واپس شہر آیا اور ۹۸۳ نو سو تراسی ہجری میں علی شاہ جمال نگری کی سیر کے واسطے مع اہل و عیال روانہ ہوا اور حیدر خان نام پسر محمد شاہ اولاد شاہ زین العابدین سے جو گجرات میں رہتا تھا جس وقت کہ جلال الدین محمد اکبر بادشاہ نے گجرات کو لیا اس کے ہمراہ رکاب ہندوستان کی طرف آیا اور وہاں سے نوشہرہ پہنچا اور اس کا چچیرا بھائی سلیم خان جو وہاں رہتا تھا مع جماعت اپنی اس سے ملحق ہوا علی شاہ نے ایک جماعت کثیر اور جم غفیر لوہر چک کے ہمراہ بھیجی اور محمد خان چک نے جو راجوری میں رہتا تھا لوہر چک کی سرداری سے حسد کر کے اسے قید کیا اور اس کے لشکر کو لے کر حیدر خان کے پاس نوشہرہ میں آیا اور یہ بات کہی کہ اسلام خان کو کہ مرد مردانہ ہے- میرے ہمراہ بھیجو تو جا کر ولایت کشمیر کو تمہارے واسطے فتح کروں- حیدر خاں اس کی بات سے غرہ ہوا اسلام خان کو اس کے ہمراہ بھیجا- جب موضع پکھلم میں وارد ہوا صبح کے وقت محمد خان چک اسلام خان کو بہ عذر قتل کر کے سیدھا علی شاہ کے پاس گیا اور مورد الطاف ہوا اور علی ماکری اور داؤد گزار وغیرہ جنہوں نے حیدر خان کی دولت خواہی کا ارادہ کیا تھا محبوس ہوئے اور ۹۸۴ نو سو چوراسی ہجری میں کشمیر میں قحط عظیم پڑا- اکثر آدمی بھوک کی شدت

marfat.com

Marfat.com

سے ہلاک ہوئے اور ۹۸۵ نو سو پچاسی ہجری میں علی شاہ نے مسجد پر برآمد ہو کر علماء اور صلحاء سے صحبت کی اور کتاب مشکوۃ شریف اس مجلس میں لا کر اس حدیث کے موافق جو فضائل توبہ میں وارد ہے توبہ کر کے غسل کیا اور نماز پنجگانہ اور تلاوت قرآن میں مشغول ہوا اور بعد فراغ چوگان بازی کے واسطے سوار ہو کر میدان عید گاہ چوگان بازی میں مصروف ہوا ناگاہ حنہ زین کا اس زور سے اس کے شکم پر لگا کہ اس کے صدمہ سے جانبر نہ ہوا۔

یوسف شاہ

جب علی شاہ فوت ہوا اس کا بھائی ابدال خان اپنے بھتیجے یوسف خان کے خوف سے اس کے جنازہ پر حاضر نہ ہوا۔ یوسف نے سید مبارک خان اور بابا خلیل کو ابدال خان چک کے پاس بھیج کر پیغام دیا کہ آکر اپنے بھائی کو دفن کریں اور اگر مجھ کو بہ شاہی منظور فرمادیں فبہا والاتم حکومت کرو میں تمہاری اطاعت اور فرمانبرداری میں حاضر رہوں گا۔ جب انہوں نے یہ پیغام یوسف کا ابدال چک کو پہنچایا اس نے جواب دیا کہ میں تمہارے کہنے سے اس کی خدمت میں حاضر ہو کر پکا خدمت کا کمر جان پر باندھتا ہوں۔ اگر وہ مجھے کسی طور کی مضرت پہنچادے گا اس کا وبال تمہاری گردن پر ہوگا۔ سید مبارک خان جو ابدال خان چک سے عداوت رکھتا تھا بولا کہ میں یوسف کے پاس جا کر اس سے عہدو پیان لیتا ہوں۔ یہ کہہ کر اس کی مجلس سے برخاست کر کے یوسف شاہ کے پاس گیا اور نفسانیت سے یہ بات کہی کہ وہ میرے کہنے سے نہیں آتا تم پہلے اس کی تدبیر کر لو بعد اس کے علی شاہ کو دفن کرنا یوسف شاہ خود سوار ہو کر اس کے سر پر گیا اور ابدال خان چک اس سے مقابلہ کر کے مارا گیا اور سید مبارک خان کا فرزند جلا خان بھی اس معرکہ میں قتل ہوا۔ دوسرے دن علی شاہ شیعوں کے طریق میں دفن ہوا اور یوسف شاہ نے بجائے اس کے سریر حکومت پر جلوس کیا اور دو ماہ کے بعد سید مبارک خان اور علی خان چک نے بقصد فتنہ و فساد دریا سے عبور کیا اور یوسف شاہ باتفاق محمد ماکری روانہ ہوا اور محمد ماکری کہ ہراول اس کا تھا۔ سبقت کر کے مع ساٹھ مرد اہل نبرد مخالفوں کے مقابلہ میں گیا اور قتل ہوا اور یوسف شاہ امان خواہ عطف عنان کر کے ہیرہ پور میں آیا اور سید مبارک خان یہ خبر سن کر لشکر کو آراستہ کر کے بہ نیت جنگ برآمد ہوا اور یوسف شاہ نے بے تاب مقاومت نہ لا کر موضع پرتھال کے جنگل میں پناہ لی اور سید مبارک خان اس کا پیچھا کر کے جنگ میں مصروف ہوا اور یوسف شاہ بھاگ کر پہاڑوں پر جو اس اطراف میں واقع تھے در آیا اور سید مبارک خان مظفر اور منصور ہو کر کشمیر میں داخل ہوا اور علی خان چک پسر نوروز چک کو کسی تقریب سے بلا کر قید کیا اور گوہر چک اور حیدر چک اور ہستی چک اس کے خوف سے ہراساں ہو کر پہلی مرتبہ اس کے پاس حاضر نہ ہوئے اور آخر کو بابا خلیل اور سید برخورداران کے پاس جا کر عہدو پیان کی شرط بجالائے اور جملہ چک سید مبارک خان کی خدمت میں حاضر ہوئے اور نقد رخصت حاصل کر کے اپنے مکانوں پر گئے اور رستہ میں یہ تجویز کی کہ ہم یوسف شاہ کو طلب کر کے اپنا شاہ کریں۔

چنانچہ ایک قاصد جلد یوسف شاہ کے پاس بھیج کر یہ پیغام دیا کہ ہم اپنے عمل سے پشیمان ہوئے اب ہم نے تیری شاہی قبول کی۔ سید مبارک خان یہ خبر سن کر مضطرب ہوا اور اس نے یہ تجویز کی کہ میں بھی اپنے بیٹوں اور غلاموں کو لے کر یوسف شاہ کے پاس حاضر ہوں۔ یہ نیت کر کے علی خاں چک ولد نوروز چک کو جو قید میں تھا ہمراہ لے کر شہر سے برآمد ہوا اور دولت چک کہ اس کے امرا سے تھا۔ جب س کے پاس سے بھاگا اس نے مضطرب ہو کر علی خان چک کو قید سے رہا کیا اور خود جریدہ بابا خلیل کی خانقاہ میں داخل ہوا۔ حیدر چک نے علی خان چک سے پیغام کیا کہ یہ تمام کوشش اور جستجو تمہاری رہائی کے واسطے اور یوسف چک ولد علی خان چک نے اپنے باپ سے یہ بات کہی کہ حیدر چک غدر کے درپے ہے۔ علی خان نے اس کے کہنے پر عمل نہ کیا حیدر چک کے پاس جا کر اس کے ہمراہ ہوا۔ لوہر چک اور مثل اس کے سب ایک جگہ موجود تھے۔ جب علی خان چک کو دیکھا پکڑ کر قید کیا بعد اس کے سب نے یہ تجویز کی کہ لوہر چک کو شاہ بنا

marfat.com

Marfat.com

دیں۔ اس مابین میں یوسف شاہ کالپور کی طرف پہنچا اور یہ خبر سنی کہ کشمیریوں نے لوہر چک کی شاہی قبول کی اور وہاں سے موضع ذالمی میں آکر اپنے تمام آدمیوں کو ہمراہ لیا اور جموں کے راستے سے سید یوسف خان مشہدی کے پاس جو جلال الدین محمد اکبر بادشاہ کے امرائے کبار سے تھا۔ استمداد کے واسطے لاہور میں آیا اور باتفاق اس کے اور راجہ مان سنگھ کے فتح پور سیکری میں آکر جلال الدین محمد اکبر بادشاہ کی ملازمت سے مشرف ہوا اور جلال الدین محمد اکبر بادشاہ نے جو ہمیشہ سے تسخیر کشمیر کی فکر میں تھا فرصت پا کر یوسف شاہ کی امداد کے بہانہ راجہ مان سنگھ اور سید یوسف خان مشہدی کو کشمیر کی طرف روانہ کیا اور وہ دونوں یوسف خان کے باتفاق ۹۸۷ نو سو ستاسی ہجری میں فتح پور سے کشمیر کی طرف روانہ ہوئے لیکن اس وقت میں لوہر چک کشمیر کی حکومت پر متمکن ہو گیا تھا۔ یوسف شاہ نے اپنے فرزند یعقوب کو پیشتر بہ تعجیل تمام کشمیر کی سمت روانہ کیا تو وہاں جا کر لوگوں کو موافق کر کے لوہر چک کی شاہی میں خلل ڈالے اور جب یوسف شاہ اپنی ذات خاص سے سیالکوٹ میں پہنچا۔ سید یوسف خان مشہدی اور راجہ مان سنگھ کی کمک کا مقید نہ ہو کر راجوری کی طرف گیا اور اس مقام پر متصرف ہو کر منزل تھٹھہ میں پہنچا اور لوہر چک نے اس وقت یوسف کشمیری کو یوسف شاہ کے مقابلہ کو بھیجا۔ یوسف کشمیری مع فوج برآمد ہو کر یوسف شاہ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ یوسف شاہ قوی پشت ہو کر جہوپل کے راستہ سے کہ وہ نہایت دشوار گزار ہے بطریق تاخت قلعہ سون پور میں آیا۔ لوہر چک حیدر چک اور شمس چک اور ہستی چک کے باتفاق یوسف شاہ کے مقابل آکر آب بھٹ کے کنارہ وارد ہوا اور چند روز کے بعد جنگ شدید وقوع میں آئی اور یوسف شاہ فتح یاب ہوا اور بعد فتح کے سری نگر کی طرف متوجہ ہو کر کشمیر میں داخل ہوا اور لوہر چک نے قاضی موسیٰ اور محمد سعادت بھٹ کے ذریعہ آکر یوسف شاہ سے ملاقات کی۔ پہلی ملاقات تو اچھی گزری آخر کو قید ہوا اور باغیوں سے بھی ایک جماعت کثیر مقید ہوئی۔ جب یوسف شاہ مہمات شاہی سے مطمئن ہوا ولایت کشمیر تقسیم کی یعنی شمس چک ولد دولت چک اور یعقوب اپنے فرزند اور یوسف کشمیر کو جاگریں خوب دیں اور باقی خالصہ کے واسطے مقرر کیا اور بعض امرا کے کہنے سننے سے لوہر چک کی آنکھوں میں نیل کھینچی اور ۹۸۸ نو سو اٹھاسی ہجری میں یوسف شاہ نے شمس چک اور علی شیر چک اور محمد سعادت بھٹ کو ساتھ اس گمان کے کہ یہ لوگ باغی ہیں مجلس میں قید کیا اور حبیب خان چک خوف سے موضع کمیتر کی طرف چلا گیا اور یوسف چک ولد علی خان چک جو یوسف شاہ کی قید میں تھا مع چاروں بھائیوں کے زندان سے برآمد ہو کر حبیب خان چک کے پاس موضع مذکور میں جا کر ملحق ہوئے اور وہاں سے تبت کے راجہ کے پاس کہ جس کا نام رو علی تھا جا کر اس سے کمک لی اور یوسف شاہ کے مقابلہ کو حدود کشمیر میں پہنچے اور بسبب اختلاف کے کہ درمیان ان کے واقع ہوا کچھ نہ بن پڑا۔ ایک دوسرے سے جدا ہوا اور سپاہی یوسف شاہی یوسف ولد علی خان چک اور محمد خان کو پکڑ لائے اور ان کے کان اور ناک کاٹے اور حبیب خان چک شہر میں پوشیدہ ہوا اور ۹۸۹ نو سو نواسی ہجری میں جلال الدین محمد اکبر بادشاہ نے کابل سے مراجعت فرما کر جلال آباد میں نزول اجلال اور حلول اقبال فرمایا اور مرزا طاہر خویش مرزا سید خان شہیدی (مشہدی) اور محمد صالح عاقل کو برسم ایلچی گری کشمیر میں بھیجا اور جب یہ بارہ مولہ میں پہنچے یوسف شاہ استقبال کے واسطے روانہ ہوا اور فرمان کو بوسہ دے کر سر پر رکھ کر تسلیمات بجا لایا اور ایلچیوں کو اپنے ساتھ لے کر شہر میں داخل ہوا اور اپنے فرزند حیدر خان اور شیخ یعقوب کشمیری کو باتحف و ہدیہ بسیار محمد اکبر بادشاہ کی ملازمت میں روانہ کیا۔

حیدر خان ایک سال بادشاہ کی خدمت میں حاضر رہا۔ اس کے بعد باتفاق شیخ یعقوب کشمیری کے نقد رخصت کشمیر حاصل کی اور ۹۸۹ نو سو نواسی ہجری میں یوسف شاہ لار کی سیر کو راہی ہوا اور شمس چک مع زنجیر قید خانہ سے بھاگ کر کہتوار میں گیا اور وہاں حیدر چک سے پیوستہ ہوا۔ یوسف شاہ نے یہ خبر سنتے ہی ان پر چڑھائی کی وہ متفرق ہو کر بھاگے اور یوسف شاہ نے مظفر اور منصور ہو کر سری نگر کی طرف معاودت کی اور ۹۹۰ نو سو نوے ہجری میں حیدر چک اور شمس چک کہتوار سے بقصد جنگ کشمیر کی طرف متوجہ ہوئے۔ یوسف شاہ ان کے مقابلہ کے واسطے برآمد ہوا اور اپنے بیٹے یعقوب کو ہراول کیا اور بعد جنگ فتحیاب ہو کر سری نگر میں مراجعت کی اور رائے کہتوار کے

marfat.com

Marfat.com

وسیلہ سے شمس چک کی خطا معاف کر کے اس کے واسطے جاگیر مقرر کی- حیدر چک وہاں سے برآمد ہو کر راجہ مان سنگھ کے پاس گیا اور ۹۹۲ نو سو بانوے ہجری میں یعقوب ولد یوسف شاہ اظہار اطاعت اور اخلاص کے واسطے جلال الدین محمد اکبر بادشاہ کی شرف آستان بوسی سے مشرف ہوا اور جب آنحضرت فتح پور سے لاہور میں پہنچے- یعقوب نے اپنے باپ یوسف شاہ کو لکھا کہ بادشاہ کا قصد کشمیر میں آنے کا ہے- یوسف شاہ نے استقبال کی تیاری کی لیکن انہیں دنوں میں یہ خبر پہنچی کہ حکیم علی گیلانی برسم رسالت بادشاہ سے رخصت لے کر ٹھٹھہ میں پہنچا ہے- یوسف شاہ ٹھٹھہ کی طرف روانہ ہوا اور خلعت شاہی زیب بدن کر کے ارادہ مصمم کیا کہ درگاہ کی طرف متوجہ ہو کر بادشاہ کو دیکھوں اس درمیان میں بابا خلیل اور بابامہدی اور شمس دولی نے متفق ہو کر یوسف شاہ سے یہ بات کہی کہ اگر اکبر بادشاہ کے پاس جاؤ گے ہم تجھے قتل کر کے تیرے فرزند یعقوب کو جو اسی عرصہ میں لاہور سے کشمیر میں آیا ہے سریر شاہی پر متمکن کریں گے- اس نے اس خوف سے اپنی عزیمت کو تعویق میں ڈال کر بادشاہ کے ایلچیوں کو رخصت کیا- لیکن جو محمد اکبر بادشاہ کشمیر کی تسخیر میں بند تھا- اس امر کا بہانہ کر کے شاہرخ مرزا اور شاہ قلی خان اور راجہ بھگوانداس کو کشمیر کی تسخیر پر مقرر فرمایا اور یوسف شاہ نے کشمیر سے برآمد ہو کر بارہ مولہ میں لشکر گاہ کیا اور جب خبر پہنچی کہ عساکر منصورہ پھولباس سرحد کشمیر تک آ گئے ہیں سد راہ ہو کر اس کی آمد کا راستہ بند کیا اور اس کے چند عرصہ کے بعد جب موسم برف ریزی اور سرما کا پہنچا راہ مسدود ہوئی پیغام صلح درمیان میں آیا یوسف شاہ نے اپنے فرزند کو بجائے اپنے نصب کر کے اور عہدوپیمان لے کر راجہ بھگوانداس سے ملاقات کی اور خراج سالانہ معین اور قبول کر کے صلح کی اور امرائے جلال الدین محمد اکبر بادشاہ اسے ہمراہ لے کر بادشاہ کی خدمت میں لے گئے- لیکن بادشاہ کو صلح پسند نہ آئی- محمد قاسم میر بحر کو مع امرا ۹۹۵ ہجری میں بہ تہیہ جنگ رخصت فرمایا اور یعقوب شاہ کہ تخت کشمیر پر جلوہ گر تھا راستوں کو مسدود کر کے شاہی دہلی کی فوج کے مقابل فروکش ہوا- سردار کشمیر کے جو فساد پر آمادہ ہو کر شاہ کشمیر کی اطاعت سے منحرف تھے- اس وقت میں یعقوب شاہ سے رنجیدہ ہو کر محمد قاسم خان کے شریک ہوئے اور بعضوں نے شہر سری نگر میں نشان مخالفت کا بلند کیا-

یعقوب شاہ گھر کی آتش فساد کی تسکین واجب و لازم جان کر لشکر گاہ سے پلٹ آیا اور فوج اکبر شاہی میدان صاف دیکھ کر کشمیر میں داخل ہوئی- یعقوب شاہ پہاڑوں پر بھاگ گیا اور محمد قاسم خان میر بحر شہر سری نگر پر متصرف ہوا اور کشمیر کے پرگنوں پر عامل مقرر کیے اور یعقوب شاہ چند عرصہ کے بعد جمعیت بہم پہنچا کر محمد قاسم خان میر بحر سے ہم مصاف ہوا اور باوجود اسکے کہ مغل بہت مارے گئے اس پر بھی یعقوب شاہ شکست پا کر منہزم ہوا اور پھر تھوڑے دنوں کے بعد جمعیت کر کے سری نگر کی طرف متوجہ ہوا اور محمد قاسم خان میر بحر اس مرتبہ طاقت مقابلہ کی نہ لا کر قلعہ ارک میں قلعہ بند ہوا اور عرضداشت لکھ کر شاہ دہلی سے مدد طلب کی- بادشاہ نے سید یوسف خان مشہدی کو حاکم کشمیر کر کے محمد قاسم خان میر بحر کو حضور میں طلب کیا اور سید یوسف خان مشہدی جب کشمیر میں پہنچا تو یعقوب شاہ محمد قاسم خان کے محاصرہ سے دست کش ہو کر پہاڑوں میں در آیا اور یوسف خان مشہدی نے دو برس اس کا پیچھا کیا اور جس طور سے ممکن ہوا اسے دلاسا دے کر بادشاہ کی ملازمت میں بھیجا- الغرض یوسف شاہ اور یعقوب شاہ دونوں جلال الدین محمد اکبر بادشاہ کے سلک امرا میں منتظم ہوئے اور ولایت بہار جاگیر پائی- اس تاریخ سے کشمیر کی بادشاہی شاہان دہلی کے قبضہ اقتدار میں آئی اور قبل اس سے مدت ہزار سال تک خطہ کشمیر کسی ہند کے بادشاہ نے مسخر و مفتوح نہ کیا تھا-

marfat.com

Marfat.com

احوال حکام ملی بار میں کہ بہ صفت اسلام متصف ہوئے اور اس ملک میں اسلام ظاہر ہونے کی عجیب کیفیت

واقفان احوال پر واضح و لائح ہو کہ واقعات ملوک ملی بار کسی تواریخ سے میری نظر میں نہیں گزرے۔ اس وسطے مولف کتاب محمد قاسم فرشتہ کوائف مندرجہ رسالہ تحفہ المجاہدین پر اکتفا کر کے گزارش پرداز ہے کہ ملی بار ایک مملکت ممالک ہندوستان سے دکن کی طرف واقع ہے اور بسبب قرب جوار پیش از واقعہ قتل رام راج ہمیشہ ملی بار کے والی حکام بیجانگر اور کرناٹک کے مطیع اور فرمان بردار ہو کر تحف و نفائس بھیج کر اپنی مملکت کی حفاظت کرتے تھے اور ظہور اسلام سے پیشتر اور بعد ظہور اسلام یہود اور نصاریٰ کے گروہ برسم تجارت دریا کے راستہ سے اس ملک میں آمد و شد کرتے تھے اور آخر کو ملی باریوں اور ان کے درمیان میں منافع دنیوی کے سبب الفت بہم پہنچی اور بعض سوداگران یہود و نصاریٰ نے ولایت ملی بار کے شہروں میں سکونت اختیار کر کے کوٹھیاں اور دکانیں تیار کیں اور یہ آئیں طلوع آفتاب جہانتاب ملت محمدی صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ تک مروج رہا۔ جب تاریخ ہجری دو سو سال سے متجاوز ہوئی ایک جماعت اہل اسلام عرب و عجم کے لباس فقر و درویشی میں بنادر عرب سے کشتی پر سوار ہو کر حضرت بابا آدم کے قدمگاہ کی زیارت کی عزیمت سے سراندیپ کی طرف کہ جس کو لنکا کہتے ہیں متوجہ ہوئی اور بحسب اتفاق وہ کشتی ہوائے مخالف سے ملی بار کی طرف جا پڑی۔ اہل کشتی شہر کدنگلور میں وارد ہوئے اور وہاں کا حاکم مسمی سامری تھا اور وہ زیور عقل و دانش سے آراستہ اور اخلاق ستودہ سے پیراستہ تھا۔ ان کی صحبت سے مشرف ہوا اور ادھر ادھر کا تذکرہ کر کے ان کے مذہب اور ملت سے سوال کیا۔ انہوں نے جواب دیا کہ ہم لوگ اہل اسلام اور ہمارے پیغمبر حضرت محمد رسول اللہ علیہ الصلوۃ والسلام ہیں۔ سامری نے جواب دیا جن نے گروہ یہود و نصاریٰ اور ہنود سے جو تمہارے دین کے مخالف اور جہاں کے سیاح ہیں ان کی زبانی سنا ہے کہ یہ دین بلاد عرب و عجم و ترک میں مروج ہے۔ لیکن مجھے مسلمانوں کی صحبت میسر نہ ہوئی۔ اب امیدوار ہوں کہ آپ سید الانبیا کے کچھ حالات صدق آیات اور معجزات باہرات بیان فرمائیں ایک ان فقرا میں سے جو علم و صلاح کی صفت سے موصوف تھا۔ اس نے آغاز کلام کر کے اس قدر حالات اور معجزات آنحضرت کے بیان فرمائے کہ سامری کے دل میں حضرت رسالت پناہ کی محبت جوش زن ہوئی اور جب اسنے معجزہ شق القمر کا سنا بولا اے قوم یہ معجزہ بہت قوی ہے۔ اگر حق اور صدق ہے اور سحر نہ تھا تو جمیع بلاد قریب و بعید کے آدمیوں نے یہ معجزہ مشاہدہ کیا ہوگا اور ہمارے ملک کا یہ دستور ہے کہ جس وقت کوئی قضیہ بزرگ واقع ہوتا ہے۔ ارباب قلم اسے دفتروں میں قلم بند کرتے ہیں اور ہمارے باپ اور دادا کا دفتر موجود ہے۔ اسے دیکھ کر تمہارے زر صدق کو محک امتحان پر جانچتا ہوں۔ پھر اہل دفتر کو بلا کر فرمایا کہ تم اس زمانہ کا (یعنی یہ معجزہ جس زمانہ میں واقع ہوا تھا) کھول کر شق القمر کا حال دیکھو جب وہ دیکھا گیا۔ اس مقام میں لکھا تھا کہ فلاں تاریخ میں دیکھا گیا کہ چاند دو ٹکڑے ہو کر پھر پیوستہ ہوا یہ سنتے ہی حقیقت دین محمدی صلی اللہ علیہ وسلم کی سامری پر ظاہر ہوئی اور نور ایمان اس کے چہرے پر چمکا اور صدق دل سے کلمہ طیبہ شہادت لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم زبان پر جاری کیا اور باعتقاد تمام مسلمان ہوا جو اپنے قوم کے رئیسوں سے ڈرتا تھا۔ اس کو مخفی رکھا اور مسلمانوں کو بھی اس کے اظہار سے ممانعت کی اور مسلمانوں سے بانعام و احسان فراوان پیش آیا اور ان سے التماس کی کہ آپ حضرت آدم ابوالبشر علیہ السلام کے قدمگاہ کی زیارت کر کے پھر اس طرف رونق افروز ہو جایئے گا۔

فقراء باصفا رخصت ہو کر سراندیپ کی طرف روانہ ہوئے اور عرصہ قلیل میں اس کی التماس کے موافق بلدہ کدنگلور میں معاودت کی

marfat.com

Marfat.com

اور سامری ان کی تشریف آوری سے نہایت محظوظ اور مسرور ہوا اور لوازم تعظیم و تکریم میں کوئی دقیقہ فروگزاشت نہ کیا اور لازم سفر مکہ و مدینہ ہوا۔ لیکن جو علانیہ حج کا مرتکب نہ ہو سکتا تھا۔ لہٰذا اس مقدمہ میں یہ تدبیر اندیشہ کی یعنی مسلمانوں کو زر و مال فراوان دے کر یہ حکم دیا کہ تم پہلے اپنے جہاز کے استحکام میں کوشش کرو اور بعدہ آب و طعام اور مااحتیاج ضروری کثرت سے اس پر بار کر کے جمیع لوازم سفر دریا خوب ترین وجہ سے اہتمام کرو۔ جب یہ سامان درست ہو چکا اس وقت ارکان دولت اور سرداران قبیلہ کو اپنے پاس بلا کر یہ بات کہی کہ مجھے عبادت الٰہی کا شوق غالب ہوا ہے چاہتا ہوں کہ خلائق کی صحبت سے چند روز خلوت میں بیٹھ کر اپنے خالق کی یاد میں بسر کروں اور ان دنوں میں تم میری ملاقات سے متعذر رہو گے اور ایک دستورالعمل اپنے خط خاص سے لکھ کر تمہیں سپرد کرتا ہوں تم جمیع مہمات شاہی کو موافق اس کے انجام دینا میرے پاس عرض مکرر کے محتاج نہ رہنا القصہ بعد گفتگوئے دراز سبھوں نے عہد و پیمان کر کے یہ اقرار کیا کہ ہم آپ کے فرمان سے تجاوز نہ کریں گے۔ پھر سامری نے بخط ملی باری ایک دستورالعمل لکھ کر جمیع ممالک ملی بار کے امرا اور معتمدین پر تقسیم کیے اور یہ فرمایا کہ اس دستورالعمل پر ،بطنا، بعد بطن کاربند ہونا اور ایک دوسرے کی ولایت کی طمع نہ کرنا اور اگر حکام کے درمیان میں کسی طرح کی خصومت بہم پہنچے انتقام کے واسطے ایک دوسرے کی ولایت پر تاخت نہ کرنا اور لشکر اور اعوان کی خونریزی نہ ہو اور ولایت میں تصرف بیجا نہ کرنا اور شاہ کے قتل کرنے بلکہ مقتول ہونے سے پرحذر رہنا اور اگر احیاناً کسی معرکہ میں شاہ قتل ہوئے اور اس کا لشکر ہجوم کرے اس دشمن کو مع جمیع افواج قتل کرو اور جب تک اس کی سلطنت کو خراب اور برباد نہ کر چکو آرام نہ لو۔ غرض کہ ہنگام تحریر اس کتاب سے اس تاریخ تک کہ ۱۰۱۵ ایک ہزار پندرہ ہجری میں ملی باری بادشاہ کے مقتول ہونے سے بہت ڈرتے ہیں اور باوجود قدرت کے مملکت غنیم پر متصرف نہیں ہوتے ہیں۔ یہ قاعدہ مخصوص اس ملک کا ہے اور منقول ہے کہ جب سامری نے تمام مملکت تقسیم کی ایک امیر کہ غائب تھا حاضر ہوا سامری نے متفکر ہو کر اپنی تلوار اسے عنایت کی اور یہ فرمایا کہ اس شمشیر کے زور سے جس قدر ولایت خارج ملی بار کو تو فتح کرے اس کا تو مالک و مختار ہے اور تیری اولاد بھی اسی پر اکتفا کرے اور بعد میرے تیرا اور تیری اولاد کا سامری نام رکھیں۔ غرض سامری نے بعد فراغ وصیت لوگوں سے یہ بات کہی کہ میں فلاں مقام میں عبادت کے واسطے قیام کرتا ہوں۔ لازم کہ ایک ہفتہ تک کوئی شخص میرے پاس آمدوشد نہ کرے اور رات کے وقت مسلمانوں کے ہمراہ کہ سرگروہ ان کا مالک بن حبیب تھا جہاز پر سوار ہو کر مکہ کی طرف روانہ ہوا اور کفار ملی بار ایک ہفتہ کے بعد خانہ معہود میں آئے۔ جب سامری کو نہ دیکھا سب متفق اللفظ والمعنی ہو کر بولے کہ سامری نے آسمان پر عروج کیا ہے اور پھر نزول کرے گا اس سبب سے کفار ملی بار ایک شب کو جس رات وہ غائب ہوا تھا۔ سامری کے موضع غیبت میں جشن کرتے ہیں اور ایک ظرف میں پانی اور ایک جوڑی کھڑاؤں کی وہاں رکھتے ہیں کہ اگر سامری آسمان سے اترے اس کے واسطے پانی اور کھڑاؤں کی جوڑی حاضر رہے اور سامری باثنائے عبور جب بندر قندریہ میں پہنچا ایک شبانہ روز وہاں قیام کیا اس کے بعد بھی مسافت کر کے بندر شجر میں پہنچا ناگاہ مرض الموت میں مبتلا ہو کر صاحب فراش ہوا اس صورت میں مالک بن حبیب اور تمام رفقائے جہاز کو حاضر کر کے فرمایا کہ تمام خواہش اور ارادہ ہمارا یہ ہے کہ دین نبوی ملی باری میں رونق اور رواج پیدا کرے۔ شرط رفاقت اور مروت اس امر کی مقتضی ہے کہ حمیت اسلام منظور اور ملحوظ رکھ کر سفر دریا کی مشقت اپنے اوپر گوارا کرو تم اور باقی مسلمان برسم تجارت عبور کر کے اس ملک میں جاؤ اور کسی تدبر سے اس حدود میں مکان رہنے کو تیار کرو اس کے بعد باآہستگی تمام وہاں کے باشندے دین محمدی صلی اللہ علیہ وسلم پر راغب ہو کر سرحلقہ اسلام میں لائیں گے انہوں نے سامری کو دعائے خیر دے کر یہ بات کہی کہ ہم تیرے بغیر اس ملک میں نہ جا سکیں گے کس واسطے کہ کفار ملی بار اور یہود و نصاریٰ ہمارے دین کے دشمن ہیں اور نہایت عداوت رکھتے ہیں۔ کسی طور ہمارے آنے کے روادار نہ ہوں گے کہ ہم اس ولایت میں قدم رکھیں تو وطن اختیار کرنا امر دشوار ہے۔ سامری نے سر گریبان تفکر میں جھکایا پھر ایک فرمان اپنے ہاتھ سے امراء اور اقربا کے نام اس مضمون کا لکھا کہ یہ نوشتہ ہے سامری کی طرف سے کہ جس

marfat.com

Marfat.com

نے معبود انس و جان اور خالق زمین و آسمان کے حکم سے تمہاری جدائی اختیار کی ہے لیکن عنقریب تمہیں میری ملاقات خوب ترین وجہ سے روزی ہوگی چاہیے کہ تم ہمیشہ مجھے حاضر جان کر دستورالعمل سے تجاوز جائز نہ رکھو اور دونوں جہان کی بہتری اور خوبی اسی پر منحصر جانو اور اس وقت میں سالک طریق سداد مالک بن حبیب اور ایک گروہ خدا پرستوں سے فلاں فلاں آدمی کہ سلیم النفس اور نیک اندیش اور نیک اعتقاد ہیں اور ان سے شرارت اور بدنفسی متصور نہیں ہے۔ برسم سیرو تجارت اس حدود میں متوجہ ہوتے ہیں۔ ان کے حالات میں نے بخوبی دریافت کر کے ان کی سفارش واجب جان کر تحریر کی لازم کہ تم لوگ اس گروہ حق پژوہ کے قدوم خیرلزوم کو نعمت عظمیٰ شمار کر کے بہ تعظیم و تکریم پیش آؤ اور شرائط مہمانداری بجالا کر جمیع امور میں ان کی اعانت اور امداد کہ سعادت دارین اسی میں ہے۔ مد نظر رکھو اور ان کو اور گروہ سے جو اس میں کاروبار کرتے ہیں ممتاز جانو اور اچھے سلوک میں اس درجہ مبالغہ کرو کہ ان لوگوں کو یہاں کی آمد و شد میں رغبت تمام ہو بلکہ ان لوگوں سے اچھے سلوک سے پیش آؤ کہ سب کو اس طرف رہنے کی ہوس ہو اور مکانات اور باغات اور مساجد وہاں تعمیر کریں اور خبردار کوئی مردم بومی یا کوئی مسافر کہ مراد یہود و نصاریٰ سے ہے۔ ان کا معترض نہ ہو۔ سامری نے یہ فرمان مسلمانوں کے سپرد کر کے فرمایا کہ میرے مرنے اور جہاز کے سوار ہونے کی خبر تمام آدمیوں سے پوشیدہ رکھنا اور فرمان حاکم کدنگلور کے پاس لے جانا کہ وہ تمہارے حسب دلخواہ سلوک کرے گا۔ پھر سامری نے اپنے سازوسامان جو کچھ اس کے پاس تھا۔ مسلمانوں پر تقسیم کیا اور اسی دن جوار رحمت حق میں واصل ہو کر بندر شجر میں مدفون ہوا لیکن صحیح روایت یہ ہے کہ سامری نے حضرت رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں اپنے ملک میں چاند کا دو ٹکڑے ہونا مشاہدہ کیا تھا اور اس امر کی تحقیق کے واسطے آدمی معتمد اطراف و اکناف میں بھیجے۔ جب اس کو معلوم ہوا کہ محمد رسول اللہ نے دعویٰ نبوت کر کے شق القمر کو جملہ معجزات سے کیا ہے۔ اس واسطے سامری جہاز پر سوار ہو کر حجاز کی طرف گیا اور آنحضرت نبوی کی ملازمت سے مشرف ہو کر مسلمان ہوا اور خانہ کعبہ کی زیارت سے بھی خدا نے اسے مشرف فرمایا اور آنحضرت سے رخصت معاودت وطن حاصل کر کے جب مع ایک جماعت اہل اسلام شہر ظفار میں پہنچا مرض مہلک میں گرفتار ہو کر فوت ہوا اور اب بھی قبر اس کی اس شہر میں ہے اور لوگ اس کی زیارت کو جاتے اور جویائے برکت ہوتے ہیں۔

بہرتقدیر ایک جماعت مسلمانوں نے کہ اس کے ہمراہ تھی جیسے شرف بن مالک اور اس کا مادری بھائی اور مالک بن دینار اور اس کا بھتیجا مالک بن حبیب بن دینار اس کی وصیت کے بموجب جیسا مذکور ہوا ملی بار کی طرف جا کر نوشتہ سامری کا حاکم کدنگلور کے پاس پہنچایا جب اس نے خط سامری کا پہچانا محظوظ ہوا اور پوچھا سامری کہاں ہے اور کس واسطے تمہارے ہمراہ یہاں سے گیا وہ بولے کہ سامری نے ہمارے ساتھ سفر نہیں کیا ہے اور ہم اس ماجرے سے واقف نہیں۔ جس وقت کہ ہم دریائے شجر کے جہاز پر سوار ہوتے تھے اسے دیکھا تھا اور جب ہم نے اس سے ترک وطن کا سبب پوچھا اس نے ہمیں کچھ جواب نہ دیا اور جب اس نے جانا کہ ہم سفر ملی بار کا ارادہ رکھتے ہیں یہ چند کلمہ ہمیں لکھ دیے کہ تم حاکم کدنگلور کو پہنچانا۔ ہم بلا توقف اس طرف روانہ ہوئے پھر ہمیں خبر نہیں کہ وہ کہاں گیا جو ملی باریوں کا عقیدہ تھا کہ سامری زندہ ہے اور آسمان پر عروج کیا ہے سمجھے کہ وہ کسی مہم کے واسطے آسمان سے بندر شجر میں نازل ہوا اور یہ نوشتہ اس جماعت کے ہاتھ ہمارے پاس بھیج کر پھر آسمان پر صعود کر گیا جب یہ فرمان ان کے ہاتھ آیا تو بلدہ کدنگلور اور تمام شہر ملی بار میں لوگوں نے خوشی کی رسمیں ظہور میں پہنچائیں اور حاکم کدنگلور نے مہمانوں کو مکان عالی شان میں اتارا اور اپنے ملک کے آئین کے موافق مراسم ضیافت اور قواعد تکریم میں کوئی دقیقہ فروگزاشت نہ کیا۔ بیت کرم و زید و مہمان رانکو داشت۔ چنین دارند مہمان زاکہ اوداشت۔ اور بعد فراغ لوازم ضیافت اس جماعت کے مقاصد اور مطالب پوچھ کر تمام ملی بار کے باشندوں اور حکام کو نامے لکھے کہ مالک بن حبیب اور اس کے رفقا کو اس ملک کی فضا اور ہوا خوش آئی اس لیے اپنے قدوم میمنت لزوم سے اس سرزمین کو عطر بیز اور عنبر آمیز کیا ہے جس شہر اور قصبہ اور موضع میں کہ نزول فرمادیں اور رغبت توطن یعنی رہنے کی رکھتے ہوں۔ مقام خوب اور مرغوب مساجد اور منازل اور باغات کے

marfat.com
Marfat.com

واسطے سامری کے فرمان کے موافق ان کے تفویض کرو اور ان کی خدمات شائستہ سے اپنے تئیں معاف نہ رکھ کر سامری کے لطف عمیم کے منتظر اور متوقع رہو۔ خلاصہ یہ کہ مالک نے مع اپنے ہمراہیوں کے پہلے شہر کدنکلور میں مسجد بنا کر مکانوں اور باغوں کی بنا ڈال کر بعضوں کو وہاں فروکش کیا۔ اس کے بعد مالک اپنے اہل و عیال کو لے کر ولایت ملی بار کی سیر کو گیا اور کولم میں کہ نام ایک شہر یا موضع کا ہے جا کر مسجد اور باغ اور مکان تعمیر کر کے اپنے اہل و عیال کو اس مقام میں نگاہ رکھا اس کے بعد پہلے ماراویے (شہر کا نام) کی سمت گیا۔ وہاں بھی مسجد تعمیر کر کے اور مواضع مثل حرفین اور درفین اور کدریہ اور حالیات (نام شہر) اور فاکتور اور منکلور اور کالنجر کوٹ کی طرف روانہ ہوا اور ہر ایک بلاد میں مسجدیں تعمیر کر کے مسلمانوں کو ان مواضع میں آباد کیا اور نماز اور روزہ اور اذان نماز کی وصیت کی اور جو کہ مسلمان ملی بار کے اکثر شافعی مذہب ہیں۔ قیاسا۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ سامری اور مالک بن حبیب اور جو صاحب کے ان کے ہمراہ آئے تھے شافعی مذہب تھے واللہ اعلم بالصواب۔ (قولہ شافعی مذہب تھے اس تقدیر کے موافق شاید روایت بقول صحیح ہوگی یعنی دوسری صدی ہجری میں یہ واقعہ ظاہر ہوا ہے کیونکہ شق القمر کا معجزہ تو مکہ میں ہجرت سے پہلے واقع ہوا تھا اور اس وقت پنج گانہ نماز بھی اس طرح نہ تھی اور فقہاء کے اجتہادات کہاں تھے البتہ یہ ہو سکتا ہے کہ سامری یہاں سے ہجرت کر کے مکہ ہوتا ہوا مدینہ میں گیا ہو اور چند مدت کے بعد وہاں سے روانہ ہوا ہو کیونکہ نماز تو حنیفہ و شافعیہ و مالکیہ و حنبلیہ سب طریقہ سے اہل سنت و الجماعت کے نزدیک صحیح ہے لیکن روایت قول قوی ہے واللہ اعلم۔ امیر علی) اس کے بعد رفتہ رفتہ اس ملک میں مسلمانوں کی آمد و شد سے مسلمانوں کی نہایت کثرت ہوئی اور بہت بادشاہ ملی بار کے حلقہ اسلام میں داخل ہوئے راجہ بندر کو وہ اور والل اور جیول وغیرہ نے بطریق حکام ملی بار ان مسلمانوں کو جو عربستان سے آئے تھے۔ سواحل دریا پر رہنے کو جگہ دی اور انہیں ساتھ نوابت یعنی خداوند کے مخاطب کیا اس سبب سے یہود اور نصاریٰ کے سینہ میں حسد کی آگ روشن ہوئی۔ مسلمانوں کی عداوت پر کمرباندھی لیکن جب ممالک دکن اور گجرات کو دہلی کے بادشاہوں نے فتح کر کے زیر نگیں کیا۔ اسلام نے دکن کی طرف قوت پکڑی۔ پھر مخالف سکوت اختیار کر کے دشمنی ظاہر نہ کر سکتے تھے۔ یہاں تک کہ جب ۹۰۰ نو سو ہجری ہوئی شاہان دکن کی سلطنت میں ضعف اور خلل ظاہر ہوا اس وقت میں فرنگی شاہ پر تگال کی طرف سے بحر ہند کے سواحل پر قلعوں کی تیاری کے واسطے مامور ہوئے اور ۹۰۴ نو سو چار ہجری میں چار جہاز نصاریٰ کے پر تگال سے بندر قندریہ کی طرف روانہ ہوئے اور کالیکوٹ میں آئے اور اس ملک کی تمام حقیقت دریافت کر کے اپنے ملک کی سمت مراجعت کی اور دوسرے سال پر تگال سے چھ جہاز کالیکوٹ میں آئے اور اس مرتبہ فرنگیوں نے ملی باریوں سے یہ بات کہی کہ مسلمانوں کو عرب کے سفر سے روکو کہ ہماری ذات سے تمہیں نفع ان سے زیادہ تر ہوگا اور باوجود اس کے سامری نے یہ امر قبول نہ کیا۔

نصاریٰ مسلمانوں پر داد وستد کے معاملات میں سختی کرتے تھے اور سامری یہ خبر سن کر طیش میں آیا اور نصاریٰ کے قتل کا حکم عام نافذ فرمایا۔ اس صورت میں ملی باریوں نے مال و اسباب ان کا خوب لوٹا اور ستر فرنگی نامی اور معتبر قتل کیے اور بقیہ السیف جو تاجر اور ان کے ملازم تھے جہاز پر سوار ہو کر کوچے کی طرف راہی ہوئے۔ وہاں کا حاکم جو سامری سے عداوت اور منازعت رکھتا تھا انہیں اپنے شہر میں پناہ دے کر یہ اجازت دی کہ تم بلدہ کوچے کے قریب اپنے رہنے کے واسطے ایک قلعہ بناؤ۔ فرنگی یہ امر خدا سے چاہتے تھے عرصہ قلیل میں ایک قلعہ مختصر تیار کیا اور ایک مسجد کہ دریا کے ساحل پر واقع تھی اسے مسمار کر کے گرجا تیار کیا اور یہ وہ قلعہ ہے کہ فرنگیوں نے اول دیار ہند میں بنایا ہے اور انہیں دنوں میں بند کنور کے اہالی نے فرنگیوں سے روش موافقت کی اختیار کی اور فرنگیوں نے اس مقام میں ایک قلعہ احداث کیا اور باطمینان تمام مرچ اور سونٹھ کی تجارت میں مشغول ہوئے لیکن دوسروں کو اس تجارت سے ممانعت کرتے تھے اور سامری کو یہ وضع ان کی نہایت ناپسند آئی اور غضبناک ہو کر فوج کشی کی اور کوچے کے تین بادشاہوں کو قتل کر کے اور ولایت کو تاراج کر کے سالما۔ غانما۔ پلٹ آیا اس کے بعد شاہان مقتول کے وارثوں نے علم شاہی بلند کیا اور جمعیت بہم پہنچا کر ولایت کو بدستور سابق آباد کیا اور

marfat.com

Marfat.com

فرنگیوں کی فہمائش سے جہاز روانہ کیے اور کھنتور کے حاکم نے بھی یہی روش اختیار کی یعنی جہازوں کو متردد کیا۔ سامری کا غصہ یہ اخبار سن کر ایک حصہ سے ہزار حصہ ہوا اور تمام خزانہ سامان جنگ اور مصارف سپاہ میں صرف کر کے دو تین مرتبہ کوچ کی سمت گیا اور جو کہ فرنگی ہر مرتبہ ان کی کمک کرتے تھے کوچ پر متصرف نہ ہوا اور شکست کھا کر مراجعت کی اور ایلچی سلاطین مصر اور جدہ اور دکن اور گجرات کی طرف بھیج کر پیغام دیا کہ فرنگیوں نے ہمارے ملک موروثی پر دست تعدی حد سے زیادہ دراز کیا ہے۔ اگرچہ یہ امر ہمیں چنداں دشوار اور شاق نہیں گزرتا لیکن جو کہ وہ لوگ اس ملک کے مسلمانوں کو رنج اور الم پہنچاتے ہیں ہمیں بہت ناگوار خاطر ہے۔ باوصف اس کے کہ میں دین ہنود میں ہوں لیکن میں مسلمانوں کی حمایت اپنے ذمہ ہمت پر فرض جان کر خزینہ اور دفینہ اس کام میں صرف کرتا ہوں اور اس بارہ میں کسی طرح کی تقصیر روا نہیں رکھتا ہوں۔ لیکن جو کہ حاکم پرتگال کا خزانہ وافر اور فوج متکاثر رکھتا ہے۔ ہمیشہ جہاز جنگی مع افواج بے شمار اس طرف بھیجتا ہے اور آدمیوں کے مقتول ہونے سے اس کی قوت کم نہیں ہوتی ہے۔ اس سبب سے میں شاہان اسلام کی مدد کا محتاج ہوا ہوں۔ اگر آنحضرت دین محمدی کے اعدا کی مقہوری پیش نہاد ہمت والا نہ ہمت کر کے اپنے ممالک محروسہ سے جہاز مع شجاعان جرار و تہمتان کارگزار کفار فرنگ کی جہاد کے واسطے اس طرف روانہ فرمادیں۔ تحقیق بروز قیامت حضرت سرور کائنات کے روبرو مجاہدوں اور غازیوں کے سلک میں منتظم ہو کر سربلند ہوں گے۔ سلطان مصر قانصور غوری نے یہ درخواست قبول کی اور غزا اور جہاد کیواسطے امیر حسین نام ایک امیر کو مع تیرہ غراب کہ مراد جہاز جنگی سے ہے مملو افواج جنگی اور سامان کارزار ساحل ہند کی طرف روانہ کیے اور شاہ محمد گجراتی اور شاہ محمد شاہ بہمنی نے بھی بندر دیو اور سورت اور کووہ اور دابل اور جیول سے اہل فرنگ کی غزا کے واسطے جہاز نہایت مضبوط تیار کروائے اور مصر کے جہاز پہلے بندر دیو میں آئے۔ آخر کو باتفاق سواران گجرات بندر جیول کی سمت کہ جہاں فرنگیوں نے لام باندھا تھا روانہ ہوئے اور چالیس جہاز سامری کے اور چند غراب والی کووہ اور دابل نے ساتھ ان کے پیوستہ ہو کر بنیاد جنگ ڈالی اور ایک غراب جو فرنگیوں سے بھرا ہوا تھا دستیاب کر کے ساتھ ان کے لوازم جہاد پیش پہنچایا یعنی انہیں علف تیغ خون آشام کر کے بندر دیو کی جانب معاودت کی لیکن اہل فرنگ بھی مخالفوں کو غافل سمجھ کر بعجرات تمام تر آن واحد میں تعاقب کناں اس مقام میں آپہنچے۔ ملک ایاز حاکم بندر دیو اور امیر حسین نے ناچار ان کی جنگ میں مبادرت کی لیکن ان سے کچھ کام نہ بن پڑا لڑائی بگڑ گئی۔ مصر کے چند جہاز گرفتار ہوئے۔ اہل فرنگ نے مسلمانوں کو شربت شہادت چکھا کر فردوس کی طرف روانہ کیا اور اپنا انتقام لے کر مظفر اور منصور اپنے بنادر کا راستہ لیا اور اس سنوات میں جب سلیم سلطان خواندکار روم سلاطین غوریہ مصر پر غالب آیا۔ سلطنت اس گروہ کی بے سرہوئی سامری کہ اس کام کا سرگروہ تھا بیدل ہوا فرنگیوں نے تسلط پایا اور سامری کی غیبت میں کہ وہاں موجود نہ تھا۔ رمضان کے مہینے ۹۱۵ نو سو پندرہ ہجری میں کالیکوٹ میں آئے اور مسجد جامع جو خانہ خدا تھی اسے آگ دے کر خاک سیاہ کیا اور دست نہیب و غارت دراز کر کے شہر کو بھی ویران کیا۔ لیکن دوسرے دن ملی باری ہجوم کر کے جماعت نصاریٰ کے سرپر تلواریں میان میں سے لے کر جاپڑے اور اہل فرنگ کے پانچ سو آدمی معتبر اور نامی قتل کر کے بہتوں کو پانی میں غرق کیا اور بقیۃ السیف نے بھاگ کر بندر کولم میں پناہ لی اور وہاں کے زمینداروں کو موافق کر کے شہر سے آدھ کوس پر ایک گڑھی تیار کی اور اہل فرنگ نے جمعیت بہم پہنچا کر اسی سال جیسا کہ مذکور ہوا قلعہ بندر کووہ کو یوسف عادل شاہ کے متعلقوں کے تصرف سے برآوردہ کیا لیکن یوسف عادل شاہ کے اسی عرصہ میں پھر بندر کووہ پر بزور شمشیر فرنگیوں کے قبضہ اقتدار سے نکال کر متصرف ہوا اور فرنگیوں نے چند روز کے بعد وہاں کے حاکم کو زر خطیر دے کر فریفتہ کیا اور پھر اس پر متصرف ہوئے اور بنادر ہندوستان میں اپنا حاکم بٹھا کر قلعہ کی مرمت اور استحکام میں کوشش کی اور وہ اپنا قلعہ ہے کہ جس کی تعریف میں کسی شاعر نے یہ شعر موزوں کیا ہے۔

بری از فتنہ ہچون طبع عاقل

marfat.com

Marfat.com

مضمون از رخنہ چون گردون والا

القصہ سامری باوجود کفر کے جو مرد غیرت دار تھا اس سانحہ کے مشاہدے سے نہایت غمگین ہوا اور اسی صدمہ میں بیمار ہو کر ۹۲۱ نو سو اکیس ہجری میں دار ناپائدار سے کوچ کر گیا اور اس کا بھائی قائم مقام ہوا۔ اس نے جنگ سے پہلوتہی کر کے فرنگیوں سے صلح کی اور شہر کالیکوٹ کے قریب فرنگیوں کو اس شرط اور قول پر قلعہ جدید بنانے کی اجازت دی کہ وہ ہر سال چار جہاز مرچ اور سونٹھ کے بنادر عرب میں بھیجتے رہیں۔ فرنگیوں نے اول اپنے عہدوپیان کو وفا کیا اور جب وہ قلعہ تیار ہوا مرچ اور سونٹھ کی تجارت سے مسلمانوں کو مانع ہوئے اور اس ملک کے اہل اسلام پر دست تعدی حد سے زیادہ دراز کیا اور یہود کا گروہ جو کدنکلور میں تھا وہ بھی سامری کا ضعف سلطنت مشاہدہ کر کے اہالی اسلام کا دشمن جان ہوا اور بہتوں کو شربت شہادت چکھایا۔ آخر میں سامری اپنے فعل سے نادم اور پشیمان ہوا پہلے یہود کے تدارک کو کدنکلور کی طرف افواج لے کر گیا اور یہودیوں کے قتل و قمع میں ایسی کوشش کی کہ اس جماعت سے اس ملک میں ایک نشان باقی نہ رکھا۔ بعد اس کے باتفاق جمیع غازیان ملی بار کالیکوٹ کی سمت متوجہ ہوا اور اہل فرنگ کے قلعہ کو محاصرہ کیا اور مساعی جمیلہ اور تردوات رستمانہ سے اہل فرنگ کو مغلوب کر کے قلعہ کو فتح کیا اور یہ امر ملی باریوں کی قوت اور شوکت کا باعث ہوا اور جہازوں کو بلا اجازت فرنگیوں کے سونٹھ اور مرچ وغیرہ سے مملو کر کے بنادر عرب میں روانہ کیا اور اہل فرنگ نے ۹۳۸ نو سو اڑتیس ہجری میں حالیات کے قریب میں جو کالیکوٹ سے پانچ کوس ہے قلعہ تیار کر کے ملی بار کے جہازوں کی روانگی دشوار کی اور اسی طرح سے اہل فرنگ نے انہیں سنوات میں برہان نظام شاہ بحری کے عہد میں قلعہ ریکدندہ بندر چیول کے قریب احداث کر کے اس مقام میں توطن کیا اور ۹۴۱ نو سو اکتالیس ہجری میں بندر دیو سے اور دمن اور بندر دیو پر جو شاہان گجرات کے متعلق تھے اس تفصیل سے کہ پیشتر اپنے مقام میں تحریر ہوا۔ بہادر شاہ گجرات کے عہد میں قابض اور دخیل ہوئے اور ۹۴۳ نو سو تینتالیس ہجری میں کدنکلور میں بہ جبرو قہر قلعہ احداث کر کے کمال استقلال اور غلبہ بہم پہنچایا اور اس وقت میں سلطان سلیمان بن سلطان سلیم رومی نے داعیہ کیا کہ اہل فرنگ کو بنادر ہند سے برآوردہ کر کے اس مقام پر خود متصرف ہوں۔ چنانچہ ۹۴۴ نو سو چوالیس ہجری میں اپنے وزیر سلیمان پاشا کو مع سو غراب جنگی پہلے بندر عدن کی طرف بھیجا تو اول اس کو کہ سر راہ ہے مفتوح اور مسخر کرے اس کے بعد بنادر ہند کی طرف روانہ ہوئے۔ سلیمان پاشا نے سنہ مذکور میں بندر عدن کو شیخ غازی بن شیخ داؤد سے لے کر اسے قتل کیا۔ بعدہ بندر دیو کی طرف روانہ ہوا اور وہاں پہنچ کر بنیاد جنگ قائم کی۔ قریب تھا کہ اسے بھی فتح کرے لیکن قلت اذوقہ اور خزانہ کے صرف ہو جانے سے یہ امر تعویق میں پڑا اور ناچار ہو کر روم کی طرف مراجعت کی اور ۹۸۳ نو سو تراسی ہجری میں نصاری بندر ہرموز اور مسکت اور سقوطرہ اور ملوہ اور میلاپور اور ناک پٹن اور منگلور اور سیلان اور بنگالہ سے حد چین تک مسلط ہوئے اور ان مقاموں میں قلعہ تیار کیے ان قلعوں میں سے سلطان علی آچی نے قلعہ سقوطرہ کو فتح کیا اور حاکم سیلان نے اہل فرنگ کو مغلوب کر کے اپنی مملکت سے ان کا صدمہ دور کیا اور سامری حاکم کالیکوٹ کو کہتے ہیں کہ وہ اس شخص کی نسل سے ہے کہ جس کو سامری کلان نے تلوار بخشی تھی۔ اہل فرنگ کے تسلط سے بہ تنگ آ کر اس نے ایلچی عادل شاہ اور مرتضیٰ نظام شاہ بحری کے پاس بھیج کر ان کو اہل فرنگ کی جنگ اور اپنے ممالک سے مدافعہ کی تحریص اور ترغیب کی پھر ۹۷۹ نو سو اناسی ہجری میں سامری نے قلعہ عالیات کو محاصرہ کیا اور مرتضیٰ نظام شاہ بحری اور علی عادل شاہ قلعہ ریکدندہ اور بندر کوودہ کی تسخیر میں مصروف ہوئے۔ سامری نے بزور بازوئے شجاعت قلعہ عالیات کو فتح کیا۔ لیکن مرتضیٰ نظام شاہ اور علی عادل شاہ سے جیسا کہ اپنے مقام میں مذکور ہوا ملازمین بدخواہ کی شامت سے کچھ نہ بن پڑا ناکام ہو کر مراجعت کی اور اہل فرنگ نے مسلمانوں کی ایذا رسانی پر کمر باندھی اور بعض جہاز جلال الدین محمد اکبر بادشاہ کے جو اہل فرنگ کی بلا اجازت مکہ معظمہ کی طرف روانہ ہوئے تھے۔ مراجعت کے وقت بندر جدہ میں غارت کر کے مسلمانوں کی اہانت اور آبرو ریزی بہت کی اور بندر عالی آباد قراتین جو علی عادل شاہ سے تعلق رکھتا تھا آگ لگا کر ویران کیا اور بندر دابل میں بطریق

marfat.com

Marfat.com

تجارت آکر چاہتے تھے کہ مکرو غدر سے اس پر بھی متصرف ہوں ۔وہاں کے حاکم خواجہ علی الخاطب بہ ملک التجار شیرازی نے واقف ہو کر ڈیڑھ سو آدمی معتبراہل فرنگ کے قتل کیے اور اس فساد کی آگ کو بجھایا اور اس تاریخ سے کہ جلال الدین محمد اکبر بادشاہ کے جہاز فرنگیوں نے گرفتار کیے بنادر عرب اور عجم کے جہاز پر لوگوں کا بھیجنا موقوف کیا۔ کیونکہ شاہ دہلی اہل فرنگ سے اجازت اور قول لینا عار جانتا تھا اور بلا اجازت روانہ کرنے میں جان و مال کی ہلاکی اور بربادی متصور تھی۔ لیکن اس کے امرا مثل مرزا عبدالرحیم الخاطب بخانخاں وغیرہ اہل فرنگ سے قول لے کر جہاز مع سواری بنادر کی طرف بھیجتے تھے اور ۹۱۹ نو سو انیس ہجری میں نورالدین محمد جہانگیر بادشاہ بن اکبر شاہ نے ان فرنگیوں کو جو پرتگال کے فرنگیوں سے دین کے اعتقاد میں مخالفت رکھتے تھے اور ایک دوسرے کے خون کے پیاسے تھے۔ برخلاف فرنگیوں پرتگال کے ولایت سورت میں کہ وہ بھی ممالک گجرات سے ہے۔ رہنے کو جگہ دی اور یہ مقام پہلا ہے کہ فرنگیان انگلش نے سواحل ہندوستان میں سکونت اختیار کی تھی اور ان کے اعتقاد دیگر فرنگیوں کے خلاف ہیں کہتے ہیں عیسیٰ بندہ اور رسول خدا ہے اور حضرت جل شانہ ایک ہے اور اہل و عیال رکھنے سے منزہ اور مبرا ہے۔ الغرض اہل انگلش اپنا شاہ علیحدہ قرار دے کر بادشاہ پرتگال کی اطاعت نہیں کرتے تھے اور جب تک اس جماعت نے قوت اور قدرت بہم نہیں پہنچائی تھی مسلمانوں کے ساتھ دوستی اور محبت ظاہر کرتے تھے اور فرنگیان پرتگال کے ساتھ کمال عداوت اور دشمنی رکھتے تھے اور جس وقت کہ ان پر قابو پاتے تھے فی الفور انہیں ہلاک کرتے تھے مگر اب بسبب حمایت نورالدین محمد جہانگیر بادشاہ کے کہ درمیان ان کے قرب و جوار بہم پہنچا ہے۔ خدا جانے فریقین کا انجام کار کیا ہوگا اور تحفۃ المجاہدین میں مرقوم ہے کہ ملی بار کی رعایا اکثر کفار ہے اور وہاں کے غنائر کو بنار کہتے ہیں اور وہاں کا عجیب دستور ہے کہ ایک عورت بے عقد شوہر متعدد کر سکتی ہے اور ہر شب کو ایک کی باری آتی ہے لوہار اور بڑھئی اور رنگریز براہمہ کے سوا اس امریعنی فعل شنیع میں موافقت کرتے ہیں اور اگروہ کفار گکھر جو پنجاب کے نواح میں تھا حلقہ اسلام میں آنے سے پیشتر وہ بھی یہی رسم رکھتے تھے اور ہر ایک عورت ان کی چند شوہر رکھتی تھی اور ان شوہر متعددہ سے جب ایک مکان میں آتا تھا علامت اپنی دروازہ کی ڈیوڑھی پر چھوڑتا تھا تو اور شوہر اسے دیکھ کر پلٹ جائیں اور جب گکھروں کے یہاں لڑکی پیدا ہوتی تھی اسی وقت اسے باہر لا کر باآواز بلند پکارتے تھے کہ کوئی اسے پرورش کرے گا اگر کوئی شخص طلب کرتا اسے دے دیتے ورنہ اسی وقت اسے ہلاک کرتے تھے اور قاعدہ ملی بار کے برہمنوں کا یہ ہے کہ جب ان کے کئی بھائی ہوتے ہیں ان کے بڑے بھائی کے سوا کوئی شادی نہیں کرتا ہے تو ورثہ کی کثرت سے آپس میں نزاع اور فساد برپا نہ ہو اور جب اوروں کو شہوت جماع غالب ہوتی ہے تیار وغیرہ کی عورتوں سے حاجت رفع کرتے ہیں لیکن عقد کے مقید نہیں ہوتے۔

والارث فی طوائف النیارہ لا خواتہم من الام و اولاد اخواتہم وخالاتہم و اقربائہم من جانب الام لا ولد لا ولاد۔ (ترجمہ: یہ کہ طائفہ نیار میں میراث کا یہ طریقہ ہے کہ مردہ کی میراث مادری بہنوں کو اور بہنوں کی اولاد اور خالاؤں اور مادری قرابتیوں کو ملتی ہے۔ میت کی اولاد کو نہیں ملتی ہے۔) اور جس وقت باپ اور ماں یا بزرگ اس ملک کے قوم براہمہ کے مرتے ہیں ایک برس کامل ماتم رکھ کر نوحہ و زاری کرتے ہیں اور جب ماں اور ماموں اور بڑا بھائی گروہ نیار اور ان کے متابعان کا مرتا ہے ایک سال ماتم میں بیٹھ کر روتے ہیں اور عورتوں سے نزدیکی نہیں کرتے ہیں اور ملی باری تین طبقہ ہیں۔ اعلیٰ اور ادنیٰ اور اوسط جس وقت اعلیٰ ادنیٰ سے مباشرت یا ملامست یعنی مساس کرے جب تک غسل نہ کرے کھانا نہ کھائے اور اگر احیاناً غسل سے پیشتر کھانا کھا لے حاکم اسے گرفتار کر کے ادنیٰ کے ہاتھ بیچتا ہے اور قید بندگی میں کرتا ہے اور جو کوئی یہ حرکت کر کے کسی موضع میں بھاگ جائے اور حاکم کو خبر نہ ہو وہ البتہ غلامی سے نجات پاتا ہے اور کسی طرح سے اعلیٰ کا کھانا ادنیٰ نہیں پکا سکتا ہے۔ اگر اعلیٰ ادنیٰ کے ہاتھ سے کھائے اپنے مرتبہ سے دست بردار ہو اور میر جمال الدین حسین انجو جو چاند بی بی سلطانہ فرمانروائے احمد نگر کو اپنے حبالہ نکاح میں لایا تھا۔ اپنے فرہنگ میں لکھتا ہے کہ ملی بار بفتح اول و کسر ثانی دیائے مجہول نام ایک ولایت کا ہے جو دریائے عمان کے ساحل پر واقع ہے قریب شہر بیجانگر کے جو ایک عمدہ شہر ہائے

marfat.com

Marfat.com

دکن سے ہے باوجود اس کے کہتے ہیں کہ آدمی ملی بار کے دیوث طبیعت ہیں جیسا کہ ایک عورت ان کی دس شوہر سے کم نہیں کرتی بلکہ زیادہ تر جیسا کہ امیر خسرو دہلوی فرماتے ہیں۔

یہ بے نیازی او کعبہ خستہ و خوار ست
بیاد بیں کہ خرابیش چون ملی بار ست

marfat.com

Marfat.com

مشائخ ہندوستان قدس اللہ اسرار ہم کے حالات

ناظرین پر تمکین پر واضح ہو کہ مشائخ ہندوستان کے خانوادہ بہت ہیں لیکن وہ خانوادے کہ نہایت مشہور اور شمار میں بھی دوسرے مشائخ سے زیادہ تر دو طبقہ ہیں۔ ایک خاندان چشتیہ اجمیر جو خواجہائے چشت سے ملتا ہے۔ دوسرا خاندان سہروردیہ ملتان جو ساتھ شیخ الشیوخ شیخ شہاب الدین عمر سہروردی سے جا ملتا ہے۔ بندہ آثم محمد قاسم فرشتہ نے کلام کے طول ہونے سے اندیشہ کر کے ان دو خانوادوں کے ذکر پر اکتفا کیا اور احوال دوسروں کا شیخ عین الدین بیجاپوری جنیدی کی کتاب الانوار سے مل سکتا ہے اور ان دو فرقہ عظیم الشان سے جو کچھ علم ناقص نے احاطہ کیا ہے اس مقالہ میں لکھتا ہے۔ انشاء اللہ تعالیٰ اگر حیات مستعار وفا کرے گی اور تذکرہ الاولیائے ہند دستیاب ہوگا تو دوبارہ احوال اور اقوال ان بزرگوں کا مفصل اس مسودہ میں شامل کرے گا۔ الغرض مولانا عبدالرحمٰن جامی نے کتاب نفحات الانس میں فرمایا کہ حدیث شریف میں وارد ہے کہ حق سبحانہ تعالیٰ روز قیامت کو اپنے بندہ شرمندہ سے فرمائے گا کہ تو فلاں عارف اور فلاں بزرگوار کو جو فلاں محلہ میں رہتا تھا پہچانتا ہے وہ جواب دے گا ہاں پہچانتا ہوں اس وقت فرمان الٰہی نافذ ہوگا کہ ہم نے تجھے اس کو بخش دیا۔

شنیدم که در روز امید و بیم
بدان را بہ نیکاں بہ بخشد کریم

اور میر ہراتی نے فرمایا کہ کوشش کر تو اس کے دوستوں سے ہو اور اگر یہ نہ ہو سکے اس کے دوستوں کا ہو اور جو بات اس گروہ حق پژوہ سے سنے اگرچہ تاثیر نہ کرے سرتاب نہ ہو۔ یعنی بہرحال ان کی صحبت میں شریک رہ اور ان کی جدائی اختیار نہ کر۔

جانا لبم از ذکر تو خاموش مباد ہر جاز شما بلب حدیثے گذرد
یاد توز خاطرم فراموش مباد ذرات ز جود من بجز گوش مباد

اور مراتب اولیائے دین کے چار ہیں۔ صغرے کبرے وسطے عظمے اور ہر ایک کے واسطے ان میں سے ایک ابتدا اور ایک درمیان اور ایک انتہا ہے اور گروہ اولیا کے ان مرتبوں میں مقام رکھتے ہیں۔ کسی وقت عالم میں تین سو چھپن تن سے کم نہیں ہوتے اور ہمیشہ عاجزوں کی کارسازی اور گنہگاروں کی شفاعت میں مشغول رہتے ہیں اور اہل تصوف کے بزرگ اس جماعت سے تین سو تن کو ابطال جانتے ہیں اور چالیس نفر کو ابدال کہتے ہیں اور سات نفر کو سیاح بولتے ہیں اور پانچ نفر کو اوتاد سمجھتے ہیں اور تین نفر کو قطب الاوتاد جانتے ہیں اور ایک نفر کو قطب الاقطاب تصور کرتے ہیں۔ پس جس وقت کہ ایک ان میں سے فوت ہو مرتبہ مادون اس کے سے ایک کو بجائے اس کے لاتے ہیں مثلاً اگر قطب الاقطاب مرجائے ایک کو قطب ثلثہ تینوں قطب سے بجائے اس کے مقام کریں اور اوتار سے ایک کو بجائے اقطاب ثلثہ اور ایک سیاح کو بجائے اوتاد علی ہذا القیاس مرتبہ عوام مومناں تک پہنچے اور تمام تین سو چھپن تن سے نو تن ارشاد کے لائق ہیں اور باقی بھی اگرچہ کسی مرتبہ میں مراتب ولایت سے مقام رکھتے ہیں لیکن ارشاد کے سزاوار نہیں اور ان نو تن میں پانچ تن اوتاد ہیں اور تین اقطاب اور ایک قطب الاقطاب ہے۔

این طائفہ اند اہل تحقیق فانی ز خود و بدوست باقی
باقی ہمہ خویشتن پرستند دین طرفہ کہ نیستند و ہستند

اور یہ مقالہ مشتمل ہے دو حصوں پر

پہلا حصہ حالات و مقالات خاندان چشتیہ

marfat.com

Marfat.com

پہلا حصہ حالات و مقالات خاندان چشتیہ

حضرت سلطان المشائخ خواجہ معین الدین محمد حسن سنجری المروف بہ چشتی قدس سرہ

آں شہنشاہ جہان معرفت — ذات او بیرون زا دراک و صفت
خسرو ملک فنا بے تخت و تاج — از خود و از غیر خود بے احتیاج
غرق بحر عشق از صدق و صفا — از خودی بیگانہ باحق آشنا
کرد مرغ ہمتش زاوج کمال — بیضہ افلاک رادر زیر بال
اختر برج سپہر لم یزل — گوہر درج کمال بے بدل
آں معین دین و ملت بے نظیر — فارغ از دنیا بہ ملک دین امیر

سلطان سریر سرمد خواجہ راستین معین الدین محمد مشائخ ہند کے پیشوا ہیں- مولد شریف بلدہ سجستان ہے- نشوونما خراسان میں پائی- آنحضرت کے والد ماجد خواجہ غیاث الدین حسن زیور فلاح سے آراستہ اور حلیہ صلاح سے پیراستہ تھے- جب وفات پائی خواجہ معین الدین محمد پندرہ برس کے تھے- ایک باغ اور ایک آسیا یعنی چکی میراث رکھتے تھے اور اس مقام میں ایک مجذوب تھے- مشہور اور انکا اسم مبارک ابراہیم قندوزی تھا- ایک روز ان مجذوب کا اس باغ میں گزر ہوا اور خواجہ معین الدین محمد قدس سرہ اس وقت درختوں میں آب پاشی کرتے تھے لیکن جوں ہی آپ کی نگاہ ان مجذوب پر پڑی دوڑ کر ان کے دست حق پرست کو بوسہ دے کر ایک درخت کے سایہ میں بٹھایا اور انگور کا خوشہ آنحضرت کے سامنے رکھ کر ان کے مقابل دو زانو ہو کر مودب بیٹھے- ابراہیم قندوزی نے برکندہ کنجارہ بغل سے کھینچ کر اور اپنے دندان مبارک سے چبا کر خواجہ کے دہن میں ڈالا اس کے کھاتے ہی ایک نور خواجہ کے باطن میں طالع اور لامع ہوا اور حضرت خواجہ کا دل مکان اور املاک سے بیزار ہوا- سب جائیداد منقولہ و غیر منقولہ بیچ کر درویشوں کو تقسیم کی اور مسافر ہوئے اور ایک مدت سمرقند اور بخارا میں قرآن مجید کے حفظ کرنے اور علوم ظاہری کی تحصیل میں مشغول ہوئے اور وہاں سے فارغ التحصیل ہو کر عراق کی طرف متوجہ ہوئے اور جب قصبہ ہارون میں جو نیشاپور کے نواح میں واقع ہے وارد ہوئے شیخ عثمان ہارونی کہ مشائخ کبار وقت سے تھے- ان کی خدمت میں جا کر مرید ہوئے اور اڑھائی برس ان کی خدمت میں رہ کر مجاہدہ اور ریاضت میں اشتغال کیا اور شیخ عثمان ہارونی حاجی شریف زندنی کے مرید تھے اور وہ مرید خواجہ مودود چشتی کے اور وہ مرید خواجہ ناصرالدین چشتی کے اور وہ مرید یوسف چشتی کے اور وہ مرید خواجہ ناصرالدین ابو محمد چشتی کے اور وہ مرید خواجہ ناصرالدین ابو محمد چشتی کے اور وہ مرید خواجہ اسحق شامی المعروف بہ چشتی کے اور وہ مرید خواجہ ممشاد دینوری کے اور وہ مرید خواجہ ہبیرہ بصری کے اور وہ مرید خواجہ حذیفہ مرعشی کے اور وہ مرید سلطان ابراہیم ادہم کے اور وہ مرید خواجہ فضیل عیاض کے اور وہ مرید خواجہ حبیب عجمی کے اور وہ مرید خواجہ حسن بصری کے اور وہ مرید امیرالمومنین و امام المتقین علی ابن ابی طالب علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اور وہ مرید حضرت خواجہ کائنات فخر موجودات صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھے اور چشت ایک موضع ہے- مواضع ہرات سے القصہ خواجہ معین الدین محمد شیخ عثمانی ہارونی سے خرقہ خلافت کا حاصل کر کے بغداد کی سمت رو... ہوئے

marfat.com
Marfat.com

اور اثنائے راہ میں قصبہ سنجار میں رونق افروز ہوئے۔ ان دنوں میں شیخ نجم الدین کبریٰ قصبہ جبل کی طرف تشریف لے گئے تھے اور جبل ایک مقام ہے پر فیض اور ہوا اس کی نہایت معتدل اور فرحت افزا ہے کوہ جودی (کوہ جودی موصل میں ایک پہاڑ ہے) کے تحت میں واقع ہوا اور حضرت نوح علیہ السلام کی کشتی نے اس مقام میں قرار پکڑا تھا اور وہاں سے بغداد سات منزل یعنی سات دن کا راستہ ہے اور شیخ محی الدین عبدالقادر قدس سرہ اس مقام میں تھے اور خواجہ معین الدین ان کے بدون مشاہدہ جمال باکمال اور ملاقات قصبہ سنجار سے بغداد کی طرف روانہ ہوئے اور شیخ اوحد الدین کرمانی جو ابتدائے سلوک میں تھے انہیں دیکھ کر معتقد ہوئے اور خرقہ خلافت کا آنحضرت سے پایا اور شیخ الشیوخ شیخ شہاب الدین عمر سہروردی نے بھی شروع حال میں خواجہ معین الدین چشتی کی صحبت میں پہنچ کر ان سے فیوضات حاصل کیے اور بعد چند عرصہ کے خواجہ معین الدین چشتی بغداد سے ہمدان میں آئے اور شیخ یوسف ہمدانی سے ملاقات کر کے تبریز کی طرف متوجہ ہوئے اور شیخ ابوسعید تبریزی جو شیخ جلال تبریزی کے پیر تھے ان سے بھی ملاقات اور صحبت رکھتے تھے اور شیخ نظام الدین اولیا سے منقول ہے کہ شیخ ابوسعید تبریزی ایسے شیخ تھے کہ جن کے ستر مرید کامل مثل شیخ جلال الدین تبریزی کے تھے۔

شیخ فریدالدین شکر گنج" خواجہ قطب الدین بختیار کاکی" سے نقل کرتے ہیں کہ خواجہ معین الدین محمد چشتی کو ابتدا حال میں عجب ریاضت اور مجاہدہ تھا کہ روزے رکھ کر بعد سات روز کے ایک روٹی جو کی کہ جس کا وزن پانچ مثقال سے زیادہ نہ ہوتا تھا پانی میں تر کر کے افطار فرماتے تھے۔ سبحان اللہ ایسے صائم النہار اور قائم اللیل بزرگوار تھے کسر نفسی اور ریاضت انہیں پر ختم تھی اور شیخ نظام الدین اولیا فرماتے ہیں کہ حضرت خواجہ معین الدین محمد چشتی کی پوشش ایک دوہر تھا اگر وہ کسی مقام سے پارہ ہوتا اپنے دست حق پرست سے بخیہ کرتے تھے اور اگر بغل بند پھٹ جاتا کپڑے پاک کے ٹکڑے جس قسم کے پاتے اس پر پیوند کرتے تھے اور جب اصفہان میں پہنچے شیخ محمود اصفہانی ان کی خدمت میں حاضر رہتے تھے اور خواجہ بختیار کاکی" ان دنوں اصفہان میں تھے اور شیخ محمود اصفہانی کے مرید ہوا چاہتے تھے لیکن جب خواجہ معین الدین محمد چشتی کی زیارت سے شرفیاب ہوئے فسخ عزیمت کر کے خواجہ کے مرید ہوئے اور خواجہ نے وہ دوہرہ خواجہ قطب الدین کو مرحمت فرمایا اور وہی دوہر خواجہ قطب الدین نے وفات کے وقت شیخ فریدالدین گنج شکر کو عنایت کیا اور آنحضرت نے وہ شیخ نظام الدین اولیا کو عطا کیا اور آنحضرت نے شیخ نصیرالدین چراغ دہلی کو امداد فرمایا اور جب خواجہ خرقان میں تشریف لائے دو برس وہاں استقامت کر کے استرآباد کی طرف تشریف فرما ہوئے اور حضرت شیخ ناصرالدین استرآبادی کی صحبت سے مشرف ہوئے اور وہ شیخ عظیم القدر تھے۔ ایک سو ستائیس سال کی عمر رکھتے تھے اور حضرت شیخ ناصرالدین استرآبادی نسبت دو واسطہ سے حضرت سلطان العارفین شیخ طیفور اور شیخ بایزید بسطامی سے رکھتے تھے۔ خواجہ نے ایک مدت ان کی صحبت میں رہ کر فیوض بے شمار حاصل کیے۔ اس کے بعد ہری کی طرف متوجہ ہوئے اور جو کہ خواجہ معین الدین محمد چشتی کی عادت تھی کہ آنحضرت ایک مقام میں کم قیام فرماتے تھے اور اکثر اوقات دن میں سیر میں رہتے تھے اور شب کو اکثر اوقات خواجہ عبداللہ انصاری کی درگاہ میں نزول فرماتے تھے اور ایک درویش سے زیادہ آپ کی خدمت میں نہ رہتا تھا اور جو کہ حضرت قائم اللیل تھے۔ عشاء کے وضو سے فجر کی نماز ادا کرتے۔ تھے اور جب ہرات میں آپ کے کشف و کمالات کا شہرہ مشہور ہوا خلقت نے ہجوم کیا۔ آپ وہاں سے برخاستہ ہو کر سبزوار کی طرف روانہ ہوئے اور وہاں کا حاکم جس کا نام یادگار محمد تھا وہ نہایت فاسق اور بدمزاج اور رفض میں غلو رکھتا تھا اور اصحاب کبار سے اسے اس قدر عداوت تھی کہ اگر کسی کا نام ابابکر" اور عمر" اور عثمان" ہوتا تھا اسے بہت ایذا پہنچاتا تھا اور اس کی ہلاکت کے درپے ہوتا تھا اور اس حاکم جابر نے شہر کے اطراف میں ایک باغ بنایا تھا اور اس کے درمیان میں ایک حوض نہایت صفائی اور لطافت سے موجود تھا۔ خواجہ گرد وراہ سے اس باغ میں جا کر حوض کے کنارے وارد ہوئے اور غسل کر کے دوگانہ نماز بجالا کر قرآن شریف کی تلاوت میں مشغول ہوئے اتفاقات سے اسی دن مشہور ہوا کہ یادگار محمد باغ کی سیر کو آتا ہے۔

marfat.com

Marfat.com

ایک درویش جو شیخ کا رفیق تھا اس نے ہرساں ہو کر شیخ سے عرض کی کہ حاکم جابر آتا ہے آپ کا اس باغ میں بیٹھنا مناسب نہیں باہر تشریف لے چلیے۔ شیخ اس کا اضطراب دیکھ کر مسکرائے اور فرمایا اگر تجھے یہی منظور ہے تو یہاں سے اٹھ جا اور فلاں درخت کے سایہ میں بیٹھ کر خدا کی قدرت کا کارخانہ دیکھ۔ درویش حسب الحکم کاربند ہوا اس عرصہ میں فراشوں نے آکر یادگار محمد کا غالیچہ حوض کے کنارے شیخ کے پہلو میں بچھایا اور شیخ کی عظمت اور شوکت سے یہ نہ کہہ سکے کہ یہاں سے اٹھ جائیے کہ ناگاہ یادگار محمد باغ میں داخل ہوا اور شیخ کو اس مقام پر دیکھ کر خدمت گاروں سے گھرک کر کہا کہ تم نے اس فقیر کو کس واسطے اس مقام سے نہ نکالا کہ اتنے میں شیخ نے سر مبارک اٹھا کر اس کی طرف نظر قہر سے دیکھا۔ یادگار محمد مصروع کی طرح دفعتہ کانپ کر گر پڑا اور بے ہوش ہوا۔ اس کے متعلق یہ حال دیکھ کر شیخ کے قدم پر گر پڑے اور التماس دعا کی شیخ نے اس فقیر کو جو خوف سے درخت کے نیچے بیٹھا تھا۔ اشارہ سے بلا کر یہ فرمایا کہ تھوڑا پانی اس حوض سے لے کر بسم اللہ پڑھ کر اس کے منہ پر چھینٹا مارا درویش حکم کے موافق عمل میں لایا اور یادگار محمد فوراً ہوش میں آیا اور شیخ کے پاؤں پر سر رکھ کر نہایت عاجزی اور انکساری سے عرض کی کہ یا شیخ میں نے جمیع منہیات سے توبتہ النصوح کی میری تقصیر معاف فرمائیے۔ شیخ نے اپنا دست شفقت اس کے سر پر پھیر کر یہ ارشاد کیا کہ خاندان عالی شان رسالت سے دعویٰ محبت کرنا اور آنحضرت کی پیروی نہ کرنے کا کیا سبب ہے۔ یہ فرما کر شیخ نے ائمہ ہدا خلفائے راشدین مہدیین و اصحاب کبار کے فضائل اور مناقب اس فصاحت اور بلاغت سے بیان فرمائے کہ یادگار محمد اور اس کے ہمراہی زار زار رو کر تمام تائب ہوئے۔

آنچہ زومی شود از پر تو آن قلب سیاہ
کیمیا نیست کہ در صحبت درویشانست

بعد اس کے یادگار محمد نے تجدید وضو کر کے دوگانہ شکرانہ کا ادا کیا اور دست ارادت آنحضرت کے دست حق پرست میں دے کر بشرف بیعت مشرف ہوا اور اپنا تمام مال نقد و جنس خواجہ کی نذر کے لیے لایا۔

حضرت نے اسے قبول نہ کیا اور فرمایا کہ تو نے یہ مال لوگوں سے جبر و قہر لیا ہے۔ غربا اور مساکین کو پہنچا تو قیامت کے دن کوئی تیرا دامن نہ پکڑے۔ یادگار محمد نے شیخ کے ارشاد پر عمل کیا یعنی تمام مال فقراء پر تقسیم کر کے غلاموں کو بھی آزاد کیا اور اپنی منکوحہ کو طلاق دے کر خواجہ کے ہمراہ قلعہ شادمان تک گیا اور جو کہ وہ جملہ عارفان اور واصلان سے ہوگیا تھا۔ خواجہ نے وہ اطراف اس کی حمایت میں رجوع کر کے اسے اس مقام میں مقیم کیا اور خود بلخ کی طرف تشریف لے گئے اور شیخ احمد خضرویہ کے مقام عالی فرجام میں چند روز اقامت کی اور اس عہد میں ایک فاضل تھے۔ المشہور بہ ضیاء الدین حکیم اور وہ جمیع علوم فلسفہ میں خوب مہارت رکھتے تھے اور علم تصوف میں اعتقاد نہ رکھتے تھے اور اپنے شاگردوں سے کہتے تھے۔ تصوف ہذیان ہے کہ تپ زدے اور دیوانے بکتے ہیں اور مولانا ضیاء الدین حکیم بلخ کے اطراف میں ایک موضع واقع تھا اس میں مدرسہ اور باغ خوب رکھتے تھے اور اس میں بیٹھ کر لوگوں کو علم حکمت پڑھاتے تھے اور خواجہ معین الدین چشتی کی عادت تھی کہ ہمیشہ ایک یا دو دستہ تیر اور ایک کمان اور ایک چقماق اور ایک نمک دان اپنے ہمراہ رکھتے تھے۔ اس واسطے کہ اگر کسی وقت آبادی سے ویرانے دور دراز میں گزر ہو کسی طیور کا شکار کر کے ایک لقمہ سے روزہ افطار کریں۔ ناگاہ خواجہ اس مدرسہ میں جہاں مولانا ضیاء الدین حکیم درس دیتے تھے رونق افزا ہوئے اور اس روز حضرت خواجہ معین الدین چشتی نے ایک کلنگ کو تیر مار کر درخت سے گرایا اور اپنے خادم کو اس کے کباب کے واسطے اشارہ کیا اور خود عبادت میں مشغول ہوئے اس درمیان میں مولانا ضیاء الدین حکیم کا وہاں گزر ہوا دیکھا کہ ایک درویش نماز میں مشغول ہے۔ اور خادم کباب بریان کرتا ہے۔ حکیم نے اس قدر وہاں توقف کیا کہ خواجہ نماز سے فارغ ہوئے اور مولانا سلام کر کے بیٹھے پھر خادم کباب لایا خواجہ بسم اللہ پڑھ کر ایک ران اس کلنگ سے جدا کر کے مولانا کو عنایت فرمائی اور دوسری ران کا ٹکڑا خود تناول کیا۔ مولانا نے جونہی وہ کباب کھایا علوم فلسفہ کا زنگ ان کے سینہ سے زائل ہوگیا اور بے

marfat.com

Marfat.com

ہوش ہوئے۔ خواجہ نے قدرے اپنا پس خوردہ ان کے دہن میں ڈالا۔ ہوش میں آئے اور مولانا نے اس وقت تمام کتب جو ان کے کتب خانہ میں تھیں دریا میں غرق کیں اور مع تلامذہ حضرت خواجہ معین الدین چشتی کے مریدوں کی سلک میں منتظم ہوئے اور جب حضرت کا شہرہ اس ملک میں ہوا اور دنیاداروں نے ہجوم کیا۔ خواجہ نے مولانا ضیاء الدین حکیم کو خرقہ دے کر اس مقام میں چھوڑا اور خود باتفاق اس خادم کے غزنین میں تشریف لائے۔ شمس العارفین عبدالواحد جو شیخ نظام الدین ابوالموئید کے پیر تھے ان سے ملاقات کر کے لاہور میں وارد ہوئے۔ وہاں سے دہلی میں نزول اجلال فرمایا اور جب خاص و عام کا وہاں اژدہام ہوا حضرت اس امر سے متنفر ہو کر اجمیر میں تشریف لے گئے اور محرم کی دسویں تاریخ یعنی بروز عاشورہ ۵۶۱ پانچ سو اکسٹھ ہجری میں آنحضرت نے اس خطہ میں نزول فرمایا اور سید السادات سید حسن مشہدی المشہور بہ خنگ سوار جو صوفی مذہب تھے اور حلیہ تقویٰ اور صلاح سے آراستہ اور اولیاء اللہ کے سلک میں انتظام رکھتے تھے اور سلطان قطب الدین ایبک نے آنحضرت کو اس شہر کا داروغہ کیا تھا۔ شیخ کے آنے سے بہت خوش ہوئے اور باعزاز و اکرام تمام پیش آئے اور جو سید صاحب موصوف علم تصوف اور اصلاحات صوفیہ سے نہایت واقف تھے خواجہ کی صحبت غنیمت جان کر اکثر اوقات مجلس شریف میں حاضر ہوتے تھے اور پیر طریقت خواجہ کے انفاس کی برکت سے اجمیر کے بہت کفار شرف ایمان سے مشرف ہوئے اور جو کہ دولت ایمان سے محروم رہے خواجہ کی محبت کو دل میں جگہ دے کر ہمیشہ فتوح بے شمار آنحضرت کو پہنچاتے تھے اور شمس الدین التمش کے عہد میں خواجہ دو مرتبہ اپنے مرید قطب الدین بختیار کاکی کو دیکھنے کے لیے دہلی میں تشریف لے گئے۔

دوسری مرتبہ جب دہلی سے مراجعت فرمائی خواجہ معین الدین چشتی نے نکاح کیا۔ تفصیل اس کی یہ ہے کہ سید وجہ الدین محمد مشہدی (وجیہ) المشہور بہ خنگ سوار جو سید حسین مشہدی داروغہ اجمیر کے چچا تھے ان کی ایک صاحبزادی جو حسن و جمال اور عفت کمال رکھتی تھی جب وہ دختر بلند اختر حد بلوغ کو پہنچی سید صاحب چاہتے تھے کہ اسے کسی خاندان بزرگ کے حبالہ نکاح میں لاؤں۔ اس کی تلاش میں متردد تھے۔ ایک شب سید السادات نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کو خواب میں دیکھا کہ ان سے فرماتے ہیں۔ اے فرزند وجہ الدین حضرت رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ اشارہ ہے کہ یہ لڑکی خواجہ معین الدین چشتی کے حبالہ نکاح میں لاؤ کہ وہ واصلان درگاہ الٰہی اور محبان خاندان رسالت پناہی سے ہے۔ جب سید وجہ الدین نے خواجہ معین الدین چشتی کو اس امر سے آگاہ کیا خواجہ نے جواب دیا کہ میری عمر کا آفتاب لب بام ہے۔ لیکن جو حضرت رسالت اور امام ہمام کا یہ اشارہ ہے مجھے اطاعت کے سوا کچھ چارہ نہیں۔ اس کے بعد خواجہ نے اس گوہر درج عفت کو شریعت مصطفوی کے موافق اپنی سلک ازدواج میں منسلک فرمایا اور آفریدگار عالم نے اس کے بطن سے دو فرزند کرامت فرمائے اور خواجہ عیال داری کے سات برس بعد ماہ رجب کی چھٹی تاریخ ۶۳۲ چھ سو بتیس ہجری میں قید جسمانی سے نجات پا کر عالم قدس کی طرف خراماں ہوئے اور حضرت کا سن شریف ستانوے برس کا تھا اور بعد وفات تمام بادشاہ آپ کے روضہ پر نذریں بھیج کر تبرک کے طلبگار ہوئے۔ خصوص جلال الدین محمد اکبر بادشاہ غازی کہ اور بادشاہوں سے زیادہ تر آنحضرت سے اعتقاد رکھتا تھا اور عہد شاہی میں اپنے جیسا کہ مذکور ہوا۔ اکثر سنوات میں پیادہ اجمیر میں جا کر خواجہ معین الدین چشتیؒ اور سید حسن مشہدی بہ خنگ سوار کی زیارت سے فیضیاب ہوتا تھا اور حاجی محمد قندھاری کی تاریخ میں مرقوم ہے کہ خواجہ معین الدین چشتیؒ کے پیر یعنی شیخ عثمانی ہارونیؒ شمس الدین محمد التمشؒ کے عہد میں دہلی میں تشریف لائے اور شمس الدینؒ نے جو آنحضرت کا مرید تھا ان کی تعظیم و تکریم میں کوئی دقیقہ فروگزاشت نہ کیا اور اس مدت میں خواجہ معین الدین محمد چشتی اجمیرؒ میں متوطن تھے اس صورت میں معلوم نہ ہوا کہ ہندوستان میں پھر ان سے ملاقات ہوئی یا نہ ہوئی اور شیخ عثمان ہارونی سے خوارق عادات بہت مشہور ہیں ازانجملہ ایک یہ ہے کہ جب خواجہ معین الدین چشتی اپنے پیر سے رخصت لے کر بغداد کی سیر کو متوجہ ہوئے۔ شیخ عثمان ہارونی نے ان کی مفارقت سے بے تاب ہو کر خواجہ کی جستجو میں اپنے مقام سے سفر اختیار کیا اور اس سفر میں ایک مقام میں وارد ہوئے کہ آتش پرست وہاں رہتے تھے اور آتش کدہ بھی رکھتے تھے اور ہر

marfat.com

Marfat.com

روز سو خروار لکڑیاں ان میں جلاتے تھے اور شیخ عثمان ہارونی نے اس کے قریب ایک درخت کے سایہ میں نزول کیا۔ اپنے خادم فخرالدین نام سے فرمایا کہ افطار کے واسطے روٹی پکائے۔ خادم جب مغوں کے پاس آگ لینے کو گیا انہوں نے آگ نہ دی۔ خادم نے پلٹ کر شیخ سے حقیقت حال عرض کی شیخ آتش کدہ کی سمت متوجہ ہوئے اور ایک مغ مختار نام جو نہایت بوڑھا تھا دیکھا کہ وہ ایک لڑکا سات برس کا آغوش میں لیے ہوئے آتش کدہ کے کنارے کھڑا ہے۔ شیخ نے اس سے فرمایا کہ یہ آگ ایک مشت پانی سے معدوم ہوتی ہے کس واسطے پوجتے ہو خدا کو جو خالق آگ کا ہے۔ اس کی پرستش کرو۔ مغ نے جواب دیا کہ ہماری ملت میں آگ ایک وجود عظیم ہے اسے کیونکر نہ پوجیں شیخ نے فرمایا اتنی مدت سے کہ تم اس آگ کی صدق دل پرستش کرتے ہو بھلا ہاتھ یا پاؤں اس میں ڈال سکتے ہو کہ وہ نہ جلاوے مغ نے جواب دیا کہ خاصیت اس کے جلانے کی ہے بھلا کسے یہ طاقت ہے جو اس کے قریب جائے۔

اگر صد سال گبر آتش فروزد
چو یک دم اندرون افتد بسوزد

شیخ نے جب یہ سنا جلد اس کے فرزند کو آغوش سے چھین کر آتش کدہ کی طرف دوڑے اور بعد بسم اللہ یہ آیہ کریم قلنا یا نار کونی بردا سلاما علی ابراہیم پڑھ کر آگ میں داخل ہوئے۔ یہ خبر منتشر ہونے سے تین چار ہزار مغ آتش کدہ پر آ کر شور و فغان کرنے لگے اور شیخ چار ساعت کے بعد مع طفل اس آتش کدہ سوزان سے صحیح و سالم برآمد ہوئے۔ چنانچہ ان کے کپڑوں میں بھی وصبا نہ پہنچا بعدہ مغوں نے فراہم ہو کر اس طفل سے پوچھا کہ اس آتش کدہ میں تمہاری کیا حالت تھی۔ اس نے جواب دیا کہ ہم شیخ کی بدولت خوش اور بشاش گلزار کی سیر دیکھتے تھے۔ آخرش آتش پرستوں کے دل میں نور ایمان کا جوش زن ہوا۔ سبھی نے شیخ کے قدم مبارک پر سر رکھا اور صدق دل سے مسلمان ہوئے اور شیخ نے ان میں سے مختار کا نام عبداللہ اور لڑکے کا نام ابراہیم رکھ کر ان کی تربیت منظور نظر فرمائی اور دونوں بزرگوار جملہ اولیا سے ہوئے۔

marfat.com

Marfat.com

سلطان العارفین خواجہ قطب الدین بختیار کاکی قدس سرہ

آن نہنگ محیط نور خداے
فرقہ لجہ حضور خداے
رفتہ ورلا مکان زہستی خویش
کردہ اظہار حق پرستی خویش
شدہ از جان بہ لا مکان واصل
کرد ہردم ہزار جان . حاصل
بخدا بجودر خفی وجلی
قطب دین بختیار شیخ ولی
زندہ جاوداں زفیض عمیم
کشتہ زخم خنجر تسلیم
سینہ عارفان از و گلشن
دیدہ عاشقان ازو روشن

واضح ہو کہ سلطان العارفین خواجہ قطب الدین فرزند خواجہ کمال الدین احمد چشتی کے ہیں۔ تولد آنحضرت کا قصبہ اوش میں جو پرگنات ماوراء النہر سے ہے واقع ہوا جس وقت آپ کے والد ماجد کا انتقال ہوا آپ ڈیڑھ برس کے تھے اور آپ کی والدہ ماجدہ جو حلیہ عفت اور زیور عصمت سے آراستہ تھیں آپ کی پرورش و پرداخت میں مصروف رہیں اور کتاب خیر المجالس شیخ نصیرالدین اودھی میں لکھا ہے کہ جب آپ پانچ برس کے ہوئے آپ کے ہمسایہ میں ایک مرد نہایت پرہیزگار رہتا تھا۔ آپ کی والدہ نے اسے بلا کر تھوڑے خرے چھوہارے ایک طباق میں رکھ کر اپنے نورعین کو اس کے ہمراہ کیا اور یہ التماس کی کہ اس معصوم کو کسی معلم کے سپرد کر دیجئے۔ جب وہ لے چلا اثنائے راہ میں ایک پیر روشن ضمیر اہل دل سے دوچار ہوا۔ اس نے پوچھا کہ یہ لڑکا کس دودھ ماں سے ہے۔ ہمسایہ نے جواب دیا کہ اہل صلاح کے خاندان سے ہے لیکن باپ اس کا فوت ہوا اس کی والدہ نے مجھے فرمایا ہے کہ اسے کسی مکتب میں لے جاکر کسی معلم کے سپرد کر دوں لہذا میں معلم کی تلاش میں نکلا ہوں۔ پیر نے فرمایا تو یہ کام میرے سپرد کر میں اسے ایسے معلم کے پاس لے جاؤں کہ اس کے انفاس کی برکت سے یہ لڑکا صاحب کمال ہو۔ یہ کلام سنتے ہی ہمسایہ بہ رغبت تمام راضی ہوا خلاصہ یہ ہے کہ اس نے قصبہ اوش میں ایک معلم جن کا اسم مبارک ابوحفص تھا باتفاق ہمسایہ لے جاکر خواجہ بختیار کو ان کے سپرد کیا اور ان سے فرمایا کہ یہ لڑکا جملہ اولیا سے ہوگا۔ اس پر نظر شفقت اور تربیت مبذول فرمایئے گا بعد رخصت ہونے پیر کے ابوحفص نے خواجہ سے پوچھا کہ یہ کون بزرگوار تھے جو تمکو اس مکتب میں لائے تھے۔ آپ نے عرض کی میں نہیں جانتا میری والدہ نے اس ہمسایہ کے سپرد کیا تھا کہ مجھے کسی معلم کے سپرد کرے یہ پیر اثنائے راہ میں ہمارا خضر ہوا اور آپ کی صحبت فیض موہبت سے مشرف کیا۔

شیخ ابوحفص نے فرمایا وہ پیر دلپذیر حضرت خضر علیہ السلام تھے پھر خواجہ نے ان معلم کی خدمت میں رہ کر قرآن شریف اور آداب شریعت کے یاد کیے اور اخلاق ظاہری اور باطنی کی تہذیب میں مساعی جمیلہ کر کے علم طریقت سے نہایت سعادت حاصل کی اور جیسا کہ خواجہ معین الدین محمد چشتی قدس سرہ کے ذیل حالات میں مذکور ہو اصفہان میں آنحضرت کی ملازمت میں شرفیاب ہو کر مرید ہوئے اور بعض کتب کے سیاق کلام سے یہ بھی مستفاد ہوتا ہے کہ بیس برس کے سن میں یہ قصبہ اوش میں خواجہ کی صحبت سے مستفیض ہو کر مرید ہوئے اور منقول ہے کہ آپ رات دن میں دو سو پچاس رکعت نماز ادا کرتے تھے اور دو تین ہزار بار درود حضرت سرور کائنات کی روح پر فتوح پر ہر شب بھیجتے تھے اور اس ملک کے باشندوں کو فیض پہنچاتے تھے اور شیخ نظام الدین اولیا قدس سرہ سے منقول ہے کہ قصبہ اوش میں ایک بزرگوار خواجہ قطب الدین کے مریدوں سے جن کا نام رئیس احمد تھا اور وہ نہایت متقی اور پرہیزگار تھے انہوں نے ایک شب خواب میں دیکھا کہ محل رفیع اور عالیشان ہے اور خلائق کا اس کی اطراف میں بکثرت تمام ہجوم ہے اور ایک شخص نورانی چہرہ اور میانہ قد اس محل میں جاتا ہے اور آتا ہے اور لوگوں کا پیغام لے جاکر اس کا جواب لاتا ہے۔

رئیس احمد نے اس وقت ایک شخص سے پوچھا کہ یہ کون بزرگوار ہے اور یہ بارگاہ کس عالی جاہ کی ہے کہا اس قصر عالی میں حضرت

marfat.com

Marfat.com

سرور کائنات خلاصہ موجودات رونق افزا ہیں اور یہ عبداللہ بن مسعودؓ ہیں کہ پیغام نام بنام پہنچاتے ہیں یہ سنتے ہی رئیس احمد نے عبداللہ بن مسعودؓ سے یہ التماس کی کہ میری طرف سے حضرت رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت بابرکت میں عرض کیجئے کہ فلاں شخص حضرت کے دیدار فائض الانوار کا مشتاق ہے۔ اس کے بارہ میں کیا حکم نافذ ہوتا ہے۔ عبداللہ بن مسعودؓ محل میں جاکر یہ جواب لائے کہ حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ ابھی تجھ میں ہمارے دیکھنے کی لیاقت اور قابلیت نہیں ہے۔ جا ہمارا سلام قطب الدین کو پہنچانا اور یہ کہنا کہ کیا سبب ہے۔ وہ تحفہ جو ہر شب ہمارے واسطے بھیجتے ہیں تین رات سے نہیں پہنچا ہے۔ رئیس احمد جب خواب سے بیدار ہوا خواجہ بختیار کی خدمت میں جاکر صورت حال ظاہر کی۔ شیخ سمجھے کہ مجھ سے تقصیر ہوئی اور وہ یہ امر تھا کہ ان دنوں میں آپ کی والدہ کو معلوم تھا کہ خواجہ سفر کا ارادہ رکھتا ہے۔ اس وجہ سے وہ بہ تکلف تمام ایک دختر صالحہ جو جمال باکمال رکھتی تھی۔ آپ کے سلک ازدواج میں لائیں اور خواجہ نے بمقتضائے بشریت اس سے ایک محبت بہم پہنچا کر تین شب درود فوت کیا تھا۔ اسی وقت اس عورت کو طلاق دی اور بغداد کی سمت روانہ ہوئے اور وہاں کے عارفوں سے ملاقات کرکے شیخ شہاب الدین سہروردی اور شیخ اوحد الدین کرمانی کی صحبت میں حاضر ہو کر فیض حاصل کی اور جب اس عرصہ میں شیخ جلال الدین تبریزی دوبارہ خراسان سے بغداد میں آئے خواجہ قطب الدین بختیار کاکی کو دیکھ کر نہایت اتحاد اور محبت بہم پہنچائی اور شیخ نے خواہ قطب الدین کو خواجہ معین الدین چشتی کی خبر سے آگاہی بخشی کہ آنحضرت خراسان سے ہندوستان کی طرف تشریف لے گئے ہیں۔ اب بلدہ دہلی میں رونق افزا ہیں۔

خواجہ قطب الدین اپنے پیر کی اشتیاق ملازمت سے نہایت بے قرار ہو کر ہندوستان کی طرف روانہ ہوئے اور شیخ کو آنحضرت کی مفارقت گوارا نہ ہوئی۔ ہمراہ ہوئے اور دونوں بزرگوار سیر کرتے ہوئے ملتان میں پہنچے۔ شیخ بہاء الدین زکریا ملتانی کی صحبت میں چند روز بزر کیے اور شیخ فرید الدین گنج شکر کہ ابتدائی حال ان کا تھا۔ اس وقت خواجہ قطب الدین بختیار کاکی کی ملازمت سے مشرف ہوئے اور آنحضرت کی محبت کا رشتہ اپنی کرجان میں باندھ کر شرف ارادت اور بیعت سے سرفراز ہوئے اور جو ان دنوں میں ترکان بے ایمان دفعتا خطا اور ختن کی طرف سے تاخت لائے اور ملتان کے قلعہ کو محاصرہ کیا۔ سلطان ناصرالدین قباچہ حاکم ملتان نے ان کے مدافعہ پر قیام کیا اور خواجہ قطب الدیب بختیار کاکی سے دعا اور ہمت اور استعانت کا طلبگار ہوا اور خواجہ قطب الدین بختیار کاکی نے ایک تیر طلب کرکے ناصر الدین قباچہ کے ہاتھ میں دیا اور فرمایا کہ مغرب کی نماز کے وقت برج حصار پر برآمد ہو کر یہ تیر چلہ کمان میں جوڑ کر کفار کی طرف پھینکنا اور خدا کی قدرت کا تماشا دیکھنا۔ جب ناصرالدین قباچہ نے بوقت معین وہ تیر خانہ کمان میں رکھ کر برج قلعہ پر سے اس جماعت کی طرف پھینکا اس کے گرتے ہی خدا کے حکم سے اسی شب کو وہ قوم شوم اس بوم سے ایسی مفقود اور معدوم ہوئی کہ کسی نے اس کا نشان نہ دیا کہ کیا ہوئی اس وقت دونوں بزرگوار عازم سفر ہوئے۔

شیخ جلال الدین تبریزی غزنین کی طرف گئے اور خواجہ قطب الدین بختیار کاکی دہلی کی سمت متوجہ ہوئے۔ ہرچند ناصرالدین قباچہ نے عجز و زاری کی کہ خواجہ ملتان میں سکونت پذیر ہوں قبول نہ کیا اور یہ جواب دیا کہ یہ مقام عالم غیب سے شیخ بہاء الدین زکریا کے ذمہ کیا گیا ہے اور علاوہ اس کے میں اپنے شیخ طریقت و حقیقت خواجہ معین الدین محمد چشتی کی بلا اجازت کسی مقام میں آرام و قیام نہیں کر سکتا۔ الغرض خواجہ لاہور کے راستہ سے جب دہلی کے اطراف میں پہنچے پانی کی فراوانی کے سبب کیلو کھری میں وارد ہوئے اور عریضہ خواجہ معین الدین محمد چشتی کی خدمت میں کہ ان دنوں اجمیر میں تشریف رکھتے تھے ارسال کیا کہ میں آپ کی زیارت کے واسطے حاضر ہوا ہوں۔ اگر ارشاد فیض رشاد ہو اس جناب کی قدم بوسی سے مشرف ہوں۔ خواجہ معین الدین محمد چشتی نے جواب لکھا کہ قرب روحانی کو بعد مکانی مانع نہیں ہے۔ آپ بخیر و عافیت وہیں رہیں۔ انشاء اللہ تعالیٰ چند روز کے بعد باراوت الٰہی اس طرف متوجہ ہو کر ملاقات کروں گا اور کہتے ہیں کہ شمس الدین التمش بادشاہ جب خواجہ قطب الدین بختیار کاکی کے آنے سے خبردار ہوا لوازم شکر الٰہی بجالایا اور چاہا کہ اس جناب کو شہر

marfat.com

Marfat.com

میں لاکر متوطن کروں۔ آنحضرت نے اس وقت میں پانی کی نایابی کا عذر کیا اور شہر کا رہنا قبول نہ کیا اور شیخ الاسلام شیخ جمال الدین محمد بسطامی نے کہ بزرگان دین سے اور دہلی کے شیخ الاسلام تھے۔

خواجہ قطب الدین بختیار کاکی سے اعتقاد کمال بہم پہنچایا اور شیخ محمد عطاء معروف بہ حمید الدین ناگوری جنہوں نے بغداد میں خواجہ کو دیکھا تھا۔ وہ بزرگوار بھی اس جناب سے ارادت صادق پیدا کر کے اکثر اوقات خدمت میں حاضر رہتے تھے اور شمس الدین التمش نے التزام کر لیا تھا کہ میں ہفتہ میں دو بار شیخ کی زیارت سے فائض ہو کر فیوض حاصل کروں اور اسی طرح سے دہلی کے اعلیٰ واد نے شیخ کی ملازمت کے بارادت تمام خواہاں ہوئے اور شہر سے کیلوکھری تک راہ ہردم آنے جانے والوں سے بھری رہتی تھی۔ اس واسطے شمس الدین التمش نے خلق اللہ کی آسائش اور آرام کے واسطے شیخ کو پھر شہر میں آنے کی تکلیف دی۔ اس مرتبہ جب اصرار اور مبالغہ حد سے گزرا۔ شیخ نے قبول کیا اور شہر کے قریب مسجد عزالدین میں استقامت فرمائی اور اس زمانے میں شیخ بدرالدین اس جناب کی شرف بیعت اور خرقہ پاک سے مشرف ہوئے اور عمر عزیز آپ کی صحبت میں بسر کر کے کمالات حاصل کیے اور جو کہ ان دنوں میں شیخ جمال الدین محمد بسطامی جوار رحمت ایزدی میں واصل ہوئے تھے۔ شمس الدین التمش نے خواجہ کو منصب شیخ الاسلامی کی تکلیف دی اور جب شیخ نے قبول نہ فرمایا۔ شیخ نجم الدین صغریٰ کو اس منصب سے خصوصیت بخشی۔ شیخ الاسلام شیخ نجم الدین صغریٰ نے خلائق کے رجوع ہونے سے کہ خواجہ کی خدمت میں ہر وقت ہجوم رکھتے تھے۔ زنگ حسد کا اپنے دل صفا منزل میں پیدا کیا اور آنحضرت سے یک گونہ سو مزاجی بہم پہنچائی اور اتفاقات حسنہ سے انہیں دنوں میں خواجہ معین الدین محمد چشتی نے خطہ اجمیر سے دہلی میں آکر خواجہ کی خانقاہ میں نزول فرمایا اور خواجہ نے خوشحال ہو کر دو رکعت نماز شکرانہ کی ادا کی اور چاہا کہ شمس الدین التمش کو خواجہ کی تشریف آوری سے آگاہی بخشے۔

خواجہ مانع ہوئے اور فرمایا میں فقط تمہارے دیکھنے کو آیا ہوں اور دو تین روز سے زیادہ نہ رہوں گا اور جو کہ آنحضرت کو خاص و عام کا اژدہام خوش نہ آتا تھا اور شہرت سے ہراساں اور گریزاں تھے۔ خواجہ قطب الدین بختیار کاکی نے سکوت اختیار کیا اور اپنے پیر کی رضامندی اور خوش دلی میں کوشش فرمائی لیکن باوجود اس حال کے شہر کی تمام خلقت ہجوم کر کے شیخ کی زیارت کو حاضر ہوئی مگر شیخ الاسلام شیخ نجم الدین صغریٰ جو خواجہ قطب الدین سے حسد رکھتے تھے ایسے مہمان عزیز کی ملاقات کو نہ آئے۔ خواجہ معین الدین محمد چشتی چونکہ خراسان میں شیخ نجم الدین صغریٰ کے ساتھ نسبت اتحاد اور محبت رکھتے تھے۔ اشتیاق غالب ہوا ان کے دیکھنے کو خود تشریف لے گئے اور شیخ نجم الدین ان دنوں مزدوروں سے کچھ کام عمارت کا لیتے تھے۔ شیخ کا استقبال جیسا کہ چاہیے بجا نہ لائے اور خواجہ بھی مقتضائے بشریت ان سے آزردہ ہوئے۔ کہا اے شیخ الاسلام شیخ نجم الدین صغریٰ تجھے کیا ہوا ہے جو تو نے اپنا مزاج ایسا متغیر کیا ہے۔ ظاہراً معلوم ہوتا ہے کہ شیخ الاسلامی کی جاہ نے تجھے غرور کے چاہ میں ڈالا ہے۔ شیخ نجم الدین یہ کلام سن کر متنبہ ہو کر بہ معذرت پیش آئے اور کہا کہ میں اسی طرح سے آپ کا مخلص ہوں جیسے پیشتر سر آپ کے قدم مبارک پر گھستا تھا۔ اب آپ نے اپنے ایک مرید کو اس شہر میں متوطن کیا ہے۔ تمام خلائق اس سے رجوع ہوتی ہے اور کوئی شخص ہماری شیخ الاسلامی کو ایک برگ سبز کے عوض نہیں خریدتا ہے۔ خواجہ معین الدین محمد چشتی نے جب یہ کلام شکایت انجام سنا متبسم ہو کر فرمایا اے شیخ خاطر جمع رکھ کہ میں قطب الدین کو اپنے ہمراہ اجمیر لیے جاتا ہوں۔ یہ کہہ کر ان کے مکان سے برآمد ہوئے ہرچند شیخ نجم الدین طعام ماحضر کے مصر ہوئے قبول نہ کیا اور کہتے ہیں۔ انہیں دنوں میں شیخ فرید الدین شکر گنج عراق اور خراسان اور ماوراء النہر اور مکہ مدینہ سے مراجعت کر کے خواجہ قطب الدین بختیار کاکی کی صحبت میں رہتے تھے۔ بذریعہ خواجہ قطب الدین خواجہ معین الدین محمد چشتی کی دست بوسی سے شرفیاب ہوئے اور خواجہ نے فرمایا۔ اے بابا بختیار تم شاہ باز عظیم القدر کو قید میں لائے ہو کہ سدرۃ المنتہیٰ کے سوا آشیان نہ لگائے گا اور فرید وہ شمع ہے جو درویشوں کے خانوادہ کو روشن کرے گا اور انہیں دنوں میں خواجہ معین الدین محمد چشتی اجمیر کی طرف تشریف لے گئے اور خواجہ قطب الدین بختیار کاکی اپنے پیر کے ہمراہ رکاب

marfat.com

Marfat.com

روانہ ہوئے۔ شہر کی خلقت یہ خبر سن کر اضطراب میں مبتلا ہوئی اور ہر ایک محلہ سے شور ماتم برپا ہوا۔ اہل دین درد و اندوہ کے معترین ہوئے اور خواجہ کے پیچھے روانہ ہوئے۔

جس مقام میں آپ کے قدم مبارک کا نشان پاتے تھے۔ وہاں کی خاک تبرکاً تیمناً اٹھاتے تھے اور خواجہ معین الدین محمد چشتی نے یہ مشاہدہ کر کے فرمایا بابا قطب الدین بختیار کاکی لوگ تیری مفارقت سے پریشان اور آزردہ خاطر ہیں۔ اتنے قلوب کی خرابی اور خستہ حالی مجھے منظور نہیں۔ تم اسی مقام میں بودوباش اختیار کرو کہ اس شہر کو اور تجھے خدا کی حفظ و حمایت میں چھوڑا اور بعض راویوں سے یہ منقول ہے کہ شمس الدین التمش خواجہ قطب الدین بختیار کاکی کی روانگی سے جب مطلع ہوا آدمی متواتر خواجہ معین الدین محمد چشتی کی خدمت میں بھیج کر تمبنت تمام خواجہ قطب الدین بختیار کاکی کی بازگشت کی التماس کی اور شیخ نظام الدین اولیاء سے منقول ہے کہ خواجہ قطب الدین بختیار کاکی آخر عمر میں قرآن شریف حفظ کر کے ہر روز دو بار کلام مجید ختم کرتے تھے اور مال دنیوی سے ایک پیسا نگاہ نہ رکھتے تھے اور آخر کو تاہل بھی فرمایا یعنی ایک بی بی کو اپنے عقد میں لائے اس کے بطن مبارک سے دو فرزند پیدا ہوئے۔ ایک کا نام شیخ احمد اور دوسرے کا شیخ محمد رکھا اور شیخ محمد سات برس کی عمر میں فوت ہوا اور اس کی ماں حرم سرا میں نوحہ و زاری اور گریہ و بے قراری کرتی تھی اور خواجہ قطب الدین نے شیخ بدرالدین سے پوچھا کہ یہ آواز پر سوز آج ہمارے مکان سے کیسی برآمد ہوئی ہے۔ سبب کیا ہے۔ شیخ نے عرض کی شیخ محمد نے رحلت کی۔ اس کی والدہ گریہ و زاری کرتی ہے۔ خواجہ قطب الدین نے یہ سانحہ سنتے ہی کف افسوس مل کر فرمایا اگر مجھے رحلت فرزند سے خبر ہوتی اس کی تندرستی کے واسطے حضرت شافی مطلق سے استدعا کرتا لیکن جو کہ یہ امر مقدر ہو چکا تھا۔ مجھے معلوم نہ ہوا یہ کہا اور اس کی والدہ کو ماتم اور جزع فزع سے ممانعت کی اور خود مشغول بہ مراقبہ ہوئے اور خواجہ کو قطب الدین بختیار کاکی اس سبب سے کہتے ہیں کہ جب خواجہ نے دہلی میں سکونت اختیار کی کسی سے کچھ نہ لیتے تھے اور گاہے ماہے کوئی شخص ازروئے اخلاص اگر نذر لاتا تھا حضرت اسے قبول کر کے اسی وقت فقراء اور مساکین میں تقسیم کر دیتے تھے۔ مال دنیا سے کچھ اپنے پاس نہ رکھتے تھے۔ مشہور ہے کہ ان دنوں میں خواجہ کے مکان میں نو آدمی زن اور فرزند اور خادمہ سے تھے اور آپ کے ہمسایہ میں ایک بقال مسمی شرف الدین تھا۔ اس کی زوجہ خواجہ کی بی بی کے پاس بسبب رابطہ ہمسائگی کبھی کبھی آ جاتی تھی۔

جس وقت حضرت کے گھر میں قسم ازوقہ سے کوئی چیز موجود نہ ہوتی تھی اور ایک دو فاقہ کی نوبت پہنچی تھی خواجہ کی زوجہ بقال کی عورت سے بمقدار نیم تنگہ یا کم زیادہ قرض لے کر اپنے فرزندوں اور متعلقوں کی قوت میں صرف کرتی تھیں اور خواجہ کو اس معاملہ سے خبر نہ تھی اور جس وقت غیب سے کچھ پہنچتا تھا۔ بی بی قرض ادا کرتی تھیں ایک دن شرف الدین بقال کی زوجہ نے اثنائے کلام میں خواجہ قطب الدین کی بی بی سے یہ بات کہی کہ میرے سبب سے تمہارا نباہ ہوتا ہے۔ اگر میں نہ ہوں تم سب فاقہ کشی سے ہلاک ہو جاؤ۔ بی بی کو یہ کلام نہایت ناگوار ہوا اور اپنے دل میں یہ عہد کیا کہ اب میں اس سے ہرگز قرض نہ لوں گی۔ ایک دن بی بی نے کسی تقریب سے یہ امر خواجہ کی سمع مبارک میں پہنچایا اور خواجہ یہ سن کر نہایت متاثر ہوئے۔ کچھ دیر مراقبہ میں جا کر سر اٹھا کر بی بی سے ارشاد کیا کہ خبردار آئندہ پھر قرض نہ لیا اور ضرورت کے وقت حجرہ کے طاق سے بسم اللہ کہہ کر گروے کاک یعنی چپاتی جس قدر درکار ہو لے کر اپنے فرزندوں اور جسے مطلوب ہو ان کے صرف میں لایا کرو اس دن سے خواجہ کی زوجہ ہمیشہ بوقت حاجت اس طاق سے گرما گرم مانڈے برآوردہ کر کے لوگوں کو تقسیم کرتی تھیں۔

ظاہراً خواجہ خضر علیہ السلام وہ مائدہ پہنچاتے تھے۔ اب بھی اسی طرح آنحضرت کے مقبرہ میں روٹیاں پکا کر مسافروں اور مجاوروں کو دیتے ہیں اور ہندی نان تنک کو کاک کہتے ہیں اور شیخ نظام الدین اولیاء اپنے پیر شیخ فرید الدین شکر گنج سے نقل کرتے ہیں کہ خواجہ قطب الدین بختیار نے شروع حال میں قصبہ اوش سے مسافرت اختیار کی اور ایک شہر میں پہنچ کر چند روز وہاں مقیم ہوئے اور اس شہر کے باہر

marfat.com

Marfat.com

ایک مسجد اور ایک مینار تھا اور خواجہ قطب الدین بختیار کو یہ خبر پہنچی تھی کہ جس وقت کوئی شخص گوشہ خالی میں دوگانہ ادا کرے اور آخر شب میں فلاں دعا پڑھے حضرت خواجہ خضر علیہ السلام سے البتہ اسے ملاقات نصیب ہو۔ اس لیے خواجہ آخر شب کو اس مسجد میں گئے اور دوگانہ بجالا کر وہ دعا پڑھی جب کسی شخص کو نہ دیکھا مایوس ہو کر مسجد سے برآمد ہوئے۔ جب مسجد کے دروازہ پر پہنچے ایک پیر نورانی چہرہ سے دوچار ہوئے۔ اس پیر روشن ضمیر نے فرمایا یہاں کیا کرتے ہو۔ خواجہ نے حقیقت حال مشروحاً بیان کی پیر نے فرمایا تو دنیا طلب کرتا ہے۔ خواجہ قطب الدین نے فرمایا نہیں۔ پیر نے فرمایا کہ کچھ دینا ضرور ہے۔ کہا نہیں کہا پھر تو خواجہ خضر کو کس واسطے طلب کرتا ہے۔ وہ بھی مانند تیرے سرگرداں ہے۔ لیکن اس شہر میں ایک مرد ہے وہ حق سبحانہ تعالیٰ سے ایسا مشغول ہے کہ سات مرتبہ خضر اس کی زیارت کو گئے۔ بار نہ پایا خلاصہ یہ کہ وہ دونوں بزرگوار اس گفتگو میں تھے کہ ایک پیر اور گوشہ مسجد سے برآمد ہوئے اور پیر اول نے ہاتھ خواجہ قطب الدین کا پکڑ کر اس پیر کی طرف توجہ کی اور کہا یہ مرد نہ دنیا چاہتا ہے اور نہ اس پر کچھ قرض ہے مگر آپ کی صحبت کی آرزو رکھتا ہے۔ خواجہ قطب الدین یہ سن کر نہایت محظوظ ہوئے کہ خواجہ خضر علیہ السلام کو پایا اور سمجھے کی پیر اول رجال الغیب میں سے ہے اور پیر ثانی خضر علیہ السلام ہیں۔ پھر وہ دونوں بزرگوار نظر سے غائب ہوئے اور نیز حضرت نظام الدین اولیا سے منقول ہے کہ سلطان شمس الدین التمش کے دل میں مدت مدید سے یہ آرزو تھی کہ شہر دہلی کے اطراف میں ایک حوض یعنی تالاب بناؤں تو خلایق پانی کی عسرت سے نجات پائے۔ اتفاقاً ایک شب کو شمس الدین التمش نے خواب میں دیکھا کہ خواجہ کائنات اور خلاصہ موجودات علیہ الصلوٰۃ والسلام ایک مقام میں گھوڑے سوار کھڑے ہیں اور فرماتے ہیں اے شمس الدین اگر تو تالاب بنانے کی نیت رکھتا ہے تو اس مقام میں جہاں میں استادہ ہوں تالاب تیار کر شمس الدین التمش اس بشارت فیض اشارت سے نہایت خوش ہوا۔ جب خواب سے بیدار ہوا اس مقام کو کہ حضرت رسالت پناہ نے ارشاد فرمایا تھا خوب ذہن نشین کر کے آدمی خواجہ قطب الدین بختیار کاکی کی خدمت میں بھیج کر یہ پیغام دیا کہ میں نے ایک خواب دیکھا ہے۔ اگر ارشاد ہو تو خدمت میں حاضر ہو کر عرض کروں اور چونکہ یہ امر خواجہ پر کشف ہوا تھا جواب دیا میں اس مقام میں کہ حضرت رسالت پناہ نے تالاب کی تیاری کے بارہ میں ہدایت فرمائی ہے۔ جاتا ہوں آپ بہت جلد تشریف لائیں تو بہتر ہے۔

جب بادشاہ شمس الدین التمش نے خواجہ کا جواب سنا فوراً گھوڑے پر سوار ہو کر خواجہ کے مکان کی طرف بسبیل استعجال روانہ ہوا تاکہ ان سے مل کر مقصد یاب ہو خادموں نے شمس الدین التمش سے عرض کی کہ شیخ فلاں مقام میں تشریف لے گئے ہیں۔ شمس الدین بسرعت تمام روانہ ہوا اور خواجہ کو اس مقام میں مشغول نماز دیکھا اور بعد فراغ نماز شمس الدین التمش خواجہ کی دست بوسی سے مشرف ہوا اور یہ بھی منقول ہے کہ جس مقام میں شمس الدین التمش نے حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو سوار دیکھا تھا حضرت کے گھوڑے کے سم کا نشان ظاہر تھا اور بعد ایک لحظہ کے اس نشان سے پانی نمود ہوا۔ چنانچہ اسی مقام میں تالاب تیار کر کے حضرت کے گھوڑے کے نشان سم پر صفہ اور ایک گنبد تعمیر کیا اور انہیں دنوں میں اس حوض سے ایک چشمہ سا بہم پہنچا کہ اب تک وہ چشمہ جاری ہے اور اکثر باغات اس چشمہ سے سیراب ہوتے ہیں اور امیر خسرو دہلوی نے اس حوض اور چشمہ کی تعریف مثنوی قرآن السعدین میں تحریر فرمائی ہے اور اکثر مشائخ دہلی کے حق کہ خواجہ قطب الدین بختیار کاکی حوض کنارے ذکر حق میں مشغول ہوئے اور کہتے ہیں خواجہ قطب الدین بختیار کاکی ایک روز اس مسجد میں جو لنگر شمس الدین التمش کے پہلو میں تالاب مذکور کے متصل واقع ہے بیٹھے تھے اور شیخ حمید الدین ناگوری اور خواجہ محمود موئینہ دوز اور شیخ بدرالدین غزنوی اور تاج الدین منور بھی حاضر تھے۔ اس اثناء میں حوض کے کنارے ایک شتر سوار کبود پوش چہرہ لپیٹے پیدا ہوا اور اونٹ سے اتر کر کپڑے اتار کر حوض میں داخل ہوا اور بعد غسل تالاب سے برآمد ہو کر دو رکعت نماز ادا کی پھر مسجد کی طرف متوجہ ہو کر لوگوں کو آواز دی کہ تم کون ہو۔ تاج الدین منور نے جواب دیا کہ ہم درویش خدا پرست ہیں۔ اس نے پھر آواز دی کہ اے تاج الدین منور خواجہ قطب الدین بختیار کاکی کو میرا سلام پہنچا اور کہہ کہ ابو سعید دمشقی جو نیاز مندی میں مخصوص ہے خواجہ

marfat.com

Marfat.com

قدس سرہ نام ابو سعید دمشقی کا سنتے ہی مع درویشاں ہمراہی ان کی ملاقات کو روانہ ہوئے جب اس مقام میں پہنچے کچھ اثر اور نشان نہ دیکھا معلوم ہوا کہ رجال الغیب سے تھا۔ منقول ہے کہ ایک شاعر ناصری تخلص ماوراء النہر سے دہلی میں آکر خواجہ قطب الدین کے مکان پر وارد ہوا اور آنحضرت کی زیارت سے مشرف ہو کر یہ عرض کی کہ میں نے ایک قصیدہ شمس الدین التمش کی مدح میں کہا ہے۔ امیدوار دعا ہوں کہ اس کا صلہ خوب پاؤں۔ خواجہ نے سورہ فاتحہ پڑھ کر فرمایا انشاء اللہ تعالیٰ خوب انعام پائے گا۔ ناصری نے شمس الدین التمش کے دربار میں جاکر وہ قصیدہ پڑھنا شروع کیا کہ جس کا مطلب یہ ہے۔

اے فتنہ از نہیب توزنہار خواستہ
تیغ تو مال و فیل زکفار خواستہ

شمس الدین التمش اس وقت دوسری طرف متوجہ تھا۔ ناصری نے مضطرب ہو کر خواجہ کو شفیع لا کر ہمت چاہی فوراً بادشاہ ناصری کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا پڑھ۔

اے فتنہ از نہیب توزنہار خواستہ
تیغ تو مال و فیل زکفار خواستہ

ناصری نے جب دیکھا کہ باوجود مشغولی اور سمت کے شاہ نے ایک بار مطلع سن کر یاد رکھا پھر تو خوش ہو کر تمام قصیدہ پڑھا۔ شمس الدین التمش نے فرمایا کہ ایک بار اسے اور پڑھ جب پھر پڑھا پوچھا کہ اس قصیدہ میں کتنے شعر ہیں۔ عرض کی ترپن (۵۳) شمس الدین التمش نے حکم کیا کہ ترپن ہزار تنگہ نقرہ ناصری کو دیں اور ناصری وہ زر خطیر لے کر شیخ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کی کہ یہ صلہ حضرت کے انفاس کی برکت سے دستیاب ہوا۔ امیدوار ہوں کہ یہ سب روپیہ حاضر ہے۔ اگر سب نہیں قبول ہوتا تو اس میں سے نصف فقراء کو تقسیم فرمادیں۔ خواجہ نے قبول نہ کیا فرمایا سب تجھے ارزانی ہوا اور منقول ہے کہ ایک دن خواجہ قطب الدین بختیار کاکی خواجہ قطب الدین علی بجستانی کی خانقاہ میں تشریف لے گئے۔ اس وقت محفل سماع برپا تھی اور قوال یہ بیت گاتا تھا۔

کشتگان خنجر تسلیم را
ہر زمان از غیب جانی دیگر است

خواجہ کے مزاج میں ایسا تغیر ظاہر ہوا کہ بے ہوش ہوگئے اور قاضی حمید الدین ناگوری اور شیخ بدرالدین غزنوی کہ حاضر تھے خواجہ قطب الدین کو مکان میں لائے اور ان قوالوں کو جو یہ بیت پڑھتے تھے حاضر کر کے اس بیت کی تکرار کا حکم کیا اور خواجہ وجد فرما کر پھر حال میں مستغرق ہوگئے اور تین شبانہ روز یہ حالت رہی اور آنجناب کا تمام اندام اور بند بند نادرست ہوا۔ چنانچہ شب دو شنبہ ربیع الاول کی چودھویں تاریخ ۶۳۴ چھ سو چونتیس ہجری میں سر مبارک شیخ حمید الدین ناگوری کے زانو پر رکھا اور قدم شیخ بدرالدین غزنوی کی آغوش میں رکھے۔ اتنے میں آپ کی حالت دگرگوں ہوئی۔ اس وقت شیخ حمید الدین ناگوری نے عرض کیا کہ حال مخدوم کا دگرگوں ہے۔ خلافت کے بارہ میں کیا ارشاد ہوتا ہے شیخ قطب الدین باوجود اس کے کہ اولاد اکبر موجود تھی اور اس کے سوا اور مشائخ حاضر تھے فرمایا کہ وہ خرقہ جو مجھے خواجہ معین الدین محمد چشتیؒ سے پہنچا ہے۔ مع مصلائے خاص اور عصا اور نعلین چوبین شیخ فرید الدین گنج شکرؒ کو کہ خلافت ساتھ ان کے تعلق رکھتی ہے۔ پہنچاؤ یہ فرمایا اور عالم فنا سے رحلت کی منقول ہے کہ شیخ فرید الدین گنج شکرؒ اس وقت قصبہ ہانسی میں متوطن تھے اور جس شب کو خواجہ رحلت کریں گے اسی دم ان پر کشف ہوا علی الصباح دہلی کی سمت روانہ ہوئے اور ایک درویش کو کہ شیخ حمید الدین ناگوری نے بعد رحلت خواجہ شیخ فریدالدین گنج شکرؒ کی اطلاع کے واسطے روانہ کیا تھا۔ وہ نصف راہ قصبہ محمہ میں حضرت فرید الدین گنج شکرؒ کی زیارت سے مشرف ہوا اور شیخ حمید الدین ناگوری کا مکتوب حوالہ کیا۔ شیخ فرید الدین گنج شکرؒ اس کا مضمون پڑھ کر مطلع ہوئے وہاں سے

marfat.com

Marfat.com

بسیل استعجال روانہ ہوئے اور تیسرے دن خواجہ کے مزار پر حاضر ہو کر لوازم زیارت بجا لائے۔ اس وقت شیخ بدرالدین ناگوری اور شیخ بدرالدین غزنوی نے خرقہ اور مصلا اور عصا اور نعلین چوبیں حسب وصیت حضرت کے انہیں سپرد کیں اور شیخ فریدالدین گنج شکرؒ اسی مصلا کو بچھا کر دوگانہ بجالائے اور خواجہ قطب الدین کے مکان پر جا کر سب کو امر بہ صبر فرمایا ور ایک ہفتہ وہاں رہ کر خواجہ کے متعلقوں کو سمجھاتے رہے اور حضرت نظام الدین اولیا سے منقول ہے کہ خواجہ قطب الدین بختیار کاکیؒ عید کے روز نماز دوگانہ ادا کر کے ایک مقام میں جہاں ان کی قبر ہے وارد ہوئے اور اس زمین کو مصفا اور قبر سے خالی دیکھ کر ایک لحظہ اس مقام میں استادہ ہو کر متامل ہوئے اور درویش جو حضرت کے ہمراہ تھے انہوں نے خواجہ سے یہ عرض کی کہ آج روز عید ہے اور ایک خلقت آپ کی ملازمت کی تمنا رکھتی ہے۔ سبب توقف کا کیا ہے۔ خواجہ نے ارشاد کیا کہ مجھے اس زمین سے بوئے محبت آتی ہے۔ ایک ساعت تم میرے ساتھ یہاں ٹھہرو یہ فرما کر خواجہ نے اس زمین کے مالک کو طلب کیا اور مال حلال سے وہ زمین خرید کر کے اپنے مدفن کے واسطے معین کی اور بعد وفات حسب وصیت لوگوں نے آپ کو اسی قطعہ زمین میں دفن کیا۔

marfat.com

Marfat.com

سلطان المشائخ حضرت شیخ فریدالدین مسعود گنج شکر قدس سرہ العزیز

گل گلزار انوار معانی در دریائے گنج لا مکانی
مئے وحدت زجام عشق خوردہ قدم در عالم لاہور بردہ
بہ ملک فقر شاہنشاہ کا مقصود فریدالدین ملت شیخ مسعود

حضرت کے جد امجد مشہور فرخ شاہ ملک کابل کے حاکم تھے اور آپ کے پدر والا گہر شیخ کمال الدین سلیمان سلطان شہاب الدین غوری کی عہد سلطنت میں کابل سے ملتان میں آئے اور بادشاہ نے قصبہ کھوتووال جو ملتان کے قریب ہے آپ کو مرحمت کیا اور کمال الدین سلیمان نے وہاں متوطن ہو کر وجیہ الدین خجندی کی بیٹی جو زیور عفت اور حلیہ عصمت سے آراستہ تھی- اپنے عقد ازدواج میں لائے اور اس عفیفہ کے بطن مبارک سے تین فرزند متولد ہوئے- بڑے بیٹے کا نام فریدالدین محمود اور منجھلے کا اسم فریدالدین مسعود اور چھوٹے کا حبیب الدین المشہور بہ متوکل تھا اور شیخ فرید شہور ۵۸۴ پانچ سو چوراسی ہجری میں قصبہ کھوتووال میں پیدا ہوئے تھے- کہتے ہیں ایک شب کو شیخ کی والدہ ماجدہ نماز تہجد میں مشغول تھیں- ایک چور آپ کے مکان میں آیا- جب اس چور کی نگاہ اس عفیفہ پر پڑی وہ چور فوراً نابینا ہوا اور چاہا کہ نکل جاؤں راہ نہ سوجھی- آواز دی کہ میں اس مکان میں چوری کو آیا تھا یہاں کون شخص ہے کہ جس کے نور باطن سے اندھا ہوا- اب میں عہد کرتا ہوں کہ اگر آنکھیں میری روشن ہو جائیں تو عمر بھر چوری نہ کروں گا اور کفر سے اسلام میں داخل ہوں گا- شیخ کی والدہ نے جب یہ سنا اس کی بینائی کے واسطے درگاہ مجیب الدعوات میں دعا کی- چنانچہ تیر دعا کا قبولیت کے نشانہ سے مقرون ہوا- یعنی وہ چور بینا ہوا اور اپنا راستہ لیا- اس حال سے سوائے اس رابعہ وقت کے کسی کو خبر نہ تھی- چور نے صبح کو شب کا ماجرا اپنے اہل و عیال سے بیان کیا اور ایک ہانڈی دہی کی سر پر لے کر ان بی بی صاحبہ کی خدمت میں جا کر احوال شب کا بیان اور عرض کی کہ میں حسب وعدہ حاضر ہوا ہوں کہ شرف اسلام سے مشرف ہوں- یہ کہہ کر کلمہ شہادت زبان پر جاری کر کے دین اسلام باعتقاد تمام قبول کیا اور نام اس کا عبداللہ ہوا اور مدت عمر خدمت میں معروف رہا- چنانچہ اب تک قبر اس کی اسی قصبہ میں ہے اور لوگ اس کی زیارت سے تبرک پاتے ہیں اور شیخ فریدالدین مسعود کے والد اور ان کے بڑے بھائی اعزالدین کا مزار بھی اس قصبہ میں موجود ہے اور نقل ہے کہ شیخ اٹھارہ برس کے سن میں قبتہ الاسلام ملتان میں مولانا منہاج الدین ترمذی کی خدمت میں کتاب نافع جو فقہ میں ہے پڑھتے تھے اور کلام اللہ حفظ کر کے رات دن میں ایک بار ختم کرتے تھے اور اسی مسجد میں رہتے تھے- ان دنوں میں ایک بار خواجہ قطب الدین بختیار کاکیؒ نے مسجد میں آکر دو رکعت نماز پڑھی اور شیخ فریدالدین مسعود گنج شکرؒ کی جونہی نظر آنحضرت کے چہرہ نورانی پر پڑی دل سے حضرت کے عاشق ہوئے اور سر آپ کے قدم مبارک پر رکھا- خواجہ نے پوچھا کہ تمہاری بغل میں کون سی کتاب ہے- عرض کی کتاب نافع فقہ خواجہ نے زبان مبارک سے فرمایا کہ انشاء اللہ تعالیٰ تمہیں یہ نافع ہوگی اور شیخ دست ارادت خواجہ کے دامن میں مستحکم کر کے ملتان میں رہے- اکثر اوقات آنجناب کی صحبت میں فیض یاب ہوتے تھے اور جب خواجہ دہلی کی طرف متوجہ ہوئے یہ بھی ہمراہ رکاب روانہ ہوئے- خواجہ نے فرمایا بابا فرید اس ترک تجرید میں بھی چند روز علوم ظاہری کی تحصیل میں مشغول رہ اور بعد اس کے دہلی کی طرف آکر میری صحبت میں قیام کر بزرگان نے کہا ہے کہ زاہد بے علم مسخر شیطان ہو جاتا ہے- بابا فرید و فور محبت سے تین منزل ہمراہ گئے- بعد اس کے رخصت ہوئے اور اپنے پیر کے حکم کے موافق قندھار میں جا کر پانچ برس علوم تحصیل کیے- من بعد شیخ الشیوخ شیخ شہاب الدین عمر سہروردی اور شیخ سیف الدین خضری اور شیخ سعید الدین حموی اور شیخ بہاء الدین زکریا اور شیخ اوحد الدین کرمانی اور شیخ فریدالدین محمد عطار نیشاپوری کی شرف

marfat.com

Marfat.com

ملازمت میں مشرف ہو کر ہر ایک سے ایک فیض حاصل کیا اور شیخ سیف الدین خضری نے ان سے فرمایا کہ اے فرزند جب تو اس راہ میں سب سے بیگانہ ہو گا تب خدا سے یگانہ ہو گا۔

تاخانہ دل خالی از اغیار نیابی
بام دور ایں خانہ پر ازیار نیابی

اور شیخ سعیدالدین حموی اور شیخ بہاء الدین زکریا ان سے یہ ارشاد کرتے تھے کہ اے فرزند پردہ پوشی درویشی ہے نہ خرقہ پوشی اور خرقہ پوشی اس شخص کو حق ہے جو برادر مسلمان کا عیب چھپائے اور خواجہ قطب الدین بختیار کاکیؒ نے ان سے فرمایا کہ اے بھائی جب تک اس راہ میں دل سے نہ چلے گا قدم سیدھا نہ پڑے گا اور جب تک یا چشم تر نہ ہو گا تب تک حاشا مقام قرب میں نہ پہنچے گا اور یہ رباعی شیخ فریدالدین مسعود گنج شکرؒ کے نتائج انفاس متبرکہ سے ہے۔

گیرم کہ بہ شب نماز بسیار کنی ۔۔۔ در روز دوائے شخص بیمار کنی
تادل نہ کنی زغصہ و کینہ تہی ۔۔۔ صد خرمن گل برسر یک خار کنی

کہتے ہیں کہ شیخ فرید جب سفر سے مراجعت کر کے خواجہ قطب الدین بختیار کاکی کی زیارت کو دہلی میں آئے۔ خواجہ ان کے آنے سے نہایت محظوظ اور مسرور ہوئے اور غزنین کے دروازے کے قریب ان کے واسطے ایک حجرہ معین فرمایا اور ان کی تربیت اور تہذیب میں مشغول ہوئے اور بابا فرید قدس سرہ برخلاف دوسرے مریدوں مثل بدرالدین غزنوی و شیخ احمد نہروالی کے دو ہفتہ بعد حضرت قطب صاحب کی زیارت کو حاضر ہوتے اور وہ لوگ اکثر اوقات خواجہ کی خدمت میں رہتے تھے اور جب شیخ کا شہرہ حد سے زیادہ ہوا اور خلقت ہجوم لا کر آنحضرت کی اوقات کے مزاحم حال ہوئی آپ خواجہ سے رخصت ہو کر قصبہ ہانسی میں گئے اور اس مقام میں سکونت کر کے خواجہ کے بعد انتقال دہلی میں آئے اور خواجہ کی خرقہ اور عصا اور مصلا سے اختصاص پا کر خواجہ کی خانقاہ میں استقامت فرمائی لیکن بعد ایک ہفتہ کے جمعہ کے روز بہ نیت نماز خانقاہ سے برآمد ہوئے تھے کہ ایک مجذوب سرہنگا نام جو ہانسی میں اکثر شیخ کی صحبت میں مشرف ہوتا تھا۔ دہلیز خانہ میں استادہ تھا دوڑ کر اس نے حضرت کے پاؤں کا بوسہ لیا اور گریاں اور نالاں ہو کر عرض کی کہ میں آپ کی مفارقت میں بے طاقت ہو کر ہانسی سے آیا ہوں اور اس ملک کے باشندے آپ کا اشتیاق ملازمت حد سے زیادہ رکھتے ہیں۔ شیخ نے جب یہ کلام سنا اور خلائق کے ہجوم سے بھی شکایت رکھتے تھے۔ فرمایا کہ یہ نعمت مجھے خواجہ سے پہنچی ہے۔ یہاں رہا تو کیا وہاں رہا تو کیا۔ یہ فرمایا اور خواجہ کے صاحبزادوں سے رخصت ہو کر ہانسی کی سمت روانہ ہوئے۔ جب وہاں بھی خلق کا ہجوم زیادہ ہوا۔ شیخ جمال الدین ہانسوی کو خرقہ تبرک دے کر اس مقام میں چھوڑا اور خود بدولت نے یہ ارادہ کر کے کہ میں اب کی مرتبہ ایسی جگہ جاؤں کہ کوئی مجھے نہ پہچانے۔ مسافرت اختیار کی اور جب قصبہ اجودھن میں کہ فی الحال یہ پٹن شیخ فرید مشہور ہے اور دیپالپور کے قریب واقع ہے۔ پہنچے دیکھا کہ وہاں کے آدمی بیشتر کج خلق اور بدمزاج ہیں اور زاہد اور عالم سے کچھ غرض نہیں رکھتے ہیں۔ اس واسطے وہاں اقامت کر کے مشغول بحق ہوئے اور نیز یہ نقل کرتے ہیں کہ قصبہ کے نزدیک ذخیرہ درختوں کا تھا اور ایک درخت کے نیچے جو سب سے بڑھا تھا اپنی کملی بچھا کر چند دن بفراغت اپنے کام میں مشغول ہوئے اور شیخ نصیرالدین محمود اودھی سے منقول ہے کہ شیخ اس قصبہ میں ایک بی بی صالحہ کو اپنے عقد نکاح میں لائے اور جب آفریدگار عالم نے فرزند کرامت فرمائے۔ مسجد جامع کے قریب ایک حویلی اپنے اہل و عیال کے رہنے کو تعمیر کی اور خود اکثر اوقات اس مسجد میں بہ عبادت خدا بسر لے جاتے تھے لیکن جب آوازہ آپ کی مشیخت کا اطراف و کناف میں منتشر ہوا۔ گوشہ گیری نے فائدہ نہ بخشا طالبان حق وہاں بھی رجوع ہوئے اور شیخ بہ ناچاری و مجبوری خاص و عام سے بملاطفت تمام پیش آتے تھے اور ان سے یہ فرماتے تھے جو تم مجھ پر توجہ فرماتے ہو تو ایک کام کرو جدا جدا آیا کرو تو نظر علیحدہ علیحدہ کرو اور کہتے ہیں اجودھن کے قاضی نے وفور حسد سے دروازہ

marfat.com

Marfat.com

خصومت کا کھولا اور سپاہی اور جاگیردار وہاں کے قاضی کے اغوا سے شیخ کے فرزندوں کو مزاحمت پہنچاتے تھے اور شیخ ہرگز ملتفت نہ ہوتے تھے کہ وہ کیا کرتا ہے اور ان پر کیا گزرتی ہے۔

یہاں تک کہ قاضی نے ملتان کے اعیان اور صدور کو لکھا کہ جو شخص اہل علم سے ہو اور وہ مسجد میں قیام کر کے راگ سنے اور رقص کرے اس کے بارہ میں شرعاً کیا حکم ہے۔ انہوں نے در جواب لکھا کہ تم پہلے اس شخص کا نام لکھو کہ وہ کون ہے تو ہم فتویٰ لکھیں۔ قاضی نے نام شیخ فریدالدین گنج شکرؒ کا لکھی کیا ملتان کے عالموں نے جب شیخ کا اسم شریف سنا قاضی سے نہایت رنجیدہ ہوئے اور لکھا تو نے اس درویش کا نام لکھا ہے کہ مجتہدین کو مجال نہیں کہ اس کے قول پر اعتراض کریں۔ لیکن قاضی باوجود اس حال کے اپنی حرکت سے باز نہ آیا۔ جب فرصت پاتا تھا باتفاق جاگیرداروں کے آنجناب کے فرزندوں کو ایذا پہنچاتا تھا اور فرزند جب حضرت سے شاکی ہوتے تھے۔ شیخ ان سے فرماتے تھے جو ظلم چاہیں کریں۔ خود ہی ان سے انتقام لیا جائے گا لکھا ہے:

کہ چند روز گزرے تھے کہ دشمن متفرق اور پریشان ہوئے اور باقی ماندگان نے شیخ کے فرزندوں کی اطاعت اور محبت اختیار کی اور شیخ نظام الدین اولیاء سے منقول ہے۔ کہ شیخ فریدالدین مسعود گنج شکرؒ کی یہ عادت تھی کہ نماز کے بعد قریب دو ساعت سر خاک نیاز پر رکھ کر ساتھ حق کے مشغول ہوتے تھے۔

اور جاڑے کی موسم میں مرید پوستین حضرت پر ڈالتے تھے۔ شیخ نظام الدین اولیاء فرماتے ہیں کہ ایک دن میرے سوا مریدوں میں کوئی نہ تھا کہ ایک قلندر حرم پوش حلقہ بگوش آیا اور بہ آواز بلند ہر طرح کے رطب ویابس کہنے شروع کیے۔ شیخ نے حالت سجود میں فرمایا کہ یہاں کوئی موجود ہے۔ میں نے عرض کی آپ کا غلام نظام الدین حاضر ہے پھر فرمایا میرے قریب ایک قلندر ا۔ستادہ ہے۔ میں نے عرض کی ہاں پھر فرمایا زنجیر کمر پر رکھتا ہے۔ میں نے کہا ہاں پھر ارشاد کیا حلقہ سفید کان میں رکھتا ہے۔ میں نے عرض کی پہنے ہے۔ الحاصل جب میں اس پر نظر کرتا تھا اس کا رنگ تبدیل اور متغیر ہوتا تھا۔ شیخ نے پھر حالت سجدہ میں فرمایا کہ اے نظام الدین وہ ایک چھری برہنہ کمر میں رکھتا ہے۔ اس سے کہو کہ فضیحت نہ ہو یہاں سے دفع ہو۔ قلندر یہ سنتے ہی بھاگ گیا اور کہتے ہیں اجودھن کے قاضی نے زر حقیر اس قلندر کو دے کر شیخ کی شہادت پر راضی کیا تھا کہ عین سجدہ میں آنجناب کو شہید کرے اور شیخ نظام الدین سے منقول ہے کہ ایک روز شیخ فرید سجادہ پر بیٹھے تھے اور اسی طور سے ایک قلندر نے آ کر بہ آواز درشت کہا کیا تو نے خود آرائی کی ہے اور خلق کو اپنی پرستش کو چھوڑا ہے۔ شیخ نے جواب دیا میں نے نہیں کی۔ خدائے تبارک و تعالیٰ نے کی ہے۔ کس واسطے کہ کوئی شخص سوائے خدائے تعالیٰ کے اپنے تئیں ایسا نہیں بنا سکتا۔ قلندر شیخ کے حسن خلق پر ثنا خواں ہو کر معتقد ہوا اور شیخ نصیرالدین محمود اودھی اپنے پیر شیخ نظام الدین اولیاء سے نقل کرتے ہیں کہ ایک درویش گدڑی پہنے ہوئے شیخ کے پاس آیا۔ شیخ نے اسے کچھ دے کر رخصت کیا۔ اس نے استادہ ہو کر کنگھی جو شیخ نے کنگھی دان سے برآور وہ کر کے مصلے پر رکھی تھی طلب کی اور شیخ نے اس کنگھی کو جو مدت سے استعمال میں لائے تھے۔ اسے حقیر جان کر اس کو جواب نہ دیا اور درویش بے شرم نے بہ آواز بلند کہا اے شیخ اگر تو یہ کنگھی مجھے دے تو تجھے برکت تمام حاصل ہو۔ شیخ نے فرمایا جا اس سے زیادہ میرا مزاحم حال نہ ہو تجھے اور تیری برکت کو میں نے آب رواں میں ڈالا قصبہ کو تاہ فقیر عازم سفر ہوا۔ جب اس چشمہ پر جو قصبہ اجودھن کے باہر جاری ہے پہنچا اور کپڑے اتار کر غسل کے واسطے درمیان میں در آیا۔ ایسا بحر فنا میں ڈوب کر غوطہ لگایا کہ پھر کسی نے اس کا نشان نہ پایا کہ کیا ہوا اور راویوں نے روایت کی ہے کہ قصبہ اجودھن کے حاکم نے قاضی کے وسوسہ سے شیخ کے فرزندوں پر سختی حد سے زیادہ کی۔ ایک دن شیخ کے بڑے صاحبزادے نے آزردہ ہو کر باپ سے عرض کی کہ آپ کی بزرگی سے ہمیں یہ فائدہ پہنچا ہے کہ حاکم کی طرف سے رات دن غم و الم میں رہتے ہیں۔ شیخ یہ کلام سن کر آزردہ ہوئے اور عصا جو ہاتھ میں رکھتے تھے اٹھا کر زمین پر مارا۔ اسی دم حاکم درد شکم میں گرفتار ہوا اور کہا مجھے شیخ کے مکان پر لے چلو۔ ابھی حضرت کے مکان پر نہ پہنچا تھا کہ طائر روح اس کا اثنائے راہ میں

marfat.com

Marfat.com

قفس تن سے پھڑک کر نکل گیا اور نقل ہے کہ اجودھن میں ایک عامل محرر تھا۔ وہاں کا حاکم اس پر جور و تعدی کرتا تھا۔ وہ شیخ کے پاس پناہ لایا اور التماس شفاعت و سفارش کی۔ شیخ نے پہلے اپنا خادم حاکم کے پاس بھیج کر پیغام کیا کہ اس درویش کی منت کے سبب ہاتھ اس عمال دلریش کے ظلم سے کوتاہ کرو حاکم نے شیخ کے فرمانے پر کچھ التفات نہ کی بلکہ جور و جفا زیادہ تر کرنے لگا۔

محرر نے پھر شیخ کی خدمت میں حاضر ہو کر حقیقت حال بیان کی شیخ نے ارشاد کیا کہ میں نے تیری سفارش حاکم سے کی تھی لیکن اس نے قبول نہ کی۔ اس صورت میں معلوم ہوتا ہے کہ شاید کسی مظلوم نے قبل اس کے تیرے پاس بھی داد خواہی کی تھی اور تو نے نہ سنی۔ محرر اٹھا اور عرض کہ میں صدق دل سے توبہ کرتا ہوں کہ میں بعد کسی کو نہ ستاؤں گا اگرچہ دشمن بھی ہو۔ منقول ہے کہ اسی وقت حاکم نے اسے طلب کر کے خلعت اور گھوڑا مرحمت فرمایا اور اس کی تقصیر معاف کی اور خود شیخ کی خدمت میں حاضر ہوا اور اس بے ادبی سے استغفار کی اور مصنف فرماتے ہیں کہ میں نے کتاب سیر المشائخ میں دیکھا ہے کہ ایک جوان وجیہہ شہر دہلی سے شیخ کی زیارت کے واسطے قصبہ اجودھن کی طرف متوجہ ہوا۔ اثنائے راہ میں ایک مطربہ یعنی ارباب نشاط اسے دیکھ کر عاشق ہوئی اور وصل کی تدبیریں کرنے لگی اور جب اس جوان نے اس کی طرف کچھ التفات نہ کی۔ ہمراہی اختیار کر کے ہر لحظہ اور ہر ساعت سرگرم ناز و کرشمہ آدم فریب ہوتی تھی۔ خلاصہ یہ کہ ایک روز کسی تقریب سے دونوں ایک بہل پر سوار ہوئے۔ مطربہ نے اس قدر غمزہ اور عشوہ جوان سے کیے کہ جوان کو بھی کچھ خواہش اس کی طرف ہوئی اور چاہا کی ہاتھ دراز کرے۔ اس حال میں ایک مرد آیا اور طمانچہ اس کے منہ پر مارا اور یہ بات کہی کہ شیخ کی خدمت میں بقصد توبہ و انابت جاتا ہے اور دل فسق و فجور میں باندھتا ہے۔ یہ کہہ کر غائب ہوا جوان متنبہ ہو کر مطربہ کے وصل سے باز رہا اور جب شیخ کی خدمت میں پہنچا شیخ نے فرمایا اے جوان تو نے مطربہ کی طرف میل کیا تھا۔ حق سبحانہ تعالیٰ نے اپنے فضل و کرم سے نگاہ رکھا۔ جوان نے یہ کلام سن کر شیخ کے قدم پر سر رکھا اور باعتقاد تمام مرید ہوا اور نقل ہے کہ شیخ فریدالدین مسعود گنج شکرؒ کے ایک مرید تھے۔ انہیں خلقت محمد شہ غوری کہتی تھی اور وہ مرد صادق اور پرہیزگار تھے۔ ایک وقت وہ نہایت مضطرب اور متحیر شیخ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ شیخ نے پوچھا کہ اے محمد شہ تجھے کیا پیش آیا ہے جو تو اس قدر پریشان خاطر ہے۔ اس نے عرض کی کہ میرا بھائی شدت مرض سے قریب ہلاکت ہے معلوم نہیں ہوتا کہ میں اسے جا کر زندہ دیکھوں۔ شیخ نے فرمایا میں تمام عمر درگاہ الٰہی میں اسی طرح مخزون رہتا ہوں جیسا تو اس وقت مخزون و مغموم ہے لیکن کسی سے اظہار نہیں کرتا۔ اپنے گھر جا انشاء اللہ تعالیٰ تیرے بھائی نے شفائے کامل پائی ہے۔ محمد شہ غوری جب مکان میں آیا اپنے بھائی کو دیکھا کہ صحیح و سالم بیٹھا ہوا کھانا کھاتا ہے اور کسی طرح کی زحمت اور علالت نہیں رکھتا اور شیخ نصیرالدین محمد اودھی اپنے پیر بے نظیر سے نقل کرتے ہیں کہ ایک وقت شیخ فریدالدین مسعود گنج شکرؒ کو ایک مرض سخت لاحق ہوا۔ یہاں تک کہ آپ نے چند روز آب و طعام کی طرف مطلق رغبت نہ کی۔ آپ کے صاحبزادوں اور دوستوں نے اطبائے حاذق کو طلب کر کے نبض و قارورہ دکھایا۔ انہوں نے جواب دیا کہ یہ مرض ہماری تشخیص میں نہیں آتا کہ شیخ کس زحمت میں مبتلا ہیں۔ یہ کہہ کر وہ رخصت ہوئے۔ دوسرے دن مرض نے اور زیادہ شدت کی شیخ نظام الدین اولیاء فرماتے ہیں کہ اس وقت شیخ نے مجھے اور اپنے فرزند شیخ بدرالدین سلیمان کو طلب فرمایا اور مشغولی حق کے واسطے اشارہ کیا اور جب رات ہوئی ہم دونوں حکم کے موافق ساتھ حق کے مشغول ہوئے اس رات کو شیخ بدرالدین سلیمان نے خواب میں دیکھا کہ ایک پیر مرد فرماتے ہیں کہ تیرے باپ پر سحر کیا ہے۔ شیخ بدرالدین سلیمان نے پوچھا کس نے سحر کیا ہے۔ پیر نے فرمایا شہاب الدین ساحر کے فرزند نے چونکہ شہاب الدین نامی ساحر ایک شخص قصبہ اجودھن میں نہایت مشہور تھا۔ شیخ بدرالدین سلیمان نے ان سے پھر یہ سوال کیا کہ یہ سحر کیونکر دفع ہوگا۔ پیر نے کہا کہ ایک شخص شہاب الدین ساحر کی قبر پر بیٹھ کر یہ کلمات پڑھے اور وہ کلمات کہ پیر نے خواب میں تلقین کیے تھے۔ شیخ بدرالدین سلیمان کو یاد رہے یہ ہیں۔ ایہا المقبور المبتلا اعلم ان ابنک قد سحر فلانا فقل لہ یکف باسہ والا ملحق بہ مالمحق بنا اس کا ترجمہ یہ

marfat.com
Marfat.com

ہے کہ اے قبر میں گئے ہوئے مصیبت میں مبتلا جان کے تیرے بیٹے نے فلاں شخص پر سحر کیا ہے۔ پس اس سے کہہ دے باز رکھے اپنے شر کو ورنہ اسے پہنچے گا جو کچھ ہمارے ساتھ پہنچا ہے اور فجر کو شیخ بدرالدین سلیمان نے اپنے مریدوں کے باتفاق باپ کی خدمت میں جا کر رات کا واقعہ جو خواب میں نظر آیا تھا۔ عرض کیا شیخ نے میری طرف متوجہ ہو کر فرمایا کہ اس کلمات کو یاد کر کے شہاب الدین ساحر کی قبر تلاش کرو اور پیر کی حسب فرمائش عمل میں لاؤ۔ میں شہاب الدین ساحر کی قبر تلاش کر کے وہاں گیا اور اس کی قبر پر بیٹھ کر کلمات مذکورہ پڑھے اور جو اس کی قبر پختہ تھی اور ایک مقام پر اس کے کچھ مٹی افتادہ تھی۔ میں نے ملہم غیبی کے اشارہ سے اسے کھودا ناگاہ اس میں سے ایک پتلا آٹے کا برآمد ہوا اور اس پتلے کے جسم میں جا بجا سوئیاں چبھوئیں تھیں اور گھوڑے کی دم کے بال اس صورت پر محکم باندھے تھے۔ میں اسی طریق سے اس پتلے کو شیخ کے روبرو لایا اور اس جناب کے حکم سے وہ سوئیاں نکالنے اور بال کھولنے میں مشغول ہوا۔ جوں جوں سوئیاں اس پتلے کے جسم سے برآمد ہوتی تھیں اور بال کھلتے تھے شیخ کو ایک راحت اور صحت معلوم ہوتی تھی۔

جب سوئیاں برآمد ہو چکیں اس وقت اس پتلے کو شیخ کے اشارہ کے بموجب توڑ کر آب رواں میں پھینک دیا اور اس کے بعد یہ خبر اجودھن کے حاکم کو پہنچی شہاب الدین ساحر کے فرزند کو گرفتار کر کے شیخ کی خدمت میں روانہ کیا اور یہ پیغام دیا کہ یہ شخص واجب القتل ہے۔ اگر حکم ہو آپ کے قصاص میں اس کی گردن مار دوں۔ شیخ نے سفارش کی اور فرمایا کہ جو حکیم علی الاطلاق نے مجھے صحت کرامت فرمائی میں نے اس کے شکریہ میں اس کا گناہ معاف کیا اور تم بھی اس کی خطا بخشو۔ نقل ہے شیخ نظام الدین اولیاء سے کہ ایک روز میں شیخ کی خدمت میں بیٹھا تھا کہ پانچ درویش ولایت ترکستان سے سیرکنان اجودھن میں پہنچے۔ وہ سب فقیر کج خلق اور منہ پھٹ تھے۔ شیخ کے پاس آ کر یوں گویا ہوئے کہ ہم تمام جہاں میں پھرے کوئی درویش ایسا کہ جس کی ہمیں تلاش ہے نہیں ملا۔ مدعی خود غرض دنیا دار بہت ہیں۔ شیخ نے فرمایا کہ تم ایک ساعت توقف کرو میں تمہیں ایک درویش دکھاؤں۔ انہوں نے قبول نہ کیا اور اٹھ کھڑے ہوئے۔ شیخ نے فرمایا اگر جاتے ہو تو خبردار فلاں راستہ سے نہ جانا۔ انہوں نے شیخ کے فرمانے پر التفات نہ کی اور جان بوجھ کر اسی راہ ممنوع کی سمت روانہ ہوئے۔ یہ امر دیکھ کر شیخ نے آبدیدہ ہو کر انا للہ و انا علیہ راجعون پڑھا۔ بعد چند روز کے خبر پہنچی کہ پانچوں آدمیوں کو باد سموم یعنی لون نے مارا چار فوراً مر گئے اور ایک شخص ان میں سے ایک کنوئیں پر پہنچا اور اس قدر پانی پیا کہ وہ بھی ہلاک ہوا اور کتاب خیرالمجالس میں نظام الدین اولیاء سے منقول ہے کہ ایک طالب علم مسمی نصیرالدین شیخ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور وہ رعونت سے خالی نہ تھے۔ ایک دن ایک جوگی جماعت خانہ میں پہنچا۔ نصیرالدین نے اس سے پوچھا کہ سر کے بال کس چیز سے دراز ہوتے ہیں اور جو مشائخ اس زمانہ کے سر کے بال نہایت مکروہ جانتے تھے ہمیشہ منڈواتے تھے اور موے دراز کے بارہ میں حدیث تحت کل شعرۃ جنابتہ نقل کرتے تھے اس وجہ سے شیخ نظام الدین کو نصیرالدین کو وہ بات گراں گزری اور انہیں دنوں میں خواجہ وجیہ الدین معین الدین سنجری قدس سرہ کے نواسہ شیخ کے پاس اجودھن میں آئے اور بیعت کے طالب ہوئے اور اپنے سر کے بال ترشوانے کی التماس کی۔ شیخ فرید نے فرمایا کہ میں آپ کے خانوادہ عظیم الشان کے مائدہ فیض سے ایک ریزہ روٹی کا بھیک مانگ کر لایا ہوں۔ منافی ادب ہے کہ میں آپ کو دست بیعت دے کر مرید کروں۔ خواجہ وجیہ الدین نے عرض کیا کہ آپ کا مثل اس زمانے میں کہاں ہے کہ اس کی خدمت میں جا کر سعادت دارین حاصل کروں اور میں اس بارہ میں بضد ہوں۔ آپ کا دامن نہ چھوڑوں گا۔ شیخ نے جب انہیں نہایت مصر دیکھا اسے منبع اخلاص کو خرقہ خاص دے کر سرفراز فرمایا اور سر کے بال ترشوائے اور اسی عرصہ میں نصیرالدین متعلم بھی کہ درازی بال کے مقید تھے۔ انہوں نے بیعت کر کے سر کے بال دور کیے اور جو بضاعت اور متاع تجارت کے واسطے رکھتے تھے۔ درویشوں کے صرف میں لائے اور شیخ کی توجہ سے فقر اختیار کیا اور کتاب خیرالمجالس ملفوظ شیخ نصیرالدین محمود اودھی میں مسطور ہے کہ ایک دن شیخ اپنے حجرہ میں بذکر حق مشغول تھے۔ ایک قلندر نے آ کر شیخ کی گلیم پر اجلاس کیا اور مولانا بدرالدین اسحاق نے تھوڑا طعام حاضر کیا۔ قلندر نے کھانا تناول کر کے کہا کہ میں شیخ کے دیکھنے کی تمنا

marfat.com

Marfat.com

رکھتا ہوں جواب دیا کہ اس وقت شیخ ذکر حق میں مشغول ہیں کوئی اس وقت شیخ کی خدمت میں جا نہیں سکتا۔ قلندر نے اس وقت اپنی جھولی میں سے گیاہ سبز یعنی بھنگ کہ وہ قوم ساتھ اس کے منسوب ہے نکال کر کچکول میں ڈال کر اس کے گھونٹنے میں مشغول ہوا۔ چنانچہ اس میں سے کسی قدر شیخ کے کمل پر جس پر وہ بیٹھا تھا گری مولانا بدرالدین نے اس سے یہ بات کہی کہ اے درویش بے ادبی حد سے زیادہ نہ چاہیے۔ یہاں سے اٹھ کر علیحدہ بیٹھو۔ یہ سنتے ہی قلندر طیش میں آ کر کچکول اٹھا کر مولانا بدرالدین اسحٰق کو مارنا چاہتا تھا کہ شیخ نور باطن سے دریافت کر کے حجرہ سے برآمد ہوئے اور قلندر کا ہاتھ پکڑ کر بہ منت تمام کہا کہ آپ یہ گناہ میرے کہنے سے بخشیں۔ قلندر نے جواب دیا کہ اول فقیر ہاتھ نہیں اٹھاتے اور جب اٹھاتے ہیں جب تک کسی کے ماتھے نہیں جاتی نہیں اتارتے ہیں۔ شیخ نے کہا اس دیوار پر اتاریے۔ اس فقیر نے کچکول دیوار پر کہ نہایت محکم تھی مارا اور وہ دیوار فوراً گر پڑی۔ اس وقت قلندر سرنگوں ہو کر عرض نیاز کر کے رخصت ہوا اور شیخ فرید نے خواجہ بدرالدین اسحٰق سے متوجہ ہو کر فرمایا کہ لباس عام میں خاص بھی ہوتے ہیں اور وہ گھاس کہ اس نے گھوٹی تھی شاید وہ نہ ہو کہ قلندر استعمال کرتے ہیں اور شاید اس نے امتحان کے واسطے نکال کر گھوٹی ہو اور نقل ہے کہ یہ مولانا بدرالدین اسحٰق بخارا کے رہنے والے تھے اور علم معقول و منقول سے خوب واقف تھے کہ آپ کا مثل نہ تھا۔ دہلی میں مدرسہ معزی میں درس دیتے تھے اور درویشوں سے اعتقاد نہ رکھتے تھے اور ان سے اور ان کے ہمعصروں سے کئی مسائل مشکل حل نہ ہوتے تھے۔ بخارا کی طرف متوجہ ہوئے اور جب اجودھن میں پہنچے ان کے ہمراہ ہی شیخ فرید کی زیارت کے واسطے عازم ہوئے اور مولانا سے عرض کی کہ آپ بھی ہمارے ساتھ شیخ کی زیارت کو تشریف لے چلیں نہایت احسان ہوگا۔ انہیں جواب دیا کہ تم جاؤ ہم نے ایسے شیخ بہت دیکھے ہیں ایسی لیاقت نہیں رکھتے کہ کوئی شخص ان کی صحبت میں اپنی اوقات ضائع کرے۔ لیکن رفقا مصر ہو کر انہیں بھی ہمراہ لے گئے اور شیخ فریدالدین مسعود گنج شکرؒ نے اس مجلس میں ان کی تمام مشکلات بہ تقریبات حل فرمائیں اور مولانا بدرالدین اسحٰق نے وہ حالت مشاہدہ کر کے عزیمت بخارا ترک کی اور شیخ کے ایسے معتقد ہوئے کہ ہر روز ایک پشتارہ لکڑیوں کا اپنے سر پر رکھ کر شیخ کے مطبخ میں صحرا سے لاتے تھے اور دن بدن ایک فیض حاصل کرتے تھے۔ آخر الامر شیخ اپنی بیٹی مولانا کے حبالہ نکاح میں لائے اور اپنی دامادی سے انہیں مشرف کیا اور یہ بھی شیخ نصیرالدین سے منقول ہے کہ قصبہ اجودھن سے چار کوس کے فاصلہ پر ترک قتالی حاکم تھا اور اس کے پاس ایک شاہین تھا کہ وہ ہرن کے بچے اور کلنگ کا شکار کرتا تھا اور حاکم اسے نہایت دوست رکھتا تھا اور میر شکار کے سپرد کر کے یہ تاکید کی تھی کہ خبردار تو میری غیبت میں کسی جانور پر نہ چھوڑنا۔ مبادا پرواز کرے اور پھر دستیاب نہ ہو۔ قضارا وہ میر شکار اپنے ایک احباب کو لے کر ایک موضع کی طرف سوار جاتا تھا۔ اس اثناء میں کئی کلنگ دکھائی دیے اور اس کے دوستوں نے شاہین چھوڑنے کی تکلیف دی اور یہ بات کہی کہ ہم دس بارہ سوار ہیں اور گھوڑے چالاک اور راہوار رکھتے ہیں۔ اسے کسی طرف جانے نہ دیں گے اور جب مبالغہ حد سے گزرا میر شکار نے ناچار ہو کر اسے اڑایا۔ ناگاہ کلنگ ایک طرف پرواز کر گئے اور باز ایک سمت پرواز کر کے ایسا بلند ہوا کہ نظر سے غائب ہوا۔ ہرچند تلاش کی عنقا کی طرح اس کا کہیں نشان نہ ملا۔ میر شکار ترک کے قہر و سیاست کے خوف سے گریاں اور چاک گریبان ہو کر بہزار محنت اجودھن میں پہنچا اور اس طرح سے کہ جیسے کسی کا جوان بیٹا مرجاتا ہے۔ جزع فزع کرتا ہوا شیخ کی خدمت میں حاضر ہوا ماجرا عرض کیا اور یہ بھی کہا کہ اگر باز مجھ کو دستیاب نہ ہوگا تو ترک مجھے زندہ نہ چھوڑے گا اور میرے زن و فرزند کو قید کرے گا۔ شیخ کو اس کے حال پر رحم آیا۔ متوجہ ہوئے اور اس کے واسطے کھانا موجود کر کے فرمایا کہ اسے تناول کر۔ خدا کریم ہے شاید کہ باز تیرا دستیاب ہو جائے۔ یہ کلام ابھی تمام نہ ہوا تھا کہ شاہین آ کر ایک درخت پر بیٹھا اور میر شکار اسے دستیاب کر کے نہایت خوش ہوا اور شیخ کا ممنون احسان ہو کر گھوڑا اپنی سواری کا پیش کش کیا۔ شیخ نے مسکرا کر فرمایا گھوڑا تجھے پر ضرور ہے تو اس پر سوار ہو کر شاہین اپنے صاحب کو پہنچا اور جو کچھ تجھے میسر ہو خدا کی راہ میں فقیروں کو دے۔ خلاصہ یہ کہ میر شکار نے شاہین اپنے صاحب کو دے کر جو کچھ مال دنیوی سے رکھتا تھا فقرا کو دے کر نوکری ترک کی اور

marfat.com

Marfat.com

شیخ کا مرید ہوا اور شاہین کا مالک بھی باز کے گم ہونے کا قصہ سن کر شیخ کی ملازمت میں حاضر ہوا اور شیخ نصیرالدین محمود اودھی نے نقل کی ہے کہ قصبہ اجودھن کے اطراف میں ایک موضع تھا اور اس موضع میں ایک روغن فروش مسلمان رہتا تھا۔ جب دیپالپور کے داروغہ نے کسی سبب سے اس موضع پر چڑھائی کر کے تاراج کیا اور لوگوں کے زن و فرزند اسیر ہوئے۔ روغن فروش کی عورت کہ بہت جمیلہ تھی اسیر ہوئی۔ اس سبب سے روغن فروش گریاں با سینہ بریاں ہر طرف اس کی تلاش میں دوڑا۔ جب کہیں اس کا سراغ نہ ملا پریشان اور بدحواس شیخ کی خدمت میں آ کر عرض حال کی شیخ نے ایک لحظہ تامل کر کے فرمایا کہ تو تین دن یہاں رہ دیکھ حق سبحانہ تعالیٰ پردہ غیب سے کیا ظہور میں لاتا ہے۔ پھر روغن فروش کے روبرو کھانا حاضر کر کے شکم سیر کھلایا۔ دوسرے دن ایک محرر کو کسی مقام سے قید کر کے اجودھن میں لائے وہ محافظوں کو موافق کر کے شیخ کی خدمت میں حاضر ہوا اور اپنی سرگزشت بیان کی اور التماس دعا کی شیخ نے ارشاد کیا کہ اگر حق تعالیٰ تجھے رہا کرے اور حاکم تجھ پر نظر شفقت اور عنایت کی مبذول فرما دے کیا شکرانہ بجا لائے گا۔ اس نے عرض کی کہ میں جو کچھ نقد جنس رکھتا ہوں پیش کش کروں گا۔ شیخ نے فرمایا یہ سب مال میں نے تجھے معاف کیا ایک عہد کر وہ یہ ہے کہ داروغہ تجھے بعد خلعت کے ایک کنیز دے گا۔ تو اس کنیز کو اس روغن فروش کے حوالہ کرنا۔

محرر نے شیخ کا فرمان بصدق دل قبول کیا اور روغن فروش سے یہ بات کہی کہ تو میرے ہمراہ چل۔ روغن فروش نے رو کر یہ کہا یا شیخ ابھی مجھے یہ مقدرت حاصل ہے کہ دس لونڈیاں خرید کروں لیکن میں اپنی زوجہ پر شیفتہ بلکہ عاشق زار ہوں۔ شیخ نے تبسم کر کے فرمایا بھلا تو اس محرر کے ہمراہ جا دیکھ خدا کیا کرتا ہے۔ ناچار وہ گیا اور نوسندہ کے مکان کے قریب غمگین بیٹھا محرر کو جب داروغہ کے سامنے لے گئے۔ بغیر تمہید محاسبہ اسے خلعت اور گھوڑا دے کر رخصت کیا اور پیچھے سے ایک کنیز حسین مہ جبیں بھی بھیجی۔ محرر نے وہ لونڈی جس طرح سے برقعہ پوش آئی تھی روغن فروش کے پاس بھیجی اور یہ پیغام دیا کہ یہ حق تیرا ہے اس عورت کی جونہی نظر خاوند پر پڑی برقعہ دور کر کے دوڑی اور دونوں شاداں و فرحاں شیخ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور سر ان کے قدم مبارک پر رکھ کر مرید ہوئے اور حضرت شیخ فریدالدین کہ ملقب بہ گنج شکر ہیں۔ اس لقب کے بارہ میں بہت روایتیں گوش ہوئی ہیں۔ لیکن تاریخ حاجی محمد قندھاری میں یوں مسطور ہے کہ جن دنوں میں شیخ دہلی میں خواجہ قطب الدین بختیار کاکی کی ملازمت میں رہتے تھے اور غزنیں کے دروازے کے قریب مسکن رکھتے تھے ایک روز برسات کے موسم میں راستوں میں نہایت کیچڑ تھی۔ پیر کے دیکھنے کا اشتیاق غالب ہوا۔ پاؤں میں نعلین چوبیں پہن کر شیخ کی خانقاہ کی سمت متوجہ ہوئے اور جو کہ سات دن گزرے تھے کہ شیخ فرید نے روزہ کے سبب سے کچھ تناول نہ فرمایا تھا۔ ضعف نہایت غالب تھا اثنائے راہ میں آپ کے پاؤں نے لغزش کی۔ کیچڑ میں گر پڑے یہاں تک کہ قدرے مٹی آپ کے دہن مبارک میں داخل ہوئی۔ حکم خدا سے وہ شکر ہوگئی اور جب شیخ اپنے پیر کی خدمت میں پہنچے' انہوں نے فرمایا۔ اے فرید تھوڑی مٹی تیرے دہن میں پہنچ کر شکر ہوئی کیا تعجب ہے جو قادر ذوالجلال نے ترے تمام جسم کو گنج شکر کیا ہو اور وہ اپنے فضل و کرم سے ہمیشہ تجھے شیریں رکھے گا۔ شیخ نے شکر شکر الہٰی دہن میں ڈال کر جب بازگشت کی۔ جس مقام میں پہنچے تھے سنتے تھے کہ لوگ آپس میں کہتے ہیں شیخ فریدالدین مسعود گنج شکرؒ آتے ہیں اور دوسری روایت میں یہ ہے کہ ایک دن اثنائے راہ میں بنجارے نمک دہلی میں لاتے تھے۔ شیخ فرید سے دوچار ہو کر تھوڑی شکر خدمت میں لائے اور یہ التماس کی کہ ہمارے حق میں دعا کیجئے تو ہماری پونجی میں برکت ہوا اور بہ قیمت زیادہ خوب بکے۔ شیخ نے اس گمان سے کہ یہ تمام شکر لادے ہیں توجہ کر کے فاتحہ خیر پڑھا اور بنجارے دس روز کے بعد دہلی میں پہنچے جب سرگونوں کا کھول کر دیکھا تمام شکر تھی۔ اس سبب سے شیخ خاص و عام میں شیخ فریدالدین مسعود گنج شکر ملقب ہوئے اور اس کتاب کے مولف محمد قاسم فرشتہ نے اپنے زمانہ کے بعض مشائخ سے یوں سنا ہے کہ شیخ کو عہد لڑکپن میں جس طرح کہ عادت لڑکوں کی ہوتی ہے۔ شیرینی کی طرف بہت رغبت تھی اور آپ کی والدہ نے ارادہ کیا کہ یہ صبح کی نماز کی عادت کریں۔ اپنے نورعین سے یہ فرمایا کہ اے فرزند جو شخص صبح کی نماز جلد ادا کرتا ہے حق تعالیٰ

marfat.com

Marfat.com

اسے شکر عنایت فرماتا ہے اور آپ یہ کام کرتی تھیں کہ شکر ایک پڑیا میں لپیٹ کر آپ کے سرہانے رکھ دیتی تھیں اور شیخ بعد فراغ دوگانہ صبح شکر اپنے سرہانے سے اٹھا کر نوش کرتے تھے۔ یہاں تک کہ حضرت کا سن بارہ برس کا ہوا۔ آپ کی والدہ کے دل میں یہ خیال گزرا کہ اب فرزند فضل خدا سے ہوشیار ہوا ہے شکر رکھنے کی حاجت نہیں۔ اس کا رکھنا موقوف کیا لیکن قسام حقیقی نے اس کا وظیفہ برطرف نہ فرمایا۔ اسی طرح سے پہنچاتا تھا اور آپ کی والدہ کو اس امر سے اطلاع نہ تھی۔ جب دیکھا کہ فرزند شکر موقوف ہونے کی شکایت نہیں کرتا ہے۔ ایک دن پوچھا کہ اے فرزند تجھے شکر ملتی ہے شیخ نے کہا ہاں برابر ملتی ہے۔ وہ عفیفہ سمجھیں کہ شاید کوئی پرستار شکر شیخ کے سرہانے رکھ دیتی ہے۔ جب دریافت کیا معلوم ہوا کہ یہ کام مخلوق کا نہیں شیخ کے وفور اعتقاد کی برکت سے یہ پڑیا شکر کی غیب سے پہنچتی ہے۔ اس واسطے حضرت کا لقب گنج شکر ہوا اور شیخ نظام الدین اولیاء ناقل ہیں کہ شیخ فرید گنج شکر" ہمیشہ روزہ رکھتے تھے۔ یہاں تک کہ اگر عارضہ بھی ہوتا یا سفر کرتے روزہ افطار نہ فرماتے تھے اور اکثر اوقات آپ روزہ شیرینی سے افطار کرتے تھے۔ یعنی یہ معمول تھا کہ دانہ منقے کے ایک ظرف میں ڈال کر پانی میں بھگوتے تھے اور اس کا شربت نکال کر افطار کے وقت بہ مقدار تین درم نوش فرماتے تھے اور دو تین دانہ منقے کے دہن مبارک میں ڈالتے تھے اور باقی حاضرین مجلس میں تقسیم کرتے تھے اور دو نان گھی میں چپڑی ہوئیں کہ وہ سیر کے وزن کے کم ہوتی تھیں۔ بعد افطار شیخ کے روبرو لاتے تھے اور شیخ اس میں سے ایک ثلث حصہ یا کچھ کم و بیش تناول فرماتے تھے اور باقی حصار مجلس پر تقسیم فرماتے تھے اور بعد اس کے باستغراق نماز عشاء میں مشغول ہوتے تھے اور جب ابتدائے حال میں قصبہ اجودھن میں آکر ساکن ہوئے نذریں کم پہنچتی تھی ان دنوں میں شیخ اور ان حضرت کے اہل و عیال میوہ بیلو اور ویلہ وغیرہ سے کہ اس ولایت کے جنگل میں پیدا ہوتا ہے۔ اوقات بسر کرتے تھے۔ چنانچہ اتفاق حسنہ سے اسی عرصہ میں بادشاہ ناصرالدین شہریار دہلی کہ اوچھ اور ملتان کی طرف متوجہ ہوا تھا۔ گزر اس کا اجودھن میں ہوا اور شیخ کی زیارت سے مشرف ہو کر شیخ کی حقیقت حال سے واقف ہوا اور اپنے لشکر گاہ میں پہنچ کر اس نے فرمان چار موضع کلاں کی معافی کا اور کچھ زر نقد الغ خان داروغہ دواب کی صحابت سے شیخ کے پاس بھیجا۔ شیخ نے فرمان دیہات واپس کیا اور فرمایا کہ فقراء کو دیہات سے کیا کام ہے اور زر نقد قبول کر کے جماعت خانہ کے درویشوں کو تقسیم کیا۔ نقل ہے کہ اجودھن میں شیخ مرض سخت میں مبتلا ہوئے کہ امید زیست نہ تھی اور شیخ نظام الدین اولیاء اور شیخ جمال الدین اسحٰق ہانسوی اور مولانا بدرالدین اور درویش علی بہار کو شیخ نے اشارہ کیا کہ فلاں گورستان میں جا کر دعائے خیر میں مشغول رہیں چنانچہ یہ بزرگوار حکم کے موافق اس مقام میں جا کر دعا میں معروف ہوئے اور فجر کو شیخ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ شیخ نظام الدین اولیاء فرماتے ہیں کہ میں نے شیخ کو آکر اس حال سے دیکھا کہ آپ ایک کمبل سیاہ شانہ پر ڈال کر اس پر تکیہ کیے ہوئے اور عصاب جو خواجہ قطب الدین بختیار کاکی سے انہیں پہنچا تھا۔ آغوش میں رکھے ہوئے لحظہ بہ لحظہ دست حق پرست اس پر کھینچ کر اپنے روئے مبارک پر ملتے ہیں۔ جب نگاہ حضرت کی ہم پر پڑی فرمایا کہ یاروں کی دعا نے کچھ اثر نہ دکھایا۔ یہ سنتے ہی ہم سب سرنگوں ہو کر سکوت میں آئے لیکن درویش علی جو سب سے آگے کھڑا تھا اس نے یہ عرض کی دعا ناقصوں کی کاملوں کے حق میں اثر نہیں کرتی ہے۔ شیخ نظام الدین اولیاء فرماتے ہیں کہ اس وقت شیخ نے مجھے بلا کر عصائے مذکور مرحمت کیا اور یہ فرمایا کہ میں خدا سے چاہتا تھا کہ تو جو خدا سے چاہے گا پائے گا میں سرنگوں ہو کر پلٹ آیا اور میرے ہمراہی بھی میرے ساتھ پلٹ آئے اور مبارک باد کہنے لگے۔ اس کے بعد سب اعزا اپنے اپنے مقام پر گئے اور میرے دل میں یہ خطور ہوا کہ شیخ نے میری دعا کی اجابت کے واسطے حق سبحانہ تعالیٰ سے درخواست فرمائی ہے اور یقین ہے کہ شیخ کی دعا مستجاب ہو۔ بہتر یہ ہے کہ آج پھر شب کو شیخ کی صحت کے واسطے قیام کروں۔ غرضیکہ جب دعا میں مشغول ہوا آخر شب کو مجھے ایک بشاشت حاصل ہوئی اور معلوم ہوا کہ میری دعا درگاہ الٰہی میں مستجاب ہوئی۔ صبح کو جب شیخ کی خدمت میں گیا دیکھا کہ آپ مصلے پر روبہ قبلہ بفراغ خاطر رونق افزا ہیں اور درد و الم بالکل زائل ہوا اور جب حضرت کی نظر مجھ پر پڑی فرمایا اے درویش نظام الدین جب میری دعا تیرے حق میں قبول ہوئی۔ تیری دعا بھی

marfat.com

Marfat.com

میرے حق میں مستجاب ہوئی یہ فرما کر وہ مصلا جس پر تشریف رکھتے تھے مجھے مرحمت فرمایا اور کتاب فوائد الفوائد میں مرقوم ہے کہ جب شیخ فرید ہانسی سے آ کر قصبہ اجودھن میں ساکن ہوئے اپنے چھوٹے بھائی شیخ نجیب الدین المشہور بہ متوکل کو اپنی والدہ کے لانے کے واسطے قصبہ کھوتواں کی سمت بھیجا۔ شیخ نجیب الدین جب اس قصبہ میں پہنچے اپنی والدہ کو گھوڑے پر سوار کر کے قصبہ اجودھن کی طرف روانہ ہوئے لیکن اس راستہ میں جنگل بہت تھا اور پانی کمیاب۔ جب آدھی رات ہوئی ایک روز والدہ کو ایک درخت کے سایہ میں بٹھا کر خود گھوڑے پر سوار ہو کر پانی کی تلاش میں گئے اور پانی تلاش کر کے جب اس درخت کے نیچے آئے اپنی والدہ کو نہ دیکھا مضطرب اور حیران ہو کر ہر سمت دوڑے کہیں ان کا نشان نہ پایا۔ ناچار بادل غمگین اور خاطر حزین قصبہ اجودھن کی طرف متوجہ ہوئے اور حضرت شیخ فریدالدین گنج شکرؒ سے یہ قصہ بیان کیا۔

شیخ نے کچھ تصدیق فقراء کو پہنچا کر صلحا کو کھانا کھلایا اور بعد ایک مدت کے شیخ نجیب الدین المشہور بہ متوکل کا پھر اس جنگل میں گزر ہوا۔ جب اس درخت پر نگاہ پڑی آپ کے دل میں یہ خیال گزرا کہ اس نواح کے گرد پھر کر دیکھئے شاید والدہ کی ہڈیوں کا نشان ملے۔ جب آگے بڑھے ایک جگہ پر کچھ ہڈیاں آدمی کی افتادہ دیکھیں۔ صفائی باطن سے سمجھے کہ یہ استخوان والدہ کی ہیں۔ پھر تمام ہڈیاں جمع کر کے ایک خریطہ میں بھریں اور شیخ کی خدمت میں پہنچ کر حقیقت حال عرض کی شیخؒ نے فرمایا خریطہ لاؤ اور اس کا منہ کھول کر سب ہڈیاں مصلے پر گراؤ۔ شیخ نجیب الدین جلد خریطہ اٹھا لائے لیکن جب اس کا منہ کھولا ایک استخوان نہ دیکھی۔ شیخ نظام الدین اولیاء نے لکھا ہے کہ ایک دن میں شیخ فرید الدین گنج شکر کی خدمت میں حاضر تھا ایک بال محاسن مبارک سے جدا ہوا۔ میں نے فی الفور اسے اٹھا کر عرض کی کہ اگر حکم ہو میں اس کا تعویذ بناؤں۔ فرمایا۔ خوب ہے پھر میں نے وہ بال کاغذ میں لپیٹ کر بحفاظت تمام اپنی دستار میں رکھا اور جب میں اجودھن سے دہلی میں آیا جو بیمار کہ میرے پاس آتا تھا وہ تعویذ اس شرط سے اسے دیتا تھا کہ بعد حصول صحت یہ تعویذ واپس کر دے۔ غرض وہ تعویذ جس شخص کو میں نے دیا اس نے فضل خدا سے صحت پائی۔ یہاں تک کہ تمام شہر میں اس کی شہرت ہوئی اور میں نے وہ تعویذ ایک طاق میں رکھ دیا۔ ایک روز ایک میرے دوست جن کا نام تاج الدین مینائی تھا آئے اور مجھ سے اظہار کیا کہ میرا فرزند بیمار ہے۔ میں نے حجرہ میں جا کر اس تعویذ کو اس طاق میں اور بھی طاقوں میں ہر چند ڈھونڈھا نہ پایا۔ وہ دوست محزون اور مغموم گیا اور اس کا فرزند جانبر نہ ہوا اور جب دو دن کے بعد اور بیمار آیا میں نے حجرہ میں جا کر دیکھا وہ تعویذ اسی طاق میں موجود تھا۔ اس کو دیا اس نے شفا پائی چونکہ بیٹا تاج الدین مینائی کا مرنے والا تھا۔ اس وقت پیدا نہ ہوا اور منقول ہے کہ شمس الدین نام ایک شاعر باشندہ سنام قصبہ اجودھن میں آیا اور وہ نسخہ کہ شیخ حمیدالدین ناگوری نے علم سلوک میں لکھا تھا۔ اس کے پڑھنے میں مشغول ہوا اور چند روز کے بعد اس نے قصیدہ مطول شیخ کی مدح میں کہا اور اجازت لے کر تمام اشعار اس کے آغاز سے انجام تک استادہ ہو کر پڑھے۔ شیخ نے فرمایا بیٹھ اور پھر پڑھ اس نے بیٹھ کر دوبارہ پڑھا اور شیخ ہر ایک بیت کی مدح کرتے تھے۔ بعد فراغ اس سے پوچھا کہ تیرا مطلب کیا ہے۔ شمس الدین نے عرض کی کہ میری والدہ نہایت پیر ہے اور ناداری اور عسرت کے سبب اس کی پرورش سے عاجز ہوں۔ امیدوار ہوں کہ شیخ کی توجہ سے میری عسرت ساتھ فراغت کے مبدل ہو۔ شیخ نے فرمایا جا شکرانہ لا جو کہ شیخ کا شکرانہ طلب کرنا دلیل حصول مقصود تھا۔ شمس الدین خوش خوش اٹھ کر اور تلاش کر کے پچاس چیتل نقد لایا۔ شیخ نے درویشوں پر تقسیم کر کے فاتحہ خیر پڑھا اور اسی برکت سے شمس الدین انہیں دنوں میں شمس الدین التمش کے بیٹے کا وزیر ہوا اور دستگاہ عظیم بہم پہنچائی۔ منقول ہے کہ ایک فاضل مولانا حمید نام طغرل کی ملازمت میں رہتے تھے جو بادشاہ غیاث الدین بلبن کی طرف سے بنگالہ کا حاکم تھا۔ ایک روز مولانا دست بستہ ادب سے استادہ تھے۔ ناگاہ ایک صورت لطیف اور نورانی انہیں دکھائی دی۔ اس نے کہا کہ اے حمید تو اہل علم ہے اس جاہل کے روبرو کیوں کھڑا ہے۔ پھر دوسرے دن بھی مولانا اسی نہج سے طغرل کے روبرو استادہ تھے کہ وہ صورت پھر ظاہر ہوئی اور وہی کلام کیا۔ مولانا سمجھے کہ یہ کشش شیخ فریدالدین مسعود گنج شکر کی ہے۔ بے تاب ہو کر اجودھن کا

marfat.com

Marfat.com

راستہ لیا اور جب شیخ کی خدمت میں مشرف ہوئے۔ شیخ نے فرمایا کہ اے حمید تو نے دیکھا کہ میں کس صورت سے تجھے یہاں لایا۔ مولانا نے جب یہ کلام سنا اسی وقت علائق دنیوی ترک کر کے تجرید اختیار کی اور سعادت ارادت سے مشرف ہوئے اور ایک مدت وعظ اور ارشاد میں مشغول رہے۔ آخرش مکہ معظمہ کی طرف رخصت ہوئے اور یہ بھی منقول ہے کہ اوچھ اور ملتان کی طرف ایک بادشاہ پاک اعتقاد تھا۔ اس نے ایک بار ملا عارف کو جو اس کی خدمت میں رہتے تھے اور ارادہ دہلی کے آنے کا رکھتے تھے۔ مبلغ دو سو تنگہ سفید ان کے سپرد کیے اور یہ بات کہی کہ تم قصبہ اجودھن میں جا کر یہ روپیہ شیخ فرید کی خدمت میں پہنچاؤ اور میرے لیے التماس دعا کرو جب مولانا قصبہ اجودھن پہنچے ان کے دل میں یہ خیال گزرا کہ خط و کتابت درمیان میں نہیں ہے جو مبلغ کی تعداد کا یقین ہو بہتر یہ ہے کہ سو روپیہ شیخ کی نذر کیجئے اور باقی اپنے پاس رکھ چھوڑیئے۔ آخرش وہی کیا شیخ نے مسکرا کر فرمایا اے مولانا عارف تو نے حق برادری کا ساتھ اس درویش کے ادا کیا۔ یعنی نقود شکرانہ نصفا نصفی کر لیا۔ مولانا عارف یہ کلام سن کر نہایت شرمندہ اور محجوب ہوئے اور یہ عرض کی کہ ہمت ملایان مفلوک کی اہل سلوک کے برابر نہیں ہے اور وہ سو روپیہ بھی حاضر کیے۔

شیخ نے فرمایا روپیہ تجھے مبارک ہو تو کسی بھائی کو نقصان نہ پہنچے۔ غرضیکہ جب مولانا نے یہ حال مشاہدہ کیا شرف ارادت سے مشرف ہوئے اور نقد و جنس سے جو کچھ رکھتے تھے درویشوں کو دے کر عبادت اور ریاضت میں مشغول ہوئے اور تھوڑے عرصہ میں خرقہ خلافت کا پایا اور حسب الاشارہ سیستان کی سمت روانہ ہوئے اور خلائق کی ہدایت و ارشاد میں مشغول ہوئے اور منقول ہے کہ شیخ ایک وقت دوپہر کو اپنی خانقاہ سے برآمد ہوئے اور شیخ نظام الدین اولیاء اور مولانا بدرالدین اسحٰق اور مولانا جمال الدین ہانسوی حاضر تھے اور سلطان المشائخ ایک دیوار کے سایہ میں کھڑے ہوئے تھے۔ اس وقت ایک ملا یوسف جو آپ کے قدیم مریدوں میں تھے آئے اور یہ کلمہ گستاخانہ زبان پر لائے کہ چند مدت سے میں خدمت اور ملازمت کرتا ہوں۔ ابھی تک اسی مرتبہ پر ہوں اور جو لوگ میرے بعد آئے وہ حضرت کی فیض بخشی سے خرقہ خلافت پہن کر مراتب علیہ پر فائض ہوئے۔ شیخ نے مسکرا کر فرمایا اے درویش ہر شخص بقدر قابلیت اور اپنی حالت کے ایک نعمت پاتا ہے۔ اس میں ہماری کچھ تقصیر نہیں ہے۔ یہ کلام تمام نہ ہوا تھا کہ ایک لڑکا چار برس کا آیا اور شیخ کے قریب استادہ ہوا اور شیخ کے برابر ایک انبار خشت پختہ کا تھا جو عمارت کے واسطے لائے تھے۔ شیخ نے اس لڑکے سے فرمایا کہ اس تودہ میں سے ایک اینٹ پختہ لا کہ میں اس پر بیٹھوں۔ لڑکا دوڑ کر ایک اینٹ مسلم سر پر اٹھا لایا۔ شیخ اس پر بیٹھے پھر فرمایا جا ایک اینٹ مولانا نظام الدین کے واسطے لا وہ جا کر ایک اینٹ درست ان کے واسطے اٹھا لایا۔ اسی طور سے وہ لڑکا شیخ کے حکم کے موافق ایک اینٹ مسلم مولانا جمال الدین ہانسوی اور مولانا بدرالدین اسحٰق کے واسطے بھی اٹھا لایا۔ جب ملا یوسف کی باری آئی وہ لڑکا اس انبار سے بہ مشقت تمام ایک خشت نصف بلکہ اس سے بھی کمتر تلاش کر کے لایا اور ملا یوسف کے سامنے رکھ دیا۔ یہ ماجرا دیکھ کر تمام بزرگوار متحیر ہوئے۔ شیخ نے فرمایا اے یوسف میں کیا کروں نصیب تیرا اوروں کے برابر نہیں ہے۔ غرضیکہ قسمت ازلی پر خرسند اور راضی ہونا چاہیے کس واسطے کہ تقدیر کے لکھے کو امکان نہیں ہے دھونا اور شیخ نظام الدین اولیاء سے منقول ہے کہ شیخ فریدالدین مسعود گنج شکر کو مرض الموت واقع ہوا۔ آخرش ساتھ اس زحمت کے رحمت حق میں واصل ہوئے اور اس مرض میں مجھے خرقہ خاص سے سرفراز فرما کر ماہ شوال ۶۶۹ چھ سو انہتر ہجری میں دہلی کی طرف روانہ کیا اور رخصت کے وقت اشک گہر رشک دیدہ حق بیں میں بھر لائے اور فرمایا تجھے حافظ حقیقی کے سپرد کیا اور مجھے بھی اس جدائی سے ایک درد و الم ایسا لاحق ہوا جیسا پہلے کبھی جدا ہونے میں نہ ہوا تھا۔ شیخ نظام الدین اولیاء فرماتے ہیں کہ جب میں دہلی میں پہنچا میں نے سنا کہ شیخ کے مرض نے شدت کی رات بعد ادائے نماز عشاء بے ہوش ہوئے اور کچھ دیر کے بعد ہوش میں آ کر مولانا بدرالدین اسحٰق سے پوچھا کہ میں نے عشاء کی نماز پڑھی۔ کہاں ہاں اس جناب نے نماز عشاء پھر احتیاطاً ادا کی اور پھر بے ہوش ہوئے۔ جب ہوش میں آئے فرمایا ایک بار اور ازراہ احتیاط کے نماز عشاء ادا کروں۔ کیا معلوم پھر میسر ہو یا نہیں۔ چنانچہ اس شب کو آپ نے تین

marfat.com

Marfat.com

مرتبہ نماز عشاء ادا کی اور فرمایا کہ مولانا نظام الدین دہلی میں ہے۔ میں بھی خواجہ قطب الدین کی رحلت کے وقت ہانسی میں تھا اور مولانا بدرالدین اسحٰق کے کان میں آہستہ فرمایا کہ میرے انتقال کے بعد وہ جامہ کہ خواجہ قطب الدین بختیار کاکی سے مجھے پہنچا ہے۔ جیسا کہ تم کو معلوم ہے اسے مولانا نظام الدین کے پاس پہنچانا اور پھر پانی طلب کر کے وضو کیا اور دوگانہ ادا کر کے سر سجدہ میں رکھا اور عین سجدہ میں رحلت فرمائی۔ غرضیکہ یہ واقعہ پنج شنبہ کی رات ماہ محرم کی پانچویں تاریخ ۶۷۰ سات سو ساٹھ ہجری میں واقع ہوا اور سن شریف اس جناب کا پچانوے برس کا نشان دیتے ہیں اور منقول ہے کہ مولانا بدرالدین اسحٰق نے وصیت کے موافق وہ جامہ شیخ نظام الدین اولیا کے پاس پہنچایا اور کاسہ اور عصا شیخ کا ان کے فرزندوں کے پاس رہا اور افواہاً یہ بھی سنا جاتا ہے کہ شیخ نظام الدین اولیاء شیخ کی خبر فوت سن کر قصبہ اجودھن میں گئے اور شیخ کے مزار کی زیارت کر کے جامہ مذکور مولانا بدرالدین اسحٰق سے لے کر دہلی کی سمت مراجعت پائی اور کتاب تذکرہ الاتقاء میں لکھا ہے کہ تین شخص نظام نام شیخ کی خدمت میں تھے۔ ایک شیخ نظام فرزند شیخ کے دوسرے شیخ نظام بھانجے یعنی ہمشیرہ شیخ کے لڑکے تیسرے شیخ نظام الدین اولیاء اور چونکہ پسر شیخ کے مقام ابدال کا رکھتے تھے اس واسطے سجادہ انہیں نہ دیا اور جب آپ کی ہمشیرہ نے بہت سعی کی کہ سجادہ نشینی میرے فرزند کو عنایت ہو۔ شیخ نے فرمان لکھا اور بھانجے کو دے کر یہ فرمایا کہ ہانسی میں مولانا جمال الدین ہانسوی کے پاس جا کر اسے صحیح کر کے لاؤ اور مولانا جمال الدین ہانسوی نے اس فرمان کو صحیح نہ کیا اور اس نے پلٹ کر شکایت کی آخر کو شیخ نے اپنی ہمشیرہ کو حسب التماس فرمان دوسرا لکھ بھیجا اور اس مرتبہ مولانا جمال الدین ہانسوی نے ناراض ہو کر اسے چاک کیا۔ شیخ نے فرمایا کہ میں جمال الدین ہانسوی کا پارہ کیا ہوا فرمان نہیں سی سکتا اور بعد اس کے ایک مدت کے بعد شیخ نے فرمان سجادہ نشینی ولایت دہلی کا شیخ نظام الدین اولیاء کو دے کر مولانا جمال الدین ہانسوی کے پاس بھیجا اور وہ اسے دیکھ کر نہایت خوش ہوئے اور یہ بیت اس فرمان میں درج کی۔

ہزاران درودو و ہزاران سپاس   کہ گوہر سپردہ بہ گوہر شناس

اور کتبہ کو صحیح کر کے دہلی میں روانہ کیا

marfat.com

Marfat.com

سلطان الاولیا نظام الدین قدس سرہ العزیز

شہنشاہ اورنگ عرفان حق ۔ دلش صدر دیوان ایوان حق
ملک بردہ دریوزہ از شان او ۔ فلک کاسہ سبز در خوان او
قدم راندہ زان گونہ در راہ فقر ۔ کہ شد شاہ اورنگ درگاہ فقر
بباطن زتکوین اطوار محو ۔ بہ ظاہر زتمکین نگہدار سہو
دلش ساکن ملک ذات صفات ۔ زہے پاک دین و زہے نیک ذات
نظام الحق آن شیخ عالی مقام ۔ کزو کار ارباب دین شد تمام

شیخ نظام الدین اولیاء جامع جمیع علوم ظاہری اور باطنی تھے اور ہمیشہ آنحضرت کا دل انوار منزل کتب معتبرہ تصوف کی طرف مثل نصوص الحکم اور مواقع النجوم اور ان کی شرحوں کے مطالعہ میں مائل تھا اور ابوحنیفہ کی فقہ میں اور تفسیر اور حدیث اور اصول و کلام میں استحضار اور مہارت تمام رکھتے تھے۔ آپ کے والد بزرگوار احمد بن دانیال غزنین سے ہندوستان کی طرف آکر شہر بدایوں میں متوطن ہوئے اور شیخ نظام الدین اولیاء اس شہر میں ماہ صفر ۶۳۴ چھ سو چونتیس ہجری میں پیدا ہوئے جب پانچ برس کے ہوئے ان کے والد نے قضا کی اور ان کی والدہ پرورش میں مصروف ہوئیں اور جب حضرت سن تمیز اور رشد کو پہنچے۔ تحصیل علوم ظاہری اور باطنی میں مشغول ہوئے اور جب بدایوں میں کوئی مدرس نہ رہا۔ جناب پچیس برس کے سن میں اپنی والدہ کو لے کر دہلی میں آئے اور ہلال طشت دار کی مسجد کے نیچے ایک حجرہ میں سکونت اختیار کی اور اس وقت دہلی میں ایک فاضل متبحر اور علمائے وقت سے سر آمد تھے۔ ان کا اسم مبارک خواجہ شمس الدین خوارزمی تھا۔ بادشاہ غیاث الدین بلبن نے انہیں آخر میں بخطاب شمس الملک مخاطب کر کے منصب وزارت تفویض فرمایا جیسا کہ تاج الدین سنگ ریزہ نے ان کی مدح میں کہا ہے۔

شما کنوں بکام دل دوستاں شدی ۔ فرماندہ ممالک ہندوستان شدی

اور تمل وزارت درس میں مشغول رہتے تھے۔ پھر شیخ ان سے مل کر ان کے شاگردوں کی سلک میں منسلک ہوئے اور وہ ایک حجرہ رکھتے تھے کہ وہ خاص مطالعہ کے واسطے تھا اور تین شاگرد جو صاحب استعداد تھے۔ وہ اس حجرہ میں سبق پڑھتے تھے اور باقی شاگرد اس کے باہر درس کرتے تھے اور ان تین شخصوں میں ایک ملا قطب الدین ناقلہ اور دوسرے ملا برہان الدین عبدالباقی اور تیسرے شیخ نظام الدین اولیاء تھے اور جب شیخ نے آپ کی مولویت اور تیزی فہم پر آگاہی پائی تو شاگردوں سے آپ کی تعظیم میں اور دن سے زیادہ اہتمام کرتے تھے اور مولانا شمس الدین کو یہ عادت تھی کہ اگر کوئی شاگرد غیر حاضر ہوتا اور جس وقت وہ آتا مولانا از راہ دل لگی اس سے فرماتے تھے کہ کیا تھا جو تو حاضر نہ ہوا تاکہ پھر وہ کروں جو تو حاضر ہوا کرے' اور اگر کبھی شیخ کی تعطیل ہوتی تھی پھر مولانا انہیں جب دیکھتے تھے یہ بیت پڑھتے تھے۔

باری کم از انکہ گاہ گاہے ۔ آئی وبمائی نگاہے

اور شیخ نظام الدین اولیاء کا جو بحسب اتفاق شیخ نجیب الدین متوکل بر اور شیخ فریدالدین مسعود گنج شکرؒ کا ہمسایہ واقع ہوا تھا وہ بہت علمائے دہلی پر علم میں فوقیت رکھتے تھے۔ لہٰذا شیخ نظام الدین اولیاء اکثر اوقات ان کی صحبت میں بیٹھتے تھے۔ قضارا جو ان دنوں میں والدہ شیخ نظام الدین اولیاء کی فوت ہوگئی تھیں اور شیخ تنہا رہ گئے تھے۔ شیخ نجیب الدین متوکل سے زیادہ تر ہم صحبت رہتے تھے اور غم تنہائی رفع

marfat.com
Marfat.com

کرتے تھے یہاں تک کہ روز بروز محبت فیما بین بڑھتی گئی اور آپس میں نہایت اتحاد ہوا اور بعد اس کے شیخ نظام الدین اولیا چند سال خواجہ شمس الدین سے درس لے کر مراتب عالیہ پر فائز ہوئے اور معاش کے واسطے عہدہ قضا کی فکر میں ہوئے۔ ایک دن اثنائے کلام میں شیخ نجیب الدین متوکل سے کہا کہ آپ میرے واسطے فاتحہ خیر پڑھیں کہ میں کسی مقام کا قاضی ہوں اور خلق خدا کو انصاف سے راضی رکھوں۔ یہ سن کر شیخ نجیب الدین ساکت ہوئے اور کچھ جواب نہ دیا۔ شیخ نظام الدین اولیا سمجھے کہ شیخ نجیب الدین نے نہیں سنا۔ پھر بہ آواز بلند کہا التماس فاتحہ کی رکھتا ہوں کہ میں کسی مقام کا قاضی ہو جاؤں۔ اس مرتبہ شیخ نجیب الدین متوکل نے فرمایا کہ خدا نہ کرے تو قاضی ہو لیکن وہ ہو جو میں جانتا ہوں اور انہیں دنوں میں شیخ نظام الدین ایک رات مسجد جامع دہلی میں تھے۔ صبح کے وقت سنا کہ موذن نے منارہ پر یہ پڑھا الم یان للذین امنوا ان تخشع قلوبہم لذکر اللہ یہ سنتے ہی حال حضرت کا متغیر ہوا اور نور الٰہی نے آپ کو گھیر لیا اور اس سبب سے کہ اس وقت میں جو آواز شیخ فریدالدین مسعود گنج شکرؒ کی مشیخت اور کرامات کا عالمگیر ہوا تھا اور شیخ نجیب الدین متوکل کی بھی مجلس میں غائبانہ شیخ کی مشیخت اور کرامات کے اوصاف سن کر شیخ نظام الدین اولیاء ان کی زیارت کے نہایت مشتاق تھے۔ صبح کو بغیر سواری اور زاد راہ کے قصبہ اجودھن کی سمت روانہ ہوئے اور روز پنج شنبہ کو ظہر کی نماز کے وقت آنحضرت کی ملازمت سے فائز ہوئے اور راوی کا یہ بھی قول ہے کہ جب شیخ نظام الدین اولیاء شیخ فریدالدین مسعود گنج شکرؒ کی ملازمت سے مشرف ہوئے ہر چند چاہا کہ اپنے اشتیاق اور اخلاص کا حال بیان کروں۔ حضرت کی ایسی دہشت غالب ہوئی کہ شرح اشتیاق کچھ عرض نہ کر سکے۔ شیخ فریدالدین مسعود نے یہ حالت مشاہدہ کر کے فرمایا کل و خیل دہشہ مرحبا خوش آیا اور صفا لایا تو انشاء اللہ تعالیٰ نعمت دینی اور دنیوی سے برخوردار ہوگا۔ شیخ نظام الدین اولیاء نے خرقہ درویشی کا حضرت شیخ سے پایا اور مریدان خاص کی سلک میں منتظم ہوئے اور اس عرصہ میں شیخ فریدالدین مسعود گنج شکرؒ کو عسرت کمال تھی۔ اکثر آنحضرت کے متعلقین اور فرزندوں کو ہر ہفتہ میں ایک یا دو فاقہ گزرتے تھے اور ان بزرگوار کی صحبت سے کوئی شخص آزردہ اور دل گیر نہ تھا۔ الغرض مولانا بدرالدین اسحٰق بخاری کہ جامع معقول و منقول تھے۔ لکڑیاں جنگل سے باورچی خانہ کے واسطے لاتے تھے اور مولانا شیخ جمال الدین ہانسوی صحرا سے ویلہ کر مراد کریل کے درخت کے پھل سے ہے اور اکثر آدمی اس پھل کو سرکہ اور نمک میں ڈال کر اچار بناتے ہیں' حاضر کرتے تھے اور مولانا حسام الدین کابلی آب کشی اور باورچی خانہ کی دیگیں دھوتے تھے اور شیخ نظام الدین اولیاء از روئے صدق و صفا کھانا پکاتے تھے اور باحتیاط تمام کھانا پکا کر ظروف گلی اور کچکول چوبین میں نکال کر افطار کے وقت شیخ کی مجلس میں لے جاتے تھے لیکن کبھی نمک ہوتا تھا اور کبھی نہ ہوتا تھا اور دو دو تین تین روز نمک میسر نہ ہوتا تھا اور شیخ نظام الدین اولیاء جب اس خدمت پر مامور ہوئے۔ اس بقال سے جو اس مسجد کے قریب رہتا تھا۔ کبھی غیب سے جو کچھ پہنچتا تھا کھانے کا مصالحہ خرید کرتے تھے اور کبھی ایک درم نمک قرض لے کر کاسہائے ویلہ میں کہ جوش ہوتے تھے ڈالتے تھے اور ہر روز شیخ کے روبرو اور درویشوں کے سامنے حاضر کرتے تھے اور مولانا شیخ جمال الدین ہانسوی اور مولانا بدرالدین اسحٰق اور شیخ نظام الدین اولیاء شیخ کے حکم کے موافق ایک کاسہ میں تناول کرتے تھے اور شیخ کے قریب بیٹھے تھے۔

ایک دن جب تمام حصار مجلس اپنے اپنے مقام میں بیٹھ گئے۔ شیخ فرید الدین مسعود گنج شکرؒ دست مبارک کاسہ کی طرف لے گئے اور لقمہ اٹھا کر فرمایا کہ یہ لقمہ میرے ہاتھ میں گراں معلوم ہوتا ہے اس لقمہ کو منہ میں رکھنے کا حکم نہیں ہے۔ شاید کہ اس کھانے میں شبہہ ہو یہ کہہ کر لقمہ کاسہ میں ڈال دیا۔ شیخ نظام الدین اولیاء فرماتے ہیں کہ یہ کلام سنتے ہی میرا بدن کانپنے لگا۔ فوراً میں نے استادہ ہو کر نہایت ادب سے یہ عرض کیا کہ یا حضرت لکڑیاں اور کریل کے پھل اور پانی باورچی خانہ کا شیخ جمال الدین اور مولانا حسام الدین اور مولانا بدرالدین لاتے ہیں۔ سبب شبہ کا معلوم نہیں ہوتا ہے۔ حضرت پر واضح ہوا ہوگا۔ شیخ نے فرمایا کہ نمک جو اس کاسہ میں پڑا ہے وہ کہاں سے آیا ہے۔ شیخ نظام الدین یہ سن کر متنبہ ہوئے اور سر زمین پر رکھ کر صورت حال عرض کی۔ شیخ نے ارشاد کیا فقراء اگر فاقہ سے مرجائیں

marfat.com

Marfat.com

بہتر ہے لیکن لذت نفس کے واسطے قرض نہ لیں۔ کس واسطے کہ قرض اور توکل کے مابین بعد مشرقین ہے۔ اگر ادا نہ ہوئے وبال اس کا قیامت تک گردن پر رہے۔ پھر فرمایا یہ کاسے درویشوں کے آگے سے اٹھا کر اور محتاجوں پر تقسیم کریں اور شیخ نظام الدین اولیاء فرماتے ہیں کہ مجھ میں ایک عادت تھی جیسا کہ طلباء کا دستور ہے کہ اگر کوئی شے نہایت پر ضرور ہوتی ہے۔ قرض لیتے ہیں میں بھی قرض لیتا تھا۔ لیکن اس دن سے میں نے استغفار کر کے یہ نیت کی کہ ہر چند احتیاج اشد ہو آئندہ ہرگز قرض نہ لوں گا اور شیخ فریدالدین مسعود گنج شکرؒ نے وہ کمل کہ جس پر اجلاس فرماتے تھے مجھے بخشا اور یہ دعا کی کہ تو کبھی ساتھ قرض کے محتاج نہ ہو گا اور جب شیخ نظام الدین اولیاء ایک مدت کے بعد خدمت گاری سے مرتبہ کمال کو پہنچے پیر نے انہیں اور دن کی تکمیل کی اجازت دے کر دہلی کی سمت رخصت کیا اور انہوں نے رخصت کے وقت اپنے پیر کی یہ نصیحت یاد رکھی کہ آنحضرت نے فرمایا ہے کہ دشمنوں کو جس طور سے ہو سکے راضی اور خوش رکھنا اور جس شخص سے قرض لینا اس کے ادا کرنے میں نہایت سعی کرنا شیخ نظام الدین اولیاء جب مسافر ہوئے۔ مع ایک درویش کے ایک مقام میں پہنچے کہ فی الجملہ وہاں ایک جنگل تھا اور راہزن اس مقام میں مسافروں کو لوٹتے تھے۔ ناگاہ اس مقام میں پانی برسنے لگا۔ شیخ ایک لحظہ درخت چھتنار کے سایہ میں استادہ ہوئے۔ ناگاہ پانچ چھ ہندو مع شمشیر و تیر و کمان نمودار ہو کر شیخ کی طرف متوجہ ہوئے۔ شیخ کے دل میں یہ خیال گزرا کہ کمل اور جامہ جو شیخ نے مجھے عطا فرمایا ہے۔ اگر خدانخواستہ اس پر نظر بد لگے میں آبادی میں ہرگز نہ جاؤں گا اور کسی کو اپنا منہ نہ دکھاؤں گا۔ اسی اندیشہ میں تھے کہ راہزنوں نے یکبارگی حضرت کی طرف سے منہ موڑا اور دوسری جانب روانہ ہوئے اور شیخ مع الخیروالعافیت دہلی میں داخل ہوئے۔ دوسرے دن شیخ نجیب الدین متوکل سے ملاقات کر کے ماجرا اس سفر کا اور شیخ فرید الدین گنج شکرؒ کی حصول سعادت ملازمت کا تذکرہ مشرح بیان کیا۔ اس کے بعد ایک شخص کے مکان پر کہ اس سے ایک کتاب عاریت لے کر گم کی تھی۔ تشریف لے گئے اور اس سے یہ کہا کہ اے مخدوم اس روز کہ میں تم سے کتاب عاریت لے گیا تھا۔ وہ میرے پاس سے گم ہوئی ہے۔ نیت صادق رکھتا ہوں کہ کاغذ بہم پہنچا کر وہ نسخہ نقل کر کے آپ کے پاس حاضر کروں گا۔ اس شخص نے جب یہ کلام سنا ایک لحظہ شیخ نظام الدین اولیاء کو نظر غور سے دیکھ کر فرمایا کہ جس مقام سے آپ تشریف لائے ہیں اس کا ثمرہ خدا کی خوشنودی کے سوا نہیں ہے۔ میں نے وہ کتاب آپ کو بخشی۔ شیخ وہاں سے پھر ایک بزاز کے پاس گئے اور فرمایا کہ میں نے تجھ سے کپڑا خرید کیا تھا اب اس کی قیمت لایا ہوں لے۔ بزاز نے دس روپیہ لیے اور باقی حضرت کو معاف کیے اور کہتے ہیں کہ اس وقت شیخ نظام الدین اولیاء کو دہلی میں ایسا مقام تخلیہ کا میسر نہ تھا کہ اس میں بیٹھ کر ذکر حق میں مشغول ہوں اور اس شہر میں شیخ کو کثرت خلق اور انبوہ پسند نہ آتا تھا کہ ساکن ہوں جو ان دنوں میں قرآن شریف حفظ کرتے تھے اکثر اوقات شہر سے باہر جا کر صحرا میں بسر لے جاتے تھے۔ ایک روز قتلغ خان کے تالاب کے کنارے ایک درویش پاک کیش کو کہ آثار صلاح و تقویٰ ان کے ناصیہ حال سے ہویدا تھے۔ شیخ نظام الدین اولیاء نے دیکھا ان سے پوچھا کہ اے مخدوم تم اس شہر میں رہتے ہو۔ انہوں نے کہا ہاں پھر پوچھا کہ آپ اس شہر میں خواہش طبع سے رہتے ہیں۔ انہوں نے جواب دیا نہیں کوئی درویش ایسے شہر آباد میں کہ جس میں اس قدر کثرت اور انبوہ آدمیوں کا ہے۔ اپنی طبیعت کی خواہش سے نہ رہے گا۔ مگر بہ ضرورت پھر یہ حکایت نقل کی کہ میں نے ایک وقت خطیرہ کمال درویش کے دروازے کے باہر ایک خرقہ پوش کو دیکھا اور اس نے مجھ سے یہ بات کہی کہ اگر تو سلامتی ایمان کی اور استقامت عبادت میں چاہتا ہے۔ اس شہر میں نہ رہ کہ یہ چشمہ فسق و فجور کا ہوا ہے اور پھر یہ بھی کہا کہ اے مولانا نظام الدین اولیاء میں بھی چاہتا ہوں کہ اس شہر میں نہ رہوں اور کسی طرف راہی ہوں لیکن کیا کروں کہ عرصہ بیس سال کا گزرا ہے کہ میں اس شہر میں سکونت پذیر ہوں اور بسبب اس کتوین کے کہ میں نے تیار کیا ہے۔ مجال سفر نہیں پاتا قید پانی کی شدید تر۔ لوہے کی قید سے واقع ہوئی اور شیخ نظام الدین اولیاء نے جب ان درویش سے یہ بات سنی عزم جزم کیا کہ اس شہر میں نہ رہوں گا اور اس مقام سے برآمد ہو کر رانی بوستانی کے تالاب کے نزدیک کہ جسے باغ خسرو تبہ کہتے ہیں داخل ہوئے اور تجدید وضو کر کے دوگانہ ادا کیا اور اس وقت

marfat.com
Marfat.com

خوشی میں درگاہ الٰہی میں مناجات کی۔ اے خدا میں اس شہر سے برآمد ہوا ہوں لیکن اپنے اختیار سے کسی مقام میں نہیں جا سکتا۔ جس مقام میں خیریت اور سلامتی دین کی ہو وہاں رکھ ناگاہ ایک طرف سے آواز آئی کہ جگہ تیری غیاث پور ہے اور وہ غیاث پور ایک موضع تھا۔ گمنام مجہول کہ اسے کوئی نہیں جانتا تھا اور وہاں کا حاکم علم زرد رکھتا تھا اور اس ملک میں ایک قسم کی روئی زرد ہوتی ہے کہ اس سے لباس تیار کرتے ہیں اور حاکم کو شیخ فرید گنج شکرؒ سے نہایت الفت تھی لیکن شیخ نظام الدین اس کے مرنے کے بعد دہلی میں وارد ہوئے۔ لہٰذا اس کو نہ دیکھا تھا اور منقول ہے کہ ایک وقت شیخ نے اجودھن سے مولانا شعیب کے ہاتھ ایک مصلا نما سیاہ اور ایک کلاہ شیخ نظام الدین اولیاء کے واسطے دہلی بھیجی اور مولانا شعیب جب آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور امانت پہنچائی۔ شیخ نظام الدین دوگانہ شکر کا ادا کر کے محظوظ ہوئے اور اسی وقت ایک رئیس نے گجرات سے دو لاکھ اور پچاس ہزار اشرفی بھیجی تھیں۔ شیخ نے وہ تمام زر نقد مولانا شعیب کو عطا فرمایا اور معذرت کر کے یہ رباعی لکھ کر شیخ فرید شکر گنجؒ کی خدمت میں ارسال کی۔

زانروی کہ بندہ تو دانند مرا برمردمک دیدہ نشانند مرا
لطف عامت عنایتے فرمودہ است ورنہ چہ کسم خلق چہ دانند مرا

کہتے ہیں کہ جب دوسری مرتبہ شیخ نظام الدین اولیاء قصبہ اجودھن میں شیخ کی زیارت سے مشرف ہوئے۔ شیخ نے فرمایا مولانا نظام الدین وہ رباعی جو تم نے عریضہ میں لکھی تھی میں نے اسے یاد کر لیا۔ انشاء اللہ جہاں تم رہو گے صاحب نظر تمہیں اپنے مردم دیدہ میں جگہ دیں گے اور نقل ہے کہ شیخ نظام الدین اولیاء نے ابتداء حال میں غیاث پور میں سکونت اختیار فرمائی۔ دو شخص آپ کی ملازمت میں حاضر رہتے تھے۔ ایک شیخ برہان الدین محمد غریب جو دولت آباد دکن میں مدفون ہیں اور دوسرے شیخ کمال الدین یعقوب جن کا مزار پٹن گجرات میں واقع ہے۔ یہ دونوں بزرگوار اور خلفاء سے پیشتر خرقہ خلافت پا کر تحصیل کمال اور ریاضت نفس میں شغل رکھتے تھے اور اس عرصہ میں وجہ معاش ان پر نہایت تنگ تھی۔ بعض وقت ایسا اتفاق ہوتا کہ چار روز تک کچھ بہم نہ پہنچا کہ سلطان الاولیاء اور دیگر درویش اس سے افطار فرماتے۔ ایک عورت صالحہ کہ شیخ سے توسل رکھتی تھی اور ہمسایہ میں رہتی تھی اور سوت کات کر گیہوں خریدتی تھی اور نان بے نمک پکا کر اس سے افطار کرتی تھی۔ چنانچہ اس ایام فاقہ میں اس نیک بخت نے ڈیڑھ سیر آٹا کہ اس کی قوت سے فاضل تھا۔ شیخ کے واسطے بھیجا۔ شیخ نے کمال الدین یعقوب سے فرمایا کہ اس آٹے کو دیگ میں ڈال کر پکاؤ۔ شاید کہ کسی آنے والے کا حصہ ہو اور شیخ کمال الدین یعقوب اسکے پکانے میں مشغول تھے کہ ناگاہ ایک درویش گودڑی پوش کسی مقام سے وارد ہوئے اور شیخ نظام الدین اولیاء سے متوجہ ہو کر بہ آواز بلند فرمایا کہ اے شیخ جو کچھ ماحضر رکھتا ہے ہم سے دریغ نہ کر۔ شیخ نے جواب دیا کہ آپ ازراہ شفقت ایک لحظہ استراحت فرمائیں کہ دیگ جوش میں ہے۔ درویش نے فرمایا تو خود اٹھ اور دیگ چولہے پر سے بجنسہ اٹھا لا۔ شیخ یہ سنتے ہی بہ تعجیل تمام اٹھے اور دست حق پرست پر آستین چڑھا کر دونوں ہاتھ سے دیگ کے گلے کا کنارا پکڑ کر ان کے روبرو لائے اور آواز جوش کی آدمیوں کے کان میں پہنچتی تھی درویش نے وہ دیگ اٹھا کر زمین پر دے ماری کہ وہ ٹکڑے ٹکڑے ہوگئی۔ پھر یہ فرمایا کہ شیخ فریدالدین مسعود گنج شکرؒ نے نعمت باطن۔ شیخ نظام الدین اولیاء کو ارزانی رکھی ہے۔ میں نے ان کی ظاہری محتاجی کی دیگ کو توڑ ڈالا یہ کہا اور وہ درویش آدمیوں کی نظر سے غائب ہوا۔ اس کے بعد ایسا ہوا کہ ہزاروں لاکھوں آدمی ان کی خدمت میں پہنچ کر مرید ہوئے اور خرقہ خلافت کا پا کر درجہ عالی اور مقام متعالی میں داخل ہوئے اور بعد اس کے شیخ برہان الدین محمد غریب اور شیخ کمال الدین یعقوب اور شیخ نصیرالدین محمود اودھی شرف ارادت اور خرقہ خلافت سے سرفراز ہوئے اور اہل شریعت اور شیخ کو بسبب وفور عقل اور علم و فضل کے گنج معانی کہتے تھے اور شیخ اخی سراج شیخ نور کے دادا تھے اور بنگالہ میں مدفون ہیں وہ بھی شیخ کے مریدوں سے ہیں اور خیرالمجالس میں مرقوم ہے کہ ایک دن مولانا حسام الدین نصرت خانی اور مولانا جمال الدین نصرت خانی اور مولانا شرف الدین کاشانی شیخ کے روبرو بیٹھے تھے۔ شیخ نے ان کی طرف متوجہ ہو کر

marfat.com

Marfat.com

فرمایا کہ اگر کوئی شخص دن کو صائم اور رات کو قائم رہے یہ کام نہایت سہل ہے کہ بیوہ عورتیں بھی اس کام میں اقدام کر سکتی ہیں۔ لیکن مشغولی بحق کہ مردان طلبگار درگاہ پروردگار میں بسبب اس کے راہ پاتے ہیں اور قرب پیدا کرتے ہیں اور مشاہدہ کی دولت سے فیضیاب ہوتے ہیں۔ وہ ان عبادات کے علاوہ ہے۔ حصار مجلس نے جب یہ کلام سنا امیدوار ہوئے کہ شیخ اسے بیان فرمائیں کہ وہ کون سی عبادت ہے۔ شیخ نے انہیں مضطرب اور مصر دیکھ کر فرمایا انشاء اللہ تعالیٰ اور وقت اس کا مذکور ہوگا۔ خلاصہ یہ کہ مریدوں اور عزیزوں نے چھ مہینے انتظار کھینچا۔

ایک دن سب شیخ کی مجلس میں حاضر تھے محمد کاشف جو بادشاہ علاء الدین خلجی کے دیوان عام کا داروغہ تھا وارد ہوا اور سر زمین پر رکھ کر مودب بیٹھا۔ شیخ نے پوچھا کہ کہاں تھا۔ اس نے عرض کی دیوان عام میں تھا۔ آج ظل سبحانی نے پچاس ہزار روپیہ بندگان خدا کے واسطے انعام فرمائے ہیں۔ شیخ نے اس وقت مولانا حسام الدین نصرت خانی اور دوسرے یاروں سے متوجہ ہو کر فرمایا۔ انعام بادشاہ کا بہتر ہے یا وفا کرنا۔ اس عہد کا کہ جو تمہارے ساتھ کیا گیا ہے۔ یہ سن کر سب شرائط تعظیم بجالائے اور عرض کی کہ وفا کرنا عہد کا ہشت بہشت سے بہتر ہے۔ پچاس ہزار روپیہ نقرہ کیا مال ہے پھر اپنے پاس سلطان الاولیاء نے تینوں بزرگوں کو بلایا اور لوگوں کو رخصت کر کے یہ فرمایا کہ مقصود کے پہنچنے کا راستہ مشغولی حق ہے باستغراق تمام خلوت میں اور بے ضرورت باہر نہ آئے اور ہمیشہ باوضو رہے۔ سوائے وقت قیلولہ کے کہ اس وقت غلبہ خواب ہوتا ہے اور صائم الدہر رہے۔ باخلاص تمام اور اگر یہ میسر نہ ہو۔ تقلیل غذا پر قناعت کرے اور ہمیشہ سوائے ذکر حق کے سکوت میں رہے مگر بضرورت اہل دنیا سے کلام مختصر کرے اور علی الدوام ذکر بارابطہ و استغراق دل عمل میں لائے اور منقول ہے کہ تینوں مشائخ شیخ نظام الدین اولیاء کے انفاس کی برکت سے ساتھ اس صفات کے کامل ہو کر جملہ واصلین سے ہوئے اور نقل ہے مولانا شہاب الدین امام سے کہ ایک دن شیخ نظام الدین اولیاء خواجہ قطب الدین بختیار کاکیؒ کے مزار کی زیارت کو دہلی کہنہ میں تشریف لے گئے اور ہم اور مولانا برہان الدین محمد غریب اس جناب کی رکاب میں تھے اور شیخ حضرت خواجہ کی زیارت کر کے اور مشائخوں کی زیارت کے واسطے تالاب شمسی کے کنارے رونق افزا ہوئے اور اس مقام میں خواجہ حسن شاعر ولد علائی سنجری کہ سن اس کا پچاس برس سے زیادہ تھا۔ ابتدائے حال میں شیخ سے رابطہ اتحاد اور مصاحبت کلی رکھتا تھا۔ ساتھ ایک جماعت یاروں کے مے نوشی میں مشغول تھا۔ جب شیخ کو دیکھا آپ کے روبرو آکر یہ دو بیت پڑھیں۔

سالہا باشد کہ ماہم مجتمع گرز صحبتہا اثر بودی کجا ست
زید تان فسق ازل دل ماکم نہ کرد فسق مایان بہتر از زہد شماست۔

شیخ نے جب یہ بات سنی فرمایا صحبتوں کو تاثیریں ہیں انشاء اللہ تجھے نصیب ہوگی فی الفور حضرت کی دعا مستجاب ہوئی۔ خواجہ حسن سربرہنہ کر کے آپ کے قدم مبارک پر گر پڑے اور جمیع مناہی سے تائب ہو کر خود مع رفقا جو اس کے ہم مشرب تھے مرید ہوئے اور خواجہ حسن نے کتاب فوائد الفوائد مشتمل بر احوال شیخ نظام الدین اولیاء اور حکایات جو کہ زبان مبارک پر آنحضرت کے جاری ہوئیں۔ تصنیف فرمائی خلعت قبول اور تحسین سے سرفراز ہوئے اور امیر خسرو دہلوی نے اس نسخہ پر رشک کر کے کہا کہ کاش خلعت قبول اور تحسین اس نسخہ کی تصنیف کا میری نسبت منسوب ہوتا اور میری تمام تصانیف خواجہ حسن کے نام ہوتیں۔ بہتر تھا اور کہتے ہیں خواجہ حسن نے بعد توبہ کے ایک غزل کہی جس میں یہ بیت بھی مندرج ہے۔

اے حسن توبہ الٰہی کر دے کہ ترا قوت گناہ نماند

اور جس وقت کہ محمد تغلق شاہ دہلی کو خراب کر کے آدمیوں کو دولت آباد دکن کی طرف لے جاتا تھا۔ خواجہ حسن بھی بزرگان دکن کی زیارت اور صحبت کی نیت سے ہمراہ گئے اور اس ملک میں جا کر عالم باقی کی سمت سفری ہوئے اور بالا گھاٹ دولت آباد میں مدفون ہوئے

marfat.com

Marfat.com

اور نقل ہے شیخ نصیر الدین محمود اودھی سے کہ جب شیخ نظام الدین اولیاء کو راگ کی سماعت کی رغبت ہوتی تھی امیر خسرو اور امیر حسن قوال کہ علم موسیقی میں عدیم المثال تھے۔ حاضر ہوتے تھے اور مبشرہ جو شیخ کا غلام زر خرید تھا اور خوش آوازی میں صوت داؤدی رکھتا تھا وہ بھی حاضر ہوتا تھا۔ پہلے امیر خسرو غزلیں اور بیتیں ایسی متصوفانہ پڑھتے تھے کہ شیخ سر مبارک کو جنبش دیتے تھے اور اسی کو امیر حسن قوال اور مبشر غلام ایسا سماں باندھتے تھے کہ شیخ وجد میں آتے تھے اور دو سو قوال کہ راگ میں مرغ کو ہوا سے زمین پر لاتے تھے۔ شیخ کے علوفہ خوار تھے اور سب کا سردار امیر حسن قوال تھا۔ جب اپنے کام میں مشغول ہوتا تھا طرفہ مجلس منعقد ہوتی تھی اور وہ بیت کہ جس سے شیخ سلطان الاولیاء کو وجد اور حال آتا تھا لکھ کر سلطان الاولیاء کے ملاحظہ میں گزارتا تھا اور سلطان الاولیاء بھی اس بیت سے محظوظ ہوتے تھے ایک روز سلطان الاولیاء کو حکیم سنائی کی ان دو بیت پر کہ حدیقہ میں مندرج ہیں وجد حاصل ہوا۔

بیش منما جمال جان افروز در نمودی بروسپند بہ سوز
آن جمال توچیست ہستی تو وان سپند تو چیست مستی تو

قرابیگ ترک جو بادشاہ علاء الدین خلجی کا خاص تر خواص تھا باوجود صلاح اور پرہیزگاری کے لطافت و ظرافت میں بھی امتیاز رکھتا تھا اور شیخ کے سلک مریدوں میں بھی منتظم تھا ان ابیات کو قلم بند کر کے بادشاہ کے روبرو لے گیا۔ بادشاہ ہربار پڑھتا تھا اور آنکھوں پر ملتا تھا اور تحسین کرتا تھا۔ اس وقت قرابیگ ترک عرض پیرا ہوا کہ باوجود اس کے کہ ظل سبحانی شیخ سے ایسا اعتقاد رکھتے ہیں تعجب ہے کہ کبھی آنحضرت سے ملاقات نہیں کرتے۔ بادشاہ نے فرمایا کہ اے قرابیگ ترک ہم بادشاہ ہیں سراپا دنیا میں آلودہ اور اس آلودگی سے شرماتا ہوں کہ ایسے پاک کی زیارت کروں۔ تجھے لازم ہے کہ خضر خان اور شادی خان کو جو میرے جگر گوشہ ہیں۔ شیخ کی خدمت میں لے جا کر مرید کرا اور دو لاکھ روپیہ جماعت خانہ کے درویشوں کو شکرانہ پہنچا۔ قرابیگ ترک نے حکم کے موافق عمل کیا اور یہ عمارت عالی کہ مقبرہ میں ان بزرگوار کے واقع ہے خضر خان کی ساختہ اور پرداختہ ہے اور کہتے ہیں کہ ایک روز بادشاہ علاء الدین خلجی نے ایک مندیل زر و جواہر سے مملو کر کے برسم نذر شیخ کے روبرو بھیجی۔ ایک قلندر شیخ کے برابر بیٹھا تھا۔ دور سے اس کی نگاہ اس پر پڑی اور شیخ کی خدمت میں حاضر ہو کر بولا ایہا الشیخ ہدایا مشترک شیخ نے ازروئے ظرافت فرمایا اما تنہا خوشترک قلندر نے مایوس ہو کر بازگشت کی عزیمت کی شیخ نے اپنے پاس بلا کر فرمایا کہ تنہا خوشترک سے ہمارا مقصود یہ تھا کہ تجھے تنہا مبارک ہو۔ یہ کہہ کر وہ تمام نقد و جواہر اس کو بخشا اس قلندر نے چاہا کہ اس سب کو اٹھاؤں اس کی قوت نے وفا نہ کی شیخ کے خادم نے اس کی مدد کی اور نقل ہے کہ جب بادشاہ قطب الدین مبارک شاہ دہلی کے تخت سلطنت پر متمکن ہوا خضر خان کو جو شیخ کا مرید تھا اس نے قتل کیا اور شیخ سے بھی درپے عداوت ہوا اور ان دنوں میں شیخ کے باورچی خانہ مقرری کا خرچ سوائے غلہ کے دو ہزار روپیہ کا تھا اور انعام و اکرام اور علوفہ متعلقان اور خرچ مسافران اور مجاوراں اس سے جدا تھا۔ اس صورت میں بادشاہ نے قاضی محمد غزنوی سے کہ محرم خاص تھا پوچھا کہ اس قدر خرچ شیخ کا کہاں سے آتا ہے۔ قاضی کہ وہ بھی اس قدر اعتقاد آنحضرت سے نہ رکھتا تھا بولا اکثر امرائے سلطانی شیخ کی اعانت زر شکرانہ اور نذرانہ سے کرتے ہیں۔ بادشاہ کو یہ امر پسند نہ آیا۔ حکم کیا کہ جو شخص شیخ کے مکان پر جائے گا اس کی مدد خرچ کو روپیہ یا اشرفی بھیجے گا وہ نہایت معتوب اور مقہور ہوگا اور اس بارہ میں زیادہ مبالغہ کیا پھر لوگوں نے غضب شاہی کے خوف سے ہاتھ کھینچا اور اقبال غلام شیخ کا کہ تحویل اس کے پاس رہتی تھی متحیر ہوا۔

اس لئے کہ پیشتر اس سے نذر و نیاز کا روپیہ بے شمار آتا تھا چنانچہ ایک وقت ایک تاجر کہ اسے رہزنوں نے لوٹا تھا۔ شیخ کی خدمت میں حاضر ہوا اور سفارش نامہ صدر الدین عارف پسر شیخ بہاء الدین زکریا کا اس کے پاس موجود تھا۔ ملاحظہ میں گزار کر ان سے عرض حال کیا۔ شیخ نے خادم سے فرمایا کہ علی الصباح سے چاشت تک جو فتوح یعنی زر نذرانہ آئے۔ اس عزیز کے سپرد کرو منقول ہے کہ بارہ ہزار روپیہ پہر دن چڑھے تک اس تاجر کو وصول ہوئے۔ القصہ شیخ بادشاہ کے حکم سے واقف ہوئے۔ اقبال غلام سے فرمایا کہ آج سے خرچ مقرری

marfat.com

Marfat.com

مضاعف کر اور جس وقت تجھے روپیہ کی حاجت ہو بسم اللہ پڑھ کر ہاتھ اپنا اس حجرے کے طاق میں ڈال کر بسم اللہ کہہ کر جس قدر درکار ہو نکال لینا۔ چنانچہ اقبال حسب الحکم عمل میں لاتا تھا۔ جب یہ خبر منتشر ہو کر رفتہ رفتہ بادشاہ کو پہنچی۔ نہایت شرمندہ اور نادم ہوا لیکن پھر بھی ازراہ جہالت اور خجالت شیخ کو یہ پیغام بھیجا کہ شیخ رکن الدین ابوالفتح ملتان سے میری ملاقات کو آتے تھے۔ اگر آپ بھی کبھی کبھی قدم رنجہ فرماویں مراحم ذاتی سے بعید نہ ہوگا۔ شیخ نے جواب دیا کہ میں مرد گوشہ نشین ہوں کہیں نہیں جاتا اور علاوہ اس کے رسم اور عادت ہر سلسلہ کی ہر طور پر ہوتی ہے۔ ہمارے بزرگوں کا قاعدہ نہ تھا کہ کچہری دربار میں جائیں اور بادشاہ کے مصاحب ہوں۔ اس امر میں فقیر کو معاف رکھیں اور اس مسکین کو اپنے حال پر چھوڑیں۔ بادشاہ نے کہ بادہ نخوت سے مخمور غرور تھا اس عذر کو قبول نہ کیا اور اس کے جواب میں لکھا کہ آپ کو ہفتہ میں دو بار میری ملاقات کو آنا پڑے گا۔ شیخ نے ناچار ہو کر خواجہ حسن شاعر کو شیخ ضیاء الدین رومی کے پاس کہ پیر بادشاہ قطب الدین مبارک شاہ کے اور مرید شیخ شہاب الدین سہروردی کے تھے بھیجا کہ بادشاہ کو سمجھا دیں کہ فقیروں کو آزردہ کرنا کسی مذہب اور ملت میں درست نہیں ہے اور خیریت دارین کی اس قوم کی کم آزاری میں ہے اور ماورا اس کے ہر خانوادے کی ایک روش مخصوص ہے۔ خواجہ حسن شیخ ضیاء الدین رومی کے مکان سے پلٹ کر خبر لایا کہ ان کا درد شکم کی شدت سے حال روی ہے کہ بیٹھ کر نماز نہیں پڑھ سکتے۔ شیخ ساکت ہوئے اور انہیں دنوں میں شیخ ضیاء الدین رحمت حق میں واصل ہوئے۔ بادشاہ اور تمام اعیان و ارکان سوم کے دن وہاں حاضر ہوئے اور رسم ہندوستان کے موافق اول قرآن شریف کے سپارہ تقسیم کر کے پڑھے۔ اس کے بعد پانچ آیت پڑھ کر پھول اٹھائے اور سلطان الاولیاء بھی بقصد زیارت وہاں تشریف لے گئے۔ بادشاہ کو سلام کیا اور بادشاہ نے جواب نہ دیا اور مطلق التفات نہ کی اور ایک روایت میں یہ بھی وارد ہے کہ جب شیخ اس مجلس میں رونق افروز ہوئے جس شخص نے حضرت کو دیکھا تعظیم کے واسطے دوڑا اور حضرت سے عرض کہ بادشاہ بھی اس مجلس میں تشریف رکھتے ہیں۔ اگر آپ سلام کریں ہم بادشاہ کو اعلام کریں۔ شیخ نے فرمایا سلام کی حاجت نہیں ہے کیونکہ وہ قرآن پڑھنے میں مشغول ہے۔ اسے مشوش نہ کرنا چاہیے اور جب حصار مجلس ہجوم لا کر شیخ کے قدم پر گرے بادشاہ گوشہ چشم سے دیکھتا تھا دل میں آزردہ ہوا بعد اس کے بادشاہ نے ایک محضر تیار کر کے یہ حکم دیا کہ اگر ہر ہفتہ میں شیخ ایک بار میری ملاقات سے متعذر ہو تو ہر سلخ یعنی ہر چاند رات کو البتہ آ کر مجھے دیکھے نہیں تو ویسی فکر کی جائے۔ سید قطب الدین غزنوی اور شیخ وحید الدین قندزی اور مولانا برہان الدین مروی اور دیگر اکابر نے بادشاہ کے حکم کے موافق ماہ شوال کی اٹھائیسویں تاریخ کو غیاث پور میں جا کر شیخ کو دیکھا اور بادشاہ نے جو کچھ حکم دیا تھا شیخ کے گوش گزار کیا اور یہ بات کہی کہ بادشاہ جوان عاقبت نا اندیش ہے اور حضرت فضل خدا سے پیروانش کیش ہیں۔ اگر ہر مہینے میں ایک مرتبہ ضرورتاً دیوان عام سلطانی میں تشریف لے جائیں امور درویشی میں فرق نہ ہوگا۔ شیخ نے تامل کر کے فرمایا انشاء اللہ دیکھتا ہوں کہ اس کا انجام کیا ظہور میں آتا ہے۔ وہ سمجھے کہ حضرت سلطان الاولیاء بادشاہ کے پاس جانے پر راضی ہوئے۔ بادشاہ سے جا کر عرض کی ہم نے شیخ کو راضی کیا وہ ہر چاند رات کو آپ کی ملاقات کو آئیں گے اور رات کو خواجہ وحید الدین قندزی اور اعز الدین علی شاہ جو بڑے بھائی امیر خسرو کے تھے۔ انہوں نے شیخ کی خدمت میں آ کر عرض کی کہ بادشاہ آپ کے قدم رنجہ کی بشارت سے نہایت محظوظ ہوا۔ شیخ نے جواب دیا کہ میں ہرگز اپنے بزرگوں کے خلاف نہ کروں گا کہ بادشاہ کی ملاقات کو جاؤں۔ یہ سن کر دونوں بزرگوار غمگین ہوئے اور یہ التماس کی کہ چاند رات قریب ہے اور بادشاہ پرخاش پر آمادہ ہے۔ حضرت کو مناسب ہے کہ حضرت شیخ فرید الدین مسعود گنج شکرؒ کی طرف توجہ فرمائیں یہ معاملہ دشوار آسانی سے گزرے۔ شیخ نے کہا مجھے شرم آتی ہے کہ اس امر حقیر کے واسطے شیخ کی طرف متوجہ ہوں اور دین کے کام بہت ہیں۔ شیخ کی طرف ان کے واسطے توجہ کرنی چاہیے اور علاوہ اس کے تم یقین جانو کہ بادشاہ مجھ پر ظفریاب نہ ہوگا کس لیے کہ شب کو میں نے خواب دیکھا ہے کہ صفہ پر قبلہ رو بیٹھا ہوں اور ایک بیل شاخدار نے مجھ پر قصد کیا۔ جب نزدیک پہنچا میں نے اس کے دونوں سینگ پکڑ کے ایسا اسے زمین پر دے مارا کہ وہ فوراً ہلاک ہوا۔ خواجہ وحید الدین قندزی

marfat.com

Marfat.com

اور عزالدین علی شاہ ۔ ب یہ واقعہ سنا سمجھے کہ اس جناب کو کچھ آسیب نہ پہنچے گا بلکہ بادشاہ کو ضرر جانی پہنچے گا۔ القصہ چاند رات کو خواجہ اقبال نے بعد نماز ظہر شیخ سے عرض کی کہ آج روز سلخ ہے حکم ہو کہ کون سا راہوار حضرت کی سواری کو مہیا کروں۔ شیخ کچھ جواب نہ دیا اور اقبال دم بخود ہوا جب پہر دن باقی رہا پھر عرض کی کہ سواری کا وقت بھی ہے۔ اگر حکم ہو پالکی اور کہاروں کو حاضر کروں۔ اس مرتبہ بھی شیخ نے کچھ جواب نہ دیا۔ خواجہ اقبال کو پھر عرض کی مجال نہ رہی۔ خاموش ہوا اور حکم خدا سے اسی شب کو بعد ایک پہر اور چند ساعت کے خسرو خان جو نمک پروردہ شاہ کا محرم راز تھا بلکہ شاہ نے اسے خاک مذلت سے اٹھا کر مرتبہ عالی پر فائز کیا تھا جیسا کہ مقام مناسب میں مذکور ہوا اس نے اپنے ہاتھ سے بادشاہ کو قتل کیا اور منقول ہے کہ شیخ شرف الدین شیخ فریدالدین مسعود گنج شکرؒ کے پوتے شیخ بدرالدین سمرقندی کے عرس میں حاضر تھے۔ ایک شخص نے ان سے یہ کلام کیا کہ شیخ نظام الدین اولیاء عجب باطن فارغ البال رکھتے ہیں کہ اہل و عیال کی طرف سے ان کو کچھ فکر و غم نہیں کیونکہ اس قدر فراغت دنیوی انہیں حاصل ہے کہ ایک عالم ان کے خوان مائدہ فیض اور احسان سے بہرہ یاب ہے کسی طور کا انہیں رنج نہیں پہنچتا ہے بے فکری سے گزرتی ہے۔ اس کے بعد جب شیخ شرف الدین وہاں سے شیخ کے مکان پر آئے چاہا کہ وہ تذکرہ عرض کروں۔ شیخ نے نور باطن سے دریافت کر کے فرمایا بابا شرف الدین جو درد کہ دم بدم مجھے پہنچتا ہے مجھے یقین ہے کہ دوسرے کو نہ ہوگا۔ وہ یہ ہے کہ جس وقت کوئی شخص میرے پاس آ کر اپنا درد دل اظہار کرتا ہے۔ اس وقت مجھے اس قدر غم و الم لاحق حال ہوتا ہے کہ زبان اس کی شرح سے عاجز ہے۔ عجب سنگین دل ہے وہ کہ جسے غم برادر دینی کا اثر نہ کرے اور بھی بحکم المخلصون من اللہ علی خطر عظیم جاننا چاہیے۔

نزدیکان را بیش بود حیرانی

نقل ہے کہ دہلی میں ایک بزاز تھا شمس الدین نام نہایت متمول اور وہ شیخ سے اعتقاد نہ رکھتا تھا بلکہ حضرت کی غیبت میں بے ادبانہ کلام کرتا تھا۔ ایک روز اس نے موضع افغان پور کے قریب ایک مقام سبزہ زار اور فرحت افزا دیکھا اپنے ہمراہیوں کو لے کر وہاں بیٹھا اور مے نوشی پر آمادہ ہوا۔ اس مابین میں وہ چشم ظاہری سے کیا دیکھتا ہے کہ شیخ نظام الدین اولیاء اس کے مقابل ایستادہ ہیں اور اشارہ سے ممانعت کرتے ہیں۔ فوراً اس نے شراب پانی میں پھینک دی اور وضو کر کے شیخ کی خانقاہ کی طرف روانہ ہوا جونہی شیخ کی نگاہ اس پر پڑی فرمایا کہ جس شخص کو سعادت مساعدت کرتی ہے ایسے گناہوں سے باز آتا ہے۔ شمس الدین یہ کلام سن کر متنبہ اور متحیر ہوا اور اسی وقت صدق دل اور اخلاص تمام سے حضرت کے مریدوں میں منتظم ہوا اور دوسرے دن تمام مال و منال اپنا شیخ کے جماعت خانہ کے درویشوں پر تقسیم کیا اور علائق دنیا سے ہبکبار اور مجرد ہو کر عرصہ قلیل میں جملہ اولیاء اللہ سے ہوا اور خیرالمجالس میں ہے کہ شیخ نصیرالدین اودھی کی تصنیف ہے وہ روایت کرتے ہیں کہ میں ایک وقت شیخ سے رخصت لے کر اودھ کی طرف جاتا تھا۔ شمس الدین بزاز کو میں نے قصبہ بے تابی میں دیکھا تو ایک گدڑی پارہ پارہ اس کے زیب بدن ہے اور ایک جریب ہاتھ میں اور ظروف گلی کہ جس کا گلا رسی سے بندھا تھا۔ ہاتھ میں لٹکائے ہیں اور خطہ بہار کی سمت عازم ہیں۔ شاید بہار میں ان کی بوڑھی ماں تھی جب میں نے انہیں اس حال روی سے دیکھا پوچھا کہ آپ کا کیا حال ہے۔ جواب دیا کہ الحمد للہ شیخ نظام الدین اولیاء کی برکت سے دروازے سعادت کے مفتوح ہیں اور دل ہوا و ہوس سے خالی ہوا۔ چین سے گزرتی ہے میں نے جواب دیا کہ میرے پاس ایک چھاگل چرمی ہے اسے قبول فرمائیں تو نہایت احسان ہے۔ فرمایا کہ میں اس جناب کی عنایت سے اکثر نماز کے واسطے مسجد میں اترتا ہوں کوئی شخص اس لکڑی اور ظروف گلی پر نظر نہیں کرتا ہے۔ شاید اس چھاگل چرمی کی کوئی طمع کرے۔ یہ فرما کر میرے ہاتھ کو بوسہ دیا اور جدا ہوئے اور یہ بھی نصیرالدین اودھی فرماتے ہیں کہ میں جب قاضی محی الدین کاشانی کے پاس علوم ظاہری پڑھتا تھا۔ ناگاہ ایسا بیمار ہوا کہ لوگوں نے میری زیست سے قطع نظر کی قضارا شیخ نظام الدین اولیاء میری عیادت کے واسطے تشریف لے گئے۔ اس وقت میں نہایت بے ہوش تھا۔ جب آنحضرت نے دست مبارک میرے منہ پر

marfat.com

Marfat.com

پھیرا فوراً ہوش میں آیا اور صحت پائی اور ان کے قدم پر گر پڑا اور اس دن سے میرا اعتقاد اور اخلاص آنحضرت کی نسبت زیادہ تر ہوا اور یہ بھی شیخ موصوف روایت کرتے ہیں کہ ایک مرید نے حضرت نظام الدین اولیاء کی دعوت کی اور قوالوں کو بلایا اور بقدر مقدرت طعام بھی مہیا کیا اور جب راگ شروع ہوا کئی ہزار آدمی جمع ہوئے اور کھانا اس قدر نہ تھا کہ پچاس یا ساٹھ آدمی کو کفایت کرے۔ خداوند دعوت قلع طعام اور کثرت انام مشاہدہ کر کے مضطرب ہوا۔ شیخ نور باطن سے سمجھ گئے اور اپنے خادم کو جس کا نام مبشر تھا اشارہ کیا کہ آدمیوں کے ہاتھ دھلا اور دس دس آدمی یکجا بٹھا اور بسم اللہ کہہ کر ایک روٹی کے چار ٹکڑے کر کے مع سالن لوگوں کے سامنے رکھ۔

جب مبشر نے ایسا کیا کہتے ہیں تمام خلق حسب رغبت کھانا کھا کر سیر ہوئی اور بہت کھانا بچ رہا اور نقل ہے کہ شیخ نظام الدین اولیاء بارہ برس کے سن میں مولانا علاء الدین اصولی سے کہ مناقب ان کے کتاب فوائد الفواد میں مسطور ہیں کتاب مدوری (شاید قصدوری) پڑھتے تھے اور وہ شیخ جلال الدین تبریزی سے خرقہ رکھتے تھے۔ لیکن اواخر حال میں شیخ نظام الدین اولیاء کی نظر ایک روز راستہ میں مولانا علاء الدین اصولی پر پڑی کہ کسی طرف جاتے تھے۔ فوراً طلب کر کے اپنا خلعت خاص انہیں پہنایا اور ان کے حق میں دعائے خیر کی اور مولانا اسی دم شیخ نظام الدین اولیاء کے مرید ہوئے اور تھوڑے عرصہ میں واصلان حق سے ہوئے اور انہیں دنوں میں شیخ شرف الدین احمد سبزواری اور بڑے بھائی ان کے شیخ جلال الدین ،بقصد ارادت دہلی کی طرف آئے تھے اور شیخ کی خدمت میں حاضر ہو کر مرید ہونا چاہتے تھے۔ شیخ نے فرمایا کہ خانوادہ فردوسیوں کا تمہارے حوالہ ہے۔ آخر دونوں بھائی آپ کے اشارہ کے بموجب وہاں جا کر شیخ نجم الدین فردوسی کے مرید ہوئے اور شیخ شرف الدین احمد سبزواری خرقہ خلافت پا کر ولایت بہار میں گئے اور وہاں استقامت کر کے کتاب مکاتیب اور معدن المعانی تالیف فرمائی اور نقل ہے شیخ نصیرالدین سے کہ قصبہ سرسادہ میں ایک دانشمند تھے۔ ان کے مکان میں آگ لگی۔ فرمان املاک کا جل گیا۔ انہوں نے دہلی میں آ کر ایک مدت مدید کچہری میں دوا دوش کر کے دوسرا فرمان فرمان سابق کے موافق حاصل کیا اور اسے بغل میں رکھ کر بہ بشاشت تمام اپنی فرودگاہ کی طرف روانہ ہوئے۔ راستہ میں ایک دوست سے دوچار ہو کر ایسی باتوں میں مشغول ہوئے کہ فرمان ان کی بغل سے گر پڑا۔ مطلق اس کا خیال نہ رہا جب مکان پر آئے اور فرمان نہ دیکھا جہاں ان کی نظر میں تیرہ و تاریک ہوا۔ اسی قلق اور اضطراب میں سلطان الاولیاء کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض حال کیا شیخ سے ان کا اندوہ و ملال دیکھا نہ گیا فرمایا مولانا نذر کر کہ فرمان تیرا جب مل جائے شیخ فرید الدین مسعود گنج شکرؒ کی روح پر فتوح کے واسطے حلوہ نذر کر کے حاضر کرے گا۔ مولانا نے نذر بدل و جان قبول کی اور بعد ایک لحظہ کے شیخ نے فرمایا مولانا اگر تو ابھی حلوہ خرید کر حاضر کرے تو خوب ہے۔ مولانا فوراً اٹھ کر حلوائی کی دکان پر گئے اور کئی درم کا اس سے حلوہ طلب کیا۔ حلوائی نے حلوہ تول کر ایک کاغذ نکالا تو اسے چاک کر کے حلوہ اس میں لپیٹے مولانا نے اسے پہچانا کہ یہ فرمان میرا ہے۔ حلوائی سے گھڑک کر فرمایا کہ اسے چاک نہ کر یہ میری املاک کا فرمان ہے۔

پھر اسے مع حلوہ لے کر شیخ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور سر زمین پر رکھ کر مرید ہوئے اور اہل ارادت نے اس کرامت سے متحیر ہو کر اعتقاد کی تازگی اور شادابی حاصل کی اور نفحات میں لکھا ہے کہ جب اس شخص نے شیخ کی خدمت میں حاضر ہو کر کاغذ کے گم ہونے کا اظہار کیا اور التماس دعا کر کے اضطرار ظاہر کیا۔ شیخ نے اسے ایک درم دیا کہ اس کا حلوا خرید کر کے شیخ فریدالدین گنج شکرؒ کی روح پر فتوح پر فاتحہ پڑھ کر درویشوں کو تقسیم کر۔ جب اس شخص نے درم حلوائی کو دیا اور اس سے حلوہ کاغذ میں لپیٹ کر لیا۔ جب غور سے دیکھا وہی کاغذ تھا جو گم ہو گیا تھا اور اس سے زیادہ تعجب انگیز یہ ہے کہ ایک شخص نے سو دینار کسی کے پاس امانت رکھے اور اس سے امانت نامہ لکھوا لیا تھا اور جب وقت اس کے مطالبہ کا آ پہنچا سند نہ پائی۔ شیخ کی خدمت میں حاضر ہو کر التماس دعا کی۔ شیخ نے فرمایا میں پیر ہوں اور شیرینی کو دوست رکھتا ہوں۔ ایک رطل حلوہ میرے واسطے مول لے آ تو دعا کروں۔ اس مرد نے حلوہ خرید کیا اور کاغذ میں لپیٹ کر شیخ کے پاس لایا۔ شیخ نے ارشاد کیا کاغذ کو کھول جب اس نے کھولا وہی امانت نامہ تھا۔ پھر فرمایا سند لے اور حلوہ لے جا۔ آپ کھا اور اپنے لڑکوں کو

marfat.com

Marfat.com

دے وہ دونوں چیزیں لے کر حضرت سے رخصت ہوا اور نقل ہے کہ اخی سراج پر وانہ شیخ نور کے دادا جو بنگالہ میں مدفون ہیں۔ محض ناخواندہ تھے۔ جب دہلی میں آکر شیخ کے مرید ہوئے۔ شیخ نے ملا فخرالدین ارادی سے کہا۔ یہ جوان بہت قابل ہے۔ کاش تھوڑا علم ظاہری رکھتا تو خوب ہوتا۔ مولانا فخرالدین ارادی نے یہ سن کر سر زمین پر رکھا اور عرض کی اگر حضرت کی توجہ ہو بندہ اس جوان کو چند روز میں مسائل لابدی تعلیم کرے۔ شیخ نے فرمایا مبارک ہے۔ مولانا انہیں اپنے مکانوں پر لے جاکر تعلیم میں مشغول ہوئے۔ چنانچہ شیخ کی برکت انفاس کے سبب عرصہ قلیل میں دانشمند ہوئے اور خرقہ خلافت سے مشرف ہو کر بنگالہ میں تشریف لے گئے۔ سید وحید الدین کرمانی مبارک سے کہ شیخ نظام الدین اولیاء کے مریدوں سے ہیں اور سید خرد مشہور اور کتاب سیر الاولیاء ان کی تصانیف سے ہے منقول ہے کہ خرد خان بعد قتل بادشاہ قطب الدین مبارک شاہ جب تخت پر بیٹھا دو لاکھ یا تین لاکھ روپیہ ہر ایک مشائخ کے واسطے بھیجے۔ سوائے ان تین مشائخ کے یعنی سید علاء الدین جنپوری اور شیخ وحید الدین خلیفہ شیخ فریدالدین مسعود گنج شکرؒ اور شیخ عثمان سیاح کہ خلیفہ شیخ رکن الدین ابوالفتح ہیں۔ سب نے قبول کیا لیکن اکثر بزرگواروں نے وہ روپیہ امانت نگاہ رکھا۔ ایک حبہ اس میں سے صرف نہ کیا اور شیخ نظام الدین اولیاء پانچ لاکھ روپیہ خسرو خان کے صرف فقراء میں لائے اور چار ماہ کے بعد جب غازی ملک یعنی سلطان غیاث الدین تغلق خسرو خان کو تہ تیغ کر کے بادشاہ دہلی کا ہوا اور استقلال بہم پہنچا کر درپے اس کے ہوا کہ خسرو خان نے جو روپیہ مشائخوں کو دیا تھا باز یافت کرے۔ اکثر مشائخ نے بلا تامل ادا کیا اور شیخ نظام الدین اولیاء نے وہ روپیہ صرف کیا تھا کچھ جواب نہ دیا۔ بادشاہ غیاث الدین تغلق شاہ نے شیخ سے سوء مزاجی بہم پہنچائی اور ایک جماعت کہ شیخ سے عداوت اور حسد رکھتی تھی اور راگ کی منکر تھی۔ اس نے فرصت پاکر بادشاہ سے معروض کیا کہ یہ شیخ مع جمیع مرید ان راگ کے سوا کوئی کام نہیں رکھتا ہے اور سرور اور مزامیر جو مذہب حنفی میں حرام ہے سنتا ہے۔ بادشاہ کو واجب ہے کہ علماء کو طلب کر کے ایک محضر بنا دے اور اسے اس فعل نامشروع سے ممانعت کرے۔ بادشاہ غیاث الدین نے قلعہ تغلق آباد میں کہ اس کا تعمیر کیا ہوا تھا۔ شیخ اور جمیع علماء کو اس قلعہ میں طلب کیا۔ چنانچہ ترپن (۵۳) دانشمند کہ ہر ایک اپنے تئیں سرآمد روزگار جانتے تھے اور یہ تمام عالم راگ اور سرور کے مسئلہ میں شیخ نظام الدین اولیاء سے خصومت اور نزاع رکھتے تھے۔ بحث کے واسطے حاضر ہوئے۔ مولانا فخرالدین رازی کہ شیخ کے مریدوں سے تھے اور دم اجتہاد سے مارتے تھے۔ انہوں نے بادشاہ سے یہ بات کہی کہ دو آدمیوں کو جو سب سے عالم زیادہ ہوں انتخاب کیجئے تو وہ ہم سے بحث کریں۔ الغرض بادشاہ نے قاضی رکن الدین ابوالحی کو کہ شہر کا حاکم اور شیخ کی عداوت میں فخر و مباہات کرتا تھا بحث کے واسطے اشارہ کیا اور قاضی نے شیخ کی طرف متوجہ ہو کر کہا اے درویش تم سرور اور راگ کے بارہ میں کیا دلیل رکھتے ہو۔ شیخ حدیث نبوی السماع مباح لاہلہ کو اپنی برءت کی دلیل لائے۔ قاضی نے جواب دیا۔ تم مرد مقلد ہو تمہیں حدیث سے کیا کام ہے کوئی روایت ابو حنیفہ سے لاؤ تو ہم اسے قبول کریں۔ شیخ نے کہا سبحان اللہ میں حدیث صحیح مصطفوی سے نقل کرتا ہوں اور تم مجھ سے روایت ابو حنیفہ طلب کرتے ہو۔ شاید حکومت کی رعونت تمہارے دماغ میں ہے کہ تم خدا کے دوستوں سے بے ادبی کرتے ہو۔ انشاء اللہ تعالیٰ جلد اس عہدہ سے معزول ہوگے اور بادشاہ نے جب حدیث پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم سنی متفکر ہو کر کچھ نہ کہا اور یہ گفتگو میں تھے اور وہ سب کے سوال و جواب سنتا تھا کہ اتنے میں مولانا علم الدین پوتے شیخ بہاء الدین زکریا کے ملتان سے آئے اور گرد راہ سے دیوان عام میں تشریف لے گئے۔ بادشاہ نے مع حصار مجلس ان کے استقبال کے واسطے قیام کیا اور مولانا علم الدین نے پہلے شیخ نظام الدین اولیاء سے متوجہ ہو کر ملاقات کی اور باعزاز و احترام پیش آئے۔ اس کے بعد بادشاہ سے پوچھا کہ آپ نے شیخ کو کس واسطے تکلیف دی ہے کہ وہ جناب یہاں تشریف لائے ہیں۔ بادشاہ نے کہا کہ حاست اور حرمت راگ کے بارہ میں علما کا محضر ہوا تھا۔ الحمد للہ کہ آپ بھی تشریف لائے ہیں۔ مولانا علم الدین نے کہا علامہ زمان تھے کہا میں نے سفر مکہ اور مدینہ اور مصر اور شام کیا ہے۔ تمام شہروں میں مشائخ باوجود علمائے تبحر اور پرہیزگار کے راگ سنتے ہیں اور کوئی شخص انہیں مانع نہیں ہوتا ہے۔ ولاہلہ بلا شک و شبہ مباح ہے اور حضرت

marfat.com

Marfat.com

شیخ نظام الدین اولیاء اور اصحاب ان کے تمام اہل حال ہیں او ران کا ظاہر و باطن کمال اخلاق اور زہد و تقویٰ سے آراستہ و پیراستہ ہے اور حضرت رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم نے راگ سنا ہے اور وجد فرمایا ہے۔ جب مولانا نے یہ کہا بادشاہ اٹھا اور شیخ نظام الدین اولیاء کو باعزاز و اکرام تمام رخصت کیا اور بادشاہ ازبسکہ شرمندہ ہوا۔ اسی دن قاضی رکن الدین ابوالحی کو عہدہ حکومت سے معزول کیا اور منقول ہے کہ جب شیخ نظام الدین اولیاء کا سن مبارک پچانوے سال کو پہنچا وہ جناب سات مہینے مرض حسب بول و غائط میں مبتلا رہے۔ ایک روز اقبال کو طلب کر کے فرمایا کہ اسباب اور زر نقد سے جو کچھ میری ملک میں ہے حاضر کر تو آدمیوں پر تقسیم کروں۔ اس نے جواب دیا کہ زر نقد سے تو کچھ ایک حبہ میری تحویل میں نہیں ہے۔ ہر روز کی آمدنی اسی دن صرف ہوتی ہے لیکن کئی ہزار من غلہ انبار خانہ میں موجود ہے۔ ہر روز لنگر میں خرچ ہوتا ہے۔ شیخ نے فرمایا کہ اسے کس واسطے نگاہ رکھا ہے۔ جلد اسے برآوردہ کر اور مستحقوں کو پہنچا۔ یہ فرما کر بقچہ جامہ کا طلب کر کے ایک دستار اور ایک پیراہن اور ایک مصلائے خاص مولانا برہان الدین غریب کو عطا کیااور انہیں دکن کی طرف رخصت فرمایا اور ایک پگڑی اور ایک کرتا اور ایک جانماز شیخ یعقوب کو دے کر گجرات کی سمت روانہ کیا اور اسی طور سے مولانا جمال الدین خوارزمی مولانا شمس الدین یحیٰی کو ایک ایک دستار اور پیراہن اور مصلا عنایت فرمایا اور بقچہ میں کوئی شے قسم جامہ سے باقی نہ رکھی اور ان دنوں میں جو شیخ نصیر الدین اودھی حاضر نہ تھے انہیں کچھ عنایت نہ ہوا۔

اس سبب سے تمام حصار مجلس حیران رہے لیکن بعد چند روز کے بروز چہار شنبہ ربیع الآخر کی اٹھارہویں تاریخ ۷۲۵ سات سو پچیس ہجری میں بعد نماز ظہر سلطان الاولیاء نے نصیر الدین اودھی کو طلب کر کے خرقہ اور عصا' مصلہ اور تسبیح اور کاسہ چوبین یعنی کچکول وغیرہ جو کچھ شیخ فرید الدین مسعود گنج شکرؒ سے اس جناب کو پہنچا تھا۔ انہیں سب عنایت فرمایا اور حکم ہوا کہ تم دہلی میں رہ کر آدمیوں کی قضا اور جفا اٹھاؤ۔ پھر بعد نماز عصر کہ ابھی آفتاب غروب نہ ہوا تھا سلطان الاولیاء جوار رحمت حق میں واصل ہوئے اور غیاث پور میں کہ اب وہ محلات نئے دہلی سے ہے مدفون ہوئے اور وہ جناب ہمیشہ مجرد رہے۔ عمر پارسائی میں بسر کی اور مشہور ہے کہ بادشاہ غیاث الدین تغلق شاہ اگرچہ بحسب ظاہر شیخ سے کچھ نہ کہتا تھا اور شیخ کے احوال کا معارض اور متعرض نہ ہوتا تھا لیکن اس قدر اپنے دل میں رنجش رکھتا تھا کہ اس نے جس وقت بنگالہ سے مراجعت کی عزیمت کی شیخ کو پیغام بھیجا کہ میرے آنے تک آپ کو دہلی میں نہ رہنا چاہیے اور بعد اس کے غیاث پور سے نکل جاؤ۔ شیخ نے حالت بیماری میں یہ جواب دیا کہ ابھی دہلی دور ہے۔ پھر آخر کو یہ ہوا کہ وہ دہلی میں نہ پہنچا تھا کہ تغلق آباد کا محل اس پر گرا اس میں دب کر ہلاک ہوا اور شیخ نے اس سے چند روز پیشتر رحلت کی تھی اور یہ مثل کہ ابھی دہلی دور ہے ہند میں مشہور ہے نقل ہے کہ ایک روز شیخ فرید الدین مسعود گنج شکرؒ کے مکان میں فاقہ تھا۔ شیخ نظام الدین اولیاء سے فرمایا کہ کچھ لاؤ سلطان الاولیاء نے اپنی دستار مبارک رہن کر کے قدرے لوبیا خرید کی اور جوش کر کے حاضر کی۔ شیخ فرید الدین مسعود گنج شکرؒ نے باتفاق یاران تناول فرمائی اس کے بعد آنحضرت کے پیر نے یہ دعا دی کہ کیا خوب اسے پکایا تھا اور نمک موافق اس میں ڈالا تھا۔ حق سبحانہ تعالیٰ اپنے فضل و کرم سے ایسا کرے کہ تیرے باورچی خانہ میں ہر روز ستر من نمک خرچ ہو اور اسی وقت شیخ نے دیکھا کہ شیخ نظام الدین اولیاء کی ازار جا بجا سے چاک ہے۔ حضرت شیخ فرید الدین گنج شکرؒ نے اپنی ازار مکان سے طلب کی اور آپ کو عطا کی اور فرمایا اسے پہن۔ شیخ نظام الدین اولیاء نہایت محظوظ ہوئے اور شیخ کے حضور وہ ازار اپنی ازار پر پہننے لگے۔ ناگاہ ازار بند دست مبارک سے چھٹ گیا۔ ازار گر پڑی۔ شیخ نے فرمایا کہ ازار بند خوب کس کر باندھ شیخ نظام الدین اولیاء نے عرض کہ کیونکر باندھوں۔ فرمایا ایسی باندھ کہ سوائے حوارن بہشتی کسی کے واسطے نہ کھلے۔ شیخ نظام الدین اولیاء تعظیم بجالائے اور قبول کیا۔ چنانچہ توفیق ایزدی سے آخر عمر تک عورتوں سے مباشرت نہ کی اور جیسا کہ شیخ فرید الدین مسعود گنج شکرؒ نے فرمایا تھا ہر روز ستر من نمک آپ کے باورچی خانہ میں صرف ہوتا تھا اور نقل ہے کہ ایک صوفی کو شیخ نظام الدین اولیاء کی مجلس میں حال آیا اور وہ ایک آہ کھینچ کر جل گیا۔ سلطان الاولیاء جب حال سے فارغ ہوئے پوچھا کہ یہ خاکستر

marfat.com

Marfat.com

کیسی ہے۔ لوگوں نے عرض کہ کی فلاں صوفی ایک آہ کر کے جل گیا۔ یہ اسی کی راکھ ہے۔ پھر شیخ نے پانی پر کچھ پڑھ کر اس پر چھڑکا وہ صوفی فوراً زندہ ہوا اور تذکرۃ الاولیاء میں مذکور ہے کہ شیخ نے اس سے فرمایا تجھے روا نہیں ہے کہ تو راگ کے وقت حاضر ہو۔ کس واسطے کہ تو ابھی خام ہے۔ اس سبب سے تو ایک آہ سے جل جاتا ہے اور صوفیوں کے سر پر بہت ماجرے گزرتے ہیں کہ اس کے متحمل ہوتے ہیں دم نہیں مارتے۔

marfat.com

Marfat.com

شیخ نصیرالدین اودھی المشہور بہ چراغ دہلی قدس سرہ

شیخ نصیرالدین اودھی شیخ نظام الدین اولیاء کے قائم مقام اور سجادہ نشین ہوئے اور جامع جمیع علوم ظاہری اور باطنی ہو کر اخلاق حسنہ کے ساتھ انصاف رکھتے تھے اور ان کے فضل و دانش کی کثرت اور وفور سے سلطان الاولیاء کے اصحاب انہیں گنج معانی کہتے تھے۔ شیخ نظام الدین اولیاء کے بعد از وفات وہ جناب دہلی میں سجادہ نشین ہوئے اور خلائق کی ہدایت و ارشاد میں مشغول ہوئے۔ جیسا کہ مخدوم جہانیاں سید جلال کی داستان میں لکھا ہے کہ جب مکہ معظمہ میں شیخ عبداللہ یافعی کی زبان پر جاری ہوا کہ مشائخ دہلی کے تمام جوار رحمت حق میں واصل ہوئے۔ اب شیخ نصیرالدین اودھی کے چراغ دہلی ہے باقی رہا۔ اس واسطے اس جناب کا چراغ دہلی لقب ہوا اور مخدوم جہانیاں مکہ سے مراجعت کر کے دہلی میں آئے۔ اور شیخ نصیرالدین اودھی المشہور بہ چراغ دہلی کی صحبت میں تبرک خرقہ سے مخصوص ہوئے۔ اس سبب سے کہتے ہیں کہ ملتان کے مشائخ خانوادہ چشتیہ سے بھی بہرہ رکھتے ہیں اور سید محمد گیسو دراز جو شہر حسن آباد میں گلبرگہ میں مدفون ہیں اور یہ شیخ اخی سراج پروانہ کہ مقبرہ ان کا بنگالہ میں ہے اور شیخ حسام الدین جو نہروالہ گجرات میں آسودہ ہیں۔ آنحضرت کے مریدوں سے ہوتے ہیں اور منقول ہے کہ شیخ نصیرالدین اودھی نے خلق کے ازدحام سے بہ تنگ آ کر امیر خسرو سے کہا کہ آپ شیخ نظام الدین سے میرے واسطے رخصت لیں تو میں کسی پہاڑ یا بیابان میں جا کر اس ہجوم سے نجات پا کر ذکر حق میں مشغول ہوں۔ شیخ نے فرمایا ان سے جا کر کہو کہ تمہیں خلق میں رہنا اور ان کے قفا اور جفا سہنا پڑے گا اور نقل ہے کہ بادشاہ محمد تغلق شاہ خونریزی اور سیاست کے سبب خونی مشہور ہوا تھا۔ اس نے درویشوں سے سومزاجی بہم پہنچا کر حکم کیا کہ درویش خدمت گاروں کی طرح میری خدمت کریں۔ یعنی کوئی مجھے پان کھلائے اور کوئی میرے دستار باندھے۔ الغرض بہت مشائخوں کو ایک ایک خدمت پر مقرر کیا اور شیخ نصیرالدین اودھی چراغ دہلی کو بھی تکلیف پوشاک پہنانے کی دی۔ شیخ نے قبول نہ کی۔ بادشاہ نے طیش میں آ کر شیخ کو قفادے کر قید کیا اور شیخ کو اپنے پیر شیخ نظام الدین اولیاء کا کلام یاد آیا ناچار انہوں نے قبول کر کے قید سے نجات پائی۔ قضارا انہیں دنوں میں بادشاہ کو قضایائے عجیب پیش آئے اور اسی عرصہ میں فوت ہوا۔ بندگان خدا نے رہائی پائی اور تذکرۃ الاتقیاء میں مرقوم ہے کہ شیخ نماز عصر کے بعد حجرہ میں داخل ہو کر حق کی طاعت و عبادت میں مشغول ہوتے تھے اور کسی سے بات نہ کرتے تھے اور خادموں کو یہ حکم دیا تھا کہ اس وقت جو شخص میری ملاقات کو آئے اسے ایک تنکہ دے کر رخصت کرو اگر ایک تنکہ نہ لے دو تنکہ سے پچاس تنکہ تک دے کر اسے واپس کر دو اور اگر اس مقدار سے بھی راضی نہ ہو اسے میرے پاس بھیجو۔ چنانچہ ایک روز کا مذکور ہے کہ ایک قلندر شیخ کے دیکھنے کو آیا۔ ہرچند خادموں نے چاہا کہ وہ کچھ لے کر رخصت ہوں۔ ان کا سمجھانا مفید نہ ہوا۔ ناچار اسے اذن دخول حجرہ دیا۔ قلندر شیطان صفت نے حجرہ میں جا کر بہ سختی و درشتی شیخ سے کچھ طلب کیا۔ شیخ نے جو طاعت میں مشغول تھے دو تین مرتبہ اشارہ کیا کہ بیٹھ جا میں تجھے دوں گا قبول نہ کیا اور اس موذی نے چند زخم چھری کے شیخ کے جسد مبارک پر مارے کہ خون سوراخ آستانہ سے رواں ہو کر برآمد ہوا۔ خادم مضطرب ہو کر اندر گئے اور چاہا کہ اسے سزا کو پہنچا دیں۔ شیخ نے ممانعت کی اور ایک گھوڑا اور پچاس اشرفی اسے مرحمت فرمائیں اور ارشاد کیا کہ تو گھوڑے پر سوار ہو کر اس شہر سے نکل جا تو کوئی تجھے مزاحمت نہ پہنچا دے۔ قلندر اسے لے کر حسب الارشاد کاربند ہوا اور چند ساعت کے بعد جب وقت ارتحال پہنچا۔ آپ نے وصیت کی کہ سید محمد گیسو دراز مجھے غسل دیں اور اس خرقہ میں جو شیخ نظام الدین اولیاء سے پہنچا ہے لپیٹ کر مع عصا اور مصلا مجھے قبر میں رکھیں۔ الغرض وہ جناب اٹھارہویں تاریخ ماہ رمضان المبارک شب جمعہ ۷۵۷ ہجری میں ساتھ رحمت ایزدی کے واصل ہوئے اور سید محمد

marfat.com

Marfat.com

گیسو دراز نے حسب وصیت عمل کر کے غسل و کفن دے کر مدفون کیا اور مدت آپ کی عمر کی بیاسی برس راوی نشان دیتے ہیں اور نقل ہے کہ سید محمد گیسو دراز نے جب دیکھا کہ پیر بے نظیر شیخ نصیر الدین اودھی المشہور بہ چراغ دہلی سے خرقہ اور عصا اور مصلا نہ پہنچا۔ گریان باسینہ بریان شہر دہلی سے برآمد ہو کر دکن کی طرف گئے۔ اس وقت میں شاہ فیروز شاہ بہمنی دکن میں فرمانروا تھا وہ سید کے آنے سے نہایت خوش ہوا اور انہیں باعزاز تمام احمد آباد بیدر میں پہنچایا اور اس تفصیل سے کہ جو احوال میں اس کے لکھا گیا سید کا مرید اور معتقد ہوا اور ان کی تعظیم و تکریم میں زیادہ تر کوشش کر کے ایک گنبد کہ سید اس میں مدفون ہیں تیار کیا اور اہالی دکن کو ان بزرگوار کی نسبت حد سے زیادہ اعتقاد اور اخلاص تھا۔ سلطان فیروز شاہ نے فرمایا کہ جو قصبے شاہان بہمنیہ نے ان سید کو وقف کیے ہیں شاہان عادل شاہیہ و نظام شاہیہ اور قطب شاہیہ ان کے فرزندوں پر حسب دستور بحال رکھیں اور اولاد ان کی دو فرقہ ہوئی۔ بعض نے مذہب امامیہ لیا اور بعض مذہب حنفی رکھتے ہیں کہتے ہیں کہ جب سید ہجرت کے راستے سے دکن میں روانہ ہوئے۔ شیخ نصیرالدین اودھی المشہور بہ چراغ دہلی کے بہت مریدوں نے ان کی ہمراہی اختیار کی لیکن جب ان کے ہمراہ نہروالہ میں پہنچے اور خواجہ رکن الدین کان شکرؒ سے ملاقات کی خواجہ نے پوچھا کہ اپنے تئیں کہاں پہنچا فرمایا میں نے کام شبلی اور جنید کا کیا لیکن کشائش اپنے کام میں نہ پائی خواجہ نے کہا اس سبب سے کہ ان بزرگواروں نے کیسۂ زر پھینکا تھا اور تو نے جمع کیا سید متنبہ ہوئے اور کیسہ زر جو ہمیشہ کمر میں رکھتے تھے۔ اسے اپنے پاس سے دور کیا ایک مریدان شیخ نصیرالدین اودھی چراغ دہلی سے شیخ اخی سراج پروانہ ہیں اور وہ اگرچہ شیخ نظام الدین اولیاء کی نسبت ارادت صادق رکھتے تھے اور اس جناب سے تربیت پا کر بنگالہ کی طرف رخصت ہوئے تھے لیکن شیخ نظام الدین اولیاء کی بعد وفات پھر دہلی میں آئے اور دست ارادت شیخ نصیرالدین چراغ دہلی کے ہاتھ میں دے کر درجہ کمال کو پہنچے اور خرقہ بنگالہ کی خلافت کا پایا اور مشہور ہے کہ جب شیخ نصیرالدین اودھی نے انہیں بنگالہ کی رخصت عطا فرمائی۔ انہوں نے عرض کیا کہ اس مملکت میں شیخ علاء الدین قل تشریف رکھتے ہیں اور اس طرف کی تمام خلقت ان سے رجوع ہے۔ میرا رہنا اس ملک میں کیا اثر بخشے گا۔ شیخ نے فرمایا کہ تم اوپر دے قل یعنی تم بالا اور وہ زیر شیخ اخی سراج پروانہ اپنے کام کی برتری کی بشارت سن کر بنگالہ کی طرف راہی ہوئے۔ مگر جس روز کہ شیخ علاء الدین قل کی ملاقات کو گئے وہ شیخ کے اس ملک میں آنے سے آزردہ خاطر ہوئے۔ خبر ان کی تشریف آوری کی سن کر چارپائی پر چار زانو ہو کر بیٹھے اور جب شیخ تشریف لائے انہیں سلام کیا تو انہوں نے تواضع نہ کی۔ اسی طریق سے بیٹھے رہے اور شیخ اخی سراج پروانہ چارپائی سے اتر کر نیچے بیٹھے اور بہ بشاشت تمام کلام حقانی اور معارف سے شروع کیے خدا جانے کہ شیخ علاء الدین قل کو کیا مشاہدہ ہوا جو یکایک چارپائی سے اتر کر نیچے بیٹھے اور شیخ اخی سراج پروانہ کو بمبالغہ تمام چارپائی پر بٹھا کر ان کے مرید ہوئے اور شیخ نصیرالدین اودھی چراغ دہلی کے مریدان صاحب حال بہت ہیں چونکہ احوال ان کا بہ تفصیل مولف کی نظر سے نہیں گزرا۔ لہٰذا ان کے ذکر میں نہیں مشغول ہوا۔ سلطان المشائخ شیخ نظام الدین اولیاء کے خلفاء کے واقعات آغاز کیے۔

شاہ منتخب الدین المعروف بزرزری بخش قدس سرہ

منقول ہے کہ شاہ منتخب الدین اور شیخ برہان الدین شیخ نظام الدین اولیاء کی خدمت میں حاضر ہو کر مرید ہوئے اور جو علوم متداولہ اور اخلاق حسنہ میں کمال رکھتے ہیں ان بزرگوار کے منظور نظر ہو کر مراتب عالیہ پر فائز ہوئے۔ پہلے شیخ نظام الدین اولیاء نے خلافت نامہ اور مصلا اور عصاء اور خلعت شاہ منتخب الدین کو عنایت فرمایا اور ارشاد خلائق کے واسطے دکن میں تعین کیا اور بروایت مشہور اپنے سات سو مرید کہ بعضے پالکی سوار تھے۔ ان کے ہمراہ کیے شاہ منتخب الدین ان بزرگواروں کے خرچ کے بارہ میں متفکر ہوئے اور سلطان المشائخ سے عرض کیا کہ ریاست مقتضی غم خواری متعلقان اور دوستاں ہے اور مجھ میں یہ قوت اور استطاعت نہیں۔ شیخ نظام الدین اولیاء نے مراقبہ

marfat.com

Marfat.com

میں جا کر فرمایا خرچ ان آدمیوں کا ہر شب نماز تہجد کے وقت تمہارے پاس پہنچے گا۔ شاہ منتخب الدین زمین خدمت کو لب ادب سے بوسہ دے کر راہی ہوئے اور دولت آباد میں پہنچ کر متوطن ہوئے اور آخر عمر تک ہر شب کو نماز تہجد کے وقت غیب سے ایک ڈبہ زریں آتا تھا اور شاہ علی الصباح اسے فروخت کر کے درویشوں کے صرف میں لاتے تھے اور بعض کتب میں لکھا ہے کہ شاہ زر درج سے برآورد کر کے بوسہ دیتے تھے اور نماز تہجد کی ادا کرتے تھے اور صبح کو وہ زر رفقاء کے صرف میں لاتے تھے۔ اس سبب سے مشہور بزرزری بخش ہوئے اور نقل ہے کہ جب شاہ منتخب الدین دولت آباد میں فوت ہوئے۔ اسی دن شیخ نظام الدین اولیاء نے ازروئے کشف دریافت کر کے شیخ برہان الدین سے پوچھا کہ تمہارے بھائی شاہ منتخب الدین کی کیا عمر تھی۔ وہ سمجھے کہ میرا بھائی رحمت حق میں واصل ہوا اپنے مکان میں جا کر ماتم میں بیٹھے۔ دوسرے دن سلطان المشائخ کی زیارت کے واسطے حاضر ہوئے اور شیخ نظام الدین اولیاء نے اپنی وفات سے پیشتر شیخ برہان الدین کو خرقہ خلافت دکن کا مرحمت کر کے رخصت فرمایا تھا۔

شیخ برہان الدین رحمتہ اللہ علیہ

کہتے ہیں جب سلطان المشائخ نے انہیں دکن کی نقد رخصت عنایت فرمائی۔ زمین خدمت کو بوسہ دے کر عرض کی کہ میں اس مجلس کے بزرگواروں کو کہاں پاؤں گا۔ شیخ نے مراقبہ میں جا کر فرمایا میں نے اہل مجلس کہ چار سو آدمی ہیں تمہیں عطا کیے۔ پھر عرض کی کہ میں طاقت جدائی کی نہیں رکھتا۔ شیخ نے مراقبہ میں جا کر یہ ارشاد کیا کہ جس مقام میں تم رہو گے میرے اور تمہارے حجاب نہ ہوگا۔ چاہیے کہ تم سفر اختیار کرو اور فتوح کے باب میں لاردو اور لاکد رہنا۔ شیخ برہان الدین حسب الحکم مع چار سو درویش دولت آباد میں جا کر ساکن ہوئے اور اس ملک کے باشندوں کو اعتقاد عظیم بہم پہنچا زر فتوح بے شمار آنے لگا اور تذکرۃ الاتقیا میں تحریر ہے کہ ابتدائے حال میں باورچی خانہ نظام الدین اولیاء کا ان کے حوالہ تھا۔ ایک روز شیخ برہان الدین باورچی خانہ میں کج پر بیٹھے تھے۔ سردی نے ان پر غلبہ کیا۔ ایک پارچہ کہ دوش پر ڈالے تھے۔ اسے زمین سرد پر ڈال کر بیٹھے بعدہ ایک شخص نے ان میں سے سلطان المشائخ کو خبر پہنچائی کہ شیخ باورچی خانہ میں نمالچہ پر بیٹھے ہیں۔ فرمایا بے ادبی کی ہے ابھی ہوس اس کے سر میں باقی ہے وہ میرے سامنے آنے نہ پائے یہ خبر جب شیخ برہان الدین نے سنی پیر کی مفارقت سے نہایت بے تاب ہوئے۔ ہر چند یاروں سے التماس سفارش کی فائدہ نہ بخشا۔ آخرش امیر خسرو کے پاس التجا لے گئے اور جو وہ سلطان المشائخ کی خدمت میں قرب اور عزت تمام رکھتے تھے۔ انہوں نے رحم دلی سے ان کی درخواست قبول کرائی اور دستار اپنے سر سے اتار کر ان کی گردن میں ڈال کر اسی نہج سے سلطان الاولیاء کی خدمت میں لے گئے اس وقت وہ جناب کلاہ سر مبارک پر کج رکھے ہوئے وضو کرتے تھے۔ بدیہہ یہ بیت پڑھی۔

ہر قوم راست راہے دینی و قبلہ گاہے
من قبلہ راست کردم برسمت کج کلاہے

آنحضرت نہایت خوش وقت ہوئے اور اٹھ کر دونوں سے بغلگیر ہوئے اور منقول ہے کہ ایک روز سلطان المشائخ کے روبرو شیخ بایزید بسطامی کی تعریف کرتے تھے۔ آنحضرت نے فرمایا ہم بھی بایزید بسطامی رکھتے ہیں۔ یاروں نے پوچھا کہاں ہے۔ فرمایا جماعت خانہ میں بیٹھا ہے۔ خواجہ اقبال بسرعت تمام جماعت خانہ میں گئے دیکھا کہ شیخ برہان الدین وہاں بیٹھے ہیں۔ یاروں نے جانا کہ یہ بات ان کے حق میں فرمائی ہے نقل ہے کہ سلطان المشائخ فرماتے تھے کہ جس وقت کوئی شخص میرے پاس بیعت کے واسطے آتا ہے۔ میں پہلے لوح محفوظ کو دیکھتا ہوں۔ اگر وہ اہل سعادت ہے فی الفور اس کے ہاتھ ہاتھ میں دیتا ہوں اور جو اس کے برعکس ہے توقف کرتا ہوں اول اس کی سعادت کے واسطے حق تعالیٰ سے دست بدعا ہوتا ہوں۔ بعد اس کے اسے مرید کرتا ہوں۔ الغرض شیخ برہان الدین جب دولت آباد میں برحمت حق واصل ہوئے خادموں نے اس مقام میں انہیں دفن کیا اور شیخ زین الدین ان کے قائم مقام اور جانشین ہوئے۔

marfat.com

Marfat.com

شیخ زین الدین رحمتہ اللہ علیہ

بعض راویوں کا یہ قول ہے کہ شیخ زین الدین اودھی المشہور چراغ دہلی کے بھانجے ہیں اور وہ جناب بہت صاحب حال اور اہل کمال تھے۔ جس وقت نصیر خان فاروقی والی خاندیش نے قلعہ اسیر کو آسا اہیر سے لیا۔ شیخ زین الدین سے استدعائے قدوم کی اور جو کہ وہ ارادت صادق رکھتا تھا التماس اس کی قبول ہوئی و جناب اس مقام میں کہ جہاں قصبہ زین آباد ہے تشریف لائے اور نصیر خان فاروقی دریا کے اس طرف اس موضع میں کہ بالفعل جہاں شہر برہان پور ہے وارد تھا۔ شیخ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کی کہ وہ جناب قلعہ اسیر کو اپنے نور حضور سے منور فرمائیں۔ حضرت نے یہ امر قبول نہ کیا۔ فرمایا کہ مجھے پیر کی اجازت نہیں ہے کہ آب تپتی سے عبور کروں۔ الغرض نصیر خان چند روز جب تک کہ شیخ وہاں رونق افزا رہے ہر روز صبح کی نماز شیخ کے پیچھے ادا کر کے درویشوں کی خدمت میں تقصیر نہ کرتا تھا۔ جس وقت شیخ نے عزم مراجعت کیا نصیر خان نے انہیں تکلیف قبول قصبات اور دیہات کی کی۔ آپ نے جواب دیا کہ فقیروں کو جاگیر سے کیا نسبت ہے۔ جب نصیر خان حد سے زیادہ مصر ہوا کہ میری سرفرازی کے واسطے کچھ قبول فرمائیں۔ شیخ نے کہا یہ امر قبول کرتا ہوں کہ جس مقام میں تم وارد ہوئے ہو وہاں پر ایک شہر میرے پیر شیخ برہان الدین کے نام آباد کرو اور اس مقام میں کہ فقیر فروکش ہوا ہے۔ ایک قصبہ اس فقیر کے نام بنا کر خلاصہ یہ کہ نصیر خان فاروقی نے شیخ کے حضور دونوں موضع کی بنا ڈالی۔ خشت زمین پر رکھی اور شیخ کی زبان مبارک کی تاثیر سے شہر برہان پور عرصہ قلیل میں اس قدر آباد ہوا کہ مصر کے ساتھ دعوئ ہمسری کا کرنے لگا اور زین آباد بھی قصبات میں محسوب ہوا۔

شیخ نظام الدین ابوالمؤید

انہوں نے غزنین میں شیخ عبدالواحد سے خرقہ خلافت کا پایا۔ اس کے بعد دہلی میں آ کر خواجہ قطب الدین بختیار کاکیؒ کے مرید ہوئے اور آنحضرت کی خدمت میں مرتبہ کمال کو پہنچ کر واصلان حق سے ہوئے اور والدہ ماجدہ ان کی بی بی سامیراں کہ ہمشیرہ سید نورالدین غزنوی کی تھیں۔ وہ خواجہ قطب الدین کو بھائی کہتی تھیں اور خواجہ بھی انہیں مثل اپنی ہمشیرہ سمجھتے تھے۔ اور شیخ نظام الدین اولیاء فرماتے ہیں کہ میں ابتداء حال میں روز جمعہ کو شہر دہلی کی جامع مسجد میں حاضر تھا۔ ناگاہ شیخ نظام الدین ابوالمؤید تشرف لائے اور اس طرح سے دوگانہ تحیت میں مشغول ہوئے کہ مجھے ان کی حالت استغراق سے ذوق تمام حاصل ہوا۔ بعد ادائے نماز ایک فقیر قاسم نام منبر پر چڑھے اور ایک آیت کلام اللہ کی پڑھی۔ اس کے بعد شیخ نظام الدین ابو المؤید نے کلام آغاز کر کے فرمایا کہ میں نے یہ بیت اپنے یار کے خط خاص سے لکھی دیکھی۔

در عشق تو کی از تو حذر خواہم کرد   جان در غم تو زیر و زبر خواہم کرد

یہ بیت اس سوز و گداز سے پڑھی کہ سامعین اسے سن کر نعرہ زن ہوئے اور مجھے بھی اپنے تن بدن کا ہوش نہ رہا اور نقل ہے کہ بادشاہ غیاث الدین بلبن کے عہد میں امساک باراں ہوا لوگوں نے شیخ نظام الدین ابوالمؤید کو دعائے باراں کی تکلیف کی۔ ناچار ہو کر دعائے باراں پڑھی اور آسمان کی طرف منہ کر کے فرمایا کہ مجھے قسم ہے تیری عظمت اور بزرگی کی اگر تو آج کے دن پانی نہ برسائے گا میں کسی آبادی میں نہ رہوں گا۔ غرض کہ حضرت ابھی منبر سے نہ اترے تھے کہ باران رحمت نازل ہوا اور راوی کا یہ بھی قول ہے کہ سید قطب الدین ترمذی ایک بزرگان وقت سے تھے۔ انہوں نے شیخ سے کہا کہ میں جانتا ہوں آپ کو حق تعالیٰ کے ساتھ اخلاص اور نیاز تمام ہے لیکن یہ بات آپ نے کیوں فرمائی کہ اگر پانی نہ برسے گا میں کسی آبادی میں نہ رہوں گا۔ شیخ نے جواب دیا میں یقین جانتا تھا کہ حق سبحانہ

marfat.com

Marfat.com

تعالیٰ باران رحمت نازل کرے گا میں نے اس واسطے یہ فضولی کی تھی اور بعض کا یہ قول ہے کہ شیخ نظام الدین ابوالموید نے جواب دیا کہ مجھ سے اور سید نورالدین مبارک غزنوی سے شمس الدین التمش کی مجلس میں کچھ نزاع ہوئی تھی اور لوگوں نے انہیں مجھ سے رنجیدہ کیا تھا اور اس وقت میں مجھے یاروں نے دعائے باراں کی تکلیف دی۔ میں نے ان کے روضہ میں جاکر فاتحہ پڑھی اور یہ کہا کہ مجھ سے درگزر کیجئے۔ ناگاہ روضہ مبارک سے آواز آئی کہ میں نے تجھ سے صلح کی جا دعا کر کہ البتہ حق تعالیٰ باران رحمت فرما دے گا۔ بسبب اس اعتماد کے یہ کلمہ زبان پر لایا تھا اور کہتے ہیں کہ اس دن منبر پر برآمد ہو کر شیخ نے ہاتھ آستین میں کر کے اور ایک کپڑا برآور دہ کر کے آسمان کی طرف دیکھا اور اس کپڑے کو جنبش دے کر دعا پڑھی اس صورت میں ملا وجیہ الدین یحییٰ کہ وہ خواجہ کے مرید تھے۔ لوگوں نے ان سے پوچھا کہ وہ پارچہ کیسا تھا۔ فرمایا کپڑا خواجہ قطب الدین بختیار کاکیؒ کا دامن تھا۔ خواجہ نے میری والدہ بی بی سامیراں کو عنایت فرمایا تھا وہ ہی اجابت دعا میں دخیل ہوا۔

امیر خسرو دہلوی

نام اصلی ان کا ابوالحسن ہے۔ اور آنحضرت کے والد امیر سیف الدین محمود امرائے ہزارہ بلخ سے تھے اور قریش کے اطراف میں رہتے تھے اور چنگیز خان کے فتنہ شروع ہونے کے قریب وہاں سے ہندوستان میں آکر امرا کی سلک میں منتظم ہوئے اور امیر خسرو قصبہ مومن آباد میں کہ اس زمانہ میں اس قصبہ کو پٹیالی کہتے ہیں پیدا ہوئے اور آٹھ برس کے سن میں جیسا کہ مذکور ہوا باپ اور بھائی کی خدمت میں کہ اعزالدین علی شاہ اور حسام الدین نام تھا رہے اور بہ عہد غیاث الدین بلبن کے شیخ نظام الدین اولیاء کی خدمت میں مشرف ہو کر مرید ہوئے۔ جب نو برس کا زمانہ گزرا امیر سیف الدین محمود کہ جن کی عمر پچاسی برس کی تھی ایک معرکہ میں کفار کے ہاتھ سے شہید ہوئے اور اعزالدین علی شاہ قائم مقام ان کے ہوئے اور امیر خسرو نے اپنے والد کے مرثیہ میں یہ بیت موزوں کی:

سیف از سرم گذشت دل من دونیم شد دریائے خون رواں شدو دریتیم شد

اور بعد شہادت امیر سیف الدین محمود کے امیر خسرو کے نانا جن کا خطاب عمادالملک اور اعیان عصر اپنے زمانہ سے تھے اور ایک سو تیرہ برس کی عمر رکھتے تھے۔ صفت ان کی دیباچہ غرت الکمال میں تحریر ہے۔ ان کی پرورش و پرداخت میں مشغول ہوئے اور اس قدر توجہ اور التفات ان کی نسبت مبذول فرمائی کہ فضلائے عصر سے ہوئے ایک دن شیخ نظام الدین اولیاء مع اپنے اصحاب بازار کی طرف جاتے تھے اور امیر خسرو کا آغاز شباب تھا۔ وہ بھی ہمراہ تھے۔ خواجہ حسن شاعر کہ حسن و جمال بے مثال اور فضل و دانش میں کمال رکھتے تھے۔ ایک دوکان میں بیٹھ کر روٹی بیچتے تھے۔ جونہی امیر خسرو کی نگاہ ان سے دوچار ہوئی ان کی شکل زیبا اور حرکات موزوں دیکھ کر مرغ دل ان کا گرفتار ہوا اور ان کے قریب جاکر پوچھا روٹی کو کیونکر بیچتا ہے۔ حسن نے جواب دیا کہ میں ایک پلہ میں روٹی رکھ کر خریدار سے کہتا ہوں کہ زر دوسرے پلہ میں رکھ جب زر اس کا روٹی کے وزن سے بہت گراں ہوتا ہے لے کر مشتری کو ایک راستہ بتاتا ہوں۔ امیر خسرو نے جواب دیا اگر مشتری مفلس ہو اس کی کیا تدبیر ہے۔ کہا اس سے زر کے عوض دو دینار بھی لیتا ہوں۔ امیر خسرو خواجہ حسن کے حسن کلام سے حیران رہے اور حقیقت حال شیخ سے عرض کی اور خواجہ حسن کو بھی درد طلب دامن گیر ہوا۔ انہیں دنوں میں دکان ترک کی اگرچہ خواجہ حسن اس عرصہ میں شیخ کے مرید نہ ہوئے تھے لیکن اول سے زیادہ تر علوم و کمالات ظاہری کی تحصیل میں مشغول ہو کر شیخ کی خانقاہ کی طرف آمد و شد کرتے تھے اور ان کے اور امیر خسرو کے درمیان الفت تمام بہم پہنچی اور دونوں نے شہزادہ محمد سلطان خان شہید بادشاہ غیاث الدین بلبن کی کہ ملتان کا حاکم تھا۔ نوکری اختیار کی۔ امیر خسرو شہزادہ کے مصحف دار اور خواجہ حسن دوات دار ہوئے۔ جب محمد سلطان خان شہید دہلی میں آتا تھا۔ دونوں عزیز شہزادہ کی خدمت سے فارغ ہو کر اکثر اوقات شیخ کی ملازمت میں بسر لے جاتے تھے۔ پھر رفتہ

marfat.com

Marfat.com

رفتہ ان کی عاشقی اور معشوقی کا اس قدر شہرہ ہوا کہ غرض گویوں نے شہزادہ سے عرض کی کہ تمام خلق امیر خسرو اور خواجہ حسن کو اہل ملامت سے جانتی ہے۔ یہ قرب خدمت کے قابل نہیں ہیں۔ امیر خسرو نے انہیں دنوں میں غزل کہ جس کا مطلع یہ ہے موزوں کی۔

زین دل خود کام کار من برسوائی کشید خسرو افرمان دل برون ہمیں بار آورد

بعد اس کے محمد سلطان خان شہید نے ازروئے مصلحت خواجہ حسن کو امیر خسرو کی مصاحبت اور اختلاط سے ممانعت فرمائی لیکن جو رشتہ محبت کا ان کے درمیان میں مضبوط تھا ممانعت نے کچھ فائدہ نہ بخشا اور اہل غرض نے پھر یہ امر محمد سلطان خان شہید سے عرض کیا اور اس مرتبہ شہزادہ نے غیظ میں آ کر چند تازیانہ خواجہ حسن کو مارے او روہ وہاں سے برآمد ہو کر پھر امیر خسرو کے مکان پر گئے اور محمد خان شہید کو اسی وقت یہ خبر پہنچی۔ متعجب ہو کر ایک حصار مجلس سے کہ حقیقت حال سے مطلع تھا یہ فرمایا کہ ان کی محبت مجازی زیور حقیقت سے آراستہ ہوئی ہے اوران کا جمال حال پردہ عفت اور صلاح سے پیراستہ ہوا ہے۔ محمد سلطان خان شہید نے آدمی بھیج کر امیر خسرو کو طلب کر کے پوچھا کہ محبت تمہاری آمیزش ہوا سے پاک ہے یا نہیں۔ انہوں نے جواب دیا کہ دوئی ہمارے درمیان سے کوچ کر گئی۔ محمد سلطان خان شہید نے گواہ طلب کیے امیر خسرو نے ہاتھ آستین سے برآوردہ کر کے کہا۔

گواہ عاشق صادق در آستین باشد

محمد سلطان خان شہید نے جب دیکھا کہ نشان تازیانہ کا جس مقام پر خواجہ حسن کے پہنچا تھا امیر خسرو کے ہاتھ پر ظاہر ہے۔ سکوت اختیار کیا اور امیر خسرو نے فوراً یہ رباعی پڑھی۔

عشق آمد و شدچہ خوانم اندر رگ و پوست تاکرو مراتہی و پر کروز دوست
اجزا بے وجودم ہمگی دوست گرفت نامیست مرا برمن و باقی ہمہ اوست

اور اس وقت میں تسیم عالم تحقیق کی۔ ان کے باغ امید پر چلی عالم اور مافیہا ان کی نظر ہمت میں ایک خس دکھلائی دیے۔ شہزادہ کی ملازمت سے مستعفی ہوئے لیکن محمد سلطان خان شہید نے انہیں بحال رکھا اور بعد اس کے جب محمد سلطان خان شہر ملتان میں بدرجہ شہادت فائز ہوئے۔ امیر خسرو دہلی میں آ کر امیر علی جامہ دار کے ملازم ہوئے اور تعریف اس کی امیر خسرو کے دیوان میں بہت ہے اور بعدہ بادشاہ جلال الدین خلجی کے مقرب ہوئے اور مثل اپنے باپ اور بھائی کے مدارج علیہ پر پہنچ کر امرائے کبار میں مخصوص ہوئے اور بادشاہ قطب الدین مبارک شاہ کے عہد تک جو بادشاہ تخت پر اجلاس کرتا امیر خسرو کو معزز کر کے امرا کے جرگہ میں رکھتے تھے اور بادشاہ غیاث الدین تغلق شاہ کہ تغلق نامہ بنام نامی اس کے ہے۔ امیر خسرو کو اور امرائے کبار سے زیادہ تر عزت دے کر سفر بنگالہ میں اپنے ہمراہ رکھتا تھا لیکن مراجعت کے وقت بادشاہ نے کسی کام کے واسطے امیر خسرو کو لکھنوتی میں چھوڑا۔ اس اثناء میں امیر خسرو نے جب سنا کہ شیخ نظام الدین اولیاء رحمت حق میں واصل ہوئے۔ اس سبب سے بے تاب ہو کر تقبیل تمام آنحضرت کے مزار پر حاضر ہوئے اور نقد و جنس جو کچھ رکھتے تھے ان کی روح پرفتوح کی ترویح کے واسطے فقراء اور مساکین پر تقسیم کیا اور بادشاہ کی خدمت سے دست کش ہو کر مجرد ہوئے اور کپڑے سیاہ ماتمانہ پہن کر آنحضرت کی قبر پر ساکن ہوئے اور مفارقت سے ایسے محزون اور مغموم ہوئے کہ سلطان المشائخ کی بعد وفات کہ چھ ماہ کا عرصہ گزرا تھا۔ جمعرات کو انتیسویں تاریخ ماہ ذی قعدہ ۷۲۵ سات سو پچیس ہجری میں بجوار رحمت ایزدی واصل ہوئے اور اسی خطیرہ میں اپنے مرشد کے پائیں دفن ہوئے اور منقول ہے کہ شیخ نظام الدین اولیاء نے بارہا فرمایا تھا کہ امیر خسرو بعد میرے زندہ نہ رہے گا۔ جب رحلت کرے میرے [illegible] دفن کرنا۔ وہ میرا صاحب اسرار ہے اور میں بھی بغیر اس کے بہشت میں قدم نہ رکھوں گا اور اگر دو شخص کا ایک قبر میں دفن کرنا جائز ہوتا تو میں وصیت کرتا کہ اسے میری قبر میں دفن کریں تو دونوں ایک جا رہتے الغرض جب امیر خسرو فوت ہوئے۔ چاہا کہ وصیت کے موافق شیخ کے پہلو میں مدفون کریں۔ ایک خواجہ سرا کہ منصب وزارت رکھتا تھا اور شیخ کا مرید تھا مانع ہوا

marfat.com

Marfat.com

کہ شیخ کے بعض مریدوں کا شیخ اور امیر خسرو کے مزار میں شبہ واقع ہوگا اس واسطے انہیں شیخ کے پائیں یاروں کے چبوترہ پر مدفون کیا۔ چنانچہ یہ قطعہ میرے استاد کا مادہ تاریخ ان کا ہے۔

قطعہ تاریخ

میرخسرو خسرو ملک سخن آن محیط فضل و دریائے کمال
نثر او دلکش تراز ماء معین نظم اوصافی تراز ماء زلال
بلبل بستان سرائے دار و دین طوطی شکر مقال بے زوال
از پے تاریخ سال فوت او چون نهادم سر بزانوے خیال
شد عدیم(۷۲۵) المثل یک تاریخ او دیگرے شد(۷۲۵) طوطی شکر مقال

تذکرۃ الاولیاء میں مسطور ہے کہ امیر خسرو استادان ماضیہ کی نسبت طعنہ زن ہوئے تھے۔ خاص اس وقت میں کہ خمسہ نظامی کا جواب کہتے تھے اور سلطان المشائخ نظامی گنجوی کے باطن سے خوف کھا کر منع کرتے تھے اور امیر خسرو درجواب کہتے تھے کہ میں آپ کی پناہ میں ہوں کچھ آسیب مجھے نہ پہنچے گا۔ قضارا جب یہ بیت کہی۔

کوکبہ خسرویم شد بلند غلغلہ درگور نظامی گفگند

ناگاہ تیغ برہنہ امیر خسرو کی طرف نمودار ہوئی امیر خسرو نے نام شیخ اور شیخ فریدالدین مسعود گنج شکر" کا لیا۔ اس وقت ایک ہاتھ پیدا ہوا اور آستین کا سرتیغ کے مپیلہ میں دیا۔ وہ تلوار وہاں سے گزر کر کے ایک بیر کے درخت پر کہ اس مقام میں تھا پہنچی۔ امیر خسرو شیخ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور یہ حال اپنے پیرومرشد سے اظہار کیا چاہتے تھے کہ شیخ نے سر آستین کا انہیں دکھلایا۔ پھر امیر خسرو نے زمین خدمت کو لب ادب سے بوسہ دے کر دعا کی اور شیخ نے ان کے حق میں یہ دو بیت فرمائیں۔

خسرو کہ بہ نظم و نثر مثلش کم خاست ملکیت ملک سخن از خسروماست
این خسروماست ناصر خسرونیست زیرا کہ خدا ناصر این خسروماست

شیخ آذری نے جواہرالانوار میں لکھا ہے کہ شیخ مصلح الدین سعدی شیرازی عین پیرانہ سالی میں شیراز سے امیر خسرو کی ملاقات کو ہندوستان میں آئے۔ شعر میں حق استادی ان پر ظاہر کرتے تھے۔ امیر خسرو بھی نہایت اعتقاد آنحضرت سے رکھتے تھے۔ اس بیت کا اعتقاد ظاہر ہے۔

خسرو سرمست اندر ساغر معنی بریخت شیرہ از خمخانہ سعدی کہ در شیراز بود

اور دوسرے مقام میں فرمایا۔

جلد مختم وارد شیرازہ ، شیرازی

اور یہ بھی منقول ہے کہ شیخ نظام الدین اولیاء نے بارہا فرمایا تھا کہ خدا مجھے اس ترک کے سوسینہ کے سبب بخشے اور امیر خسرو نے ان کی مدح میں بہت کچھ کہا ہے اور یہ دو بیت انہیں میں سے ہیں۔

جدا از خانقاہ او بہ تقدیم خلیم کعبہ راماند بہ تعظیم
ملک کردہ بہ سقفش آشیانہ چو اندر سقفہا کنجشک خانہ

اور بعض کتابوں میں فقیر کی نظر سے گزرا ہے کہ ریاضت امیر خسرو کی باوجود شغل امارت کے اس درجہ اعلیٰ کو پہنچی تھی کہ چالیس سال صوم الدہری میں بسر کیے اور حضرت خواجہ خضر کی ملاقات سے مشرف ہو کر لعاب دہن کی التماس کی۔ چنانچہ خواجہ خضر نے ارشاد کیا

marfat.com
Marfat.com

کہ یہ دولت شیخ مصلح الدین سعدی شیرازی کے نصیب ہو چکی- امیر خسرو نے شیخ نظام الدین اولیاء کی ملازمت میں حاضر ہو کر وہ حقیقت عرض کہ شیخ نے اپنا آب دہن ان کے دہن میں ڈالا- چنانچہ اس کی تاثیرات اور برکات سے امیر خسرو نے بانوے کتاب سلک نظم میں منتظم کیں اور مشہور ہے کہ امیر خسرو نے اپنی بعض تصانیف میں لکھا ہے کہ میرے اشعار پانچ لاکھ سے کمتر اور چار لاکھ سے زیادہ تر ہیں اور یہ بھی فرمایا کہ ایک روز میرے دل میں یہ خیال گزرا کہ میرا تخلص اہل دول سے ایک نسبت رکھتا ہے- اگر فقراء کی نسبت منسوب ہوتا تو کیا خوب ہوتا- عرصہ قیامت میں مجھے ساتھ اس نام کے بلاتے- سلطان المشائخ نے یہ امر دریافت کر کے فرمایا کہ وقت سعید میں تیرا تخلص رکھا جائے گا- پھر چند روز کے بعد فرمایا مجھے یوں ظاہر ہوا کہ تجھے صحرائے محشر میں محمد کاسہ لیس کہہ کر بلائیں گے اور امیر خسرو کی مدت عمر چوراسی برس کی تھی-

شیخ سلیم قدس سرہ

آنحضرت شیخ فریدالدین مسعود گنج شکرؒ کی اولاد سے ہیں- باپ ان کے سپاہی تھے- قصبہ سیکری میں جو شہر آگرہ سے بارہ کوس ہے رہتے تھے اور شیخ سلیم کی اسی قصبہ میں ولادت ہوئی- جب سن رشد اور تمیز کو پہنچے مسائل لابدی سے بہرہ حاصل کر کے تصفیہ باطن میں کوشش کی اور دو مرتبہ سیکری سے ولایت میں جا کر ممالک عرب اور عجم اور روم اور یمن کی سیر کی- ایک مرتبہ سولہ برس اس حدود میں رہے- دوسری مرتبہ سات برس اور ایک مدت بصرہ میں بسر لے جا کر تیئس حج کر کے ہندوستان میں مراجعت کی اور اس پہاڑ پر جو سیکری کے پہلو میں واقع ہے سکونت اختیار کی اور عبادت اور ریاضت میں مشغول ہوئے- اکثر ایام صوم میں بسر لے جاتے تھے اور شیر شاہ اور سلیم شاہ افغان سور اور خواص خان کہ ان کے امرائے کبار سے تھے- آنحضرت سے ارادت صادق رکھتے تھے اور جلال الدین محمد اکبر بادشاہ نے بھی آنحضرت سے محبت اور اخلاص بہم پہنچا کر اس پہاڑ میں ایک شہر موسوم بہ فتح پور بنا دیا اور بارہ برس تک اسے تخت گاہ کر کے شیخ کے مکان کے قریب ایک مسجد اور خانقاہ نہایت تکلف کی تعمیر کی اور محمد اکبر بادشاہ شیخ کی مجلس میں اکثر حاضر ہو کر شیخ کی تعظیم اور تکریم میں کوشش کرتے تھے اور جب آنحضرت ۹۷۰ نو سو ستر ہجری میں برحمت حق واصل ہوئے- آنحضرت کے بڑے صاحبزادہ شیخ بدرالدین ان کے سجادہ نشین ہوئے اور بعد چند روز کے مکہ میں جا کر وفات پائی- ان کا دوسرا بیٹا کہ قطب الدین نام رکھتا تھا وہ اس سبب سے کہ ان کی والدہ نے نورالدین محمد جہانگیر بادشاہ کو دودھ پلایا تھا- اس بادشاہ صوری اور معنوی کے عہد میں مرتبہ بزرگی اور امارت پر پہنچا- حکومت بنگالہ کی پائی اور بعد چند عرصہ کے وہ ایک اہل غدر کے ہاتھ سے مقتول ہوا- شیخ بدرالدین کا فرزند کہ علاء الدین نام رکھتا تھا خطاب اسلام خان اور حکومت بنگالہ پر سرفراز ہوا اور شیخ سلیم چشتی کی نسبت شیخ فریدالدین مسعود گنج شکرؒ سے یوں ہے- شیخ سلیم بن بہاء الدین بن شیخ سلطان بن شیخ آدم بن شیخ موسیٰ بن شیخ مودود بن شیخ بدرالدین بن شیخ فرید الدین مسعود اجودہنی المشہور بہ گنج شکر قدس اللہ اسرار ہم ورفع درجاتہم فی القدس ان اوراق کے ناظرین پر تمکین پر پوشیدہ نہ رہے کہ سلسلہ چشت میں سوائے جماعت مذکورہ کے اور بھی اولیاء اللہ بہت ہیں کہ احوال ان کا فقیر کی نظر سے نہیں گزرا- مثل مولانا شیخ جمال ہانسوی اور مولانا بدرالدین اسحٰق اور شیخ بدرالدین سلیمان اور شیخ علاء الدین اور مولانا فخرالدین اور شیخ شہاب الدین امام اور دوسرے بہت مشائخ کہ نام ان کے فقیر کے گوش زد نہیں ہوئے- اس صورت میں اگر توفیق رہبری کرے گی اور وہ کتاب کہ مشتمل ان کے حالات پر ہے نظر سے گزرے گی- خلاصہ اس کا اضافہ کتاب ہذا ہوگا- اور جس شخص کو فرصت ہو تحریر کر کے ملحق کرے کہ فقیر ممنون تلطف ہوگا-

marfat.com

Marfat.com

دوسرا خاندان سہروردیہ ملتان

حضرت شیخ بہاء الدین زکریا قدس سرہ

آن محرم راز لا مکانی موصوف صفات جاودانی
افلاک بزیر پائے کردہ در عالم عشق جائے کردہ
جارو فتہ از فنائے توحید پاکو فتہ در مقام تفرید
باطن لہویت و حقیقت ظاہر بشریت و طریقت
آن پاک گزیدہ مشائخ وان مردم دیدہ مشائخ
سلطان سریر ملک تمکین یعنی کہ بہائے ملت و دین

زبدۃ الاتقیا خلاصۃ الاولیاء شیخ بہاء الدین زکریا قدس اللہ سرہ العزیز مشائخ کبار سے ہیں- ہندوستان ان کے غبار آستان سے سر رفعت کا آسمان پر رکھتا ہے اور جد بزرگوار آنحضرت کے کمال الدین علی شاہ قریشی مکہ معظمہ سے خوارزم کی طرف آئے اور وہاں سے قبتہ الاسلام ملتان میں تشریف لا کر ساکن ہوئے اور جو کہ جد آپ کے صلاح اور تقویٰ میں کمال رکھتے تھے- باشندے وہاں کے ان کے آنے سے نہایت محظوظ ہوئے اور مریدوں کے مانند باعزازو اکرام پیش آئے اور کمال الدین علی شاہ نے وہاں استقامت فرمائی اور قلعہ کوٹ کرور میں جس کو سلطان محمود نے اپنے زمانہ جہانگیری و کشور کشائی میں فتح کیا تھا- مولانا حسام الدین ترمذی رہتے تھے جو چنگیز خان کے فتنہ میں ترمذ سے جلا وطن ہو کر یہاں قلعہ کوٹ کرور میں آئے تھے- کمال الدین علی شاہ ان کی دختر پاکیزہ گوہر کو اپنے فرزند شیخ وجیہ الدین کے عقد ازدواج میں لائے اور شیخ بہاء الدین زکریا اس دختر بلند اختر کے بطن مبارک سے قلعہ کوٹ کرور میں ۵۷۸ پانچ سو اٹھتر ہجری میں پیدا ہوئے اور شیخ عین الدین بیجاپوری نے تذکرۃ الاولیاء ہند میں لکھا ہے کہ شیخ بہاء الدین زکریا اولاد ہبار بن اسود بن مطلب بن اسد بن عبدالعزیٰ بن قصی سے ہیں اور ہبار اسلام میں آئے تھے اور ان کے بھائی مسمیان زمعہ اور عمرو اور عقیل بحالت کفر جنگ بدر میں قتل ہوئے تھے اور سودہ جو پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کے ازواج میں تھیں بیٹی زمعہ کی ہیں- الغرض جب شیخ بہاء الدین زکریا بارہ برس کے ہوئے شیخ وجیہ الدین اس دار ناپائدار سے کوچ کر کے رحمت حق میں واصل ہوئے اور شیخ بہاء الدین زکریا نے سفر خراسان کا اختیار کیا اور وہاں عارفوں کی صحبت میں پہنچ کر فیضیاب ہوئے اور بخارا میں جا کر علوم ظاہری کی تحصیل میں مشغول ہوئے اور مرتبہ اجتہاد کو پہنچے اور شہرت عظیم پائی- پندرہ سال کی عمر میں خلائق کی تدریس اور افادہ علوم میں مصروف ہوئے- چنانچہ ہر روز ستر مرد علماء اور فضلاء ان سے استفادہ کرتے تھے- اس کے بعد مکہ معظمہ میں جا کر مناسک حج بجا لائے اور ایک راوی کہتا ہے کہ آنحضرت مدینہ رسول اللہ میں پانچ برس مجاور رہے- اس کے بعد شیخ کمال الدین محمد یمنی کے پاس کہ محدثین کبار سے تھے ترپن برس مدینہ منورہ میں تدریس حدیث فرماتے رہے تھے- پھر کتب حدیث کو پڑھ کر اور اجازت حاصل کر کے بیت المقدس کی طرف تشریف لے گئے اور انبیاء علیہم السلام کی زیارت سے مشرف ہو کر بغداد میں آئے اور وہاں کے مشائخ کی زیارت کر کے شیخ الشیوخ شہاب الدین عمر سہروردی کی صحبت کے فیض سے

marfat.com
Marfat.com

مشرف ہوئے اور بروایت شیخ نظام الدین اولیاء سترہ روز میں خرقہ خلافت کا حاصل کیا۔ کہتے ہیں کہ جب شیخ بہاء الدین زکریا بہ قصد حصول نظر عنایت اور خرقہ خلافت شیخ الشیوخ کی مجلس میں حاضر ہوئے ایک رات کو شیخ کی خانقاہ میں یہ واقعہ دیکھا ایک مکان ہے منور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم اس میں تشریف رکھتے ہیں اور شیخ الشیوخ شیخ شہاب الدین عمر بطریق حجاب آپ کے روبرو استادہ ہیں اور اس مکان میں ایک طناب بندھی ہوئی ہے اور خرقہ چند اس طناب پر آویزاں ہیں۔ بعد اس کے خلاصہ موجودات نے شیخ الشیوخ کے ذریعہ سے شیخ بہاء الدین زکریا کو اپنے روبرو بلایا اور شیخ الشیوخ نے ان کا ہاتھ پکڑ کے مسند نشین بارگاہ نبوت کے قدم بوس سے مشرف کیا اور آنحضرت نے شیخ الشیوخ کو اشارہ کیا کہ فلاں خرقہ شیخ بہاء الدین زکریا کو پہنا۔ شیخ الشیوخ نے حضرت کے فرمان کے بموجب عمل کر کے دوبارہ شیخ کو پائے بوس اقدس سے سربلندی بخشی اور وہ جناب بسبب اس خواب کے شیخ الشیوخ کے خرقہ کے امیدوار ہو کر خوش حال ہوئے۔ قضارا علی الصباح ان بزرگوار نے شیخ بہاء الدین زکریا کو مکان کے اندر طلب کیا اور اس مکان کو ساتھ اس وضع کے جو خواب میں دیکھا تھا مشاہدہ کیا اور شیخ الشیوخ شہاب الدین عمر نے اٹھ کر اپنے ہاتھ سے وہ خرقہ کہ حضرت رسالت پناہؐ نے اشارہ سے فرمایا تھا طناب سے اٹھا کر انہیں پہنایا اور یہ فرمایا بابا شیخ بہاء الدین زکریا یہ خرقے حضرت نبوت پناہی کے ہیں اور میں درمیان میں متوسط ہوں بے اجازت آنحضرت کے کسی کو نہیں دے سکتا ہوں۔ شیخ نظام الدین اولیاء فرماتے ہیں کہ جب چند روز میں شیخ بہاء الدین زکریا کو یہ نعمت عظمیٰ نصیب ہوئی۔ وہ درویش جو مدت مدید سے شیخ الشیوخ کی ملازمت میں حاضر تھے۔ متعجب ہوئے کہ ہمیں باوجود خدمت چند سالہ کے یہ دولت نصیب نہ ہوئی اور ہندی فقیر نے بہ مجرد پہنچنے کے یہ سعادت حاصل کی۔ اس کے بعد شیخ الشیوخ نے عالم کشف میں یہ امر دریافت کر کے درویشوں سے فرمایا کہ تم لوگ لکڑی تر کے مانند ہو اور زکریا بمنزلہ خشک ہے اور آگ خشک لکڑی کو جلد تر پکڑتی ہے۔ بعد اس کے شیخ الشیوخ نے شیخ بہاء الدین زکریا کو وداع کیا اور رخصت کے وقت فرمایا کہ ملتان میں جا کر سکونت کرو کہ اس ملک کے باشندوں کی ہدایت تم سے رجوع ہوئی ہے۔ کہتے ہیں اس وقت میں شیخ جلال الدین تبریزی کی خدمت میں شیخ الشیوخ کے حاضر تھے۔ عرض پیرا ہوئے کہ مجھے شیخ بہاء الدین زکریا سے کمال محبت بہم پہنچی ہے۔ اگر ارشاد ہو ان کی صحبت میں رہ کر ہند کی سیر کروں۔ شیخ الشیوخ نے رخصت فرمایا لیکن شیخ جلال الدین تبریزی خوارزم تک ہمراہ گئے اور وہاں اجازت لے کر اس حدود میں توقف کیا اور شیخ بہاء الدین زکریا ملتان میں جا کر متاہل ہوئے اور شیخ صدر الدین عارف اور دیگر فرزند بھی آفریدگار عالم نے انہیں کرامت فرمائے اور شیخ بہاء الدین زکریا کے مرید بہت ہیں۔ ازانجملہ ایک سید جلال بخاری ہیں۔ احوال ان کا مرقوم ہوگا اور دوسرے آنحضرت کے مریدوں سے شیخ فخر الدین اور شیخ ابراہیم عراقی ہیں۔ اور شیخ ابراہیم عراقی اٹھارہ برس کے سن میں اپنے مدرسہ میں جو نہایت پر تکلف تھا بیٹھ کر درس دیتے تھے اور طلبہ کو فیض پہنچاتے تھے۔ ان دنوں میں ایک جماعت قلندروں سے مدرسہ میں آ کر ان کی ملاقات سے شرف یاب ہوئی اور جو کہ اس جماعت میں ایک مرد صاحب جمال تھا۔ شیخ کی نگاہ جونہی اس پر پڑی دل ہاتھ سے جاتا رہا۔

درس و بحث کو ترک کر کے ان کی مہمانی میں مشغول ہوئے اور جب تین چار روز کے بعد قلندر اس حال سے واقف ہوئے خراسان کا راستہ لیا۔ شیخ ابراہیم عراقی بے تاب ہو کر دو تین روز کے بعد ان کی تلاش میں روانہ ہوئے اور ان کے پاس پہنچ کر ارادہ رفاقت کا کیا۔ قلندروں نے عرض کی آپ مرد بزرگ ہیں قلندران ابرو تراش کے ساتھ کیونکر صحبت برآر ہوں گے۔ شیخ ناچار ہو کر چار ابرو ترشوا کر ان کا لباس پہن کر رفیق ہوئے اور اس جماعت کے ہمراہ سیر کرتے ہوئے ملتان میں پہنچے اور شیخ بہاء الدین زکریا کے خانقاہ میں گئے۔ جب نظر شیخ کی اس جماعت پر پڑی۔ عراقی کو آپ نے پہچانا اور متعجب ہوئے کہ یہ معاملہ کیا ہے۔ اس کے بعد ہمت مصروف فرمائی کہ انہیں لباس قلندری ترک کرا کے اس لڑکے کی قید عشق سے نجات بخشیں۔ قضارا شیخ کو خبر پہنچی کہ قلندران مسافر ملتان سے نکل گئے اور شیخ نے تامل کیا۔ اس درمیان میں ایک آندھی نہایت عظیم کہ کسی نے نہ دیکھی تھی۔ اٹھی اور گرد و غبار کی کثرت سے دن نے لباس رات کا

marfat.com

Marfat.com

پہنا۔ فضائے عالم تیرہ و تاریک ہوا قلندروں کی جماعت جس راہ میں کہ چلی جاتی تھی تاریکی کی شدت سے سراسیمہ اور بدحواس ہوئی اور خبر ایک دوسری کی نہ رکھ کر متفرق اور پریشان ہو کر ہر ایک طرف جا پڑی اور شیخ ابراہیم عراقی بہ قصد قلندر زادہ ایسے راستہ میں پڑے کہ وہ بے اختیار شیخ بہاء الدین زکریا کے مکان پر پہنچے اور شیخ نے صفائے باطن سے دریافت کر کے خادم کو باہر بھیجا۔ انھیں خانقاہ میں طلب کیا اور اٹھ کر ابراہیم عراقی کو اپنے آغوش مبارک میں کھینچا۔ جب شیخ کا سینہ ان کے سینہ پر پہنچا اسی وقت قلندر بچہ کی محبت ابراہیم عراقی کے دل سے دور ہوئی اور شیخ نے انھیں اپنے لباس خاص سے مشرف فرمایا اور ان کے رہنے کے واسطے ایک حجرہ مقرر کر کے تربیت میں مشغول ہوئے۔ حتیٰ کہ یہ نوبت آئی کہ شیخ نے اپنی دختر کہ عفت اور پرہیزگاری میں اپنے وقت کی رابعہ تھی ان کے عقد نکاح میں دی اور ابراہیم عراقی اور پیر محمد شہباز جو بھانجے شیخ الشیوخ شیخ شہاب الدین سہروردی کے تھے' وہ ہمیشہ سادہ غداروں کو بہ نظر پاک مشغول محبت ہوتے تھے۔ ایک روز اہل اغراض نے شیخ الشیوخ سے عرض کی کہ ابراہیم عراقی ایک نعل بند کے لڑکے کے روبرو بیٹھ کر نظارہ کرتا ہے۔ شیخ الشیوخ نے بلا کر ملامت کی اور فرمایا اے ابراہیم عراقی مگر روئی دلنشین پر رکھتا ہے کہ اس کام میں مشغول ہے۔ اٹھ اور کنارہ کش ہو۔ اہل نظر حرف زن ہیں۔ ابراہیم عراقی نے کہا ہے۔ اے شیخ غیر کہاں ہے جو حضور گمان فرماتے ہیں شیخ شہاب الدین اس گستاخی سے رنجیدہ ہوئے اور ابراہیم عراقی یہ امر سمجھ کر ایک مدت زار زار روتے رہے یہاں تک کہ شیخ الشیوخ ان سے راضی ہوئے اور انھیں شیخ بہاء الدین زکریا کے پاس ملتان میں روانہ کیا۔ چنانچہ ابراہیم عراقی ملتان میں پہنچے اور ایک روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ پچیس برس ان کی خدمت میں بسر لے گئے اور سلوک یعنی ریاضت اور عبادت میں مشغول ہوئے اور فتوح حد سے زیادہ حاصل کی اور ان دنوں میں اشعار پرسوز کہتے تھے اور شیخ بہاء الدین زکریا کو اس کلام سے وجد اور پیدا ہوتا تھا اور شیخ کا ایک شب گزار ابراہیم عراقی کے حجرہ کی طرف ہوا۔ زمزمہ اس غزل کا سنا۔

نخستین بادہ کاندر جا کردند ۔۔۔ ز چشم مست ساقی وام کردند
برائے صید مرغ جان عاشق ۔۔۔ ز زلف ماہر دیان دام کردند
بعالم ہر کجا رنج و ملامت ۔۔۔ بہم بردند و عشقش نام کردند
ز بہر نقل مستان از لب و چشم ۔۔۔ مہیا شکر و بادام کردند
چو خود کردند راز از خویشتن فاش ۔۔۔ عراقی راچرا بدنام کردند

شیخ کو اس غزل کے سننے سے وجد و حال عجیب ظاہر آیا اور منقول ہے کہ ابراہیم عراقی ان دنوں میں شیخ بہاء الدین زکریا کی خدمت میں بسر لے جاتے تھے۔ زوجہ ان کی کہ دختر شیخ کی تھی۔ فوت ہوئی اور شیخ نے چاہا کہ دوسری دختر جو اس سے چھوٹی تھی ابراہیم عراقی کے حبالہ نکاح میں لائیں۔ اپنے بڑے فرزند شیخ صدرالدین عارف سے اس بارہ میں مشورہ کیا تو انھوں نے جواب دیا میں نے ایک روز ابراہیم عراقی کو ساباط خانقاہ پر دیکھا تھا کہ کھڑا ہے اور پیراہن کو اٹھا کر کسب ہوا کرتا ہے۔ ایسا شخص لائق پیوند کے نہیں ہے اور ابراہیم عراقی بعد از وفات شیخ بہ نیت حج بیت اللہ ملتان سے برآمد ہوئے اور حرمین شریفین کی زیارت کے بعد روم کی سمت روانہ ہوئے اور شہر قونیہ میں شیخ صدرالدین عارف کو دیکھ کر کتاب فصوص ان سے پڑھی (شیخ صدر الدین عارف کہ جن کی شرح فصوص مشہور ہے وہ قونوی لکھے جاتے ہیں۔ ظاہراً یہ حضرت علاوہ شیخ صدر الدین عارف ملتانی ہوں یا یہی حضرت وہاں پہنچ گئے ہوں واللہ تعالیٰ علم) اور نسخہ لمعات لکھا اور روم میں حسن قوال پر کہ جمال دل پذیر اور حسن صورت بے نظیر رکھتا تھا عاشق ہو کر غزلیں کہیں۔ چنانچہ یہ مطلع غزل کا ان میں سے ہے۔

ساز طرب عشق چہ دانی کہ چہ ساز ست ۔۔۔ کز زخمہ اونہ فلک اندر تگ و تازست

پھر وہاں سے مصر میں گئے اور ایک موچی کے لڑکے کے حسن دلربا پر شیفتہ ہوئے اور بعد اس کے ولایت شام میں جا کر شہر دمشق میں

marfat.com

Marfat.com

ایک امیرزادے پر عاشق ہوئے اور وہاں ان کا فرزند کبیرالدین جو شیخ بہاء الدین زکریا کی دختر سے تھا ملتان سے آکر باپ کی ملازمت سے مشرف ہوا۔ خلاصہ یہ کہ ابراہیم عراقی ذیقعد کی آٹھویں تاریخ ۶۸۸ سات سو اٹھاسی ہجری میں فوت ہوئے قبران کی اور ان کے فرزند کبیرالدین کی دمشق میں شیخ محی الدین عربی کے مزار کے پیچھے ہے اور شیخ بہاء الدین زکریا کے مریدان صادق الاخلاص میں سے ایک مرید امیر حسین نام قوم سادات سے ہیں۔ اول مرتبہ اپنے والد سید نجم الدین کے ہمراہ برسم تجارت ملتان میں پہنچ کر مرید ہوئے اور مقدمات علمی کو ساتھ کمال کے پہنچا کر فارغ التحصیل ہوئے اور دوسری خواہش کا دخل دماغ میں رکھتے تھے لیکن اپنے والد ماجد کے بعد عالم تجرید میں قدم رکھا اور مال دنیوی سے جو کچھ رکھتے تھے فقراء کو دے کر ملتان میں آئے اور شیخ کے مریدوں کی سلک میں منتظم ہوئے اور تین برس ان کی خدمت میں رہ کر بہت کمال حاصل کیے اور ان کی اکثر تصانیف مثل نزہت الارواح اور زادالمسافرین اور کنزالرموز وغیرہ شیخ کی شرف اصلاح سے مشرف ہوئی ہیں اور شیخ بہاء الدین زکریا اور ان کے فرزند شیخ صدر الدین نے ان کی مدح کتاب الرموز میں کہی ہیں۔

شیخ ہفت اقلیم قطب اولیاء واصل حضرت ندیم کبریا
مغز ملت بہار شرع دیں جان پاکش منبع صدق و یقیں
از وجود ادبہ نزد دوستاں جنت الماوا اشدہ ہندوستاں
منکہ رواز نیک داز بدنافتم این سعادت از قبولش یافتم
رخت ہستی چون بردن براداز میاں کرد پروازہا بر آشیاں
آن بلند آوازہ عالم پناہ سرور عصر افتخار صدر گاہ
صدر دین و دولت آن مقبول حق نہ فلک برخوان جو دش یک طبق

اور میر حسین چھٹی شوال سات سو اٹھارہ ہجری میں ہرات میں فوت ہوئے اور شیخ بہاء الدین زکریا کے مریدوں سے شیخ حسن افغان ہیں کہ احوال ان کا عنقریب مذکور ہوگا۔ نقل ہے کہ قطب الدین ایبک نے شمس الدین التمش کو آزاد کیا اور چتر سرخ اور سیاہ اور خرگاہ خاص سلطان معزالدین محمد سام غوری کی اسے بخش کر ولی عہد کیا اور حکومت شہر اوچہ اور ملتان کی ناصرالدین قباچہ کو دے کر شمس الدین التمش کی اطاعت کے واسطے وصیت فرمائی قضارا ناصرالدین قباچہ نے بعد وفات قطب الدین ایبک بغاوت کر کے شمس الدین التمش کی کہ دہلی کا بادشاہ تھا۔ اطاعت نہ کی اور ماورا اس کے شرع محمدی کے رواج میں بھی ساعی نہ ہوا۔ اس کے متعلقوں نے فسق و فجور شروع کیا۔ شیخ بہاء الدین زکریا اور قاضی شرف الدین اصفہانی عامل ملتان نے شمس الدین التمش کے پاس مکاتیب مشیر اظہار مخالفت ناصرالدین قباچہ اور عدم رواج شریعت تحریر کر کے ارسال کیے۔ اتفاقات سے وہ مکتوب ناصرالدین قباچہ کے آدمیوں کو دستیاب ہوئے اور ناصرالدین قباچہ ان خطوط کو پڑھ کر خط پیچیدہ کے مانند پیچ تاب کر کے طیش میں آیا اور آدمی شیخ بہاء الدین زکریا اور قاضی کی طلب میں بھیجے۔ جب دونوں بزرگوار حاضر ہوئے شیخ کو اس نے اپنے پہلو میں بٹھایا اور قاضی کو بھی اپنے برابر بٹھا کر ان کا خط ان کے حوالہ کیا۔ قاضی اسے دیکھ کر شرمندہ اور سرنگوں ہوئے۔ ناصرالدین قباچہ نے قاضی کو اسی وقت تیغ ظلم سے قتل کیا اس کے بعد دوسرا خط شیخ کو دیا۔ شیخ نے فرمایا کہ البتہ یہ خط میرا ہے۔ لیکن میں نے اسے فرمان حق کے موافق لکھا ہے تو کیا کر سکتا ہے ناصرالدین قباچہ یہ کلام سن کر کانپنے لگا اور شیخ کو باعزاز و اکرام تمام رخصت کیا اور نقل ہے کہ عبداللہ نامی ایک قوال روم سے ملتان میں آیا اور شیخ کی ملازمت کر کے عرض پیرا ہوا کہ شیخ الشیوخ شہاب الدین سہروردی نے میری آواز سنی ہے۔ آپ بھی اگر سماعت فرمائیں تو بندہ نوازی سے بعید نہ ہوگا۔ شیخ نے فرمایا جو آنحضرت نے سنا ہے زکریا بھی سنے گا اور پھر رات گئے حضرت حجرہ میں تشریف لائے اور مجلس سماع کی منعقد ہوئی۔ عبداللہ قوال نے یہ بیت بہ تکرار ادا کی۔

marfat.com
Marfat.com

مستان کہ شراب ناب خور دند از پہلوئے خود کباب خوردند

شیخ وجد میں آکر استادہ ہوئے اور چراغ آستین سے بجھایا- عبداللہ قوال سے منقول ہے کہ جب شیخ اثنائے سماع میں میرے قریب آئے آنحضرت کے دامن کے سوا اور کچھ مجھے نظر نہ آیا اور دوسرے دن عبداللہ قوال خلعت گرانمایہ اور بیس روپیہ نقد پاکر اجودھن کی طرف روانہ ہوا اور وہاں پہنچ کر شیخ فرید الدین گنج شکرؒ سے قدمبوس ہو کر دہلی کی سمت روانہ ہوا اور پھر عرصہ قلیل میں قصبہ اجودھن میں مراجعت کر کے ملتان کی رخصت طلب کی اور یہ عرض کی کہ راستہ مخوف ہے- امیدوار دعا کا ہوں- شیخ نے ارشاد کیا یہاں سے فلاں تالاب تک میرا علاقہ ہے- بعد اس کے شیخ بہاء الدین زکریا سے تعلق رکھتا ہے- عبداللہ قوال زمین خدمت کو بوسہ دے کر روانہ ہوا- جب اس تالاب کے قریب پہنچا ایک جماعت راہزنوں کی مع شمشیرہائے برہنہ نمودار ہوئی عبداللہ قوال کو حضرت شیخ فرید الدین مسعود گنج شکرؒ کا کلام یاد آیا بہ آواز بلند پکارا یا شیخ بہاء الدین زکریا میری مدد فرمائیے یہ کہتے ہی راہزن غائب ہوئے جس روز عبداللہ قوال ملتان میں پہنچ کر شیخ کی قدم بوسی سے شرفیاب ہوا- جامہ سرخ سترلاتی پہنے ہوئے تھا- شیخ نے فرمایا- کمل سرخ لباس شیطان کا ہے کیوں پہنا ہے عبداللہ قوال کو یہ قول ناگوار خاطر ہوا کلام بے ادبانہ زبان پر لایا کہ لوگوں کے پاس خزانے نامحصور موجود ہیں اس پر نظر نہیں کرتے پرانے کمل کو جس کی قیمت نیم تنگہ سے بھی کم ہے عیب فرماتے ہیں- شیخ نے فرمایا کہ اے عبداللہ ہوش میں آ اور وہ اضطراب کہ چوروں کے سبب سے تالاب پر رکھتا تھا یاد کر عبداللہ قوال یہ کلام صدق انجام سن کر استغفراللہ کہتا ہوا شیخ کے قدم مبارک پر گرا اور شیخ نظام الدین اولیاء مولانا صدر الدین عارف سے نقل کرتے ہیں کہ میں ایک وقت مولانا نجم الدین سنائی کے پاس گیا مجھ سے پوچھا کہ آج کل کیا شغل رہتا ہے میں نے عرض کیا تفسیر کشاف اور ایجاز اور عمدہ کا مطالعہ کرتا ہوں- مولانا نجم الدین نے فرمایا کشاف اور ایجاز کو جلا اور عمدہ کا شاغل رہ اور جب مولانا صدرالدین عارف مولانا نجم الدین کی خدمت سے رخصت ہوئے- شیخ بہاء الدین زکریا کی حضوری میں پھر حاضر ہو کر تمام ماجرا بے کم و کاست عرض کر کے کہا کہ مولانا نجم الدین نے یوں فرمایا ہے- شیخ نے کہا ہاں یونہی ہے اور بظاہر سبب اس کا جیسا کہ شیخ صدرالدین عارف کی داستان میں مرقوم ہوا یہ تھا کہ کشاف اور ایجاز کے منع کرنے کا سبب اس کے سوا اور معلوم نہیں ہوتا ہے کہ شیخ بہاء الدین زکریا نے واقعہ میں دیکھا ہوگا کہ مصنف کشاف کا اہل دوزخ سے ہے اور ایجاز کے بارہ میں بھی اسی قبیل سے کچھ ہوگا- الغرض جو سبب اس کا معلوم نہ تھا مولانا صدرالدین کو یہ بات شاق گزری اور رات کو ان تینوں کتاب کے مطالعہ میں مشغول ہوئے اور جب خواب نے غلبہ کیا عمدہ کو دونوں کتاب پر رکھ کر سو رہے اور شعلہ چراغ سے کشاف و ایجاز دونوں جل کر خاکستر ہوئیں اور عمدہ آگ کی آفت سے محفوظ اور سلامت رہی- مولانا حسام الدین حاجی سے کہ شیخ نظام الدین اولیاء کے مریدوں سے تھے منقول ہے کہ خواجہ کمال الدین مسعود شیروانی نے جو شیخ بہاء الدین زکریا کے مخلصوں میں سے تھے اور وہ نہایت متمول تھے- اکثر جواہر کی سوداگری کرتے تھے- ایک وقت جزیرہ جرون سے بندر عدن کی عزیمت میں جہاز پر سوار ہوئے- ناگاہ باد مخالف پیدا ہوئی جہاز کا مستول ٹوٹا قریب تھا کہ جہاز غرق ہو- خواجہ کمال الدین مسعود شیروانی نے بہ عجز تمام حضرت شیخ بہاء الدین زکریا سے توجہ کی اور مدد کے طلبگار ہوئے- اسی وقت شیخ نے جہاز میں حاضر ہو کر اہل جہاز کو نجات کی بشارت دی اور غائب ہوئے اور حکم خدا سے باد مخالف ساکن ہوئی- جہاز بندر عدن میں سلامت پہنچا اور تمام سوداگروں نے از روئے صدق اور اخلاص کے ثلث مال اپنا خواجہ کمال الدین مسعود شیروانی کے سپرد کیا کہ شیخ کی خدمت میں پہنچا دے- خواجہ نے وہ مال لے کر نصف جواہر اپنا بھی شیخ کے واسطے علیحدہ کر کے خواجہ فخرالدین گیلانی کے ہاتھ کہ مرد معتبر اور صادق تھا ملتان کی طرف بھیجا- خواجہ فخرالدین گیلانی جب آپ کی ملازمت میں حاضر ہوا- اس جناب کو اسی صورت اور لباس سے کہ جہاز پر مشاہدہ کیا تھا- دیکھ کر زیادہ تر معتقد ہوا اور مال اور جواہر کہ قریب ستر لاکھ روپیہ کے تھا- پیش کش کیا-

حضرت نے وہ مال تین روز کے عرصہ میں فقراء اور مساکین پر قسمت کیا اور خواجہ فخرالدین گیلانی نے یہ حال مشاہدہ کر کے حد سے

marfat.com

Marfat.com

زیادہ اعتقاد بہم پہنچایا اور تمام مال اپنا شیخ کی نذر کر کے حضرت کے سلک مریدوں میں منتظم ہوئے اور بعد عرصہ قلیل و اصلان حق سے ہو کر خرقہ خلافت کا پایا اور قریب پانچ سال شیخ کی خدمت میں بسر کیے۔ آخر رخصت لے کر مکہ معظمہ کی طرف متوجہ ہوئے اور بندر جدہ مبارک میں پہنچ کر رحمت حق میں واصل ہوئے اور اسی مقام میں مدفون ہوئے اور آج تک اکثر لوگ وہاں نذر لے جاتے ہیں اور ان کی روح پر فتوح سے استعانت چاہتے ہیں۔ شیخ نصیرالدین اودھی المشہور بہ چراغ دہلی سے منقول ہے کہ ایک وقت شیخ بہاء الدین شیخ الشیوخ شہاب الدین عمر سہروردی کی خدمت سے رخصت ہوئے اور ایک روز اثنائے راہ میں ایک مسجد میں نزول کیا۔ اس مقام میں ایک جماعت قلندران جوالق (جوالق جمع جلق معنی ذلق ہندی گدڑی) پوش کہ لباس سید جلال مجرد کا ہے۔ فروکش ہوئے اور جب رات کے وقت شیخ عبادت سے فارغ ہوئے بعد مراقبہ شیخ کی نظر ایک قلندر پر پڑی کہ نور اس کا سر اعلیٰ کی طرف ساطع تھا۔ شیخ تعجب کر کے آہستہ اس کے پاس تشریف لے گئے اور فرمایا کہ اے مرد خدا اس قوم کے درمیان کیا کرتا ہے۔ اس نے جواب دیا اے زکریا آگاہ ہو ہر قوم میں ایک خاص ہوتا ہے کہ حق سبحانہ تعالیٰ اس قوم کو اسے بخشتا ہے اور وہ سید عالی نسب اور عالم اور فاضل اور مجذوب تھے۔ اسم مبارک ان کا عبدالقدوس اور موصل کے فرزند تھے اور وہاط (نام مقام) میں سید جمال الدین مجرد کی قبر پر لباس قلندرانہ پہنا تھا۔ شیخ نے انہیں لباس قلندری سے بر آوردہ کر کے عالم جذبہ سے عالم سلوک کی طرف پہنچایا اور مقبرہ ان کا قصبہ ناہن میں جو یزد اور اصفہان کے مابین ہے۔ واقع ہوا اور سید جلال مجرد ساوجی تھے اور ایک مدت مصر میں مفتی رہے۔ جو مشکل لوگوں کو مسائل میں پیش آتی تھی۔ سید جمال بغیر کتاب دیکھے جواب دیتے تھے۔ چنانچہ مصر کی خلقت انہیں کتاب خانہ رواں کہتے تھے اور کہتے ہیں آخرش انہیں جذبہ اور ایسی حالت پیدا ہوئی کہ ریش و بروت ترشوا کر وہاط میں جو مصر سے سات یا آٹھ منزل ہے اور حضرت یوسف علیہ السلام کے عہد سے اس وقت تک ویران تھا۔ جا کر بے ہوش ہوئے اور بعد چند روز کے کچھ ہوش میں آ کر مبہوت کے مانند بیٹھے اور روزہ و نماز نہ کرتے تھے اور علمائے مصر وہاں جا کر انہیں ملحد اور رافضی کہنے لگے اور رانگا گرم کر کے جب ان کے حلق میں ڈالا کچھ صدمہ انہیں نہ پہنچا۔ ان کی ایذا رسانی سے دست کش ہو کر معتقد ہوئے لیکن قول صحیح یہ ہے کہ سید جمال مجرد صفت حسن و جمال سے بھی موصوف تھے۔ چنانچہ مصری انہیں یوسف ثانی کہتے تھے اور جس طور سے زلیخا حضرت یوسف پر عاشق ہوئی تھی اسی طرح سے ایک عورت امرائے مصر سے سید جمال مجرد پر مفتون ہوئی اور آنحضرت اس سے بہ تنگ آ کر مصر سے سرزمین دمنات کی طرف بھاگ گئے اور وہ عورت فرط تعشق سے بے تاب ہو کر ان کے پیچھے روانہ ہوئی۔ جب یہ خبر سید جمال مجرد کو پہنچی مضطرب ہوئے اور دست دعا درگاہ قاضی الحاجات میں بلند کر کے اپنے زوال حسن کی استدعا کی اور وہ دعا شرف اجابت سے مقرون ہوئی۔ موئے ریش و بروت اور ابرو کے تمام گر گئے اور عورت نے جب انہیں اس ہیئت سے دیکھا روگرداں ہو کر مصر میں واپس گئی اور سید اس بلائے ناگہانی سے نجات پا کر اس مقام میں ساکن ہوئے۔ چنانچہ مقبرہ ان کا وہیں ہے اور جماعت قلندروں کی وہاں رہتی ہے اور ہنگامہ برپا رکھتی ہے اور نقل ہے کہ ایک رات شیخ بہاء الدین زکریا اپنے خلفاء کے درمیان میں بیٹھے تھے ان سے یہ خطاب کیا کہ تم میں ایسا کوئی شخص ہے کہ دو رکعت نماز ادا کرے اور ایک رکعت میں تمام قرآن مجید پڑھے۔ سب خاموش ہوئے۔ شیخ نے دوگانہ میں قیام کیا۔ اول رکعت میں ختم کلام اللہ کیا اور دوسری رکعت میں چار پارہ پڑھ کر بعد جلسہ کے سلام کہا اور بارہا فرماتے تھے کہ جو کچھ تمام اہل حال کو میسر نہ ہوا۔ توفیق ایزدی سے مجھے بسر ہوا مگر ایک چیز نصیب نہ ہوئی۔ وہ یہ ہے کہ ایک بزرگ آغاز صبح سے طلوع آفتاب تک ختم قرآن کرتے تھے اور میں ہرچند کوشش کرتا ہوں یہ دولت میسر نہیں ہوتی ہے۔ تین چار پارہ رہ جاتے ہیں اور منقول ہے کہ شیخ بہاء الدین زکریا جس مرید کو قبول کرتے تھے۔ فرماتے تھے کہ ہروری و سرسری نہ چاہیے ہونا ایک دروازہ پر محکم بیٹھنا چاہیے تو گوہر مقصود دستیاب ہو۔ ایک روز کا مذکور ہے کہ ایک مسافر آپ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ حضرت نے اس کے حال پر توجہ نہ فرمائی اور ماحضر (ماحضر معنی طعام) اس کے واسطے نہ طلب کیا۔ مسافر نے کہا حدیث میں وارد ہے۔ من زار حیاولم

marfat.com

Marfat.com

یرزقہ شیئا فقد زار میتا۔ شیخ نے کہا خلق کی دو قسم ہیں۔ عوام اور خواص مجھے ساتھ عوام کے کچھ کام نہیں ہے اور ان کی زیارت اعتبار نہیں رکھتی اور خواص بقدر حال مجھ سے فیض پاتے ہیں۔ نقل ہے کہ شیخ کے مریدوں میں سے شیخ بدر بجستانی تھے اور لاہور میں رہتے تھے ایک روز کہ یوم عید تھا عید گاہ میں نماز پڑھنے جاتے تھے۔ انہوں نے آسمان کی طرف منہ کر کے عرض کی یا خدایا ہر غلام اپنے مالک سے عیدی مانگتا ہے اور میں بھی تجھ سے مانگتا ہوں تو خزانہ غیب سے مجھے عیدی عنایت کر۔ جب یہ دعا تمام ہوئی ایک حریر کا قطعہ خط سبز آسمان سے نازل ہوا اور اس میں تحریر تھا کہ ہم نے آتش دوزخ تجھ پر حرام کی اور اس کی حرارت کی مشقت سے آزاد کیا۔ عید گاہ کے تمام حاضرین نے شیخ کے دست مبارک کو بوسہ دیا اور ایک شخص نے ان میں سے یہ عرض کی اے شیخ تو نے عیدی اپنی پائی۔ اب مناسب ہے کہ تو مجھے بھی عیدی سے سرفراز فرما۔

شیخ بدر بجستانی نے جب یہ کلام سنا تو فوراً وہ حریر کا ٹکڑا بغل سے برآوردہ کر کے اسے بخشا اور فرمایا کہ یہ عیدی تجھے مبارک ہو اور قیامت کے دن میں جانوں اور آتش دوزخ اور شیخ نظام الدین اولیاء سے نقل ہے کہ شیخ بہاء الدین زکریا نے اواخر میں بخلاف اوائل کے روزہ دائی اور بھوکی ریاضت برطرف کی۔ چنانچہ ان کے باورچی خانہ میں قسم قسم کا طعام لذیذ پکتا تھا۔ آپ ہر مسافر اور مہمان کے ساتھ بمقتضائے کلوا من الطیبات واعملوا صالحا طعام ہائے لذیذ تناول کرتے تھے اور جس شخص کو دیکھتے تھے کہ خدا کی نعمت برغبت تمام کھاتا ہے۔ خوش حال ہوتے تھے الغرض ایک دن دستر خوان ان کے روبرو بچھا تھا۔ جب اس درمیان میں درویشوں کے ساتھ ہمکاسہ ہوئے۔ ایک درویش کو دیکھا کہ وہ روٹی شوربا میں ریزہ ریزہ کر کے کھاتا ہے۔ شیخ نے فرمایا بہترین طعام یہ مرد کھاتا ہے اور حضرت رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ فضیلت طعام ثرید اور طعاموں پر مثل میری فضیلت (مشہور یوں ہے کہ ام المومنین عائشہ صدیقہؓ کی فضیلت کاملہ عورتوں مریم و آسیہ پر ایسے بیان کی جیسے ثرید کو کھانوں پر فضیلت ہے) کے ہے اور انبیا پر اور نقل ہے کہ ایک مرید شیخ کا ایک موضع دیہات ولایت لاہور میں رہتا تھا اور اس قریہ کے قریب ساحل دریا تھا۔ غلہ بو کر اوقات بسر کرتا تھا۔ ایک وقت وہاں کے تحصیلدار نے اس کی زراعت کی جریب سے پیائش کی اور یہ بات کہی کہ کچھ اپنی کرامات دکھائے۔ یا زر لگان اسال اور سنوات گزشتہ کا بیباق کیجئے۔ مرید نے ہر چند عذر کیا کہ اسے معاف کر فائدہ نہ بخشا۔ درویش ایک لحظہ سر مراقبہ میں لے گئے۔ کچھ دیر کے بعد اٹھا کر فرمایا کہ کیا چاہتا ہے۔ شحنہ نے کہا مجھے یہ منظور ہے کہ آپ اس پانی پر قدم رکھ کر اس پار عبور کریں یا زر اتنے سال کا بیباق فرمائیں۔ آخر کو درویش نے شیخ بہاء الدین زکریا سے ہمت چاہی اور بسم اللہ کہہ کر قدم پانی پر رکھا اور جس طور سے انسان زمین پر چلتا ہے دریا سے عبور کیا اور اس پار پہنچ کر تجدید وضو کر کے دوگانہ شکر کا بجالائے اور پھر اپنی سواری کے واسطے کشتی طلب کی۔ لوگوں نے عرض کیا جس طور سے آپ تشریف لے گئے تھے۔ اسی نہج سے چلے آیئے۔ فرمایا ڈرتا ہوں کہ نفس خوش ہو کر عجب و نخوت نہ پیدا کرے پھر لوگ کشتی لے گئے۔ شیخ نے سوار ہو کر مراجعت کی اور نقل ہے شیخ نظام الدین اولیاء سے کہ ایک دن شیخ بہاء الدین زکریا عین مشغولی میں بہ آواز بلند نعرہ زن ہوئے کہ ابھی شیخ سعید الدین جموی نے دار دنیا سے رحلت فرمائی اور حقیقت میں ویسا ہی ہوا تھا اور منقول ہے کہ جب مولانا قطب الدین کاشانی ماوراء النہر سے ملتان میں تشریف لائے شاہ ناصرالدین قباچہ والی ملتان نے ایک محل سرا یا مدرسہ ان کیو اسطے تعمیر کیا اور مولانا کہ علامہ زمان تھے۔ نماز فجر کی اس مدرسہ میں ادا کر کے درس میں مشغول ہوتے تھے اور شیخ بہاء الدین زکریا کہ ان کا ابتدائے حال تھا۔ ہر روز صبح کی نماز کے وقت وہاں حاضر ہوتے تھے اور فجر کی نماز مولانا کے پیچھے پڑھتے تھے۔ ایک دن مولانا نے ان سے پوچھا کہ تم کیونکر یہ تمام راستہ طے کر کے ساتھ میرے اقتدار کرتے ہو۔ شیخ نے کہا میں اس حدیث پر عمل کرتا ہوں۔ من صلی خلف عالم فکانما صلی خلف نبی مرسل۔ مولانا ساکت ہوئے دوسرے دن جب شیخ صبح کے وقت اپنی عادت کے موافق حاضر ہوئے۔ مولانا ایک رکعت نماز ادا کر چکے تھے کہ شیخ دوسری رکعت میں شریک ہوئے۔ جب مولانا تشہد میں بیٹھے۔

marfat.com

Marfat.com

شیخ نے سلام پھیرنے سے پہلے استادہ ہو کر اپنی دوسری رکعت شروع کر کے نماز تمام کی۔ مولانا نے کہا کہ تم کیوں امام کے سلام سے پیشتر برخاست ہوئے۔ شاید امام کو سہو واقع ہوا ہو چاہیے کہ وہ سجدہ سہو کا بجالائیں۔ لیکن جو مقتدی سلام سے پیشتر اٹھے۔ وہ سجدہ سہو کا نہیں کر سکتا ہے۔ شیخ نے کہا کہ اگر کسی کو نور باطن کے سبب معلوم ہو کہ امام کو کچھ سہو واقع نہیں ہوا ہے۔ اس کا اٹھنا روا ہو گا۔ مولانا نے کہا جو نور کہ احکام شریعت کے موافق نہیں ہے وہ ظلمت ہے شیخ نے جب یہ بات سنی پھر نماز کو حاضر نہ ہوئے اور منقول ہے کہ ان دنوں میں ایک عزیز نے مولانا قطب الدین سے کہا کہ آپ کیوں درویشوں کی نسبت اعتقاد نہیں لاتے ہیں۔ فرمایا اس سبب سے کہ میں نے ایک درویش ایسا دیکھا کہ اس کا مثل نہیں پایا۔ القصہ کاشغر میں میرے قلم تراش کا دنبالہ ٹوٹ گیا۔ میں نے بازار میں لے جا کر لوہاروں کو دکھلایا کہ اس قلم تراش کو بدستور سابق تیار کر دو کہ عیب جوڑ کا نہ رہے۔ سب نے جواب دیا کہ ہرگز ایسا نہیں ہو سکتا حالت اصلی سے کچھ کم ہو جائے گا۔ ایک لوہار ان میں سے بولا کہ فلاں محلّہ میں ایک کاریگر نہایت پرہیزگار اور متقی ہے۔ شاید وہ اسے درست کر دے۔ جب میں اس کی دوکان پر پہنچا ایک پیر مرد کو دیکھا کہ بیٹھا ہوا ہے۔ پھر میں نے قلم تراش کا قصہ اس سے بیان کیا۔ اس نے قلم تراش میرے ہاتھ سے لے کر فرمایا کہ ایک لحظہ آنکھ بند کر میں نے اس کے کہنے پر عمل کیا اور کنکھیوں سے دیکھا کہ قلم تراش اپنے ہونٹ کے قریب لے گیا اور اس پر دعا پڑھ کر دم کیا اور میرے حوالہ کی جب میں نے اسے نظر غور سے دیکھا تو سابق سے بھی اسے بہتر اور محکم تر پایا۔ اس وقت میں نے وفود اعتقاد سے اس کے قدم پر سر رکھا اور قدرے زر پیشکش کیا۔ آنحضرت نے قبول نہ کیا۔ جب میں نے بہت خوشامد اور الحاح کی فرمایا تیرا قلم تراش درست ہوا۔ اس سے زیادہ مجھے تکلیف نہ دے۔ مولانا نے جب یہ حکایت تمام کی اس عزیز نے کہا اے مخدوم وہ پیر قلم تراش درست کرنے والا شیخ بہاء الدین زکریا کے مریدوں سے ہے۔ شیخ کی یمن تربیت اور فیض برکت سے ساتھ اس مرتبہ کے پہنچا ہے۔ مولانا قطب الدین متعجب ہوئے اور اس گفتگو سے جو نماز کے بارہ میں شیخ سے کی تھی۔ پشیمان ہوئے اور کچھ دنوں کے بعد دہلی میں گئے اور وہیں زمانہ ان کی حیات کا آخر ہوا اور شیخ نظام الدین اولیاء سے منقول ہے کہ ایک دن حضرت شیخ اپنے حجرہ میں مشغول بہ عبادت تھے۔ ناگاہ ایک شخص نورانی پیدا ہوا۔ نامہ سربمہر اس کے ہاتھ میں تھا۔ وہ نامہ شیخ صدرالدین عارف حضرت شیخ کے بڑے بیٹے کو دے کر کہا کہ تم یہ خط جلد اپنے والد ماجد کی خدمت میں پہنچاؤ۔ شیخ صدرالدین عارف سرنامہ دیکھ کر متحیر ہوئے اور حجرہ میں جا کر وہ نامہ اپنے والد بزرگوار کو دے کر برآمد ہوئے اور اس شخص کو جو نامہ لایا تھا نہ دیکھا اور شیخ نامہ پڑھ کر جوار رحمت حق میں واصل ہوئے اور حجرہ کے چاروں گوشوں سے یہ آواز برآمد ہوئی کہ دوست اپنے دوست کے جوار رحمت میں واصل ہوا اور جب یہ سانحہ ہوش ربا صدرالدین عارف کے سمع مبارک میں پہنچا۔ فوراً حجرہ میں جا کر اپنے والد کو دیکھا کہ معمورہ خاک سے معمورہ پاک کی طرف سفری ہوئے ہیں اور یہ واقعہ سترہویں تاریخ صفر ۶۶۶ چھ سو چھیاسٹھ ہجری میں واقع ہوا اور شیخ نظام الدین اولیاء سے منقول ہے کہ شیخ سعید الدین جموی اور شیخ سیف الدین خضری اور شیخ بہاء الدین زکریا اور شیخ فریدالدین مسعود گنج شکرؒ ہم عصر تھے۔ اول شیخ سعید الدین جموی نے اس دار ناپائیدار سے ارتحال کیا اور اس کے تین سال بعد شیخ سیف الدین خضری (خضری اسی طرح فارسی میں بھی ہے اور مشہور باخرزی ہے شاید دونوں لفظ نام شریف کے ساتھ بولے جاتے ہیں۔ امیر علی) روضہ رضوان کی طرف خراماں ہوئے اور اس کے تین سال کے بعد شیخ بہاء الدین زکریا نے وفات پائی۔ جب تین برس کا اور عرصہ گزرا۔ شیخ فریدالدین مسعود گنج شکرؒ نے عالم فانی سے عالم باقی کی سمت انتقال فرمایا۔

marfat.com

Marfat.com

شیخ صدرالدین عارف قدس سرہ العزیز

آن گہر معدن حق الیقین تازہ ز آب کرش باغ دین
وادہ زپاکی بہ ملائک صلا خرقہ وحدت نجلا وملا
لجہ مواج دل پاک او عقل فرو ماندہ در ادراک او
صدر نشین گشت بہ عرش بریں گشتہ خطابش زخدا صدر دین

انہیں عارف اس واسطے کہتے ہیں کہ ہر بار ختم کلام اللہ کرتے تھے۔ سمند فکر کو زیادہ ترگرم عنان فرماتے تھے اور جس وقت تلاوت میں مشغول ہوتے تھے انہیں فوج فوج معانی کا سامنا ہوتا تھا اور وہ جناب ہمت عالی رکھتے تھے کہ مال دنیوی سے کچھ اپنے پاس نہ رکھتے تھے اور جب آپ کے والد شیخ بہاء الدین زکریا کے آفتاب حیرت نے مغرب ممات کی طرف رجعت کی۔ آنحضرت کے شیخ صدرالدین عارف کے سوا چھ فرزند اور دوسری بی بی سے تھے۔ جب شریعت غرا کے موافق متروکات تقسیم ہوئے۔ اسباب و اجناس کے علاوہ سترلاکھ روپیہ نقد شیخ صدرالدین عارف کو میراث پہنچا۔ انہوں نے وہ تمام نقد جنس اول روز فقرا پر تقسیم کر کے ایک درم اور دینار باقی نہ رکھا۔ بعد اس کے ایک شخص نے آنحضرت سے یہ عرض کی کہ آپ کے والد بزرگوار اس قدر نقد جنس خزانہ میں نگاہ رکھتے تھے اور باآہستگی تمام اسے فقراء پر صرف کرتے تھے۔ آپ کو انہیں کی روش پر عمل کرنا چاہیے جوابدیا کہ میرے والد ماجد جو دنیا پر غالب مطلق ہو گئے تھے۔ اسباب دنیوی کے جمع آنے سے خوف نہ رکھتے تھے اور بتدریج تمام فقراء پر صرف کرتے تھے اور میں بھی اگرچہ اکثر اوقات غالب ہوں لیکن کبھی کبھی اپنی طبیعت کو مساوی پاتا ہوں۔ لہٰذا اس کے جمع کرنے سے اندیشہ کرتا ہوں کہ مبادا مال دنیوی مجھے فریب دے۔ اس لیے اسے اپنے پاس سے دور کرتا ہوں اور اپنے پاس نہیں رکھتا ہوں اور شیخ صدرالدین عارف بہت مرید صاحب جمال رکھتے تھے۔ مثل شیخ جمال خنداں اور شیخ احمد معشوق اور مولانا علاء الدین نجندی اور فرزند ارجمند حضرت کے شیخ رکن الدین ابوالفتح تھے اور یہ جو لوگوں کی زبانی نقل ہے کہ شیخ بہاء الدین زکریا نے رحلت کے وقت شیخ صدرالدین عارف سے وصیت فرمائی کہ شہراوچھ میں ایک درویش نہایت کامل اور فاضل ہیں۔ انہوں نے اب تک کسی درویش سے پیوند نہیں کیا اور ہمارے خانوادہ سے انہیں ایک نصیب وافر ہے اور اگرچہ وہ میرے پاس نہ آئے بعد میرے تمہارے پاس آئیں گے اور اب تک انہیں جذبہ نے مغلوب کیا ہے جس وقت وہ تمہارے پاس آئیں پہلے دن ان سے ملاقات اور مصافحہ نہ کرنا اور تین دن انہیں خلوت میں بٹھانا اور قرآن شریف کی تلاوت میں مشغول کرنا اور جب وہ جذبہ کے غلبہ سے ہوش میں آئیں تو اپنے روبرو انہیں بلانا اور جو کچھ ہم سے تمہیں پہنچا ہے۔ شیخ الشیوخ شہاب الدین عمر سہروردی کے خرقہ کے سوا نصف انہیں دینا ظاہر یہ نقل بنائی ہوئی یعنی خلاف واقع ہے کیونکہ یہ بات میزان درویشی کے پلہ میں نہیں سماتی ہے اور فقیر نے کسی کتاب میں صریح نہیں دیکھا کہ وہ مجذوب کون تھے اور انجام اس کا کیا ہوا اور کتاب فوائد الفوائد میں مرقوم ہے کہ شیخ صدرالدین عارف نے ابتدائے حال میں اپنے والد ماجد کی خدمت میں عرض کی کہ اگر ارشاد ہو میں علم نحو کے استحکام کے واسطے کتاب مفصل جو صاحب کشاف کی تصنیف ہے پڑھوں۔ شیخ نے فرمایا کہ صبر کر کہ آج شب کو حال مصنف کا دریافت کروں۔ اسی شب خواب میں دیکھا کہ صاحب کشاف کو فرشتہ زنجیر اور طوق میں مسلسل اور مطوق کر کے دوزخ کی طرف لیے جاتے ہیں اپنے نورعین کو اس واقعہ سے آگاہی دی۔ شیخ صدرالدین عارف نے جب یہ بات سنی اس کتاب کے پڑھنے کا ارادہ فسخ کیا۔ ظاہراً معلوم ہوتا ہے کہ صاحب کشاف جو مذہب معتزلہ رکھتا تھا اس سبب سے عذاب میں مبتلا تھا (مولف: کشاف کا عقیدہ فاسد تھا احادیث صحیحہ سے منکر ہوتا اور ضعیف بلکہ موضوعات پر اعتماد کرتا

marfat.com

Marfat.com

اور گناہ کبیرہ یہ تھا کہ تفسیر اپنی رائے سے بیان کی۔ اعوذ باللہ من ذلک۔ امیر علی) اور مولانا امام الدین مبارک ملتانی استاد شیخ ابابکر ولق پوش سے منقول ہے کہ ایک روز شیخ صدرالدین عارف دریا کے کنارے جو ملتان سے بفاصلہ ایک فرسخ واقع ہے وضو کرتے تھے اور ان کا بیٹا شیخ رکن الدین ابوالفتح کہ سات برس کی عمر رکھتا تھا' ہمراہ تھا۔ ناگاہ ایک طرف سے ایک غول ہرن کا پیدا ہوا اور ایک بچہ ہرنی کا اس کے درمیان میں تھا۔ شیخ رکن الدین طفولیت کے سبب آہو برہ کی طرف راغب ہو کر اس کے خیال میں مشغول رہے اور جب غول نظر سے غائب ہوا اور شیخ صدرالدین عارف نے وضو سے فارغ ہو کر دوگانہ ادا کیا۔ اپنے فرزند کو بلایا کہ قرآن شریف کا ربع پارہ سبق دے کر یاد کرائیں اور وہ سعادت مند مصحف مجید کھول کر سبق پڑھنے میں مشغول ہوا اور عادت اس صاحبزادہ کی یہ تھی کہ تین مرتبہ پڑھ کر چوتھائی پارہ حفظ کر لیتا تھا اور اس روز دس مرتبہ پڑھا یاد نہ ہوا۔ شیخ صدرالدین نے صورت حال پوچھی بعض حاضرین نے جواب دیا کہ ایک غول ہرن کا اس طرف سے گزرا اور اس کے درمیان میں ایک ہرن کا بچہ تھا۔ ایسا معلوم ہوتا ہے مخدوم زادہ کو اس کی طرف میل ہوا شیخ نے ایک لحظہ تامل کیا کہ آیا وہ غول ہرن کا کس طرف گیا ہے۔ شیخ رکن الدین نے فی الفور عرض کی کہ بابا فلاں طرف گیا۔ شیخ نے ایک لحظہ اس کی طرف توجہ کی۔ ناگاہ لوگوں نے دیکھا کہ ایک ہرنی اپنا بچہ ساتھ لیے ہوئی چلی آتی ہے۔ جب قریب پہنچی شیخ رکن الدین نے دوڑ کر ہرن کے بچہ کو گود میں لیا اور سر اور آنکھیں چوم کر پستان اور اس کے دہن میں چھوڑے تو دودھ پیئے اور بعد اس کے اس مخدوم زادہ نے دوپہر میں کلام اللہ کا ایک پارہ حفظ کیا اور اس ہرنی کو مع بچہ اپنی خانقاہ میں چھوڑ دیا۔ چنانچہ وہ مدت مدید تک وہاں رہی اور نقل ہے کہ بادشاہ غیاث الدین بلبن نے اپنے بڑے بیٹے محمد سلطان خان کو کہ آخر بخان شہید مشہور ہوا۔ چتر اور دور باش دے کر ملتان کی طرف بھیجا اور وہ شیخ کی ملاقات کر کے ممالک کے انتظام میں مشغول ہوا اور اس کی منکوحہ جو بادشاہ رکن الدین ابراہیم بن شمس الدین التمش کی دختر تھی اور زیور عفت و عصمت سے آراستہ تھی۔ محمد سلطان خان شہید کی شراب کی کثرت سے ہمیشہ محزون اور مغموم رہتی تھی۔ ناگاہ محمد سلطان خان نے بحسب اتفاق اس عفیفہ سے رنجش بہم پہنچا کر تین طلاق دے کر مطلقہ کیا اور بعد تین روز کے اس کی مفارقت سے کیونکہ بہت خوبصورت تھی۔ بے تاب ہو کر شہر کے عالموں کو طلب کیا اور ان سے مسئلہ پوچھا سبھی نے عرض کی کہ جب تک اس عورت مطلقہ کو دوسرے کی رفاقت واقع نہ ہو رجوع درست نہیں ہے۔ محمد سلطان خان شہید کہ شہزادہ تنک مزاج تھا۔ نہایت آشفتہ ہو کر مسند سے اٹھا اور خلوت میں جا کر قاضی امیرالدین خوارزمی سے جو شہزادہ کے محرم اور ہمدم تھے۔ یہ بات کہی کہ اگر خلاف شریعت اس عورت کو اپنی خدمت میں لاتا ہوں تو دوزخ کے عذاب اور باپ کے عتاب کا خوف ہے اور جو اسے علیحدہ رکھتا ہوں تاب دوری اپنے میں نہیں پاتا۔ دونوں طرح مشکل ہے۔ قاضی امیرالدین نے کہا اگر امان ہو تو عرض کروں۔ خان شہید نے امان دی۔ قاضی نے فرمایا کہ آپ ایک کام کیجئے اس مقام میں شیخ صدرالدین عارف پاک ذات اور فرشتہ صفات ہیں۔ اس عورت کو خلق سے پوشیدہ ان کے نکاح میں لائیں۔ پھر آنحضرت سے طلاق لے کر جدا کریں تو مباح ہو۔ محمد سلطان خان شہید نے حسب ضرورت اجازت دی قاضی صاحب نے خلق سے پوشیدہ اس مستورہ کو شیخ صدرالدین عارف کے عقد ازدواج میں لا کر ان کے سپرد کیا اور دوسرے دن اس عفیفہ کے طلاق دینے کی تکلیف دی۔ وہ عفیفہ یہ خبر سن کر شیخ کے قدم پر گر پڑی اور عرض کی کہ اگر آپ مجھے پھر اس ظالم فاسق کے سپرد فرمائیں گے میں قیامت کے دن آپ کی دامن گیر ہوں گی۔ شیخ کو اس کی عجز و زاری پر رحم آیا۔ طلاق دینے سے انکار کیا۔ قاضی یہ خبر سن کر ایسے بدحواس اور مضطرب ہوئے قریب تھا کہ ان کا مرغ روح قالب سے پھڑک کر نکل جائے۔ غرضیکہ ظہر کے وقت بہزار وقت اپنے تئیں محمد سلطان خان شہید کی ملازمت میں پہنچا۔ خان شہید ان کے تحیر اور تغیر سے اصل مطلب سمجھ گیا اور طیش میں آ کر تلوار غلاف سے نکالی۔ چاہا کہ قاضی کو بار ہستی سے سبکبار کرے پھر ہوش میں آ کر یہ بات کہی کہ تیری خونریزی بے فائدہ ہے۔ اگر میں کل شیخ صدرالدین کے خون سے اس کے بساط خانہ کو رنگین نہ کروں تو اس عورت سے جو اس کے گھر میں ہے۔ کمتر ہوں پھر حکم دیا کہ تمام شہر میں منادی کرو کہ کل علی الصباح

marfat.com

Marfat.com

تمام سپاہ دربار میں حاضر ہوئے اور اس دن شہزادہ نے وفور رنج سے کھانا نہ کھایا۔ ملتان میں آثار قیامت کے ظاہر آئے اور شیخ اپنے ارادہ پر ثابت اور راسخ تھے کسی نہج کا تغیر ان کے حال میں نہ آیا۔ ناگاہ بعد عصر کے یہ خبر شہزادہ نے سنی کہ بیس ہزار مغل جرار اور خونخوار ملتان کے نواح میں بہ عزم رزم داخل ہوئے۔ محمد سلطان خان شہید نے کہ اپنے تئیں رستم دستان تصور کرتا تھا حکم دیا کہ تمام فوج صبح کو مسلح اور مکمل ہو کر آئے تو پہلے مغلوں کی جماعت کو درہم برہم کروں۔ اس کے بعد شیخ کے خون سے بساط زمین رنگین کر کے اپنے دل کا کینہ نکالوں خلاصہ یہ ہے کہ دوسرے دن محمد سلطان خان شہید چاشت کے وقت مع فوج شہر سے برآمد ہوا اور لشکر غنیم سے دوپہر لڑا اور حملہ ہائے مردانہ سے دشمن کے صفوف کو متفرق اور پریشان کیا اور ظہر کے وقت ادائے نماز کے واسطے ایک تالاب پر وارد ہو کر نماز میں قیام فرمایا اور اس وقت پانچ سو سوار اس کے ہمراہ تھے اور باقی سپاہ غنیم کے تعاقب اور غنیمت میں مصروف تھی۔ اس درمیان میں ایک مغلوں کا افسر کہ دو ہزار سوار سے ایک باغ میں ایستادہ تھا اور اسے حملہ کی فرصت نہ ملی تھی۔ مغل کی خبر شکست سن کر بہ قصد فرار روانہ ہوا جب گزر اس کا اس تالاب پر ہوا محمد سلطان خان شہید کو بہ جماعت قلیل دیکھ کر شیر گرجنہ کی طرح تاخت لایا اور خان شہید کو مع تمام سوار قتل کر کے نکل گیا۔

شیخ قاروں کہ فرد میرود از قعہ ہنوز خواندہ باشی کہ ہم از غیرت درویشانست

پھر تو وہ مستورہ بفراغت تمام شیخ کے مکان میں رہی اور آنحضرت کی برکت صحبت سے واصلان حق سے ہوئی اور شیخ رکن الدین فردوسی سے کہ جو شیخ نجم الدین کے پیر ہیں اور وہ پیر شیخ شرف الدین یحیٰ منیری کے ہیں۔ منقول ہے کہ میں نے ان دنوں میں خراسان سے ہندوستان کی عزیمت کی اور جب ملتان میں پہنچا۔ شیخ صدرالدین کی ملاقات کو ایام بیض میں گیا اور میں روزہ رکھتا تھا۔ شیخ نے کھانا طلب کیا لوگ بہت اس کے مائدہ پر جو بادشاہوں کے دستر خوان کے مانند تھا۔ حاضر ہوئے اور میں شیخ کے قریب اور درویشوں سے زیادہ تھا۔ میں نے دیکھا کہ آنحضرت کے روبرو ایک طباق مزعفر سے بھرا ہوا اور ایک حلوائے صابونی سے لبریز رکھا تھا۔ شیخ نے میری طرف متوجہ ہو کر فرمایا درویشو بسم اللہ میں اگرچہ صائم تھا۔ لیکن بحکم من اکل مع المغفور فھو المغفور اپنے تئیں اس سعادت سے محروم نہ کر سکا اور بسم اللہ کہہ کر اکل طعام میں مشغول ہوا۔ دیکھا کہ شیخ برغبت تمام طعام تناول فرماتے ہیں اور ہر ایک کو ان نعمتوں کے کھانے کے واسطے اشارہ کرتے ہیں۔ میرے دل میں یہ خیال گزرا کہ اگرچہ تو نے صوم البیض کے افطار میں مراعات میزبان کی کہ پر ضرور ہے کہ قلیل غذا پر کفایت کرے۔ غرضیکہ جب یہ امر میرے دل میں گزرا شیخ نے میری طرف متوجہ ہو کر فرمایا کہ جس شخص سے ممکن ہو کہ وہ حرارت باطن سے طعام کو روشن اور نورانی کر سکتا ہے۔ اسے قلت غذا کا مقید ہونا لازم نہیں۔

چونکہ لقمہ مے شود برتو گہر تن مزن ہرچند بتوانی بخور

اور جب شیخ صدرالدین عارف مرض الموت میں مبتلا ہوئے۔ شیخ الشیوخ شیخ شہاب الدین عمر سہروردی کا خرقہ اور دیگر چیزیں جو شیخ بہاء الدین زکریا سے انہیں پہنچی تھیں۔ اپنے فرزند ارجمند شیخ رکن الدین ابوالفتح کو دے کر خلیفہ اور جانشین کیا اور ۷۷۶ سات سو چھتر ہجری میں قید جسمانی سے وارستہ ہو کر عالم روحانی کی طرف سفری ہوئے۔

شیخ رکن الدین ابوالفتح قدس سرہ العزیز

جہاں . معرفت سلطان معنی وجودش آئینہ درشان معنی
دلش از طلعت اسرار مسرور ہمیشہ حالش از انوار معمور
بباطن درحقیقت رفتہ بیباک بظاہر در شریعت چست و چالاک

marfat.com

Marfat.com

آنحضرت نہایت عظیم القدر اور عزیز الوجود تھے اور علوم معقول و منقول سے بہرہ وافی رکھتے تھے۔ اپنے جد بزرگوار کے نظریافتہ تھے اور اس جناب کی والدہ ماجدہ مسماۃ راستی کہ عفت میں اپنے وقت کی رابعہ بصری تھیں اور ہر روز ایک بار کلام اللہ ختم کرتی تھیں اور اپنے خسر سے ارادت صادق رکھتی تھیں۔ ایک دن ان کی ملازمت میں حاضر ہوئیں اور اس وقت میں شیخ رکن الدین ابوالفتح سات مہینے کے ان کے شکم مبارک میں تھے۔ شیخ بہاء الدین زکریا نے اس روز بخلاف عادت ان کی تعظیم کی اور فرمایا اے بی بی یہ تعظیم اس شخص کی ہے کہ تو جس کی حامل ہے اور یہ نور عین ہمارے خاندان اور درد ماں کا چراغ ہوگا۔ ایک روز کا مذکور ہے کہ شیخ بہاء الدین زکریا پلنگ پر رونق افزا تھے اور آپ نے دستار مبارک پلنگ کے پایہ پر رکھ دی تھی اور شیخ صدرالدین چارپائی کے قریب فرش پر مودب بیٹھے تھے اور شیخ ابوالفتح کا سن ان دنوں میں چار برس کا تھا۔ چارپائی کے گرد پھرتے تھے یک بارگی حضرت کی دستار مبارک اٹھا کر زیب سر کی۔ شیخ صدرالدین نے مضطرب ہو کر بہ آواز بلند فرمایا کہ اے رکن الدین بے ادبی نہ کر اور حضرت کی دستار مبارک اتار کر رکھ دے۔ شیخ بہاء الدین زکریا نے فرمایا اے صدر الدین عارف تم اسے منع نہ کرو کہ بسبب استحقاق کے زیب سر کی ہے اور میں نے یہ دستار اسے بخشی منقول ہے کہ حضرت نے وہ دستار اسی طور سے معقد صندوق میں امانت رکھی۔ بروز جلوس سجادہ اس کو سر پر رکھتے تھے اور خرقہ شیخ الشیوخ شیخ شہاب الدین عمر سہروردی کا پہنتے تھے اور روش آنحضرت کی سلطان ابوسعید ابو الخیر کی روش کے موافق تھی۔ ان کی مجلس میں جس شخص کے دل میں جو کچھ آتا وہ آنحضرت پر مکشوف ہوتا تھا اور مخدوم جہانیاں سید جلال بخاری اور شیخ عثمان سیاح کے مانند کہ دہلی میں مدفون ہیں مرید رکھتے تھے اور شیخ نصیر الدین اودھی المشہور بہ چراغ دہلی سے منقول ہے کہ جس وقت شیخ رکن الدین ابوالفتح دہلی میں تشریف لاتے تھے۔ خلق کو آنحضرت کے عطائی ظاہری اور باطنی سے ہر روز روز عید اور ہر شب شب قدر ہوتی تھی اور بادشاہ علاء الدین خلجی کے عہد میں دو بار دہلی میں تشریف لائے تھے اور بادشاہ قطب الدین مبارک شاہ کے عصر میں تین بار اور بادشاہ علاء الدین خلجی باوجود غرور و حشمت آنحضرت کے استقبال کے واسطے سوار ہوتا تھا اور باعزاز تمام شہر میں لاتا تھا اور دس لاکھ روپیہ پہلے دن اور پانچ لاکھ روپیہ روز وداع بطریق شکرانہ ارسال کرتا تھا اور شیخ رکن الدین کے پاس اس دن جس قدر زر شکرانہ آتا تھا۔ خلائق پر تقسیم کرتے تھے ایک درم یا دینار باقی نہ رکھتے تھے اور بارہا فرماتے تھے کہ میں ملتان سے بہ عشق محبت شیخ نظام الدین اولیاء دہلی میں آتا ہوں اور نقل ہے کہ ایک وقت دونوں بزرگ مسجد کیلوکھری میں جمعہ کی نماز ادا کر کے باہم ملاقی ہوئے۔ شیخ رکن الدین ابوالفتح شیخ نظام الدین اولیاء کی خانقاہ کی طرف تشریف لے گئے اور درویشاں صاحب حال وہاں حاضر تھے۔ مولانا علم الدین چچیرے بھائی شیخ رکن الدین ابوالفتح کے دل میں یہ خیال گزرا کہ جو قران السعدین واقع ہوا بہتر ہے کہ اس وقت ان بزرگوں کے درمیان نکتہ علمی مذکور ہو۔ فی الفور دونوں بزرگوار دفعتاً زبان پر لائے کہ اے مولانا علم الدین جو کچھ تمہارے دل میں گزرا ہے اسے زبان پر لاؤ۔ مولانا نے کہا آیا کیا حکمت تھی کہ حضرت رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مکہ سے مدینہ کی طرف ہجرت کی شیخ رکن الدین ابوالفتح نے کہا میرا دل گواہی دیتا ہے کہ بعض کمالات حضرت کے اس ہجرت پر موقوف تھے۔ اس واسطے وہاں تشریف لے گئے تو وہ کمالات حاصل ہوں۔ بعد اس کے شیخ نظام الدین اولیاء نے یہ جواب دیا کہ میرے دل میں یہ آتا ہے کہ بعض ناقصاں مدینہ کو مکہ معظمہ کے سفر کی قدرت نہ تھی۔ تاخدمت بابرکت میں مشرف ہو کر کسب فیوض کریں۔ حق سبحانہ تعالیٰ نے آنحضرت کو مدینہ منورہ کی طرف بھیجا تو اہل نقصان آپ کے یمن خدمت سے درجہ کمال کو پہنچیں۔ سبحان اللہ ان دونوں بزرگوں نے در پردہ تواضع ایک دوسرے کی فرمائی اور بادشاہ قطب الدین مبارک شاہ کے عہد میں شیخ رکن الدین ابوالفتح تین مرتبہ دہلی میں تشریف لائے۔ اکثر اوقات شیخ نظام الدین اولیاء کے ساتھ صحبت رکھتے تھے اور جب بادشاہ کے دیکھنے کا ارادہ ہوتا تھا اس روز تخت رواں پر سوار ہوتے تھے اور مقام مناسب میں تخت کو ٹھہراتے تھے اور اہل حاجت اپنے عرائض تحریر کر کے تخت پر ڈالتے تھے اور قطب الدین مبارک شاہ کے دیوان خانہ کے تین دروازہ تھے۔ دو دروازہ سے وہ جناب تخت رواں پر سوار ہو کر جاتے تھے

marfat.com

Marfat.com

اور تیسرے دروازے میں بادشاہ استقبال کے واسطے آتا تھا۔ جب شیخ تخت سے اترتے تھے بادشاہ آنخضرت کا ہاتھ پکڑ کر دیوان خاص میں لے جاتا تھا اور حضرت کے روبرو مودب بیٹھتا تھا اور قدم رنجہ فرمانے کا عذر کرتا تھا۔ اس وقت خادم شیخ کے اشارہ کے موافق خلائق کی عرضیاں بادشاہ کے ملاحظہ پیش کرتا تھا اور بادشاہ خود پڑھ کر ہر عریضہ کے ناصیہ پر مدعی کے حسب مدعا خط خاص جواب لکھتا تھا اور ارکان دولت دستخط خاص کے موافق عمل کرتے تھے اور جب مقدمات خلائق کا تصفیہ ہو جاتا تھا۔ شیخ اپنے مکان پر تشریف لے جاتے تھے اور امیر خسرو سے منقول ہے کہ شیخ فریدالدین مسعود گنج شکرؒ کے عرس کے دن حضرت رکن الدین ابوالفتح اور شیخ نظام الدین اولیاء دونوں بزرگوار موجود تھے۔ جب قوالوں نے راگ شروع کیا شیخ نظام الدین اولیاء حالت وجد و حال میں آکر اٹھنا چاہتے تھے کہ شیخ رکن الدین ابوالفتح نے ان کا دامن پکڑ لیا۔ بعد ایک لحظہ کے شیخ دوبارہ وجد میں آکر استادہ ہوئے۔ اس مرتبہ شیخ رکن الدین ابوالفتح مانع نہ ہوئے اور خود شل اور درویشوں کے ہاتھ باندھ کر کھڑے ہوئے اور جب سماع موقوف ہوا ہر شخص اپنے مکان کی طرف راہی ہوا۔ مولانا علم الدین نے شیخ رکن الدین ابوالفتح سے پوچھا کہ ممانعت اول اور سکوت ثانی کا کیا سبب تھا جواب دیا کہ میں نے اول مرتبہ شیخ نظام الدین اولیاء کو عالم الملکوت میں دیکھا تھا۔ میرا بھی دسترس اس مقام تک تھا۔ لہذا دامن گیر ہوا۔ دوسری بار انہیں عالم جبروت میں دیکھا جب مجھے معلوم ہوا کہ وہاں میرا ہاتھ روک نہ سکے گا اس واسطے دست بردار ہوا اور نقل ہے کہ شیخ رکن الدین ابوالفتح نظام الدین اولیاء کی خبر فوت سن کر ملتان سے دہلی کی طرف متوجہ ہوئے اور وہاں پہنچ کر لوازم زیارت بجالائے اور بھی انہیں دنوں میں بادشاہ غیاث الدین تغلق شاہ بنگالہ سے نواح دہلی میں پہنچا اس کے فرزند سلطان محمد تغلق شاہ نے استقبال کیا اور شیخ بھی اس کی پیشوائی کو روانہ ہوئے اور بادشاہ ضیافت کھانے کے واسطے اس قصر میں کہ اس کے فرزند نے افغان پور کے قریب تعمیر کیا تھا وارد ہوا جو شیخ رکن الدین ابوالفتح بھی اس قصر میں رونق افزا تھے۔ اس جناب نے بادشاہ سے کہ وہ طعام تناول کرنے میں معروف تھا کہا کہ جس قدر ممکن ہو اس قصر سے برآمد ہو جائیے۔ بادشاہ نے جواب دیا کہ اکل و شرب سے فارغ ہو کر برآمد ہوں گا۔ شیخ نے دوبارہ بادشاہ سے کہا وہی جواب سنا۔ شیخ رکن الدین ابوالفتح اپنے ہاتھ دھو کر قصر سے نکل گئے اور لوگ بھی یہ حال دیکھ کر شیخ کے پیچھے ہوگئے لیکن بادشاہ مع ایک جماعت مخصوصان بیٹھا رہا۔ ابھی شیخ دوسری دہلیز میں نہ پہنچے تھے کہ اس قصر کی چھت گر پڑی اور بادشاہ ہلاک ہوا اور یہ واقعہ دیکھ کر لوگ زیادہ تر شیخ کے معتقد ہوئے اور شیخ عثمان سیاہ کا گلستان ارادت از سر نو تازہ ہوا اور مولانا اسماعیل ذاکر سے نقل ہے کہ شیخ رکن الدین ابوالفتح نے اپنی وفات سے تین مہینے پیشتر یکبارگی خلق سے کنارہ کر کے گوشہ نشینی قبول کی تھی اور کبھی حجرہ سے سوائے نماز فرض کے برآمد نہ ہوتے تھے۔ الغرض بتاریخ سولہویں رجب یوم پنجشنبہ بعد نماز عصر مولانا ظہیرالدین محمد کو کہ خادم خاص تھے حجرہ میں طلب کیا اور اپنی تجہیز و تکفین کے بارہ میں وصیت کی چونکہ اس جناب کے کوئی فرزند نہ تھا مصلے اور خرقہ اپنے ایک بھائی کو عطا کیا اور نماز مغرب کے وقت امام کو اندر بلا کر نماز فرض ادا کی اور سر سجدہ میں رکھ کر ودیعت حیات رب کائنات کے سپرد کی اور جو کہ مولف کتاب ہذا محمد قاسم فرشتہ کو یہ حقیقت کسی کتاب سے دریافت نہ ہوئی کہ شیخ رکن الدین ابوالفتح کے انتقال کے بعد کون لوگ ۔ملتا۔ بعد بطن سجادہ خلافت پر بیٹھتے آئے۔ لہذا اس سے ساکت ہو کر ان کے مریدان مشد کے ذکر میں مشغول ہوا۔

سید جلال بخاری قدس سرہ العزیز

آنجناب سید صحیح النسب ہیں اور نسب آنخضرت کا ساتھ امام الہادی کے یوں پہنچتا ہے سید جلال بن سید علی بن جعفر بن محمد بن احمد بن محمود بن عبداللہ بن علی اصغر بن جعفر بن امام علی الہادی اور منقول ہے کہ سید جلال بخارا سے ملتان میں آکر شیخ فریدالدین مسعود گنج شکرؒ (شیخ فرید الدین الخ فارسی میں بھی اسی طرح ہے شاید خانقاہ شیخ بہاؤ الدین الخ چاہئے۔ واللہ اعلم۔ امیر علی) کی خانقاہ میں وارد ہوئے اور ان

marfat.com
Marfat.com

دنوں میں گرما کی نہایت گرماگرمی تھی اور ہوائے تموز یعنی لو چلتی تھی۔ ایک روز سید جلال بخاری خانقاہ کے صحن میں بیٹھے تھے۔ فرمایا آہ ایسی فصل میں بخارا کی برف مطلوب ہے۔ شیخ بہاء الدین زکریا نے کہ اپنے حجرہ میں تھے صفائے باطن سے یہ امر دریافت کر کے اپنے خادم سے فرمایا کہ تم جا کر جماعت خانہ کی صف میں فرش اٹھا کر تمام صحن میں جھاڑو سے صاف کرو۔ خادم نے حکم کے موافق عمل کیا اور لوگ اس امر سے کہ خلاف عادت تھا متعجب ہوئے اور وقت دوپہر کا تھا کہ ناگاہ ایک ٹکڑا ابر کا خانقاہ کے مقابل میں ظاہر آیا اور خانقاہ کے صحن میں اولے تخم مرغ برابر گرنے لگے۔ یہاں تک کہ تمام صحن اولوں سے بھر گیا اور ابر برطرف ہوا اور ایک اولا خانقاہ کے سوا دوسرے مقام میں نہ گرا غرض کہ سید جلال بہت اولے تناول فرما کر اپنی آرزو کو پہنچے اور ملتان کی خلائق ایک ایک اولا تبرکاً اور تیمناً اٹھا لے گئی اور جب شیخ نماز ظہر کے واسطے حجرہ سے برآمد ہوئے۔ سید جلال بخاری کو دیکھ کر مسکرائے اور فرمایا اے سید جلال بخاری اس حال میں اولے ملتان کے بہتر ہیں یا برف بخارا کی۔ سید جلال بخاری نے عرض کی کہ ایک اولا ملتان کا یخ بخارا کے سو ریکالے سے بہتر ہے اور اسی عرصہ میں وہ جناب خرقہ خلافت کا پا کر بلدہ اوچہ میں مامور ہوئے اور آنحضرت کا مقبرہ اس شہر میں واقع ہے۔

شیخ حسن افغان رحمتہ اللہ علیہ

آنجناب بھی شیخ بہاء الدین زکریا کے مریدوں میں سے ہیں جن کا یہ مرتبہ ہے کہ شیخ نے اپنی زبان مبارک سے ارشاد کیا کہ جب قیامت میں پیش کرسی ندا آئے گی کہ زکریا ہماری درگاہ میں کیا لایا۔ عرض کروں گا حسن افغان کو لایا ہوں اور کتاب فوائد الفوائد میں شیخ نظام الدین اولیاء سے مرقوم ہے کہ شیخ حسن مرد امی تھے کچھ پڑھے لکھے نہ تھے بلکہ بعض حروف بھی زبان سے ادا نہ کر سکتے تھے۔ لیکن لوح محفوظ ان کے آئینہ دل پر عکس افگن تھی۔ اس دلیل سے کہ لوگ بارہا تین سطر ایک کاغذ پر تحریر کر کے ان کے روبرو لے جاتے تھے۔ ایک سطر احادیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اور ایک سطر اقاویل مشائخ سے اور ایک سطر آیات کلام مجید سے اور شیخ سے عرض کرتے تھے کہ فرمائیں ان سطروں میں احادیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آیات قرآن شریف اور اقوال مشائخ کون ہیں۔ وہ جناب اول انگشت قرآن مجید کی سطر پر رکھتے تھے اور فرماتے تھے کہ یہ کلام حق تعالیٰ کا ہے کہ نور اس کا عرش اعظم تک مشاہدہ کرتا ہوں اور یہ حدیث رسول اللہ ہے کہ طلعت اس کی سپہر ہفت میں تک دیکھتا ہوں۔ پھر مشائخ کے سطر کی طرف متوجہ ہو کر فرماتے تھے کہ یہ اقوال بزرگوں کے ہیں کہ نور اس کا فلک تک معائنہ کرتا ہوں اور یہ بھی شیخ نظام الدین اولیاء سے منقول ہے کہ ایک وقت دہلی میں ایک مسجد بنا کرتے تھے اور قبلہ کے تعین میں کہ داہنی طرف میل کرتا ہے۔ یا بائیں سمت علما کو اختلاف ہوا اتفاقاً شیخ حسن افغان اس مقام میں وارد ہوئے اور قبلہ رو استادہ ہو کر کعبہ کی طرف اشارہ کیا اور فرمایا بیت اللہ کی زیارت کرو۔ جمیع علما جو حاضر تھے کعبتہ اللہ کی زیارت سے مشرف ہوئے اور شیخ کی تعظیم کو جھکے اور ایک روز شیخ حسن افغان کا گزر ایک کوچہ میں ہوا اور بہنگام مغرب ایک مسجد میں پہنچے۔ دیکھا کہ ایک امام نماز با جماعت کی ادا کرتا ہے آپ نے اس امام کے پیچھے اقتدا کی۔ جب امام سلام پھیر کر نماز سے فارغ ہوا آپ امام کا ہاتھ پکڑ کر ایک گوشہ میں لے گئے اور کہا اے صاحب ہم اس نماز کی جماعت میں شریک ہوئے اور تمہاری اقتدا کی۔ تم عین نماز میں دہلی سے بنگالہ گئے اور وہاں سے پردے خرید کر کے ملتان لے گئے اور ملتان سے غزنین کی سمت ان پردوں کو گراں قیمت بیچنے کے واسطے روانہ ہوئے اور ہم تمہارے پیچھے بے سروپا حیران و پریشان پھرتے رہے۔ بتایئے اس نماز کو کیا کہیں اور اس کا کیا نام رکھیں اور فی الواقع ایسا ہی ہوا تھا کہ جو شیخ نے فرمایا۔

شیخ احمد رحمتہ اللہ علیہ

marfat.com

Marfat.com

وہ جناب شیخ صدر الدین عارف کے مریدوں سے ہیں۔ ابتدائے زمانہ میں قندھار میں سکونت رکھتے تھے اور مرد دائم الخمر تھے۔ بے خمر زیست نہ کر سکتے تھے۔ ایک مرتبہ اپنے باپ محمد قندھاری سے رخصت لے کر برسم تجارت ملتان کی طرف روانہ ہوئے اور مے نوشی اور معشوق پرستی ان کا کام تھا۔ اتفاق حسنہ سے وہ ایک روز دکان میں بیٹھے تھے کہ شیخ صدرالدین عارف کہ شیخ بہاء الدین زکریا کی زیارت کے واسطے جاتے تھے۔ نظران کی شیخ احمد پر پڑی ایک خادم کو بھیجا کہ انہیں جس طور سے ممکن ہو میرے پاس لا۔ یہ کہہ کر وہ جناب اپنے والد کے مقبرہ میں داخل ہوئے اور شیخ کی زیارت سے مستفیض ہوئے۔ بعد اس کے خادم شیخ احمد کو شیخ صدرالدین عارف کی خدمت میں لایا اور شیخ انہیں اپنے ہمراہ اپنے مکان پر لے گئے اور اپنے پہلو میں بٹھایا اور جو فصل گرما تھی شربت طلب کر کے قدرے آپ نے نوش فرمایا اور باقی شیخ احمد کو دیا وہ شربت انہوں نے پیا۔ اس کے پیتے ہی ابواب معرفت ان پر کشادہ ہوئے اور وہ فوراً تائب ہو کر شرف ارادت سے مشرف ہوئے اور جو کچھ نقد و جنس اپنے پاس رکھتے تھے اس خانقاہ کے درویشوں پر تقسیم کیا اور علائق دنیا سے دستکش ہو کر تجرید اختیار کی اور سات برس گوشہ انزوا میں بیٹھ کر بیاد حق مشغول ہوئے اور ہر وقت شیخ سے ایک فیض حاصل کرتے تھے۔ یہاں تک کہ مدارج علیا پر فائز ہو کر اہل ولایت سے ہوئے اور فوائد الفوائد میں شیخ نظام الدین اولیاء سے منقول ہے کہ شیخ احمد رحمتہ اللہ علیہ اواخر عمر میں بیاد حق ایسے مشغول ہوئے کہ چشم ظاہری نہ کھولتے تھے۔ ایک وقت عین سرمایہ میں کہ ہوا نہایت سرد تھی صبح کو غسل کے واسطے پانی میں داخل ہوئے اور ایک عرصہ تک اس میں درنگ کر کے زبان مناجات میں کھولی کہ الٰہی تو بادشاہ ہے اور بندوں کی اطاعت سے بے نیاز ہے اپنے لطف عمیم سے بندگان بے بضاعت کو سرفراز فرماتا ہے اور قسم ہے تیری محبت کی جب تک کہ میں اپنا قرب اور مرتبہ نہ جانوں گا اس پانی سے نہ نکلوں گا۔ آخرش ندا آئی کہ ہماری درگاہ میں تیرا مرتبہ وہ ہے کہ ہم تیرے وسیلہ شفاعت سے خلائق کثیر کو آتش دوزخ سے رہا کر کے بہشت جاودانہ میں داخل کریں گے۔ شیخ احمد نے عرض کی کہ بار الٰہا تیری نعمت بے حد اور رحمت لاتعداد ہے۔ میں اس امر پر اکتفا نہ کروں گا' اس کے بعد فرمان صادر ہوا کہ ہم نے تجھے اپنا معشوق بنایا تو اپنے تمام طالبوں کو میرا عاشق کر۔ شیخ احمد یہ بشارت فیض اشارت سنتے ہی پانی سے برآمد ہوئے اور اپنے مکان کا راستہ لیا۔ الغرض راہ میں جس جگہ پہنچتے تھے خلقت کہتی تھی کہ شیخ احمد معشوق آتا ہے۔ منقول ہے کہ پھر تو جذبہ ان کا اس نہایت کو پہنچا کہ نماز سے بھی باز رہے اور جب علماء و فضلا سمجھاتے تھے کہ اپنے تئیں مستی اور بے شعوری سے باز رکھئے اور نماز پنجگانہ ادا کیجئے۔ فرمایا قدرت نماز پر رکھتا ہوں لیکن فاتحہ الکتاب نہیں پڑھ سکتا۔ علما نے جواب دیا کہ نماز بے سورہ فاتحہ درست نہیں ہے۔ شیخ نے کہا فاتحہ پڑھوں گا لیکن ایاک نعبدو ایاک نستعین نہ کہوں گا۔ بولے یہ بھی جائز نہیں ہے۔ تمام سورہ فاتحہ کی قرات واجب ہے۔ شیخ نے عالموں کی تکلیف کے سبب نماز میں قیام کیا۔ جب ایاک نعبد و ایاک نستعین پر پہنچے۔ اس جناب کے ہربن موئے ایک قطرہ خون کا ٹپکا کہ تمام خرقہ خون آلود ہوا ناچار علما کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا کہ بزرگوار میں زن حائضہ کے مانند ہوں۔ مجھ پر نماز درست نہیں ہے: مجھ سے دست بردار ہو۔

مولانا شیخ حسام الدین نور اللہ مرقدہ

آنحضرت بھی شیخ صدرالدین عارف کے مریدوں میں انتظام رکھتے تھے۔ ایک روز کا مذکور ہے کہ شیخ صدرالدین عارف شیخ بہاء الدین زکریا کی قبر کی زیارت کے واسطے تشریف لے گئے تھے اور مولانا شیخ حسام الدین ہمراہ تھے۔ مولانا حسام الدین کے دل میں یہ خیال گزرا کہ کیا خوب ہوتا جو شیخ بہاء الدین زکریا کے مزار کے پائنتے مجھے ایک قبر کے مقدار زمین ملتی تو ان بزرگوار کے جوار کی برکت سے میں عذاب دوزخ سے نجات پاتا۔ فی الفور شیخ صدرالدین عارف نے ان کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا مولانا حسام الدین تمہارے مزار کے واسطے اس زمین سے مجھے دریغ نہیں ہے لیکن حضرت رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تمہارے مزار کے واسطے زمین طیب و طاہر شہر دایوں

marfat.com

Marfat.com

میں تعین فرمائی ہے۔ تمہاری قبر وہاں ہوگی منقول ہے کہ مولانا نے بلدہ بداؤں میں ایک شب کو خواب میں حضرت رسالت پناہ صلعم کو دیکھا کہ آنحضرت فلاں مقام میں وضو کرتے ہیں۔ صبح کو وہاں جا کر دیکھا کہ زمین تر ہے فرمایا مجھے اس مقام میں دفن کرنا۔ خلاصہ یہ ہے کہ اسی مقام میں مدفون ہوئے۔

مولانا علاء الدین رحمتہ اللہ علیہ

آنجناب بھی شیخ صدرالدین عارف کے مریدوں میں سے ہیں۔ نہایت محقق اور فاضل تھے۔ چار برس تک خدمت میں ان محرم راز کے بسر لے گئے اور شیخ صدرالدین عارف انہیں ہمیشہ محبوب اللہ کہتے تھے اور وہ جناب رات دن میں دوبار کلام اللہ ختم کرتے تھے اور شیخ جمال خجندی بھی شیخ بہاء الدین زکریا کے مریدوں سے ہیں لیکن شیخ صدرالدین عارف کے تربیت یافتہ ہیں۔ علوم ظاہری اور باطنی سے بہرہ وافی رکھتے تھے اور خارق عادت اس جناب سے بہت سرزد ہوتے تھے اور قبران کی اوچھ میں ہے۔

شیخ وحید الدین عثمان المشہور بسیاح

شیخ نصیرالدین اودھی مشہور بہ چراغ دہلی سے نقل ہے کہ شیخ وحید الدین عثمان سیاح کو میں نے دیکھا ہے۔ ایک روز کیلوکھری میں دریا کے کنارے شیخ رکن الدین عارف کے مرید ہوئے اور انہوں نے ایسی ترک و تجرید کی کہ ایک تہمد کے سوا جو ستر عورت کو پر ضرور ہے اور کچھ اپنے پاس نہ رکھتے تھے اور اسی حال سے شیخ کے ہمراہ ملتان میں جاکر کتاب عوارف مصنف شیخ الشیوخ شہاب الدین عمر سہروردی ان سے پڑھی اور قرآن مجید حفظ کیا اور مشہور ہے کہ جب وہ جناب شیخ کی اجازت سے عازم سفر ہوئے اور قدم سیاحی میں چھوڑا۔ چھاگل اور عصا بھی نہ لیا۔ وہی لنگی یعنی تہمد ہمراہ تھی اور سیاحی مجرد کرتے تھے۔ ذات باری کے سوا کوئی رفیق شفیق نہ رکھتے تھے۔ یہاں تک کہ مکہ معظمہ میں پہنچ کر حج ادا کیا اور وہاں سے مدینہ میں جاکر ایک سال مقیم ہوئے اور پھر موسم حج میں بیت اللہ میں جاکر طواف میں مشغول ہوئے اور جو کہ ہوا گرم تھی۔ خضر علیہ السلام نے حاضر ہو کر اپنی آستین کا سایہ اس جناب پر کیا اور خود بھی طواف میں معروف ہوئے اور شیخ نے اگرچہ آنحضرت کو پہچانا لیکن کچھ نہ کہا بعد اس کے ملتان میں آکر شیخ رکن الدین سے ملاقات کی۔ شیخ نے فرمایا کہ خوب ہوا تم جلد چلے آئے نہیں تو خلق کے لیے فتنہ ہو جاتے۔ پھر لباس خاص اپنا انہیں پہنایا اور دستار مبارک اتار کر ان کے سر پر رکھی اور بعد چند روز کے حکم کیا کہ تم دہلی میں جاکر بودوباش اختیار کرو اور اکثر اوقات شیخ نظام الدین اولیاء کی صحبت میں بسر لے جانا۔ آنحضرت جہاں تمہارے واسطے منزل مقرر کریں اسی مقام میں قیام کرنا اور میری دعا شیخ کو پہنچانا اور شیخ وحید الدین عثمان سیاح جب دہلی میں وارد ہوئے۔ شیخ نظام الدین اولیاء سے مل کر پہلے شیخ رکن الدین کا سلام پہنچایا۔ شیخ نے اٹھ کر وعلیکم السلام کہا پھران دونوں بزرگواروں کے درمیان محبت تمام بہم پہنچی۔ شیخ وحید الدین عثمان بھی شیخ نظام الدین اولیاء کی ملازمت میں رہتے تھے اور سماع اور وجد میں نہایت میل رکھتے تھے اور بادشاہ غیاث الدین نے ترک سماع کا محضر تیار کرنے سے پہلے یہ حکم کیا تھا کہ جو مطرب یا قوال کسی صوفی کے روبرو راگ گائے گا اور صوفی دم مارے گا تو اس کی زبان گدی کی طرف سے کھینچی جائے گی۔ اس سبب سے کسی قوال اور صوفی کو یہ قدرت نہ تھی کہ محفل راگ اور سماع کے گرد جاتا۔ الغرض ان دنوں میں ایک روز شیخ وحید الدین عثمان سیاح اپنی جماعت خانہ میں بیٹھے تھے۔ میر حسن قوال ولد میر حیات جو قوالوں کا سردار اور شیخ نظام الدین اولیاء کے وظیفہ خواروں کے سلک میں منتظم تھا مع دو تین قوال اس طرف سے گزرا۔ شیخ وحید الدین عثمان سیاح کو دیکھ کر ان کی خدمت میں حاضر ہوا۔ شیخ وحید الدین عثمان سیاح نے کہ اس کی حسن صورت پر فریفتہ تھے فرمایا کہ اے میر حسن آہستہ آہستہ کچھ گنگنا۔ اس نے جواب دیا کہ یا شیخ بادشاہ اس بارہ میں نہایت قدغن رکھتا ہے۔ یہاں تک کہ کوئی شخص قرآن

marfat.com

Marfat.com

بھی خوش آوازی سے نہیں پڑھ سکتا ہے۔ شیخ نے فرمایا یہاں کوئی نہیں ہے۔ دروازہ بند کر کے بہ آہستگی سنوں گا۔ حسن قوال نے جب شیخ کو حد سے زیادہ مصر دیکھا ناچار ہو کر یہ بیت پردہ عشاق میں شروع کی۔

زاہد زدیں برآدم و صوفی ز اعتقاد
ترسا محمری شد و عاشق ہمان کہ ہست

شیخ یہ سنتے ہی ایسے وجد میں آئے کہ بے خودی میں حجرہ کا دروازہ کھول دیا۔ یہ خبر سن کر دو سو قوال تخمیناً حاضر ہوئے اور اس محلہ کے صوفیوں نے اژدہام کیا۔ محفل طولانی ہوئی اور یہ خبر شہر میں منتشر ہونے سے انبوہ کثیر اور جم غفیر اہل وجد و حال اور تماشائیوں کا شیخ وحید الدین عثمان سیاح کے محلہ میں جمع ہوا اور شیخ ساتھ اس جمعیت کے قریب تین ہزار آدمی کے تھے۔ تغلق آباد کی سمت روانہ ہوئے اور دہلی سے وہاں تک ڈھائی کوس فاصلہ تھا۔ وضع و شریف متحیر ہو کر سمجھے کہ اب شیخ اور قوالوں کا بادشاہ کی تیغ سیاست سے بچنا محال ہے۔ راوی کہتا ہے کہ جب شیخ ساتھ اس وضع کے تغلق آباد کے قریب پہنچے بادشاہ غیاث الدین تغلق نے ملک شاہی کو کہ جو اس کے جملہ مخصوصاں سے تھا بھیجا کہ جاکر دریافت کرے کہ یہ ہجوم اور شور کیسا ہے۔ ملک شادی حسب الحکم گھوڑا سرپٹ پھینک کر ان کے قریب پہنچا۔ دیکھا کہ شیخ وحید الدین عثمانی سیاح اور صوفی اور قوال وجد کرتے ہوئے اور گاتے ہوئے آتے ہیں۔ اس نے فوراً پلٹ کر بادشاہ سے حقیقت حال عرض کی۔ بادشاہ نے فرمایا کہ میں اس شخص کی ایسی تنبیہہ اور تادیب کروں گا کہ اور دن کی عبرت کا باعث ہو۔ اس کے بعد بادشاہ نے تذکرہ خسرو خان قاتل قطب الدین مبارک شاہ کا طلب کیا کہ اس میں دیکھوں کہ اس شیخ نے خسرو خان سے کس قدر روپیہ لیا ہے۔ بعد میں حکم کروں گا کہ وہ روپیہ شیخ سے اسی وقت بہ شدت و اہانت تمام پھیر لیں۔ اراکین دولت جو بادشاہ کی خدمت میں حاضر تھے۔ انہوں نے عرض کی کہ اس شیخ نے خسرو خان سے زر فتوح ایک حبہ قبول نہیں کیا ہے۔ مقلب القلوب نے بادشاہ کے دل کو ایسا نرم کیا کہ یہ بات سنتے ہی ملک شادی سے فرمایا کہ تو جلد جاکر شیخ کو میرا سلام پہنچا اور قصر خاص میں باعزاز تمام لا اور سامان ضیافت مہیا کر کے قوالوں کو انعام شاہی سے مالا مال کر۔ ملک شادی نے شیخ کو مع جماعت تین روز مہمان رکھا اور اپنی طرف سے بہت زر شکرانہ پیش کیا۔ شیخ نے قبول نہ کیا۔ پھر تغلق آباد سے ساتھ اس ازدحام اور غوغا کے غیاث پور کی طرف روانہ ہوئے اور شیخ نظام الدین اولیاء کی ملازمت میں چند روز بسر کیے۔

مخدوم جہانیاں جلال الدین حسین بخاری

آن گوہر معدن سیادت
سلطان سرادق سعادت
آن حاجی دین سلالہ پاک
فرزند نبی خاص لولاک
بانی شریعت و طریقت
استاد مشائخ حقیقت
اندر پے مصطفیٰ در اسلام
از فقر نہادہ برزمیں گام
سیاح جہاں براہ دینی
برداشتہ توشہ یقینی
ہم یافتہ شش حج اکبر
ہم زائر روضہ پیمبر
آمد زخد الفتح بابش
مخدوم جہانیاں خطابش

چونکہ تقدیم و تاخیر مشائخ میں تقدم زمانہ کا لحاظ رکھا گیا ہے۔ لہٰذا مخدوم جہانیاں کا احوال موخر لکھا گیا۔ واضح ہو کہ آپ کے جد امجد حضرت سید جلال بخاری نے جب اپنے پیر شیخ بہاء الدین زکریا سے خرقہ خلافت پایا اور پیر کی رخصت سے اوچھ میں آئے اور شریعت نبوی کے موافق نکاح کیا تو آفریدگار عالم نے انہیں تین فرزند کرامت فرمائے۔ سید احمد کبیر سید بہاء الدین اور سید محمد احمد کبیر جو اپنے والد

marfat.com
Marfat.com

کے سجادہ نشین تھے۔ ان کے صلب سے دو فرزند سعادت مند موجود ہوئے۔ ایک مخدوم جہانیاں سید جلال الدین حسین بخاری دوسرے صدرالدین راجو قتال اور سید احمد کبیر نے سید جلال الدین حسین بخاری کو سات برس کے سن میں شیخ جمال الدین خجندی کی خدمت میں کہ شیخ بہاء الدین زکریا کے مریدوں سے تھے لے جا کر آنحضرت کی دست بوسی سے مشرف کیا۔ پھر شیخ جمال الدین خجندی نے ایک طباق میں خرما لا کر اہل مجلس پر تقسیم کیے۔ سید جلال الدین حسین بخاری نے خرما مع خستہ تناول کیا۔ شیخ جمال جندی نے خرما مع خستہ کھانے کا سبب پوچھا۔ عرض کی کہ جو خرما آپ کے دست حق پرست سے دستیاب ہو اس کا تخم دور کرنا سو ادبی ہے۔ شیخ نے فرمایا کہ تو وہ چراغ ہے کہ اپنے خاندان کو قیامت تک روشن رکھے گا۔ سید جلال الدین حسین بخاری عالم متبحر تھے اور علوم عقلی و نقلی میں آپ نے نہایت مشقت کھینچی تھی اور مقید اس امر کے نہ تھے کہ ایک شخص کے مرید ہو کر دوسرے سے رجوع نہ کریں اور فرماتے تھے کہ تمام فضلا اور مشائخ کی زیارت سے مستفیض ہونا چاہیے اور اس جناب نے سبھی سے فیض و نصیب حاصل کر کے اپنے والد سید احمد سے خرقہ خلافت کا پایا اور دوسرا خرقہ حضرت شیخ رکن الدین ابوالفتح سے پایا۔ روایت ہے کہ برسوں ان کی خدمت کر کے مکہ اور مدینہ اور مصر اور شام اور بیت المقدس اور روم و عراقین اور خراسان اور بلخ اور بخارا کی سمت سفر فرمایا اور بہت حج کیے۔ ازانجملہ چھ حج اکبر انہیں نصیب ہوئے اور مدینہ رسول اللہؐ میں سلطان العلماء استاد المحدثین عفیف الدین بن سعد الدین علی الیافعی الیمنی سے ملاقات کر کے دو برس اس جناب کی ملازمت میں حاضر رہے اور نسخہ عوارف وغیرہ انہیں پیش کش کیا اور منقول ہے کہ عفیف الدین نے خرقہ شیخ رشید الدین محمد ابوالقاسم صوفی سے پہنا اور انہوں نے شیخ الشیوخ شیخ شہاب الدین عمر سہروردی سے پایا اور اسی طریق اثنائے سفر میں شیخ حمید الدین بن محمود الحسینی سمرقندی کی ملازمت میں فائز ہو کر آنحضرت سے بھی خرقہ اور فیض حاصل کیا اور سید حمید الدین نے شیخ محمد ابراہیم نساجی سے انہوں نے شیخ نظام الدین ابوالعطاء بخاری سے اور منقول ہے کہ سید جلال الدین حسین بخاری نے اثنائے سیرو سلوک میں تین سو اور کئی اہل کمال کی شرف زیارت سے مشرف ہو کر فیض کلی حاصل کیا اور جس وقت سید بیت اللہ میں تھے ان کے اور شیخ عبداللہ شافعی کے درمیان صحبت اور محبت واقع ہوئی۔ ایک روز سید ممدوح طواف کرتے تھے۔ دیکھا کہ غلاف کعبہ کا معلق ہے اور دیوار ظاہری قائم نہیں ہے۔ سید نے متحیر ہو کر شیخ عبداللہ شافعی سے اس کا سبب پوچھا۔ شیخ نے فرمایا ان کعبہ راحت الی زیارۃ قطب الہند نصیر الدین یعنی کعبہ قطب ہند شیخ نصیرالدین محمود کی زیارت کو گیا ہے اور جو کہ آنحضرت کے مقام متحیرن رکھتے ہیں اور مستی سے آ نہیں سکتے تھے۔ کعبہ وہاں گیا اور شیخ نے یہ بھی ارشاد کیا کہ اس وقت دہلی میں اگرچہ وہ درویش جو سابق میں تھے نہیں رہے لیکن ان کی تاثیر اور برکت قطب الدین نصیرالدین محمود میں موجود ہے اور بالفعل وہ دہلی کے چراغ ہیں اور وہ جناب بلقب چراغ دہلی اسی وجہ سے مشہور ہوئے کہ جب سید جلال الدین حسین بخاری نے یہ کلام سنا نیت کی کہ جب ہندوستان واپس ہوں دہلی میں جا کر شیخ نصیرالدین سے ملاقات کروں۔ لہٰذا آپ کی ملاقات کے مشتاق ہوئے اور جب آنحضرت نے اپنے وطن اوچھ کی طرف عود کیا ۷۷۲ سات سو بہتر ہجری میں وہاں سے دہلی میں آ کر شیخ نصیرالدین محمود سے ملاقات کی اور شیخ سے کہا کہ الحمد للہ کہ جو ظن آپ سے فقیر کی نسبت نے گئے تھے وقوع میں آیا اور یہ بھی کہا کہ رحمت خدا کی شیخ عبداللہ شافعی پر نازل ہو کہ مجھے ساتھ اس دولت کے رہنموں کیا اور سید جلال الدین حسین بخاری کے کمالات اور حالات کتاب قطبی میں کہ ایک درویش نے تصنیف کی ہے۔ بشرح و بسط مرقوم ہیں۔ لہٰذا طول سے اندیشہ کر کے اس میں سے بطریق اختصار لکھتا ہے۔ واضح ہو کہ آنجناب کے مخدوم جہانیاں کے خطاب ہونے کی یہ وجہ ہے کہ آنحضرت شب عید کو شیخ بہاء الدین زکریا کے مزار پر قرآن شریف کی تلاوت میں مشغول تھے۔ بعد ختم فرقان شیخ کی روح پر فتوح سے عیدی طلب کی۔ اس وقت یہ ندا آئی تیری یہ عیدی ہے کہ خدائے تعالیٰ نے تجھے مخدوم جہانیاں خطاب فرمایا۔ بعد اس کے شیخ صدرالدین عارف کے مقبرہ میں جا کر عیدی طلب کی وہاں سے بھی آواز آئی کہ عیدی وہی ہے جو حضرت بابا نے مرحمت فرمائی ہے۔ اس کے بعد اپنے پیرو مرشد شیخ رکن

marfat.com

Marfat.com

الدین ابوالفتح کے روضہ اقدس پر آ کر عیدی طلب کیا چاہتے تھے۔ آواز آئی عیدی وہی ہے کہ جو حضرت جد و پدر نے تجویز فرمائی۔ جب وہاں سے برآمد ہوئے جس مقام میں پہنچتے تھے۔ لوگ کہتے ہیں کہ مخدوم جہانیاں تشریف لاتے ہیں۔

ایک روز کا مذکور ہے کہ شیخ رکن الدین ابوالفتح بلندی سے چاہتے تھے کہ نیچے اتریں جو کہ زینہ نہایت پست تھا۔ سید جلال الدین حسین بخاری اپنے پیر کی آسائش کے واسطے زینہ پر لیٹ گئے اور اپنا سینہ جو اسرار حق کا گنجینہ تھا زینہ بنا کر عرض کی کہ حضرت اس خاکسار کے سینہ پر قدم رکھ کر اتر آئیں۔ شیخ نے یہ حالت مشاہدہ کر کے انگشت شہادت دانت میں دابی اور فرمایا اے سید باب نبوت تو بالکلیہ مسدود ہے کہ کوئی وہاں نہیں پہنچ سکتا۔ البتہ مرتبہ ولایت میں تو مرتبہ کمال پر پہنچے گا اور ان کے پیر نے سید ممدوح کو اٹھا کر ان کے دست مبارک کو بوسہ دیا اور سینہ مبارک ان کے سینہ سے مس کیا اور ایک روز سید جلال الدین حسین نماز چاشت میں مشغول تھے اور آنحضرت کا فرزند چار برس کا مصلا کے گرد پھرتا تھا۔ حضرت نے سلام پھیر کر سید شمس الدین عزیزی کی طرف کہ وہ وہاں بیٹھے تھے۔ متوجہ ہو کر فرمایا کہ اس معصوم کی زیست دشوار ہے اس لیے کہ عین نماز میں اس کی طرف میں نے میل کیا تھا۔ خلاصہ یہ کہ ظہر کے وقت وہ لڑکا تپ شدید میں مبتلا ہو کر اسی شب کو فوت ہوا اور قصبات اوچھ میں ایک شخص ملا وجیہ الدین محمد رہتے تھے۔ ایک روز ایک کام کے واسطے ایک عزیز کے مکان پر کہ جن کا نام مولانا نصیرالدین ابوالمعالی تھا گئے اور وہاں قیلولہ کیا اور خواب میں دیکھا کہ ایک مقام میں خلائق کا ہجوم ہے اور ایک شخص وعظ کہتا ہے اور فرماتا ہے کہ جو شخص کار دنیا کو کار دین پر مقدم رکھتا ہے دونوں کام اس کے خاک میں ملتے ہیں۔ جب بیدار ہوئے لوگوں سے پوچھا کہ اس اطراف میں کوئی شخص وعظ فرماتا ہے۔ بولے سید جلال الدین حسین بخاری اوچھ میں وعظ کہتے ہیں مولانا وجیہ الدین نے آنحضرت کو نہ دیکھا تھا۔ دوسرے دن احرام زیارت باندھ کر اوچھ میں گئے جب وہ صورت کہ خواب میں دیکھی تھی۔ معائنہ کی باعتقاد وافر ان کے قدم پر گر پڑے۔ سید نے فرمایا اے بابا دنیا کا کام عقبیٰ پر مقدم نہ چاہیے۔ ملا وجیہ الدین محمد نے جب یہ کلام صدق انجام سنا زیادہ تر معتقد ہو کر مرید ہوئے۔ ایک روز شیخ کبیر الدین اسمٰعیل نے سید سے اس وقت کہ وہ اپنے والد کی مجلس میں بیٹھے تھے۔ پوچھا کہ تم کو اپنی ولادت سے کچھ یاد ہے۔ فرمایا کہ چھٹے روز مجھے ایک عورت نے نہلا کر کپڑا پہنایا تھا۔ مجھے یاد ہے اور میں اس عورت کو پہچانتا ہوں اور نقل ہے مولانا شہاب الدین برہان سے کہ سید ماہ رمضان میں برفاقت معتقدان اہل صلاح مسجد اوچھ میں معتکف تھے۔ چند درویش کہ یہ صفت لا یفقہون تسبیحھم موصوف تھے۔ کبھی کبھی اس جناب کے پاس آ بیٹھتے تھے۔ ایک روز سومرہ نام والی اوچھ سید کی زیارت کو آیا اور اس نے درویشوں کا ہجوم دیکھ کر بلا اجازت شیخ سید کے بعد لوگوں کو مسجد سے نکال دیا۔ سید نے فرمایا اے سومرہ کیا تو دیوانہ ہوا ہے جو فقیروں سے الجھتا ہے۔ یہ فرماتے ہی سومرہ دیوانہ ہوگیا اور حالت جنون میں اپنے کپڑے پھاڑ ڈالے۔ جب یہ خبر شہر اوچھ میں مشہور ہوئی کہ حاکم دیوانہ ہوا۔ بزرگان شہر اتفاق کر کے زنجیر اور ہتھکڑی سے اسے جکڑ لائے اور سید کے قدم پر ڈال دیا اور اس کی والدہ نے سید کی خدمت میں حاضر ہو کر بہ عجز و زاری تمام عرض کی کہ اے مخدوم جہانیاں آپ کی شفقت تمام ساکنان عالم پر برابر اور یکساں ہے۔ لہٰذا اس جوان کا گناہ اس پیر زال عاجز کے سبب بخشیے۔ سید نے فاتحہ پڑھ کر فرمایا کہ اسے غسل دے کر لباس پہناؤ۔ بعد شیخ جمال الدین خجندی کی قبر پر لے جاؤ۔ آنحضرت کی قبر زیارت سے مشرف کرا کے میرے پاس لاؤ۔ انہوں نے جب ایسا کیا والی اوچھ اپنی اصلی حالت میں آیا۔ مسجد میں جا کر سید کی قدم بوسی سے شرفیاب ہوا اور درویشوں سے معذرت کر کے مرید ہوا اور تائید الٰہی سے مقبولوں کے سلک میں منتظم ہوا اور ملا شمس الدین سے جو حج آخر میں سید کے ہمراہ تھے منقول ہے کہ جب اوچھ سے دریا کے کنارے پہنچے مع ایک جماعت درویشاں جہاز پر سوار ہوئے۔ بعد چند روز کے درویشوں کو ماہی تازہ کی آرزو ہوئی۔ سید نور باطن سے دریافت کر کے مسکرائے اور کہا خدائے تعالیٰ تمام چیز پر قادر ہے۔ تمہاری آرزو پوری کرے گا۔ اسی وقت ایک مچھلی جو مقدار میں دو من (من شرعی مراد ہے چند سیر ہوتا ہے) کی تھی۔ دریا سے جست کر کے درویشوں کے پاس گری۔ فوراً بریان کر کے اسے اپنے صرف میں

marfat.com

Marfat.com

لائے اور کہتے ہیں کہ جس روز جہاز ساحل مقصود کو پہنچا اسی روز سید جلال الدین حسین بخاری جدہ میں ام الخلائق ماما حوا کی زیارت کے واسطے گئے اور شرف زیارت سے مشرف ہوئے۔ قضارا اس روز چند شخص ایک جنازہ ماما حوا کی قبر کے نزدیک دفن کرنے کو لائے تھے۔ سید نے لوگوں سے پوچھا کہ یہ کس کا جنازہ ہے' بولے کہ یہ تابوت شیخ بدرالدین یمنی کا ہے جو تیس برس سے حرمین الشریفین میں مجاور تھے۔

کل مکہ معظمہ سے جدہ میں آ کر قرآن کی تلاوت میں مشغول ہوئے کہ ناگاہ پیمانہ حیات آب بقا سے لبریز ہوا۔ روضہ رضوان کی طرف سفر کیا۔ یہ سنتے ہی سید مراقبہ میں گئے اور بعد ایک لحظہ کے سر اٹھا کر فرمایا کہ ان بزرگوار کو دفن نہ کرو۔ شاید کہ سکتہ ہوا ہو۔ پھر تابوت کو اس مسجد میں جو دریا کے کنارے واقع تھی لے جا کر دروازہ بند کیا اور تابوت کو کھولا اور شیخ بدرالدین کو برآوردہ کر کے مسجد کے بوریہ پر لٹایا اور دو رکعت نماز ادا کر کے قرآن شریف کی تلاوت میں مشغول ہوئے۔ بعد اس کے حی الذی لایموت کے فرمان سے شیخ بدرالدین یمنی حرکت میں آئے اور اٹھ بیٹھے اور سید جلال الدین حسین بخاری کے دست بوس ہوئے۔ ان سے احوال پوچھا سید نے اپنا جامہ خاص انہیں پہنا کر فرمایا کہ دروازہ مسجد کا کھول کر نماز عصر کی اذان دیں۔ اذان کے بعد شیخ بدرالدین یمنی نے امامت اور درویشوں نے اقتدا کی۔ دوسرے دن سید شیخ بدرالدین یمنی کے ہمراہ کعبتہ اللہ روانہ ہوئے اور سعادت طواف سے مشرف ہو کر شیخ کے ہمراہ مدینہ منورہ کی سمت گئے اور از سرنو سرور کائنات مفخر موجودات کی زیارت سے سرفراز ہوئے اور السلام علیک یا جداہ عرض کر کے وعلیک السلام یا ولدی سنا اور اس کے بعد جب سفر مکہ سے معاودت کر کے اوچھ میں پہنچے۔ ستر برس کے سن میں بمرض الموت مبتلا ہوئے۔ روز بروز ضعیف ہوتے جاتے تھے یہاں تک کہ عید قربان کے روز بعد ادائے دوگانہ عید اس جہان فانی سے عالم جاودانی کی طرف انتقال کیا اور اسی شہر میں مدفون ہوئے۔ کتب معتبرہ میں مسطور ہے کہ مخدوم جہانیاں سید جلال الدین حسین بخاری کسی کو اپنے مریدوں میں نہ لیتے تھے اور فرماتے تھے کہ یہ کام کسی انبیاء نے نہیں کیا ہاں جس وقت کوئی شخص بارادت صادق آپ کی خدمت میں حاضر ہوتا تھا سید ارشاد کرتے تھے کہ میں ان میں سے نہیں ہوں کہ کسی کو مرید کروں۔ لیکن عقد اخوت کرتا ہوں اور حدیث نبوی کے موافق برادری میں لیتا ہوں کس واسطے کہ حدیث میں وارد ہے۔ ان اللہ حی کریم یستحیی ان یعذب الرحل بین یدی اخوتہ اور یہ بھی کہتے تھے کہ یہ لوگ جو ساتھ جامہ ہائے مشائخ کے تبرک لیتے ہیں چونکہ اس کی اصل موجود ہے میں بھی ساتھ اس کے عمل کرتا ہوں۔ کس واسطے کہ ایک وقت حضرت رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم مع اصحاب ایک گھر میں تشریف لائے۔ وہ مکان آدمیوں سے مملو ہوا۔ اس درمیان جریر بن عبداللہ بجلی آئے اور جگہ نہ پا کر باہر بیٹھے۔ حضرت نے واقف ہو کر اپنا جامہ خاص اٹھایا اور لپیٹ کر ان کے روبرو پھینکا اور فرمایا کہ تم اسے زمین پر بچھا کر بیٹھو۔ جریر نے وہ جامہ لے کر سر اور آنکھوں پر ملا اور تیمناً و تبرکاً اپنے پاس مدت العمر نگاہ رکھا۔

صدرالدین راجوئے علیہ الرحمتہ

یہ سید مخدوم جہانیاں سید جلال الدین حسین بخاری کے چھوٹے بھائی ہیں۔ علوم ظاہری اور باطنی میں شہرت تمام رکھتے تھے اور جلالت کی صفت میں موصوف تھے۔ جو کچھ زبان مبارک پر جاری ہوتا تھا وہ بعینہ وقوع میں آتا تھا۔ چنانچہ ایک روز ان کے صاحبزادے نے ایک متعلق بے گناہ کی ریش ترشوائی اور اس مسکین نے سید کی خدمت میں حاضر ہو کر صورت حال ظاہر کی۔ سید نے اپنی زبان مبارک سے ارشاد کیا کہ تو غم نہ کھا وہ بھی اپنے ہاتھ سے اپنی داڑھی تراش کر سزا کو پہنچے گا۔ اتفاقاً اس روز مخدوم زادہ نے ایک حجام کو بلا کر کہا جلد میری مونچھ و داڑھی ٹھیک کر کے کاٹ دے۔ حجام ڈرا اور آئینہ اور استرہ ان کے روبرو رکھ کر آپ ہاتھ دھونے کے بہانہ غائب ہوا۔ جب

marfat.com

Marfat.com

دیر ہوئی تو مخدوم زادہ نے چاہا کہ خود ہی جلد اس کام سے فراغت کر لوں۔ چنانچہ آئینہ سامنے رکھ کر ایسا استرہ چلایا بلکہ داڑھی منڈ گئی مجبور ہو کر دوسری طرف کے بال بھی مونڈے اور جیسا کہ حضرت مخدوم کی زبان پر جاری ہوا تھا بجنسہ ظہور میں آیا اور یہ بھی مشہور ہے کہ آنحضرت جس شخص پر نظر تیز ڈالتے تھے فوراً بے ہوش ہو کر جان دیتا تھا۔ چنانچہ ایک روز کا ذکر ہے کہ ایک کافر قوم چٹان سے مخدوم جہانیاں سید جلال الدین حسین بخاری کی خدمت میں آکر مسلمان ہوا اور سید نے اس کا نام عبداللہ رکھ کر تربیت فرمائی۔ چنانچہ تھوڑے دن میں اس کی شہرت عظیم چٹان میں واقع ہوئی اور غوغا برپا ہوا۔ خلاصہ یہ کہ ایک روز عبداللہ حسب الاستدعا سید صدرالدین راجوئے قتال کے روبرو حاضر تھا اور کسی امر کے سبب سید نے نگاہ قہر اس پر ڈالی اور وہ گر پڑا اور بہ آواز بلند کہتا تھا کہ ہائے میں جلا ہائے میں جلا ہر چند اس پر مشکیں پانی سے لبریز گراتے تھے فائدہ نہ بخشتا تھا یہاں تک کہ اسی سوز میں مرگیا اور یہ بھی منقول ہے کہ جب مخدوم جہانیاں سید جلال الدین حسین بخاری مرض الموت میں مبتلا ہوئے ایک کافر نواہوں نام کہ بادشاہ فیروز باربک کی طرف سے اوچھ کا حاکم تھا۔ اس وقت سید کی عیادت کو آیا اور کہا حق سبحانہ تعالیٰ نے آپ کی ذات بابرکات کو ختم الاولیاء کیا ہے۔ جیسے حضرت رسالت ماب صلی اللہ علیہ وسلم ختم الانبیا تھے۔ خدائے تعالیٰ صحت عاجل اور شفائے کامل کرامت فرمائے۔ سید جلال الدین حسین نے یہ کلام سن کر اپنے بھائی صدر الدین راجوئے قتال سے فرمایا کہ جو اس شخص نے حضرت رسالت پناہ کی نبوت کا اقرار کیا تو حکم شریعت کے موافق مسلمان ہوا۔ اب تم اور حصار مجلس اس کے گواہ ہو اور اسے مسلمان کرو۔ نواہوں تکلیف اسلام کے خوف سے بھاگ گیا اور بادشاہ فیروز باربک کی خدمت میں حاضر ہو کر صورت حال اظہار کی اور شاہ نے باوجود اس کے کہ اس کو دوست رکھتا تھا فرمایا کہ جب تو نے ایسا کہا تو بے شک مسلمان ہوا۔ چونکہ ان دنوں میں سید جوار رحمت حق میں واصل ہوگئے سید صدرالدین راجوئے قتال بعد ادائے لوازم زیارت مع گواہاں نواہوں کے معاملہ کے فیصل کے واسطے دہلی کی طرف متوجہ ہوئے۔ جب اطراف شہر میں پہنچے بادشاہ نے استقبال کا قصد کیا اور عالموں سے پوچھا کہ تم نواہوں کے بارہ میں کیا کہتے ہو۔ شیخ محمد نے جو قاضی عبدالمقتدر تھا۔ نیسری کے فرزند اور جودت طبع میں مشہور تھے عرض کی کہ ظل سبحانی سید کے استقبال کے واسطے تشریف لے چلئے۔ وہیں مجلس اول میں سید سے یہ سوال کریں کہ حضرت سید کیا اس کافر کے قصہ کے واسطے تشریف لائیں ہیں۔ جب کہیں کہ ہاں کافر کے معاملہ کے واسطے آیا ہوں تب اس کے کفر کا اقرار ہوگا اور ہم ان سے ہمکلام ہو کر بحث کر لیں گے۔ الغرض بادشاہ نے ان کی فہمائش اور قرار داد کے موافق مجلس اول میں پوچھا کہ آنحضرت اس کافر کی مہم کے واسطے آئے ہیں۔ سید نے کہا اس مسلم کے قصہ کے واسطے آیا ہوں۔ اس درمیان میں شیخ محمد نے آپ کے روبر آکر کہا اے سید اس کلمہ کے سبب سے جو اس نے کہا۔ شرعاً اس پر اسلام لازم نہیں آتا ہے۔ سید نے فرمایا اے مخدوم زادہ تمہارے کلام سے خوشبو دیانت کی نہیں آتی ہے۔ اپنے کفن کی فکر کرو یہ کہہ کر انہیں نظر تیز سے دیکھا کہ فوراً ان کے شکم میں درد پیدا ہوا گھر میں گئے اور قاضی عبدالمقتدر تھا نیسری کہ اس مجلس میں حاضر تھے۔ سید کی تعظیم بجالا کر عرض پرداز ہوئے کہ میں یہی ایک لڑکا رکھتا ہوں۔ میری عاجزی پر رحم کر کے اسے مجھے بخشئے۔ سید نے فرمایا کہ وہ مرگیا ہوگا لیکن وہ فرزند کہ جو شکم مادر میں ہے اہل تقویٰ سے ہوگا اور شیخ محمد نے اس درد سے فرصت نہ پائی۔ فوت ہوئے اور قاضی عبدالمقتدر تھا۔ نیسری کو خدا نے اور فرزند عطا فرمایا۔ شیخ نے ان کا نام ابوالفتح رکھا۔ چنانچہ وہ درویش اور دانشمند زمانہ ہوئے اور اب تک ان کا مقبرہ جون پور میں موجود ہے اور فیروز شاہ باربک نے صحبت سید اور شیخ کی مشاہدہ کر کے نواہوں کو سید راجوئے قتال (شاید قتال اسی وجہ سے لقب ہوا ہو اور یہ اشارہ تھا کہ انقلاب شروع ہوا اور یہ صفت قہری ظاہر ہونے لگی چنانچہ چند روز میں بادشاہ تیمور کی آمد اور رفتن کا ظہور ہوا۔) کے سپرد کیا اور کہا بموجب شرع کے جو کچھ لازم آئے اس کی نسبت ویسا عمل میں لائیں۔ سید نے نواہوں سے فرمایا کہ تو مسلمان ہوا ہے۔ شعار اسلام ظاہر کر اور جب اس نے یہ فرمان قبول نہ کیا اسے قتل کر کے اوچھ کی طرف مراجعت فرمائی اور مدت مدید اپنے برادر والا گہر کے قائم مقام ہو کر ارشاد عباد میں مشغول رہے اور من بعد

marfat.com

Marfat.com

بمقتضائے اذا جاء اجلھم لا یستاخرون ساعتہ ولایستقدمون شربت موت چکھ کر بجوار رحمت ایزدی واصل ہوئے اور مقبرہ ان کا اس مقام میں موجود ہے۔

سید کبیر الدین اسمٰعیل علیہ الرحمتہ

آنجناب مخدوم جہانیاں سید جلال الدین حسین بخاری کے مریدوں میں سے ہیں۔ آنحضرت کے بعد وفات اس جناب نے نسخہ عوارف سید صدر الدین راجوئے قتال سے پڑھ کر کمالات حاصل کیے اور جن دنوں میں کہ نسخہ عوارف پڑھتے تھے۔ ایک مجذوب یحیٰی نام جو کشف و کرامات میں مشہور تھے۔ کبھی کبھی اس مجلس میں حاضر ہوتے تھے اور کہتے ہیں کہ شیخ کبیر الدین اسمٰعیل کی عادت یہ تھی کہ آدھی رات کو اپنے پیر مخدوم جہانیاں سید جلال الدین حسین بخاری کی زیارت کو جاتے تھے اور انگشت شہادت کے اشارے سے دروازہ کھول کر مقبرہ میں داخل ہوتے تھے اور تہجد کی نماز پڑھ کر کلام اللہ ختم کر کے برآمد ہوتے تھے اور پھر انگشت شہادت سے گنبد کا دروازہ مقفل کرتے تھے۔ قضارا ایک شب کو یحیٰی مجذوب مخدوم جہانیاں سید جلال الدین حسین بخاری کی قبر پر حاضر تھے۔ انہوں نے شیخ کبیر الدین اسمٰعیل کو دیکھ کر پہچانا اور ان کا ماجرا سید صدر الدین راجوئے قتال کے سمع مبارک میں پہنچایا اور شیخ کبیر الدین اسمٰعیل نے نور باطن سے دریافت کیا اور اس روز مزید خجالت سے اپنے استاد سید صدر الدین راجوئے قتال کے پاس سبق پڑھنے نہ گئے۔ سید خود ان کے مکان پر تشریف لائے اور انہیں اپنے ہمراہ دولت سرا میں لائے اور ان کی تعظیم میں کوشش فرمائی اور نقل ہے کہ کبیر الدین اسمٰعیل کے دو فرزند تھے۔ ایک کا نام عبدالشکور اور دوسرے کا اسم عبدالغفور تھا اور صورت و سیرت میں دونوں بے نظیر تھے اور باوجود خرد سالی شب و روز باپ کی خدمت میں بہ کسب علوم مشغول رہتے تھے اور بطریق درویشاں دانا ساتھ آہستگی اور سخن سنجیدگی کے اوقات بسر کرتے تھے۔ جب شیخ کی رحلت کا وقت قریب پہنچا۔ دونوں بیٹوں کو اپنے روبرو بلا کر ارشاد کیا کہ جو مشکل تمہیں پیش آئے میری قبر پر آ کر اظہار کرنا۔ اللہ تعالیٰ کی توفیق سے اس کا جواب سنو گے اور وہی ہوتا تھا کہ جو آنحضرت نے فرمایا تھا۔

خاتمہ بذکر کیفیت ہندوستان جنت نشان

تاریخ بابری میں مرقوم ہے کہ مملکت ہند مرکب اقلیم اول اور دوم اور سوم سے ہے اور اس کی کوئی سمت ساتھ اقلیم چہارم کے اتصال نہیں رکھتی اور یہ مملکت مشتمل بر قواعد اور رسوم عجیب و غریب ہے۔ اس کے بلاد اور شہر کسی اور ممالک سے مشابہت نہیں رکھتے اور ہندو اور اہل ہند کو بعض رسوم یمن اور عربان بدوی سے فی الجملہ کچھ مناسبت ہے اور کشمیر اس مملکت کے شمال میں واقع ہوا ہے اور دریائے عظیم کوہستان کشمیر اور اس حدود سے برآمد ہو کر ہر ایک ہند کے بلاد اور قریات میں جاری ہوئے ہیں۔ چھ دریا غرب کی جانب سے رواں ہو کر نواح ملتان میں ایک جا ہو کر آب سند سے پیوستہ ہوئے اور ٹھٹھہ کے قریب دریائے عمان یعنی سمندر میں گرتے ہیں۔ نام ان کے یہ ہیں ستلج اور بیاس اور راوی اور بھٹ اور چناب اور سندھ اور دریائے بھٹ کو ایام قدیم میں جہلم کہتے تھے جیسا کہ اس زمانہ میں دریائے سندھ کو نیلاب بھی بولتے ہیں اور ان چھ دریا کے ماورا اور بھی بہت سے دریا ہیں کہ ان کا چشمہ کوہستان ہے۔ مثل جون اور گنگ بزرگ اور رہٹ اور کوئی اور کنڈک اور سرود وغیرہ کہ مشرق کی طرف رواں ہوئے ہیں اور ولایت بنگالہ سے گزر کر سب گنگا میں پیوستہ ہو کر دریائے محیط میں گرتے ہیں اور علاوہ ان دریاؤں کے اور بھی دریا کہ چشمہ ان کا سوائے کوہستان مذکور کے ہے۔ ہندوستان میں بھی بہت ہیں۔ مثل چنبل اور بناس اور سون اور سوئے چنانچہ یہ بھی گنگا میں متصل ہو کر سمندر میں گرتے ہیں اور دکن میں بھی نہریں بہت ہیں۔ مثل گنگ اور نربدا اور تپتی اور پورنہ اور گنگ کوچک اور کشنہ اور بیہورہ اور تمندرہ لیکن تین دریا سابق کے مغرب کی طرف

marfat.com

Marfat.com

رواں ہیں اور باقی مشرق کی طرف اور بسبب ہمواری زمین کے اکثر دریاؤں میں سے نہریں برآوردہ کر سکتے ہیں کہ باغات اور زراعت کو بخوبی تمام سینچیں اور باوجود اس کے بعض مقاموں میں یہ بھی ممکن ہے کہ نہریں کھود کر پانی زراعت اور باغوں میں پہنچاویں جو کہ اکثر ہند کی خلائق سیر آب و تسیم سے کچھ حظ اور ذوق نہیں رکھتی۔ بلکہ بحسب اتفاق اگر سفر میں خیمہ کسی ارباب اقتدار کا دریا کے کنارے نصب ہوتا ہے۔ سرا پردے دریا کی طرف ڈالتے ہیں کہ پانی نظر نہ آئے اور ہند کی اکثر عمارات زندان سے بہت مشابہت رکھتی ہے اور شہروں اور قصبوں میں اس کی مطلق صفائی نہیں لیکن شہر حیدر آباد گلکنڈہ کہ محمد علی قطب شاہ کا ساختہ اور پرداختہ ہے۔ وہ البتہ لطافت اور صفائی میں اور ملکوں سے دعوے ہمسری بلکہ برتری کا کرتا ہے۔ کس واسطے کہ اس کے ہر کوچہ و بازار میں ہمیشہ پانی کی نہریں کمال وسعت سے جاری رہتی ہیں اور ان میں پانی ہمیشہ جاری رہتا ہے اور دوکانیں مع صحن دو طرفہ پختہ اور سنگین نہایت صفائی سے تعمیر ہیں اور اطراف میں درخت سایہ دار موجود ہیں اور ہند میں بہت جنگل سخت اور بیشتر درخت بہت ہیں کہ راجاؤں اور رعیت کی سرکشی کے باعث ہوتے ہیں اور ولایت ہند آدمیوں کی کثرت اور مویشی کی افزونی کے سبب کسی ملک سے مشابہت نہیں رکھتی اور ویرانی اور آبادی اس کی نہایت آسان ہے کس واسطے کہ وہاں کی رعایا کے چھپر کے مکان اور مٹی کے ظروف پر گزران ہے اور اس سے قطع تعلق کر کے ایک ساعت میں مواشی دوسرے مقام میں لے جاسکتے ہیں اور فی الفور مثل اول کے مکان اور ظروف بہم پہنچا کر اپنے کاروبار میں مشغول ہو سکتے ہیں اور اس ملک کی زراعت خریف کہ سرطان اور اسد اور سنبلہ اور میزان کے تعلق ہے۔ آب باراں کے سبب بہم پہنچتی ہے اور مزروعات ربیع کے عقرب اور قوس اور جدی اور دلو سے تعلق رکھتی ہے۔ بغیر اس کے کہ باران اور ندی اور کنویں کا پانی ایک قطرہ میسر ہو۔ شبنم اور سرما کے سبب بخوبی تمام پیدا ہوتی ہے اور موجب حیرت ہوتا ہے اور ہند کی ہوا بسبب قربت دریائے محیط اور کثرت بارش کے نہایت مرطوب ہے اور ہند میں تین فصلیں مخصوص ہیں اور ہر ایک فصل کے چار ماہ مقرر ہیں۔ انہیں گرمی اور برسات اور جاڑا کہتے ہیں اور بنا ان ماہ کی گردش قمر پر ہے۔ مقابلہ سے مقابلہ تک لیکن تینوں فصلوں کی بنا چاند اور سورج دونوں کی گردش پر رکھتی ہو۔ کیفیت اس کی یہ ہے کہ مثلاً ماہ قمری کا استقبال روز دو شنبہ ہوا اور پندرہویں یا بیسویں کو تحویل سرطان ہوئے۔ اس ماہ کا نام ساون اور دوسرے ماہ قمری کا اسم بھادوں رکھا ہے۔ شمسی سال سے دس روز اور کسرے فرق ہوتا ہے تیسرے برس لوند کا ایک مہینا اعتبار کرتے ہیں اور اس مہینے کو ایک بار برسات پر اضافہ کر کے اس فصل کے پانچ ماہ قمری کرتے ہیں اور ایک بار جاڑے میں داخل کر کے اس کے بھی پانچ ماہ کرتے ہیں اور ایک بار گرمی میں داخل کر کے اس کے بھی پانچ ماہ کرتے ہیں پس ہر ایک فصول ثلاثہ بزبان ہندی اس طور پر ہے۔ اساڑھ ساون بھادوں اور کنوار یہ چار ماہ برسات کے ہیں۔ سرطان اور اسد اور سنبلہ اور میزان کے موافق لیکن چھبیس روز اور کسرے برج میزان سے اعتبار کرتے ہیں اور یہ کہ ماہ ہائے شمسی اور قمری کی تفاوت کے سبب سے ہے اور دوسرے کاتک اور اگھن اور پوس اور ماگھ یہ چار ماہ جاڑے کے ہیں۔ ایام اواخر میزان سے ایام اواخر دلو تک پس کچھ میزان سے جاڑے میں داخل ہوتا ہے اور کچھ دلو سے خارج اور پھاگن اور چیت بیساکھ اور جیٹھ یہ چار مہینے گرمی کے ہیں۔ انتہائی گرمی سے بیسویں جوزا تک اور بارش کا زور شور اول دوماہ خوب رہتا ہے کہ جسے ساون اور بھادوں کہتے ہیں اور جاڑے کی شدت اور قوت دو ماہ اواخر میں رہتی ہے کہ جس کا نام پوس اور ماگھ ہے اور قوت شدت گرمی کی دو مہینے آخر جیٹھ اور اساڑھ میں ہے۔

بسبب اس ملاحظہ کے سال شمسی چھ قسم پر منقسم ہوتا ہے اور ہر ایک کو ساتھ ایک اسم کے موسوم کیا ہے۔ یعنی ساون اور بھادوں کو برکھا رت کہتے ہیں اور کنوار اور کاتک کو سرورت کہتے ہیں اور اگھن اور پوس کو ہیونت رت اور ماگھ اور پھاگن کو سیسر رت اور چیت اور بیساکھ کو بسنت رت اور جیٹھ اور اساڑھ کو گرنکھیم رت کہتے ہیں۔ دوسرے اعتبار مخصوصہ ہند سے یہ ہے کہ ہر ایک رات اور دن کو بارہ ساعت پر تقسیم کرتے ہیں۔ اور جس طرح اور ولایت کے باشندے شبانہ روز کو ساتھ بارہ ساعت کے تقسیم کر کے انہیں ساعات اور معوجہ

marfat.com

کہتے ہیں۔ انہوں نے بھی آٹھ قسم کر کے ہر ایک قسم کا پہر نام رکھا ہے۔ خلاصہ یہ کہ پہر کو فارسی میں پاس کہتے ہیں اور رات اور دن کے بارہ ساعت کو ساتھ تیس گھڑی کے قسمت کیا ہے چنانچہ ایک پہر باعتبار درازی بعد کوتاہی شب و روز کے ساڑھے سات گھڑی کا ہوتا ہے۔

آئندہ کتب تواریخ کے ناظرین پر تمکین کے ضمائر انجم نظائر پر پوشیدہ نہ رہے کہ خلاصہ مملکت ہند کو شاہان اسلام اوام اللہ آثار ہم اپنے تحت و تصرف میں لا کر ہمت و الانہمت کفر و ظلام کے آثار کے انہدام پر تعین رکھتے ہیں۔ لیکن مملکت ہند کے اطراف و کنار پر ہند کے راجا عظیم الشان متصرف ہو کر بذریعہ باج و خراج کے اپنی دولت و مملکت کی حفاظت کرتے ہیں۔ از انجملہ پانچ راجہ قوی شمال کی طرف واقع ہوئے ہیں اور پانچ جنوب کی سمت اور ہر ایک ان راجاؤں سے کتنے چھوٹے راجاؤں کو اپنا محکوم رکھتے ہیں اور ایک بڑا راجہ دکن کی طرف ہے اور ولایت بہت اس کے زیر نگیں ہے اور اس طرف کے راجہ اس کے حکم کے محکوم ہیں۔ ایک ان پانچ راجاؤں میں راجہ کوچ کا اور دوسرا راجہ جموں کا تیسرا راجہ نگر کوٹ کا چوتھا راجہ کماؤں کا پانچواں راجہ بہار کا اور راجہ کوچ کا عہد شکل سے ۔بطنا" بوربطن مالک اپنی سرزمین کا ہے لیکن اسی مدت میں چار بار ان کے درمیان میں تغیر اور تبدل واقع ہوا اور یہ گروہ جو اب مسند حکومت پر تمکن رکھتا ہے۔ قوم براہمہ کوہی سے ہے اور مردمان ہند کے نزدیک چنداں اعتبار نہیں رکھتے۔ خلاصہ یہ کہ ایک طرف ولایت ان کے ساتھ ملک تبت کے اتصال رکھتی ہے اور دوسری سمت چین تک پہنچی ہے اور تیسری طرف بنگالہ سے متصل ہوئی ہے اور جموں کا راجہ عہد سابق میں اعتبار تمام رکھتا تھا۔ کس واسطے کہ ستر قلعہ اس کے تصرف میں تھے اور یہ طائفہ ملباس سے ہے اور ملباس قوم نوائر کے ساتھ برادری رکھتے ہیں اور اول جو شخص اہل بہاریاں کوہستان سے آیا۔ راجہ رک ہے اور کید راج بھانجہ مہراج راجہ قنوج نے کہ گشتاسپ کا ہمسر تھا۔ قلعہ جموں بنا کر اس کو ان پہاڑوں میں نگاہ رکھا اور قلعہ اس کے سپرد کیا اور اس نے اپنی قوم کے چار سو مرد سے کہ اکثر مردانہ تھے ان پہاڑوں کو بہ ضرب شمشیر لیا اور اپنی اولاد کے واسطے ایک ریاست بہم پہنچائی اور وہ راجہ کہ اب مسند رائی پر متمکن ہے۔ اکسٹھواں راجہ ہے لیکن قوت اپنے باپ اور دادا کی نہیں رکھتا ہے اور راجگان نگر کوٹ اسی قوم سے ہیں اور ایک ہزار تین سو برس سے اس ملک کی باگ ریاست اپنے کف اقتدار میں رکھتے ہیں اور اس جماعت سے جو قوم کہ آگے تھے انہوں نے بھی ہزار سال کے قریب راج کیا۔

اس کے بعد اس قوم کو حکومت پہنچی اور اصل و نسب ان کا معلوم نہیں ہے اور راجہ نگر کوٹ کا دو وجہ سے ہنود کے نزدیک معتبر ہے۔ اول یہ کہ کانگڑہ سا قلعہ محکم اور سنگین رکھتا ہے دوسرے بت خانہ درگاہ کا کہ ہنود ساتھ اس کے اعتقاد بہت رکھتے ہیں۔ اس کے تصرف میں ہے اور ہر سال زر خطیر اس بت خانہ سے حاصل ہوتا ہے۔ اس لیے کہ ہنود اطراف و جوانب سے فوج فوج اس کی پرستش کو آتے ہیں اور زر وافر اس پر نثار کرتے ہیں اور راجہ کماؤں کے قبضہ میں ملک بہت ہیں اور طلا کہ بسبب دھونے کے حاصل ہوتا ہے۔ اس مقام سے ہاتھ آتا ہے اور تانبے کی کان بھی اس جگہ ہے اور قسم قسم کے حیوانات اس کی ولایت میں خوب ہوتے ہیں اور قلعہ سنگین رکھتا ہے اور تبت سے سنبھل کے حدود تک کہ داخل ہند ہے۔ اس کی ولایت سر برآوردہ ہے اور اسی ہزار پیادہ اور سوار اس کے ملازم ہیں اور وہ شاہان دہلی کے روبرو اعتبار بہت رکھتا تھا اور ماورا اس کے خزانہ وافر اس کے تصرف میں ہے اور رسم اس کے خاندان کی یہ ہے کہ جو شخص اپنے باپ دادا کے خزانوں کی طرف دست تصرف دراز کرے بے رشد اور نالائق اور گدا طبع ہو۔ اس سبب سے حالت تحریر تک بعد رایان سابق چھپن خزانے ہر ایک کی مہر سے جمع ہوئے ہیں اور دریائے گنگ اور جمن دونوں اس ولایت سے برآمد ہوئے ہیں اور راجہ بہار کا بھی صاحب اعتبار ہے اور زمین بہت اپنے تصرف میں رکھتا ہے اور ہر ایک ان پانچ راجاؤں سے اپنے ممالک کے حوالے وحواشی کے بہت سے چھوٹے راجاؤں کو محکوم رکھتے ہیں اور یہ پانچ راجہ کہ جن کا احوال تحریر ہوا کوہستان سوالک کے راجہ ہائے عمدہ ہیں کہ ہندوستان میں شمال کی طرف واقع ہوئے ہیں اور ابتداء ان کی سواد بجور سے ولایت بنگالہ تک گزری ہے اور انتہا اس کی ہندوستان کے جنوب کی سمت کہ اکثر ریگستان ہے اور سرحد کچ اور مکران سے کوہستان جھاڑ کنڈ تک ملحق ہوئی اور راجہ کچ اور راجہ امرکوٹ اور

marfat.com

Marfat.com

راجہ بیکانیر اور راجہ کھنگا راجہ جام راجہائے معتبر سے ہیں۔ الغرض راجہ کچ کی ولایت اس کی ملک سندھ کے قریب ہے۔ حاکم گجرات کی فی الجملہ اطاعت کرتے ہیں اور پانی اس ملک میں کم ہے اور وہاں کے اکثر کنوؤں کی گہرائی دو سو گز ہے۔ چنانچہ اونٹ معیت سے پانی کھینچتے ہیں اور وجہ کم یابی آب زراعت کم ہوتی ہے اور وہاں کے آدمیوں کی خورش شیر شتر ہے اور راجہ امرکوٹ راجہ ملک سندھ کا ہے کہ جلال الدین محمد اکبر بادشاہ اس مقام میں پیدا ہوا اور وہ ملک بھی کچ کی طرح کم زراعت اور کم آب ہے اور راجہ بیکانیر کا تمام راجاؤں سے دختر لیتا ہے اور اپنی بیٹی کسی راجہ کو نہیں دیتا ہے اور اسے پھریتہ کہتے ہیں اور کھنگا کا راجہ عظیم الشان ہے اور ولایت اس کی سندھ اور گجرات کے مابین ہے۔ لیکن اس میں نہایت بیابان سخت اور پر درخت اور کم آب ہے اور حاصل اس ملک کا گھوڑے اور اونٹ سے ہے۔ کس واسطے کہ مثل سرزمین کچ اور سندھ کے اس ملک میں بسبب کم آبی کے زراعت خوب نہیں ہوتی اور راجہ جام کہ ولایت اس کی ساتھ گجرات کے متصل ہے۔ حاکم گجرات اگر قوی ہے تو پیشکش دیتا ہے ورنہ نہیں دیتا اور پانی اس ملک میں بھی کم ہے اور وہاں کے آدمی اکل و شرب اور لباس میں عسرت کھینچتے ہیں اور مدار ان کی زیست کا شیر شتر اور گائے اور بھینس پر ہے اور گھوڑے تازے وہاں پیدا ہوتے ہیں اور حاصل اس ملک کا اکثر گھوڑے سے ہے اور ان پانچوں راجوں کے ولایات میں سوائے باجرا اور جوار کے دوسرا غلہ میسر نہیں ہوتا ہے۔ حاصل راجہائے مذکور کا اکثر اونٹ اور گھوڑے سے ہے اور ایک بڑا راجہ ہندوستان کا دکن کی جانب راجہ کرناٹک ہے اور ایک وہاں کے راجاؤں سے کہ جس کا نام بجے چند تھا نو سو سال پہلے مسند رائی پر متمکن تھا اس نے بیجانگر آباد کیا اور اسے اپنے نام کے ساتھ مشہور کیا اور اس کے بیٹوں نے اس کو مبارک جان کر اس کی آبادی میں کوشش بہت ظہور میں پہنچائی تھی۔ یہاں تک کہ آبادی اس کی ست کوسی پہنچی اور اول جو شخص کہ فساد ہندوستان میں ظاہر لایا اور بدعت اور سرکشی راجہ قنوج کے ساتھ کی راجہائے کرناٹک کا دادا ہے۔ چنانچہ سابق میں ذکر اس کا مذکور ہوا اور مہاراج کہ ہم عصر اس کا تھا اس نے خروج کر کے شیوارے حاکم دکن کو نکال دیا۔ لیکن اولاد اس کی بطناً بعد بطن راج پر قائم رہی۔ یہاں تک کہ رام راج نامی ۹۷۰ء نو سو ستر ہجری میں حکام دکن سے لڑ کر مارا گیا اور بعد اس کے اس کے فرزندوں نے قوت بہم پہنچائی لیکن اس ملک میں طوائف الملوکی ظاہر آئی اور باقی احوال وہاں کے راجاؤں کا مولف نے طبقہ دکن میں مذکور کیا ہے۔ اس واسطے یہاں قلم انداز کیا۔ وہاں دیکھنے سے ظاہر ہو سکتا ہے۔

خاتمہ الطبع از جانب کارپردازان

الحمدللہ والمنہ کہ صحفیہ یادگار زمانہ و نسخہ نادر یگانہ یعنی ترجمہ تاریخ فرشتہ اردو جس میں حالات شاہان دکن و بعض مشائخ ہند کے بڑی شرح و بسط سے مذکور ہیں اور ترجمہ سابق میں کسی وجہ سے بعض بادشاہوں کا کلی یا جزوی حال ساقط ہوا تھا اور جابجا اغلاط تھا۔ اس مرتبہ اصل تاریخ فرشتہ سے مکمل بمقابلہ و تکمیل تمام ہوا۔

الحمدللہ اولا و اخرا

marfat.com

Marfat.com

المیزان ناشران و تاجران کتب

الکریم مارکیٹ اردو بازار، لاہور پاکستان

Ph.:042-7122981 Fax: 7212762

E-mail: info@almezaanpublishers.com

URL: www.almezaanpublishers.com